حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے شعری کلام کی مُستند ترین شرح

شرح دیوانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

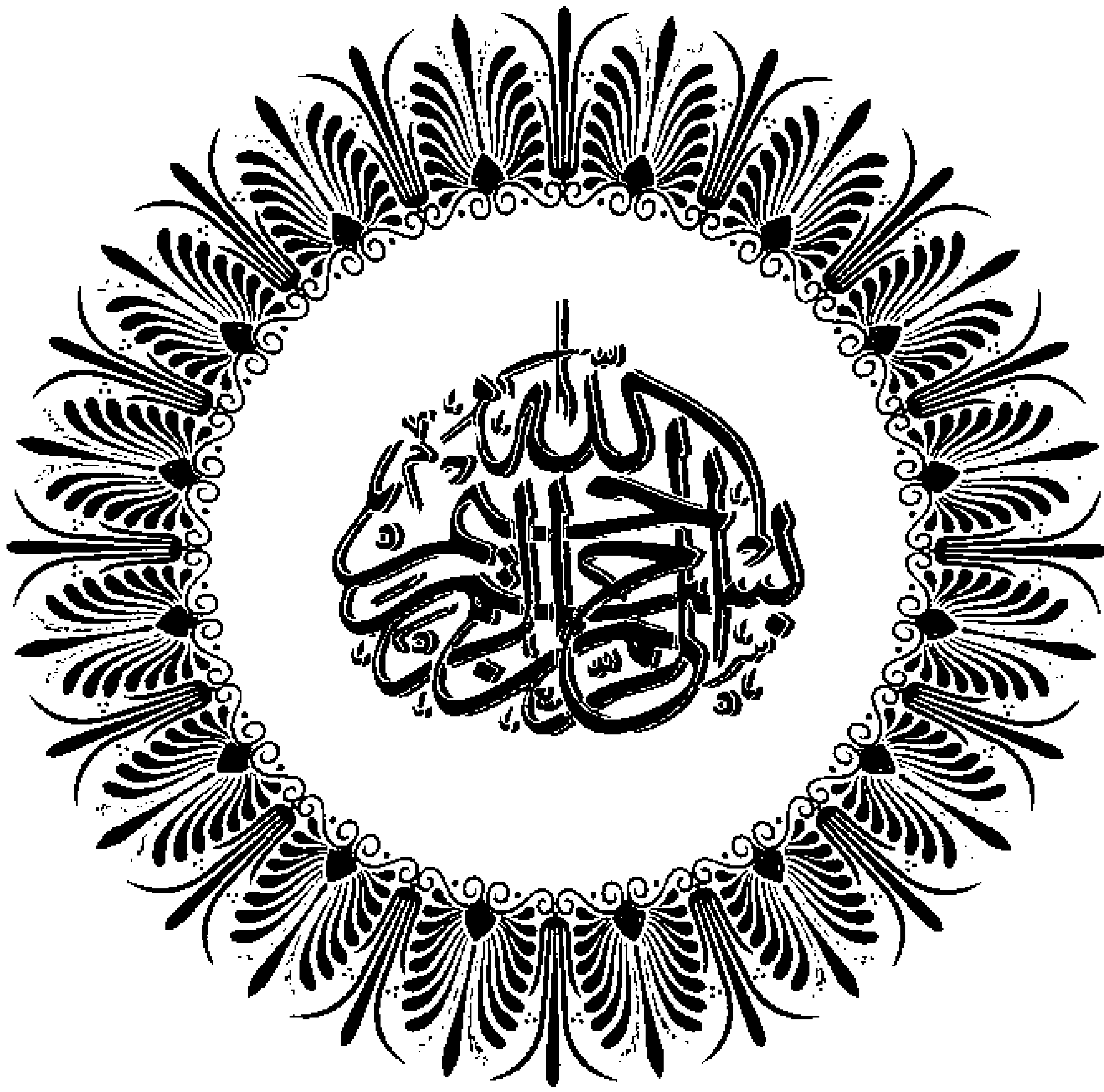
فیضانِ حیدری

تالیف

ابُو احمد غلام حسن اویسی قادری

مدرسہ فیض اویسیہ 11 کے بی پاکپتن شریف




بسم الله الرحمن الرحيم

شرح دیوانِ علی رضی اللہ عنہ

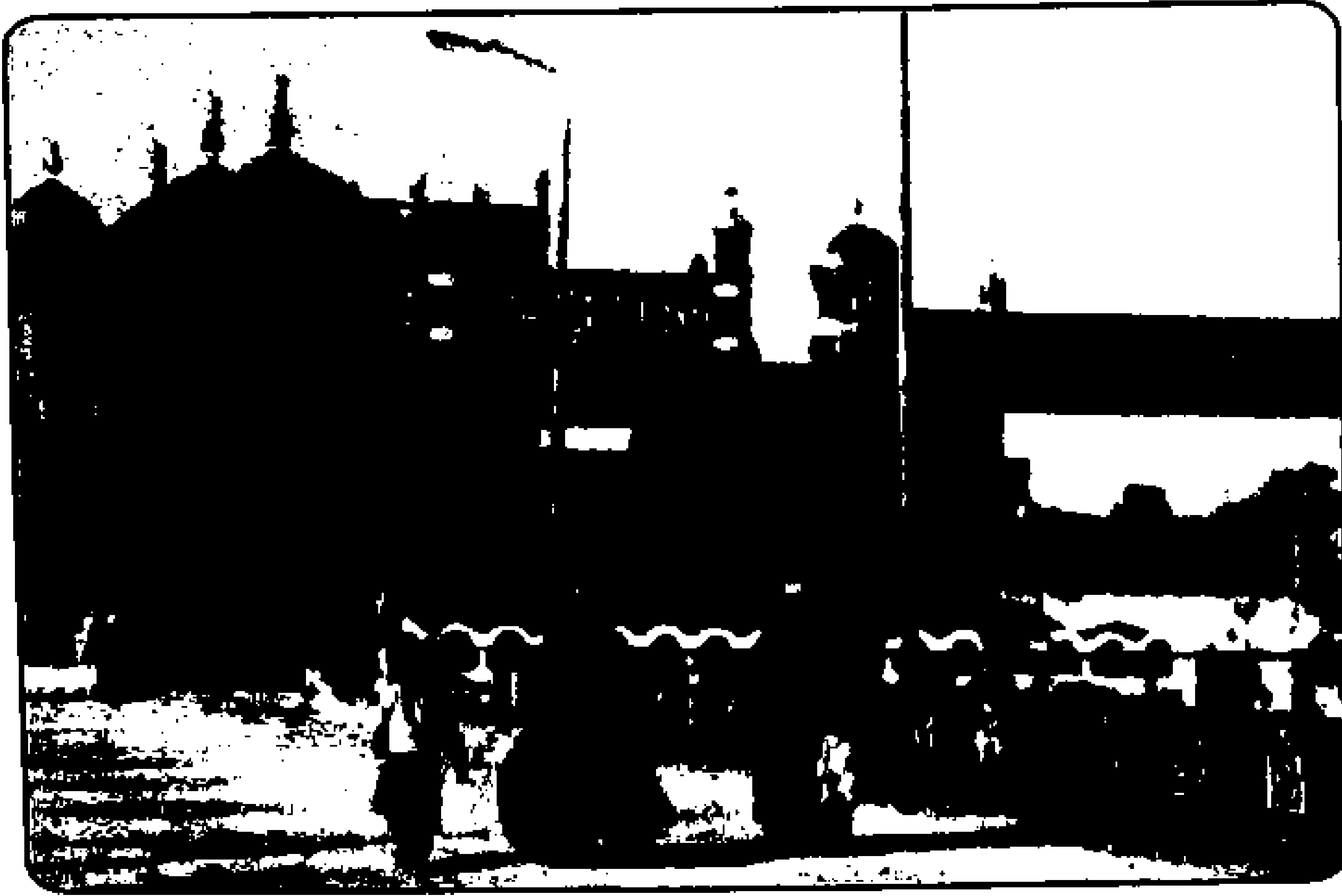
(باتصویر)

یا علی ابن ابی طالب



خلیفۃ المسلمین حضرت علی ابن طالبؓ کے اطلس کا غلاف

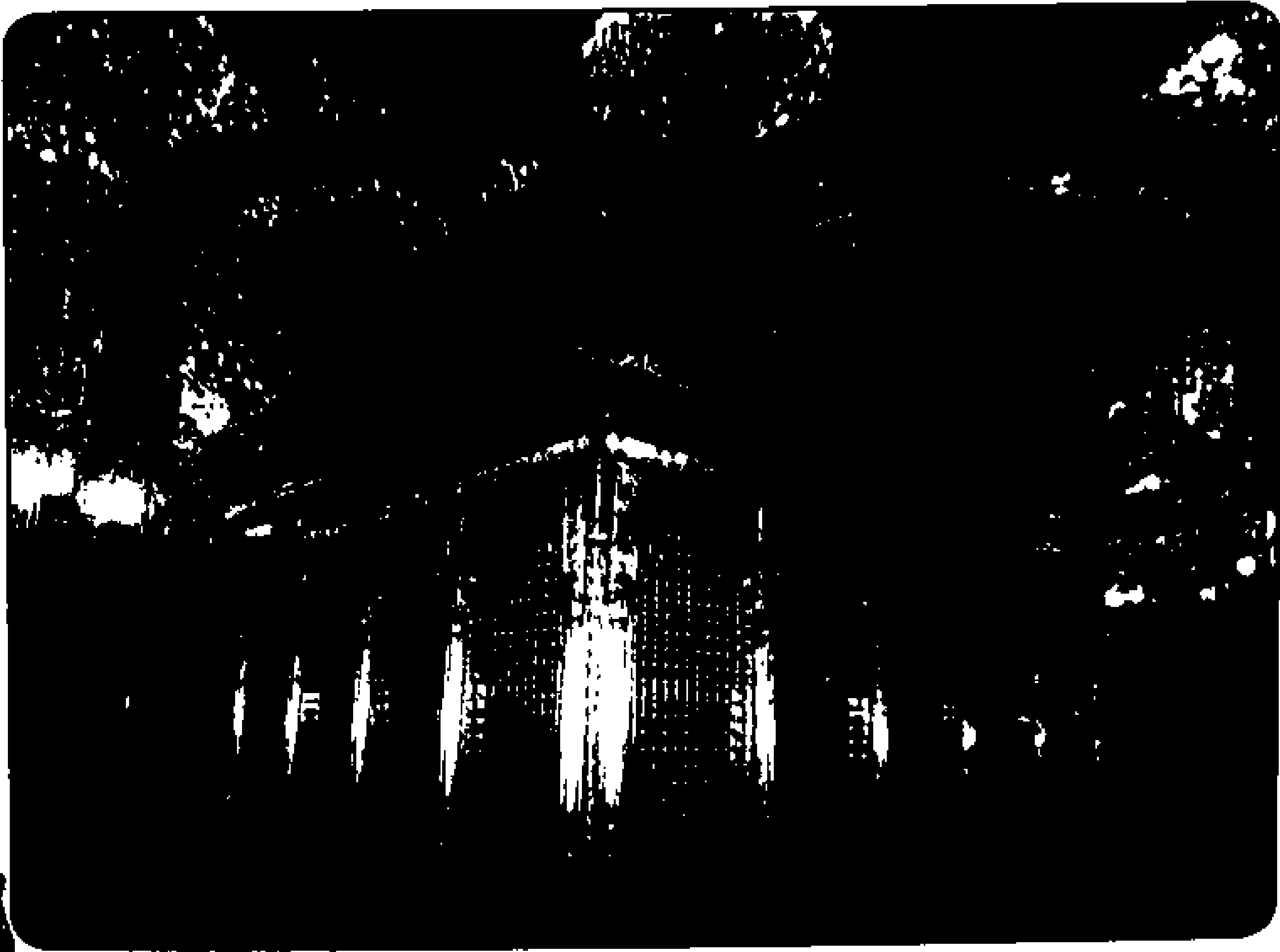




حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کا بیرونی منظر



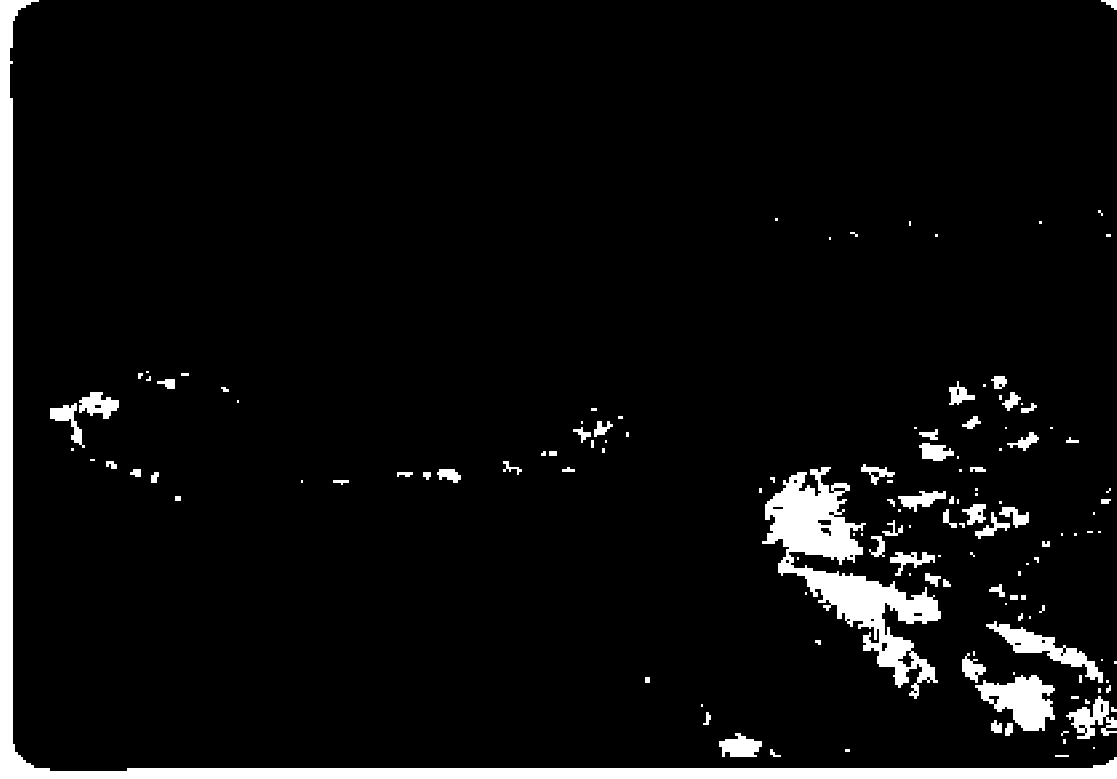
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کا بیرونی منظر



حضرت علیؓ کی قبر مبارک



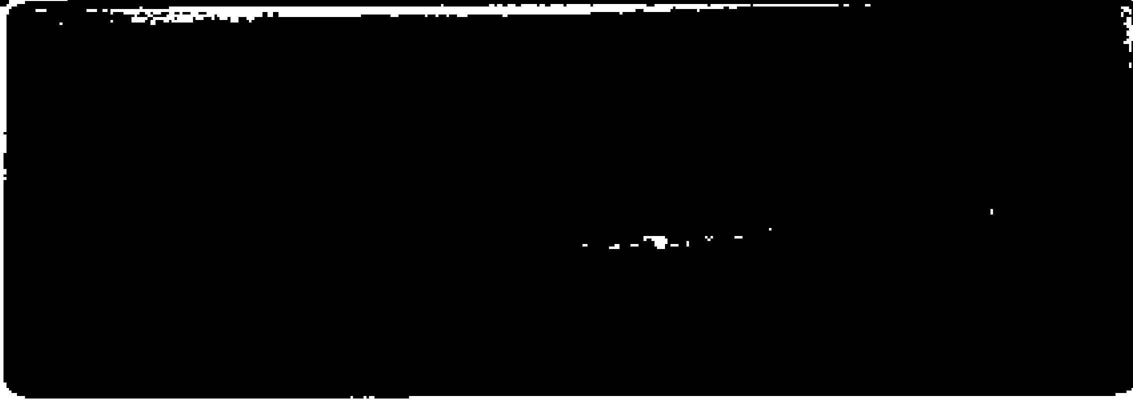
بیت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تصویر۔



اس کنویں کی تصویر جس سے اکثر
حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی استعمال فرمایا کرتے تھے۔



تین ٹن سے زیادہ وزنی پتھر کی تصویر جو ایک ایک پہاڑی سے گرا
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ہاتھ سے روک لیا۔











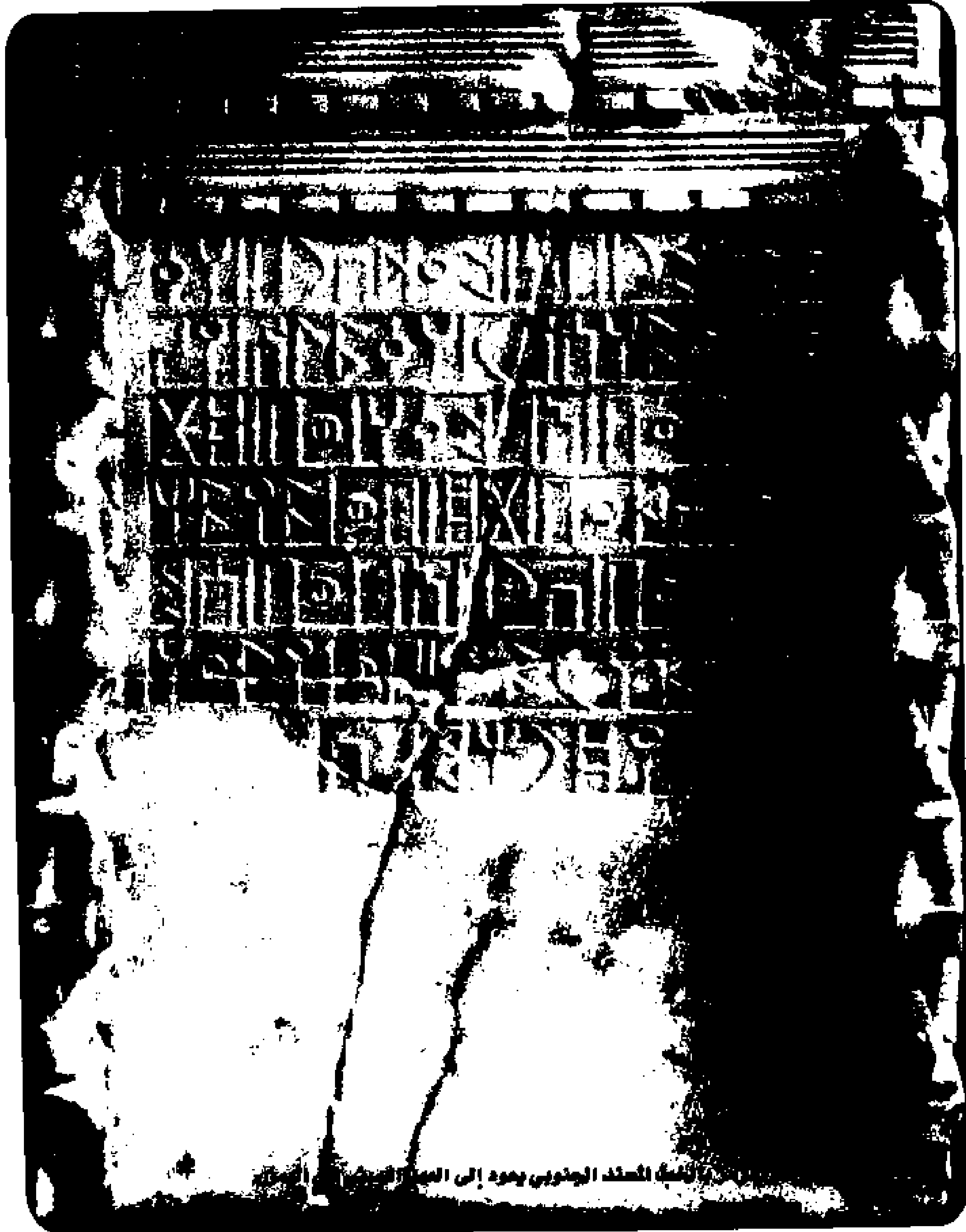
اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استعمال میں رہنے والی تلوار۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

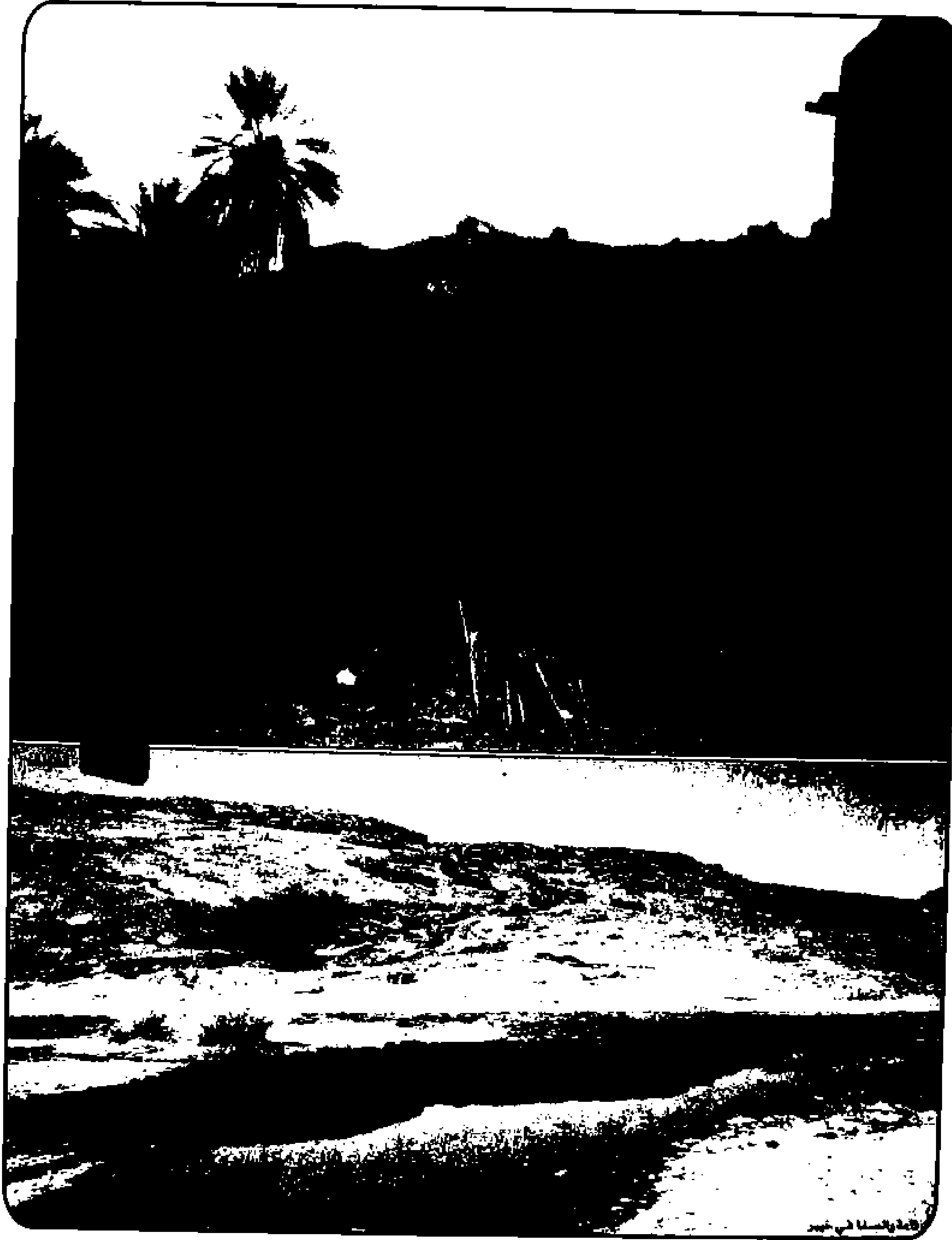
امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی تلوار



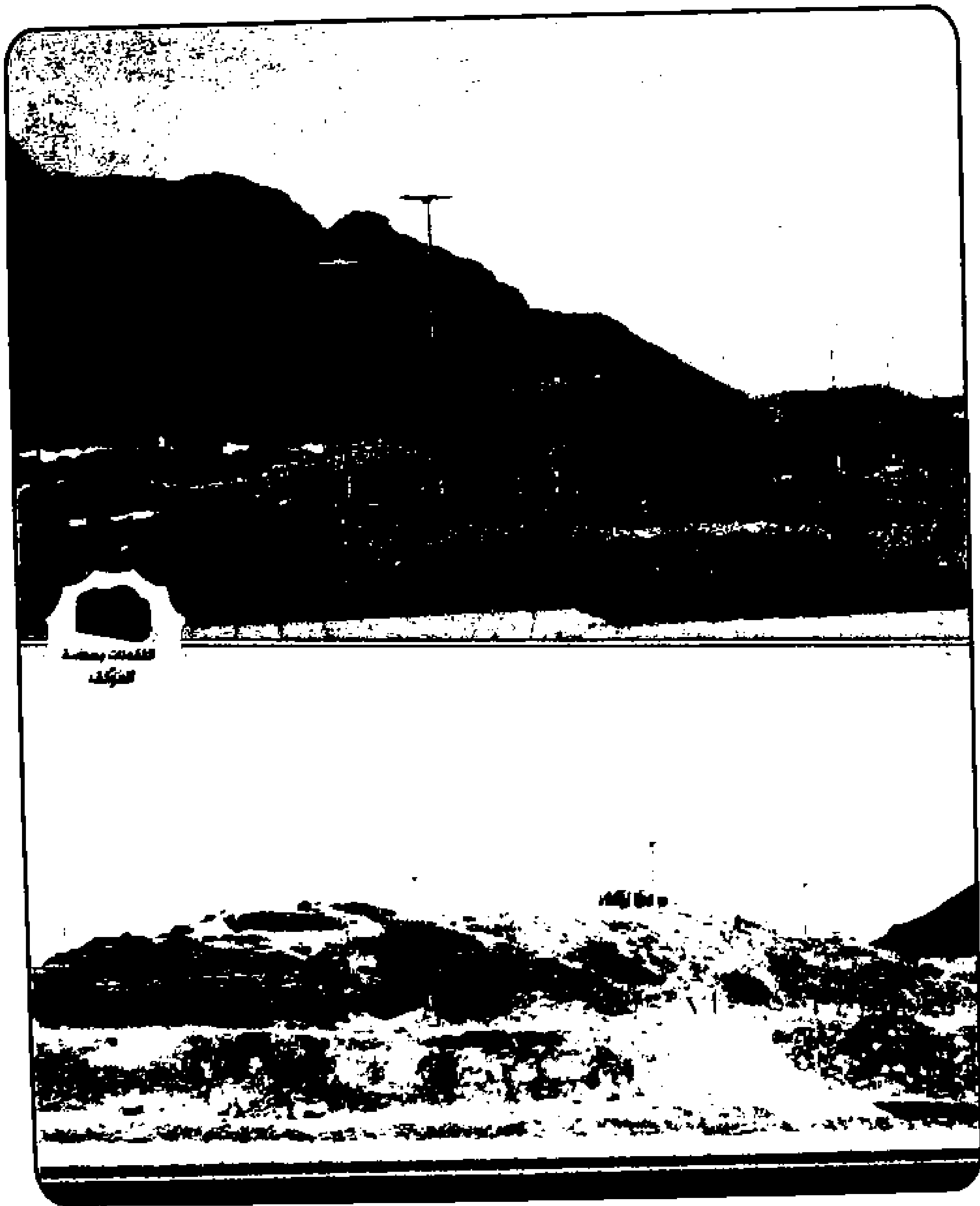
ایک پتھر پر قدرتی طور پر لکھا ہوا نام "یا علی"



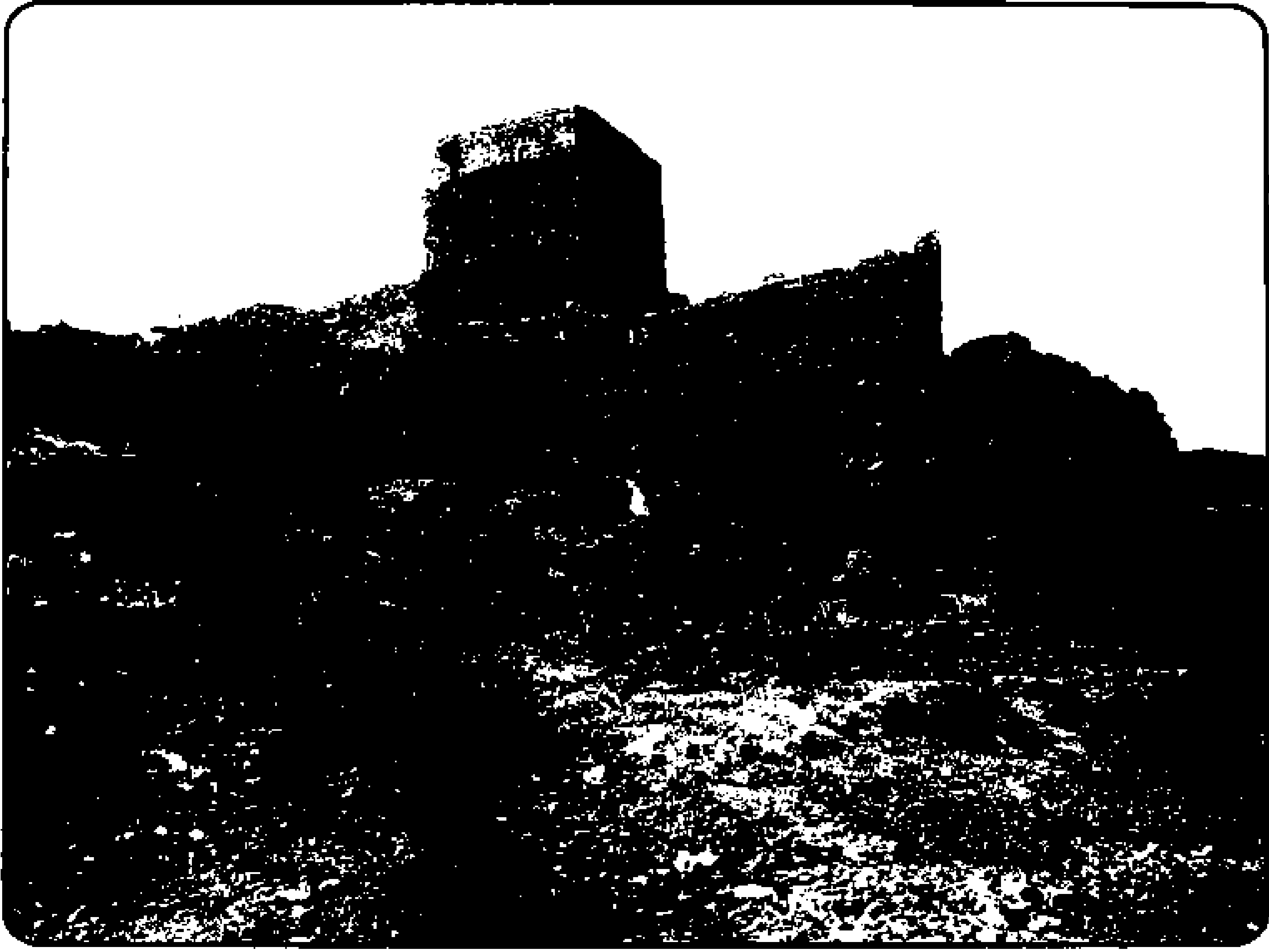
یمین میں عہد السبئی میں سنگ مرمر پر جنوبی خطِ مسند کی تحریر



خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسجد اطلال
اور نیچے مقام خیبر میں فرقاعہ اور الصفاء کا مقام

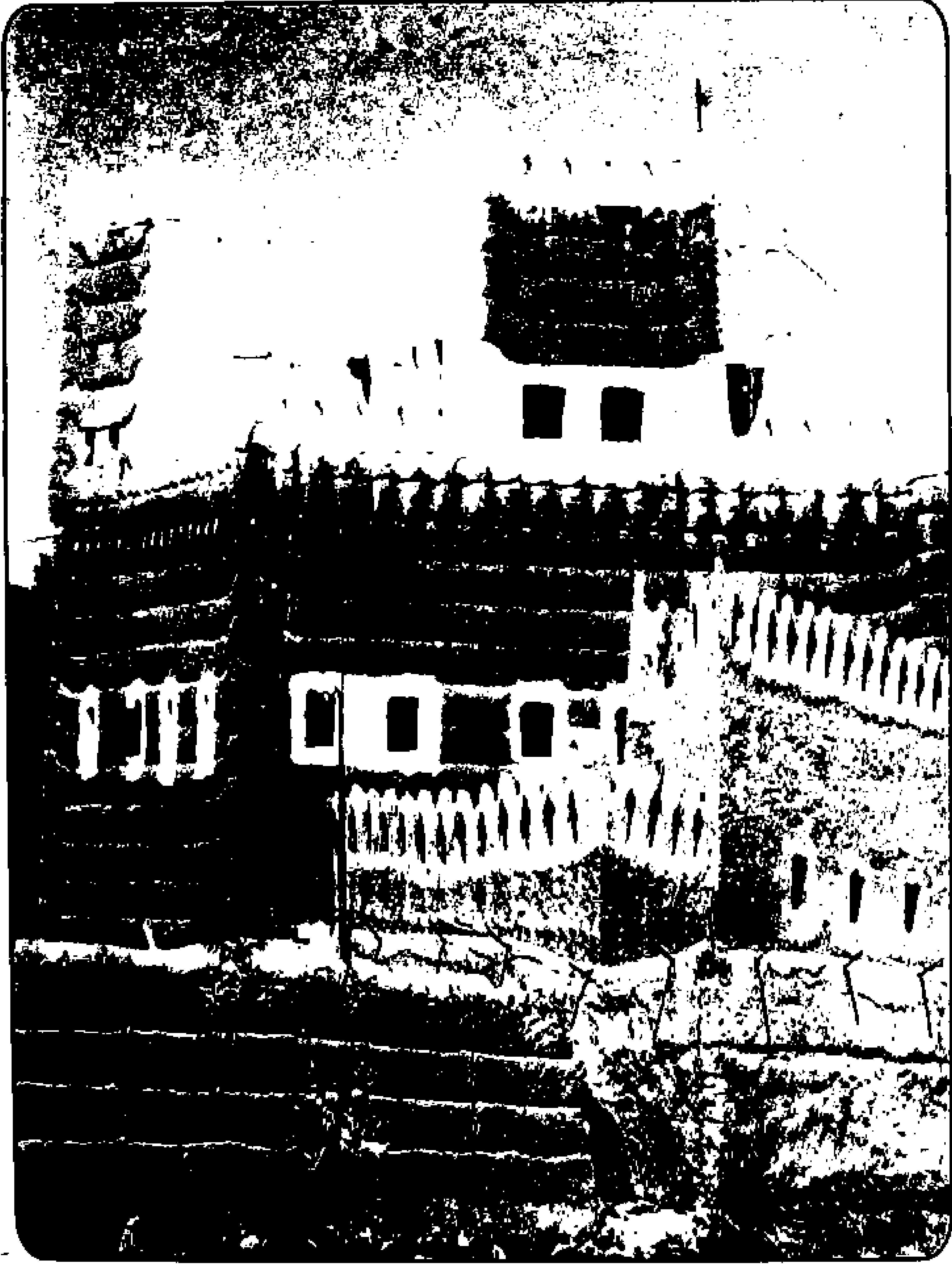


جبل اُحداور اس کے نیچے جبل الرماۃ کی تصویریں





ان گھروں کی تصویر جو عہدِ عباسی میں شہر حائط میں تعمیر کیے گئے



نجران میں قدیم ترین عمرانی تعمیر


عندما وصل المسلمون عُسفان جاءهم بسر بن
سفيان الكعبي بخبر قريش فقال: (يا رسول الله ،
هذه قريش قد سمعت بمسيرك فخرجوا معهم
العوذ المطافيل قد لبسوا جلود النمور، وقد نزلوا
بذي طوى يعاهدون الله لا تدخلها عليهم أبداً .

طویٰ کا کنواں



بنتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہ الزہرا کی قبر مبارک

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے شعری کلام کی مُستند ترین شرح

شرح دیوانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

فیضانِ حیدری

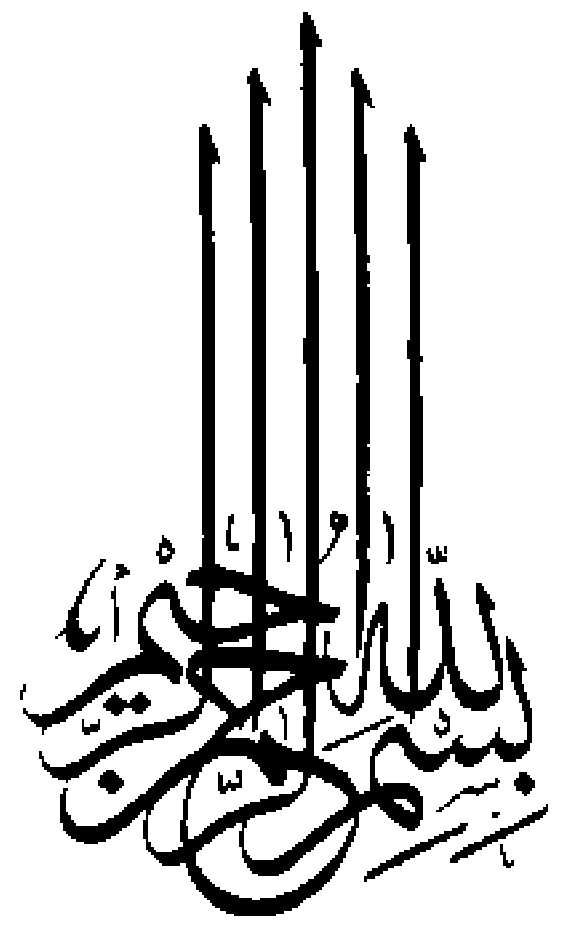
تالیف

ابُواحمد غلام حسن اویسی قادری

مدرسہ فیض اویسیہ ۱۱ کے بی پاک پتن شریف

مُشتاق بُک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اُردُو بازار، لاہور



اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

نام کتاب	**شرح دیوان علی** رضی اللہ عنہ (فیضان حیدری)
شارح	ابواحمد غلام حسن اویسی قادری
ناشر	مشتاق احمد
اہتمام	سلمان خالد
پروف ریڈنگ	محمد حمزہ ظفر
کمپوزنگ	**گل گرافکس**
پرنٹرز	آر۔آر پرنٹرز
اشاعت	2012ء
قیمت	روپے

استدعاء

ادارہ مشتاق بک کارنر کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف یا مترجم کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ (ناشر)

فہرست عنوانات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ○

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

لَآاِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن ○

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (کنز الایمان)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عِنْدَ ذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَة

نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی الله علیه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں

☆ ☆ ☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ اٰمِيْنَ

ترجمہ سورۃ فاتحہ شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

ابتدا ہر کام کی کرتے ہیں بسم اللہ سے — خیر کے طالب ہیں رحمان و رحیم اللہ سے
حمد زیبا ہے خدا کو ہے وہ رب العالمین — اور کوئی برتر نہیں عالم میں اسی ذی جاہ سے
ہے وہ رحمان و رحیم اور مالک روز جزا — پاس ہے امرونہی کا ڈرتے ہیں اللہ سے
ہے وہی معبود کرتے ہیں اسی کی بندگی — طالب امداد بھی ہیں ہم اسی اللہ سے
ہے دعا اس سے دکھائے وہ صراطِ مستقیم — راہ ایسی نعمتیں حق کی ہوئیں جس راہ سے

جس طریقے سے ہوئیں اقوام مقہورِ خدا
دے پناہ اس راہ سے اور جادۂ گمراہ سے

(کلیات سخن ڈبائیوی ص۲۱۳ تجلیات از حضرت صوفی محمد ظفر شاہ رحمۃ اللہ علیہ (پاکپتن شریف)

انتساب

نبی کریم رؤف الرحیم، مدنی تاجدار، احمد مختار حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین کریمین، تمام اہلِ بیت اطہار، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام خصوصاً خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے نام بصد ادب و احترام نذر عقیدت۔

علاوہ ازیں امام الاولیاء شیخ المشائخ سبحانی غوث الصمدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے نام کہ جن کی نظر ولایت سے الحمد للہ بے شمار اقوام نے کلمہ طیب پڑھ کر سابقہ مذہب سے توبہ کر کے دین اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ جن میں ہمارے بزرگ بھی تھے۔

حضرت مجدد ملت، فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر محدث کبیر بہاولپور حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کہ جن کے فیضانِ نظر سے اور جن کی خصوصی شفقتوں اور محبتوں اور دعاؤں کے باعث الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی یہ گلدستہ پیش کر سکا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فیضان انبیاء و اولیاء کا طلبگار

الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی قادری

مدرسہ فیض اویسیہ 11 کے بی ڈاکخانہ کلیانہ (پاک پتن شریف)

☆......☆......☆

ہدیہ تشکر

الفقیر القادری ابو احمد اویسی اپنے صاحبزادگان محمد احمد اویسی، محمد احمد رضا اویسی اور محمد فیض احمد اویسی کا بے حد مشکور ہے کہ ان بچوں نے پر سکون ماحول اور فرصت کے لمحات مہیا کرنے اور حوالہ جات کے سلسلے میں خوب تعاون فرمایا۔

محترم المقام جناب نوازش قاضی صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جن کے تعاون، محبتوں اور خصوصی دعاؤں سے الفقیر میں دین کی خدمت کے سلسلے میں خوب حوصلہ ملتا ہے اللہ دتہ اے ڈی صاحب کو اللہ تعالیٰ خصوصی نعمتوں سے نوازے کہ ہمہ وقت دینی امور کے سلسلے میں تعاون کرنے کے لیے تیار رہتا ہے اور خصوصی طور پر حضرت علامہ محمد ارشد عطاری قادری، جناب محمد صفدر صاحب کا مشکور ہوں کہ جو ہمہ وقت الفقیر کے لیے ہمہ وقت مدد کے لیے تیار رہتے ہیں ہمہ وقت...... الفقیر کے لیے دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور مطلوبہ کتب کے مہیا کرنے کے سلسلے میں خصوصی شفقت فرماتے ہیں۔

میرے بھائی ریٹائرڈ نائب صوبیدار محمد عبداللہ نرگانہ، بلال حسین نرگانہ، خوشحال حسین نرگانہ اور استاذ محترم جناب اقرار حسین عامو نرگانہ چک نمبر 11/K.B کا بھی نہایت مشکور ہوں کہ خصوصی معاونت فرماتے ہیں علاوہ ازیں استاذ محترم جناب شاہ بہرام وٹو جناب اصغر پنوار، استاذ محترم جناب اقرار حسین عامر صاحب کے ساتھیوں خصوصاً جناب شوکت علی صاحب، ممتاز حسین صاحب، زاہد حسین صاحب اوز الطاف حسین صاحب ٹیچرز گورنمنٹ مڈل سکول ہاماں رتھ ضلع پاک پتن شریف استاذ محترم جناب محمد امین صاحب اور محمد عمران شاہین، محمد عرفان شاہین اور محمد سجاد حسین نرگانہ کا بھی بے حد شکر گزار ہوں کہ یہ ساتھی پروف ریڈنگ کے سلسلے میں خصوصی معاونت فرماتے ہیں نیز درج ذیل علمائے کرام کا شکریہ ادا نہ کرنا بھی زیادتی ہوگی کہ جو علمی مسائل کے حل کے سلسلے میں خصوصی معاونت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم سے نوازے آمین۔

1۔ حضرت علامہ پیر محمد یار شاہ صاحب مدظلہ العالی خطیب اعظم دربار بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن شریف
2۔ مفسر قرآن حضرت علامہ محمد فیاض احمد اویسی مدظلہ العالی جامعہ اویسیہ بہاولپور
3۔ حضرت علامہ محمد عطاء الرسول اویسی مدظلہ العالی جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
4۔ حضرت علامہ محمد ریاض احمد اویسی مدظلہ العالی جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
5۔ مفسر قرآن حضرت علامہ محمد فیض احمد درانی مدظلہ العالی لیاقت پور
6۔ استاذ العلماء پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید خلیل الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ العالی ٹھکواں شریف امیر جماعت اہلسنت ضلع پاک پتن شریف

7۔ استاذ العلماء جناب حضرت علامہ ابو الطیب علی محمد اویسی مدظلہ العالی خطیب اعظم ہوتہ (پاک پتن شریف)
8۔ حضرت علامہ ابو اسامہ شفقت رسول اسعد سیالوی مدظلہ العالی خطیب اعظم کلیانہ (پاک پتن شریف)
9۔ قاری نذیر احمد رضوی مدظلہ العالی سمندری شریف ضلع فیصل آباد
10۔ حضرت علامہ شرافت علی قادری اویسی سمندری شریف ضلع فیصل آباد
11۔ خورشید اہلسنت جناب خورشید احمد اویسی صاحب مسہ کوٹھا کہروڑ پکا (لودھراں)

......☆☆☆......

تقریظ سعید

مفسر قرآن، محقق اہلسنت، جگر گوشہ مجدد ملت و فیض ملت حضرت علامہ محمد فیاض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی، ناظم اعلیٰ جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاولپور (پنجاب) پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الصلوٰۃ والسلام علیك یا سید الانبیاء والمرسلین و علی الك و اصحابك اجمعین امابعد

فقیر طیبہ نگر شہر خوباں جانے کو تیار ہے فقیر ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ کو شام سات بجے کراچی سے سوئے حجاز روانہ ہو گا۔ اللہ کرے یہ حاضری باادب انداز میں حاضری ہو۔ آمین۔

اصرار تھا کہ برادر طریقت محترم حضرت مولانا ابواحمد غلام حسن اویسی زید مجدہٗ کی کتاب ''فیضان حیدری'' کے متعلق کچھ عرض کروں۔

اس کتاب میں حضرت مولائے کائنات، شیر خدا، حیدر کرار، امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے موسوم دیوان کی شرح نہایت ہی علمی انداز میں لکھی گئی ہے۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے انہیں اپنا بھائی فرمایا۔ (رواہ الترمذی حدیث نمبر ۳۷۲)

نیز فرمایا کہ میں حکمت کا شہر ہوں، علی اس کا دروازہ ہے۔ (ترمذی شریف)

نیز فرمایا کہ: میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ج ۴۶۵۹)

بنا بریں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہر دور میں سنہرے حروف کی حیثیت سے پڑھے گئے۔ ضرورت تھی کہ آپ کے اشعار کی عام فہم شرح ہو جس سے ہر شخص رہنمائی حاصل کر سکے۔ میرے برادر طریقت حضرت مولانا ابواحمد غلام حسن اویسی صاحب سلمہٗ نے ان اشعار کی شرح کرنے میں کوشش کی سو کامیاب ہوئے۔ قبل ازیں ان کی تالیفات [فیضان الفرید، حیات الفرید، ملفوظات حضرت اویس قرنی اور فیضان حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ] ضخیم مجلدات عوام و خواص سے داد تحسین وصول کر چکی ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ان کا یہ تصنیفی کام میرے حضور قبلہ و کعبہ والد گرامی حضرت مفسر اعظم پاکستان، فیض ملت نور اللہ مرقدہٗ کی نگاہ فیض کا اثر ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب مولانا ابواحمد غلام حسن اویسی اپنے مسودہ جات لے کر حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ بہت خوشی کا اظہار فرماتے حوصلہ افزائی کے طور پر فرماتے کہ مولانا آپ فقیر کی طرح لکھتے ہیں۔ نیز فرماتے لکھتے رہو۔

یہ تحریرات کام آئیں گی۔

الحمدللہ مولانا موصوف نے حضور قبلہ فیض ملت علیہ الرحمتہ کے فرمان پر عمل پیرا رہے۔آج ان کا شمار اہلسنت کے قلمکاروں میں ہے۔فقیر دعا گو ہے کہ میرا پیر بھائی تا حیات لکھتا رہے۔ان کی اچھی تحریروں سے اک زمانہ فیضیاب ہوتا رہے۔

ایں دعا من و جملہ جہاں آمین بحرمت سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مدینے کا راہی۔الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی رضوی

9 رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ۔۱۰ اگست ۲۰۱۱ء بدھ

بر فرار حضور فیض ملت جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

بسم اللہ تعالیٰ

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین امابعد

بعداز درود وسلام عرض ہے کہ ہمارے پیارے ساتھی جناب ابواحمد غلام حسن اویسی (مدظلہ العالی) نے اپنے دن رات کی ان تھک محنت سے کتاب ''فیضان حیدری'' کا مسودہ تیار کیا اور پروف ریڈنگ اور دیگر اصلاح کے لیے سکول ہذا میں مختلف اساتذہ کرام کوتفویض فرمایا سکول ہذا کے تمام اساتذہ کرام نے اپنی اپنی محبت وعقیدت کے مطابق پورا کا پورا مسودہ ملاحظہ فرمایا۔

جناب غلام حسن اویسی صاحب نے امیر المومنین، اکمل کاملان، حقائق کے سمندر، عابدوں کے سرمایہ افتخار، زہداء کے لیے باعث سند، علماء کے استاذ، اولیاء کرام کے رہبر اور صوفیاء کے امام جناب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حیاۃ مبارکہ صادقہ کا جس طرح احاطہ فرماتے ہوئے قلم ریزی کی ہے احقر کا کامل یقین ہے کہ قبل ازیں اس انداز میں کسی لکھنے والے نے لکھا ہوگا نہ پڑھنے والے نے پڑھا ہوگا۔

یہ کامل ہستی اسلام کے چوتھے خلیفہ کے۔ منصب ارشد پر فائز ہوئے ان جیسی شخصیت شاید ہزاروں سال بعد بھی پیدا نہ ہو پائے گی اور ان جیسی بہادری کی صفت پوری دنیا میں ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے گی۔

بنو ہاشم کے اس چشم و چراغ نے جس طرح خیبر فتح کر کے عظمت اسلام کو بام عروج تک پہنچایا اسی طرح علم برداری کی بھی لاج رکھی اور اس شعبے کو عظمت ووقار بخشا۔ فتح خیبر کے بعد آپؓ فتح ونصرت کی علامت بن گئے تھے جس کے نتیجے میں اپنی حیات مقدسہ میں 47 سرایا اور 27 غزوات میں بھر پور حصہ لیا۔

علاوہ ازیں آپؓ کی شخصیت کا دوسرا رخ ''سخن'' تھا اسی لیے تو آپ امیر سخن بھی کہلائے۔ اس سلسلے میں ایک موقع پر حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: ''زبان انسانی جسم کا ایک حصہ ہے لیکن قوت گویائی اس وقت اس کا ساتھ نہیں دیتی جب بولنے والا کمزور ہو اور گفتار کی تیزی اسے اتنی مہلت نہیں دیتی جب بولنے والا طاقتور ہو۔''

قصہ المختصر کہ حضرت علیؓ جو کہ داماد رسول کریم ﷺ بھی ہیں کے بارے میں لکھنا اور ان کے کلام کی شرح کرنا ایک بہت بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت گورنمنٹ ہائی سکول ہوتا کہ سابق طالب علم ابواحمد غلام حسن اویسی کا مقدر ہی بنی۔ یہ کاوش خاص طور پر ہمارے لیے باعث عظمت اور باعث عزت وشرف ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ عزوجل انہیں اس جیسا مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

طاہر امداد (ہیڈ ماسٹر)

عرض شارح

الحمدلله رب العالمين و الصلوٰة والسلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين وعلىٰ اله واصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔ قال الله تعالىٰ فى القرآن المجيد فرقان الحميد الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون صدق الله العلى العظيم و قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة صدق رسوله النبى الكريم الامين۔

یادرکھیے اولیائے کرام کے تذکرہ بیان کرنے، سننے اور سنانے میں بے شمار فوائد ہیں خصوصاً اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کے وقت خالق کائنات کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خصوصی انعامات عطا فرماتا ہے۔

اسلام آباد

الفقیر القادری جماعت اہلسنت کے عظیم رہنما جماعت اہلسنت ضلع پاک پتن شریف کے امیر پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید خلیل الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ العالی کے ہمراہ اسلام آباد جانے کا اتفاق ہوا۔ الحمدللہ! جب سے پیر سید خلیل الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ العالی جماعت اہلسنت ضلع پاک پتن شریف کے امیر مقرر ہوئے جماعت اہلسنت بھی کچھ متحرک ہوئی ہے۔ اتفاق واتحاد کے سلسلے میں خوب کام کر رہی ہے ان کی دینی وملی خدمات کا جماعت اہلسنت کو بھی اعتراض ہے اس لیے انہیں ڈویژن کا امیر مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ کرے جماعت اہلسنّت کی تمام تنظیمیں متحد ہو جائیں اور دین متین کی خدمت بہترین انداز میں سر انجام دیں۔ آمین

بہرحال جناب مشتاق احمد صاحب خادم مشتاق (بک کارنر اردو بازار لاہور) کا فون آیا۔ انہوں نے حکم فرمایا ہے کہ جیسے آپ نے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی شرح کے سلسلے میں کام کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام کے سلسلے میں بھی کام کر دو۔

الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی نے عرض کیا کہ آپ کا حکم تسلیم کرنے کے سلسلے میں الفقیر کے پاس کوئی عذر نہیں اس سے قبل الحمدللہ! چند دن قبل خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوا ہوں۔ امید بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوگا۔ مگر میرے پاس اتنی استعداد نہیں کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے کلام کی ترجمانی اپنے الفاظ میں کر سکوں۔ مگر بٹ صاحب نے بار بار اصرار فرمایا بالآخر ہتھیار ڈالے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھا تو عرض کیا ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے کام شروع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فضل وکرم کرے گا۔

اس سے قبل حیات الفرید، فیضان الفرید شرح کلام بابا فرید، ملفوظات حضرت اویس قرنی، فیضان حضرت اویس قرنی۔

مختصر اربعین ناخن پالش لگانے کی مذمت، مدنی تاجدار ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول وغیرہ مختلف رسائل اور تصانیف مختلف اداروں کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ مجدد ملت، فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہات رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ مختلف موضوعات پر تھوڑا تھوڑا کام ہوتا رہا حضرت فیض ملت محدث اعظم بہاولپور کے افادات پر مبنی (دروسِ کا مونکی) اور (جدید مسائل کے شرعی احکام) دو کتابیں بھی مکمل ہوئیں۔

اب الحمدللہ فیضانِ حیدری شرح دیوان حضرت علی مکمل ہوئی اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی شرف قبولیت سے نوازے اور الفقیر القادری ابواحمد اویسی کے لیے الفقیر کے والدین، اساتذہ کرام، دوست احباب جناب محمد ارشد قادری عطاری مدظلہ العالی پر خصوصی مہربانی فرمائے کہ جن کی شب و روز محبتوں دعاؤں اور معاونت کے باعث فقیر میں کچھ نہ کچھ کام کرتے رہنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ اور عزیز رشتہ داروں کے لیے گناہوں سے بخشش کا سبب بنائے خصوصاً حضرت فیض ملت، مجدد دین وملت شیخ القرآن والتفسیر، محدث اعظم بہاولپوری حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے درجات کی بلندی کا باعث بنائے کہ جن کی خصوصی توجہات الفقیر کے لیے دین متین کی خدمت کے لیے انعام رب کائنات ثابت ہوئیں۔

فقط طالب دعا

الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی

[مدرسہ فیضِ اویسیہ چک نمبر 11 کے بی تحصیل وضلع پاک پتن شریف]

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

عالم میں کل ظہور ہے حق کے وجود کا
مظہر ہی خود ثبوت ہے اس کی نمود کا
بے رنگ و بو ہے جسم نہ صورت نہ نورونار
پابند وقت وہ نہ مقید حدود کا
دنیا میں اور کچھ نہیں ہے ایک حق کی ذات ہے
جو دیکھتے ہیں ہم پہ ہے دھوکا نمود کا
حق ہی کی ذات پاک سے ہے رونق جہاں
عالم ہی لاپتہ ہو وگرنہ شہود کا
ہوں خواہشات دہر کی یا آخرت کی فکر
انسان پہ محیط ہے عالم قیود کا
آنکھیں جو بند کیں تو سخن آنکھ کھل گئی
تھا سامنے ہی غیب میں عالم شہود کا

(کلیات سخن ڈبائیوی۔جذبات ص ۱۵ از صوفی محمد ظفر شاہ رحمۃ اللہ علیہ (پاک پتن شریف)

☆......☆......☆

نعت شریف

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

یہی ہے اصل عالم مادۂ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

گو ابھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

گنہ مغفور، دل روشن خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا
تعالیٰ اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

بڑھایا سلسلہ رحمت کا دور زلف والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

صف ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں
گنہگار و چلو مولیٰ نے در کھولا ہے جنت کا

سکھایا ہے کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کرکے حیرت کا

ادھرا مت کی حسرت پر، ادھر خالق کی رحمت پر
نرالا طور ہوگا گردش چشم شفاعت کا

بڑھیں اس درجہ موجیں کثرت افضال والا
کنارہ مل گیا اس نہر سے دریائے وحدت کا

خم زلفِ نبی ساجد ہے محراب دو ابرو میں
کہ یا رب تو ہی والی ہے سیہ کاران امت کا

مدد اے جوشش گریہ بہا دے کوہ اور صحرا
نظر آجائے جلوہ بے حجاب اس پاک تربت کا

ہوئے کمخوابی ہجراں میں ساتوں پردے کمخوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا

یقین ہے وقت جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے
ملے جوش صفائے جسم سے پابوس حضرت کا

یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کافور ہاتھ آیا
دل زخمی پر وردہ ہے کس کی ملاحت کا

الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں سے کمخواب بصارت کا

زبان خار کس کس درد سے ان کو سناتی ہے
تڑپنا دشت طیبہ میں جگر افکار فرقت کا

سرہانے ان کے بسمل کے یہ بیتابی کا ماتم ہے
شہِ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

جنہیں مرقد میں تاحشر امتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کرلو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

وہ چمکیں بجلیاں یارب تجلی ہائے جاناں سے
کہ چشم طور کا سرمہ ہو دل مشتاق رویت کا

رضائے خستہ جوش بحر عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آ جائے گا دامن ان کی رحمت کا

(حدائق بخشش از اعلیٰحضرت امام اہلسنت الشیخ احمد رضا خان القادری الحنفی البریلوی قدس سرہٗ)

☆......☆......☆

شانِ مولا علی رضی اللہ عنہ

تائیدِ حق میں پہلی شہادت علی کی ہے
پیغمبر نبی کی ولایت علی کی ہے
مولد بھی محترم ہے ولد بھی ہے محترم
کعبہ ہے اور جائے ولادت علی کی ہے
مولودِ کعبہ کے لیے مشہد بھی خوب تھا
مسجد میں اللہ اللہ شہادت علی کی ہے
کعبہ ہے ابتدا ہے تو مسجد پہ انتہا
مرقوم دو حرم میں حکایت علی کی ہے
(خاکِ کربلا ص ۳۱)

☆......☆......☆

شانِ حضرت علی

کونین کا جواب رخ بو تراب ہے
منہ بولتی کتاب رخ بوتراب ہے
ذوقِ نظر جوان ہو تو اس ذوق کی قسم
ہر سمت بے نقاب رخ بوتراب ہے
گر ہوسکے تو ولیوں کی محفل میں دیکھیے
ذروں میں آفتاب ، رخ بو تراب ہے
صحنِ چمن میں پھول فلک پر مہ و نجوم
اور سب میں لاجواب رخ بوتراب ہے
خالق کا انتخاب ہیں سرکار دو جہاں
اور ان کا انتخاب رخ بوتراب ہے
گردوں کا آفتاب جہاں سنجیدہ ریز ہے
وہ جانِ آفتاب رخ بوتراب ہے
اعظم جسے نبی نے کہا باب شہر علم
ہاں ہاں وہی تو باب رخ بوتراب ہے
(کلیاتِ اعظم۔غذائے روح ص ۵۷ از اعظم چشتی)

☆......☆......☆

فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کے فضائل بے شمار ہیں آپ کے گھر میں حضور انور نے اور حضور کے گھر میں آپ نے پرورش پائی۔ آپ ہی نسل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل ہیں کوفہ کے قریب نجف شریف میں مزار پرانوار ہے فقیر نے زیارت کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیاسی احادیث مروی ہیں جن میں سے بیس متفق علیہ ہیں نو بخاری کی ہیں اور پندرہ مسلم میں (ترجمہ اکمال ص ۴۷ قرأۃ شرح مشکوۃ جلد ۸)

احادیث

مقام حضرت علیؓ

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہ علیه واله وسلم لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ مشکوۃ شریف باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فصل اول)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(فائدہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد اس وقت فرمایا جب حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال پر خلیفہ بنایا اور خود غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری غزوہ تھا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا ہے گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑ جانے کو کم مرتبہ خیال کیا (وہ چاہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شریک جہاد ہوں۔۱۲ قادری) پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کی نسبت ہمارے ساتھ وہی ہو جو حضرت ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی۔ حضرت موسیٰ میقات پر گئے تو حضرت ہارون کو اپنی قوم میں خلیفہ بنا گئے۔(اشعۃ اللمعات شریف اردو ترجمہ ج ۷ ص ۴۵۱۔۴۵۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل و عیال پر خلیفہ بنانا:

علماء اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اس مدت کے لیے خلیفہ بنایا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں مصروف رہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اس وقت تک کے لیے خلیفہ بنایا جب تک وہ کوہ طور پر مناجات الٰہیہ میں مصروف رہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد خلیفہ نہیں بنے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس سال پہلے ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مدت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھانے کے لیے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار کی خبر گیری کرتے تھے اور حضرت

عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت کرتے تھے۔(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۴۵۱)

منافق حضرت علیؓ سے دشمنی رکھے گا

وَعَنْ زِرِّبْنِ حُبَیْشٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ وَّ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَ بَرَاَ النَّسَمَۃَ اِنَّہٗ لَعَھِدَ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ ﷺ اِلَیَّ اَنْ لَّا

یُحِبُّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضَنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ (رواہ مسلم) مشکوٰۃ شریف مناقب علی حدیث نمبر ۲۸۔۵۸)

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کا سینہ چیرا اور روح انسانی کو پیدا فرمایا نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ مجھ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق مجھ سے دشمنی رکھے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت علامتِ ایمان

حضرت شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ پس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان کی دشمنی منافقت کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی دشمنی سے محفوظ رکھے (اشعۃ اللمعات شریف اردو ترجمہ جلد ۷۔۴۵۲)

(فائدہ) حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حُبِّ علی ایمان کی نشانی ہے بغض علی نفاق کی علامت ہے مگر محبت سے مراد سچی محبت نہ کہ محض دعوے کی محبت سچی محبت بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت کو حاصل ہے۔

سچی محبت کی چند علامات

سچی محبت کی چند علامات ہیں۔ ایک یہ کہ اعمال میں ان سرکار کی پیروی کرے ان کی مخالفت نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد سارے دوستوں سے محبت کرے۔ بغض صحابہ اور حبِ علی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ غضب تو دیکھو کہ حضرت علی کے دو بیٹوں سے محبت اور ان کے باقی بیٹوں باقی بیٹیوں سے عداوت ابوبکر، عثمان، ام کلثوم یہ سب اولاد علی ہیں ان کو گالیاں دیتے ہیں یہ محبت علی کیسی؟ (مراٰۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۴۱۴)

علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے دوست

عَنْ عمرَ انَ ابْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ
(رواہ الترمذی و مشکوٰۃ المصابیح مناقب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۲۱۔۵۸)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی مرتضیٰ سے ہوں اور وہ ہر مومن کے دوست ہیں۔

(فائدہ) ولی کا معنی ہے دوست، محب اور مددگار۔ (اشعۃ اللمعات شریف اردو ترجمہ ج ۷ ص ۴۵۴)

فائدہ: حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی دوست یا بمعنی مددگار ہے جیسے رب فرماتا ہے۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا وہاں بھی ولی بمعنی مددگار ہے۔

اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے

ایک یہ کہ مصیبت میں یا علی مدد کہنا جائز ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے مددگار ہیں تا قیامت۔

دوسرے یہ کہ آپ کو مولیٰ علی کہنا جائز ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی اور مولیٰ ہیں۔ (مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۴۱۷)

مولا علی

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں علی مرتضیٰ بھی اس کے مولا ہیں۔

(رواہ احمد والترمذی والمشکوٰۃ المصابیح مناقب علی المرتضیٰ سورۃ نمبر ۳۵۔۵۸)

شرح حدیث: یہاں بھی مولیٰ بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی مددگار یا بمعنی دوست ہے جسے حضور سے محبت ہے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہونی ضروری ہے اگر مولیٰ بمعنی خلیفہ ہو تو بتاؤ کہ حضور انور کس کے خلیفہ تھے جو لوگ حضور کے زمانہ میں شہید یا فوت ہوئے۔ ان کے علی خلیفہ کیسے ہوئے ہاں آپ محبوب، مددگار دوست ہر مومن کے ہیں۔ (مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۴۱۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جَيْشًا فِيهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِيْ حَتّٰى تُرِيَنِيْ عَلِيًّا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی مرتضیٰ بھی تھے۔ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک وفات نہ دے جب تک کہ تو مجھے علی مرتضیٰ نہ دکھا دے۔ (رواہ ترمذی۔ مشکوٰۃ شریف باب مناقب علی المرتضیٰ حدیث نمبر ۳۸۔۵۸)

(فائدہ) اس سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت کا اور ان کی جدائی کے سبب آپ کے اذیت محسوس کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۷ ص ۴۵۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے کی مذمت

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ

(رواہ احمد مشکوٰۃ شریف۔ باب مناقب علی المرتضیٰ حدیث نمبر ۵۸۴۰)

ان ہی (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی مرتضیٰ (شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گالی دی یعنی برا کہا اس نے مجھے گالی دی یعنی برا کہا۔

شرح حدیث اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نسبی خاندان کی گالی دے وہ درحقیقت اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے کیونکہ حضور بھی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے خاندان میں شامل ہیں یہ خالص کفر ہے۔

دوسرے یہ کہ جو انہیں عناد سے برا کہے وہ درحقیقت مجھے برا کہتا ہے کیونکہ میں اور وہ گویا ایک ہی ہیں ان کی تعظیم میری تعظیم ہے ان سے عداوت مجھ سے عداوت ہے خیال رہے کہ کبھی کسی صحابی نے حضرت علی سے نہ عداوت رکھی نہ انہیں برا کہا۔ ان

میں اختلاف رہے ان سے مخالفت یا عداوت نہ تھی یہ اختلاف ایسے ہی تھے جیسے حضرات برادرانِ یوسف علیہ السلام کی مخالفت یوسف علیہ السلام سے یا جیسے حضرت سارہ کا حضرت ہاجرہ سے اختلاف کہ یہ نہ کفر ہے نہ فسق بلکہ اختلاف رائے ہے یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے چنانچہ امام احمد نے عروہ ابن زبیر سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے سامنے حضرت علی کی کچھ برائی کی تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا تم اس قبر کے مکین کو جانتے ہو اس میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب جلوہ گر ہیں۔ تم جب بھی علی کا ذکر کرو تو خیر سے کرو۔ اگر تم نے ان کی اہانت کی تو سمجھو کہ تم نے حضور کو ستایا (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۴۲۳)

ہر مومن کی جان سے قریب

حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غدیر خم میں اترے تو آپ نے علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا تم نہیں جانتے ؟ کہ ہم مومنوں سے ان کی جانوں کی نسبت بھی زیادہ قریب ہیں۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کیوں نہیں؟

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کیوں نہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں اے اللہ! جو ان سے دوستی رکھے اسے دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ

اس کے بعد حضرت عمر فاروق، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہیں کہنے لگے۔ ابن ابی طالب! آپ کو مبارک ہو آپ نے صبح اور شام اسی حال میں کی کہ آپ ہر مرد و زن مومن کے مولیٰ ہیں۔

(رواہ احمد و مشکوٰۃ شریف باب مناقب علی المرتضیٰ حدیث نمبر ۴۲۔ ۵۸)

(فائدہ) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں

وَاَحِبَّ مَنْ اَحَبَّهٗ وَاَبْغِضْ مَنْ اَبْغَضَهٗ وَانْصُرْ مَنْ نَّصَرَهٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهٗ

جو ان سے محبت رکھے تو اسے محبوب بنا اور جو ان سے بغض رکھے تو اسے مبغوض (دشمن) قرار دے، جو ان کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما اور جو انہیں مدد نہ دے تو بھی اسے مدد نہ دے۔ (اشعۃ اللمعات شریف ج ۷ ص ۴۶۲)

لوگوں نے گواہی دی:

احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الطفیل سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وسیع مقام پر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر خم کے موقع پر میری نسبت کیا ارشاد فرمایا تھا۔ اس مجمع میں سے تیس آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"میں جس کا مولا ہوں علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کے مولا ہیں، اے اللہ! علیؓ سے جو محبت رکھے اس سے تو بھی محبت فرمایا اور جو علیؓ سے بغض رکھے اس سے تو بھی دشمنی رکھنا۔" (تاریخ الخلفاء السیوطی ص ۲۵۶)

تین فضیلتیں:

ابو یعلیؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین ایسی فضیلتیں ملی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے نزدیک وہ تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ فضائل کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اپنی صاحبزادی (سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح کیا۔ دوم: آپ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ اُن کو وہاں حلال ہے مجھے حلال نہیں ہے، تیسرے جنگ خیبر میں عَلَم ان کو عطا فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء، السیوطی ص ۲۵۷)

محبوب اور مدد گار:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ:

" مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ۔ (سنن ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۵۶۴، ترمذی ص ۲/ ۲۱۲، مسند احمد)

اس کے بارے میں شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس جگہ مولا کا معنی حاکم اور والی نہیں ہے بلکہ اس کا معنی محبوب اور مددگار ہے کیونکہ لفظ مولا کئی معنی میں مشترک ہے۔

(۱) آزاد کرنے والا (۲) آزاد کیا ہوا (۳) امر میں تصرف کرنے والا (۴) مددگار (۵) محبوب اور مشترک کے بعض معانی کو دلیل کے بغیر معین کرنا نا قابل اعتبار ہے۔

اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع محبوب اور مددگار کے مراد ہونے پر متفق ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے سردار، ہمارے محبوب اور ہمارے مددگار ہیں حدیث مبارکہ کی روش سے بھی اس معنی کی طرف اشارہ ہے۔

مولیٰ کا معنیٰ امام

مولیٰ کا معنی امام نہ تو لغت میں معلوم ہے اور نہ شریعت میں، لغت کے کسی امام نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

ہاں اگر یہ کہا جائے کہ وزن تو مفعل کا ہے لیکن معنی افعل والا ہے لیکن یہ اس لیے مناسب نہیں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز فلاں سے اولیٰ ہے لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ چیز فلاں سے مولیٰ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موالات پر نص کرنے کا مقصد اسی بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ ان کے بغض سے اجتناب کیا جائے کیونکہ ذکر کا خاص طور پر ان کی شرافت وفضیلت کو مضبوط اور مستحکم کرنا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں فرمایا کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں کی نسبت زیادہ قریب نہیں؟ اور وہ بھی اسی اعتبار سے ہے۔

بعض روایات میں اہل بیت نبوت کا ذکر عموماً اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر خصوصاً آیا ہے جیسے امام طبرانی اور امام جزری سند صحیح کے ساتھ لائے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی محبت کی ترغیب اور تاکید مراد ہے۔

اعتراض کا سبب

نیز محدثین فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کا سبب یہ ہے کہ بعض صحابہ یمن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے

انہوں نے بعض معاملات میں ان پر اعتراض کیا اور ان کی شکایت ہے کہ حضرت بریدہ اسلمی، صحیح بخاری میں یہ روایت لائے ہیں اور علامہ ذہبی (جیسے نقاد) نے اس کی تصحیح کی پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے بریدہ! کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہیں (الحدیث) صحابہ کرام کو بھی جمع فرمایا اور اسی بارے میں تاکید فرمائی

اگر مولٰی کا معنی اولٰی تسلیم کریں

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ مولیٰ کا معنی اولیٰ ہے تو یہ کہاں سے لازم آتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ امامت ہی کیلیے اولیٰ ہیں بلکہ قرب اور اتباع کے اعتبار سے اولیٰ ہونا مراد ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّ اَوْلَى بِاِبْرَاهِيْمَ لِلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ بے شک ابراہیم کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اس احتمال کے خلاف دلیل قطعی تو کیا دلیل ظاہر بھی موجود نہیں ہے۔ چلیے ہم یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ امامت کے لیے اولیٰ ہونا ہی مراد ہے لیکن اس امر کی کیا دلیل ہے کہ فی الحال امامت مراد ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اپنے وقت پر ان کی خلافت مراد ہے جب (چوتھے نمبر پر) ان کی بیعت کی جائے گی۔ خلفاء ثلاثہ کو پہلے خلیفہ بنانے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اس اجماع میں حضرت علی مرتضیٰ بھی داخل ہیں۔

خلافت کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

ابن عساکر نے حضرت حسنؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواءؓ اور قیس بن عبادہؓ نے کھڑے ہو کر آپ سے یہ دریافت کیا کہ آپ ہمیں یہ بتلائیے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے، یہ بات کہاں تک سچ ہے کہ کیونکہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے آپ کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کی تو اب آپ پر جھوٹ کیوں تراشوں، اگر حضور ﷺ نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کے منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا۔ میں ان دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دفعتاً نہ کسی نے قتل کیا اور نہ آپ نے یکایک انتقال فرمایا بلکہ آپ چند روز مرض الموت میں مبتلا رہے اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور موذن نے آپ کو نماز (پڑھانے) کے لیے حسب معمول بلایا تو پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور آپ نے بموجب حکم کے نماز پڑھائی اور حضور ﷺ نے مشاہدہ فرمایا اس عرصہ میں ایک بار جب آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا تو آپ کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو! جاؤ ابوبکر ہی کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے معاملات میں غور کیا اور پھر اسی شخص کو اپنی دنیا کے واسطے بھی اختیار کر لیا جس کو حضور ﷺ نے ہمارے دین (امامت) کے لیے منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور دین اور دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے، لہٰذا ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور سچی بات بھی یہی ہے کہ آپ ہی اس کے اہل بھی تھے۔ اسی واسطے آپ کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کسی نے آپ کی خلافت سے سرگردانی کی، میں نے بھی اسی بناء پر آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی مال غنیمت اور بیت المال سے آپ نے

جو دے دیا وہ بخوشی قبول کرلیا اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا میں گیا اور دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں (حد جاری کی) اور جب آپ کا وصال ہوگیا تو آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا گئے اور وہ خلیفہ اوّل کے بہترین جانشین اور سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہوئے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے مطلق اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی کسی کی نقصان رسانی کے در پے ہوا اور یقینی طور پر کوئی فرد بھی حضرت عمرؓ کی خلافت سے بیزار نہیں ہوا، پہلے کی طرح حضرت عمرؓ کے بھی میں نے حقوق ادا کئے اور ان کی مکمل طور پر اطاعت کی جو کچھ مجھے انہوں نے دیا میں نے لے لیا۔ انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کئے اور آپ کے عہد میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو سزا دی۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا:

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی وقت انتقال قریب آیا تو اس وقت میں نے اپنے دل میں غور کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت اسلام لانے میں اپنی سبقت، اپنے اعمال اور اپنی بعض دیگر فضیلتوں کی جانب مدعو کیا تو مجھے خیال ضرور پیدا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَب میری خلافت میں اعتراض نہیں کریں گے لیکن شاید حضرت عمرؓ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کردیں جس کے اعمال کا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انہوں نے [illegible] کو بھی نظر انداز کردیا اور خلافت کے لیے نامزد نہیں فرمایا۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمی طور پر اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ چھ قریشیوں کے سپرد کردیا جن میں ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ ارکان نے انتخاب خلیفہ کے لیے مجلس طلب کی تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کا بار میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا اور یہ مجلس میرے برابر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کرے گی۔ اس کے بعد عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ہم سب سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر کردے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام کو برضا و رغبت بجالائیں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر خود بیعت کی اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ (اصل میں) دوسرے کی بیعت کے لیے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کرلی اور خلفائے سابقین کی طرح ان کی اطاعت و فرمان پذیری کی اور حضرت عثمانؓ کے حقوق ادا کئے، ان کی قیادت میں جنگیں لڑیں، اُن کے عطیات کو قبول کیا اور شرعی سزائیں بھی دیں۔ پھر مجھے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد خیال ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ جن سے میں نے لفظ بالصلوٰۃ کے ساتھ بیعت کی تھی انتقال فرما چکے اور جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی اب رخصت ہوگئے پس یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کردی چنانچہ مجھ سے اہل حرمین شریفین (مکہ اور مدینہ) کے باشندوں نے اور ان دو شہروں (بصرہ اور کوفہ) کے باشندوں نے بیعت کرلی اب خلافت کے لیے میرے مقابلہ میں وہ شخص کھڑا ہوا ہے جو قرابت علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر ہو ہی نہیں سکتا اور میں ہر طرح اس شخص کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ (تاریخ الخلفاء السیوطی ص ۲۶۴ تا ۲۶۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب

ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی مجھ سے

ہیں اور میں علی سے ہوں۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ ص ۲۵۶)

عشرہ مبشرہ

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سعید بن زید بن عمرو بن کفیل کے پاس آیا اور اس نے کہا میں علی رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت رکھتا ہوں کہ ایسی کسی سے محبت نہیں رکھتا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایک ایسے شخص سے محبت رکھتے ہو جو اہل جنت میں سے ہے پھر انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کوہ حرا پر تھے تو آپ نے دس آدمیوں کا جنتی ہونا بیان کیا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود پروہ کہتے تھے ہم سے خثیمہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابوعبیدہ سری بن یحییٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے قبیصہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے سفیان نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے نقل کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم نبی کریم کے ہمراہ مدینہ کی دیوار کے پاس تھے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص آنا چاہتا ہے جو اہل جنت میں سے ہے پس ابوبکر آئے ہم سب نے ان کو مبارک باد دی۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا اہل جنت میں سے ایک شخص آنا چاہتا ہے پس عمر آئے ہم سب نے ان کو مبارکباد دی۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا اہل جنت میں سے ایک شخص آنا چاہتا ہے۔ اس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنا سر مبارک دیوار کی طرف جھکائے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو اس آنے والے شخص کو علی کر دے پس علی آئے ہم سب نے ان کو مبارک باد دی۔ (اسد الغابہ جلد ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۰)

(فائدہ) اوپر عشرہ مبشرہ میں سے نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی بیان ہوئے ہیں جبکہ ایک صحابی کا اسم گرامی بیان نہیں ہوا۔ اسد الغابہ کے مترجم نے وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا نام مشہور روایت میں نہیں ہے۔ بلکہ بجائے ان کے سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ کا نام ہے اور سعد بن زید کا نام اس میں چھوٹ گیا ہے۔ (حاشیہ اسد الغابہ اردو ترجمہ ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۰)

علم کے شہر کا دروازہ

طبرانی اور ابزار حضرت جابر بن عبداللہ سے اور ترمذی و حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ ص ۲۵۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ مشکل کشاء

ابن عینیہ نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مشکل سے پناہ مانگا کرتے تھے جس کے (حل کرنے کے لیے) ابوالحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) نہ ہوں۔

(اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مبارک

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب کوئی بات ہمارے نزدیک علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو جاتی تو پھر ہم اس سے عدول نہیں کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والوں کی شان

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ اے علی! اللہ عزوجل نے تم کو ایسی خوبی عنایت فرمائی کہ اس سے بہتر خوبی اپنے بندوں میں سے کسی کو نہیں دی وہ خوبی کیا ہے؟ دنیا کی طرف سے زاہد (یعنی بے رغبت) رہنا تم کو اللہ نے ایسا بنایا ہے کہ نہ تم دنیا سے کچھ لیتے ہو نہ دنیا تم سے کچھ لیتی ہے اور اللہ نے تم کو مساکین کی محبت عنایت فرمائی ہے وہ تم کو اپنا پیشوا بنا کر خوش ہیں اور تم ان کو اپنا پیرو بنا کر خوش ہو اس کی جو تم سے محبت رکھے اور تم پر سچ بولے اور خرابی ہو اس کو جو تم سے اے علی! بغض رکھے اور تم پر جھوٹ بولے جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں اور تم پر سچ بولتے ہیں وہ (جنت میں) تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھتے ہیں اور تم پر جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر حق ہے کہ ان کو قیامت کے دن جھوٹوں کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کھڑا کرے۔

(اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۴)

مومن کی علامت

اسماعیل بن علی کہتے تھے کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عیسیٰ بن عثمان برادر یحییٰ بن عیسیٰ رملی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے اعمش نے عدی بن ثابت سے انہوں نے زر بن جیش سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے وہی شخص محبت رکھے گا جو مومن ہوگا اور وہی شخص بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (اسد الغابہ اردو ترجمہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

ہمیں یحییٰ بن محمود نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں زاہر بن طاہر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوسعید یعنی محمد بن عبدالرحمٰن نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوسعید بن محمد بن. بشر بن عباس نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالولید یعنی محمد بن ادریس شامی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے سوید بن سعید نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں علی بن مسہر نے اعمش سے انہوں نے عمرو بن مرہ سے انہوں نے ابوالبختر ی سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں اور لوگ مجھ سے مقدمات کا فیصلہ کرائیں گے حالانکہ مجھے اس کا کچھ علم نہیں۔

حضرت نے فرمایا: قریب آؤ۔

میں قریب گیا۔

پس آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر پھیرا بعد اس کے فرمایا کہ اے اللہ! ان کی زبان کو ثابت قدم رکھ اور ان کے قلب کو ہدایت کر پس قسم! اس ذات کی جس نے دانہ سے درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا۔ اس کے بعد کہ مقدمہ کے فیصلے کرتے ہوئے مجھے شک نہیں۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۳)

شیرِ خدا ؓ کا علم مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں پس جو شخص علم کو چاہے وہ اس کے دروازہ سے آئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان

شعبہ نے ابو اسحاق سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم باہم چرچا کیا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ عہدہ قضا کا علم رکھنے والے علی بن ابی طالب ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم

سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کے سوا کوئی ایسا شخص نہ تھا جو کہ کہے مجھ سے سوالات کرو۔
(اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۳)

علم کے نو حصے

یحیٰی بن معین نے عبدہ بن سلیمان سے انہوں نے عبدالملک بن سلمان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں علی بن ابی طالب سے زیادہ کوئی شخص عالم تھے عطاء نے کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا اور ابن عباس نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو نو حصہ علم کے دیئے گئے تھے اور دسواں حصہ جو لوگوں کو ملا تھا اس میں بھی وہ شریک تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۳)

☆......☆......☆

حیاتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے مرتبہ ومقام والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے آپ خلیفۂ چہارم تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قرب رکھنے والے صحابی تھے۔آپ کی کنیت ابوالحسن بھی ہے اور ابوتراب بھی۔آپ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد اور بعض نے فرمایا کہ مردوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے مگر حق یہ ہے کہ آپ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے جبکہ مردوں میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔سوائے غزوہ تبوک کے آپ نے تمام غزوات میں حصہ لیا۔آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والدین

آپ کے والد کا نام ابوطالب جبکہ آپ کی والدہ کا نام نامی اسم گرامی فاطمہ بنت اسد ہے۔

ابوطالب کا نام عبد مناف بن عبدالمطلب،عبدالمطلب کا نام شیبہ بن ہاشم،ہاشم کا نام عمرو بن عبد مناف،عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی اور اُن کا نام زید تھا،علیؓ کی کنیت ابوالحسن تھی ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھیں۔

(طبقات ابن سعد۔خلفائے راشدین وصحابہ کرام حصہ ۳)

(فائدہ) اسد الغابہ معرفۃ الصحابہ میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قریشی ہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے ابوطالب کا نام عبد مناف تھا اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابوطالب ہی ان کا نام تھا اور کنیت بھی اور ہاشم کا نام عمرو تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں کنیت ان کی ابوالحسن تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد یعنی آپ کی صاحبزادی فاطمہ سیدۃ النساء کے شوہر اور آپ کے فرزندوں کے والد تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ حصہ ۷ ص ۵۹۶ ج ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ شریف میں پیدا ہوئے

حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ میں ابوالحسن مالکی کی تصنیف الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ میں دیکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شکم مادر سے جوف کعبہ میں پیدا ہوئے تھے چنانچہ یہ فضیلت خدا تعالیٰ نے خاص کر آپ کے حصہ میں کی تھی اور قصہ یہ ہوا کہ فاطمہ بنت اسد کو شدت سے دردزہ شروع ہوا۔ابوطالب نے ان کو کعبہ کے اندر داخل کر دیا اس کے بعد ایک ہی درد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تولد ہو گئے۔آپ کی ولادت جمعہ کے روز ماہ رجب میں عام

الفیل سے تیسویں سال واقع ہوئی اس وقت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ کے ساتھ نکاح کو تین برس ہو چکے تھے۔
(نزہتہ المجالس جلد ۲ ص ۴۰۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں

قریش قحط کی مصیبت میں گرفتار ہوئے اور ابو طالب کثیر العیال آدمی تھے حضرت نبی کریم نے اپنے چچا سے کہا اٹھیے ساتھ دیجیے ابو طالب کو ان کے عیال سے کسی قدر سبکدوش کر کے ان کی مصیبت آسان کریں۔انہوں نے کہا اچھا چنانچہ حضرت عباس نے جعفر کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو لے لیا۔(نزہتہ المجالس اردو ج ۲ ص ۴۰۴)

(فائدہ) اس وقت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رہنے لگے۔

قبول اسلام و نماز

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ علیؓ ہیں۔عفان بن مسلم نے کہا کہ سب سے پہلے میں نے نماز پڑھی وہ علیؓ ہیں۔عفان بن مسلم نے کہا کہ سب سے پہلے جس نے نماز پڑھی وہ علیؓ ہیں۔ مجاہد سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے نماز پڑھی وہ علیؓ ہیں حالانکہ وہ دس سال کے تھے۔محمد بن عبدالرحمٰن بن زرارہ سے مروی ہے کہ علیؓ اس حالت میں اسلام لائے کہ وہ نو سال کے تھے۔حسن بن زید بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ علی بن ابی طالب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت دی تو وہ نو سال کے تھے۔

حسنؓ بن زید نے کہا لوگ بیان کرتے ہیں کہ نو سال سے بھی کم کے تھے۔انہوں نے اپنے بچپن میں کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی

حبۃ العرنی سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو کہتے سنا کہ میں پہلا شخص ہوں جسنے نماز پڑھی (یزید نے کہا کہ) یا اسلام لایا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ لوگوں میں خدیجہؓ کے بعد جو سب سے پہلے اسلام لائے وہ علیؓ ہیں۔

محمد بن عمرو نے کہا ہمارے اصحاب متفق ہیں کہ سب سے پہلا اہل قبلہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا وہ خدیجہؓ جنت خویلد ہیں۔ہمارے نزدیک تین آدمیوں کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ ان میں سے کون پہلے اسلام لایا ابو بکرؓ و علیؓ و زیدؓ بن حارثہ، ہم کسی صحیح روایت میں علیؓ کا اسلام گیارہ سال کی عمر سے پہلے کہیں پاتے۔(طبقات ابن سعد)

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہمیں ابو جعفر یعنی عبید اللہ بن احمد نے اپنی سند کو یونس بن بکیر تک پہنچا کر خبر دی وہ ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا پھر حضرت علی بن ابی طالب ایک دن کے بعد یعنی جبکہ حضرت خدیجہ اسلام لا چکیں اور آپ کے ہمراہ نماز پڑھ چکیں اس کے ایک دن بعد آئے وہ کہتے تھے میں نے دیکھا کہ دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "اے محمد! یہ کیا چیز ہے؟

حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ خدا کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور جس کی تبلیغ کے لیے پیغمبروں کو بھیجا۔میں تمہیں اللہ کی طرف اور اس کی پرستش کی طرف بلاتا ہوں اور لات و عزیٰ کے انکار کی ترغیب دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو ایک ایسی بات ہے جو میں نے آج سے پہلے نہ سنی تھی لہٰذا میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا جب تک (اپنے والد گرامی) ابو طالب سے اس کا ذکر نہ کر لوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ قبل اس کے آپ اپنے معاملہ کا اظہار کرنا چاہیں افشائے راز ہو جائے۔ پس آپ نے فرمایا کہ اے علی! اگر تم اسلام نہیں لائے ہو تو اس راز کو پوشیدہ رکھو پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شب کو خاموش رہے پھر اللہ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور وہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد! شب کو آپ نے مجھ سے کیا فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ کہا تھا کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور لات وعزیٰ کا انکار کر دو اور خدا کے ساتھ شرک کرنے سے بری ہو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منظور کر لیا اور اسلام لائے۔

حضرت ابو طالب کے خوف سے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خدا کا ایک انعام یہ بھی تھا کہ انہوں نے قبل از اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پرورش پائی۔

(اسد الغابہ جلد ۲ حصہ ۷ ص ۵۹۷)

اسلام لاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک

یونس ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے مجھ سے عبداللہ بن نجیح نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ مجاہد روایت کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دس برس کی عمر میں اسلام لائے تھے۔ (اسد الغابہ ۲ حصہ ۷ ص ۵۹۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان

حضرت ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ہمیں ابراہیم بن محمد بن مہران فقیہ وغیرہ نے اپنی سند کو ابو عیسیٰ یعنی محمد بن عیسیٰ ترمذی سے انہوں نے محمد بن حمید سے انہوں نے ابراہیم بن مختار سے وہ شعبہ سے، وہ ابو بلج سے، وہ عمرو بن میمون سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا سب سے پہلے جو شخص ایمان لایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور ایسا ہی مقسم نے بھی ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے دن اسلام لائے

ابو بلج کا نام یحییٰ بن ابی سلیم تھا نیز وہ کہتے تھے ہم سے ابو عیسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے علم سے اسماعیل بن موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے علی بن عباس نے مسلم ملائی سے، انہوں نے انس بن مالک سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے نبی دو شنبہ (سوموار) کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سہ شنبہ (منگل) کے دن اسلام لائے۔

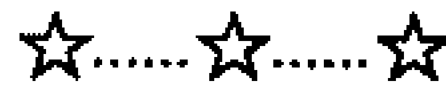
نیز وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن بشار نے اور ابن مثنی نے بیان کیا وہ دونوں کہتے تھے ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے انہوں نے ابو حمزہ سے جو انصار میں سے ایک شخص تھے انہوں نے زید بن ارقم سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔

(اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۵۹۸)

(فائدہ) اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا کوئی اور اس سلسلے میں محققین نے اس اختلاف کا فیصلہ یوں کیا ہے کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا، غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ، عورتوں میں سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

حاشیہ

اسد الغابہ اردو ترجمہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ازالۃ الخلفاء) میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام لانا اس سبب سے فضیلت ہے کہ جو پہلے اسلام لایا ہوگا وہ اپنے سے بعد والوں کے اسلام کا ذریعہ بنا ہوگا اس لحاظ سے یہ فضیلت حضرت صدیق ہی کے حصہ میں رہی کیونکہ اس نے بعد اسلام کے مبلغ دین میں کوشش کی اور ان کی کوشش سے بڑے بڑے لوگ اسلام لائے یہ کوشش نہ اور کسی سے ظاہر ہوئی نہ ہوسکتی تھی۔ (حاشیہ اسد الغابہ اردو ترجمہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۵۹۶)



حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت

ہمیں عبید اللہ بن احمد نے اپنی سند کے ساتھ یونس بن بکیر سے انہوں نے ابن اسحاق سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے کہ آپ اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئیں اور آپ کو اندر کی طرف سے مکہ سے نکلنے اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم پہنچائیں یہاں تک کہ جب کفار قریش جمع ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضرر کرنے کی تدبیر شروع کی تو جبریل آپ کے پاس آئے اور آپ کو حکم دیا کہ آج شب کو آپ اس مکان میں نہ رہیں جس میں رہتے تھے پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ آج تم میرے بستر پر سو رہنا اور میری ہی سبز چادر اوڑھنا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے اس حال میں کہ کفار آپ کے دروازہ پر جمع تھے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد لوگ پے در پے ہجرت کرنے لگے اور سب کے آخر میں جو شخص ہجرت کر کے آیا اور جس نے اپنے دین میں ذرا بھی لغزش نہیں کھائی وہ علی بن ابی طالب تھے وجہ یہ تھی کہ رسول اللہؐ نے ان کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ میرے بستر پر سو جاؤ اور تین دن تک ان کو وہاں رہنے کا حکم دیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جن لوگوں کے حقوق (لوگ آپ کے پاس اپنی چیزیں بطور امانت رکھا کرتے تھے۔ قبل از نبوت آپ کی امانت پر سب کو وثوق تھا) میرے اوپر ہیں وہ ادا کر دینا۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل گئے۔

فرشتوں کو حفاظت کا حکم

صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ ہمیں ابو العباس یعنی احمد بن عثمان بن ابی علی زرزاری نے اپنی سند کے ساتھ استاد ابو اسحاق یعنی احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی مفسر سے نقل کر کے خبر دی وہ کہتے تھے میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو علی بن ابی طالب کو مکہ میں اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اور اپنا امانتوں کے واپس کرنے کے لیے جو حضرت کے پاس تھیں چھوڑ دیا تھا اور جس شب کو آپ غار کی طرف چلے ہیں اور مشرکوں نے آپ کا گھر گھیر لیا ہے اس شب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے بستر پر سوؤ اور ان سے فرمایا کہ میری حضرمی چادر سبز رنگ کی اوڑھ لینا انشاء اللہ کوئی تکلیف تم کو ان لوگوں سے نہ پہنچ سکے گی چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا یہ اللہ نے جبریل و میکائیل علیہم السلام پر وحی بھیجی میں نے تم دونوں کے درمیان میں مواخات کرا دی اور ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے طویل کر دی ہے اب بتاؤ تم دونوں میں سے کون ایسا ہے جو اپنے ساتھی کو اپنی زندگی دے دے مگر ہر ایک نے اپنی زندگی کو ترجیح دی پھر اللہ عزوجل نے ان پر وحی بھیجی کہ کیا تم دونوں علی بن ابی طالب کے مثل بھی نہیں ہو میں نے ان کے اور اپنے نبی محمد کے درمیان میں مواخات کرائی ہے (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) علی (رضی اللہ عنہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر لیٹے ہیں اور اپنی جان کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فدا کرتے ہیں اور ان کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دیتے

ہیں اچھا زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو۔ چنانچہ وہ دونوں زمین پر آئے حضرت جبریل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور میکائیل پاؤں کے پاس۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ ندا کررہے تھے کہ مبارک ہو مبارک ہو اے ابن ابی طالب تمہارا مثل کون ہے اللہ عزوجل ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے پس اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر جب کہ وہ مدینہ کی طرف جارہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل کی۔

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور کے گھر والوں کو لے کر مدینہ پہنچے

علامہ ابن اثیر...... نے بیان کیا ہے کہ ہمیں محمد بن قاسم بن علی بن حسن بن ھبۃ اللہ دمشقی نے اجازۃً خبر دی وہ کہتے تھے مجھے میرے والد نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابواعز قراتکین بن اسعد نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ ہم سے ابومحمد جوہری نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابوحفص بن شاہین نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے احمد بن یوسف نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے احمد بن یزید نخعی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عبیداللہ بن مسند نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے معاویہ بن عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی رافع نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا ابورافع سے نقل کر کے بیان کیا

نیز عبیداللہ بن حسن کہتے تھے مجھ سے محمد بن عبیداللہ بن علی بن ابی رافع نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے انہوں نے ابورافع سے نیز عبیداللہ بن حسن نے کہا ہے مجھ سے محمد بن عبیداللہ بن علی بن ابی رافع نے اپنے والد سے، انہوں نے ان کے دادا سے، انہوں نے ابورافع سے نبی کی ہجرت کے متعلق روایت کر کے بیان کیا ہے کہ آپ نے (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو پیچھے چھوڑ دیا تھا تا کہ وہ آپ کے گھر والوں کو لے کر آئیں اور انہیں حکم دیا تھا کہ جس کی امانتیں اور وصیتیں آپ کے پاس ہیں وہ ان کو ادا کر دینا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

نیز جس شب کو آپ چلے اس شب کو حکم دیا تھا کہ میرے بستر پر سو رہو اور فرمایا کیا میرے بستر پر رہو گے تو قریش مجھ کو تلاش نہ کریں گے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے بستر پر لیٹ گئے کفار قریش آپ کے بستر پر نظر لگائے ہوئے تھے۔ حضرت علی کو اس پر لیٹ رکھ کر سمجھتے تھے کہ نبی لیٹے ہوئے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بستر پر دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر محمد باہر گئے ہوئے ہوتے تو علی کو ضرور اپنے ساتھ لے جاتے۔ بس اسی خیال میں وہ نبی کی تلاش سے باز رہے نبی نے حضرت علی کو حکم دیا تھا کہ تم مدینہ میں آ کر مجھ سے ملنا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے گھر والوں کو لے کر چلے شب کو چلتے تھے اور دن کو پوشیدہ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے جب نبی کریم کو ان کے آنے کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ علی کو میرے پاس بلاؤ۔

لوگوں نے عرض کیا کہ وہ آنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

پس آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو دیکھ کر لپٹا لیا اور ان کے پیروں کی جو حالت دیکھی کہ ورم کر گئے ہیں اور ان سے خون ٹپک رہا ہے تو آپ راہ محبت رونے لگے۔ بعد اس کے آپ نے اپنا لعاب دھن اپنے ہاتھ میں لے کر ان کے پیروں پر مل دیا اور ان کو عافیت کی دعا دی پس اس وقت سے کبھی ان کے پیروں میں کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

(اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۰۔۔۔۵۹۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مواخات نبوی

صاحب اسد الغابہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو اسحاق یعنی ابراہیم بن محمد وغیرہ نے خبر دی وہ اپنی پسند کے ساتھ ابو عیسیٰ ترمذی سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا ہم سے یوسف بن موسیٰ قطان بغدادی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے علی بن قادم نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے علی بن صالح بن حی نے حکیم جبیر سے انہوں نے جمیع بن عمیر تیمی سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان میں مواخات کرائی پس علی آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان میں مواخات کرائی مگر میری مواخات آپ نے کسی سے نہیں کرائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت میں (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۰)

(فائدہ) محمد بن عیسیٰ نے بیان فرمایا وہ کہتے تھے ہم سے نصر بن علی جہضمی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے علی بن جعفر بن مہر نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھے میرے بھائی موسیٰ بن جعفر نے اپنے والد جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد محمد بن علی (یعنی امام باقر) سے انہوں نے اپنے والد علی بن حسین (زین العابدین) سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا علی بن ابی طالب سے روایت کر کے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) حسن وحسین کا ہاتھ پکڑا اور بتایا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہو اور ان دونوں کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہو وہ قیامت کے دن میرے ہمراہ میرے ہی درجہ میں ہوگا۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۷ ص ۶۱۱)

اس حدیث مبارکہ میں پنجتن پاک سے محبت کرنے کا اجر بیان کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے آئے تو آپ نے مہاجرین میں بعض کا بعض سے اور انصار و مہاجرین میں عقد مواخاۃ کر دیا (یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا) مواخاۃ جو کچھ تھی وہ بدر سے پہلے ہی تھی آپ نے اس کے درمیان حق وغمخواری و ہمدردی پر عقد مواخاۃ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور علیؓ کے درمیان عقد مواخاۃ کیا۔

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اپنے اصحاب کے درمیان عقد مواخاۃ کیا تو آپ نے علیؓ کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ کے فرمایا تم میرے بھائی ہو تم میرے وارث ہو میں تمہارا وارث ہوں جب آیت میراث نازل ہوئی تو اُس نے اس مواخاۃ کی وراثت کو قطع کر دیا۔

عاصم بن عمرو بن قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور ابی طالب اور سہل بن حنیف کے درمیان عقد مواخاۃ کیا۔ (اسد الغابہ اردو ترجمہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غزوہ احد میں شمولیت

مشہور و معروف مورخ اسلام عز الدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ہمیں ابو احمد یعنی عبدالوہاب بن علی امین نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو الفتح یعنی محمد بن عبدالباقی بن احمد بن سلیمان نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو الفضل احمد بن حسن بن سرون اور ابو طاہر احمد بن حسن بن احمد باقلانی نے اجازۃً خبر دی وہ دونوں کہتے تھے

ہمیں ابوالحسن بن احمد بن شاذان نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ ابو محمد حسن بن محمد یحیٰی بن حسن بن جعفر بن عبداللہ بن حسین نے علی بن ابی طالب کے سامنے تحریر پڑھی گئی پھر دادا ابوالحسین بن یحیٰی۔ حسن بن جعفر کہتے تھے کہ مجھے محمد بن علی اور محمد بن یحیٰی نے محمد بن جنید سے روایت کر کے لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے ہمیں حسن بن حنادہ نے یحیٰی بن سعید سے انہوں نے سعید بن مسیّب سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے کہ غزوۂ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سولہ (۱۶) زخم لگے تھے اور ہر زخم ان کو زمین پر گرا دیتا تھا پھر ان کو حضرت جبریل علیہ السلام اٹھاتے تھے۔

نیز وہ کہتے تھے مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے بکیر بن عبدالوہاب نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عمر نے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم سے اسمٰعیل بن عیاش حمصی نے یحیٰی بن سعید سے انہوں نے ثعلبہ بن مالک سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ سہل بن عبادہ ہر مقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جھنڈا لیتے تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تو علی ابن ابی طالب جھنڈا لیتے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اشعار

اسد الغابہ میں ہے کہ ہمیں ابو محمد قاسم بن علی بن حسن بن ہبۃ اللہ حافظ نے خبر دی وہ کہتے تھے ابوالحسین بن فراء اور ابو غالب اور ابو عبداللہ نے ہمیں خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں بناء نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابو جعفر بن مسلمہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں سے ابو طاہر مخلص نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے احمد بن سلیمان نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے زبیر بن بکار نے بیان کیا کہ اسید بن ابی اناس بن زنیم نے حضرت علی کے متعلق یہ اشعار کہے تھے اس کا مقصود ان اشعار میں ہے کہ مشرکین قریش کو عار و ننگ دلا کر حضرت کے قتل (شہید کرنے) پر آمادہ کرے وہ اشعار یہ ہیں۔

فی کل مجمع غایۃ اخزاکم — جذع ابر علی المذا القرح
للّٰہ درکم الماتنکروا — قدینکر التی الکریم و یستحی
ھار بن فاطمۃ الذی افناکم — ذبحا و قتلۃ قعصۃ لم تذبح
اعطوہ خرجا واتقوا بضریۃ — مغل الذلیل ربیعۃ لم ترلج
ابن الکھول و این کل دعامۃ — فی المعضلات و این زین الابطح
افناھم قعصا وضربا یفری — بالسیف یعمل حدہ لم یصفح

ترجمہ اشعار: ہر مجمع میں انتہا درجہ ذلیل کیا۔ اس نوجوان نے جو عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو کے آتا ہے۔ خدا تمہارا بھلا کرے کیا تم کو یہ ناگوار نہیں ہے بزرگ قبیلہ کو کبھی کوئی بات ناگوار گزرتی ہے مگر وہ شرم کرتا ہے یہ فاطمہ (بنت اسد) کا بیٹا (یعنی علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ) ہے جس نے تم کو فنا کر دیا۔ اس نے تم کو ذبح کر ڈالا اور اس شکار کی طرح مارا جو جلدی میں ذبح نہ ہو سکے۔ (اچھا) اب اس کو خراج دو اور اس کی مار سے بچو ذلیلوں کی مانند اور بیعت کر لو۔ جس میں کچھ بھلائی نہ ہو گی۔ کہاں ہیں وہ پختہ عمر سردار قوم کے جو مشکلات میں کام آتے تھے اور امت ابطح کی زینت تھے سب کو (فاطمہ کے بیٹے) نے فنا کر دیا اور خوب مار ماری۔ ایسی تلوار سے مارا جس کی باڑھ نہیں مڑی (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنا

ہمیں ابوالفضل یعنی منصور بن ابی الحسین مدینی نے اپنی سند کے ساتھ احمد بن علی بن مثنیٰ تک خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابو موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم سے محمد بن مروان عقیلی نے عمار بن ابی حفصہ سے انہوں نے عکرمہ سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ غزوۂ احد سے جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹ گئے (غزوۂ احد کے موقع پر ابلیس لعین نے یہ بات مشہور کر دی کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی مسلمانوں کا غم کے مارے برا حال ہو گیا۔ حتیٰ کہ انہیں کوئی سدھ بدھ نہ رہی کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں جیسے اکثر ایسے حالات میں اکثر لوگوں کی حالت ہو جاتی ہے اس طرح مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اکثر صحابہ کرام اسی مصلحت میں وہاں سے ہٹ آئے کہ اپنی قوت فراہم کر کے پھر آئیں غرض وہاں سے ہٹ جانے والوں کی بھی نیت بخیر تھی اسی لیے ان پر ان حالات کے باعث اعتراضات کرنا قطعاً مناسب نہیں) تو میں نے شہداء کی لاشوں میں دیکھنا شروع کیا۔ میں نے ان میں رسول اللہ کو نہ پایا۔

پس میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ بھاگنے والے نہ تھے لیکن اللہ کا غضب ہم پر نازل ہوا سبب اس حرکت کے جو ہم نے کی پس اللہ نے نبی کو اٹھالیا۔ پس اب میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں لڑوں یہاں تک کہ قتل (شہید) کر دیا جاؤں۔ لہٰذا میں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کفار پر حملہ کیا پس وہ لوگ میری طرف جھک پڑے۔ تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان میں تھے۔ (اسد الغابہ ج۴ حصہ۷ ص۶۰۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشرکوں کے سر اڑانا

ہمیں ابوعبداللہ بن محمد بن محمد بن سرایا فقیہ وغیرہ نے اپنی سند کو محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمہ اللہ علیہ) تک پہنچا کر خبر دی کہ وہ کہتے تھے ہم سے احمد بن سعید نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابوعبداللہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے اسحاق بن منصور نے سلولی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابراہیم بن یوسف نے اپنے والد سے انہوں نے ابواسحاق سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ایک شخص نے براء بن عازب سے پوچھا میں سن رہا تھا کہ کیا علی بدر میں شریک تھے انہوں نے کہا: ہاں خوب ظاہر اور کھلے ہوئے شریک تھے۔

ہمیں یحییٰ بن محمود نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ مجھ کو میرے چچا کے دادا ابوالفضل جعفر بن عبدالواحد ثقفی نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھے میرے والد کے چچا ابوطاہر اور ابوالفتح نے خبر دی۔ وہ دونوں کہتے تھے ہمیں ابوبکر بن زاذان نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابوعروبہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابورفاعہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن حسن معروف بہ محبی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابوعوانہ نے اعمش سے انہوں نے حکم سے انہوں نے مصعب بن سعد سے انہوں نے سعد سے روایت کی وہ کہتے تھے میں نے ان کو یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ تلوار لیے ہوئے مشرکوں کے سر اڑاتے تھے اور بطور رجز کے یہ کہتے جاتے شحشح اللیل کانی جنی (رات دوڑ چلی جا رہی ہے گویا میں میوہ توڑ رہا ہوں) (اسد الغابہ ج۴ حصہ۷ ص۶۰۰)

تفصیلات اسی شرح میں مناسب موقع پہ بیان کی جائیں گی۔

حضرت ابوبکر صدیق و عمر و علی المرتضیٰ کی خلافت کی پیشین گوئی

صاحب اسد الغابہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں عبدالوہاب بن ھبۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن احمد سے نقل کر کے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے اسود بن عامر نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے عبدالحمید بن ابی جعفر یعنی فراء نے اسرائیل سے انہوں نے ابو اسحاق سے انہوں نے زید بن یثیع سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے (ایک مرتبہ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ہم آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنائیں

حضرت (نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کو تم خلیفہ بناؤ گے تو ان کو دنیا کی طرف سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے اور اگر تم عمر کو خلیفہ بناؤ گے تو ان کو صاحب قوت اور امین پاؤ گے وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے اور اگر تم علی کو خلیفہ بناؤ گے مگر میں سمجھتا ہوں کہ تم ایسا نہ کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تمہیں راہ راست پر چلائیں گے (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۲)

(فائدہ) اس روایت مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی بہار بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے متعلق اہلسنت و جماعت کے موقف کے دلائل تفصیلاً مجدد ملت فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر محدث اعظم بہاولپور حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (غایۃ المامول فی علم الرسول) میں ملاحظہ فرمائیے۔ جو کہ مکتبہ اویسیہ سیرانی مسجد جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور اور ادارہ تالیفات اویسیہ سیرانی روڈ نزد سیرانی مسجد بہاولپور سے منگوائی جاسکتی ہے۔

خلافت کے سلسلے میں اہم ہدایت

جب عبداللہ بن احمد بن عبدالقاہر نے خبر دی وہ کہتے تھے میں ابوغالب یعنی محمد بن حسن باقلانی نے اجازۃً خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوعلی بن شاذان نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں عبدالباقی بن قانع نے خبر دی۔ وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن زکریا علائی نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم سے عباس نے بن بکار نے شریک سے انہوں نے سلمہ سے انہوں نے صنابحی سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے خبر دی کہ وہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے علی) تم کعبہ کی مثل ہو (جاؤ) کہ لوگ اس کے پاس آتے ہیں وہ کسی کے پاس نہیں جاتا پس اگر قوم تمہارے پاس آئے اور خلافت تمہارے حوالے کرے تو قبول کر لینا اور اگر وہ لوگ تمہارے پاس نہ آئیں تو تم ان کے پاس نہ جانا یہاں تک کہ وہ خود تمہارے پاس آئیں گے۔

پہلے تینوں خلفاء کے متعلق شیر خدا رضی اللہ عنہ کا بیان

ہمیں یحییٰ بن محمود نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں حسن بن احمد نے خبر دی ان کے سامنے پڑھا جاتا تھا اور میں سن رہا تھا وہ کہتے تھے ہمیں ابونعیم نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوعلی یعنی محمد بن احمد بن حسن نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابراہیم بن یوسف صیرفی نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد صیرفی نے یحییٰ بن عروہ مرادی سے نقل کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ خلافت کا مستحق میں ہوں مگر جب مسلمانوں کا اتفاق ابوبکر پر ہو گیا تو میں نے (ان کے احکام کو) سنا اور اطاعت کی پھر میں نے خیال کیا کہ ابوبکر میرے سوا اور کسی کو خلافت نہ دیں گے مگر انہوں نے عمر کو دے دی پس میں نے (ان کے

احکام کو) سنااور اطاعت کی پھر عمر جب زخمی ہوئے میں نے خیال کیا کہ وہ میرے سوااور کسی کو خلیفہ نہ کریں گے مگر انہوں نے خلافت کو چھ آدمیوں میں دائر کر دیا جن میں سے ایک میں ہی تھا پس لوگوں نے عثمان کو خلیفہ بنادیا۔ تو میں نے (ان کے احکام کو بھی) سنا اور اطاعت کی پھر جب عثمان شہید ہوئے تو لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے بیعت کی خوشی سے اور کوئی جبر نہ تھا پھر انہوں نے میری بیعت توڑ دی تو خدا کی قسم میں نے کچھ چارہ کار نہ دیکھا سوااس کے تلوار ہاتھ میں کی جائے یا کفر کیا جائے اس چیز کا جو اللہ عزوجل نے محمد (ﷺ) پر نازل کیا ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۳)

(فائدہ) اس روایت سے بہت عمدہ عمدہ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ کہ شیخین کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حسن ظن تھا کہ ان کی طرف یہ خیال نہ کیا کہ وہ اپنے کسی عزیز کو خلافت دے جائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کو سب سے زیادہ مستحق خلافت سمجھنا محض اس وجہ سے تھا کہ عقد خلافت شارع کی طرف سے نہیں ہوا تھا بلکہ روایت گزر چکی ہے جس وجہ سے آپ کا خیال تھا کہ میں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق ہوں مگر جب یک بعد دیگرے خلفاء ہوئے اور آپ نے ان کی خلافت کو درست تسلیم کیا اور ان کی اطاعت کی۔

عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور علیؓ بن ابی طالب کی بیعت

لوگوں نے بیان کیا کہ جب ۱۸ ذی الحجہ یوم جمعہ ۳۵ھ کو عثمانؓ ابن عفان شہید کر دیئے گئے اور شہادت عثمانؓ کی صبح کو مدینے میں علیؓ سے بیعت خلافت کر لی گئی تو ان سے طلحہؓ اور زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل، عمارؓ بن یاسر، اسامہؓ بن زید، سہلؓ بن حنیف، ابوایوبؓ انصاری، محمد بن مسلمہؓ، زیدؓ بن ثابت، خزیمہؓ بن ثابت اور ان تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم نے جو مدینے میں تھے بیعت کر لی۔ (طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۳ ۲۱)

بیعت کے متعلق حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان

طلحہؓ وزبیرؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے جبراً بغیر رضامندی کے بیعت کی ہے دونوں مکے روانہ ہو گئے اور وہیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، پھر وہ دونوں حضرت عائشہؓ کے ہمراہ خون عثمانؓ کے قصاص کے لیے مکے سے بصرے روانہ ہوئے۔ یہ واقعہ علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ مدینے سے عراق گئے مدینے پر سہل بن حنیف کو خلیفہ بنا گئے۔

(طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۳ ۲۱)

علیؓ نے انہیں لکھا کہ ان کے پاس آ جائیں اور مدینے پر ابوالحسن المازنی کو والی بنادیا۔ وہ ذا قا میں اترے، عمارؓ بن یاسر اور حسنؓ بن علیؓ کو اہل کوفہ کے پاس بھیج کر اُن سے اپنے ہمراہ چلنے کی مدد چاہی وہ لوگ علیؓ کے پاس آ گئے اور انہیں بصرے لے گئے۔

یوم الجمل

انہوں نے طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کا اور ان لوگوں کا جو اہل بصرہ وغیرہ ہم میں سے اُن کے ہمراہ تھے۔

شہید

یوم الجمل ماہ جمادی الآخر ۳۶ھ میں مقابلہ کیا اور اُن پر فتح مند ہوئے اُس روز طلحہؓ وزبیرؓ وغیرہما شہید کر دیئے گئے، مقتولین کی تعداد تیرہ ہزار تک پہنچ گئی علیؓ بصرے میں پندرہ شب قیام کر کے کوفے واپس ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد حصہ ۳ ص ۲۱۳-۲۱۴)

جنگ صفین

علی رضی اللہ عنہ، معاویہؓ بن ابی سفیان اور جو شام میں اُن کے ہمراہ تھے اُن کے ارادے سے نکلے، معاویہؓ کو معلوم ہوا تو وہ اُن لوگوں کے ہمراہ جو اہل شام میں سے اُن کے ساتھ تھے روانہ ہوئے صفر ۳۷ھ میں بمقام صفین اُن لوگوں نے مقابلہ کیا۔

طرفین برابر چند روز تک قتال کرتے رہے عمارؓ بن یاسر خزیمہؓ بن ثابت اور ابو عمرہ المازنی جو علیؓ کے ہمراہ تھے قتل کر دیئے گئے۔

اہل شام قرآن اٹھا کر جو کچھ اس میں ہے اس کی طرف عمروؓ بن العاص کے مکر کی وجہ سے دعوت دینے لگے عمرو بن العاص نے معاویہؓ کو اس جنگ کا مشورہ دیا تھا اور وہ اُنہی کے ہمراہ تھے۔

لوگوں نے جنگ کو ناپسند کیا اور باہم صلح کی دعوت دی، انہوں نے دو حکم باہمی فیصلے کے لیے مقرر کیے، علیؓ نے اپنی طرف سے ابو موسیٰ اشعری کو اور معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص کو۔

ان لوگوں نے باہم ایک تحریر لکھی کہ وہ لوگ سال کے شروع میں مقام اذرح میں پہنچیں اور اس امت کے معاملے میں غور کریں لوگ متفرق ہو گئے معاویہؓ اہل شام کی الفت کے ساتھ لوٹے اور علیؓ اختلاف اور کینے کے ساتھ کوفے واپس آئے۔

علیؓ پر اُن کے اصحاب اور ہمراہیوں نے خراج کیا، انہوں نے کہا کہ سوائے اللہ کے کوئی حکم نہیں اور حرورا میں لشکر جمع کیا اسی وجہ سے وہ "الحروریہ" کہلائے، علیؓ نے اُن کے پاس عبداللہ بن عباس وغیرہ کو بھیجا انہوں نے ان لوگوں سے بحث و حجت کی تو ایک بڑی جماعت نے رجوع کیا، مگر ایک جماعت اپنی رائے پر قائم رہی۔

وہ لوگ نہروان چلے گئے، انہوں نے راستہ روک دیا اور عبداللہ ابن خباب بن الارت کو قتل کر دیا۔ علیؓ اُن کی جانب روانہ ہوئے اُن کو انہوں نے نہروان میں قتل کر دیا، اُن میں سے ذوالشدیہ کو بھی انہوں نے قتل کر دیا۔ یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے۔

علیؓ کوفے واپس ہوئے، اُس روز سے اُن کی شہادت تک (رحمہ اللہ) لوگوں کو اُن پر خوارج کا خوف رہا۔

لوگ شعبان ۳۸ھ میں اذرح میں جمع ہوئے۔ وہاں سعد بن ابی وقاص ابن عمرؓ اور دوسرے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئے۔ عمرو بن العاص نے ابو موسیٰؓ اشعری کو آگے کیا، انہوں نے گفتگو کی اور علیؓ کو معزول کر دیا، عمروؓ بن العاص نے گفتگو کی انہوں نے معاویہؓ کو برقرار رکھا اور اُن سے بیعت کر لی، لوگ اسی قرارداد پر متفرق ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد حصہ سوم خلفائے راشدین اور صحابہ کرام ص ۲۱۴)

عبدالرحمن بن ملجم المرادی اور علیؓ کی بیعت اور آپ کا اُس کو رد کرنا

ارشاد جناب علویؓ: لتخضبن ھذہ من ھذہ

"اس سر سے یہ ڈاڑھی ضرور خون میں رنگین ہوگی"

ابن ملجم کی بیعت لینے سے انکار

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ علیؓ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی آیا، اُس کو انہوں نے دو مرتبہ رد کیا، وہ اُن کے پاس پھر آیا تو انہوں نے کہا کہ اس اُمت کے بدبخت ترین شخص کو میرے قتل سے کوئی نہیں روکے گا، یہ ڈاڑھی اس

سر کے خون سے ضرور ضرور خضاب کی جائے گی یا رنگی جائے گی۔ پھر اُنہوں نے یہ دو شعر بیان کیے:

(اشدد) حیازیمک الموت فان الموت آتیک

موت کے لیے اپنے سینے کو مضبوط کر لے، یعنی صبر کو۔ کیونکہ موت تیرے پاس آنے والی ہے

ولا تجزع من القتل اذا حل بوا دیک

اور قتل سے پریشان نہ ہو جب وہ تیری وادی میں اُترے

محمد بن سعد (مؤلف) نے کہا کہ ابو نعیم کے علاوہ دوسرے راویوں میں اسی حدیث میں اور اسی سند سے علیؓ بن ابی طالب سے اتنا اور اضافہ کیا کہ "واللہ یہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے وصیت ہے"۔ محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ علیؓ بن ابی طالب نے المراوی سے یہ شعر کہا:

ارید حباء ہ ویرید قتلی هذیرك من خلیلك من مراد

میں اس کو عطا کرنا چاہتا ہوں اور وہ میرا قتل چاہتا ہے میری ضیافت تیرے مرادی دوست کی طرف سے ہوگی۔

(طبقات ابن سعد۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام حصہ سوم ص ۲۱۵)

(فائدہ) یہی روایت معمولی سے فرق کے ساتھ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کی ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۷ پر بھی ہے۔

حضرت علی رضی الله عنه کی شهادت کے متعلق نبی کریم کا فرمان

نصر اللہ بن سلامہ بن سالم ھیتی نے خبر دی کہ وہ کہتے تھے ہمیں قاضی ابوالفضل یعنی عمر بن یوسف ارموی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابو الغنائم یعنی عبد الصمد بن علی مامون نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں حافظ علی بن عمر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابوالحسن یعنی علی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن یحییٰ بن زاہر بن یحییٰ برازی نے بصرہ میں خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان رازی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عبداللہ بن زاہر بن یحییٰ نے بیان کی وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے اعمش نے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے ابوسناف دولی سے انہوں نے حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے صادق مصدوق نے بیان فرمایا کہ تم نہ مرو گے یہاں تک کہ ایک ضرب تمہاری اس پر اشارہ داڑھی اور سر کی طرف فرمایا ماری جائے گی اور اس امت کا شقی ترین شخص تجھ کو قتل (شہید) کرے گا جیسا قبیلہ ثمود کے فلاں شقی ترین نے خدا کی اونٹنی کے پیر کاٹے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۶)

(فائدہ) علی بن عمر نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث اعمش عن زید بن اسلم ابی سناف عن علی غریب سے اسد کی روایت میں عبداللہ بن زہرا اپنے والد سے منفرد ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو عبداللہ بن جعفر نے زید انہوں نے ابوسناف سے بہ نسبت اس کے زیادہ کامل روایت کیا ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۶)

بدبخت ترین قاتل

عبیداللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) علی سے فرمایا: اے علی اگلوں اور پچھلوں میں بد بخت ترین کون ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اُس کا رسولؐ زیادہ جانتا ہے فرمایا اگلوں کا سب سے زیادہ بد بخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا اور پچھلوں کا بد بخت ترین وہ ہوگا جو تمہارے نیزہ مارے گا اور آپ نے اس مقام پر اشارہ کیا جہاں وہ نیزہ

مارے گا۔

ام جعفر سریہ علیؓ سے مروی ہے کہ میں علیؓ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی، یکا یک انہوں نے اپنا سر اُٹھایا، پھر اپنی ڈاڑھی پکڑ کر اُسے ناک تک بلند کیا اور کہا کہ "تیرے لیے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی۔" پھر جمعے کے دن اُن پر حملہ کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۲۱۷)

غزوہ بدر کے دن شہادت کی پیشین گوئی

عکرمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان فرمایا کہ وہ کہتے تھے کہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم سے عرض کیا کہ آپ نے غزوہ احد میں جب مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی اور بہت سے لوگ شہید ہوگئے فرمایا تھا کہ شہادت تو تمہارے پیچھے ہے پس تم کیونکر صبر کرو گے جب تمہاری داڑھی خون سے رنگین کی جائے گی تو یا رسول اللہ! اگر میری یہی حالت قائم رہی جواب ہے تو وہ وقت صبر کرنے کا نہ ہوگا بلکہ خوش ہونے اور بزرگی حاصل کرنے کا وقت ہوگا۔ (اسد الغابہ حصہ ۷ ج ۲ ص ۶۱۶)

حضرت علیؓ کو شہید کی سازش کی اطلاع

ابی مجلہ سے مروی ہے کہ قبیلۂ مراد کا ایک آدمی علیؓ کے پاس آیا جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، اُس نے کہا کہ دربان مقرر کیجیے کیونکہ مراد کے لوگ آپ کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو اُس کی اُن چیزوں سے حفاظت کرتے ہیں جو مقدر نہیں ہیں، جب شے مقدر آتی ہے تو وہ اُس شخص اور اُس شے کے درمیان راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور موت ایک محفوظ ڈھال ہے۔

عبیدہ سے مروی ہے کہ علیؓ نے کہا کہ تمہارے بدبخت ترین شخص کو آنے سے کوئی نہیں روکے گا، وہ مجھے قتل کرے گا۔ اے اللہ میں لوگوں سے بیزار ہو گیا ہوں اور لوگ مجھ سے بیزار ہو گئے ہیں، اس لیے مجھے ان سے راحت دے اور اُنہیں مجھ سے راحت دے۔

عبداللہ بن سبع سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو کہتے سنا کہ آپ نے سر سے ڈاڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ضرور ضرور یہ ڈاڑھی اس سر کے خون سے رنگی جائے گی، پھر بدبخت ترین کا کیوں انتظار کیا جاتا ہے۔

لوگوں نے کہا یا امیر المومنین ہمیں اس کی خبر دیجیے تو ہم اُس کے خاندان کو ہلاک کر دیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت واللہ تم میری وجہ سے قاتل کے علاوہ اور کو قتل کر دو گے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ پھر ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیجیے تو انہوں نے کہا نہیں میں تمہیں اس چیز کی طرف چھوڑ دوں گا جس چیز کی طرف تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ہے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ پھر آپ اپنے رب سے کیا کہیں گے جب اُس کے پاس حاضر ہوں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں کہوں گا، اے اللہ میں نے تجھی کو اُن لوگوں میں چھوڑ دیا، اگر تو چاہے تو انہیں درست کر دے اور چاہے تو اُنہیں تباہ کر دے۔

(طبقات ابن سعد۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام حصہ ۳ ص ۲۱۶)

قاتل حضرت علیؑ کے متعلق ابن الحنفیہ کی روایت

ابن الحنفیہ سے مروی ہے کہ حمام میں ہمارے پاس ابن ملجم آیا میں اور حسنؑ و حسینؑ حمام میں بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ داخل ہوا تو گویا وہ دونوں (حسنؑ و حسینؑ) اُس سے کھٹک گئے اور پوچھا کہ تجھے کس نے اجازت دی کہ ہمارے پاس آئے، میں نے اُن دونوں سے کہا کہ تم اپنی جانب سے اسے چھوڑ دو، کیونکہ میری جان کی قسم، وہ تمہارے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ اس سے زیدہ تکلیف دہ ہے جو اس نے کیا۔

جب وہ دن ہوا کہ اُسے گرفتار کر کے لایا گیا تو ابن الحنفیہ نے کہا کہ آج میں اس کو اُس دن سے زیادہ پہچاننے والا نہیں ہوا۔ جس دن یہ ہمارے پاس حمام میں داخل ہوا تھا (بعض میں نے اُسی روز اسے پہچان لیا تھا کہ یہ حضرت علیؑ کو شہید کرے گا) علیؑ نے فرمایا کہ یہ اسیر ہے، اس لیے اس کی ضیافت اچھی طرح کرو اور اسے اچھا ٹھکانا دو اگر میں بچ گیا تو قتل کروں گا یا معاف کروں گا۔ اگر میں مرگیا تو اُسے میرے قصاص میں قتل کردو اور حد سے آگے نہ بڑھو کیونکہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

(طبقات ابن سعد خلفائے راشدین حصہ سوم ص ۲۱۷)

تین خارجیوں میں عہد و پیمان

مولائے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ علیؑ نے میرے بڑے بیٹے کو اپنی وصیت میں لکھا کہ اُس ابن ملجم کے پیٹ اور شرمگاہ میں نیزہ نہ مارنا۔

لوگوں نے بیان کیا کہ خوارج میں سے تین آدمی نامزد کیے گئے، عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی جو قبیلہ حمیر میں سے تھا، اُس کا شمار قبیلہ مراد میں تھا جو کندہ کے بنی جبلہ کا حلیف تھا البرک بن عبداللہ التیمی اور عمرو بن بکیر التیمی۔

یہ تینوں مکے میں جمع ہوئے انہوں نے یہ عہد و پیمان کیا کہ ان تینوں آدمیوں کو ضرور ضرور قتل کردیں گے علی بن ابی طالب، معاویہ ابن ابی صفیان، عمرو بن العاص اور بندگان خدا کو ان سے راحت دیں گے۔

عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا کہ میں علیؑ بن ابی طالب کے لیے تیار ہوں، البرک نے کہا کہ میں معاویہؓ کے لیے تیار ہوں اور عمرو بن بکیر نے کہا کہ میں تم کو عمرو بن العاص سے کفایت کروں گا۔

انہوں نے اس پر باہم عہد و پیمان کرلیا اور ایک نے دوسرے کو بھروسا دلا دیا کہ وہ اپنے نامزد ساتھی کے کار خیر (شہید کرنے) سے باز نہ رہے گا اور اُس کے پاس روانہ ہوجائے گا، یہاں تک کہ وہ اسے قتل کردے گا یا اُس کے لیے اپنی جان دے دے گا۔

انہوں نے باہم شب رمضان میعاد مقرر کرلی اور ہر شخص اُس شہر کی طرف روانہ ہوگیا جس میں اُس کا ساتھی (یعنی وہ شخص جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا) موجود تھا۔ (طبقات ابن سعد حصہ ۳ ص ۲۱۸)

قطام بنت شجنہ کا مہر

عبدالرحمٰن بن ملجم کوفے آیا وہ اپنے خارجی دوستوں سے ملا مگر اُن سے اپنے قصد کو پوشیدہ رکھا، وہ انہیں دیکھنے جاتا تھا اور وہ لوگ اُسے دیکھنے آتے تھے۔ اُس نے ایک روز تیم الرباب کی ایک جماعت دیکھی جس میں ایک عورت قطام بنت شجنہ بن

عدی بن عامر بن عوف بن ثعلبہ بن سعد ابن ذہل بن تیم الرباب تھی۔علیؓ نے جنگ نہروان میں اُس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔

وہ عورت ابن ملجم کو پسند آئی تو اس نے اُسے پیام نکاح دیا، اُس نے کہا کہ میں اس وقت تک تجھ سے نکاح نہ کروں گی جب تک تو مجھ سے وعدہ نہ کرلے۔عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا کہ تو مجھ سے جو کچھ مانگے گی۔ میں وہی تجھے دوں گا، اس عورت نے کہا کہ تین ہزار درھم اور علی بن ابی طالب کا قتل۔

ابن ملجم نے کہا کہ واللہ مجھے اس شہر میں سوائے قتل علیؓ بن ابی طالب کے اور کوئی چیز نہیں لائی اور جو تو نے مانگا میں تجھے دوں گا وہ شبیب بن بجیرۃ الاشجعی سے ملا اُسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور اپنے ساتھ رہنے کی دعوت دی۔اُس نے اس کی یہ بات مان لی۔

ابن ملجم اور اشعث بن قیس الکندی

عبدالرحمٰن بن ملجم اس شب کو جس کی صبح کو اُس نے علی کے قتل کا مصمم ارادہ کیا تھا رات بھر اشعث بن قیس الکندی سے اُس کی مسجد میں سرگوشی کرتا رہا جب اطلاع فجر کے قریب ہوا تھا اس سے اشعث نے کہا، صبح نے تجھے ظاہر کر دیا، بس کھڑا ہو۔عبدالرحمٰن بن ملجم اور شعیب بن بجیرہ کھڑے ہو گئے۔انہوں نے اپنی تلواریں لے لیں اور آئے اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے علیؓ نکلتے تھے۔

حضرت علیؓ کی خواب میں رسول اللہ سے ملاقات

حسنؓ بن علیؓ نے کہا کہ میں صبح سویرے اُن کے (علیؓ کے) پاس آیا اور بیٹھ گیا، فرمایا میں رات بھر اپنے گھر والوں کو جگاتا رہا پھر میری آنکھوں (کی نیند) نے مجھ پر قبضہ کرلیا، حالانکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خواب میں) میرے سامنے آئے،عرض کی یارسول اللہ مجھے آپ کی امت سے کس قدر تعب وفساد حاصل ہوا۔فرمایا اللہ سے اُن کے لیے بددعا کرو'' میں نے کہا اے اللہ مجھے اُن کے بدلے وہ دے جو اُن سے بہتر ہو اور اُن کو میرے بدلے وہ دے جو مجھ سے بدتر ہو۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت علیؓ پر حملہ

اتنے میں ابن النباح مؤذن آئے انہوں نے کہا کہ نماز (تیار ہے) میں نے ان کا (علیؓ کا) ہاتھ پکڑا تو وہ کھڑے ہو کر اس طرح چلنے لگے کہ ابن النباح اُن کے آگے تھے اور میں پیچھے، جب دروازے سے باہر ہو گئے تو انہوں نے ندا دی کہ اے لوگو! نماز، نماز، اسی طرح وہ ہر روز کیا کرتے تھے، جب نکلتے تو ہمراہ اُن کا درہ ہوتا اور لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔

دو آدمیوں نے اُنہیں روکا کسی ایسے شخص نے جو وہاں موجود تھا، کہا کہ میں نے تلوار کی چمک دیکھی اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا کہ اے علی حکم اللہ ہی کے لیے ہے نہ کہ تمہارے لیے میں نے دوسری تلوار دیکھی پھر دونوں نے مل کر مارا عبدالرحمٰن ابن ملجم کی تلوار پیشانی سے سر تک لگ کر اُن کے بھیجے تک پہنچ گئی لیکن شعیب کی تلوار وہ محراب میں پڑی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں بیان ہے کہ ہمیں ابو احمد عبدالوہاب بن علی امین وغیرہ نے اجازۃ خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں

ابوالفتح محمد بن عبدالباقی بن احمد بن سلیمان نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالفضل بن خیرون نے اور ابو طاہر یعنی احمد بن حسن باقلانی نے اجازۃً خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوعلی بن شاذان نے خبر دی وہ کہتے تھے یہ روایت ابومحمد یعنی حسن بن محمد بن یحیٰی بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے سامنے پڑھی گئی وہ کہتے تھے کہ مجھ سے میرے دادا ابوالحسین یعنی یحیٰی بن حسن نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے سعید بن نوح نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابونعیم یعنی فضل بن دکین نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عبدالجبار بن عباس نے عثمان بن مغیرہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے جب رمضان کا مہینہ آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شب کو حسن کے یہاں ایک شب حسین کے یہاں ایک شب عبداللہ بن جعفر کے یہاں کھانا کھانے لگے مگر تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ (میں چاہتا ہوں کہ مجھے) موت اس حال میں آئے کہ میں بھوکا ہوں اب میری موت میں صرف ایک شب یا دو شب باقی ہیں۔

نیز وہ کہتے تھے مجھے میرے دادا نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے زید بن علی نے عبیداللہ بن موسیٰ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے حسن بن کثیر نے اپنے والد سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حضرت علی نماز فجر کے لیے نکلے تو بطین ان کے سامنے چیخنے لگیں ہم لوگ ان کو ہٹانے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو کیونکہ یہ رو رہی ہیں اور آپ باہر چلے گئے اور زخمی ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی وہ سال وہ مہینہ وہ شب جانتے تھے جس میں وہ شہید ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۸)

خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ابوعون ثقفی نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے حسین بن علی نے کہا کہ حضرت علی فرماتے تھے شب کو میرے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی امت سے میں نے بہت تکلیف اور زحمت اٹھائی۔ حضرت نے فرمایا تو تم ان کے لیے بددعا کرو پس میں نے دعا کی کہ یا اللہ! مجھے ان کے عوض میں ایسے لوگ دے جو ان سے بہتر ہوں اور ان کو میرے عوض میں ایسا شخص دے جو مجھ سے بدتر ہو پھر حضرت علی باہر نکلے تو ان کو ایک شخص نے مارا۔

اس روایت میں حسین بن علی کا نام ہے حالانکہ صحیح حسن ہے ہمیں عبدالوہاب بن ہبۃ اللہ بن عبدالوہاب بن اجازۃً خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوبکر انصاری نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابومحمد جوہری نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوعمر بن حیویہ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں احمد بن معروف نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں حسین بن فہم نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن سعد نے خبر دی وہ کہتے تھے خوارج میں سے تین شخص باہم متفق ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی جو قبیلہ حمیر کا اور بنی مراد میں ان کا شمار ہے بنی جبلہ کے حلیف تھے جو کندہ کی ایک شاخ ہے اور برک بن عبداللہ تمیمی اور عمر بن بکیر تمیمی یہ تینوں آدمی مکہ میں جمع ہوئے اور باہم عہد و پیمان کیا کہ ان تین شخصوں کو ضرور قتل کرنا چاہیے۔ (۱) علی بن ابی طالب (۲) معاویہ اور (۳) عمرو بن عاص کو اور بندگان خدا کو ان تینوں سے نجات دینا چاہیے۔

ابن ملجم نے کہا میں علی کو قتل کر دوں گا۔

برک نے کہا: میں معاویہ کا کام تمام کر دوں گا۔

عمرو بن بکیر نے کہا: میں عمرو بن عاص کے لیے کافی ہوں۔
اور خوب مضبوطی کے ساتھ معاہدہ کیا کہ کوئی شخص اپنے نام بردہ کے قتل سے باز نہ رہے یا قتل کرے یا خود مارا جائے۔
سترہویں رمضان کی شب کو ان لوگوں نے یہ معاہدہ کیا اور ہر شخص اپنے اپنے نام بردہ کے شہر کی طرف چلا۔
عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی دوستوں سے ملا مگر ان سے ظاہر نہیں کیا کہ میں اس (ملعون) ارادہ سے آیا ہوں۔ یہ برابر ان کی ملاقات کو جاتا تھا اور وہ اس کی ملاقات کو آتے تھے۔
ایک روز بنی تیم رباب کے کچھ لوگوں کی ملاقات کو گیا وہاں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا نام قطان بنت شجنہ بن عدی بن عمر بن عوف بن ثعلبہ بن سعد بن ذیل بن تیم رباب تھا۔ حضرت علی نے اس عورت کے باپ اور بھائی کو نہروان میں قتل کیا تھا یہ عورت ابن ملجم کو پسند آئی اور ابن ملجم نے اس سے نکاح کی درخواست کی وہ کہنے لگی میں تیرے ساتھ نکاح نہ کروں گی تاوقتیکہ تو میرا مہر نہ مقرر کرے۔"
ابن ملجم نے کہا: تو جو مانگے گی میں دوں گا
اس عورت نے کہا: تین ہزار روپیہ اور علی بن ابی طالب کا قتل میں چاہتی ہوں
ابن ملجم نے کہا: میں تو یہاں علی بن ابی طالب کے قتل کے لیے آیا ہوں اچھا جو تو مانگتی ہے میں نے تجھے دیا پھر ابن ملجم شبیب بن بجیرہ اشجعی سے ملا اور اس کو اپنے ارادہ سے آگاہ کیا اور اس سے کہا کہ تو میرے ساتھ ہو جا۔ اس بدبخت نے اس کو منظور کر لیا۔
جس شب کی صبح کو حضرت علی مرتضیٰ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اس شب کو رات بھر ابن ملجم اشعث ابن قیس کندی سے سرگوشی کرتا رہا یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی اور شعث نے اس سے کہا کہ دیکھ صبح ہو گئی پس ابن ملجم اور شبیب بن بجرہ دونوں اٹھے اور اپنی تلواریں لیے ہوئے اس ڈیوڑھی کے مقابل آکر بیٹھ گئے جس سے حضرت علی نکلا کرتے تھے۔
حضرت حسن بن علی رحمہ عنہ فرماتے تھے کہ پس اس دن بہت تڑکے اپنے والد ماجد (رضی اللہ عنہ) کے حضور میں گیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔ مجھ سے فرمایا کہ آج رات بھر میں اپنے گھر والوں کو جگاتا رہا کچھ دیر بے اختیار بیٹھے بیٹھے ہی نیند آ گئی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ تشریف رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کی امت سے یہ یہ تکلیفیں اٹھائیں۔
حضرت نے مجھ سے فرمایا: تم ان کے لیے بددعا کرو۔
میں نے عرض کیا کہ یا اللہ! مجھے ان کے عوض میں ایسے لوگ دے جو ان سے بہتر ہوں اور ان کو میرے عوض میں ایسا شخص دے جو ان کے حق میں مجھ سے بدتر ہو۔ اسی حالت میں ابن تیاح مؤذن آ گئے اور انہوں نے کہا نماز تیار ہے پس ابن تیاح (حضرت والد ماجد کے) آگے آگے چلتے تھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا جب وہ دروازہ سے نکلے تو الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارنے لگے اسی طرح ہر روز کیا کرتے تھے اور اپنے ساتھ اپنا درہ لے کر نکلتے تھے۔ لوگوں کو جگاتے تھے پس اثنائے راہ میں دو شخص ملے اور تلوار کی چمک معلوم ہوئی اور کسی کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے علی! تیرا (خوارج کا یہ مذہب ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کو حاکم بنانا جائز نہیں)
حکم نہیں ہے بلکہ حکم اللہ ہی کا ہے۔

اس کے بعد میں نے دوسری تلوار دیکھی ان دونوں نے ایک ساتھ تلواریں ماریں مگر ابن ملجم کی تلوار ان کی پیشانی پر لگی جو ابروے مبارک تک اتر آئی اور دماغ تک پہنچ گئی اور الشعث کی تلوار مسجد کی محراب پر پڑی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ خبردار یہ شخص جانے نہ پائے اور لوگ ہر طرف سے ان دونوں پر دوڑ پڑے مگر الشعث بھاگ گیا اور ابن ملجم کو پکڑ کر حضرت علی کے پاس لایا گیا حضرت علی نے فرمایا کہ اس کو عمدہ کھانا دو اور نرم فرش پر سلاؤ اگر میں زندہ رہا تو مجھے اپنے خون کی بابت اختیار ہے چاہوں گا معاف کروں گا چاہوں گا قصاص لوں گا اور اگر میں مر گیا تو اس کو بھی مجھ سے ملا دینا میں رب العلمین کے یہاں اس سے جھگڑ لوں گا۔

ام کلثوم بنت علی کہنے لگیں کہ اے دشمن خدا! تو نے تو امیر المؤمنین کو قتل کر دیا وہ (بد بخت) بولا نہیں میں نے تو تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔

ام کلثوم نے کہا: خدا کی قسم! میں امید رکھتی ہوں کہ امیر المؤمنین کو (اس زخم سے) کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

اس (کم بخت) نے کہا: پھر تم کیوں روتی ہو؟

پھر اس نے کہا: خدا کی قسم! میں نے اس تلوار کو ایک مہینہ تک زہر میں بسایا ہے اگر اب بھی مجھ کو دھوکہ دے گی جو اللہ اس کو غارت کرے اور اشعث بن قیس نے اپنے بیٹے قیس بن اشعث کو جب حضرت علی زخمی ہوئے بھیجا کہ اے بیٹے! دیکھ آؤ۔ امیر المؤمنین کی کیا حالت ہے؟

چنانچہ قیس دیکھنے گئے اور لوٹ کر کہا کہ میں نے دیکھا ان دونوں آنکھیں سر میں گھس گئی ہیں۔

اشعث نے کہا: خدا کی قسم! دماغ میں صدمہ پہنچ گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن اور ہفتہ کے دن زندہ رہے اور شب یکشنبہ انیسویں رمضان 80ھ تک زندہ رہے اس کے بعد وفات پائی اللہ کی رضامندی ان پر نازل ہو۔

غسل و کفن

ان کو حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور تین کپڑے کفن میں دیئے گئے جن میں قمیض نہ تھی۔
(اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۲۰_۶۱۹)

حضرت علیؓ کی نماز جنازہ

شعبی سے (متعدد سلسلوں سے مروی ہے کہ حسنؓ بن علیؓ نے علیؓ بن ابی طالب پر نماز پڑھی، انہوں نے ان پر چار تکبیریں کہیں، علیؓ کوفے میں مسجد جامع کے نزدیک اس میدان میں جو ابواب کندہ کے متصل ہے لوگوں کے نماز فجر سے واپس ہونے سے پہلے دفن کر دیئے گئے حسنؓ بن علیؓ اُن کے دفن سے واپس ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی، لوگوں نے اُن سے بیعت کر لی، علیؓ کی خلافت چار سال اور نو مہینے رہی۔

حضرت علیؓ کی عمر

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ جس روز علیؓ کی وفات ہوئی وہ تریسٹھ برس کے تھے۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل سے مروی ہے کہ مہینے کے سال میں جب ۸۱ء شروع ہو گیا تو میں نے محمد بن الحنفیہ کو کہتے سنا کہ میں اپنے والد کی عمر سے بڑھ گیا میں نے کہا کہ ان کا

سن جس روز وہ شہید کیے گئے (برحمتہ اللہ) کتنا تھا، انہوں نے کہا کہ تریسٹھ برس، محمد بن عمر الواقدی) نے کہا کہ یہی ہمارے نزدیک ثابت ہے۔

خلق الاعمیٰ (نابینا) نے اپنی دادی سے روایت کی کہ میں اور ام کلثومؓ بنت علیؓ علی رضی اللہ عنہ پر رو رہی تھیں۔

حضرت امام حسنؓ کا خطبہ

ہبیرہ بن بریم سے مروی ہے کہ میں نے حسنؓ بن علیؓ کو دیکھا کہ انہوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا اور کہا کہ اے لوگو کل ایک ایسا شخص تم سے جدا ہو گیا کہ نہ اولین اس سے آگے بڑھے نہ آخرین اسے پائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے میدان جنگ میں بھیجتے تھے اور اسے جھنڈا دیتے تھے، وہ اس وقت تک واپس نہیں کیا جاتا تھا تاوقتیکہ اللہ اسے فتح نہیں دیتا تھا۔ جبرئیلؑ اس کے داہنی طرف رہتے تھے اور میکائیل اس کی بائیں طرف اس نے نہ چاندی چھوڑی نہ سونا، سوائے سات سو درہم کے جو اس کی عطا سے بچ گئے، جن سے اس کا ارادہ خادم خریدنے کا تھا۔

عبیرہ بن بریم سے مروی ہے کہ جب علیؓ بن ابی طالب کی وفات ہوئی تو حسنؓ بن علیؓ کھڑے ہوئے منبر پر چڑھے اور کہا کہ اے لوگو! رات وہ شخص اٹھا لیا گیا جس سے نہ اولین آگے بڑھے اور نہ آخرین اسے پائیں گے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں بھیجتے تھے اس کی داہنی طرف سے جبریل اسے پناہ میں لیتے تھے اور بائیں طرف سے میکائیل وہ اس وقت تک نہیں پلٹتا تھا جب تک اللہ اسے فتح نہ دے دیتا، اس نے سوائے سات سو درہم کے کچھ نہ چھوڑا، جس سے اس کا ارادہ خادم خریدنے کا تھا وہ اس شب کو اٹھا لیا گیا جس میں عیسیٰؑ بن مریمؑ کی روح کو معراج ہوئی یعنی رمضان کی سترہویں شب۔

عبدالرحمن بن ملجم کا انجام

لوگوں نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم قید خانے میں رہا، جب علیؓ انتقال فرما گئے (رضوان اللہ علیہ و برکاتہٗ) اور دفن کر دیئے گئے تو حسنؓ بن علیؓ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو بلا بھیجا، اُسے قید خانے سے نکالا کہ قتل کریں، لوگ جمع ہو گئے اور اُس کے پاس مٹی کا تیل، بوریے اور آگ لائے، اُن لوگوں نے کہا ہم اسے جلائیں گے تو عبداللہؓ بن جعفرؓ، حسینؓ بن علیؓ اور محمدؓ بن الحنفیہ نے کہا کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم اس سے اپنا دل ٹھنڈا کر لیں۔

عبداللہ بن جعفر نے اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے مگر اُس نے فریاد نہ کی اور نہ کچھ کلام کیا۔ اُس کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیری مگر اُس نے فریاد نہ کی اور کہنے لگا کہ تم اپنے چچا کی آنکھوں میں ایسی تیز اور تکلیف دہ سلائی سے سرمہ لگاتے ہو پھر اس نے سورۃ ''اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق'' آخر تک پڑھی، اُس کی دونوں آنکھیں بہہ رہی تھیں۔

عبداللہ نے حکم دیا تو اُس کی زبان کھینچی گئی تاکہ اُسے کاٹیں، اُس نے فریاد کی کہا گیا کہ ہم نے تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے اور تیری آنکھیں نکالیں، اے اللہ کے دشمن مگر تو نے فریاد نہ کی، جب ہم تیری زبان کی طرف گئے تو تو نے فریاد کی۔ اُس نے کہا میری یہ فریاد صرف اس لیے ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں اس حالت میں ہچکیاں لوں کہ اللہ کا ذکر نہ کر سکوں۔

اُنہوں نے اس کی زبان کاٹ ڈالی اور ایک کھجور کے پٹارے میں بند کر کے آگ میں جلا دیا، اُس زمانے میں عباسؓ بن علیؓ اتنے چھوٹے تھے کہ اُن کے بلوغ کا زمانہ بھی نہ آیا تھا۔

ابن ملجم کا حلیہ

عبدالرحمٰن بن ملجم گندم گوں خوش رو تھا، دانتوں میں کھڑکیاں تھیں، اُس کے بال کان کی لوؤں تک تھے، پیشانی میں سجدوں کا نشان تھا۔

حضرت عایشہؓ کا اظہار افسوس

لوگوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر سفیان ابن امیہ ابن ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس حجاز لے گئے۔ عائشہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا ۔

فالقت عما ھا واستقرت بھا النوی   کاقرّعینا بالایاب المسافر

اُس نے عصائے سفر رکھ دیا، جدائی کے دن ختم ہو گئے وہی مسرت حاصل ہوئی جیسے مسافر کی آنکھ اپنے گھر واپس آنے پر ٹھنڈی ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اولاد۔

اولاد میں بیٹے حسنؓ اور حسینؓ تھے، بیٹیاں زینبؓ کبریٰ، اُم کلثومؓ کبریٰ تھیں ان سب کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔

ایک بیٹے محمد اکبرؓ بن علیؓ تھے جو ابن الحنفیہ تھے، ان کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن الدول بن حنفیہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائیل تھیں۔

ایک بیٹے عبداللہ بن علیؓ تھے جن کو مختار بن ابی عبید نے المذار میں شہید کر دیا۔ ایک بیٹے ابوبکرؓ بن علیؓ تھے جو حسینؓ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ان دونوں کی کوئی اولاد نہ تھی ان دونوں کی والدہ لیلی بنت مسعود بن خالد بن ثابت بن ربعی بن سلمی بن جندل ابن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ ابن تمیم تھیں۔

چار بیٹے عباسؓ اکبر بن علیؓ، عثمانؓ، جعفرؓ اکبر اور عبداللہ تھے، جو حسینؓ بن علیؓ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے، ان کا بھی کوئی پس ماندہ نہ رہا۔ ان چاروں کی والدہ ام البنین بنت حزام بن خالد بن جعفر ابن ربیعہ بن الوحید بن عامر بن کعب بن کلاب تھیں۔

ایک بیٹے محمد اصغرؓ بن علیؓ تھے جو حسینؓ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ان کی والدہ ام ولد تھیں۔

دو بیٹے یحییٰ وعون فرزندان علیؓ تھے اور ان دونوں کی والدہ اسما بنت عمیس الخثعمیہ تھیں۔

عمرؓ اکبر بن علیؓ، رقیہؓ بنت علیؓ، ان دونوں کی والدہ صہبا تھیں جو ام حبیب بنت ربیعہ بن بجیر بن العبد بن علقمہ بن الحارث بن عتبہ ابن سعد بن زہیر بن جشم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب ابن وایل تھیں، وہ قیدی تھیں خالد بن الولید کو اس وقت میں جب انہوں نے عین التمر کے نواح میں بنی تغلب پر حملہ کیا تھا۔

ایک بیٹے محمد اوسط بن علیؓ تھے، ان کی والدہ امامہ بنت ابی العاص ابن الربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف تھیں، امامہ کی والدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں اور زینب کی والدہ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد ین عبدالعزی بن قصی تھیں۔

دو بیٹیاں ام الحسنؓ بنت علیؓ اور روائلہ کبریٰ تھیں اور ان دونوں کی والدہ ام سعید بنت عروہ۔

دوسری بیٹیاں ام ہانی بنت علیؓ، میمونہ، زینب، صغری، رملہ، صغریٰ، ام کلثوم، صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ اور نفیسہ تھیں، وہ سب متفرق امہات اولاد سے تھیں۔

علیؓ کی ایک بیٹی کا نام نہیں بتایا گیا، وہ ایسی لڑکی تھیں جو ظاہر نہیں ہوئیں، ان کی والدہ محیاہ بنت امری القیس بن عدی بن عدی بن ادی ابن جابر بن کعب بن علیم تھیں جو قبیلۂ کلب سے تھیں۔ بچپن میں وہ مسجد جایا کرتی تھیں تو اُن سے پوچھا جاتا تھا کہ تمہارے ماموں کون ہیں؟ وہ کہتی تھیں "وہ وہ" اس سے ان کی مراد کلب دسق تھی (جو ایک قبیلے کا نام ہے)۔

علیؓ بن ابی طالب کی تمام صلبی اولاد میں چودہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں اُن کے پانچ بیٹوں سے نسل چلی حسنؓ و حسینؓ (فرزندان فاطمہؓ) محمد بن الحنفیہ، عباس بن الکلابیہ اور عمر ابن التغلبیہ سے محمد بن سعد (مؤلف کتاب ہذا) نے کہا کہ ان کے علاوہ ہمیں علی رضی اللہ عنہ کے اور بیٹے صحت کے ساتھ نہیں معلوم ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت علیؓ بن ابی طالب کا حلیہ

شعبی سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو دیکھا وہ چوڑی ڈاڑھی والے تھے جو اُن کے دونوں شانوں تک پھیلی ہوئی تھی، سر میں چندیہ پر بال نہ تھے، اُن کے سر پر چھوٹے چھوٹے بال تھے۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو دیکھا مجھ سے میرے والد نے کہا کہ اے عمرو کھڑے ہو اور امیر المومنین کو دیکھو میں کھڑا ہو کر اُن کی طرف گیا تو انہیں ڈاڑھی میں خضاب کرتے نہیں دیکھا وہ بڑی ڈاڑھی والے تھے۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ میں نے علی کو دیکھا جو سفید ڈاڑھی اور سفید سر والے تھے۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو دیکھا، ان کی چندیہ پر بال نہ تھے، وہ سفید داڑھی والے تھے، مجھے میرے والد نے اُٹھایا تھا۔

عامر سے مروی ہے کہ علیؓ ہم لوگوں کو رستے سے ہنکا دیتے، ہم لوگ بچے تھے، وہ سفید سر اور سفید داڑھی والے تھے۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو علیؓ کے ساتھ جمعے کی نماز پڑھی میں نے دیکھا کہ وہ سفید داڑھی والے تھے، سر کے دونوں کنارے بالوں سے کھلے ہوئے تھے۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو سفید سر اور سفید داڑھی والا دیکھا۔

عامر سے مروی ہے کہ میں نے کبھی کوئی آدمی علیؓ سے زیادہ چوڑی داڑھی والا نہیں دیکھا جو اُن کے دونوں شانوں کے درمیان بھری ہوئی تھی اور سفید تھی۔

سوادہ بن حنظلہ القشیری سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ علیؓ کی داڑھی زرد تھی۔

محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ علیؓ نے مہندی کا خضاب لگایا پھر اُسے ترک کر دیا۔

ابو رجا نے کہا کہ میں نے علیؓ کو دیکھا اُن کی چندیہ پر بال نہ تھے۔ حالانکہ سر میں بہت بال تھے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے بکری کی کھال پہن لی ہے۔

قدامہ بن عتاب سے مروی ہے کہ علیؓ کا شکم بڑا تھا، شانے کی ہڈی کا سرا بھی بڑا اور موٹا تھا، ہاتھ کی مچھلی بھی موٹی تھی اور

کلائی پتلی، پنڈلی کی مچھلی موٹی تھی اور اس کی ہڈی ٹخنے کے پاس سے پتلی تھی، میں نے انہیں ایام سرما میں اس حالت میں خطبہ پڑھتے دیکھا کہ وہ ایک سن کا کرتہ پہنے اور دو بیرونی چادریں اوڑھے اور باندھے تھے، اس کتان (السی کے درخت) کا عمامہ باندھے تھے جو تمہارے دیہات میں بنا جاتا ہے۔

اندام بن سعد الثقفی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کو علیؓ کے اوصاف بیان کرتے سنا کہ وہ ایسے آدمی تھے جو متوسط قامت سے زاید تھے، چوڑے شانے والے لمبی ڈاڑھی والے تھے اگر تم چاہو تو جب اُن کی طرف دیکھو تو کہو کہ وہ گورے ہیں اور جب تم انہیں قریب سے اچھی طرح دیکھو تو کہو کہ وہ گندم گوں ہیں جو گورے ہونے سے زیادہ قریب ہیں۔

اسحاق بن عبداللہ بن ابی فردہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے کہا کہ علی کا حلیہ کیا تھا انہوں نے کہا کہ وہ گندم گوں شخص تھے جن کی گندم گونی شدت سے تھی بھاری اور بڑی آنکھوں والے بڑے پیٹ والے تھے، چندیہ پر یال نہ تھے، قریب قریب پست قد تھے۔

ابو سعید تاجر پارچہ، دبیر سے مروی ہے کہ علیؓ مختلف زمانوں میں بازار میں آتے تھے تو انہیں سلام کیا جاتا تھا جب لوگوں نے انہیں دیکھا تو کہا کہ (ربوذ اشکنب اند) ان الفاظ کے معنی بیان کیے گئے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ بڑے پیٹ والے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اس کے اوپر کے حصے میں علم ہے اور نیچے کے حصے میں کھانا۔

عامر سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کا سر اور ڈاڑھی ایسی سفید تھی گویا روئی کا گالا ابو الحجاج کے پانے والے ایک شخص سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کی آنکھوں میں سرمے کا اثر دیکھا۔

ابو الرضی القیسی سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو بہت مرتبہ اس حالت میں دیکھا کہ وہ ہمیں خطبہ سناتے تھے اور ایک عمامہ تہ بند و چادر اوڑھے لپیٹے تھے، چادر کو سب طرف سے لپیٹے ہوئے نہ تھے، اُن کے سینے اور پیٹ کے بال نظر آتے تھے۔

(خلفائے راشدین اور صحابہ کرام طبقات ابن سعد حصہ سوم ۲۰۹۔۔۔۲۲)

☆......☆......☆

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لباس

حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت سادہ لباس پہنا کرتے تھے۔

مسعر بن ابی بحر نے اپنے کسی استاد سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر پر ایک موٹی تہ بند دیکھی جس کی نسبت وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے پانچ درہم میں خریدی ہے جو کوئی مجھے ایک درہم نفع دے گا میں اس کے ہاتھ اسے بیچ ڈالوں گا۔

وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ درہم تھیلی میں دیکھے جن کی بابت انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہمارے فرض سے بچ رہے ہیں جو صاحب ضرورت ہو وہ ان کو لے لے۔ (اسد الغابہ اردو ترجمہ ج ۲ حصہ ۷، ۲۰۵)

آستینوں کی لمبائی

خالد ابی امیہ سے مروی ہے کہ میں نے اس حالت میں علیؓ کو دیکھا ہے کہ اُن کی تہ بند گھٹنوں سے ملی ہوئی تھی۔ عبداللہ بن ابی الہذیل سے مروی ہے کہ میں نے علی کو ری کا کرتہ پہنے دیکھا، جب وہ اُس کی آستین کھینچتے تھے تو ناخن تک پہنچ جاتی تھی، جب ڈھیلا کر دیتے تھے تو وہ (ابروایت یعلی) اُن کی نصف کلائی تک پہنچ جاتی تھی اور (بروایت عبداللہ بن نمیر) نصف ہاتھ تک پہنچ جاتی تھی۔ (طبقات ابن سعد)

موٹا لباس اور بے دھلا کرتا

عطا ابی محمد سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو انہیں موٹے کپڑوں کا بے دھلا کرتہ پہنے دیکھا۔ ابوالعلا مولائے اسلمین سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو ناف سے اوپر تہ بند باندھتے دیکھا۔

عمرو بن قیس سے مروی ہے کہ علیؓ کو پیوند لگی ہوئی تہ بند باندھے دیکھا گیا تو اُن سے کہا گیا اُنہوں نے کہا کہ وہ دل کو خاکسار بناتی ہے اور مومن اس کی پیروی کرتا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

(فائدہ) درج بالا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے موٹے کپڑے بھی پہنے اور کبھی کبھی بے دھلے کپڑے بھی پہن لینے میں ہرج نہیں سمجھتے تھے۔ تہبند ہمیشہ ناف سے اوپر باندھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریقہ مقدس ہے۔ نیز پیوند لگے لباس پہننا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے بلکہ اس کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دل میں خاکساری پیدا ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازاروں میں گشت:

حر بن جرموز نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے علیؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ محل سے نکل رہے تھے۔ اُن کے جسم پر دو قطری کپڑے تھے، ایک تہ بند جو نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک تھی اور ایک چادر پنڈلی سے اونچی اُسی تہ بند کے قریب تھی، اُن کے ہمراہ درّہ (چرمی ہنٹر) تھا، جسے وہ بازاروں میں لے جاتے تھے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرنے اور بیع میں خوبی کا حکم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ کیل (پیمانہ) اور ترازو کو پورا کرو، گوشت میں نہ پھونکو۔

علی بن ربیعہ سے مروی ہے کہ علیؓ کے جسم پر دو قطری چادریں دیکھیں۔

کرتا

حمید بن عبداللہ الاصم سے مروی ہے کہ میں نے فروخ مولائے بنی الاشتر سے سنا کہ میں نے علیؓ کو بنی دیوار میں اس حالت میں دیکھا کہ میں بچہ تھا، اُنہوں نے مجھ سے کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں آپ امیر المومنین ہیں ایک اور شخص آیا تو کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو، اُس نے کہا نہیں، پھر اُس سے اُنہوں نے ایک زائل کرتا خرید کر پہنا، کرتے کی آستین کھینچی تو وہ اتفاق سے پھٹ کر اُن کی انگلیوں کے ساتھ رہ گئی۔ اُنہوں نے اس سے کہا کہ میں سی دوں جب اس نے سی دی تو کہا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے علی بن ابی طالب کو کپڑا پہنایا۔ (طبقات ابن سعد)

تہ بند

ایوب بن دینار ابو سلیمان المکتب سے مروی ہے کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ علیؓ بن ابی طالب کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ بازار میں جا رہے تھے جسم پر ایک تہ بند تھی جو نصف ساق تک تھی۔ چادر پشت پر تھی، میں نے اُن کے جسم پر دو نجرانی چادریں دیکھیں۔

ام کثیرہ سے مروی ہے کہ علیؓ کی اس حالت میں دیکھ کر اُن کے ہمراہ درّہ تھا، جسم پر ایک سنبلانی چادر تھی، موٹے کپڑے کا کرتا اور موٹے کپڑے کی تہ بند تھی نصف ساق تک تہ بند تھی اور کرتا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ علیؓ بن ابی طالب اپنے ہاتھ میں درّہ لے کر بازار میں گشت کر رہے تھے، اُن کے لیے ایک سنبلانی کرتا لایا گیا، جسے انہوں نے پہن لیا، اُن کی آستینیں اُن کے ہاتھوں سے باہر تک لٹکیں حکم دیا تو وہ کاٹ دی گئیں یہاں تک کہ ہاتھوں کے برابر ہو گئیں، پھر انہوں نے اپنا درّہ لیا اور گشت کرنے کے لیے چلے گئے۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ علیؓ نے چار درہم میں ایک سنبلائی کرتا خریدا، درزی آیا کرتے کی آستین کھینچی اور اتنے حصے کے کاٹنے کا حکم دیا جو اُن کی انگلیوں سے آگے تھا۔

ہرمز سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو ایک سیاہ پٹی سر میں باندھے ہوئے دیکھا، معلوم نہیں اُس کا کونسا سرا زیادہ لمبا تھا، وہ جو اُن کے سامنے تھا یا وہ جو پیچھے، سیاہ پٹی سے اُن کی مراد عمامہ تھی۔

جعفر کے مولا سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ اُن کے سر پر سیاہ عمامہ تھا جس کو وہ اپنے آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔ ابی العنبس عمرو بن مروان نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے علیؓ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا جسے وہ اپنے پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔

ابی جعفر انصاری سے مروی ہے کہ جس روز عثمانؓ شہید ہو گئے میں نے علیؓ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا انہوں نے کہا کہ میں نے انہیں ظلۃ النسا میں بیٹھے دیکھا، اُس روز جس دن عثمانؓ شہید ہوئے میں نے انہیں کہتے سنا کہ سارے زمانے میں تم لوگوں کی تباہی ہو۔

عطا ابی محمد سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو دیکھا وہ باب صغیر سے نکلے جب آفتاب بلند ہو گیا تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں اُن کے جسم پر سکری کی طرح موٹے کپڑے کا کرتہ تھا جو ٹخنوں کے اوپر تھا، اُس کی آستینیں انگلیوں تک تھیں اور انگلیوں کی جڑ کھلی ہوئی نہ تھی۔ (خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ طبقات ابن سعد حصہ سوم ۲۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلام کا لباس

ولید بن قاسم کا بیان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم سے مطیر بن ثعلبہ تمیمی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ابو النوار پارچہ فروش نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور ان کے ہمراہ ان کا غلام بھی تھا۔ انہوں نے دو کرتے کپڑے کے خریدے پھر اپنے غلام سے فرمایا کمان میں سے جو چاہے تو لے لے چنانچہ ایک اس نے لے لیا اور دوسرا علی نے پہن لیا پھر حضرت نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا کہ جس قدر آستین میرے ہاتھ سے بڑی ہے اس کو کاٹ دو۔ چنانچہ غلام نے کاٹ دیا بس انہوں نے اس کرتہ کو پہن لیا اور چلے گئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ۶۰۵)

(فائدہ) یہ ہے آقا وغلام میں مساوات کا برتاؤ اور آپ کی سادگی۔ ؎

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زھد

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی مال جمع نہیں کیا اور دلیل اس کی ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وہ بیان ہے جو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف چھ سو درہم چھوڑ گئے تھے جس سے انہوں نے ایک غلام خرید لیا تھا۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۵)

حضرت علیؓ نے کبھی عمارت نہیں بنائی

روایت ہے کہ مجھے ابو محمد بن ابو القاسم (مشقی نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھے میرے والد نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں فقیہ ابو محمد یعنی ہبۃ اللہ بن سہل نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ہمارے دادا ابو المعالی یعنی عمر بن محمد بن حسین ے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ہمارے والد نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں زاہر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو بکر یعنی احمد بن حسین نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے حافظ ابو عبداللہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابو قتیبہ یعنی سالم بن فضل آدم نے مکہ میں بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے اپنے والد سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے ابو نعیم سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ کبھی اینٹ کے اوپر اینٹ رکھی اور نہ کبھی لکڑی کے اوپر لکڑی رکھی (یعنی کبھی کوئی عمارت نہیں بنائی) مدینے سے ان کے لیے غلہ گٹھڑیوں میں آتا تھا (اسد الغابہ اردو ترجمہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۰۵)

(فائدہ) اس سے آج کل کے حکمران عبرت حاصل کریں جو اپنے زبان سے تو بڑے بڑے بلند بانگ دعوے عوام کی خدمت کے کرتے ہیں مگر سب جھوٹ محض دلفریب نعروں کے ذریعے لوگوں کو خوش کرتے ہیں فرمایا اور عوام کے جذبات سے کھیل کر ان سے ووٹ حاصل کرتے ہیں اور جب حکومت کے اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں تو محض زباندانی کی کرشمہ زیاں تو رہ جاتی ہیں۔ خدمت کا جذبہ ان سے یوں غائب ہو جاتا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احوال ملاحظہ فرمائیے کہ مدینہ سے گٹھڑیوں میں مدینہ سے غلہ آتا تھا مگر یہاں سب کچھ چھین لیا جاتا ہے۔ غریبوں سے منہ کا نوالہ بھی چھین لیا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

کرامات حضرت علی رضی اللہ عنہ

کرامات اولیاء اللہ حق ہیں

انبیائے کرام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات حق ہیں ان کے متعلق چونکہ چنانچہ کی پھر پھیر کر کے انکار کرنے کی سعی کرنا لاحاصل ہے اور قسمت کی محرومی کے سوا کچھ نہیں بدبختی ہے کیونکہ انبیائے کرام معجزات کا انکار ہمیشہ سے کافروں کا وطیرہ رہا ہے اور اولیائے کرام کی کرامات سے بھی انکار منکرین اولیائے کرام کا طریقہ ہے حق تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اولیائے کرام کی کرامات سے انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اولیائے کرام کا ثبوت نص قطعی یعنی قرآن مجید کی واضح آیات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی اولیائے کرام کا ثبوت ملتا ہے پھر بھی اگر کسی بدبخت کو اولیائے کرام کی کرامات سے انکار کا مرض لاحق ہے، تو وہ اپنی بدبختی اور بدنصیبی کا ماتم کرے۔

اولیائے کرام کی کرامات کے متعلق تفصیلی بحث مطلوب ہو تو ہماری تصانیف (فیضان الفرید، فیضانِ حضرت اویس قرنی اور حیات الفرید) میں ملاحظہ کیجیے انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

کرامات اولیاء الله

کرامات اولیاء حق ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ (بہار شریعت جلد اول حصہ اول)

تمام خرق عادات اولیاء الله سے ممکن

مردہ زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا غرض تمام خرق عادات اولیاء سے ممکن ہیں سوائے اس معجزہ کے جس کی بابت دوسروں کے لیے ممانعت ثابت ہو چکی ہے جیسے قرآن مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا، دنیا میں بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار یا کلام حقیقی سے مشرف ہونا اس کا جو اپنے یا کسی ولی کے لیے دعویٰ کرے کافر ہے (بہار شریعت جلد اول حصہ اول ص ۵ فیضان الفرید ص ۱۱۴)

دیوبند مکتبہ فکر کے نزدیک کرامت کی حقیقت

کرامت یہ ہے کہ کسی نبی کے متبع کامل سے خلاف عادت الٰہی کوئی بات ظاہر ہو اور اسباب طبیعت سے وہ اثر پیدا نہ ہوا ہو خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی ہوں بس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو یا اسباب طبیعت جلی یا خفی سے ہو تو وہ کرامت نہیں۔

(واقعات و کرامات اکابر علماء دیوبند ص ۱۹۔ فیضان الفرید ص ۱۱۶)

کرامت ولی کے لیے اللہ کی نعمت

اولیاء کے ہاتھوں کرامات کا ظہور اللہ کے حکم سے ہوتا ہے جس سے مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کے ہاتھوں خلاف عادت کا ظاہر کرا کر اس کی عزت بڑھانا چاہتا ہے اور یہ کرامات ولی کے لیے اللہ کی نعمت ہوتی ہے (ہیں)
(واقعات وکرامات اکابر علمائے دیو بند ص ۱۹ افیضان الفرید ص ۱۱۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامات

کرامات چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع کامل سے ظاہر ہوتی ہیں اس لیے کرامات کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کرامت کا ظہور بھی ایک حیثیت سے ولی کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ عجیب وغریب چہ میگوئیاں کرتے سنائی دیتے ہیں دیکھو جی! جیسی کرامات لوگ ولیوں کی بیان کرتے ہیں ایسی کرامات صحابہ کرام سے کیوں ظاہر نہیں ہوئیں حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی بکثرت کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چند کرامات ملاحظہ فرمایئے۔

کرتی دیوار گرنے سے رک گئی

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مقدمہ فیصلہ کے لیے آیا آپ اس کی سماعت کے لیے ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے ایک شخص نے عرض کیا کہ جناب والا یہ دیوار گرا ہی چاہتی ہے (آپ یہاں سے اٹھ جایئے)

آپ نے فرمایا: تم اپنا کام کرو میری حفاظت کرنے والا میرا خدا ہے
چنانچہ آپ نے مقدمہ سنا اور فیصلہ سنا کر جب آپ وہاں سے اٹھ گئے تو دیوار گر پڑی۔
(تاریخ الخلفاء تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ ص ۲۶۶)

اصحاب قبور سے گفتگو

سیدنا امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی کرامات میں سے ایک کرامت کا ذکر آیا بیہقی نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت کے ذریعے روایت کیا ہے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ طیبہ کے قبرستان میں جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے۔ آپ نے زور سے فرمایا: یا اہل القبور! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم تمہیں بتائیں؟

راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ آواز سنی: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین۔ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں کہ ہمارے بعد کیا ہوا؟

حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری بیویاں دوسری شادی کر چکی ہیں، تمہارے مال تقسیم ہو گئے ہیں تمہارے بچے یتیموں میں شمار ہونے لگ گئے ہیں۔ وہ عمارات جنہیں تم نے بڑا پختہ بنوایا تھا آج تمہارے دشمنوں کا مسکن بنی ہوئی ہیں۔ یہ ہیں خبریں جو ہمارے پاس ہیں۔ اب ذرا تم اپنی خبریں ہمیں بتاؤ۔

ایک مردے نے سرکارولایت کو جواب دیا حضور! کفن پھٹ گئے ہیں بال بکھر گئے ہیں چمڑے اکھڑ گئے ہیں آنکھوں کے پپوٹے پانی بن کر رخساروں پر بہہ گئے ہیں نتھنوں سے پیپ اور پیلا پانی رواں ہے جونیکیاں پہلے بھیجی تھیں وہ تو مل گئی ہیں اور جو مال پیچھے چھوڑا تھا وہ سراسر خسارہ بن گیا ہے بس یہاں رہن پڑے ہیں۔

جامع کرامات اولیاء اور الامام المحقق علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ عبدالرزاق نے حجر المدری کی زبانی لکھا ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمہیں حکم دے کہ مجھ پر لعنت بھیجو تم کیا کرو گے؟

میں نے عرض کیا کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں ایسا بھی ہوگا

پھر میں نے عرض کیا: ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

آپ نے فرمایا: تم لعنت بھیجو یعنی ایسے کام پر لعنت بھیجو اور مجھ سے جدا نہ ہونا۔

چند ہی سال اس بات کو گزرے تھے کہ محمد بن یوسف (برادر حجاج بن یوسف ثقفی) نے جو یمن کا حاکم تھا حکم دیا کہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) پر لعنت بھیجی جائے۔

میں نے لوگوں سے کہا کہ امیر یمن کہتا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کریں لہٰذا تم اس پر (حاکم یمن پر) لعنت بھیجو کہ خدا اس پر لعنت کرے، میری اس بات کو ایک شخص کے سوا کوئی اور نہ سمجھ سکا (کہ میں نے اصل میں حاکم یمن پر لعنت بھیجنے کو کہا ہے) (تاریخ الخلفاء ص ۲۶۶۔۲۶۷)

ایک نجومی کی تردید

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی شہر میں گئے اس میں ایک منجم تھا جو غیب سے واقف کا مدعی تھا اس کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: جمیری میرے یہاں ضیافت ہے اس کے بعد آپ نے اس کو ایک روٹی دی اور ایک روٹی آپ نے لی۔ آپ نے فرمایا آؤ ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی روٹی کو توڑ کر اس کھانے میں تر کردے۔ (یعنی ایک برتن میں توڑ کر ڈالیں)

اس کے بعد آپ نے اس سے کہا کہ اپنی روٹی کو میری روٹی سے الگ کرلے۔

اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں

آپ نے فرمایا: روٹی جسے تو نے اپنے ہاتھ سے توڑا تھا اس کے پہچاننے سے تو عاجز رہا پھر تو غیب کا کیسے دعویٰ کرتا ہے۔

اس نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ اپنی روٹی کو پہچانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں لیکن میں اپنے معبود خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے ممتاز کردے اس کے بعد آپ کی روٹی اوپر آگئی۔ اس شہر کے تقریباً تین ہزار آدمیوں نے اس روٹی میں سے کھایا۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۴۱۰)

تندرستی حاصل ہونی

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں لکھا ہے کہ جناب حیدر کرار اور ان کے دونوں شہزادوں (سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) نے آدھی رات کو کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا۔

(۱) يَا مَنْ يُّجِيبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلَمِ ۔ يَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰى مَعَ السَّقَمِ

(۲) وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَانْتَهُوْا ۔ يَا مَنْ اِلَيْهِ رَجَاءُ الْخَلْقِ فِي الْحَرَمِ

(۳) هَلْ لِّيْ بِجُوْدِكَ فَضْلُ الْعَفْوِ عَنْ زَلَلِيْ ۔ وَالطَّيْرِ لِلَاوْ كَازِ حِيْنَ تَصَوَّبُ

(۴) اِنْ كَانَ عَفْوُكَ لَايَرْجُوْهُ ذُوْ خَطَاءٍ ۔ فَمَنْ يَّجُوْدُ عَلَى الْعَاصِمَنَ بِالنِّعَمِ

ترجمہ: اے ذاتِ اقدس! جو تاریکیوں میں مضطرب و بے تاب کی دعا سنتی ہے اے ذات اقدس! جو چاروں کی تکلیف اور ضرر دور فرماتی ہے۔

تیری خدمت میں حاضری دینے والے کعبہ کے اردگرد سو گئے ہیں لیکن اے زندہ و کائنات کے بارے کوئی کبھی نہیں سویا کرتا۔

کیا تو محض اپنی سخاوت سے میری لغزشوں پر اپنی معافی کا وسیع دامن پھیلا دے گا، حرم میں تیری ہی ذات کی امید میں لے کر تو مخلوق اکٹھی ہے۔

اگر خطا کار تیری معافی کے امیدوار نہ ہوں تو پھر گنہگاروں پر تیرے سوا اور کون نعمتوں کی بارش برسائے گا۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کسی کو حکم دیا ان اشعار والے کو تلاش کرو۔ وہ اس کے پاس پہنچا اور کہا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دو۔ وہ اپنا پہلو گھسیٹتا جناب امیر کے سامنے آ کھڑا ہوا آپ نے پوچھا: میں نے تیری التجائیں تو سنی ہیں اب ذرا اپنا واقعہ بھی سنا دے۔

وہ عرض کرنے لگا: میں لہو ولعب اور گناہ میں مبتلا ایک آدمی تھا۔ میرے والد مجھے نصیحت فرماتے کہا کرتے کہ اللہ کی کچھ سختیاں ہیں اور کچھ گرفتیں ہیں جو ظالموں سے دور نہیں ہیں۔ جب انہوں نے بار بار نصیحتیں کیں تو میں آپ سے باہر ہو گیا اور انہیں پیٹ ڈالا۔ انہوں نے قسم کھالی کہ مجھے بددعا دیں گے اور استغاثہ لے کر دربار خداوندی میں مکہ مکرمہ جائیں گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مجھے بددعا دی۔ ابھی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ میرا دایاں پہلو سوکھ گیا۔ میں اپنے کیے پر سخت نادم تھا۔ میں نے بڑی مدارات نے انہیں راضی کرنا چاہا۔ انہوں نے وعدہ فرمایا کہ وہ وہاں ہی میرے حق میں دعا کریں گے جہاں مجھے بددعا تھی۔ میں نے انہیں اونٹنی پیش کی اور انہیں اس پر سوار کر دیا۔ اونٹنی بھاگ کھڑی ہوئی اور انہیں دو چٹانوں کے درمیان پھینک دیا۔ وہ وہاں وفات پا گئے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کریم! تجھ سے راضی ہیں۔ اگر باپ راضی اس نے کہا: بخدا باپ تو راضی تھا۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ اٹھے، کئی رکعتیں (نفل) پڑھیں اور کئی مخفی دعائیں فرمائیں اللہ کریم ہی جانتا ہے پھر فرمایا کہ مبارک ہو کھڑا ہو جا، وہ اٹھا، چلنے لگا اور پہلے کی طرح صحت یاب ہو گیا پھر جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اگر تو باپ کے راضی ہو جانے کی قسم نہ کھاتا تو میں تیرے لیے دعا نہ مانگتا۔ (جامع کرامات اولیاء ج اول ص ۴۴۳ تا ۴۴۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگشتری اور درندہ

حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے شعرار والملح میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا میں سفر کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے درندہ کا خوف ہے آپ نے اسے اپنی انگشتری دے دی اور اس سے فرمایا کہ جب تیرے پاس آئے تو کہہ دینا کہ یہ علی بن ابی طالب کی انگشتری ہے اس کے بعد وہ شخص سفر کو گیا اور اسے راہ میں ایک درندہ ملا۔ اس نے درندہ سے کہا کہ اے درندہ یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی انگشتری ہے جب درندہ نے

آپ کی انگشتری دیکھی۔ درندہ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کچھ بھنبھنایا پھر زمین کی طرف اس نے ایسا ہی کیا پھر مشرق کی طرف ایسا ہی کیا پھر مغرب کی طرف ایسا ہی کیا۔ پھر دوڑتا ہوا بھاگ گیا۔

(فائدہ) اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو والدین کی گستاخی کو اپنا وطیرہ بناتے ہیں ماں باپ کا کہنا نہیں مانتے بلکہ ماں باپ پہ ظلم وستم ڈھاتے ہیں ہمارے اردگرد نظر دوڑائیں تو کئی ایسے مناظر آپ کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گے کہ باپ کے گریبان ہوگا اور اولاد کا ہاتھ، اولاد ماں باپ کو پیٹتی ہوئی نظر آئے گی۔ ماں باپ کو اولاد گالیاں بکتی نظر آئے گی خدمت ماں باپ کی جو کہ انسان کی بخشش کا ذریعہ اور وسیلہ ہے جوانی کی سرحدوں کو چھوتے ہیں انہیں جوانی دیوانی کی ہوا لگتی ہے تو کئی ایسے بدبخت بھی ہوتے ہیں جو بدبختی کے اسباب سمیٹنے لگتے ہیں۔ بدبختی کی نحوست کے باعث اپنی دنیا بھی برباد کر بیٹھتے ہیں اور آخرت بھی بہرحال آج وقت ہے ہمیں سنبھلنے اور سنورنے کا لہٰذا آج سنبھل جایئے والدین کا احترام کیجیے۔ والدین کی خدمت کر کے اپنی دنیا بھی سنوارنے کی کوشش کیجیے اور آخرت بھی برباد ہونے سے بچالیجیے۔ وقت گزرنے کے بعد کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا سوائے پچھتاوے کے لہٰذا آج مہلت کو غنیمت جانیے اور اس سے فائدہ اٹھایئے۔

اس کا بیان ہے کہ جب میں سفر سے واپس آیا تو یہ ماجرا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا آپ نے بیان فرمایا وہ کہتا تھا کہ اس کے حق کی قسم! جس نے اس کو بلند کیا۔ جس نے اس کو پست کیا جس نے اس کو طلوع کیا جس نے اس کو غائب کیا۔ میں اُن شہریوں میں نہ رہوں گا جہاں علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے میری شکایت کریں۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۴۔۲۱۳)

شیر خوارگی میں سانپ کو مار ڈالا

منجملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامات کے یہ بھی ہے کہ جب وہ (یعنی حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ) حالت شیر خوارگی میں پالنے میں تھے تو ایک بار سانپ نے آپ کا ارادہ کیا آپ نے پالنے سے اتر کر اُسے مار ڈالا۔ آپ کی والدہ کو اس سے نہایت تعجب ہوا میں نے ایک ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ شیر ہے۔ آپ نے پالنے سے اتر کر اپنے دشمن کو مار ڈالا۔ ابن جوزی نے اس کو نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ کہتے تھے وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔

(نزہۃ المجالس ج ۳ ص ۲۱۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بددعا کا اثر

طبرانی اور ابونعیم نے زاذان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ فرمایا ایک شخص نے آپ کی اس بات کو جھٹلایا تو آپ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے لیے بددعا کروں؟

اس نے کہا: ضرور بددعا کیجیے چنانچہ آپ نے اسی وقت اس کے لیے بددعا کی۔ ابھی وہ شخص اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا کہ اندھا ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۶۷)

شکم مادر میں

حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ شکم مادر میں آڑے ہو جاتے تھے اور ان کو بت کے سجدہ سے روک دیتے تھے۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۴)

کٹا ہوا ہاتھ جڑ گیا

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھوڑی ہی کرامات کا ذکر کیا ہے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے یہ کرامت منقول ہے کہ آپ کے محبوب میں سے ایک سیاہ رنگ کے غلام نے چوری کی اسے پکڑ کر سرکار مرتضوی میں لے آئے۔ آپ نے اسے فرمایا: کیا تو نے چوری کی ہے؟

کہنے لگا: جی ہاں۔

جناب نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

وہ جب وہاں سے نکلا تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکواء رضی اللہ عنہ ملے۔

ابن الکواء نے پوچھا: تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

کہنے لگا: امیر المؤمنین یعسوب المسلمین، ختنِ رسول اور زوج بتول علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے کاٹا ہے۔

ابن الکواء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور تو ان کی مدح کرتا ہے؟ جواب میں کہنے لگا: میں ان کی مدح کیوں نہ کروں۔ انہوں نے میرا ہاتھ حق کی وجہ سے کاٹا ہے اور مجھے یہ سزا دے کر جہنم سے بچایا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو بتائی۔ آپ نے اسی کالے غلام کو طلب فرمایا اس کا ہاتھ اس کی کلائی کے ساتھ رکھا اور ایک رومال سے ڈھانپ دیا اور کئی دعاؤں سے نوازا آسمان سے آواز آئی۔ ہم مجمع والوں نے سنی کہ ہاتھ سے کپڑا اٹھا دے۔ ہم نے کپڑا اٹھایا تو ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔

(جامع کراماتِ اولیاء اردو ترجمہ ج اول ص ۴۴۵)

شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا علم مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے آسمانوں کی راہوں کی نسبت دریافت کرلو کیونکہ زمین کے راستوں سے میں انہیں زیادہ جانتا ہوں۔

اس وقت آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت بن کر آئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو بتلایئے کہ جبرائیل کہاں ہیں؟

آپ نے آسمان کی طرف دائیں اور بائیں دیکھا پھر اسی طرح زمین کی طرف دیکھا اور فرمانے لگے کہ میں نے انہیں آسمان اور زمین میں نہیں پایا شاید تم ہی ہو۔ (حیات الفرید ص ۳۷۔ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۴۱۴)

(فائدہ) یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ پاک کا کرشمہ کہ آن کی آن میں ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے تمام آسمانوں اور زمینوں کے ذرہ ذرہ کو دیکھ لیا اور پھر نوری فرشتے کو پہچان لیا عام آدمی کے بہروپ میں بھی آپ نے حضرت جبریل کو پہچان لیا۔

یہ ہے خدمت گاروں کا علم آقا کا علم کیا ہوگا۔

مکھیاں چلی گئیں

حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو ایک کافر قوم کے پاس بھیجا جن

کے یہاں شہد کی مکھیاں بکثرت تھیں۔ انہوں نے آپ کی تکذیب کی آپ نے کہا: اے شہد کی مکھیو! تم ان لوگوں سے نکل کر چلی جاؤ کیونکہ یہ سرکش ہیں اس کے بعد مکھیاں وہاں سے اڑ گئیں اور وہ محتاج ہو گئے اور انہیں شہد کی مکھیوں کی بشدت حاجت تھی کیونکہ ان کی روزی اسی پر منحصر تھی اس کے بعد انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ آپ اپنے قاصد کو ہمارے پاس بھیج دیجیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا اور وہ لوگ اسلام لے آئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے شہد کی مکھیو۔ چلی آؤ اس کے حق کی بدولت جس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے وہ سب کی سب چلی آئیں۔ (نزھۃ المجالس اردو ترجمہ جلد دوم ص ۴۱۵)

شہد کی مکھیوں کی امداد

ایک بار آپ کسی غزوہ میں تھے کفار آپ پر غالب آئے ان کے پاس شہد کی مکھیاں بکثرت تھیں خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ علی بن ابی طالب کی مدد کے لیے نکلو وہ نکلیں اور قوم کو کاٹنے لگیں یہاں تک کہ خدا نے انہیں ہلاک کر ڈالا۔

(نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۴۱۵)

گھوڑے پر بیٹھنے سے پہلے قرآن مجید مکمل پڑھنا

روایت صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب پر پاؤں رکھتے تو تلاوت قرآن مجید شروع کرتے تھے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھتے تھے تو پورے قرآن مجید کی تلاوت مکمل کر لیتے۔ اسی طرح دوسری روایت مبارکہ کے مطابق آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے قرآن مجید مکمل پڑھ لیا کرتے تھے۔

(حیات الفرید ص ۳۸ بحوالہ شواھد النبوۃ شریف از حضرت العلام نور الدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ)

دریائے فرات کا پانی اتر گیا

اہل کوفہ نے عرض کیا: یا امیر المومنین! اس سال دریائے فرات زیادہ چڑھ آیا۔ خوب سیلاب آیا۔ اس وجہ سے ہماری کھیتیاں تباہ و برباد ہو گئیں کتنی اچھی بات تھی کہ آپ دعا فرما دیں۔ دریا کا پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں کی بات سن کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کا انتظار کرنے لگے اچانک آپ باہر تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک زیب تن کیا ہوا تھا۔ عمامہ شریف سر پر پہن رکھا تھا۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں عصا مبارک تھا۔ آپ نے ایک گھوڑا منگوایا۔ اس پر سوار ہو کر چلے۔ اپنے بیگانے سبھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چل پڑے۔ جب آپ دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو گھوڑے سے نیچے اترے۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اٹھے عصا مبارک ہاتھ میں لیا۔ دریائے فرات کے پل پر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ آپ نے عصا مبارک سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو ایک فٹ پانی کی سطح نیچے ہو گئی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اتنا پانی کافی ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: نہیں امیر المومنین ابھی بھی پانی زیادہ ہے۔

آپ نے پھر عصا مبارک سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پھر پانی ایک فٹ نیچے ہو گیا۔ جب تین فٹ پانی کی سطح کم ہو گئی تو لوگوں نے عرض کیا: یا امیر المومنین! بس اتنا پانی کافی ہے۔ (شواھد النبوۃ ص ۲۸۲۔ حیات الفرید ص ۳۹۔۴۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

حضرت عثمان بن مغیرہ سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شب حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک شب حسین رضی اللہ عنہ کے یہاں اور ایک شب عبداللہ بن جعفر کے گھر سے کھانا کھانے لگے مگر تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے (میں چاہتا ہوں کہ مجھے) موت اس حال میں آئے کہ میں بھوکا ہوں اب میری موت میں صرف ایک شب یا دو شب باقی ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۶۱۸)

حضرت حسن بن کثیر نے اپنے والد سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حضرت علی نماز فجر کے لیے نکلے تو بطین ان کے سامنے چیخنے لگیں ہم لوگ ان کو ہٹانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو کیونکہ یہ رو رہی ہیں اور آپ باہر چلے گئے اور زخمی ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ سال وہ مہینہ وہ شب جانتے تھے جس میں وہ شہید ہوئے تھے۔ واللہ اعلم (اسد الغابہ جلد ۲ ص ۶۱۸۔ حیات الفرید ص ۴۱)

بددعا کا اثر:

آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اس کی تکذیب کی آپ نے اسے کہا اگر تو جھوٹا ہوا تو میں تجھ پر بددعا کروں گا اس نے کہا بددعا کرو۔ آپ نے اس پر بددعا کی تو جلدی اس کی بصارت جاتی رہی۔ (الصواعق المحرقہ اردو ترجمہ ص ۴۳۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کی خود خبردی

اسحاق بن اسماعیل نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے اسحاق بن سلیمان نے فطر بن خلیفہ سے انہوں نے ابوالطفیل سے روایت کر کے بیان کیا کہ حضرت علی نے ایک مرتبہ لوگوں کو بیعت کے واسطے جمع کیا پس عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل) آیا آپ نے دو مرتبہ اس کو واپس کر دیا اس کے بعد فرمایا کہ اس امت کے شقی ترین شخص کو کون سی چیز روک رہی ہے خط کی قسم یہ داڑھی اس (سر کے خون) سے رنگین کی جائے گی۔ بعد اس کے انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

اشدد حیاز یمك للموت   فان الموت لامکا

ولا تجزع من القتل   اذا احل لوادلکا۔

اے دل! موت کے لیے اپنا سامان درست کر لے کیونکہ موت تجھے ملنے والی ہے اور قتل سے ہراسان نہ ہو جب وہ تیرے سامنے آ جائے۔ (اسد الغابہ ج ۲ حصہ ۷ ص ۶۱۷)

برقہ پوش کی حقیقت

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مراۃ الاسرار کے حوالے سے حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب اقتباس الانوار کے ص ۱۱۳ پر رقم طراز ہیں کہ ایک دن شاید حضرت امیر المؤمنین مذاق کر رہے تھے اور آنحضرت کی بھی عادت شریفہ تھی کہ کبھی کبھی مذاق فرمایا کرتے تھے حضرت سلمان فارسی بھی موجود تھے انہوں نے ایک بات کی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ بچپن یا جوانی کے دوران کی بات ہے اس پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا اے سلمان! کیا تم از روعہ جنگل کا

واقعہ بھول گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں

فرمایا: وہ برقعہ پوش میں ہی تھا

یہ سن کر حضرت سلمان فارسی نے معافی مانگی۔

اصل واقعہ یوں ہے کہ حضرت سلمان فارسی کی عمر چار سو سال تھی آپ کا وطن فارس تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے دو سو سال پہلے حق تعالیٰ کے ایک اشارے کے مطابق وہ اپنے شہر سے نکلے اور ہادی کی تلاش میں ایک دن بیابان جنگل سے گزر رہے تھے جس کا نام ازروعہ تھا کہ یکایک ان پر ایک خونخوار شیر نے حملہ کر دیا۔ چونکہ وہاں پر امداد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دل میں خیال پکا کر لیا کہ اب موت یقینی ہے۔ اسی وقت غیب سے ایک برقعہ پوش سوار برآمد ہوا۔ جس نے شیر پر نیزے سے حملہ کر کے دور بھگا دیا۔ اس واقعہ کا صرف اور صرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو علم تھا جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت یاد دلایا تھا۔

(فائدہ) حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی فرماتے ہیں کہ اس وقت شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روحانیت نے ولادت سے دو سو برس قبل وجود مثالی میں ظاہر ہو کر حضرت سلمان فارسی کو شیر کے پنجے سے نجات دلائی ہوگی۔ (تجلیات خواجگان چشت ص ۶۵۔۶۴)

ایک مرد کامل کے آنے کی پیشین گوئی

سید المحدثین نے تحفۃ الاخبار میں عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ذی قار کے مقام پر ٹھہرے اور لشکر کو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آج بیس لشکر یا ہو جانے چاہئیں اور ہر لشکر میں ایک ہزار مرد شامل ہونے چاہئیں۔ یہ بات میرے دل میں موجود تھی۔ حضرت ولایت مآب نے یہ بات اپنی فراست سے بھانپ لی اور حکم دیا کہ اس صحرا میں دو نیزے گاڑ دیئے جائیں اور ہر وہ شخص جو امیر المؤمنین کے لشکر میں شامل ہونا چاہتا ہے وہ ان دو نیزوں کے درمیان سے گزرے اور لوگوں سے فرمایا کہ بطور تحقیق و احتیاط بعد میں آنے والے تمام لوگ لواحقین میں شامل رہیں۔

جب مغرب کا وقت ہونے لگا تو آپ کے فرمان کے مطابق ایک شخص کم ہوا۔ لکھنے والوں نے تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ جوان سب کے بعد آئے گا وہ ایک مرد کامل ہوگا جو بعد میں آئے گا اور جس کے شامل ہونے سے تعداد پوری ہو جائے گی یکایک راستے پر بیٹھے پہرے دار نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ بڑے تجسس سے آ رہا تھا۔ وہ پیادہ رو تھا۔ اس کی پشت پر سامانِ سفر بندھا تھا گردن میں پانی کا کوزہ لٹک رہا تھا۔ ضعیف و ناتواں تو اں چہرہ زرد تھا اور راستے کے غبار سے اٹا ہوا تھا۔

زادِ راہ عاشقاں در دست روئے زرد آہ!

راہ زمین گو نہ است بسم اللہ کو دارد عزم راہ!

راہ عشق کے مسافروں کے عجب رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں سامان سفر ہاتھوں میں لٹکا رکھا ہے چہرہ زرد ہے سانس پھولی ہوئی ہے اور ایک عزم جوان کے ساتھ بڑھے چلے جا رہے لوگوں نے اس بوڑھے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ سنت کے مطابق سلام و دعا کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن سے اُن کے نام کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا: میں اویس قرنی ہوں۔ حضور ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم میری بیعت کس لیے کرنا چاہتے ہو؟

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خود کو آپ کی سرداری میں دینا چاہتا ہوں تا کہ اپنا سر آپ کی چوکھٹ پر جھکا دوں کیونکہ جب اس سر نے میرے بس میں رہنا ہی نہیں تو بہتر یہ ہے کہ میں اس کو آپ کے قدموں پر نچھاور کردوں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لشکروں اور حامیوں کی طرف متوجہ ہوئے تو عبدالغنی بن سعید نے کہا کہ قرنی قاف پر زیر لگا کر بولا جانے والا ایک دوسرا اویس ہے اور جس کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ نے خبر دی وہ کوئی اور ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیش ہوئے اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ وہ بڑے معزز مسلمانوں میں سے تھے۔

حمزہ نے اصبغ بن زید سے روایت کی کہ اویس رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے اور اپنی بوڑھی والدہ کی نگہداشت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قاصر رہے تھے اویس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش ہوئے اصبغ بن زید نے کہا کہ جنگ صفین کے دن وہ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو پیش ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون ہے؟ جو موت کے واسطے میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ چنانچہ ننانوے اشخاص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انہوں نے کہا ایک آدمی اور آئے گا اور پھر پورے ہوں گے۔ وہ شخص ایسا ہوگا کہ چہرے پر چادر ہوگی۔ سر منڈا ہوگا چنانچہ جب اس شخص نے حضرت امیر کے ہاتھ پر موت کی شہادت کی بیعت کی تو لوگوں نے کہا یہی اویس قرنی ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیا اور شہادت پائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب آواز دینے والے نے آواز دی کہ اے بندگانِ خدا سب نے صفیں باندھ لیں۔ حضرت اویس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور لڑنے لگے۔ ان کی پیٹھ پر سامان کا تھیلا بندھا تھا اور اس کو اتار پھینکا اور اے لوگو! کہتے ہوئے پل پڑے۔ جیسے ہی آگے بڑھے تو ان کے جگر پر ایک نیزہ لگا اور شہید ہو گئے گویا ابتدا سے آغاز جنگ ہی سے شہید ہوئے واللہ علم الصواب

(لطائف نفیسہ در فضائل اویسیہ کا ترجمہ تاجدار یمن خواجہ اویس قرن ص ۲۰۸۔۲۰۷)

(فائدہ) بہر حال حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا عام حالات میں وصال با کمال ہوا یا میدان جنگ میں شہادت دی۔ اس سلسلے میں بکثرت روایات اس امر کی مؤید ہیں کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

فیضان حضرت اویس قرنی

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کے حالات زندگی کے متعلق تفصیلی مطالعہ کی ضرورت ہو تو الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف کردہ تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔ اس میں آپ کی حیات اور شہادت کے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ نیز آپ کی کرامات اور آپ کے ملفوظات اور ان کی شرح بہترین انداز میں بیان کی گئی ہے نیز حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کے سلسلے میں الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف (ملفوظات حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

ملفوظات حضرت علی رضی اللہ عنہ

مجلس علم کی فضیلت:

مَجْلِسُ الْعِلمِ رَوْضَةُ الْجَنَّةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کی مجلس مبارکہ جنتی باغ ہے۔

تیزیٔ طبیعت کی مذمت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مُهْلِكَةُ الْمَرْءِ جِدَّةُ طَبْعِهٖ

طبیعت کی تیزی انسان کے لیے مہلک ہے۔

شریروں کی صحبت کی مذمت:

قال قال مُصَاحِبَةُ الْاَشْرَارِ رُكُوْبُ الْبَحْرِ

آپ نے فرمایا: اشرار کی صحبت دریا کی سواری ہے۔

خاموش کی فضیلت:

قَالَ: مَا نَدَمَ مَنْ سَكَتَ

آپ نے ارشاد فرمایا: خاموشی اختیار کرنے والا شرمسار نہیں ہوتا۔

کریموں کی مجلس

قَالَ مَجْلِسُ الْكِرَامِ حُصُوْنُ الْكَلَامِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کریموں کی مجلس کلام کا قلعہ ہے۔

انسان کی منقبت

قَالَ: مَنْقَبَةُ الْمَرْءِ تَحْتَ لِسَانِهٖ

فرمایا: انسان کی تعریف اس کی اپنی زبان کے نیچے ہے۔

نوجوانوں کی صحبت کی مذمت

قَالَ: مَجَالَسَةُ الْاَحْدَاثِ مُفْسِدَةُ الدِّيْنِ

فرمایا: نوجوانوں کی مجلس دین میں فساد برپا کرنے والی ہے۔

قیام اللیل کی فضیلت:

قَالَ :نُوْرُ الْمُوْمِنِ قِیَامُ اللَّیْلِ

فرمایا: مومن کا نور (اس کے لیے) رات کے وقت عبادت کرنا ہے۔

موت کو بھولنے کی مذمت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نِسْیَانُ الْمَوْتِ صَدْءُ الْقَلْبِ

موت کو بھول جانا دل کا زنگ ہے۔

قبر کا نور

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نُوْرُ الْقَبْرِ فِی الصَّلٰوۃِ فی الظُّلَمِ

قبر کیلئے نور اندھیرے میں نماز ادا کرنے میں ہے۔

(فائدہ) اس لیے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! آج وقت ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نماز ادا کیجیے تا کہ بعد از مرگ پچھتانا نہ پڑے۔

جدائی کی گھڑی

قَالَ :نَارُ الْفُرْقَةِ اَحَرُّ مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ

فرمایا: جدائی کی گھڑی شدید تیز جہنم کی آگ سے بھی زیادہ تیز ہے۔

بڑھاپے کا نور

قَالَ :نُوْرُ شِیْبِكَ لَا تُظْلِمْهُ بِالْمَعْصِیَّةِ

فرمایا :اپنے بڑھاپے کا نور گناہ کے ذریعے سیاہ نہ کر۔

(فائدہ) آج کل ہماری عجیب حالت ہوگئی ہے کہ بوڑھا ہونے کے باوجود گناہوں سے توبہ نہیں کرتے بڑھاپا کے متعلق قدرے تفصیلات ہماری تصنیف لطیف (فیضان الفرید) میں ملاحظہ فرمائیے۔

سچائی کی فضیلت

قَال :نُوْرُ الْوَجْهِ فِی الصِّدْقِ

فرمایا: چہرے کا نور صدق (سچائی) میں ہے۔

(فائدہ) دوستو! آج دعوتِ فکر ہے کہ جھوٹ بولنا فیشن بن گیا ہے خصوصاً موبائل فون کے فیشن کی وجہ سے ہم نہ بولتے بولتے بھی دانستاً یا نادانستاً جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔ مثلاً فون پہ بات ہو رہی ہے مدارمقابل نے پوچھ لیا کہ کہاں ہو؟ کہا تم تو جھوٹ موٹ میں کہہ دیا کہ گھر پہ ہوں حالانکہ وہ اس وقت گھر نہیں ہوتے کہیں اور ہوتے ہیں۔

حکایت

تقریباً تین سال قبل الفقیر القادری ابو احمد اویسی بزرگانِ دین کے مزارات کی زیارت کے سلسلہ میں ایک قافلے کے ہمراہ اسلام آباد اور مری تک گیا۔ چار پانچ دن بعد واپس گھر آیا۔ شام کے بعد میرے ایک عزیز نے فون کیا کہ بھائی کہاں ہو؟ الفقیر نے جواب دینے کی بجائے اس سے پوچھ لیا کہ تم اس وقت کہاں ہو وہ اس وقت ہمارے گھر کے دروازے میں داخل ہو چکا تھا کہنے لگا میں اس وقت لاہور ہی ہوں۔ اس وقت الفقیر نے دیکھا کہ وہ ہمارے ہی گھر آ رہا ہے۔ عرض کیا میاں صاحب یہ کیا جھوٹ بول رہے ہو حالانکہ تو اس وقت میرے سامنے میرے ہی گھر کی طرف آ رہا ہے۔ اس نے سامنے دیکھا تو واقعی وہ مجھے اپنے سامنے پا کر بڑا شرمندہ ہوا۔ خدارا اس بے لذت گناہ سے توبہ کیجیے۔

غور وفکر کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تَغِيبُ اِلٰى نَفْسِكَ حِيْنَ شَابَ رَاسُكَ

جب تیرا سر سفید ہو (سر کے بال سفید ہو جائیں) تو پھر اس وقت (خصوصیت سے) اپنے نفس پر غور وفکر کر۔

تیرا مددگار

قَالَ: وَالَاكَ مَنْ لَّمْ يُعَادِكَ

فرمایا: تیری مدد وہی شخص کرے گا جسے تو دشمن نہ رکھے گا۔

احسان کب ظلم بن جاتا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَضْعُ الْاِحْسَانِ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهٖ ظُلْمٌ

بے جا جگہ پر احسان کرنا بھی ظلم ہے۔

(فائدہ) اس لیے احسان وہاں کرنا چاہیے جہاں واقعی احسان کی ضرورت ہے اور جس پر احسان کیا جا رہا ہے وہ تسلیم بھی کرے۔ اگر کسی مغرور اور متکبر قسم کے شخص پر احسان کیا جائے گا یا چور، ڈاکو اور ظالم پر احسان کیا جائے تو ایسا شخص مزید گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے ایسے شخص پہ احسان کرنا اس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

احسان جتانے والے کا صدقہ

قَالَ: وِزْرُ صَدَقَةِ الْمَنَّانِ اَكْثَرُ مِنْ اَجْرِهٖ

فرمایا: احسان جتانے والے کا گناہ اس کے صدقہ کرنے کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(فائدہ) اس لیے کسی پر احسان کر کے اسے کسی پر ظاہر بھی نہیں کرنا چاہیے اور بار بار اس شخص کو احسان جتا کر شرمندہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح نیکی کر کے اس کی شہرت کرتے پھرنا بھی اچھا کام نہیں۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے کہ نیکی کر دریا میں ڈال۔ کسی پہ نیکی یا احسان کر کے اس نیکی یا احسان کو بھول جانا چاہیے کہ جیسے وہ نیکی یا احسان کیا ہی نہیں۔

احمق کی حکومت جلد ختم ہوتی ہے

قَالَ وَلَايَةُ الْاَحْمَقِ سَرِيْعُ الزَّوَال

فرمایا: بے وقوف کی حکومت جلد ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اطمینان

قَالَ :نَمْ اٰمِناً تَكُنْ فِىْ اَمْهَدِ الْفَرْشِ

فرمایا: قبر میں بہترین فرش پر اطمینان سے سو جا۔

بدصورت بدخلق کی خدمت

قَالَ وَيْلٌ لِّمَنْ سَآءَ خُلُقُهٗ وَقُبِحَ خَلْقُهٗ

فرمایا: برے اخلاق والا بدصورت کے لیے خرابی ہے۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ ظاہری شکل وصورت خواہ جتنی بھی خوبصورتی کا شاہکار ہو مگر باطنی حالت خراب ہے تو ظاہری خوبصورتی کسی کام کی نہیں۔اس لیے ظاہر کے ساتھ ساتھ بندے کو اپنا باطن بھی خوبصورت بنانے کی سعی کرنی چاہیے۔

تنہائی برے ہم نشیں سے بہتری ہے

قَالَ :وَحْدَةُ الْمَرْءِ خَيْرٌمِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ

فرمایا: برے ہم نشیں سے تنہائی بہتر ہے۔

(فائدہ) کیونکہ تنہائی میں اگر فائدہ نہ ہوا تو نقصان بھی نہیں ہوگا جبکہ برا ہم نشیں بندے کو برائی کی طرف راغب کر دیتا ہے حتی کہ بندہ گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔برے کی صحبت انسان کو اسی طرح برا بنا دیتی ہے جیسے ڈاکو کی صحبت انسان کے لیے ڈکیتی کے راستے ہموار کرتی ہے۔زانی کی صحبت انسان کو زنا کی طرف مائل کرتی ہے اسی طرح تمام برائیاں کرنے والوں کی صحبت کا نتیجہ بھی برا ہی نکلتا ہے۔برے کی صحبت کے نقصانات اور اچھوں کی صحبت کے فوائد کے تفصیلی مطالعہ کے لیے الفقیر القادری ابو احمد اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

سوال کس سے کرنا چاہیے

غافل سے پوچھ:

قَالَ وَاسْأَلْ مَنْ تَغَافَلَ عَنْكَ

فرمایا جو تجھ سے غفلت اختیار کیے ہوئے ہے اس سے پوچھ۔

غنا کی فضیلت

قَالَ :نَيْلُ الْمُنٰى فِى الْغِنٰى

فرمایا: غنا میں کامیابی ہے۔

حسد کی مذمت

قَالَ :وَيْلٌ لِّلْحَسُوْدِ مِنْ جَسَدِهٖ

فرمایا: حاسدوں کے لیے ان کے حسد کی وجہ سے ہی خرابی ہے۔

رزق دیا جاتا ہے

وَقَالَ وَلِيُّ الطِّفْلِ مَرْزُوْقٌ

اور فرمایا ولی بچے کا بھی رزق عطا کیا گیا ہے

صالحین سے کینہ رکھنے کا برا انجام

وَقَالَ :وَيْلٌ لِّمَنْ وَتَرَالْاَحْرَارَ

فرمایا: اس کی خرابی ہے جس نے احرار (صالحین) سے دشمنی رکھی۔

(فائدہ) تفصیلات کے لیے مجدد ملت، فیض ملت شیخ القرآن والحدیث مفسر اعظم پاکستان، محدث بہاولپور حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف (با ادب با نصیب اور بے ادب بے نصیب اور گستاخوں کا برا انجام) کا مطالعہ کیجیے۔

فکر و غم

وَقَالَ هُمُوْمُ الْمَرْءِ بِقَدْرِ هِمَّتِهٖ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان کا غم اس کی اپنی ہمت کے مطابق ہے۔

دشمن کی نصیحت

قَالَ هَيْهَاتَ مَنْ نَّصَحَهُ الْعَدُوُّ

اس پر نہایت افسوس ہے جسے دشمن نے نصیحت کی۔

(فائدہ) انسان کو اپنا مقام مدنظر رکھنا چاہیے گناہوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسی غلاظت میں اتر جانا انسان کے لیے انتہائی برا فعل ہے کہ جس سے بچا ہی نہ جا سکے اور دشمن بھی نصیحت کرنے لگے کہ دیکھ یہ تیرے لیے قطعاً مناسب کام نہیں ہے۔

نفس سے بھاگنے کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هَرْبُكَ مِنْ نَّفْسِكَ اَنْفَعُ مِنْ هَرْبِكَ الْاَسَدَ

تیرا اپنے نفس سے بھاگنا شیر سے بھاگنے کے زیادہ مفید ہے۔

انسان کی سرداری

قَالَ :هَامَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهٗ

فرمایا: انسان کی ہمت ہی اس کی سرداری ہے۔

(فائدہ) کیا خوب کسی نے کہا ہے کہ ہمت مرداں مددِ خدا

اگر انسان ہمت کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔

آدمی کی قیمت

قَالَ :هِمَّةُ الْمَرْءِ قِيمَتُهُ

فرمایا: انسان کی ہمت ہی اس کی اپنی قیمت ہے۔

(فائدہ) اس جہان فانی میں ہمت کرنے والا انسان ہی اکثر کامیابی کی سیڑھیاں پڑھتا ہے اور جو ہمت سے کام نہیں لیتا بلکہ ہمیشہ سست روی کا شکار ہوتا ہے وہ اکثر ناکامی کی دلدل میں گرتا ہے اور باہمت انسان اپنی ہمت کے بل بوتے پر ہمیشہ کامیاب و کامران رہتا ہے۔

حریص کی مذمت

قَالَ هَلَكَ الْحَرِيْصُ وَهُوَلَا يَعْلَمُ

حرص کرنے والا ہلاکت میں پڑا (اس کے باوجود) وہ اس حقیقت کو نہیں جانتا۔

انسان کی پہچان

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هَاتَ مَاعِنْدَكَ تعْرَفَ بِهِ

جو کچھ تیرے پاس ہے وہ لے آتا کہ اس سے تیری پہچان ہے۔

غوروفکر کی فضیلت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هَمُّ السَّعِيْدِ اٰخِرَتُهُ

نیک بخت کا فکر کرنا (دراصل) اس کی آخرت (اچھی) ہونے کا سبب ہے۔

جھوٹے کی بندگی نہیں

وَقَالَ لَا كَرَامَةَ لِلْكَاذِبِ

فرمایا: جھوٹے کو بزرگی حاصل نہیں ہوتی۔

(فائدہ) الحمدللہ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت و جماعت کے علاوہ کسی فرقے میں اولیاء کرام نہیں ہوئے۔ جتنے بھی اولیاء کرام ہوئے ہیں الحمدللہ! اہلسنت و جماعت ہی رب کائنات کے بتائے ہوئے صحیح راستے پر چل رہے ہیں اسی لیے اہلسنت ہی میں سے اکثر بزرگ ہوئے ہیں یہ اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی بین دلیل ہے۔

تفصیلات کے لیے فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مذہب اہل سنت و جماعت کا مطالعہ کیجیے۔

ہمیں اہلسنت سے پیار ہے

الحمد للہ! اسی لیے ہمیں جماعت اہلسنت سے پیار ہے کہ یہ ولیوں والی جماعت ہے بہر حال اہلسنت و جماعت کو بھی چاہیے کہ ہر ایک اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ الگ بنانے کی بجائے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تا کہ مخالفین کے شر سے بچنے کی سعی مل جل کر کی جائے اتفاق واتحاد میں برکت ہے۔

علامہ اقبال نے بھی اتفاق واتحاد کا درس دیتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے۔
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

بہر حال بقول علامہ اقبال آج ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ

اگر ہو جذبہ تعمیر زندہ
تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے۔

میرے غیور سنی بزرگو، دوستو اور بھائیو (قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ)
نے ہمیں سبق دیا تھا ایمان، اتحاد اور تنظیم

تو یہی سبق سبق ہمارے دوست پڑھتے رہے آپس میں منظم ہوتے ہوئے وہ قوت حاصل کر لی کہ ہمارے بزرگوں نے اس وقت کی نام نہاد سپر پاور سے اپنا وطن عزیز پاکستان آزاد کرالیا آج پھر ہمیں آپس میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ نورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

اس لیے آج ضرورت ہے کہ ہم سب ایک ہو جائیں اور ایک ہو کر ہی دشمنوں اور مخالفوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے ایک ہو کر ہی ہم اپنا تحفظ کر سکتے ہیں ایک ہو کر ہی اسلام کی خدمت کی جا سکتی ہے ورنہ کہیں مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنا کر شائع کیے جا رہے تو کہیں اسلام اور اسلامی احکام کے خلاف فلمیں بنائی جا رہی ہیں ہم سوائے احتجاج کے کچھ نہیں کر سکتے اور اگر احتجاج کر بھی لیں تو اس احتجاج کی طرف توجہ کون کرے گا۔ کوئی بھی نہیں۔ مسلمانو! آج تو ہمیں اسلام کی خاطر ایک ہونے کی ضرورت ہے آج تو ہمیں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اتفاق واتحاد سے رہنے کی ضرورت ہے علامہ اقبال بیان فرماتے ہیں کہ

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیان ہو جا محبت کی زباں ہو جا

اگر آج بھی ہم نے فرقہ بندیاں نہ چھوڑیں جوڑ توڑ کی سیاست سے آج بھی ہم باز نہ آئے تو یہ ہمارے لیے اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا علامہ اقبال کے پیغام کے لیے اور حقیقت سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا تمہارا
دیکھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا
فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے مگر
کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو کبھی معاف

آج ہمیں خصوصی طور پر حقائق سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم کس طرف جارہے ہیں ہمارے سیاست دان ہمیں کس طرف لے جارہے ہیں۔ کہیں ہم اپنی تہذیب سے دور تو نہیں ہوتے جارہے آج کا ننھا سا بچہ جب انگریزوں کے لباس میں ملبوس ہو کر سکول جاتا ہے تو یہ کس کی تہذیب کو لیے ہوئے گھر سے نکلتا ہے سکول جاتا ہے سارا دن سکول میں گزارتا ہے اور واپس گھر آتا ہے۔ بہر حال اتنا ہی عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ مسلمانو! آج وقت ہے اپنی زبان کا تحفظ کیجیے اپنی تہذیب کا خیال کیجیے۔ اپنے تمدن کو اپنائیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری آئندہ نسلوں کو یہ بھی پتہ نہ چلے کہ مسلمانوں کا تہذیب و تمدن کیا ہے یہود و ہنود اور نصاریٰ کا تہذیب و تمدن کیا ہے ہمارے تہذیب و تمدن رہن سہن اور کفار کے تہذیب و تمدن میں کیا فرق ہے۔ بہر حال علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا تھا اسی لیے ان کی تہذیب سے ہمیں دور رہنے کا درس واشگاف الفاظ میں دیا۔ ہمیں ان کی تہذیب کے کھوکھلے پن سے آگاہ کرتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی کہ جس تہذیب کے تم دلدادہ ہو وہ تہذیب خود ہی ڈوب جائے گی علامہ اقبال نے بیان فرمایا۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

جماعت اہلسنت سے اتحاد

اس لیے تمام سنی تنظیموں کو چاہیے کہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کریں۔ تاکہ مذہب اسلام کے خلاف ہر اٹھنے والی سازش کو ناکام بنانے کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

جماعت اہلسنت ضلع پاک پتن شریف

الحمد للہ جب سے جماعت اہلسنت پاک پتن شریف کے امیر حضرت علامہ پیر سید خلیل الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ العالی بنے ہیں جماعت اہلسنت و جماعت میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس کے نتائج اچھے نکل رہے ہیں۔ اہلسنت و جماعت میں افہام و تفہیم کی فضا پیدا ہو رہی ہے مل بیٹھ کر کام کرنے کا جذبہ ابھر رہا ہے اللہ کرے اسی طرح تمام اہلسنت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر دین اسلام کی خدمت کا جذبہ لے کر اٹھیں کہ ان کی للکار سے تمام باطل قوتوں کے قلعے لرز اٹھیں اور اسلام کا بول بالا ہو۔

عقل مند محتاج نہیں ہوتا

قَالَ لَا فَقْرَ لِلْعَاقِلِ

فرمایا عقلمند کو محتاجی نہیں ہوتی۔

بے مروتی کی مذمت

قَالَ لَادِیْنَ لِمَنْ لَّا مُرُوَّۃَ لَہٗ

بے مروت کا دین نہیں۔

حاسد کو سکون نہیں ملتا

لَا رَاحَتَ لَحسُوْدٍ

حسد کرنے والے کو راحت وسکون حاصل نہیں ہوتا۔

قانع کو غم نہیں

قَالَ لَا غَمَّ للقَانِعِ

فرمایا قناعت کرنے والے کو (کسی بھی قسم کا) غم نہیں ہوتا۔

عورت کے لیے وفا نہیں

قَالَ لَا وَفَآءَ لِلْمرْاۃِ

فرمایا: عورت کے لیے وفا نہیں

(فائدہ) یہ عام عورت کا معاملہ ہے ورنہ عورتوں میں بے شمار عورتیں ایسی بھی گزری ہیں کہ جن کی وفا کی گواہی غیر مسلم اقوام بھی دیتی ہیں۔ آپ نے عام عورتوں کی بے وفائی سے بچنے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ ہر عورت کو باوفا سمجھ کر اس کے نہ ہو جائیں کئی بے وفا عورتیں ہوتی ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

ایمان اور امان

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَآ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَ لَہٗ

اس کا ایمان (سلامت نہیں رہتا) جسے امان (حاصل) نہیں ہوتی۔

مقدر مل کے رہے گا

قَالَ یَاتِیْکَ مَا قُدِّرَلَکَ

فرمایا: جو کچھ تیرے مقدر میں کیا گیا ہے وہ (سب کچھ) تجھے حاصل ہوگا۔

غنٰے اور فضل

لَا غنٰے لِمَنْ لَّا فَضْلَ لَہٗ

غنٰے نہیں جسے فضل اور بزرگی حاصل نہیں ہوتی۔

بدکار کے لیے بدگوئی نہیں

لَاقَذَفَ لِلْفَاحِشِ

بدکار کے لیے قذف (بدگوئی) نہیں ہے۔

ناامیدی راحتِ نفس

قَالَ یَاسُ الْقَلْبِ رَاحَۃُ النَّفْسِ

فرمایا: قلبی مایوسی نفس کے لیے راحت وسکون ہے۔

احسان کی فضیلت

قَالَ یَسُدُّ الْمَرْقُوْمَۃُ بِالْاِحْسَانِ اِلَیْھِمْ

فرمایا: احسان کے ساتھ (برا عمل) لکھا ہوا بھی مٹ جاتا ہے۔

صابر کامیاب

قَالَ یَصِیْرُ اَمْرُ الصَّبُوْرِ اِلٰی مُرَادِہٖ

فرمایا: صابر کے کام اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں یعنی صابر کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

صدق کی فضیلت

قَالَ یَبْلُغُ الْمَرْءُ بِالصِّدْقِ مَنَازِلَ الْکِبَارِ

فرمایا انسان صدق کے سبب بڑی بڑی منازل پر پہنچتا ہے۔

رزق انسان کو تلاش کرتا ھے

قَالَ یَطْلُبُکَ الرِّزْقُ کَمَا تَطْلُبُہٗ

فرمایا: رزق تجھے اسی طرح تلاش کرتا ہے جیسے تو رزق کو تلاش کرتا ہے۔

بدبختوں کا فکر

وَقَالَ ھَمُّ الشَّقِیِّ دُنْیَاہُ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بدبخت کا فکر کرنا بھی اس کی دنیا ہی ہے۔

صدقہ عمر میں اضافے کا سبب ھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یَزِیْدُ الصَّدَقَۃُ فِی الْعُمْرِ

صدقہ خیرات عمر میں اضافہ کرتا ہے۔

مقام خوف پرامن

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یَامَنُ الْخَآئِفُ اِذَا وَصَلَ مَاخَافَهٗ

ڈرنے والا جب خوف کی جگہ پہنچتا ہے تو امن وسکون پالیتا ہے۔

خودبینی کی مذمت

قَالَ هَلَاكُ الْمَرْءِ فِي الْعُجْبِ

فرمایا: انسان کی ہلاکت خود بینی میں ہے۔

صحبت صالحین کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یَسْعَدُ الرَّجُلُ بِمُصَاحَبَةِ السَّعِيْدِ

نیک بختوں کی صحبت سے آدمی نیک بخت ہو جاتا ہے۔

(فائدہ) درج بالا تمام ملفوظات دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخر میں دے گئے ہیں چونکہ یہ نثر میں بیان ہوئے ہیں اس لیے انہیں یہاں بیان کر دیا ہے۔

ملفوظات حضرت علی رضی الله عنه

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند مزید ملفوظات ملاحظہ فرمایئے اور ان کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجیے تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

دنیامردار

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ دنیا مردار ہے جو شخص دنیا میں کچھ لینا چاہے تو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط کرنے پر اپنے نفس کو مجبور کرے۔

جھوٹے گواہ کی سزا

آپ نے فرمایا: جب بھی کبھی میرے پاس جھوٹے گواہ آئے ہیں تو میں نے ان کو سخت سزائیں دی ہیں۔

(تاریخ الخلفاء)

عمل صالح کی ترغیب

آپ نے بیان فرمایا وہ کام کرو جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہو اور عمل صالح کرنے میں زیادہ سے زیادہ سعی کرو۔ کیونکہ عمل صالح بغیر تقویٰ قابل قبول نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس عمل میں خلوص نہ ہو وہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۷۰)

صاحبان علم کی حالت

یحییٰ بن جعدہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حاملین قرآن، قرآن پر عمل بھی کرو اس لیے کہ عالم وہی

شخص ہے جوعلم پرعمل بھی کرے اوراپنے عمل کوعلم کے مطابق بنائے وہ وقت قریب ہے کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جوعلم تو حاصل کریں گے لیکن ان کا علم ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا اوران کا باطن انکے ظاہر کے مخالف ہوگا ان کا عمل ان کے علم سے بالکل متضاد ہوگا وہ حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے اورایک دوسرے پرفخر ومباہات کریں گے اورنوبت یہاں تک پہنچے گی کہ ایک شخص اپنے پاس بیٹھنے والے پرمحض اس کے برابر بیٹھنے پرغصہ ہوگا اور کہے گا کہ وہ اس کے برابر سے اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھے ان لوگوں کے اعمال ان کی مجلسوں سے خدا تک نہیں پہنچیں گے۔(یعنی شرف قبولیت نہیں پائیں گے)

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ ص ۲۷۰)

امر خیر پر توفیق بہترین رفیق

آپ نے فرمایا کہ امرخیر پرتوفیق (اگر حاصل ہوجائے تو) بہترین رہبر ہے خوش اخلاقی بہترین دوست ہے۔
عقل وشعور بہترین ساتھی ہیں۔
ادب بہترین میراث ہے۔
اندوہ وغم اصل میں تکبر سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷۰)

مصیبت کی انتہا

آپ نے فرمایا: رنج ومصیبت بھی ایک مقام پرپہنچ کرختم ہوجاتا ہے جب کسی پرمصیبت پڑتی ہے تو وہ اپنی انتہا تک ضرور پہنچ کر رہتی ہے لہٰذا عاقل کو چاہیے کہ جب اس پرکوئی مصیبت آئے تو اس کے دفعیہ کی کوشش نہ کرے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے ورنہ اختتام مدت سے پہلے دفعیہ کی تدابیر اپنے ساتھ اورمصیبتیں لے کر آتی ہیں۔(تاریخ الخلفاء)

سخاوت کی حقیقت

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ سخاوت کسے کہتے ہیں؟
آپ نے فرمایا: بغیر طلب کے کچھ دینا سخاوت ہے اور مانگنے والے کو دینا بخشش اورداد ودہش ہے(تاریخ الخلفاء)

معصیت کی سزا

آپ نے فرمایا کہ معصیت کی سزا یہ ہے کہ عبادت میں سستی پیدا ہوجاتی ہے۔معیشت میں تنگی اورلذت وحظ میں کمی آجاتی ہے۔حلال کی خواہش اس شخص میں پیدا ہوتی ہے جوحرام کی کمائی چھوڑ دینے کی مکمل اوربھرپور کوشش کرتا ہے۔
(تاریخ الخلفاء)

آپ کے وسائل

فرمایا: سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے۔
حماقت سے زیادہ کوئی مفلسی اورتنگ دستی نہیں
غرور وتکبر سب سے سخت وحشت ہے۔
سب سے عظیم خلق کرم ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷۳)

دوسری چار باتیں

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی فرما دیجیے۔
(۱) آپ نے فرمایا: احمق کی محبت سے بچو کیونکہ وہ تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن پہنچ جاتا ہے ضرر
(۲) جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ بعید کو قریب اور قریب کو بعید کر دیتا ہے۔
(۳) بخیل سے اعراض کرو کیونکہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تم کو احتیاج ہے۔
(۴) ظاہر سے کنارہ کش رہو کیونکہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے فروخت کر ڈالے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

زیادہ ہوشیاری

آپ نے فرمایا: زیادہ ہوشیاری دراصل بدگمانی ہے (تاریخ الخلفاء)

محبت اور عداوت

آپ نے فرمایا: محبت دور کے لوگوں کو قریب عداوت قریب کے لوگوں کو دور کر دیتی ہے ہاتھ جسم سے بہت قریب ہے لیکن گل سڑ جانے پر کاٹ دیا جاتا ہے اور پھر اس کو داغنا پڑتا ہے۔ (ابو نعیم تاریخ الخلفاء)

یاد رکھنے کی پانچ باتیں:

آپ نے فرمایا ہماری یہ پانچ باتیں یاد رکھو۔
(۱) کوئی شخص گناہ کے سوا کسی چیز سے خوفزدہ نہ ہو۔
(۲) صرف اللہ تعالیٰ ہی سے امیدیں اور آرزوئیں وابستہ رکھو۔
(۳) کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو۔
(۴) عالم کو کسی مسئلہ کے دریافت کرنے پر (جبکہ وہ اس سے کماحقہ واقف نہ ہو) یہ کہنے میں شرم نہیں کرنا چاہیے کہ میں اس مسئلہ سے واقف نہیں۔
(۵) صبر اور ایمان کی مثال سر اور جسم جیسی جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے گویا جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ سنن ابن منصور)

کامل فقیہ

فرمایا: کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور لوگوں کو گناہ کرنے کی ڈھیل نہ دے نیز ان کو عذاب الٰہی سے محفوظ بنانے کا اطمینان نہ دلائے۔ لوگوں کو قرآن حکیم پڑھنے کی طرف مائل کر دے یاد رکھو جس عبادت کی عبادت گزار کو خود خبر نہ ہو اس میں خیر کبھی نہیں ہو سکتی۔ وہ علم نہیں جس کو اچھی طرح سمجھا نہ گیا۔ یہ پڑھنا نہیں کہلاتا۔
(تاریخ الخلفاء ص ۲۷۵)

پسند

فرمایا: جو شخص لوگوں میں انصاف کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لیے بھی

پسند کرے (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر)

شیطان کی طرف سے سات باتیں

آپ نے فرمایا کہ یہ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں (شیطانی حرکات میں)

(۱) بہت زیادہ غصہ (۲) زیادہ پیاس (۳) جلد جلد جی میں آنا (۴) قے آنا (۵) نکسیر پھوٹنا

(۶) بول و براز (۷) یادِ الٰہی میں نیند کا غلبہ (تاریخ الخلفاء)

انار دانہ مقوی معدہ

فرمایا: انار کے دانے کو اس کی جھلی کے ساتھ کھانا چاہیے جو دانوں پر لپٹی ہوتی ہے یہ مقوی معدہ ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

مومن کی بے وقعتی

فرمایا: لوگ ایک ایسا زمانہ بھی دیکھیں گے کہ مومن شخص کو غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶)

طمع کی مذمت

فرمایا: طمع ذلت کی قید ہے۔ (نزہۃ المجالس ص ۲۰۸ ج ۲)

گوشت کھانے کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گوشت کھایا کرو کیونکہ وہ بصر کا جلاء، رنگ صاف کرتا ہے اور خوش خلقی پیدا کرتا ہے جو چالیس روز تک اسے چھوڑے رہے وہ بدخلق ہو جاتا ہے۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۸)

دوسروں پر بھروسا کرنے کا اکثر انجام

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت سے لوگ جو اپنے کاروبار میں دوسروں پر بھروسا رکھتے ہیں انجام کار شرمسار کرتے ہیں اور بہت سے باامن لوگ آخر کو خائف ہوتے ہیں۔ (اقوال حضرت علی ص ۱۷۱)

اللہ اس شخص پر رحم کرے

جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

☆ خدا تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر کو پہچانا اور اپنی حالت سے آگے نہ بڑھا۔

☆ خدا تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جو اپنے گناہوں کا خیال کرتا ہے اور اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

☆ خدا تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جو آثار قدرت میں فکر کرتا ہے اور اس سے عبرت پذیر ہوا اور سلسلہ کائنات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا اور اس سے بصیرت حاصل کرتا ہے۔

☆ خدا تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جس نے موت سے پیش دستی کی اور ہمیشہ رہنے کے گھر اور عزت کے مقام کے لیے نیک عمل کمائے۔

☆ خدا تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے فرصت کے وقت کو غنیمت سمجھا نیک عمل کرنے میں جلدی کی اور دنیا میں

مسافروں کی طرح تھوڑا سا سامان رکھا۔

☆ خدا تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جو خواہش نفس پر غالب آئے اور دنیا کے پھندوں سے بھاگ کر نکل جائے۔

☆ خدا تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو خدا تعالیٰ کے کسی حکم کو سنے تو اسے یاد اور محفوظ رکھے اور جب ہدایت کی طرف بلائیں تو اس کے نزدیک ہو جائے اور ہادی کی کمر کو پکڑ کر سب آفتوں سے نجات پائے۔

☆ خدا تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے اس بات کا یقین کر لیا کہ اس کی جان موت کی طرف جا رہی ہے پھر اس نے نیک عمل کرنے میں جلدی کی اور اپنی امیدوں کو چھوٹا کر دیا۔

☆ خدا تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جس نے حق کو دیکھ کر اس کی تائید اور ظلم کو دیکھ کر اس کی تردید کی اور ظالم کے برخلاف مظلوم کی مدد میں سعی مزید کی۔

☆ خدا تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جو نیکی کرنے میں موت سے پیش دستی کرے امیدوں کو جھوٹا سمجھے اور صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لیے خالص عمل کمائے۔

☆ خدا تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جو حق کو زندہ کرے باطل کو مار ڈالے ظلم کو مٹائے اور عدل و انصاف کو قائم کرے۔

☆ خدا تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جو اپنے نفس کو لگام دے کہ اسے خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچائے اور اس کی باگ ڈھیلی کر کے حق تعالیٰ کی اطاعت کی طرف اسے کھینچ لے جائے۔

☆ خدا تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جس نے نفس کی اپنی خواہشوں کی طرف کشائش کو قلع و قمع کیا پھر اس کو اس خرابی میں پڑنے سے بچا لیا اور اس کو لگام دے کر خدا تعالیٰ کی اطاعت میں کھینچ لیا۔

☆ خدا تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی حیاتی سے موت کے لیے فنا سے بقا کے واسطے اور دنیائے فانی سے آخرت باقی کے واسطے کچھ کما لیا۔

☆ خدا تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جو حرام کاموں سے پرہیز رکھے لوگوں کے بوجھ اور تاوان سر پر اٹھائے اور نیک اعمال کی غنیمت حاصل کرنے میں جلد بازی کرے۔ (اقوال حضرت علی) ص ۳۶۸ - ۳۶۷)

دعا سے پہلے درود شریف پڑھنا

فرمایا: جب تجھے بارگاہ الٰہی میں کوئی حاجت پیش آئے تو پہلے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ پھر اپنی حاجت کو مانگ کیونکہ اللہ کریم کی شان سے یہ بعید ہے کہ تو اس سے دو چیزوں کا سوال کرے اور وہ ایک کو پورا فرمائے اور دوسرا رد کر دے۔
(اقوال حضرت علی رواہ ندص ۲۸۸)

عقل مند کی رائے کی پیروی کر

فرمایا: جب تجھے اپنی رائے میں کچھ خرابی معلوم ہو تو کسی عقل مند کی رائے کی پیروی کر تب وہ خرابی دور ہو جائے گی۔
(احوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۲۸۹)

پرھیزگاری کی جڑ

فرمایا پرہیزگاری کی جڑ گناہوں سے پرہیز کرنا اور حرام چیزوں سے بچنا ہے۔(اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۱۸۰)

تقویٰ سے خالی شخص

فرمایا: جو شخص تقویٰ کے لباس سے خالی ہوتا ہے وہ دنیا کے کسی لباس سے آراستہ نہیں ہو سکتا۔
(اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ۶۴۸)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت

فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کار بند ہوتا ہے وہ کسی فائدے سے محروم نہیں ہوتا اور نہ کوئی دشمن اس پر غالب آسکتا ہے۔(اقوال حضرت علی ص ۶۴۸)

بھلائی سے دور شخص

تمام لوگوں میں حاجت روائی کا زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو معافی کا خواستگار ہو اور ان میں سے سب سے بھلائی سے زیادہ دور وہ شخص ہے جو کینہ اور فضول باتوں پر عاشق ہے۔ (اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۱۷۸)

نیکی کا مستحق

فرمایا: تیری نیکی کا زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو تیرے ساتھ نیکی سے غافل نہ ہے اور تیرے شکر کا زیادہ سزاوار وہ ہے جو نعمت بڑھائے اور اس کی زیادتی کو نہ روکے۔ (اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۱۷۸)

بزرگ خصلتیں

فرمایا: سخاوت اور شجاعت نہایت بزرگ خصلتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے جو اس کے پیار اور برگزیدہ ہیں۔(اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۸۲)

اچھی نیکی

فرمایا: اچھی نیکی وہ ہے جو محتاج کے ساتھ ہو اور اچھا خلق وہ ہے جو جھگڑے سے دور اور اس سے بے لاگ؟
(اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۳۴۸)

بہترین صدقہ

فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو پوشیدہ اور مخفی ہو اور اچھی ہمت وہ ہے جو بلند اور عالی ہو۔
(احوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۳۴۶)

لالچی جھوٹا ہے

فرمایا: وہ شخص بھی جھوٹا ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر دنیا کی حرص اور لالچ میں پڑ کر جھوٹی قسمیں کھاتا اور لہو (کھیل) کے جھوٹے اسباب میں پڑتا ہے۔ (اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ۵۲۰)

دنیا کی کامیابی کی مذمت

فرمایا: جو شخص دنیا کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ سراسر رنج اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جو شخص اس میں ناکام رہتا ہے وہ شب و روز اس کے لیے تگ و دو کرتا اور تکلیف اٹھاتا ہے۔

اگر دنیا نباشد درد مندیم
وگر باشد بمہرش پائے بندیم

(اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۶۵۴)

دین کے معاملات میں سستی کرنے کی مذمت

فرمایا: جو شخص دین کے معاملات میں سستی کرتا ہے وہ ذلت اٹھاتا ہے اور جو شخص حق کا مقابلہ کرتا ہے وہ ضعیف اور کمزور ہو جاتا ہے۔ (اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۶۵۵)

نفسانی خواهش

فرمایا: جو شخص اپنے نفس کو ہر ایک خواہش پورا کرنے کی رخصت دے دیتا ہے وہ اسے گمراہی اور تاریکی کے رستوں میں لے جاتا ہے۔

نفس سے ترقی کی مذمت

فرمایا: جو شخص اپنے نفس کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں اور حرام کاریوں میں پھنستا ہے۔
(اقوال حضرت علیؓ ۶۵۵)

(فائدہ) تفصیلی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کے مطالعہ کے لیے مشتاق بک کارنر لاہور کی شائع کردہ کتب اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ انسائیکلوپیڈیا اور نہج البلاغہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے حق تعالیٰ الفقیر کی یہ محبت قبول فرما کر توشہ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الکریم الامین

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اشعار مع شرح ملاحظہ فرمایئے ان تمام اشعار سے انکار کر دینا بھی قطعاً مناسب نہیں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان اشعار میں کچھ ایسے اشعار بھی گھسیٹ دیئے گئے ہوں کہ جو آپ کے کلام سے نہ ہوں کیونکہ بعض ایسے اشعار بھی ہیں کہ جن کے طرزِ تکلم ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا کلام آپ کا نہیں ہو سکتا۔

فقط طالب دعا
الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی
مدرسہ فیض اویسیہ چک نمبر ۱۱ کے بی
تحصیل و ضلع پاکپتن شریف

☆......☆......☆

مذمتِ اصل خالی اور فضیلت علم

(۱) اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَآءُ　　اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّآءُ

☆ تِمْثَال۔ صورت، ظاہری شکل وصورت ☆اَكْفَاءُ۔ کفو کی جمع یعنی برابر ہے یکساں ہے ☆اَبُوْهُمْ۔ ان کے باپ مراد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ☆اُمُّ۔ ماں مراد حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ☆اَلنَّاس۔ لوگ

مطلب:

بظاہر شکل وصورت کے لحاظ سے تمام انسان ایک جیسے ہیں ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام اور ہر ایک کی والدہ محترمہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہیں۔

شکل وصورت کے لحاظ سے (سبھی) لوگ ایک جیسے ہیں۔ ان (سبھی) کے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام اور والدہ ماجدہ حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

اس لیے فخر وغرور اور تکبر جیسی گندی صفات کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دینا چاہیے۔ فخر وغرور اور تکبر انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ اس سے انسان کی دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے اور آخرت بھی برباد۔ اس لیے محض شکل وصورت کی بناء پر اپنی حقیقت سے انحراف کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

فائدہ:

اپنی ذات وصفات کو اچھا جاننے کو اور دوسروں کو اپنے سے حقیر جانتے ہوئے اس بات کا اظہار کرنا تکبر ہے اس کا مقابل تواضع وانکسار ہے۔ تکبر اچھا بھی ہے اور برا بھی مسلمان کا اپنے آپ کو تمام کفار سے اچھا جاننا اور انہیں مسلمانوں سے حقیر جاننا تاکہ ان کی ہیبت دل پہ چھا نہ جائے یہ اچھا تکبر ہے۔ کسی مسلمان بھائی سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اسے ذلیل وحقیر سمجھنا یہ برا ہے۔ نبی کے مقابل تکبر اختیار کرنا کفر ہے۔ جیسے شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل تکبر کیا۔

مذمت تکبر:

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ

(مشکوٰۃ شریف باب الغضب والکبر۔ بخاری شریف، مسلم شریف)

حضرت حارث ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ

بتاؤں ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جائے اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کر دے۔ کیا میں تمہیں آگ والے (جہنمی لوگ) نہ بتاؤں؟ ہر سخت دل بدکار متکبر۔

(۲) وَ اِنَّمَا اُمَّهَاتُ النَّاسِ اَوْعِيَةٌ مُسْتَوْدَعَاتٌ وَّ لِلْاَحْسَابِ اٰبَآءُ

☆اُمَّهَاتُ۔ اُم کی جمع مائیں ☆مُسْتَوْدَعَات۔ مستودہ کی جمع یعنی ودیعت کی جگہیں ☆اَوْعِيَةٌ۔ برتن۔ ظرف

مطلب:

اور تمام لوگوں کی مائیں نطفہ کے ٹھہراؤ کی جگہ ہیں اور نطفہ والی امانت رکھنے کی جگہ ہیں۔ نسل اور خاندانی سلسلہ باپ سے ہوتا ہے۔

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر ماں کی فضیلت کی بناء پر اگر کوئی مبتلا ہے تو یہ اس کی بھول ہے ٹھیک ہے ماں سے نسبت بھی انسان کے لیے مفید ہے مگر یہ بھی یاد رہے کہ مائیں تو نطفہ کے ظروف ہیں حسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہے۔ مگر اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ماں کی عظمت سے ہی انکار کر دیا جائے۔

ماں کی عظمت:

ماں کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے

ابو احمد غلام حسن اویسی نے عرض کیا ہے۔

جنت ماں دی خدمت وچ ہے آؤ حاصل کر لو سارے
ماں دی خدمت جنت دی ہوا آؤ حاصل کر لو سارے
ماں دی خدمت بھل نہ جاویں، بھئی سدھا رستہ جنت دا
ماواں نی ٹھنڈیاں چھانواں آؤ حاصل کر لو سارے
ماں دا رتبہ دساں کی تینوں، آ پڑھ لے فرمان نبی دا
جنت ماواں دے قدماں تلے ہے، آؤ حاصل کر لو سارے
اج دا ویلا ہتھ نہیوں آنا، بعد گزرے توں پچھتانا
شاناں تے عظمتاں رب کولوں آؤ حاصل کر لو سارے
جنتی میوے حاصل کر لے، سوہنیا ماں دی خدمت نال
رب دیاں رحمتاں دی آؤ حاصل کر لو سارے
ابو احمد اویسی دی سن لے پکار، ماں دا رتبہ ارج سنبھال
ماں دی خدمت نال سکھے رتبے آؤ حاصل کر لو سارے

☆......☆......☆

(۴) فَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمْ مِّنْ اَصْلِھِمْ شَرَفٌ یُفَاخِرُوْنَ بِہٖ فَالطِّیْنُ وَالْمَآءُ

☆ اَصْلِھِمْ۔ ان کی اصل یہاں ان کے، انساب مراد ہیں ☆شَرَفٌ۔ عزت، شان، عظمت یعنی قابل فخر عزت و احترام ☆طِیْنُ۔ مٹی ☆مَآءُ۔ پانی

مطلب:

پس اگر لوگوں کو فخر کے لائق عزت واحترام محض خاندانی اعتبار سے حاصل ہے تو یہ کوئی حقیقتاً قابل فخر عزت نہیں ہے کیونکہ ان کی اصل تو محض مٹی اور پانی ہے۔(اس لحاظ سے سبھی برابر ہیں) پھر اس بناء پر محض حسب پہ فخر و غرور اور تکبر اختیار کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام:

تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی عمدۃ المفسرین، فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ ابوالشیخ اور محدثین نے آں حضرت علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ آدم کو پیدا کرے جبرائیل کو بھیجا اور فرمایا کہ تمام روئے زمین سے خواہ سفید ہو خواہ سیاہ، خواہ سرخ ہو خواہ شور خواہ شیریں خواہ نرم، خواہ سخت ایک مٹھی خاک اٹھالا اس مشت خاک سے ایک مخلوق پیدا کروں گا جس وقت جبرائیل زمین کے پاس گیا اور چاہا کہ ایک مشت خاک اٹھاوے۔ زمین نے پوچھا کہ کس واسطے مجھ سے تو اتنی مٹی کم کرتا ہے جبرائیل نے کہا کہ حق تعالیٰ تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرے گا کہ خلافت زمین کی اس کو بخشے گا اور وہ ایسا ایسا کرے گا اور ثواب اور عتاب میں وہ پڑے گا۔

زمین نے کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کی عزت کے ساتھ پناہ پکڑتی ہوں اس بات سے کہ ایک مشت مجھ سے اٹھاوے کہ کچھ اس سے جہنم میں جلے۔

جبرائیل پھر واپس آیا اور عرض کی کہ بار خدایا زمین نے ساتھ عزت تیری کے پناہ پکڑی میں تیرے نام اور عزت کے ادب کے مٹی نہ اٹھا سکا اور خالی پھر آیا۔

حق تعالیٰ نے میکائیل کو بھیجا۔ میکائیل بھی اسی طرح پھر آئے۔ پھر اسرافیل کو بھیجا۔ وہ بھی اسی طرح پھرے پھر ملک الموت کو بھیجا۔ ملک الموت نے زاری زمین کی سنی اور نہ عاجزی سنی اور کہا کہ میں تابعدار اللہ کے حکم کا ہوں۔ تیرے زاری کرنے سے اطاعت اللہ کے حکم کی نہیں چھوڑتا ہوں حق تعالیٰ نے روحوں کے قبض کرنے کا کام اسی واسطے اس کو سونپا اور فرمایا کہ اس مشت خاک کو جس جگہ کہ خانہ کعبہ فی الحال موجود ہے جمع کرو بعد اس کے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس خاک کا گارا۔

بقیہ واقعہ:

اسی سبب سے ہے کہ آدمی کو غم اور الم بہت رہتے ہیں اور خوشی کم ہوتی ہے۔ بعد اس کے کیچڑ کو خشک کیا جیسے کمہار کا کچا برتن خشک ہوتا ہے اور ہوا کے چلنے سے آواز کرتا ہے چنانچہ اور جگہ اس کو فرمایا۔

صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ۔

بعد اس کے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس خشک گارے کو درمیان مکہ اور طائف کے وادی نعمان میں کہ متصل عرفات کے لے جا کر ڈالیں اور حق تعالیٰ نے دست قدرت اپنے سے اس گارے سے قالب آدم کا بنایا اور صورت اس کی تیار کی۔ فرشتوں نے کبھی ایسی صورت نہ دیکھی تھی تعجب سے آس پاس پھرتے تھے اور خوبصورتی اس کی سے حیران ہوتے تھے۔

شیطان کا آنا:

ابلیس بھی اس قالب کو دیکھنے کے واسطے آیا اور گرداگرد اس کے پھرا اور کہا۔ اس قالب سے کیا تعجب کرتے ہو کہ ایک جسم ہے کہ اندر سے خالی ہے اور جگہ جگہ اندر اس کے خلل ہیں بغیر پُر کرنے کے اندرونہ اس کا سیر نہیں ہوسکتا اور بسبب ضعف کے زمین پر گر پڑے اور اگر سیر ہو جاوے تو پیچھے اس کے کھنچنے لگیں اور چلنے پھرنے میں سستی پیدا ہووے پس اس قالب خاکی سے اس حال میں کچھ کام نہ ہوگا مگر سینہ اس میں بائیں طرف ایک حجرہ ہے بغیر دروازے کا۔ اس کو میں نہیں جانتا ہوں اور کیا چیز اس میں پوشیدہ ہے شاید کہ وہی لطیفہ ربانی کا ہو کہ بسبب اس کے استحقاق خلافت کا حاصل کرے۔

بعد اس کے حکم روح کو ہوا کہ اس قالب میں آوے اور اس کے گڑھوں میں بھر جاوے۔ جب روح قالب کے پاس پہنچی اور دیکھا کہ جگہ تنگ اور تاریک ہے اس کے اندر جانے سے ٹھہر گئی۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبراً قالب میں داخل کیا۔ اب تک روح سر میں آئی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی اور الہام سے کلمہ الحمدللہ کا زبان سے نکلا حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا یرحمک اللہ۔

(تفسیر عزیزی اردو ترجمہ جلد اول ص ۳۰۷-۳۰۶)

فائدہ:

تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی اور پانی سے ہوئی۔ اس لیے محض خاندانی اعتبار سے فخر و تکبر اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ تخلیق کے لحاظ سے سبھی مساوی ہیں۔ تخلیق کے لحاظ سے جب سبھی برابر ہیں تو پھر خاندانی لحاظ سے فخر اور غرور کرنا کہاں درست۔ اس لیے محض خاندان کی وجہ سے تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ نقصان کا باعث ہے۔

کافروں اور فرعونوں کا وطیرہ:

حضرت فقیہہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکبر کافروں اور فرعونوں کا وطیرہ ہے۔ جبکہ تواضع انبیاء کرام اور صلحاء عظام کا شیوہ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تکبر کو کافروں کا شیوہ و وصف قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ○

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیشان ہے کہ:

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ○

اور قارون، فرعون اور ہامان کو ہم نے ہلاک کیا اور جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے تو

انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن وہ کہاں بھاگ سکتے تھے۔ (تنبیہ الغافلین ج ۲ ص ۲۲۷)

متکبرین کا انجام:

حضرت فقیہہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تکبر کرنے والے ایسے آئیں گے کہ ان کی صورتیں تو مردوں جیسی ہوں گی مگر جسم چیونٹی کی طرح حقیر ہوں گے ہر طرف سے ذلت ان کے لیے ہوگی۔ وہ جہنم کی آگ میں چلیں گے۔ دوزخیوں کی پیپ پئیں گے۔ (تنبیہ الغافلین ج ۲ ص ۲۲۴)

جناب نور احمد سیال صاحب نے کریما سعدی کا ترجمہ کیا خوب بیان کیا ہے کہ

وڈائی نہ ہرگز کریں پتر بھل کے
جو ھک ڈینہہ کریسیا شرمسار کھل کے

وڈائی عقلمند چنگی نہ جانن
عقل والے ایندے عجب مان جانن

وڈائی ہے عادت وڈے جاہلاں دی
وڈائی انھی مت ہوندی صاحب دلاں دی

وڈائی عزازیل کوں خوار کیتا
تے لعنت دے پنجرے گرفتار کیتا

کہیں کوں وڈائی دی عادت ہے جے کر
اناں سرے چ اوندھے ہے کوڑا تکبر

وڈائی برائی دی ہے ست توبہ
اتے بے حیائی دی ہے تت توبہ

(ذیشان کریما (فارسی سے سرائیکی) ص ۸)

فائدہ:

اس لیے راہ تکبر اختیار کرنے سے بچنا چاہیے۔ دیکھیے پھل والا درخت اگر اپنے آپ کو جھکا لے تو اس کے پھل اور عزت و وقار میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر اکڑ کر کھڑا ہی رہے تو وہ خراب ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی ٹہنیاں پھل کے وزن سے ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔ یعنی وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا۔ اور متکبر انسان دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی بنائیں اور چالیس دن اس خاک پر مینہ برستا رہا۔ انتالیس دن تو غم اور رنج کا مینہ برسا اور ایک دن خوشی کا اور اسی سبب سے کہ آدمی کو غم اور الم بہت رہتے ہیں اور خوشی کم ہوتی ہے۔

(تفسیر عزیزی اردو ترجمہ جلد اول ص ۳۰۶)

اسی لیے کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

چار دناں دی چاننی ہوندی فر ہنیریاں راتاں
کہنا میاں محمد والا ہر دم سوچ وچاراں

(۳) وَاِنْ اَتَیْتَ بِفَخْرٍ مِّنْ ذَوِیْ نَسَبٍ فَاِنَّ نِسْبَتَنَا جُوْدٌ وَّ عُلْیَآءُ

☆ذَوِیْ نَسَبٍ۔ نسب والے☆نِسْبَتَنَا۔ ہماری نسبت ہمارا نسب۔ ہمارا تعلق☆جُوْدٌ۔ سخاوت۔ بخشش۔ فراخدلی کرم☆عُلْیَا۔ اعلیٰ۔ بلند۔ اونچی

مطلب:

اگر تم اپنے نسب والوں یعنی آباؤ اجداد کی وجہ سے اپنی شان فخریہ طور پر بیان کرتے ہو تو پھر یہ فخر چہ معنی دارد؟ بلکہ اس سے تو بڑا فخر ہمیں حاصل ہے کیونکہ ہمارا نسب تو سخاوت اور رتبے کی بلندی ہے۔

اگر تم مظاہر اعلیٰ نسب والوں سے نسبت کی بناء پر فخریہ طور پر (اپنی) بڑائی بیان کرتے ہو تو بھی ایسی بڑائی نہیں جو ہم سے بازی لے جائے بلکہ تم اس قابل فخر دلیل سے اعلیٰ (دلیل ہمارے پاس ہے کہ) فخر ہمیں میسر ہے کیونکہ تمہارے اعلیٰ نسب سے بھی زیادہ اعلیٰ نسب ہمیں حاصل ہے۔

حضرت علیؓ کا نسب اعلیٰ:

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کئی حیثیت سے افضل و اعلیٰ تھا مثلاً آپ کے سلسلہ نسب میں اکثر بزرگ ایسے گزرے ہیں جو سخاوت کی وجہ سے مشہور و معروف ہیں ان کا رتبہ بھی عام لوگوں سے اعلیٰ تھا۔ آپ کے والد گرامی کے متعلق علمائے کرام میں سے اکثر خاموشی اختیار فرماتے ہیں علاوہ ازیں آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کے متعلق ہمارا اہلسنت و جماعت کا متفقہ موقف یہ ہے کہ سبھی مومن ہو گزرے ہیں اور سبھی جنتی نبی کریم رؤف الرحیم کے آباؤ امہات سبھی جنتی۔

حدیث مبارکہ:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ مِنْهُ○

(رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین الفصل الاول)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اولاد آدم کے ہر بہتر طبقہ سے مبعوث ہوا ہوں حتیٰ کہ اس طبقہ تک جس سے میری آمد ہوئی۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خانصاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک میرا نور جس قبیلہ و خاندان میں رہا وہ، ہمیشہ دنیا بھر میں تمام خاندانوں سے بہتر تھا اس

میں اچھی خصلتیں، شرافت، نجابت تھی اور جن کے پیٹھوں یا پیٹوں پہ نور رہا وہ زنا اور کفر و شرک سے محفوظ رہے از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ حضور انور کا دادا، دادی کافر نہ ہوئے۔ سب موحد مومن رہے حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن تھے۔ جناب خلیل نے فرمایا: رَبَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب یہاں وَالِدَیَّ سے آپ کے باپ تارخ اور والدہ متلی بنت نمر مراد ہیں اور وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّالِّین میں آپ کے چچا آزر مراد ہے والد اور اب کا فرق خیال رہے۔
(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۸ ص ۳۔۲)

شرح حدیث از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ:

خیر سے مراد فضائل حمیدہ اور فضائل شریفہ ہیں چنانچہ اہل عقل و کرم مدح کرتے ہیں۔ اس سے دین و ایمان مراد نہیں (کما قالوا) یہ معاملہ قرآن کا ہے۔ معاملہ آپ کے آباء کرام کا وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام کفر کی میل اور نجاست شرک سے پاک رہے جیسا کہ فرمایا میں پاکیزہ صلبوں سے ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔ اس پر متاخرین علماء حدیث نے بہت دلائل تحریر کیے ہیں۔ اللہ کی قسم یہ ایسا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان متاخرین کے ساتھ مخصوص فرمایا۔
(اشعتہ اللمعات شریف اردو ترجمہ ج ۷ ص ۱۳۶)

فائدہ:

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کو دعائیں دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ جلال الدین سیوطی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس مسئلہ پر رسائل تحریر فرما کر اسے خوب واضح فرمایا اور مدعی کو ظاہر و برباد فرما دیا ماشاء اللہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس نور پاک کو تاریک جگہ رکھا جاتا اور روز قیامت آپ کے آباء کی تحقیر و رسوائی کی جائے۔

(اشعتہ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۱۳۶)

حدیث شریف:

وَعَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا٥

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ آپ کی خدمت اقدس میں آئے۔ محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر تشریف فرما ہو کر فرمایا۔ میں کون ہوں؟

فَقَالُوْا۔ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

پس عرض کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

قَالَ۔ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

فرمایا: محمد بن عبدالمطلب ہوں۔

فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ

بے شک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اس نے ان میں سے مجھے بہترین بھی کردیا۔

ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَۃً

پھر انہیں دو گروہوں میں کیا تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ عطا فرمایا۔

ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتاً فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتاً

پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر بیت (ہاشمی خاندان) میں کردیا۔

فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَخَیْرُھُمْ بَیْتاً

پس میں ان سے ذات اور خاندان کے اعتبار سے افضل ہوں۔

(ترمذ شریف۔ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ۵۵۰۸)

شرح:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی طرف سے طعن ہوا کہ عرب کے دیگر بڑے بڑے آپؐ سے نبوت کے زیادہ مستحق تھے تو آپؐ نے اس موقع پر اپنا مقام خصوصاً نسب شریف کا اعلیٰ واولیٰ اور حق ہونا بیان فرمایا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۷ ص ۱۴۷)

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خانصاحب نعیمی احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ بعض بد باطن منافقوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب وحسب شریف پر کچھ طعنہ کیا تھا جیسے آج عیسائی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب حاجرہ کی نسل سے ہیں اور حضرت حاجرہ بی بی سارہ یا حضرت ابراہیم کی لونڈی تھیں۔ حضرت عباس کو یہ طعن سن کر بہت صدمہ ہوا اور حضور انور سے اس کی شکایت کی۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۱۹)

فائدہ:

اس سے واضح ہوا کہ مدنی تاجدار کے حسب نسب پہ طعن کرنا کفار کا طریقہ ہے۔ کفار کے طعن سن کر صدمہ ہونا صحابہ کرام کا طریقہ ہے الحمد للہ یہی طریقہ مبارک ہمیں صحابہ کرام کے عقائد سے وراثت میں ملا ہے اسی لیے اہلسنت و جماعت ہی حق پر ہے کہ الحمد للہ اہلسنت و جماعت کے عقائد نبی کریم کی احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام کے عقائد سے مطابقت رکھتے ہیں۔

مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات کے ایمان کے متعلق تفصیلات کے لیے مجدد ملت فیض ملت فیض شیخ القرآن و الحدیث حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (ابوین مصطفیؐ) اور حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے رسائل کا مطالعہ کیجیے۔

خلاصہ:

بہر حال واضح ہوا کہ ظاہری لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا صحیح فرمایا جو

کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ کے نسب مبارکہ مدمقابل کے نسب سے زیادہ افضل واعلیٰ ہے۔

شرف سادات:

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب اس شعر مبارک سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو دنیوی لحاظ سے جو خصوصیات انسان کو حاصل ہوتی ہیں انہیں تو تسلیم کرتے ہیں مثلاً ظاہری پڑھے لکھے کا مقام تو تسلیم کرتے ہیں۔ وزارت و صدارت کے عہدے کی پاسداری کو تو تسلیم کرتے ہیں۔ عہدۂ جج کا لحاظ تو کرتے ہیں۔ کم وبیش اسناد کا لحاظ تو کرتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے اگر لحاظ نہیں کرتے تو شرف سادات کا لحاظ و پاس نہیں کرتے۔ بلکہ بڑے بھونڈے الفاظ میں انکار کرتے ہیں۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادۂ پاک کا اعزاز و اکرام:

سید نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

حضور سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا خانوادہ پاک احترام و ادب سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کے رگ و پے میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خون اطہر گردش کر رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی عظمت و حرمت تو اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات جن کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ آپ کے حسب و نسب میں سے ہوں ان کے حق میں قرآن حکیم کا یہ فیصلہ ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی اکرم کی ازواج! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو ازواج مطہرات اور دوسری تمام عورتوں میں نسوانی لوازم اور معمولات کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہ تھا اور کسی ایک کو بھی (ماسوائے جناب زینب رضی اللہ عنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ترین نسبی قرابت حاصل نہیں تھی۔ صرف وہ سرور موجودات کے دائرۂ زوجیت میں داخل ہو چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے اس شرف کا یہ مقام اور یہ اعزاز ہے کہ ان کے لیے یہ کلمات نازل فرمائے کہ تم دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ مقصد یہ کہ اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں نہ آتیں تو تم دوسری عورتوں ہی کی طرح ہوتیں۔

ثابت ہوا کہ احمد مجتبیٰ کی ذات ہی ایک ایسا محور شرف اور مرکز فضیلت ہے کہ اس کے گرد گھومنے والے سیاروں کو مقام صحابیت پر فائز کیا جاتا ہے۔ اس کے دائرۂ زوجیت میں داخل ہونے والی خوش نصیب خواتین کو (ازواج مطہرات) کا مقدس لقب دیا جاتا ہے اور ان کے بطن اطہر سے جلوۂ افروز ہونے والے نور پاروں سیدہ زہرہ، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، حسن و حسین، قاسم و ابراہیم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے سید، شریف، آل محمد آل رسول یا اہل بیت جیسے وجد آفرین الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اللہ اللہ یہ شرف اور اوج مقام ازواج مطہرات۔ (نام و نسب ص ۷۶)

فائدہ:

دیکھیے نسبت کی بہاریں ہیں۔ کپڑا کپڑا ہی ہے کسی کے گلے میں ہو پھٹ جائے، چیتھڑا بن جائے تو گلی میں گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ مگر اسی تھان سے قرآن مجید کے لیے کاٹا گیا کپڑا جب قرآن مجید لپیٹ لیا جاتا ہے

تو اب اس غلاف کا بھی احترام کیا جاتا ہے اینٹیں بعض اوقات ایک ہی بھٹے میں تیار ہوتی ہیں، ایک ہی ٹرالے پر لائی جاتی ہیں، کچھ مسجد کے اندر لگائی جاتی ہیں تو وہاں سمیت جوتی کوئی نہیں جاتا ہے۔ انہیں میں سے اگر لیٹرین میں لگائی جائیں تو ہر کوئی جوتے سمیت جاتا ہے کیونکہ مسجد کے اندر لگائی گئی اینٹوں کو مسجد سے نسبت ہوگئی اس لیے ان کا احترام کیا جاتا ہے اسی طرح مکہ و مدینہ بھی بظاہر عام شہروں جیسے شہر ہی ہیں۔ مگر انہیں مدنی تاجدار سے نسبت ہوگئی تو یہ شہر ایسی عظمتوں والے بن گئے کہ ہر مومن یہ خواہش رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان شہروں کی زیارت کرا دے قبلہ فیض مجسم، فیض ملت، مجدد دور حاضر شیخ القرآن والتفسیر محدث بہاولپور حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ طیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کیا خوب بیان فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

اے سرزمین مصطفیٰ

اے سر زمین مصطفیٰ ، عظمت تیری پہ جاں فدا
اللہ اللہ ہے شان کیا کیا محبوب تجھ کو مل گیا
رحمت خدا کی ہے سدا محبوب تجھ پہ بانٹتا
تجھ کو ملا وہ مرتبہ ، قدسی بھی ہیں تیرے گدا
سب نوریوں کی ٹولیاں ، شام و سحر آتی ہیں یہاں
ہیں یہ ترانے گائیں ، صلی علی صل علی
حق نے دیا مرتبہ قدموں کی پیاری دھول کو
ہر ذرہ شہر مصطفیٰ کا خاک شفا خاک شفا
وہ یاد ہے کیا وقت تھا یثرب تجھے کہتے تھے
محبوب نے دے کر قدم ، تجھ کو کہاں پہنچا دیا
ایمان میرے کی ہے تو ملجاؤ ماوا جاپناہ
تجھ سے ہی میرا چین ہے تجھ میں ہے میرا دل ربا
تخت سلیماں بھی جھکا ، جب اس نے دیکھا دور سے
تو عرش سے ہے بالاتر اے بوسہ گاہ انبیاء
تبع حمیری کون تھا ، تھی دھاک جس کی ملک میں
سب عظمتیں دیکھ کر تیرا شیدا بن گیا
اک اویسی ہی نہیں ہر مسلمان کی صدا
جب موت آئے یا خدا ، ہو مقام مدینہ طیبہ

(کلام اویسی ص ۴۔۳)

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت شہر کو ہو جائے تو وہ شہر تمام شہروں سے افضل ہو جاتا ہے۔ اس کی افضلیت کو تسلیم کرنا ضروری ہو جاتا ہے جیسے جو فضائل مدنی تاجدارؐ نے مکہ شریف کے بیان کیے ہیں ان کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح مدینہ شریف کے جو فضائل مدنی تاجدارؐ نے بیان فرمائے ہیں ان کو تسلیم کرنا بھی مومنوں کی شان ہے اسی طرح سادات کرام کو جو نسبت تاجدار کی حاصل ہے اسے تسلیم کرنا بھی مومنوں پر لازم ہے۔ سادات کرام آل پاک ہیں اور آل پاک کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں مگر وہی تسلیم کرے گا جو صاحب ایمان ہے۔ اسی لیے سادات کرام کا احترام ضروری ہے اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اس سلسلے میں چونکہ چنانچہ کی ہیر پھیر کے ذریعے خود بھی آل پاک کے احترام سے گریزاں رہتے ہیں اور اوروں کو بھی اس بے ڈھنگی چال پہ چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعظیم سادات ضروری ہے:

قال ابو بکر بن عیاش رضی اللہ عنہ و سَمِعْتُ سیدی عَلِیّانِ الخواص رحمۃ اللہ علیہ یَقُوْلُ مِنْ حقِّ الشَّرِیْفَ عَلَیْنَا ان نفدیه بار و احنا السریان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلِہٖ سلم و دَمِه الکریمین فیه فهو بضعةٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وللبعض فی الاجلال و التَّعْظِیمِ وَالتَّوقِیْر ماللکل وحرمة جزئه بعد موتِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم کحرمة جزئه حَیًّا عَلٰی حدِّ سواءٍ

(نام و نسب ص ۱۶۵ بحوالہ نور الابصار از علامہ شیخ شبلنجی ص ۱۰۶ مطبوعہ)

ترجمہ: ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ (سے سنا کہ وہ کہتے تھے شریف (یعنی سید) کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اس پر اپنی جانیں فدا کریں کہ اس میں فخر موجودات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لحم اطہر اور خون مقدس کی تاثیرات پائی جاتی ہیں۔ احترام و تعظیم کا حکم جزو کے لیے بھی کل کے مانند ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جسد اطہر کے جزو کا احترام بالکل اسی طرح ہے جس طرح حیات مبارکہ میں اس جزو کی عزت و توقیر تھی۔

مزید کہتے ہیں کہ:

قعال بعض العلماء و من حقوق الشرفاء علینا و ان بعد وافی النسب ان ثر رضاهم علیٰ اهوائنا و شهواتنا و نعظمهم و نؤقر هم و لا نجلس فوق سریر و هم علی الارض۔

ترجمہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ سادات اگرچہ نسب میں بعید بھی ہوں۔ اس کے باوجود ہم پر ان کے حقوق ہیں منجملہ یہ کہ

ہم اپنی آرزوؤں اور خواہشات پران کی رضا کو مقدم سمجھیں اوران کی تعظیم وتوقیر بجالائیں اور جب وہ زمین پر بیٹھے ہوں تو ہم چارپائیوں پر نہ بیٹھیں۔ (نام ونسب ص ۱۶۵ بحوالہ نورالابصار از علامہ الشیخ شبلنجی ص ۱۰۶ مطبوعہ مصر)

اعتراض:

بعض لوگ شرف نسب کو تسلیم نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

ترجمہ: بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

جواب:

علامہ فیض احمد فیض صاحب اپنی تالیف مہر منیر میں لکھتے ہیں کہ صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں علامہ مناوی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ آیت نہ تو شرف نسب کے خلاف ہے اور نہ وہ احادیث ہی اس مضمون کے منافی ہیں جن میں فخر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ البتہ یہود و ہنود کی طرح اپنی برتری نسب کا اظہار اور از راہ تکبر دوسروں کو اپنے برابر کا انسان نہ سمجھنا بالکل ناروا و نامناسب ہے ہاں تحدیث نعمت کے طور پر نسب ذاتی کا اظہار شرف تو خود سید الانام نے بھی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

عن و ثلة بن الاسقع قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللّٰہ صطفی کنانة من ولد اسماعیل و اصطفی قریشاً من کنانة و اصطفیٰ من قریش بنی هاشم و اصطفانی من بنی هاشم (رواه مسلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چن لیا پھر کنانہ میں سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ نے تمام مخالف اقوال کا جواب دے کر آخر میں یہ فیصلہ فرمایا۔

و با لجملة شرف النسب مما اعتبر جاهلية و السلاماً۔

یعنی خلاصہ بحث یہ ہے کہ نسب کا شرف جاہلیت اور اسلام دونوں میں معتبر تسلیم کیا گیا ہے۔

(نام ونسب ص ۵۶ بحوالہ مہر منیر باب اول ص ۱۰ مطبوعہ لاہور)

شرف نسب کا ثبوت احادیث مبارکہ سے:

یہ بیان کردہ آیت مبارکہ مطلقاً شرف نسب کے خلاف نہیں۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی جیسے مخالفین سمجھتے ہیں تو مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شرف کے متعلق بیان نہ کرتے۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

سخاوت اور رتبے کی بلندی:

اس شعر مبارک سے یہ بھی واضح ہوا کہ آپ کے آباء و اجداد میں سخاوت اور رتبے کی بلندی ملی تھی۔ یہاں آپ اسی کا

اظہار فرمار ہے ہیں حضرت ہاشم کا اصل نام عمرو تھا وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حجاج کو مکہ میں کھانا کھلایا جو ثرید کہلاتا ہے سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ہاشم مالدار تھا لوگوں کا بیان ہے کہ جب حج کا زمانہ آتا تو ہاشم قریش کے مجمع میں کھڑا ہو جاتا اور کہتا اے قریش تم اللہ تعالیٰ کے ہمسائے ہو اور اس کے گھر والے ہو زمانہ حج میں تمہارے پاس اللہ کے ذاکر اور حجاج آئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اور تمام مہمانوں میں تعظیم کے سب سے زیادہ مستحق وہی ہیں لہٰذا چندہ جمع کرو جس سے تم ان کے لیے اتنے دنوں کا کھانا تیار کر سکو جتنے دن ان کا یہاں رہنا ضروری ہے۔ خدا کی قسم! اگر میری آمدنی اس کے لیے کافی ہوتی تو میں اس کا بار تم پر نہ ڈالتا پس قریش کا ہر شخص استطاعت کے مطابق اپنی آمدنی سے نکالتا اور اس سے حاجیوں کے لیے کھانا تیار کرالیتا یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتے کہتے ہیں کہ ہاشم ہی پہلا شخص تھا جس نے حجاج کو مکہ میں وہ کھانا کھلایا جو ثرید کہلاتا ہے اس کا نام تو عمرو تھا لیکن اپنی قوم کو مکہ میں روٹیاں چورا کر کے کھلانے کے سبب سے ان کا نام ہاشم مشہور ہو گیا۔

عَمْرُو الَّذِیْ هَشَمَ الثَّرِیْدَ لِقَوْمِهٖ
قَوْمٍ بِمَكَّةَ مُسْنِتِیْنَ عِجَافٍ

عمرو (ہاشم) وہی ہے جس نے روٹی چورا کر کے ثرید اپنی اس قوم کو کھلایا قوم مکہ میں قحط زدہ اور دبلی پتلی ہو گئی تھی۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول اردو ترجمہ ص ۱۶۲)

(۱) ہشم: روٹی کو توڑنے اور چورا کرنے کو کہتے ہیں۔ ہاشم جو روٹیاں چورا کر کے شوربے میں بھگو کر کھائے۔)
(۲) شوربے میں روٹی کے ٹکڑے توڑ کر بھگو کے کھلائے جائیں تو اسے ثرید کہتے ہیں۔

وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ

اور بے شک علماء انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَ اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ

انبیاء کرام نے کسی دینار و درہم کا وارث نہ بنایا۔ انہوں نے صرف علم کو وارث بنایا۔

فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ

پس جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی)

فائدہ:

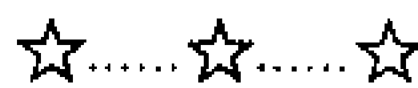
اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے جو علمائے کرام کے خلاف لاف زنی کرتے نہیں تھکتے ان کی زبانیں مشائخ عظام کے خلاف تیز قینچی کی طرح چلتی ہیں کوئی شاعری کے رنگ میں بکواس کرتا ہے تو کوئی من گھڑت حکایات اور لطائف سنا کر۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے دور میں بھیاڑ والی حکایت انگریزی دور سے جہلاء میں بہت مشہور ہے اس کے سلسلے میں الفقیر القادری کی تصنیف حیات الفرید میں بھی کچھ وضاحت کی گئی ہے اور فیضان الفرید

میں بھی اور فیضان اویس قرنی میں تو تاریخی حوالے سے یہ حکایت من گھڑت ثابت کی ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو انشاء اللہ تاریخی نقطہ سے اس حکایت کی حقیقت کسی تصنیف میں واضح کروں گا حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

اس سے بھنڈ اور ڈوم قسم کے لوگ بھی عبرت حاصل کریں جو علمائے کرام کے خلاف من گھڑت قصے کہانیاں اور شعر د شاعری کے ذریعے لوگوں کو خوش کر کے اپنے دین و ایمان کا نقصان کرتے ہیں اور مومنین کے ایمان پہ بھی ڈاکے مارتے پھرتے ہیں۔ مسلمانو! ہوشیار رہو۔ پیسے بھی دیتے ہو اپنے دین و ایمان کے نقصان کے اسباب بھی اکٹھے کرتے ہو خدارا! ایسے امور کے خلاف جہاد کیجیے تاکہ کل بروز قیامت مجرب کر پاؤ۔

غیر مسلموں کی سازش اور من گھڑت لطائف:

آج کل دین اور دین کے متعلقات کے خلاف غیر مسلموں کی سازش ہے کہ دین اور دین کے متعلقات مثلاً علماء کرام، قرآن، دین اسلام کے احکام وغیرہ کے خلاف من گھڑت لطائف اور حکایات لوگوں میں عام پھیلا دی گئی ہیں اور لوگ بڑے شوق اور رغبت سے سنتے اور سناتے ہیں اس طرح وہ اپنی ذہن میں وقت پاس کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی سادہ لوحی اور لاعلمی کی بناء پر وقت پاس نہیں کر رہے ہوتے بلکہ اس وقت میں خود فیل ہو رہے ہوتے ہیں اپنی زندگی کا قیمتی وقت برباد کر رہے ہوتے ہیں جیسے طالب علم اپنی سوچ کے لحاظ سے کھیل کود میں مصروف ہو کر وقت پاس کر رہے ہوتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ برباد کر رہے ہوتے ہیں کچھ ایسا ہی ہمارے بعض پڑھے لکھے اور عام لوگوں کا حال ہوتا ہے من گھڑت لطائف سن کر اور سنا کر اپنے آپ کو برباد کرنے میں مصروف ہوتے ہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔ خبردار ہوشیار ہو جائیے غیر مسلموں کی چالوں کو سمجھنے کی کوشش کیجیے دین اور دین کے متعلقات کے متعلق من گھڑت حکایات اور لطائف نہ خود سنیے نہ سنائیے بلکہ سننے اور سنانے والوں کو سمجھانے کی کوشش کیجیے، بھنڈ، ڈوم اور اسی طرح ڈراما گیر لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے حوصلہ شکنی کیجیے۔



فضائل علماء ومشائخ

(۴) لَا فَضْلَ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ ۔۔۔ عَلَی الْهُدٰی لِمَنِ اسْتَهْدٰی اَدِلَّاءُ

☆فَضْل۔ فضیلت بزرگی، بخشش مہربانی ☆عَلَی الْهُدٰی۔ ہدایت پر ☆اِسْتَهْدَ اِسْتَهْدَاءً۔ ہدایت طلب کرنا، ہدایت مانگنا

مطلب:

بزرگی اور فضیلت تو صرف علمائے کرام کو حاصل ہے۔ کیونکہ وہی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہدایت پر ہیں۔ ہدایت کے طلبگاروں کو راہ ہدایت یعنی صراط مستقیم دکھانے والے راہنما ہیں۔

فائدہ:

یہاں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ دیکھیے جن علمائے کرام اور مشائخ عظام کی عظمت رب کائنات بیان کرے۔ حبیب الرحمٰن جن کی عظمت بیان کرنے والے ہوں۔ جن کی فضیلت حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا بیان فرمائیں ان کے متعلق اگر کوئی بھنگی چرسی، افیمی، شرابی یا کافر کوئی لاف زنی کرے تو بات کس کی مانی جائے گی۔ حقیقت وہی ہوگی جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بیان فرمائے حبیب الرحمٰن نے بیان فرمائی مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بے شمار فضائل بیان فرمائے۔

علمائے کرام انبیائے کرام کے وارث:

کثیر ابن قیس سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دمشق میں بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ اے ابودرداء رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث کے لیے آیا ہوں مجھے خبر ملی ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ روایت فرماتے ہیں اس کے سوا میں کسی اور کام کے لیے نہیں آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سنا۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ

تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ اسے بہشت کے راہوں سے کوئی راہ چلائے گا۔

وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ

اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پَر بچھاتے ہیں۔

وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَآءِ

اور بے شک عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَآئِرِ الْكَوَاكِبِ

اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر

☆......☆......☆

(۵) وَقِيْمَةُ الْمَرْءِ مَاقَدْ كَانَ يُحْسِنُهٗ وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَآءٗ

☆قِيْمَةُ۔ قدر، مرتبہ، مقام ☆مَرْءِ۔ انسان ☆قَدْ۔ تحقیق، بے شک، یقیناً ☆يُحْسِنُهٗ۔ وہ اچھے طریقے سے سر انجام دے، بہترین طریقے سے پورا کرے ☆جَاهِلُوْنَ۔ جاہل کی جمع ہے۔ عالم کے متضاد معنی میں استعمال ہوا ہے ☆اَهْلِ الْعِلْمِ۔ اہل علم، علم والے مراد علماء بھی ہو سکتے ہیں اور مشائخ عظام بھی مراد ہو سکتے ہیں ☆اَعْدَآءٗ۔ عدو کی جمع یعنی دشمن

مطلب:

انسان کا مقام، مرتبہ اور شان تو وہ کمال ہے جسے وہ بہترین طریقے سے سر انجام دے جبکہ جہلاء علمائے کرام کے مخالفین اور دشمن ہیں۔

فائدہ:

اسی لیے علمائے کرام کے خلاف زبان درازی کر کے نقصان کرتے رہتے ہیں معلوم ہوا کہ علمائے کرام کے خلاف خواہ مخواہ کا پروپیگنڈہ کرنے والے خواہ گریجوایٹ ہی کیوں نہ ہوں۔ ڈبل ایم اے، ٹرپل ایم اے ہی کیوں نہ ہوں۔ ڈبل، ٹرپل ایم اے ہونے کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے خلاف بلاوجہ خواہ مخواہ علمائے کرام کے خلاف الف زنی کا مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ حقیقتاً جاہل ہیں۔ خدارا! ایسے پڑھے لکھے جہلاء سے بھی اپنے آپ کو دور رکھیے کہیں یہی پڑھے لکھے جہلاء آپ کے دین وایمان کے سلسلے میں چور اور ڈاکو کا کردار ادا نہ کر سکیں۔

الٹی سیدھی چالیں:

دین اسلام اور دین اسلام کے خلاف ایسی الٹی سیدھی چالیں شیطان ہی سکھاتا ہے اور شیطان ہمارا دشمن ہے۔ لہٰذا ایسی الٹی سیدھی شیطانی چالوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ شیطان دشمن ہے اس لیے دشمن کی دوستی نما دشمنی سے حتیٰ الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دوست اور دشمن کو پہچانئے:

تنبیہ الغافلین میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہوں مگر ہدایت پر چلانا میرے ذمہ نہیں اسی طرح ابلیس برائی کی مزین کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے مگر گمراہی پر چلانا اس کے ذمہ نہیں یعنی وہ تو صرف وسوسے ڈالتا ہے اور گناہ کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے اور اس سے زیادہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ پس بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے دشمن کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اور تم بھی اسے دشمن سمجھو۔ چنانچہ عقلمند کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دشمن کے حوالے سے اپنے دوست کو پہچانے اور دوست کی معاونت کرے جبکہ دشمن کی مخالفت کرے۔

کسے کہتے ہیں کہ چار باتیں جاہل کی پہچان ہیں۔

(۱) بلاوجہ غصہ

(۲) جھوٹی باتوں میں نفس کی اتباع کرنا

(۳) غیر ضروری جگہ پر مال خرچ کرنا

(۴) دشمن کے مقابلے میں دوستوں کو نہ پہچاننا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر شیطان کی اطاعت کو پسند کرنا اور یہ بہت ہی برا تبادلہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ۝

”تو کیا مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو اپنا دوست بناتے ہو جبکہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور یہ ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔“

(تنبیہ الغافلین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۳۶۶۔۳۶۵)

ابن آدم کی طبائع:

حضرت وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ ابلیس حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملا تو آپ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو نے ابن آدم کی طبائع کو کیسے پایا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ اولاد آدم کی ایک قسم تو آپ کی طرح معصوم لوگوں کی ہے جن کا ہم کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے البتہ دوسری قسم ہمارے ہاتھوں میں یوں ہے جیسے بچوں کے ہاتھ میں گیند ہمیں تو ان کے نفوس ہی کافی ہیں جبکہ تیسری قسم ہمارے لیے وبال جان بنی ہوئی ہے ہم محنت کر کے ان میں سے کسی ایک سے اپنا کام نکلواتے ہیں مگر وہ استغفار پڑھ کر ہمارے کیے کرائے کو غارت کر دیتا ہے ایسے لوگوں سے نہ تو ہم مایوس ہیں اور نہ ہی اسے اپنی مرضی کا کام لے سکتے ہیں۔

(تنبیہ الغافلین ج ۲ ص ۳۶۶)

شیطان کے دوستوں کی پہچان:

شیطان کے دوستوں اور شیطان کے دشمنوں کی آسان سی پہچان یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام کے مطابق حیات مستعار کے لحات گزاریں۔ دین و دینی احکام اور دین کے متعلقات سے محبت کریں وہ شیطان کے دشمن ہیں اللہ و رسول سے محبت رکھنے والے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی بجائے مخالفانہ رویہ اختیار کریں۔ دین اسلام اور دین اسلام کے متعلقات کے متعلق معاندانہ رویہ اختیار کریں وہ شیطان کے دوست ہیں۔

☆......☆......☆

(٦) فَقُمْ بِعِلْمٍ وَّ لَا تَبْغِیْ لَهٗ بَدَلًا ۔۔۔ فَالنَّاسُ مَوْتٰی وَاَهْلُ الْعِلْمِ اَحْیَآءُ

☆قُمْ۔ قام سے امر☆فَقُمْ بِعِلْمٍ۔ مراد علم کی خدمت کر☆لَا تَبْغِیْ۔ نہ تلاش کر، نہ طلب کر، نہ مانگ☆مَوْتٰی۔ مردہ☆اَحْیَآءُ۔ زندہ

مطلب:

پس صحیح علم کی خدمت کر اس خدمت کا صلہ طلب کرتے ہوئے مال کسی سے نہ مانگ۔ کیونکہ علماء کرام ومشائخ عظام اور دیگر علوم دین جاننے والوں کے علاوہ سبھی لوگ مردہ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ صرف اہل علم ہی زندہ ہیں ان کے علاوہ سبھی مردہ ہیں۔ کیونکہ وہ زندگی کی حقیقت سے آشنا نہیں ہیں۔ صرف اہل علم ہی زندہ ہیں۔

فائدہ:

باقی لوگ بے شک اللہ تعالیٰ کی زمین پر زندوں کی مانند چل پھر رہے ہیں مگر مردہ اور اہل علم ہی زندہ ہیں بعد از وصال باکمال بھی لوگوں کی نظریں دیکھیں یا نہ دیکھیں مگر وہ زندہ ہیں۔ کیونکہ وہ حقیقت حیات سے آشنا ہیں۔ وہ حق تعالیٰ کے قرب سے سرفراز ہوتے ہیں۔ دنیوی بھول بھلیوں میں بھٹک کر اپنی حیات مستعار کی چند گھڑیاں برباد نہیں کرتے اس لیے اہل علم کے لیے بھی دعوت فکر ہے۔ کہ اہل علم کو بھی اہل علم کی شان کے لائق اور سرانجام دینے چاہئیں۔ علمائے کرام کے خلاف لاف زنی اور اعتراضات کے کچھ جوابات فقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی نے اپنی تصانیف (حیات الفرید، فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) میں عرض کیے ہیں کچھ تفصیلات کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

صحبتِ جہلاء نقصان دہ

(١) وَلَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَهْلِ وَاِیَّاكَ وَاِیَّاهُ ۔۔۔ فَكَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدٰی حَكِیْمًا حِیْنَ اٰخَاهُ
یُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا مَا هُوَ مَاشَاهُ ۔۔۔ وَلِلشَّیْءِ مِنَ الشَّیْءِ مَقَائِیْسٌ وَّ اَشْبَاهُ
وَلِلْقَلْبِ عَلَی الْقَلْبِ دَلِیْلٌ حِیْنَ یَلْقَاهُ

☆لاتصحب۔ صحبت اختیار نہ کرنا☆اَخَا از مواخاۃ۔ یعنی بھائی چارا کرنا، دوستی کرنا، پیار کرنا، محبت کرنا☆اَرْدٰی۔ ہلاک کیا، تباہ وبرباد کیا☆حَكِیْمًا۔ حکیم، سمجھدار، دانا☆حِیْنَ۔ وقت، زمانہ، عرصہ☆مَرْءِ۔ انسان، آدمی☆مقائیس۔ وہ چیزیں کہ جس کے ذریعے اندازہ لگایا جاتا ہے☆اَشْبَاهُ۔ مشابہ ہوتی ہیں☆یَلْقَا۔ وہ دونوں ملتے ہیں، ملاقات کرتے ہیں۔

مطلب:

جہلاء کی صحبت اختیار نہ کر بلکہ ان سے پرہیز کر کیونکہ ان کی صحبت انسانیت کے لیے زہر قاتل سے کم نہیں۔ اکثر جہلاء نے ہر اس دانا آدمی کو بھی تباہ وبرباد کر دیا جس نے ان سے دوستی اور محبت کی۔
جبکہ دو انسان اکٹھے چلتے ہیں تو انہیں ایک دوسرے پر قیاس کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر چیزیں ایک دوسرے کے لیے ایک

دوسرے کو پہچاننے کا یا اندازہ لگانے کا پیمانہ ہوتی ہیں۔
اور جب دو دل ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو پھر انہیں ایک دوسرے سے راہ ملتی ہے۔

جہلاء کی صحبت کے نقصانات:

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے شعر میں بیان فرمایا ہے کہ جاہلوں کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ جاہل تمہیں بھی اپنے جیسا جاہل بنا کر ہی چھوڑیں گے اس لیے ان سے بچنے کی کوشش کر کیونکہ جاہلوں کی صحبت انتہائی نقصان دہ ہے بلکہ جیسے انسان کی صحت کے لیے زہر قاتل انتہائی نقصان دہ ہوتی ہے اسی طرح جہلاء کی صحبت بھی زہر قاتل سے کم نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اکثر جہلاء نے ان سے دوستی اور محبت رکھنے والے دانا آدمی کو بھی تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اس لیے کہیں ایسا نہ ہو کہ جہلاء کی صحبت تجھے بھی لے ڈوبے اس لیے جہلاء کی صحبت سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت علامہ علی محمد اویسی مدظلہ العالیٰ کا واقعہ:

الفقیر القادری ابو احمد اویسی کے استاد محترم جناب حضرت علامہ علی محمد اویسی مدظلہ لعالی خطیب اعظم ہوتہ (تحصیل و ضلع پاک پتن شریف) نے ایک اپنا واقعہ بیان کیا کہ سادہ طبیعت کا ایک آدمی ہر جمعرات کو اپنے عزیز و اقارب کے ایصال ثواب کے لیے ختم دلوایا کرتا تھا اتفاقاً ایک دن اسے گھر کے پاس ہی ایک مولوی نما آدمی ملا یعنی اس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اس سے کہا کہ آج جمعرات کا دن ہے میں نے عزیز و اقارب کا ختم شریف پڑھانا ہے اس نے کہا کہ لاؤ کھانا میں ختم پڑھ دیتا ہوں۔ اس نے چند قرآنی آیات پڑھیں اور دعا مانگے بغیر ہی کہہ دیا کہ بس ختم ہو گیا۔ اس دیہاتی نے کہا۔ یہ کیا ہے؟ ہمارے مولوی صاحب ہمارے استاد ہیں۔ وہ جب ختم پڑھتے ہیں تو ایک آیت ایسی پڑھتے ہیں جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے وہ بھی چوم کر انگوٹھے آنکھوں کو لگاتے ہیں اور ہم بھی انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگاتے ہیں اور آخر میں وہ دعا بھی مانگتے ہیں تو نے نہ تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگائے اور نہ ہی دعا مانگی ہے۔ میں تم سے ختم نہیں پڑھاتا میں تو اپنے استاد صاحب سے ہی ختم شریف پڑھاؤں گا۔

فائدہ:

صحبت کے اثرات مسلم ہیں اس لیے اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے اور بری صحبت سے بچنا چاہیے
صحبت کے اثرات کے متعلق مزید تفصیلات کے لیے ہماری تصنیف فیضان الفرید کا مطالعہ کیجیے۔

صحبت پہچان:

شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے جب دو انسان اکٹھے چلتے ہیں آپ کا یہ فرمانا مقید نہیں کہ محض بیان کی حیثیت سے ہے اس چلنے سے مراد زندگی گزارنا۔ اکٹھے رہنا، اٹھنا، بیٹھنا، گپ شپ لگانا، آنا جانا، وغیرہ سبھی کچھ شامل ہے۔ یعنی جب دو انسان اکٹھے چلتے پھرتے ہیں اٹھتے بیٹھتے ہیں کہیں آتے جاتے ہیں۔ اکثریا کبھی کبھی اکٹھے دیکھے جاتے ہیں تو ان کو ایک دوسرے پر قیاس کر لیا جاتا ہے۔ جیسا ایک ہوتا ہے اسی طرح دوسرے کو بھی قیاس کر لیا جاتا ہے۔ جس قماش کا آدمی بڑا ہوتا ہے چھوٹے کو بھی اسی قماش کا سمجھ لیا جاتا ہے ایک اچھا ہو تو دوسرے کو بھی اچھا سمجھ لیا جاتا ہے۔ اور ایک برا ہو چور یا ڈاکو یا بدمعاش قسم کا ہو تو دوسرے کو بھی ویسا ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔

اس لیے اپنے دوست اچھے لوگوں کو بناؤ۔ برے لوگوں سے دوستی نہ لگاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ چوروں، ڈاکوؤں اور بدمعاشی کی وجہ سے کہیں تمہیں بھی ویسا نہ سمجھا جانے لگے۔ اٹھنا بیٹھنا اور دوستی اچھے لوگوں کے ساتھ کرو تاکہ تم بھی اچھے سمجھے جاؤ۔

متعدد دفعہ یہ بات تجزیہ میں آئی ہے کہ غلط سوسائٹی کی وجہ سے لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں بعض اوقات غلط سوسائٹی کی وجہ سے انسان بہت نقصان اٹھا بیٹھتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات تو بندہ دین و ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور اچھی صحبت کی وجہ سے انسان کی عاقبت بھی سنور جاتی ہے۔ جیسے دیوبند مکتبہ فکر کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے دھوبی کا واقعہ بیان کیا ہے۔

حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا دھوبی:

(ملفوظ ۱۳۳) ایک مولوی کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا آپ تو اسی پر تعجب کر رہے ہیں میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی سے خود اس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سنی ہے جس میں توجیہ کی بھی ضرورت ہے اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سن کر رد کر دیتا وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آ کر سوال کیا۔

من ربك ما دينك من هذا الرجل

وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظمؒ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقۃ یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں جو ان کا خدا وہ میرا خدا جو ان کا دین وہ میرا دین۔ اسی پر اس کی نجات ہو گئی۔ باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ایمان بھی اجمالی تھا محض تعبیر اجمالی تھی۔

(الافاضات الیومیہ من الافادات القیومیہ یعنی ملفوظات حکیم الامت ج ۲ ص ۱۰۱)

اچھی صحبت کا فائدہ:

افاضات الیومیہ میں ہی ہے کہ مولوی عبدالمجید صاحب نے سوال کیا کہ حضرت والا کی خدمت میں بچے آ کر بیٹھتے ہیں ان کو کوئی نفع ہوتا ہے۔

فرمایا کہ برابر ہوتا ہے صحبت میں بیٹھنے سے انس ہوتا ہے اور انس پر موقوف ہے نفع کا ہونا۔

فرمایا کہ انس کے نافع ہونے پر ایک قصہ یاد آ گیا ہے ضلع مظفر نگر کا رہنے والا ایک ہندو ایک مسلمان کی صحبت میں رہ کر مسلمان ہو گیا اور وطن سے جلا وطن ہو کر کانپور پہنچ گیا۔ اہل باطل کو فکر رہتی ہی ہے تکثیر کی اس بیچارے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا ایسے ہی پھر رہا تھا کہ ایک قادیانی صاحب مل گئے وہ اس کو اپنے گھر لے گئے بڑی خاطر کی۔ اس کے بعد اپنی نماز سکھانی چاہی اس نے کہا کہ یہ تو اور طرح کی نماز ہے میں نہیں پڑھوں گا میرا دوست تو اور طرح کی نماز پڑھتا تھا وہی مجھ کو سکھائی ہے وہی پڑھتا ہوں اور پڑھوں گا یہ جواب دے کر میرے پاس آ گیا۔ میں اس وقت کانپور میں مقیم تھا اور آ کر یہ سب واقعہ بیان کیا یہ حفاظت اس ہی کی بدولت ہوئی اور کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گیا یہ سب انس ہی کے کرشمے ہیں۔

دو دلوں کے ملنے سے راہ ملتی ہے:

جب دو دل ملتے ہیں تو پھر ایک دوسرے سے ایک دوسرے کو راہ ملتی ہے۔ وہ دو دل ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے سے محبت ہونے لگتی ہے۔ ایک کو دوسرے سے راہ ملتی ہے اگر وہ دونوں دل اچھے ہوں تو ایک دوسرے کے ملنے سے مزید بہتری پیدا ہوتی ہے۔ ایک اچھا اور دوسرا گندگیوں سے لبریز ہو تو بعض اوقات اچھے کا اثر برے پہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے برا بھی اچھائی کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور بعض اوقات برے کی برائی کا اثر اچھے پہ بھی موثر ثابت ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ برا اچھے کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ یعنی جب دو دل ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں اسی اثر کی وجہ سے ان پہ نئی راہیں کھلتی ہیں جو ان کے لیے معرفت کے حصول کا سبب بھی بن سکتا ہے اور جہنم کے عمیق گڑھے میں پھینکے جانے کا سبب بھی۔

اسی طرح بعض اوقات دل دوسرے کی دلی کیفیات بھانپ جاتا ہے اور قلبی احوال سے آشنا ہو کر دوسرے کو بتا بھی دیتا ہے مثلاً۔

حکایت:

حضرت اویس قرنیؓ سے جب حضرت ہرم رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ہرم اور ان کے والد گرامی کا نام لے کر بلایا۔ حضرت ہرم رضی اللہ عنہ یہاں فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جانا اور مجھے کس طرح پہچانا جبکہ آپ نے اس سے پہلے مجھے کبھی نہ دیکھا آپ نے فرمایا مجھے اس نے بتایا کہ جس کے علم و خبر سے باہر کوئی چیز نہیں میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا جبکہ میرے نفس نے تیرے نفس سے بات کی بالتحقیق مومنوں کی روحیں ایک دوسرے کو پہچان لیا کرتی ہیں اگر چہ بظاہر ایک دوسرے کو نہ ملی ہوں۔

(خلاصہ از ذکر اویس ص ۲۳۰)

یہ روایت بیان کر کے مجدد دور حاضر شیخ القرآن والتفسیر محدث بہاولپور حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی نے بیان فرمایا ہے کہ مولانا اسماعیل شرح تعرف میں لکھتے ہیں کہ:

''شاید خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے بقول کہ:

''دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ سے تمنا کی ملاقات کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی آرزو پوری کرنے کے لیے ہرم بن حیان کے دل میں بھی ان کے شوق کا جذبہ پیدا کر کے خواجہ کی کشش محبت سے ان کی تلاش پر مائل کر دیا ہو اور جناب خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ موجب لقاء الٰہی ہرم بن حیان کے نام و نسب سے واقف ہو چکے ہیں۔

دل کو دلوں سے راہ ملتی ہے:

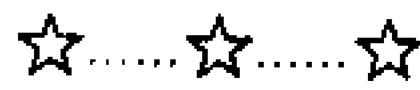
جب دو دل ملتے ہیں تو پھر ایک دوسرے سے راہ ملتی ہے وہ ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں تو انہیں ایک دوسرے سے محبت ہونے لگتی ہے اس طرح دلوں کو ایک دوسرے سے راہ ملتی ہے۔ اگر وہ دونوں دل ہی اچھے ہوں تو ایک دوسرے کے لیے

مزید بہتری کا سبب بنتے ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے معاون اور مبارک ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ایک اچھا اور دوسرا گندگیوں سے لبریز ہو تو اچھے میں بھی بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے اور اچھے کی وجہ سے برے کے بگاڑ کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے یعنی جب دو دل ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ اسی اثر کی بنا پر ان پہ نئی راہیں کھلتی ہیں۔ جوان کے لیے جہنم کے عمیق گڑھے میں پھینکے جانے کا سبب بھی بن سکتی ہیں اور معرفت حق کا باعث بھی بن سکتی ہیں

فائدہ:

اس لیے آدمی کو چاہیے کہ کوشش کرے کہ نیک لوگوں کے قریب کی سعی کرے تا کہ ان کے اثرات اچھے ظاہر ہوں بروں کی صحبت سے دوری اختیار کریں تا کہ بروں کے اثرات سے بچا جا سکے خصوصاً برے برائی پھیلانے میں پورا زور اور تمام وسائل اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح شرابیوں اور نشہ بازوں سے بچیں کہیں ایسا نہ ہو کہ نشہ کی لعنت گلے کا ہار نہ بن جائے۔ نشہ کی برائی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی بے شمار نوجوان نشے کے ہاتھوں اپنی جوانی لٹا بیٹھے عزت اور وقار داؤ پہ لگا دیا حتیٰ کہ نشے کی لعنت نے ان کی زندگی بھی داؤ پہ لگا دی۔ کئی نوجوان نشے میں ایسے ملوث ہوئے کہ انہیں عزیز و اقارب کا کیا پتہ رہنا وہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو گئے اور موت کے منہ میں چلے گئے۔ عزیز و اقارب کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ ہمارا عزیز زندہ بھی ہے یا موت کا شکار ہو گیا۔

بہر حال دلوں کے ملنے سے اللہ والوں کی ارواح ایک دوسرے کی روح کو بھی پہچان لیتی ہیں جیسا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جب حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ ملے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ہرم رضی اللہ عنہ کو ان کے نام اور ان کے باپ کا نام لے کر مخاطب کیا تو حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ نے حیران ہو کر پوچھا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تیری روح کو میری روح نے پہچان لیا۔ یہ ملفوظ شریف اور دیگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات شریف الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیفات (ملفوظات حضرت اویس قرنی، تذکرہ اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کی حیات مبارک آپ کے ملفوظات اور وصایا شریف کے متعلق تفصیلات اور بہترین شرح الفقیر القادری کی تصنیف لطیف (فیضان اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمایئے۔



بے وفا زمانہ کی شکایت اور بے اعتبار دوستوں کی مذمت

(۷) تَغَيَّرَتِ الْمَوَدَّةُ وَالْإِخَاءُ وَقَلَّ الصِّدْقُ وَانْقَطَعَ الرَّجَاءُ
وَاَسْلَمَنِي الزَّمَانُ اِلٰى صَدِيْقٍ كَثِيْرِ الْغَدْرِ لَيْسَ لَهٗ رِعَاءُ

☆تَغَيَّرَتِ الْمَوَدَّةُ۔ دوستی میں تبدیلی پیدا ہوگئی، فرق پیدا ہوگیا، انقلاب برپا ہوگیا ☆اِخَاءُ۔ بھائی چارہ، ☆قَلَّ۔ کم ہوگئی قلیل ہوئی، تھوڑی ہوگئی، کمی آگئی ☆صِدْق۔ سچائی ☆اِنْقَطَعَ۔ قطع ہوگئی، منقطع ہوگئی، ٹوٹ گئی ☆رَجَاءُ۔ امید ☆اَسْلَمَنِيْ الزَّمَانُ۔ زمانے نے مجھے حوالے کر دیا، زمانے نے مجھے سپرد کر دیا ☆صَدِيْقٍ۔ دوست ☆غَدْرِ۔ بے وفا ☆رِعَاءُ۔

رعایت، رعایت

مطلب:

دوستی اور بھائی چارہ میں تغیر و تبدل پیدا ہو گیا کیونکہ آج کل تمام دوستیاں دنیوی مفادات کو سامنے رکھ کر لگائی جاتی ہے یہی حال بھائی چارے کا بھی ہے سچائی کمیاب اور نایاب ہو گئی ہے۔ اسی لیے امید ٹوٹ گئی ہے ایسی دوستی اور بھائی چارے کے سلسلے میں امید ہی ختم ہو گئی ہے۔ کسی پنجابی شاعر نے جھوٹے دوست کی دوستی کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے۔

جھوٹے یار دی یاری نالوں چنگے یارا کیلے۔ کیونکہ اکیلے رہنے سے بندہ مزید مسائل کا شکار تو نہیں ہوتا بلکہ جھوٹے اور بے وفا دوستوں کی وجہ سے بندہ نہ جانے کتنے قسم کے مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے مسائل کا شکار ہونے سے بہتر یہی ہے کہ ایسے دوست سے دوری اختیار کی جائے۔ اسی میں بہتری اور بھلائی ہے۔ جو کہ بے شمار خرابیوں سے نجات کا سبب ہے۔

حکایت:

دو دوستوں کا اکٹھے بیٹھنا اٹھنا تھا وہ اکثر اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اِدھر اُدھر آتے جاتے نظر آتے ایک دوست کو کچھ پیسوں کی ضرورت پڑی۔ کچھ سامان کی بھی ضرورت پڑ گئی۔ وہ بھی دے دیا۔ اس طرح اچھی بھلی رقم بن گئی۔ جب دوسرا دوست پیسوں کا تقاضا کرتا تو مقروض ادھر ادھر کی باتیں کر کے ٹال جاتا ہے ادھر سے لینے ہیں وہ مل جاتے ہیں تو ادا کر دوں گا ادھر سے لینے ہیں وہ بس آج یا کل مل جائیں گے تو میں خود آپ کے گھر حاضر ہو کر پیش کر دوں گا اس طرح یہ سلسلہ تقریباً سال دو سال گزر گئے وہ دوست جھوٹ پہ جھوٹ بولتا رہا۔ کئی دفعہ جس سے پیسے لینے تھے اس پہ بڑے مشکل لمحات آئے مگر مقروض صاحب کو احساس نہ ہوا۔

ایک دن جس دوست نے پیسے لینے تھے فون کیا اس نے جواباً کہا کہ آئندہ اتوار ان شاءاللہ آپ کے پاس حاضری ہو گی تو ان شاءاللہ آپ کے پیسے بھی پیش کر دوں گا اور ایک کام ہے اس پہ بھی غور کریں گے۔ یہ تو محض زبانی کلامی وعدہ تھا نہ آیا کافی دنوں بعد یاد دہانی کے لیے جب بھی فون کیا جاتا وہ فون سے کال ہی کاٹ دیتا۔

فائدہ:

ایسے دوست کس کام کے محض زباندانی کی مہارت پہ نازاں سیدھے سادھے لوگوں کو دوستی کے دام میں پھنسا کر اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں بعد میں تو کون اور میں کون کہہ کر جدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے دوستوں کا فائدہ نہیں ایسے دوستوں سے اکیلا ہونا ہی بہتر ہے بلکہ ایسے دوستوں کا ساتھ یقیناً نقصان دہ ہے۔ اس لیے ایسے بے وفا دوستوں سے دوری اختیار کرنی چاہیے۔

زمانے نے مجھے ایسے بے وفا دوست کے سپرد کر دیا جو بہت زیادہ بے وفا ہے اس میں تو کسی قسم کی رو رعایت بالکل نہیں (بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میں رو رعایت کا مادہ ہی نہیں (ایسے دوست سے دوستی اور بھائی چارے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ایسے دوست سے پھر بھی قربت رکھنا انتہائی نقصان دہ ہے) اس لیے ایسے دوست کو چھوڑ دینا چاہیے۔

یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں۔ اس دور اور آج کل کے دور میں بڑا فرق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی بات کی........ فرما رہے ہیں آج کل لوگوں کے احوال یکسر ہی بدل گئے ہیں۔ ایسے حالات اس سے پہلے تو زمانے کے متعلق مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

فائدہ:

زمانے سے مراد یہاں وہ زمانہ مراد نہیں بلکہ زمانہ موجود بے وفا، دغاباز، دوغلا پالیسی اختیار کرنے والے لوگ مراد ہیں ورنہ زمانہ کے متعلق مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

زمانہ کو برا نہ کہنے کا حکم:

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُؤْذِیْنِیْ ابن اٰدَمَ یَسُبُّ الدَّھْرَ وَاَنَا الدَّھْرُ بِیَدِیْ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ o

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف کتاب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آدم کا بیٹا مجھے تکلیف دیتا ہے زمانے کو گالیاں دیتا ہے۔ حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں رات اور دن کا ادل بدل میں ہی کرتا ہوں۔

شرح حدیث:

اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (یو ذینی ابن ادم) آدم کا بیٹا مجھے رنج واذیت دیتا ہے اور ایسا کرتا ہے جو مجھے ناپسند ہے اور جس میں میں راضی نہیں ہوں اور وہ یہ ہے کہ (یسب الدھر) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ رنج ومحنت اور بلاء و مصیبت کے وقت زمانے کی شکایت کرتے ہیں اور اسے بُرا کہتے ہیں۔ (وانا الدھر) حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں یعنی اس کا فاعل، مدبر اور متصرف میں ہی ہوں جبکہ زمانہ کو گالی دینا زمانہ کی فاعلیت اور اس کے تصرف کے اعتقاد کا مشعر ہے تو گویا دھر فاعل متصرف کا نام ہوا فرمایا: میں ہی دھر ہوں یعنی تم لوگ جو زمانے کو فاعل ومتصرف کرتے ہو وہ فاعل ومتصرف میری ذات ہے یا مضاف محذوف ہے یعنی انا مقلب الدھر زمانے کو ادل بدل کرنے والا میں ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ انا الدھر سے مراد انا المدبر ہے یعنی زمانہ میں تبدیلیاں میں لانے والا ہوں۔ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ دھر اللہ تعالیٰ شانہ کے اسمائے حسنٰی میں سے ایک نام ہے لیکن علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا ہے تاہم قاموس سے اس کی صحت مفہوم ہوتی ہے اور قطع نظر اس سے کہ دھر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس میں معنوی بلاغت وجودت نہیں مگر اس صورت میں کہ دھر بمعنی فاعل ومتصرف ہو۔

اور ایک روایت میں انا الدھر بہ نصب بھی آتا ہے اور زمانہ کو گالی میں ایذاء اور رنج پہنچانے کا پہلو بایں طور ہے کہ اس کی مذمت اور اسے گالی دینا اس کی طرف نسبت تصرف کا اظہار کرتا ہے۔

یا اس بناء پر ہے کہ اس کی مذمت اور اسے گالی دینا دراصل جناب الٰہی کی طرف لوٹتا ہے کہ جب فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو زمانے کو گالی دینا حقیقت میں خدا تعالیٰ کو گالی دینا ہوگا جس طرح کہ علماء نے فرمایا ہے کہ (بیدی الدھر) زمانہ میں رونما ہونے والے ہر کام کی باگ ڈور دراصل میرے دست قدرت میں ہے۔

ایک روایت میں (بَیَدِیَّ) شد کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے (اقلب اللیل والنھار) میں ہی رات دن کو گھماتا اور پھرتا ہوں۔

چرخ را دور شبا روزی دہم　　　شب برم روز آورم روزی دہم

ترجمہ: آسمان کو دن رات کے گھومنے کے چکر میں ڈالتا ہوں، رات لے جاتا ہوں، دن ڈھالاتا ہوں اور روزی میں عطا کرتا ہوں۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۴۱۔۲۴۰)

فائدہ:

یادرکھیے یہاں جو ایذاء کا بیان ہے ناراض کرنے کے معنی میں ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ ایذاء سے مراد ناراض کرنا ہے یعنی میرے متعلق باتیں کرتا ہے جس سے میں ناراض ہوتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ دکھ درد اور تکلیف سے پاک ہے۔

تنبیہ:

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں خصوصاً عورتیں کہ عورتیں مردوں سے بھی زیادہ بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ جب کسی کا بیٹا فوت ہو جائے اور پوتا فوت ہو جائے تو بسا اوقات وہ طوفان کھڑا ہوتا ہے کہ روکنے سے بھی رکنے کا نام نہیں لیتا مثلاً کافی سالوں کی بات ہے کہ ہمارے ہی گاؤں میں ایک بچہ فوت ہوا۔ تو بچے کی دادی حضرت عزرائیل علیہ السلام کو گالیاں دینے لگی بلکہ اس سے بھی آگے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ کو گالیاں بکنے لگی۔ یہ تو محض ایک مثال عرض کی ہے ورنہ اکثر جاہل قسم کی عورتوں کا یہ وطیرہ ہوتا ہے۔ خدارا ایسے امور سے بچیے اور دوست احباب، عزیز و اقارب کو بھی سمجھائیے۔ ایسے مظاہر انسان کو نہ دنیا کا چھوڑتے ہیں نہ ہی آخرت کا۔ ایسے کفریات سے اپنی زبان کی حفاظت کیجیے۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور مبارک کے احوال بیان فرمائے ہیں مگر یہاں تو حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں آج کل کے حالات کا رونا کیا روئیں۔ بس اللہ تعالیٰ سے حالات کی درستی کرنے کی دعا ہمہ وقت مانگتے رہیں اسی میں ہی فائدہ ہے۔ ورنہ دوستی کیا اور دوستی کے تقاضے کیا جیسے آج کل کوئی ان دو لفظوں سے واقف ہی نہیں۔

☆......☆......☆

کسی چیز کو دوام حاصل نہیں

(۸)　سَيُغْنِيْنِيَ الَّذِيْ اَغْنَاهُ عَنِّيْ　　فَلَا فَقْرٌ يَدُوْمُ وَلَا ثَرَآءُ

وَلَيْسَ بِدَآئِمٍ اَبَدًا نَعِيْمٌ　　كَذَاكَ الْبُؤْسُ لَيْسَ لَهُ بَقَآءُ

☆سَيُغْنِيْنِيَ الَّذِيْ۔ عنقریب وہ ذات کہ جس نے مجھ سے غنی کر دیا۔ بے پرواہ کر دیا۔ ☆اَغْنَاهُ عَنِّيْ۔ اس سے مجھے بھی بے پرواہ کردے گی ☆فَقْرٌ۔ ناداری، غریبی محتاجی ☆یدوم۔ ہمیشہ رہتی ہے ☆بِدَآئِمٍ اَبَدًا۔ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ☆نَعِيْمٌ۔ نعمت انعام میں ملی ہوئی چیز نعمت والا ☆كَذَاكَ۔ اسی طرح ☆بُؤْسٌ۔ مصیبت ☆بَقَآءٌ۔ دوام ہمیشہ رہنا ہمیشگی، دوام پائداری۔

مطلب:

مجھے امید ہے کہ جس ذات نے اسے مجھ سے بے پرواہ کردیا ہے۔ وہی ذات مجھے بھی اس سے بے پرواہ کردے گی۔ مفلسی، غریبی اور تنگدستی ہمیشہ نہیں رہتی اسی طرح دولت مندی اور خوشحالی بھی ہمیشہ نہیں رہتی اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے میں پر امید ہوں کہ انشاءاللہ وہ ذات مجھے بھی اس سے بے پرواہ کردے گی۔

اور نعمت ہمیشہ نہیں رہتی اسی طرح مصیبت بھی ہمیشہ نہیں رہتی۔ اس لیے جیسے نعمت کے ایام گزر گئے ہیں اسی طرح مصیبت کے ایام بھی گزر جائیں گے مصیبت کے دنوں میں بے صبری کا مظاہرہ اچھا کام نہیں بلکہ یہی چیزیں تیرے لیے نقصان دہ ہیں ہاں اگر مصیبت کے ایام من جانب اللہ سمجھ کر راہ صبر پر گامزن ہوگا تو حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوجائے گی جس کے باعث تیرے لیے مصیبت کے ایام گزارنے آسان ہوجائیں گے اور اچھے دن میسر آئیں گے۔ مصیبت کے دنوں میں آنے والے نعمت کے دنوں کا تصور تیرے لیے بے سکونی اور بے آرامی میں سکون کا باعث ہوگا۔ نیز یہ جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے تو پھر مصیبت کے باعث اتنا پریشانی میں مبتلا کیا ہونا۔ پریشان ہونے سے مصیبت ٹل تو نہیں جاتی بلکہ مصیبت میں پریشان ہوجانا مزید الجھنے کا سبب بنتی ہے لوگوں کے سامنے جگ ہنسائی کا سبب بھی ہوتی ہے اگر مصیبت کے ایام میں مصیبت کا مقابلہ ڈٹ کر کرے گا تو لوگوں کے نزدیک تیرا مقام و مرتبہ بڑھ جائے گا۔ کہ دیکھیں فلاں پہ کیسے کیسے مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے مگر مجال ہے کہ اس کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی جنبش پیدا ہوئی ہو۔ اس طرح انسان کا مقام اور درجہ لوگوں کی نظر میں بھی بڑھ جاتا ہے۔

برصغیر میں مسلمانوں کی حالت زار:

برصغیر پاک و ہند پہ جب مسلمانوں سے سلطنت چھین لی گئی تو مسلمانوں پہ بڑے سخت قسم کے ایام شروع ہوئے۔ عرصہ بیت گیا علامہ اقبال نے مسلمانوں کی حالت زار دیکھی تو مسلمانوں کو سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ان مصائب و آلام اور سختی کے ایام میں بزدلانہ رویہ اختیار نہ کرو۔ یہ مشکلات اور مصائب و آلام کوئی مستقل تھوڑی ہیں یہ تو گردش لیل و نہار ہے کبھی دن کبھی رات، کبھی گرمی کبھی سردی۔ کبھی سختی کبھی نرمی۔ یہ دن تو بدلتے رہتے ہیں ارے مسلمان! یہ تو تیری پرواز کو مزید بلندی عطا کرنے کے لیے ہے تجھے گرانے کے لیے نہیں علامہ اقبال نے فرمایا۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

حقیقت:

بلکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ مصائب و آلام، دکھ درد، تکالیف کا پہنچنا یہ سب کچھ مسلمان کے لیے نئی آن اور نئی شان کے لیے ہے مسلمان کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کے لیے ہے اس لیے ان سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ ان مصائب و آلام، دکھوں اور مصیبتوں سے گھبرا جانا ایک مسلمان کی شان نہیں بلکہ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ من جانب اللہ تصور کرتے ہوئے ڈگمگا جانے کی بجائے صبر اختیار کرے۔ کہ صبر باعث اجر ہے۔

صبر اور نماز سے مدد چاہنے کا فرمان رب کائنات:

ایسے لمحات میں رب کائنات کے فرمانِ ذیشان پہ لبیک کہتے ہوئے صبر اختیار کرنا چاہیے رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۝ (پ۲البقرہ:۱۵۳)

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ (کنز الایمان)

صبر والوں کے لیے بشارت:

رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۝ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۝ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۝ (پ۲۔البقرہ:۱۵۵تا۱۵۷)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی طرف پھرنا یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت یہی لوگ راہ پر ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

فائدہ:

اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ خوف سے اللہ کا ڈر، بھوک سے رمضان کے روزے، مالوں کی کمی سے زکوٰۃ و صدقات دینا، جانوں کی کمی سے امراض کے ذریعہ موتیں ہونا، پھلوں کی کمی سے اولاد کی موت مراد ہے اس لیے کہ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی وہ عرض کرتے ہیں کہ ہاں یارب! پھر فرماتا ہے تم نے اس کا پھل لے لیا عرض کرتے ہیں ہاں یارب! اس پر میرے بندے نے کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۝ پڑھا فرماتا ہے اس کے لیے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (تفسیر خزائن العرفان)

مصائب پہ صبر باعث اجر:

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ عقل مند کو چاہیے کہ مصیبت کے ثواب پر غور کرے روز قیامت جب وہ اس ثواب کو دیکھے گا تو کہے گا کاش کہ میری اولاد و اقارب مجھ سے پہلے فوت ہو جاتے تو میں اس مصیبت پر صبر کا ثواب (اجر) حاصل کرتا۔ ثواب کی نیت سے مصیبت پر صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ نے عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ

وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ o الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی طرف پھرنا۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

☆......☆......☆

سچی محبت اور بے وفائی

(۵) وَکُلُّ مُوَدَّةٍ لِلّٰهِ یَصْفُوْا — وَلَا یَصْفُوْمَنَ الْفِسْقِ الْاَخَاءُ

(۶) اِذَا اَنْکَرْتَ عَهْدًا مِّنْ حَمِیْمٍ — فَفِیْ نَفْسِیْ التَّکَرُّمُ وَالْحَیَاءُ

☆مُوَدَّةٍ۔ محبت، پیار، دوستی ☆یَصْفُوْ۔ پاک صاف ہوتی ہے ☆فِسْق۔ بدکرداری، نافرمانی، جرم، بدکاری، گناہ ☆اَخَاء۔ دوستی، محبت ☆اَنْکَرْتَ۔ انکر، جہل، نا آشنا ☆فَفِیْ نَفْسِیْ۔ پس میرے دل میں ☆التَّکَرُّمُ۔ شرافت

مطلب:

جو بھی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے وہ ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے بدکاری سے دوستی میں پاکیزگی اور صفائی ستھرائی پیدا نہیں ہو سکتی۔[1]

فائدہ:

محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں انسان کی اپنی کوئی غرض نہیں ہوتی چونکہ محبت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے اس میں دنیوی کوئی فرض نہیں ہوتی ہے انسان کی کوئی کوئی خواہش نہیں ہوتی اس لیے یہ محبت ہی دراصل محبت کہلانے کی مستحق ہے اور بظاہر محبت مگر اس محبت کی آڑ میں دنیوی اغراض ہوں وہ محبت دراصل محبت ہوتی ہی نہیں بلکہ وہ تو غرض ہوتی ہے۔ ایسی اغراض پہ مبنی محبت کو محبت کہنا ہی درست نہیں ہے۔ جب ایسی محبت محبت ہی نہیں تو پھر ایسی محبت کو محبت نہیں کہنا چاہیے محبت صرف اسی محبت کو کہنا چاہیے جو بغیر کسی قسم کے لالچ اور بغیر اغراض و دنیوی مقاصد کے ہو۔ ایسی محبت میں کسی قسم کی برائی نہیں ہوتی ایسی محبت ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے۔

---

[1] جب وقت تم اپنے عزیز دوست کی محبت کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے حال میں عام آدمی کو کسی سے بھی لگن نہیں رہتی (اپنے آپ کے لیے چوری، قتل و غارت خون ریزی کا بازار گرم ہو جاتا ہے) تو میں ایسے حالات میں بھی محبت کرتا ہوں کیونکہ میرا دل عام لوگوں جیسا نہیں بلکہ میرے دل میں شرافت اور حیاء موجود ہے (جن میں شرافت و حیا نہیں وہ ایسی صفات سے خالی ہوتے ہیں)

اللہ کے لیے سچی محبت کی فضیلت:

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ:

وہ لوگ کہاں ہیں؟ جو میری عظمت اور جلال کے سبب آپس میں محبت رکھتے تھے۔ آج میں ان کو سائے میں رکھوں گا اپنے خاص فضل وکرم کے سائے میں۔ جس دن (میرے فضل وکرم) کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں۔

(مسلم شریف۔ مشارق الانور مترجم ص ۵۵۳)

فائدہ:

جو آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں ان کی محبت صرف خدا ہی کے واسطے ہے اور طمع دنیا اور خواہش نفسانی سے ان کی محبت پاک ہے وہ قیامت کو ایسا عمدہ درجہ پائیں گے کہ خدا کی حمایت اور عرش کے سائے میں ہوں گے۔

بدکاری کی نحوست:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدکاری کی نحوست بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ بدکاری کی یہ نحوست ہے کہ بدکاری کے باعث بندہ پاکیزگی سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ بدکاری انسان کو پاکیزگی زندگی گزارنے سے مانع ہوتی ہے بدکاری انسان کو جہنم کا ایندھن بناتی ہے۔ اس لیے جہنم کا شوقین ہی بدکاری میں بصد شوق مبتلا رہے اور جہنم سے نجات حاصل کرنے کا متمنی بدکاری سے توبہ کر کے پاکیزہ زندگی گزارنے کی سعی کرے۔

بدکاری کے دوستی پر اثرات:

بدکاری کے دوستی پر بھی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں مثلاً یہی دیکھیے بدکاری میں مبتلا ہلکے کتے کی مانند ہو جاتا ہے جہاں سے بھی اسے مطلب حاصل ہوتا نظر آتا وہیں کوشش کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ میرا دوست ہے اسے ہی اس سلسلے میں چھوڑ دوں نہیں اس کی سوچ محض مطلب برآری تک ہی محدود رہتی ہے وہ نتائج سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے بدکرداری ایک ایسا پھندا ثابت ہوتی ہے جس سے وہ نجات حاصل نہیں کرسکتا بلکہ وہ اس دلدل میں ایسا پھنستا ہے کہ وہ اس دلدل سے نکلنا بھی نہیں چاہتا۔ نجات تو وہ حاصل کرتا ہے جو نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو نجات ہی حاصل کرنا نہ چاہے اسے کون نجات دلائے نصیب قسمت اور تقدیر اسے نکال لے جائے تو اور بات ہے۔

بدکار دوست احباب:

بدکاری کی ایک نحوست یہ بھی سایہ تانے رہتی ہے کہ اسے ان دوستوں سے واسطہ پڑتا ہے جو خود بھی بدکاری کی غلاظت کے بادشاہ کہلاتے ہیں ایسوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا انسان بڑی مشکل سے ہی نجات حاصل کرسکتا ہے اس لیے یہی بہتر ہے کہ اوائل کے دور میں ہی انسان اپنے آپ کو بچائے۔

بدکاری سبب عذاب:

حدیث شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشادفرمایا کہ زنا کرنے والاجتنی دیر تک زنا کرتا رہتا ہے اس وقت تک وہ مومن نہیں رہتا۔(مشکوٰۃ شریف جلداول، بحوالہ بخاری شریف ومسلم شریف)

فائدہ:

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی صاحب نے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ زنا کاری کرتے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ اس کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو اس کا نور ایمان پھر اس کو مل جاتا ہے ورنہ نہیں۔(جہنم کے خطرات ص۲۲)

زنا کی دنیوی اور اخروی برائیاں:

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ زنا سے بچو کیونکہ اس میں تین دنیاوی برائیاں ہیں۔

1-زنا سے رزق میں بے برکتی ہوتی ہے۔

2-زانی نیکیوں کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔

3-لوگوں کے دلوں میں زانی کے لیے نفرت ہو جاتی ہے۔

اور تین اخروی برائیاں یہ ہیں۔

1-زانی پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے۔

2-عذاب میں سختی ہوتی ہے۔

3-اسے نار کبریٰ یعنی دوزخ میں ڈالا جاتا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ کے مطابق دنیا کی یہ آگ دوزخ کی آگ کا سترہواں حصہ ہے۔(تنبیہہ الغافلین حصہ دوم)

دوزخ کی کہانی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبانی:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے دوزخ کی صورت حال بتایئے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ تاریک سے تاریک ترین ہے اگر سوئی کے ناکہ برابر بھی اس کی آگ باہر آجائے تو زمین پر موجود ہر شے جل جائے گی اور اگر اس کا ایک کپڑا زمین وآسمان کے درمیان لٹکا دیا جائے تو اس کی بدبو سے تمام زمینی مخلوق کے رزق بدبودار، کھٹے ہو جائیں گے اور قرآن میں مذکور وہاں کے انیس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھی زمین پر آجائے تو اس کی ہیبت سے تمام اہل زمین مر جائیں گے اور اگر ان کی زنجیر کی ایک کڑی زمین پر گرا دی جائے تو وہ تحت الثریٰ تک دھنس جائے پھر وہ رُکے گی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل میرے لیے اتنا ہی کافی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے تو جبرائیل بھی رونے لگے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا کہ تم کیوں روئے ہو؟ تم تو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہو؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی بھروسہ نہیں کہ مجھے یہ قرب الٰہی حاصل رہے گا یا نہیں میں بھی ہاروت وماروت اور ابلیس لعین کی طرح آزمائش میں مبتلا کیا جاؤں گا۔نیز جب اللہ تعالیٰ کے مقرب جبرئیل علیہ السلام

روتے ہیں تو پھر ایک عاصی وخطا کار انسان کو تو زیادہ ہی رونا چاہیے۔(تنبیہ الغافلین حصہ دوم)

اس لیے بدکاری سے بچنے کی سعی کرنی چاہیے تا کہ ایمان سلامت اور محفوظ رہے ایمان کی سلامتی جان کی سلامتی سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ ایمان سلامت ہے اور جان کو خطرہ لاحق ہو جائے تو ایمان کی سلامتی اور دین وایمان کے لیے جان قربان کر دینا شہادت ہے اور شہید تو شہادت حاصل کرنے کے باوجود نہیں مرتے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَات بَلْ اَحْيَاءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْن

بدکاری اور دوستی:

بدکاری دوستی کے لیے زہر قاتل ہے جہاں بدکاری کا ظہور ہوا دوستی ختم ہوگئی۔ بدکاری دوستی کے خاتمے کا باعث بنتی ہے اس لیے اس معاشرہ میں بے شمار ایسے واقعات دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں۔ بدکاری سے دوستی میں پاکیزگی اور صفائی ستھرائی پیدا نہیں ہوتی بلکہ گندگی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کی تمنا ہے تو پھر بدکاری کی راہیں مسدود کر دے۔ بلکہ بدکاری سے دور ہو جا صفائی اور ستھرائی انشاء اللہ حاصل ہوگی۔ جب تم اپنے عزیز واقارب کی محبت سے اجنبی بن جاتے ہو۔یعنی جب تم اپنے عزیز واقارب کی محبت کو بھی بھلا دیتے ہو تو میں پھر بھی تم سے محبت کرتا ہوں اس لیے کہ میرے دل میں شرافت اور حیا ہے۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ عزیز واقارب سے اجنبی بننا اچھی روش نہیں، شرفاء کا طریقہ نہیں۔ حیاء والوں کا شیوہ نہیں بلکہ اگر اس کے متضاد پر غور کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ عزیز واقارب سے اجنبی وہی بنتا ہے عزیز واقارب کی محبت وہی دل سے بھلاتا ہے جو کمینہ اور بے حیاء ہوتا ہے۔ اس کی کمینگی اور بے حیائی اسے اپنے عزیز واقارب سے محبت نہیں کرنے دیتی۔ کمینگی اور بے حیائی وہ بری صفات ہیں جو انسان کو قریب کرنے کی بجائے اپنوں سے دور کر دیتی ہے باپ کو بیٹے سے دور کر دیتی ہیں اولاد کو والدین کا دشمن بنا دیتی ہیں۔ اپنوں کو بیگانہ بنا دیتی ہیں۔

عزیز و اقارب سے حسن سلوک کا حکم:

اس شعر میں عزیز واقارب سے محبت کرنے کو ایک بہترین عمل قرار دیا گیا ہے جبکہ عزیز واقارب سے قطع تعلقی اور اجنبیت اختیار کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے آیئے صلہ رحمی کے فضائل ملاحظہ فرمایئے۔

خدمت والدین:

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَ هُمَا اَوْ كليهما فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ: خاک میں ملا جس نے اپنے ماں باپ کو ضعیفی اور بڑھاپے میں پایا ایک کو یا دونوں کو۔ سو بہشت میں نہ داخل ہوا۔

فائدہ:

یعنی وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو ضعیف ماں باپ کی خدمت کر کے بہشت حاصل نہ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت بہشت کا عمدہ وسیلہ ہے اور ان کو تکلیف رسانی اور بے خدمتی دوزخ کا سبب ہے۔

(مشارق الانوار مترجم ص ۵۴۹)

بہشتی اعمال:

بہشت کے حصول کے لیے بے شمار اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند اعمال کا تذکرہ الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی نے اپنی تصنیف بہشتی اعمال میں کیا ہے۔

☆......☆......☆

بداخلاقی کا کوئی علاج نہیں

(۷) وَكُلُّ جِرَاحَةٍ فَلَهَا دَوَاءٌ وَسُوْءُ الْخُلْقِ لَيْسَ لَهُ دَوَاءٌ

☆ جِرَاحَةٍ۔ زخم ☆ دَوَاءٌ۔ دوا ☆ سُوْءُ الْخُلْقِ۔ بداخلاقی

مطلب:

ہر زخم کے لیے علاج ہے صرف بداخلاقی کا کوئی علاج نہیں اور ہر زخم کی دوائی ہے یعنی ہر زخم کا علاج ہے۔ بداخلاقی ایسا زخم (جرم) ہے کہ جس کے لیے کوئی دوا نہیں اور نہ اس کا کوئی علاج ہے۔

اس لیے بداخلاقی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بداخلاقی انسان کو دنیا میں بھی نقصان پہنچاتی ہے اور آخرت میں بھی نقصان کا باعث ہے اس لیے بداخلاقی سے ہر ممکن بچنے کی سعی کرنی چاہیے۔ بداخلاقی سے اپنے بھی بیگانے بن جاتے ہیں۔ محبت کرنے والے بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ بندے کا وقار قائم نہیں رہتا۔ بلکہ ہر شخص برا سمجھنے لگتا ہے۔ ویسے بھی بداخلاقی اکثر کفار کا طریقہ ہے۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لیے اچھے اچھے اخلاق اپنانے کا حکم اور برے اخلاق سے دور رہنے کا حکم ہے۔

اچھے اخلاق کے فضائل:

جبکہ اچھے اخلاق مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنائے اور آپ نے اچھے اخلاق اپنانے کا ہی حکم دیا اور یہی حکم رب کائنات کا بھی ہے۔ اچھے اخلاق اپنانے سے مخالف تو مخالف جان کے دشمن بھی جان فدا کرنے والے بن جاتے ہیں۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا بغور مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں کہ ایک غزوہ مبارکہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ تلے آرام فرماتے تھے کہ کہیں سے ایک کافر آنکلا اس نے تلوار نکالی آپ کو جگایا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے فرمایا کہ میرا اللہ! آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی وہی

تلوار آپ نے اٹھائی اور فرمایا کہ اب تو بتا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ اس نے معافی مانگی تو آپ نے معاف فرمایا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے کہا کہ آپ کے سامنے مقابلہ کے لیے کبھی نہیں آؤں گا۔ اسی طرح بوڑھی عورت کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ وہ برا بھلا بھی کہہ رہی تھی اس کے باوجود آپ اس کا سامان اٹھائے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ اسے منزل مقصود پر چھوڑ کر واپس آنے لگے تو جب اس عورت کو حقیقت کا علم ہوا تو مسلمان ہو گئی۔ حضرت علامہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

ملاقات حبیب ساڈی عید ہو گئی
ساڈا حج اکبری تیری دید ہو گئی
تیرا اچا اے ناواں نالے نئیں پرچھانواں
تیریاں تک اداواں میں مرید ہو گئی

فائدہ:

بہر حال اچھے اخلاق سے انسان کی دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی۔ اس لیے ہمیں اچھے اخلاق اپنانے چاہئیں اور برے اخلاق سے بچنا چاہیے کہ ان سے دنیا بھی برباد ہوتی ہے اور آخرت بھی تباہ۔

ہر زخم کا علاج:

اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر زخم یعنی ہر دکھ تکلیف اور مصیبت کا علاج ہے مگر بد اخلاقی ایسا زخم ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں یہ ہر لمحہ انسان کو تباہی و بربادی کے گڑھے کی گہرائی میں نیچے سے اور نیچے کی طرف دھکیلتا رہتا ہے یہاں تک کہ انسان کی واپسی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتی ہے۔

☆......☆......☆

بے وفا دوستوں کی حالت

(۸) وَرُبَّ اَخٍ وَّفَيْتُ لَهٗ وَفِيًّا وَلٰكِنْ لَّا يَدُوْمُ لَهُ الْوَفَآءُ

☆اَخٍ۔ بھائی ☆وَّفَيْتُ۔ میں نے وفاداری کی ☆وَفَاءُ۔ وفاداری ☆لَا يَدُوْمُ۔ پائیدار نہیں

مطلب:

ایسے بے شمار بھائی (نما دوست ہیں جو کہ دوستی کے نام پر جان قربان کرنے کے دعوے کرتے ہیں۔ بھائیوں سے بڑھ کر محبت جتاتے ہیں) میں نے ان سے وفاداری کی ہے مگر (افسوس کہ) جب وقت آیا تو ان کی وفاداری میرے ساتھ پائیدار ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی وفاداری بدل گئی ایسے لوگوں کی (زبانی کلامی) وفاداری پہ کون یقین کرے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت دائمی ہے ایسی محبت انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں ہر مقام پہ کامیابی کی ضمانت ہے۔ رب کائنات اسی لیے ارشاد فرماتا ہے کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

☆......☆......☆

(۹) یَدِیْمُوْنَ الْمَوَدَّةَ مَارَاَوْنِیْ وَیَبْقَی الْوُدُّ مَا یَبْقَی اللِّقَاءُ

☆یَدِیْمُوْنَ۔ وہ باقی رکھتے ہیں☆مَوَدَّةَ۔ محبت☆مَارَاَوْنِیْ۔ جب تک وہ مجھے دیکھتے ہیں☆یَبْقَی الْوُدَّ۔ محبت اس وقت تک باقی رہتی ہے☆مَایَبْقَی اللّقَاءُ۔ جب تک ملاقات رہتی ہے

مطلب:

وہ جب تک مجھے دیکھتے رہتے ہیں یعنی جب تک میں ان کی نظروں کے سامنے رہتا ہوں وہ میرے ساتھ محبت کا سلسلہ قائم رکھتے ہیں یعنی جب میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہوں تو وہ میری محبت کو وہیں پھینک کر چلتے بنتے ہیں۔ان کی محبت اس وقت تک ہی قائم رہتی ہے جب تک میرے ساتھ ان کی ملاقات باقی رہتی ہے۔یعنی ملاقات ختم ہوتے ہی محبت بھی ختم۔ایسی محبت چہ معنی دارد گویا آپ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ آج کل جو لوگ محبت کرتے ہیں ان میں سے اکثر کی محبت ناپائیدار ہوتی ہے۔اس لیے ہر ایک کی محبت کا یقین نہ کر لینا۔ کیونکہ ہر ایک کی محبت پائیدار نہیں ہوتی۔ ہر محبت کا دعویدار سچا نہیں ہوتا اس لیے محبت کا سلسلہ خوب غور وفکر سے کام لیجیے۔ بظاہر محبت ضروری نہیں کہ حقیقی محبت ہی ہے۔اکثر محبتیں دراصل غرضیں ہوتی ہیں محبتیں نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اغراض و مقاصد حاصل ہوتے ہی محبت ختم ہو جاتی ہے یا معمولی سا نقصان دیکھا محبت کا غبارہ ہوا سے خالی ہو گیا۔اس لیے ایسی محبت کرنے والوں اور ایسی محبت کے دعویداروں سے کنارہ کرنا ہی مناسب ہے۔

گویا آپ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا بھی ناپائیدار ہے اور دنیا میں موجود ہر شے بھی فانی ہے۔ دنیا بھی بے وفا، اس میں موجود ہر چیز بھی بے وفا۔اس لیے دنیا و مافیہا سے دل نہ لگا یہ چیزیں دل لگانے کی نہیں ہیں ارے اگر دل لگانا ہے تو باوفا سے دل لگا۔محبت کرنی ہے تو کسی ایسی ہستی سے محبت کر جو تیرے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے محبوبوں سے محبت کر کہ جن کی محبت پائیدار بھی ہے اور مفید ہی مفید ہے ان کی محبت میں نقصان کا شائبہ تک نہیں رب کائنات نے اپنے لافانی اور مقدس کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اے محبوب آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تجھے محبوب بنا لے گا۔

☆......☆......☆

(۹) اَخِلَّاءٌ اِذَا اسْتَغْنَيْتُ عَنْهُمْ وَاَعْدَاءٌ اِذَا نَزَلَ الْبَلَاءُ

☆اَخِلَّاءٌ۔ دوست، سچا دوست یار صادق، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب مگر یہاں عام دوست مراد ہیں☆اَعْدَاءٌ۔ عَدُو کی جمع بمعنی دشمن☆نَزَلَ۔نازل ہوتی ہے، اترتی ہے، آتی ہے

جب تک مجھے ان کی محبت کی ضرورت نہیں رہتی (اور مجھ سے ان کی ضروریات پوری ہونے کی انہیں ضرورت محسوس ہوتی ہے) اس وقت تک تو وہ میرے دوست بنے رہتے ہیں۔

اور جب مجھ پہ کوئی مصیبت آ جائے تو وہی تمام تعلقات اور محبت کے دعوے کرنے کے باوجود میرا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ نہ صرف تعلقات توڑ دیتے ہیں بلکہ الٹا دشمن بن جاتے ہیں۔ ایسی محبتوں کا کیا فائدہ؟ جو دکھوں کے راج کے وقت ساتھ چھوڑ جائیں۔

دنیا مطلب دی:

دنیا میں ہر شخص ایک خاص نقطہ نظر سے دیکھتا اور سوچتا ہے۔ جس کا نقطہ نظر اسلام کے تابع ہوتا ہے وہ اپنی سوچ میں مگن رہتا ہے ہمہ وقت حق تعالیٰ کی عبادت اور مخلوق خدا کی مدد میں مگن رہتا ہے ہمہ وقت اس کی سوچوں اور فکروں کا محور و مرکز مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور حق تعالیٰ کا قرب ہوتا ہے وہ ہمیشہ وقت اسی رنگ میں رنگے رہتے ہیں وہ دنیا و مافیہا سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں خاص انعامات سے نوازتا ہے حتیٰ کہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں بشارت ربانی واضح الفاظ میں قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

دنیا دار اپنے مقاصد اور مطالب کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے اولاد والدین کے گلے پہ چھری چلانے سے بھی گریز نہیں کرتی والدین اولاد سے بیزار ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں ہر انسان اپنے ہی مطلب کا پجاری نظر آتا ہے۔ مطلب ابھی باقی ہے تو گدھے کو بھی باپ کہنے میں عزت تصور کرتے ہیں مطلب نکل گیا تو باپ کو بھی نہیں جانتے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے منسوب اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک میرے دوستوں کو مجھ سے امیدیں وابستہ رہتی ہیں۔ میرے دوست رہتے ہیں مطلب نکل گیا ہے تو جانتے نہیں کے مصداق جب مطلب نہ رہا دوستی بھی ختم بلکہ بعض بڑے دشمن وہی ثابت ہوتے ہیں ایسے دوستوں کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسے دوستوں سے دوری اختیار کرنی چاہیے۔

☆......☆......☆

(۹) وَاِنْ غُيِّبْتُ عَنْ اَحَدٍ قَلَانِیْ وَعَاقَبَنِیْ بِمَا فِيْهِ اكْتِفَآءُ

☆غُيِّبْتُ۔ میں نظر سے ہٹ جاتا ہوں، نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہوں یعنی میں نظر نہیں آتا ☆قَلَانِیْ۔ مجھ سے دشمنی کرنے لگتے ہیں ☆اكْتِفَآءُ۔ کافی، بہت زیادہ

مطلب:

ان کی نظروں سے میں اوجھل ہو جاتا ہوں تو وہی میرے سامنے دوستی کا دم بھرنے والے دشمنی پہ اتر آتے ہیں اور مجھے بے حد تکلیف پہنچاتے ہیں۔

میرے متعلق ان کا رویہ کہ میرے سامنے توجی حضوری اور پیٹھ پیچھے دشمنی پہ اتر آنا مجھے بے حد تکلیف دیتا ہے۔ کسی شاعر نے ایسوں کو متنبہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
یا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

منافق کے لیے اسی لیے کھلے کافر سے بھی زیادہ سزا بیان کی گئی ہے۔
سورۃ البقرہ کے شروع میں کفار کے متعلق صرف اور صرف دو آیات نازل جبکہ منافقین کی مذمت میں ۱۳ آیات نازل فرمائیں۔ واضح ہوا کہ ظاہری دشمن کے مقابلے میں منافق قسم کا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اسی لیے یہاں بھی بیان ہوا ہے کہ:

فائدہ:

ایسے یار ماروں سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ ایسے یار مار انسان کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ غالباً حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ:

دنیا تے جو کم نہ آوے اوکھے سوکھے ویلے
ایسے بے فیض سنگی کولوں چنگے یار اکیلے

ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

بیلی بیلی تے ہر کوئی آکھے۔ سچا بیلی کوئی ہوندا
جان نذرانہ جو کوئی دھردا سچا بیلی سوئی ہوندا
اج کل دی یاری اکثر خواری توں چنگا رہسی بچ جا
نیڑے نہ جاویں تباہ ہو جاسیں ایہنا کولوں بچ جا

☆......☆......☆

(۱۲) اِذَامَـارَ اُسُ اَهْلِ الْبَيْتِ وَلّٰی بَـدَالَهُـمْ مِّنَ النَّـاسِ الْجَفَـاء

☆رَاْسُ۔ سردار ☆اَهْلِ الْبَيْتِ۔ گھر والا ☆وَلّٰی۔ از تولیہ، پیٹھ پھرنا مراد اس دنیا سے منہ پھیرنا یعنی فوت ہو جانا ☆ جُفَاءُ۔ زیادتی ظلم

مطلب:

جب گھر کا سردار اس جہان فانی سے کوچ کر جاتا ہے یعنی فوت ہو جاتا ہے۔ تو لوگ اس کے اہل خانہ پہ ظلم اور زیادتیاں کرتے ہیں۔

فائدہ:

اس شعر میں بھی حقیقت آشکارا کی گئی ہے کہ عام لوگوں کا وطیرہ یہی ہے اگر حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کے احوال پہ نظر دوڑائیں۔ واقعہ کربلا کو اپنے تصور میں لائیں تو اس شعر کی صداقت کے مناظر گواہی دیں گے اور آج کل کے احوال پہ ذرا سا بھی غور کریں گے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

جب تک کوئی کرتا دھرتا ہوتا ہے اسی وقت تک سبھی دوست احباب قربان ہو ہو جاتے ہیں۔ عزیز و اقارب بھی اپنا بنتے ہیں اپنائیت جتاتے رہتے ہیں۔ عزت و احترام بھی کرتے ہیں۔ رشتہ داری اور تعلقات کا احساس بھی کرتے ہیں۔ مگر خاندان کا سربراہ کہ جس کے باعث یہ سب کچھ تھا وہ اس جہان فانی سے چلا جاتا ہے یعنی فوت ہو جاتا ہے تو عزیز و اقارب بھی ہیں چلتے بنتے

اور منہ پھیر جاتے ہیں پھر کوئی نہیں جانتا کبھی انجان بن جاتے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر دشمنی کی انتہا پہ پہنچ جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

بے وفا عورتوں کی مذمت

دَعْ ذِکْرَ هُنَّ فَمَا لَهُنَّ وَفَآءٌ ۔۔۔ رِیْحُ الصَّبَا وَعُهُوْ دُهُنَّ سَوَآءٌ

یَکْسِرْنَ قَلْبَكَ ثُمَّ لَا یَجْبُرْنَهٗ ۔۔۔ وَقُلُوْبُهُنَّ مِنَ الْوَفَآءِ خَلَاءٌ

☆وَفَآءٌ۔ وفا، پورا کرنا، نباہ، ساتھ دینا، خیر خواہی، نمک حلالی۔ ا... عقیدت مندی ☆ رِیْحُ الصَّبَا۔ بادِ صبا، صبح کی ٹھنڈی ہوا جو شمال مشرق کی طرف سے آتی ہے۔ بہشتی ہوا، نسیم، پروا ہوا ☆ عُهُوْدُ۔ وعدے ☆ سَوَآءٌ۔ برابر ☆ یَکْسِرْنَ۔ توڑتی ہیں ☆ قُلُوْبُهُنَّ۔ ان کے دل ☆ خَلَاءٌ۔ خالی

مطلب:

ان (بے وفا عورتوں) کو یاد نہ کر کیونکہ انہیں یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ان میں وفا نہیں۔ بادِ صبا یعنی صبح کی ٹھنڈی ہوا جو شمال مشرق کی طرف سے آتی ہے اور ان بے وفا عورتوں کے وعدے دونوں کی عادت یکساں ہے۔ کیونکہ بادِ صبا بھی وہی چند گھڑیاں رہتی ہے اور بے وفا عورتیں بھی جلد نگاہیں پھیر جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایک کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتیں اس لیے وہ تمہارے دل توڑتی ہیں اس کے بعد وہ تمہاری طرف دیکھتی بھی نہیں ہیں اور نہ ہی ہمدردی کے دو بول زبان سے ادا کر کے تمہارے دل کو جوڑتی ہیں اسی حالت میں تجھے چھوڑ کر چلتی بنتی ہیں۔ کیونکہ ان دلوں میں وفاداری نہیں ہوتی ان کے دل وفاداری سے خالی ہوتے ہیں۔

کیونکہ وہ کسی ایک کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتیں۔ بے وفا عورتیں تمہارے دلوں کو توڑتی تو ہیں پھر ان شکستہ دلوں کو اسی حالت میں رہنے دیتی ہیں یعنی پھر ان ٹوٹے دلوں کو جوڑتی بھی نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل وفا سے خالی ہوتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی بے وفا عورتوں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا اس لیے ایسی بے وفا عورتوں کا خیال دل سے نکال دو۔ ان سے وفا کی امید رکھنا ہی بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔ جو اپنوں سے وفا نہیں کرتی۔ اپنوں سے بے وفائی کر کے ہی غیروں سے رابطہ کرتی ہیں۔ جو اپنوں سے وفا نہیں کر سکتیں کہ جن کے ساتھ وہ وابستہ رہیں۔ اپنے والدین سے وفا نہ کی۔ جنہوں نے ساری زندگی خود تکالیف برداشت کر کے انہیں پالا پوسا۔ بہن بھائیوں سے وفا نہ کی جنہوں نے ہر دکھ سکھ میں ساتھ دیا اپنے خاوندوں سے وفا نہ کی جنہوں نے اپنے گھر کا مالک بنا دیا ایسی بے وفا عورتوں سے وفا کی امید رکھنا ہی بے وقوفی ہے۔

حکایت:

ایک شخص ایک عورت پہ فدا ہو گیا قربت بڑھتی گئی ایک وقت ایسا آیا کہ وہ عورت اس خاوند کے ساتھ بھاگ جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ وقت مقرر ہو گیا وہ عورت زیورات وغیرہ لے کر آ گئی تو اس آدمی کے ساتھ چلی تھوڑا ہی سفر طے ہوا تھا کہ مرد کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے ساتھ اس کا تعلق چند دن پہلے تو اس نے اپنے ماں باپ بھائی بہنوں اور دیگر عزیز و اقارب چھوڑ کر آ ...

میرے ساتھ جارہی ہے۔ اپنے والدین، بہن بھائیوں اور عزیز واقارب سے بے وفائی کر کے میرے ساتھ جارہی ہے اور اگر خدانخواستہ کسی اور سے تعلقات اس کے قائم ہو گئے اور مجھے بھی چھوڑ گئی تو کیا ہوگا قسمت بھلی تھی کہ دل سے صدا پیدا ہوئی کہ اس طرح کسی اور کے ساتھ چلی جائے گی۔ جن لوگوں کے ساتھ اس نے اتنا عرصہ گزارا جن لوگوں نے خود تکالیف برداشت کیں اور اسے سہولیات بہم پہنچائیں۔ یہ جب ان سے بے وفائی کر آئی میرے ساتھ یہ کب وفا کر سکتی ہے۔ فوراً ہی اسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔

☆......☆......☆

روزی تلاش کرنا

(۹) وَمَا طَلَبُ الْمَعِيْشَةِ بِالتَّمَنِّيْ ۔ وَلٰكِنْ اَلْقِ دَلْوَكَ فِى الدِّلَآءِ
تَجِئْكَ بِمَلْاِهَا يَوْمًا وَّ يَوْمًا ۔ تَجِئْكَ بِحَمْاَةٍ وَّ قَلِيْلِ مَآءٍ

☆وَمَاطَلَبُ۔ اور تلاش نہیں ہوتی اور طلب نہیں ہوتی ☆معیشۃ۔ معاش، زندگی، زندگانی، زیست، حیات، عیش، روز گار، روزی، مراد روزگار☆بِالتَّمَنِّی۔ محض تمنا سے☆دَلْوَكَ۔ اپنا ڈول☆فِى الدِّلَاءِ۔ ڈول ڈالنے والوں کے ساتھ☆ تَجِئْكَ۔ تیرے پاس آئے گا، تمہارے پاس آئے گا

مطلب:

روزی صرف تمنا کرنے سے ہی حاصل نہیں ہو جایا کرتی بلکہ اس سلسلے میں یعنی روزی حاصل کرنے کے لیے تم بھی ڈول ڈالنے والوں یعنی محنت کے ذریعے روزی حاصل کرنے والوں کے ساتھ مل کر تم بھی ڈول ڈالو یعنی تم بھی محنت کر کے روزی کماؤ۔ روزی تلاش کرو۔ روزی تجھے حاصل ہوگی یعنی ایسی پاکیزہ روزی ظاہری و باطنی امراض دور کرنے کا اہم ذریعہ ہے اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کمائی کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

وہ ڈول کبھی تو تمہارے پاس بھرا ہوا آئے گا یعنی محنت کا پھل تجھے بھرپور حاصل ہوگا۔ وسیع روزی حاصل ہوگی اور کبھی تھوڑا سا پانی اور پانی کے ساتھ کیچڑ بھی آئے گا۔ یعنی روزی کے حصول کے لیے محنت سخت کرنا پڑے گی مگر اس کے بدلے روزی کم حاصل ہوگی۔ حاصل وہی ہوگا جو نصیبوں میں ہوگا۔ محنت لازم ہے۔

محنت میں عظمت:

اس کلام میں محنت بیان کی گئی ہے کہ محنت کرنے والوں کے ساتھ مل کر تو بھی حلال ذرائع اپناتے ہوئے روزی حاصل کرنے کی کوشش کر۔ ایسی کوشش رائیگاں نہیں جاتی۔ بلکہ خوب زندگی لاتی ہے۔ محنت میں عظمت حلال روزی کے فضائل جائز اور حلال ذرائع اپنانے کے لیے رب کائنات کے احکام کو مدنظر رکھا جائے۔

حدیث شریف:

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللهِ

رزق حلال کمانے والا اللہ کا دوست ہے

رزق حلال کے لیے کوشش:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دست سوال دراز کرنے سے بچنے کے لیے۔اور اور اہل وعیال کی کفالت نیز پڑوسیوں سے حسن سلوک کے لیے رزق حلال حاصل کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے یوں اٹھائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوگا اور جو شخص خزانہ بنانے اور دوسروں پر فوقیت جتانے کی غرض سے حلال رزق کماتا ہے قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے یوں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔

عبادت کے نو حصے حلال کمائی میں ہیں:

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ عافیت کی دس اقسام ہیں جن میں سے نو حصے تو خاموشی میں ہیں اور ایک عزلت نشینی میں ہے اسی طرح عبادت کے بھی دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے حلال کی کمائی میں ہیں اور ایک وہ عبادت میں ہے۔

(تنبیہ الغافلین حصہ دوم)

کھیتی باڑی کرنے اور پودے لگانے کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے پودا لگایا یا کھیتی باڑی کی تاکہ اس سے انسان، جانور، پرندے یا چرندے کھائیں تو یہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور اس میں اتنی قوت ہو کہ وہ اٹھنے سے پہلے اسے لگا سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ (پودا) لگا کر ہی اٹھے۔(تنبیہ الغافلین حصہ دوم ص ۱۷۳)

فائدہ:

مختصر یہ کہ محنت میں عظمت ہے محنت کی عظمت سے کسی کو بھی انکار نہیں انسان کا کام ہے محنت کرتا رہے محنت سے انسان جسمانی طور پر بھی تندرست و توانا رہتا ہے اور روحانی طور پر بھی مسائل کا شکار نہیں ہوتا۔محنت میں بے شمار ظاہری، باطنی، جسمانی، روحانی، دنیوی اور اخروی فوائد پائے جاتے ہیں۔جو کچھ قسمت میں ہوتا ہے مل جاتا ہے۔

☆......☆......☆

شکوہ شکایت کی ممانعت

(۱) وَلَمْ سَاعٍ لِيُثْرِيْ لَمْ يَنَلْهُ ۔۔۔ وَاٰخَرُ مَا سَعٰى لَحِقَ الثَّرَآءُ

☆لِيُثْرِيْ۔ مال ودولت کے لیے ☆لَمْ تَنَلْهُ۔ اسے نہیں پاتے ☆لَحِقَ الثَّرَآءُ۔ بہت سی دولت حاصل کرلی ☆ سَاعٍ۔ کوشش کرنے والا

مطلب:

کافی لوگ ایسے ہیں جو دولت کو حاصل کرنے کے متمنی بہت ہوتے ہیں مگر وہ حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ دولت حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی مگر دولت حاصل کر لی کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ڈھیروں دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں (اس سلسلے میں دن رات ایک کردیتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ دولت کے ڈھیر) حاصل نہیں کرسکتے اور کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے دولت حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی مگر اس کے باوجود دولت انہیں حاصل ہوگئی۔ انہوں نے دولت پالی۔ کیونکہ جو کچھ حاصل ہونا ہوتا ہے وہ رب کائنات اس جہان فانی میں حاضر ہونے سے پہلے ہی مقدر میں لکھ دیتا ہے اور وہ کچھ اسے حاصل ہوجاتا ہے۔ محنت ضروری کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں، آنکھیں وغیرہ جسمانی اعضاء مناسب طریقہ سے استعمال کرنے کے لیے دیئے ہیں پس محنت کے بے شمار فوائد ہیں۔ مگر محض دولت کے حصول کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں بلکہ سراسر زیاں ہے محنت سے ہی رزق حلال حاصل ہوتا ہے۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ یعنی کسب حلال کے ذریعے کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

☆......☆......☆

(۲) وَسَاعٍ يَجْمَعُ الْاَمْوَالَ جَمْعًا لِيُوْرِثَهٗ اَعَادِيَهٗ شِقَاءُ

☆يَجْمَعُ۔ جمع کرتے ہیں ☆جَمْعًا۔ جمع کرنا ☆لِيُوْرِثَهٗ۔ تاکہ وارث بنادے ☆اَعَادِيَهٗ۔ اس کے دشمنوں کو ☆ شِقَآءُ۔ بدبخت

مطلب:

کافی ایسے لوگ ہیں جو خوب کوشش کر کے اور خوب محنت کر کے دولت جمع کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے حصے کی بدبختی اپنے سر سے ٹال کر اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو بدبختی کا وارث بنادیں۔ کئی محنتی (دن رات ایک کر کے) اپنی محنت کے ذریعے مال و دولت اکٹھی کرتے ہیں تاکہ ان کی بدبختی اس کے دشمنوں کو اس کا وارث بنادے حقیقت بھی یہی ہے یہ دولت بذات خود انسان کی دشمن ہے اسی دولت اور مال کی وجہ سے چوریاں اور ڈکیتیاں ہوتی ہے راہ گیروں کو لوٹنے والے اسی دولت کے حصول کے لیے لوٹ مار کرتے ہیں۔ طاقتور کمزور کو اسی کے حصول کے لیے مارتا ہے۔ اسی کے حصول کے لیے بعض اوقات اولاد والدین کو قتل کردیتی ہے اور بعض اوقات والدین اولاد کے درپہ آزار ہوتے ہیں۔ وہی اولاد اور عزیز واقارب جو دنیا کے پجاری ہوکر اس کے دشمن بن جاتے ہیں جن کے پاس دولت ہوتی ہے۔ آئے دن ایسی خبریں سننے میں آتی رہتی ہیں۔

حکایت:

کہتے ہیں کہ رات کا وقت تھا کہ شام کے بعد جب اندھیرا چھا جاتا ہے ایک شخص اپنے گھر جارہا تھا۔ راستے میں پیچھے ڈاکو لگ گئے۔ اس نے سوچا میرا گاؤں نزدیک ہے میں ذرا ذرا جلدی چلتا ہوا۔ ان سے نکل جاؤں گا ڈاکوؤں نے پیچھے سے پکار کر

روکنے کا حکم دیا مگر وہ اور جلدی قدم اٹھانے لگا۔ ڈاکو سمجھے کہ ذرا موٹی سامی معلوم ہوتی ہے جب انہوں نے دیکھا کہ یہ ہاتھوں سے جا رہا ہے انہوں نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔ ناچار ڈاکوؤں میں سے ایک نے گولی چلا دی۔ وہ شخص مرگیا جب تلاشی لی تو جیب سے صرف پانچ روپے کا نوٹ نکلا۔ مرنے والا تو مرگیا اور مارنے والے بھی افسوس کرنے لگے۔

وارثوں کے لیے دولت اکٹھی کرنا:

اکثر لوگ جمع کی ہوئی پونجی سے فائدہ نہ خود اٹھاتے ہیں اور نہ کسی کو اس سے فائدہ اٹھانے دیتے ہیں۔ بلکہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس جہان فانی سے چلتے بنتے ہیں۔ اس دولت کے خزانے کا انہیں کیا فائدہ اب وہی لوگ جو زندگی میں بعض اوقات دشمن ہوتے ہیں اس دولت کے وارث بنتے ہیں۔ مخالفین اور دشمنوں کا چھوڑی ہوئی دولت کا وارث بن جانا ان کی بدنصیبی ہے بدبختی ہے کہ محنت و مشقت زندگی بھر وہ اٹھاتے رہے ان کی بدنصیبی اور بدبختی نے اپنا رنگ دکھایا کہ زندگی میں جو مخالف تھے وہی اس کے وارث بنے ہیں اپنا وہی کچھ ہوتا ہے جو انسان کھا جاتا ہے یا کپڑے کی حالت میں پہن جاتا ہے یا فی سبیل اللہ خرچ کر جاتا ہے اور جو کچھ بچ جاتا ہے اس کے لیے اس سے بڑھ کر کیا عذاب ہوگا کہ زندگی بھر جو دشمنی پہ تلے رہے بعد از مرگ وہی اس کے وارث بنے۔

سعادت و شقاوت:

مگر اس شعر میں ان لوگوں کا تذکرہ اور ایسی دولت کا تذکرہ ہے کہ جو شقاوت قلبی کا باعث ہوتی ہے کیونکہ ایسی دولت اکثر کمائی بھی ایسے ہی طریقوں سے جاتی ہے اور اسے خرچ کے سلسلے میں بھی اکثر ایسے ہی طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ مگر اس کے برعکس جو لوگ حق تعالیٰ اور رسول اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپناتے ہوئے دولت کماتے ہیں اور خرچ کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مدنظر رکھتے ہیں ان کی دولت بھی اچھی ہوتی ہے بے شمار سعادتوں کا باعث بنتی ہے اور ایسے شخص کے وارث بھی اچھے ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆

دو گروہ

(۳) وَمَا سِیَّانِ ذُوْخَبَرٍ بَصِیْرٌ وَاٰخَرُ جَاهِلٌ لَیْسَا سَوَآءً

☆بَصِیْرٌ۔ روشن ضمیر، بصارت رکھنے والا، سمجھ بوجھ رکھنے والا ☆سَوَآءً۔ برابر ☆جَاهِلٌ ۔(ع۔صف) ان پڑھ، ناخواندہ، اجڈ، بداخلاق، بے ادب، گستاخ، نادان، اناڑی، ناواقف، بے خبر، انجان۔

مطلب:

ایک تجربہ کار، روشن ضمیر انسان اور دوسرا جاہل یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہوسکتے کیونکہ تجربہ کار اور روشن ضمیر نے اپنے تجربہ اور روشن ضمیری کے باعث اپنے بگڑے کام بھی سنوار لیتے ہیں جبکہ جاہل نے اپنی جہالت کی بنا پر اپنے بنے بنائے کام بھی بگاڑ لیتے ہیں۔

عظمت اولیاء و انبیاء:

تجربہ کار اور روشن ضمیر انسان کی مثال عام لوگوں کی نسبت اولیائے کرام اور انبیائے کرام کی ہے اور جہالت میں مبتلا لوگ جاہل کی مانند ہوتے ہیں۔ کہ محبوبانِ بارگاہ حق تجربہ کاری، روشن ضمیری اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہمہ وقت مشغولیت کی بنا پر اپنے بگڑے ہوئے کام بھی سنوارنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جبکہ عام جہالت میں مبتلا لوگ اپنے بنے بنائے کام خراب کر لیتے ہیں اس لیے اولیاء کرام اور عام لوگ ایک جیسے نہیں اولیاء کرام اور انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے انہیں دنیا میں بھی اپنے انعامات سے نوازتا ہے قبر و حشر میں بھی انعامات سے نوازے گا اور قیامت کے دن انہیں خصوصی عنایات سے نوازے گا بلکہ ان کے باعث بے شمار گنہگاروں کی بھی بخشش فرمادے گا۔ محبوبانِ بارگاہ حق کی دعاؤں کے باعث گنہگاروں کی بخشش ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ سے دعائیں منگوانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا: آپ کی حیات مبارکہ اور فضائل و ناقب کے سلسلے میں الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف فیضان اویس قرنی کا مطالعہ کیجیے۔ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان عطا فرمائی۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب کتب احادیث میں بھی موجود ہیں درج ذیل چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

فائدہ:

کسی مسلمان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو جاہل کہے کیونکہ جاہل جہالت سے ہے اور جہالت کفر و شرک کی حالت پہ اکثر بولا جاتا ہے۔ اس سے وہ لوگ ضرور توجہ سے فرمائیں جو مسلمان بھی ہوتے ہیں۔ لوگوں میں حضرت علامہ وغیرہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں اور اپنے دینی علم کی نمائش کرتے کرتے بھی نہیں تھکتے اور کبھی نا سمجھی میں لفظ جاہل اپنے لیے بھی بول دیا کرتے ہیں۔

ابو جہل کو اس وقت ابو الحکم کے لقب سے کفار یاد کیا کرتے تھے مگر اپنی جہالت کی بناء پر ابو جہل کہا جانے لگا اور انشاء اللہ تا قیامت اس کا یہ نام مشہور و معروف رہے گا۔ اس کے اصل نام سے کوئی کوئی واقف ہے۔ نیز یہاں یہ حقیقت بھی جان لینی چاہیے کہ اکثر لوگوں کی زبان سے سننے میں آتا ہے کہ ابو جہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے ایسا ہر گز نہیں ابو جہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہر گز نہیں کیونکہ اس کا نام عمرو بن ہشام ہے اور ہشام حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام نہیں بلکہ آپ کے دادا کا نام تو عبد المطلب ہے۔ آپ کے دادا کا اسم گرامی عبد المطلب ہے تو واضح ہوا کہ ابو جہل یعنی عمرو بن ہشام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہر گز نہیں۔ ایسا کہنا بد قسمتی کی سعی کرنے کے مترادف ہے حق تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ والوں کی شان:

یہ اللہ والوں کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اولیاء کرام اور انبیاء کرام بگڑے ہوئے کام بھی اپنی فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے بنا لیتے ہیں، بگڑے کام سنور جاتے ہیں ہم اہل سنت و جماعت اسی لیے محبوبانِ بارگاہ حق کا قرب تلاش کرتے ہیں کہ ان کے باعث اللہ تعالیٰ خصوصی مہربانی فرماتے ہوئے اپنے انعامات سے نوازتا ہے جبکہ جہلاء بنے بنائے کام اپنی بے وقوفی کی وجہ سے خراب کر بیٹھتے ہیں اسی لیے جہلاء اور اللہ والوں کے بہروپ میں جہلاء یعنی ہر قسم کے جہلاء سے دوری اختیار کرنی چاہیے۔ کیونکہ

ایسوں کا قرب اچھے بھلوں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ واضح ہوا کہ محبوبان بارگاہ حق اور جہلاء ایک جیسے نہیں۔ جب عام جہلاء اور اولیاء کرام برابر نہیں تو مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کے دعویداروں کے بے بنیاد دعوؤں کی کیا حقیقت کیا خوب کہا جاتا ہے کہ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔

جہلاء کو راہِ راست پہ لانے کی کوشش کرنا اور ان کی نحوست سے بچنے کی سعی کرنا اولیاء کرام کا طریقہ ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیائے کرام نے دنیاداروں کی مجالس اور محافل سے دوری اختیار کی بلکہ جہلاء سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی۔ اولیاء کرام میں سے اکثر دنیا اور دنیاداری کے امور سے اپنے آپ کو بچانے کی بہت کوشش کی حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ صرف دنیاداروں کی نظروں سے بچنے کے لیے ہی کبھی کہیں کبھی کہیں بسیرا کیا بالآخر موجودہ پاکپتن شریف جو اس وقت اجاڑ بیابان علاقہ تھا تفصیلات کے لیے الفقر القادری ابواحمد کی تصانیف حیات الفرید) فیضان الفرید میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور اسی طرح حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ساری زندگی دنیا اور دنیاداروں سے دوری اختیار کی تفصیلات کے لیے ہماری تصانیف (ملفوظات حضرت اویس قرنی، فیضان حضرت اویس قرنی اور ہماری ہر ترتیب کتاب حیات حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

محبوبان بارگاہ حق کی زیارت کرنا اور ان سے دعائیں منگوانا دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے اہم سبب ہے۔

محبوبان بارگاہِ حق سے دعا کرانا:

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُّقَالُ لَہٗ فَیَسْتَغْفِرْلَکُمْ۔

(صحیح مسلم شریف کتاب الفضائل)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے بہتر تابعین ایک شخص ہے جس کو اویس کہتے ہیں۔ اس کی ایک ماں ہے اور اس کو ایک سفیدی تھی تم اس سے کہنا کہ تمہارے لیے دعا کرے۔

شان اویس قرنیؓ:

عَنْ اُسَیْرِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ کَانَ عُمَرَ ابْنُ الْخَطَّابِ اِذَآ اَتٰی عَلَیْہِ اَمْدَادُ اَھْلِ الْیَمَنِ سَاَلَھُمْ اَفِیْکُمْ اُوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ حَتّٰی اَتٰی عَلٰی اُوَیْسٍ۔

اسیر بن جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب یمن سے مدد کے لوگ آئے (یعنی وہ لوگ جو ہر ملک سے اسلام کے لشکروں کی مدد کے لیے آتے ہیں جہاد کرنے کے لیے) تو آپ ان سے پوچھتے کہ تم میں اویس بن عامر بھی کوئی شخص ہے؟ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اویس کے پاس آئے۔

فَقَالَ اَنْتَ اُوَیْسُ ابْنُ عَامِرٍ۔

پس پوچھا کیا تمہارا نام اویس بن عامر ہے؟

قَالَ نَعَمْ۔

انہوں نے کہا۔ ہاں

قَالَ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم قبیلہ مراد سے ہو پھر قرن سے۔

قَالَ نَعَمْ۔

حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں۔

قَالَ فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَئْتَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعِ دِرْهَمٍ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درہم برابر باقی ہے۔

قَالَ نَعَمْ۔

انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

قَالَ لَكَ وَالِدَةٌ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہاری ماں ہے؟

قَالَ نَعَمْ۔

حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ يَأْتِىْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَّعَ اَمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُّرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرأَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعِ دِرْهَمٍ لَّهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِىْ فَاسْتَغْفِرَ لَهٗ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے تمہارے پاس اویس بن عامر آوے گا یمن والوں کی کمکی فوج کے ساتھ۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو شاخ ہے قرن کی اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درہم برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کرے۔ پھر اگر تجھ سے ہو سکے دعا کرانا اس سے تو دعا کرا۔ اپنے لیے تو دعا کرو میرے لیے اویس نے حضرت عمر کے لیے دعا کی بخشش کی۔

فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَيْنَ تُرِيْدُ۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے پوچھا: تم کہاں جانا چاہتے ہو؟

قَالَ الْكُوْفَةَ

انہوں نے کہا: کوفہ میں

قَالَ اَلَآ اَکْتُبُ لَکَ اِلٰی عَامِلِهَا۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں ایک خط تم کو لکھ دوں کوفہ کے حاکم کے نام۔

قَالَ اَکُوْنُ فِیْ غَبْرَآءِ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیَّ۔

انہوں نے کہا مجھے خاکساروں میں رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

قَالَ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبَلِ حَجَّ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِهِمْ فَوَافَقَ عُمَرَ فَسْأَ عَنْ اُوَیْسٍ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب دوسرا سال آیا تو ایک شخص نے کوفہ کے رئیسوں میں سے حج کیا وہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس سے (حضرت) اویس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حال پوچھا۔

قَالَ تَرَکْتُهٗ رَثَّ الْبَیْتِ قَلِیْلَ الْمَتَاعِ۔

اس نے کہا: میں نے اویس کو اس حال میں چھوڑا کہ ان کے گھر میں اسباب کم تھا اور وہ تنگ تھے (خرچ سے)

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَاْتِیْ عَلَیْکُمْ اُوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادٍ مِّنْ اَهْلِ الْیَمَنِ مِنْ مُّرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ کَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَکَ فَافْعَلْ۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا آپ فرماتے تھے اویس بن عامر تمہارے پاس آئے گا یمن والوں کے امدادی لشکر کے ساتھ۔ وہ مراد میں سے ہے پھر قرن میں سے۔ اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا صرف درہم برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے۔ اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو سچا کرے پھر اگر تجھ سے ہو سکے کہ وہ دعا کرے تیرے لیے تو دعا کرا اس سے۔

فَاَتٰی اُوَیْسًا۔

پس وہ شخص یہ سن کر (حضرت) اویس (قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آیا

فَقَالَ اسْتَغْفِرْلِیْ

پس اس نے کہا میرے لیے دعا کیجیے۔

قَالَ اَنْتَ اَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْلِیْ۔

حضرت اویس (قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہاتو ابھی نیک سفر کر کے آ رہا ہے (یعنی حج سے) میرے لیے دعا کر۔

قَالَ اَسْتَغْفِرْلِیْ

اس شخص نے عرض کیا میرے لیے دعا کرو۔

قَالَ اَنْتَ اَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْلِیْ

حضرت اویس (قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ تو ابھی نیک سفر کر کے آ رہا ہے (یعنی حج سے) اس لیے میرے لیے دعا کر۔

قَالَ لَقِیْتَ عُمَرَ

(حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر) پوچھا: تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا

قَالَ نَعَمْ

وہ شخص بولا: ہاں ملا

فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَانْطَلَقَ عَلٰی وَجْهِهٖ

پس حضرت اویس (قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دعا کی۔ اس وقت لوگ (حضرت) اویس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا درجہ سمجھے۔ وہ وہاں سے سیدھے چلے۔

قَالَ اُسَیْرٌ وَكِسْوَتُهٗ بُرْدَةٌ فَكَانَ كُلَّمَا رَاٰهُ اِنْسَانٌ۔

اسیر نے کہا ان کا لباس ایک چادر ا تھا جب کوئی آدمی ان کو دیکھتا تو کہتا اویس کے پاس یہ چادر ا کہاں سے آیا۔

ایک اور حدیث

فَقَالَ عُمَرُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِنَ الْقِرْشِ نَيِّيْنَ فَجَآءَ ذَاكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْقَالَ اِنَّ رَجُلاً یَّاْتِیْكُمْ مِنَ الْیَمِیْنَ یُقَالُ لَهٗ اُوَیْسٌ لَاَّ یَدَعُ بِالْیَمَنِ۔

غَیْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْكَانَ بِهٖ بَیَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَاَذْهَبَهٗ عَنْهُ اِلاَّ مَوْضِعَ الدِّیْنَا رِ اَوِالدِّرْهَمِ فَمَنْ لَّقِیَهٗ مِنكُمْ فَلْیَسْتَغْطِرْ لَكُمْ

(مسلم شریف کتاب الفضائل)

اسیر بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان میں سے ایک شخص تھا جو اویس سے ٹھٹھا کیا کرتا (کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور اویس اپنا حال چھپاتے تھے نووی نے کہا عارفوں کا یہی طریقہ ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا قرن کا بھی کوئی آدمی ہے۔ وہ شخص آیا تب حضرت عمر نے کہا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس ایک شخص آئے گا یمن سے اس کا نام اویس ہے اور وہ یمن میں کسی کو نہ چھوڑے گا (اپنے عزیزوں میں سے) سوا اپنی ماں کے اس کو (برص کی) سفیدی ہوگئی تھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ نے دور کردی وہ سفیدی اس کے بدن سے مگر ایک دینار یا درم برابر باقی ہے۔ جو کوئی تم میں سے اس کو ملے تو اپنے لیے دعا کراوے اس سے۔

فوائد احادیث:

ان احادیث میں بے شمار فوائد بیان ہوئے ہیں ان میں سے چند فوائد ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق چونکہ چنانچہ کی بحث کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا یہ بالکل ہی غلط ہے کیونکہ مدنی تاجدار سے بڑھ کر علم والا انکار کرنے والوں میں کوئی نہیں آپ کا فرمان ذیشان ہی دلیل کے طور پر کافی ہے۔

(۲) بزرگانِ دین سے ٹھٹھا مخول نہیں کرنا چاہیے بلکہ نہایت ادب واحترام اور تعظیم سے پیش آنا چاہیے۔

(۳) اولیاء اللہ کے متعلق عامیانہ اور بازاری زبان استعمال کرنا سمجھداروں کا شیوہ نہیں۔

(۴) اولیائے کرام کو ٹھٹھا مخول کرنا بے خبروں، بے علموں اور جہلاء کا شیوہ ہے۔

(۵) اپنا حال چھپانا عارفین کا دستور ہے۔

(۶) محض زبانی کلامی جمع خرچ کے ذریعے عارفین کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرنے والے اپنے قول کے لحاظ سے فعل اور حقیقت کے لحاظ سے جھوٹے ہوتے ہیں۔

(۷) اولیائے کرام کی زیارت اور ملاقات کرنے کے لیے پوچھ گچھ کرنا اور کوشش کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے۔

(۸) بلکہ دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ اولیائے کرام کی زیارت وملاقات کرنے کے لیے طویل سفر کرنا حضرت عمر اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہما کا طریقہ مقدس ہے۔

(۹) اس حدیث مبارکہ اور دیگر ان حدیث مبارکہ سے مدنی تاجدار کے علوم غیبیہ کی جو بہار نظر آرہی ہے اس سے ایمان والوں کو سرور قلب حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰) معلوم ہوا کہ مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کے متعلق اہلسنت و جماعت کا جو عقیدہ ہے وہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے بھی اہلسنت کا اس سلسلے میں عقیدہ اظہر من الشمس ہے۔ محض ضد اور ہٹ دھرمی اچھی نہیں۔

(۱۱) واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ جیسے اولیائے کرام عرض کرتے ہیں حق تعالیٰ اسی طرح کردیتا ہے۔ ابواحمد غلام حسن اویسی نے عرض کیا۔

سندا اے اللہ ولیاں دی سرکار دی دعا دا کیا کہنا
ایہہ حال اے خدمت گار دا سرکار دی شان دا کیا کہنا

(۱۲) اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ اجمعین سے دعائیں کرانا اور مدنی تاجدار ﷺ کے فرمان ذیشان سے ثابت ہے۔ اسی لیے اہلسنت اولیائے کرام سے دعائیں کراتے ہیں تاکہ مدنی تاجدار ﷺ کے فرمان ذیشان پہ عمل ہو جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ الحمدللہ اسی طرح اہلسنت و جماعت کے عقائد و معمولات قرآن وسنت سے اخذ کیے ہوئے ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔

الحمدللہ مدنی تاجدار، احمد مختار ﷺ کی تاریخ ولادت مقدسہ کی نسبت سے ۱۲ فوائد پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے حق تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ آپ کے ملفوظات، آپ کے وصایا مبارک اور سلسلہ اویسیہ کے متعلق تفصیلات اور ملفوظات و وصایا مبارک کی بہترین شرح کے سلسلے میں ہماری تصنیف لطیف فیضان اویس قرنی اور آپ کے ملفوظات پہ مبنی ملفوظات اویس قرنی کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

☆......☆......☆

وَمَنْ يَّسْتَعْتَبِ الْحَدْثَانَ يَوْمًا ۔ يَكُنْ ذَاكَ الْعِتَابُ لَهٗ عَنَآء

وَ يُزْرِىْ بِالْفَتَى الْاِعْدَامُ حَتّٰى ۔ مَتٰى يُصِبِ الْمَقَالَ يَقُلْ اَسَآءَ

☆ حَدْثَانَ۔ حوادث زمانہ ☆ عِتَابُ۔ مصیبت، ملامت، غصہ، قہر، ناراضگی ☆ يُصِيب۔ از اصابتہ از صولب بمعنی ٹھیک اور درست بات کہنا ☆ يَقُلْ۔ اسے کہا جاتا ہے ☆ اَسَآءُ۔ برا کیا۔

(۴) حوادثات زمانے سے جو کوئی رضا تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اس کے لیے وہی حوادثات زمانہ سے حاصل ہونے والی خوشی ہی مصیبت بن جائے گی۔

(۵) غربت اچھے بھلے انسان پہ دھبہ لگا دیتی ہے کہ لوگ کسی قسم کا عیب نہ ہونے کے باوجود ہزاروں کیڑے نکالتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ صحیح بات بھی کہہ دے تو اسے بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اس نے ٹھیک نہیں کیا بلکہ برا کیا ہے۔ درست بات بھی برائی کے زمرے میں شمار کی جاتی ہے۔

مطلب:

حوادثات زمانہ سے رضا کی تلاش:

بعض لوگوں کا نظریہ اور سوچ یہ ہوتی ہے کہ جو اشاعت زمانہ کو خوش کرنے سے انسان بے شمار فوائد حاصل کر سکتا ہے اور حوادثات زمانہ کے خلاف انسان کو کوئی بات نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ انسان کے لیے بے شمار آلام و مصائب کا سبب بن سکتا ہے۔

یہ سوچ بالکل ہی غلط ہے یہ نظریہ سراسر خلاف عقل بھی ہے اور خلاف قیاس بھی کیونکہ یہ سب کچھ تو ختم ہونے والا ہے ختم ہو جانے والوں کو راضی کر کے کیا حاصل کرے گا۔ بلکہ ماسوا اللہ سب کچھ ہی فانی ہے اور فنا ہو جانا۔ اسے دوام حاصل نہیں اس لیے اس کے سبب کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ تیرا یہی فعل مصیبت ثابت ہوگا۔ اگر مصائب و آلام سے نجات حاصل کرنے کا متمنی ہے تو حوادثاتِ زمانہ کی رضا تلاش کرنے کی بجائے اس خالق و مالک کی رضا تلاش کر جو حوادثات زمانہ کا خالق و مالک ہے کہ جس کی رضا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حوادثات زمانہ کی رضا تلاش کرنے کی سعی تو تجھے لے ڈوبے گی۔ کہیں کا نہ چھوڑے گی۔ کامیابی تو خالق

کائنات کی رضا چاہنے میں ہے اس لیے حوادثات زمانہ کی رضا ترک کر کے رب کائنات کی رضا کا متلاشی بن۔ کیونکہ دنیا کو کوئی شخص بھی راضی نہیں کر سکتا بلکہ دنیا اور دنیا والے تو اکثر دشمن بن جاتے ہیں۔

شرح۵:

غریب انسان کے لیے عیب بن جاتی ہے۔ ایسا عیب کہ جس سے نجات حاصل کرنا انتہائی دشوار ہو جاتا۔ غریب انسان پہ اعتماد بھی کوئی نہیں کرتا۔ غربت مارے کو ہر کوئی بری نظر سے دیکھتا ہے۔ غریب کو اکثر ذلیل کیا جاتا ہے اس کا جائز حق بھی اسے نہیں دیا جاتا بلکہ انکار کیا جاتا ہے۔ لوگوں کی محفل میں بیٹھا ہو تو بلا وجہ ہی اس میں سے کیڑے نکالے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ کوئی صحیح بات بھی کہہ دے تو اس کی درست بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جاتا ہے بلکہ اس کے بولنے کو برا سمجھا جاتا ہے۔ اس کی درست بات بھی قابل تسلیم نہیں سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ برائی تصور کی جاتی ہے۔

☆......☆......☆

مردہ دل

(۶) لَیْسَ مَنْ مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیْتٍ　　اِنَّمَا الْمَیْتُ مَیِّتُ الْاَحْیَآءِ

☆مَاتَ۔ مرگیا ☆فَاسْتَرَاحَ۔ آرام سے ہے ☆اَحْیَآءِ۔ زندوں

مطلب:

جو شخص فوت ہو گیا اور اس جہان فانی سے رخصت ہونے کے باوجود وہ پھر بھی آرام وسکون میں ہے وہ مردہ نہیں (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے) بے شک مردہ تو حقیقت میں وہ ہے جو (بظاہر تو) زندوں میں ہے لیکن مردہ دل ہے یعنی مردہ دراصل وہ ہے جس کا دل مردہ ہو چکا ہے۔

فائدہ:

اس شعر سے واضح ہوا کہ جو مرنے کے بعد بھی آرام وسکون میں ہے وہ مردہ نہیں بلکہ حقیقت میں وہ زندہ ہے اور جو اس دنیا میں بظاہر چل پھر رہا ہے مگر اس کا دل حق کی یاد سے غافل ہے تو اس کا دل مردہ ہے اور مردہ دل ہی دراصل مردہ ہے خواہ وہ اس زمین پر چلتا پھرتا بھی نظر آئے۔ بولتا ہوا سنائی بھی دے۔ دنیا والے اسے زندہ سمجھیں تو سمجھتے رہیں حقیقتاً وہ مردہ ہے۔

حقیقت میں مردہ وہ ہے جو دل کا مردہ ہے جبکہ جو راہِ مولا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والا ہے وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (پ۲ سورۃ البقرہ ۱۵۴)
ہاں تمہیں خبر نہیں (کنز الایمان)

معلوم ہوا کہ رب کائنات نے بھی اس امر کی گواہی دے دی ہے کہ راہ مولا میں شہید ہونے والا لوگوں کی نظروں میں خواہ

کچھ بھی ہو مگر رب کائنات کے نزدیک وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے۔

فائدہ:

موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہداء کو حیات عطا فرماتا ہے ان کی ارواح پر رزق پیش کیے جاتے ہیں انہیں راحتیں دی جاتی ہیں ان کے عمل جاری رہتے ہیں اجر و ثواب بڑھتا رہتا ہے حدیث شریف ہے اس کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو قبر میں جنتی نعمتیں ملتی ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

فائدہ:

اسی لیے اہلسنت و جماعت کا عقیدہ محبوبان بارگاہِ حق کے متعلق یہ ہے کہ:

کون کہتا ہے کہ ولی مر گئے
قید سے چھوٹے اپنے گھر گئے

دل کی موت:

دل کی موت ہی اصل میں موت ہے کیونکہ دل کی موت والے انسان بظاہر بے شک دنیا والوں کی نظروں کے سامنے چلتے پھرتے ہیں مگر حقیقتاً وہ مردہ ہوتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ سے غفلت ہی حقیقت میں موت ہے مردہ دل حق تعالیٰ سے غفلت میں ہوتا ہے اس لیے دل کی موت انسان کی دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے اس لیے دل کی موت ہی مردہ ہونے کا باعث ہے خواہ دنیا میں وہ زندہ ہی ہو اور جو شخص حق تعالیٰ کی یاد میں ہمہ وقت مشغول رہنے والا ہوتا ہے اس کی موت بھی اسے حق تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی اس لیے اسے مردہ نہیں کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ شہید بظاہر دنیا والوں کی نظروں کے سامنے فوت ہو گیا اپنی جان راہِ حق میں بطور نذرانہ پیش کر دی اس کے باوجود رب کائنات کا ارشاد ہوا کہ خبردار اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے تمہیں اتنا شعور حاصل نہیں کہ تم ان کی زندگی کی حقیقت سمجھ سکو۔

☆.....☆.....☆

دنیا کو طلاق دینے کا حکم

(۸) طَلِّقِ الدُّنْيَا ثَلٰثاً وَّاطْلُبَنْ زَوْجاً سِوَاهَا اِنَّهَا زَوْجَةُ سُوْءٍ لَا تُبَالِي مَنْ اَتَاهَا
وَاِذَا نَالَتْ مُنَاهَا مِنْهُ وَلَّتْهُ قَفَاهَا

☆ طَلِّقِ الدُّنْيَا ۔ دنیا کو طلاق دے دو ☆ وَاطْلُبَنْ ۔ اور تلاش کر ☆ زَوْجًا ۔ بیوی عورت ☆ سِوَاهَا ۔ اس کے علاوہ کوئی اور ☆ سُوْءٍ ۔ بری ☆ مَنْ اَتَاهَا ۔ کون اس کے پاس آتا ہے ☆ وَلَّتْهُ ۔ پیٹھ پھیر لی

مطلب:

دنیا کو تین طلاقیں دے دیجیے دنیا کے علاوہ کوئی اور بیوی تلاش کیجیے۔ کیونکہ دنیا ایسی بری اور گندی بیوی ہے کہ اسے ایسی پرواہ بالکل نہیں کہ اس کے پاس کون آتا ہے یعنی دنیا ہر جائی ہے جہاں مطلب حاصل ہوا اور پھر اس سے پیٹھ پھیر لیتی ہے۔

حقیقت دنیا:

دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

کجھ نہ بجھے ، کجھ نہ سجھے دنیا گجھی بھاہ
سائیں میرے چنگا کیتا ، تاں ہنبھی و نجاہا

(فیضان الفرید)

دنیا ایک ایسی پوشیدہ آگ کی مانند ہے اس کی حقیقت کی سمجھ نہیں آتی کہ نہ تو یہ بظاہر نظر آتی ہے اور نہ ہی اس کی حقیقت سمجھ آتی ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ دنیا ایک پوشیدہ آگ ہے اس آگ سے بچنا نہایت مشکل کام ہے میرے مالک، میرے مولا نے بڑا اچھا کیا کہ اس سمجھ نہ آنے والی پوشیدہ آگ سے مجھے بچالیا ورنہ میں اس سے نہ بچ سکتا جیسے دوسرے دنیا دار دنیا کی آگ میں جل رہے ہیں میں بھی انہیں کی طرح اس آگ میں جلتا رہتا تباہ و برباد ہو جاتا۔ دنیا ایک ایسی پوشیدہ آگ ہے جو بظاہر تو دیکھنے میں نظر نہیں آتی مگر بندے کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتی ہے اس دنیا میں مگن ہونے سے رجحان اللہ تعالیٰ کی طرف ہونے کی بجائے شیطانی امور کی طرف ہو جاتا ہے روحانیت میں ترقی کی بجائے تنزلی شروع ہو جاتی ہے بظاہر نیک اعمال صالح معلوم ہوتے ہیں مگر ریاکاری کی نظر ہو کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔

دنیا خوبصورت:

دنیا بظاہر بڑی خوبصورت ہے اس کی دل کشی پورے عروج پر ہے اس کی خوبصورتی دیکھ کر اسی میں دل لگا لینا قطعاً مناسب نہیں جب تک اس دنیا کی حقیقت سے آشنائی نہ حاصل کر لی جائے۔

دنیا مثل سانپ:

دنیا کو مثل سانپ سمجھئے۔ مثلاً سانپ کو دیکھیے بظاہر کتنا خوبصورت نظر آتا ہے ظاہری خوبصورتی کے باوجود ہم اس سے بچنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ محض اس لیے کہ سانپ کی خوبصورتی کا قرب حاصل کرتے کرتے ہم اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتے ہیں کیونکہ بظاہر تو سانپ بڑا خوبصورت نظر آ رہا ہے مگر حقیقتاً بڑا زہریلا ہے۔ اس کا معمولی سا ڈسنا ہمارے لیے نقصان دہ ہے ہمیں زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا محض ظاہری خوبصورتی انسان کو حقیقت سے آشنا نہیں کر سکتی بعض اوقات انسان اس کی دلفریبی میں آ کر دھوکہ کھا جاتا ہے جو کہ نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

دوسری مثال:

دیکھیے! بظاہر آگ کا انگارہ کتنا خوبصورت ہے دہکتا انگارہ خوبصورتی کے لحاظ سے بڑا خوبصورت ہے مگر اس کا ظاہری قرب انسان کو جلا دیتا ہے اگر ہم اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیں اور اس سے کھیلنا شروع کر دیں تو یہ ہمیں

جلا دے گا جیسے ہم اس کے ساتھ پیار کریں گے حالانکہ بظاہر اسے بھی پیار کے جواب میں پیار ہی کرنا چاہیے اگر ہم اس آگ کے انگارہ کے ساتھ کھیلیں تو اس انگارے کو بھی چاہیے کہ محض کھیل کی حد تک ہی رہے مگر نہیں کبھی اس آگ کے انگارہ سے کھیلتے ہوئے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر دیکھیے اپنی خوبصورتی کے باوجود جونہی ہمارے ہاتھوں سے مس کرے گا فوراً ہمارے ہاتھوں جلائے گا کیونکہ اس کی فطرت جلانا ہے اس نے اپنی فطرت پہ ہی عمل کرنا ہے اس نے جلانا ہی ہے اس نے یہ نہیں دیکھنا کہ آپ تو اس کے ساتھ کھیلنا چاہتے ہیں یا آپ تو اس کے ساتھ دوستانہ بڑھانا چاہتے ہیں اس کا تمہارے ساتھ دوستانہ یہی ہے کہ وہ تجھے جلائے گا بظاہر خوبصورت نظر آنے والا انگارہ حقیقت کے لحاظ سے نقصان کا سبب بن سکتا ہے ہاں ذرا دور رہ کر ایک حد کے دوران رہتے ہوئے اسی سے فائدہ حاصل کرنا چاہے گا تو تیرے لیے کھانا پکانے کا سبب بھی بن سکتا ہے پانی گرم کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے چائے پکانے کے کام بھی آ سکتا ہے اسی طرح آگ سے ہزاروں فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں مگر زیادہ قرب نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔

(خلاصہ از فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید ص ۶۹)

فائدہ:

یہی حال دنیا کا ہے۔

حدیث شریف:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق)

دنیا کی حیثیت:

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَاسَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً

اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق)

دنیا ملعون:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَافِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ، وَمَا وَالَاهُ وَ عَالِمٌ اَوْمُتَعَلِّمٌ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ ومشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق)

ہوشیار رہو دنیا لعنتی چیز ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور سوائے اس کے جواب کے

قریب کردے اور عالم کے اور طالب علم کے۔

فائدہ:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو علمائے کرام اور دینی علوم کو حاصل کرنے والے طلبہ کے خلاف زبان چلاتے رہنے کو اپنا فرض تصور کرتے ہیں۔

دنیا سے محبت کا نقصان:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یونہی دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الفرقان)

دنیا سے محبت کا نتیجہ:

جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچا لیتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچا لیتا ہے تو باقی کو فناہ ہونے والی پر اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق)

کلام باھو:

دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ:

دین تے دنیا سکیاں بھیناں ، تینوں عقل نہیں سمجھیندا ھُو
دونویں اکس نکاح وچ آون ، تینوں شرع نہیں فرمیندا ھُو

جویں اگ تے پانی تھاں اکے وچ واسا نہیں کریندا ھُو
دو ہیں جہانیں مٹھا باہو جیہڑا دعویٰ کوڑا کریندا ھُو

(ابیات باہو ص ۳۱۹ شرح از پروفیسر سلطان الطاف علی)

☆......☆......☆

دنیوی محبت اخروی ندامت کا سبب

(۹) يَا عَاشِقَ الدُّنْيَا لِغَيْرِكَ وَجْهُهَا وَلَتَنْدُمَنَّ إِذَا أَرَتْكَ قَفَاهَا

☆لِغَیْرِکَ۔ تجھ سے دوسرے کی طرف ☆وَجْهُهَا۔ اس کا چہرہ اس کا رخ ☆قَفَاهَا۔ اس کی پیٹھ ☆لَتَنْدُمَنَّ۔ تم یقیناً شرمندہ ہوگے۔

مطلب:

اے دنیا کے عاشق! (ذرا غور تو کر لے) اس کا رجحان تو کسی دوسرے کی طرف ہے یقیناً تو اس وقت شرمسار ہوگا جب وہ تجھے پیٹھ دکھائے گی (مگر اس وقت کو ہوش مندی تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔ اس لیے ابھی وقت ہے سنبھلنے کی کوشش کر لے۔)

فائدہ:

دنیا بے وفا ہے اس سے وفا کی توقع کرنا فضول ہے یہ تو ہرجائی ہے آج تیرے پاس ہے کل کسی اور کے پاس ہوگی۔ جس کے پاس ہوگی اس کی ہوگی۔ تیری ہے جب یہ تیرے پاس ہے جب تجھ سے دور ہوئی تیری طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھے گی۔ پھر اسی کی ہوگی جس کے پاس ہوگی ابو احمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

زن زر تے زمین تے تیرا مر مٹنا فضول ہے ایہناں پیچھے مرن والا بندہ نا معقول ہے
ایہہ کسے دے یار نئیں بن دے نہ ہی توں بیلی بن ہرجائی پن سمجھ ایہناں دا جے مرد با اصول ہے

دنیا کا رجحان:

اس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ اے دنیا کے طالب! جب تک تو دنیا کا عاشق رہے گا دنیا تیری نہیں بنے گی کیونکہ تو تو دنیا پہ مر مٹ گیا ہے دنیا کی خاطر اپنی آن کا بھی خیال نہ رکھا، اپنی شان بھی داؤ پہ لگا دی، اپنے مقام کا بھی لحاظ نہ رکھا کہ جیسے بھی ممکن ہو دنیا کی دیوی رام ہو جائے مگر اسے تو کیسے رام کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے کہ اس کا تو رجحان ہی دوسری طرف ہے تو اس کی خاطر اپنا تن من دھن کا بھی خیال نہیں کرتا، اپنا ہمہ وقت کا سکون بھی برباد کیے ہوئے ہے ذلیل ورسوا بھی ہو رہا ہے۔ ہر طرف سے دھکے بھی کھا رہا ہے ایک طرح سے اپنی ذات کا دشمن بن گیا ہے اور یہ دنیا پھر بھی دوسروں کی طرف رجحان کیے ہوئے ہے بلاشبہ یہ تجھے شرمسار کرے گی تو اسے چاہتے ہوئے اپنا سب کچھ داؤ پہ لگا دے گا اور یہ تجھے پیٹھ دکھا جائے گی۔ وہ وقت آنے سے پہلے سنبھل جا۔

لفظ عشق کی حقیقت:

یہاں لفظ عاشق بیان ہوا ہے ساتھ ہی دنیا بیان کر کے واضح کیا گیا ہے کہ تنہا لفظ عاشق کے معانی برے نہیں ہیں۔ اس لفظ کا اچھے معنوں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ اس لیے خواہ مخواہ کی کھینچا تانی کر کے محاذ قائم کر لینا اچھا کام نہیں۔ اس سلسلے میں تحقیق مقصود ہے تو مجدد دور حاضر فیض ملت، فقیہہ ملت شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف شرح درود تاج کا مطالبہ کیجیے۔ حضرت علامہ فیض ملت کے فیضان سے اس سلسلے میں تحقیق الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی نے (فیضان الفرید) میں بھی بیان کی ہے۔

فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید میں بڑا بہترین مضمون پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

☆......☆......☆

دنیا فانی ہے

(۱) تَحَرَّزْ مِنَ الدُّنْیَا فَاِنَّ فَنَائَھَا ۔۔۔ مَحَلُّ فَنَآءٍ لَا مَحَلُّ بَقَآءٍ

(۲) فَصَفْوَتُھَا مَمْزُوْجَۃٌ بِکُدُوْرَۃٍ ۔۔۔ وَرَاحَتُھَا مَقْرُوْنَۃٌ بِعَنَآءٍ

☆تَحَرَّزْ۔ پرہیز کرو، بچو☆مَحَلَّ فَنَآءٍ۔ فنا ہونے کی جگہ☆بَقَآءٍ۔ ہیشگی، دوام، پائداری باقی رہنا زندہ رہنا ☆فَنَاء۔ نیستی، موت، ہلاکت، بربادی، نابود، نیست اصطلاح تصوف میں حدوث اور قدوم کے فرق کا دور کرنا۔

☆صَفْوَتُھَا۔ اس کی صاف چیز☆مَمْزُوْجَۃٌ۔ ملی ہوتی ہے۔☆ بِکُدُوْرَۃٍ۔ گدلا پن سے☆رَاحَتُھَا۔ اس کی راحت، اس کی آسائش، اس کے سکون☆مَقْرُوْنَۃ۔ قریب کی گئی، نزدیک کی گئی، پاس یعنی میں

مطلب:

ارے دنیا سے بچنے کی کوشش کرو کیونکہ دنیا فانی ہے فنا ہونے کی جگہ ہے۔ اس کا صحن یعنی اس کا قرب بھی فنا کا مقام ہے اس کا سامنا بھی مقام فنا ہے یعنی اس کا قرب ہر لحاظ سے فنا ہی فنا ہے۔

بقا کا محل نہیں اس لیے اس کے دھوکے میں نہ آجانا

مطلب:

پس اس کی صاف ستھری چیز بھی حقیقتاً صاف ستھری نہیں ہے بلکہ اس میں بھی میل اور کدورت ملی ہوئی ہے۔ اس کی آسائش جو تجھے آسائش ہی آسائش معلوم ہو رہی ہے۔ یہ بھی حقیقتاً آسائش نہیں ہے بلکہ اس کی آسائش میں بھی تکلیف کی ملاوٹ ہے۔

دنیا فانی:

رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۝ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

(پ ۲۷۔ سورۃ رحمٰن ۲۶۔ ۲۷)

ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ کچھ بھی نہ بچے گا۔ آسمان کی بلندیاں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گی۔ زمین اور زمین میں موجود ہر شے ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ حالانکہ پہاڑوں کی سختی کو مثال کی حیثیت سے بیان کیا جاتا ہے۔ جبکہ پہاڑوں کا جو حال عنقریب ہونے والا ہے اس کے متعلق رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اَلْقَارِعَۃُ ۝ مَا الْقَارِعَۃُ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ ۝ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ

الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝

(پ ۳۰، سورۃ قارعہ)

دل دہلانے والی کیا وہ دہلانے والی۔ جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی روئی۔

(کنز الایمان)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ سب کچھ فنا ہونے والا ہے اور فنا ہو جائے گا اس لیے دنیا اور دنیا کی ہر شے چونکہ فانی ہے۔ دنیا مقام فنا ہے بقا کا مقام نہیں اس کا قرب بھی فنا ہے کیونکہ فانی کا قرب بھی فنا ہوتا ہے اسی لیے فانی کے باعث خالق کائنات سے دوری کیوں کی جائے۔ اس دنیا کی بعض چیزوں کو دیکھ کر انسان سوچتا ہے کہ یہ چیز بہت خوبصورت اور صاف وشفاف ہے حالانکہ بظاہر خوبصورت اور صاف وشفاف نظر آنے والی بعض چیزیں اصلیت کے لحاظ سے ویسی ہی صاف وشفاف نہیں ہوتیں بلکہ میل اور کدورت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں ان کی خوبصورتی اور شفافیت کے دھوکے میں نہ آجانا۔ دیکھیے سانپ کتنا خوبصورت چمکتا دمکتا ہار نظر آتا ہے مگر جو اسے اپنے گلے میں ڈالے تو اس کا کیا حشر ہوگا؟ انگارے بڑے خوبصورت نظر آتے ہیں مگر ان کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر اگر کوئی انہیں ہاتھوں میں اٹھالے یا اپنی جیب میں ڈالنے کی کوشش کرے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

دنیا وچہ حسن دے چمکارے نظر جیہڑے آوندے نے
دوروں دوروں ویکھیاں دل نوں بڑے بھاوندے نے
ویکھن جد حقیقت اوہناں دی پھر پچھتاندے نے
ابو احمد اویسی دنیا فانی سچ بزرگ فرماوندے نے

(ابو احمد اویسی)

آسائش میں تکلیف کی ملاوٹ:

اس دنیا کی آسائش میں بھی تکلیف کی ملاوٹ ہے بندہ نہ سمجھے تو یہ اس کی ناسمجھی کا قصور اور عقل کا فتور ہے مثلاً چوری کرنے سے چند گھنٹوں میں ہزاروں، لاکھوں کا سامان حاصل ہو جاتا ہے مگر دنیا میں بدنامی، قانون کے ہاتھوں سزا اور کچھ نہ ہوا تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب۔ اسی طرح رشوت کے ذریعے حاصل کردہ مال کتنی آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی (اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ كِلَاهُمَا فِی النَّار) اسی طرح دیگر بظاہر دنیوی آسانیوں میں جو مشکلات ہیں ان کا ادراک کیجیے اور حقیقت سمجھنے کی کوشش کیجیے اسی میں بھلائی ہے۔

☆......☆......☆

دنیوی تکالیف پہ اظہار برداشت کی فضیلت

(۱) هِیَ حَالَانِ شِدَّةٌ وَّرَخَآءٌ وَسِجَالَانِ نِعْمَةٌ وَّ بَلَآءٌ

(۲) وَالْفَتَى الْحَاذِقُ الْاَدِيْبُ اِذَامَا خَانَهُ الدَّهْرُ لَمْ يَخُنْهُ عَزَآءٌ

(۳) اِنْ اَلَمَّتْ مُلِمَّةٌ بِیْ فَاِنِّیْ فِی الْمُلِمَّاتِ صَخْرَةٌ صَمَّاءٌ

(۴) عَالِمًا بِالْبَلَآءِ عِلْمًا بِاَنْ لَيْسَ يَدُوْمُ النَّعِيْمُ وَالَّا وَآءٌ

☆حَالَانِ۔حال سے تثنیہ کا صیغہ دو حالتیں ☆شِدَّةٌ۔سختی ☆رُخَآءٌ۔نرمی ☆سِجَالَانِ۔دو ڈول ☆بَلَآءٌ۔مصیبت
☆فَتٰی۔جوان آدمی، دلیر، شجاع مراد، کامل ☆حَاذِق۔دانا، کامل، اپنے فن میں ماہر، استاد، تجربہ کار عموماً طبیب کی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے مگر یہاں بمعنی ہوشیار زمانہ کی صفت کی حیثیت سے یہ لفظ بیان ہوا ہے ☆اَدِیْب۔ادب سکھانے والا، اتالیق، علم وادب جاننے والا زبان دان مگر یہاں ادیب از ادب۔ادب بمعنی ہوشیار۔
☆اَلَمَّتْ۔ازالمام بمعنی نازل ہونا، یعنی مصیبت نازل ہوتی ہے ☆صَخْرَةٌ۔پہاڑ ☆صَمَّاءٌ۔سخت
☆عَالِمًا۔خوب واقف ہوں ☆نَعِیْمُ۔اسائش، نعمت، مال، نیکی، پہنچ، رسائی وغیرہ مگر یہاں آسائش، آسانی قرار ہے۔

مطلب:

سختی اور نرمی دو حالتیں ہیں۔اسی طرح نعمت اور مصیبت بھی دو ڈول ہیں۔
یعنی سختی اور نرمی دو جدا جدا حالتیں ہیں اور یہ دونوں حالتیں ایک دوسری کی متضاد ہیں یا سختی ہوگی یا نرمی ہوگی۔جب سختی ہو گی تو یہ یاد رکھیے کہ سختی نے ہمیشہ نہیں رہنا۔ایک نہ ایک دن سختی ختم ہو جائے گی اور نرمی آئے گی اسی طرح سختی کے ایام آ جائیں تو گھبرا نہ جانا کیونکہ سختی نے ایک دن ختم ہو جانا ہے سختی کی جگہ نرمی نے آ جانا ہے۔سختی کے ایام میں نرمی کی امید رکھو۔سختی دیکھ کر گھبرا نہ جانا۔
ابو احمد غلام حسن اویسی نے عرض کیا ہے۔

سختی میں گھبرانا نہیں ، اس نے ختم ہو جانا ہے
جاتے ہی اس کے نرمی نے آ جانا ہے
نرمی نے جب آنا ہے تو سختی سے گھبرانا کیا
آندھیاں جتنی بھی چلیں سب نے ختم ہو جانا ہے

مطلب:

جب کامل اور ہوشیار جوان آدمی سے بھی زمانہ (یعنی دنیا والے) خیانت کرے تو پھر بھی صبر اس کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔یہاں زمانہ سے مراد اس دنیا میں بسنے والے دنیا دار قسم کے لوگ ہیں۔

فائدہ:

اس شعر میں صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے بیان فرمایا گیا ہے کہ دنیا اور دنیا داروں کی بے وفائی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔مگر صبر کا اپنا خاص مقام ہے۔دنیا اور دنیا والے اپنے فن کا جتنا بھی مظاہرہ کرلیں مگر صبر کے فوائد وثمرات مسلم ہیں۔صبر کسی کے ساتھ بھی خیانت نہیں کرتا۔جب کامل اور ہوشیار آدمی سے دنیا والے اپنے دنیوی رنگ ڈھنگ کے ساتھ پیش آتے ہیں تکلیف کا سبب بنتے ہیں دغابازی، دھوکہ دہی اور لالچ کے شکار ہوکر تکالیف کا موجب بنتے ہیں کوئی بھی ساتھ نہیں رہتا تو جن کی دوستی صبر کے ساتھ ہوتی ہے صبر ان سے اپنی دوستی ہر حال میں نبھاتا ہے۔صبر ساتھ نہیں چھوڑ جاتا اور نہ ہی خیانت کرتا ہے بلکہ اجر کا سبب بنتا ہے۔ صبر ہی سہارا دیتا ہے صبر کے باعث اجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔صبر کے باعث صبر کرنے والا ڈگمگانے کی بجائے استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہ حق میں آنے والی تمام تکالیف کا سامنا کرتے ہوئے دنیا وآخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔

صبر باعث اجر:

بعض اوقات دنیا میں دکھ، تکالیف اور مصائب آلام کا آنا خالق و مالک کی طرف سے بطور آزمائش بھی ہوتا ہے۔اگر مصائب وآلام پہنچیں تو ہمیں صبر واستقلال کا دامن تھامتے ہوئے کسی بھی آزمائش کے وقت بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس آزمائش میں فیل نہیں ہونا چاہیے بلکہ صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیاب ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔بہر حال رب کائنات کا ارشادگرامی ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ
وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ

(پ۲۔سورۃ البقرہ:۱۵۵)

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔(ترجمہ کنزالایمان)

فائدہ:

حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے اللہ تعالیٰ ملائک سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی وہ عرض کرتے ہیں کہ ہاں یارب پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا عرض کرتے ہیں ہاں یارب!

رب فرماتا ہے اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟
عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔
رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے لیے جنت میں مکان بناؤ۔
قال اللّٰہ تعالیٰ

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔

ترجمہ:اور جب ان پر مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی طرف پھرنا۔

اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o

مطلب:

جب مجھ پہ کوئی مصیبت آتی ہے تو میں اس سے گھبرایا نہیں کرتا کیونکہ مصیبت کے وقت میں پہاڑ بن جاتا ہوں۔

فائدہ:

اس شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ جب مجھ پہ مصیبت آتی ہے تو میں اس مصیبت سے گھبراتا نہیں بلکہ ہمت وحوصلہ سے کام لیتا ہوں،صبر و برداشت میرے پاس ایک ایسا ہتھیار ہے جو مجھے ٹوٹنے پھوٹنے نہیں دیتا جس کی وجہ سے میں عام لوگوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہوجاتا بلکہ مزید مضبوط ہوجاتا ہوں کہ پہاڑ بن جاتا ہوں بلکہ یہاں پہاڑ کا بن جانا انتہائی مضبوطی کو بیان کرنے کے لیے بیان کیا گیا ہے یوں سمجھئے کہ گویا آپ کے ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو ہٹ جائے مگر میں مصیبت سے گھبرا کر راہِ حق سے نہیں ہٹ سکتا۔دنیا اور دنیا کی کوئی طاقت میری ہمت اور میرے حوصلے کو شکست نہیں دے سکتی اور نہ ہی مجھے پریشانی میں مبتلا کرسکتی ہے۔

کیونکہ اللہ والے سمجھتے ہیں کہ یہ دُکھ،تکلیف یا مصیبت میرے پاس خود بخود نہیں آ گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آئی ہے جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تو پھر میں اس سے کیوں گھبراؤں۔میرے محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی آتا ہے مجھے اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

گویا اس میں تو آزمائش ہے۔آزمائش کے وقت بددل ہوجانا سراسر زیاں کا باعث ہے اس لیے ایسے وقت میں گھبرا جانا مردوں کا شیوہ نہیں استقامت علی الحق اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو ان شاء اللہ مقاماتِ علیا کے حصول کا سبب ہے اس لیے ایسے نامساعد حالات مجھے تنگدل نہیں کرسکتے،مجھے پریشانی میں مبتلا نہیں کرسکتے۔اسی لیے میں گھبراتا نہیں بلکہ مصیبت کے وقت میں پہاڑ بن جاتا ہوں۔

مطلب:

میں مصیبت کو اچھی طرح جانتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ آسائش بھی ہمیشہ نہیں رہتی اور نہ ہی تکلیف اور مصیبت ہمیشہ رہتی ہے۔

فائدہ:

گویا اس شعر میں آپ بیان فرمارہے ہیں کہ دکھ اور سکھ کی حقیقت سے میں بخوبی واقف ہوں کیونکہ یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے کبھی دکھ آتے ہیں تو کبھی سکھ،مصیبت ہمیشہ نہیں رہتی ہے اسی طرح تکلیف بھی ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ جب دکھ آتے ہیں تو جانے کے

لیے آتے ہیں جیسے دن اور رات کا دور چل رہا ہے۔ دن ہوتا ہے دھیرے دھیرے گزر تا رہتا ہے حتیٰ کہ شام ہو جاتی ہے رات چھا جاتی ہے ہر طرف اندھیرے کا راج ہو جاتا ہے خواہ جتنی بھی رات اندھیری ہو وہ بھی دھیرے دھیرے گزرتی جاتی ہے حتیٰ کہ زیادہ اندھیرا چھا جائے تو ہمیں صبح صادق دن کے قرب کی نوید سناتی ہے کہ اس صبح کاذب کے اندھیرے سے گھبرا نہ جا کہ اب تو مزید اندھیرے میں اضافہ ہو گیا ہے بلکہ یہ تو ختم ہونے کے لیے آخری ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے۔

جب دھند چھا جاتی ہے پہلے کم محسوس ہوتی ہے مگر جب دھند ختم ہونے والی ہوتی ہے بعض اوقات اتنی شدت سے اترتی ہے کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے مگر یہ تو ایک نوید ہوتی ہے کہ انسان اس کی شدت سے نہ گھبرا کہ اب یہ گئی اب اس کے خاتمے کا وقت قریب ہے۔ ہر کمال راز وال است، ہر کمال کو زوال ہوتا ہے اسی لیے جب مصیبت اور تکلیف ڈیرے ڈال لے تو ایسے وقت کے متعلق شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسے وقت کے متعلق میرا وطیرہ یہ ہے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ اس نے بھی ختم ہو جانا ہے جیسے آسائش ہمیشہ نہیں رہتی ہے اسی طرح یہ مصیبت بھی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اس لیے اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

☆......☆......☆

ہفتہ کے دنوں کے پسندیدہ معمولات

(۱) لَنِعْمَ الْيَوْمُ يَوْمُ السَّبْتِ حَقًّا لِصَيْدٍ اِنْ اَرَدْتَّ بِلَا امْتِرَآءِ

☆لَنِعْمَ۔ضرور اچھا ہے☆سَبْت۔ہفتہ☆لِصَيْدٍ۔شکار کے لیے☆اَرَدْتَّ۔تم چاہو، تمہارا ارادہ ہو۔

ترجمہ: بے شک شکار کے لیے ہفتے کا دن بہترین ہے۔ اگر ہفتے کے دن تم شکار کرنا چاہو تو اس دن شکار کر لو اس میں کوئی شبہ نہیں فائدہ مند رہے گا۔

(۲) وَفِي الْاَحَدِ الْبِنَآءُ لِاَنَّ فِيْهِ تَبَدَّى اَللّٰهُ فِيْ خَلْقِ السَّمَآءِ

☆الْاَحَدِ۔یک شنبہ، اتوار☆بِنَآءُ۔مکان بنانا☆تَبَدَّى۔از بدء بمعنی ابتدا کرنا، شروع کرنا، ہمزہ خلاف قیاس الف ہو گیا☆خَلْق۔تخلیق کرنا، بنانا

ترجمہ: اتوار کے دن تیرے لیے مکان بنانا اس لیے بہتر ہے کہ اتوار کے دن اللہ تعالیٰ نے آسمان بنانے کا آغاز کیا تھا۔

فائدہ:

اس لیے تو نیا مکان بنانا چاہتا ہے۔ تو اس کی بنیاد اتوار کے دن رکھ لے مبارک ثابت ہوگا۔

(۳) وَفِي الْاِثْنَيْنِ اِنْ سَافَرْتَ فِيْهِ سَتَظْفَرُ بِالنَّجَاحِ وَبِالثَّرَآءِ

☆اِثْنَيْنِ۔دوشنبہ، سوموار، پیروار☆سَافَرْتَ۔تم سفر کرو☆سَتَظْفَرُ بِالنَّجَاحِ۔پس امید ہے کہ عنقریب کامیابی حاصل ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر تم سوموار کے دن سفر اختیار کرو تو امید ہے کہ تجھے کامیابی اور دولت ملے گی۔

فائدہ:

کیونکہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جہان فانی میں سوموار کے دن ہی جلوہ افروز ہوئے۔ سوموار کا مبارک دن ہی تھا کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی میں تشریف لائے۔

(۴) وَمَنْ یُّرِدِ الْحَجَامَةَ فَالثُّلَاثَا فَفِیْ سَاعَاتِهَا هَرْقُ الدِّمَآءِ

☆مَنْ یُّرِد۔ جو ارادہ کرے☆ثُلَاثَا۔ مراد منگل ہے☆سَاعَاتِهَا۔ اس کی ساعتوں میں☆هَرْقُ الدِّمَآءِ۔ خون جاری ہونے کا اثر ہے۔

ترجمہ: اگر پچھنا لگانے کا ارادہ ہو تو منگل کے دن اس کام کے لیے بہتر ہے کیونکہ اس کی ساعتوں میں خون رواں ہونے کی تاثیر پائی جاتی ہے۔

فائدہ:

اس تاثیر کے باعث یہ عمل مفید ثابت ہوگا۔

(۵) وَاِنْ شَرِبَ امْرَءٌ یَّوْمًا دَوَآءً فَنِعْمَ الْیَوْمُ یَوْمُ الْاَرْبَعَآءِ

☆شَرِبَ۔ پیئے☆اَمْرَءٌ۔ شخص، کوئی☆دَوَآءً۔ دوا☆یَوْمُ الْاَرْبَعَآءِ۔ بدھ کے دن

ترجمہ: اگر کوئی دوائی پینا چاہے تو اس کے لیے بدھ کا دن بہتر ہے۔

(۶) وَفِیْ یَوْمِ الْخَمِیْسِ قَضَآءُ حَاجٍ فَفِیْهِ اللّٰهُ یَاْذَنُ بِالدُّعَآءِ

☆یَوْمِ الْخَمِیْسِ۔ جمعرات کا دن☆قَضَآءُ۔ پورا کرنے کا☆حَاجٍ۔ حاجات، ضروریات، ضرورتیں☆فَفِیْهِ اللّٰهُ۔ فِ بمعنی پس فی میں ی معنی اس یعنی پس اس میں اللہ تعالیٰ☆یَاْذَنُ۔ وہ اجازت دیتا ہے☆بِالدُّعَآءِ۔ ساتھ دعاؤں کے یعنی اللہ تعالیٰ دعاؤں کی اجازت عطا فرماتا ہے۔

ترجمہ: جمعرات ضروریات پوری کرنے کا دن ہے۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ جل جلالہ دعائیں کرنے کی خصوصی اجازت مرحمت فرماتا ہے۔

فائدہ:

یعنی اللہ تعالیٰ خصوصی اجازت عطا فرماتا ہے کہ مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

(۷) وَفِی الْجُمُعَاتِ تَزْوِیْجٌ وَّعِرْسٌ وَلَذَّاتُ الرِّجَالِ مَعَ النِّسَآءِ

☆جُمُعَاتِ۔ جمعہ کی جمع☆تَزْوِیْجٌ وَعِرْسٌ۔ شادی اور بیاہ☆لَذَّات۔ لذت، کی جمع☆رِجَال۔ مردوں ☆نِسَاء۔ عورتوں

ترجمہ: اور جمعۃ المبارک کے روز شادی کرنے کا دن ہے اور اس دن مردوں کو چاہیے کہ وہ عورتوں سے لطف اندوز ہوں۔

(۸) وَهٰذَا الْعِلْمُ لَمْ يَعْلَمْهُ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ وَصِيُّ الْاَنْبِيَآءِ

☆لَمْ يَعْلَمْهُ۔کوئی نہیں جانتا ☆وَصِيٌّ۔جسے وصیت کی یعنی وہ شخص جس کو میت اپنا سب کام سپرد کر جائے وہ شخص جس کو وصیت کی گئی ہو وصیت پر عمل کرنے والا۔

ترجمہ: ایسا ہے کہ جسے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصی کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔

فائدہ:

یعنی اس علم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے تھے اور آپ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی جانتے تھے۔

مناجات

(۱) لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اَنْتَ مَوْلَاهُ فَارْحَمْ عُبَيْدًا اِلَيْكَ مَلْجَاهُ

☆لَبَّيْكَ۔حاضر ہوں ☆اَنْتَ۔تو ☆مَولَا۔مالک ☆فَارْحَمْ۔پس تو رحم فرما ☆عُبَيْدًا۔ناچیز بندہ پر ☆مَلْجَاهُ۔ اس کی جائے پناہ ہے

ترجمہ: میں حاضر ہوں۔حاضر ہوں۔یا اللہ تو ہی میرا مولا ہے پس اپنے بندے پہ رحم فرما۔محض تو ہی اس کی پناہ کی جگہ ہے۔

فائدہ:

یہاں آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا ہے کہ مولا کریم! تیرا عاجز بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔کسی لمحہ بھی تیری بارگاہ سے دور نہیں ہمہ وقت تیری پہنچ میں ہوں تو جیسے چاہے مجھ پہ تصرف فرمائے۔مگر یا اللہ تو میرا مولا ہے یہ عاجز تیرا عاجز بندہ ہے۔مولا کریم اپنے عاجز بندے پہ رحم فرما بے شک تو ہی ارحم الراحمین ہے۔تو ہی میرے لیے پناہ کا مقام ہے۔اس لیے مجھے اپنی پناہ میں رکھ۔

(۲) يَا ذَا الْمَعَالِيْ عَلَيْكَ مُعْتَمَدِيْ طُوْبٰى لِمَنْ كُنْتَ اَنْتَ مَوْلَاهُ

☆يَاذَاالْمَعَالِي۔اے صاحب بزرگی اور بلندی ☆مُعْتَمَدِيْ۔میرا بھروسہ ہے اے بزرگی اور بلندی والے مولا کریم! میرا بھروسہ صرف تیری ذات پہ ہے ہر اس انسان کے لیے بشارت اور خوشخبری ہے جس کا تو مولا ہے۔

فائدہ:

اس شعر میں بیان فرمایا گیا ہے کہ یا اللہ! مجھے صرف تیرا ہی آسرا ہے اور تجھ پر ہی بھروسہ ہے تیرے ہی بھروسے پہ میری زندگی کے لمحات بیت رہے ہیں اور جس شخص کو بھی تجھ پہ بھروسہ ہے اور وہ تجھے اپنا مولا سمجھتا ہے اس کے لیے بھی دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے کہ ایسا انسان سعادت دارین سے مستفید ہوگا۔شیطان کا اس پہ داؤ نہیں چل سکتا ان شاء اللہ وہ گمراہ نہیں ہوگا یا اللہ! تیرا یہ عاجز بندہ بھی تیری بارگاہ بیکس پناہ میں عرض گزار ہے کہ مجھے بھی اپنی عنایات سے نواز دے۔

(۳) طُوْبٰی لِمَنْ کَانَ نَادِمًا اَرِقًا　　یَشْکُوْا اِلٰی ذِی الْجَلَالِ بَلْوَاہُ

☆طُوْبٰی۔خوشخبری ☆نَادِمًا۔شرمندہ ☆اَرِقًا۔صنعت از آرق باب سمع یعنی نیند کا زائل ہونا ☆ذِی الْجَلَالَ۔ صاحب جلال مراد اللہ تعالیٰ

مطلب:

اس کے لیے بشارت ہو جو نادم ہو اور جاگے۔ اللہ تعالیٰ ذو الجلال کی بارگاہ اقدس میں اپنی مصیبت کی شکایت عرض کرے۔

فائدہ:

یعنی اس شخص کے لیے خوشخبری جو اپنے بداعمال کو مدنظر رکھتے ہیں نادم ہے۔ ندامت و شرمندگی کے باعث بارگاہ حق میں سچے دل سے توبہ اختیار کرے۔ سابقہ گناہوں کی مغفرت چاہے اور آئندہ اعمال بد نہ کرنے کا پختہ تہیہ کرے اور ساری رات حق تعالیٰ کے ذکر میں شاغل رہے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہوئے ساری رات گزارے۔ شامت اعمال کی مصیبت جو اسے پہنچی بارگاہِ حق میں اس کے خاتمے کے لیے عرض کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے ان بداعمالیوں کی مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔

(۴) مَا بِہٖ عِلَّۃٌ وَّلَا سَقَمٌ　　اَکْثَرُ مِنْ حُبِّہٖ لِمَوْلَاہُ

☆سَقَمٌ۔کوئی بیماری، خرابی، عیب، نقص، دکھ ☆حُبِّہٖ۔اس کی محبت

مطلب:

اسے اپنے خالق و مالک رب کریم کی محبت سے زیادہ کوئی بھی شکایت اور بیماری نہیں یعنی تمام تکالیف، مصائب و آلام اور بیماریوں اور شکایات سے زیادہ اسے اپنے رب سے محبت ہے اس لیے کسی قسم کی شکایت کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی محض مالک و خالق کی محبت میں گم ہو کر ہی اس کی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔

(۵) اِذَا خَلَا فِی الظَّلَامِ مُبْتَہِلًا　　اَجَابَہُ اللّٰہُ ثُمَّ لَبَّاہُ

☆خَلَا فِی الظَّلَامِ۔رات کی تاریکی میں ☆مُبْتَہِلًا۔انتہائی بمعنی گڑگڑانا ☆اَجَابَہُ اللّٰہُ۔اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے۔

مطلب:

جب رات کے اندھیرے میں اکیلا ہی تنہائی میں گڑگڑاتے ہوئے روتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور اسے لبیک کہہ کر جواب دیتا ہے۔

فائدہ:

جب انسان دنیوی دکھوں میں مبتلا ہو جاتا ہے یا جسمانی و روحانی بیماریوں سے لاچار ہو جاتا ہے شیطان اسے مغلوب کرنے کی سعی کرتا ہے وہ انسان اپنے روحانی و جسمانی دشمنوں کے گھیرے میں آ جاتا ہے اور اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ دنیا

مست ہوتی ہے مگر یہ اللہ کا بندہ اپنی حالت زار بارگاہ حق میں پیش کرتے ہوئے تنہائی میں گڑگڑاتے ہوئے روتا ہے اور بارگاہ حق میں التجائیں کرتا ہے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی التجاؤں اور دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ جب بندہ رب کائنات کو پکارتے ہوئے یا اللہ! عرض کرتا ہے تو خالق و مالک اسے لبیک کہہ کر جواب عطا فرماتا ہے۔

(۶) سَالْتَ عَبْدِیْ وَاَنْتَ فِیْ کَنَفِیْ وَکُلَّ مَاقُلْتَ قَدْ سَمِعْنَاہُ

☆سَالْتَ۔تو نے سوال کیا ☆عَبْدِیْ۔میرے بندے ☆فِیْ کَنَفِیْ۔جانب حفاظت، اکناف جمع، یعنی تو میری پناہ اور حفاظت میں ہے ☆سَمِعْنَاہُ۔میں نے اسے سنا

مطلب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی اپنے کلام میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا کہ اے میرے بندے تو نے مجھ سے سوال کیا ہے اس لیے تو میری پناہ میں ہے تو نے جو کچھ میرے سامنے سوال کیا ہے اسے میں نے سن لیا ہے۔

فائدہ:

جو شخص بارگاہ حق میں عرض کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ دعا سنتا ہے اور جو اس سے پناہ چاہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی پناہ میں لے لیتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(۷) صَوْتُکَ تَشْتَاقُہٗ مَلَائِکَتِیْ فَذَنْبُکَ الْاٰنَ قَدْ غَفَرْنَاہُ

☆صَوْتُکَ۔تیری آواز ☆تَشْتَاقُہٗ۔اس کے مشتاق ہیں ☆مَلٰئِکَتِیْ۔میرے فرشتے ☆فَذَنْبُکَ۔پس تیرے گناہ

مطلب:

(رب کائنات کا ارشاد گرامی ہوتا ہے کہ اے میرے بندے!) میرے ملائکہ تیری آواز (دعائیہ کلمات والی یا عبادت میں مشغولیت کی یا درود و سلام پڑھتے رہنے کی آواز سننے کے) مشتاق ہوتے ہیں۔ پس تحقیق میں نے تیرے گناہ اور تیری خطائیں معاف کر دی ہیں۔

فائدہ:

اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ بندہ ہمہ وقت حق تعالیٰ کے ذکر واذکار تلاوت قرآن مجید اور درود و سلام سے اپنی زبان کو تر رکھے۔ زبان کا صحیح استعمال انسان کے لیے دنیا و آخرت میں سرخروئی کا باعث ہے۔

(۸) فِیْ جَنَّۃِ الْخُلْدِ مَاتَمَنَّاہُ طُوْبَاہُ طُوْبَاہُ ثُمَّ طُوْبَاہُ

☆جَنَّۃِ الْخُلْدِ۔دائمی جنت ☆تَمَنَّاہُ۔اس کی تمنائیں، اس کی آرزوئیں خواہشیں ☆طُوْبَاہُ۔اس کے لیے خوشخبری

مطلب:

اس کی تمام تمنائیں اور خواہشیں ہمیشہ کے لیے بہشت میں پوری کی جائیں گی۔ اس لیے اس کے لیے بشارت بلکہ بشارت پہ بشارت ہو۔

فائدہ:

جو شخص دنیا میں حق تعالیٰ کے ذکر، تلاوت قرآن مجید، درود و سلام سے ہمہ وقت اپنی زبان کو تر رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس پہ خاص کرم ہوتا ہے صالح اعمال کی کثرت من مانے عیش و آرام کا سبب ہے قرآن مجید میں رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ؕ (پ ۳۰۔سورۃ القارعہ)

تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ؕ نَارٌ حَامِیَةٌ

اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔ اور تو نے کیا جانا کیا نیچا دکھانے والی ایک آگ شعلہ مارتی۔ (کنز الایمان)

(۹) سَلْنِیْ بِلَا حَشْمَةٍ وَّلَا رَهَبٍ ۔۔۔ وَلَا تَخَفْ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ

☆سَلْنِیْ۔مجھ سے مانگ ☆بلاحَشْمَةٍ۔ شرم کے بغیر ☆رَهَبٍ۔خوف ☆لَاتَخَفْ۔تو خوف نہ کھا، تو نہ ڈر

مطلب:

مجھ سے سوال کر، طلب کر اس سلسلے میں کسی قسم کا شرم نہ کر اور نہ ہی خوف کر۔ تو مجھ سے مانگ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ تو مجھ سے مانگ جو کچھ مانگے گا تجھے عطا کیا جائے گا اس لیے تو شرمندگی کو اپنے قریب نہ آنے دے اور نہ ہی خوف کھا بلکہ بغیر کسی قسم کے خوف اور ڈر کے مانگ میں تیرا معبود ہوں۔

☆......☆......☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ

(۱) اَمِنْ بَعْدِ تَكْفِیْنِ النَّبِیِّ وَدَفْنِهٖ ۔۔۔ بِاَثْوَابِهٖ اٰسٰی عَلٰی هَالِكٍ ثَوٰی

(۲) رُزِئْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَنْ نَّرٰی ۔۔۔ بِذٰلِكَ عَدِیْلًا مَّا حَیِیْنَا مِنَ الرَّدٰی

(۳) وَكَانَ لَنَا كَالْحِصْنِ مِنْ دُوْنِ اَهْلِهٖ ۔۔۔ لَهٗ مَعْقِلٌ حِرْنٌ حَرِیْنٌ مِّنَ الْعِدٰی

☆تکفین۔تجہیز و تکفین، کفن دفن کا انتظام، فوت شدہ کی آخری رسومات ادا کرنا، کفن دینا ☆نبی۔پیغمبر، غیب کی خبریں بتانے والا، غیب کی خبریں دینے والا۔

☆اٰسٰی۔اَسِیَ یاسیٰ اسًا۔اسی از حزن، غمگین ہونا ☆اَثْوَابُ۔ثوب کی جمع یعنی کپڑے ☆هَالِكٌ۔مرنے والا ☆ فَلَنْ نَّرٰی۔پس ہم ہرگز نہیں دیکھ سکتے ☆رِدٰی۔موت، ہلاکت اسی سے لفظ الرَّدِی یعنی ہلاک ہونے والا (المنجد عربی اردو ص ۴۴۶)

☆كَالْحِصْنِ۔قلعہ کی مانند، قلعہ کی طرح ☆اَلْمَعْقِلُ۔پناہ گاہ، اونٹوں کے باندھنے کی جگہ، بلند پہاڑ (المنجد اردو عربی

ص ۸۲۷) مراد جائے پناہ، پناہ گاہ، امن کا مقام عافیت کی جگہ ☆ حَرْزٌ حَرِيْزٌ۔ جائے پناہ ☆ مِنَ الْعِدٰی۔ دشمنوں سے

مطلب:

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن دفن کے بعد کسی مرنے والے پہ میں غم کروں گا۔
چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ آپ کوئی بھی محبوب نہیں اس لیے یوں بیان فرمایا:

مطلب:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی وجہ سے ایک عظیم مصیبت میں گرفتار کیے گئے پس جب تک ہم اس جہانِ فانی میں زندہ رہیں گے اس جیسی موت نہیں دیکھ سکتے۔

مطلب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اہل خانہ کے لیے قلعہ کی مانند تھے اور ہمارے اہل خانہ کے لیے پناہ کی جگہ اور حفاظت کا مقام تھے۔

فائدہ:

ان تینوں اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسا ہمیں مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال پہ ہوا ویسا غم کسی کی وفات پہ نہ ہوگا اور نہ ہی ایسا غم کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت:

محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک اس جسد عنصری سے لاتعلق ہوگئی تو آپ کے سر مبارک کے نیچے تکیہ رکھ کر انتہائے غم میں سر جھکائے ایک طرف (ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کھڑی ہوگئی۔
(حیات محمد ص ۷۹۳)

ان لمحات میں مسلمانوں میں عجیب اضطراب پیدا ہوگیا۔ بعض حضرات کو آپ کے وفات پانے کا تذکرہ بھی سننا گوارا نہ تھا ایسے لوگوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ آپ نے وفات نہیں پائی یہ مسئلہ حد نزع تک پہنچنے کو تھا کہ رب کائنات الہ العالمین نے جو مسلمانوں سے حسن سلوک کا خواہاں تھا اس فتنہ کا انسداد کر دیا۔ (حیات محمد ص ۷۹۳)

اس روز جو لوگ مسجد میں تھے یہ خبر سن کر حیرت میں ڈوب گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے ہوئے حجرے میں آئے جہاں جسد مبارک ابدی نیند میں محو استراحت تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات پر یقین نہیں آتا تھا۔ رخ سے انور ردائے مبارک ہٹائی تو سانس کی ذرا سی رمق نہ ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غشی تصور کر لیا۔ یہ سوچا کہ ذرا دیر بعد ان شاء اللہ ہوش میں آجائیں گے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سمجھایا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کا یقین نہیں آتا تھا بلکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار کرنے پر ان کو ڈانٹ دیا تم جھوٹ بول رہے ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے آپ نے انہی جذبات میں ڈوبے ہوئے مسجد میں آکر تقریر شروع کر دی کہ منافق افواہ اڑا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم وفات پا گئے ہیں۔نہیں بلکہ موسیٰ بن عمران کی طرح اللہ کے حضور تشریف لے گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے چالیس روز تک غائب رہنے کے بعد دوبارہ واپس تشریف لے آئے ان کے غائب رہنے کے عرصہ میں بنی اسرائیل نے بھی یہی کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مراجعت فرما ہوں گےاور جس جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پھیلائی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر اس کے ہاتھ اور پاؤں قلم کروا دیں گے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر مسلمان شش و پنج میں پڑ گئے۔

(خلاصہ از حیات محمد ﷺ اردو ترجمہ ص ۷۹۸۔۷۹۷)

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حالت زار:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے جب فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ خاک حسرت وندامت اپنے وقت و حال کے سر پر ڈالنے لگے اور اپنے محبوب دو جہاں کے آتش فراق میں جلنے لگے اور گریہ زاری کرنے لگے خصوصاً حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو سب سے زیادہ مصیبت زدہ، بیکس تر اور زار و نالاں تھیں سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چہروں کی طرف دیکھتیں اور اپنی یتیمی اور ان فرزندوں کی نامرادی پر روتی تھیں دوسرے گوشہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی حجرہ میں جس میں سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات نے وفات پائی تھی مصروف آہ و بکا تھیں یہ گھر بیت الحزن والفراق بنا بے خانماں شدہ رات دن آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔

(مدارج النبوت اردو ترجمہ ج ۲ ص ۷۵۴۔۷۵۳)

تاریک ترین دن:

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرائے فانی سے عالم جاودانی میں انتقال فرمایا روز روشن، شب دیجور کی مانند ہو گیا تھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی دن مدینہ طیبہ میں اس دن سے زیادہ بہتر و نورانی تر نہ تھا جس دن کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے اور کوئی دن بدتر و تاریک تر اس دن سے زیادہ نہیں جس دن کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے پردہ فرمایا۔ابھی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دل متغیر ہو گئے ہم پر پردہ پڑ گیا ایسا کہ ہمارے دل ہمارے قابو میں نہ رہے۔

رہ ندیدیم چو بر وقت از نظرم صورت دوست ہمچو چشمے کہ چراغش ز مقابل برد

(مدارج النبوت جلد دوم)

دیدار حبیب کے بغیر آنکھ کس کام کی:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عشق حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے۔حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ جو صاحب اذن تھے اور مستجاب الدعوات تھے انہوں نے دعا مانگی کہ اے خدا جہان کو دیکھنے والی میری آنکھ لے لے کیونکہ بغیر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے

گزشتہ دن کی صبح تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو باآواز بلند ہدایات دیتے ہوئے سنا تھا۔صحت مند محسوس کیا تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بلانے تشریف لے گئے تھے اسی اطمنان کی بنا پر۔

مشاہدہ جمال کے میں اسے نہیں چاہتا وہ اسی وقت نابینا ہو گئے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۵۵)

جہاں نوردی اور مسافرت

مسافرت کے متعلق کسی نے کیا خوب بیان کیا ہے کہ

شالا کوئی مسافر نہ تھیوے ککھ جنہاں تھیں بھارے ہو

مگر عشق حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب عجیب مناظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں ملتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

صحابہ (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی ایک جماعت کو تو مدینہ منورہ میں حضور اکرم کے دیدار کے بغیر صبر وقرار آتا ہی نہ تھا انہوں نے جہاں نوردی اور مسافرت اختیار کی۔ انہیں لوگوں میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے شام کی جانب کوچ کر لیا تھا چھ مہینہ کامل گزر گئے تھے کہ ایک رات خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال با کمال کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بلال! ہم پر کیوں ظلم کرتے ہو؟ ہماری زیارت کے لیے کیوں نہیں آتے؟ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوتے ہی اسی گھڑی مدینہ طیبہ کی جانب چل دیئے۔ اس اثناء میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں۔ جب انہوں نے حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حال پوچھا تو وہ رونے لگے اور فرمایا اٰجَرَکَ اللّٰہُ فِیْ فَاطِمَۃَ

یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے اور کہا۔ ''اے جگر گوشہ رسول مقبول بخدا کتنی جلدی تم اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہو گئیں۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۵۵)

مدنی تاجدار کے فراق میں آپ کی سواریوں کا حال:

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے بعد وہ دراز گوش جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات سوار ہوا کرتے تھے اس نے مفارقت کا اتنا رنج وملال کیا کہ اس نے اپنے آپ کو ایک کنویں میں ڈال دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص اونٹنی نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور اسی طرح اس نے جان دے دی۔

(مدارج النبوت ج ۲ اردو ترجمہ ص ۷۵۵)

☆......☆......☆

(۴) وَكُنَّا بِمَرْاٰهُ نَرَى النُّوْرَ وَالْهُدٰى ۔۔۔ صَبَاحًا مَّسَآءً رَاحَ فِيْنَا اَوِ غْتَدٰى

(۵) لَقَدْ غَشِيْتَنَا ظُلْمَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِ ۔۔۔ نَهَارًا فَقَدْ زَادَتْ عَلٰى ظُلْمَةِ الدُّجٰى

☆وَالْهُدٰى۔ اور ہدایت ☆صَبَاحًا۔ صبح ☆مَسَآءً۔ شام ☆رَاحَ فِيْنَا اَوِ غْتَدٰى۔ ہم میں آتے جاتے تھے ☆غَشِيْتَنَا۔ ہمیں گھیر لیا ☆ظُلْمَةٌ۔ تاریکی ☆نَهَارًا۔ دن ☆ زادتْ۔ زیادہ ہے ☆ظُلْمَةِ الدُّجٰى۔ رات کی تاریکی

مطلب:

اور ہم آپ کے سامنے رہتے ہوئے نور ہی نور اور ہدایت کو دیکھا کرتے تھے آپ صبح اور شام ہمارے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

مطلب:

پس تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تاریکی نے ہمیں گھیر لیا۔ دن کے وقت بھی رات کی تاریکی سے زیادہ تاریکی ہے۔ یعنی ہمیں کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں کہ ہمیں جب بھی ایسا موقع آتا کہ ہم مشکل میں مبتلا ہو جاتے تو اس وقت مشکل کشائی کے لیے ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے تو ہماری مشکل کشائی ہو جاتی جیسے غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کی آنکھوں میں تکلیف ہوئی تو مدنی تاجدار کے باعث ہی آنکھوں کی تکلیف دور ہوئی آنکھوں کو کمال درجہ کا نور حاصل ہوا۔ جسم میں خصوصی طاقت حاصل ہوئی۔ اسی طرح ہر موقع پر صحابہ کرام نے خصوصی انوار ملاحظہ فرمائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عتیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرہ انور کے انوار سے سوئی تلاش کر لی۔ آپ کی آمد مبارکہ کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی نظر مبارکہ کتنی وسیع ہوئی۔ شام کے محلات دیکھ لیے۔ مختصر یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہر لحہ نور اور ہدایت کو ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔

☆......☆......☆

(٦) فَیَا خَیْرَ مَنْ ضَمَّ الْجَوَانِحَ وَالْحَشَآ　　وَیَا خَیْرَ مَیْتٍ ضَمَّهُ التُّرْبُ وَالثَّرٰی

☆الْجَوَانِحَ۔ جانحہ کی جمع یعنی پہلو☆حَشَا۔ احشا جمع پیٹ☆مَیْتٍ۔ مردوں☆التُّرْبُ وَالثَّرٰی۔ خاک اور مٹی

مطلب:

پس اے وہ عظیم انسان! جو ان تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہے جو اپنے جسم میں پہلو اور دل رکھتے ہیں اور آپ ان تمام لوگوں سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں جنہیں خاک اور مٹی نے اپنے نیچے پوشیدہ کر لیا ہے یعنی جو اب تک فوت ہو چکے ہیں۔ یعنی آپ تمام زندہ انسانوں اور تمام فوت شدہ انسانوں سے (اسی طرح آپ تمام آئندہ تاقیامت آنے والے انسانوں سے) افضل و اعلیٰ ہیں۔

حیات النبی:

حیات الانبیاء کے سلسلے میں ہمارا عقیدہ بیان کرتے ہوئے امام اہلسنت غزالی زماں، رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں، اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں گونا گوں لذتیں حاصل کرتے ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں تصرفات فرماتے ہیں اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور مستفیض کو برکات پہنچاتے ہیں۔ اس عالم دنیا میں بھی ان کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آنکھوں والوں نے ان کے جمال جہاں آراء کی

بار بار زیارت کی اور ان کے انوار سے مستیز (منور) ہوئے۔ (مقالات کاظمی جلد ۲ حیات النبی ص ۹)

آیت قرآنی نمبر ۱:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(پ ۲ البقرہ: ۱۵۴)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں بظاہر یہ آیت مبارکہ شہداء کرام کی حیات مبارکہ کی دلیل ہے حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس میں شامل ہیں خصوصاً سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شامل ہیں۔ قبلہ غزالی زماں کاظمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بظاہر یہ آیت کریمہ شہدا (غیر انبیاء) کی حیات پر دلالت کرتی ہیں لیکن درحقیقت انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شامل ہیں اس لیے کہ دلائل و واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں شہادت کا درجہ پایا اور "مَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کے عموم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا شبہ داخل ہیں۔

(مقالات کاظمی، حیات النبی ص ۱۵)

حدیث شریف:

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ "انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء" میں فرماتے ہیں کہ

واخرج احمد و ابو یعلی والطبرانی والحاکم فی المستدرك البیهقی فی دلائل النبوة عن ابن مسعود قال لان احلف تسعا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قتل قتلا احب الی من ان احلف واحدة انه لم یقتل و ذالك ان الله تعالیٰ اتخذه نبیا و تخذه شهیدا۔

(مقالات کاظمی ج ۲ حیات النبی بحوالہ انباء الاذکیا ص ۱۴۸، ۱۴۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: احمد، ابو یعلی، طبرانی اور مستدرک میں حاکم نے اور دلائل النبوۃ میں بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ بات کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کیے گئے تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتل نہیں کیے گئے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

فائدہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" [illegible] عموم میں داخل ہیں اس بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

(مقالات کاظمی ج ۲، حیات النبی ص ۱۹)

حدیث شریف ۲:

محدث، مفسر، شیخ الاسلام امام تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ حافظ ابو بکر بیہقی شافعی رحمۃ اللہ نے اس مسئلہ پر ایک کتاب تالیف کی ہے جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر احادیث روایت کی ہیں ایک حدیث مبارک یہ بھی ہے۔

الانبیاء علیهم صلوات اللّٰه أحیاء فی قبورهم یصلون

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(دعاء النظام اردو ترجمہ شفاء السقام ص ۲۱۱)

حدیث شریف ۳:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ان الانبیاء لا یترکون فی قبورهم بعد اربعین لیلة ولکنهم یصلون بین یدی اللہ تعالیٰ حتیٰ ینفح فی الصور۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو وہ ان کی قبروں میں چالیس راتوں کے بعد نہیں چھوڑا جاتا مگر وہ صور کے پھونکے جانے تک اللہ تعالیٰ کے حضور نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

(دعاء النظام اردو ترجمہ شفاء السقام ص ۲۱۱۔۲۱۲)

حدیث شریف ٤:

امام بیہقی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ صرف اتنی مقدار تک نماز نہیں پڑھتے پھر وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کے حضور نماز و عبادت کرتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد امام بیہقی نے اپنی اسانید کے ساتھ حیات انبیاء پر کچھ احادیث صحیحہ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مررت بموسیٰ و هو قائم یصلی فی قبرہ o

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

قدرأ یتنی فی جماعة من الانبیاء فاذا موسیٰ قائم یصلی و اذا رجل ضرب جعدٍ کانهٗ من رجال شنوء ة و اذا عیسیٰ بن مریم قائم یصلی اقرب الناس به شبهًا عروه بن مسعود الثقفی و اذا ابراهیم قائم یصلی اشبه الناس به صاحب کم یعنی نفسه مخانت الصلوٰة فا مهتم فلما فرغت من قال قائل لی یا محمد هذا مالك صاحب النار مسلم علیه فالتفت الیه فبدأ نی

بالسلام۔

میں نے خود کو انبیاء کرام کی جماعت میں دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا ایک شخص کو دیکھا جس کے بال گھنگھریالے تھے گویا وہ شنوء قبیلے کا مرد تھا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مشابہ تھے پھر نماز کا وقت ہوا تو میں نے ان کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی نے کہا یا محمد! یہ دوزخ کا نگران ہے اور اس کا نام مالک ہے اسے سلام کہو جب میں نے اس کی طرف توجہ کی تو اس نے سلام کہنے میں پہل کر دی۔

فائدہ:

حضرت سعید بن میتب کی حدیث میں ہے کہ آپ ان حضرات سے بیت المقدس میں ملے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کی ملاقات آسمانوں میں ہوئی اور ان حضرات سے آپ کا مکالمہ ہوا مگر یہ دونوں باتیں صحیح ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کو بھی آپ کے ساتھ بیت المقدس تک سیر کرائی گئی اور آپ کے عروج کے ساتھ ان حضرات کو بھی آسمانوں کا عروج بخشا گیا تھا یوں آپ نے انہیں مختلف مقامات پر دیکھا یہ ساری صورت حال اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء کرام اپنی حیات کے ساتھ قائم دائم ہیں۔

(دعاء النظام اردو ترجمہ شفاء السقام ص ۲۱۲)

حضرات انبیاء کرام کے اجسام زمین پر حرام:

ہارون بن عبداللہ، حسین بن علی، عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر، ابوالاشعث الصنعانی، اوس بن اوس سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمَ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ فَقَال اِنَّ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ حَرَمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ۔

(سنن ابوداؤد شریف جلد اول پ ۶، کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر ۱۰۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے دنوں میں (سب سے) بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کی وفات ہوئی اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن تمام لوگ بے ہوش ہوں گے (مراد قیامت کا دن) اس وجہ سے مجھ پر اس روز بہت درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تم لوگوں کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر ہمارا درود شریف کس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کا جسم مبارک (دوسروں کی

طرح) گل کر مٹی ہو جائے گا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے (مبارک) اجسام کو زمین پر حرام فرما دیا ہے۔

حیاتِ انبیاء کے متعلق دیو بند مکتبہ فکر کا عقیدہ:

دیو بند مکتبہ فکر کے مولوی خورشید حسن قاسمی صاحب رفیق دار الافتاء دار العلوم دیو بند درج بالا حدیث شریف کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام اسی روح اور جسم کے ساتھ قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی امت کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں اور درود شریف ان پر پیش کرتے ہیں جیسا کہ دیگر روایات میں وضاحت ہے اور ان حضرات کی زندگی روحانی اور جسمانی دونوں طرح ہے اور اس مسئلہ پر اکابرین کے تحقیقی رسائل و کتب موجود ہیں۔

(سنن ابوداؤد شریف مترجم مع مختصر شرح جلد اول ص ۵۱۹)

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذافی المشکوۃ وبسط السخاوی فی تخریجہ (تبلیغی نصاب، فضائل درود شریف حدیث نمبر ۸ ص ۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

فائدہ:

علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے کہ حضور تک پہنچائے اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود ہی سنتے ہیں۔

(تبلیغی نصاب، فضائل درود شریف ص ۲۱)

دوسرا حوالہ:

اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود سنتے ہیں۔ بہت ہی قابل فخر، قابل عزت اور قابل لذت چیز ہے۔

(تبلیغی نصاب، فضائل درود شریف ص ۲۲)

حدیث:

ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔

فائدہ:

آپ کا بہ نفس نفیس درود و سلام کا سننا اور اس کا جواب دینا آپ کی حیات کی دلیل ہے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں:

دیوبند مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ:

اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علاوہ سخاویؒ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر میں اور آپ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی نے انبیاء کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی عنہ کی حدیث

اَلْاَنْبِیَآءُ اَلْاَحْیَاءُ فِیْ قُبُوْرِ ھِمْ یُصَلُّوْنَ

کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ سخاوی نے اس کی مختلف طرق سے تخریج کی ہے اور امام مسلم نے حضرت انسؓ ہی کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں شب معراج میں حضرت موسیٰ کے پاس گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے نیز مسلم ہی کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں نے حضرات انبیاء کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو دیکھا تو میں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نعش مبارک کے قریب حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو جو چادر سے ڈھکا ہوا تھا کھولا اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ کے نبی! اللہ جل شانہٗ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا۔ ایک موت جو آپ کے لیے مقدر تھی وہ پوری کر چکے۔ (علامہ سیوطیؒ نے حیات انبیاء میں مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔)

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۲۳)

(۷)	کَاَنَّ اُمُوْرَ النَّاسِ بَعْدَكَ ضُمِّنَتْ	سَفِیْنَةَ مَوْجٍ حِیْنَ فِی الْبَحْرِ قَدْ سَمَا
(۸)	فَضَاقَ فَضَآءُ الْاَرْضِ عَنْهُمْ بِرُحْبِهٖ	لِفَقْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِذْ قِیْلَ قَدْ مَضٰی
(۹)	فَقَدْ نَزَلَتْ لِلْمُسْلِمِیْنَ مُصِیْبَةٌ	كَصَدْعِ الصَّفَا لَا شَعْبَ لِلصَّدْعِ فِی الصَّفَا
(۱۰)	فَلَنْ یَّسْتَقِلَّ النَّاسُ تِلْكَ مُصِیْبَةٌ	وَلَنْ یُّجْبَرَ الْعَظْمُ الَّذِیْ مِنْهُمْ وَهٰی

☆ سَمَا۔ بلند ☆ اُمُوْرِ۔ امر کی جمع یعنی کام ☆ مَضٰی۔ گزر گئے ☆ فَضَاقَ۔ پس تنگ ہوگئی ☆ فَضَاءُ۔ فضا، زمین کی کشادگی، وسعت، فراخی، سطح میدان، بہار، رونق، کیفیت، مراد زمین کی کشادگی، وسعت اور فراخی ہے ☆ سَفِیْنَةَ۔ کشتی ☆ كَصَدْعِ۔ شگاف کی مانند، گڑھے کی طرح ☆ شَعْب۔ جڑنا، گھاٹی، پہاڑی سڑک، درہ، نیچی زمین، خاندان، قبیلہ مراد جڑنا۔

☆ یَسْتَقِلَّ۔ استقلال، اٹھانا، قلیل خیال کرنا، مراد برداشت ☆ یُجْبَرَ الْعَظْمَ۔ ہڈی جوڑی جاسکتی

مطلب:

گویا آپ کے وصال کے بعد لوگوں کے کام ایک ایسی کشتی میں رکھ دیئے گئے ہیں جو سمندر کی بڑی بڑی موجوں میں ہے۔یعنی آپ کے بعد مشکلات میں اضافہ ہو گیا تکالیف اور مصیبتیں بڑھ گئی ہیں۔ معمولی معمولی سا کام بھی مشکل محسوس ہونے لگا ہے۔

مطلب:

پس زمین کی فضا بڑی وسیع و عریض ہونے کے باوجود ان کے لیے تنگ ہوگئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہا گیا آپ تشریف لے گئے۔

مطلب:

پس تحقیق مسلمانوں کے لیے ایک ایسی مصیبت آئی جو پتھر کے شگاف کی مانند ہے اور پتھر کا شگاف جڑ نہیں سکتا۔یعنی جیسے پتھر کا شگاف جڑ نہیں سکتا اسی طرح یہ مصیبت بھی ٹل نہیں سکتی۔

مطلب:

یہ ایسی مصیبت ہے کہ جسے لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ان کو جو ہڈی کمزور ہوگئی ہے اسے جوڑا نہیں جا سکتا۔

☆......☆......☆

(۱۱) وَفِیْ کُلِّ وَقْتٍ لِلصَّلٰوةِ یَھِیْجُہٗ — بِلَالٌ وَّ یَدْعُوْا بِاِسْمِہٖ کُلَّمَا دَعٰی

(۱۲) وَ یَطْلُبُ اَقْوَامٌ مَّوَارِیْثَ ھَالِکٍ — وَفِیْنَا مَوَارِیْثُ النُّبُوَّةِ وَالْھُدٰی

☆یَھِیْجُہٗ۔ان کو اٹھاتے ہیں☆یَدْعُوْا۔وہ بلاتے ہیں☆بِاِسْمِہٖ۔ساتھ ان کے نام کے
☆یَطْلُبُ۔وہ چاہتے ہیں☆مَوَارِیْثُ۔وراثت☆ھُدٰی۔ہدایت

مطلب:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر نماز کے وقت آپ کو اٹھایا کرتے اور وہ جب بھی آپ کو بلاتے آپ کا اسم گرامی لے کر بلاتے۔

مطلب:

لوگ مردہ کی میراث طلب کرتے ہیں جبکہ ہمارے پاس نبوت وہدایت کی میراث ہے۔(یہی ہمیں کافی ہے ہمیں کسی دنیوی میراث کی ضرورت نہیں)

فائدہ:

اس سے ان لوگوں سے دعوت فکر ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے دعویدار بھی ہیں اور عجیب وغریب عقائد کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔

میراث حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم:

آخری شعر سے واضح ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے متعلق میراث کا جھگڑا خواہ مخواہ ہی پیدا کیا گیا ہے حالانکہ اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک نقل ہے کہ لوگ مردہ کی میراث طلب کرتے ہیں جبکہ ہمارے پاس نبوت وہدایت کی میراث ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

وقت وفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تجدد صلوٰۃ، ترک جماعت، دفن در بیت خود وغیرہ کے ماسواء عدم میراث ہے اور اس حکم میں مخصوص ہونا سنت باقی ہے اور جملہ انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اس حکم میں شریک ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں مروی ہے۔

اِنَّا مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَآءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ

ہم گروہ انبیاء وہ ہیں جو نہ کسی کی میراث لیتے ہیں اور نہ ہماری میراث کوئی لیتا ہے جو کچھ ترکہ ہم چھوڑ دیں وہ صدقہ ہے۔

اور عمدہ میں جو کچھ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد وصال چھوڑا ایک دراز گوش، اسلحہ، قمیص مبارک، چادر شریف اور اسی قسم کے کچھ اور لباس اور بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمین تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھی اور اس سے ازواج مطہرات کے نفقہ اور مسلمانوں، فقراء و مساکین کی ضروریات میں جو حضور اکرم کی بارگاہ میں آتے تھے خرچ فرماتے تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں سے تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس تشریف لائیں اور میراث طلب فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میراث نہ دی۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ انتقال فرمائیں گے تو کون آپ کا وارث ہوگا؟

فرمایا: میری اہل واولاد۔

اس پر فرمایا: پھر کیا بات ہے کہ میں اپنے والد کی میراث کی وارث نہ بنوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہماری میراث نہ ہوگی لیکن میں حضور اکرم کا خلیفہ ہوں اور ہر اس شخص کی میں عیالداری کروں گا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیالداری فرماتے تھے اور میں ان اموال کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ہے اس جگہ پر خرچ کروں گا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عیال اور مسلمانوں کے حوائج وضروریات وغیرہ پر خرچ کرتے تھے نیز میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو عطا فرماتا ہے تو وہ عطا اس کے لیے ہے جو نبی کے بعد نبی کے معاملات کو قائم کرتا ہے چنانچہ بہت سے لوگ ایسے تھے جن سے حضور اکرم نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں کچھ دوں گا پھر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق کے پاس آئے اور حضرت صدیق اکبر نے ان کو وعدہ کے مطابق شے موعود مرحمت فرمائی۔ یہ بات نہیں کہ یہ حکم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی فرماتی ہیں کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور اکرم کے ترکہ میں سے جو خیبر، فدک اور وہ مال جو مدینہ طیبہ میں تھا یعنی بنی نضیر کی زمین وغیرہ سے اپنی میراث مانگی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے کچھ عطا نہ فرمایا اور وہی جواب دیا جو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا اور یہی حال تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تھا اور یہ بات بھی نہیں کہ یہ روایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مخصوص تھی بلکہ تمام صحابہ نے گواہی دی اور اس پر اتفاق کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اس مال میں سے بطریق میراث کچھ نہ دیا بلکہ یہ فرمایا کہ آل محمد اس مال کو خرچ کریں جس طرح کہ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خرچ کرتے تھے۔ میں اس عمل کو نہیں بدلوں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور خدا کی قسم میرے نزدیک رسول خدا کی قرابت، اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔

عجیب و غریب بات:

اس مطالبہ میں عجیب وغریب بات یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہرہ حضرت ابو بکر کی بات سے دلگیر ہوئیں اور ان پر غصہ فرمایا اور اپنے وقت وفات تک ان سے کنارہ کش رہیں۔ ان کا غصہ فرمانا اور کنارہ کش ہونا کس بنا پر تھا اگر فرض کیا جائے کہ یہ حدیث حضرت فاطمہ زہرا کو نہیں پہنچی تھی تو پہنچنے اور سننے کے بعد کیوں قبول نہ کیا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ کا رنجیدہ ہونا بحکم طبیعت تھا لیکن اس کا دوام واستمرار غرابت وندرت میں سے ہی ہے۔

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا راضی ہونا:

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مرض وفات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی ہو گئی تھیں۔ بیہقی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علالت کے زمانہ میں عیادت کے لیے گئے اور ان کے دروازہ پر کھڑے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ ابو بکر صدیق ہیں اور آپ سے اجازت طلب فرماتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ نے حضرت علی مرتضیٰ سے کہا۔ آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں۔

فرمایا: ہاں۔

تو سیدہ فاطمہ نے اجازت دے دی اور حضرت صدیق اندر آئے اس کے بعد حضرت صدیق نے سیدہ فاطمہ کو رضامند کیا یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں ایسا ہی کتاب الوفاء میں ہے۔

ریاض النضرۃ کی روایت:

ریاض النضرۃ میں منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے معذرت چاہی پھر حضرت فاطمہ ان سے راضی ہو گئیں۔

(مدارج النبوت ج ۲۔ص ۷۵۶ تا ص ۷۵۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت بی بی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مرثیہ

(۸)
اِغْبَرَّ آفَاقُ السَّمَآءِ کُوِّرَتْ — شَمْسُ النَّهَارِ وَاَظْلَمَ الْعَصْرَانِ
وَالْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِیِّ کَئِیْبَةٌ — اَسَفًا عَلَیْهِ کَثِیْرَةُ الْاَحْزَانِ
فَلْیَبْکِهٖ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا — وَلْیَبْکِهٖ مُضَرٌ وَّ کُلُّ یَمَانِیْ
وَالْیَبْکِهٖ مُتَطَرَّ ذُالْاِشْمِ وُجُوْهٌ — کَالْبَیْتِ وَالْاَسْتَارِ وَالْاَرْکَانِ
یَاخَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَکِ وَجْهُهٗ — صَلّٰی عَلَیْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْاٰنِ

☆اِغْبَرَّ۔غبار آلودہ ☆آفاق۔اُفق کی جمع،آسمان کے کنارے،عالم سنسار،جگ،دنیا،جہان مراد فضائے آسمانی۔
☆اَظْلَمَ۔تاریک ہوگئے ☆اَسَفًا عَلَیْهِ۔آپ پر افسوس کی وجہ سے ☆اَحْزَان۔بہت زیادہ رنجیدہ ہے
☆فَلْیَبْکِهٖ۔پس چاہیے کہ روئیں ☆بِلَاد۔بلد کی جمع،ممالک ☆کَالْبَیْتِ۔جیسے گھر مراد خانہ کعبہ ☆وَالْاَسْتَارِ۔اور پردہ مراد خانہ کعبہ کا پردہ،خانہ کعبہ شریف کا غلاف ☆وَالْاَرْکَانِ۔اور ارکان یعنی خانہ کعبہ شریف کے ارکان
☆مُبَارَکِ وَجْهُهٗ۔جن کا چہرہ انور مبارک ہے ☆صَلّٰی۔رحمتیں نازل فرمائے ☆مُنَزِّلُ الْقُرْاٰنِ۔قرآن مجید نازل فرمانے والا

مطلب:

آسمانی فضا گرد آلود ہوگئی سورج ٹھیک دوپہر کے وقت اس غبار میں چھپ گیا ہے۔اس طرح رات دن سیاہی میں ڈوب گئے۔یعنی مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پر ملال کے باعث رات تو اندھیری ہوتی ہی ہے۔دن کے وقت بھی اندھیرا چھایا محسوس ہوتا ہے۔

مطلب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو زمین مصیبت ماری تباہ و برباد ہے آپ کے وصال پر افسوس کی وجہ سے بہت زیادہ اداس ہے۔

مطلب:

اس صدمہ جانکاہ کے باعث چاہیے تو یہ کہ مشرق ومغرب روئیں اور اس پہ مصر اور سارے یمانیوں کو رونا چاہیے۔

مطلب:

اور چاہیے کہ آپ پہ اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی فضا روئے جیسے خانہ کعبہ پر خانہ کعبہ کا پردہ اور خانہ کعبہ کے ارکان مبارک بھی روئے۔

مطلب:

یا خاتم الرسل یعنی یا رسول اللہ! جن کا چہرۂ انور مبارک ہے آپ پر قرآن مجید نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ رحمتیں بھیجے۔

فضائل حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید الانبیاء محبوب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیٹی، سید الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کی زوجہ محترمہ، امامین کریمین کی والدہ محترمہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اہل بیت اطہار کی عزت، سلطنت اسلام کی مقدس شہزادی، چادر تطہیر کی مالکہ، رجس ونجس سے مبرا اور حیض ونفاس سے پاک خاتون کہ جن کی اتباع خواتین اسلام کے لیے سرمایہ افتخار گناہوں سے دوری اور جنت کے حصول کا سبب ہے۔

علامہ اقبال نے آپ کی شان بیان کرتے ہوئے عقیدت کے پھولوں کا نذرانہ ان الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرتِ زہرا عزیز
نورِ چشم رحمتہ العالمین
آں امام اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدار ھل اتی
مرتضیٰ ، مشکل کشا ، شیر خدا
مادرِ آں مرکز پرکارِ عشق

وَعَنِ الْمِسْوَرِبْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّىْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِىْ۔

(بخاری شریف مسلم شریف مشکوٰۃ شریف مناقب)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فاطمہ ہمارے گوشت کا ٹکڑا ہیں جس نے انہیں ناراض کیا اس نے ہمیں ناراض کیا۔

نبی کے دل کا ٹکڑا نبی سے سنتے ہیں
علی کے گھر کی ہے عزت علی سے سنتے ہیں
وہ اور جس نے معزز کیا گھرانے کو
حسین پال کے جس نے دیا زمانے کو

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار:

وَعَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَآئِشَةَ فَسَأَلْتُ اَىُّ النَّاسِ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا۔

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ مناقب اہل بیت نبی حدیث ۵۸۹۳)

جُمَیع ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسانوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا۔ انہوں نے جواب دیا: فاطمہ۔

عرض کیا گیا: مردوں میں سے؟

انہوں نے فرمایا کہ: ان کے شوہر۔

فائدہ:

اس جگہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انصاف اوران کا سچ قابل دید ہے کہ انہوں نے کیا فرمایا؟ حالانکہ اگر ان میں ذرہ بھر بھی مخالفت یا دشمنی کا مادہ ہوتا تو اس جگہ انہیں آپ بیان فرمائیں کہ میں اور میرے والد (جیسے کہ بخاری شریف میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔ ۱۲ اشرف قادری بعید نہیں کہ اگر حضرت سیدہ فاطمہ سے یہی سوال کیا جاتا تو وہ فرماتیں۔ عائشہ صدیقہ اوران کے والد۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷، ص ۵۰۴)

فائدہ:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ان حضرات کو ایک دوسرے کا مخالف اور دشمن قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مابین دشمنی نہیں تھی یہ تو سوچ کا فرق ہے اللہ کرے سمجھ آجائے۔

فائدہ:

بعد وصال یا رسول اللہ کہنا سیدہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طریقہ مقدس ہے۔

یا رسول اللہ کہنے کا بیان:

اسلامی اصولوں کے خلاف نہیں بلکہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ کہنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سماعت:

ترمذی شریف میں حدیث مبارکہ ہے کہ: ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان بوجھ کے سبب سے چرچراتا ہے اور یہ بات اس کو سزاوار ہے کیونکہ اس میں کوئی چار انگل کی ایسی جگہ نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو۔''

درود مقدس سننا:

امتی جو درود شریف پڑھتا ہے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرماتے ہیں بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ کتب احادیث میں ملاحظہ فرمایئے۔

معمولات صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم:

ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لیے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں آجاتا۔ امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی۔ انہوں نے وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا مانگی۔ ''قل اللھم انی اسئالك واتوجه اليك نبينا محمد ﷺ نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه لك الٰی ربی فیتعضی حاجتی و تذکر حاجتك'' فرمایا: پھر دعا مانگ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں یا محمد یعنی یا رسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روائی فرمایئے اور اپنی حاجت ذکر فرمایئے پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔ حاجت مند نے (کہ وہ بھی صحابی یا کم از کم کبار تابعین سے تھے) یونہی کیا پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے دربان آیا اور پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان نہ کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو وہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملہ میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی۔ حضور نے یونہی اسے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے۔ خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا نہ تھا پھر امام طبرانی امام منذری یہی فرماتے ہیں۔ (ندائے یا رسول اللہ ص ۶۰)

جنگوں میں نعرہ رسالت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بڑی سے بڑی مشکلوں کے وقت یعنی جنگ کے دوران بھی یا رسول اللہ کہا کرتے چنانچہ تاریخ طبری لابن جریر میں ہے کہ:

اِنَّ الصَّحَابَةَ بَعْدَ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شِعَارُهُمْ فِي الحروب يَا مُحَمَّد (ﷺ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام کی عادت تھی کہ جب کسی جنگ میں جاتے تو یا محمد کی ندا کیا کرتے تھے۔ اور پھر انہیں اس نعرہ سے فتح ونصرت نصیب ہو جاتی۔

مسیلمۃ الکذاب کی جنگ میں:

شواہد الحق ص ۱۳۸ میں ہے کہ:

وصح ایضاً ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قاتلوا مسیلمۃ الکذاب کان شعارھم وا محمداہ و محمداہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسیلمۃ الکذاب سے جنگ لڑتے تو ان کا شعار تھا وا محمداہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا محمد کہنے سے مشکل ٹلی:

حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قحط عام الرمادہ مین کہ بعد خلافت فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا۔ ان کی قوم بنی مزنیہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجیے۔ فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے انہوں نے اصرار کیا آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ندا کی یا محمداہ۔
پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازی ہو جائیں گی اور قحط بھی جاتا رہے گا صبح کو جب بیدار ہوئے تو بکریوں کو دیکھا کہ یہ واقعی موٹی تازی ہو گئی ہیں اور قحط بھی جاتا رہا۔
(ندائے یا رسول اللہ بحوالہ ابن الاثیر فی الکامل)

☆......☆......☆

غزوہ بدر میں شجاعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف

(۱) ضَرَبْنَا غُوَاةَ النَّاسِ عَنْهُ تَكَرُّمًا — وَلَمَّا رَاَوْقَصْدَ السَّبِيْلِ وَلَا الْهُدٰى
(۲) وَلَمَّا اَتَانَا بِالْهُدٰى كَانَ كُلُّنَا — عَلٰى طَاعَةِ الرَّحْمٰنِ وَالْحَقِّ وَالتُّقٰى
(۳) نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمَّا تَدَابَرُوْا — وَتَابَ اِلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ ذَوُالْحِجٰى

☆ ضَرَبْنَا۔ ضرب عنہ، کف عنہ یعنی روکا، دور کیا ☆ غُوَاةَ۔ گمراہوں ☆ سَبِیْل۔ راستہ ☆ ھُدٰی۔ ہدایت
☆ اَتَانَا۔ ہمارے پاس آئے ☆ بِالْھُدٰی۔ ساتھ ہدایت کے ☆ طَاعَةِ الرَّحْمٰنِ۔ مہربان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری۔
☆ والتُّقٰی۔ اور تقویٰ یعنی پرہیزگاری۔
☆ نَصَرْنَا۔ ہم نے مدد کی تھی
☆ ذَوُالحِجٰی۔ حِجٰی۔ اچا جمع عقل یعنی عقل والے

مطلب:

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شرافت کی وجہ سے گمراہوں سے بچایا اور مخالفین نے صراط مستقیم نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ہدایت دیکھی تھی۔ (اس لیے وہ آپ کا مقام نہ سمجھ سکے)

فائدہ:

اسی طرح وہ لوگ بھی آپ کو نہیں سمجھ سکے جو آپ کی شان اقدس میں گستاخانہ رویہ اختیار کرتے رہتے ہیں۔

مطلب:

اور جب آپ ہدایت مبارکہ لے کر تشریف لائے تو ہم سبھی اللہ تعالیٰ جو کہ مہربان ہے اس کی اطاعت، اس کے حق اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند تھے۔

مطلب:

جب دوسرے لوگوں نے منہ پھیر لیا تو اس وقت بھی ہم تے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا شرف حاصل کیا اور تمام عقل والے مسلمانوں نے آپ کی طرف توجہ کر لی۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شجاعت و بہادری کو موضوع سخن بنایا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ غزوہ بدر میں کفار بڑے جوش وخروش سے حملہ آور ہوئے یہ سوچ کر آئے تھے کہ مسلمانوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے نہ رہنے دیں گے بانس اور نہ بجنے دیں گے بانسری مگر مسلمانوں نے وہ بہادری کے جوہر دکھائے کہ بڑا کچھ چاہنے کے باوجود وہ اپنی حسرت دل میں لیے کچھ نہ کر سکے۔ مسلمانوں کی تلواروں نے کفار کے دانت اس طرح کھٹے کیے۔ کہ کافر سوائے اپنے ہی زخم چاٹنے کے کچھ نہ کر سکے۔

فائدہ:

ان اشعار سے متعدد فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اچھے تعلقات تھے جس کا اظہار ان اشعار میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہم کیا۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اتفاق واتحاد تھا۔ اگر کوئی معمولی مسئلہ تھا بھی تو ایسا نہیں تھا جیسا کہ فسانہ بنا دیا گیا ہے۔

(۳) مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ میں جنہوں نے اپنی توانائیاں صرف کیں ان کی مخالفت میں اپنی توانائیاں صرف کرنا اپنے ہی پاؤں پہ کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

(۴) ان اشعار میں بدری صحابہ کا عادل ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(۵) ان اشعار میں بدری صحابہ کا تقویٰ بیان کیا گیا ہے اور یہ تقویٰ و پرہیزگاری بیان کرنے والے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ہیں۔ ان سے بڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان تقویٰ و پرہیزگاری کی دلیل کون سی چاہیے پھر بھی کسی کی نہیں ہاں میں تبدیل نہیں ہوتی تو اس کی مرضی حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان مبارک ہے۔

وَلَمَّا اَتَانَ بِالْهُدٰی كَانَ كُلُّنَا　　عَلٰى طَاعَةِ الرَّحْمٰنِ وَالْحَقِّ وَالتُّقٰى

مطلب:

پنجتن کے عدد کے مطابق پانچ فوائد پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔حق تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔

فائدہ:

غزوہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بہادری سے کفار کا مقابلہ کرنا اور کفار کو شکست فاش ہونا مسلمانوں کی طرف سے جو صحابہ کرام شامل ہوئے ان کی بہادری، تقویٰ و پرہیز گاری کی گواہی اور ان کے ایمان کی گواہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے اس غزوہ مبارک میں کون کون شامل تھا اس سلسلے میں سیرت ابن ہشام کا مطالعہ کیجیے سیرت کے موضوع پر لکھی جانے والی وہ عظیم کتاب ہے اس کتاب کے بعد جتنی بھی سیرت کے موضوع پر کتابیں لکھی گئی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ سیرت ابن ہشام سے ضرور استفادہ حاصل کر کے لکھی گئی ہیں ابن ہشام کا سال وفات بعض کے نزدیک 213 ہجری بمطابق 828ء اور بعض کے نزدیک 218ھ بمطابق 833ء بیان کیا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نصیحت

(۱) اَحُسَيْنُ اِنِّیْ وَاعِظٌ وَّمُؤَدِّبٌ　　فَافْهَمْ فَاِنَّ الْعَاقِلَ الْمُتَاَدِّبُ

(۲) وَاحْفَظْ وَصِيَّةَ وَالِدٍ مُّتَحَنِّنٍ　　يَغْذُوْكَ بِالْاَدَبِ كَيْلَا تَعْطَبُ

☆ فَفْهَمْ۔پس سمجھو ☆ اَلْمُتَادِّبُ۔ادب کرنے والا ہو ☆ وَاحْفَظْ۔اور یاد کر لے، یاد رکھ ☆ مُتَحِنِّنٍ۔مہربان ☆ يَغْذُوْكَ۔تیری پرورش کرتا ہے ☆ بِالْاَدَابِ۔ساتھ آداب کے ☆ عَاقِل۔عقلمند، سمجھدار

مطلب:

اے حسین! میری نصیحت ہے یعنی میں تجھے نصیحت کر رہا ہوں اور ادب کی تعلیم دے رہا ہوں پس اسے سمجھنے کی کوشش کیجیے کیونکہ وہی شخص عقلمند اور سمجھدار ہوتا ہے جو ادب پذیر ہوتا ہے۔

مطلب:

اور اپنے مہربان والد گرامی کی وصیت مبارکہ یاد رکھنا جو کہ آداب کے مطابق تیری پرورش کرتا ہے۔اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہلاکت میں نہ مبتلا نہ ہو جاؤ۔

☆......☆......☆

فضائل حسنین کریمین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ وَقَالَ فِی الْحُسَیْنِ اَیْضًا كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(رواہ البخاری مشکوۃ شریف مناقب اہل بیت نبی)

مطلب:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا اور حضرت حسین کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونے کے متعلق مزید وضاحت درج ذیل حدیث مبارکہ میں ہوئی ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَابَیْنَ الصَّدْرِ اِلَی الرَّاْسِ وَالْحُسَیْنُ اَشْبَهَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف مناقب اہل بیت نبی فصل ۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (حضرت امام) حسن سینے سے سر تک (اوپر والا جسم کا حصہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں اور (حضرت امام) حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سینے سے پاؤں تک (جسم کا نچلا حصہ) مشابہ ہیں۔
اعلیٰ نے کیا خوب اپنے جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔

ایک سینے تک مشابہ، ایک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

جنتی نوجوانوں کے سردار:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَ اشْبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

فضائل حضرت امام حسینؓ

شاہ ہست حسین ، بادشاہ ہست حسین
دین ہست حسین ، دین پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد ، دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت:

وَعَنْ یَعْلَی بْنِ مُرَّۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْناً حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔

(رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ شریف مناقب اہل بیت درج نمبر ۵۹۰۷)

حضرت یعلیٰ ابن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حسین ہم میں سے ہیں اور ہم حسین سے اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھے جو حسین سے محبت رکھے حسین نواسوں میں سے ایک نواسے ہیں۔

فائدہ:

یعنی میں اور حسین گویا ایک ہی ہیں ہم دونوں سے محبت ہر مسلمان کو چاہیے مجھ سے محبت حسین سے محبت ہے اور حسین سے محبت مجھ سے محبت ہے چونکہ آئندہ واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھے اس لیے اس قسم کی باتیں امت کو سمجھائیں۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ شریف جلد ۸ ص ۴۷۹)

سبط:

سِبْطٌ سین کے نیچے زیر اور باء ساکن، اولاد کی اولاد، اس کی جمع اسباط ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بھی اسباط کہلاتے ہیں بنی اسرائیل کے اسباط اسی طرح تھے جس طرح عرب کے قبائل ہیں۔ سبط باء کی حرکت کے ساتھ، اصل میں اس درخت کو کہتے ہیں جس کے تنے بہت ہوں اور جڑ ایک ہو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سبط کہنے میں اشارہ ہے کہ ان کی نسل سے بہت سی مخلوق ہوگی۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷، ص ۵۱۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَاهٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْيَوْمِ فَاُحْصِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتُ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ۔

(رواہ ھما البیہقی فی دلائل النبوۃ واحمد، مشکوۃ شریف مناقب اہل بیت النبی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جیسے سونے والا خواب میں دیکھتا ہے کہ اس حال میں ہے کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور غبار آلود تھے آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خون تھا۔ میں نے عرض کیا میرے والدین آپ پر فدا ہوں یہ کیا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے آج سارا دن ہم اسے اکٹھا کرتے رہے ہیں۔ میں نے اس وقت کو نوٹ کر لیا پس میں نے پایا کہ اسی وقت حضرت (امام) حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید کیے گئے۔

وہ حسین:

حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین
جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کر پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین
جس نے اپنے بچوں کی دے دی سخاوت وہ حسین
ہنس کے جس نے پی لیا جام شہادت وہ حسین

اے حسین! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اور ادب آداب سکھاتا ہوں اس لیے سمجھ کیونکہ عقل مند وہی ہوتا ہے جو ادب آداب سیکھتا ہے۔

فائدہ:

اس دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو زندگی گزارنی ہے جس حال میں بھی گزرے مگر زندگی کا یہ موقعہ انسان کو فضول امور کے لیے عطا نہیں ہوا۔ انسانوں اور جنوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی عبادت کرنے کے لیے عطا فرمائی ہے اور عبادت محض نماز کی ادائیگی، روزے رکھنے، زکوۃ دینا یا حج کرنے کا نام عبادت نہیں ہے اسی طرح نماز کے متعلق ہی ملاحظہ فرمائیے۔

نماز قائم کرنے کا حکم:

ہم دن میں پانچ بار نماز ادا کرتے ہیں۔نماز ادا کر کے فارغ ہو گئے تو ہم اپنی زندگی کے بقیہ امور میں مشغول ہو جاتے ہیں کبھی خیال نہیں کیا کہ نماز تو ہم ادا کر رہے ہیں مگر جسے نماز قائم کرنا کہا گیا ہے وہ کیا۔اس طرف ہم نے دھیان کبھی نہیں کیا۔نماز ادا کرنے کی سعی کبھی نہیں کی۔نماز ادا کر کے ہم سمجھتے ہیں کہ نماز کی ادائیگی کے فریضہ سے، ہم فارغ ہو گئے بقیہ زندگی جس طرح ہمارا جی چاہے ہم گزاریں اب ہم آزاد ہیں۔

مادر پدر آزادی:

مگر زندگی گزارنے کے سلسلے میں مادر پدر آزادی کا تصور ہی ہمارے اسلام میں نہیں ہے اسلام نے جو تصور حیات ہمیں عطا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ انسان جس طرح نماز کی ادائیگی کے وقت ہر لحاظ سے دنیوی تعلقات چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک کے حضور حاضر ہو جاتا ہے سوچنا یہ کام اگر سرزد ہو گیا تو نماز نہیں ہو گی بلکہ نماز ٹوٹ جائے گی قبول ہی نہیں ہو گی جب تک کہ اسے صحیح طریقے سے ادا نہ کیا جائے ظاہری و باطنی آداب کا خیال رکھتے ہیں نماز ادا کی۔نماز سے فارغ ہوتے ہی ہم دنیوی امور میں شامل ہو گئے مگر دیکھیے اب بھی ہم نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ جس طرح نماز ادا کرنے کے وقت آداب بھی ان کا خیال رکھ کر نماز ادا کرنا ضروری تھا اسی طرح نماز سے فارغ ہونے کے بعد اوقات کے سلسلے میں بھی ہمیں چند آداب کا حکم ہے اب ان آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہم نے زندگی گزارنی ہے۔

نماز سے باہر کے آداب:

نماز کی ادائیگی سے فراغت کے بعد اب ہم نے مادر پدر آزادی سے زندگی نہیں گزارنی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے حقوق ہم پہ لازم قرار دیئے ہیں۔

(۱) حقوق اللہ:

اللہ تعالیٰ کے حقوق، ان حقوق کی ادائیگی بھی ضروی ہے کہ ان کے بغیر بعض اوقات انسان دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے جس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

(۲) حقوق اللہ کے بعد انسان پہ حقوق العباد بھی لازم قرار دیئے ہیں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہر انسان پہ لازم ہے جو حقوق اللہ تو ادا کرتا ہے مگر حقوق العباد سے غفلت برتتا ہے سمجھ لیجیے اس کی جان بخشی اس وقت تک نہ ہو گی جب تک کہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بہترین طریقے سے ادا نہ کرے گا۔حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بہترین طریقے سے ادا کر کے ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہنے کا نام نماز قائم کرنا ہے۔

عقل مند کون؟

ہر انسان اپنے آپ کو عقلمند سمجھتا ہے۔مگر کیا واقعی ہر انسان عقل مند ہے۔ہر گز نہیں؟ کئی بے وقوف ہوتے ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ہم سب سے بڑھ کر عقلمند ہیں، اس شعر میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقل مند انسان کی پہچان بیان کی ہے کہ عقل مند انسان وہ ہے جو بزرگوں کی نصیحت بغور سنے۔جو کچھ بزرگ بیان فرمائیں۔ان کی طرف متوجہ رہتے ہوئے ان کی

نصیحتیں اوران کے بیان کردہ آداب کوغور سے سنے، انہیں سمجھنے کی کوشش کرے اور اچھی طرح سمجھنے کے بعدان کی روشنی میں اپنی زندگی کالائحہ عمل تیار کرے۔

دعوتِ فکر:

(۱) اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اپنے والدین کا ادب کرنے کی بجائے انہیں تکلیف پہنچانے کے سلسلے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

(۲) اس سے وہ لوگ بھی عبرت حاصل کریں۔ جو اسلامی احکام بغور سننے کی بجائے احکام اسلام پہ عجیب وغریب فلسفے جھاڑتے سنائی دیتے ہیں۔

(۳) اسلامی احکام کے متعلق اکثر غیر مسلموں کی زبان استعمال کرکے دنیاوآخرت میں خسارے کا باعث بنتے ہیں۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون طریقے اوراقوال کے خلاف شیطانی زبان کا استعمال انسان کو دنیاوآخرت میں بربادکردینے کاباعث بنتا ہے۔

(۵) اورمسنون طریقہ اپناتے ہوئے زندگی گزارنا دونوں جہاں میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

خلاصہ کلام:

(۱) اس شعرکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیرخدارضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لختِ جگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوآدابِ زندگی سے روشناس کراتے ہوئے ارشادفرمایا کہ اے بیٹا حسین! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ یعنی اس نصیحت کو بغور سن اوران بیان کردہ آداب کے مطابق اپنی زندگی کوڈھال۔ ان کے مطابق زندگی گزارنا کیونکہ عقل مند وہی ہوتا ہے جوزندگی گزارنے کے آداب سیکھے اوران کے مطابق اپنی حیاتِ مستعار کے لمحات گزارے۔ اسی میں اس کی عقلمندی بھی ہے اوردونوں جہاں میں کامیابی بھی۔

(۲) اے میرے بیٹے! (سنواورغورکرو) اپنے مہربان والدگرامی کی نصیحت کو یاد کرلیجیے۔ جوتمہاری پرورش زندگی گزارنے کے صحیح آداب کے مطابق کرتا ہے (اور برے آداب سے منع کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم برے اورگندے طریقوں میں مبتلا ہوکر) ہلاکت میں نہ پڑجاؤ۔

فائدہ:

یہاں حضرت علی المرتضیٰ شیرخدارضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارے سے بیان فرمادیا ہے کہ زندگی گزارنے کے دوطریقے ہیں۔

☆ ایک طریقہ ایسا ہے کہ جس کے مطابق اگرصحیح معنوں میں زندگی گزاری جائے تو انسان نقصان نہیں اٹھاسکتا بلکہ اس کا ہرلمحہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کے حصول کا باعث ہے۔ یہ طریقہ شریعت مطہرہ کا بیان کردہ طریقہ ہے یہ طریقہ اورراستہ ہرلحاظ سے امن وسلامتی والاطریقہ ہے۔ اس طریقہ کواپنانے سے انسان کی دنیا بھی سنور جاتی ہے اورآخرت بھی اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ شیرخدارضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ بیٹا! اپنے مہربان والدگرامی کی نصیحت کویادکیجیے۔ زندگی میں اسے

کبھی بھی فراموش نہ کر بیٹھنا یہ نصیحت تمہارے لیے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ اس کے مطابق زندگی گزارنا تیرے لیے مفید ثابت ہو گی۔ گمراہی سے محفوظ رہے گا اور سلامتی کے ساتھ اس دنیا میں زندگی گزار کر کامیابی حاصل کرو گے۔

دوسرا طریقہ:

اس کے خلاف طریقہ شیطانی طریقہ ہے جو خود بھی گمراہ ہے اور اس نے بنی آدم کو گمراہ کرنے کی قسم بھی کھائی ہے اب جو شخص اس گمراہ کے گمراہ کن طریقہ کو اپنائے گا۔ وہ دنیا جہاں میں برباد ہو جائے گا۔ میں اس لیے تجھے نصیحت کر رہا ہوں کہ کہیں تم اس کے برے اور گندے طریقے اپنا کر ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ۔

قرآن و سنت کا طریقہ:

اس لیے قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

جنتی گروہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے جبکہ میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے اکہتر دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا۔

عرض کی گئی یا رسول اللہ! یہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اہلسنت و جماعت کا۔

(تنبیہ الغافلین حصہ ۲ ص ۳۰۳)

سو شہیدوں کا ثواب:

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت مبتلائے فساد ہوگی اس وقت میری سنت پر چلنے والا سو شہیدوں کا ثواب پائے گا۔

(تنبیہ الغافلین حصہ ۲ ص ۳۰۳)

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ نصیحت:

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی عزت کرو اور ان کے ساتھ بھلائی اور ان سے محبت کرو اس لیے کہ میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔ انہیں میں میں مبعوث کیا گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد میری تصدیق کی اور جو کچھ میں اللہ تعالیٰ سے لایا تھا اس کی پیروی کی اور اسی کے مطابق عمل کیا پھر ان کے زمانے والے لوگ (تابعین) بہتر ہیں۔ وہ بھی مجھ پر ایمان لائے اور حکم الٰہی کی پیروی کی۔ جبکہ انہوں نے مجھے دیکھا تک نہیں تھا پھر ان کے متصل بعد آنے والے لوگ (تبع تابعین) ہیں وہ بھی مجھ پر ایمان لائیں گے پھر ان کے زمانے کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ نمازوں کو ضائع کریں گے۔ خواہشات کی پیروی کریں گے، میرے حکم کے خلاف کریں گے اور جن چیزوں سے میں نے روکا ہے وہی کام کریں

گے۔ دین کو اپنی خواہشات کے تابع کریں گے، ان کے عمل لوگوں کو دکھانے کے لیے ہوں گے۔ وہ قسمیں کھائیں گے حالانکہ کسی نے قسم کے لیے نہ کہا ہوگا۔ وہ یونہی گواہی دیتے پھریں گے، امانت میں خیانت کریں گے اور امانت واپس نہیں کریں گے، وہ بات بات پر جھوٹ بولیں گے، وہ کہیں گے جو کریں گے نہیں، ان سے علم اور بردباری اٹھ جائے گی، جہالت اور بے حیائی ان میں عام ہو جائے گی، ان سے حیاء اور امانت اٹھ جائے گی، جھوٹ اور خیانت ان میں عام ہو جائے گی، والدین کی نافرمانی، قطع رحمی، لمبی امیدیں، بخل، حرص، لالچ، حسد، بغاوت، بداخلاقی اور ہمسایوں سے برائی عام ہو جائے گی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور قیامت انہیں بدترین لوگوں پر قائم ہوگی اور اگر تم چاہتے ہو کہ جنت کے درمیان میں نہر نعیم پر تمہاری سکونت ہو تو اہل سنت و جماعت کو لازم پکڑلو اور نئی نئی بدعتوں سے بچو۔ اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت اور گمراہی ہے بے شک اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو گمراہی پر جمع نہیں فرماتا پس جس نے میری اطاعت سے کنارہ کشی کی وہ جماعت سے جدا ہو گیا اور اس نے امر الٰہی کو ضائع کر دیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا اسے جہنم میں بھیج دے گا۔

(تنبیہ الغافلین حصہ ۲، ص ۳۰۵۔۳۰۴)

فائدہ:

الحمد للہ یہ حدیث مبارکہ اہل سنت جماعت کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے نہ صرف یہ حدیث مبارکہ بلکہ اس جیسی دیگر احادیث بھی اہل سنت وال جماعت کے حق ہونے کی مؤید ہیں۔ مزید دلائل ہماری تصنیف لطیف فیضان حضرت اویس قرنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنے کا حکم:

عرباض بن ساریہ سلمی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت فصیح و بلیغ وعظ فرمایا جس سے آنسو بہہ نکلے اور دل پسیج گئے پس ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وعظ تو جان لینے والا ہے ہمیں کچھ اور بھی نصیحت فرمائیں کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کا حکم سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں پس تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تم نئی دینی ایجادات سے بچنا اس لیے کہ وہ گمراہی ہوں گی تم میں سے جو بھی اس کو پائے اسے چاہیے کہ میری سنت کو اور خلفائے راشدین کے طریق کو لازم پکڑے بلکہ اس کو دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے۔

(تنبیہ الغافلین حصہ ۲، ص ۳۰۶)

جماعت کے خلاف چلنے کی مذمت:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک بالشت بھر بھی جماعت کے خلاف چلے گا گویا اس نے اپنی گردن اسلام کی رسی سے نکال لی۔ (تنبیہ الغافلین ج ۲۔ ص ۳۰۷)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرم بن حبان کو وصیت فرمائی کہ تم جماعت سے الگ نہ ہونا ورنہ دین سے جدا ہو

جاؤ گے اور تمہیں معلوم بھی نہیں ہوگا تم جہنم میں داخل کر دیئے جاؤ گے قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے احسان و کرم سے توفیق دینے والا ہے۔

(تنبیہ الغافلین ج ۲۔ص ۳۰۷)

فیضان اویس قرنی:

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کے متعلق تفصیلی مطالعہ کے لیے فیض ملت حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (ذکر اویس) بڑی مفید کتاب ہے۔ فیض ملت، مفتی اعظم پاکستان مصنف اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے فیض سے الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی نے بھی حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ پہ مبنی کتاب (فیضان حضرت اویس قرنی) لکھی ہے اس میں آپ کی حیات بابرکات، آپ کے ملفوظات و وصایا مع شرح بیان کیے ہیں۔ انشاء اللہ یہ کتاب بڑی مفید ثابت ہوگی بالخصوص سلسلہ اویسیہ سے منسلکین کے لیے اس کا مطالعہ بڑا مفید رہے گا۔

صراطِ مستقیم:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ بھی راستے ہیں اور ان تمام راستوں پر شیطان ہیں جو اسے اپنی طرف بلاتے ہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

پس اسی پر چلو اور نہ چلو دوسرے راستوں پر ورنہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسی کی وصیت فرمائی ہے تا کہ تم ڈرنے والے ہو جاؤ۔

(تنبیہ الغافلین ج ۲، ص ۳۰۶)

☆......☆......☆

(۳) اَبُنَیَّ اِنَّ الرِّزْقَ مَكْفُوْلٌ بِهٖ فَعَلَیْكَ بِالْاِجْمَالِ فِیْمَا تَطْلُبُ

☆مَكْفُوْل۔ کفالت کر لی گئی ہے ☆بِالْاِجْمَال۔ حسن و خوبی سے ☆تَطْلُبُ۔ تم طلب کرو

اے میرے بیٹے! (محض رزق کے پیچھے ہی نہ بھاگتا رہ) کیونکہ رزق ذمہ لے لیا گیا ہے پس تم پہ لازم ہے کہ جو کچھ بھی طلب کرو نہایت اچھے طریقے سے طلب کرو۔

مطلب:

گویا آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ بیٹا! رزق کے پیچھے بھاگتے بھاگتے وقت برباد نہ کر کیونکہ رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے اس لیے محض رزق کے لیے اپنا وقت برباد کرنا اچھا کام نہیں۔ تجھے محض رزق کے حصول کے لیے اس جہان فانی میں نہیں بھیجا گیا بلکہ رزق کی فکر تجھے نہیں ہونی چاہیے۔ رزق تجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کرنا ہے۔ بلکہ اس امر پر تیرا

پختہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ

منصوبہ بندی کی تردید:

انگریزوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے متعلق عقائد کے سلسلے میں کمزور کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے ان میں سے ایک حربہ منصوبہ بندی بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے کہ واللّٰہ خیر الرازقین مگر انگریزوں نے ہمیں ڈرادیا ہے کہ خبردار اگر زیادہ اولاد ہوئی تو تم اس کی پرورش صحیح معنوں میں نہ کر سکو گے، انہیں مناسب غذا نہ دے سکو گے گویا کہ تم ان کی کفالت اچھے طریقے سے نہ کرسکو گے تم انہیں رزق نہ پہنچا سکو گے اس لیے بچے دو ہی اچھے حالانکہ اگر بچے دو ہیں تو دو کا رزق حاصل ہوگا اور بچے زیادہ ہوئے تو زیادہ بچوں کے حساب سے رزق حاصل ہوگا بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے کہ اس کا رزق، زندگی اور موت کے متعلق لکھ دیا جاتا ہے اس کی سعادت یا شقاوت بھی لکھ دی جاتی ہے۔

فرشتے کا موت، رزق، بدبخت ہونا یا نیک بخت ہونا لکھ جانا:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِکُمْ یُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ عَمَلَہٗ وَاَجَلَہٗ وَرِزْقَہٗ وَشَقِیٌّ اَوْسَعِیْدٌ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْہِ الرُّوْحُ فَوَالَّذِیْ لَآ اِلٰہَ غَیْرُہٗ اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی مَایَکُوْنُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُھَا وَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلَ النَّارِ حَتّٰی مَایَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلَ الْجَنَّةِ فَیَدْخُلُھَا۔

(بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ مشکوۃ شریف کتاب الایمان باب القدر حدیث نمبر ۷۵)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے ہیں اور سچی خبریں آپ کو دی گئی ہیں ہم سے بیان فرمایا: بے شک تم میں سے ایک کا مادۂ پیدائش اس کی ماں کے شکم میں جمع رکھا جاتا ہے اسے چالیس دن تک نطفے کی شکل میں، پھر اس کے بعد چالیس دن تک جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے اس کے بعد چالیس روز تک گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے چار باتیں لکھنے کے لیے چنانچہ وہ اس کا عمل لکھتا ہے۔اس کی مدت زندگی لکھتا ہے، اس کا رزق لکھتا ہے اور یہ بات لکھتا ہے کہ بد بخت ہے یا نیک بخت، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کہ تم میں سے ایک شخص اہل جنت والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر نوشتہ تقدیر غالب آتا ہے تو اہل دوزخ

والے عمل میں مصروف ہو جاتا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے اور تم میں سے ایک آدمی اہل دوزخ کے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر نوشتہ تقدیر غالب آ جاتا ہے تو وہ جنتیوں والا عمل شروع کر دیتا ہے اور جنت میں جاتا ہے۔

فائدہ:

جو کچھ رزق جس کسی کے نصیب میں ہے اسے ملنا ہی ہے بندے اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بن۔ رزق اللہ تعالیٰ نے دینا ہے اور ہر حال میں دینا ہے پھر تجھے اتنی فکر کیوں۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ میں عطا کرنے والا ہوں تو اس کے پیچھے بھاگا بھاگا پھرتا ہے اور جس مقصد کے لیے تجھے تخلیق کیا گیا ہے اس سے تو اعراض کیے ہوئے ہے۔ آج وقت ہے سنبھل جا ورنہ ہمیشہ ہمیشہ پچھتانا پڑے گا مگر اس وقت کا پچھتاوا کسی کام نہ آئے گا۔

نبی کریم کثرت امت کے باعث فخر کریں گے:

وَعَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمِ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح)

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت کر [illegible] الی بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے (قیامت کے دن) امتوں پر فخر کروں گا۔

فائدہ:

کل قیامت میں مجھے اس چیز کی بہت خوشی ہوگی کہ میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہو۔ اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا اہل جنت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی صفیں امت رسول اللہ کی ہوں گی اور چالیس صفیں سارے نبیوں کے امتی۔ بلکہ دنیا میں بھی کثرت تعداد ترقی قوم کا ذریعہ ہے آج کثرت رائے سے سلطنت وزارت وغیرہ بنتی ہے۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵)

فیض مجسم، فیض ملت کا بیان:

کاموکی شہر میں چار روزہ تربیتی کنونشن میں منصوبہ بندی کی حقیقت واضح کرتے ہوئے مجدد دور حاضرہ فیض ملت رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:

بہر حال اولاد کی کثرت کا مسئلہ سرکار کے دلائل سے سمجھا رہا ہوں کہ اولاد جتنی زیادہ ہوگی اتنا زیادہ فائدہ ہے جبکہ منصوبہ بندی یہی ہے کہ اولاد بند کرو، اولاد کم کرو جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اولاد کے زیادہ ہونے سے تم کیوں ڈرتے ہو رزق تو ہم نے دینا ہے۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ۔

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو املاک کے خوف سے ہم تمہیں رزق دیں گے۔

فائدہ:

منصوبہ بندی کا موضوع یہی ہے کہ اولاد کم کرو ورنہ آبادی بڑھ جائے دیکھیے جب لندن میں منصوبہ بندی تیار ہوئی تو انہوں نے مشورہ لکھوایا کہ آبادی بڑھ رہی ہے انسان انسان کو کھا جائے گا پھر تکلیف ہوگی کیونکہ اس کا کوئی ایسا علاج کیا جائے جس کا مقصد اسلام کے خلاف ہو دیکھیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ رزق میرے ہاتھ میں ہے تیرے دو بچے ہوں تب بھی روزی رساں میں ہی ہوں اور اگر تیرے پانچ بچے ہوں تو پھر بھی روزی عطا کرنے والا میں (رب) ہی ہوں اس لیے املاک کے خوف کی وجہ سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ (دروس کا مونکی باب ۵)

منصوبہ بندی کی تحقیق کے سلسلے میں قبلہ مجدد دور حاضرہ فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات پہ مبنی کتاب (دروس کامونکی) کا مطالعہ کیجیے۔ الحمد للہ! یہ کتاب الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی نے قبلہ فیض ملت کے حکم پر مرتب کی اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔

رزق کا ذمہ لے لیا گیا ہے:

رزق کا ذمہ لے لیا گیا ہے اس لیے رزق کے حصول کے سلسلے میں حلال رزق کی جستجو کرنی چاہیے۔ حرام سے بچنے کی سعی کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ۔

رزق حلال کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

انسان کی نیک بختی:

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مِنْ سَعَادَةَ بْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ بْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اِسْتَخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شِقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ

(رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب، مشکوٰۃ شریف باب التوکل والصبر)

آدم کے بیٹے کی نیک بختی یہ ہے کہ اس کے لیے مقدر کیا اس پر وہ راضی ہوا اور آدم کے بیٹے کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھلائی مانگنا ہے چھوڑ دے اور ابن آدم کی بدبختی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کیا اس پر خوش نہ ہو۔

رزق انسان کو تلاش کرتا ہے:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُهٗ اَجَلُهٗ

(رواہ ابو نعیم فی الحلیہ، مشکوٰۃ شریف باب التوکل والصبر)

رزق بندے کو اس طرح ڈھونڈتا ہے جیسے اس کی اجل اسے ڈھونڈتی ہے۔

اصحاب طریقت کے نزدیک بددین و بددیانت:

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ شریعت اور طریقت میں صادق بندہ وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے بلکہ فراخ دلی سے اپنے مولا کی اطاعت میں مشغول رہے اور درحقیقت جان لے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے مجھے مل کر رہے گا اس سے کچھ ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگا پس اے درویش! اگر سالہا سال تو مارا مارا پھرے تو جو رزق تیری قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہ بغیر تیری کوشش اور طلب کے تجھے مل جائے گا اور اگر تو زیادہ چاہے تو ایک ذرہ بھر بھی نہیں ملے گا۔ اے درویش! فقر اور فقر کی راہ میں ثابت قدم وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے اور آج تو میں نے کھالیا ہے کل کیا کھاؤں گا ایسے شخصوں کو اصحاب طریقت بددین اور بددیانت کہتے ہیں۔ (اسرار الاولیاء فصل ۳، ص ۲۲)

رزق کے لیے غمگینی کبیرہ گناہ:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ یہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے کہ انسان رزق کے لیے غمگین ہو کہ آج تو کھالیا ہے کل شاید ملے گا یا نہیں۔ (اسرار الاولیاء فصل ۳، ص ۲۳)

حیات الفرید:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ ایک عظیم بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا مزار پرانوار پاک پتن شریف پنجاب (پاکستان) میں ہے آپ کی حیات مبارکہ اور آپ کے ملفوظات کے متعلق مفصل مطالعہ مطلوب ہو تو ہماری تصنیف لطیف حیات الفرید کا مطالعہ کیجیے۔ نیز آپ کے کلام کی شرح کے لیے ہماری بہترین کتاب فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

(۴) لَا تَجْعَلَنَّ كَسْبَكَ مُفْرَدًا   وَتُقَى اِلٰهَكَ فَاجْعَلَنْ مَاتَكْسِبُ

☆ لَا تَجْعَلَنَّ۔ اور ہرگز نہ بنالو، ہرگز نہ قرار دو ☆ كَسْبَكَ۔ تیری کمائی ☆ تُقَى اِلٰهَكَ۔ اپنے خدا کا خوف

مطلب:

صرف مال کو ہی اپنی کمائی نہ قرار دیجیے بلکہ اپنی کمائی صرف اور صرف خوف خدا کو قرار دو۔

فائدہ:

کیونکہ خوف خدا کے فضائل بے شمار ہیں۔ صرف مال ہی سب کچھ نہیں ہے کہ اس کے حصول کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے خلاف عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا بھی تباہ کرلی جائے اور آخرت بھی۔ یہ اچھا طریقہ نہیں انسان ذرا غور و فکر سے کام لے۔

خوفِ خدا:

مال کی بجائے خوف خدا کو اپنی کمائی قرار دیجیے۔ اس میں بھلا ہے۔ یہی تمہارے لیے دنیا میں بھی مفید ہے اور آخرت میں بھی انعامات ربانی حاصل ہوں گے۔

حدیث شریف:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاقْشَعَرَّ جَسَدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَحَاتَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا يَتَحَاتَتُ عَنِ الشَّجَرَةِ وَرَقُهَا۔

(مکاشفۃ القلوب ب۲ خوف خدا اردو ترجمہ ص۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی بندہ خوفِ الٰہی سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ اس کے بدن سے ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کو ہلانے سے اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

دو خوف:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرمان الٰہی ہے کہ میں اپنے کسی بندہ پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کرتا۔ جو شخص دنیا میں میرے عذاب سے ڈرتا ہے میں اسے آخرت میں بے خوف کر دوں گا لیکن جو دنیا میں میرے عذاب سے بے خوف رہتا ہے میں اسے آخرت میں خوفزدہ کروں گا۔ (اس پر عذاب نازل کروں گا)

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِيْ

تم لوگوں سے نہیں مجھ سے ڈرو۔

ایک اور آیت مبارکہ میں ہے کہ:

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

اگر تم مومن ہو تو لوگوں سے نہیں مجھ سے ڈرو۔

خوف خدا سے رونے کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الْفَرْعِ۔

جو شخص خوفِ خدا سے روتا ہے وہ جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ اسی طرح جیسے کہ دودھ دوبارہ تھنوں میں نہیں جاتا۔

(مکاشفۃ القلوب ب۲، ص۴۷)

خلاصہ کلام:

یہ کہ کمائی محض دولت کمانا ہی نہیں تمہارے اعمال بھی تمہاری کمائی ہے اچھے اعمال اچھی کمائی ہے اور برے اعمال گندی کمائی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اچھے اعمال اختیار کیجیے خصوصاً خوفِ خدا کا اختیار کرنا بہترین کمائی ہے۔ اسے اپنی کمائی قرار دیجیے۔

اللہ کی متاع جنت:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ۔

(رواہ الترمذی مشکوۃ شریف باب البکاء والخوف فصل ۲ حدیث نمبر ۵۱۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ڈرتا ہے اول رات بھاگتا ہے اور جو شخص بھاگتا ہے منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ خبر دار اللہ تعالیٰ کی متاع مہنگی ہے خبر دار اللہ تعالیٰ کی متاع جنت ہے۔

غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جانو گے:

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے لٹ جاتا ہے شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے ہم دنیا میں راہ آخرت طے کرنے والے مسافر ہیں ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے ہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے۔

اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بانا لھم الجنۃ جنت سودا ہے رب تعالیٰ فروخت کرنے والا ہے ہم خریدار ہیں ہمارے مال جان اس سودے کی قیمت ہے اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے ہمارے جان و مال سودے ہیں جنت اس کی قیمت ہے اگر جان دے کر بھی سودا مل جائے تو سستا ہے مگر ہمارا حال یہ ہے۔

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خالی ہے

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دیدے فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی اس پر کرم کریمانہ ہوتا ہے۔

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل
بیایند دارالسلام از طفیل

یعنی یا رسول اللہ! اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جاویں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے ہمارا بھلا ہو جاوے گا۔
(مراۃ شرح مشکوۃ ج ۷ ص ۱۵۵)

خوف خدا جہنم سے نجات کا باعث:

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ ذِکْرُهٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔

(رواہ الترمذی والبیہقی فی کتاب البعث والنشور مشکوٰۃ شریف باب البکاء والخوف فصل ۲ حدیث نمبر ۵۱۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرمائے گا آگ سے اس شخص کو نکالو جس نے مجھ کو ایک دن یاد کیا ہے یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا ہے۔

فائدہ:

من سے مراد مسلمان مخلص ہے اور خوف سے مراد دل کا ڈر ہے اس کے عمل کے لیے یعنی مسلمان عمر بھر میں ایک بار بھی مجھ سے ڈرا ہو اور ڈر کر گناہ سے توبہ کرلی ہو یا جسے میں ایک بار بھی گناہ کرتے وقت یاد آ گیا ہوں اور اس یاد کی وجہ سے وہ گناہ سے باز رہا ہے اسے دوزخ سے نکال لو یا بچالو۔ یہ فرمان عالی اس آیت شریفہ کی تفسیر بھی ہوسکتا ہے۔

و امامن خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوىٰ

(مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۷، ص ۱۵۶)

خوفِ خدا سے نکلنے والے آنسو:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يَّخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَّاِنْ مِثْلَ رَاسِ الذَّبَابِ مَنْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِّنْ حَرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔

(رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف باب البکاء والخوف حدیث نمبر ۵۱۲۵)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا کوئی بندہ مومن نہیں جس کی آنکھوں سے آنسو نکلیں اگرچہ مکھی کے سر برابر ہوں اللہ کے خوف سے پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصہ کو پونچھیں مگر اسے اللہ آگ پر حرام فرما دے گا۔

فائدہ:

خوف سے عام ڈر مراد ہے۔ گنہگار کو اللہ کے عذاب کا خوف ہو خواہ نیک کار کو اللہ تعالیٰ کی ہیبت ہو۔

خیال رہے کہ یہاں خوف کے رونے کی جزاء کا ذکر ہے یعنی دوزخ سے نجات ذوق شوق کا رونا اس سے افضل اس کی جزاء ان شاء اللہ جنت کی عطا ہوگی۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷، ص ۱۶۵)



(۵) کَفَلَ الْاِلٰهُ بِرِزْقِ كُلِّ بَرِيَّةٍ وَالْمَالُ عَارِيَةٌ تَجِيءُ وَتَذْهَبُ

(۶) والرِّزْقُ اَسْرَعُ مِنْ تَلَفُّتِ نَاظِرٍ سَبَبًا اِلَى الْاِنْسَانِ حِيْنَ يُسَبَّبُ

(۷) وَمِنَ السُّيُوْلِ اِلٰى مَقَرِّ قَرَارِهَا وَالطَّيْرِ لِلْاَوْكَارِ حِيْنَ تَصَوَّبُ

☆نَاظِرٍ۔ دیکھنے والا ☆تَلَفُّتِ نَاظِرٍ۔ پلک جھپکنے سے پہلے ☆السُّيُوْلِ۔ سیلاب ☆مَقَرِّ قَرَارِهَا۔ اپنے ٹھہرنے کی جگہ پہنچے ☆السُّيُوْلِ سَيْلٌ سے سُيُوْلٌ۔ السَّيْلُ۔ کے معنی ہیں بہنے والا، سیلاب ☆مَقَرٌّ۔ ٹھکانہ ☆وَالطَّيْرِ۔ پرندے ☆اَوْكَار۔ گھونسلہ، آشیانہ

(۵) اللہ تعالیٰ ہر ایک مخلوق کے رزق کا کفیل ہے اور مال چند روزہ مانگی ہوئی اور آنے جانے والی شے ہے یعنی اسے بقاء حاصل نہیں بلکہ فانی شے ہے فانی شے پہ دل کیا لگانا۔ اتنی حقیقت سمجھنے کے باوجود (اسی پہ اڑے رہنا عقلمندی نہیں بے وقوفی ہے)

(۶) اور رزق سبب کے لحاظ سے ہے اور جب سبب پیدا کیا جاتا ہے تو پلک جھپکنے سے پہلے اس کا رزق انسان کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے رزق کے لیے پریشان نہیں ہونا چاہیے رزق کے لیے پریشانی میں مبتلا ہونا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

(۷) اور سیلاب سے اپنے مقام پہ پہنچنے سے پہلے رزق پہنچ جاتا ہے اسی طرح چڑیوں کے اپنے گھونسلوں میں داخل ہونے سے پہلے رزق پہنچ جاتا ہے۔

مطلب:

ان تینوں اشعار میں رزق کے متعلق وضاحت بیان کی گئی ہے کہ بعض لوگ رزق کے سلسلے میں بڑی دوڑ دھوپ کرتے ہیں ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دیکھیے اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کا رازق ہے وہی مخلوق کے رزق کا کفیل ہے۔ مال آنے جانے والی شے ہے اسے بقا حاصل نہیں ہے بلکہ فانی ہے اور فانی چیز کی خاطر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنا عقل مندی اور انسانیت نہیں ہے۔ جسے جو کچھ حاصل ہونا ہے اسے مل ہی جانا ہے جب ملنا ہے تو دیر نہیں لگتی بلکہ آناً فاناً پہنچ جائے گا۔ اس کے پہنچنے کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جیسے سیلاب جہاں پہنچنا ہوتا ہے وہاں پہنچ جاتا ہے اسی طرح سیلاب سے بھی زیادہ جلدی رزق نے جہاں پہنچنا ہوتا ہے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ چڑیاں ابھی اپنے گھر نہیں پہنچ سکتیں کہ رزق ان سے پہلے پہنچ جاتا ہے۔

رزق کی اقسام:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ مشائخ طبقات نے رزق کو چار قسم کا لکھا ہے۔

(۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق مملوک (۴) رزق موعود

(۱) رزق مقسوم:

وہ ہے جو قسمت میں ہے لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے وہ ضرور بالضرور ملے گا۔

(۲) رزق مذموم:

وہ ہے کہ جو کچھ کھانے پینے کی چیز ملے اس پر صبر نہ کرے یعنی جبکہ خود اللہ تعالیٰ رزق کا ضامن ہے جیسا کہ قرآن مجید میں

وعدہ فرمایا گیا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا تو پھر صبر نہ کر سکے۔

(۳) رزق مملوک:

وہ ہے جو نقدی اور اسباب وغیرہ جمع کیا جائے یا تجارت کی جائے البتہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیکی حاصل ہوتی ہے جس سے قوت حاصل ہوتی ہے لیکن اے درویش! اس راہ کے سالکوں نے کہا ہے کہ تجارت وہ شخص کرتا ہے جسے حق تعالیٰ کے فضل و کرم کا انکار نہ ہو مگر درویش کے لیے یہی مناسب ہے کہ جو نقدی یا اسباب اسے ملے سب راہِ خدا میں صرف کرے اور ذرہ بھر بھی اپنے لیے محفوظ نہ رکھے۔

رزق موعود:

پھر فرمایا کہ اے درویش! موعود رزق وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور عابدوں سے کیا ہے اور خود کلام مجید میں فرمایا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

یعنی نیک لوگوں کو رزق کے اندیشے سے فارغ کر دیا ہے کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بے مانگے ان کو رزق پہنچے گا اور جو ان کی ضروریات ہیں مہیا کی جائیں گی۔

(اسرار الاولیاء فصل ۳ ص ۲۷ ہشت بہشت، فیضان الفرید ص ۲۱۴)

کلامِ بابا فرید:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

رُکھی سکھی کھاءِ کے ، ٹھنڈا پانی پی
فرید نہ ویکھ پرائی چوپڑی ، نہ ترسائیں جی

مطلب:

اے فرید روکھی سوکھی جیسی بھی روٹی میسر آجائے وہی کھالیا کر اور پھر ٹھنڈا اور سادہ پانی ہی پی لیا کر۔ اپنی روکھی سوکھی روٹی چھوڑ کر اوروں کی گھی لگی روٹی کو دیکھ دیکھ کر اپنا جی نہیں ترسانا چاہیے کیونکہ اپنی روکھی سوکھی روٹی کی بجائے اگر تو دوسرے لوگوں کی گھی لگی روٹی دیکھتا رہے گا تو تیرے جی میں بھی یہ خواہش بیدار ہوگی کہ ان جیسی روٹی میں بھی کھاؤں اور یہ ہزار ہا پریشانیوں کا سبب ہے لالچ ہر حال میں مصائب و آلام کا سبب ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ جو شخص اسے اپنا لے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ہزاروں دکھوں سے خود بخود ہی نجات حاصل کر لے گا اور جو اس کے برعکس کرے گا تو پھر وہ چاہے گا کہ مجھے بھی ویسی ہی عیش و عشرت کے سامان میسر آجائیں۔ اگر کوشش کے باوجود ایسے حالات پیدا نہ کر سکا تو ممکن ہے وہ غلط راہوں کا راہی ہو کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد کر لے کیونکہ ایسا شخص جائز اور ناجائز ذرائع اپنا کر وہ سب کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس سلسلے میں اسے خواہ کچھ بھی کرنا پڑے۔

(خلاصہ از فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید ص ۲۱۸، ۲۱۷)

(۸) اَبُنَیَّ اِنَّ الذِّکْرَ فِیْهِ مَوَاعِظٌ — فَمَنِ الَّذِیْ بِعِظَاتِهٖ یَتَاَدَّبُ
(۹) اِقْرَأْ کِتَابَ اللّٰهِ جَهْدَكَ وَاتْلُهٗ — فِیْمَنْ یَّقُوْمُ بِهٖ هُنَاكَ وَیَنْصِبُ
(۱۰) بِتَفَکُّرٍ وَّ تَخَشُّعٍ وَّ تَقَرُّبٍ — اِنَّ الْمُقَرَّبَ عِنْدَهُ الْمُتَقَرِّبُ

☆بِتَفَکُّرٍ۔غور وفکر سے ☆تَخَشُّعٍ۔فروتنی،غریبی،عاجزی،مسکینی،تواضع ☆مُتَقَرِّبُ۔جوتقرب حاصل کرتا ہے
☆بِعِظَاتِهٖ۔اس کی نصیحتوں کو ☆اِقْرَأْ۔پڑھو ☆جَهْدَكَ۔اپنی پوری کوشش سے ☆وَاتْلُهٗ۔اس کی تلاوت کرو

(۸) اے میرے بیٹے! تحقیق قرآن مجید فرقان حمید میں بے شک نصیحتیں ہیں۔مگر اس کی نصیحتوں کو اختیار کون کرتا ہے (اس میں تو غور وفکر کرو) قرآن میں بیان کردہ نصیحتوں پہ عمل پیرا کون ہوگا۔یعنی صاف ظاہر ہے کہ ان نصیحتوں پر ہم نے عمل کرنا ہے ان کے مطابق ہم نے زندگی گزارنی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب یعنی قرآن مجید کی توجہ اور کوشش سے تلاوت کرو۔ان لوگوں میں شمولیت اختیار کر جو اسے اپنی ذمہ داری میں لے چکے ہیں اور بھرپور کوشش کرتے ہیں۔(یعنی اس سلسلے میں معمولی سی کوتاہی بھی نقصان دہ ہے)

(۱۰) غور وفکر کرتے ہوئے تواضع اور عاجزی اور حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے خیال سے قرآن مجید کی تلاوت کرو کیونکہ بے شک وہی شخص اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے قرب کے انعام سے نوازا جاتا ہے۔

قرآن لوگوں کے لیے بیان، ھدایت اور نصیحت:

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ

الٓمّٓ۔وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔

فائدہ:

اس لیے کہ شک اس میں ہوتا ہے جس پر دلیل نہ ہو۔قرآن پاک ایسی واضح اور قوی دلیلیں رکھتا ہے کہ جو عاقل منصف کو اس کے کتاب الٰہی اور حق ہونے کے یقین پر مجبور کرتی ہیں تو یہ کتاب کسی طرح قابل شک نہیں جس طرح اندھے کے انکار سے آفتاب کا وجود مشتبہ نہیں ہوتا ایسے ہی معاند سیاہ دل کے شک و انکار سے یہ کتاب مشکوک نہیں ہو سکتی۔
(تفسیر خزائن العرفان)

پرھیز گاروں کو نصیحت:

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝

(پ۴ آل عمران، ۳۸)

یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔(ترجمہ کنز الایمان)

مسلمانوں کے لیے ھدایت اور رحمت:

هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

(پ۹ سورۃ الاعراف، ۲۰۳)

یہ تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولتا ہے اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے لیے۔

(کنزالایمان شریف)

ھدایت اور خوشخبری:

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ○ لا هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ لا

(پ۱۹، سورۃ النمل، ۱تا۲)

یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی۔ ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کو (کنزالایمان)

قرآن روشن نور:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○

(پ۶۔ النساء ۱۷۴)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

(کنزل الایمان)

قرآن سارے جہان کے لیے نصیحت:

(۱) اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ○

(پ۷ الانعام ۹۰)

وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔ (کنزالایمان)

(۲) الٓمّٓصٓ ○ ج كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

(پ۷۔ الاعراف ۱۔۲)

اے محبوب! ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رکے اس لیے کہ تم اس سے ڈر سناؤ اور مسلمانوں کو نصیحت۔ (کنزالایمان)

(۳) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ع

(پ۲۹۔ قلم آخری آیت مبارکہ)

اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے۔

(کنز الایمان)

(۴) وَمَاهُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ؕ

(پ۳۰ سورۃ تکویر، ۲۵ تا ۲۸)

اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں پھر کدھر جاتے ہو وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہاں کے لیے اس کے لیے جو تم میں سے سیدھا ہونا چاہے۔

(کنز الایمان)

فائدہ:

یعنی جو صراط مستقیم اپنانا چاہتا ہے اس کے لیے قرآن مجید نصیحت ہے اور جو قرآن مجید کی طرف سے روگردانی کرتا ہے وہ اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی مارتا ہے اور گمراہی کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔

قرآن مجید تلاوت کرنے کے آداب:

اس شعر میں قرآن مجید کے چند آداب کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے غور وفکر فرمایئے اور ان لوگوں کی سمجھ داری بھی ملاحظہ فرمایئے جو یہ کہتے کہتے نہیں تھکتے کہ بس قرآن ایک کتاب ہی ہے اس کے سلسلے میں اتنے ادب آداب اختیار کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ بہرحال یہاں اس شعر کی روشنی میں چند آداب ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) قرآن مجید بڑے غور وفکر سے تلاوت کرنا چاہیے۔

(۲) قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے عدم توجہی کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دینا چاہیے۔

(۳) قرآن مجید کی تلاوت کے دوران یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ رب کائنات کا لافانی کلام ہے۔ اس لیے اس کی تلاوت کرتے ہوئے نہایت تواضع اور عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔

(۴) قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سر پر ٹوپی یا پگڑی ہونی چاہیے بہتر یہ ہے کہ سر پہ عمامہ شریف سجا ہوا ہو۔

(۵) قرآن مجید چونکہ حق تعالیٰ کا کلام ہے اس لیے اس کے آداب ملحوظ خاطر ضرور رہنے چاہئیں۔

(۶) قرآن مجید تلاوت کرتے ہوئے یہ خیال ذہن نشین ہونا چاہیے کہ میں قرآن مجید اس لیے تلاوت کر رہا ہوں کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں، نیکیاں حاصل ہوں اور حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔

(۷) قرآن مجید کی تلاوت علم و عمل، دونوں لحاظ سے کرنی چاہیے۔

(۸) قرآن مجید تلاوت کرتے ہوئے جہاں احکام بیان ہوئے ہیں انہیں بغور سمجھنا چاہیے تاکہ عمل کرنے میں آسانی رہے۔

(۹) جہاں بد مداہنت اور گنہگاروں کی سزا کا بیان ہے حق تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔

(۱۰) جہاں حق تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ ہو حق تعالیٰ سے انعامات کے حصول کی دعا کرنی چاہیے۔

تلک عشرۃ کاملہ

چند مزید آدابِ قرآن:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حاملِ قرآن اس وقت رات کی عظمت کو پہچانے کہ جب لوگ سو جاتے ہیں اور یہ دن کو روزہ رکھے جب کہ لوگ روزہ نہ رکھتے ہوں اور یہ اس وقت غمگین ہو جب لوگ خوشیاں منا رہے ہوں اور یہ اس وقت روئے جب لوگ ہنس رہے ہوں اور یہ اس وقت عاجزی اختیار کرے جب لوگ مکروفریب کر رہے ہیں پس حاملِ قرآن کے لیے لازم ہے کہ وہ رونے، فکروغم، بردباری، طمانیت اور نرمی کو اختیار کرے نیز حاملِ قرآن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ سخت دل، غافل، تندمزاج اور چیخنے چلانے والا ہے۔

دنیا میں تین چیزیں اجنبی:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام التسلیم فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو دنیا میں اجنبی ہیں۔

(۱) ظالم کے سینے میں قرآن مجید اجنبی ہے۔

(۲) بُرے لوگوں میں نیک آدمی اجنبی ہے۔

(۳) ایسے گھر میں قرآن اجنبی ہے جس میں تلاوت نہ ہوتی ہو۔

(تنبیہ الغافلین حصہ ۲ ص ۱۳۳)

- ☆ قرآن مجید تلاوت کرتے ہوئے عظمتِ قرآن دل میں ہو۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کی علوشان اور رفعت وکبریائی دل میں ہو کہ جس کا کلام تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔
- ☆ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے دل کو وسوسوں اور خطرات سے پاک کر لینا چاہیے۔
- ☆ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے معانی کا خاص خیال رکھے۔
- ☆ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے دوران نہایت احترام سے باوضو اور روبہ قبلہ تھے۔
- ☆ قرآن مجید اس طرح جلدی جلدی نہ پڑھے کہ جیسے چارہ کاٹنے کے لیے ٹوکہ چلا دیا جاتا ہے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت ترتیل اور اصول تجوید کا لحاظ کرتے ہوئے کرنی چاہیے۔
- ☆ اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف اور جرح کا خوف ہو تو پھر تلاوت قرآن مجید آہستہ آواز سے کریں ورنہ بلند آواز سے۔
- ☆ بعض لوگ تو نہایت تیز پڑھنے کی صورت میں بھی حروف کو ان کے مخرجوں سے ادا کرنے اور صحیح پڑھنے پر قادر ہوتے ہیں اور بعض لوگ اکثر تیز پڑھیں تو صحیح نہیں پڑھ سکتے لہٰذا تلاوت کرنے والوں کو چاہیے کہ صحیح پڑھنے کی کوشش کریں کیونکہ ثواب صحیح پڑھنے میں ہے نہ کہ جلدی پڑھنے میں (تفسیر نعیمی ج اول، ص ۲۴)

☆ کوشش کرے کہ تلاوت کے وقت دل حاضر ہو اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھے یہاں تک کہ رقت آ جائے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

☆ قرآن مجید کی پرسکون حالت میں اطمینان سے تلاوت کرنی چاہیے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم جب دل میں اترتا ہے تب اس میں جمتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ تلاوت کرنے والا جس اطمینان اور سکون کے ساتھ دنیا میں تلاوت کرتا تھا اسی اطمینان کے ساتھ تلاوت کرتا ہوا جنت میں بڑھتا جائے گا اور جہاں تک اس کی تلاوت ختم ہوگی وہاں تک کا سب ملک اس کو دیا جائے گا۔ (تفسیر نعیمی ج اول ص ۲۴)

☆ تلاوت پاک جگہ میں ہو مسجد میں ہو تو اور زیادہ بہتر ہے یہ بھی مستحب ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سر جھکا کر اطمینان سے پڑھے اور اگر تلاوت کرتے وقت مسواک وغیرہ سے منہ کو صاف کرے اور خوشبو بھی لگائے تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ جتنا ادب زیادہ اتنا ہی فیض زیادہ۔ (تفسیر نعیمی)

☆ تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ بھی پڑھے۔

☆ تلاوت کی حالت میں کسی سے بلا ضرورت بات کرنا مکروہ ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت کے دوران میں کسی سے کلام نہ فرماتے تھے اور اگر کلام کرنا پڑ جائے تو کلام کے دوران میں قرآن شریف بند رکھے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے۔ (تفسیر نعیمی)

☆ جس جگہ سب لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں وہاں قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔ یا تو تنہائی میں بلند پڑھو یا وہاں جہاں کم سے کم ایک آدمی سننے والا ہو کیونکہ اس کا سننا فرض کفایہ ہے۔ (تفسیر نعیمی)

☆ چند شخصوں کا بیک وقت بلند آواز سے تلاوت کرنا منع ہے یا تو ایک پڑھے باقی سب سنیں یا سب آہستہ آہستہ پڑھیں (تیجے اور ختم والوں کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے) مکتبوں اور مدرسوں میں جو بچے مل کر پڑھتے ہیں یہ مجبوری کی وجہ سے ہے۔

(تفسیر نعیمی)

قرآن کو رہبر بنانے کا فائدہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن سفارش کرنے والا ہے اور اس کی سفارش کی مقبولیت تصدیق شدہ ہے جو شخص قرآن کو اپنا رہبر بناتا ہے وہ اسے جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ جس نے قرآن سے روگردانی کی وہ جہنم میں جا گرے گا۔

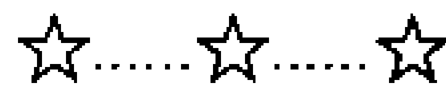
(تنبیہ الغافلین حصہ ۲ ص ۱۳۰)

اللہ کے گھر میں قرآن مجید تلاوت کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی کسی دنیاوی تکلیف کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کی تنگ دستی

دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی اور اخروی تنگدستی کو دور فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک کہ وہ بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو شخص کسی کو علم کے راستے پہ لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے گھر میں جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو پڑھاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینہ کا نزول ہوتا ہے اور رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور ایسے لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں فرماتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین حصہ ۲ ص ۱۳۲)



(۱۱) وَاعْبُدْ اِلٰهَكَ ذَا الْمَعَارِجِ مُخْلِصًا   وَانْصِتْ الْاَمْثَالِ فِيْمَا تُضْرَبُ

☆وَاعْبُدْ۔ اور عبادت کرو☆اِلٰهَكَ۔ اپنے معبود کی☆ذَا الْمَعَارِجِ۔ جو بزرگی والا ہے☆مُخْلِصًا۔ اخلاص سے☆ اَنْصِتْ۔ غور سے سنو☆اَمْثَال، مِثْل۔ کی جمع یعنی مثالیں☆تُضْرَبُ۔ بیان کی جائیں

بزرگی والے اپنے معبود کی عبادت اخلاص سے کیجیے۔ غور سے ان مثالوں کو سنیے بیان جو بیان کی جائیں۔ (اور پھر ان کے مطابق عمل کی کوشش کرنا)

فائدہ:

یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص سے کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ کیونکہ عبادت وہی شرف قبولیت حاصل کرتی ہے جس میں اخلاص ہے۔ اخلاص کے بغیر کی گئی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسی عبادت جو اخلاص کے بغیر کی جائے باعث نقصان اور باعث عذاب ہے۔

انما الاعمال بالنیات:

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیءٍ مَانَوٰی۔ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِمْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَاهَا جَرَ اِلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اعمال نیتوں پر موقوف ہیں اور بے شک ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی تو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اسی کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی کہ اسے حاصل کرے یا عورت کی طرف کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت اختیار کی ہے۔

فائدہ:

اکثر اور اشہر روایات میں یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور بعض روایات میں بغیر لفظ اِنَّمَا صرف اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات کے الفاظ ہیں اور بعض میں بالنِّیَّات جمع کی بجائے بالنیۃ کے الفاظ ہیں اور بعض میں صرف العمل بالنیۃ کے الفاظ بھی آئے ہیں لیکن تمام عبارات سے مقصود مدعیٰ ایک ہی ہے کہ قلب وقالب (ظاہر وباطن) کا کوئی عمل، کسی حکم کا بجالانا، امر ممنوع کو چھوڑنا۔ قول وفعل اور عبادات واطاعات نیت کے بغیر مقبول ومعتبر نہیں ہیں اور نیت کے بغیر ان پر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔

(رشعۃ اللمعات شریف ج اول)

اعمال کی دو اقسام:

اس باب میں تحقیق کی غایت وانتہا یہ ہے کہ اعمال دو قسم ہیں ایک وہ جو مقصود لذاتہ جیسے نماز، اس قسم میں جب ثواب نہ ہوگا تو وہ عمل صحیح اور جائز بھی نہ ہوگا دوسری قسم وہ ہے جو دوسرے عمل کے لیے واسطہ اور ذریعہ ہے جیسے وضو، اس قسم میں ثواب اس وقت ملے گا جب نیت ہوگی لیکن نیت کے بغیر بھی عمل جائز ہوگا۔ اور بغیر نیت کے وضو سے نماز درست ہو جائے گی حضرت امام (اعظم) ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی ہے۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج اول، ص ۱۸۶)

اخلاص:

اس شعر میں اخلاص کے متعلق بیان کیا گیا ہے اخلاص کے متعلق رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵ لا حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۵ ط

(پ ۳۰ سورۃ البینہ: ۵)

اوران لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔ (کنزالایمان شریف)

فائدہ:

اسی آیت مبارک میں اخلاص کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ جو کام بھی کیا جائے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے۔

حدیث مبارک:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شرک سے بے نیاز ہوں اور میں اس عمل سے بھی بے پرواہ ہوں جس میں غیر کی شرکت ہو، نیز جو شخص اپنے عمل میں میرے سوا کسی دوسرے کو شریک کرے تو میں اس سے اس کے عمل سے بری ہوں۔

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا جو محض رضائے الٰہی کے لیے نہ ہو یعنی جو عمل

خالص اللہ کے لیے نہ ہو نہ تو وہ قبول ہوگا اور نہ آخرت میں اس کے لیے کوئی ثواب ہوگا بلکہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔
(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۱۷)

☆......☆......☆

(۱۲) وَاِذَا مَـرَرْتَ بِـاٰیَةٍ مُّـخْشِیَّةٍ تِصِفُ الْعَذَابَ فَقِفْ وَدَمْعُكَ تَسْكِبُ

☆اٰیَۃ۔نشانی ☆تَصِفُ۔ظاہر کرتی ہو☆فَقِفْ۔پس ٹھہر جاؤ☆دَمْعُكَ تَسْكِبُ۔تمہارے آنسو جاری ہوں

اور جب تم ڈروالی جگہ سے گزرو جو عذاب کو ظاہر کرتی ہو یعنی جس سے بظاہر بھی ڈر لگتا ہو اور تاریخی طور پر بھی ثابت بھی ہو کہ یہاں کسی قوم کو عذاب ہوا یا یہ کہ یہ عذاب کی نشانی ہے۔تو ٹھہر و غور وفکر کرو۔اس عذاب کے آنے کے اسباب پہ غور کرو پھر غور کرو کہ کہیں ہم بھی انہیں حالات وواقعات میں مشغول تو نہیں ہیں اگر ویسے ہی حالات میں سے ذرہ بھر بھی ہوں تو خوف خدا کے باعث توبہ کرتے ہوئے تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جانے چاہئیں۔کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جن امور کے باعث ان لوگوں کو عذاب ہوا تھا وہ علامات اور اسباب ہم بھی یعنی ہمارے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہیں ان امور کی وجہ سے کہیں ہم پہ بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گیا تو پھر سوائے تباہی و بربادی کے کچھ نہ بچے گا۔

حدیث شریف:۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب ہوا چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ۔

اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور بھلائی اس کی کہ اس میں ہے اور بھلائی اس کی کہ اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اور برائی اس چیز کی کہ اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے۔

اور جس وقت آسمان پر ابر (بادل) ہوتا آپ کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور گھر سے باہر نکلتے پھر اندر آتے اور پھر جاتے جب بارش برستی تو خوف واضطراب جاتا رہتا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات معلوم کر لی۔آپ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! شاید کہ یہ ابر (بادل) اس کی مانند ہو کہا قوم عاد نے اس کے حق میں دیکھا ابر سامنے آیا ان کے نالوں کے اس قوم نے یہ ابر (بادل) ہے ہم پر برسے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جس وقت مینہ کو دیکھتے تو فرماتے اے اللہ! اس کو رحمت بنا۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف باب الریاح فصل اول حدیث نمبر ۱۴۲۶)

☆......☆......☆

(۱۳) یَا مَنْ یُّعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ بِعَدْلِهٖ لَا تَـجْعَلَنِّـیْ فِی الَّذِیْنَ تُعَذِّبُ

(۱۴) اِنِّیْ اَبُوْءُ بِعَثْرَتِیْ وَخَطِیْئَتِیْ هَرَباً وَهَلْ اِلَّا اِلَیْكَ الْمَهْرَبُ

☆یُعَذِّبُ۔عذاب دیتا ہے یاعذاب دے گا ☆مَنْ یَّشَآءُ۔ جسے چاہے ☆بِعَدْلِهٖ۔اپنے عدل کے ساتھ ☆لَا تَجْعَلَنِّیْ۔ مجھے نہ بنا، مجھے نہ کرنا ☆فِی الَّذِیْنَ۔ان لوگوں میں ☆تُعَذِّبُ۔تو عذاب دے گا۔☆خَطِیْئَتِیْ۔میری خطا ☆ هَرَبًا۔ بھاگ کر

(۱۳) رب وہ ذات کہ جو اپنے عدل وانصاف سے جسے چاہے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مجھے ان لوگوں میں سے نہ کر جنہیں تو عذاب دے گا بلکہ اپنی رحمت سے مجھے اپنے عذاب سے نجات عطا فرمانا۔

(۱۴) میں اپنی بھول چوک خطاؤں اور گناہوں کو تسلیم کرتا ہوں۔اب ان سے بھاگ کر معافی چاہتا ہوں اور تیرے پاس ہی یا اللہ بھاگ کر آنے کی جگہ حاصل ہے یا اللہ تو ہی معافی عطا فرمانے والا مجھے معافی عطا فرمایا اللہ تو غفور الرحیم ہے۔ یا اللہ! آخرت میں ان گناہوں اور خطاؤں سے مجھے نجات حاصل ہو جائے۔

میری خطائیں اور گناہ بخش دے۔

☆......☆......☆

(۱۵) وَاِذَا مَرَرْتَ بِاٰیَةٍ ذِكْرِهَا وُصِفَ الْوَسِیْلَةُ وَالنَّعِیْمُ الْمُعْجِبُ

☆اٰیَةٍ۔نشانی ☆فِیْ ذِكْرِهَا۔اس کے بیان میں ☆وَسِیْلَةُ۔جمع وسائل یعنی ذریعہ جنت ☆نَعِیْمُ۔نعمت ☆ مُعْجِبُ۔خوش کن

اور جب تم ایسی ہی نشانی یعنی عذاب والے مقام سے گزرو تو وسیلے کا ذکر کرو جو کہ جنت کے درجات میں سے بہت بلند مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوش کرنے والی نعمت کا تذکرہ کرو۔

یہاں کئی چیزوں کا بیان ہوا ہے مثلاً اگر تاریخی مقام سے گزرو تو ان مقامات سے گزرتے ہوئے محض غافلانہ رنگ اور مستی میں ہی نہ گزر جاؤ بلکہ توجہ کرو، غور وفکر سے کام لو کہ یہاں کیسے کیسے شاندار محل تھے اب کیا رہ گیا ہے۔ یہاں کے بسنے والے لوگ کیسے کیسے زور آور اور نامی گرامی تھے مگر جب اجل آئی تو نتیجہ کیا نکلا۔ ایسے مقامات سے گزرتے وقت آنکھیں کھلی رکھنے کی ضرورت ہے عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔عبرت حاصل کیجیے۔ دیکھیے...... دیکھیے ضرور دیکھیے مگر عبرت حاصل کرنے کے لیے دیکھیے ایسے مقامات عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں کہ ایسے مقامات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے مقامات ہے، محض سیر وتفریح کے لیے ایسے مقامات نہیں ہوتے، محض پکنک منانے کے لیے یہ مقامات نہیں ہوتے، محض ہنسی خوشی میں وقت محض وقت گزاری کے لیے مقامات کا انتخاب نہ کیجیے ایسے مقامات تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مناظر دیکھنے اور غور وفکر کرنے کے لیے ہوتے ہیں غفلت کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے اور بارگاہ حق میں اپنے عیوب کی بخشش کے لیے ایسے مقامات کو عبرت کی نظر سے دیکھیے۔

مگر افسوس کہ ہڑپہ کی تہذیب دیکھنے کے متمنی جاتے ہیں وہاں میوزیم بھی دیکھتے ہیں۔ وہاں سے برآمدہ شدہ چیزیں بھی دیکھتے ہیں تاریخی لحاظ سے یہ تو دیکھتے ہیں کہ وہاں کا کلچر کیسا ہوگا۔ وہاں کے لوگوں کا رہن سہن کیسا شاندار ہوگا۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ

ان میں بسنے والے کیسے رعب داب داب والے ہوں گے اور ان کا انجام کیسا ہوا۔

پہلی اقوام قوت و طاقت اور مال و اسباب کے لحاظ سے کیسی طاقتور اور مضبوط تھیں مگر رب کائنات سے غافل تھیں ان کا اوڑھنا بچھونا محض دولت مندی تھی اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

بالآخر ان کا انجام کیسا ہوا۔ قرآن مجید نے سابقہ اقوام کے قصے بڑے بہترین انداز میں سو فیصد درست بیان کیے ہیں قرآن مجید کی تلاوت کیجیے مطلب سمجھنے کی کوشش کیجیے اور گزری ہوئی اقوام کے احوال پڑھ کر عبرت حاصل کیجیے۔

وسیلہ کی تلاش:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیان فرماتے ہیں کہ جب ایسے مقامات سے گزرو تو غفلت چھوڑ دو۔ خوب ہوشیار رہو کہ سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے بارگاہِ حق میں محبوب کریم کا اور اللہ تعالیٰ کے دیگر پیارے بندوں کا وسیلہ پیش کرو۔ کہ یا اللہ ہم جو اللہ والوں یعنی انبیائے کرام اور اولیائے کرام کا وسیلہ تیری بارگاہ اقدس میں پیش کرتے ہیں۔ ہم پہ مہربانی فرما اور اس وسیلے کا ذکر ہم کر رہے ہیں جو جنت کے مقامات میں سے ایک بلند درجہ ہے علاوہ ان امور کا تذکرہ کرو کہ جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو کر گناہوں کی بخشش فرمادے۔ گفتار کے لحاظ سے ایسے امور بیان کرو اور عمل کے لحاظ سے ایسے امور کے مطابق زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارو کہ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں گے جو ایسے تاریخی مقامات دیکھنے جاتے ہیں اور غفلت کی حالت میں الٹا مزید اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کام کرتے جاتے ہیں۔ عبرت حاصل کرنے کی بجائے مزید گناہوں کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔ عبرت حاصل کرنے کی بجائے مزید ٹھٹھا مخول میں وقت گزار کر مزید وحدہٗ لاشریک کے قہر و غضب کو دعوت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ع یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

☆......☆......☆

(۱۶) فَاسْئَلْ اِلٰهَكَ بِالْاِنَابَةِ مُخْلِصًا — دَارَ الْخُلُوْدِ وِسُؤَالَ مَنْ يَّتَقَرَّبُ

(۱۷) وَجْهَدْ لَعَلَّكَ اَنْ تَحِلَّ بِاَرْضِهَا — وَتَنَالَ رَوْحَ مَسَاكِنَ لَا تَخْرَبُ

(۱۸) وَتَنَالَ عَيْشًا لَّا انْقِطَاعَ لِوَقْتِهٖ — وَتَنَالَ مُلْكَ كَرَامَةٍ لَّا تُسْلَبُ

☆فَاسْئَلْ۔ پس سوال کرو، دعا کرو☆بِالْاِنَابَةِ مُخْلِصًا۔ توجہ کے ساتھ اخلاص سے☆دَارَ الْخُلُوْد۔ جنت☆ يَتَقَرَّبُ۔ تقرب حاصل کرتا ہے☆انقطاع۔ کاٹا ہوا ہونا، کٹ جانا

☆وَاجْهَدْ۔ اور کوشش کرو☆لَعَلَّكَ۔ شاید تمہیں☆تَحِلَّ بِاَرْضِهَا۔ زمین پہ نازل ہونے کا موقع مل جائے☆ لَاتَخْرَبُ۔ ویران نہ ہوں گے☆مَسَاكِنُ۔ مسکن کی جمع یعنی مقامات☆کرامة۔ بزرگی، بڑائی، فضیلت، بخشش سخاوت، خرق عادت☆عَيْشًا۔ زندگی، اچھی زندگی، بہترین زندگی☆اِنْقِطَاع۔ کاٹا ہوا ہونا، کٹ جانا، جدا ہو جانا

(۱۶) پس اپنے معبود سے توجہ کے ساتھ اخلاص سے دعا کیجیے جنت کے متعلق سوال کیجیے اس شخص کی مانند جو سوال تقرب کا کرتا ہے۔

(۱۷) کوشش کرتے رہیے ہوسکتا ہے اس زمین (جنت) میں تجھے داخل ہونے کا موقع حاصل ہو جائے۔ ان مقامات (میں داخل ہونے کی) خوشی (کا موقع) میسر آئے جو کبھی بھی ویران نہیں ہوں گے۔

(۱۸) اور ایسی عیش و آرام والی زندگی حاصل کرو جس کے وقت کے لیے کسی قسم کا کٹاؤ یا خاتمہ نہیں یعنی وہاں کے عیش و آرام والی زندگی ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوگی۔ جب ایک دفعہ وہاں داخل ہو گیا اسے پھر کبھی بھی نہ نکالا جائے گا اور پس فضیلت و بزرگی والا ملک حاصل کر لیجیے جو ہمیشہ رہے گا۔

جنت کے لیے دعا کرنے کی نصیحت:

یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنت کے حصول کے لیے دعا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے معبود سے دعا کیجیے کہ وہ تجھے اپنی رحمت اور رضا والا مقام جنت عطا فرمائے۔ مگر محض زبانی حد تک نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ دعا کرو تاکہ شرف قبولیت سے وہ دعا نوازی جائے اور تجھے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں والا مقام جنت حاصل ہو جائے۔ اس سلسلے میں اس شخص کی مانند سوال کرتے رہو جو حق تعالیٰ کے قرب کا سوال کرتا رہے گا کیونکہ جب قرب حق حاصل ہو جائے تو پھر اس سے بڑھ کر کیا کچھ چاہیے؟ سب کچھ سے بڑھ کر یہ قرب خداوندی ہے۔

صفت جنت:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝

(پ۳۰ سورۃ البینہ ۷تا۸)

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (کنزالایمان)

بلند باغ:

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ۙ لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ۝ۙ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝ۙ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ۝ؕ فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ۝ۘ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ۙ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ۙ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ۙ وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝ؕ

(پ۳۰ سورۃ الغاشیہ: ۸تا۱۶)

کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔ اپنی کوشش پر راضی بلند باغ میں کہ اس میں بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ اس میں رواں چشمہ ہے۔ اس میں بلند تخت ہیں اور چنے ہوئے کوزے اور برابر بچھے ہوئے قالین اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔ (کنزالایمان)

نیکو کار چین میں:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ ؕ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ؕ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۙ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ ۙ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۚ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِىْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۙ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۫ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۫ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۫ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۙ وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ؕ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۙ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ؕ

(پ۳۰ سورۃ مطففین ۱۸ تا ۳۵)

ترجمہ: ہاں ہاں بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچا محل علیین میں ہے اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے؟ وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں بے شک نیکو کار ضرور چین میں ہیں۔ تختوں پر دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے۔ نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مقربانِ بارگاہ پیتے ہیں بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے اور جب اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے تو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہیں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

اس طرح بے شمار آیات میں جنت اور جنت کے مناظر بیان کیے گئے اور مزید معلومات کے لیے قرآن مجید کا مطالعہ کیجیے جنتی مناظر سے بھی لطف اندوز ہوں اور نیکیاں بھی حاصل کیجیے اور گناہوں سے نجات کا سامان حاصل کیجیے۔

دنیا کی ہر چیز سے بہتر:

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضَعُ سَوْطٍ فِى الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف باب صفۃ الجنۃ حدیث نمبر ۵۳۷۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک چابک کی جگہ

دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

جنتی عورت کا حسن:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدْوَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْرَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَأَةً مِنْ نِّسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَ ضَاءَتْ مَابَيْنَهُمَا وَلَمَلَاءَتْ مَابَيْنَهُمَا رِيْحًا وَّ لَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

(رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الجنۃ واھلھا نمبر ۵۳۱۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام روانہ ہونا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ ادر اگر جنتیوں کی ایک عورت زمین پر ظاہر ہو جائے تو زمین اور بہشت کے درمیانی فاصلے کو روشن کر دے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

فائدہ:

فی سبیل اللہ جہاد، حج، طلب علم اور ہر وہ کام ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے یہاں تک کہ اہل وعیال کا خرچہ، اطمینان حاصل کرنے اور عبادت میں حضور قلب کے لیے رزق حلال طلب کرنا بھی فی سبیل اللہ تعالیٰ ہے۔

(اشعۃ اللمعات شریف ار جو ترجمہ ج ۷ ص ۵۰)

جنتی درخت:

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى ﷺ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَايَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْتَغْرُبُ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، صفۃ الجنت ۵۳۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا مگر اسے طے نہیں کر سکے گا۔ جنت میں تم میں سے ایک شخص کے کمان کی مقدار ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔

جنتی برتن اور سازو سامان:

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ لْجَنَّةِ لَخَيْمَةٌ مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ طُوْلُھَا سِتُّوْنَ مِیْلاً فِیْ کُلِّ زَوِیَۃٍ مِنْھَا اَھْلٌ مَّا یَرَوْنَ الْاٰخِرِیْنَ یَطُوْفُ عَلَیْھِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَھَبٍ اٰنِیَتُھُمَا وَمَا فِیْھِمَا وَمَابَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّھِمْ اِلاَّ رِدَآءُ الْکِبْرِیَاءِ عَلٰی وَجْھِہٖ فِیْ جَنَّۃِ عَدْنٍ

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ۵۳۷۳)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لیے جنت میں اندر سے خالی موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی چوڑائی..........

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی لمبائی ساٹھ میل ہے اس کے ہر گوشے میں مومن کے گھر والے ہوں گے جنہیں دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے مومن ان کے پاس آتا جاتا رہے گا مسلمانوں کے لیے دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور ساز و سامان چاندی کے ہیں اور دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور استعمال کی چیزیں سونے کی ہیں۔ جنت عدن لوگوں اور رب کریم کو دیکھنے میں مانع صرف اس کے وجہہ کریم پر کبریائی اور عظمت کی چادر ہوگی۔

جنت فردوس کے درجات:

وَعَنْ عُبَادَۃَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃُ دَرَجَۃٍ مَّا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلاَ ھَا دَرَجَۃً مِّنْھَا تَفَجَّرُ اَنْھَارُ الْجَنَّۃِ الْاَرْبَعَۃُ وَمِنْ فَوْقِھَا یَکُوْنُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ الْفِرْدَوْسَ۔

(رواہ الترمذی وَلَمْ اَجِدْہُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَلَا فِیْ کِتَابِ الْحُمَیْدِیِّ مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الجنت حدیث نمبر ۵۳۷۴)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس کے درجات تمام جنتوں سے اعلیٰ ہیں جنت کی چاروں نہریں اس سے نکلتی ہیں۔ جنت الفردوس کے اوپر عرش ہے جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ اس حدیث شریف کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا مجھے یہ حدیث صحیحین میں اور نہ ہی کتاب حمیدی میں ملی ہے۔

جنتی بازار:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَسُوْقًا یَّاْتُوْنَھَا کُلَّ جُمُعَۃٍ فَتَھُبُّ رِیْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ وَثِیَابِھِمْ فَیَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالاً فَیَقُوْلُ لَھُمْ اَھْلُوْھُمْ وَاللّٰہِ لَقَدِازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا

وَّجَمَالاً فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِازْ دَدْتُمْ بَعْدَ نَا حُسْنًا وَّ جَمَالاً۔

(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف حوالہ مذکور)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کے دن جائیں گے اور بادشمال چلے گی اور ان کے چہروں اور کپڑوں میں مختلف قسم کی خوشبوئیں انڈیل دے گی تو ان کا حسن و جمال دوبالا ہو جائے گا وہ اپنے گھر والوں کی طرف اس حال میں لوٹیں گے کہ ان کا حسن و جمال بھی دوبالا ہو چکا ہوگا انہیں ان کے گھر والے کہیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہے جنتی کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں بھی نکھار آ چکا ہے۔

جنتی جنت میں پیشاب نہیں کریں گے:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُوْنَ فِيْهِ وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا اَفَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَآءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ۔

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی جنت میں کھائیں گے پئیں گے اور تھوکیں گے نہیں پیشاب نہیں کریں گے قضائے حاجت نہیں کریں گے تھوکیں گے نہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ کھانے کا کیا حال ہوگا فرمایا: ڈکار ہوگا اور کستوری کی طرح پسینہ ہوگا انہیں تسبیح اور حمد القاء کی جائے گی جیسے کہ تمہیں سانس لینے کی توفیق دی جاتی ہے۔

(مسلم شریف مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ ناراض نہیں ہوگا:

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْهِ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَارَبِّ وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَارَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ

بَعْدَهٗ اَبَدًا (بخاری شریف، مشکوۃ شریف، مسلم شریف)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں کو فرمائے گا۔ اے اہل جنت!

جنتی عرض کریں گے۔ ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہیں اور تیرے دین کی بار بار خدمت کرتے ہیں۔ ہر بھلائی تیرے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ''کیا تم راضی ہو؟''

وہ عرض کریں گے۔ ''اے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے کہ تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ''کیا تمہیں اس سے بہتر نہ دوں؟''

وہ عرض کریں گے۔ ''اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟''

ارشاد ہوگا۔ ''میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا اور اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔''

فائدہ:

جب آقا و مولا بندے سے راضی ہو گیا تو تمام نعمتیں اور سعادتیں حاصل ہو گئیں۔ دولت دیدار بھی اسی رضا کا نتیجہ ہے پہلے بندوں سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ سے راضی ہو؟ جب بندوں نے عرض کیا کہ ہم تجھ سے راضی ہیں تو اپنی رضا اس پر مرتب فرمائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے سے رضا اور خوشنودی کی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے مولا کریم سے راضی ہو لہٰذا تم اپنے حال پر نظر کرو کہ اگر تم اپنے آپ کو اپنے پروردگار سے راضی پاتے ہو تو جان لو کہ وہ بھی تم سے راضی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوشش اور تفتیش کرتے تھے کہ ہم کس طرح معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے آخر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر ہم اس سے راضی ہیں تو یقیناً وہ بھی ہم سے راضی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت دی کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم سے راضی ہوں اس سے بڑی اور کیا نعمت ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا جنت اور اس کی ہر نعمت سے بڑی ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا: رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا بھی بہت بڑی ہے چہ جائیکہ وہ رضا دائمی ہو۔ اے اللہ تو ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں اپنے آپ سے راضی کر دے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷)

جنتی عمارت:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَآءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَابِنَاءُ هَا قَالَ لَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَمَلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْخَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَّدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَيَخْلُدُ وَلَا يَمُوْتُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهُمْ

وَلَا یَفْنٰی شَبَابُھُمْ۔

(رواہ احمد والترمذی والدارمی، مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! مخلوق کس چیز سے پیدا ہوئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی سے۔

ہم نے عرض کیا کہ جنت کی عمارت کس چیز سے ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی۔ اس کا گارا خالص اور تیز خوشبو والی کستوری ہے اس کے سنگریزے یاقوت اور مروارید، اس کی مٹی زعفران کی طرح (زرد اور خوشبودار) جو شخص اس میں داخل ہوگا نعمتیں حاصل کرے گا اور مشقت نہیں دیکھے گا۔ ہمیشہ رہے گا اور اسے موت نہیں آئے گی جنتیوں کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی زائل نہیں ہوگی۔

رب کائنات کے نظارے:

وَعَنْ صُھَیْبٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی تُرِیْدُوْنَ شَیْئًا اَزِیْدُ کُمْ فَیَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَیِّضْ وُجُوْھَنَا اَلَمْ تُدْ خِلْنَا الْجَنَّۃِ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَیُرْ فَعُ الْحِجَابُ فَیَنْظُرُوْنَ اِلٰی وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمَا اُعْطُوْا شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْھِمْ مِنَ النَّظْرِ اِلٰی رَبِّھِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف باب رویۃ اللہ تعالیٰ حدیث شریف نمبر ۵۴۱۱)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جو چاہتے ہو میں تم کو زائد دوں گا۔

وہ عرض کریں گے: کیا تو نے ہمارے منہ اجلے، صاف شفاف نہ کردیئے؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کردیا اور ہم کو آگ سے نجات نہ دے دی۔

فرمایا کہ رب حجاب اٹھادے گا یہ رب کی ذات کے نظارے کریں گے تو انہیں کوئی چیز رب کے دیدار سے زیادہ پیاری نہ دی گئی پھر حضور نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْ الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ

نیکوکاروں کے لیے اچھی چیز ہے اور وہ حسنیٰ ہے۔

پانچ چیزوں کی پابندی:

حضرت فقیہہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہے کہ اسے جنتیوں والے انعامات میسر آئیں تو اسے چاہیے

کہ وہ پانچ چیزوں کی پابندی کرے۔

(۱) اول یہ کہ اپنے آپ کو تمام گناہوں سے روک کر رکھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوٰى

اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکے رکھا تو اس کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔

(۲) دوم یہ کہ دنیاوی مشکلات پر راضی بہ رضا رہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے کہ:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے اور تھوکیں گے نہیں، پیشاب نہیں کریں گے، قضائے حاجت نہیں کریں گے اور تھوکیں گے نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کھانے کا کیا حال ہوگا فرمایا ڈکار ہوگا اور کستوری کی طرح پسینہ ہوگا انہیں تسبیح اور حمد القاء کی جائے گی جیسے کہ تمہیں سانس لینے کی توفیق دی جاتی ہے۔

لباس پرانا نہ ہو گا:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَدْ خُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ (رواہ مسلم مشکوۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ نعمت وراحت پائے گا اور محنت و مشقت نہیں اٹھائے گا اس کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی زائل نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ناراض نہیں ہو گا:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَارَبِّ وَقَدْ اَعْطَيْنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَارَبِّ وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

(بخاری شریف، مشکوۃ شریف، مسلم شریف)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں کو فرمائے گا۔ اے اہل جنت!

جنتی عرض کریں گے۔ ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہیں اور تیرے دین کی بار بار خدمت کرتے ہیں۔ ہر بھلائی تیرے پاس

ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔کیا تم راضی ہو۔

وہ عرض کریں گے اے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے کہ تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔کیا تمہیں اس سے بہتر نہ دوں؟

وہ عرض کریں گے۔اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟

ارشاد ہوگا۔میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا اور اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

فائدہ:

جب آقا و مولا بندے سے راضی ہوگیا تو تمام نعمتیں اور سعادتیں حاصل ہوگئیں،دولت دیدار بھی اسی رضا کا نتیجہ ہے پہلے بندوں سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ سے راضی ہو؟ جب بندوں نے عرض کیا کہ ہم تجھ سے راضی ہیں تو اپنی رضا اس پر مرتب فرمائی تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بندے سے رضا اور خوشنودی کی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے مولا کریم سے راضی ہو لہٰذا تم اپنے حال پر نظر کرو کہ اگر تم اپنے آپ کو اپنے پروردگار سے رضا پاتے ہو تو جان لو کہ وہ بھی تم سے راضی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوشش اور تفتیش کرتے تھے کہ ہم کس طرح معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے راضی ہے آخر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر ہم اس سے راضی ہیں تو یقیناً وہ بھی ہم سے راضی ہے پس اللہ تعالیٰ انہیں بشارت دی کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم سے راضی ہوں اس سے بڑی اور کیا نعمت ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا بھی بہت بڑی ہے۔چہ جائیکہ وہ راضی دائمی ہو۔

(۳) سوم یہ کہ طاعات پر حریص ہو اور خود کو ہر حکم کی طاعت کے لیے وقف کردے بے شک یہی اطاعت و مغفرت دخول جنت کا سبب ہوگی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

یہی وہ جنت ہے جس کے بہ سبب اعمال کے تم مالک ہو دوسری آیت میں ہے کہ:

یہ ان کے اعمال کی جزا ہے اور جو کچھ ملے گا وہ طاعت میں جہد مسلسل سے ہی ملے گا۔

(۴) چہارم یہ کہ صالحین اور اچھے لوگوں سے محبت رکھے اور ان کی مجلسوں میں بیٹھے کیونکہ ان میں سے جو بھی مغفور ہوگا وہ دوسروں کے لیے سفارش کرے گا۔جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بھائی بنانے میں کثرت کرو کہ کیونکہ ہر بھائی روز قیامت اپنے بھائی کی سفارش کرے گا۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ۹۵۔۹۴)

بعض حکماء کا قول:

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ ثواب پر یقین رکھتے ہوئے دنیا کی طرف انعطاف جہالت ہے جنت میں راحت ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں نیز جنت میں غنی وہ ہوگا جس نے دنیا میں بقدر ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۹۵)

فائدہ:

بہر حال جو شخص جنت میں ایک دفعہ داخل ہو گیا وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اسے جنت سے کبھی نہیں نکالا جائے گا اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا والے مقام جنت کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے جنت میں مقام عطا فرمائے اور جہنم سے نجات عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

(۱۹) بَادِرْ هَوَاكَ إِذَا هَمَمْتَ بِصَالِحٍ خَوْفَ الْغَوَالِبِ إِذْ تَجِيْ رَتَذْهَبُ

(۲۰) وَإِذَا هَمَمْتَ بِسَيِّءٍ فَاغِضْ لَهُ وَلْتَجَنَّبِ الْأَمْرَ الَّذِيْ يَتَجَنَّبُ

☆بَادِرْ هَوَاكَ۔ نفسانی خواہشات پہ سبقت لے جاؤ ☆سَيِّءٍ۔ برائی، گناہ ☆فَاغْمِضْ۔ پس آنکھیں بند کر لو ☆يَتَجَنَّبُ۔ جس سے بچنا چاہیے

(۱۹) جب نیک اور صالح کام کا ارادہ کر لیں تو اپنی نفسانی خواہشات سے نیک کام کرنے کے سلسلے میں آگے بڑھ جاؤ۔ یعنی اگر تمہاری نفسانی خواہشات رکاوٹ بننے بھی لگیں تو پھر بھی ان سے آگے بڑھتے ہوئے انہیں چھوڑ کر صالح عمل کو اپنا لیجیے۔ کیونکہ اس سلسلے میں وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ یہ کام کروں یا نہ کروں وسوسوں کے خوف سے بچنے کا واحد حل یہی ہے کہ نیک اعمال کرنے میں جلدی کر لیجیے۔ وسوسے تو آتے جاتے رہتے ہیں۔

(۲۰) اور جب برائی کرنے کا خیال دل میں پیدا ہو تو اس طرف سے اپنی آنکھوں کو بند کر لے جیسے برائی کا خیال پیدا ہی نہیں ہوا بلکہ برائی کے خیال کو دل سے نکال دے۔ اس کام سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ یہ خسارے کا سودا ہے۔

نیک و صالح اعمال کا ارادہ:

نیک وصالح کام کا جب ارادہ کر لیں۔ نیک اعمال کا ارادہ اور نیت کر لینے کا بھی اجر ملتا ہے۔

نیت بھی عبادت:

شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انما الاعمال بالنیات کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اخبار میں وارد ہوا ہے کہ نیۃ المومن خیر من عملہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف اور صحت سے موصوف نہیں تاہم موضوع کے نام سے بھی موسوم نہیں ہے اور اس کی توجیہ وتفسیر میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔

قول اول:

یہ کہ صرف نیت بغیر عمل کے بھی عبادت ہے اور اس پر بھی اجر وثواب ملتا ہے بخلاف اعضاء و جوارح کے عمل کے اس پر اجر وثواب کا ملنا نیت پر موقوف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے نیک کام کے صرف ارادے اور نیت پر بھی کامل نیکی لکھی جاتی ہے یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص یہ نیت کر کے سوئے کہ سحری کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے گا تو اس کے لیے تہجد ادا کرنے کا اجر وثواب لکھ دیا جاتا ہے اگرچہ غلبہ نیند کی وجہ سے صبح تک سویا رہے اور نماز تہجد نہ پڑھ سکے اس بارے میں بہت سی حکایات وروایات منقول ہیں۔

دوسرا قول:

نیت کی جگہ دل ہے اور معرفت الٰہیہ کا مکان بھی دل ہی ہے اور جو چیز معرفت کی جگہ سے پیدا ہو اور اس معدن سے نمودار ہو وہ ضرور اس سے افضل و اعلیٰ ہوگی جو کسی اور جگہ سے سامنے آئے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رب العزت نے عرش سے فرش تک کوئی جگہ ایسی پیدا نہیں کی جو بندہ مومن کے دل سے اسے زیادہ پیاری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ چیز عطا نہیں فرمائی۔ اس لیے عمدہ ترین چیز اعلیٰ ترین جگہ میں رکھ دی۔ اگر دل سے بڑھ کر کوئی اور جگہ اعلیٰ ہوتی تو رب العزت اپنی معرفت اس جگہ رکھتا اور فرمایا بندے کا سب سے گھٹیا قصد و ارادہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ اشرف و عزیز ترین جگہ کو غیر ذکر حق میں مصروف و مشغول کرے اور وہ آدمی نہایت بے ادب ہے جو خدا تعالیٰ کی رکھی ہوئی چیز کو اس کی جگہ سے نکال کر اس کی جگہ کسی دوسری چیز کو رکھے۔

تیسرا قول:

یہ ہے کہ نیت بہر حال عمل سے بہتر ہے کہ نیت پائدار اور باقی رہنے والی چیز ہے اور عمل ناپائدار اور فانی چیز ہے اہل بہشت اور اہل دوزخ کا جنت و دوزخ میں دائم و ہمیشہ رہنا نیت کی بنا پر ہوگا جو دائمی چیز ہے اگر اندازہ عمل کے مطابق ہوتا تو اتنے وقت تک ہی ہوتا جتنا عرصہ عمل میں صرف ہوا تھا۔

چوتھا قول:

یہ ہے کہ عمل میں ریا کا دخل ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے بخلاف نیت خیر کے کہ وہ باطن اور دل سے تعلق رکھتی ہے اس میں ریا کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ آثار و روایات میں آیا ہے کہ جب فرشتے بندوں کے اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کے متعلق فرماتا ہے کہ الق الصحیفة الق الصحیفة فلاں عمل نامہ اور فلاں عمل نامہ نیچے پھینک دے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے بارِ خدایا! تیرے بندے نے تو اچھی اور نیک بات کی ہے اور نیک عمل کیا ہے۔ ہم نے اس کی نیکی کو خود سنا اور دیکھا ہے اور نیکیوں کے عمل نامہ میں درج کیا ہے ہم اسے کیسے نیچے پھینک دیں۔ رب العزت کی طرف سے جواب ملتا ہے لَمْ یُرِدْ وَجْهِیْ اس نے یہ کام میری رضا کے لیے نہیں کیا تھا اور کچھ دوسرے ملائکہ کو آواز دی جاتی ہے اُکْتُبْ لِفُلَانٍ کَذَا وَکَذَا کہ فلاں بندے کے اعمال نامہ میں یہ نیکی لکھ دے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس بندے نے یہ نیک کام نہیں کیا اس لیے میں کیسے لکھوں؟ اس پر رب العزت کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اس بندے نے قصد خیر اور ارادہ نیک کیا تھا۔

پانچواں قول:

یہ ہے کہ نیک کام بے حد و بے اندازہ ہیں اور مومن کی نیت ان تمام سے متعلق ہوتی ہے اور بندہ بھی چاہتا ہے کہ سب سے نیت متعلق ہو مگر ایک عمل سب اعمال سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے نیت کے ثواب کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے اور خیرات و طاعات بندے کی نیت میں محدود نہیں ہوتے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے نیت الکافر شرمن عملہ یعنی کافر کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہوگی کہ تمام معاصی میں اس کی نیت کارفرما ہوگی اور اس کے اعمال بہر حال محدود ہوں گے نیت کی ایسی اہمیت کے پیش

نظر بعض مشائخ صوفیہ نے فرمایا ہے۔

چوں بنا شد پاک اعمال از ریا　　　　ہست بے حاصل چوں نقش بوریا

ہر کہ را اندر عمل اخلاص نیست　　　　در جہاں از بندگانِ خاص نیست

ہر کہ را کا راز برائے حق بود　　　　کار اور پیوستہ با رونق بود

پاک گردانی عمل را از ریا

شمع ایمان ترا باشد ضیاء

ترجمہ:(۱) جب اعمال ریا و نمائش سے پاک نہ ہوں تو وہ ٹاٹ پر بنی ہوئی محض ایک بے جان تصویر کی طرح ہیں۔

(۲) جس شخص کے عمل میں اخلاص نہیں ہے وہ جہاں میں اللہ تعالیٰ کے بندگانِ خاص میں سے نہیں ہے۔

(۳) جس شخص کا کام رضائے حق تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے اس کا کام ہمیشہ بارونق ہوتا ہے۔

(۴) اپنے عمل کو ریا اور نمائش سے پاک کر، تاکہ تیری شمع ایمانی کو ضیاء اور روشنی حاصل ہو۔

وباللہ التوفیق۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص۱۹۲۔۱۹۱)

خواهشات نفسانی سے نیک کام کرنے کے سلسلے میں آگے بڑھیے:

خواہشات نفسانی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتیں۔ اس لیے اگر نیک کام کا ارادہ کرلے تو اپنی خواہشات نفسانی کی وجہ سے نیک کام کرنے میں دیر نہ کرتا چلا جا بلکہ نیک اعمال کا ارادہ کرتے ہی اسے سرانجام دے۔ نیک عمل کی خاطر اپنی نفسانی خواہشات جبراً ترک کردے کیونکہ نفسانی خواہشات تو بسا اوقات انسان کو لے ڈوبتی ہیں جبکہ اس دنیا میں چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی جو ہوگی آخرت میں سامنے ہوگی کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ؕ نَارٌ حَامِيَةٌ

(پ۳۰ سورۃ القارعہ، ۶ تا ۱۱)

تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے اور تو نے کیا جانا کہ کیا نیچا دکھانے والی ایک آگ شعلہ مارتی۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

یعنی جنت میں مومن کی نیکیاں اچھی صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی تو اگر وہ غالب ہوئیں تو اس کے لیے جنت ہے اور کافر کی برائیاں بدترین صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی اور تول ہلکی پڑے گی کیونکہ کفار کے اعمال باطل ہیں ان کا کچھ وزن نہیں تو انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

لوگ رب کی طرف پھریں گے:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

(پ۳۰،سورۃ الزلزال،۹تا۸)

اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ذرہ بھر بھلائی کرے گا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔

فائدہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر مومن و کافر کو روز قیامت اس کے نیک و بد اعمال دکھائے جائیں گے مومن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب اکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی بدیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی اس آیت میں ترغیب ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی کار آمد ہے اور ترہیب ہے کہ گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مومنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفار کے۔

(تفسیر خزائن العرفان)

نیک عمل میں سبقت:

اس لیے دنیا میں رہتے ہوئے جب نیکی کا موقع مل رہا ہو تو اپنی خواہش نفسانی کو دبا کر نیکی کی طرف بڑھ جایئے یہ دنیا اور آخرت میں زیادہ مفید ہے کیونکہ خواہشات نفسانی اکثر خرابی کے اسباب بھی پیدا کرتی ہیں۔ اس لیے انہیں ترک کر کے نیکی کی طرف بڑھ جایئے نیکی ہر حال میں مفید ثابت ہوتی ہے۔

خواہشات نفسانیہ باعث نقصان:

خواہشات سے درگزر کیجیے یہ نقصان کا باعث ہو سکتی ہیں کیونکہ ایک خواہش پوری کر لی تو دوسری خواہشات سر اٹھا لیں گی اسی طرح یہ سلسلہ بڑھتا چلا جائے گا یہاں تک کہ کہیں کا نہ چھوڑیں گی۔

خواہش دین کے تابع نہ ہونے کا عظیم نقصان:

وَعَنْ عبداللّٰه بن عمرو قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى تِكُوْنَ هَوَاهُ تبعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ

(رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ھٰذا حدیث صحیح، مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش تابع نہ ہو جائے اس دین کے جو میں لے کر آیا ہوں۔

شرح حدیث:

اگر متابعت سے اعتقاد، عمل، عبادات اور عادات میں کامل تسلیم و رضا اور حق کے ساتھ ٹکراؤ اور خواہش نفس کے دباؤ کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وارشادات کے آگے گردن جھکا دینا اور اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرنا مراد ہو تو اس صورت میں نفی ایمان سے کامل ایمان کی نفی مراد ہوگی اور اگر متابعت سے دین اسلام قبول کرنا اور اس کی حقیقت کا معتقد ہونا مراد لیا جائے تو پھر نفی سے اصل ایمان ہی کی نفی مراد ہوگی۔

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یہ فرمایا کہ خواہش نفس دین کے تابع ہو جائے یہ نہ فرمایا کہ بالکل ختم اور معدوم ہو جائے کہ اس کا ختم اور معدوم ہو جانا ناممکن بھی ہے اور نامناسب بھی اور دوسرے سے معدوم ہو جانے کی صورت میں اجر و ثواب کا سلسلہ بھی باقی نہیں رہتا۔ کمال یہ ہے کہ خواہش موجود ہو مگر حق کے تابع اور مطیع ہو۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۴۶۳)

وسوسوں کا پیدا ہونا:

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نیک اور صالح عمل کا ارادہ کر لیں تو اسی ارادہ کے مطابق عمل پیرا ہونے میں تاخیر پیدا نہ ہونے دیں اگر خواہشات نفسانی اس کے خلاف پیدا ہو جائے تو اسے دبا کر بھی نیکی کا کام سرانجام دیں۔ اس سلسلے میں وسوسے پیدا ہوں تو ان کی طرف ذرا بھی دھیان نہ کرو کیونکہ وسوسے تو پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں شیطان اور شیطان صفت انسان وسوسے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (پ ۳۰، سورۃ الناس: ۴ تا ۶)

اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی۔ (کنز الایمان)

شیطان کا وسوسہ ڈالنے کا انداز:

امام ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ نے کتاب ذم الوسوسہ میں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ شیطان کی مثال لومڑی کی طرح ہے کہ وہ اپنا منہ دل کے منہ پر رکھتا ہے اور اس میں وساوس ڈال دیتا ہے اور جب (بندہ) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر خاموش ہو جائے تو اس کی طرف لوٹ آتا ہے پس یہی الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کا مفہوم ہے۔

(تفسیر در منثور اردو ترجمہ جلد ششم ص ۱۱۹۴)

حدیث شریف:

حضرت امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں ابویعلی ابن شاہین نے الترغیب فی الذکر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان اپنی چونچ انسان کے دل پر رکھ دیتا ہے پس اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر وہ بھول جائے تو وہ اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے (یعنی اپنی چونچ مضبوطی سے گاڑلیتا ہے)

(تفسیر درمنثور، ج ۲، ص ۱۱۹۵)

فائدہ:

یہ حدیث مبارکہ مسند ابویعلی، ج ۳، ص ۴۵۳ (۴۲۴۸) دارالکتب العلمیہ بیروت میں بھی ہے۔

حدیث نمبر ۲:

امام ابن شاہین رحمتہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وسوسہ اندازی کرنے والے کی پرندے کی چونچ کی طرح ایک چونچ ہے جب آدمی غافل ہوجائے تو وہ اس چونچ کی نوک کو دل کے کان میں پیوست کردیتا ہے اور وسوسہ اندازی کرنے لگتا ہے اور اگر آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو وہ باز آجاتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مبارک:

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شیطان آدمی کے دل پر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے جب وہ بھول جاتا ہے اور غافل ہوجاتا ہے تو شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے اور جب آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اس سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

(تفسیر درمنثور اردو ترجمہ ج ششم، ص ۱۱۹۵)

فائدہ:

یہی قول مبارک تفسیر طبری زیرآیت ہذا، ج ۳۰، ص ۴۳۳ داراحیاء التراث العربی بیروت میں بھی نقل ہوا ہے۔

وسوسہ اندازی کرنے والا کب قابض ہوتا ھے:

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن منذر حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ، بیہقی اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے دل پر بار بار وسوسہ اندازی کرنے والا (شیطان) قابض ہوتا ہے پس جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہو جاتا ہے تو یہ وساوس ڈالتا ہے۔

(تفسیر درمنثور، تفسیر طبری زیرآیت ہذا)

شیطان الانس زیادہ سخت:

امام ابن احمر پر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خناس وہ ہے جو ایک بار وسوسہ اندازی کرتا ہے اور ایک بار پیچھے ہٹ جاتا ہے وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں سے اور کہا جاتا ہے کہ شیطان الانس لوگوں پر شیطان الجن سے زیادہ سخت (اور خطرناک) ہوتا ہے۔ شیطان الجن وسوسہ اندازی کرتا ہے اور تو اسے دیکھتا نہیں اور یہ (شیطان الجن) تجھے بالکل ظاہر دیکھ رہا ہوتا ہے۔

(تفسیر درمنثور، تفسیر طبری زیر آیت ہذا، ج ۳۰)

وسوسوں سے بچنے کا بہترین حل:

وسوسوں سے بچنے کا بہترین حل یہ ہے کہ بندہ نیک عمل کا ارادہ کرلے تو جتنا جلدی ممکن ہو سکے نیک عمل کے ارادے پہ عمل پیرا ہو جائے جب وہ صالح عمل ہو جائے گا تو اس سلسلے میں پیدا ہونے والے وسوس سے نجات حاصل ہو جائے گی اور جب تک نیک عمل کر نہ لیا جائے تو اس سلسلے میں قسم قسم کے وسوسے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔

برائی کا خیال دل سے نکال دیں:

اسی طرح اگر برے برے خیالات پیدا ہوں جن میں برائی اختیار کرنے کا خیال ہو تو وہ برائی سرانجام نہ دیجیے بلکہ وہ گندہ خیال دل سے نکال دیجیے کیونکہ برائی اور گناہ حق تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے جنت سے دوری اور جہنم میں پہنچنے کا سبب ہے۔

☆......☆......☆

(۲۱) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلصَّدِيْقِ وَكُنْ لَهٗ　　كَابٍ عَلٰى اَوْلَادِهٖ يَتَحَدَّبُ

☆وَخْفِضْ۔ خفض، پست کرنا ☆لِلصَّدِيْقِ۔ دوست کے لیے ☆كَابٍ۔ جیسا کہ باپ، باپ کی مثل ☆عَلٰى اَوْلَادِهٖ۔ اپنی اولاد پر

اپنے دوست کے لیے اپنی طبیعت میں عاجزی وانکساری پیدا کرلے۔ اس کے لیے اس باپ کی مانند بن جا جو اپنی اولاد پہ عنایات سے پیش آنے والا ہوتا ہے۔

یعنی دوست کے لیے ہمیشہ اپنا بنا سیکھ، بیگانہ بننے سے گریز کر کیونکہ دوست کا ملنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ ہر طرف سے یار مار تو ہر جگہ، ہر طرف سے برساتی مینڈکوں کی طرح ٹراتے ہوئے مل جائیں گے۔ مگر حقیقی دوست کہ جسے دوست کہا جا سکے بہت ہی کم ملتا ہے بلکہ اچھے نصیبوں سے ملتا ہے اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اچھا دوست مل جائے تو اس کی قدر کرو۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو بلکہ دوست کے لیے عاجزی وانکساری پیدا کر۔ کیونکہ اپنوں اور دوستوں کے سامنے اپنی پھنے خانی کسی کام کی نہیں۔ نہ صرف کسی کام کی نہیں بلکہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اپنے دوست کے سامنے اس کا اپنا بن جا۔ اتنا اپنا بن جا کہ وہ تجھے اپنا سمجھنے لگے غیر نہ جانے بلکہ دوست کے لیے مثل باپ کے بن جا۔ جس طرح اولاد کے لیے باپ ہر قسم کی تکالیف برداشت کرتا ہے مگر اولاد کو نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح خواہ کچھ بھی ہو جائے اولاد کے سامنے ان کی وجہ سے پیش آمدہ مسائل اور تکالیف کا ان کے سامنے اظہار بھی نہیں کرتا بلکہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ ان سے پیار ومحبت میں کسی طرح بھی کمی نہ ہونے پائے بلکہ اکثر دیکھا ہے

کہ انسان اولاد کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دیتا ہے کسی طرح بھی کمی نہ ہونے پائے اسی طرح دوست کے لیے بھی کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ دوست کے لیے اس طرح رویہ اپنا کہ تیرے ہر شے کو وہ اپنی سمجھے کسی بھی قسم کی غیریت محسوس نہ کرے۔

اصول دوستی سے عدم واقفیت:

قبلہ مجدد دور حاضرہ فیض ملت حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ انسان اپنی فطرت پر کسی نہ کسی سے یاری نہ استوار کرتا ہے ایک عرصہ کے بعد وہ دوست آپ ہی دشمن بن جاتے ہیں اس کے بعد نہ صرف دوستی ٹوٹ جاتی ہے بلکہ دشمنی بڑھ جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اصول دوستی سے بے خبر ہوتے ہیں۔

(یاری بشرط استواری المعروف دوستی کے آداب ص ا)

دوستی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی رضا:

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے دوستوں سے فرمایا: اگر میں سمجھتا کہ دو رکعت نفل پڑھنا تمہارے پاس بیٹھنے سے زیادہ فضیلت والی چیز ہے تو کبھی تمہارے پاس نہ بیٹھنا یعنی میں سمجھتا ہوں کہ احباب کے پاس میرا بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ (اللمع فی التصوف)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میری دوستی کا حق انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جو میرے نام پر ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں پھر ایک دوسرے کو ملنے کے لیے اور دیدار کرنے کے لیے آجاتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے کو جاتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے کی امداد پر کمر بستہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ میرے پسندیدہ بندے اور محبوب بندے جنہوں نے میرے نام پر ایک دوسرے کی دوستی اختیار کی۔ آج جب کہ خلق کی پناہ کے لیے کوئی سایہ نہیں میں انہیں اپنی رحمت کے سایہ میں لوں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوستی کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو لوگ اللہ کے لیے ایک دوسرے سے دوستی رکھتے ہیں ان کے لیے سرخ یاقوت کے ستون سجائے جائیں گے اور ان کے سر پر ستر ہزار دریچے ہوں گے جن میں سے وہ اہل بہشت کو دیکھا کریں گے اور ان کے چہروں کا نور شعاعوں کی صورت میں اہل بہشت پر پڑے گا جیسے سورج کی شعاعیں دنیا پر پڑتی ہیں تب اہل بہشت کہیں گے کہ چلو ان لوگوں کا دیدار کریں اور پھر وہاں پہنچ کر انہیں سبز مخملیں پوشاکوں میں ملبوس پائیں گے اور ان کی پیشانیوں پر یہ الفاظ لکھے ہوئے دکھائی دیں گے۔ **المتحابون فی اللہ** (یعنی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے کو دوست بنایا۔) (احیاء العلوم)

دوستی کی شرائط:

ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ اس سے محبت اور دوستی کی جائے کیونکہ محبت کے لائق وہی شخص ہوتا ہے جس میں تین صفات موجود ہوں۔

1- اول یہ کہ عاقل ہو کیونکہ جاہل کی صحبت بالکل بے کار چیز ہوتی ہے اور بالآخر اس سے وحشت ہونے لگتی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔

وَلَا تَصْحَبْ اَخَا الجَهْلِ وَاِيَّاكَ وَاِيَّاهُ

فَكَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدىٰ حَكِيْمًا حِيْنَ اٰفَاهُ

يُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا مَا هُوَ مَاشَاهُ

وَلِلشَّيْءِ مِنَ الشَّيْءِ مَقَائِيْسٌ وَاَشْبَاهُ

مان میرے قول کو تو جاہلوں سے کر گریز
دوستی جاہل کی کر دیتی ہے عاقل کو برباد
صحبت ناجنس کا انجام ہے ہوتا یہی
لفظ جاہل سے تجھے کرے گی خلق یاد

اور شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے کریما میں گویا یہی مضمون اسی طرح بیان فرمایا ہے کہ:

- جاہل حذر کردن اولیٰ بود — کزو ننگ دنیا و عقبیٰ بود

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا خَا طبهم الجاهلون قالو اسلاما

(۲) دوسرے یہ کہ خوش خلق اور نیک خو ہو کیونکہ بدخو سے نیکی وسلامتی کی توقع نہیں کی جا سکتی اور اس کی بدخوئی جب حرکت کر میں آتی ہے تو کسی کے حقوق پامال کرنے سے اسے کوئی ملال نہیں ہوتا۔

(۳) تیسرے یہ کہ صالح ہو کیونکہ جو شخص معصیت میں الجھا رہے اسے خدا کا خوف نہیں ہوتا اور جس میں خدا خوفی نہ ہو اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اس لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ولا تطع من اغفلنا قبله عن ذکرنا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا۔ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا○

(پ۱۵ الکہف:۲۸)

اور اپنی جان ان سے مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ (کنزالایمان شریف)

کیسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اچھا ہے؟
ارشاد فرمایا: ہر وہ شخص جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اور بھول جائے لیکن اس کے ساتھ جو بھلائی کرے وہ اس کا حق ادا کر دیتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز:

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔

1- جھوٹے آدمی سے کہ اس سے ہمیشہ فریب کھانے کا احتمال رہتا ہے۔
2- بخیل سے کہ عین وقت پر تیرا ساتھ چھوڑ جائے۔
3- بزدل سے کہ ضرورت کے وقت کنی کترا جائے گا۔
4- احمق سے کہ اگر وہ تیرے فائدہ کے لیے بھی سوچے گا تو عملاً نقصان ہی پہنچائے گا۔
5- فاسق سے کہ ایک لقمہ بلکہ اس سے کمتر کی خاطر تجھے بھی فروخت کرنے سے نہ چوکے گا۔

(خلاصہ از یاری بشرط استواری المعروف دوستی کے آداب)

خلاصہ یہ کہ اپنے دوست کے لیے اپنی طبیعت میں عاجزی پیدا کرلے کیونکہ اس طرح دوست کو آپ سے محبت پیدا ہوگی وحشت نہیں ہوگی بلکہ اس کے ساتھ اپنی اولاد جیسا سلوک کر اس طرح دوستی میں استواری پیدا ہوگی اعتماد میں اضافہ ہوگا۔

☆......☆......☆

(۲۲) وَالضَّیْفَ اَکْرِمْ مَا اسْتَطَعْتَ جِوَارَهٗ حَتّٰی یَعُدَّكَ وَارِثًا یَتَنَسَّبُ

☆وَالضَّیْفَ۔ اور مہمان ☆اَکْرِمْ۔ تعظیم کرو

اور جب تک مہمان کا ساتھ رہے اس کی تعظیم و تکریم کیجیے۔ اس کی اتنی تعظیم کرو اتنی تعظیم کرو کہ وہ تجھے اپنا نسب کے لحاظ سے وراثت کا مستحق تصور کرنے لگے۔

مہمان کی تعظیم:

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا ذکر بیان کرتے ہوئے مکرمین بیان کیا گیا ہے قرآن مجید میں ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ
قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰۤی اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۝ۙ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ
قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝

(پ۲۶ الذاریٰت، ۲۴ تا ۲۷)

ترجمہ: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام۔ ناشنا سا لوگ ہیں پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے کر آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا تم کھاتے نہیں تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریئے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

(کنز الایمان)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت کھانا سنت ابراہیمی ہے اور مہمان کی تواضع کرنا سنت ہے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۳۲ آیت ہذا)

تفسیر:

انہیں ضعیف اس لیے کہا گیا کہ وہ مہمانوں کی وضع میں آئے اس لیے انہیں ابراہیم علیہ السلام نے مہمانی پیش کی یا اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام کے گمان میں مہمان تھے (المکرّمین) معزز یہ ضعیف کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم تھے عصمت وتائید واصطفاء وقربت اور انبیاء علیہم السلام کے ہاں سفاوت کی وجہ سے جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا۔ ''بل عباد مکرمون'' بلکہ وہ مکرم بندے ہیں یا وہ مکرم تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک بوجہ خدمت کے اس لیے کہ آپ نے خود اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے خود ان کی خدمت کی اور ان کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آئے اور نہایت عجلت سے ان کی خدمت میں کھانا پیش فرمایا یا اس لیے کہ وہ معزز مہمان تھے کہ ابراہیم خلیل پیغمبر علیہ السلام نے ان کی تکریم کی اور قاعدہ ہے مکرم انسان کا مہمان بھی مکرم سمجھا جاتا ہے۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پ ۲۶ ص ۶۱۸)

حدیث شریف:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ، مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْلِیَصْمُتْ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین حصہ اول ۹۴ باب اکرام الضیف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو تم میں سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی اختیار کرے اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اگر بولے تو اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

مہمان کا حق ادا کرنے کا حکم:

وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِبْنِ عَمْرٍ والْخُزَعِیِّ رَضِی اللّٰہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ۔ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَآئِزَتَہٗ قَالُوْا وَمَا جَآئِزَتُہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ یَوْمُہٗ لَیْلَتُہٗ وَالضِّیَافَۃُ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا کَانَ وَرَآءَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ۔

(بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ ریاض الصالحین حصہ اول باب اکرام الضیف)

حضرت ابوشریح خویلد الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوارشادفرماتے ہوئے سنا۔ جوشخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پرایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے اوراس کا حق ادا کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق کیا ہے؟ اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ ایک دن اورایک رات اورضیافت تین دن تک ہے۔ اس کے بعد صدقہ ہے۔

مہمان کی خدمت خود کرنا:

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ آنے والے مہمانوں کی تعظیم کیجیے اوران ہرایک کے لیے علیحدہ علیحدہ بھنی ہوئی بکری تیارفرمائی پھروحی آئی کہ مہمانوں کی تعظیم کیجیے آپ نے ان کے لیے بیل تیارکیا پھروحی آئی کہ مہمانوں کی تعظیم کیجیے آپ نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیا پھروحی آئی کہ مہمانوں کی تعظیم کیجیے آپ حیران ہوئے پھر سمجھے کہ مہمان کا اکرام کثرت طعام سے نہیں بلکہ اس کی تعظیم یہ ہے کہ ان کی خدمت خودکرو چنانچہ ان کی خدمت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اب وحی آئی کہ آپ نے مہمانوں کی تعظیم کی ہے۔

(فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پ ۲۶ ص ۶۱۹)

حکایت:

الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی ایک دفعہ فیض ملت فیض مجسم شیخ القرآن والتفسیر، مفسر اعظم پاکستان، مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عشاء کے بعد پہنچا۔ حضرت صاحب نے کسی کو بلانے کی بجائے مجھے بٹھایا حال احوال دریافت فرمائے آپ کھانا لینے کے لیے بہ نفس نفیس اپنے گھر تشریف لے گئے حالانکہ عرض بھی کیا کہ بازار سے کھانا کھا کرآیا ہوں مگرارشادفرمایا کہ تم نے بازار سے کھانا کیوں کھایا بہرحال آپ گھر تشریف لے گئے فرمایا کچھ نہ کچھ تو کھانا کھاؤ بعدازاں چائے بھی خود ہی پیش کی۔

الفقیر القادری ابواحمد اویسی 1989ء سال آخرتھایا 1990ء کے پہلے دو ماہ تھے جامعہ اویسیہ رضویہ میں دورہ تفسیر القرآن ہوا پہلی دفعہ حاضری کا موقعہ ملا طلباء کو کھانا خود صاحبزادہ حضرت علامہ محمد ریاض احمد اویسی صاحب تقسیم فرمایا کرتے تھے بلکہ بعد میں

بھی متعدد دفعہ دورہ تفسیر القرآن میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ فیض ملت کے چھوٹے صاحبزادہ صاحب (حضرت علامہ محمد ریاض احمد اویسی) طلبہ کی خدمت فرمایا کرتے تھے خصوصاً کھانا تقسیم کرنے کے فرائض اکثر آپ ہی سرانجام دیا کرتے تھے۔ دیگر مہمانوں کی مہمان نوازی کے فرائض صاحبزادہ حضرت علامہ محمد فیاض احمد اویسی صاحب سرانجام دیتے۔ بزرگان دین کا طریقہ مہمان نوازی کے متعلق یہی ہے کہ مہمانوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔

مہمان، استاد اور باپ کی خدمت خود کیجیے:

مفسرین قرآن، سراج العلماء زبدۃ الفضلاء حضرت علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بعض حکماء نے فرمایا کہ مرد کو اگرچہ بادشاہ ہو اس سے عار نہیں کرنی چاہیے کہ وہ مہمان، باپ اور استاد کی خود خدمت کرے اور خدمت صرف طعام کھلانے کا نام نہیں۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پ ۲۶ ص ۶۱۹)

مہمان کی تعظیم کرنے کا حکم:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

من كان يومن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه۔

جوشخص ایمان رکھتا ہے اللہ اور قیامت کے دن پر اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے۔

(الطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم ص ۳۴)

مہمانوں کی تعظیم کرنا سنت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے قاصد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے آپ خود بہ نفس نفیس ان کی خدمت کو اٹھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان کی خدمت بجالائیں آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا اس لیے کہ انہوں نے میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی میں چاہتا ہوں کہ میں ان کا بدلہ دوں۔

(انطاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۸)

حدیث شریف:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہمان کے لیے تکلف نہ کرو کہ تکلف سے اس کو برا جانو گے اور جوشخص مہمان کو برا جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو برا جانتا ہے۔

(انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۸)

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

مہمان کی تعظیم کے متعلق حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

اے برادر مہمان را نیک دار　　　ہست مہماں از عطائے کرد گار

اے بھائی مہمان کو اچھی طرح رکھ۔ مہمان تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

مہمان روزی بخود می آورد — پس گناہ میزباں رامی برد

مہمان روزی اپنے ساتھ لاتا ہے — پھر میزبان کے گناہ لے جاتا ہے

یعنی مہمان کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

ہر کرا جبار دارد دشمنش — باز دارد میہماں از مکنش

جس کو خدائے جبار دشمن رکھتا ہے مہمان کو اس کے گھر سے روک دیتا ہے۔

اے برادر دار مہماں را عزیز — تا بیتابی عزت از رحماں تو نیز

اے بھائی مہمان کو عزیز رکھ تاکہ رحمان سے تو بھی عزت پائے۔

مومنے کو داشت مہماں رانکو — حق کشاید باب جنت رابرو

جو مہمان کو اچھی طرح رکھتا ہو حق تعالیٰ جنت کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے۔

ہر کراشد طبع از جہاں ملول — ازوئے آزردہ خداوٗ ہم رسول

جس کی طبیعت مہمان سے رنجیدہ ہو اس سے خدا اور رسول بھی رنجیدہ ہوتے ہیں۔

بندہ کو خدمت مہماں کند — خویش را شائستہ رحمان کند

جو بندہ مہمان کی خدمت کرتا ہے خود کو اللہ تعالیٰ کے لائق کرتا ہے۔

ہر کہ مہمان رابروئے تازہ دید — از خدا الطاف بے اندازہ دید

جس نے مہمان کو خندہ پیشانی سے دیکھا خدا اسے بے انداز مہربانیاں رکھے۔

مہماں را اے پسر اعزاز کن — گر بود کافر برودر بازکن

اے لڑکے مہمان کی عزت کر اگر کافر بھی ہو تو اس پر دروازہ کھول دے۔

ہست مہماں از عطاہائے کریم — ہر کہ زو پنہاں شود باشد لئیم

مہمان اللہ کی بخششوں میں سے ہے جو اس سے چھپ جائے وہ کمینہ ہووے۔

(پندنامہ عطار)

مہمان کی پوری تعظیم:

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ پوری تعظیم یہ ہے کہ کشادہ پیشانی اور آنے جانے کے اوقات اور دسترخوان پر اچھی گفتگو کرنا۔

فائدہ:

حضرت اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہے فرمایا کہ کشادہ اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا۔

حکایت:

یزید بن ابی زیاد کہتے ہیں کہ ہم جب کبھی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے پاس آئے تو انہوں نے ہم سے گفتگو بھی اچھی کی اور کھانا بھی اچھا کھلایا۔

مسئلہ:

مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے پاس سے خوش ہو کر جائے اگرچہ اس کی خاطر داری میں کوتاہی ہوئی ہو اس لیے کہ یہ بھی خوش خلقی اور تواضع سے ہے۔

(انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۸)

☆......☆......☆

(۲۳) وَاجْعَلْ صَدِيْقَكَ مَنْ إِذَا اٰخَيْتَهٗ — حَفِظَ الْاِخَاءَ وَكَانَ دُوْنَكَ يَضْرِبُ

(۲۴) وَاطْلُبْهُمْ طَلَبَ الْمَرِيْضِ شِفَآئَهٗ — وَدَعِ الْكَذُوْبَ فَلَيْسَ مِمَّنْ يُّصْحَبُ

(۲۵) وَاحْفَظْ صَدِيْقَكَ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا — وَعَلَيْكَ بِالْمَرْءِ الَّذِيْ لَا يَكْذِبُ

☆وَاجْعَلْ۔ بناؤ☆صَدِيْقَكَ۔ اپنا دوست☆اٰخَيْتَهٗ۔ اس کے ساتھ بھائی چارہ کرو☆حَفِظَ۔ حفاظت کر☆اَخَاءَ۔ مواخاۃ یعنی بھائی چارہ☆اُطْلُبْهُمْ۔ انہیں چاہو☆وَدَعِ۔ چھوڑ دو☆كَذُوْبَ۔ جھوٹے کو

☆وَاحْفَظْ۔ اور حفاظت کرو☆فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا۔ ہر موقع ومحل پر☆لَا يَكْذِبُ۔ جھوٹ نہ بولے۔

(۲۳) اپنا دوست اسے بنایئے اگر تم اس کے ساتھ سچی دوستی کرو تو وہ اس دوستی کی حفاظت کرنے والا ہو۔ تمہارے لیے اگر جان بھی قربان کرنی پڑے تو پیچھے نہ ہٹے۔ بلکہ تمہاری خاطر تمہارے مخالف سے لڑے۔

(۲۴) ان سے سچی محبت اسی طرح کرو جیسے مریض شفا کا طالب ہوتا ہے۔ جھوٹے دوست کو چھوڑ دیجیے کیونکہ وہ ہرگز اس لائق نہیں۔

(۲۵) اپنے دوست کی حفاظت ہر موقع پہ کرو اور ہمیشہ اسی دوست کی صحبت میں رہو جو جھوٹا نہ ہو بلکہ سچا دوست ہو۔

فائدہ:

ان اشعار میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنا دوست ایسے شخص کو بنایئے جو دوستی کی حفاظت کرنے والا ہو بلکہ اگر تمہاری خاطر اسے جان بھی دینی پڑے تو نفع ونقصان کا حساب کتاب نہ لگاتا رہے کہ اس میں میرا فائدہ ہے یا نہیں بلکہ فوراً اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دے پیچھے نہ ہٹے۔ اگر تجھے ایسی صفت کا حامل دوست مل جائے جو تجھ سے سچی محبت کرتا ہے اگر ایسا وقت آ جائے تو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہ کرے تو ایسے سچی محبت کرنے والے دوست سے اسی طرح سچی محبت کرو جیسے مریض شفا کا سچا طالب ہوتا ہے جھوٹے دوست کو چھوڑ دو کیونکہ جھوٹے دوست کا کوئی فائدہ نہیں جھوٹا دوست اس لائق ہی نہیں کہ اسے اپنا دوست بنایا جائے۔ ہاں اگر ایسا دوست مل جائے جو آپ سے سچی محبت کرنے والا ہو تو پھر جس طرح بھی ممکن ہو سکے ہر موقع پر اس کی حفاظت کیجیے اور اس کی صحبت میں ہمیشہ رہیے جو کہ جھوٹا نہ ہو بلکہ سچا ہو۔

دوستی کے حقوق:

ہر شخص دوستی کے لائق نہیں ہوتا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دوستی کے دس حقوق بیان فرمائے ہیں۔

(۱) دوست کے حق کو اپنے حق پر مقدم سمجھنا:

دوست کے حق کو اپنے حق پر مقدم سمجھے جیسے انصار کے متعلق رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o

ترجمہ:

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

(پ۸۵ سورۃ الحشر ۹)

یعنی وہ (مہاجرین کو) اپنی ذات سے مقدم رکھتے ہیں اگر چہ خود بھی فاقے میں مبتلا ہوں۔

حکایت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں سے کسی نے اپنے ایک دوست کو بھنی ہوئی سری بھیجی۔ اس نے کہا میرا فلاں دوست اس کا زیادہ مشتاق اور حاجت مند ہے لہٰذا اس کا زیادہ حق ہے اور اسی کو بھیجنا چاہیے چنانچہ ان کے پاس لے گئے تو اس نے آگے دوسرے کو زیادہ مستحق سمجھ کر اس کے پاس بھیج دی اور یونہی وہ بھنی ہوئی سری ہاتھوں ہاتھ پھرتی ہوئی اس کے پاس پہنچی جہاں سے اسے بھیجا گیا تھا۔

(۲) دوست کی امداد:

دوست کی حاجت روائی کے لیے ہر طرح کی امداد اس کی طرف سے سوال کا انتظار کیے بغیر کی جائے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ ہر تیسرے دن دوستوں کے ہاں جاتے رہو اگر انہیں بیمار پاؤ تو ان کی خبر گیری کرو کسی کام میں مصروف ہوں تو ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

(۳) دوست کے حق میں زبان کا استعمال:

اپنے دوست کے حق میں ہمیشہ اپنی زبان سے نیک کلمات نکالے۔ دوست کے عیوب کی پردہ پوشی کرے۔ اس کا کوئی راز فاش نہ کرے خواہ تعلقات ٹوٹ ہی کیوں نہ گئے ہوں۔ اس سے خطا ہونے پر گلہ وشکوہ نہ کرے۔

حضرت عباسؓ کی اپنے لخت جگر کو نصیحت:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہیں اپنی قربت میں لے رکھا ہے پس خبردار کبھی بھول کر بھی ان پانچ چیزوں سے غافل نہ ہونا۔

1- ان کے کسی راز کو دوسروں پر ظاہر نہ کرنا۔
2- ان کے حضور میں کسی کی غیبت یا عیب جوئی نہ کرنا۔
3- ان کے روبرو کبھی جھوٹ نہ بولنا۔
4- ان کے حکم کی کبھی خلاف ورزی نہ کرنا۔
5- کبھی خیانت سے کام نہ لینا۔

(۴) دوست سے اختلاف نہ کر:

دنیا میں دوستی کو برباد کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہوتی کہ دوست کے ساتھ بات بات پر اختلاف کا اظہار کرتے رہیں۔

گلہ زبان پر نہ لانا بے وفائی کا　　　امیر ڈوب گیا نام آشنائی کا

حدیث مبارکہ:

حضور نے فرمایا کہ دوست جو بات کہے اس سے اختلاف نہ کرو۔ اس کی ہنسی نہ اڑاؤ، اس کے ساتھ کیے ہوئے وعدے نبھاؤ۔

(۵) دوستی کا اظہار:

دوستی کا اظہار خاموشی، موافقت سے ہی نہیں بلکہ زبان سے بھی کیا جائے۔

حدیث شریف:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جسے دوست رکھو اسے بتاتے بھی رہو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔

فائدہ:

تا کہ اس کے دل میں بھی جذبہ دوستی ومحبت پیدا ہوتا رہے اور یوں محبت دوگنی ہوتی چلی جائے۔

(٦) دوستی تین باتوں سے مضبوط ہوتی ہے:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوستی تین باتوں سے مضبوط ہوتی ہے۔

1- دوست کو پسندیدہ نام سے پکارا جائے۔
2- سلام میں پہل کی جائے۔
3- بیٹھنے میں دوست کو مقدم رکھا جائے۔

(۷) دوست کو تعلیم دی جائے:

دوست علم دین میں جن امور سے بے خبر ہو اسے ان کی تعلیم دی جائے دوستی کا اصل مقصد و مدعا تو یہ ہے کہ تہذیب و شائستگی حاصل ہو اخلاق سنور جائیں صبر و تحمل اور قوت برداشت زیادہ ہو جائے نہ کہ دوستی میں آنکھ ذاتی منفعت اور اپنے فائدے پر لگی رہے۔

نزدیک سوز سینہ سے رکھ اپنے قلب کو
وہ دل ہی کیمیا ہے جو گرم و گداز ہو

(۸) دوست کی خطا معاف کر دینا:

اگر دوست سے کوئی خطا ہو جائے تو اس کی خطا معاف کر دینی چاہیے۔

حکایت:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ کا بھائی گناہ میں آلودہ ہے پھر آپ اسے دشمن کیوں نہیں رکھتے؟

انہوں نے جواب دیا کہ میں اس کے گناہ کا دشمن ہوں لیکن بھائی تو میرا بھائی ہے۔

(۹) دوست کے لیے دعائے خیر کرتے رہنا:

دوست کو ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کرے چاہے وہ زندہ ہو یا مر چکا ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو دعا دوستوں کے لیے ان کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے رد نہیں فرماتا۔

(۱۰) دوست کے مرنے کے بعد پسماندگان سے غفلت اختیار نہ کرے:

دوست کے مرنے کے بعد اس کے پسماندگان یعنی بیوی بچوں سے تغافل نہ کیا جائے نیز اگر کسی شخص کو کوئی بڑا عہدہ مل جائے تو اسے چاہیے کہ دوستوں کے ساتھ پہلی کی سی عاجزی رکھے رعونت یا غرور سے پیش نہ آئے۔

فائدہ:

وفا کا تقاضا یہ ہے کہ دوستی کا خیال کبھی دل سے محو نہ ہو اور کسی وجہ سے دوستی کا رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔ کیونکہ شیطان کے لیے اس سے زیادہ اہم اور کوئی کام نہیں کہ دو دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالے تاکہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ط

بعد اس کے شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی۔

وفا کیا ہے؟

وفا اس کا نام ہے کہ دوست سے کوئی شخص دوست کو بدظن نہ کر سکے۔

(۱۱) دوست کے ساتھ تکلف نہ کرنا:

دوست کے ساتھ تکلف نہ کیا جائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ برا دوست وہ ہے جس کے ساتھ معذرت کرنے اور تکلف کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہو۔

تکلف علامت ہے بیگانگی کی
نہ ڈالو تکلف کی عادت زیادہ

(۱۲) دوستوں کو حقیر و کمتر تصور نہ کر:

اپنے آپ کو تمام دوستوں سے حقیر اور کمتر تصور کرے اور ان کے تمام حقوق کو پیش نظر رکھے۔
حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا تھا کہ آج کل تو دوست کہیں ڈھونڈنے سے بھی میسر نہیں بس نایاب ہو گئے ہیں۔

اڑ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تو ایسے دوست کو ڈھونڈتا ہے جو تیری خدمت پر کمر بستہ رہے اور تیری دلداری کیا کرے تو بھائی ایسا دوست بلاشبہ نادر و نایاب ہے لیکن اگر دوست بن کر خود کسی کی خدمت و غمخواری کا آرزومند ہے تو ایسے اشخاص کی کوئی کمی نہیں جو تیری دوستی کو قبول کر لیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

(خلاصہ از یاری بشرط استواری المعروف دوستی کے آداب)

دوستی کے متعلق چند مشورے:

1- دوستی کو ذاتی مقاصد کے حصول کا ذریعہ نہ سمجھیں۔
☆ اپنے دوست کے متعلق لوگوں کی باتوں کو اہمیت نہ دیجیے۔
☆ دوستوں کے متعلق ہمیشہ اچھی رائے رکھیے۔
☆ دوست کی نیت پہ بلاوجہ شبہ نہ کریں۔
☆ دوستوں سے ملاقات اس طرح کیجیے کہ وہ آپ سے اجنبیت محسوس نہ کریں۔
☆ اگر دوست بنانا چاہتے ہیں تو سب کے ساتھ یکساں مہربانی اور مروت سے پیش آئیں۔
☆ دوسروں کی پسند اور ناپسند کا خاص خیال رکھیں۔
☆ دوستوں سے گفتگو ان کے پسندیدہ موضوعات کے متعلق کیجیے۔
☆ دوسروں پہ اپنی رائے ٹھونسنے کی کوشش نہ کیجیے۔
☆ کسی پہ نکتہ چینی کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیجیے کہ آپ میں کتنی خامیاں ہیں۔
☆ اپنی خامیوں پہ نظر رکھنے سے اپنی اصلاح ہوتی ہے اور دوسروں کی خامیاں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

☆ دوسروں کے خلاف اپنے دل میں نفرت یا تعصب کو جگہ نہ دیں۔
☆ دوستی میں صرف اللہ تعالیٰ اور مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی مطلوب ہو۔
☆ ایسے لوگوں سے دوستی کا تعلق قائم کیجیے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہوں۔
☆ بری عادات اور برے عقائد والے لوگوں کی دوستی تجھے بھی لے ڈوبے گی ایسے لوگوں کی دوستی زہر قاتل ثابت ہوگی۔
☆ یار بد بدتر از مار بد
یعنی برے دوست کی دوستی زہریلے سانپ سے بدتر ہے۔
☆ دل دوست کے آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہونا چاہیے۔
☆ دوست کے خلاف معمولی سے کدورت بھی انتہائی خطرناک نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔
☆ دوستوں کے مابین تکلف سے کام نہ لیں۔
☆ دوستوں کے حقوق کے سلسلے میں تغافل سے کام ہرگز نہ لیں۔
☆ دوست کی لغزش اور خطا سے چشم پوشی اختیار کیجیے۔
☆ دوستوں کی اچھی عادات کا اظہار اکثر کرتے رہیے اور برائی کا اخفاء لازم ہے۔

قبلہ فیض ملت کا تجربہ:

مجدد دور حاضرہ قبلہ فیض ملت نے فرمایا ہے کہ:
فقیر اویسی غفرلہ نے اپنی زندگی میں تجربہ کیا ہے کہ مخلص دوست وہ ہے جو چپکے سے غلطی سمجھا دے لیکن دوسروں کے سامنے بیان کرنا تو درکنار سننا بھی گوارا نہ کرے۔ اس طرح سے اپنی عزت میں بھی اضافہ اور دوستی میں پختگی ہوتی ہے۔
(دوستی کے آداب)

☆ تیری جان کا دشمن عقل مند ہو تو جاہل (پاگل) دوست سے بہتر ہے۔
☆ دوست کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف اور برائی پہ صبر کیجیے۔ تحمل اور بردباری کے ثمرات عجیبہ حاصل ہوں گے۔
☆ اپنے دوست کی ایذا سے آپ کی تواضع میں اضافہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ انسان کو بادل کی مانند ہونا چاہیے۔ کہ بادل بھی ہر ایک پر برستا ہے۔
☆ جو عیب پسند نہ ہو وہ دوسروں سے بھی دور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔
☆ دوستوں کو نصیحت کرنے کی ضرورت پیش آئے یا خلوت میں نصیحت کیجیے۔
☆ اپنے دوست کی نصیحت قبول کیجیے۔
☆ دوست سے کیے گئے وعدہ کا پابند رہنا چاہیے۔
☆ دوستوں کی ملاقات کا حریص ہونا چاہیے اور ان سے جدائی سے محترز۔
☆ اگر دوست کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے تو اسے ہر ممکن طریقہ سے گناہوں کی دلدل سے نکالنے کی کوشش کیجیے۔ وہ کسی

طرح بھی اپنا راستہ نہ بدلے تو اس سے کنارہ کر لینا چاہیے۔

فائدہ:

بہر حال سچی دوستی کیجیے اور اس دوست کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایئے جو دوستی کی قدر و منزلت سے آشنا ہو اور دوستی کی حفاظت کرنے والا ہو۔ بوقت ضرورت کام آنے والا ہو۔ حتیٰ کہ جان کا نذرانہ بھی ادا کرنا پڑے تو پیچھے نہ ہٹے جب ایسا دوست حاصل ہو جائے تو اس سے سچی محبت اور دوستی اسی طرح کرو جیسے مریض شفا کا طلبگار رہتا ہے۔ اپنے دوست کی ہر ممکن اور ہر وقت مدد کرو اور ہر لحاظ سے اس کی حفاظت کیجیے۔ اس کی صحبت میں ہمیشہ رہیے مگر شرط یہ ہے کہ وہ سچا دوست ہو جھوٹا نہ ہو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ سچا دوست نہ ہی دوستی اور محبت کے میدان میں جھوٹا ہے تو ایسے دوست کو چھوڑ دیجیے کیونکہ ایسا دوست فائدہ مند کی بجائے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

☆......☆......☆

(۲۶) وَاقْلِ الْكَذُوْبَ وَقُرْبَهٗ وَجِوَارَهٗ — اِنَّ الْكَذُوْبَ مُلَطِّخٌ مَّنْ يَّصْحَبُ

(۲۷) يُعْطِيْكَ مَافَوْقَ الْمُنٰى بِلِسَانِهٖ — وَيَرُوْغُ عَنْكَ فَكَمَا يَرُوْغُ الثَّعْلَبُ

(۲۸) وَاحْذَرْ ذَوِى الْمَلَقِ اللِّئَامِ نَّهُمْ — فِى النَّائِبَاتِ عَلَيْكَ مِمَّنْ يَّحْطَبُ

(۲۹) يَسْعَوْنَ حَوْلَ الْمَرْءِ مَاطَمِعُوْا بِهٖ — وَاِذَا نَبَا دَهْرٌ حَفُوْا وَتَغَيَّبُوْا

(۳۰) وَلَقَدْ نَصَحْتُكَ اِنْ قَبِلْتَ نَصِيْحَتِىْ — وَالنُّصْحُ اَرْخَصُ مَايُبَاعُ وَيُوْهَبُ

☆وَاقْلِ۔ قلی بمعنی دشمنی کرنا یعنی اور دشمنی کرو☆كَذُوْبَ۔ جھوٹے☆بِلِسَانِهٖ۔ اپنی زبان سے☆يَرُوْغُ الثَّعْلَبُ۔ لومڑی کتراتی ہے۔ لومڑی ڈرتے ہوئے حیلے بہانے کرتی ہے☆مُنٰى۔ منیۃ سے بمعنی آرزو☆وَاحْذَرْ۔ بچو☆ذَوِى الْمَلَقِ اللِّئَامِ۔ چاپلوس کمینوں سے☆فِى النَّائِبَاتِ۔ مصیبتوں کے وقت☆يَحْطُبُ۔ ایندھن لگائیں گے
☆يَسْعَوْنَ۔ وہ کوشش کرتے رہتے ہیں☆حَوْلَ۔ اردگرد☆مَرْءِ۔ انسان☆دَهْرٌ۔ زمانہ☆تَغَيَّبُوْا۔ چل دیئے
☆نَصَحْتُكَ۔ میں نے تجھے نصیحت کی☆قَبِلْتَ۔ قبول کرو☆نَصِيْحَتِىْ۔ میری نصیحت☆مَايُبَاعُ۔ بیع کی چیزوں سے☆يُوْهَبُ۔ ہبہ کی گئی چیزوں

(۲۶) اور جھوٹے دوست سے دوستی کی بجائے دشمنی کر لیجیے اور اس کی قربت اور اس کے آس پاس اور ہمسائیگی سے بھی بچو کیونکہ جھوٹا اپنے ساتھی کو بھی گندہ کر دیتا ہے۔

(۲۷) جھوٹا محض زبان سے تو آپ کی امیدوں سے بھی بڑھ کر وعدے کرتا ہے مگر لومڑی کی مانند کنارا کشی کر لیتا ہے۔ یعنی اپنے وعدوں کو وفا نہیں کرتا بلکہ دھوکا دے جاتا ہے۔

(۲۸) چاپلوسی کرنے والے گندی فطرت لوگوں سے پرہیز کرو کیونکہ وہ مصائب و آلام کے وقت جلتی پر تیل چھڑکنے کا کام کریں گے یعنی مزید مصائب و آلام کا سبب بنیں گے۔

(۲۹) جب تک انہیں کسی سے کچھ حاصل ہونے کی امید ہوتی ہے اردگرد چمٹے رہتے ہیں جونہی حالات بدلے لاپروائی کر کے چلتے بنتے ہیں جیسے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ یوں جا رہے ہیں جیسے پہچانتے نہیں۔

(۳۰) یہ جو نصیحت میں نے تجھے کی ہے اگر قبول کرو گے تو اس میں تمہارا اپنا بھلا ہے نصیحت تمام خرید و فروخت اور ہبہ کی چیزوں سے سستی ہے۔

ابو احمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

جھوٹے یار دی یاری نالوں خواری ہے چنگی
نال اوہدے ہسن کھیڈن نالوں زاری ہے چنگی
فائدے جے نہ ہوسیں تینوں ، گھاٹے تو بچ جاسیں
اونہدی قربت نالوں بچ جا پھڑے توں بچ جاسیں
جھوٹا زبانی وعدے کردا ، دلوں نئیں حامی بھردا
وقت ضرورت دے نس دا ، وانگ لومڑی کنارہ کردا
چاپلوسی کرن والا یارو ، گندی فطرت رکھ دا
مصیبتاں ویلے ہور ودھاوے ، عادتاں انج اوہ کردا
ہوندی امید جدوں تائیں ، یار بنیا رہندا
نکلیا مطلب ہویا دور ، نیڑے ذرا نئیں رہندا
چلدا پھردا نئیں آوندا نیڑوں دور کھلوندا
حالات بدل دیاں ای دوروں دور کھلوندا
ابو احمد اویسی پیا سمجھاندا ، تینوں حقیقت پیا سمجھاندا
جے عمل کرسیں رہیں چنگا ، حال حقیقت پیا سمجھاندا
ابو احمد اویسی دی سن پکار ، غور ضرور کریں توں یار
عمل جے چنگے کرلیسیں ، کئی پھڈیاں توں بچیں یار

☆......☆......☆

حضرت امام حسینؓ آپ کی اور آپ کی اولاد کی شہادت کے سلسلے میں نصیحت مبارکہ

(۱) حُسَیْنُ اِذَا کُنْتَ فِی بَلْدَةٍ غَرِیْباً فَعَاشِرْ بِاٰدَابِهَا

(۲) وَلَا تَفْخَرَنْ فِیْهِمْ بِالنُّهٰی فَکُلٌّ قَبِیْلٍ بِاَلْبَابِهَا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان کی اور ان کی اولاد کی شہادت کے متعلق نصیحت ۔

☆بَلْدَةٍ۔ شہر علاقہ ☆غَرِیْباً۔ اجنبی ☆فَعَاشِرْ۔ پس رہو

☆لَا تَفْخَرَنْ۔ تم بہت زیادہ فخر نہ کرو☆بِالنُّهٰی۔ نہیہ یعنی عقل ☆قَبِیْلٌ۔ قبیلہ، قوم ☆اَلْبَاب۔ عقل

(۱) اے حسین! جب کبھی تم کسی شہر میں پردیسی مسافر کی طرح رہو تو اس علاقے کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے رہو۔

(۲) ان میں سے اپنی دانائی اور عقلمندی پہ فخر نہ کرنا۔ کیونکہ ہر قبیلے اور جماعت کی عقل جدا جدا ہوتی ہے۔ یعنی ہر قوم کے اپنے اصول اور اپنے ضابطے ہوتے ہیں۔

فائدہ:

ان دونوں اشعار میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تمہیں کسی اجنبی شہر میں مسافر کی طرح رہنا پڑے تو وہاں اپنے علاقے کے آداب بجالانے کے ساتھ ساتھ وہاں کے علاقائی آداب کو بھی ضرور مدنظر رکھنا۔ یہ نہیں کہ اپنے علاقے کے آداب کے مطابق اور وہاں کے علاقائی آداب سے عدم مطابقت بعض مسائل میں گھر جانے کا سبب بن سکتی ہے۔ بعض اوقات انسان کو پردیس میں عجیب حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے مسافر کی حالت بیان کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے۔

چڑھ چناں تے کر رشنائی ذکر کریندے تارے ہو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے لعلاں دے ونجارے ہو
شالا مسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جنہاں توں بھارے ہو
تاڑی مار اڈاوَ ناں باہو اساں آپے اڈن ہارے ہو

ترجمہ: اے (آسمان معرفت کے) چاند (اے محبوب حقیقی جل شانہ) تو (عطاو رحمت کی بلندی پر) جلوہ گر ہو اور سالکوں کے دلوں کو منور فرما۔ تمام سالکان جو کہ طریقت کے ستارے (ہیں) تیرا (ہی) ذکر (پاک) کر رہے ہیں۔

(ان درویشوں، سالکوں میں بعض غواصان معرفت) جواہر شناس ہیں لیکن (راہ سلوک کی) گلیوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

یہ اہل اللہ عارفانِ حق اس دنیا میں مسافر ہیں اور طلب معرفت میں سفر طے کر رہے ہیں خدا کرے مسافر تو کوئی بھی نہ ہو

(مسافر) سے تو (مقامی) خس وخاشاک بھی وزنی ہوتے ہیں۔

اے باہو (اہل دنیا ہم عالم ارواح کے پرواز کرنے والے شہبازوں کو) تالی بجا بجا کر نہ اڑائے ہم تو خود بخود (اس جہان فانی سے عالم بقا کو) پرواز کرنے والے ہیں۔

شرح کلام سلطان العارفین:

پروفیسر سلطان الطاف علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اس دنیا میں سالکان راہ خدا کا جو حال ہے اس کا ذکر فرماتے ہوئے سلطان العارفین بیان کرتے ہیں کہ ان سالکوں کا ظاہر پریشان ہے اس میں شک نہیں کہ وہ اس دنیا کے گلی کوچوں میں تو پھر رہے ہیں اپنے دنیوی اور دینی فرائض ادا کر رہے ہیں مگر حقیقتاً تو وہ لعل وگوہر (حقیقت باری تعالیٰ) کے شناسا ہیں اور وہ انہیں لعل و گوہر (عرفان وحقیقت) کا سودا کرنے میں مصروف ہیں۔

انسان اپنے اصل مقام سے جدا ہو کر اس دنیا میں لایا گیا ہے جو اس کا اصل وطن نہیں جو سالکان معرفت ہیں انہیں تو اپنا اصلی وطن قطعاً بھولتا ہی نہیں وہ اس دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارتے ہوتے ہیں اور حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں پردیس میں تو مسافر (جو بڑا ہی بلند مرتبہ اور عظیم کردار کا مالک ہے) کے سامنے مقامی رہنے والے (دنیا والے) چاہے جس قدر گھٹیا اور کم کردار والے ہی کیوں نہ ہوں بڑی آن بان دکھاتے ہیں گویا تنکے بھی مسافر کے سامنے زیادہ باحیثیت اور باوزن نظر آتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں مسافر کی روح نے تو بالآخر اپنے اصل وطن کو پرواز کر ہی جانا ہے یہ دنیا سے دل لگانے والے بھلا کیوں ہم مسافروں کے درپے آزار ہیں۔

(ابیات باہو معہ ترجمہ شرح ص۲۸۹)

دنیا میں بحیثیت مسافر:

کلام حیدری کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی تم کسی شہر میں پردیسی کی حیثیت سے رہو تو اس علاقے کے آداب کا لحاظ رکھو۔ انسان ذرا غور تو کر تو بھی اس دنیا میں بحیثیت مسافر ہے یہاں سے تو نے چلے جانا ہے آخر گور تیرا ٹھکانہ ہے۔ ایک ایک سانس تیری زندگی کا گزرتا جا رہا ہے اس دنیا میں دل نہ لگا یہ دنیا دل لگانے کی جا نہیں یہاں سے تو گزر جانا ہے یہاں مستقل ٹھہرنا نہیں ہے اس لیے یہاں کے آداب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی کے لیل ونہار بلکہ ہر لمحہ گزار کر چلتا رہ تاکہ تجھے پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

زندگی دا وساہ نہیں، سمجھ فریدا توں
کر لے اچھے عمل تے ہو جا سرنگوں

زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اے فرید یہ حقیقت تو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کر، اعمال صالح اختیار کر خودی، تکبر اور غرور کو اپنے وجود سے نکال کر سرنگوں ہو جا۔

(فیضان الفرید ص۹۵۰)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

فخر نہ کر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نصیحت فرماتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اپنی دانائی اور عقلمندی کو حرف آخر نہ سمجھ اس لیے اپنی فہم سمجھ اور دانائی پہ فخر نہ کر کیونکہ ہر قبیلے اور جماعت کی عقل جدا ہوتی ہے۔ جسے تو بہتر سمجھے گا بعضوں کی عقل اسے بہتر نہیں سمجھے گی۔ جیسے آج کل دیکھ لیجیے بعض دینداری کی بجائے دنیاداری کو ترجیح دیتے ہیں بعض نیکوکاری سے بدکاری کو ترجیح دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں بعض لوگوں کی عقل انہیں متعدد خداؤں کے آگے سجدہ ریز کیے ہوئے بعض لوگوں کی عقل انہیں مادر پدر آزادی کی دلدل میں دھنسائے ہوئے ہے بعض عقل کے لحاظ سے اپنے آپ کو انتہائی اعلیٰ مقام پر سمجھنے والے حق تعالیٰ کا سرے سے ہی انکار کیے ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر قبیلے اور جماعت کی عقل جدا جدا ہوتی ہے۔ بہر حال نصیحت یہ ہے کہ اپنی دانائی اور عقلمندی کی وجہ سے فخر وغرور اور تکبر میں مبتلا نہ ہو جانا کیونکہ یہ تمہاری عقل اور دانائی بھی تجھے وحدہٗ لاشریک سے حاصل ہوئی ہے۔ اس بناء پر فخر و غرور میں مبتلا ہو جانا اچھا نہیں۔ ابو احمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

نہ کریں مان جوانی تے نہ کر مان عقل تے
عقل و شکل سب ڈھل جانی تے نہ کر مان شکل تے

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

فریدا جن لوئن جگ موہیا سے لوئن میں ڈٹھے
کجل ریکھ نہ سہندیاں ، سے پنکھی سوئے بھیٹھ

جن آنکھوں نے ساری دنیا کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا انہیں میں نے خوب دیکھا ہے جن نینوں میں کاجل کی لکیر کا بوجھ بھی ان کی نزاکت کی وجہ سے نہ ٹھہر پاتا تھا انہیں نینوں کے حلقوں میں پرندے انڈے دیئے اور بچے نکالے بیٹھے ہیں۔

(فیضان الفرید ص ۱۲۸)

فائدہ:

اس دنیا میں جو کچھ ہے خواہ ظاہری جسم ہے یا عقل ہے سب کچھ فانی ہے اس لیے فانی کے باعث فخر، غرور اور تکبر میں مبتلا ہو جا چہ معنی دارد؟ اس لیے اس عقل کی بنا پر فخر و عالم اور تکبر میں مبتلا نہ ہو جانا۔

(۳) وَلَوْ عَمِلَ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ بِھٰذِہِ الْاُمُوْرِ کَاَسْبَابِھَا

(۴) وَلٰکِنَّہٗ اَعْتَامَ اَمْرَالْاِلٰہِ فَاَحْرَقَ فِیْھِمْ بِاَنْیَابِھَا

☆بِھٰذِہِ الْاُمُوْر۔ ان باتوں پر ان امور میں ☆اَمْرَالْاِلٰہ۔ اللہ کا حکم ☆اَنْیَاب ۔ دانت

(۳) کاش کہ ابی طالب کا بیٹا ان باتوں پر عمل کرتا ان باتوں اور اسباب کے مطابق عمل پیرا ہوتا مگر ابی طالب کے بیٹے کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس لیے ابی طالب ان دنیا والوں کی طرح نہیں کر سکتا۔

(۴) مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ذیشان کو اپنایا اس لیے ان پہ شریعت مطہرہ کی مخالفت کی بناء پر خوب غصہ ظاہر فرمایا۔

مطلب:

یعنی اگر ابوطالب کا بیٹا ان باتوں اور اسباب کے مطابق عمل کرتا جو میرے سامنے ہیں۔ شریعت مطہرہ کا لحاظ نہ رکھنا تو اور بات تھی مگر الحمد للہ مجھے دنیاداروں کی اتباع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں دنیاداروں کی اتباع کرنے کو دنیا و آخرت میں نقصان کا باعث سمجھتا ہوں اس لیے ہر معاملہ میں میں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فرمان ذیشان کو اپنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات عالیہ کے مطابق زندگی کا ہر لحہ گزارا ہے۔ اس لیے ان پہ شریعت مطہرہ کی مخالفت کی بنا پر غصہ ظاہر فرمایا قوانین شریعت کا لحاظ نہ رکھنے والوں کے متعلق قرآن مجید میں بھی سخت رویہ بیان ہوا ہے اور مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت اللعالمین ہیں اس کے باوجود اس سلسلے میں آپ کا مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط
اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝

(پ۳۰ سورۃ البینۃ:٦)

بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ مُّلْحِدٌ۔
فِي الْحَرَامِ وَمُبْتَغٍ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِّيُهْرِيْقَ دَمَهٗ

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت میں انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین اشخاص اللہ تعالیٰ کی طرف نہایت مبغوض ہیں کجروی (بے دینی) کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ ڈھونڈنے والا اور مسلمان آدمی کا ناحق خون طلب کرنے والا کہ اس کا خون بہائے۔

نبی کریم کا آیت میں اختلاف سن کر غصہ فرمانا:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرٍو وَقَالَ هَجَّرْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ۔

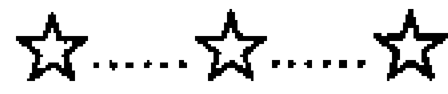
(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے ایک دن دوپہر کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ نے دو

آدمیوں کی آواز سنی کہ ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے پس آپ ہم پر نکلے آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ پہچانا جاتا تھا۔ فرمایا: تم سے پہلے لوگ اللہ کی کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ اس شعر میں بیان کردہ کیفیت سنت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے طور پر ہے کہ محض نفسانیت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت بھی اللہ کے لیے ہوتی تھی اور دشمنی بھی محض اللہ کے لیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض معاملات جو ہمیں بظاہر ایسے ویسے معلوم ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے بعض اپنی قلم کی تیزیاں دکھاتے نظر آتے ہیں بعض اپنی گفتار کی تیزی میں پھسلتے چلے جاتے ہیں انہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کرنے والا کون ہے؟ ان کی تربیت کرنے والا کامیاب ہوا یا نا کام جب اس طرح غور کریں گے تو انشاء اللہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی محض ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔



(۵) عَذِيْرُ هَا مِنْ ثِقَةٍ بِالَّذِيْ　　　يُنِيْلُكَ دُنْيَاكَ مِنْ طَابِهَا

(۶) فَلَا تَمْرَحَنَّ لِأَوْزَارِهَا　　　وَلَا تَضْجُرَنَّ لِأَوْصَابِهَا

☆لَا تَمْرَحَنَّ۔ تو گھمنڈ نہ کر، اکڑ کر نہ چل ☆اَوْزَار۔ اوزار، ہتھیار بمعنی اسباب ☆عَذِيْر۔ عذر خواں مددگار

(۵) اپنے عذر کرنے والے اور مددگار کو ضرور لاؤ مگر اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پہ اعتماد ضرور ہو جو تجھے دنیا کی خیر و برکت اور بھلائی سے نوازتا ہے۔ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیوی مددگاروں کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ سے دور نہ ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ پہ اعتماد لازم ہے۔

(۶) پس محض دنیوی اسباب پہ غرور نہ کر اور نہ ہی ان کی مصیبتوں سے گھبرا۔

اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ و اعتماد:

پہلے شعر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیوی اسباب کو اس طرح اپنانا کہ اللہ تعالیٰ پہ اعتماد قائم رہے۔ حق تعالیٰ پر بھروسہ برقرار رہے تو کلت علی اللہ کی صفت سے یکساں دور نہ ہو جائے۔ جائز ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ پہ اعتماد برقرار نہ رہے تو ایسی حالت میں دنیا اور دنیا کی کسی چیز پہ بھروسہ کر لینا قطعاً جائز نہیں اور نہ ہی کسی انسان پہ اتنا بھروسہ کرنا جائز ہے کہ حق تعالیٰ پہ بھروسہ نہ رہے۔

مثال:

قرآن مجید میں ہے کہ واللہ خیر الرازقین۔ اسی طرح احادیث میں بھی ایسی احادیث بے شمار ہیں جن پہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ رزق عطا فرماتا ہے۔ مگر ظاہری حالات و تکالیف میں مبتلا ہو کر انسان یا دولت کی ریل پیل کسی انسان کو اتنا اندھا کر دے کہ اسے صرف دولت اپنا اور ظاہری وسائل ہی یاد رہ جائیں حق تعالیٰ پہ اعتماد نہ رہے یا سمجھے کہ یہ سب کچھ محض میری محنت ہی کا ثمرہ ہے میں نے اپنی محنت اور عقل و دانش سے ہی حاصل کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی عمل دخل نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل

کفر کفر نباشد) ایسی صورت ہرگز جائز نہیں اگر ذہن میں ہو کہ میرے ذمہ تو اپنے اعضاء اور عقل سے کام لے کر محنت کرنا ہے نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے گا تو دولت کی دیوی رام ہو جائے گی اگر اسے منظور نہ ہوا تو کچھ بھی نہ ہو گا۔
علاج ضرور کرنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ادویات میں شفاء رکھی ہے۔ مگر شفا من جانب اللہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو گی تو شفا حاصل ہو جائے گی ورنہ وہی دواز ہر قاتل کا کام بھی کر سکتی ہے۔
بہر حال اللہ تعالیٰ پہ اعتماد ضرور چاہیے وہی ہر قسم کی خیر و بھلائی سے نوازتا ہے۔

حکایت:

ہمارے ایک عزیز نے مکئی کی فصل دیر سے بیجی۔ الفقیر القادری نے عرض کیا کہ بھائی ذرا مکئی چند دن پہلے بیج لیتے اتنے دن زمین خالی پڑی رہی کافی لیٹ بیجائی کی ہے وہ کہنے لگا بھائی جی! آپ دیکھتے جائیں ہم کیسے کرتے ہیں؟
عرض کیا: تم کیا کر لو گے؟ کیا مکئی کے پودوں کو ہاتھ سے کھینچ کر بڑے کر لو گے؟
اس نے کہا: بس یونہی سمجھ لو۔ زمین سے پودوں کو نکل لینے دو، اتنی بوریاں کھاد ڈالیں گے تو سمجھ لو اسی طرح ہم پودے اپنے ہاتھ سے کھینچ کر بڑے کر لیں گے۔
عرض کیا: میاں جی! اتنی بھی بلند پرواز نہ کیجیے کہ حق تعالیٰ کو بھی بھول جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ جس نے یہ سب کچھ کرنا ہے۔ کھادیں ڈالو، پانی لگاؤ، گوڈی کرو مگر فصل کی برھوتری اور بار آوری اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو کہ نتیجہ اللہ کے سپرد ہے وہ چاہے تو تھوڑی سے زیادہ کر دے اور وہ چاہے تو پل بھر میں کچھ کا کچھ کر دے۔ اتنا بڑا بول نہ بول۔
وہ کہنے لگا کہ دیکھ لینا۔ بس پودے زمین سے باہر نکل لینے دو پھر دیکھنا ہم کیسے پودوں کو بڑا چند دنوں میں کرتے ہیں۔
عرض کیا: یہ تیرا کہنا قطعاً درست نہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگ توبہ کر۔
بہر حال پودے زمین سے بڑے بہترین انداز میں نکلے مگر چند ہی دنوں میں انہیں بیماری نے تباہ کر دیا۔ چند دن بعد اتفاقاً الفقیر کا گزر اس طرف سے ہوا۔ فصل تباہ و برباد ہوئی پڑی تھی بڑا افسوس ہوا۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیماری نے فصل تباہ و برباد کر دی۔

نتیجہ:

انسان کا کام ہے محنت کرنا، ہاتھ پاؤں ہلانا وہ ضرور کرے مگر نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے کہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔ دنیوی وسائل ہر ممکن طریقے سے ضرور اپنانے چاہئیں نتیجہ اللہ تعالیٰ پہ چھوڑنا چاہیے۔ وہی ہر قسم کی خیر و برکت اور بھلائی سے نوازنے والا ہے۔
محض دنیوی اسباب پہ غرور نہیں کرنا چاہیے کیونکہ فخر و غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔

حدیث شریف:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ وَّلَا یَدْخُلُ

الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ۔

(مسلم شریف مشکوٰۃ شریف باب الغضب والکبر)

آگ (جہنم) میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کی مانند ایمان ہے اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کی مانند تکبر ہے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ تکبر کے مدمقابل عاجزی وانکساری کے متعلق کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ:

فریدا میں نوں مار کے منج کر ، نکی کر کے کٹ
بھرے خزانے رب دے ، جو بھاوے سو لٹ

اے فرید! میں یعنی جو تیری ذات میں فخر وغرور اور تکبر موجود ہے اسے مونج کی مانند کام کے قابل بنالے اور میں کوٹ کوٹ کر نہایت باریک کردے اس کو اتنی باریک کردے کہ اس میں ذرہ بھر بھی رڑک نہ رہے تکبر کا نشان تک باقی نہ رہے اگر تو نے ایسی کیفیت پیدا کرلی تو پھر اللہ تعالیٰ کے سب خزانے تیرے سامنے حاضر کردیے جائیں گے ان میں سے جو جی چاہے حاصل کرلینا تیرا ہاتھ کوئی نہیں روکے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ہر چیز تیری طالب ہوگی۔

(فیضان الفرید ص ۹۵۷)

مصیبتوں سے نہ گھبرا:

آپ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کی طرف سے آنے والی مصیبتوں سے گھبرانا نہیں کیونکہ مصائب و آلام کا آنا من جانب اللہ سمجھ کیونکہ کوئی بھی مصیبت اس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبت پہ صبر کرنا باعث اجر ہے۔

☆......☆......☆

(۷) قِسِ الْغَدَّ بِالْاَمْسِ كَیْ تَسْتَرِیْحَ فَلَا تَبْتَغِیْ سَعْیَ رُغَّا بِهَا

☆لَغَدَّ۔ کل آئندہ ☆اَمْسِ۔ کل گزشتہ ☆قِسَ۔ قیاس کر ☆لَاتَبْتَغِیْ۔ تم نہ چاہو ☆سَعْیَ۔ کوشش کرو ☆رُغَّا۔ راغب یعنی چاہنے والا

آنے والے کل کو گزرے ہوئے کل پہ قیاس کر کہ تم آرام وسکون حاصل کرسکو۔ پس تم دنیا کے طالبوں کی مانند دنیا طلب نہ کرو۔

مطلب:

آنے والے کو کل کو گزرے ہوئے کل پہ قیاس کر جیسے گزرا ہوا کل گزر گیا ہے اسی طرح آنے والا کل بھی آخر گزر جانا ہے۔

آج کا کام کل پہ مت چھوڑ:

اس لیے آج کا کام آج ہی کرلے اسی میں کامیابی ہے اور اگر آج کا کام کل پہ ٹال دیا اور کل کا دن جب آج بنتا ہے تو پھر وہی سلسلہ کہ یہ کام کروں گا یہ طرز زندگی انسان کو ناکامیوں کی طرف لے جانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے ابواحمد اویسی نے عرض کیا۔

جو ابھی ہے وہی سبھی ہے
جو ابھی نہیں وہ کبھی نہیں
کامیابی کی ضمانت بھی سبھی ہے
یہی حقیقت تو نے سمجھی نہیں

قیاس کر:

آنے والے کل کو گزرے ہوئے کل پہ قیاس کر کہ اگر تو غفلت میں مبتلا رہا تو آنے والا کل بھی گزشتہ کل کی طرح گزر جائے گا اور تو ہاتھ ملتا رہ جائے گا تیرے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا اور اگر تو نے اپنے کل گزشتہ کو بہترین انداز ے سے گزارا ہے تو آئندہ کل بھی بہترین طریقے سے گزرنے کے امکان ہیں۔ وقت ایک جیسا ہی ہوتا ہے بظاہر پریشانیوں میں نظر آنے والا کل دیکھ پریشانیوں پر مبتلا نہ ہو جانا۔ جیسے بھی بادل چھائے آخر مطلع صاف ہونا ہی ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کی یاد میں مگن رہ۔ کوئی تکلیف یا مصیبت تجھے پریشان نہ کر سکے گی۔ تیرا آنے والا دن بھی آرام وسکون سے گزر جائے گا۔ کوئی تکلیف یا مصیبت تجھے پریشان نہ کر سکے گی۔ تیرا آنے والا دن بھی آرام وسکون سے گزر جائے گا۔ البتہ یہ بات ضرور ذہن نشین کرنے کی ہے کہ دنیا کے طالبوں کی مانند دنیا طلب نہ کرو۔

دنیا کے طالبوں کی طرح دنیا طلب نہ کرو:

کیونکہ دنیا کے طالب دنیا کی طلب میں حق تعالیٰ کو فراموش کر بیٹھتے ہیں یہی سب سے بڑا نقصان ہے کہ بندہ طلب حق سے ہاتھ جھاڑ بیٹھے۔ دنیا کے طالبوں کی مانند دنیا کا طلبگار بظاہر دنیا کی ریل پیل دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور حقیقت کو فراموش کر بیٹھتا ہے جیسے شراب کا نشہ انسان کو ہر چیز سے بے خبر کر دیتا ہے اسی طرح دنیا نشہ میں مدہوش ہونے والا بھی حقائق سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

دنیا اور دنیا کے طالب:

سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کا کلام اس سلسلے میں ملاحظہ فرمایئے۔

ایہہ دنیاں زن حیض پلیتی ، کتنی مَلمل دھوون ہو
دنیاں کارن ماہا فاضل گوشے بہہ بہہ روون ہو
جیندے گھر وچ بوہتی دنیا اوکھے گھو کر سوون ہو
جہاں ترک دنیا تھیں کیتی باہو واہندی نکل کھلوون ہو

(۱) یہ دنیا (جو کہ راہ حق سے باز رکھے ہے) (خواہ) اسے کتنا ہی مل مل کر دھوئیں زن حیضہ جیسی پلیدی ہے۔
(۲) حصول مال وزر اور دنیا کے عز وجاہ کے لیے (کئی) عالم وفاضل (بھی) ریاضت و چلہ کشی کے گوشوں میں بیٹھ کر روتے ہیں۔
(۳) (یہ امر مسلم ہے کہ) جس کے گھر میں (مال ودولت) جس قدر زیادہ ہو (وہ اس کی حفاظت وانتظام کے علاوہ اس کی آلودگیوں میں مبتلا ہو کر) آرام کی نیند بھی بمشکل سوتے ہیں۔
(۴) اے باہو (جن عارفان صادق نے مقصد حیات کو سمجھ کر خواہشات) دنیا سے ترک کر لی ہے وہ (اس دنیا کے بہتے

ہوئے) دریا سے (بعافیت نکل کر (پار ہو گئے)

ایہ دنیا زن حیض پلیتی کائی ململ دھوندے ہو
دنیا کارن عالم فاضل گوشے بہ بہ روندے ہو
دنیا کارن خلقت ساری ہک پل سکھ نہ سوہندے ہو
جنہاں ترک دنیا دی کیتی باہو اوہ کدھیاں چڑھ کھلوندے ہو
الست بربکم سنیا دل میرے نت قالو بلیٰ کوکیندی ہو
حب وطن دی غالب ہوئی ھک پل سون نہ دیندی ہو
قہر پوے تینوں رہزن دنیا توں تاں حق راہ مریندی ہو
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باہو توں نے کر کر زاریاں روندی ہو

ساری لعنت دنیا داراں:

ادھی لعنت دنیاں تائیں تے ساری دنیاں داراں ہو
جیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ہو
پیوواں کولوں پتر کوہاوے بھٹھ دنیاں مکاراں ہو
جہاں ترک دنیا دی کیتی باہو لین باغ بہاراں ہو

حب دنیاں دی رب تھیں موڑے:

ایہہ دنیا زن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ہو
جیں فقر گھر دنیاں ہووے لعنت اس دے جیوے ہو
حُب دنیاں دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ہو
سہ طلاقاں دنیاں نوں دیئے جے باہو سچ پچھیوے ہو

دنیا گھر منافق دے:

دنیا گھر منافق دے یا گھر کافر دے سونہدی ہو
نقش نگار کرے بہتیرے زن خوباں سبھ موہندی ہو
بجلی وانگوں کرے لشکارے سرے دے اتوں جھوندی ہو
حضرت عیسیٰ دی سلھ وانگوں باہو راہ دیندیاں نوں کوہندی ہو

دنیا ڈھونڈن والے کتے:

دنیا ڈھونڈن والے کتے، در در پھرن حیرانی ہو
ہڈی اتے ہوڑ تنہاں دی، لڑ دیاں عمر وہانی ہو

عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ہو
باجھوں ذکر رہے دے باہو کوڑی رام کہانی ہو

دنیا فضول محض:

دنیا است عین جیفہ، کلاب اند طالباں — در رہ قول واضح است از نبی آخرالزمان
بے رنج و محنت تو چو روزی دھد خدا — محنت چرا کشی پے جیفہ چوں سگان

ترجمہ: دنیا فضول محض ہے اور اس کے طالب کتے ہیں اور یہ قول حضور رسالت مآب ﷺ کا ہے جب خدا تعالیٰ تمہیں بے رنج و زحمت روزی عطا کر رہا ہے تو پھر تو کتوں کی طرح اس کے پیچھے کیوں سرگرداں ہے۔

(شرح ابیات باہو معہ ترجمہ و شرح ص ۳۲۷ بحوالہ دیوان باہو فارسی ص ۱۶)

فائدہ:

اس دنیا کی طلب میں دنیا داروں کی طرح نہیں بن جانا چاہیے کیونکہ یوں دنیا کے پیچھے پیچھے بھاگنا محض نقصان ہی نقصان ہے۔

☆......☆......☆

(۸) كَأَنِّي بِنَفْسِي وَاَعْقَابِهَا — وَبِالْكَرْبَلَاءِ وَمِحْرَابِهَا
(۹) فَتُخْضَبُ مِنَّا اللُّحَى بِالدِّمَاءِ — خِضَابَ الْعَرُوْسِ بِاَثْوَابِهَا
(۱۰) اَرَاهَا وَلَمْ يَكُ رَاىَ الْعَيَان — وَاُوْتِيْتُ مِفْتَاحَ اَبْوَابِهَا
(۱۱) مَصَائِبُ تَابَاكَ اَنْ تُرَدَّ — فَاَعْدِدْ لَهَا قَبْلَ مُنْتَابِهَا

☆ كَأَنِّي بِنَفْسِي۔ گویا کہ میں ☆ اَعْقَاب۔ عقب سے یعنی پیچھے والے مراد اولاد ☆ مِحْرَاب۔ میدان جنگ ☆ لِلُّحَى۔ داڑھیاں ☆ بِالدِّمَاءِ۔ خون سے ☆ خِضَابَ۔ رنگتی ہے ☆ عَرُوْسِ۔ دلہن ☆ اَثْوَاب۔ کپڑے ☆ اَرَاهَا۔ میں نے اسے دیکھا ☆ لَمْيَكُ رَاىَ الْعَيَان۔ جسم کی آنکھوں سے ہرگز نہیں دیکھا ☆ اُوْتِيْتُ۔ مجھے دے دی گئی ہے ☆ مِفْتَاح۔ چابی ☆ اَبْوَاب۔ دروازے، دروازوں

(۸) (یوں تصور کیجیے کہ) جیسے میں اپنی اولاد کے ساتھ ہی کربلا اور کربلا کے میدان جنگ میں موجود ہوں۔ (یعنی میدان کربلا میں ہونے والے واقعات جس طرح کہ میں اپنی نظروں سے دیکھ رہا ہوں)

(۹) میدان جنگ میں ہماری داڑھیاں خون سے رنگین ہو چکی ہیں جیسے دلہن اپنے لباس کو رنگتی ہے۔

(۱۰) اس واقعہ کو میں ملاحظہ کرتا ہوں مگر ان دیکھنے والی آنکھوں کے ذریعے نہیں بلکہ مجھے اس کے دروازوں کی چابی عطا کر دی گئی ہے۔ (جس کی وجہ سے آنے والے واقعات نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں)

(اے حسین) یہ وہ مصیبتیں ہیں جو (عنقریب) تم پر ضرور آئیں گی۔ (یہ ذہن میں رکھنا اس لیے ان کے آنے سے پہلے تو تیار ہو جا۔ تا کہ زیادہ پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔)

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا نے واقعہ کربلا کی جزئیات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں میدان کربلا کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اولاد یعنی اپنے خاندان سمیت کربلا کے میدان میں حاضر ہوں ہر طرف سے ہم پر وار ہو رہے ہیں تیر اور تلواریں چل رہی ہیں جن سے ہم زخمی ہو رہے ہیں ہماری داڑھیاں خون سے رنگین ہو چکی ہیں یوں محسوس ہوتی ہیں جیسے دلہن اپنا لباس رنگ لیتی ہے۔ اس واقعہ کو میں اپنی ظاہری جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھ رہا بلکہ روحانی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں مجھے اس کے (علوم) کے دروازوں کی چابی عطا کر دی گئی ہے۔ اس لیے میرا یہ بیان کرنا اپنے طور پر نہیں یعنی یہ واقعہ ضرور رونما ہوگا۔ ان مصیبتوں سے تجھے واسطہ پڑنے والا ہے۔ تجھے پہلے ہی آگاہ کر رہا ہوں تا کہ تو تیار ہو جائے۔ یعنی صبر وتحمل مزاجی سے کام لینا ہے۔

آنے والے واقعات کی خبر:

آنے والے واقعات یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ علوم غیبیہ کے متعلق سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کے مطابق ہی الحمد للہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے علوم غیبیہ کے متعلق تفصیلات مطلوب ہوں تو قبلہ مجدد دور حاضرہ فیض ملت مصنف اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (غایۃ المامول فی علم الرسول) مکتبہ اویسیہ رضویہ اور ادارہ تالیفات اویسیہ سیرانی روڈ نزد سیرانی مسجد بہاولپور سے منگوا کر مطالعہ کیجیے۔

تائید از قرآن مجید:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ

(پ۲۹ سورۃ جن: ۲۶۔۲۷)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

فائدہ:

اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تو انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لیے معجزہ ہوتا ہے اولیاء کو بھی اگر چہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے مگر انبیاء کا علم باعتبار کشف وانجلاء اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا وارفع واعلیٰ ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وساطت اور انہیں کے فیض سے ہوتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے احوال بیان کر دئیے:

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَكَ

شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِیْ هٰؤُلَآءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّیْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلِ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف مشکوۃ شریف کتاب الفتن حدیث نمبر ۵۱۴۴)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونا تھا اس کا ذکر کیا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا میرے ساتھی ان باتوں کو جانتے ہیں ان میں سے کوئی چیز ظہور پذیر ہوتی ہے جس کو میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اس کو دیکھ کر مجھے یاد آ جاتا ہے جیسے ایک آدمی کسی آدمی کا چہرہ یاد رکھتا ہے پھر وہ غائب ہو جاتا ہے پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔

فائدہ:

یہ حدیث مبارک اور اس جیسی دیگر بے شمار احادیث میں علوم غیبیہ کا بیان ہے علاوہ ازیں ایسی احادیث بھی ملتی ہیں کہ جو پیشین گوئیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں من وعن سچ ثابت ہوئیں۔

اسلام میں خلافت راشدہ:

وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يَكُوْنَ مُلْكًا ثُمَّ تَقُوْلُوْ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خَلَافَةَ اَبِیْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَ خَلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَةً وَ عَلِیٍّ سِتَّةً۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد مشکوۃ شریف کتاب الفتن فصل ۲ حدیث نمبر ۵۱۶۰)

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت دو سال (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت دس سال (حضرت) عثمان (غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت بارہ سال (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت چھ سال کل تیس سال ہوئی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ شیر خدا کی اہل کوفہ کو وصیت:

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے بقدر ضرورت درج کیا جاتا ہے۔ حضرت علامہ ابوالحسنات رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ زار وزار رونے لگے یہاں تک کہ ریش اقدس آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا تم میرے اس رونے کو خوف موت نہ سمجھنا نہیں نہیں بلکہ میں تو ہمیشہ آرزومند موت

رہتا ہوں اس لیے کہ مثنوی۔

مرگ مارا زندگی دیگر است
زہر مرگ از شہد شیریں خوشتر راست
مرگ سازد مغز راصافی زپوست
تار ساند دوست را نزدیک دوست

حافظ شیرازی جذبہ محبت اور شوق وصال یار میں فرماتے ہیں۔

میرا رونا محض میرے جگر گوشوں کی مظلومی و بیچارگی پر ہے کہ ابھی یہ کربت مسافرت میں ہیں اس پر عنقریب انہیں سوز یتیمی اور سنانے والا ہے۔

پھر فرمایا:

اے حاضرین جلسہ! جو اس وقت موجود نہ ہوں انہیں بھی مطلع کر دینا کہ علی (شیر خدا) کی یہ وصیت ہے کہ جب میرے فرزند دلبند شہید کیے جائیں اور تمہیں اس کی خبر پہنچے تو ان کی مصیبت میں شرکت کرنا اور جس طرح ہو ان کی مدد کرنا۔ سب زار و زار روتے رہے اور کلمات وداعیہ سن کر سب نے عہد کیا۔

(اوراق غم ص ۲۴۳_۲۴۲)

ولادت باسعادت اور شہادت کی خبر:

وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اِنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ رَأَيْتُ حُلْمًا مُّنْكَرًا اللَّيْلَةَ۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! میں نے آج رات برا خواب دیکھا ہے۔

قَالَ وَمَاهُوَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا وہ کیا ہے جو تو نے خواب دیکھا ہے یعنی اسے بیان کرو۔

قَالَتْ اِنَّـهٗ شَدِيْدٌ

عرض کیا کہ وہ (بہت) سخت (قسم کا ڈراؤنا) ہے۔

قَالَ وَمَاهُوَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ (یعنی بتاؤ تو سہی)

قَالَتْ كَاَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِیْ حِجْرِیْ

عرض کیا گویا آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری آغوش میں رکھ دیا گیا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْشَآءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ کے ہاں لڑکا ہوگا وہ آپ کی آغوش میں ہوگا۔

فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ وَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پس حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں (حضرت امام) حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق میری گود میں تھے۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ میں غور فرمائیں انشاء اللہ بے شمار امور کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ جن امور کی وجہ سے تفرقہ بازی کا جن بے لگام ہو کر ہر طرف دھاڑیں مارتا پھر رہا ہے اور بے شمار قیمتی جانیں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئیں۔ ہر طرف سے فساد کی خبریں ہیں۔ کسی بھی لمحے سکون میسر نہیں۔

فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِيْ حِجْرِهٖ ثُمَّ كَانَتْ مِنِّيْ اِلْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ

ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور حسین آپ کی آغوش میں رکھ دیئے۔ پھر جو میری نظر آپ پر پڑی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

قَالَتْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَالَكَ

فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ کا کیا حال ہے؟

قَالَ اَتَانِيْ جِبْرَائِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اُمَّتِيْ سَتَقْتُلُ ابْنِيْ هٰذَا

آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارے پاس جبرائیل امین آئے اور انہوں نے ہمیں خبر دی کہ ہماری امت ہمارے اس بیٹے کو شہید کرے گی۔

فَقُلْتُ هٰذَا۔

پس میں نے عرض کیا (یارسول اللہ) اس کو

قَالَ نَعَمْ وَاَتَانِيْ بِتُرْبَةٍ مِّنْ تُرْبَتِهٖ حَمْرَاءَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں (اس کو) اور ہمارے پاس اس جگہ کی سرخ مٹی لائے۔
(مشکوٰۃ شریف مناقب اہل بیت النبی حدیث نمبر ۵۹۱۸)

فائدہ:-

میدان کربلا کے متعلق ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: آپ کا یہ سب کچھ فرمانا خلاف قیاس نہیں نہ ہی خلاف واقعہ ہے۔

☆......☆......☆

(۱۲)	سَقَی اللّٰہُ قَائِمَنَا صَاحِبُ	الْقِیٰمَةِ وَالنَّاسُ فِیْ دَابِهَا
(۱۳)	هُوَالْمُدْرِكَ الثَّارُلِیْ یَاحُسَیْنُ	بَلْ لَّكَ فَاصْبِرْ لِاُتْعَابِهَا
(۱۴)	لِكُلِّ دَمٍ اَلْفِ اَلْفٍ وَّمَا	یُقَصِّرُ فِیْ قَتْلِ اَحْزَابِهَا
(۱۵)	هُنَالِكَ لَا یَنْفَعُ الظَّالِمِیْنَ	قَوْلٌ بِعُذْرٍ وَّ اِعْتَابِهَا

☆سَقَی اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ سیراب کرے☆قَائِمَنَا۔ ہم میں سے کوئی قائم، پابند☆صَاحِبُ۔ یار، دوست، ساتھی، مالک، خدا، آقا، حاکم، کلمہ تعظیم، خاوند، شوہر، آپ، شریف آدمی وغیرہ، مگر یہاں بمعنی مالک مراد ہے۔
☆تُعَاب۔ تعب، اتعاب جمع تکان، مصیبت
☆اَلْف۔ ہزار☆یُقَصِّرُ۔ کمی ہوگی☆اَحْزَاب۔ گروہ

(۱۲) ہمیں شریعت مطہرہ کی پابندی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سیراب کرے جو کہ قیامت کے دن کا مالک ہے اور لوگ اس وقت پریشان کردینے والی حالت میں ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے سیراب کردے۔

(۱۳) اے حسین! ہمارا بدلہ وہی اللہ ہی لے گا بلکہ تمہارا بدلہ بھی وہی لے گا۔ پس مصیبتوں پر صبر اختیار کرنا۔

(۱۴) ہر خون کے بدلے ہزاروں خون ہوں گے اور اس کے گروہ کے قتل کرنے میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ بلکہ تمہارے مخالفین کا تو قتل عام ہوگا۔

(۱۵) اس وقت ظالمین کو معذرت اور خوشامد کوئی چیز بھی فائدہ نہ دے سکے گی۔ وہ منتیں کریں گے اپنی بے گناہی کے لاکھوں ثبوت دیں گے مگر ان کی کوئی بھی سنے گا۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے صبر و تحمل سے کام لینے کی نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ چونکہ ہم شریعت مطہرہ کی پابندی کرنے والے ہیں اس لیے ہمیں اس کے مطابق اجر ملے گا۔ جبکہ اے حسین! تیرے مدمقابل آنے والوں کا برا حال ہوگا۔ اس دنیا میں بھی بری حالت میں ہوں گے ان کا انجام نہایت بھیانک ہوگا اور آخرت میں انہیں پریشانی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہمارا انتقام اللہ تعالیٰ ہی لے گا۔ پس تجھے چاہیے کہ آنے والی مصیبتوں کے وقت صبر اختیار کر واللّٰہ مع

الصابرین تیرے اور تیرے ساتھیوں کے ایک ایک خون کا بدلہ لیا جائے گا ایک ایک قطرہ خون کے بدلے میں ہزاروں قتل ہوں گے مدمقابل گروہ کے انتقام کا وقت جب آئے گا تو ان کا قتل عام ہوگا۔ گاجر مولیوں کی طرح کٹیں گے۔ میدان کربلا میں بھی اور کربلا کے بعد بھی۔ جب ان کی موت کا وقت آئے گا تو ظالم معذرت اور خوشامد کرتے کرتے نہیں تھکیں گے مگر ان کا خوشامد کرتے کرتے نہ تھکنا مگر ان کا خوشامد اور معذرت کرنا بے سود ہوگا۔ اس سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ مزید مصیبت اور دکھ درد میں اضافے کا سبب ثابت ہوگا۔

اس سلسلے میں تفصیلات کے لیے کتب تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجیے۔

یزیدیوں کا برا انجام:

یہ عنوان فیض ملت مصنف اعظم پاکستان، امام المناظرین رئیس المصنفین حضرت علامہ حافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رسالے کا نام ہے اس عنوان پر بہترین رسالہ ہے اس میں سے یزیدیوں کے انجام کے چند مناظر ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بددعا:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاس سے دریائے فرات پر پہنچے اور پانی پینا چاہتے تھے کہ کم بخت حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا اس وقت آپ کی زبان مبارک سے بے ساختہ بددعا نکلی کہ یا اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے فرزند کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے میں اس کا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں۔ یا اللہ! ان کو چن چن کر قتل کر۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے فرمادے۔ ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔

دعا کا اثر:

ایسے مظلوم کی بددعا۔ پھر سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبولیت میں شبہ کیا تھا۔ دعا قبول ہوئی۔ اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ایک ایک کر کے بری طرح مارے گئے۔

یزیدیوں کی سزا کا نمونہ:

امام بخاری اور امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسین میں شامل تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو کوئی قتل کیا گیا کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہوگیا یا مسخ ہوگیا یا چند ہی روز میں ملک وسلطنت چھن گئی اور ظاہر ہے کہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں ہے بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کو عبرت کے لیے دنیا میں دکھایا گیا تھا۔

یزید کا ایک غازی اندھا ہو گیا:

سبط ابن جوزی نے لکھا کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسین کے قتل میں شریک تھا وہ دفعتہً نابینا ہوگیا لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں ہاتھ میں تلوار اور آپ کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے اور اس پر قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں اس کے بعد آپ نے مجھے ڈانٹا اور خون حسین رضی اللہ عنہ کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگادی۔ میں صبح کو اٹھا تو اندھا تھا۔

یزید کے ایک غازی کا منہ کالا ہو گیا:

حضرت علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کے بعد اسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا (تارکول جیسا) ہو گیا لوگوں نے پوچھا کہ تم سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے تمہیں کیا ہو گیا۔ اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر مبارک گھوڑے کی گردن پر لٹکایا جب ذرا سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اس میں ڈال دیتے ہیں جو مجھے جھلس دیتی ہے اور اسی حالت میں چند روز کے بعد مر گیا۔

یزید کا غازی آگ میں جل گیا:

حضرت ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا میں بھی جلدی سزا مل گئی اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا۔ جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ وہیں جل بھن کر رہ گیا۔ سدی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح کو دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔

حضرت حسینؓ کو جس نے پانی نہ پینے دیا اس کا انجام:

مورخین لکھتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی کہ کسی طرح پیاس بجھتی ہی نہ تھی۔ پانی کتنا ہی پی جائے پیاس سے تڑپتا رہتا تھا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

یزید کا انجام:

تمام مورخین متفق ہیں کہ شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالعہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

بعض یزیدی لشکریوں کا انجام بد:

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی واقعہ شہادت سے پانچ ہی سال بعد ٦٦ھ میں مختار ثقفی نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہو گئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہو گیا اور اس نے اعلان عام کر دیا کہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے اور قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کی تفتیش و تلاشی پر پوری قوت خرچ کی اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ایک دن میں دو سو اڑتالیس آدمی اس جرم میں قتل کیے گئے کہ وہ قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھے۔

عمرو بن حجاج زبیدی:

خود پیاس اور گرمی میں بھاگا پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اسے ذبح کر دیا گیا۔

شمر کا انجام:

یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت بدبخت تھا اس کو قتل کر کے اس کی لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

حکیم بن طفیل کا انجام:

اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا اور اسی حالت میں ہلاک ہوا۔

زید بن رفاد کا انجام:

اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے مسلم بن عقیل کے صاحبزادے عبداللہ کو تیر مارا۔ اس نے ہاتھ سے اپنی پیشانی چھپائی۔ تیر پیشانی پر لگا اور ہاتھ پیشانی کے ساتھ خراب ہو گیا اس کو گرفتار کر کے اول اس پر تیر مارا گیا پھر تیر برسائے گئے پھر زندہ جلا دیا گیا۔

عمرو بن سعد کا انجام:

یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر لشکر کی کمان کرتا رہا اس کو قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا اور مختار نے اس کے لڑکے حفص کو پہلے سے اپنے دربار میں بٹھا رکھا تھا جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حفص سے کہا تو جانتا ہے یہ سر کس کا ہے۔ اس نے کہا ہاں اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں اس کو بھی قتل کر دیا گیا مختار نے کہا عمرو بن سعد کا قتل تو حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں ہے اور حفص کا قتل علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی اگر میں تین چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کر دوں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا انجام:

ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے گستاخانہ انداز میں باتیں کیں تو خدائے جبار و قہار نے اس پر دو آسمانی ستارے پھینکے جن سے اس کی قوت بصارت جاتی رہی۔

خولی بن یزید کا انجام:

مختار ثقفی نے حکم جاری کیا کہ جو جو شخص میدان کربلا میں ابن سعد کے لشکر میں شامل تھا اسے جہاں پاؤ مار ڈالو یہ سنتے ہی لوگوں نے بصرہ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا لشکر مختار نے تعاقب کرتے ہوئے جس کو جہاں پایا وہیں قتل کر دیا۔

خولی بن یزید کو زندہ گرفتار کر کے مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے حکم دیا کہ اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا جائے اور اس کے بعد اس کی لاش کو آگ میں جلا دیا جائے۔ اس طرح قاتلان اہل بیت کو جن کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی مختار نے طرح طرح کے عذاب دے کر ہلاک کر دیا۔

ابن زیاد کا انجام:

جب تمام دشمنان اہل بیت قتل ہو چکے تو اب ابن زیاد کی باری آئی جو واقعہ کربلا کے وقت کوفہ کا گورنر تھا ان دنوں وہ تیس ہزار افراد کے لشکر کے ساتھ موصل میں جا رہا تھا مختار ثقفی نے ابراہیم بن مالک اشتر کو فوج دے کر اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

موصل سے پندرہ کوس دور دریائے فرات کے کنارے پر دونوں لشکروں میں سارا دن لڑائی جاری رہی بالآخر شام کے وقت ابن زیاد کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابراہیم اشتر نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جو دشمن سامنے آئے اس کی گردن ماردی جائے چنانچہ لشکر نے تعاقب کر کے بہت سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اسی ہنگامے میں ابن زیادہ بھی 10 محرم 67ھ کو فرات کے کنارے عین اسی دن اور اسی جگہ مارا گیا جہاں اس ظالم نابکار کے حکم سے امام عالی مقام کو شہید کیا گیا تھا۔

ادلے کا بدلہ بدلہ:

لشکریوں نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر ابراہیم کے سامنے حاضر کیا اور انہوں نے مختار کے پاس بھجوا دیا۔ مختار ثقفی نے دربار کو خوب آراستہ پیراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر عین اسی جگہ رکھوایا جہاں اس نابکار نے امام عالی مقام کا سر رکھا تھا پھر انہوں نے کوفہ والوں کو کہا کہ دیکھ لو امام عالی مقام کے ناحق خون نے ابن زیاد کو بھی نہ چھوڑا اور اس کا سر بھی آج اسی جگہ نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔

ابن زیاد کے نتھنوں میں اژدھا گھس گیا:

ابن زیادہ اور اس کے لشکر کے سرداروں کے سر مختار ثقفی کے سامنے لا کر رکھے گئے تو اچانک بڑا اژدھا ظاہر ہوا اور سب سروں کو چھوڑ کر ابن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا تھوڑی دیر کے بعد منہ سے باہر نکلا پھر اندر گیا پھر باہر آ گیا غرضیکہ تین بار اندر گیا اور پھر باہر نکل کر غائب ہو گیا۔

ستر ہزار عاصی مارے گئے:

مورخین نے لکھا ہے کہ مختار ثقفی کی جنگ میں اہل شام کے ستر ہزار افراد مارے گئے اور اس طرح حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے بدلے ستر ہزار بدبخت مارے جائیں گے۔ (ان اللّٰہ علی کل شیء قدیر)

یزید پر بعد از مرگ بھی قہر خداوندی:

یزید کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر خشت باری کی جاتی تھی اب لوگوں نے وہاں عمارتیں بنالی ہیں چنانچہ یزید کی قبر پر لوہا، کانچ گلانے کی بھٹی لگی ہوئی ہے گویا یزید کی قبر پر ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے یہاں تک کہ قبر کا نام ونشان تک نہیں۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شعر کا مطلب بھی واضح اور ثابت ہوا کہ ہر خون کے بدلے ہزاروں خون ہوں گے اور اس گروہ کے قتل کرنے میں کوئی کمی نہیں ہوگی بلکہ تمام ہی عذاب خداوندی میں مبتلا ہوں گے۔ ان کی معذرت بھی قبول نہ ہوگی اور نہ ہی انہیں خوشامد کوئی فائدہ دے سکے گی بہرحال وہ اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ان اشعار میں بیان کی گئی۔ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اسی طرح ہوا جیسے بیان کیا۔

(۱۶) حُسَیْنُ فَلَا تَضْجُرَنَّ لِلْفِرَاقِ — فَدَیْنَاكَ اَضْحَتْ اِتِخْرَابِهَا

(۱۷) سَلِ الدُّوْرَ تَخْبِرُ وَاَفْصِحْ بِهَا — بِاَنْ لَّا بَقَآءَ لِاَرْبَابِهَا

(۱۸) اَنَا الدِّیْنُ لَا شَكَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ⁂ بِاٰیَاتِ وَحْیٍ وَّ اِیْجَابِهَا
(۱۹) لَنَا سِمَةُ الْفَخْرِ فِی حُكْمِهَا ⁂ وَصَلَّتْ عَلَیْنَا بَاِعْرَابِهَا
(۲۰) فَصَلِّ عَلٰی جَدِّكَ الْمُصْطَفٰی ⁂ وَسَلِّمْ عَلَیْهَا وَطُلَّابِهَا

☆لَا تَضْجُرَنْ۔ تم نہ گھبرانا ☆فِرَاقْ۔ جدائی، ہجر، علیحدگی، مفارقت
☆سَل۔ سوال کرو، پوچھو ☆سَلِ الدُّوْرَ۔ گھروں سے پوچھو ☆تَخْبِرُوْا۔ تمہیں بتلائیں گے ☆لَا بَقَآءَ۔ دوام نہیں ہیشگی نہیں
☆لَاشَكَّ۔ شک نہیں ☆اَنَاالدِّیْنُ۔ میں دین ہوں ☆اٰیَاتِ۔ آیتیں ☆اِیْجَابِهَا۔ ان پر ایمان رکھتے ہیں، انہیں مانتے ہیں
حُكْمِهَا۔ ان کے حکموں
☆فَصَلِّ۔ پس درود بھیج ☆جَدِّكَ۔ اپنے نانا ☆وَسَلِّمَا۔ اورسلام بھیج ☆طُلَّابِهَا۔ ان کے طلب کرنے والوں
(۱۶) اے حسین جدائی سے گھبرانہ جانا کیونکہ تمہاری دنیا تو ویران ہونے کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔اس لیے اس نے ویران ہونا ہی ہے۔
(۱۷) گھروں سے پوچھو وہ تجھے حقیقت حال سے آگاہ کردیں گے۔وہ کیا خوب حقیقت سے پردہ اٹھانے والے ہیں کہ دنیا والوں کو ہیشگی حاصل نہیں۔انہوں نے تو ہر حال میں فنا کی نظر ہونا ہی ہونا ہے۔
(۱۸) میں دین ہوں۔مومنین کو اس میں کوئی شک نہیں جو قرآنی آیات اور احکام آیات پہ ایمان رکھتے ہیں۔
(۱۹) ان کے احکام میں خصوصاً ہمیں فخر حاصل ہے اور ہم پہ واضح طور پر رحمت بھیجتی ہیں۔
(۲۰) پس اپنے نانا جان جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور ان سے محبت کرنے والوں پر سلام بھیج۔

دنیا ویران ہونے والی ہے:

پہلے دونوں اشعار میں دنیا کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ دنیا فانی ہے اس نے بالآخر فنا ہو جانا ہے دنیا و مافیہا سب کچھ فنا ہو جائے گا کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الجید فرقان الجید۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

ترجمہ: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات۔پس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔(پ ۲۷، سورۃ الرحمٰن: ۲۶ تا ۲۸)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الموت

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

چل چل گئیاں پنکھیاں ، جنہیں وسائے تل
فریدا سر بھریا بھی چلسی ، تھکے کنول اکل

کتنے پنچھی اور پنچھیوں میں پرندوں کی قطاروں کی قطاریں آئیں جنہوں نے تالاب، ندی، جھیل کو آباد کیا ہوا تھا اور یہاں سے اڑ اڑ کر چلے گئے۔ اس بھرے ہوئے تالاب پر بھی ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ بھی خشک ہو جائے گا پھر کنول (مراد اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک) اکیلا ہی رہ جائے گا۔

(فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید ص ۴۲۲_۴۲۱)

قیامت کا منظر:

قیامت قائم ہوگی سب کچھ فنا ہو جائے گا قرآن مجید میں ہے کہ:

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ ۗ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۗ

(پ۳۰ سورۃ القارعہ)

دل دہلانے والی۔ کیا ہے وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے اور پہاڑیوں ہوں گے جیسے دھنکی اون۔

(کنزالایمان شریف)

خلاصہ کلام یہ کہ دنیا کو ہمیشگی حاصل نہیں رہی دنیا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ اس لیے اس میں مگن ہو کر حق تعالیٰ سے غافل ہو جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

☆......☆......☆

(۱۶) اَنَا الدِّيْنَ لَا شَكَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِاٰيَاتِ وَحْيٍ وَّاِيْجَابِهَا

میں دین ہوں اس سلسلے میں مومنوں کو کوئی شک نہیں جو قرآن مجید فرقان حمید کی آیات ان کے احکام کو تسلیم کرتے ہوئے ایمان رکھتے ہیں اور ان پہ عمل پیرا ہوتے ہیں۔

لفظ دین کے معانی اور ان کا اس شعر سے تعلق:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں دین ہوں۔ مومن تو مجھے اسی طرح سمجھتے ہیں جیسے میں نے بیان کر دیا ہے اس سلسلے میں مومنین کو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں بلکہ انہیں یقین ہے کہ جو میں نے بیان فرمایا ہے یہ درست ہے اس شعر میں یہ بھی وضاحت فرما دی کہ صرف نام کے مومن نہیں بلکہ جو حقیقت میں مومن ہیں۔ وہ مومن کہ جو رب کائنات کے لافانی کلام قرآن مجید فرقان حمید کی آیات پہ ایمان رکھتے ہیں اور ان کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں۔

دین کے معنی:

دین (ع۔ا۔مذ) مذہب، مسلک، دھرم، ایمان

فائدہ:

ان معانی میں غور کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس شعر کا معنی یہ ہے کہ مومن اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ دین وہی بہترین ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنائے ہوئے اس شعر میں گویا لفظ ''دین'' بطور استعارہ استعمال فرمایا ہے۔

دانہٗ (ض) دیناً۔ مالک ہونا، غلام بنانا، ناپسند ہدایات پر اکسانا، ذلیل کرنا، حکم دینا، خدمت کرنا، بھلائی کرنا (مصباح اللغات)

انہٗ (ض) دیناً۔ مالک ہونا، غلام بنانا، ناپسند ہدایات پر ابھارنا، ذلیل کرنا، حکم دینا، خدمت کرنا، کسی پر احسان کرنا۔ (المنجد)

فائدہ:

درج بالا معانی بغور مطالعہ فرمایئے اور اس شعر کو سمجھنے کی کوشش فرمایئے گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا نے ارشاد فرمایا اے ایمان والو! مجھ سے دور نہ بھاگو۔ میں تجھے کوئی نیا راستہ نہیں بتا رہا۔ میں تجھ پہ وہی دین واضح کر رہا ہوں جو حضرت آدم علیہ السلام سے مدنی تاجدار لائے۔ میں تجھے اسی مالک و خالق کا غلام بنا رہا ہوں جو خالق و مالک رازق ہے۔ وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اسی ذات کا حکم تمام جہانوں میں موثر حقیقی ہے۔ اس لیے میرے قریب آیئے۔

دین یعنی ناپسندیدہ بات پر اکسانا:

دین بمعنی ناپسندیدہ بات پہ اکسانا اس معنی میں غور فرمایئے اکثریت انسانوں کی کیا چاہتی ہے۔ ان کے پسندیدہ امور کیا ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا اور اس دنیا میں جو کچھ ہے سب کچھ فانی ہے۔ مگر اکثر لوگ ایسے امور میں شامل ہیں جیسے انہوں نے اس جہانِ فانی سے کوچ نہیں کرنا علاوہ ازیں زن، زر اور زمین کے باعث ہر طرف جھگڑے پھیلے ہوئے ہیں۔ اکثر انسان اپنی اپنی ڈفلی پہ اپنا اپنا راگ الاپے ہوئے ہیں۔ راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں دین انہیں ان کے پسندیدہ امور جو حقیقتاً حق تعالیٰ کے فرمان ذیشان کے خلاف ہیں ان سے دین فطرت روکتا ہے اور انہیں ان کے ناپسندیدہ امور کی طرف اکساتا ہے تاکہ وہ راہ حق کے مسافر بن کر کامیابیوں سے ہمکنار ہوں۔

اس شعر میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی بیان فرمایا ہیں کہ مومنو! ہوشیار ہو جاؤ۔ لوگو غور و فکر کرو جن امور کو تم پسند کیے ہوئے ہو یہ راہ حق کے خلاف ہے تمہیں ایک ایسی دلدل میں دھکیل دیں گے کہ جس سے کبھی نہ نکل سکو گے ہمیشہ کی ناکامی تمہارا مقدر ہوگی میں تمہیں حقائق سے آشنا کر رہا ہوں۔ خدارا سنبھل جاؤ دنیا اور دنیوی جاہ و جلال اور چکا چوند دنیا کی روشنیاں تجھے مسحور کیے ہوئے ہیں اس کے سحر کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کرو۔ آخر سب نے مرنا ہے یہ سب کچھ چھوڑ کر چلتے بننا ہے لہٰذا ایسے تمام اور جو تمہارے لیے بظاہر مفید ہیں دنیا کی روشنیاں دراصل روشنیاں نہیں ہیں ایک سراب ہیں آنکھ بند ہوتے ہی ختم ہو جائیں گی پھر اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ محشر کے دن بھی چہروں پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی قبر میں بھی اندھیریوں پہ اندھیریاں چھا جائیں گی پل صراط سے گزرتے ہوئے بھی سوائے اندھیرے کے کچھ نہ ہوگا۔ اس لیے میں تجھے تمہارے پسندیدہ امور جو تجھے جہنم

میں لے جانے والے ہیں ان کی حقیقت سے آشنا کر رہا ہوں حقائق سمجھا رہا ہوں لہٰذا تم جہنم میں لے جانے والے امور سے بچ جاؤ تا کہ کامیابیوں سے ہمکنار ہوسکو۔

غلام بنانا:

گویا کہ آپ فرما رہے ہیں میں تجھے حق تعالیٰ کا بندہ اور غلام بنا رہا ہوں اس لیے اس حقیقت پہ غور کرو کہ بندہ اور غلام اپنی مرضی نہیں کر سکتا جیسے مالک اور آقا چاہتا ہے غلام کو اس طرح کرنا پڑتا ہے اس لیے اپنی من مرضی چھوڑ دو اور حق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اپنی زندگی کا ہر لحہ گزارو یہی طریقہ تجھے دونوں جہاں میں کامیابیوں سے ہمکنار کر دے گا۔

حکم دینا:

گویا آپ اس شعر میں اپنے لخت جگر کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ بیٹا میں تجھے حکم دے رہا ہوں کہ دنیا اور دنیا کی چالبازیوں میں مبتلا ہو کر راہ حق سے ڈگمگا نہ جانا۔ اگر تم ہٹ گئے تو کہیں کے نہ رہو گے۔

دین بمعنی حکم دینا:

اگر دین بمعنی حکم دینا مراد ہو تو پھر یہاں اس شعر کا مطلب ہے۔

حکم دینا:

گویا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا مومنین سمجھتے ہیں اس حقیقت سے واقف ہیں کہ انا الدین کہ میں دین ہوں۔ اکثر اگر بحیثیت صحابی کے ہی عظمت کو دیکھا جائے۔

وَعَنْ عُمَرَبْنِ خَطَّابَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ اَبِّىْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِىْ مِنْ بَعْدِىْ فَاَوْحٰى اِلَىَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِىْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَّلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَىْءٍ مِّمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِىْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔

(رواہ رزین مشکوٰۃ شریف مناقب صحابہ فصل ۳)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ میری بارگاہ میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے۔ ان میں سے بعض نور میں بعض سے زیادہ قوی ہیں اور ہر ایک کے لیے ایک نور ہے پس جس نے علم و عمل میں کسی چیز کو لیا جس پر وہ اپنے اختلاف کے باوجود ہیں تو وہ ہدایت پر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس تم

ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

فائدہ:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے جو لکھا اس کی ترجمانی محمد عبدالحکیم قادری اور مولانا مفتی محمد خان قادری نے یوں کی ہے۔

جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا اختلاف رحمت ہے جیسے کہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وَلِکُلٍّ نُوْرٌ اور ہر ایک کے لیے نور ہے پس ہدایت اس علم اور فقاہت کے مطابق ہے جو اس شخص کے پاس ہے اگرچہ اس کے مراتب مختلف ہیں اس امر سے کوئی صحابی خالی نہیں ہے ہر ایک کے پاس دین و شریعت کا علم ہے۔ اگر بعض مقامات میں از راہ بشریت ان سے خطا سرزد ہوگئی ہو اور وہ راہ صواب پر گامزن نہ رہ سکے ہوں مثلاً چونکہ وہ معصوم نہیں ہیں اس لیے انہوں نے امام برحق کی مخالفت کی ہو تو اس خاص مسئلے میں ان کی اقتداء درست نہ ہوگی۔

(اشعۃ اللمعات ج ۷ اردو ترجمہ ص ۳۹۱)

دین و شریعت کا علم:

چونکہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم صحابی بھی ہیں مدنی تاجدار نے بھی آپ کے بے شمار فضائل بیان کیے ہیں دیگر فضائل کے علاوہ ایک اہم فضیلت یہ بھی آپ کو حاصل ہے کہ آپ کے پاس علم دین و شریعت خصوصی طور پر حاصل ہے جس کی بنا پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اس مسئلے میں مومنین کو شک نہیں کہ انا الدین۔ اس لیے میں تجھے جو کچھ ارشاد فرماؤں اسے معمولی نہ سمجھ بیٹھنا۔ میرا حکم تیرے لیے تسلیم کرنا ضروری ہوگا اور میری طرف سے جو نصیحتیں تجھے حاصل ہوں گی اس سے بے شمار لوگ مستفید ہوں گے۔

فائدہ:

اسی طرح لفظ دین کے جتنے بھی معانی ہیں ان میں سے اکثر معانی اس شعر کی حقانیت کی دلیل ہیں۔

چار بنیادی تصورات کی رہنمائی:

دین۔ لفظ دین ''دان'' کا اسم مصدر ہے جس کے معنی مالک ہونا، غلام بنانا، قریب ہونا، حکم دینا وغیرہ ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ دین مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے اگر آپ اس کے استعمالات پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ لفظ چار بنیادی تصورات کی رہنمائی کرتا ہے۔

سزا فیصلہ اور محاسبہ۔

امامت کرنا، سر تسلیم خم کرنا۔

غلبہ و تسلط

مذھب، طریقہ، مسلک اور دستور زندگی

(تدریس اسلامیات، بی ایڈ کوڈ نمبر ۶۵۴ یونٹ نمبر ص ۶)

دین کے دو معنی:

یَوْمِ الدِّیْنَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ دین کے دو معنی ہیں۔(1) بدلہ (2) فیصلہ اور انصاف

دوسرے ملت یعنی مذہبی عقیدے، قیامت کے دن کو دین کا دن یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن تمام دینوں یعنی ملتوں کے فیصلے کیے جائیں گے۔ دنیا میں دیندار اور بے دین یکساں پل رہے ہیں بظاہر حق و باطل کا پتہ نہیں چلتا لیکن اس دن سب پتہ چل جائے گا۔

یا اس لیے دین کا دن کہتے ہیں کہ ہر دین والا دین اس لیے اختیار کرتا ہے کہ اس دن نجات ہو جائے۔ عیسائی، یہودی، پارسی اور مسلمان وغیرہ جس قدر مذاہب ہیں سب اس دن کے قائل ہیں۔ سب اسی دن کی مصیبت سے بچنے کے لیے آج دین اختیار کر رہے ہیں اگرچہ ان میں سے بعض نے غلط دین اختیار کیا بعض نے صحیح۔

(تفسیر نعیمی جلد اول ص ۶۵)

دین کیا ھے؟:

یہ امیر علی خلیج آبادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:
یعنی دین وہ راہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بتلائی بدون اس کے کہ اس میں کوئی بدعت یا گمراہی ہو یا ہوائے نفسانی کی بات نکالی جاوے خواہ اعتقادات میں جیسے خوارج و روافض و معتزلہ وغیرہ فرقے ہیں اور خواہ عملیات میں ہو جیسے عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں نفل پڑھنا اور ان باتوں کی تعداد بہت کثیر ہو گئی ہے۔

(تفسیر مواہب الرحمٰن جلد اول ص ۱۳۹)

لفظ دین بمعنی بدلہ یا مذھب:

حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے لفظ دین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دین کے معنی بدلہ یا مذہب کے ہیں یعنی وہ طریقہ فکر و عمل جو ایک شخص یا قوم کے افکار و اعمال کی بنیاد ہو۔

(تفسیر الحسنات ج اول ص ۴۷۷)

فائدہ:

حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر اصولی مذہب کو دین کہا جا سکتا ہے خواہ سچا ہو یا جھوٹا مگر اسلام حق اور سچے دین کو کہا جائے گا۔

(تفسیر الحسنات جلد اوص ۴۷۷)

اصول عقائد:

اصول عقائد کو دین کہتے ہیں اور فروعی مسائل کو مذہب۔

(تفسیر الحسنات ج اول ص ۴۷۷)

فائدہ:

یہاں جتنے بھی معانی ''دین'' کے بیان ہوئے ہیں ان میں غور فرمایئے اور اس شعر مبارک میں غور فرمایئے حقائق روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیں گے۔

دین بمعنی جزا:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ مالک یوم الدین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے دین بمعنی جزا کی وضاحت یوں بیان فرمائی ہے کہ:

دین بمعنی جزا:

اگر دین کے معنی جزا کیے جائیں تو قیامت کو یوم الدین اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن دنیا کے تمام اعمال کی جزا دی جائے گی دنیا میں اچھے برے جیسے چاہو کام کرلو یہاں بدلہ نہیں لیکن وہاں بدلہ ہے کام نہیں اس کی مثال یوں سمجھ کہ ایک طالب علم تعلیم کے زمانہ میں صرف پڑھتا ہے اس زمانہ میں اس کی محنت کی کوئی بھی تحقیقات نہیں کرتا محنت کرے یا کھیلے لیکن جب امتحان کا دن آیا اس نے محنتی اور کھلاڑی کو الگ الگ کر دیا۔ محنتی پڑھنے والے کو انعام دیا اور کھلاڑیوں کو سزا تو گویا امتحان کا دن سال بھر کے کام کے بدلے کا دن ہے۔

(تفسیر نعیمی ج اول ص ٦٥)

فائدہ:

اب ان معانی کو دیکھیے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اس شعر کو ملاحظہ فرمایئے اور غور و فکر کیجیے حقیقت واضح ہو جائے گی۔

کہ جو انسان حق و باطل کے مابین فیصلہ اور انصاف کا متمنی ہے اسے چاہیے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی حیات طیبہ ملاحظہ فرمائے بلکہ اس کے مطابق عمل پیرا ہو تو یقیناً آپ کی اتباع و فرمانبرداری اس انسان کے لیے عروج کے حصول کا سبب ہوگا۔ وہ انسان اس دنیا میں کامیاب زندگی گزار جائے گا اور اسے آخرت میں بہترین بدلہ عطا ہوگا۔ کھرے اور کھوٹے کے مابین فیصلہ و انصاف مطلوب ہو تو انشاء اللہ راہ حق کے متوالوں کے لیے حق تعالیٰ کے قرب کے حصول میں بہترین راستہ میں ہوگا۔ حق و باطل کے مابین صحیح فیصلہ ہو جائے گا۔ حق باطل سے واضح ہو جائے گا۔ اور اس راہِ صواب پہ عمل پیرا ہونے کی وجہ سے بہترین اجر حاصل ہو گا۔

دین نصیحت ہے:

ایک حدیث میں ہے کہ دین نصیحت یعنی خیر خواہی ہے۔

(تفسیر مواہب الرحمٰن جلد اول ص ۱۳۹)

فائدہ:

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری حیات ملاحظہ فرمایئے آپ سے منسوب کلام اور ملفوظات ملاحظہ

فرمایئے آپ کا ہر عمل اور فرمان نصیحت ہی نصیحت ہے۔

لفظ دین کا ایک معنی طریقہ اور روش:

دیو بند مکتبہ فکر کے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ عربی زبان میں لفظ دین کے چند معنی ہیں جس میں ایک معنی ہے طریقہ اور روش۔ قرآن کی اصطلاح میں لفظ دین ان اصول و احکام کے لیے بولا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء تک سب انبیاء میں مشترک ہیں۔

(تفسیر معارف القرآن جلد۲ص ۳۶)

دین ایک جامع اصطلاح:

در حقیقت قرآن مجید میں لفظ دین ایک جامع اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد ایک ایسا نظام زندگی ہے جس میں انسان حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی تسلیم کرتا ہو اور اس کی اطاعت میں زندگی بسر کرتا ہو وہ اس کی فرمانبرداری پر اچھے بدلے اور جنت کا امیدوار ہو اور اس کی نافرمانی پر ذلت وخواری اور جہنم کا خوف اس پر طاری ہو۔ اس لحاظ سے لفظ دین پورے نظام زندگی پر حاوی ہے۔

(تدریس اسلامیات بی ایڈ کوڈ ۶۵۴ یونٹ ۱ص ۷ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

فائدہ:

ان حقائق کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انا الدین۔

آگ نہیں چھوئے گی:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم صحابی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت بیان کرتے ہوئے مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری زیارت کرنے والوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی زیارت کرنے والوں (جہنم کی) آگ نہیں لگے گی پوری حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسَّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ وَرَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ

(رواہ الترمذی مشکوۃ شریف مناقب صحابہ کرام فصل ۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کو آگ نہ لگے گی جس نے مجھ کو دیکھا یا مجھ کو دیکھنے والے کو دیکھا۔

فائدہ:

یہ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمان کی حالت میں زیارت کا حال ہے اور ان صحابہ کرام کی اتباع وفرمانبرداری کی فضیلت کا کیا کہنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استعارہ کے طور پر بیان فرمایا کہ میری اتباع فرمانبرداری کیجیے میری اتباع فرمانبرداری اور محبت تجھے حق تعالیٰ کے قرب سے نواز دے گی۔ میری محبت اور اتباع وفرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور پختہ ہوگا

اس سے تمہارا کردار اعلیٰ ترین ہو جائے گا۔ اس سے تجھے بہترین نظام زندگی حاصل ہوگا۔ اس اطاعت کے باعث تجھے اچھا بدلہ ملے گا اور نافرمانی کرنے سے تجھے ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میری اتباع وفرمانبرداری اور محبت سے تجھے ایسا طریقہ زندگی اور روش حاصل ہوگا جو تجھے دنیا میں بھی کامیابی سے ہمکنار کردے گا اور آخرت میں بھی حق تعالیٰ سے انعامات کے حصول کا سبب بنے گا۔ تمہاری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی۔ ظاہری جسمانی احوال بھی درست ہو جائیں گے اور باطنی احوال بھی بہترین ہو جائیں گے۔ میری حیات میں تجھے زندگی گزارنے کے بہترین اصول واحکام حاصل ہوں گے جو تمہارے لیے کامیابیوں کا نہ صرف زینہ ثابت ہوں گے بلکہ تمہارے لیے اعلیٰ ترین مقام کے حصول کے لیے ان اصولوں اور احکام کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے۔

میری زندگی محض نفسانی اور عام زندگی نہ سمجھ بیٹھنا بلکہ میری زندگی سے تجھے وہی اصول، احکام اور ضابطے حاصل ہوں گے جو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام بیان کرتے آئے ہیں۔ میری ذات تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے بھلائی ہی بھلائی ہے اس لیے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لائے ہیں میں نے کما حقہ ہر ممکن طریقہ سے اسی کے مطابق زندگی اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔

اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ انا الدین۔ گویا آپ کے اس ارشاد گرامی کا مطلب ہوا کہ مجھ سے محبت کرنے اور میری اتباع کرنے سے تمہاری دنیا و آخرت بھی سنور جائے گی ظاہری و باطنی بھی امور بہترین ہو جائیں گے کیونکہ میری زندگی مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ذیشان کے مطابق گزاری ہوئی ہے اور انشاء اللہ آخر دم تک اسی دین کے مطابق گزاروں گا اس سے سر مو نہ انحراف کیا ہے اور نہ ہی منحرف ہوں گا۔ آخر دم تک انشاء اللہ اس پہ قائم رہنا ہے۔ اس لیے میری زندگی سے تجھے وہی اصول، ضابطے اور احکام ملیں گے جو دین اسلام کے ہی احکام ہیں۔ وہی دین اسلام جو تمام انبیاء کرام لائے جس کی تبلیغ تمام انبیاء کرام کرتے رہے۔

مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ

حدیث شریف:

عَنْ سَعْدِبْنِ اَبِی وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّآ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

(بخاری شریف، مشکوۃ شریف، مسلم شریف)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا آپ کا ہمارے ساتھ وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ سے تھا لیکن ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ہر مومن کے دوست:

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ لنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ۔

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف باب مناقب علی مرتضیٰ فصل ۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی مرتضیٰ سے ہوں اور وہ ہر مومن کے دوست ہیں۔

فائدہ:

اس سے مراد کمال اتحاد، اتصال، اخلاص اور یگانگت ہے۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۴۵۴)

علی ہر مومن کے ولی:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ولی کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ولی کا معنی ہے دوست، محب اور مددگار۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۴۵۴)

یا علی مدد اور مولا علی کہنا کیسا:

حکیم الامت مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ اسی حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی دوست یا بمعنی مددگار ہے جیسے رب فرماتا ہے انما و لیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا۔ وہاں بھی ولی بمعنی مددگار ہے اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

ایک یہ کہ مصیبت میں یا علی مدد کہنا جائز ہے کیونکہ حضرت علی ہر مومن کے مددگار ہیں تا قیامت۔

دوسرے یہ کہ آپ کو مولا علی کہنا جائز ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی اور مولیٰ ہیں۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۸ ص ۴۱۷)

فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ:

وَعَنْ زَيْدِبْنِ اَرْقَمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ

(رواہ احمد والترمذی مشکوٰۃ شریف مناقب حضرت علی مرتضیٰ فصل ۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں علی

بھی اس کے مولا ہیں۔

فائدہ:

یہاں بھی مولیٰ بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی مددگار یا بمعنی دوست ہے جسے حضور سے محبت ہے اسے حضرت علی سے محبت ہونی چاہیے۔ اگر مولیٰ بمعنی خلیفہ ہو تو بتاؤ کہ حضور انور کس کے خلیفہ تھے اور جو لوگ حضور کے زمانہ میں شہید یا فوت ہوئے ان کے علی خلیفہ کیسے ہوئے ہاں آپ محبوب مددگار۔ دوست ہر مومن کے ہیں۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۴۱۷)

فائدہ:

ان احادیث اور دیگر احادیث میں سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پہ مبنی ہیں وہ روایات بغور ملاحظہ فرمایئے اور یہ شعر بغور مطالعہ کیجیے اس شعر کا مطلب واضح ہو جائے گا۔

فَصَلِّ عَلٰی جَدِّکَ الْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

پس اپنے نانا جان جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود بھیج اور ان سے محبت کرنے والوں پر بھی۔

فائدہ:

یہاں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود شریف بھیجنے کا حکم فرمایا گیا۔ درود شریف بھیجنے کی فضیلت ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود بھیجنے کی فضیلت بھی بیان فرمادی اور نصیحت بھی۔

فضائل درود و سلام علی سید الانبیاء:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

(پ ۲۲ سورۃ الاحزاب ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(کنز الایمان)

فائدہ:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد درود شریف پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب پر دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے اور مستقل طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان)

مسئلہ:

درود شریف عمر میں ایک بار پڑھنا فرض ہے ہر اس مجلس ذکر میں جہاں بار بار حضور کا نام آتا ہے ایک بار پڑھنا واجب۔ نماز میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے ہمیشہ پڑھنا مستحب ہے۔

(تفسیر نور العرفان)

پانچ فوائد:

پنج تن کی نسبت سے اس آیت کے پانچ فائدے ملاحظہ فرمائیے۔
اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

1- ایک یہ کہ درود شریف تمام احکام سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکم میں اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا کہ ہم بھی کرتے ہیں تم بھی کرو سوا درود شریف کے۔

2- دوسرے یہ کہ تمام فرشتے بغیر تخصیص ہمیشہ حضور پر درود بھیجتے ہیں۔

3- حضور پر رحمت الٰہی کا نزول ہماری دعا پر موقوف نہیں جب کچھ نہ بنا تھا تب بھی رب تعالیٰ حضور پر رحمتیں بھیج رہا تھا ہمارا درود شریف پڑھنا رب سے بھیک مانگنے کے لیے ہے جیسے فقیر داتا کے جان و مال کی خیر مانگ کر بھیک مانگتا ہے ہم بھی حضور کی خیر مانگ کر بھیک مانگتے ہیں۔

4- چوتھے یہ کہ حضور ہمیشہ حیات النبی ہیں اور سب کا درود و سلام سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں کیونکہ جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے جیسے نمازی، سونے والا۔

5- پانچواں یہ کہ تمام مسلمانوں کو ہمیشہ ہر حال میں درود شریف پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ رب تعالیٰ اور فرشتے ہمیشہ ہی درود بھیجتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْلَی النَّاسِ بِی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن ریاض الصالحین جلد ۲ کتاب الصلوٰۃ علی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر ۵۰۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن میرے زیادہ نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والے ہوں گے۔

بخیل:

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح، ریاض الصالحین ج ۲ نمبر ۵۱۱)

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

درود نہ بھیجنے والے کی مذمت:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن، ریاض الصالحین ج ۲ کتاب الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۵۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص ذلیل ہو جس کے سامنے مرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔

جمعہ کے دن حضور کی خدمت میں درود پیش کیا جاتا ہے:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَفْضَلَ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ۔

تمہارا سب سے زیادہ فضیلت کا دن جمعہ کا دن ہے اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن میں صور پھونک ماری جائے گی اسی دن قیامت قائم ہو گی تم اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود میری خدمت (اقدس) میں پیش کیا جاتا ہے۔

قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ يَعْنِیْ بَلِيْتَ

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود آپ کی خدمت اقدس میں کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ تو قبر (انور) میں تشریف لے جائیں گے۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے یہ بات حرام قرار دی ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو خراب کرے۔

(سنن دارمی شریف مترجم ج اول حدیث شریف نمبر ۱۶۰۹ ص ۵۸۹)

فائدہ:

یہی حدیث مبارکہ درج ذیل کتب میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

1- سنن ابی داؤد، از امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔
2- سنن نسائی، از امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی۔
3- مسند احمد از امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی۔
4- المستدرک از امام عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری۔
5- صحیح ابن خزیمہ از امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری۔
6- سنن بیہقی کبریٰ از امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی۔
7- المستدرک از امام عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری۔
8- معجم کبیر از امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد ایوب طبرانی۔
9- مصنف ابن ابی شیبہ از ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابوشیبہ کوفی۔

(تخریج از حضرت علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر سنن دارمی شریف مترجم ج اول ص ۵۸۹)

حیات الانبیاء:

اس حدیث مبارکہ سے حیات الانبیاء کے حق ہونے پہ بھی روشنی پڑتی ہے خصوصاً سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد وصال کا ثبوت بھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب اور دور کا درود برابر سنتے ہیں:

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب علیہ الرحمہ آپ کے درود وسلام کے سننے کے متعلق تحقیق بیان کرنے کے بعد بطور نتیجہ یوں لکھا ہے کہ:

بلاشبہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عطاء اور اس کی بخشش اور اس کے فضل وکرم سے درود پڑھنے والوں کا درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سنتے ہیں اور قریب اور دور کا درود برابر سنتے ہیں اور اس کے باوجود فرشتوں کی ڈیوٹی (ذمہ داری) ہے کہ وہ بھی درود شریف پڑھنے والوں کا درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کریں اس میں درود شریف کی اہمیت کا اظہار مقصود ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا اظہار واقرار بھی بلاشبہ معنوی وروحانی ونورانی لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں اس لیے آپ ہمارا درود سنتے ہیں اور ہمارے حال سے خوب واقف وباخبر ہیں۔

(درود وسلام اور شان خیر الانام ص ۸۸۔۸۷)

حکایت:

دیوبند مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں عبدالواحد بن زید بصریٰ سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جارہا تھا ایک شخص میرا

رفیق سفر ہو گیا وہ ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرتا تھا میں نے اس سے اس کثرت درود کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ جب میں سب سے پہلے حج کے لیے حاضر ہوا تو میرے باپ بھی ساتھ تھے جب ہم لوٹنے لگے تو ہم ایک منزل پر سو گئے میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اٹھ تیرا باپ مر گیا اور اس کا منہ کالا ہو گیا۔ میں گھبرایا ہوا اٹھا تو اپنے باپ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا منہ کالا ہو ہو رہا تھا مجھ پر اس واقعہ سے اتنا غم سوار ہوا کہ میں اس کی وجہ سے بہت ہی مرعوب ہو رہا تھا اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی کالے چہرے والے جن کے ہاتھ میں لوہے کے بڑے ڈنڈے تھے مسلط ہیں اتنے میں بزرگ نہایت حسین صورت دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دست مبارک کو میرے باپ کے منہ پر پھیرا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے چہرہ کو سفید کر دیا۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس کے بعد سے میں نے حضور اقدس پر درود کبھی نہیں چھوڑا۔
(تبلیغی نصاب، فضائل درود شریف فصل ۵ ص ۱۱۸)

دوسری حکایت:

روض الفائق میں اسی نوع کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے کہ وہ حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پر درود ہی پڑھتا ہے اور کوئی چیز تسبیح تہلیل وغیرہ نہیں پڑھتا میں نے اس سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟

اس نے پوچھا: تو کون ہے؟

میں نے کہا: میں سفیان ثوری ہوں۔

اس نے کہا: کہ اگر تو اپنے زمانے کا یکتا نہ ہوتا تو میں نہ بتاتا اور اپنا راز نہ کھولتا۔ پھر اس نے کہا: کہ میں اور میرے والد حج کو جا رہے تھے ایک جگہ پہنچ کر میرا باپ بیمار ہو گیا۔ میں علاج کا اہتمام کرتا رہا کہ ایک دم ان کا انتقال ہو گیا اور منہ کالا ہو گیا۔ میں دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا اور انا للہ پڑھا اور کپڑے سے ان کا منہ ڈھک دیا اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب جن سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ صاف ستھرا لباس کسی کا نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ بہترین خوشبو میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ تیزی سے قدم بڑھائے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے میرے باپ کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اس کا چہرہ سفید ہو گیا وہ واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں جو کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ پر مسافرت میں احسان فرمایا وہ کہنے لگے کہ تو مجھے پہچانتا نہیں میں محمد بن عبداللہ صاحب قرآن ہوں یہ تیرا باپ بڑا گناہ گار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا تھا جب اس پر مصیبت نازل ہوئی تو میں اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔
(فضائل درود شریف ص ۱۱۹ تبلیغی نصاب)

فائدہ:

یہ حکایت الحمد للہ اہلسنت و جماعت کے عقائد کی مؤید ہے اسی لیے الحمد اللہ اہلسنت و جماعت بکثرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم پہ درود وسلام کے نذرانے بھیجتے رہتے ہیں تا کہ مشکل کے وقت آپ فریاد کو پہنچیں۔ ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی بیشمار قسم کی تکالیف کو دور کرنے کے لیے درود وسلام کا ورد وظیفہ اپنایئے اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہی وظیفہ تعلیم فرمایا۔

فضائل حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طَائِفَةٍ مِّنَ النَّهَارِ حَتّٰی اَتٰی خِبَآءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ اَثَمَّ لُکَعَ اَثَمَّ لُکَعَ یَعْنِیْ حَسَنًا فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ جَآءَ یَسْعٰی حَتّٰی اَعْتَنَقَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهٗ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف مناقب اہل بیت نبوی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے کچھ حصے میں باہر آیا یہاں تک کہ آپ سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ آپ حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آپ تھوڑی دیر ٹھہرے کہ بچہ دوڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ دونوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهٗ

اے اللہ! میں اسے (حضرت امام حسن) کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب بنالے اور اس سے محبت کرنے والے کو بھی محبوب بنالے۔

سید بیٹا:

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰی جَنْبِهٖ وَهُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّةً وَّ عَلَیْهِ اُخْرٰی وَیَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَّ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(رواہ مشکوٰۃ شریف مناقب اہل بیت، نبوی حدیث نمبر ۵۸۸۲)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر دیکھا حضرت (امام) حسن بن علی آپ کے پہلو میں تھے آپ کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف اور فرمایا

ہمارا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ میں متعدد امور کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

-1 مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ بھی بیان ہوئے ہیں ابھی مسلمان دو گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے بلکہ دو گروہوں میں تقسیم ہونے کے آثار بھی نہیں پائے جاتے مگر اس کے باوجود آپ بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔ تاریخ کے اوراق اس صلح کے گواہ ہیں۔

-2 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ کے واقعات بھی جانتے ہیں آپ نہ صرف آئندہ کے واقعات جانتے ہیں بلکہ گاہے گاہے بیان فرماتے رہتے۔

-3 مدنی تاجدار احمد مختار علوم غیبیہ کے متعلق صحابہ کرام کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیبیہ حاصل تھے الحمدللہ اہلسنت و جماعت کے حق ہونے کی یہ روشن دلیل ہے۔

-4 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اسی حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس امر کی اطلاع ہے کہ مسلمان دو حصوں میں بٹ جائیں گے ایک حصہ حضرت حسن کے ساتھ اور دوسرا حضرت امیر معاویہ کے ساتھ امام حسن خلافت کے زیادہ حق دار تھے کیونکہ تیس سال سے چھ مہینے باقی رہتے تھے جن کی خبر دیتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے بعد خلافت تیس سال ہے پس اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت و رحمت نے انہیں اس بات پر مائل کیا کہ انہوں نے دنیا کی حکومت کو ترک کر دیا اور اگلے جہان کی حکومت میں دلچسپی لی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جماعتیں ملت اسلام پر ہیں، باوجودیکہ ایک حق پر نہ تھی۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلح اہل سنت و جماعت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت و حکومت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۹۷۸۔۹۷۹)

-5 اس حدیث مبارکہ سے اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بدزبانی استعمال کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

☆......☆......☆

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت

تَـرَدَّ رِدَآءَ الصَّبْرِ عِنْدَ النَّوَآئِبِ   تَنَلْ مِنْ جَمِيْلِ الصَّبْرِ حُسْنَ الْعَوَاقِبِ

☆تَرَدَّ۔ تم اوڑھ لو☆رِدَآءَ۔ چادر☆عِنْدَ النَّوَآئِبِ۔ مصیبتوں کے وقت☆جَمِيْلِ الصَّبْرِ۔ صبر جمیل، بہتر صبر،

وہ صبر، جس پر ثواب ملے

☆حُسْنَ الْعَوَاقِب۔ اچھا انجام☆جَمِیْل۔ حسین، خوبصورت☆حُسْن۔ عمدگی، بھلائی، خوش نمائی، خوبصورتی، جمال، رونق، جوبن، بہار وغیرہ☆عَوَاقِب۔ عاقبت کی جمع نتائج

مصائب و آلام کے وقت صبر کی چادر بدن پہ ڈال لو۔ صبر جمیل کی بنا پر بہترین نتیجہ تک پہنچو گے۔

مطلب:

دکھوں، سکھوں اور مصائب و آلام کے وقت صبر اختیار کیجیے کیونکہ صبر جمیل اختیار کرنے سے نتیجہ اچھا نکلتا ہے کیونکہ ایسے وقت میں بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے انسان کی سمجھ بوجھ اور سوچوں پہ بھی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بنے بنائے کام بگڑ جاتے ہیں اور اگر صبر اختیار کیا جائے اور یہی تصور کر لیا جائے کہ یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔ سب مشکلات آنی ہی تھیں پھر بھی شکر ہے کہ ان حالات میں یہ مشکلات آئیں اس سے بھی برے حالات کے وقت مشکلات آتیں اور ان سے مزید برے نتائج نکلتے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ محبوب کی طرف سے آنے والی ہر چیز کو محبت کا انداز سمجھ کر بلکہ اس سے محبت کی جائے تو دکھ اور سکھ، مصائب و آلام، محسوس ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ محبوب حقیقی کی طرف سے عطا کردہ انعامات محسوس ہوتے ہیں جو کہ دنیا و آخرت میں بہترین نتائج کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے ایسے حالات میں صبر اختیار کرنا بہترین نتائج کا سبب بن جاتا ہے۔

پانچ باتیں:

پچاس شیوخ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ پانچ باتیں مجھ سے یاد کر لو۔ دو باتیں تو جوڑے جوڑے ہیں اور ایک اکیلی ہے۔

1- تم سوائے اپنے گناہ کے کسی سے نہ ڈرو۔
2- تم کسی سے امید نہ رکھو سوائے اپنے رب کے۔
3- جو چیز معلوم نہ ہو اس کے سیکھنے میں حیا نہیں کرنی چاہیے۔
4- تم میں سے کسی ایک سے جب وہ چیز پوچھی جائے جس کا علم نہیں اور اس سے لاعلمی کے اظہار پر شرم نہیں کرنی چاہیے۔
5- جان لے کہ صبر کا درجہ تمام امور میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا (درجہ) پورے جسم میں ہے۔ جب سر بدن سے دور ہو جاتا ہے تو جسم بے کار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب تمام امور میں صبر ختم ہو جاتا ہے تو وہ کام بھی بے کار ہو جاتے ہیں۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۳۰۵-۳۰۴)

حدیث شریف:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

جس کے پاس مال کم ہو اور خاندان بڑا ہو۔ اس کی نماز اچھی ہو، وہ مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو تو وہ روز قیامت میرے ساتھ ہوگا اس طرح پھر آپ نے دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۳۱۳)

فائدہ:

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو شب و روز منصوبہ بندی کے ترانے الاپتے نہیں تھکتے کہ جی دیکھیے بچے دو ہی اچھے۔ اگر زیادہ بچے ہوں گے تو تم انہیں اچھا کھلا پلا نہ سکو گے ان کے تعلیمی اخراجات برداشت نہ کر سکو گے یہ نہ کر سکو گے وہ نہ کر سکو گے۔

بلکہ الفقیر کا متعدد تجربہ ہے کہ کئی خاندان ایسے دیکھنے میں آئے ہیں کہ جو صرف میاں بیوی جب تک اکیلے تھے ان کے گھر غربت کا راج رہا۔ اولاد ہوئی اور ماشاء اللہ خاندان منصوبہ بندی والوں کے اصول کے خلاف خوب بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہری حالات اچھے کر دیئے کیونکہ ہر ایک کو اپنا نصیب ملنا ہے اور ضرور ملنا ہے۔

فراخی صبر کے ساتھ ہے:

حضرت فقیہہ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول نے کفار کے ہاتھوں تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائیں، بھوک سے نڈھال رہے لیکن وہ اس پر صابر رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فراخی عطا فرمائی۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو فراخی عطا فرماتا ہے بے شک فراخی صبر کے ساتھ ہے اور مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔

(تنبیہہ الغافلین حصہ اول)

فائدہ:

صبر کا فائدہ بیان کرتے ہوئے بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

صبر اندر صابری ، تن ایویں جالین
ہونا نزدیک خدا دے ، بھیت نہ کسے دین

صابر صبر میں اپنا جسم اس طرح جلا لیتے ہیں کہ ان کے جلنے کا کسی کو بھی علم نہیں ہوتا اس طرح وہ حق تعالیٰ کے اتنے نزدیک ہو جاتے ہیں کہ ان کے قرب کو بیان کرنا مشکل ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنا یہ راز کسی کے سامنے نہیں کھولتے۔

(فیضان الفرید ص ۶۶۰)

صبر کے متعلق مزید تفصیلات فیضان الفرید میں بیان کر دی گئی ہیں۔

☆......☆......☆

وَكُنْ صَاحِباً لِّلْحِلْمِ فِيْ كُلِّ مَشْهَدٍ فَمَا الْحِلْمُ اِلَّا خَيْرُ خِدْنٍ وَّ صَاحِبِ

☆ كُنْ۔ ہو جا ☆ صَاحِباً لِّلْحِلْمِ۔ حلم والا ☆ حِلْم۔ بردباری، برداشت، نرمی، نرم دلی ☆ خَيْرٌ۔ بہترین، اچھا، نیکی، بھلائی، اچھائی، برکت، سلامتی، تندرستی، عافیت وغیرہ ☆ خِدْن۔ خدان جمع بمعنی حبیب، صاف، دوست، ساتھی ☆ مشہد۔ حاضر ہونے کی جگہ، شہید ہونے کی جگہ، شہیدوں کا قبرستان وغیرہ مگر یہاں موقع مراد ہے۔

اے پیارے! ہر موقع اور جگہ بردباری کی صفت اختیار کر کیونکہ یہ صفت ایک بہترین دوست اور بہترین ساتھی ہے۔ بردباری اللہ تعالیٰ کے محبوب مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محبوبان بارگاہ حق کی صفت ہے یہ صفت اپنانے والا دنیا و آخرت

میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

وَكُنْ حَافِظًا عَهْدَ الصَّدِيْقِ وَرَاعِيًا   تَذُقْ مِنْ كَمَالِ الْحِفْظِ صَفْوَ الْمَشَارِبِ

☆حَافِظًا۔ حفاظت کرو☆صِدِّيْق۔ دوست (اسم مبالغہ) نہایت سچا، راست گو، حضرت ابوبکرؓ، خلیفہ اول کا لقب مبارک، یار وفادار اور اگر صدیق یعنی ص پر زبر ہو تو پھر اس کا معنی ہوگا دوست، مخلص دوست ☆رَاعِيًا۔ رعایت کرو، لحاظ رکھو، خیال رکھو☆كَمَالِ الْحِفْظِ۔ کمال نگہداشت ☆صَفْوَ الْمَشَارِب۔ صاف شفاف مشرب ☆تَذُقْ۔ چکھو گے۔

پیارے دوست کے وعدے کی حفاظت اور نگہداشت کر، تم بہترین اور کمال درجہ کی نگہداشت کرنے کی وجہ سے صاف ستھرے اور بہترین مشرب کا مزہ چکھو گے۔

فائدہ:

کیونکہ ایسا کرنے سے بندے کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ دوستوں کے مابین نہ صرف رابطے بڑھتے ہیں بلکہ مزید اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوست میں اگر کوئی خامی یا کمی بیشی ہو تو وہ بھی نکل جاتی ہے۔ دوستوں کے مابین دوستی میں مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اچھے اور بہترین دوستوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ انسان کی دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے انسان کی یاد بعد از وصال بھی اچھے لفظوں میں باقی رہتی ہے۔

☆......☆......☆

وَكُنْ شَاكِرًا لِلّٰهِ فِيْ كُلِّ نِعْمَةٍ   يُثِبْكَ عَلَى النُّعْمٰى جَزِيْلُ الْمَوَاهِبِ

☆شَاكِرًا لِلّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار رہو☆جَزِيْلَ الْمَوَاهِبُ۔ زیادہ بخشش ☆شَاكِر۔ شکر گزار، شکر کرنے والا، صابر، قانع ☆مَوَاهِبُ۔ موہب کی جمع مہربانیاں، شفقتیں بخششیں

ہر نعمت کے حصول کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہ۔ پس اس کی جزا کے طور پر اللہ تعالیٰ عنایات و بخشش مزید عطا فرمائے گا۔

فائدہ:

کیونکہ ہر نعمت کا شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ مزید عنایات اور بخشش میں اضافہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مایفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم

اور اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں کیوں سزا دے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان للنعم اوابدا کا وابدا لوحش فقیدھا بالشکر

نعمتیں بھی اسی طرح بھاگ جاتی ہیں جیسے جنگلی جانور بھاگ جاتے ہیں تو ان کو شکر کے ساتھ پابند کرو۔
باقی رہا زیادت کا حصول تو چونکہ شکر نعمتوں کے لیے زنجیر ہے تو وہ زیادت کا پھل دیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔

اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا۔

(منہاج العابدین اردو ترجمہ ص ۳۱۰)

☆......☆......☆

وَمَا الْمَرْءُ اِلَّا حَيْثُ يَجْعَلُ نَفْسَهٗ　　　فَكُنْ طَالِبًا فِي النَّفْسِ اَعْلَى الْمَرَاتِبِ

☆مَرْءُ۔ انسان ☆حَيْثُ۔ جسے چاہے ☆يَجْعَلُ نَفْسَهٗ۔ وہ اپنے آپ کو پیش کرے گا ☆اَعْلَى الْمَرَاتِب۔ اعلیٰ مرتبہ ☆مراتب۔ مرتبہ کی جمع، درجے، رتبے، مناسب، مقام، عظمت، شان وغیرہ

نہیں ملتا انسان کو کوئی مرتبہ مگر جس کے لیے وہ اپنے آپ کو پیش کرے پس تم اپنے لیے اعلیٰ مقام کے طلب گار بنو۔ تاکہ تجھے اعلیٰ مقام اور اعلیٰ درجہ حاصل ہو۔

فائدہ:

انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے بلکہ بعض اوقات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو کوشش سے بھی کئی گنا ملتا ہے۔ اس لیے انسان کو صالح اعمال میں کوشش کرنی چاہیے تاکہ دنیا وآخرت میں سرخروئی حاصل ہو اور بدکرداریوں سے ہر ممکن طریقہ سے بچنے کی سعی کرنی چاہیے تاکہ دنیا وآخرت میں ناکامیوں سے آشنائی حاصل نہ ہو سکے۔

☆......☆......☆

وَكُنْ طَالِبًا لِّلرِّزْقِ مِنْ بَابِ حِلَّةٍ　　　يُضَاعَفُ عَلَيْكَ الرِّزْقُ مِنْ كُلِّ جَانِبِ
وَصُنْ مِنْكَ مَاءَ الْوَجْهِ لَا تَبْذِلَنَّهٗ　　　وَلَا تَسْئَلِ الْاَرْذَالِ فَضْلَ الرَّغَائِبِ

☆طَالِبًا لِّلرِّزْقِ۔ رزق طلب کرو ☆بَابِ حِلَّةٍ۔ حلال طریقہ پر ☆يُضَاعَفُ۔ بڑھے گی، بڑھے گا ☆كُنْ۔ کرو، ہوجا، وجود میں آجا، وغیرہ مگر یہاں کرو کے معنی میں ہے

☆مَاءَ الْوَجْهِ۔ آبرو، عزت ☆بذل۔ خرچ کرنا ☆لَا تَسْئَل۔ نہ مانگو، نہ طلب کرو، نہ چاہو ☆اَرْذَال۔ رذیلوں، ذلیلوں ☆طَالِب۔ مانگنے والا، طلب کرنے والا، چاہنے والا، مشتاق، امیدوار وغیرہ ☆بَاب۔ دروازہ، مقدمہ، معاملہ، کتاب کا حصہ، فصل، قسم، بابت، معلق، غرض تذکرہ، مضمون، بحث وغیرہ ☆وَجْه۔ چہرہ، ماء الوجہ کا مطلب ہوگا، عزت وآبرو

(۱) حلال طریقے سے رزق طلب کیجیے۔ رزق ہر طرف سے کئی گناہ ہو جائے گا یعنی حلال طریقے سے رزق کے حصول کے لیے کوشش کرو تبدیل نہ کرو اس سے رزق میں برکت ہوتی، رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کیجیے اسے حقیر اور بے قدر نہ بنائیے۔ کمینوں سے بچی ہوئی پسندیدہ چیز کی خواہش نہ کیجیے۔ یعنی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے انسان کی وہ وقعت اور عزت نہیں رہتی۔

رزق حلال میں برکت ہے:

مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ یعنی (حلال ذرائع کے ذریعے) کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی کمائی میں برکت پیدا کر دیتا ہے وہ چیز کم بھی ہو تو اس میں برکت پیدا کر کے ضرورت پوری کر دیتا ہے۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ:

وَعَنْ اَبُوْ الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَ اوَلَ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُوْمُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تَمُدُّ قَالَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تَمُدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَآءِ۔

(رواہ الترمذی والدارمی، مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات حدیث نمبر ۵۶۷۴)

حضرت ابوالعلاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سمرہ ابن جندب سے راوی ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ سے صبح سے رات تک باری باری کھاتے رہے کہ دس اٹھتے اور دس بیٹھتے تھے ہم نے کہا کہ کہاں سے بڑھتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز سے تعجب کرتے ہو وہ نہ بڑھتا تھا مگر وہاں سے اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ روزی حاصل کرنے کے لیے حلال اور جائز طریقے اپنایئے اس سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

(۱) وَكُنْ مُّوْجِبًا حَقَّ الصَّدِيْقِ اِذَا اَتٰى — اِلَيْكَ بِبِرٍّ صَادِقٍ مِّنْكَ وَاجِبِ

(۲) وَكُنْ حَافِظًا لِلْوَالِدَيْنِ وَنَاصِرًا — لِجَارِكَ ذِى التَّقْوٰى اَهْلِ الْاَقَارِبِ

☆حَقَّ الصَّدِيْقِ۔ دوست کے حق ☆بِبِرٍّ۔ ساتھ نیکی کے ☆صَادِقٍ۔ مخلص، سچا، راست گو، منصف مزاج، وفادار، ٹھیک، موزوں، معنی کا کسی دوسری چیز پر درست آنا ☆وَاجِبِ۔ لازم، مناسب، ٹھیک، لائق، سزاوار، قابل، جو اپنے وجود میں دوسرے کا محتاج نہ ہو، فقہ میں وہ رکن دین، جس کو بغیر عذر ادا نہ کرنے والا گنہگار ہے۔

☆لِلْوَالِدَيْنِ۔ ماں باپ کے لیے مراد والدین کے حقوق کی حفاظت کیجیے ☆لِجَارِكَ۔ اپنے پڑوسی کے لیے یعنی اپنے پڑوسی کی ☆ذِى التَّقْوٰى۔ پرہیزگار ☆اَهْلِ الْاَقَارِبِ۔ خویش اور قریبی رشتے دار ☆مُوْجِبًا۔ واجب قرار دے، لازم قرار دے، فرض یا واجب قرار دے وغیرہ۔

(۱) جب دوست تمہارے پاس آئے تو اس کا حق واجب ٹھہراؤ۔ نہایت اخلاص اور ممنونیت کے ساتھ تم پہ واجب ہے۔

(۲) اپنے ماں باپ کے حق کی حفاظت کیجیے اور متقی ہمسائے اور عزیز و اقارب کی بھی مدد کیجیے۔

دوست کے حقوق:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب تمہارے پاس تمہارا دوست آئے تو اس کا ادب واحترام کیجیے۔ دوستی کے تمام حقوق ولوازمات کو مدنظر رکھنے کی کوشش کیجیے مگر اس سلسلے میں یہ امر لازمی ذہن میں رہے کہ اس سلسلے میں اخلاص اور ممنونیت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کے بغیر سب کچھ بے کار۔

والدین کے حقوق کی حفاظت:

والدین کے حقوق کی حفاظت کیجیے یہ تمہارے دینوی، اخروی، ظاہری اور باطنی ہر قسم کے امور میں ترقی کے لیے ضروری ہے۔ انشاءاللہ اور مقام پہ تفصیلات عرض کی جائیں گی۔

متقی ہمسائے اور عزیز و اقارب کی مدد:

متقی ہمسائے کی مدد کرنا اور عزیز واقارب کی مدد کرنا انسان پہ ضروری ہے ہمسایوں کے سلسلے میں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے صلہ رحمی کی بھی اسلام میں خاص اہمیت ہے۔

☆......☆......☆

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت

(۱) لَوْصِيغَ مِنْ فِضَّةٍ نَفْسٌ عَلٰى قَدْرٍ لَعَادَمِنْ فَضْلِهٖ لَمَّا صَفَاذَهَبَا

☆صِيغَ۔ ڈھالا جاتا، بنایا جاتا۔ فِضَّةٍ۔ چاندی ☆ذَهَبًا۔ سونا ہو جاتا ☆فَضْلِهٖ۔ اس کے فضل وکرم سے ☆نَفْسٍ۔ گھڑی، ساعت، لحظہ، دقیقہ، سانس، دم، دل، ذات وغیرہ ☆فضل۔ زیادتی، افزونی، علم وہنر، جوہر، رحم، مہربانی، بخشش، بزرگی، فضیلت وغیرہ۔

مطلب:

بالفرض محال اگر کوئی انسان چاندی کی دھات کا بنایا جاتا تو اس کے فضل وکرم کے باعث جب ہر کھوٹ سے پاک صاف ہوتا تو وہ سونا ہو جاتا۔

فائدہ:

اس شعر میں کھرا پن کی اہمیت بیان کی گئی۔ اخلاص کی فضیلت بیان کی گئی۔ یہی کھرا پن واضح کرنے کے لیے ہی کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
یا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اخلاص کو ایک مثال کے ذریعے بیان فرمایا ہے آپ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر بالفرض محال کسی

کو بجائے مٹی کے چاندی سے بنایا جاتا اور وہ اپنے آپ کو ہر قسم کے کھوٹ یعنی عیب سے پاک صاف کر لیتا تو وہ سونا ہو جاتا یعنی اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔

☆......☆......☆

(۲) فَمَا لِلْفَتٰى اِلَّا اِذَا كَمُلَتْ اٰدَابُهٗ وَحَوٰى الْاٰدَابَ وَالْحَسَبَا

(۳) فَاطْلُبْ فَدَيْتُكَ عِلْمًا وَاكْتَسِبْ اَدَبًا تَظْفَرْ يَدَاكَ بِهٖ وَاسْتَجْمِلِ الطَّلَبَا

☆كَمُلَتْ۔ مکمل ہوں☆فَتٰى۔ نوجوان، سخی، غلام، مراد انسان

☆فَاطْلُبْ۔ پس طلب کرو☆وَاكْتَسِبْ۔ اور سیکھو، حاصل کرو☆تَظْفَرْ۔ تم کامیاب ہو جاؤ گے☆وَاسْتَجْمِلِ۔ اور خوبصورتی سے☆حَسَبْ۔ حسب نسب، ماں باپ کا خاندانی سلسلہ☆اکمل۔ بڑا کامل، نہایت ماہر فن

انسان کا محض حسب نسب (کی بنا پر فخر و تکبر کرنے) کی کوئی حقیقت نہیں ہاں مگر جب اس کے آداب مکمل ہوں اور وہ ادب آداب اور حسب و نسب کے لحاظ سے بھی بہترین ہو) دونوں فضیلتیں اسے حاصل ہوں تو ایسی صورت میں اس کا حسب نسب اسے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حسب نسب فضول و بے کار محض نہیں اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ جو آل پاک اور بزرگان دین کے خلاف زبان کھولنے کو اپنا فریضہ منصبی تصور کرتے ہیں۔

پس اے بیٹے! اگر تم علم حاصل کرو تو میں تم پہ اپنی جان وار دوں اور اگر تم ادب حاصل کرو گے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ مگر ادب نہایت بہترین طریقے سے حاصل کرو۔

علم حاصل کرنے کی فضیلت:

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم حدیث نمبر ۱۸۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے لیے نیکی چاہتا ہے اسے دین میں فقیہہ بنا دیتا ہے اور میں نہیں ہوں مگر تقسیم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے یعنی دین کی سمجھ وغیرہ جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

فائدہ:

اسے دین کا فہم، زیرکی، دانائی عطا کرتا ہے اور اس کے دیدہ بصیرت کو کھول دیتا ہے کہ اسے کتاب و سنت کے معانی کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقی مراد کو پہنچ جاتا ہے اصل میں فقہ کا لفظ فہم و ذکاوت کے معنی میں آتا ہے مگر عرف شرع میں احکام عملیہ کے علم پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج اول ص ۴۸۳)

علم کی تلاش جنت کا راستہ آسان:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے مومن کی دنیوی پریشانیوں میں ایک پریشانی دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی اخروی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کرے گا اور جس نے تنگدستی میں مبتلا انسان کے لیے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا وآخرت میں آسانی مہیا کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی امداد کرنے میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اور جو شخص کسی راہ میں علم کی تلاش میں چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور کوئی قوم و جماعت کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت اور آپس میں اس کے درس وتکرار میں مصروف نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ ان پر (اطمینان قلب) نازل کرتا ہے اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے ملائکہ مقربین میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے دھکیل دیا تو اس کا نسب (ظاہری) اسے آگے نہیں کر سکتا۔

(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم)

فائدہ:

اگرچہ تھوڑا سا علم ہی کیوں نہ ہو یا تلاش علم سے تحصیل علم کے اسباب میں سے کسی سبب اور اس کی وجوہ میں سے کسی وجہ کا تلاش کرنا جیسے مال خرچ کرنا یا تعلیم وتعلم اختیار کرنا یا دینی کتب کی تصنیف۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج اول ص ۴۸۶)

فائدہ نمبر ۲:

سکنیہ یعنی آرام باطن اور اطمینان قلب جس کی برکت وبدولت دنیوی شہوات کی طرف میلان اور ماسوا اللہ کا خوف وڈر دل سے نکل جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حضوری کی سعادت اور صفائی ونورانیت نصیب ہوتی ہے۔

(اشعۃ المعات اردو ترجمہ ج اول ص ۴۸۶)

نسب پہ فخر کچھ نہیں:

جس شخص نے عمل میں کوتاہی اختیار کی وہ چاہے کتنا ہی عالی نسب کیوں نہ ہو اس کے اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ترجمہ: اے جامی! جب تو بندہ عشق بن گیا تو اب خاندانی نسب پر فخر کرنا چھوڑ دے کیونکہ اس راہ میں فلاں بن فلاں کوئی چیز نہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج اول ص ۴۸۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔ شعر

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ دریں رہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلوں کی جگہ تھی مگران کے کافر بیٹے کنعان کے لیے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ ہے کہ شریف النسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہو جائیں یہ منشا نہیں بلکہ شرافت نسب کوئی چیز نہیں۔ اس کی تحقیق ہمارے (حکیم الامت کے) رسالہ (الکلام المقبول فی طہارت نسب الرسول) میں دیکھو مومن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دے گا تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا اِنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولاد انبیاء میں لہٰذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج اول ص ۱۹۰)

سوال:

کسی نے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اسلام میں سارے نسب و خاندان برابر ہیں کوئی کسی سے افضل نہیں لہٰذا سید، پٹھان، تیلی، نائی، دھوبی سب یکساں درجہ رکھتے ہیں تقویٰ سے فضیلت ہے نسب سے نہیں یہ بھی کہتا ہے کہ کسی کے پرہیز گار باپ دادا کام نہ آئیں گے صرف اپنے اعمال کام آئیں گے زید یہ آیت پیش کرتا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَاکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔

فرمایا کہ اے فاطمہ! میں تم سے عذاب الٰہی دفع نہیں کر سکتا۔

عمر کہتا ہے کہ نہیں بلکہ سید تمام خاندانوں سے افضل ہیں اور بزرگوں کی اولاد کو ان کے باپ دادوں کی نیکی ضرور کام آئے گی فرمایا جائے کہ کس کا قول درست ہے۔

یہاں اس کا جواب خلاصہ کی شکل میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب:

ان دونوں مسئلوں میں عمر کا قول صحیح ہے اور زید کا قول غلط و باطل ہے حضرات سادات کرام کا نسب دوسرے نسبوں سے اعلیٰ و افضل ہے اور مومنوں کے صالح بزرگوں کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اولاد کے ضرور کام آئیں گے۔

یہ دونوں مسئلے قرآن کریم کی آیات احادیث صحیحہ اور عقلی دلائل وغیرہ سے ثابت ہیں۔

رب فرماتا ہے۔

(۱) اَلْحَقْنَا بِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ وَمَا اَلَتْنٰہُمْ مِنْ عَمَلِہِمْ مِنْ شَیْءٍ

ہم جنت میں مومنوں کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال سے کچھ کم نہ کریں گے۔

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مومن اولاد ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں حضور کے ساتھ رہے گی۔ اس سے سادات کرام کے نسب کی عظمت بھی ثابت ہوئی اور بزرگوں کے اعمال کا کام آنا بھی معلوم ہوا۔

(۲) قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

فرمادو اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تبلیغ نبوت پر کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا صرف قرابت کی محبت چاہتا ہوں۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ سادات کرام جو حضور کے اہل قرابت اور اولاد ہیں ان سے حضور کی خاطر محبت کرنا لازم ہے دیگر خاندانوں کا یہ حال نہیں۔

(۳) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِیْرًا۔

اے نبی کے گھر والو اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی دور رکھے اور تم کو خوب پاک اور صاف رکھے۔

فائدہ:

یہ خصوصی طہارت دوسروں کو میسر نہیں۔

حدیث شریف:

مسلم شریف۔ ترمذی شریف، مشکوۃ شریف، باب فضائل سید المرسلین میں ہے۔

اِنَّ اللّٰـهَ اصْطَفٰی كِنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ یہ مذکورہ بالا قبیلے تمام دوسرے خاندانوں سے افضل و برگزیدہ ہیں۔

سادات کرام سے محبت کرنے کا حکم:

ترمذی عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلِ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ

اللہ کے لیے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

اہل بیت کی مثال:

احمد نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَیْتِیْ فِیْكُمْ سَفِیْنَةُ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ

میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے علیحدہ رہا ہلاک ہو گیا۔

نبی کا نسب کام آئے گا:

ردالمختار جلد اول باب غسل میت میں بحوالہ حدیث شریف فرمایا۔

كُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِىْ وَسَبَبِىْ

یعنی قیامت کے دن ہر نسبی اور سسرالی رشتے کٹ جائیں گے اور کام نہ آئیں گے مگر میرا نسب اور سسرالی رشتہ کام آئے گا۔

فائدہ:

اس آیت کے حکم سے حضور کا نسب شریف علیحدہ ہے وہ ضرور کام آئے گا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کو بخشوائیں گے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنی اولاد کو نہ بخشوائیں سادات کرام کے نسب پاک کو یہ افضلیت اس لیے ہے کہ وہ حضور کا خاندان ہے۔

عقل کا تقاضا:

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان تمام خاندانوں سے اعلیٰ اور اشرف ہے۔

1- جب حضور کی نسبت سے کنکروں پتھروں جانوروں کو عزت حاصل ہے کہ حضور کی ناقہ شریف تمام اونٹوں سے افضل حضور کے شہر کے کنکر پتھر بادشاہوں کے تاجوں سے افضل کہ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی قسم فرمائی۔
لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ تو جو حضرات حضور کے لخت جگر، نور نظر ہوں وہ دوسرے قبیلوں سے ضرور افضل ہیں۔

2- سادات کرام کو یہ شرف حاصل ہے کہ نماز میں درود ابراہیم میں حضور کے ساتھ ان پر بھی درود پڑھا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ پٹھان شیخ وغیرہ کسی قوم کو درود میں داخل نہ فرمایا سواء اس خاندان شریف کے یوں سمجھو کہ اس خاندان کی تعظیم نماز میں داخل ہے۔

3- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خون بے ادبی کے خوف سے پی لیا تو سرکار نے فرمایا اب تمہارے پیٹ میں درد نہ ہوگا اور تمہیں اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے بچائے گا جب حضورؐ کا خون شریف پیٹ میں پہنچنے کا یہ اثر ہو تو جن کا خمیر حضور کے خون شریف سے ہوا ان کی عظمت کا کیا پوچھنا۔

4- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز تمام پیغمبروں کی چیزوں سے اعلیٰ ہے دیکھو حضور کی امت ساری امتوں سے افضل کنتم خیر امة تم ساری امتوں سے افضل ہو۔

حضور کی بیویاں تمام جہانوں (والوں کی) بیویوں سے افضل یانساء النبی لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ حضور کا شہر تمام نبیوں کے شہروں سے افضل، حضور کے صحابہ کرام تمام نبیوں کے صحابیوں سے افضل اسی قاعدے سے حضور کی اولاد تمام پیغمبروں کی اولاد سے اعلیٰ و افضل ہونی چاہیے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ حضور کی نسبت اور تمام چیزوں کو اعلیٰ و افضل کردے اور اولاد شریف میں کوئی عظمت پیدا کرے۔

اعتراض کا جواب:

اِنَّا جَعَلْنَا کُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَامَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔

جو اوپر بیان ہوئی اس کا وہ مطلب نہیں جو سوال میں بیان ہوا کہ اسلام میں حضور کے خاندان کو دوسرے خاندانوں پر کوئی بزرگی نہیں اگر اس آیت کا یہ منشا ہو تو ان آیات سے تعارض اور مقابلہ ہو جائے گا۔ جو ہم نے پیش کیں۔ اس آیت کا منشا یہ ہے کہ مسلمان سارے ہی عزت والے ہیں خواہ کسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں کسی اسلامی قوم کو ذلیل نہ جانو جیسا کہ عرب میں رواج تھا کہ بعض قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھتے تھے یعنی مسلمانوں میں کوئی قوم ذلیل نہیں ہاں بعض بعض سے افضل ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

عزت اللہ رسول اور مومنوں کے لیے ہے۔

فائدہ:

اس میں سارے مسلمان شامل ہیں بلاتشبیہ یوں سمجھا جائے کہ سارے ہی نبی عزت والے اللہ کے پیارے ہیں کسی پیغمبر کی ادنیٰ بے ادبی بھی کفر ہے مگر بعض بعض سے افضل ہیں۔

یا اس آیت کا منشا یہ ہے کہ کوئی نسبتی فضیلت کے گھمنڈ میں تقویٰ و پرہیز گاری نہ چھوڑے یہ دھیان رکھے کہ اللہ کے نزدیک جتنا تقویٰ زیادہ اتنا ہی درجہ زیادہ بلکہ بہت بڑی قومیت والوں کو بڑا تقویٰ چاہیے۔

یا اس آیت کا منشا یہ ہے کہ مسلمان کسی مسلمان کو قومی طعنہ نہ دیں اور ہر نہ کسی مسلمان کو کمین سمجھے نہ کسی مسلمان کا قومی تمسخر اڑائے ہر مسلمان واجب تعظیم واحترام ہے اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے۔

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ

کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ جس کا مذاق اڑا رہا ہے وہ اس سے بہتر ہو۔

فائدہ:

کسی خاندانی کے افضل ہونے سے یہ لازم نہیں کہ دوسرے کو ذلیل جانو لہٰذا ساداتِ کرام کو یہ حق نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو حقیر و ذلیل جانیں ہر مسلمان کا احترام لازم ہے مگر دوسرے مسلمانوں کو چاہیے کہ سادات کرام کا اس لیے اعزاز واکرام کریں کہ یہ لوگ اس رسول کی اولاد ہیں جنہوں نے ہمیں کلمہ پڑھایا جنہوں نے ہمیں قرآن وایمان دیا۔

تفصیلات کے لیے رسائل نعیمیہ اور الکلام المقبول فی طہارت نسب الرسول کا مطالعہ کیجیے۔ نیز مجدد دور حاضرہ شیخ القرآن والتفسیر محدث بہاولپور حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی کا رسالہ۔

(شرف سادات) ملاحظہ فرمائیے جسے ترتیب دینے کی سعادت الحمد اللہ الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کو حاصل ہوئی۔

الحمد للہ یہ رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ مکتبہ اویسیہ رضویہ نزد سیرانی مسجد جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور سے طلب کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں بڑا بہترین مضمون ہے۔

☆......☆......☆

(۴) لِلّٰـهِ دَرُّ فَتًـى اَنْسَـابُـهٗ كَـرَمٌ — يَـا حَبَّذَ اَكْـرَمًـا اَضْحٰـى لَهٗ نَسَبَا

(۵) هَلِ الْمُـرُوَّةُ اِلَّا مَـا تَقُوْمُ بِـهٖ — مِنَ الذِّمَامِ وَحِفْظَ الْجَارِ اِنْ عَتَبَا

☆اَنْسَابُهٗ۔ اس کا حسب نسب☆ کَرَمٌ ۔شریف☆حِفْظِ الْجَارَانِ۔ پڑوسیوں کی نگہداشت

کـــرم۔ شریف، بزرگی، ہمت، بخشش، عنایت، مہربانی، وغیرہ☆مـــروّت۔ مردانگی، بہادری، جوانمردی، لحاظ، رعایت، اخلاق، خلق، بھل منسائی، انسانیت، بھلائی، فیاضی وغیرہ۔

(۵) وہ جوان کتنا خوش قسمت ہے کہ جس کا حسب نسب شریف ہے وہ شرافت کیسی۔ بہترین صفت ہے جو اس کے لیے نسب بن گئی ہے۔ (یعنی حسب نسب کی شرافت کے ساتھ ساتھ حسن کردار بھی ضروری ہے)

(٦) جوان مردی تو صرف اس کا نام ہے کہ اگر ہمسایہ بے بس ہو جائے تو اس کے حقوق اور اس کی ہر قسم کی بات اپنے ذمے لے لیجیے۔

ہمسایوں کے حقوق:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنَّ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًاۙ

(پ۵، سورۃ النساء 34)

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی، غلام سے، بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔ (کنزالایمان)

فائدہ:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل مجھے ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کرتے رہے اس حد تک کہ گمان ہوتا تھا کہ ان کو وارث قرار دیں۔

(تفسیر خزائن العرفان، بحوالہ بخاری ومسلم)

وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى:

اور وہ ہمسایہ جو سکونت کے لحاظ سے قرب رکھتا ہے یا ہمسائیگی کے علاوہ اسے نسب اور دین کے لحاظ سے تمہارے ساتھ قرابت ہے۔

(فیوض الرحمٰن پ۵،ص۵۲)

وَالْجَارِ الْجُنُبِ

اور وہ ہمسایہ جو بعید ہے یا وہ ہمسایہ جس سے قرابتی تعلق نہیں۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان پارہ ۵۔ص ۵۳)

ہمسایوں کے حقوق

حدیث شریف 1:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہمسایگان کے حقوق صرف وہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہو اور تم میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو ہمسایگان کے حقوق جانتے ہیں۔

وہ یہ ہیں کہ جس چیز کی انہیں ضرورت ہو اسے پورا کرو۔ اگر قرض چاہتے ہیں تو قرض دو اگر انہیں کوئی خوشی حاصل ہو تو مبارک باد پیش کرو۔ اگر کوئی تکلیف لاحق ہو تو اظہار افسوس کرو۔ اگر بیمار ہوں تو بیمار پُرسی کرو۔ اگر مر جائیں تو نماز جنازہ بھی پڑھو اور دفنانے تک ساتھ رہو۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان پ ۵۔ص ۵۲)

پڑوسیوں کا خیال رکھنے کا حکم:

وَعَنْ اَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَاذَرٍّ اِذَاطَبَخْتُ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَاوَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ۔

(رواہ مسلم، ریاض الصالحین ج اول حدیث نمبر 306)

ترجمہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوذر! جب تم شوربا (سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھا کرو۔''

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ خَلِيْلِیْ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْصَانِیْ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَاثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنْ جِيْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ

(ریاض الصالحین ج اول باب حق الجار والوصیۃ بہ)

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا میرے دوست یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ جب تو شوربا (سالن) پکائے تو اس میں پانی زیادہ ڈالا کر اور پھر اپنے پڑوس کے گھر والوں کی طرف دیکھ اور مناسب طریقے سے ان تک پہنچا۔

شرارتوں سے حفاظت:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ وَاللّٰهِ لَایُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ۔ قِیْلَ: مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلَّذِیْ لَا یَامَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین ج اول)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! ایماندار نہیں ہوتا خدا کی قسم! ایماندار نہیں ہوتا۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کون؟

فرمایا: جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

پڑوسی کو تکلیف نہ دینے کا حکم:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ۔ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْلِیَسْكُتْ۔

(بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ ریاض الصالحین حدیث 310)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

☆......☆......☆

(٦) مَنْ لَّمْ یُؤَدِّبْهُ دِیْنُ الْمُصْطَفٰی اَدَبًا   مَحْضًا لَحَیَّرَ فِی الْاَحْوَالِ اِضْطَرَبًا

☆ دِیْنِ الْمُصْطَفٰی۔ مصطفیٰ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اسلام ☆ تَحَیَّرَ۔ متحیر اور پریشان ☆ اضطوباً۔ مضطرب اور پریشان۔

جسے مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین نے ادب نہیں سکھایا وہ ہر حال میں حیران و پریشان رہے گا۔ یعنی اسے کبھی بھی سکون میسر نہیں آسکتا۔

مطلب:

زندگی گزارنے کے آداب سے دین اسلام نے ہی آشنا کیا ہے اور جو شخص مومن کہلاتا ہے اس کے باوجود وہ آداب زندگی سے واقف نہیں۔ دین اسلام کے اثرات سے اس کی حیات مستعار کے لمحات خالی ہیں۔ یعنی دین متین کے مطابق اپنی زندگی نہیں گزارتا تو سمجھ لیجیے ایسے شخص نے دین اسلام سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا وہ حیات مستعار کے دوران بھی پریشان رہے گا۔ مرتے وقت بھی عالم پریشانی میں مبتلا ہوگا اور بعد از مرگ جن پریشانیوں میں مبتلا ہوگا وہ الگ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:
نفس اپنی قوت ملکی کی وجہ سے کسی عمل اور خلق کو جن کا وہ اکتساب کرتا ہے یہ معلوم کرتا ہے کہ یہ قوت ملکی کے مناسب اور موافق نہیں ہے اس لیے اس میں ندامت اور حسرت وافسوس پیدا ہوتا ہے اور اکثر اسی کی وجہ سے خواب یا بیداری میں ایسے ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ جن میں تکلیف اہانت اور تہدید ہوا کرتی ہے اور اکثر نفوس میں اس الہام کی استعداد ہوتی ہے ایسے ہی اس قسم کی استعداد ہوتی ہے اسی قاعدہ کی طرف اشارہ اس اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے۔

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ o

ہاں جو لوگ برے کام کریں ان کی خطا ان کو گھیر لے تو یہ لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔
(حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ باب 13۔ ص 64)

فائدہ:

یہ پریشانیاں اور بداعمال کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ۔

جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کی وجہ سے پہنچتی ہے اور وہ اکثر قصوروں کو معاف بھی کر دیتا ہے ان پریشانیوں اور مصیبتوں کے باعث اللہ تعالیٰ گناہ دور فرماتا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اما من مسلم یصیبه اذی من مرض فما سواه لاحط الله به سیئاته کماتحت الشجرة ورقها۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ مرض وغیرہ کی تکلیف اس کو پہنچے اور اس کے گناہ ایسے نہ جھڑ جائیں جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔
(حجۃ اللہ البالغہ باب 14 ص 67)

فائدہ:

اس لیے ہمیں گناہوں کی دلدل سے بچنا چاہیے کیونکہ اکثر ہمیں تکالیف اور پریشانیاں ہمیں اپنے گناہوں کے باعث ہوتی ہیں دین اسلام ہی زندگی گزارنے کے بہترین طریقوں سے آشنا کرا۔ ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی گزارنے کے لیے دین اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزاریں تاکہ دنیا و آخرت میں پریشانیوں سے محفوظ رہیں اور یعنی جو دین اسلام سیکھنے کی کوشش ہی نہ کرے دیکھیے جو علم سیکھنے کے لیے استاد کے پاس جاتے ہی نہیں یا کسی نہ کسی طرح قریب تو چلا جائے اور

وہاں سے کچھ سیکھے نہیں تو ایسا شخص بڑا ہی بد بخت ہے ایسے ہی جو شخص دین اسلام سے آداب زندگی حاصل نہ کر سکے اس سے بڑا بد بخت کون ہے دعوت عبرت ہے اگر کوئی سمجھنا چاہے اور گر کوئی بد بختی کو ہی اپنا اوڑھنا، بچھانا بنانا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔

☆......☆......☆

پریشانی میں پریشان ہونے کی ممانعت

(۱) اَلدَّهْرُ يَخْنَقُ اَحْيَانًا قِلَادَتَهٗ   عَلَيْكَ لَا تَضْطَرِبْ فِيْهِ وَلَا تَثِبِ

(۲) حَتّٰى يُفَرِّجُهَا فِيْ حَالِ مُدَّتِهَا   فَقَدْ يَزِيْدُ اِخْتِنَاقًا كُلُّ مُضْطَرِب

☆اَلدَّهْرُ۔ زمانہ☆يَخْنَقُ۔ گلا گھونٹے گا☆قِلَادَتَهٗ۔ اپنا قلادہ، گردن، بند، کیے وغیرہ کا پٹا۔

☆وَلَاتَثِبْ۔ اور جنبش نہ کھانا، وثوب بمعنی کودنا☆يَزِيْدُ۔ وہ اضافہ کرتا ہے۔

(۱) کبھی کبھی زمانہ تم پہ اپنا گردن بند ڈال کر گلا دبائے گا تم اس وقت بے چین نہ ہونا اور نہ ہی کسی قسم کی حرکت کرنا۔ (کیونکہ بے چینی اور گھبراہٹ میں انسان نقصان سے بچنے کی کوشش میں زیادہ نقصان کر بیٹھتا ہے)

(۲) حتیٰ کہ زمانہ خود ہی گردن بند کھینچتے ہوئے کھول دے گا۔ کیونکہ پریشانی میں مبتلا انسان گلا گھٹنا بڑھاتا ہے۔

دکھ درد اور مصائب و آلام کا آنا:

دنیوی زندگی دکھوں سکھوں کے امتزاج کا نام سمجھئے یہ دکھ، کبھی سکھ، کبھی بے چینیاں پریشان کرتی ہیں تو کبھی سکون ملتا ہے۔ کبھی دکھوں کے بادل گرجتے ہوئے آتے ہیں تو کبھی سکھوں کی بہار دیکھنے کو ملتی ہے۔ سکھ چند دن اور دکھوں کی اندھیری رات عرصہ دراز، بہر حال دکھوں کا پہاڑ خواہ جتنا بھی بڑا ہو آخر کار اس نے ختم ہونا ہی ہے دکھوں کی رات خواہ جتنی بھی دراز ہو جائے بالآخر اس کے بعد صبح نے طلوع ہونا ہی ہے اس لیے جب بھی کبھی زمانہ تم پہ گردن بند ڈال کر تمہاری گردن دبانے کی سعی کرے تو تم پریشان نہ ہونا۔ پریشانی میں مبتلا ہو کر تم غلط سلط حرکات کر بیٹھو گے پھر تمہارے معاملات سلجھنے کی بجائے مزید الجھتے چلے جائیں گے اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ مشکل میں نہایت پرسکون حالت میں رہتے ہوئے تحمل، بردباری، قناعت اور صبر اختیار کرتے ہوئے الجھے ہوئے امور کو سلجھانے کی کوشش کیجیے دکھوں اور تکالیف سے نجات حاصل کیجیے بے صبری اور بے چینی سے نجات تو حاصل نہ ہو گی بلکہ مزید الجھاؤ کا سبب بنے گی۔

ہاں البتہ اگر صبر و قناعت کا دامن تھامے رہے گا اللہ کی یاد میں مگن رہے گا تو حالات خود بخود ہی درست ہو جائیں گے۔

☆......☆......☆

سختی کے وقت صبر

(۱) اِنِّیْ اَقُوْلُ لِنَفْسِیْ وَھُوَ ضَیِّقَۃٌ ۔ وَقَدْ اَتَاحَ عَلَیْھَا الدَّھْرُ بِالْعَجَبِ

(۲) صَبْرًا عَلٰی شِدَّۃِ الْاَیَّامِ اِنَّ لَھَا ۔ عُقْبٰی وَمَا الصَّبْرُ اِلَّا عِنْدَ ذِی الْحَسَبِ

(۳) سَیَفْتَحُ اللّٰہُ عَنْقَرِیْبٍ بِنَافِعَۃٍ ۔ فِیْھَا لِمِثْلِكَ رَاحَاتٌ مِّنَ التَّعَبِ

☆اَتَاحَ۔ اَتَاحہ سے بمعنی مقرر☆شِدَّۃِ۔ سختی ☆عُقْبٰی۔ آخر، اخیر، انجام☆ذِی الْحَسَبِ۔ صاحب حسب و نسب اعلیٰ۔ حسب ونسب والا ☆سَیَفْتَحُ اللّٰہ۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کھولے گا ☆نافِعَۃ۔ مفید، نفع بخش، فائدہ مند☆رَاحَات۔ راحت، سکون آرام☆تَعب۔ تکلیف، تھکان

(۱) اپنے نفس سے میں کہتا ہوں حالانکہ اس کی حالت یہ ہے کہ وہ انتہائی دشواری میں مبتلا ہے اس کے لیے زمانہ نے عجیب وغریب معاملہ کیا ہے۔ یعنی اسے زمانے نے عجیب وغریب حالات میں مبتلا کر دیا ہے۔

(۲) ایام زمانہ کی سختیوں کے وقت صبر اختیار کر اس کا نتیجہ انشاء اللہ بہترین نکلے گا صبر، بہترین حسب ونسب والے کا حصہ ہے۔

(۳) بہت جلد اللہ تعالیٰ ایسی فائدہ مند حالت پیدا کر دے گا جس میں تجھے تھکن میں آرام وسکون حاصل ہوگا۔

صبر سبب اجر:

مشکل لمحات میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ زمانے نے تیرے لیے عجیب وغریب معاملہ کر دیا ہے مطلب یہ ہوا کہ اس لیے تجھے ان مسائل سے دوچار ہونے کی وجہ سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ سختیوں کے وقت تجھے گھبرانا نہیں چاہیے بے صبری کا مظاہرہ کرنا اچھا کام نہیں بلکہ صبر اختیار کیجیے۔ صبر سبب اجر ہے صبر کا نتیجہ اچھا نکلے گا صبر حسب ونسب والوں کے حصے میں آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ صبر اختیار کرنے والوں کو حق کی معیت حاصل ہوتی ہے اس سے بڑھ کر حق تعالیٰ کا کیا انعام ہوگا۔ صبر اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسے انعامات سے نوازے گا کہ جس سے بیتے ہوئے ایام یاد ہی نہ رہیں گے۔ دکھوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ آرام وسکون حاصل ہو جائے گا۔ تمام تھکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ صبر کے فضائل ہماری تصانیف (فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمایئے۔

☆......☆......☆

رنج کے بعد خوشی اور مشکلات کے بعد آسانی

(۱) اِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَی الْیَاْسِ الْقُلُوْبُ ۔ وَضَاقَ لِمَا بِهٖ صَدْرُ الرَّحِیْبُ

(۲) وَاَوْطَنَتِ الْمَكَارِهُ وَاطْمَانَّتْ ... وَاَرْسَتْ فِیْ اَمَاكِنِهَا الْكُرُوْبُ

(۳) وَلَمْ یُرَ لِانْكِشَافِ الضُّرِّ وَجْهُ ... وَلَا اَغْنٰی بِحِیْلَتِهِ الْاَرِیْبُ

(۴) اَتَاكَ عَلٰی قُنُوْطٍ مِّنْكَ غَوْثٌ ... یَمُنُّ بِهِ اللَّطِیْفُ الْمُسْتَجِیْبُ

(۵) وَكُلُّ الْحَادِثَاتِ اِذَا تَنَاهَتْ ... فَمَوْصُوْلٌ بِهِ فَرَجٌ قَرِیْبُ

☆یعاس۔ مایوسی ☆اشتملت۔ گھیر لیتی ہے ☆ضَاق۔ تنگ ہو جاتا ہے ☆اَوْطن۔ وطن ☆اَطْمَانَّتْ۔ مطمئن ہو جاتی ہیں ☆اَمَاكِنِهَا۔ جگہوں ☆ضُرِّ۔ تکلیف ☆قُنُوْط۔ ناامیدی ☆غَوْثٌ۔ فریادرس ☆کروب۔ کرب کی جمع، رنج والم، دکھ، مصیبت، بے قراری، تکلیف سختی ☆لَطِیْفُ۔ نرم ونازک، صاف شفاف، پاکیزہ، ستھرا، عمدہ، پاک مقدس، لذیذ، خوب وغیرہ ☆مُسْتَجِیْبُ۔ دعا قبول کرنے والا ☆یَمُنُّ۔ وہ احسان کرتا ہے ☆تَنَاهَتْ۔ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں ☆فَرَج۔ کشادگی

(۱) جب ناامیدی اور مایوسی دلوں کو چاروں طرف سے جکڑ لیتی ہے تو اس کی بنا پر کھلا سینہ بھی تنگی کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۲) اور مصیبتیں اپنا دیس سمجھ کر بے فکر ہو جاتی ہیں اور ان کے مقامات میں تکالیف ڈیرے ڈال لیتی ہیں۔

(۳) اس مصیبت اور تکلیف کے دور ہونے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ (اسے دور کرنے کے لیے) دانا اپنی کوشش سے کچھ بھی نہ کر سکا۔ یعنی ایسے وقت میں داناؤں کی سب دانائیاں جواب دے جاتی ہیں۔

(۴) تب اس مایوسی کی حالت کے بعد تمہارے پاس فریاد سننے والا آتا ہے۔ جس کے وسیلے سے دعا قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ تجھ پہ احسان کرتا ہے اور تیری مصیبت تجھ سے ہٹا دیتا ہے۔

(۵) زمانے کی تمام تکلیفیں اور مصیبتیں اپنے انجام تک پہنچ جاتی ہیں تو پھر وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اور آسانیوں کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

مطلب:

جب مصائب و آلام کے چکر چلنے لگتے ہیں تو ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا ناامیدی اور مایوسی ڈیرے ڈال لیتی ہے۔ ہر طرف سے تکالیف امڈ امڈ کر آتی ہیں۔ ان سے نبرد آزما ہوتے ہوتے انسان تھک جاتا ہے کھلا سینہ بھی تنگ ہو جاتا ہے۔

دنیا دار محنت:

حالات جیسے بھی ہوں مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ دنیا دار محنت ہے تو جو شخص اس میں ہوگا اسے ضرور طرح طرح کی مشکلات، مصائب و تکالیف پیش آئیں گی یہ مصائب کئی طرح کے ہیں۔

1- اہل وعیال، رشتہ داروں، بھائیوں اور دوستوں کا مرنا، ان کا گم ہو جانا یا ان سے جدائی۔

2- اس کی اپنی ذات کا گوناگوں امراض مہلکہ میں مبتلا ہونا۔

-3 لوگوں کا اسے قتل کر کے اس کی عزت برباد کرنا اور اس کے زن وفرزند پر دست درازی کرنا اسے حقیر جاننا، اس کی غیبت کرنا، اس پر الزام تراشیاں کرنا۔

-4 مال کا ضائع اور تباہ ہونا۔

فائدہ:

یہ مذکورہ مصائب وتکالیف (اور اسی طرح دیگر تکالیف ومصائب) اپنے اپنے مرا اور درجہ کے مطابق انسان کو زخمی کرتی ہیں اور اس کے دل کو جلاتی ہیں تو ان سب تکالیف میں لامحالہ صبر کی ضرورت ہے ورنہ غم وافسوس اور بے صبری انسان کو عبادت سے باز رکھے گا۔

اللہ والوں کی آزمائش:

جو شخص اللہ تعالیٰ کے جتنا قریب ہوگا اسے مصائب بھی دنیا میں زیادہ پیش آئیں گے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم العلما ثم الامثل فالامثل۔

لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں پھر علماء ربانی پھر جو ان کے قریب ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں۔

(خلاصہ از منہاج العابدین اردو ترجمہ ص 204)

چار رنگ پیدا کرنے کا حکم:

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص طریق آخرت طے کرنے کا عزم کرے وہ اپنے اندر چار رنگ پیدا کرے۔ (1) سفید (2) سرخ (3) سیاہ (4) سبز

-1 صحت کا سفید رنگ تو بھوک ہے۔

-2 سیاہ رنگ لوگوں کی مذمت۔

-3 سرخ رنگ مخالفت شیطان۔

-4 سبز رنگ حوادثات ایام پر صبر کرنا۔

صبر کے فائدے:

صبر کرنے سے بے شمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

-1 صبر کامیابی کا باعث ہے۔

-2 صبر کے باعث دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب ہوتی ہے۔

-3 صبر کے ذریعے انسان دشمنوں پر فتح مند ہوتا ہے۔

-4 صبر کے ذریعے انسان اپنی مراد پالینے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔

5- صبر کی وجہ سے دنیوی مصائب وآلام سے مقابلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ وغیرہ

مصائب و تکالیف:

اللہ کے بندے کی چونکہ آزمائش ہوتی ہے اس لیے مصائب وآلام خوب تنگ کرتے ہیں ان کے دور کرنے کا بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ دانا اپنی دانائی کے تمام جوہر استعمال کر کے تھک جاتے ہیں مگر ان سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ تب کئی لوگ مایوس ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ والے مایوسی کو گناہ تصور کرتے ہیں۔ بہر حال ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے محبوب اولیائے کاملین میں سے کسی کا گزر اس طرف ہوتا ہے۔ جن کے وسیلہ جلیلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کے محبوب کی دعا کی برکت سے تمام مصائب وآلام ختم ہو جاتے ہیں۔

وسیلہ کا ثبوت:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے ساتھ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

کا تعلق بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چونکہ دعا کے لیے ضروری ہے کہ دعا کسی وسیلہ سے کی جائے اس لیے اس سے پہلے عبادت کا ذکر ہوا اور بعد میں دعا کا یعنی اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے وسیلہ سے تجھ سے مدد مانگتے ہیں (تفسیر عزیزی) یہی مقام۔ اسی لیے مصیبتوں کے وقت نمازیں پڑھ کر صدقات وغیرہ کر کے نیک اعمال کر کے دعائیں کی جاتی ہیں تا کہ وہ عبادات قبولیت دعا کا سبب بنیں۔

ضروری نوٹ:

اس سے معلوم ہوا کہ ہر دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا ضروری ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری بھی رب کی عبادت ہے اور ہر عبادت دعا کا وسیلہ ہے رب فرماتا ہے۔

وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

(تفسیر نعیمی جلد اول ص75)

باجماعت نماز ادا کرنے کی ایک حکمت:

نَعْبُدُ کو جمع کے صیغے سے فرمایا اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اکیلا حاضر نہیں ہوا اور نہ صرف اپنی عبادت لایا ہوں بلکہ تیرے سب بندوں کے ساتھ ہوں جن میں انبیاء اولیاء صالحین سب ہیں اگر میری عبادت قابل قبول نہ ہو تو ان کے طفیل قبول فرمالے کیونکہ جو موتی خریدتا ہے وہ ڈورے کو واپس نہیں کرتا۔

مسئلہ:

فقہاء فرماتے ہیں کہ جو شخص خراب اور عمدہ مال ملا کر فروخت کرے تو خریدار یہ نہیں کر سکتا کہ اچھا لے لے اور برا واپس کر دے بلکہ وہ کل لے لے گا یا کل واپس کرے گا اور ہر ایک کی عبادت الٰہی واپس نہیں ہوتی تو نیکوں کے طفیل امید ہے کہ ہم بدوں کی بھی رسائی ہو جائے۔ (تفسیر نعیمی ج اول ص70)

وسیلتنا فی الدارین:

درودتاج میں ہے کہ:

وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْنِ۔

اور دونوں جہاں میں آپ ہمارے وسیلہ ہیں۔

آخرت میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کر کے ہمارے وسیلہ ہوں گے اور دنیا میں بھی سب کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وسیلہ ہیں۔ ہمارا عدم سے وجود میں آنے کا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں جیسا کہ حدیث لولاک سے ثابت ہے۔

(ضوءالسراج فی شرح درودتاج ص333)

حضرات انبیاء کرام کا وسیلہ:

فیض ملت مجدد دور حاضرہ حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

نہ صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ آپ ہر نبی علیہ السلام کو ہر زمانہ میں وسیلہ بنے حضرت عارف جامی قدس سرہٗ نے لکھا ہے۔

اگر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم را نیا ورد شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

ترجمہ: اگر آدم علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ نہ لاتے تو نہ ان کی توبہ قبول ہوتی نہ نوح علیہ السلام کشتی کے غرق سے نجات پاتے۔

(ضوءالسراج فی شرح درودتاج ص334-333)

حضرت غوث اعظم رحمة الله علیه کا دھوبی:

(ملفوظ 133) ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا آپ تو اسی پر تعجب کر رہے ہیں میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ سے خود اس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سنی ہے جس میں توجیہ کی بھی ضرورت ہے اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سن کر رد کر دیتا۔ وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا۔ جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آکر سوال کیا۔

من ربك ما دينك من هذ الرجل۔

وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظمؒ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقۃ یہ جواب اپنے ایمان کا اجمال بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں جو ان کا خدا وہ میرا خدا جو ان کا دین وہ میرا دین۔ اسی پر اس کی نجات ہوگئی۔

(ملفوظات حکیم الامت۔ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ج2 ص101)

فائدہ:

واضح ہوا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے اس دھوبی کو نجات حاصل ہوئی۔

بزرگانِ دین کا وسیلہ:

بزرگان دین کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔الحمدللہ! اہلسنت کے حق ہونے کے دلائل میں سے ایک وسیلہ کا حق ہونا بھی ہے جسے الحمداللہ اہلسنت حق تسلیم کرتے ہیں۔ بزرگان دین کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔خطاؤں اور گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام پہ خصوصی انعامات ہوئے۔

مثال:

الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی یہ شرح لکھنے میں مصروف تھا کہ صاحبزادہ محمد فیض احمد اویسی نے کہا کہ ابو جی! خان صاحب آئے ہیں۔الفقیر باہر نکلا باہر جناب صوفی محمد امیر خاں صاحب کی زیارت حاصل ہوئی۔آپ بڑے درویش صفت انسان ہیں خصوصی طور پر شفقت ومحبت فرماتے ہیں۔سلام ودعا کے بعد ہم مسجد کے سامنے بیری کے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور ساتھی بھی تھے خصوصاً محمد مظہر پراچہ بھی آ گیا الفقیر القادری نے خان محمد امیر خاں سے عرض کیا کہ جناب وسیلہ کے متعلق کسی مثال کے ذریعے بیان فرمایئے۔

خان صاحب نے فرمایا: جی! بغیر وسیلہ کے تو بات بڑی مشکل سے بنتی ہے۔دیکھیے نہ بغیر وسیلہ کے اس درخت پہ بھی چڑھنا مشکل ہے اس پہ چڑھنے کے لیے بھی پہلے ایسے ہتھیاروں کا وسیلہ تلاش کرنا پڑے گا کہ جن کے ذریعے کانٹے دور کیے جاسکیں وسیلہ کے بغیر نقصان ہی نقصان ہے۔دیکھیے اسی درخت پہ بھی کانٹے وغیرہ اتارے بغیر چڑھیں تو کانٹے تکلیف کا سبب بنیں گے اسی طرح اگر اس مسجد کی چھت پہ چڑھنا ہے تو اسی طرح سیدھے دیوار پہ چڑھتے ہوئے چھت پہ نہیں چڑھ سکتے اور نہ ہی چھلانگ لگا کر چڑھ سکتے ہیں اس سلسلے میں ہمیں سیڑھی منگوانی پڑے گی یا اور ذریعہ بطور وسیلہ اپنانا پڑے گا جس کے ذریعے آسانی سے چھت پر چڑھ جائیں گے۔ورنہ ہزار ہا خرابیوں سے بھی دوچار ہوں گے اور مسجد کی چھت پہ بھی نہیں چڑھ سکیں گے اور اگر کسی نہ کسی طرح مسجد کی چھت پہ چڑھ گئے تو پھر بغیر وسیلہ کے اترنا مشکل ہے اگر چھلانگ لگائیں گے تو اس میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔نقصان ہوگا۔ہڈیاں تڑوا بیٹھیں گے اور کئی مسائل کا شکار ہوں گے۔

فائدہ:

اسی طرح انسان تیرے سامنے موت کی گھاٹی سے گزر کر قبر وحشر میزان اور پل صراط سے گزرنے کا دور بھی آئے گا ان مقامات سے آسانی سے گزرنے کے لیے وسیلہ نہایت مفید ہے۔حق تعالیٰ حقائق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆......☆......☆

کمینے کے سامنے عاجزی کرنے کی ممانعت

(۱) لَا تَطْلُبَنَّ مَعِيْشَةً بِمَذَلَّةٍ ۔۔۔ وَارْفَعْ بِنَفْسِكَ عَنْ دَنِيِّ الْمَطْلَبِ

(۲) وَإِذَا افْتَقَرْتَ فَدَا وَ فَقْرَكَ بِالْغِنٰى ۔۔۔ عَنْ كُلِّ ذِىْ دَنَسٍ كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ

(۳) فَلْيَرْجِعَنَّ اِلَيْكَ رِزْقُكَ كُلُّهٗ — لَوْ كَانَ اَبْعَدَ عَنْ مَحَلِّ الْكَوْكَبِ

☆فَدَاوِ۔ پس دوا کرو، علاج کرو☆فَقْرَكَ۔ اپنے فقر، اپنی غریبی کا، اپنی غربت کا☆كُلِّ ذِيْ دَنَسٍ۔ ہر گندے سے☆كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ۔ مثل خارشی اونٹ کی کھال ہے☆فَلْيَرْجِعَنَّ۔ پس لوٹ آئے گی، پس واپس آجائے گا☆اَبْعَدَ۔ دور ہو☆مَحَلِّ۔ مقام☆غِنٰے۔ تونگری، بے نیازی، بے فکری، بے پرواہی، دولت مندی☆كواكب۔ کوکب کی جمع بمعنی ستارے☆ذِلَّة۔ رسوائی، بدنامی، توہین

(1) رسوائی کے ساتھ روزگار حاصل نہ کیجیے۔ رسوا کر دینے والے مقصد سے اپنی ذات کو بچائیے۔

(2) اور جب تم مفلس ہو جاؤ تو اپنی مفلسی کا علاج کمینہ صفت لوگوں سے بے نیازی کے ساتھ کیجیے۔ جو کہ خارشی اونٹ کی کھال کی مانند ہوتے ہیں اور (تجھے بھی دنیا میں مبتلا کر کے خارش زدہ کر دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں)

(3) پس تمہارا سارا رزق تمہارے پاس آئے گا۔ خواہ ستاروں سے بھی پرے ہو۔ یعنی اگر تیرا رزق اتنا دور ہے جتنے دور ستارے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ دوری پر ہے تو پھر بھی تیرا رزق تیرے پاس آئے گا۔ (اس لیے اس سلسلے میں تجھے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔)

مطلب:

ان اشعار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو رزق تمہیں ملنا ہے ہر حال میں ملنا ہے کسی طرح بھی تم سے دور نہیں رہ سکتا اس لیے رزق کے حصول کے سلسلے میں اتنے نہ گر جاؤ کہ تجھے ذلیل و رسوا ہونا پڑے۔ رزق، رسوائی کے ساتھ حاصل نہ کرو۔ ایسے رسوا کن مقصد سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ یہ کام اچھا نہیں۔ اگر خدانخواستہ تم ایسی مفلسی میں مبتلا ہو بھی جاؤ تو پھر بھی اپنی عزت اور اپنے مقام کا لحاظ ضرور رکھو کمینہ صفت لوگوں سے دور رہو کیونکہ کمینہ صفت لوگ خارشی اونٹ کی مانند ہوتے ہیں جیسے ایک اونٹ کو خارش ہو جائے تو اس کے قرب کے باعث تمام اونٹ خارشی ہو جاتے ہیں خارش میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس طرح کمینہ صفت لوگوں سے میل جول تجھے بھی لے ڈوبے گا کیونکہ ان کی کیفیت کرنے کیا خوب بیان کی ؎

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے

اس لیے محض رزق کے حصول کے لیے اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد نہ کیجیے بلکہ رزق جو کچھ تجھے حاصل ہوتا ہے وہ تجھے ہر حال میں مل جائے گا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ بلکہ رزق تو خود انسان کو تلاش کرتا ہے۔

☆......☆......☆

حوادث زمانہ پہ اظہار صبر

مصائب کے مقابل صبر کرنا:

(۱) لَا تَسْئَلِيْنِيْ كَيْفَ اَنْتَ فَاِنَّنِيْ — صَبُوْرٌ عَلٰى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيْبٌ

(۲) حَرِیْصٌ عَلٰی اَنْ لَّا یُرٰی بِیْ کَآبَۃٌ وَیَشْمِتُ عَادٍ اَوْ یُسَآءُ حَبِیْبٌ

☆لَا تَسْئَالِیْنِیْ۔ مجھ سے نہ پوچھو☆صَبُوْرٌ۔ صابرو،صبر، گنہگاروں پر نرمی کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام☆زمان۔ زمانہ وقت ساعت

☆لَا یُرٰی۔ پر نظر نہ آئے☆یَشْمَتُ۔ دشمن کو خوشی ہو☆عَادٍ۔ دشمن

صلیب:

اس شکل (+) کی لکڑی جس پر عیسائیوں کو لٹکا کر ہلاک کرتے تھے۔ عیسائیوں کا مقدس نشان، دار، سولی مگر یہاں سختی مراد ہے۔

(1) یہ سوال نہ کرو کہ تم کیسے ہو پس بے شک میں زمانے کی مصیبتوں کے مقابل بڑا صبر کرنے والا اور سخت جان ہوں۔

(2) میری خواہش یہ ہے کہ مجھ پہ رنج والم، دکھ درد اور مصیبت کا اثر کوئی نہ دیکھے کہ جس سے دشمن خوش اور دوست کو دکھ ہو۔

مطلب:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں اشعار میں صبر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ زمانے کی مصائب وآلام کا مجھ پہ کیا اثر ہوتا ہے کہ عام لوگوں کی طرح مصائب وآلام کا مجھ پہ کیا اثر ہوتا ہے کیا میں بھی عام لوگوں کی طرح دکھوں اور مصیبتوں سے گھبرا جاتا ہوں؟ ہرگز نہیں عام لوگوں کا معاملہ اور ہوتا ہے مگر ایسے اوقات میں میرا طریقہ عام لوگوں کے طریقے کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ عام لوگ تو مصائب وآلام اور دکھوں کے وقت گھبرا جاتے ہیں جبکہ اس سلسلے میں میرا طریقہ یہ ہے کہ میں مصائب سے گھبراتا نہیں بلکہ میں صبر اختیار کرتا ہوں عام لوگوں کی نسبت میں بڑا سخت جان ہوں۔ کیونکہ میری خواہش یہ ہے کہ مجھ پہ رنج والم کا اثر کوئی نہ دیکھے جنہیں دیکھ کر دشمن خوش ہوں اور دوستوں کو دکھ ہو اس لیے حجۃ الوداع کے موقع پر مدنی تاجدار، احمد مختار ﷺ نے اپنے غلاموں کو ارشاد فرمایا کہ خانہ کعبہ شریف کے گرد طواف اس طرح کرو کہ کفار مکہ تمہیں دیکھ کر کمزور محسوس نہ کریں۔ دشمنوں کے سامنے کمزوری محسوس کرنا۔ دشمنوں کو خوش کرنے کے مترادف ہے۔

حکایت:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی اور محمد امین چڑھویا دورہ تفسیر القرآن کی کلاس میں شامل تھے۔ فقیہ ملت، مفتی اعظم پاکستان، مصنف اعظم پاکستان مجدد دور حاضرہ حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان فرما رہے تھے طلبہ نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر نعرہ رسالت یا رسول اللہ، لگائے محمد امین چڑھویا (ساکن پرانا تھانہ تحصیل وضلع پاک پتن شریف) نے نعرہ بلند کیا کہ بابا جی حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب بقیہ طلبہ نے زندہ باد کہا۔

حضرت علامہ قبلہ فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بھئی آپ میرے جسم کو نہ دیکھیے میری گرج کو دیکھیے میرے علم کو دیکھیے کہ جوں جوں بندہ بوڑھا ہوتا ہے اس کا علم جوان ہوتا ہے۔ مخالفین کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اویسی کمزور ہو گیا ہے۔ انسان کی کمزوری سے دشمن خوش ہوتے ہیں جیسے بھی ہو مخالف کے سامنے اپنی کمزوری کا اظہار نہ کیجیے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ:

دشمن احمد پہ شدت کیجیے۔

جن لوگوں نے آپ کو تکلیف کے دوران دیکھا ہے ان پہ یہ حقیقت واضح ہے کہ الحمد للہ اس حال کے باوجود قبلہ فیض ملت نے کبھی پریشانی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اکثر خوش باش نظر آتے حالانکہ آپ کی حالت مبارک دیکھ کر دیکھنے والے رونے لگتے تھے مگر آپ دلاسہ دیتے اور صبر کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے ایک دن الفقیر ابو احمد اویسی نے آپ کی حالت دیکھی تو بے اختیار رونے لگا آنکھوں سے آنسو روانہ ہونے لگے قبلہ مجدد ملت نے دیکھا تو فرمانے لگے۔ ارے حسن اویسی تجھے کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہا ہے؟ عرض کیا کہ قبلہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر رونا آ گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے کیا ہے؟ یہ دیکھ کر میں تو بالکل پرسکون ہوں مجھے کوئی تکلیف نہیں اگر تکلیف ہو تب بھی تو صبر اختیار کرنا چاہیے۔ رونے دھونے سے وہ تکلیف تو کم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ مزید اضافہ ہو جاتا ہے تکلیف بڑھ جاتی ہے ہاں اگر صبر اختیار کیا جائے تو رب تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جاتی ہے جس کے باعث تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی بلکہ اولیائے کرام کا تو طریقہ مقدس یہ ہوتا ہے کہ جس دن انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی وہ سمجھتے ہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض ہی نہ ہو گیا ہو کہ تکلیف جو پہنچتی ہے بعض اللہ کے محبوب بندے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے والا تحفہ سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو خصوصی انعامات سے نوازے۔ اور مزید راہِ حق پر استقامت عطا فرمائے آمین۔

☆......☆......☆

جود وسخا اختیار کرنے کا حکم

(۱) اِذَا جَآءَتِ الدُّنْیَا عَلَیْكَ فَجُدْبِھَا — عَلَی النَّاسِ طُرًّا اِنَّھَا تَتَقَلَّبُ

(۲) فَلَا الْجُوْدُ یُفْنِیْھَا اِذَا ھِیَ اَقْبَلَتْ — وَلَا الْبُخْلُ یُبْقِیْھَا اِذَا ھِیَ تَذْھَبُ

☆تَتَقَلَّبُ۔ گردش میں رہتی ہے☆جُوْد۔ سخاوت☆یُفْنِیْھَا۔ اسے فنا نہیں کر سکتی☆اَقْبَلَتْ۔ سامنے آنا شروع کر دے☆بُخْل۔ لالچ، طمع، حرص، کنجوسی، تنگدلی☆یُبْقِیْھَا۔ وہ اسے باقی رکھ سکتا ہے☆تَذْھَبُ۔ جائے گی

(1) جب دنیا آئے تمہارے پاس تو اسے لوگوں پہ خرچ کرو کیونکہ وہ گھومتی رہتی ہے۔ یعنی تو نہ بھی خرچ کرے گا تو پھر بھی چلی جائے گی۔ اس لیے نہ خرچ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(2) جب دنیا آنا شروع ہوگی تو سخاوت اسے ختم نہ کر سکے گی اور جب جائے گی تو کنجوسی بچا نہ سکے گی۔ یعنی جب یہ بات ہے تو پھر خرچ کرنی چاہیے اس میں بے شمار فوائد ہیں گویا نیکیاں مفت میں ملنے کا طریقہ ہے اگر دنیا مناسب طریقے سے خرچ کرے تو نیکیاں مفت میں حاصل ہوں گی اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوگی۔

مطلب:

جب تمہارے پاس لوگ آئیں اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو لوگوں پہ خرچ کیجیے کیونکہ دولت تو گھومتی رہتی ہے کبھی اس کے پاس ہوتی ہے تو کبھی اس کے پاس۔ اگر اللہ تعالیٰ دولت عطا کرے تو اس کی مخلوق پہ خرچ کرنی چاہیے۔ مخلوق خدا کی خدمت کرنے

اور مدد کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور بے شمار قسم کے مصائب و آلام اور بلیات سے نجات عطا فرماتا ہے دنیا وآخرت میں انعامات ربانی کے حصول کا سبب ہے۔ دنیا میں مزید دولت کے حصول کا سبب بھی ہے بلکہ دولت میں اضافے کا سبب ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۝

(پ22۔سورہ سبا39)

تم فرماؤ بے شک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (کنزالایمان)

فائدہ:

دنیا میں یا آخرت میں بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا دوسری حدیث میں ہے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے تواضع سے مرتبہ بلند ہوتے ہیں۔
(تفسیر خزائن العرفان)

کنجوسی کا نقصان:

سخاوت دولت میں اضافے کا سبب ہے اور بخل وکنجوسی کمی کا باعث ہے بخل کرنا دولت کو بچانہ سکے گی۔

حدیث شریف:

وَعَنْ اَسْمَآءَ بنت اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیْ اَللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتُوْکِیْ فَیُوْکِیَ اللّٰه عَلَیْكَ۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: بخل نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر رزق کے دروازے بند کردے گا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ۔ اَنْفِقِیْ اَوِ نْفَحِیْ اَوِ نْضِحِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰهُ عَلَیْكَ۔

(متفق ریاالصالحین حصہ اول باب الکرم والجود والانفاق حدیث نمبر 562)

اور ایک روایت میں ہے کہ خرچ کرو یا فرمایا عطیہ دو اور مال کو ذخیرہ نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے رزق کو روک لے گا اور لوگوں سے مال کو روک کر نہ رکھو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے رزق کو روک لے گا۔

☆......☆......☆

لوگوں کے کاموں کی بنیاد

(۱) تَغَطِّیْ عُیُوْبَ الْمَرْءِ کَثْرَۃُ مَالِہٖ   فَصُدِّقَ فِیْمَا قَالَ وَھُوَ کَذُوْبٌ
وَیُزْرِیْ بِعَقْلِ الْمَرْءِ قِلَّۃُ مَالِہٖ   فَحَمَّقَہُ الْاَقْوَامُ وَھُوَ لَبِیْبٌ

☆تَغَطِّی۔ چھپالیتی ہے☆عیوب۔ عیب کی جمع ہے،نقص، برائی،خرابی، داغ، روگ، گناہ،قصور☆فَصُدِّقَ۔ پس تصدیق کی جاتی ہے☆کَذُوْبٌ۔ جھوٹا☆حَمَقَ۔ احمق بے وقوف
☆قِلَّتُ مَال۔ مال کی کمی☆لَبِیْبٌ۔ عقلمند، سمجھدار

(1) انسان کے عیبوں کو اس کے مال کی کثرت چھپالیتی ہے۔ پس اس کی بات سچی مانی جاتی ہے خواہ وہ جھوٹا ہی ہو۔ (آج کل تو حالات مزید بگڑ گئے ہیں)

(2) انسان کے مال کی کمی بندے کی عقل مندی پہ عیب لگاتی ہے لوگ اسے بے وقوف کہتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں عقلمند ہوتا ہے۔ (پھر بھی اسے کوئی عقلمند تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتا کیونکہ اس کے پاس دولت نہیں۔

مطلب:

دولت کے پجاریوں کے احوال عجیب ہوتے ہیں۔ سیاہ کو سفید کہہ دیں تو سیاہ کو سفید کہتے کہتے نہیں تھکتے اور اگر سفید کو سیاہ کہہ دیں تو ہر ممکن طرح اسے ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں بلکہ لوگوں میں تو مشہور کر ہی دیتے ہیں۔ مالداروں کے عیوب کی طرف نظر اٹھا کر بھی کوئی نہیں دیکھتا بلکہ ان کے عیوب کو عیوب سمجھا ہی نہیں جاتا بلکہ ان کے عیوب کمال کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں کثرتِ مال ان کے عیوب چھپالیتی ہے۔ ان کے جھوٹ کو بھی سچ مان لیا جاتا ہے۔

جس کے ہاں مال کی کمی ہوتی ہے دنیا دار اسے بے وقوف سمجھتے ہیں حالانکہ بعض اوقات جسے دنیا والے بے وقوف سمجھتے ہیں حقیقت میں وہ بڑا دانا ہوتا ہے۔ مگر غربت کی وجہ سے اس کی عقلمندی کو فتورِ دماغ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کمزور، غریب اور گم نام مسلمانوں کی فضیلت:

وَعَنْ حَارِثَۃَ بْنِ وَھْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ۔ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّۃِ؟ کُلُّ ضَعِیْفٍ۔ مُتَضَعَّفٍ لَوْاَقْسَمَ عَنْ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ؟ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَکْبِرٍ۔

(بخاری شریف، ریاض الصالحین حصہ اول حدیث نمبر 254 باب فضل ضعفۃ المسلمین والفقراء والخاملین)

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''کیا میں تمہیں جنتوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر کمزور جسے لوگ حقیر سمجھتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم سچی کر دیتا ہے۔ کیا میں تمہیں اہل دوزخ کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر درشت خو، بخیل اور متکبر شخص:

الجواظ:

جیم پرزبر اور واؤ مشدد اور ظا معجمہ مال جمع کرنے اور روک رکھنے والا اور بعض نے کہا۔ بھاری بھرکم اور نخریلی چال چلنے والا اور بعض نے کہا۔ پستہ قد، بڑے پیٹ والا۔

(ریاض الصالحین اردو ترجمہ حصہ اول ص169)

عام دنیا داروں سے افضل شخص:

وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٍ مَارَأْیُكَ فِیْ هَذَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهُ حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ یُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ یُّشَفَّعَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَارَاْیُكَ فِیْ هٰذَا؟ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا یُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا یُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا یُسْمَعُ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین حدیث نمبر 255 حصہ اول)

حضرت ابی العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ نے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا۔ یہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ خدا کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح دے تو اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے۔ اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا پھر ایک دوسرا شخص گزرا تو آپ نے (اپنے ہم نشین اسی شخص سے) فرمایا: اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ غریب مسلمانوں میں سے ہے یہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح دے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ اگر یہ سفارش کرے تو وہ قبول نہ کی جائے اگر یہ بات کرے تو اس کی سنی نہ جائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص اس جیسے دنیا بھر کے لوگوں سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی قسم کی لاج رکھتا ہے:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَ بَرَّهٗ

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کتنے لوگ ایسے ہیں جن کے بال بکھرے ہوتے ہیں جسم غبار آلود ہوتے ہیں اوران کو دروازوں پر لوگ دھکے دیتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت باکمال

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عام لوگوں اور بچوں کا رویہ:

بچے آپ کو دیوانہ خیال کرتے اور جہاں آپ کو پاتے اینٹیں پتھر مارتے۔ آپ انہیں فرماتے۔ چھوٹے چھوٹے پتھر مارو تاکہ خون بہہ کر میرا وضو نہ ٹوٹ جائے۔ مجھے پتھروں کا فکر نہیں صرف نماز کا غم ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا تنگ کرنا:

اسیر کہتے ہیں کہ میں نے انہیں ایک مرتبہ ایک چادر اوڑھنے کو دی تھی تو جب کوئی شخص انہیں دیکھتا تو کہتا کہ چادر اویس کے پاس کہاں سے آئی؟ (اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ج اول ص238)

فائدہ:

ابو نعیم اصفہانی، ابو بکر محمد بن جعفر بن ہیثم احمد بن خلیل تر جلانی، ابو نصر، سلیمان بن مغیرہ، سعید جریری، ابو نصرہ، اسیر بن جابر کے سلسلۂ سند سے روایت ہے کہ کوفہ میں ایک محدث ہمیں حدیثیں سنایا کرتے تھے، ایک دن اس حدیث کے بعد شاگردوں سے کہنے لگے کہ چلے جاؤ چنانچہ اکثر حضرات چلے گئے لیکن چھوٹی سی جماعت ادھر ہی بیٹھی رہی اس جماعت میں ایک آدمی اس طرح سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا کوئی دوسرا نہ سن پائے، مجھے اس سے سننے کا شوق پیدا ہوا میں نے اسے تلاش کیا مگر گم پایا۔ اسیر کہتے ہیں میں نے اپنے دوستوں سے پوچھا، کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو؟ ایک آدمی کہنے لگا جی ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ ''اویس قرنی'' ہیں، میں نے کہا کیا تمہیں اس کے گھر کا پتہ معلوم ہے۔ کہنے لگا جی ہاں مجھے معلوم ہے، چنانچہ میں اس آدمی کے ساتھ وادی کی تلاش میں نکل پڑا، جب ان کے گھر پہنچے تو وہ باہر نکلے۔ میں نے کہا میرے بھائی! کس چیز نے آپ کو ہم سے روک رکھا ہے؟ کہنے لگے میرے پاس اتنے کپڑے نہیں کہ میں ان سے کفایت کا کام لے سکوں دراصل اویس کے ساتھی ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور انہیں اذیت پہنچاتے، میں نے کہا یہ چادر لو اور اس سے ستر پوشی کا کام لو، کہنے لگے ایسا نہ کرو شریر لوگ اس چادر کو دیکھ کر مجھے اور اذیت پہنچائیں گے۔ اسیر رحمتہ اللہ کہتے ہیں میں برابر اصرار کرتا رہا بالآخر مجبوراً ان کو چادر اوڑھنی پڑی، میں شریروں کی مجلس میں آیا اور ان سے کہا، آخر تم کیا چاہتے ہو کہ تم اس آدمی کو اذیتیں پہنچاتے ہو آدمی کبھی ننگا بھی ہوتا ہے کپڑے میسر ہوں تو پہن لیتا ہے۔ (اس میں دوسروں کو ستانے کی کیا بات ہے) چنانچہ میں نے ان کی زبانی کلامی خوب خبر لی۔

(حلیۃ الاولیاء حصہ دوم ص412)

حالانکہ آپ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ آپ کے فضائل و مناقب خود مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔

حدیث شریف:

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گفت مر صحابہ را رضی اللہ عنہم مروی است از قرن اویس نام کہ او را بقیامت ہم چند گوسفندان ربیعہ و مضر شفاعت خواہد بود اندر امت من۔

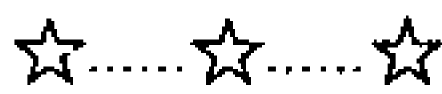
(کشف المحجوب باب ذکر آئمتھم من التابعین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ قرن میں اویس نامی ایک مرد ہے کہ جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بکریوں کی تعداد میں میری امت کے لوگ بخشے جائیں گے۔

فائدہ:

آپ کی ظاہری حالت مبارکہ ملاحظہ فرمایئے اور آپ کا مقام بھی دیکھیے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات مبارک کے متعلق الفقیر کا رسالہ ملفوظات حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کی حالت مبارکہ مختصر طور پر اور آپ کے فضائل نیز آپ کے ملفوظات اور آپ کے وصایا مبارک کی شرح اور سلسلہ اویسیہ کے متعلق تفصیلات نیز آپ سے منسوب دعاؤں کے سلسلے میں ہماری تصنیف لطیف (فیضان اویس قرنی) ملاحظہ فرمایئے اولیائے کرام سے محبت رکھنے والوں خصوصاً سلسلہ اویسیہ کے منسلکین کے لیے خاص تحفہ ہے۔ حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو ضرور مطالعہ کیجیے۔

بہر حال دنیا والے اللہ والوں کو جو کچھ سمجھیں یہ ان کا اپنا انداز ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خاص انعامات سے نوازتا ہے۔ دنیا والوں کا شرافت کے سلسلے میں اور بلند مقام کے سلسلے میں معیار صرف دولت، دنیا، صدارت و وزارت ہے۔ جبکہ اللہ والوں کے ہاں تقویٰ و پرہیزگاری اور اللہ تعالیٰ قرب ہے۔



حاجت مندی اور احتیاج کی شکایت جو ضعف اور عاجزی کا سبب ہے

(۱) غَالَبْتُ شَدِيْدَةٍ فَغَلَبْتُهَا ۔۔۔ وَالْفَقْرُ غَالَبَنِیْ فَاَصْبَحَ غَالِبِیْ

(۲) اِنْ اُبْدِهٖ يَفْضَحُ وَاِنْ لَّمْ اُبْدِهٖ ۔۔۔ يَقْتُلُ فَقُبِّحَ وَجْهُهٗ مِنْ صَاحِبِ

☆فَغَلَبْتُهَا۔ پس اس پہ غالب آیا☆فَقْرٌ۔ ناداری، غریبی، غربت
☆يَفْضَحُ۔ وہ رسوا کرتی ہے☆يَقْتُلُ۔ قتل کر دیتی ہے تباہ و برباد کر دیتی ہے☆قُبِّحَ۔ برا ہو

(1) ہر سختی کا مقابلہ کر کے میں نے فتح حاصل کی مگر غربت نے مقابلہ کیا تو مجھ سے جیت گئی۔

(2) اب اگر میں اسے ظاہر کرتا ہوں تو وہ مجھے بے عزت کرتی ہے اور اگر ظاہر نہیں کرتا تو پھر برباد کر دیتی ہے۔ پس ایسے ہمراہی کا برا ہو۔ جو ہر حال میں آزار کا باعث ہے۔

مطلب:

حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے ہر سختی کا مقابلہ کیا مگر دنیا کی کوئی بھی سختی میرے مقابل آئی تو میں نے اسے شکست فاش دی اور اس پہ فتح حاصل کی۔ میں نے ہر سختی پہ غلبہ حاصل کر لیا مگر غربت ایک ایسی چیز ہے کہ وہ مجھ پہ غالب آ گئی ہے۔ مگر یہ غلبہ اس لیے نہیں کہ میں اس سے ہار گیا بلکہ اس لیے کہ غریبانہ حالت میں زندگی گزارنا مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مقدس، مسنون طریقہ ہے جو کہ سعادت دارین کا سبب ہے اس لیے حضرت علی المرتضٰی شیر خدا نے غریبی سے نجات حاصل کرنی ہی نہ چاہی بلکہ آپ کی یہ حالت اضطراری نہیں تھی۔ بلکہ اختیاری تھی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی حیثیت سے تاکہ آخرت میں جو فضائل غرباء کے بیان ہوئے ہیں۔ ان سے بھی حصہ وافر حاصل ہو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اَدا سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پیار تھا۔ غریبی سے بھی اسی لیے آپ کو پیار تھا ورنہ اتنی بڑی سلطنت پہ حکمرانی کرنے والے علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کے بے شمار فضائل و مناقب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے۔ ان سے شان با کمال کا کیا کہنا؟

دوسرے شعر میں آپ نے غریبی کی عام حالت بیان کی ہے۔ کہ عام لوگ جب غریبی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ان کو کتنے اور کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔



روزی اللہ کی مہربانی سے حاصل ہوتی ہے

(۱) فَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَنَالُ بِفِطْنَةٍ ۔۔۔ وَفَضْلٍ وَّ عَقْلٍ نِلْتُ اَعْلَى الْمَرَاتِبِ

(۲) وَلٰكِنَّمَا الْاَرْزَاقُ حَظٌّ وَّ قِسْمَةٌ ۔۔۔ بِفَضْلِ مَلِيْكٍ لَّا بِحِيْلَةِ طَالِبِ

☆فِطْنَةٍ۔ ہوشیاری ☆فَضْلٍ۔ بزرگی ☆اَعْلَى الْمَرَاتِبِ۔ بڑے سے بڑا رتبہ

(1) پس اگر دنیا محض چالاکی، عظمت اور عقل سے حاصل ہوتی تو میں تمام مراتب سے تمام انسانوں سے اعلیٰ مقام حاصل کر لیتا۔

(2) مگر رزق کے حصے اور نصیب اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے حاصل ہوتے ہیں طالب کی تدبیر سے نہیں۔

مطلب:

ان اشعار میں دولت دنیا اور رزق کے حصول کے سلسلے میں حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے اشارہ فرمایا ہے کہ مال و دولت اور رزق سب کچھ من جانب اللہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ابھی انسان اس جہان فانی میں نہیں آتا ہے کہ اسے جو کچھ دنیا میں حاصل ہونا ہوتا ہے پہلے ہی لکھ دیا جاتا ہے کہ اسے یہ کچھ حاصل ہوگا۔

دوسرے شعر میں بیان فرمایا کہ رزق کے حصے اور نصیب اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے حاصل ہوتے ہیں طالب کی تدبیر سے نہیں یعنی جو کچھ رزق حاصل ہونا ہے وہ ہر حال میں حاصل ہو جائے گا اس سلسلے میں ضرورت سے زیادہ کی کوشش کرنا بے سود ہے اس سلسلے میں ایسے ذرائع اختیار کرنے کی سعی کرنا کہ جن ذرائع سے قرآن و سنت میں منع کیا گیا اپنا دین و ایمان ضائع کر بیٹھنا

عقلمندی کی دلیل نہیں بے وقوفی ہے کیونکہ رزق جو کچھ حاصل ہونا ہے تیرے اس دنیا میں حاضر ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا گیا ہے۔

حدیث شریف:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ سچے مصدوق نبی نے خبر دی کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر اسی قدر خون کی پھٹک پھر اسی قدر لوتھڑا پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے کام اس کی موت، اس کا رزق اور بد بخت یا نیک بخت ہے (یہ) سب کچھ لکھ کر جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے تو اس کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے بعض جنتیوں کے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک نوشتہ تقدیر اس کے سامنے آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے کام کر لیتا ہے پھر وہاں ہی پہنچتا ہے اور تم میں سے بعض دوزخیوں کے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ سامنے آجاتا ہے اور جنتیوں کے کام کرتا ہے۔ پھر اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب القدر۔ مسلم شریف)

رزق اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے چالاکی سے نہیں:

رزق جو کچھ حاصل ہونا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی حاصل ہونا ہے چالاکی اور طالب کی تدبیر سے نہیں اس لیے جو کچھ حاصل ہو جائے اسی کو ہی غنیمت جاننا چاہیے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں کیا پتے کی بات بیان فرمائی ہے۔

فریدا روٹی میری کاٹھ کی ، لاون میری بھکھ
جنہاں کھادی چوپڑی ، گھنے سہن گے دکھ

ایک اور شعر میں یوں بیان فرمایا کہ:

رُکھی سکھی کھائے کے ، ٹھنڈا پانی پی
فریدا! ویکھ پرائی چوپڑی ، نہ ترسائیں جی

مطلب:

اے فرید! روکھی سوکھی جیسی بھی روٹی میسر آجائے وہی کھالیا کر اور پھر ٹھنڈا اور سادہ پانی ہی پی کر گزارہ کر لیا کر اپنی روکھی سوکھی روٹی چھوڑ کر اوروں کی گھی لگی روٹی کو دیکھ دیکھ کر اپنا جی نہیں ترسانا چاہیے۔

(فیضان الفرید ص 217)

رزق انسان کو تلاش کرتا ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ

(رواہ ابونعیم فی الحلیہ مشکوٰۃ شریف باب التوکل والصبر)

بے شک رزق بندے کو اس طرح ڈھونڈتا ہے جس طرح اس کی اجل اسے ڈھونڈتی ہے۔

فائدہ:

اس لیے جو کچھ رزق مقدر میں ہے ہر حال میں حاصل ہو جائے گا۔

حکایت:

ایک دفعہ ایک شخص روزگار سے تنگ آ کر شہر کو چھوڑنا چاہا جب ایک بزرگ سے وداع ہونے کے لیے گیا تو اس بزرگ نے پوچھا۔ تو کہاں اور کیوں جانا چاہتا ہے؟

اس نے عرض کیا: یہ شہر چھوڑنا چاہتا ہوں۔ شاید میرے روزگار میں بہتری ہو جائے۔

اس بزرگ نے فرمایا: اس شہر کے خدا کو میرا سلام کہنا۔

وہ شخص حیران رہ گیا اور پوچھا کہ کیا وہاں کا خدا کوئی اور ہے؟ خدا تو ایک ہے۔

اس بزرگ نے فرمایا: اے نادان! جب تو اتنا جانتا ہے کہ خدا ہر جگہ ایک ہے تو کیا اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس شہر میں تیرا مقدر ایک ہی ہے۔ جا فراخ دلی سے اطاعت الٰہی میں مشغول ہو پھر دیکھ کہ تجھے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں۔

(فیضان الفرید ص 213-214 بحوالہ اسرار الاولیاء فصل 3 ص 24-25)

☆......☆......☆

ہوشیاری اور عقلمندی نجات اور سعادت ابدی کا ذریعہ ہے

(۱) وَاَفْضَلُ قِسْمِ اللّٰهِ لِلْمَرْءِ عَقْلُهٗ ۔۔۔ فَلَيْسَ مِنَ الْخَيْرَاتِ شَيْءٌ يُّقَارِبُهٗ

(۲) اِذَا اَكْمَلَ الرَّحْمٰنُ لِلْمَرْءِ عَقْلَهٗ ۔۔۔ فَقَدْ كَمُلَتْ اَخْلَاقُهٗ وَمَارِبُهٗ

(۳) يَعِيْشُ الْفَتٰى فِي النَّاسِ بِالْعَقْلِ اِنَّهٗ ۔۔۔ عَلَى الْعَقْلِ يَجْرِيْ عِلْمُهٗ وَتَجَارِبُهٗ

(۴) تَزِيْنُ الْفَتٰى فِي النَّاسِ صِحَّةُ عَقْلِهٖ ۔۔۔ وَاِنْ كَانَ مَحْظُوْرًا عَلَيْهِ مَكَاسِبُهٗ

(۵) يَشِيْنُ الْفَتٰى فِي النَّاسِ قِلَّةُ عَقْلِهٖ ۔۔۔ وَاِنْ كَرُمَتْ اَعْرَاقُهٗ وَمَنَاسِبُهٗ

(۶) وَمَنْ كَانَ غَلَّابًا بِعَقْلٍ وَّنَجْدَةٍ ۔۔۔ فَذُوْا الْجَدِّ فِيْ اَمْرِ الْمَعِيْشَةِ غَالِبُهٗ

☆ خَيْرَاتِ۔ بھلائی، نیکی ☆ يَعِيْشُ۔ زندہ رہتا ہے ☆ تَجَارِب۔ تجربہ کی جمع ☆ يَجْرِيْ۔ وہ جاری ہوتا ہے، جاری رہتا ہے قائم رہتا ہے، زندہ رہتا ہے

☆ تَزِيْنُ۔ زینت بخشتی ہے ☆ يَشِيْنُ۔ عیب لگاتی ہے ☆ قِلَّةُ۔ کمی، کمیابی ☆ كَرُمَتْ۔ معزز ہوں ☆ اَعْرَاق۔ جڑ، اصل، یعنی حسب و نسب ☆ مَنَاسِب۔ مرتبے، مقام

(1) اللہ تعالیٰ کی افضل عطا انسان کے لیے عقل ہے پس اس کے برابر کوئی بھی بھلائی نہیں ہو سکتی۔

(2) جب رحمٰن واسطے انسان کے اس کی عقل کامل کردے تو سمجھ لیجیے کہ اس کے تمام اخلاق اور مقاصد پورے ہو گئے۔

(3) انسان لوگوں میں عقل کے باعث ہی زندہ رہتا ہے کیونکہ علم اور تجربات کا دارومدار عقل پر ہی ہوتا ہے۔ (اور جسے عقل نہیں اسے زندگی حاصل بھی ہو تو کس کام کی۔)

(4) عقل کا صحیح ہونا انسان کو لوگوں میں مزین کرتا ہے۔ خواہ اس پہ آمدنی کا دروازہ بند کر دیا جائے یعنی اس سے آمدنی کا دروازہ بند کر دیئے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(5) کم عقلی جوان کے لیے لوگوں میں عیب کا سبب ہوتی ہے۔ خواہ اس کا حسب نسب اور مرتبہ معزز ہی کیوں نہ ہو۔

(6) جو انسان عقل اور تجربہ کاری میں پختہ ہونے کی وجہ سے غالب ہو تو اس پہ معاش کے مقابلے میں خوش قسمت ہی غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

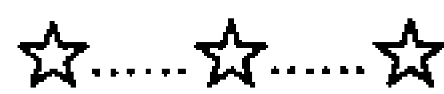
فوائد:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بے شمار فوائد بیان کیے ہیں ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیے۔

-1 عقل انسان کا حاصل ہونا رب کائنات کی ایک لاجواب عطا ہے اس کے حصول کی وجہ سے جتنا بھی رب کائنات کا شکر ادا کیا جائے کم بلکہ انسان کو چاہیے کہ رب کائنات کی ہر عطا کا شکر ادا کرتا رہے۔

-2 جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقل کامل کر دی جائے تو سمجھ لیجیے کہ اس کے تمام اخلاق اور مقاصد حاصل ہو گئے اتنی بڑی نعمت کو محض دنیوی مفادات میں استعمال کر کے گزارنا عقلمندی ہی نہیں۔ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے حاصل کردہ خصوصی انعام ہے اس لیے اس کا استعمال حق تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہی کرنا چاہیے۔

-3 عقل انسان کو لوگوں میں ایک ایسا مقام دلاتا ہے کہ لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ دولت دنیا کی کمی بھی اس کے لیے نقصان کا باعث نہیں بنتی۔



علم، ادب اور عقل کی فضیلت

(۱) لَیْسَ الْبَلِیَّةُ اَیَّامِنَا عَجَباً — بَلِ السَّلاَمَةُ فِیْهَا اَعْجَبُ الْعَجَبِ

(۲) لَیْسَ الْجَمَالُ بِاَثْوَابٍ تُزَیِّنُهَا — اَنَّ الْجَمَالَ جَمَالُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ

(۳) لَیْسَ الْیَتِیْمُ الَّذِیْ قَدْمَاتَ وَالِدُهٗ — اَنَّ الْیَتِیْمَ یَتِیْمُ الْعَقْلِ وَالْحَسَبَ

☆بَلِیَّۃٌ۔ مصیبت ☆اَیَّامِنَا۔ ہمارے دن، زمانہ ☆السَّلاَمَۃُ۔ سلامتی ہے ☆اَعْجَبُ الْعَجَبِ۔ حیرت انگیز ☆لَیْسَ الْجَمَالُ۔ جمال ہرگز نہیں، خوبصورتی نہیں۔ ☆اَثْوَاب۔ ثوب کی جمع یعنی کپڑے ☆تُزَیِّنُهَا۔ اسے

خوبصورت بنانے والے، زینت دینے والے

☆مَاتَ۔ فوت ہوا☆وَالِدُہٗ۔ اس کا باپ☆حَسَبَ۔ مراد شرافت

(1) ہمارے دور میں یعنی (آج کل) مصیبت کا آنا کوئی حیران کن معاملہ نہیں بلکہ سلامتی کا حاصل ہونا ضرور حیران کن ہے۔

(2) محض سجاوٹ والے لباس میں حسن ہرگز نہیں بلکہ حقیقی حسن و جمال تو علم و ادب میں ہے۔

(3) جس کا باپ فوت ہو گیا محض وہ یتیم ہرگز نہیں بلکہ حقیقی یتیم تو وہ ہے جو عقل اور شرافت سے باز رکھا گیا یعنی حقیقی یتیم تو وہ ہے جو عقل اور شرافت سے خالی ہے۔ جسے عقل اور شرافت سے نہیں نوازا گیا حقیقی معنوں میں تو یتیم وہ ہے۔

مطلب:

آپ نے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ آج کل مصائب و آلام کا دور ہے مصیبتوں کا آنا حیران کن نہیں۔ کیونکہ مصیبتیں تو اکثر آتی ہی رہتی ہیں۔ حیران کن چیز تو وہ ہوتی ہے جو شاذ و نادر پیش آئے مگر مصیبتوں کا آنا تو ہمہ وقت کا ہے کیونکہ روز ازل سے ہی مصیبتیں شروع ہوئیں اور یہ سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا کیونکہ کبھی اپنے ہی اعمال کی سزا کے طور پر اور کبھی آزمائش کے طور پر، کبھی اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اور کبھی منزل عشق پہ ثابت قدمی کی آزمائش کے لیے کبھی حقیقی سے تعلق کی مضبوطی کے لیے کبھی گناہوں کی دلدل سے نجات کے لیے یہ سلسلہ کوئی نیا تو نہیں بلکہ آج کل تو لوگ حقیقی سلامتی سے دور ہوتے جارہے ہیں بلکہ سلامتی کا حصول حیران کن ہے۔ کیونکہ لوگ دنیا و مافیہا میں اتنے مگن ہوتے جارہے ہیں کہ ان کی واپسی مشکل ہوتی نظر آنے لگی ہے۔ خوف خدا دلوں سے محو ہوتا جارہا ہے۔ حقائق شریعت سے لوگ نا آشنا ہوتے جارہے ہیں دنیا و مافیہا کی دلدل میں دھنستے جارہے ہیں۔

حقیقی حسن و جمال:

دنیا و مافیہا میں متفرق ہونے کی وجہ سے لوگ تقویٰ و پرہیزگاری اور دیگر شرعی اصولوں کو چھوڑتے جارہے ہیں معیار زندگی لوگوں کا بدلتا جارہا ہے۔ کبھی لوگ حق تعالیٰ کی رضا کے لیے مر مٹنے کو ترجیح دیتے تھے شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی کے لیل و نہار گزارنا اور استقامت علی الدین لوگوں کا مشغلہ ہوا کرتا تھا مگر آج کل ظاہری ٹپ ٹاپ کو حسن تصور کیا جانے لگا ہے۔ حالانکہ محض ظاہری ٹیپ ٹاپ اور سجاوٹ کچھ نہیں۔ محض ظاہری سجاوٹ والا لباس حسن نہیں۔ حسن تو اخلاق کے اچھے ہونے کا نام ہے حقیقی حسن تو شریعت مطہرہ کی پابندی اور دین اسلام کے اصول و ضوابط کو اپنانے کا نام ہے۔ حقیقی حسن تو حق تعالیٰ کے قرب کا نام ہے حقیقت میں حسن علم و ادب ہے۔ علم و ادب کے متعلق الحمد للہ بڑا کچھ یہاں بیان کر دیا ہے مگر یہاں باطل حسن کے چند نظائر کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

باطل حسن کے چند نظائر:

اصل حسن وہی ہے جو مالک و خالق نے ظاہری طور پر عطا فرمایا ہے علم و ادب ہے حسن اخلاق ہے کما حقہ آداب شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کا نام حسن ہے مگر ظاہر بینوں نے مومن ظاہری ٹپ ٹاپ کا نام حسن رکھا ہوا ہے محض ظاہری چہرے کو چمکانے کے لیے نہ جانے کیسی کیسی کریمیں، لوشنز، لپ سٹک وغیرہ لگانی شروع کر دی ہیں حالانکہ حقیقت میں یہ چیزیں انسانی چہرے کو خوبصورت نہیں بناتی ہیں بلکہ بگاڑ دیتی ہیں۔ ناخن پالش لگانے سے سمجھ لیا گیا ہے کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خوبصورت ہو جاتے ہیں حالانکہ ناخن پالش بھی انتہائی نقصان دہ چیز ہے۔ اسی طرح حسن میں اضافے کے لیے ناخن بڑھانا بھی فیشن بن گیا ہے

اس کے نقصانات سے کون واقف نہیں۔اس طرح دیگر فیشنوں کا حال ہے۔

ناخن بڑھانے کی مذمت:

کیمیائے سعادت میں مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں ناخن کٹوانا، نہایت مفید امر ہے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ناخن نہ کٹوانے کی مذمت بیان کی گئی ہے تفصیلات کے لیے ہمارے رسائل (ناخن بڑھانے کی مذمت، ناخن بڑھانے کی مذمت اور ناخن پالش لگانے کی مذمت، نیز قبلہ فضیلت کے افادات پہ منی الفقیر القادری ابواحمد غلام اویسی مرتب کردہ کتاب افادات اویسیہ فی مسائل جدیدیہ) میں ملاحظہ فرمائیے۔

ناخن بڑھانے اور ناخن پالش لگانے کے نقصانات:

حکیم محمد طارق محمود چغتائی صاحب نے لکھا ہے کہ ''قدیم مصر کی عورتیں بھی اپنے ناخنوں پر رنگ و روغن کرتی تھیں اور (نیل پالش) کا رواج فرعونوں کے دور کی یادگار ہے اس دور کی خواتین رنگ و روغن تیل سے صاف کرتی تھیں لیکن آج کل نیل پالش استعمال کی جاتی ہے جو ناخنوں کے لیے خطرناک ہے۔ سستے نیل پالش ریمور ناخنوں کے قدرتی تیل کو جذب کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ناخنوں کو بہت زیادہ لمبے نہیں کرنا چاہیے۔ یہ انہیں کمزور اور بیمار کر سکتے ہیں۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ج2 ص379)

ناخن بڑھانے کے نقصانات:

میڈیکل کے اصول اور قانون کے مطابق پیٹ کے کیڑوں کے انڈے انسانی ناخن میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور انسان جب کھانا کھاتا ہے تو یہ انڈے کھانے میں شامل ہو کر پیٹ میں چلے جاتے ہیں اور اندر ہی اندر پھلتے پھولتے رہتے ہیں۔

(سنت نبوی اور جدید سائنس ج1 ص450)

ناخن بڑھانا بے شمار امراض میں مبتلا ہونے کا باعث:

حکیم صاحب اپنی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

تحقیق کے مطابق جو خواتین ناخن بڑھاتی ہیں وہ خون کی کمی کا شکار ہو جاتی ہیں ایسی خواتین نفسیاتی امراض کا شکار ہوں گی۔حتیٰ کہ ماہر نفسیات کے بقول ناخن بڑھانا اتنا نفسیاتی مریض بنا دیتا ہے کہ انسان خودکشی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

(سنت نبوی اور جدید سائنس ج اول ص450)

عبرت:

لہٰذا وہ خواتین عبرت حاصل کریں جو غیر مسلموں کو دیکھا دیکھی مہربانوں کی مہربانی اپنائے ہوئے ہیں۔

ناخن پالش لگانے کی مذمت:

حکیم محمد طارق محمود چغتائی صاحب ناخن پالش کی مذمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کروموپیتھی کے ماہرین کے مطابق رنگ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انسان جس رنگ کو بار بار دیکھتا ہے اس کا اثر اس کی زندگی پر غالب ہو جاتا ہے چونکہ اکثر ناخن پالش سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور یہ رنگ اشتعال، غصہ اور بلڈ پریشر ہائی کرتا ہے اس لیے وہ لوگ جو پہلے سے اس مرض میں مبتلا

ہوں ان کے امراض میں فوری اضافہ ہو جاتا ہے اور صحت مند آدمی بھی آہستہ آہستہ ان امراض کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

انسانی صحت اور تندرستی کے لیے ہر رنگ کا ایک منفرد مزاج ہوتا ہے موجودہ فیشن نے مختلف ناخن پالش کے استعمال کی ترغیب دی ہے ان مختلف رنگوں کی الرجی عام آدمی کے لیے بھی نا قابل برداشت ہے تو کیا ایک مریض برداشت کر سکے گا؟

ناخن پالش ناخن کے مسامات کو بند کر دیتی ہے مزید چونکہ ناخن پالش میں رنگ دار کیمیکل ہوتے ہیں اس لیے یہ کیمیکل بے شمار امراض کا باعث بنتے ہیں خاص طور پر اس کا اثر جسم کے ہارمونزی سسٹم پر بہت برا پڑتا ہے جس سے خطرناک زنانہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ج اول ص 325)

ناخن پالش ترک کرنا کئی امراض سے نجات کا باعث:

ایک خاتون کو ہاتھوں پر دانے خارش اور پیپ دار پھنسیاں تھیں بہت علاج کرائے لیکن افاقہ نہ ہوا ایک ماہر امراض جلد کے پاس گئیں موصوف عمر رسیدہ اور بہت ماہر مانے جاتے تھے ڈاکٹر صاحب مریضہ کا معائنہ کر کے فرمانے لگے آپ ناخن پالش کتنے عرصے سے استعمال کر رہی ہیں مریضہ کہنے لگی گزشتہ ساڑھے پانچ سالوں سے اور مرض کو کتنا عرصہ ہوا ہے۔ مریضہ نے جواب دیا پانچ سال سے مسلسل مرض موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا آپ ناخن پالش لگانا چھوڑ کر پھر مناسب مختصر علاج کریں۔ مریضہ کا کہنا ہے کہ صرف تیسرے ہفتے میں مکمل صحت یاب ہو گئی۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ج اول ص 324)

فائدہ:

ناخن پالش کے مزید نقصانات معلوم کرنے کے لیے الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کے رسالہ (نیل پالش لگانے کی مذمت) کا مطالعہ کیجیے۔

لپ اسٹک کے نقصانات:

زیادہ گرم اور زیادہ ٹھنڈی اشیاء کھانے پینے سے ہونٹوں کا قدرتی حسن ختم ہو جاتا ہے اور اگر خواتین فوری علاج نہ کریں تو ہونٹوں کا قدرتی رنگ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔

اس امر کا انکشاف غیر ملکی جریدے کی بیوٹی رپورٹ میں کیا گیا ہے رپورٹ کے مطابق نوعمری سے خواتین زیادہ گرم اور زیادہ ٹھنڈی اشیاء کھانے پینے کی شوقین ہوتی ہیں۔ جس سے ہونٹ متاثر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہونٹوں کے ٹشوز مستقل طور پر مر جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق لپ سٹک بھی ہونٹوں کے قدرتی حسن سے محروم کرتی ہے بالخصوص ماحولیاتی آلودگی کی تہہ جم جانے سے ہونٹوں پر بے شمار ایسے وائرس جنم لیتے ہیں جو نہ صرف ہونٹوں کی صحت کو خراب کرتے ہیں بلکہ دانتوں اور بعض اوقات منہ کے سارے نظام کو بگاڑ دیتے ہیں۔ علاج نہ کرنے کا مرض بھی لگتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ خواتین کو لپ اسٹک لگانے کے چھ گھنٹے تک ہونٹوں کو کھانے پینے اور آلودگی سے بچانا چاہیے۔ ورنہ ہونٹوں پر فنگس ہونے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں لہٰذا خواتین کے لیے لپ سٹک مضر ہے۔ (بیوٹی رپورٹ ویکلی سن)

اس لیے اسلام نے زیادہ گرم اور زیادہ ٹھنڈے کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ج2 ص 371)

سرخی یا لپ سٹک سے خطرناک کینسر بھی ہو سکتا ہے:

یہ بات اتنی واضح ہے کہ پہلے پہل سرخی میں ایسی چربی استعمال کی جاتی تھی جو بہت جلد پگھلنے نہ پائے تحقیق کے بعد پتا چلا کہ سور کی چربی جلد نہیں پگھلتی تو سرخی یا لپ سٹک میں سور کی چربی ملائی جانے لگی جو کہ بہت قیمتی اور بڑھیا سرخیوں میں اب بھی ملائی جاتی ہے۔

لیکن سرخیوں میں عام طور پر رنگ دار میٹریل اور چربی دار سخت ویزلین وغیرہ کیونکہ رنگ سے خون کے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں جس میں جسم کا خطرناک مرض کینسر بھی ہو سکتا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ج اول 425)

فائدہ:

اس سے مسلمان خواتین کو دعوت فکر ہے کہ خدارا جس چیز کا ایک ایک جزو حرام ہے اور پلید ہے اسے ہونٹوں پہ خوبصورتی کے لیے سجانا عقل مندی سے بعید ہے خدارا! غیر مذہبوں کی عادات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ یہ سب گندگی کا ڈھیر ہیں جنہیں اکثر ہم فیشن کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں۔ اس میں سے خود غیر مذہبوں کی عورتیں بہت ہی کم استعمال کرتی ہیں جبکہ ہمارے ہاں ان چیزوں کا استعمال اتنا عام ہے کہ کھانا ملے یا نہ ملے لپ سٹک ضرور ملے۔ کارآمد اور مفید چیزیں انہیں دے کر یہ چیزیں منگوائی جاتی ہیں۔ اس سے ہمیں عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے اللہ کرے کسی کی سمجھ میں یہ بات آ جائے۔

چہرہ اور کریمیں:

ماہرین حسن وصحت اس بات پر متفق ہیں کہ تمام کریمیں، ابٹن اور لوشن چہرے پر داغ چھوڑتے ہیں حسن اور خوبصورتی کے لیے چہرے کا کئی بار دھونا از حد ضروری ہے۔ امریکن کونسل فار بیوٹی (Americal Council For Beauty) کی سرکردہ ممبر لیڈلی، بیچر نے عجیب وغریب انکشاف کیا ہے کہ اس کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیاوی لوشن کی ضرورت نہیں ان کے اسلامی وضو سے چہرے کا غسل ہو جاتا ہے اور چہرہ کئی امراض سے بچ جاتا ہے۔

(سنت نبوی اور جدید سائنس ج اول ص 29)

میک اپ کے نقصانات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجودہ طرز کے میک اپ ہرگز نہیں تھے اربوں روپے خرچ کرنے کے بعد فطرت کی طرف لوٹنا صرف ناکامی ہے اس فیشن کی جس کی چکا چوند عالم کو گھیرے ہوئے تھی اس ضمن میں مشہور مغربی مفکر اور ماہر حفظان صحت کیا کہتا ہے اس کی زبانی غور سے سنیے۔

ڈیل کارینگی کے انکشافات:

''میری زندگی فطرت کے مسلسل مطالعے میں گزری ہے اس بات کو غور سے دیکھا کہ ہم فطرت کے قریب رہتے ہوئے فطرت سے دور تو نہیں جا رہے۔

فیشن اور رواج کی دنیا نے ہمیں صرف دھوکا وفریب دیا ہے میک اپ حسن نسواں کے لیے تھا لیکن جتنا نقصان اس کے حسن نسواں کو دیا ہے شاید ہی کسی چیز نے دیا ہو۔ جنگوں نے ماحول اور حالات بدلے۔ بارود نے تباہ کاریوں کی انتہاء کر دی لیکن میں

سمجھتا ہوں ان کا نقصان کم ہے جتنا نقصان میک اپ سے ہوا ہے۔" (زندہ رہنا سیکھیے)

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ میک اپ کے سامان میں کتنا خطرناک کیمیکل استعمال ہوتا ہے اس سے کیا کیا نقصانات ہو رہے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

چہرے کے مہاسے	Acne Vaugaris
سیاہ دانے	Black head
لیس دار تھیلی نما مہاسے	Cyst
کیل اور چھائیاں	Acne Rosacea
ناک پر دانوں کا بگاڑ	Rhi nophyma
عام پھوڑے پھنسیاں	Folliculitis
داد	Rinzworm Tinea Çorporis
پھپھوند سے پیدا ہونے والے امراض	Fungal Ingections

یہ وہ امراض ہیں جو جدید سائنس نے دریافت کیں (یعنی میک اپ کی وجہ سے یہ امراض ہوتی ہیں) بے شمار ایسے واقعات معاشرتی طور پر ملتے ہیں جس سے خواتین کے خوبصورت چہرے بدصورتی میں بدل جاتے ہیں۔

حکایت:

ایک خاتون نئی نویلی دلہن علاج کی غرض سے لائی گئی۔ موصوفہ کے چہرے پر سیاہ داغ اور ہلکے دانے تھے تمام گھر والے پریشان تھے معلوم ہوا کہ تمام میک اپ کے کارنامے ہیں اس طرح ایک غیر شادی شدہ خاتون نے اپنے بھائی کی شادی پر میک اپ کیا کچھ عرصے کے بعد چہرے پر سیاہ داغ دھبے اور لکیریں پڑ گئیں حتیٰ کہ مونچھوں اور داڑھی کے بال نکل آئے۔

اسلام نے خواتین کے لیے گھر میں آرائش حسن (صرف اپنے خاوند کے لیے) سے منع نہیں فرمایا لیکن اس کے لیے مصنوعی اور زہریلی ادویات میک اپ کی شکل میں ہمیشہ نقصان دہ ہیں اور اب تو جدید اور پڑھا لکھا طبقہ میک اپ سے دلبرداشتہ ہو کر پھر سے سادگی کی طرف لوٹ رہا ہے۔

پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

(سنت نبوی اور دو دید سائنس ج اول ص325 تا327)

فائدہ:

اسی طرح مزید تفصیلات انشاء اللہ (افادات اویسیہ فی مسائل جدیدیہ) میں بیان کردی ہیں کتاب کا مسودہ اشاعت کے لیے بہاولپور گیا ہوا ہے اللہ کرے جلد شائع ہو جائے۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر ٹیپ ٹاپ کچھ نہیں بلکہ نقصان دہ ہے اسی طرح لباس کے سلسلے میں بھی محض ظاہری لباس کی ٹیپ ٹاپ

کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ حقیقی حسن و جمال تو علم و ادب میں ہے علم و ادب حاصل کیجیے اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

یتیم:

لوگ سمجھتے ہیں کہ یتیم وہ ہے کہ جس کا باپ بچپن میں فوت ہو جائے۔ مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صرف وہ ہی یتیم نہیں بلکہ حقیقی یتیم تو وہ ہے جو بے وقوف ہے اور شرافت سے دور ہے۔ جو عقل اور متعلقات عقل سے دور ہے۔ سمجھداری سے دور ہے۔

☆......☆......☆

ادب اور نسب

(۱) كُنِ ابْنَ مَنْ شِئْتَ وَاكْتَسِبْ اَدَباً ۔۔۔ يُغْنِيْكَ مَحْمُودُهٗ عَنِ النَّسَبِ

(۲) فَلَيْسَ تُغْنِي الْحَسِيْبَ نِسْبَتُهٗ ۔۔۔ بِلَا لِسَانٍ لَّهٗ وَلَا اَدَبِ

(۳) اِنَّ الْفَتٰى مَنْ يَّقُوْلُ هَا اَنَاذَا ۔۔۔ لَيْسَ الْفَتٰى مَنْ يَّقُوْلُ كَانَ اَبِىْ

☆وَاكْتَسِبْ اَدَباً۔ اور ادب حاصل کرو☆يُغْنِيْكَ۔ تجھے بے پرواہ کر دے☆مَحْمُوْد۔ خوبی

☆نِسْبَتُهٗ۔ اس کی نسبت☆بِلَا لِسَانٍ۔ بغیر زبان☆حَسِيْب۔ حساب کرنے والا، بزرگوار حساب لینے والا، اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام، مگر یہاں شریف مراد ہے

(1) تم جس کی بھی اولاد ہو تم ادب سیکھو (کیونکہ) اس کی خوبی تجھے نسب سے بے نیاز کر دے گی۔

(2) (کوئی جیسا بھی ہو) اسے اس کا حسب نسب اسے زبان و ادب کے بغیر ہر گز فائدہ مند نہیں۔ یہاں تک کہ شریف کو بھی اپنی شرافت کے بغیر صحیح معنوں میں حسب نسب اتنا مفید نہیں جتنا کہ اپنی شرافت کے ساتھ ہو تو مفید ہوتا ہے۔

(3) بے شک جوان وہ ہے جو کہتا ہے کہ آؤ میں یہ ہوں وہ ہر گز جوان نہیں جو کہتا ہے کہ میرا باپ وہ تھا۔

مطلب:

تم جس کی بھی اولاد ہو تمہیں ادب (زندگی گزارنے کا صحیح انداز، یعنی قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ) سیکھنا چاہیے کیونکہ اس کی خوبی کی بنا پر تجھے وہ شرافت اور عزت و مقام حاصل ہو گا کہ جو بعض اوقات اچھے سے اچھا نسب والا بھی نہیں پا سکتا اس لیے ادب سیکھنا تجھے نسب کی وجہ سے حاصل ہونے والے فوائد سے بے نیاز کر دے گا۔ حسب نسب جیسا بھی ہو زبان و ادب کے بغیر مفید نہیں اس لیے حسب نسب کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کے حصول کے سلسلے میں ضرور محنت کیجیے۔

بے شک جوان وہ ہے جس کی گفتار اور کردار سے واضح ہو کہ وہ جوان ہے کہ وہ جوان مردوں جیسے کام کرے۔ لوگ اس کی

جوان مردی دیکھ کر اس طرف متوجہ ہوں صرف خود ہی نہ کہتا پھرے کہ آؤ مجھے دیکھو میں جوان ہوں بلکہ ایسے ایسے کارنامے سرانجام دے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں لوگوں میں شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اصل جوان وہ ہے جو جوانوں جیسے کارنامے سرانجام دے کر دعویٰ کرے کہ آؤ میں جوان ہوں وہ ہرگز جوان نہیں جو اپنے باپ (دادوں یعنی اپنے بزرگوں کے) کارناموں پہ اتراتا پھرے۔

صاحب کردار:

انسان کو صاحب کردار ہونا چاہیے۔ صاحب کردار انسان ہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس لیے دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو صاحب کردار بنیئے۔ تمہارا کردار ہی دنیا و آخرت میں کامیابی کا سبب بن جائے گا۔ جس مقصد کے لیے تیری تخلیق ہوئی اس مقصد کو مدنظر رکھیے جس خالق و مالک نے تیرے وجود کی مشینری کو تخلیق کیا ہے اسی کے فرمان ذیشان کے مطابق اپنے وجود کی مشینری کو چلا یعنی اس جہان فانی میں حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ خالق و مالک کے ارشادات کے مطابق گزار کیونکہ دیکھیے اس جہان فانی میں جتنی بھی چیزیں بنائی گئی ہیں ان کے متعلق اکارخانہ یا فیکٹری والے جو ہدایات جاری کرتے ہیں اگر ان کے مطابق وہ مشینری استعمال کی جائے ان ہدایات کا خاص خیال رکھا جائے تو وہ مشینری جلد خراب نہیں ہوتی۔ بے احتیاطی اس مشینری کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح اگر تخلیق کرنے والے مالک و خالق کے احکام کے مطابق زندگی کے لیل و نہار گزارے تو کامیابیوں سے ہمکنار بھی ہوں گے اس وجود کی مشینری جلد خراب بھی نہیں ہوگی۔

اولیاء اللہ:

بہترین انداز سے زندگی گزارنے والے جو اللہ کے بندے تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں حق تعالیٰ انہیں خصوصی انعامات سے نوازتا ہے تندرستی بھی انہیں حاصل رہتی ہے بیماریاں بھی ان کے قریب نہیں آتیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ محض ڈینگیں مارنا کسی کام کا نہیں بلکہ انسان کو چاہیے کہ عمل کو اپنائے۔ حقائق سمجھنے کی کوشش کرے۔ حقائق سے آنکھیں چرانا مفید نہیں بلکہ نقصان کا باعث ہے۔ بعض لوگ اس نشے میں گم رہنے کو قابل فخر سمجھتے ہیں کہ آباؤ اجداد کی عظمتوں کے سہارے اپنی عزت و عظمت کی دھاک لوگوں کے سامنے بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کی بھول ہے۔ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پہ چلیے۔ پھر ان کی عظمتوں کا سہارا لیتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کیجیے عمل اختیار کیجیے کیونکہ عمل سے بیگانہ انسان کسی کام کا نہیں۔ پانی پاک صاف بھی کچھ عرصہ اپنی حرکت کھو بیٹھے تو اس میں بھی بدبو پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر تجربہ کر لیجیے حرکت میں برکت ہے۔ عمل میں عظمت ہے۔ عمل ہی کے باعث اکثر کامیابی کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

☆......☆......☆

جسمانی صفات کی نفی اور روحانی فضائل کا اثبات

(۱) اَیُّھَا الْفَاخِرُ جَھْلاً بِالنَّسَبْ — اِنَّمَا النَّاسُ لِاُمٍّ وَّ لِاَبِ

(۲) ھَلْ تَرَاھُمْ خُلِّقُوْا مِنْ فِضَّۃٍ — اَمْ حَدِیْدٍ اَمْ نُحَاسٍ اَمْ ذَھَبِ

(۳) ھَلْ تَرَاھُمْ خُلِّقُوْا مِنْ فَضْلِھِمْ — ھَلْ سِوٰی لَحْمٍ وَّ عَظْمٍ وَّ عَصَبِ

(۴) اِنَّمَا الْفَخْرُ لِعَقْلٍ ثَابِتٍ — وَحَیَآءٍ وَّ عَفَافٍ وَّ اَدَبِ

☆اَیُّھَا الْفَاخِرُ۔ اے فخر کرنے والے☆تَرَاھُمْ۔ انہیں دیکھتے ہو، انہیں خیال کرتے ہو☆خُلِّقُوْا۔ پیدا کیے گئے ہو۔
☆فِضَّۃٍ۔ چاندی☆حَدِیْدٍ۔ لوہا☆نُحَاسٍ۔ تانبا☆ذَھَبِ۔ سونا
☆لَحْمٍ۔ گوشت☆عَظْمٍ۔ ہڈی☆عَصَبِ۔ پٹھے
☆عَفَاف۔ پاک دامنی (بے وقوف شخص یاد رکھ)

(1) ارے جہالت کی بنا پر حسب نسب پہ تکبر کرنے والے بے شک سبھی لوگ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ (اس لیے تجھے تکبر کسی طرح بھی جچتا نہیں)

(2) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ چاندی یا لوہے یا تانبے یا سونے سے ان کی تخلیق کی گئی ہے۔ (ایسا ہرگز نہیں)

(3) کیا تم انہیں یہ سمجھتے ہو کہ وہ اپنے فضل یعنی مال و دولت سے تخلیق ہوئے ہیں۔ کیا وہ گوشت، ہڈی اور پٹھوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہیں۔

(4) بے شک فخر پائیدار عقل، حیا اور پاک دامنی اور ادب میں ہے۔ (ان صفات کے علاوہ کچھ نہیں)

مطلب:

محض حسب نسب کی بنا پر تکبر کرنا جاہلانہ روش ہے اس کی تردید بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ اے جہالت کی بنا پر نسب پہ تکبر کرنے والے بے شک سبھی لوگ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اس لیے تیرا تکبر اختیار کرنا قطعاً مناسب نہیں بلکہ بے شمار برائیوں کا باعث ہے دنیا و آخرت میں ناکامی کا سبب ہے۔

دوسرے تیسرے اور چوتھے شعر کا خلاصہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ اتنا غرور کیوں کرتے ہو؟ اتنا تکبر اختیار کرنا ہرگز مناسب نہیں کیونکہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ شاید تم چاندی یا لوہے یا تانبے یا سونے کے پیدا کیے گئے ہو۔ اگر ایسا ہی سمجھتے ہو تو یہ تمہاری خام خیالی ہے ایسا ہرگز نہیں کیونکہ سبھی انسان ظاہری تخلیق کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں جب سبھی انسان ظاہری تخلیق کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں تو اتنا اترانے اور تکبر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

کیا تم انہیں یہ سمجھتے ہو کہ جن کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے، جن کے ہاں مال و دولت کے ڈھیر ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ مال

و دولت سے ہی تخلیق ہوئے ہوں تم انہیں اچھی طرح دیکھ لیجیے ان میں بھی تمہاری طرح گوشت، پوست، ہڈیاں اور پٹھے ہیں۔ ان چیزوں کے علاوہ ان کے جسم میں بھی کوئی اور چیز نہیں جس سے واضح ہوا کہ بحثیت تخلیق سبھی ایک جیسے ہیں۔

بے شک فخر، پائیدار عقل، حیاء، پاک دامنی اور ادب میں ہے اس لیے یہ صفات اپنانے کی کوشش کرتا کہ تو قابل فخر شخصیت کا مالک بن سکے۔

تکبر کی مذمت:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۝

(پ20 سورۃ القصص 37)

یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔
(کنز الایمان)

زمین پر اکڑ کر چلنے کی ممانعت:

رب کائنات نے ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝

(پ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل ۳۷)

اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک تو زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔
(کنز الایمان شریف)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ نفسانی بڑائی چاہنا فساد کا ذریعہ ہے دینی بڑائی کی کوشش کرنا عبادت ہے رب فرماتا ہے کہ:

وَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (تفسیر نور الفرقان)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ فخر و تکبر کی چال اور متکبرین کی سی بیٹھک وغیرہ سب ممنوع ہیں، گفتگو نرم، چلنا آہستگی سے وقار کے ساتھ اس پر بہت سے مسائل متفرع ہیں جن میں فقہاء نے ہاتھی کی سواری شیر کی کھال کی پوستین پہننے سے منع فرمایا ان کا ماخذ یہ آیت ہے۔
(تفسیر نور العرفان)

شیخی کی مذمت عجز و انکساری کی فضیلت:

شیخی میں فائدہ کوئی نہیں گناہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا شیخی چھوڑ دو، عجز انکساری قبول کرو، سر بلند درختوں پر پھل چھوٹا ہوتا ہے

تواضع کرنے والی بیل پر بڑے پھل لگتے ہیں جیسے کدو، تربوز وغیرہ۔ متکبر آگ میں باغ نہیں لگتے عاجز خاک میں ہی لگتے ہیں۔
(تفسیر نور العرفان)

زمین پہ اتراتا نہ چل:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ

(پ 21 سورۃ لقمان 18)

اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا فخر کرتا۔
(کنز الایمان)

تکبر کس چیز کا نام ہے:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ۔ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّ نَعْلُهٗ حَسَنَةً قَالَ۔ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔

(رواہ مسلم ریاض الصالحین حصہ اول باب تحریم الکبر حدیث نمبر 615)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں (تو اس کا کیا حکم ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تکبر حق کے انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

چادر گھسیٹ کر چلنے کی مذمت:

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ۔ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ إِزَارَهٗ بَطَرًا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف ریاض الصالحین، باب تحریم الکبر حدیث نمبر 619)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ اس شخص کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا جو تکبر سے اپنی چادر گھسیٹ کر چلتا ہے۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

تکبر کی مذمت اور تواضع کی فضیلت حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان کیا ہے۔

خود ستائی پیشہ شیطاں بود — ہر کہ خود را کم زند مرد آں بود

اپنے آپ کی تعریف کرنا شیطان کا طریقہ ہے جو خود کو کم سمجھے مردوہ ہے۔

گفت شیطاں من ز آدم بہترم — تا قیامت گشت ملعوں لا جرم

شیطان نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں یقیناً قیامت تک لعنتی ہوا۔

از تواضع خاک مردم می شود — نور نار از سرکشی گم می شود

انکساری سے مٹی انسان بنتی ہے آگ کی روشنی سرکشی سے گم ہوتی ہے۔

رانده شد ابلیس از مستکبری — گشت مقبل آدم از مستغفری

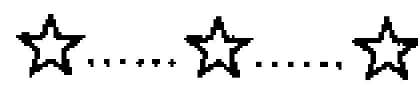
ابلیس بڑائی کی وجہ سے لعنتی ہوا آدم علیہ السلام استغفار سے مقبول ہوا۔

شد عزیز آدم چو استغفار کرد — خوار شد شیطاں چو استکبار کرد

آدم علیہ السلام عزت والا ہوا جب استغفار کیا شیطان ذلیل ہوا جب بڑائی کی۔

تکبر قابل مذمت:

تکبر قابل مذمت فعل ہے اس سے بچنا چاہیے۔ تکبر قابل فخر نہیں بلکہ قابل فخر اور فضیلت والا عمل تو یہ ہے کہ مجھے پائیدار عقل حاصل ہو جائے اور تکبر پائیدار عقل کو بھی ختم کر دینے والا گندہ کام ہے پائیدار عقل عاجزی سے حاصل ہوتی ہے اس لیے عاجزی اختیار کرنی چاہیے تاکہ پائیدار عقل حاصل ہو۔ حیا اور پاک دامنی اختیار کرنی چاہیے۔ حیاء ایک ایسی صفت ہے جسے اپنانے سے حق تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور دنیا و آخرت میں انعامات سے نوازتا ہے اور پاک دامنی اختیار کرنے سے انسان کو حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے پاک دامنی اختیار کرنا اولیاء اللہ و انبیاء کرام کا مقدس طریقہ ہے حق تعالیٰ پاک دامنی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین



خاموشی کی فضیلت

(۱) اَدَّبْتُ نَفْسِیْ فَمَا وَجَدْتُ لَهَا — بِغَیْرِ تَقْوَی الْاِلٰهِ مِنْ اَدَبِ

(۲) فِیْ کُلِّ حَالَاتِهَا وَاِنْ قَصُرَتْ — اَفْضَلُ مِنْ صَمْتِهَا عَنِ الْکَذِبِ

(۳) وَغِیْبَةِ النَّاسِ اِنَّ غِیْبَتَهُمْ — حَرَّمَهَا ذُو الْجَلَالِ فِی الْکُتُبِ

(۴) اِنْ کَانَ مِنْ فِضَّۃٍ کَلَامُكَ یَا نَفْسُ اِنَّ السُّکُوْتَ مِنْ ذَھَبٍ

☆اَدَّبْتُ نَفْسِیْ۔ میں نے اپنے نفس کو ادب سکھایا ☆فَمَا وَجَدْتُ۔ پس میں نے نہیں پایا
☆فِیْ کُلِّ حَالًا۔ تمام حالتوں میں ☆قَصُرْتُ۔ معمولی ہوں ☆عَنِ الْکِذَابِ۔ جھوٹ سے
☆غِیْبَۃٍ۔ کسی کے پیٹھ پیچھے برا کہنا، غیبت ☆حَرَّمَھَا۔ اسے حرام کردیا ☆فِی الْکُتُبِ۔ کتابوں میں
☆فِضَّۃٍ۔ چاندی ☆کَلَامُكَ۔ تیرا کلام ☆سکوت۔ خاموشی ☆ذَھَبٍ۔ سونا

(1) میں نے اپنی ذات کو ادب سکھایا تو اس کے لیے میں نے خوفِ خدا کے سوا کوئی ادب نہیں پایا۔ یعنی خوف خدا بہترین ادب ہے۔

(2) اس کے باوجود کہ میں تمام حالتوں میں خواہ معمولی سے ہی معمولی ہوں مگر کوئی چیز میں نے جھوٹ ترک کرنے سے بہتر نہیں پائی۔

(3) اور لوگوں کی غیبت سے خاموشی اختیار کرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں پائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیب کو کتب اسماوی میں حرام کیا ہے۔ (اس لیے غیبت سے ہر حال میں اپنی زبان کو محفوظ رکھ)

(4) اے نفس! اگر تیرا گفتگو کرنا چاندی کا ہے یعنی ایسا قیمتی ہے جیسے چاندی تو یاد رکھ کہ خاموشی اختیار کرنا تیرے لیے سونا ہے۔ یعنی خاموشی اختیار کرنا اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

فضیلت خوفِ خدا:

قرآن مجید میں ہے کہ:

یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا

ترجمہ: اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

(پ 21۔ سورہ سجدہ: 16)

دوزخ سے نجات:

عیسیٰ بن طلحہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

لایدخل النار من بکی من خشیۃ اللہ تعالیٰ حتیٰ یلج اللبن فی الفرع، ولا یجتمع غبار فی سبیل اللہ ودخان جھنم فی منخری عجدابداً

(ترمذی شریف حدیث نمبر 1633۔ نسائی شریف 3107۔ احمد 10182)

(الرسالۃ القشیریہ کا اردو ترجمہ تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص 214)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا یہاں تک کہ تھنوں میں دودھ واپس نہ چلا جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار اور جہنم کا دھواں (دونوں) ایک بندے کے نتھنوں میں جمع نہیں ہوسکتے۔

خوف کی کیفیت:

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمۃ اللہ علیہ نے خوف کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

خوف ایک ایسی کیفیت ہے جس کا تعلق آئندہ کے ساتھ ہے خوف اس لیے ہوتا ہے کہ کہیں کوئی ناپسندیدہ بات واضح نہ ہو جائے یا کوئی محبوب چیز جاتی نہ رہے اور یہ دونوں باتیں ایسی چیز سے تعلق رکھتی ہیں جو آئندہ ہونے والی ہے جو چیز موجود ہے اس کے متعلق خوف نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا:

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں یا آخرت میں سزا دے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اس سے ڈرتے رہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo (پ4، آل عمران 175)

اور اگر تم مومن ہو تو مجھ سے ڈرتے رہو۔

وَاِيَّاكَ فَارْهَبُوْنِo (پ1، البقرہ 40)

ترجمہ: اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

خوف کے تین مراتب:

استاد ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ خوف کے تین مرتبے ہیں۔

(1) خوف (2) خشیت (3) ہیبت

خوف ایمان کی شرط:

خوف ایمان کی شرط ہے اور یہ ایمان کا تقاضا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo (پ4 آل عمران 175)

اور اگر مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔

خشیت علم کی شرط:

اور خشیت علم کی شرط ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر:28)

اللہ کے بندوں سے صرف عالم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

ہیبت معرفت کی شرط:

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (آل عمران:28)

اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ (الرسالۃ القشیریہ کا ترجمہ ص 215)

خوف کے متعلق چند بزرگانِ دین کے اقوال:

☆ ابوعثمان نے ابوحفص سے روایت کی کہ ' دل کا چراغ ہے جس کے ذریعے سے خیر وشر کو دیکھا جا سکتا ہے۔

☆ استاد ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ خوف یہ ہے کہ تو اپنے دل کو عسیٰ اور سوف (امید وانتظار) کے الفاظ سے نہ بہلائے۔

☆ ابوالقاسم دمشقی نے ابوعمرو دمشقی سے روایت کی کہ ڈرنے والا شخص وہ ہے جو شیطان سے بھی زیادہ اپنے نفس سے ڈرے۔

☆ ابن جلاء فرماتے ہیں کہ ڈرنے والا وہ ہے جسے ہر وہ چیز جس سے دنیا ڈرتی ہے امن دے (اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو)

☆ مروی ہے کہ خائف اسے نہیں کہتے جو رو رہا ہو اور اپنی آنکھیں پونچھتا ہو اور صاف کرتا ہو خائف تو اسے کہیں گے جو ہر چیز کو، جس پر اسے عذاب کا ڈر ہے ترک کردے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ ابن آدم بے چارہ اگر دوزخ سے اس طرح ڈرتا رہتا جس طرح وہ تنگ دستی سے ڈرتا ہے تو جنت میں چلا جاتا۔

☆ ایک صوفی فرماتے ہیں کہ خوف کی علامت اضطراب اور باب الغیب (اللہ تعالیٰ کے در پر) ٹھہرنا ہے۔

☆ علی بن ابراہیم العکبر ی فرماتے ہیں کہ کسی نے جنید سے خوف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: ہر سانس کے جاری ہونے کے ساتھ سزا کی توقع رکھنا خوف ہے۔

☆ ہاشم بن خالد نے ابوسلیمان درانی سے روایت کی کہ جس کے دل سے خوف ہٹ گیا وہ تباہ ہو گیا۔

☆ عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے ابوعثمان سے روایت کی کہ سچا خوف یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر گناہوں سے پرہیز کرے۔

☆ حاتم اصم فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور خوف عبادت کی زینت ہے اور خوف کی علامت امید کو کوتاہ کرنا ہے۔

☆ ابوبکر رازی نے ابراہیم بن شیبان سے روایت کی کہ جب خوف دل میں جاگزین ہو جاتا ہے تو دل کی خواہشات کی جگہ کو جلا دیتا ہے اور دل سے دنیا کی رغبت کو نکال دیتا ہے۔

☆ مروی ہے کہ احکام خداوندی کے جاری ہونے کے متعلق قوی علم ہونے کا نام خوف ہے۔

☆ مروی ہے کہ رب کے جلال سے دل کا حرکت کرنا خوف ہے۔

☆ واسطی فرماتے ہیں کہ خوف ورجا نفسوں کے لیے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں تاکہ نفوس رعونت اختیار نہ کریں۔

جھوٹ کی مذمت:

غلاصہ از تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ترجمہ الرسالۃ القشیر یہ باب خوف دوسرے شعر میں جھوٹ ترک کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ جھوٹ کی بہت مذمت بیان ہوئی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقاً وَّ اِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ۔ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّاباً۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین حصہ دوم ص260 باب تحریم الکذب)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بدی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

فائدہ:

اس لیے ہر ممکن طریقہ سے جھوٹ سے پرہیز کیا جائے آج کل بات بات پہ جھوٹ بولا جاتا ہے بلکہ فی زمانہ تو جھوٹ بولنے کو فیشن بنالیا گیا ہے۔ اگر کوئی کہیں جارہا ہوتو پوچھنے والا پوچھے کہ کہاں جارہے ہوتو کہہ دیا جاتا ہے کہ کہیں نہیں؟ حالانکہ وہ کہیں نہ کہیں تو جارہا ہوتا ہے۔ مگر جواب دیتا ہے کہ کہیں نہیں۔ کئی مائیں جب اپنے بچے کو بلاتی ہیں بچہ نہیں آرہا ہوتا تو کہہ دیتی ہیں کہ آؤ چیز لے لو جب بچہ واپس آتا ہے تو کچھ نہیں دیتیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے امور سے بچنا چاہیے خواہ مخواہ جھوٹ کا گناہ اپنے ذمے لگالیا جاتا ہے حالانکہ اس کا کوئی ظاہری طور پر فائدہ بھی نہیں ہوتا بلکہ اس طرح بچوں کی بھی تربیت پہ برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث مبارکہ میں بھی ہے کہ ایک عورت نے اپنے بچے کو بلایا اور چیز دینے کے متعلق کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اس عورت نے جواباً عرض کیا کہ یارسول اللہ فلاں چیز اسے دینا چاہتی ہوں۔ حضور نے فرمایا اگر کچھ نہ ہوتا تو یہ جھوٹ لکھا جاتا۔ لہٰذا ایسے بے لذت گناہ سے توبہ کرنی چاہیے جو خود بندے کے لیے بھی نقصان کا باعث ہے اور بچوں کے کردار پر بھی منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔

ٹیلیفون پہ جھوٹ کی یلغار:

حکایت:

کئی دفعہ یہ تجربہ ہوا ہے کہ ٹیلیفون آیا کسی نے پوچھا کہاں ہو؟ جواب دینے والے نے شہر کا کہا حالانکہ وہ خود اپنے گھر میں تھا۔ ایک دفعہ الفقیر القادری ابواحمد اویسی کو زیارات کے قافلے کے ساتھ اسلام آباد جانے کا اتفاق ہوا۔ واپس آگئے تو الفقیر کے چچازاد بھائی نے فون کیا اور پوچھا کہ کہاں ہو؟

عرض کیا: آپ کہاں ہیں؟

انہوں نے جواب دیا۔ بھائی جان اس وقت میں لاہور میں ہوں۔

یہ کہتے کہتے وہ ہمارے گھر کی طرف آرہا تھا حتیٰ کہ یہ گفتگو اس نے ہمارے گھر میں کی اور اس وقت یہ فقیر پر تقصیر اس کے سامنے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا فون سن رہا تھا وہ مجھے سامنے بیٹھا دیکھ کر بڑا پریشان ہوا اور ہم بھی ہنس پڑے۔

بعد میں الفقیر القادری نے عرض کیا: میاں صاحب یہ طریقہ اچھا نہیں۔ یہ جھوٹ ہوتا ہے اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

حکایت نمبر ۲:

فون پہ جھوٹ بولنے کو فیشن بھی بنالیا گیا ہے اور ضرورت بھی اور یہ بیماری ہمیں ایسی چمٹی ہے کہ اس سے بچنا ہمارے لیے دشوار سے دشوار ترین ہوتا جا رہا ہے حتیٰ کہ اچھے بھلے شریف لوگ بھی اس بیماری کا شکار ہوتے جا رہے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات اس سلسلے میں بعض مولویوں کو بھی جھوٹ بولتے دیکھا گیا ہے۔

ایک دفعہ الفقیر القادری ایک دوست مولوی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ فون آیا۔ وہ دوست اس شخص کا فون کسی وجہ سے سننا نہیں چاہتا تھا اس نے مجھے فون پکڑایا اور کہا کہ اسے کہہ دینا کہ میں اس وقت گھر پہ موجود نہیں ہوں پھر کسی وقت فون کر لے۔ الفقیر القادری نے فون پہ السلام علیکم! عرض کیا اور پھر اسے صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے یہ تو نہ کہا کہ مولوی صاحب گھر نہیں بلکہ صرف اتنا ہی عرض کر دیا کہ پھر کسی وقت فون کر لینا۔ جب فون سے فراغت حاصل ہوئی تو مولوی صاحب کو عرض کیا کہ مولوی صاحب یہ کیا؟ ایسا کہنا تو جھوٹ تھا کہ یہ فقیر عرض کرتا کہ مولوی صاحب گھر پر نہیں حالانکہ آپ تو میرے سامنے گھر پہ موجود ہیں۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگے۔ استاد جی کیا کریں۔ میں نے اس کے پیسے دینے تھے میرے پاس تھے نہیں اس لیے سوچا کہ ایک دفعہ تو جان چھڑواؤ پھر دیکھا جائے گا۔ الفقیر عرض کیا کہ مولوی صاحب اس طرح نہ کیا کرو۔ اگر بات نہیں کرنی تھی تو گھنٹی بجنے ہی دیتے۔ نہ کرتے یا کم ازکم کال کاٹ دیتے۔ جھوٹ بولنے کا کیا فائدہ بہر حال ایسا نہ کیا کرو۔

فائدہ:

اسی طرح فون پہ جھوٹ بولنے کو عام لوگ اسی طرح اپنا رہے ہیں جس طرح کہ نئی نسل فیشن کو اپناتی جا رہی ہے لہٰذا خدارا جھوٹ سے ہر حال میں پرہیز کیجیے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ○

(پ23۔الزمر3)

بے شک اللہ تعالیٰ جھوٹے، ناشکرے، احسان فراموش کو راہ نہیں دکھاتا۔

کاروبار میں جھوٹ بولنا:

عموماً دکاندار اپنا مال فروخت کرنے کے لیے قسمیں کھا کھا کر گاہکوں کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں ان کا یہ فعل قابل مذمت ہے۔ کیونکہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا گناہ ہے۔

جھوٹے اور من گھڑت لطائف سننا اور سنانا:

بعض لوگ مذاق کے طور پر جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں۔ جو کہ دوسروں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں بعض محفل میں رونق پیدا کرنے کے لیے جھوٹی گپ شپ کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے مگر ان سے بہت برا

وہ جھوٹ ہے جو دین اسلام کے متعلق بیان کیا جائے جس میں بڑے غلط انداز میں دینی احکام کے متعلق گفتگو کی گئی ہو بلکہ اکثر کفر کے زمرے میں آتا ہے جھوٹ موٹ کی من گھڑت حکایات دین اور دینی احکام کے متعلق بیان کرنا سننا سنانا اسی طرح ایسے من گھڑت لطیفے سننا سنانا منع ہیں جن سے لوگوں کے ذہنوں میں دین اسلام یا دین اسلام کے متعلقات کے متعلق غلط سوچ پیدا ہو۔

غیبت کی مذمت:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○

(پ16، الحجرات 12)

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

غیبت کی مذمت:

غیب سے مراد کسی دوسرے کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق ایسی بات کہنا جو اگر اس کے سامنے کہی جائے تو اسے تکلیف ہو۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو اپنے بھائی کا ایسا ذکر کرے جس کو وہ ناپسند کرے تو گویا تو نے اس کی غیبت کی۔

عرض کیا گیا: اگر وہ بات میں اپنے بھائی میں دیکھوں جو میں نے کہی ہے تو پھر؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اس میں ہے تبھی تو وہ غیبت ہے ورنہ تو یہ بہتان ہے۔

(تنبیہہ الغافلین حصہ اول ص196)

غیبت کرنے والوں کے انجام کا ایک منظر:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے شب معراج جب آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں ایک ایسی قوم پر گزرا جو اپنے پہلوؤں سے گوشت کاٹتے تھے پھر وہ اس کو لقمہ بناتے تھے اور ان سے کہا جاتا کہ کھاؤ تم اس کو جیسے تم اپنے بھائی کا

میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟

انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو غیبت کرتے تھے۔

حدیث شریف:

آیت وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دو صحابہ کے متعلق نازل ہوئی تھی اور وہ اس طرح کہ ایک سفر میں دو مالداروں کے ساتھ حضور نے ایک غریب صحابی کو ملا دیا تا کہ وہ ان کا ہاتھ بٹاتا رہے اور کھانے میں بھی شامل رہے جب کئی منزلیں گزر گئیں تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان دونوں کے ساتھ آئے پھر ایک جگہ پڑاؤ کیا تو ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا تو انہوں نے اس غریب صحابی سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور بچا کھچا سالن لے آؤ جب وہ چلا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر یہ شخص کسی کنویں پر جا پہنچے تو اس کا پانی بھی کم ہو جائے جب وہ صحابی حاضر بارگاہ رسالت ہوا اور مدعا بیان کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ ان دونوں سے کہہ دو کہ تم دونوں نے سالن کھا لیا پس اس نے واپس آ کر ان کو پیغام پہنچایا تو وہ دونوں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور ہم نے تو سالن نہیں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے مونہوں میں گوشت کی سرخی دیکھ رہا ہوں وہ کہنے لگے ہمارے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں تھی اور نہ ہی آج ہم نے گوشت کھایا ہے۔

آپ نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں نے اپنے بھائی کی غیبت کی ہے پھر فرمایا کہ جس طرح تم مردے کے گوشت کو کھانا پسند نہیں کرتے اسی طرح غیبت بھی نہ کیا کرو کیونکہ بھائی کی غیبت کرنا اس کے گوشت کھانے کے مترادف ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا۔ (تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 200)

حکایت:

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک آدمی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے لہٰذا میں نے ترکھجوروں کا ایک تھال اس کی طرف بھیجا اور کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے اپنی نیکیاں مجھے بطور ہدیہ دی ہیں پس میں نے چاہا کہ تمہیں اس کا بدلہ دوں۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ پورا بدلہ دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 200)

غیبت کی وجہ سے اعمال برباد:

مروی ہے کہ اس شخص کی مثال جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے اس شخص کی سی ہے جس نے ایک منجنیق نصب کر رکھی ہے اور ہر جہت میں نیکیوں کو اس منجنیق کا نشانہ بنا رہا ہے وہ کبھی کسی خراسانی کی غیبت کرتا ہے۔ کبھی حجازی کی اور کبھی لڑکی کی اس طرح وہ اپنی نیکیوں کو تقسیم کر دیتا ہے اور جب اٹھتا ہے تو اس کے اس کچھ بھی نہیں ہوتا۔

مروی ہے کہ قیامت کے دن بندے کا اعمال نامہ جب لایا جائے گا اور وہ اس میں کوئی نیکی نہیں دیکھے گا تو کہے گا۔ میری نماز، میرا روزہ اور عبادت کہاں گئی؟

جواب ملے گا: لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے تمہارے تمام اعمال رائیگاں گئے۔

(تصوف کا انسائیکلو پیڈیا اردو ترجمہ الرسالتہ القشیر یہ ص 257)

اگر گفتگو کرنا چاندی ہے تو خاموشی اختیار کرنا سونا:

خاموشی کے بے شمار فضائل ہیں حضرت ابوسلمہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ کَانَ یُؤمن باللّٰہ والیوم الاخر فلایوذ جارہ۔ و من کان یومن باللّٰہ والیوم الاخر فلیقل خیراً اولیصمت

(الرسالۃ القشیر یہ اردو ترجمہ ص 207)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اگر کچھ کہے، تو نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

خاموشی میں نجات ہے خاموشی کے کچھ فوائد الفقیر القادری نے اپنی تصنیف لطیف (فیضان اویس قرنی) میں عرض کیے ہیں وہاں سے مطالعہ فرمائیے۔

تنبیہ:

خاموش رہنے میں احکام شریعت اور امر و نہی کا لحاظ رکھا جائے اپنے وقت پر خاموش رہنا مردانِ (خدا) کی صفت ہے جس طرح اپنے محل پر بولنا بہت شریف خصلت ہے۔ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حق بات کہنے سے خاموش رہا وہ گونگا شیطان ہے اور خاموشی بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے آداب میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

(الاعراف:204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

خاموشی میں نجات:

حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلایوذجارہ، و من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیراً اولیصمت

(اخرجہ بخاری، 2018، مسلم 47، احمد 7571)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اگر کچھ کہے تو نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

خاموشی کی اقسام:

خاموشی کی دو قسمیں ہیں۔

(1) ظاہری خاموشی (2) دل وضمیر کی خاموشی

چنانچہ متوکل انسان، رزق کا تقاضا کرنے سے خاموش رہتا ہے۔

مگر عارف کا دل اللہ تعالیٰ کے احکام کی موافقت کی خاطر خاموش ہوتا ہے۔

چنانچہ پہلا (یعنی متوکل) اللہ تعالیٰ کی عنایات پر کلی اعتماد رکھتا ہے اور عارف اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر قناعت کرتا ہے شاعر نے اسی معنی کو ادا کرتے ہوئے کہا ہے۔

تجری علیك صروفه　　　و هموم سرك مطرقه

محبوب کی گردشیں تم پر چلتی رہتی ہیں مگر (اس کے باوجود) تمہارے اسرار کے غم سر جھکائے پڑے رہتے ہیں۔

بعض اوقات فی البدیہہ کہنے کی حیرانی، خاموشی کا باعث بنتی ہے کیونکہ جب کشف اچانک حاصل ہو تو تمام عبارتیں گنگ ہو جاتی ہیں لہذا اس وقت نہ کوئی بیان ہوتا ہے اور نہ گویائی اور تمام مشاہدات مانند پڑ جاتے ہیں لہذا نہ کسی قسم کا علم ہوتا ہے اور نہ حس۔
(الرسالۃ القشیریہ ص209)

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ط قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ط (پ7 المائدہ 109)

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔
(کنز الایمان)

ارباب مجاهده خاموشی کیوں اختیار کرتے هیں:

ارباب مجاہدہ جانتے ہیں کہ کلام کرنے سے کیا کیا آفتیں پیدا ہوتی ہیں مزید برآں کلام میں نفس کو حظ حاصل ہوتا ہے اور نفس چاہتا ہے کہ مدح کی صفات کا اظہار کرے اور یہ کہ وہ اپنے ہم مرتبہ لوگوں میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن کا شمار مخلوق کی آفتوں میں ہوتا ہے۔

خاموشی، ریاضت کرنے والے صوفیاء کی صفت ہے اور مقام منازلت اور تہذیب اخلاق کے ارکان میں سے ہے۔
(رسالہ قشیریہ اردو ترجمہ ص209)

خاموشی سے حکمت کا وارث:

محمد بن شاذان نے ممشاد الدینوری سے روایت کی کہ حکماء خاموشی اور تفکر ہی سے حکمت کے وارث بنے ہیں۔

فائدہ:

خاموشی کے فوائد بے شمار ہیں خاموشی کے متعلق قدرے تفصیلات اور تفصیلی فوائد الفقیر القادری ابو احمد اویسی نے اپنی کتاب (فیضان حضرت اویس قرنی) میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے حق تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے آمین۔ تفصیلی فوائد فیضان حضرت اویس قرنی میں ملاحظہ کیجئے۔

☆......☆......☆

خاموشی اور خاطر مدارت کرنے والے کی فضیلت

(۱) سَلِيْمٌ مَنْ حَذَرَ الْجَوَابَا وَمَنْ دَارَى الرِّجَالَ فَقَدْ اَصَابَا

(۲) وَمَنْ هَابَ الرِّجَالَ تَهَيَّبُوْهُ وَمَنْ يُّهِنِ الرِّجَالَ فَلَنْ يُّهَابَا

☆حَذَرَ۔ پرہیز کرے بچے ☆دَارَی۔ مداراۃ، خاطر کرنا ☆رِجَال۔ لوگ، لوگوں ☆اَصَابَا۔ اس نے ٹھیک ☆هَاب۔ ڈرے، ڈرا ☆تَهَيَّبُوْهُ۔ اس سے لوگ ڈریں گے ☆مَلَنْ يُّهَابَا۔ اس کا رعب ہرگز نہیں ہوگا

(1) جو جواب دینے سے پرہیز کرے اس کی عزت محفوظ رہے گی جو لوگوں کی آؤ بھگت اور مہمان نوازی کرے پس تحقیق اس نے اچھا کام کیا۔ (اس لیے جھگڑے والے امور میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر ہے)

(2) اور جو لوگوں سے ڈرتا ہے لوگ بھی اس سے ڈرتے ہیں اور جو لوگوں کو ذلیل کرتا ہے پس اس کا رعب ہرگز نہیں ہوگا۔ (بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا رعب ختم ہو جاتا ہے) اس لیے خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ کرنے سے بچنا چاہیے۔

مطلب:

اس شعر میں ایک حیثیت سے زبان کی حفاظت کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جس نے کسی کا جواب دینے سے اپنی زبان کو روکے رکھا اس کی عزت محفوظ رہے گی اور جو شخص لوگوں کی آؤ بھگت کرے گا اور مہمان نوازی کرے گا اس نے اچھا کام کیا۔
جو لوگوں سے ڈرتا ہے کسی کو بھی تنگ نہیں کرتا۔ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا لوگ بھی اسے تنگ نہیں کرتے جو اپنی طاقت، اپنی قوت اور رعب و دبدبہ کے بل بوتے پر اور اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے لوگوں کو ذلیل و خوار کرتا ہے اس کا رعب ختم ہو جاتا ہے۔

زبان کی حفاظت:

پہلے شعر میں زبان کی حفاظت کے متعلق بہترین طریقہ سے سمجھایا گیا۔

زاھدوں کا عمل:

حضرت فقیہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ زاہدوں کا عمل ہے کیونکہ وہ زبان کی حفاظت کی کوشش کرتے ہیں اور دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں اور اسی طرح ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اس سے پہلے کہ آخرت میں محاسبہ ہو اس لیے کہ دنیا میں محاسبہ آخرت کے محاسبہ سے آسان ہے اور دنیا میں زبان کی حفاظت آخرت کی ندامت سے آسان ہے۔ (تنبیہ الغافلین حصہ اول اردو ترجمہ ص263)

جواب نہ دینے کا فائدہ:

اگر کوئی سخت سست کہہ رہا ہے لڑائی جھگڑے پہ آمادہ ہو اس کے مدمقابل جواب نہ دینے کے بے شمار فائدے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان دنگے فساد سے بچ جاتا ہے۔ اس کی عزت محفوظ رہتی ہے۔

مہمان نوازی کی فضیلت:

حضرت ابوشریح خزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم کا یہ ارشاد گرامی سنا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی مہمان نوازی کرے ایک دن اور ایک رات اس کو شایان شان کھانا دے اور مہمانی تین دنوں کی ہے اس کے بعد صدقہ ہے۔

(تنبیہ الغافلین اردو ترجمہ حصہ 2 ص 172)

حضرت ابراهیم علیه السلام کا لقب خلیل الله کا سبب:

روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عطیہ عوفی سے فرمایا کہ میری وصیت کو یاد کرو میں دیکھ رہا ہوں کہ اس سفر کے بعد تو میرا شریک سفر کبھی نہ ہوگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور ان کے اصحاب اور محبان آل محمد سے محبت کرنا اگرچہ وہ گناہوں میں پڑ گئے ہوں اور جو لوگ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں ان سے تم بغض رکھنا اگرچہ وہ روزہ دار و شب بیدار ہی کیوں نہ ہوں اور کھانا کھلاؤ، سلام پھیلاؤ اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم اٹھ کر نماز پڑھا کرو کیونکہ میں نے حضور اکرم کا یہ ارشاد گرامی سنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے، سلام پھیلانے اور رات کو نماز پڑھنے کے باعث خلیل بنایا تھا۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 181)

☆......☆......☆

حلم کی فضیلت

(۱) وَذِیْ سَفَهٍ یُّوَ جِهُنِیْ بِجَهْلٍ ۔۔۔ وَاَکْرَهُ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ مُجِیْبًا

(۲) یَزِیْدُ سَفَاهَةً وَّ اَزِیْدُ حِلْمًا ۔۔۔ کَعُوْدٍ زَادَفِی الْاِحْرَاقِ طِیْبًا

☆ذِی سَفَهٍ۔ بے وقوف ☆بِجَهْلٍ۔ جہالت کے ساتھ ☆وَاَکْرَهُ۔ اور پسند نہیں ☆لَهٗ مُجِیْبًا۔ اس کا جواب دوں ☆زَادَ۔ زیادہ ہوتی ہے ☆سَفَاهَةً۔ بے وقوفی

(1) احمق میرے ساتھ جاہلانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے جہالت کرتا ہے مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اس کی جاہلانہ گفتگو کا جواب دوں۔ یعنی جاہل کی جاہلانہ گفتگو کا جواب اسی طرح دوں یہ بات مجھے پسند نہیں۔

(2) وہ بے وقوف اپنی بے وقوفی میں اضافہ کرتا ہے جبکہ میں (اس کے مد مقابل حلم وحوصلہ سے کام لیتے ہوئے درگزر کر کے) اپنے جہالت حلم میں اضافہ کرتا ہوں جیسے اگر خوشبودار لکڑی جلائی جائے تو خوشبو میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

جہالت کے مد مقابل خاموشی:

اس پہلے شعر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحمل، بردباری اور حلم وحوصلہ کی صفات اپناتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ جہلاء کا کام ہوتا ہے جہالت اختیار کرنا اس لیے جاہل جہالت سے کام لیتے ہیں ان کی جہالت مد مقابل کے لیے انتہائی تکلیف کا

باعث بنتی ہے۔ مگر سمجھدار انسان جہالت کا جواب جہالت کے ذریعے نہیں دیتا بلکہ خاموشی اختیار کرتا ہے تحمل سے کام لیتا ہے۔ جاہلانہ گفتگو کا جواب خاموشی سے دیتا ہے۔ اگر سمجھدار جاہل کے ساتھ وہی رویہ اپنائے جو جاہل اپناتا ہے تو جاہل اور اس میں کیا فرق رہ گیا پھر تو دونوں ہی برابر ہو گئے مگر جاہل اور سمجھدار میں فرق تو ہونا چاہیے۔ دونوں کے عمل سے معلوم ہونا چاہیے کہ جاہل کا عمل کون سا ہے؟ اور جاہل کے مدمقابل سمجھدار کا عمل کیا ہے۔ جاہل نے کیا کیا جبکہ اس کے جواب میں سمجھدار نے کیا کیا؟ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ احمق اور بے وقوف میرے ساتھ جاہلانہ رویہ اختیار کرتا ہے وہ جہالت اور بے وقوفی سے کام لیتا جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے یہ بات مجھے پسند نہیں مگر اس کی جہالت کا جواب اسی کے رنگ میں نہیں دیتا بلکہ خاموشی اختیار کرتا ہے جہالت کا جواب جاہلانہ رویہ سے دینا مجھے پسند نہیں۔

جاہلوں سے منہ پھیر لینے کا حکم:

رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۝

(پ9 سورۃ الاعراف 199)

فائدہ:

یعنی اپنے ذاتی دشمنوں کو معاف فرمادو اور جو تمہاری ذات سے جہالت کا برتاؤ کرے، اس سے بے توجہی اور درگزر فرماؤ نہ کہ اللہ ورسول کے دشمنوں سے لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور اس میں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے جس سے دشمن بھی دوست بن جاویں۔

(تفسیر نور العرفان ص280)

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝

(پ9 سورۃ الاعراف 201-200)

اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچادے تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

فائدہ:

اس طرح کہ تمہیں غصہ دلائے اور اپنے دشمن سے لڑنے پر آمادہ کرے تو اعوذ پڑھ لیا کرو خیال رہے کہ اعوذ باللہ دفع غصہ کے لیے بڑی اکسیر ہے۔

(تفسیر نور العرفان)

حلم کی فضیلت:

دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلم اختیار کرنا اپنا طریقہ بتایا ہے اس لیے معمولی معمولی سی بات پہ منہ سے جھاگ اڑنے لگے اچھا کام نہیں۔

رب کائنات کا ارشاد گرامی:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ o

(پ4 سورۃ آل عمران 134)

وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

(کنز الایمان شریف)

اللہ کی پسندیدہ دو صفات:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِاَشَجِّ الْقَیْسِ۔ اِنَّ فِیْکَ خَصْلَتَیْنِ یُحِبُّہُمَا اللّٰہُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاۃُ

(رواہ مسلم، ریاض الصالحین باب الحلم والاناۃ والرفق حدیث نمبر 635)

فائدہ:

اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ جاہل تو اپنی جہالت میں مزید غرق ہوتا چلا جاتا ہے بے وقوف اپنی بے وقوفی میں مزید دھنستا چلا جاتا ہے۔ مگر میں اس کی دیکھا دیکھی اس کی روش نہیں اپناتا بلکہ جیسے وہ اپنی حماقت میں بڑھتا چلا جاتا ہے اسی طرح میں اپنی اچھی صفت حلم و بردباری میں بڑھتا چلا جاتا ہوں جیسے خوشبودار لکڑی سے خوشبو آتی ہے اگر اسے جلایا جائے تو خوشبو میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

☆......☆......☆

عیوب چھپانے کا حکم

(۱) اَلْبِسْ اَخَاکَ عَلٰی عُیُوْبِہٖ — وَاسْتُرْ وَغَطِّ عَلٰی ذُنُوْبِہٖ

(۲) وَاصْبِرْ عَلٰی ظُلْمِ السَّفِیْہِ — وَلِلزَّمَانِ عَلٰی خُطُوْبِہٖ

(۳) وَدَعِ الْجَوَابَ تَفَضُّلاً — وَکِلِ الظَّلُوْمَ عَلٰی حَسِیْبِہٖ

☆اَلْبِسْ۔ پردہ ڈال دے، چھپا دے☆اَخَاكَ۔ اپنے بھائی کے☆عُیُوْبَ۔ عیب کی جمع، خطائیں، غلطیاں، گناہ
☆وَاسْتُرْ۔ اور چھپا، ڈھانک دے☆غَطِّ۔ غطی۔ تغطیہ چھپانا، تفصیل☆ذُنُوْبَہٗ۔ اس کے گناہوں کو
☆ظُلْمِ السَّفِیْہِ۔ نادان کے ظلم☆دَعِ الْجَوَابَ۔ جواب دو☆حَسِیْبِ۔ مالک حساب

(1) اپنے بھائی کے عیبوں پر پردہ ڈال دیجیے اور اس کے گناہوں پہ بھی پردا ڈال دیجیے۔
(2) بے وقوفوں کی زیادتی اور زمانے کے حوادثات پہ صبر اختیار کیجیے۔
(3) اپنی فضیلت کے باعث ان کی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لیے انہیں جواب بھی نہ دیجیے بلکہ حساب کرنے والے مالک و خالق کے سپرد کر دیجیے۔

فائدہ:

ان اشعار میں بھی صبر اختیار کرنے کے متعلق ہی نصیحت ہے کہ صبر اختیار کرنے کے بے شمار فائدے ہیں۔

عیبوں کو چھپانا اور گناھوں پہ پردہ ڈالنا:

اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ستار بھی ہے۔ کسی کے عیب چھپانا حق تعالیٰ جل جلالہ کی سنت بھی ہے۔ اس کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ یہ صفت اپنانے سے انسان متعدد قسم کے گناہوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔ بے شمار قسم کی برائیوں اور تکالیف سے بھی بچ جاتا ہے۔ اگر یہ صفت معاشرہ کے اکثر لوگوں میں پیدا ہو جائے تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔ مگر افسوس کہ جوں جوں قیامت قریب سے قریب آتی جارہی ہے۔ اس کو لوگ بھولتے جارہے ہیں۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَرِوَايَةُ الْقُضَاعِيِّ۔

(مشارق الانوار عربی معہ اردو ص559 حدیث نمبر 1739)

جو محتاج قرض دار پر آسانی کرے گا تو خدا اس پر دین اور دنیا میں آسانی کرے گا اور جو مسلمان کو کپڑے پہنائے گا یا اس کے عیب چھپائے گا خدا اس کے عیب دین اور دنیا میں چھپائے گا اور خدا بندے کی مدد پر ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد پر ہے۔

لوگوں کے عیب چھپانے کی فضیلت:

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

نہ عیب چھپائے گا کوئی بندہ کسی بندے کا دنیا میں مگر خدا اس کے عیب قیامت میں چھپائے گا۔

(مشارق الانوار شریف عربی معہ اردو ص559 حدیث نمبر 1740)

صبر اختیار کیجیے:

دوسرے اور تیسرے دونوں شعروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبر کی تلقین بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ بے وقوفوں کی زیادتی پر بھی صبر اختیار کرو کیونکہ بے وقوفوں میں عقل نہیں ہوتی۔ وہ سمجھ بوجھ سے فارغ ہوتے ہیں اس لیے جواباً انہیں اسی طرح کے حالات سے دوچار نہ کرو صبر اختیار کیجیے اس طرح حوادثات زمانہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بے صبری کا مظاہرہ بھی اچھا کام نہیں صبر اختیار کرنا حق تعالیٰ کے انعامات حاصل ہوں گے اللہ تعالیٰ کی معیت خاص سے بھی شرفیاب ہوں گے۔ بے وقوفوں کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں کا بدلہ نہ لینا بلکہ خالق و مالک کے سپرد کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر صحیح فیصلہ کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

بے وقوفوں کی زیادتی اور حوادثات زمانہ پر صبر کرنا

دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے وقوفوں کی زیادتی اور حوادثات زمانہ پہ صبر کرنے کی تاکید بیان فرمائی ہے۔ کہ عام لوگوں سے تمہیں تکلیف پہنچے۔ سہواً یا دانستاً ہر حال میں تم صبر اختیار کیجیے۔ جن سے تکلیف پہنچی انہیں معاف کر دیجیے۔

(1) خُذِالْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ○

(سورۃ الاعراف 199)

قبول کیجیے معذرت (خطا کاروں سے) اور حکم دیجیے نیک کاموں کا اور رخ (انور) پھیر لیجیے نادانوں کی طرف سے۔

(2) وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔

(سورۃ النور 22)

اور چاہیے کہ (یہ لوگ) معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تعالیٰ تمہیں۔

(3) وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ○

اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے۔

(4) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

(سورۃ الشوریٰ 43)

اور جو شخص (ان مظالم) پر صبر کرے اور (طاقت کے باوجود) معاف کر دے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مقدس:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ انہوں نے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سخت تھا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تیری قوم کی طرف سے سختیاں برداشت کی ہیں سب سے زیادہ سخت دن عقبہ کا دن تھا۔ جب میں عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا اور اس نے میری مرضی کے مطابق مجھے جواب نہ دیا۔ میں غمزدہ اور پریشان ہو کر آگے چل دیا اور مجھے پریشانی کی اس کیفیت سے افاقہ اس وقت ہوا جب میں ''قرن الثعالب'' کے مقام پر پہنچ گیا۔ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھے سایہ کیے ہوئے ہے۔ میں نے اس کے اندر دیکھا تو مجھے جبریل علیہ السلام نظر آئے انہوں نے مجھے ندا دی اور کہا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بات سن لی ہے جو آپ کی قوم نے آپ سے کہی ہے اور وہ جواب بھی جو انہوں نے آپ کو دیا ہے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔

پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے ندا دی۔ مجھے سلام کیا اور پھر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے وہ بات سن لی ہے جو آپ کی قوم نے آپ سے کہی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں (اخشبین) کو ان کے اوپر آپس میں ملا دوں۔ (اور یہ تباہ ہو جائیں)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین باب العفو والاعراض عن الجاہلین باب 25 حدیث نمبر 646)

فائدہ:

حضرت علامہ منظور احمد سیالوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے بھی متعدد دفعہ اپنا خواب سنایا اور کئی اصحاب علم کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں قبلہ فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر مجدد دور حاضرہ حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوان کی زیارت کی اور خواب میں ہی عرض کیا کہ قبلہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم وحدہٗ لاشریک کے محبوب ہیں۔ محب کی شان یہ ہے کہ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے۔ سب قدرتوں کا مالک ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتی کہ محبوب کے ساتھ کفار نے یہ رویہ اختیار کیے رکھا اور محب یہ سب کچھ دیکھتا رہا اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کیا ورنہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آناً فاناً سبھی کفار کو نیست و نابود کر دیتا۔

حضرت علامہ قبلہ فیض ملت مکسرا کر جواب دیا کہ کتاب جبریل پڑھ لیجیے یہ مسئلہ خود بخود ہی حل ہو جائے گا۔ بعد ازاں ہماری ملاقات نہ ہو سکی کہ حضرت صاحب سے اس کی تعبیر اور خصوصاً کتاب جبریل کے متعلق پوچھتا۔

یعنی جب محبوب خود ہی بارگاہ حق میں کفار کے نیست و نابود ہونے کی خواہش اور آرزو نہیں کرتا بلکہ یہی دعا ہوتی ہے کہ یہ لوگ حقیقت سے واقف نہیں ہیں اس لیے انہیں ہدایت عطا فرمانے کی آپ دعا فرماتے ہیں۔ اس لیے محبوب کی دلجوئی مطلوب تھی۔

تکلیف برداشت کرنے کی فضیلت:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ٥ (پ4 آل عمران 1345)

اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

(کنزالایمان شریف)

طاقت کے باوجود معاف کر دینا بڑا کام ہے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

(پ35 سورۃ الشوریٰ 43)

اور بے شک جس نے صبر کیا اور (طاقت کے باوجود) معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

حدیث شریف:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيَسِيْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے رشتے دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں تو وہ میرے ساتھ جاہلانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔

فَقَالَ۔ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالیٰ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَّا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ۔

(مسلم شریف، ریاض الصالحین ج اول حدیث نمبر 651)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر یہی بات ہے جو تم کہہ رہے ہو تو پھر تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک تمہارا رویہ یہی رہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار ان کے خلاف تمہارے ساتھ رہے گا۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے حضرت امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ۔

(الْمَلُّ) وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ، وَهُوَ تَشْبِيْهٌ لِّمَا يَلْحَقُهُمْ مِّنَ الْاِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ اٰكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْاَلَمِ وَلَا شَیْءَ عَلٰی هٰذَا الْمُحْسِنِ، اِلَيْهِمْ لٰكِنْ يَّنَا لُهُمْ اِثْمٌ عَظِيْمٌ بِتَقْصِيْرِهِمْ فِیْ حَقِّهٖ وَاِذَا خَالِهِمُ الْاَذٰی عَلَيْهِ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

(ریاض الصالحین حصہ اول مترجم ص200)

الملُّ۔ میم پر زبر اور لام شہد گرم راکھ کو کہا جاتا ہے یعنی گویا تو انہیں راکھ کھلا رہا ہے اس فعل سے ان کو گناہ ہوگا وہ اسی طرح ہے جیسے گرم راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اور اچھا سلوک کرنے والے پر اس کا کسی قسم کا کوئی بوجھ نہیں ہے لیکن اس کے رشتہ داروں کو اس کی حق تلفی کرنے اور اس کو تکلیف دینے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

(دامت اعلم)

خلاصہ:

اپنے دوست احباب اور بھائی کے عیوب اگر تم پہ ظاہر ہو جائیں تو انہیں مشتہر نہ کیجیے۔ بلکہ ان پہ پردہ ڈالتے ہوئے چھپایئے۔ بے وقوف قسم کے لوگ اگر تمہیں تکلیف پہنچائیں تو برداشت کیجیے اور حوادثات زمانہ پہ صبر اختیار کیجیے۔ اپنے مقام اور فضیلت کا لحاظ رکھیے زیادتی کرنے والوں سے بدلہ نہ لیجیے۔ بلکہ انہیں معاف کر دیجیے۔ طاقت ہونے کے باوجود معاف کر دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہے۔

☆.....☆.....☆

منافقین کی دوستی کی حقیقت

(۱) ذَهَبَ الْوَفَآءُ ذَهَابَ اَمْسِ الذَّاهِبِ وَالنَّاسُ ابْنُ مَخَاتِلٍ وَّ مُوَارِبِ

(۲) يُفْشُوْنَ بَيْنَهُمُ الْمُوَدَّةَ وَالصَّفَا وَ قُلُوْبُهُمْ مَّحْشُوَّةٌ بِعَقَارِبِ

☆وَفَاء۔ وفاداری ☆مُوَدَّة۔ دوستی ☆وَالصَّفَا۔ اور خلوص ☆مَحْشُوَّةٌ بِعَقَارِبِ۔ بچھو چھپے ہوتے ہیں

(1) جیسے کل گزشتہ چلی گئی ہے اسی طرح وفا بھی (اس جہان فانی سے) چلی گئی ہے (بے وفائی نے ڈیرے ڈال لیے ہیں لوگوں میں اخلاص کی دولت ناپید ہوگئی ہے) لوگ دغاباز، دھوکے باز اور مکار ہو گئے ہیں۔ (اس لیے لوگوں کے دغا و فریب سے بچتے رہنا)

(2) بظاہر تو لوگوں کے سامنے اپنی دوستی اور اخلاص کی شہرت کرتے ہیں (کہ ہمیں آپ کے ساتھ دوستی اور محبت ہے اگر وقت آیا تو جان دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ ہماری یہ دوستی کسی غرض کی خاطر نہیں بلکہ ہماری یہ دوستی محض خلوص پہ مبنی ہے۔ ان کی زبان پہ بظاہر خلوص محسوس ہوتا ہے مگر) ان کے دلوں میں تو بچھو چھپے ہوئے ہیں (جو نہایت زہریلے ہیں ان سے بچنے کی کوشش کیجیے۔ ان کے ظاہر پہ اعتماد نہ کر بیٹھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا اعتماد تجھے لے ڈوبے۔

خلوص:

اصل قدر و قیمت خلوص کی ہے محض شہرت کی نہیں۔ محض شہرت کا حاصل ہونا تو متعدد مسائل کا سبب ہے۔ جبکہ خلوص انسان کے لیے ہزارہا فوائد کے حصول کا باعث ہے۔ محض ظاہر داری، رر دنیا داری کچھ نہیں۔ حتیٰ کہ عبادت بھی وہی شرف قبولیت حاصل کرتی ہے جس میں اخلاص ہو۔ بغیر اخلاص کے عبادت بھی کسی کام کی نہیں چہ جائیکہ دوستی اس لیے دوست جو عموماً دوستی کا دم بھرتے ہیں ضروری نہیں کہ اپنے دعوے میں سچے بھی ہوں کہ آج کل اکثر دوستیاں اغراض و مقاصد کے باعث ہوتی ہیں اور جو دوستی

کسی نہ کسی غرض کے باعث ہوئی اس میں وفا نہیں ہوتی اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جیسے کل گزشتہ گزر گیا ہے اسی طرح وفاداری بھی گئی عام لوگ دغاباز اور مکار ہو گئے ہیں جو کہ مکاری کر کے دوستی اور محبت کا دم بھرتے ہیں جب دوستی کے امتحان کا وقت آتا ہے تو یوں غائب ہو جاتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ ان کے دلوں میں بچھو چھپے ہوئے ہیں جونہی موقع ملا ڈس لیتے ہیں ان کے ڈسے ہوئے کا علاج نہایت دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے ان سے دوری اختیار کیجیے۔ ان کے قرب سے بچنے کی سعی کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا داؤ تم پہ چل جائے۔

☆......☆......☆

دشمنوں کی کثرت اور دوستوں کا فقدان

(۱) عِلْمِيْ غَزِيْرٌ وَّ اَخْلَاقِيْ مُهَذَّبَةٌ وَمَنْ تَهَذَّبَ يُشْقٰي فِيْ تَهَذُّبِهٖ

(۲) لَوْرُمْتُ اَلْفَ عَدُوٍّ كُنْتُ وَاجِدَهُمْ وَلَوْ طَلَبْتُ صَدِيْقاً مَا ظَفَرْتُ بِهٖ

☆اَخْلَاقِي۔ میرے اخلاق ☆مُهَذَّبَةٌ۔ پاکیزہ

☆اَلْفَ۔ ہزار ☆عَدُوٍّ۔ دشمن ☆كُنْتُ وَاجِدَهُمْ۔ تو میں انہیں پاؤں گا ☆طَلَبْتُ۔ میں طلب کروں ☆صَدِيْقاً۔ دوست ☆مَاظَفَرْتُ۔ میں کامیاب نہیں ہوں گا

(1) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا بیان فرماتے ہیں کہ میرا علم بہت زیادہ ہے میرے اخلاق پاکیزہ نہایت پاکیزہ ہیں جو شخص پاکیزہ بننا چاہے اس سلسلے میں اسے بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(2) اگر میں چاہوں کہ میرے ہزار دشمن ہوں تو مجھے (بغیر کسی تگ و دو کے (نہایت آسانی سے) ہزار دشمن مل جائیں تو وہ مل جائیں گے اور اگر میں صرف ایک مخلص دوست تلاش کرنا چاہوں تو مجھے کامیابی حاصل نہیں ہوگی یعنی مجھے ایک بھی مخلص دوست حاصل نہیں ہو سکے گا۔

☆......☆......☆

ثابت قدمی کی دعا

(۱) يَارَبِّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ وَقَلْبِيْ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسْبِيْ

☆رَب۔ پالنے والا، پروردگار، پالنہار ☆ثَبِّتْ قَدَمِي۔ مجھے ثابت قدم رکھ ☆سُبْحَانَكَ۔ تو پاک ہے ☆اَنْتَ حَسْبِيْ۔ تو مجھے کافی ہے

اے (میرے) پروردگار! (حق و صداقت والے صراط مستقیم پہ) مجھے ثابت قدم رکھ اور میرے دل کو مضبوطی اور ثابت قدمی سے نواز دے۔ یا اللہ! تو (ہر قسم کی عیوب) سے پاک ہے مجھے تو ہی کافی ہے۔

☆......☆......☆

اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مناجات

(۱) قَرِيْحُ الْقَلْبِ مِنَ وَّجْعِ الذُّنُوْبِ — نَحِيْلُ الْجِسْمُ يَشْهَقُ بِالنَّحِيْبِ

(۲) اَضَرَّ بِجِسْمِهٖ سَهْرُ اللَّيَالِيْ — فَصَارَالْجِسْمُ مِنْهُ كَالْقَضِيْبِ

(۳) وَغَيَّرَ لَوْنَهٗ خَوْفٌ شَدِيْدٌ — لِمَا يَلْقَاهُ مِنْ طُوْلِ الْكُرُوْبِ

(۴) يُنَادِيْ بِالتَّضَرُّعِ يَا اِلٰهِيْ — اَقِلْفِ عَثْرَتِيْ وَاسْتُرْ عُيُوْنِيْ

(۵) فَزِعْتُ اِلَى الْخَلَائِقِ مُسْتَغِيْثًا — وَلَمْ اَرَفِي الْخَلَائِقِ مِنْ مُّجِيْبٍ

(۶) وَاَنْتَ تُجِيْبُ مَنْ يَّدْعُوْكَ رَبِّيْ — وَتَكْشِفُ ضُرَّ عَبْدِكَ يَا حَبِيْبِيْ

(۷) وَدَائِيْ بَاطِنٌ وَّلَدَيْكَ طِبٌّ — وَمَنْ لِّيْ مِثْلُ طِبِّكَ يَا طَبِيْبِيْ

☆قَرِيْحُ۔ قرح، زخم، زخمی ہونا☆قَرِيْحُ الْقَلْبِ۔ زخمی دل☆وَجْعِ۔ درد☆ذُنُوْب۔ گناہوں☆نَحِيْل۔ لاغر، کمزور☆يَشْهَقُ۔ وہ شور کرتا ہے، نعرے مارتا ہے☆اَضَرَّ۔ نقصان پہنچایا☆سَهْرُ اللَّيَالِيْ۔ راتوں کی بیداری☆ مَالْقَضِيْب۔ ٹہنی کی مانند☆غَيَّرَ۔ متغیر کردیا☆لَوْنَهٗ۔ اس کا رنگ☆يَلْقَاهُ۔ اسے پیش آنے والی☆كُرُوْب۔ کرب کی جمع یعنی مصیبت☆يُنَادِيْ۔ وہ پکارتا ہے☆بِالتَّضَرُّع۔ گریہ زاری کے ساتھ☆وَاسْتُرْ۔ اور چھپا☆اِلَى الْخَلَائِقِ۔ مخلوق کی طرف☆مُسْتَغِيْثًا۔ فریاد کرکے☆مُجِيْب۔ فریاد سن کر جواب دینے والا یعنی فریاد رسی کرنے والا☆تُجِيْبُ۔ تو جواب دیتا ہے☆مَنْ يَّدْعُوْكَ۔ جو بھی تجھے پکارے☆تَكْشِفُ۔ تو کھول دیتا ہے، تو زائل کردیتا ہے☆دَائِيْ۔ میری بیماری، میری تکلیف☆طِبُّكَ۔ تیرا علاج

(1) گناہوں کے درد کے باعث زخمی دل اور نحیف و کمزور جسم والا روتا پیٹتا ہے اور شور کرتا ہے۔

(2) بے خوابی نے اس کے جسم کو اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ جسم (سوکھ کر) ٹہنی کی مانند ہوگیا ہے۔

(3) شدید خوف اور ڈر نے اس کا رنگ بدل دیا ہے اور خوف دراز مصیبت کا ہے جس سے اسے واسطہ پڑنے والا ہے۔

(4) وہ روتے ہوئے پکارتا ہے۔ یاالٰہی! میری خطا سے چشم پوشی فرما اور میرے عیبوں کو چھپادے۔

(5) میں نے فریاد کرتے ہوئے مخلوق کی طرف سے پناہ لی ہے مگر میں نے ان میں سے کسی کو بھی فریاد سن کر فریاد رس تیرے مدمقابل کسی کو نہیں پایا۔

(6) اے میرے رب! تجھے جو بھی پکارے تو اس کی پکار کا جواب عطا فرماتا ہے اے میرے محبوب رب! تو اس پکارنے والے کی تکلیف دور فرمادیتا ہے۔

(7) ا(اس میں کوئی شک نہیں) کہ میری تکلیف (عام لوگوں سے) چھپی ہوئی ہے بلاشبہ میری تکلیف کا علاج تیرے پاس

ہے۔اے میرے طبیب! میرے لیے تجھ جیسا علاج کسی کے بھی پاس نہیں۔

مطلب:

گناہ کی جلن حقیقت میں بہت ہے انسان دنیا میں مگن ہو کر حقیقت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ روحانیت سے کوسوں دور ہونے کی وجہ سے گناہوں کی تکلیف بھول جاتا ہے حالانکہ روحانیت سے آشنا جانتے ہیں کہ ہر گناہ کی کتنی جلن ہوتی ہے دنیا اور آخرت میں گناہوں کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں جو مصائب آتے ہیں وہ حقیقت آشنا انسان کا رنگ بدل دیتا ہے ہمیشہ کی مصیبت جس سے واسطہ پڑنے والا ہے اسے تصور میں لاتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں روتے ہوئے اور گریہ زاری کرتے ہوئے پکارتا ہے کہ یا اللہ جل جلالہ میری خطا سے چشم پوشی فرما۔معاف فرما دے یا اللہ! تو ستار ہے ابو احمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

روز قیامت پردے رکھیں مولا تینوں صفت ستاری دا واسطہ ای
یا غفار گناہ معاف کر دے تینوں صفت غفاری دا واسطہ ای
حق سجھن تے عمل دی توفیق عطا فرما تینوں محبوب دی کملی کالی دا واسطہ ای
وقت آخر کلمہ نصیب کریں تینوں کر بل دے قاری دا واسطہ ای

ابو احمد اویسی

یا اللہ! حقیقی فریاد رس تو ہی ہے میں نے ساری دنیا دیکھی ہے مگر کسی کو حقیقی فریاد رس نہیں پایا۔تجھے جو بھی پکارتا ہے تو اس کی پکار سنتا ہے۔جو بندہ تیری بارگاہ میں دعائیہ رنگ میں کلمات عرض کرنے کی سعادت حاصل کرے تو اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے بلاشبہ لوگ میری تکلیف نہیں جانتے مگر یا اللہ! میری تکلیف تجھ سے تو پوشیدہ نہیں۔میری تکلیف تو جانتا ہے اور اس کو دور کرنے کی قدرت بھی تو رکھتا ہے۔کیونکہ علیٰ کل شیءٍ قدیر تیری شان ہے۔یا اللہ میری تمام تکالیف کا علاج تیرے پاس ہے تجھ جیسا علاج کسی اور کے پاس نہیں۔

☆......☆......☆

صحبت کے دوام کی مذمت

(۱) اِذَا شِئْتَ اَنْ یُّقْلٰی فَزُرْ مُتَوَاتِرًا — وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَزْدَادَ حُبًّا فَزُرْ غِبًّا
(۲) مُنَادِمَةُ الْاِنْسَانِ تَحْسُنُ مَرَّةً — وَاِنْ اَکْثَرُوْا اِدْمَانَهَا اَفْسَدُوْا حُبًّا

☆اِذَا شِئْتَ۔ اگر چاہتے ہو☆تَزْدَاد۔ زیادہ ہو، کثرت سے ہو☆فَزُرْ۔ پس زیارت کرو دیکھو، پس ملاقات کرو ☆اَفْسَدُوْا۔ خراب کریں گے

(1) اگر تم چاہتے ہو کہ تم سے کوئی شخص دشمنی اختیار کرے تو اس کے ساتھ متواتر ملاقاتیں کرتے رہو۔(کیونکہ کسی کے پاس بار بار جانا بندے کے وقار میں کمی کر دیتا ہے دوستوں کے سامنے پہلے جیسی عزت نہیں رہتی۔حتیٰ کہ نادانستگی میں بعض اوقات نوبت دشمنی تک بھی پہنچ جاتی ہے) اور اگر محبت کا اضافہ چاہتے ہو تو (کچھ دن) ناغہ کر کے ملاقات کرو (کیونکہ

ایسا کرنے سے دوست کو اکتاہٹ محسوس نہ ہوگی اور محبت میں اضافہ ہوگا)

(2) ایک بار کی (پہلی) صحبت تو (اکثر) اچھی ہوگی (کیونکہ پہلی دفعہ ہر انسان اپنی حقیقت دوسرے کے سامنے عیاں نہیں کرتا بلکہ ایک مخصوص حد تک ہی نزدیکی کرتا ہے احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہے مگر آہستہ آہستہ احتیاط کا پہلو نرم ہوتا جاتا ہے اور بے تکلفی پیدا ہوتی چلی جاتی جس کی وجہ سے برائی والے اپنی اصلیت ظاہر کردیتے ہیں) اور اگر صحبت میں محویت اور کثرت اختیار کریں گے۔ صحبت بار بار اختیار کریں گے تو (بعض اوقات) محبت کو خراب ہی کر بیٹھیں گے۔

☆......☆......☆

ناخن کٹوانے کا بہترین طریقہ

(۱) قَلِّمْ بِسُنَّةٍ وَّاَدَبٍ — یُمْنٰی ثُمَّ یُسْرٰی خَوَابِسْ اَوْخَسَبْ

☆قَلِّمْ۔ کٹواؤ، ترشواؤ ☆اَظَافِیْرَکَ۔ اپنے ناخن ☆یُمْنیٰ۔ دایاں ☆یُسْرٰی۔ بایاں ☆خَوَابِسْ اَوْ خَسَبْ۔ دائیں ہاتھ میں علی الترتیب، خنصر، وسطی، ابہام ☆اَوْخَسَبْت۔ یعنی ابہام، وسطی

ترجمہ: اپنے ناخن مسنون اور پسندیدہ طریقہ کے مطابق کٹواؤ۔ (پہلے) دائیں ہاتھ کے پھر بائیں ہاتھ کے خوابس اور خسب حروف کی ترتیب سے۔

پانچ باتیں معجزات انبیاء سے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پانچ باتیں معجزات انبیاء سے ہیں۔
(1) مونچھیں ترشوانا (2) ناخن کٹوانا (3) زیر ناف بال صاف کرنا (4) بغل کے بال اکھاڑنا
(5) مسواک کرنا

(تنبیہ الغافلین، اردو ترجمہ حصہ اول ص360)

مسواک کے دس فائدے:

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے مسواک کی دس خصلتیں نقل فرمائی ہیں وہ ملاحظہ فرمایئے۔
حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمتہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسواک لازمی کیا کرو کیونکہ اس میں دس خصلتیں ہیں۔

1- یہ منہ کو صاف کرنے والی ہے۔
2- اس سے رب راضی ہوتا ہے۔
3- فرشتوں کو خوشی ہوتی ہے۔
4- آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے۔
5- دانتوں کو سفید کرتی ہے۔
6- مسوڑھے مضبوط کرکے اس کی بیماری کو ختم کردیتی ہے۔
7- کھانا ہضم کرتی ہے۔
8- بلغم کو ختم کرتی ہے۔

9- نمازوں کا ثواب دگنا ہو جاتا ہے۔ (بلکہ کئی گناہ ثواب بڑھ جاتا ہے)

10- منہ خوشبودار ہو جاتا ہے جو کہ تلاوت قرآن کا ذریعہ ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر جمعہ کے دن مسواک کرنا، غسل کرنا اور خوشبو لگانا لازمی ہے۔ حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ:

جمعہ کے دن ناخن تراشنے کا فائدہ:

حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن ناخن تراشنے والے کی بیماری کو اللہ تعالیٰ دور فرما دیتا ہے اور اسے شفا مرحمت فرماتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

حدیث مبارکہ:

حرس ابن شہاب سے مروی ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے جمعہ کے روز ناخن کاٹے وہ جذام یعنی کوڑھ کی بیماری سے محفوظ رہے گا۔ (تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 361)

فائدہ:

اس سے وہ خواتین عبرت حاصل کریں جو لمبے ناخن رکھنے کی عادی ہوتی ہیں بلکہ آج کل تو یہ فیشن چل نکلا ہے کہ اولاً تو تمام ناخن ہی لمبے ہوں گے ورنہ ایک یا دو تو لمبے ناخن رکھنا فیشن میں شامل ہے۔ یہ فیشن اور دیگر اکثر فیشن نقصان کا سودا ہے صحت بھی برباد ہوتی ہے اور شرعی اصولوں کی بھی مخالفت جو کہ سراسر زیاں ہے۔ حق تعالیٰ حقائق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نقد جو ملے مدعا تو ادھار پہ جی لگائے کون؟

یہ مقولہ اکثر فیض ملت مجدد دور حاضرہ شیخ القرآن والتفسیر مصنف اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ ریسرچ کر لیجیے اکثر خواتین یا مرد جو ناخن بڑھانے کے فیشن میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں پہ بدنما داغ اکثر دیکھنے میں آتے ہیں اور چہرے حسین وجمیل ہونے کے باوجود ان کے چہرے اکثر اڑے اڑے سے نظر آتے ہیں اکثر کے چہروں پہ وحشت سی ٹپکتی رہتی ہے ڈرے ڈرے سے لگتے ہیں۔ زبردستی اور بناوٹی ہنسی مزاح سے اپنے تیور ٹھیک کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

ناخن بڑھانے کے نقصانات کے سلسلے میں الفقیر القادری ابواحمد اویسی کے دو رسائل (ناخن بڑھانے کی مذمت اور ناخن پالش لگانے کی مذمت) اور (ناخن بڑھانے کی مذمت) کا مطالعہ کیجیے۔

ناخن کٹوانے کی مدت:

ہر جمعہ کو اگر ناخن نہ ترشوائے تو پندرہویں دن ترشوائے اور اس کی انتہائی مدت چالیس دن ہے زیادہ ہونا منع ہے۔

(قانون شریعت حصہ دوم ص 466)

فائدہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو موئے زیر ناف کو نہ مونڈے اور ناخن نہ تراشے اور مونچھیں نہ کاٹے وہ ہم میں سے

نہیں ہمارے طریقہ پر نہیں۔ (مسلم) (قانون شریعت حصہ دوم ص 466)

کٹے بال اور ناخن کا کیا کریں:

مسئلہ: ترشوانے یا مونڈانے میں جو بال نکلے انہیں دفن کر دے اسی طرح ناخن کا تراشہ بھی پاخانہ یا غسل خانہ میں ڈال دینا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ موئے زیرناف کا ایسی جگہ ڈال دینا کہ دوسروں کی نظر پڑے ناجائز ہے۔

مسئلہ:

چار چیزوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفن کر دی جائیں۔ بال، ناخن، حیض کا لتا، خون (عالمگیری)
(قانون شریعت حصہ دوم ص 469)

بعض مسلمان بھائیوں کی خدمت میں گزارش:

ان مسلمان بھائیوں کو ضرور اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے جو بال اور ناخن مسجد کے ہی غسل خانہ میں پھینک دیتے ہیں۔ جس کا غسل خانہ، غسل کرنے کے لیے ہوتا ہے اور صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ اِدھر اُدھر ہر طرف بال ہی بال بکھرے پڑے ہوں خصوصاً مساجد کے غسل خانوں کی صفائی کی حالت اکثر دیہاتوں میں نہایت ناگفتہ بہ ہوتی ہے۔

فائدہ:

ناخن بڑھانے کی مذمت کے متعلق الفقیر القادری ابو احمد اویسی نے ایک رسالہ لکھا ہے اللہ کرے کوئی اللہ کا بندہ اسے چھپوا دے تاکہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے فائدے کا باعث بنے۔

☆......☆......☆

اپنے آپ کو موت کے لیے تیار کرنا

(۱) عَجِبْتُ لِجَازِعٍ بَاكٍ مُّصَابٍ ... بِأَهْلٍ اَوْحَمِيْمٍ ذِی اكْتِيَابِ

(۲) شَقِيْقُ الْجَيْبِ دَاعِي الْوَيْلِ جَهْلاً ... كَاَنَّ الْمَوْتَ كَالشَّيْءِ الْعُجَابِ

(۳) وَسَوَّى اللّٰهُ فِيْهِ الْخَلْقَ حَتّٰى ... نَبِيَّ اللّٰهِ عَنْهُ لَمْ يُجَابِ

(۴) لَهٗ مَلَكٌ يُّنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ ... لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

طبیعت کو موت کے لیے تیار کرنا:

☆عَجِبْتُ۔ میں حیران ہوں ☆اَوْحَمِيْمٍ۔ یا غم زدہ ☆مُصَابٍ۔ دکھی، دکھیارا، مصیبت زدہ
☆شَقِيْقٍ۔ چاک کرتا ہے ☆شَقِيْقُ الْجَيْبِ۔ گریبان چاک کرتا ہے گریبان پھاڑتا ہے، یعنی بے صبری کا مظاہرہ

کرتا ہے

☆جَهْلاً۔ جہالت کے باعث، جہالت سے☆ كَالشَّيْءِ الْعُجَاب۔ جیسے کوئی عجیب شے ہے
☆سَوّٰى اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ نے برابر کر دیا☆يُنَادِيْ۔ وہ پکارتا ہے☆وَابْنُوْا۔ بناؤ کے لیے☆يُنَادِي۔ وہ پکارتا ہے
☆وَابْنُوْا۔ بناؤ☆لِلْخَراب۔ ویران کرنے کے لیے☆ لِلْخَراب: سہواً کاٹا گیا۔

(1) گھبرانے والے رونے پیٹنے والے اہل خانہ یا غمزدہ عزیز کی مصیبت اٹھانے والے پر مجھے حیرانگی ہوئی۔

(2) کسی دوست احباب رشتے دار کی موت آنے کے وقت وہ جہالت کے باعث گریبان پھاڑتا اور شور مچاتا ہے جیسے موت کوئی عجیب وغریب شے ہے۔حالانکہ عجیب وغریب شے نہیں ہر ایک شے کے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

(3) موت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو ایک جیسا کیا ہے یہاں تک کہ اللہ کے پیغمبر بھی (اس برابری سے) علیحدہ نہ رہے۔ہاں یہ حقیقت ایسی ہے کہ جس سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ ان کے وصال باکمال اور عام آدمی کی موت میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے یہ حقیقت ذہن میں رہنی چاہیے۔

(4) اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ روزانہ ندا کرتا ہے کہ موت کے لیے پیدا کرو اور چیزیں خراب کرنے کے لیے بناؤ۔

رونے پیٹنے کی مذمت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے پیٹنے کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی تکلیف یا مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اس پہ گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔وہ رونے لگتا ہے اور اگر کوئی عزیز اس جہان فانی سے رخصت ہو جائے تو گھر والے رونا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔غمزدہ ہو جاتے ہیں۔رونے پیٹنے والوں کی حالت دیکھ کر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔کہ وہ لوگ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رونا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔گریبان پھاڑتے ہیں۔شور مچاتے ہیں۔ان کی حالت دیکھ کر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔حالانکہ **کل نفسٍ ذائقة الموت** ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔بلکہ موت کا وقت پیدائش سے پہلے ہی مقرر کر دیا جاتا ہے پھر یہ رونے پیٹنے والے گریبان پھاڑنے والے کیوں شور مچا رہے ہیں۔ان کا یہ رویہ تو مذہب اسلام کی رو سے یکسر ہی خلاف ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا طریقہ مقدس:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو ساتویں دن آپ اسے لے لیتے۔پوچھنے پر فرمایا اس لیے کہ اس کی کچھ محبت میرے دل میں واقع ہو جائے اور اگر یہ مرجائے تو مجھے اس کا زیادہ اجر ملے۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 38)

اولاد کی وفات پہ صبر کرنے کا اجر:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص اپنے بچے کو لے آتا تھا پھر بچہ فوت ہو گیا تو کچھ دن وہ شخص بھی حاضر نہ ہوا۔آنحضرت نے اس کی غیر حاضری کی وجہ صحابہ کرام سے معلوم کی تو عرض کیا گیا کہ اس کا

وہ بچہ فوت ہو گیا ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا: پھر مجھے اس کی اطلاع تم نے کیوں نہیں دی؟ اٹھو ہم اپنے بھائی سے تعزیت کریں جب آپ اس کے گھر داخل ہوئے تو اس کو غمزدہ دیکھا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے تو اپنے بڑھاپے اور ضعیفی کے وقت اس سے امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔

آپ نے فرمایا: کیا تیرے لیے یہ آسانی نہیں ہے کہ جب قیامت کے دن اس بچے کو کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا تو وہ عرض کرے گا یارب! میرے والدین؟ اسے تین مرتبہ جنت میں داخل ہونے کو کہا جائے گا مگر وہ ہر مرتبہ تمہاری سفارش کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کو قبول فرما کر تم سب کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ تو یہ سنتے ہی اس شخص کا حزن وملال جاتا رہا۔

فائدہ:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تعزیت کرنا سنت ہے کسی کو مصیبت پہنچے تو چاہیے کہ اپنے بھائیوں کی تعزیت کی جائے۔
(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 320)

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی وفات پر بہت دکھ ہوا تو ان کے پاس دو فرشتے انسانی شکل میں ایک متنازعہ بات لے کر آئے۔ ایک نے کہا کہ میں نے فصل بوئی تھی اور ابھی کاٹی نہیں کہ یہ شخص وہاں سے گزرا اور فصل خراب کر دی۔

آپ نے دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تو راستے پر جا رہا تھا کہ آگے اس کی فصل آ گئی میں نے فصل کو دائیں بائیں ہٹایا اور اپنا راستہ بنایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے شخص سے فرمایا کہ تو نے راستے پر فصل کیوں بوئی تھی؟ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ راستہ لوگوں کی ضرورت ہے؟

تب فرشتے نے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کی وفات پر غمزدہ کیوں ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ موت آخرت کا راستہ ہے؟

حدیث مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے توبہ کی اور اس کے بعد اپنے بیٹے کی وفات پر کبھی جزع و فزع نہیں کی تھی۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 360)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا طریقہ مبارک:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دورانِ سفر اپنی بیٹی کی فوتگی کی خبر ملی تو آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر فرمایا کہ پردے کی چیز تھی جسے اللہ تعالیٰ نے پردہ دے دیا ایک امانت تھی جسے اللہ تعالیٰ نے سنبھال لیا اور اجر و ثواب کو میری طرف چلایا ہے پھر سواری سے اترے اور دو رکعت نماز (نفل) پڑھی پھر فرمایا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (صبر اور نماز سے استعانت حاصل کرو) کے مطابق صبر کیا۔ (تنبیہ الغافلین حصہ اول ص 321)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آنسو بہانا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِیْ

سَیْفِ الْقَیْنِ وَکَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِیْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِیْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَیْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِبْرَاهِیْمُ یَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ یَاابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰی فَقَالَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضِیْ رَبَّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَااِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ رَوَاهُ مُوْسٰی عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ○ (بخاری شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابوسیف لوہار کے پاس گئے اور وہ ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رضاعی ماں کے شوہر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا اور بوسہ دے کر ان کو سونگھا پھر اس کے بعد ہم ابوسیف لوہار کے پاس گئے اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جان دے رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی چشمانِ اطہر سے آنسو بہنے لگے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اور آپ یارسول اللہ'' آپ ﷺ نے فرمایا، اے عوف کے بیٹے! یہ رحمت ہے۔ پھر اس کے بعد روئے اور فرمایا بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل رنجیدہ ہے اور ہم نہیں کہتے مگر جس سے ہمارا پروردگار خوش ہو اور ہم اے ابراہیم! تیرے فراق کے باعث رنجیدہ اور غمزدہ ہیں۔ اس کی موسیٰ بن سلیمان بن مغیرہ نے ثابت سے انہوں نے انس سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی۔

مطلب:

ابوسیف کا نام حضرت براء بن اوس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ان کی بیوی اُم بُردہ کا نام خولہ بنت منذر انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت سیدنا رسول کریم ﷺ کا آبدیدہ ہونا شفقت و رحمت کی وجہ سے تھا۔

سیدہ فاطمہؓ کا رسول کریم ﷺ کے وصال پر رونا:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میت پر رونے کے متعلق لکھا ہے کہ میت پر آواز سے یا صرف آنسوؤں سے رونا جائز ہے بلکہ مُردے کے بعض فضائل بیان کرنا بھی درست ہے جیسے (حضرت بی بی) فاطمہ زہرہ (رضی اللہ عنہا) نے حضور اکرم ﷺ پر روتے ہوئے فرمایا تھا۔ اباجان! آپ جنت میں چلے گئے اب وحی آنا بند ہوگئی وغیرہ۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۵۰۰۔۴۹۹)

حضرت حسان بن ثابتؓ کے اشعار:

سیدنا رسول کریم ﷺ کے وصال مبارک پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے غم کا اظہار اشعار میں بھی کیا

ہے ان اشعار میں سے چند اشعار اس طرح سے ہیں۔

يَذْكُرْنَ الآءَ الرَّسُوْلِ وَمَا اَرٰى لَهَا مُحْصِيًا نَفْسِيْ فَنَفْسِيْ تَبَلَّدُ

مُفَجَّعَةً قَدْ شَفَّهَا فَقْدَ اَحْمَدُ فَظَلَّتْ لِاٰلَاءِ الرَّسُوْلِ تَعْدِّدُ

وَمَا بَلَغَتْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ عَشِيْرَةٌ وَلٰكِنَّ لِنَفْسِيْ بَعْدُ مَاقَدْ تَوَجَّدُ

اَطَالَتْ وَقُوْفًا تَذْرِف الْعَيْنِ جُهْدَهَا عَلٰى طَلَلِ الْقَبْرِ الَّذِيْ فِيْهِ اَحْمَدُ

ترجمہ: ''عورتیں رسول کریم ﷺ کی نعمتوں اور برکتوں کی یاد دلا رہی ہیں اور میرا یہ حال ہے کہ میں دیکھتا ہوں میری ذات تو آپ کی نعمتوں اور برکتوں کو شمار کرنے سے قاصر ہے اور میں تو بالکل ششدر و حیران ہو رہا ہوں سخت دردمند ہو رہا ہوں اور مجھے تو احمد مجتبیٰ ﷺ کے کھو جانے نے بالکل نڈھال کر دیا ہے۔ (اسی حیرانی اور نڈھال پن میں) میں ان نعمتوں اور برکتوں کو شمار کر رہا ہوں ورنہ میری ذات کسی ایک معاملے کی نعمتوں کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتی مگر آہ آپ کے بعد مجھے تو سخت حزن و ملال لاحق ہو گیا ہے۔ میرا دل طویل مدت سے کھڑا میری آنکھوں سے پوری طاقت کے ساتھ اس قبر کے نشان پر جس میں احمد مصطفیٰ ﷺ دفن کر دیئے گئے ہیں آنسو بہا رہا ہے۔

☆☆☆

مصائب زمانہ اور تکالیف دنیا

(۱) فَلَمْ اَرَ كَالدُّنْيَا بِهَا اغْتَرَّ اَهْلُهَا وَلَا كَالْيَقِيْنِ اسْتَوْحَشَ الدَّهْرَ صَاحِبَهٗ

(۲) اَمُرُّ عَلٰى رَسْمِ الْقَرِيْبِ كَاَنَّمَا اَمُرُّ عَلٰى رَسْمِ امْرِئٍ مَّا اُنَاسِبُهٗ

(۳) فَوَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّنِيْ كُلَّ سَاعَةٍ اِذَا شِئْتُ لَاقَيْتُ امْرَءً مَّاتَ صَاحِبَهٗ

(۴) اِذَا مَا اعْتَرَيْتُ الدَّهْرَ اَعْنَهُ بِحِيْلَةٍ تُجَدِّدُ حُزْنًا كُلَّ يَوْمٍ نَوَادِبُهٗ

مصائب زمانہ اور دنیا کی تکلیفوں کا بیان:

☆فَلَمْ اَرَ۔ پس میں نے نہیں دیکھی ☆كَالدُّنْيَا۔ دنیا جیسی ☆اسْتَوْحَشَ۔ وحشت میں ڈالتا ہے

☆فَوَاللّٰهِ۔ پس بخدا ☆كُلَّ سَاعَةٍ۔ ہر وقت ☆لَاقَيْتُ۔ میں مل سکتا ہوں

☆حِيْلَةٍ۔ تدبیر ☆تُجَدِّدُ۔ نیا کرتی ہیں ☆حُزْنًا۔ غم

(1) دنیا والوں کو دھوکہ دینے والی کوئی چیز سوائے دنیا کے میں نے نہیں دیکھی اور نہ ہی موت جیسی ایسی کوئی چیز دیکھی کہ جن کا ساتھی زمانے کو بھی وحشت میں ڈال دیتا ہے۔

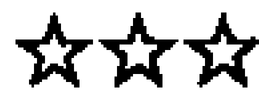
(2) میں اپنے قریبی عزیز کی قبر کے پاس سے ایسے گزرتا ہوں جیسے اس آدمی کی قبر کے پاس سے گزر رہا ہوں جس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔ (یہاں عمومی لوگوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم کیسے فاضلانہ رنگ میں زندگی گزار رہے ہیں کہ قبروں کے پاس گزرتے ہوئے موت یاد نہیں آتی)

(3) پس اللہ کی قسم! کہ میں ہر وقت جب جی چاہے اسے مل سکتا ہے کہ جس کا کوئی ساتھی فوت ہو گیا ہو۔

(4) جب میں کسی نہ کسی طرح اس کے متعلق زمانے کی تکالیف و مصائب سے آفاقہ حاصل کرتا ہوں تو ہر روز رونے والی عورتیں غم کو یاد دلا کر تازہ کر دیتی ہیں۔

مطلب:

یہاں عمومی لوگوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے عموماً لوگ غفلت سے گزر جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ قبروں سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔



توبہ اور بڑی مصیبت

(۱) فَرْضٌ عَلَى النَّاسِ اَنْ يَّتُوْبُوْا — لٰكِنَّ تَرْكَ الذُّنُوْبِ اَوْجَبُ

(۲) وَالدَّهْرُ فِيْ صَرْفِهٖ عَجِيْبٌ — وَغَفْلَةُ النَّاسِ فِيْهِ اَعْجَبُ

(۳) وَالصَّبْرُ فِي النَّائِبَاتِ صَعْبٌ — لٰكِنَّ فَوْتَ الثَّوَابِ اَصْعَبُ

(۴) وَكُلُّ مَا يُرْتَجٰى قَرِيْبٌ — وَالْمَوْتُ مِنْ كُلِّ ذَاكَ اَقْرَبُ

کامیابی کے اسباب اختیار کرنے کا حکم:

☆فَرْضٌ۔ ضروری ہے ☆تَرْكَ الذُّنُوْبِ۔ گناہوں کو چھوڑیں ☆اَنْ يَّتُوْبُوْا۔ کہ توبہ کریں

☆فِيْ صَرْفِهٖ عَجِيْبٌ۔ عجیب چکر میں ہے ☆غَفْلَةُ النَّاسِ۔ لوگوں کی غفلت ☆اَعْجَبُ۔ زیادہ عجیب ہے

☆فِي النَّائِبَاتِ۔ مصیبتوں میں ☆صَعْبٌ۔ مشکل ہے ☆فَوْتَ الثَّوَابِ۔ ثواب کا فوت ہونا

☆مَا يُرْتَجٰى۔ وہ چیزیں جن کی توقع ہے ☆اَقْرَبُ۔ زیادہ قریب

(1) لوگوں پہ فرض ہے کہ وہ کیے ہوئے گناہوں سے توبہ کریں مگر اس سے بھی زیادہ ضروری اور فرض یہ امر ہے کہ یہ ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دیں۔

(2) زمانہ اپنی گردش کے لحاظ سے حیران کن ہے۔ مگر لوگوں کا غافل ہونا اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔

(3) مصیبتوں کے وقت صبر سے کام لینا نہایت دشوار کام ہے مگر ثواب کا ضائع ہو جانا اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔

(4) متوقع تمام چیزیں نزدیک ہیں اوران تمام چیزوں سے زیادہ قریب موت ہے۔(مگر عام لوگ اس موت سے ہی غافل ہیں)

توبہ کریں:

پہلے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توبہ کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے توبہ کے متعلق رب کائنات کے ارشادات گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

(1) وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔(پ18 سورۃ النور 31)

(2) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۝

بے شک اللہ تعالیٰ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔(پ2 سورۃ البقرہ 222)

اللہ کی طرف توبہ کرو:

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ (کنز الایمان شریف)
تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ
فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ۝

(پ11 سورۃ ھود 3)

اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو اور پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدے تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا اور اگر منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔(کنز الایمان)

فائدہ:

گزشتہ سے معافی مانگنا استغفار ہے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا توبہ ہے۔کبھی دونوں ایک ہی معنی میں آتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ توبہ واستغفار سے دنیاوی بلائیں ٹلتی ہیں اور راحتیں ملتی ہیں۔(تفسیر نور العرفان)

توبۃ نصوحا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ
عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ
النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۝

(پ28۔سورۃ التحریم 8)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار

دے اور تمہیں باغوں میں لے جائیں جن کے نیچے نہریں ہیں۔ جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

(کنزالایمان شریف)

توبہ کا مفہوم:

عربی زبان میں "توبہ" کے معنی رجوع کرنے کے ہیں چنانچہ جب کوئی شخص کسی بات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ "تاب" لہٰذا توبہ کے معانی یہ ہوئے کہ شریعت میں جو کچھ مذموم ہے اس سے لوٹ کر قابل تعریف شے کی طرف آجائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الندم توبۃ۔ ندامت توبہ ہے۔ (اخرجہ ابن ماجہ 252)

توبہ کی شرائط:

اہل سنت کے ارباب اصول کہتے ہیں کہ توبہ کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

1- جن امور میں شریعت کی مخالفت کی ہے ان پر ندامت کا اظہار کرنا۔

2- اپنی لغزش و غلطی کو فوراً ترک کردینا۔

3- یہ ارادہ کرنا کہ جو گناہ اس نے کیے ہیں انہیں دوبارہ نہ کرے گا۔ لہٰذا توبہ کے درست ہونے کے لیے ان امور کا ہونا ضروری ہے۔ (الرسالۃ القشیریہ اردو ترجمہ ص 169)

توبہ کا پہلا درجہ:

توبہ کی کئی قسمیں ہیں توبہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ خواب غفلت سے بیدار ہو وہ اپنی بری حالت کو محسوس کرے۔ اس مقام تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ خدا بندہ کو دل کے کانوں سے زجر و توبیخ سننے کی توفیق دے جو کچھ اس کے دل میں کھٹکتا ہوا سے محسوس کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ (واعظ الله فی قلب کل امر مسلم) (اخرجہ الترمذی 2859، احمد 17184)

ہر مسلم کے دل میں اللہ کا واعظ ہوتا ہے۔

نیز حدیث میں آیا ہے۔

(ان فی البدن لمضغة، اذا صلحت صلح جمیع الحمید، و اذا فسدت فسد جمیع البدن الاوھی القلب)

(اخرجہ البخاری 5، مسلم 1599)

بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ جس کے درست ہونے سے تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے سے تمام بدن خراب ہو جاتا ہے یاد رکھو یہ ٹکڑا دل ہے۔

فائدہ:

لہٰذا جب انسان اپنے دل میں اپنے برے اعمال پر غور کرتا ہے اور ان برے افعال کو جن کو وہ کرتا ہے دیکھتا ہے تو اس کے

دل میں توبہ کا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور اس کو اپنے برے اعمال سے باز آنے کا خیال آتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ارادہ کو پا کر اس کی مدد فرماتا ہے اور وہ اچھے طریقے سے برے اعمال سے باز آنے کی ابتداء کرتا ہے تو توبہ کے اسباب کی تیاری شروع کر دیتا ہے۔

توبہ کے اسباب پر عمل کی ابتداء:

توبہ کے اسباب پر عمل کی ابتداء برے دوستوں کی مجلس سے الگ رہنے سے ہوتی ہے کیونکہ وہی ارادہ کو ترک کرنے پر اکساتے ہیں اور اس ارادہ کے صحیح ہونے میں شکوک پیدا کرتے ہیں اس کی تکمیل اس وقت ہو سکتی ہے جب وہ اس مشاہدہ پر مداومت کرے جو توبہ کرنے کی رغبت میں اضافہ کرتا ہے اور جس بات کا اس نے عزم کیا ہے اس کے پورا کرنے کے لیے اسباب پیدا کرتا ہے جن سے اس کے خوف اور رجاء کو قوت حاصل ہوتی ہے تب کہیں اس کے دل سے برے اعمال پر اصرار کرنے کی گرہ کھلتی ہے اور وہ ممنوع امور کو کرنے سے رک جاتا ہے اور شہوات کی تابعداری کرنے سے اپنے نفس کی لگام کو کھینچ لیتا ہے فوراً اپنی غلطی کو ترک کر دیتا ہے۔

اگر وہ اپنے ارادہ کے مطابق چلا اور اپنے عزم کے مطابق کام کیا تو گویا صحیح معنوں میں توفیق ایزدی کے قابل ہوا۔ اگر اس نے کئی بار توبہ توڑی اور اپنے ارادہ کو از سرِ نو توبہ کرنے پر مجبور کیا تو بسا اوقات ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ ہمیں اس قسم کے لوگوں کے توبہ کرنے سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہر بات کے لیے مقررہ وقت ہے۔ (الرسالۃ القشیریہ اردو ترجمہ 170)

تکمیل توبہ:

جب انسان معصیت کو ترک کر کے اپنے دل سے اصرار کی گرہ کھول دیتا ہے اور پھر ارادہ کر لیتا ہے کہ وہ پھر ایسا کام نہ کرے گا تب کہیں اس کے دل پر خالص ندامت طاری ہوتی ہے اور اپنے کیے پر افسوس کرتا ہے اور اپنے اعمال اور برے افعال کے مرتکب ہونے پر نادم ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی توبہ مکمل ہوتی ہے اور اس کا مجاہدہ صحیح ہوتا ہے۔

لوگوں سے میل جول رکھنے کی بجائے ان سے علیحدگی اختیار کرنے لگ جاتا ہے اور برے دوستوں کی صحبت میں بیٹھنے کی بجائے وہ ان سے متنفر ہو کر خلوت میں رہنا پسند کرتا ہے وہ دن رات افسوس کرتا رہتا ہے اور اکثر اوقات سچے دل سے نادم و شرمسار رہتا ہے وہ اپنے آنسوؤں کی بارش سے اپنی لغزش کے نشانات مٹاتا ہے اور اچھی توبہ کے ذریعے وہ اپنے گناہوں کے زخموں کا علاج کرتا ہے اپنے ہم جنسوں کے درمیان اپنے گناہوں کی وجہ سے مشہور ہوتا ہے اور اس کی لاغری کے ذریعہ اس کی حالت کی درستی کا پتہ چلتا ہے۔

توبہ کی پہلی منزل:

انسان کی توبہ کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے مخالفوں کو راضی نہیں کرتا کیونکہ توبہ کی پہلی منزل یہی ہے کہ اپنے مظلوموں کو، جس طرح بھی ہو، راضی کرے اگر اس کے پاس اس قدر دولت ہو کہ وہ ان کے حقوق ادا کر سکے تو بہتر ہے کہ ادا کر دے یا وہ لوگ اپنی خوشی سے معاف یا بری کر دیں تو خوب ہے ورنہ اسے چاہیے کہ وہ دل سے عزم کرے کہ جب بھی ممکن ہو سکے گا وہ ان کے حقوق ادا کرے گا اور سچے دل سے عجز و انکساری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے اور ان کے لیے دعا کرے۔

(رسالۃ القشیریہ اردو ترجمہ)

عوام و خواص کی توبہ:

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ سے توبہ کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔

نوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ تو اللہ کے سوا ہر چیز سے توبہ کرلے۔

جھوٹے لوگوں کی توبہ:

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہوں سے باز آئے بغیر توبہ کرنا جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے۔

توبہ کا فائدہ اور گناہوں کی نحوست:

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

پھر اے عبادت کے طالب! تجھ پر عبادت میں مشغول ہونے سے قبل اپنے گناہوں سے توبہ کرنا لازم ہے اور یہ دو وجہ سے ہے۔

ایک تو اس لیے کہ توبہ کے باعث تمہیں طاعت و عبادت کی توفیق نصیب ہو کیونکہ گناہوں کی نحوست بندے کو طاعت و عبادات بجالانے سے مجروح کر دیتی ہے اور اس پر ذلت و رسوائی مسلط کر دیتی ہے یقین جانو کہ گناہ ایک ایسی زنجیر ہے جو بندے کو طاعات و نیکی کی طرف چلنے سے روک دیتی ہے اور گناہوں کے ہوتے ہوئے امور خیر میں جلدی نہیں ہو سکتی کیونکہ گناہوں کا ثقل اور بوجھ نیکیوں کے سکون کو پیدا نہیں ہونے دیتا اور نہ ہی طاعات میں نشاط و خوشی پیدا ہونے دیتا ہے اور گناہوں پر اصرار اور اڑنا دل کو سیاہ کر دیتا ہے اس طرح انسان قساوت قلبی اور گناہوں کی تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے نہ اس میں خصو پیدا ہو سکتا ہے اور نہ دل کا تزکیہ۔ اور نہ ہی عبادت میں لذت و حلاوت پیدا ہو سکتی ہے۔ جو شخص گناہوں سے تائب نہیں ہو گا اگر خدا کا فضل اس کے شامل حال نہ ہوا تو رفتہ رفتہ یہ گناہ اسے کفر تک پہنچا دیں گے ایسے شخص پر شقاوت اور بدبختی غالب آ جائے گی تو ایسے شخص پر تعجب ہے کہ اس نحوست و قساوت کے ہوتے ہوئے اسے طاعات الٰہی کی توفیق کس طرح مل سکتی ہے اور گناہوں پر اڑنے والا شخص طاعات خداوندی کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے اور خلاف شرع امور کو اپناتے ہوئے وہ عبادت خداوندی کیسے بجا لا سکتا ہے؟ اسی طرح جو شخص گناہوں کی گندگی اور پلیدی سے آلودہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مناجات کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا کذب العبد تنحاعنه الملكان من فتن ما يخرج من فيه۔

ترجمہ: جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو دونوں کراماً کاتبین جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جھوٹ و غیبت کے ہوتے ہوئے زبان ذکر الٰہی کے لائق کیسے ہو سکتی ہے۔

گناہوں پر اصرار کی نحوست:

اس لیے گناہوں پر اصرار کرنے والے آدمی کو نیک کام کی توفیق ملنا بہت مشکل ہے اور نہ ہی عبادت کرتے وقت ایسے شخص کے اعضاء میں چستی اور سکون پیدا ہو سکتا ہے ایسا شخص اگر کچھ ٹوٹی پھوٹی عبادت کرے گا تو وہ بھی مشقت کے ساتھ پھر ایسی عبادت میں لذت و صفائی وغیرہ کچھ نہ ہوگی۔ یہ سب گناہوں کی نحوست اور ترک توبہ سے ہوگا۔ اس شخص نے سچ فرمایا ہے جس نے

کہا ہے کہ اگر تو رات کو نماز تہجد پڑھنے کی اور دن کو روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتا تو سمجھ لے کہ تو منحوس ہو چکا ہے اور معاصی کی نحوست تجھ پر مسلط ہو چکی ہے۔

توبہ کے بغیر عبادت قبول نہیں ہوتی:

توبہ کے ضروری ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بغیر توبہ کے عبادات قبول نہیں ہوتیں جس طرح قرض خواہ کا قرض ادا کرنے سے پہلے اس کے سامنے ہدیئے اور تحفے کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور نہ وہ انہیں قبول کرتا ہے اسی طرح پہلے گناہوں سے توبہ لازم ہے اس کے بعد عبادات نافلہ، اسی طرح جب فرائض کسی کے ذمے لازم ہوں تو اس کے نوافل وغیرہ کیسے قبول ہو سکتے ہیں یونہی اگر کوئی شخص حرام وممنوع تو ترک نہ کرے مگر مباح وحلال اشیاء میں پرہیز واحتیاط کرے تو اس کا ایسا پرہیز کیا وقعت رکھ سکتا ہے اور وہ شخص خدا تعالیٰ سے مناجات اس کی درگاہ میں پسندیدہ اور اس کی ثناء کرنے کے لائق کیسے ہو سکتا ہے جس پر خدا تعالیٰ ناراض اور غصے ہو۔ گناہوں پر اصرار کرنے والوں کا اکثر یہی حال ہے۔

(منہاج العابدین اردو ترجمہ دوسری گھاٹی توبہ ص 34-35)

فائدہ:

اس لیے توبہ اور ترک گناہ بہت ضروری ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ پہلے کردہ گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے اور توبہ کرنے سے پہلے گناہوں کا ترک ضروری ہے گناہ چھوڑے بغیر توبہ کس چیز کا نام رہ جاتا ہے۔

غفلت حیران کن:

زمانہ اپنی گردش کے لحاظ سے ضرور حیران کن ہے ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ دن ہو رہا ہے رات ختم ہو رہی ہے۔ رات کے بعد دن کا نکلنا اسی طرح زمانے کی گردش پہ توجہ کی جائے تو ہمیں زمانہ کی گردش بڑی حیران کن اور عجیب وغریب معلوم ہوتی ہے زمانہ کی گردش واقعی حیران کن ہے مگر اس سے زیادہ حیران کن اور عجیب وغریب تو ہماری اپنی کیفیت ہے ہمارا یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہم نے مرنا ہے اس جہان فانی سے رخصت ہونا ہے یہ سب کچھ فانی ہے مگر ہم پھر بھی اسی فانی سے دل لگائے ہوئے ہیں بلکہ اسی فانی سے دل لگانے کی وجہ سے ہم حق تعالیٰ سے غافل ہیں کہ جس کے حضور حاضری ہوگی اعمال کی جزا یا سزا کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

ثواب ضائع ہونا بڑی مصیبت:

انسان کو بڑی بڑی مصیبتوں سے واسطہ پڑتا ہے بعض اوقات ہر مصیبت دوسری سے بڑھ کر ہوتی ہے انسان کو ہر مصیبت پریشان کر دیتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات انسان اتنا پریشان ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ بھی بجھائی نہیں دیتا مگر ہمارا اس دنیا میں غفلت شعاری اختیار کرنا نہایت بڑی مصیبت ہے افسوس کہ ہم اسی میں مگن ہیں شب و روز اسی مصیبت سے دل لگائے متاع زیست جو خالق ومالک سے حاصل ہوا برباد کرتے جا رہے ہیں زندگی ختم ہوتی جا رہی ہے جو اس زندگی کے ایک ایک لحہ میں ہم نے ثواب جمع کرنا تھا وہ ہوتا جا رہا ہے ہمارے ثواب کا ضائع ہونا تمام مصیبتوں سے سخت ترین مصیبت ہے مگر یہ حقیقت قیامت کے دن ہم پر واضح ہوگی جب ہم کچھ بھی نہ کر سکیں گے بعض اوقات ہم دنیا میں لوگوں کے دکھاوے کے لیے عبادات کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ چلو دنیا کو بھی راضی کر لیا اور عبادت بھی کر لی نیکیوں کے ڈھیر بھی اکٹھے کر لیے انسان یہ بھول جاتا ہے نیکی اور ثواب والا کام

وہی ہوتا ہے جوحق تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے یہی ریا کاری اور دنیا کوخوش کرنے کے لیے کیے گئے اعمال کی حقیقت واضح ہو گی تو مصیبتوں کے پہاڑوں میں پس کر رہ جائیں گے جب نیکیوں کے کھلیان سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ یہ ثواب کا ضائع ہونا بہت بڑی مصیبت ہے اللہ تعالیٰ اس سے مامون ومحفوظ فرمائے۔

☆☆☆

حرص کی ممانعت اور جاہ ومال کا زوال

(۱) قَدْ شَابَ رَاسِیْ وَرَاسُ الْحِرْصِ لَمْ یَشِبِ — اِنَّ الْحَرِیْصَ عَلَی الدُّنْیَا هِیَ تَعَبِ

(۲) مَالِیْ اَرَانِیْ اِذَمَا رُمْتُ مَرْتَبَةً — فَنِلْتُهَا طَمَحَتْ عَیْنِیْ اِلٰی رُتَبِ

(۳) بِاللّٰهِ رَبِّكَ كَمْ بَیْتٍ مَرَرْتُ بِهٖ — قَدْ كَانَ یَعْمُرُ بِالَّذَّاتِ وَالطَّرَبِ

(۴) طَارَتْ عُقَابُ الْمَنَا یَافِیْ جَوَانِبِهٖ — فَصَارَتْ مِنْ بَعْدِ هَالِلْوَیْلِ وَالْحَرَبِ

(۵) اَحْبِسْ جَنَانَكَ لَا تَجْمَعْ بِهٖ طَلَباً — وَلَا وَرَبِّكَ مَا الْاَرْزَاقُ بِالطَّلَبِ

(۶) قَدْیَا كُلُ الْمَالَ مَنْ لَّمْ یُجِفْ رَاحِلَةً — وَیَتْرُكُ الْمَالَ مَنْ قَدْ جَدَّ فِیْ طَلَبِ

☆عُقَابُ الْمُنَایَا۔ موت کے عقاب

☆شاب۔ سفید ہوگیا☆تعَبَ۔ پریشانی☆باالَّذَّاتَ وَالطَّرَب۔ عیش وعشرت سے

☆اَحْبِسْ۔ سمیٹو☆لَا تَجْمَعْ۔ جمع سے بمعنی سرکشی کرنا، تم زیادہ سرکشی کی کوشش نہ کرو☆مَالْاَرْزَقُ بِلطَّلَب۔ روزی تلاش کرنے سے نہیں ملتی☆فَلَا وَرَبِّكَ۔ پس رب کی قسم

☆یَاْكُلُ الْمَال۔ وہ کھاتا ہے مال مراد، وہ مال پاتا ہے☆مَنْ قَدْ جَدَّ فِی الطَّلَبِ۔ جس نے مال حاصل کرنے کی کوشش کی اس نے پالیا۔

نفس اور خواہش کی اتباع پر ملامت:

(1) تحقیق میرا سر (بڑھاپے کی وجہ سے) سفید ہوگیا ہے مگر حرص کے بال سفید نہیں ہوئے دنیا کا لالچی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرے بڑھاپے نے جوانی کی چادر کو ہٹا دیا ہے۔

(2) اس کی کیا وجہ ہے کہ میں ایک اعلیٰ مقام چاہتا ہوں مگر جب وہ حاصل ہو جاتا ہے تو پھر میری نظر دوسرے مراتب کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ یعنی اسی طرح یہ سلسلہ حرص وہوس کا چلتا رہتا ہے یہاں بھی عام لوگوں خی حالت بیان کی گئی ہے۔

(3) قسم ہے اللہ کی جو تیرا رب ہے۔ میں بے شمار گھروں کے قریب سے گزرا ہوں جو کہ عیاشیوں میں مبتلا تھے۔

(4) مگر اب وہاں کونوں میں موت کے عقاب اڑتے پھر رہے ہیں اور وہ گھرانے تباہ وبرباد ہوگئے ہیں۔ اب وہ گھر لٹ توں

اور عیاشیوں کے بعد افسوس اور بربادیوں کا شکار ہو گئے۔

(5) اپنے پر سمیٹئے اور (دنیاداری کی) طلب میں زیادہ سرکشی اور کوشش نہ کیجیے۔ پس رب کی قسم! رزق تلاش کرنے سے زیادہ نہیں مل جاتا۔

(6) کبھی کبھی مال وہ بھی حاصل کر لیتا ہے جو کبھی بھی مال اسباب نہیں لے گیا اور کبھی کبھی وہ بھی مال حاصل کرنے سے ناکام رہتا ہے جو مال حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے۔

فائدہ:

یہاں عام لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے۔

☆☆☆

نفسیاتی خواہش کی خدمت

(۱) اِلَامَ تَجُرُّ اَذْيَالَ التَّصَابِـي ... وَشَيْبُكَ قَدْ نَضَا بُرْدَ الشَّبَابِ

(۲) هِلَالُ الشَّيْبِ فِيْ فَوْدَيْكَ نَادىٰ ... بِاَعْلَى الصَّوْتِ حَيَّ عَلَى الذَّهَابِ

(۳) خُلِقْتَ مِنَ التُّرَابِ وَعَنْقَرِيْبٍ ... تُغَيَّبُ تَحْتَ اَطْبَاقِ التُّرَابِ

(۴) طَمِعْتَ اِقَامَةً فِي دَارِ ظَعْنٍ ... فَلَا تَطْمَعْ فَرِجْلُكَ فِي الرِّكَابِ

(۵) وَاَرْخَيْتَ الْحِجَابَ وَسَوْفَ يَاتِيْ ... رَسُوْلٌ لَيْسَ يَحْجُبُ بِالْحِجَابِ

(۶) اَعَامِرَ قَصْرِكَ الْمَرْفُوْعِ اُقْصُرْ ... فَاِنَّكَ سَاكِنُ الْقَبْرِ الْخَرَابِ

☆بِاَعْلَى الصَّوْتِ۔ بلند آواز سے ☆حَيَّ عَلَى الذَّهَابِ۔ آ و جانے کے لیے تیار ہو جاؤ ☆شیب۔ بڑھاپا ☆خُلِقْتَ۔ تم پیدا کیے گئے ہو ☆تُرَاب۔ مٹی ☆تُغَيَّبُ۔ تم غائب کر دیئے جاؤ گے ☆اَطْبَاقِ التُّرَاب۔ مٹی کے طبقات ☆اِقَامَةً۔ اقامت، قیام، قرار، سکون، وطن، مسکن، تکبیر نماز باجماعت یہاں قیام مراد ہے ☆طَمِعْتَ۔ تم خواہشمند ہو ☆فَلَاتَطْمَعْ۔ پس خواہش نہ کرو ☆فَرِجْلُكَ فِي الرِّكَابِ۔ پابہ رکاب ☆رکاب۔ وہ آہنی (لوہے کا) حلقہ جو گھوڑے کے زین میں دونوں طرف لٹکتا رہتا ہے اور سوار اس پر پاؤں رکھ کر گھوڑے پر چڑھتا ہے وغیرہ ☆سَوْفَ يَاتِيْ۔ عنقریب آئے گا ☆رَسُوْل۔ بھیجا گیا، ہادی، پیشوا، اصلاحاً خدا کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر جو کتاب الٰہی لائے مگر یہاں فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام مراد ہے ☆لَيْسَ يَحْجُبُ بِالْحِجَابِ۔ پردہ سے نہ رکے گا ☆قَصْرِكَ الْمَرْفُوْع۔ بلند محل ☆سَاكِنُ الْقَبْرِ۔ قبر میں ٹھہرنا ہے۔

(1) ارے انسان! کب تک (دنیوی و نفسانی) عشق بازی کا پلہ کھینچتا رہے گا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرے بڑھاپے نے تیری

جوانی کی چادر اتار پھینکی ہے۔

(2) بڑھاپے کا ہلال جو کہ تیرے سر کے دونوں طرف ظاہر ہو چکا ہے تجھے بلند آواز سے پکار پکار کر کہا ہے کہ یہاں سے چلنے کے لیے تیاری کرلو۔ (پس اب موت تیرے سر پہ کھڑی ہے)

(3) تجھے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور جلد ہی مٹی کے طبقات (قبروں میں) چھپا دیئے جاؤ گے۔ یعنی بڑھاپے کی وجہ سے یہ کے دونوں طرف بال سفید ہو گئے ہیں۔ یہ سفید بالوں کے ہلال نے تجھے متنبہ کرتے ہوئے۔

(4) پردیس میں قیام کرنے کی خواہش رکھتے ہو۔ پس ایسی آرزو نہ کیجیے کیونکہ تمہارے پاروں رکاب میں یعنی تم تیاری کی حالت میں ہو۔ (یہ دنیا مثل مسافر خانہ ہے)

(5) آج تو تم مکان، محل اور اپنی سپاہ میں پردہ کیے ہوئے ہو جلد ہی فرشتہ آئے گا جو کہ پردے سے نہیں رکے گا۔

(6) اے بلند و بالا اے محل ماڑیاں تعمیر کرنے والے ٹھہر جا کیونکہ تو نے تو بے رونق قبر میں رہنا ہے۔

☆☆☆

بڑھاپا اور تنبیہ

(۱) خَبَتْ نَارُ جِسْمِیْ بِاِشْتِعَالِ مَنَارَتِیْ — وَ اَظْلَمَ عَیْشِیْ اِذَا ضَآءَ شِهَابُهَا

(۲) اَیَا بُوْمَةً قَدْ عَشَشْتِ فَوْقَ هَا مَتِیْ — عَلَی الرَّغْمِ مِنِّیْ حِیْنَ طَارَ غُرَابُهَا

(۳) رَاَیْتِ خَرَابَ الْعُمْرِ مِنِّیْ فَذُرْتِنِیْ — وَمَا وَاكِ مِنْ كُلِّ الدِّیَارِ خَرَابُهَا

(۴) اَنْعَمُ عَیْشًا بَعْدَ مَاحَلَّ عَارِضِیْ — طَلَائِعُ شَیْبٍ لَیْسَ یُغْنِیْ خِضَابُهَا

(۵) وَ غُرَّةُ عُمْرِ الْمَرْءِ قَبْلَ مَشِیْبِهٖ — وَقَدْ فَنِیَتْ نَفْسٌ تَوَلّٰی شَبَابُهَا

(۶) اِذَا اصْفَرَّ وَجْهُ الْمَرْءِ وَالْبَیْضَّ رَاْسُهٗ — تَنَغَّضَ مِنْ اَیَّامِهٖ مُسْتَطَابُهَا

(۷) وَاَدِّ زَكوٰةَ الْجَاهِ وَاعْلَمْ بِاَنَّهَا — كَمِثْلِ زَكوٰةِ الْمَالِ تَمَّ نِصَابُهَا

(۸) وَاَحْسِنْ اِلَی الْاَحْرَارِ تَمْلِكْ رِقَابَهُمْ — فَخَیْرُ تِجَارَاتِ الْكَرِیْمِ اكْتِسَابُهَا

(۹) وَمَنْ یَّذُقِ الدُّنْیَا فَاِنِّیْ طَعَمْتُهَا — وَسِیْقَ اِلَیْنَا عَذْبُهَا وَعَذَابُهَا

(۱۰) فَلَمْ اَرَاهَا اِلَّا غُرُوْرًا وَّ حَسْرَةً — كَمَا لَاحَ فِیْ اَرْضِ الْفَلَاةِ سَرَابُهَا

(۱۱) وَمَا هِیَ اِلَّا جِیْفَةٌ مُّسْتَحِیْلَةٌ — عَلَیْهَا كِلَابٌ هَمُّهُنَّ اجْتِذَابُهَا

(۱۲) فَاِنْ تَجْتَنِبْهَا كُنْتَ سِلْمًا لِّاَهْلِهَا ‏ وَاِنْ تَجْتَذِبْهَا نَازَعَتْكَ كِلَابُهَا

(۱۳) فَدَعْ عَنْكَ فَضْلَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ‏ حَرَامٌ عَلٰى نَفْسِ التَّقِيِّ ارْتِكَابُهَا

(۱۴) وَلَا تَمْشِيَنْ فِي مَنْكِبِ الْاَرْضِ فَاخِرًا ‏ فَعَمَّا قَلِيْلٍ يَّحْتَوِيْكَ تُرَابُهَا

(۱۵) فَطُوْبٰى لِنَفْسٍ اَوْطَنَتْ دَارَهَا ‏ مُغَلَّقَةَ الْاَبْوَابِ مُرْخَىً حِجَابُهَا

☆منار۔ منارہ نور کی جگہ، چراغ، لالٹین، اونچا ستون، بلند ستون جو مسجد کے پہلو میں بنائے جاتے ہیں۔ مسجد کے اندر اونچا ستون☆اَظْلَمَ۔ تاریک ہوگیا☆عَيْشِيْ۔ میری زندگی☆اَضَاءَ۔ روشن ہوا☆شِهَابُهَا۔ اس کا شعلہ☆هَامَتِيْ۔ میری کھوپڑی☆بُوْمَةٌ۔ الو☆ اَدِّ۔ ادا کرو، دو☆جَاه۔ مرتبہ، رتبہ، درجہ، منصب، عزت، قدرو منزلت، بزرگی، عظمت، شان ☆وَاعْلَمْ۔ اور جان لیجیے، یاد رکھو☆تَمَّ۔ پورا ہوا☆ حجاب۔ پردہ ☆ سَلْمًا۔ سلامتی، صلح کر لینا☆ناز عتك۔ تجھ سے لڑیں گے☆كِلَاب۔ کتے ☆طُوْبٰى۔ خوشخبری☆اَوْطَنَتْ۔ وطن بنایا☆دَارِهَا۔ اپنے گھر کو☆مُغَلَّقَةَ الْاَبْوَاب۔ دروازے بند ☆سراب۔ ریت جو میدان میں دور سے دیکھنے میں پانی محسوس ہوتی ہے یعنی دھوکہ☆اَحْرَار۔ حُر کی جمع، آزاد لوگ☆تَمْلِكْ۔ تم مالک ہو جاؤ☆رِقَاب۔ رقبہ کی جمع یعنی گردنیں، گردنوں☆ كَرِيْم۔ بخشنے والا، سخی، فیاض، مہربان، اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام☆فَزُرْنِيْ۔ میری ملاقات کو آیا☆عَارِضِيْ۔ میرا چہرہ☆طَلَائِع۔ طلیعہ کی جمع، مقدمۃ الجیش، پیش خیمہ☆ شَيْب۔ بڑھاپا☆يُغْنِيْ۔ غنی کر دے گا، بے پرواہ کر دے گا☆خِضَابُهَا۔ اسے خضاب☆عُمْرِ الْمَرْءِ۔ انسان کی عمر، انسان کی زندگی☆شَبَابُهَا۔ اس کی جوانی☆تَوَلّٰى۔ پھری، ہٹی☆وَجْهُ الْمَرْءِ۔ انسان کا چہرہ☆اَصْفَرَّ۔ زرد☆وَابْيَضَّ۔ اور سفید☆رَاسُهٗ۔ اس کا سر☆مُسْتَطَاب۔ اچھے

(1) میری جسمانی بھڑکتی ہوئی آگ منار (نور کی جگہ، بالوں کے سفید) ہونے کی وجہ سے بجھ گئی جب میری زندگی کا شعلہ بھڑکا تو پھر اندھیرا چھا گیا۔ یعنی جوانی کا جوبن، جوانی کے ڈھلنے کا پیغام لاتا ہے۔ بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ تمام بال سفید ہو جاتے ہیں جو کہ بڑھاپے کی علامت ہے۔ بڑھاپا انسان کی توانائیوں کے ختم ہونے نشان بن جاتا ہے۔ توانائیاں زوال پذیر ہو جاتی ہیں جسم پہ رعشہ طاری ہو جاتا ہے جس پہ کنٹرول نہیں رہتا بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

فریدا کیا لڑ چڑے لٹ ، تھیں جائی پچ ونے
جے توں مریں پٹ ، تاں کیہیا تیرا سوہری

اے فرید! تیرے دامن کے پلو میں کیا بندھا ہوا ہے تیرے بال سفید ہو گئے ہیں جو کہ تیرے بڑھاپے کی دلیل ہیں حالانکہ تیری ساری عمر بیت گئی ہے مگر تیرے پلے کچھ بھی نہیں ہے تو نے ساری زندگی بھاگنے دوڑنے اور پرندوں کی مانند دانہ دنکا چگنے میں صرف کر دی ہے اگر غافلانہ زندگی میں ہی موت آ گئی تو مالک و خالق کے حضور تیرا کیا حال ہوگا۔

(فیضان الفرید ص903)

کناں ، دنداں ، اکھیاں ، سجنار ، دلی ہار
وکہ فریدا چھڈ گئے ، مدھ ریمی یار

بڑھاپے کے اثرات بیان کرتے ہوئے بابا فرید نے فرمایا ہے کہ میرے کانوں، دانتوں اور آنکھوں سبھی نے ہی مجھے ہرایا ہے اے فرید دیکھ تو سہی سب سے پہلے میرے دوست ہی مجھے چھوڑ گئے ہیں میں اور کسی کا شکوہ کیا کروں۔(فیضان الفرید ص 794)

فریدا دیہہ جر جر ہوئی نینیں وہے سریش
سے کوہاں منجھا تھیا، آنگن تھیا بدلیس

میرا جسم کپکپانے لگا ہے آنکھوں سے اب پیپ بہنے لگی ہے جسمانی کمزوری اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ پاس پڑی چارپائی سینکڑوں میل دور پڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے میرے اپنے ہی گھر کا صحن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نہیں بلکہ کسی اور ہی ملک میں ہے۔(فیضان الفرید ص 853)

فائدہ:

بڑھاپے کی علامت یہ ہے کہ بال سفید ہو جاتے ہیں اور یہ بالوں کا سفید ہونا متنبہ کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ اب تو بچہ نہیں رہا بلکہ بوڑھا ہو گیا اور موت تیرے سامنے ہے۔

(2) جب کوا اڑ گیا ہے (یعنی کوے جیسے سیاہ بال جو کہ جوانی کی علامت تھے سر سے ختم ہو گئے سر پہ بڑھاپے کی علامت یعنی سر کے بال سفید ہو گئے ہیں اس کا مطلب) فرمایا کہ اے الو کوے کے اڑ جانے کے بعد تو نے میری مرضی کے بغیر ہی اپنا آشیانہ بنا لیا ہے اس سے مراد بڑھاپا ہے یعنی اے بڑھاپے میں تو تجھے نہیں چاہتا تھا میرے چاہے بغیر ہی تو میرے سر اور جسم پہ سوار ہو گیا ہے یہاں بطور استعارہ اس لیے بیان فرمایا کہ انتہائی بڑھاپے میں اللہ والوں یعنی محبوبانِ بارگاہ حق کے علاوہ عام انسان کی حالت الوؤں جیسی ہو جاتی ہے۔اس لیے الو کا استعارہ استعمال فرمایا۔

(3) کیونکہ الو بھی وہاں ڈیرہ جماتا ہے جہاں ویرانہ ہوتا ہے۔آپ نے یہاں بیان فرمایا کہ جب تو نے میری عمر کی ویرانی دیکھی تو میری ملاقات کے لیے آدھمکا اور نہیں ہے تیرا ٹھکانہ مگر صرف خراب و ویران علاقوں میں۔اگر بڑھاپے میں انسان کی آنکھیں دیکھنے سے ویران ہو جاتی ہیں مثبت سوچ پیدا نہیں ہوتی جوش اور ولولے اور جذبات ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔

(4) اس حال میں خوش کیسے رہ سکتا ہوں کہ بڑھاپے کا پیش خیمہ میرے چہرے مہرے سے ظاہر ہو گیا ہے۔یعنی بال سفید ہو گئے ہیں۔اب ان کو لاکھوں بار خضاب لگاؤں گا جوانی کسی طرح بھی نہیں لوٹ سکتی۔

سیاہ خضاب کی مذمت:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ یَوْ فَتْحِ مَکَّةَ وَ رَاْسُهٗ وَلِحَیَتَهٗ کَالثُّغَامَةِ بَیَاضًا فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم غَیِّرُوْا هٰذَا بِشَیْءٍ وَّاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ

(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف باب الرجل حدیث نمبر 4225)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کو لایا گیا ان کا سر اور داڑھی ثغامہ کی طرح سفید ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان بالوں کو بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

سیاہ خضاب:

یعنی ان کے سر اور ڈاڑھی میں سیاہی کے سواہ کسی رنگ کا خضاب کردو چنانچہ مہندی سے سرخ خضاب کر دیا گیا حق یہ ہے کہ سیاہ خضاب مرد و عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔ حضرت عثمان غنی و امام حسین نے سیاہ خضاب لگایا ہے مگر زینت کے لیے نہیں بلکہ غزوات میں کفار پر رعب طاری کرنے کے لیے کہ وہ لوگ آپ کو بوڑھا نہ سمجھ سکیں اور آپ پر دلیر نہ ہو جائیں۔ اب بھی بحالت جہاد غازی کو سیاہ خضاب درست ہے۔ (مرقاۃ) حضور انور نے ڈاڑھی شریف میں کبھی خضاب نہ کیا کہ حضور کے بال خضاب کی حد تک سفید نہ ہوئے صرف چند بال شریف سفید تھے۔ چند بار سر شریف میں مہندی لگائی تھی درد سر کی وجہ سے (مرقاۃ) حضرت ابو بکر صدیق نے مہندی اور وسمہ کا خضاب کیا مگر وسمہ اتنا ہوتا تھا جس سے سیاہ رنگت نہ ہوتی تھی بلکہ پختہ سرخ ہوتا تھا۔ اسی طرح اور صحابہ سے بھی خضاب منقول ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج 6 ص 150)

(5) انسانی عمر کی چمک دمک اور رونق بڑھاپے سے پہلے پہلے ہے جوانی کے خاتمے کے ساتھ ہی انسان سمجھو ختم ہو گیا۔

(6) جب انسانی چہرہ پیلا پڑ جائے اور سر (بڑھاپے کی وجہ سے) سفید ہو جائے تو پھر اس کے بہترین ایام بھی افسردگی کا شکار ہو جاتے ہیں سمجھ لیجیے کہ اس کی زندگی کے بہترین دن ختم ہو جاتے ہیں۔

(7) عظمت اور عزت و احترام کی زکوۃ ادا کیجیے اور یاد رکھیے کہ مال کی زکوۃ کی مانند اس کا نصاب بھی مکمل ہو گیا۔

(8) شریفوں پہ احسان کیجیے ان کی گردنوں کے مالک بن جائیے کیونکہ ایک شریف انسان کی سب سے اچھی تجارت ان گردنوں کو حاصل کرنا ہے۔

(9) جو شخص دنیا کو چکھے (تو یاد رکھیے کہ) میں اسے استعمال کر چکا ہوں میرے سامنے میٹھا اور کڑوا سب کچھ پیش کیا جا چکا ہے۔

(10) پس میں نے اسے دھوکہ اور پشیمانی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں کیا جیسے ویران ریگستان کے علاقے میں سراب چمکتا ہے۔

(11) دنیا نہیں ہے مگر سوائے بدلنے والے مردار کے۔ جس مردار کو کتے گھیرے ہوئے ہیں اس سے ان کا مقصد صرف اور صرف اسے نوچنا ہے۔

(12) پس اگر تم اس سے بچ گئے تو دنیا والوں سے صلح کر لی اور اگر تم کھینچو گے تو وہ کتے تم سے لڑیں گے۔

دنیا اور دنیا والوں کی مذمت:

اشعار 9 تا 12 میں دنیا اور دنیا والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ میں دنیا کی حقیقت جان چکا ہوں دنیا سے دھوکہ اور پشیمانی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا دنیا کی چمک دمک ریگستانی علاقے میں سراب کی مانند دنیا ہے جیسے سراب نظر آتا ہے مگر پانی حاصل نہیں ہوتا اسی طرح دنیا کے فوائد بس سراب ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں دنیا مثل مردار سمجھئے اور دنیا داروں کی مثال مردار کو گھیرنے والے کتوں جیسی ہے۔ اگر تم نے دنیا والوں سے صلح کر بھی لی تو کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہو گا اگر تم کھینچو گے تو وہ تم سے الجھیں گے جیسے مردار کو ایک کتا کھینچتا ہے تو دوسرے کتے اس سے لڑتے ہیں تفصیلات کے لیے ہماری تصنیفات (فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) ملاحظہ فرمائیے۔

(13) زمین کے کندھوں پہ تکبر کے ساتھ نہ چلو کیونکہ جلد ہی اس کی مٹی تجھے گھیر۔ لے گی مطلب یہ ہے کہ زمین پہ اکڑ اکڑ نہ چل اگر تو اکڑ اکڑ کر زمین پہ چلے گا تو زمین کو پھاڑ نہ سکے گا زمین کا کچھ بھی نہ بگڑے گا ہاں یہی زمین کی مٹی تجھے ہر طرف سے

گھیر لے گی تو بے بس ہو جائے گا۔ جب مر جائے گا تو اسی زمین میں ہی دفن ہوگا جب زمین میں دفن ہوگا تو اس وقت تیری اکڑفوں کا کیا بنے گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تکبر چھوڑ دے تکبر کی مذمت کے سلسلے میں فیضان حضرت اویس قرنی میں بہترین مضمون ہے۔

(14) پس فضول باتیں ترک کر دیجیے کیونکہ پرہیز گار کے لیے ان کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

(15) زمین پہ فخریہ طور پر اکڑا اکڑ کر نہ چل، کیونکہ وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ اس زمین کی مٹی مرنے کے بعد تجھے ہر طرف سے گھیر کر بے بس کر دے گی۔

فضول گوئی کی مذمت:

اس شعر میں فضول گوئی کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

(16) پس اسے خوشخبری ہے جس نے اپنے گھر کے ایک کونہ کو اپنا وطن بنالیا ہے۔ یعنی تنہائی اختیار کر لی ہے اور لوگوں سے ملاقات کے اسباب بند کرنے کے لیے اپنے گھر کا دروازہ بھی بند کر لیا ہے اور پردہ بنالیا یہاں خلوت کے متعلق بیان کیا گیا ہے خلوت کی حقیقت اور خلوت کے فضائل وفوائد الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف فیضان حضرت اویس قرنی میں ملاحظہ فرمائیے۔



مصائب زمانہ کی شکایت

(۱) كُنَّا كَزَوْجِ حَمَامَةٍ فِيْ اَيْكَةٍ ‏ مُتَمَتِّعِيْنَ بِصِحَّةٍ وَّ شَبَابٍ

(۲) دَخَلَ الزَّمَانُ بِنَا وَفَرَّقَ بَيْنَنَا ‏ اِنَّ الزَّمَانَ مُفَرِّقُ الْاَحْبَابِ

☆كَزَوْجِ۔ جیسے جوڑا ☆حَمَامَةٍ۔ کبوتری ☆اَيْكَةٍ۔ جھاڑی ☆مُتَمَتِّعِيْنَ۔ فائدہ اٹھارہے تھے ☆دَخَلَ الزَّمَانَ۔ زمانے نے دخل اندازی کی ☆مُفَرِّقُ الْاَحْبَابِ۔ احباب میں تفرقہ ڈالنے والا

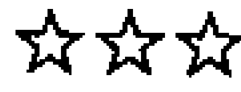
(1) ہم جھاڑی میں کبوتروں کے جوڑے کی مانند تھے۔ صحت اور جوانی سے استفادہ کر رہے تھے کہ اچانک حالات نے پلٹا کھایا۔

(2) زمانے نے ہم میں مداخلت کر کے اختلاف پیدا کر دیا۔ زمانہ دوستوں میں مخالفت پیدا کر دیتا ہے یہاں زمانہ سے مراد اس وقت کے لوگ ہیں۔

مطلب:

ان اشعار میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم اس دنیا میں آرام وسکون سے زندگی

بسر کر رہے تھے ہمیں کسی قسم کا کوئی خوف یا ڈر نہیں تھا نہ کہ کسی قسم کا غم جیسے کبوتروں کی جوڑی اپنی موج میں رہتی ہے اسی طرح ہم بھی صحت اور جوانی سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ ہم سب پرسکون زندگی گزار رہے تھے کہ زمانے نے ہم میں دخل اندازی کی۔ ہمارے درمیان تفرقہ ڈال دیا یہاں زمانے سے مراد اس دور میں بسنے والے ہیں۔ دنیادار کہ جنہیں مسلمانوں کا آپس میں آرام وسکون سے زندگی گزارنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔



جوانی ڈھلنے اور دوستوں کی جدائی پہ اظہار افسوس

(۱) شَیْئَانِ لَوْبَکَتِ الدِّمَآءُ عَلَیْھِمَا عَیْنَایَ حَتّٰی تُوْذَنَا بِذَھَابِ

(۲) لَمْ تَبْلُغَا الْمِعْشَارَ مِنْ حَقِّیْھِمَا فَقْدُ الشَّبَابِ وَ فُرْقَۃِ الْاَحْبَابِ

☆بَکَتِ الدِّمَآءُ۔ اس قدر روئیں ☆فِرْقَۃِ الْاَحْبَاب۔ دوستوں کی جدائی ☆لَمْ تَبْلُغَا الْمِعْشَارَ۔ عشر عشیر ادا نہ ہوتا

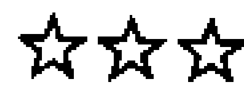
(1) دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان کے متعلق میری آنکھیں اتنی روئیں کہ ان کے اندھا ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے۔

(2) تو پھر بھی ان کا حق عشر عشیر حصہ بھی ادا نہ ہو سکے۔ پس تحقیق جوانی کا ڈھل جانا اور دوستوں کی مفارقت۔

فائدہ: یعنی جوانی اور بہترین دوستوں کی ملاقات کو غنیمت جانیئے یہ دونوں چیزیں نہایت مفید چیزیں ہیں جب تک یہ حاصل نہ ہیں خوب فائدہ حاصل کیجیے۔ ان کی قدر پہچانیئے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ بہترین اور اچھے دوست اور جوانی کو غنیمت سمجھنا چاہیے ان سے کسی لمحے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے یہ دونوں چیزیں بے حد مفید ہیں۔ ان سے غفلت اختیار کرنا بہت بڑا نقصان ہے۔



تغیرات زمانہ

(۱) مَا الدَّھْرُ وَالْاَیَّامُ اِلَّا کَمَاتَرٰی رَزِیَّۃُ مَالٍ اَوْفِرَاقُ حَبِیْبٖ

(۲) اِنَّ امْرَءً قَدْ جَوَّبَ الدَّھْرَ لَمْ یَخَفْ تَقَلُّبَ حَالَیْہِ لِغَیْرِ لَبِیْبٖ

☆کَمَاتَرٰی۔ جیسا تم دیکھتے ہو ☆رَزِیَّۃُ مَالٍ۔ مال کی مصیبت ☆فِرَاقُ۔ جدائی ☆جَوَّبَ۔ تجربہ کرلیا ☆لَمْ یَخَفْ۔ وہ نہیں ڈرتا ☆تَقَلُّبَ حَالَیْہِ۔ دونوں حالتوں کے تغیر وتبدل سے ☆غَیْرِ لَبِیْبٍ۔ بے وقوف، یعنی عقلمند اور دانا کے علاوہ

ایسا شخص بے وقوف ہی ہوتا ہے۔

(1) زمانہ اور دن جیسے تم ملاحظہ کرتے ہو محض مصیبت مال اور دوستوں کی مفارقت کا نام زمانہ ہے۔

(2) تحقیق جس نے بھی زمانے کو آزمالیا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا (کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ بھی ہونا ہے مالک و خالق کی طرف سے ہونا ہے اس لیے آنے والے وقت کے لیے پریشانی میں مبتلا ہونے کا کیا فائدہ بلکہ احمق اور بے وقوف کے متعلق ہی زمانے کی دونوں حالتوں کی تبدیلی سے تغیر پیدا ہوتا ہے۔ دھر یعنی زمانہ کے متعلق بہترین تحقیق اسی کتاب میں دوسرے مقام پر ملاحظہ فرمایئے۔

☆☆☆

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اظہار محبت

(۱) حَبِیْبٌ لَیْسَ یَعْدِلُهٗ حَبِیْبٌ   وَمَا لِسَوَاهُ فِیْ قَلْبِیْ نَصِیْبٌ

(۲) حَبِیْبٌ غَابَ عَنْ عَیْنِیْ وَجِسْمِیْ   وَعَنْ قَلْبِیْ حَبِیْبِیْ لَا یَغِیْبُ

☆حَبِیْبٌ۔ دوست ☆یَعْدِلُهٗ۔ جس کے برابر ☆غَابَ۔ غائب ہوگیا ☆عَنْ عَیْنِیْ۔ میری آنکھوں سے

(1) ایسا دوست کہ جس کے مدمقابل کوئی بھی دوست نہیں ہے اس کے علاوہ میرے دل میں کسی کے لیے بھی کوئی جگہ نہیں۔

(2) وہ میرا دوست تو میری آنکھوں اور میرے جسم سے پوشیدہ ہوگیا ہے اور وہ میرا دوست میرے دل سے پوشیدہ نہیں ہوا۔

☆☆☆

بعد از وصال حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خطاب

(۱) مَالِیْ وَقَفْتُ عَلَی الْقُبُوْرِ مُسَلِّمًا   قَبْرَ الْحَبِیْبِ فَلَمْ یَرُدَّ جَوَابِیْ

(۲) اَحَبِیْبُ مَالَكَ لَمْ تَرُدَّ جَوَابَنَا   اَنَسِیْتَ بَعْدِیْ خُلَّةَ الْاَحْبَابِ

☆وَقَفْتُ۔ میں کھڑا ہوا، میں ٹھہرا ☆عَلَی الْقُبُوْرِ۔ قبروں پر ☆فَلَمْ یَرُدَّ۔ پس اس نے جواب نہ دیا ☆اَحَبِیْبُ۔ اے میرے دوست ☆لَا تَرُدُّ جَوَابَنَا۔ تو نے میرا جواب نہیں دیا ☆اَنَسِیْتَ۔ کیا تو بھول گئی ☆الْاَحْبَاب۔ دوستوں

(1) نہ جانے کیا سبب ہے کہ میں نے اپنے محبوب کی قبر کو سلام کیا اور قبور کے پاس کچھ دیر کھڑا بھی رہا مگر اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہ ظاہر کے لحاظ سے آپ نے بیان فرمایا ہے۔

اے میرے محبوب! کیا وجہ ہے کہ میرے سلام کا جواب بھی نہیں دیتے کیا تم میرے بعد یہاں سے رخصتی کے بعد اپنے احباب کے تعلقات بھی بھول گئے۔ یہاں ظاہری جسمانی لحاظ سے بیان کیا ہے کہ عام لوگوں کا حال اس طرح ہوتا ہے ورنہ حقیقت آئندہ اشعار میں بیان کر دی ہے کہ عام لوگ ان حقائق سے آشنا نہیں ہوتے ورنہ اللہ والوں سے کوئی پردہ اور آڑ نہیں ہوتی بلکہ حق

تعالیٰ اپنے محبوبوں کی آنکھوں سے پردہ اوڑھا دیا ہے۔

زبان حال سے سیدہ فاطمہؓ کا جواب

(۱) قَالَ الْحَبِیْبُ وَ کَیْفَ لِیْ بِجَوَابِکُمْ ۔۔۔ وَاَنَا رَھِیْنُ جَنَادِلٍ وَّ تُرَابِ

(۲) اَکَلَ التُّرَابُ مَحَاسِنِیْ فَنَسِیْتُکُمْ ۔۔۔ وَحُجِبْتُ عَنْ اَھْلِیْ وَعَنْ اَتْرَابِ

(۳) فَعَلَیْکُمْ مِّنَّا السَّلَامُ تَقَطَّعَتْ ۔۔۔ عَنِّیْ وَعَنْکُمْ خُلَّةُ الْاَحْبَابِ

☆جَوَابِکُمْ۔ تمہارا جواب ☆اَکَلَ۔ کھالیا ☆مَحَاسِنِیْ۔ میری خوبیاں ☆فَنَسِیْتُکُمْ۔ پس میں تمہیں بھول گیا ☆حُجِبْتُ۔ میں روک دیا گیا ☆اَھْلِیْ۔ میں اپنے گھر والوں سے

(1) دوست نے جواباً کہا میں تمہارا جواب کیسے دوں حالانکہ میری حالت تو یہ ہے کہ میں پتھر اور مٹی کے نیچے ہوں۔ (تو ان چیزوں کے اوپر ہو یعنی تم عالم دنیا میں ہو جبکہ میں عالم برزخ میں ہوں۔ اس وقت تمہارا جہان اور ہے اور میرا جہان اور۔ تم اپنے جہان کے لحاظ سے سوچ رہے ہو)

(2) میری خوبیاں تو مٹی کھا گئی جو تمہیں بظاہر معلوم ہوتی تھیں جنہیں عام لوگ دیکھتے تھے عام ظاہری جسمانی لحاظ سے پس میں تجھے بھول گیا اور ظاہراً اپنے افراد خانہ سے مجھے روک دیا گیا ہے۔

(3) پس تجھے بھی میری طرف سے سلام ہو۔ ہماری تمہاری دوستی ظاہری لحاظ سے منقطع ہے (ہاں باطنی طور پر یہ دوستی قائم رہتی ہے۔ ختم نہیں ہو جاتی ہے اس سلسلے میں بکثرت روایات موجود ہیں۔ یہاں عام لوگوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں جبکہ اولیاء اللہ اور محبوبان بارگاہ حق پہ جو عنایات ربانی حاصل ہوتی ہیں۔ وہ بکثرت روایات میں بیان ہوئی ہیں مثلاً یہی دیکھیے۔

مدنی تاجدار کو جو سلام کرتا ہے آپ اس کا جواب دیتے ہیں:

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

(رواہ ابوداؤد والبیہقی فی دعوات الکبیر ومشکوۃ المصابیح باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر کوئی شخص سلام نہیں بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

فائدہ:

یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے حضور تو بحیات دائمی زندہ ہیں اس حدیث کا یہ مطلب نہیں

کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہو کر جواب دیتا رہتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے خیال رہے کہ حضور ہر ایک ان میں بے شمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسے سورج بیک وقت سارے عالم پر توجہ کر لیتا ہے ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود وسلام سن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دے لیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج2 ص101)

فائدہ:

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوب اولیائے کرام پہ بھی اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے کہ بعد وصال قبر پہ پہنچنے والوں کو دیکھتے بھی ہیں پہچانتے بھی ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں۔ سننا تو کفار کے سلسلے میں بھی حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے جیسا کہ غزوہ بدر کے موقع پر مدنی تاجدار نے مردہ کفار کو خطاب فرمایا۔

دیو بند مکتبہ فکر کے حکیم الامت کا بیان:

غزیؒ کہتے ہیں کہ ان کو حضرت احمد بدویؒ سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان سے نسبت تامہ حاصل تھی یہ بارہا ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دیا کرتے تھے۔

شعراویؒ کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا کہ یہ حضرت احمد سے باتیں کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دے رہے تھے۔

طبقات وسطی میں بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خود سنا ہے کہ یہ حضرت احمد بدویؒ سے کسی مصر کی ضرورت میں مشورہ کر رہے تھے اور شیخ احمد نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ سفر کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ (جمال الاولیاء ص280-279)

فائدہ:

واضح ہوا کہ ان اشعار میں عام لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں اولیاء اللہ وانبیاء کرام کا معاملہ اور ہے کیا خوب کسی نے بیان فرمایا ہے کہ:

کون کہتا ہے کہ ولی مر گئے
قید سے چھوٹے اپنے گھر گئے

☆......☆......☆

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت مرتبہ

(۱) مَـاغَـاضَ دَمْعِیْ عِنْدَ نَـائِبَةٍ ۔۔۔ اِلَّا جَـعَـلْتُكَ لِـلْبُـكَـآءِ سَبَبًـا

(۲) وَاِذَا ذَكَـرْتُكَ سَـا فَحْتُكَ بِـهٖ ۔۔۔ مِنِّی الْجُفُوْنُ فَفَاضَ وَانْسَكَبَا

(۳) اِنِّی اُجِلُّ ثَرًی حَلَلْتَ بِهٖ عَنْ اَنْ اُرٰی لِسِوَاهُ مُكْتَئِبًا

☆غَاضَ۔ خشک ہوا☆دَمْعِیْ۔ میرا آنسو☆عِنْدَنَائِبَۃٍ۔ مصیبت کے وقت☆جَعَلْتُكَ۔ میں تجھے بنالیتا ہوں ☆لِلْبُكَآءِ۔ رونے کے لیے☆وَکَرْتُكَ۔ جب میں تجھے یاد کرتا ہوں☆سَامَحَتْكَ۔ میری آنکھیں فیاضی کرتی ہیں سہولت دیتی ہیں☆فَفَاضَ۔ پس بہتا ہے☆جُفُوْنَ۔ جفن کی جمع بمعنی پلکیں

(1) میرا آنسو جب بھی کسی مصیبت کے وقت تھمتا ہے تو میں آپ (کی یادوں) کو رونے کا سبب بنالیا کرتا ہوں۔

(2) اور جب میں آپ کی یاد میں مگن ہوتا ہوں تو میری آنکھیں بہت زیادہ آنسو بہاتی ہیں۔ پس آنسو بہتا ہے اور چلتا ہی رہتا ہے۔ رکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

(3) اس خاک پاک کو کہ جس میں حضور تشریف فرما ہیں۔ میں اسے بہت بلند تصور کرتا ہوں کہ میں اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اداس نظر آؤں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں آنسو بہانا:

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں آنسو بہانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے ان اشعار میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی یہی بیان فرمارہے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادوں میں کھوجاتا ہوں۔ آپ کو ہی اپنے رونے کا سبب بنالیا کرتا ہوں۔ دنیوی رنج یا مصیبت کوئی ایسی نہیں کہ جس کے باعث یعنی جن کی وجہ سے میں گھبراہٹ کا شکار ہو جاؤں اور دنیوی مصیبت سے تنگ آکر رونے لگوں۔ ہرگز نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور بزرگان دین مصائب وآلام کا شکار ہوکر بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے بلکہ صبر واستقامت کا دامن تھامے رہتے ہیں۔

محبوب کریم سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اقدس میں آنسو بہانا برا نہیں بلکہ اچھا ہے یہاں تو یہ حال ہے مدینہ کی یاد کے متعلق کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

جب یاد مدینہ آتا ہے دل خون کے آنسو روتا ہے
بے درد زمانہ کیا جانے اس دید میں کیا کیا ہوتا ہے

آپ بیان فرماتے ہیں کہ جب محبوب کریم کی یاد آتی ہے تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جہاں مدنی تاجدار آرام فرما ہیں میرے نزدیک وہ مقام بڑی شان اور عظمتوں والا ہے۔ ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

محبوب دی یاد وچ رونا وی عبادت جان ، اللہ دی رحمت سمجھ ، اللہ دی عنایت جان

☆......☆......☆

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مرثیہ

(۱) اِذَا اشْتَدَّ شَوْقِیْ زُرْتُ قَبْرَكَ بَاكِیًا اَنُوْحُ وَاَشْكُوْ اِلَّا اَرَاكَ مُجَاوِبِیْ

(۲) فَیَا سَاکِنَ الصَّحْرَآءِ عَلَّمْتَنِی الْبُکَا | وَذِکْرُکَ اَنْسَانِیْ جَمِیْعَ الْمَصَائِبِ

(۳) فَاِنْ کُنْتَ عَنِّیْ فِی التُّرَابِ مُغَیَّباً | فَمَا کُنْتَ عَنْ قَلْبِیْ الْحَزِیْنِ بِغَائِبِ

☆اِذَا اشْتَدَّ۔ جب شدید ہوتا ہے، سخت ہوتا ہے☆زُرْتَ۔ زیارت کرتی ہوں دیکھتی ہوں☆بَاکِیاً۔ روتی ہوئی، روتے ہوئے☆نُوْحُ۔ نوحہ کرتی ہوئی☆سَاکِنَ الصَّحْرَآءِ۔ صحرا کے ساکن☆عَلَّمْتَنِیْ۔ تو نے مجھے سکھایا☆بُکَا۔ رونا ☆جَمِیْعَ الْمَصَآئِبِ۔ تمام مصیبتوں☆مُغَیَّباً۔ غائب ہیں☆حَزِیْنِ۔ غمگین

(1) جب میرے شوق میں شدت آتی ہے تو میں روتی ہوئی آپ کی مزار پُر انوار کی زیارت کرلیا کرتی ہوں روتی ہوں اور شکایتاً عرض کرتی ہوں کہ بظاہر آپ کو اپنا جواب دیتے ہوئے نہیں پاتی۔

(2) پس اے صحرا میں رہنے والے تو نے ہی مجھے رونے کا ڈھنگ سکھایا اور تیرے ذکر خیر نے تمام مصیبتیں بھلادیں۔

(3) پس اگر آپ مجھ سے مٹی میں غائب ہیں (تو کیا ہوا) میرے دل سے تو غائب نہیں ہیں۔

پس واضح ہوا کہ یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ سرکار دوجہاں کے ذکر مبارک سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ اسی لیے الحمد للہ ہم اہلسنّت و جماعت محبوب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لیے محافل میلاد النبی، محافل معراج النبی اور مختلف عنوانات سے کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔

ذکر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب غم بھلا دئیے ہیں:

دوسرے شعر میں حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا بیان فرمارہی ہیں کہ عام لوگوں کی نظر میں دیکھتی ہیں کہ آپ صحرا میں رہتے ہیں یہاں آپ عام لوگوں کی نظر کے متعلق بیان فرمارہی ہیں کیونکہ روضہ انور کے مقام اور شان سے آپ بخوبی واقف ہیں جہاں فرشتوں کی ڈیوٹیاں لگتی ہیں۔ صبح و شام فرشتوں کا آنا جانا لگتا ہے۔ لاکھوں، اربوں، کھربوں، مومنین ہمہ وقت درود و سلام کے نذرانے بھیجتے رہتے ہیں آپ جواب باکمال سے مشرف فرماتے رہتے ہیں۔ آپ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ مگر عام لوگوں کو وہ جواب سنائی نہیں دیتا۔ محبوب کریم کے ذکر سے ہر قسم کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل ہوتی ہے ہر قسم کے غم اور مصیبتیں بھول جاتی ہیں۔ اسی طرح تیسرے شعر میں بھی عام لوگوں کے احوال کا ذکر ہے۔ ورنہ بے شمار احادیث مبارک میں حیات الانبیاء کو بیان کیا گیا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان اشعار کی شرح اس شعر میں بیان فرمائی ہے۔

شرح شعر:

اس شعر کی شرح بیان کرتے ہوئے الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری (مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور) لکھتے ہیں کہ:

اے میرے آقا! قسم بخدا! آپ زندہ ہیں۔ ہاں ہاں (آپ کو مردہ کہنے والے خود مردہ ہیں) میرے آقا اللہ کی قسم! آپ

زندہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ نبی اپنی قبروں میں بھی زندہ ہوتے ہیں تبھی تو معراج کی رات تمام نبیوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا فرمائی، موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)
(شرح کلام رضافی نعت المصطفیٰ المعروف شرح حدائق بخشش ص428)

نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں:

یہ حقیقت بھی ہے کہ اگر کوئی چیز نظر نہ آئے تو اس کی حقیقت سے انکار کر دینا حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے مثلاً ایمان ہے مگر ہم دیکھ نہیں سکتے۔ ہر انسان کے کاندھوں پہ فرشتے ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے مگر کسی کو نظر نہیں آتا مفتی غلام حسن قادری صاحب مدظلہ العالی نے کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ باقی رہا یہ کہ پھر نظر کیوں نہیں آتے تو کیا باقی ہر شے موجود ہونے کے باوجود نظر آتی ہے؟ کیا ہوا، ایمان، عقل، نکیرین جو ہر انسان کے کندھوں پر بیٹھے ہیں نظر آتے ہیں؟ تو جب غلام نظر نہیں آتے تو آقا کیسے نظر آئے میرے آقا آپ نے صرف میری ظاہری آنکھ سے پردہ کیا ہے دل آپ ہی کے نور سے آباد ہیں۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

(شرح کلام رضافی نعت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم المعروف شرح حدائق بخشش ص428)

☆......☆......☆

ولید بن مغیرہ کو سرزنش

(۱) دُنِی بِالْعَظِیْمِ الْوَلِیْدُ ۔۔۔ فَقُلْتُ اَنَا ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ
(۲) اَنَا ابْنُ الْمُبَجَّلِ بِالْاَبْطَحَیْنِ ۔۔۔ وَبِالْبَیْتِ مِنْ سَلَفِیْ غَالِبٍ
(۳) فَلَا تَحْسَبَنِّیْ اَخَافُ الْوَلِیْدَ ۔۔۔ وَلَا اَنَّنِیْ مِنْهُ بِالْهَائِبِ
(۴) فَیَا ابْنَ مُغَیْرَةَ اِنِّیْ امْرُؤٌ ۔۔۔ شَمُوْخُ الْاَنَامِلِ بِالْاَقَاضِبِ
(۵) طَوِیْلُ اللِّسَانِ عَلَی الشَّانِئِیْنَ ۔۔۔ قَصِیْرُ اللِّسَانِ عَنِ الصَّاحِبِ
(۶) خَسِرْتُمْ بِتَکْذِیْبِکُمْ لِلرَّسُوْلِ ۔۔۔ تَعِیْبُوْنَ مَالَیْسَ بِالْعَائِبِ
(۷) وَکَذَّبْتُمُوْهُ بِوَحْیِ السَّمَآءِ ۔۔۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْکَاذِبِ

☆یُھَدِّدُنِی۔ تہدید سے بمعنی ڈرانا ☆بَیْت۔ مراد خانہ کعبہ ☆هَائِب۔ خوفزدہ ☆قَاضِب۔ قُضُبْ کی جمع یعنی تیز تلوار ☆طَوِیْلُ اللِّسَانِ۔ لمبی زبان والا یعنی سخت جواب دینے والا ☆شَانِئِیْنَ۔ دشمنوں ☆قَصِیْرُ اللِّسَانِ۔ چھوٹی زبان والا مراد نرمی سے گفتگو کرنے والا ☆خَسِرْتُمْ۔ تم خسارے میں رہے ☆تَکْذِیْبِکُمْ۔ تم نے جھٹلایا ☆تَعِیْبُوْنَ۔ تم عیب لگاتے ہو

☆مَالَیْسَ بِالْعَآئِبِ۔ جس میں کچھ عیب نہیں ☆کَذَّبْتُمُوْہُ۔ تم نے اسے جھٹلایا

(1) ولید مجھے عظیم مصیبت سے ڈراتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ابوطالب کا لخت جگر ہوں (میں تیری دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں)

(2) میں اس شخصیت کا لخت جگر ہوں جسے بطحاء اور کعبہ شریف میں معزز سمجھا جاتا ہے میرے بزرگ غالب کے خاندان سے ہیں۔

(3) پس یہ تصور بھی نہ کر کہ میں ولید سے ڈر جاؤں گا اور (نہ میں اس سے ڈرتا ہوں) اور نہ ہی اس سے ڈروں گا۔

(4) پس اے مغیرہ کے بیٹے میں وہ شخص ہوں جس کی انگلیاں (ہر وقت) تیز تلوار قبضے میں رکھتی ہیں یعنی ہر وقت دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار رہتا ہوں۔

(5) میں دشمنوں کو سختی سے جواب دینے والا ہوں اور دوست احباب سے نرم مزاجی سے بات چیت کرنے والا ہوں۔

(6) تم خسارے میں رہے کیونکہ تم نے پیغمبر کو جھٹلایا حالانکہ جس ذات میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں تم نے اس ذات پہ عیب لگانے کی ناکام کوشش کی۔

(7) آپ پہ آسمان سے وحی کے نزول کا انکار کیا خبردار سنو جھوٹے پہ اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

مطلب:

ولید مجھے ایک عظیم مصیبت سے ڈراتا دھمکاتا ہے مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی دھمکیاں مجھے ڈرا نہیں سکتیں میں نے اسے بتلا دیا کہ خبردار میں تیری دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں میں ابوطالب کا لخت جگر ہوں۔ (کہ تم بڑے بڑے کفار ایک طرف تھے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری میں صرف حضرت ابوطالب تھے گویا آپ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں ایسے نڈر اور بہادر باپ کا بیٹا ہوں اس لیے میں تجھ سے ڈرنے والا نہیں) میرے والد گرامی کو بطحاء شریف اور کعبہ شریف میں معزز سمجھا جاتا ہے میرے بزرگ غالب کے خاندان سے ہیں۔

غالب:

غالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں ہو گزرے ہیں ابن ہشام نے آپ کا نسب نامہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب (آپ کا اصل نام شیبہ) بن ہاشم (اصل نام عمرو) بن عبد مناف (اصل نام المغیرہ) بن قصی (اصل نام زید) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (اصل نام عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد (بعض کے نزدیک اُدَد) بن مُقَوِّم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن۔

(سیرت ابن ہشام کامل اردو ترجمہ جلد اول ص 21)

بقیہ اشعار کا مطلب:

میں ولید سے ڈرنے والا نہیں ہوں یہ تو تصور بھی نہ کر کیونکہ میں ڈرنے والا نہیں۔ اے مغیرہ کے بیٹے! میں تو خود تلوار کا دھنی ہوں ہر وقت تیز تلوار کے قبضے پہ میری انگلیاں رہتی ہیں یعنی میں ہمہ وقت تیاری پوزیشن میں رہتا ہوں۔ دشمنوں کے مقابلے میں نہایت سخت ہوں میری یہ سختی صرف دشمنوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ دوستوں کے معاملے میں سخت نہیں بلکہ نرم مزاج ہوں۔

اے ابن مغیرہ! تم نقصان میں رہے کیونکہ تم نے مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ (حالانکہ پورے عرب میں آپ ہی وہ واحد ذات ہیں کہ جنہیں اپنے تو اپنے بیگانے بھی دوست تو دوست دشمن بھی آپ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے آپ کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہتے ہو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کا عیب نہیں تم نے اس ذات کو بھی نہ چھوڑا اور آپ پر عیب لگانے کی ناکام کوشش کی۔ اس کا آپ کی ذات پہ کوئی اثر نہیں ہاں (آپ پہ عیب لگانے والوں کو ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی۔ تم نے اس کا انکار کیا اور جھٹلایا۔ اس جھٹلانے کے سلسلے میں تم ہی کاذب اور جھوٹے ہو۔ لعنۃ اللہ علی الکذبین ○ جھوٹوں پہ اللہ کی لعنت۔

ولید بن مغیرہ کی حیرانی:

جوں جوں مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا اثر ہونے لگا تو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ کفار مکہ مسلمانوں کو ایذائیں دینے لگے اور دین سے برگشتہ کرنے کے لیے تدبیریں کرنے لگے۔ ایام حج قریب آئے سیرت النبی کامل ابن ہشام میں ہے کہ:

ولید بن المغیرہ کے پاس قریش کے چند لوگ جمع ہوئے کیونکہ وہ ان سب میں زیادہ سن رسیدہ تھا۔ حج کا زمانہ قریب آ چکا تھا ولید نے ان سے کہا۔ اے گروہ قریش! یہ لو زمانہ حج تو قریب آ چکا ہے عنقریب عرب کے مہمان تمہارے پاس آئیں گے۔ انہوں نے تمہارے اس دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال تو سن ہی لیا ہے پس تمہیں چاہیے کہ اس کے متعلق ایک متحدہ رائے قرار دے لو ایسا نہ ہو کہ تم میں باہم اختلاف ہو۔

کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے اور ایک دوسرے کی بات کارد کرنے لگو۔

انہوں نے کہا: اے ابو عبد شمس! تمہیں کچھ کہو اور ہمارے لیے ایک ایسی رائے دو کہ ہم وہی کہیں۔

اس نے کہا: نہیں تمہیں کچھ کہو میں سنتا ہوں۔

انہوں نے کہا: ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہے۔

اس نے کہا: نہیں...... واللہ! وہ کاہن نہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ وہ کاہنوں کا گنگنانا یا کاہنوں کی قافیہ پیمائی نہیں۔

انہوں نے کہا: تو ہم اسے دیوانہ کہیں گے۔

اس نے کہا: نہیں...... وہ دیوانہ بھی نہیں۔ ہم نے جنونیوں کو دیکھا ہے اور اسے جانتے ہیں اس کی حالت اختناق کی نہیں۔ نہ اختلاج کی سی اور نہ شیطانی وسوسے کی سی کیفیت ہے۔

انہوں نے کہا: تو ہم اسے شاعر کہیں گے۔

اس نے کہا: وہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شعر کے تما م تمام رجز و ہزج و قریض و مقبوض و مبسوط کو جانتے ہیں وہ شعر بھی نہیں۔

انہوں نے کہا: تو جادوگر کہیں گے۔

اس نے کہا: وہ جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے بڑے بڑے جادوگر اور ان کے جادو دیکھے ہیں اس میں نہ ان کا سا پھونکنا ہے نہ ان کی سی گرہیں ہیں۔

انہوں نے کہا: اے ابوعبد شمس! پھر کیا کہیں؟

اس نے کہا: واللہ! اس کی بات میں ایک قسم کی شیرینی ہے۔ اس کی جڑیں بہت شاخوں والی یا زیادہ پانی والی ہیں یا زمین سے چمٹی ہوئی مستحکم ہیں۔ اس کی شاخیں پھلوں والی ہیں تم ان تمام باتوں میں سے جو کہو گے اس کا جھوٹ ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ ہاں صحت سے قریب تر بات یہ ہے کہ اس کے متعلق کہو کہ وہ جادوگر ہے۔ ایک جادو بھرا کلام لے کر آیا ہے جس کے ذریعے سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، میاں بیوی، فرد اور خاندان کے درمیان تفرقہ ڈالتا ہے۔ غرض سب کے سب اس بات پر متفق ہو کر اِدھر اُدھر چلے گئے جب حج کے زمانے میں لوگ آنے لگے تو یہ لوگ ان لوگوں کے راستوں پر بیٹھ جاتے جو شخص پاس سے گزرتا اسے آپ سے ڈراتے اور آپ کا حال اس سے کہتے۔ (سیرت ابن ہشام) (اردو ترجمہ جلد اول ص 276-285)

ولید بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی مذمت:

اس لیے اللہ تعالیٰ نے الولید بن مغیرہ اور ان حالات کے متعلق یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۙ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۙ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۙ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۙ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ؕ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ (پ 29 سورۃ المدثر 11 تا 17)

ترجمہ: اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے وسیع مال دیا اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے اور اس کے لیے خوب تیاری کر دی پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں ہرگز نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف۔ قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

شانِ نزول:

یہ آیت ولید بن مغیرہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی وہ اپنی قوم میں وحید کے لقب سے ملقب تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ (پ 29 سورۃ المدثر 17 تا 26)

قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی تو اس پر لعنت ہو

کیسی ٹھہرائی۔ پھراس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی پھر نظر اٹھا کر دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔ کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنساتا ہوں۔ (کنزالایمان شریف)

فائدہ:

ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ: امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اسے قرآن پڑھ کر سنایا تو اس نے اسے خوب نرم کر دیا۔ یہ خبر ابو جہل کے پاس پہنچی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہا اے میرے چچا! بلاشبہ تیری قوم یہ ارادہ رکھتی ہے کہ وہ تیرے لیے مال جمع کریں تا کہ وہ مال تجھے دے سکیں کیونکہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا ہے تا کہ تو جو کچھ اس سے پہلے تھا اس سے اعراض کرے۔

تو ولید نے کہا: تحقیق قریش جانتے ہیں کہ میں ان کی نسبت زیادہ اور وافر مال رکھتا ہوں تو ابو جہل نے کہا تو پھر اس کے بارے میں ایسی بات کہو جو تیری قوم تک پہنچے تو وہ یقین کرلیں کہ تو بلاشبہ منکر ہے۔ یا پھر تو اسے انتہائی ناپسند کرتا ہے۔

اس نے کہا: میں اس کے بارے میں کیا کہوں؟ قسم بخدا! تم میں سے کوئی آدمی بھی جو شعر کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہو اور نہ ہی کوئی شعر کے رجز اور اس کے قصیدہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہو۔ اور نہ ہی شاعر الجن کے بارے کوئی زیادہ واقف ہے۔ قسم بخدا جو کچھ وہ کہتا ہے۔ وہ ان میں سے کسی شے کے مشابہ نہیں ہے اور قسم بخدا اس کا وہ قول جو وہ کہتا ہے انتہائی شیریں حلاوت انگیز ہے اس پر انتہائی حسن اور رونق ہے بلاشبہ اس کی شاخیں پھل دار ہیں اور اس کی جڑیں انتہائی گہری ہیں اور بلاشبہ وہ غالب اور بلند ہے اور اس پر کوئی شے غالب نہیں اور بلاشبہ یہ اپنے ماتحت کو توڑ دیتا ہے۔

ابو جہل نے کہا: تیری قوم تجھ سے راضی نہیں ہوگی یہاں تک کہ تو اس کے بارے میں کچھ کہے۔

ولید نے کہا: سو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کچھ غور و فکر کرلوں پس اس نے سوچ و بچار کی پھر جب غور و فکر کر چکا تو اس نے کہا۔ یہ تو سحر (جادو) ہے جو پہلوں سے چلا آ رہا ہے اور یہ اسے دوسروں سے نقل کر رہے ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا٥

(تفسیر در منثور اردو ترجمہ جلد ششم ص 772-771) مستدرک حاکم کتاب التفسیر ج 2 ص 550 دار الکتب علمیہ بیروت)

فائدہ:

یہاں مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی عظمت بیان ہوئی ہے کہ جسے کافر بھی تسلیم کرتے تھے محض ضد اور ہٹ دھرمی نے انہیں دائرہ اسلام سے دور رکھا۔

☆......☆......☆

ابولہب کو ترک ادب پر سرزنش

(۱) اَبَا لَهَبٍ تَبَّتْ يَدَاكَ اَبَا لَهَبٍ — وَصَخْرَةُ بِنْتُ الْحَرْبِ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ
(۲) خَذَلْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ قَاطِعَ رَحْمِهٖ — فَكُنْتَ كَمَنْ بَاعَ السَّلَامَةَ بِالْعَطَبِ
(۳) لِخَوْفِ اَبِيْ جَهْلٍ فَاَصْبَحْتَ تَابِعًا — لَهٗ وَكَذَاكَ الرَّاسُ يَتْبَعُهُ الذَّنْبِ
(۴) فَاَصْبَحَ ذَاكَ الْاَمْرُ عَارًا يُهِيْلُهٗ — عَلَيْكَ حَجِيْجُ الْبَيْتِ فِيْ مَوْسَمِ الْعَرَبِ
(۵) وَلَوْلَا اَنْ عَنْ بَغْضِ الْاَعَادِيْ مُحَمَّدٌ — لَحَانِيْ ذَوُوْهُ بِالرِّمَاحِ وَبِالْقَضْبِ
(۶) وَلَنْ يَّشْمَلُوْهُ اَوْيُصَرَّعَ حَوْلَهٗ — رِجَالٌ مِّلَاءٌ بِالْحُرُوْبِ ذُوْحَسَبِ

☆تَبَّتْ۔ ٹوٹ جائیں☆یَدَاكَ۔ تیرے ہاتھ☆حَمَّالَةِ۔ اٹھانے والی☆خَذَلْتَ۔ تم نے چھوڑا☆قَطِعَ رَحْمِهٖ۔ تم نے قطع رحم کیا☆اَلسَّلَامَةَ۔ سلامی☆عَارٌ۔ ننگ، باعث شرم☆حَجِيْج۔ حجاج☆اَعَادِی۔ اعداء، دشمن، مخالف☆بِالرِّمَاح۔ نیزوں کے ساتھ☆قَضْب۔ تیز تلوار☆شمل۔ چھا جانا بمعنی پچھاڑنا☆حَوْلَهٗ۔ آپ کے اردگرد☆يُصَرَّعَ۔ وہ لوگ پچھاڑ دیئے جائیں☆ذوحسب۔ خاندانی☆حُرُوْب۔ حرب کی جمع لڑائیاں، لڑائیوں

(1) اے ابولہب ٹوٹ جائیں تیرے ہاتھ ابولہب اور اس کے ساتھ ساتھ صخرہ بنت حرب کے بھی ہاتھ ٹوٹ جائیں جو کہ لکڑیاں اٹھا کر لانے والی ہے۔

(2) تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی کو چھوڑا اور رشتے داری کو بھی چھوڑ دیا۔ پس تم اس جیسے ہوئے جس نے سلامتی کو ہلاکت کے بدلے فروخت کر دیا۔

(3) ابوجہل سے ڈر کی وجہ سے تو اس کا ماتحت ہوا جیسے دم سر کی ماتحت ہوتی ہے۔ تو بھی اسی طرح ابوجہل کے تابع ہو گیا۔

(4) یہ ایسی ذلت والی بات ہے کہ جسے کعبہ شریف کے حاجی حج کے دور میں ہمیشہ تیری طرف منسوب کیا کریں گے۔

(5) اگر (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی دشمنی (کی وجہ سے) نرمی اختیار کرتے تو وہ دشمن مجھے نیزوں اور تلواروں سے قتل کر دیتے۔

(6) وہ انہیں زیر نہیں کر سکتے یہاں تک کہ ان کے اردگرد کے لوگ شہید نہ کر دیئے جائیں جو جنگوں میں تجربہ کار اور حسب نسب والے ہیں۔ (یعنی تیرے جیسے ڈرپوک نہیں)

ابولھب کی مذمت:

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابولہب کی مذمت بیان کی ہے قرآن مجید میں رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ o مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ o سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ o وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ o فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ o (پ۳۰)

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور تباہ ہو ہی گیا اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔ (کنزالایمان)

شان نزول:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی تو ہر طرف سے لوگ آئے اور حضور نے ان سے اپنے صدق وامانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا:

اِنِّيْ نَذِيْرٌ بَيْنَ يَدَعا عَذَابٍ شَدِيْدٍ

اس پر ابولہب نے حضور سے کہا تھا کہ تباہ ہو جاؤ کیا تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا اس پر یہ سورت شریفہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا۔

فائدہ:

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ ہے یہ عبدالمطلب کا بیٹا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا بہت ہی گورا خوبصورت آدمی تھا اسی لیے اس کی کنیت ابولہب ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تفسیر درمنثور میں یہی بیان فرمایا ہے کہ ابولہب بہت خوبصورت تھا خوبصورتی کی وجہ سے ہی ابولہب مشہور تھا۔

ابو لھب کی بیوی کا انجام:

ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن امیہ تھیں ان کے متعلق حضرت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ابوسفیان کی بہن جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عناد وعداوت رکھتی تھی اور باوجود یکہ بہت دولت مند اور بڑے گھرانے کی تھی لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں انتہا کو پہنچی تھی کہ خود اپنے سر پر کانٹوں کا گٹھا لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں ڈالتی، کہ حضور کو اور حضور کے اصحاب کو ایذا و تکلیف ہو اور حضور کی ایذا رسانی اس کو اتنی پیاری تھی کہ وہ اس کام میں کسی دوسرے سے مدد لینا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔

ایک روز یہ بوجھ اٹھا کر لا رہی تھی کہ آرام کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی ایک فرشتے نے بحکم الٰہی اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا وہ گرا اور اس سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مرگئی۔

مطلب دیگر اشعار:

ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ ابولہب نے صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اختیار کی۔ اس کے یہ غلط راستہ اختیار کرنے نے ہی اسے ڈبو دیا گویا اس نے سلامتی فروخت کر کے اس کے بدلے تباہی و بربادی اور ہلاکت خریدی۔ آپ کا خاندان بہادر ہے مگر ابولہب نے اپنے خاندان کے وقار کا بھی لحاظ نہ کیا ابوجہل سے ڈر کر

اس کی اطاعت کی جیسے دم سر کے تابع ہوتی ہے۔ یہ سب معاملہ تیری بدنامی کا باعث ہے۔ سبھی مخالفین مل کر بھی مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پہ غالب نہیں آسکتے بلکہ ان کی تباہی و بربادی کے خواب دیکھنے والے احمق ہیں یہ لوگ اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید نہ کر دیا جائے اور ان تمام کو شہید کرنا اتنا آسان نہیں کیونکہ وہ بھی جنگوں کا خوب تجربہ رکھنے والے ہیں اور بڑے حسب و نسب والے ہیں۔

☆......☆......☆

غزوہ بدر میں ولید کو خطاب

(۱) تَبًّا وَّ تَعْسًا لَّکَ یَا ابْنَ عُتْبَةَ　　اَسْقِیْکَ مِنْ کَاسِ الْمَنَایَا شَرْبَةً

وَلَآ اُبَالِیْ بَعْدُ ذَاکَ غِبَّةً

☆تَبًّا۔ تباہی ☆تَعْسًا۔ بربادی ☆اَسْقِیْکَ۔ میں تجھے پلاؤں گا ☆کَاسِ الْمَنَایَا۔ موت کے پیالے ☆لَآ اُبَالِیْ۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں ☆غِبَّةً۔ انجام کار

(1) اے عتبہ تیرے لیے تباہی و بربادی ہو میں تجھے موت کے پیالے سے ایک گھونٹ پلاؤں گا۔ اور پھر میں اس کے بعد کے انجام کی فکر نہیں کروں گا۔ جو کچھ بھی سامنے آیا دیکھا جائے گا اس کی پرواہ نہیں۔

مطلب:

ولید کے غزوہ بدر میں قتل ہونے سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے عتبہ کے بیٹے! (ولید) دنیا میں تیرا جو حشر ہو سو ہو تیرے کرتوت ایسے ہیں کہ اللہ کرے بعد از مرگ بھی تجھے سکون میسر نہ آئے بلکہ تیرے لیے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی تباہی و بربادی ہو۔ موت کے پیالے سے ایک گھونٹ میں تجھے پلا دوں گا اس کے بعد تیرے انجام کی بالکل پرواہ نہیں کروں گا۔ کیونکہ کافروں کا انجام انتہائی بھیانک ہوگا۔

کفار کا انجام

کفار کی مدد نہیں ہوگی:

فَمَنْ یُّجِیْرُ الْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

(پ29 سورۃ الملک 28)

جہنم میں کفار کی حالت:

رب کائنات کی طرف سے حکم ہوگا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ لا ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۝ لا ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

فَاسْلُكُوْهُ ۞ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۞ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۞ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۞ لَّا يَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۞

(پ29 سورۃ الحاقہ 30 تا 37)

اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں دھنساؤ۔ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرودو بے شک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا تھا تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار۔ (ترجمہ کنزالایمان)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن مدد نہ ہونا اور کوئی دوست نہ بننا کفار کے لیے عذاب ہے اور ایسے امور مسلمانوں کے لیے ثابت کرنے کی کوشش کرنا خلاف قرآن ہے۔ مسلمانوں کی شفاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت ہوں گے۔ مثلاً محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم، ماہ رمضان المبارک، قرآن مجید، اولیائے کرام، کعبہ وغیرہ۔

کافروں کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۞

(پ29 سورۃ الدھر 4)

بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

ظالموں کے لیے درد ناک عذاب:

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۞

(پ29 سورۃ الدھر 31)

اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنزالایمان)

پینے کو کھولتا پانی:

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۞ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۞ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۞ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۞ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۞ جَزَآءً وِّفَاقًا ۞

(پ30 سورۃ النباء 21 تا 26)

بے شک جہنم تاک میں ہے۔ سرکشوں کا ٹھکانا اس میں قرنوں رہیں گے۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے

اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ جیسے کو تیسا بدلا۔ (کنز الایمان شریف)

درد ناک عذاب کی بشارت:

بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

(پ30 الانشقاق 22 تا 24)

بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔

(کنز الایمان شریف)

کفار کے لیے بڑا عذاب:

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ ۝ فَیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ ۝

(پ30 سورۃ الفجر 23-24)

ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔ (کنز الایمان شریف)

کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط
اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ۝

(پ30 سورۃ البینہ 6)

بے شک کافر ہیں۔ کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

(کنز الایمان شریف)

فائدہ:

یہاں کفار کے انجام کے مناظر پہ مبنی چند آیات پیش کرنے کی سعادت کی ہے تفصیلات کے لیے قرآن مجید اور کتب احادیث کا مطالعہ فرمایئے۔

☆......☆......☆

غزوہ احد کے دن ابوسعید بن ابی طلاحہ کے رجزیہ اشعار

(۱) قَدْ قَدِمَتْ بِرَایَۃٍ اَرْبَابُھَا — تَحْفَلِ فِیْھَا دُوْنَھَا اَصْحَابُھَا

(۲) وَلَسْتُ مِنْ اَھْوَالِھَا اَھَابُھَا — وَالصَّیْدُ مِنْ اَرْجَآئِھَا شِھَابُھَا

يَاتِيهِ مِنْ قِسِيِّهَا نُشَّابُهَا

☆اَهْوَالِهَا۔ اس کے خطرات یعنی جنگ کے خطرات،خوف☆شِهَاب۔ لو،لپٹ،وہ ستارہ جوآسمان سے گرتا ہوا دکھائی دیتا ہے،روشن ستارہ،شعلہ،بھڑکتی ہوئی آگ☆يَاتِيهِ۔ جس کے پاس آتے ہیں☆قسی۔ جمع ہے قوس واحد،بمعنی کمان ☆اصحاب۔ صاحب کی جمع،ہم نشیں دوست

(1) تحقیق جھنڈے والے اپنے اپنے جھنڈے لے کر پہنچ گئے ہیں اور ان کے سامنے میدان احد میں اصحاب رایہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔

(2) میں جنگ کے خطرات سے نہیں ڈرتا اور اس کے چاروں طرف سے شکار اس کا شہاب یعنی میں ان کے لیے شعلہ کی مانند ہوں۔

اس کی کمان کے تیر اس کے پاس آتے ہیں۔یعنی اس سلسلے میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔تیر آتے چلے جاتے ہیں اور میں نشانے لگاتا چلا جاتا ہوں،دشمن ان تیروں میں پروئے جاتے رہتے ہیں یہ نہیں کہ محض ایک ہی طرف میرے تیروں کی مار ہوتی ہے بلکہ ہر طرف تیر برستے رہتے ہیں۔

☆......☆......☆

ان کا جواب

(۱) وَالْخَيْلُ جَالَتْ يَوْمَهَا غِضَابُهَا ۔ بِمَرْبَطٍ سِرْبَالُهَا تُرَابُهَا

(۲) وَسْطَ مَنَايَا بَيْنَهَا اَحْقَابُهَا ۔ اَلْيَوْمَ عَنِّي يَنْجَلِي جِلْبَابُهَا

☆غِضَاب۔ غضب کی جمع یعنی غصہ☆مربط۔ رسی،کمند☆جَالَتْ۔ کود پھاند رہے تھے،گھوڑے کود رہے تھے، گھوڑے دوڑ رہے تھے☆اَلْخَيْل۔ گھوڑوں کا گروہ☆خُيُوْلٍ وَاَخْيَالَ۔ الخیل مجازاً سواروں کو بھی کہتے ہیں☆يَنْجَلِي جِلْبَابُهَا۔ اس کی چادر ہٹ جائے گی☆منایا۔ موت☆اَحْقَاب۔ حقب کی جمع،تنگ پٹی

(1) غصے میں لال بھبھوکے بنے ہوئے سوار غزوہ احد کے دن کمند لیے ہوئے گھوڑوں کی تیزی،چستی اور پھرتی کے مظاہرے دکھا رہے تھے اور میدان کی مٹی ان کا لباس بن گئی۔

(2) موت کے درمیان میں گھوڑوں کی پٹی ہے(یعنی موت کے گھیرے میں آئے ہوئے ہیں) آج کے دن مجھ سے اس کی چادر ہٹ جائے گی۔

مطلب:

یعنی کہاں مکۃ المکرمہ اور کہاں مدینۃ المنورہ،کفار اسلام کے خلاف غصے میں لال بھبھوکا بنے ہوئے گھوڑوں پہ سوار آئے ہیں تاکہ اللہ کے نام لیواؤں کو وہ شہادت کے جام پلا کر اپنے نام کے جھنڈے گاڑ دیں۔آتے ہی اپنا رعب ودبدبہ ظاہر کرنے کے

لیے گھوڑوں کی تیزی وچستی اور پھرتی کے مظاہرے کر رہے ہیں اسی میدان کی مٹی ان کا لباس بن گئی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے بلکہ ناکام ہوئے۔ وہ اور ان کے گھوڑے جو غرور کا نشان بنے ہوئے تھے موت کے گھیرے میں آئے ہوئے ہیں۔ آج ان کے رعب اور ان کے غرور و تکبر کی چادر مجھ سے ہٹ جائے گی۔ مسلمانوں کے ذہن سے ان کا خوف جاتا رہے گا۔ ان کا وقار گر جائے گا۔ کیونکہ وہ موت کے منہ میں خود ہی آ کر پھنسے ہیں۔ جب وہ موت کا شکار ہوں گے تو ان پر حقیقت آشکارا ہوگی۔

☆......☆......☆

مدینہ منورہ سے باہر کفار کے قیام اور عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کی حکایت

(۱) اَعَلَیَّ یَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هٰکَذَا — عَنِّیْ وَعَنْهُمْ اَخِّرُوْا اَصْحَابِیْ

(۲) اَلْیَوْمَ یَمْنَعُنِیْ الْفِرَارَ حَفِیْظَتِیْ — وَمُصَمِّمٌ فِیْ الْهَامِ لَیْسَ بِنَابِ

(۳) اَلٰی ابْنُ عَبْدٍ حِیْنَ شَدَّ اَلِیَّةً — وَحَلَفْتُ فَاسْتَمِعُوْا مِنَ الْکَذَّابِ

(۴) اَنْ لَّا یَصُدَّ وَلَا یُهَلِّلَ فَالْتَقٰی — رَجُلَانِ یَضْطَرِبَانِ کُلَّ ضِرَابِ

(۵) فَصَدَدْتُّ حِیْنَ رَاَیْتُهٗ مُتَقَطِّرًا — کَالْجِذْعِ بَیْنَ دَکَادِكَ وَرَوَابِ

(۶) وَعَفَفْتُ عَنْ اَثْوَابِهٖ وَلَوْ اِنَّنِیْ — کُنْتُ الْمُقَطَّرَ بَزَّنِیْ اَثْوَابِ

(۷) عَبَدَ الْحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَاْیِهٖ — وَعَبَدْتُّ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِ

(۸) عَرَفَا ابْنُ عَبْدٍ حِیْنَ اَبْصَرَ صَارِمًا — یَهْتَزُّ اَنَّ الْاَمْرَ غَیْرُ لِعَابِ

(۹) اَرْدَیْتُ عَمْرًا اِذْ طَغٰی بِمُهَنَّدٍ — صَافِی الْحَدِیْدِ مُهَذَّبٍ قَضَّابٍ

(۱۰) لَا تَحْسَبُوْا الرَّحْمٰنَ خَاذِلَ دِیْنِهٖ — وَنَبِیِّهٖ یَا مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

☆فَوَارِسُ۔ سوار☆یَمْنَعُنِیْ۔ وہ مجھے روکتی ہے☆مُصَمِّمٌ فِی الْهَامِ۔ کھوپڑی تک پہنچنے والی تلوار☆حَلَفْتُ۔ میں نے قسم کھائی☆فَاسْتَمِعُوْا۔ لوگوں نے سنا☆کَذَّاب۔ بہت بڑا جھوٹا، بہت زیادہ جھوٹا☆وَلَا یُهَلِّلُ۔ اور وہ آواز بلند نہ کرے گا، مراد بلند آواز سے ایمان کا اظہار نہیں کرے گا☆اَثْوَاب۔ کپڑوں☆سَفَاهَةِ۔ کم عقلی، بے وقوفی☆صَوَاب۔ نیکی، بھلائی، نیک کام، درست عمل☆عَرَفَ۔ پہچان ہوگئی☆اَبْصَرَ۔ دیکھا☆صَارِمًا۔ کاٹنے والی تلوار☆اَرْدَیْتُ۔ رَدِیَ (باب سَمِعَ یَسْمَعُ) سے☆رَدِیَ۔ ہلاک ہونا، کرنا☆رَدِّیْ، الرَّجُلَ۔ ہلاک کرنا (المنجد) میں نے اسے ہلاک کیا☆طَغٰی۔ باغی ہوا☆صَافِی الْحَدِیْدِ۔ صاف لوہے والی☆مُهَذَّب۔ پاکیزہ☆مَعْشَر۔ گروہ☆اَحْزَاب۔ حزب کی جمع یعنی گروہ، مراد کفار کے گروہ☆خَاذِلُ، خَذَال۔ باب یَنْصُرُ۔ اسم فاعل یعنی چھوڑنے والا۔

(1) کیا مجھ پہ سوار ایسے حملہ آور ہوں گے اے میرے ساتھیو! انہیں مجھ سے اور دوسرے مسلمانوں سے ہٹاؤ۔ اور دور کر دو یعنی ان کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔ (اس لیے خوب ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیجیے)

(2) آج مجھے فرار ہونے سے میری حمیت وغیرت روکتی ہے اور میری تلوار جو کھوپڑی تک پہنچنے والی اور بھرپور وار کرنے والی تلوار ہے یعنی میرے فرار ہونے کا خواب نہ دیکھو۔

(3) حملہ کرتے ہوئے ابن عبدود نے بھی قسم کھائی اور میں نے بھی قسم کھائی پس لوگوں نے اس جھوٹے سے اس کا جھوٹ سنا۔ یعنی اس نے یوں ہی ڈینگ ماری ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(4) کہ وہ ہٹے گا بھی نہیں اور نہ ہی ایمان قبول کرے گا۔ پس دونوں مقابلہ کرنے لگے اور خوب لڑے۔

(5) پس میں اس وقت رکا جب میں نے دیکھا کہ وہ درخت کے تنے کی مانند ریگستان اور ٹیلوں کے درمیان (گر) پڑا ہے۔ یعنی اب اس میں لڑنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ اور میدان میں ڈھیر ہو گیا۔

(6) میں نے اس کا لباس نہ اتارا اگر (خدانخواستہ) میں زیر ہو جاتا تو وہ میرے کپڑے ضرور زبردستی اتار لیتا۔ یعنی وہ اپنی کمینگی سے باز نہ آتا۔

(7) وہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے پتھروں کی پوجا کرتا رہا میں عقلمند ہونے کی وجہ سے حضرت محمد کے رب کی عبادت کرتا رہا۔

(8) ابن عبدود نے جب دیکھا کہ تیز کاٹنے والی تلوار کو حرکت کرتے دیکھا تو اسے معلوم ہو گیا کہ یہ معاملہ کوئی (بچوں کا) کھیل تماشہ نہیں ہے۔

(9) جب عمرو نے بغاوت کی تو میں نے اسے صاف مضبوط لوہے والی پاکیزہ تلوار سے قتل کر دیا۔

(10) اے کافرو! اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے متعلق یہ تو گمان بھی نہ کرو کہ وہ اپنے دین متین اور اپنے نبی کو چھوڑ دے گا۔

یہ اشعار غزوہ خندق کے متعلق ہیں۔ غزوہ خندق 5ھ میں ہوئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے خندق کھودی گئی۔ تاریخ طبری میں ہے کہ محمد بن عمر کے قول کے مطابق سلمان نے آپ کو خندق بنانے کا مشورہ دیا تھا اور یہی پہلی جنگ ہے جس میں وہ آزادی کی حیثیت سے رسول اللہ کے ساتھ شریک ہوئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم ایران میں تھے وہاں جب کبھی گھر جاتے تو اپنے گرد خندق بنا لیا کرتے تھے۔

(تاریخ طبری اردو ترجمہ ج2 صفحہ 212)

اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار جبکہ کافر اس میں دس ہزار تھے۔

مطلب اشعار:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار مسلمانوں کے خاتمے کے لیے اکثر کفار کو ملا کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں کے مقابل کافر تین گنا سے بھی زیادہ تھے۔ غزوہ خندق کی کیفیت ان اشعار میں بیان کی ہے کہ کفار مسلمانوں پہ حملہ آور ہوئے۔ حملہ آور ہوتے ہوئے عمرو بن عبدود نے قسم کھائی اور میں نے بھی قسم کھائی۔ عمرو بن عبدود نے یہ بھی کہا کہ وہ پیچھے نہیں ہٹے گا اور نہ ہی مسلمان ہوگا۔

مقابلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور مسلمان اسی طرح خندق میں مقیم رہے دشمن نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا کوئی لڑائی نہیں ہوئی البتہ قریش کے چند دلاور شہسوار جن میں بنو عامر بن لوی عمرو بن عبدود بن ابی قیس، عکرمہ بن ابی جہل المخزومی، ہبیرہ بن ابی وہب المخزومی، نوفل بن عبداللہ اور بنو محارب بن فہر کا ضرار بن الخطاب بن مرداس تھے لڑائی کے لیے زرہ بکتر پہن کر اپنے گھوڑوں پر میدان جنگ میں برآمد ہوئے یہ بنو کنانہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ کہ تم آج معلوم ہو جائے گا کہ کون جواں مرد ہے۔ یہ خندق کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ کر ٹھہر گئے خندق کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اس میں ضرور کوئی بھید ہے اور چال ہے۔ عرب تو اس قسم کی چالیں نہیں چلا کرتے تھے پھر انہوں نے خندق کا ایک تنگ مقام دیکھ کر اپنے گھوڑے اس پر سے کدوا دیئے اور خندق کے ادھر سبخہ میں خندق اور سلع کے درمیان جولانی کرنے لگے۔

حضرت علیؓ اور عبدود کا مقابلہ:

حضرت علی بن ابی طالب چند مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ پر نکلے اور انہوں نے خندق کا وہ حصہ جہالت سے یہ کود کر آئے تھے اپنے قبضہ میں لے کر ان کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا اب پھر قریش کے شہسوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس جماعت کی طرف لپکے۔

عمرو بن عبدود (غزوہ) بدر میں لڑا تھا اور سخت زخمی ہو گیا تھا اس لیے وہ احد کی لڑائی میں شریک نہیں ہوا تھا مگر آج خندق کی لڑائی میں اپنے کو دکھانے کے لیے وہ سر پر پٹی باندھ کر میدان میں آیا جب وہ اور اس کا رسالہ ٹھہر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا۔ اے عمرو! تم ہمیشہ اللہ کے سامنے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر قریش کا کوئی شخص میرے سامنے دو باتیں پیش کرے گا تو میں ان میں سے ایک ضرور مانوں گا۔

اس نے کہا: ہاں میرا یہی عہد ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا اب میں تجھ کو اللہ عزوجل، اس کے رسول اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

اس نے کہا: میں نہیں مانتا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تو پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ گھوڑے سے نیچے آؤ۔

اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! یہ کیوں بخدا میں نہیں چاہتا کہ تم کو قتل کروں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر بخدا میں چاہتا ہوں کہ تم کو ضرور قتل کروں۔

اس جملہ کو سن کر اس کو جوش آ گیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے کود پڑا پھر اس نے اس کو ذبح کر دیا یا اس کے منہ پر تلوار ماری اور اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر بڑھا۔ ایک دوسرے پر پینترے بدل بدل کر وار کیے آخر کار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ہی اس کا رسالہ شکست کھا کر فرار ہوا اسی حالت فرار میں پھر انہوں نے اپنے گھوڑے خندق پر سے کدائے۔ عمرو کے ساتھ دو شخص اور منبہ بن عثمان بن عبید بن السباق بن عبدلدار جس کے تیر لگا اور مکہ آ کر مرا اور دوسرا ابو مخزوم کا نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ مارا گیا واپسی میں یہ خندق میں گر پڑا۔ وہاں مسلمانوں نے اس پر سنگ باری شروع کی۔ اس نے ان سے کہا اس ذلت کے ساتھ کیوں مارتے ہو تلوار سے کام تمام کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خندق میں اتر کر اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں

نے اس کی لاش پر قبضہ کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی فروخت کی اجازت مانگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں نہ اس کی لاش کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کی قیمت کی۔ اب جو چاہو اس کے ساتھ کرو۔

(تاریخ طبری اردو ترجمہ ج 2 ص 218-217)

فائدہ:

ان اشعار میں کفار کی بری صفات کا بھی آپ نے تذکرہ بیان فرمایا اور آخری شعر میں بیان فرمایا ہے کہ اے کافرو! تم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے متعلق یہ گمان بھی نہ کرو کہ وہ اپنے دین اور نبی کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین متین اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت خود کرتا ہے۔ جیسا کہ بعد میں آندھی وغیرہ کا چلنا، کفار کا بددل ہو کر بھاگ جانا۔ وغیرہ

☆......☆......☆

غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریمؐ سے علم ملنے پہ فخر کا اظہار

(۱) سَتَشْهَدُ لِیْ بِالْكَرِّ وَالطَّعْنِ رَایَةٌ ۔۔۔ حَبَانِیْ بِهَا الطُّهْرُ النَّبِیُّ الْمُهَذَّبُ

(۲) وَتَعْلَمُ اَنِّیْ فِی الْحُرُوْبِ اِذَا الْتَظَتْ ۔۔۔ بِنِیْرَانِهَا اللَّیْثُ الْهُمُوْسُ الْمُجَرَّبُ

(۳) مِثْلِیْ لَا الْهَوْلَ فِیْ مُقْظِعَاتِهٖ ۔۔۔ وَقَلَّ بِهٖ الْجَیْشُ الْخَمِیْسُ الْعَطَبْطَبُ

(۴) وَقَدْ عَلِمَ الْاَحْیَاءُ اَنِّیْ زَعِیْمُهَا ۔۔۔ وَاَنِّیْ لَدَا الْحَرْبِ الْعَذِیْقُ الْمُرَجَّبُ

☆مُجَرَّبُ۔ میں تجربہ کار ہوں ☆اللَّیث۔ شیر، مکڑی، طاقت، سختی، خوش بیان ☆بَلِیغ۔ مراد طاقتور شیر ☆حَمُوْس، هَمَسَ۔ سے باب ضَرَبَ یَضْرِبُ۔ بمعنی آہستہ آہستہ اور اطمینان سے چلنے والا ☆لَاقِی۔ ملاقات کرتا ہے کود پڑتا ہے چھلانگ لگا دیتا ہے ☆هَوْلَ۔ خطرات، خوف، ڈر، اندیشہ، اضطراب گھبراہٹ ☆مُقْظِعَات۔ اگر یہ لفظ قَظُعَ باب کَرُمَ یَكْرُمُ سے ہو تو معنی ہوں گا قباحت بڑھ جانا، قباحت میں حد سے گزر جانا تو پھر معنی ہوگا میرے جیسا شخص مصائب و خطرات حد سے بڑھ کر ہوں تو پھر چھلانگ دیتا ہے، اگر لفظ قَظِعَ (باب سَمِعَ یَسْمَعُ) سے تسلیم کیا جائے تو اس کا معنی ہوگا جب مصائب و خطراب کا برتن بھر جاتا تو پھر بھی میرے جیسا شخص اس میں چھلانگ لگا دیتا ہے یعنی بے شمار مصائب و خطراب سے بھی نہیں گھبراتا ☆جَیْشَ۔ لشکر ☆خَمِیس۔ پانچ ☆جَیْشُ الْخَمِیْس۔ پانچ رکنی لشکر یعنی مقدمہ، میمنہ، میسرہ، ساقہ، قلب ☆مُهَذَّب۔ پاکیزہ ☆زَعِیْمُهَا۔ میں ان کا سردار ہوں ☆حَرْب۔ جنگ ☆اَلْحَرْبِ الْعَذِیْقُ۔ العذق سے عذیق بروزن فعیل ☆عَذْق۔ کھجور کا درخت جمع ہے، بمعنی سہارا یعنی جنگ کے وقت میں ہی سہارا ہوتا ہوں اور عَذِقُ کا معنی ہے ہوشیار یعنی جنگ کے وقت میں نہایت ہوشیار ہوتا ہوں میری نظر پورے لشکر پر ہوتی ہے جہاں بھی ضرورت محسوس کرتا ہوں وہاں جا کر سہارا بنتا ہوں

(1) عنقریب میرے حملے اور نیزہ بازی کی گواہی وہ جھنڈا دے گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا یعنی جب وہ جھنڈا فتح کے باعث لہرائے گا۔

(2) تجھ پہ یہ حقیقت جلد ہی آشکارا ہو جائے گی کہ جب جنگ کی آگ جو بن پر ہوتی ہے تو میں اس وقت بھی مطمئن حالت میں چلنے والے شیر کی مانند ہوتا ہوں۔

(3) میرے جیسا انسان اس وقت بھی خطرات میں چھلانگ لگا دیتا ہے جب اس کے پاس ہلاک کرنے والے پانچ رکنی لشکر کی کمی لاحق ہو جاتی ہے۔

(4) تحقیق قبیلے اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور بے شک میں جنگ جیسے آڑے وقت میں بھی کام نکالنے والا اور فائدہ مند ہوتا ہوں۔

غزوہ خیبر:

یہ اشعار اور ان کے بعد والے اشعار غزوہ خیبر کے متعلق ہیں۔ مسلمان مجاہدین غزوہ خیبر کے موقع پر قلعہ ناعم کا محاصرہ کئی روز تک کیے رکھا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

حدیث شریف:

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسَلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجْعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا قَالَ اَنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَ اَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔

(متفق علیہ مشکوٰۃ شریف، باب مناقب علی بن ابی طالب فصل اول حدیث نمبر 828ھ)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا کہ میں کل کو یہ نشان ایسے شخص کو دوں گا کہ فتح کرے گا خیبر کے قلعے کو اس کے ہاتھوں پر وہ خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھے گا اور خدا اور اس کا رسول اس کو دوست رکھیں گے۔ جب لوگوں نے صبح کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس حال میں کہ سب صحابہ امید رکھتے تھے کہ ان کی نشان دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا علی کہاں ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ آنکھوں کی تکالیف کی شکایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو ان کے پاس بھیجو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تندرست ہو گئے یہاں تک کہ ان کو کبھی درد ہوا ہی نہیں۔ ان کو نشان دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ان سے لڑوں حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے نرمی پر جاؤ حتیٰ کہ ان کے میدان میں اترو پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی خبر دو جو ان پر لازم ہیں اسلام میں۔ خدا کی قسم! اللہ تمہارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دے دے یہ تمہارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں۔

فائدہ:

حضور کے غلام ابورافع فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خیبر کی جنگ میں تھا آپ کے ہاتھ میں ڈھال تھی دوسرے میں تلوار، یہود خیبر قلعہ سے نکل آئے سخت جنگ ہوئی ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی۔ آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھا لیا اور اسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا۔ خیبر فتح فرمانے کے بعد اسے رکھا ہم سات آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا جن میں بھی تھا مگر ساتوں کے زور سے وہ ہل بھی نہ سکا یہ ہے طاقت حیدری۔

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اسے امام احمد نے باب مناقب میں روایت کیا حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دروازہ خیبر اکھاڑا اور مسلمانوں کو اس پر سے اتار دیا خیبر فتح ہو گیا بعد میں چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا نہ اٹھا سکے بعض روایات میں ہے ستر صحابہ نہ اٹھا سکے۔ حاکم نے اربعین میں حضرت علی سے روایت کی کہ جب حضور کا لعاب میری آنکھ میں لگا میری آنکھیں دُکھنے میں نہ آئیں۔ احمد نے حضرت عبدالرحمٰن، ابن یعلیٰ سے روایت کی کہ حضرت علی گرم کپڑے گرمیوں میں اور ٹھنڈے کپڑے سردی میں پہنتے تھے میں نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب لگایا تو ساتھ میں یہ دعا دی۔ الٰہی علی سے ٹھنڈک اور گرمی دور کر دے اس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ گرمی۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج8 ص417-416 بحوالہ مرقات)

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کے موقع پر علم ملنے کی وجہ سے ایک سعادت کے حاصل ہونے پر ایک حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔

☆......☆......☆

جنگ خیبر کے موقع پر مرحب کی متکبرانہ گفتگو

(۱) قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّىْ مَرْحَبٌ ۔۔۔ شَاكِى السَّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ

(۲) اِذَا لُلَّيُوْثُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ ۔۔۔ فَاحْجَمَتْ عَنْ صَوْلَتِىْ الْمُحَجَّبُ

(۳) خِلْتَ حِمَاىَ اَبَدًا لَّا يَقْرُبُ ۔۔۔ اَطْعَنَ اَحْيَانًا وَّ حِيْنًا اَضْرِبُ

(۴) اِنْ غُلِبَ الدَّهْرُ فَاِنِّىْ اُغْلَبُ ۔۔۔ وَالْقِرْنُ عِنْدِىْ بِالدِّمَآءِ مُخَضَّبُ

☆عَلِمَتْ۔ جانتا ہے☆شَاكِى السَّلَاحِ۔ ہتھیار بند، ہتھیاروں سے لیس☆بَطَلٌ۔ بَطَلَ۔ باب☆كَرُمَ يَكْرُمُ۔ سے بمعنی بہادر، وغیرہ☆مَجَرَّبٌ۔ تجربہ کار☆اللَّيُوْثِ۔ جمع ہے اس کا واحد الليث۔ شیر☆اَقْبَلَتْ، قَبِلَ قَبْلاً۔ (ن) عَلَى الشَّئ۔ کسی چیز کو شروع کرنا، کسی چیز کو لازم پکڑنا☆اَلْمَكَان۔ کسی جگہ کی طرف توجہ کرنا محاورہ☆قَبِلَتِ الْمَاشِيَةُ الْوَادِىَ۔ (مویشی وادی کی طرف متوجہ ہوئے) (المنجد) یہاں بھی مراد متوجہ ہوتے ہیں، متوجہ ہو کر آتے ہیں☆تَلَهَّبُ۔ شعلہ بھڑکاتے ہوئے، شعلہ مارتے ہوئے مراد غصہ میں بھرے ہوئے☆فَاَحْجَمَتْ۔ پس ہٹ جاتے ہیں☆يَقْرُبُ۔ وہ قریب آتا ہے☆اَطْعَنُ۔ میں نیزہ بازی کرتا ہوں☆حِمَاىَ۔ میری آبرو☆غُلِبَ۔ مغلوب کرلیا جائے☆اُغْلَبُ۔ میں غالب رہوں گا☆بِالدِّمَآءِ۔ خون کے ساتھ

(1) تحقیق سارا خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں میں مسلح، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

(2) جب شیر غصے کا اظہار کرتے ہوئے آتے ہیں تو وہ بھی حجب یعنی مرحب کے حملے سے (خوف کھا کر) ہٹ جایا کرتے ہیں۔

(3) تم غور و فکر کرو کہ میری وجاہت ہمیشہ اسی طرح رہتی ہے کوئی بھی اس کے قریب نہیں آسکتا۔ اپنی وجاہت کے لیے میں کبھی نیزہ بازی کرتا ہوں اور کبھی شمشیر زنی کرتا ہوں۔

(4) اگر سارا جہاں بھی زیر کرلیا جائے تو میں پھر بھی غالب رہوں گا اور میرا مقابلہ کرنے والا خون میں لت پت میرے پاس پڑا ہوگا۔

فائدہ:

مرحب نے میدان میں آکر خوب ڈینگیں ماریں مگر عملی طور پر دنیا والوں کے سامنے وہ کچھ پیش کرنے سے قاصر رہا جس کا اظہار اپنی زبان سے کیا۔ کیونکہ جب کفار اور مسلمانوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو کفار سوائے ڈینگیں مارنے کے کچھ نہیں کرسکتے۔

مگر افسوس آج کے مسلمان پر کہ یہ آپس میں سر پھٹول کررہے ہیں۔ کفار مسلمانوں پہ عرصہ حیات تنگ کرتے جارہے ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ اپنی حقیقت سے آشنا نہ ہونے کی وجہ سے یا کفار سے ڈرتے ہوئے یا ان کے دست نگر ہونے کی وجہ سے ان کے سامنے آواز احتجاج بلند کرنے سے بھی گھبراتے ہیں۔ ارے مسلمانو! حقیقت سمجھنے کی کوشش کرو۔ خدارا عزت سے جینا سیکھے۔

کفار سے ان کی من مانی شرائط پر قرضے حاصل کرنے کی بجائے خود انحصاری سے کام لیجیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ سے سبق لیجیے کہ ایک مسلمان مدنی تاجدار کے پاس کچھ حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے مگر مدنی تاجدار اسے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر گھر میں کچھ ہے تو وہ لاؤ حالانکہ وہ کہتا بھی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس صرف ایک پیالہ ہے اور ایک کمبل ہے جو نیچے بچھا لیتا ہوں مگر آپ خود انحصاری کا سبق دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جاؤ وہی لاؤ اس کی نیلامی ہوتی ہے انہیں پیسوں سے کلہاڑے اور خوراک کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ گزرتا ہے رب کائنات کا اس پہ احسان ہو جاتا ہے اس کا گزران بھی اچھا ہونے لگتا ہے بلکہ کچھ نہ کچھ اکٹھا بھی ہو جاتا ہے۔

مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیک نہ مانگنے کا درس دیا کہ بھیک مانگنے کے دنیا میں بھی نقصانات ہیں اور آخیرت میں بھی۔ بلکہ بھیک مانگنے سے جو نقصان متوقع تھے آخرت میں بھیک کی وجہ سے پیش آنے والا تھا اس کا احساس دلایا، ہمارے حکمران اللہ کرے خود انحصاری کو اپنائے ہوئے ایسی پلاننگ کریں کہ جس سے بیرون ممالک سے قرضہ جات کی کم سے کم ضرورت پڑے بلکہ اخراجات کی کمی کی طرف توجہ کی جائے۔ جن اخراجات کے بغیر ممکن ہو سکے ان کو ختم کر دیا جائے محض واقعی حقیقی ضرورت کو مدنظر رکھ کر خرچ کیا جائے۔ علاوہ ازیں ایسی تمام اشیاء جو محض فیشن کے زمرے میں آتی ہیں اربوں اور کھربوں کی وہ چیزیں بیرون ممالک سے منگواتے ہیں اور اپنا سرمایہ برباد کرتے ہیں اور غیر مسلموں کے دست نگر بنتے ہیں۔ وہ ختم کر دیئے جائیں۔ اس طرح کوشش کی جائے کہ خود انحصاری کو اپنائیں تا کہ غیروں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے اپنی آن گروی رکھ کر اللے تللے کرنے کا کیا فائدہ۔

مسلمان عوام ہوں یا حکمران سبھی کے لیے دعوت فکر ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے محض صحیح ضرورت کو اپنایا جائے خواہ مخواہ کی ضرورتیں پلے نہیں باندھ لینی چاہئیں خصوصاً غیر مسلم جو مسلمانوں کی عزت ختم کرنے پہ تلے ہوئے ہیں ایک وہ وقت تھا کہ مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے کفار جتھوں کے جتھے چڑھ دوڑے تھے مسلمانوں نے اتفاق واتحاد سے کام لیا حق تعالیٰ نے انہیں فتح ونصرت سے نوازا بلکہ ایک وہ وقت بھی آ گیا کہ جذبہ جہاد سے لبریز مسلمان کامیاب ہوئے۔ مکۃ المکرمہ بھی فتح ہو گیا۔ خیبر بھی فتح ہو گیا آج پھر ایک مرتبہ کفار مسلمانوں پہ ہر طرف سے ہر لحاظ سے حملہ آور ہو رہے ہیں ہر جگہ مسلمانوں کو ختم کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی سلطنتوں اور ممالک پہ غاصبانہ قبضہ کر کے کنٹرول سنبھالا جا رہا ہے ایک ہمارے حکمران ہیں کہ چپ سادھے کاسۂ گدائی آگے کیے اپنی آن وعظمت گروی رکھ کے ان کی من پسند شرائط پر قرضے لے رہے ہیں۔ ہماری حالت پہ بعض کفار ممالک کی طرف سے مسلمانوں کو ختم کرنے کے پلان تیار کیے جا رہے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے چومکھی محاذ کھولے ہوئے ہیں۔ ایک طرف میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو ان کی تہذیب وتمدن سے دور کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ انٹرنیٹ پہ نوجوان نسلوں کو خراب کرنے کے اہم پروگرام رکھے گئے ہیں مسلمان نوجوان ہیں کہ دولت دنیا سب کچھ لٹائے جا رہے ہیں۔ ٹی وی ڈش انٹینا اور کیبل کے زہریلے جراثیم کے انجکشن سے مسلمانوں کو مسلمانی کی سمجھ سے بے ہوش کیا جا رہا ہے ہماری حکومتیں این جی اوز کے زیر سایہ اور انگریزوں سے قرضوں کے بوجھ تلے دب کر اپنی زبان سے بھی آنے والی نسلوں کو دور کرنے کا پلان تیار کیا گیا ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ حق کی آواز بلند کرنے کی سعی کرتا ہے تو پہلے تو اس کے خلاف ہر طرف سے برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرائیں ٹرائیں کی آوازیں شروع ہو جاتی ہیں اور اتنی آوازوں میں اس ایک کی آواز دب کے رہ جاتی ہے۔ اگر اس طرح ناکامی معلوم ہونے لگے تو

ہر ممکن طریقے سے اس کا ناطقہ بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آج ہم سے ہمارا لباس چھینا جارہا ہے۔ ہماری آواز پہ ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ ہماری زبان ہم سے چھینی جارہی ہے۔ ہماری تہذیب وتمدن کو بحیرہ عرب میں پھینکا جارہا ہے۔ نام نہاد آزادی کے نام پر مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عالمی سطح پر فضا کو مسموم کیا جارہا ہے تاکہ آنے والی نسلیں حقیقت سمجھ نہ سکیں۔ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خاکے شائع کیے جارہے ہیں اسلام، قرآن اور کعبہ معظمہ کے خلاف بے شمار گھناؤنی سازشیں کی جارہی ہیں کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

☆......☆......☆

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب

(۱) اَنَـا عَلِـيٌّ وَابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ۔۔۔ مُهَـذَّبٌ ذُوْسَطْـوَةٍ وَّذُوْحَسَـبِ
(۲) غُذِيْتُ فِي الْحَرْبِ وَعِصْيَانَ النَّوْبِ ۔۔۔ مِنْ بَيْتِ عِزٍّ لَيْسَ فِيْهِ مُنْشَعِبِ
(۳) وَفِيْ يَمِيْنِيْ صَارِمٌ يَّجْلُوْالْكُرَبْ ۔۔۔ مَنْ يَّلْقَنِيْ يَلْقَ الْمَنَايَاوَالْعَطَبْ

اِذْكَفُّ مِثْلِيْ بِالرُّؤُوْسِ يَلْتَعِبُ

☆مُهَذَّبٌ۔ پاکیزہ ☆ذُوْسَطْوَةٍ۔ رعب والا، دبدبے والا، شان شوکت والا، قہر والا ☆ذو غضب۔ غصے والا، غضبناک ☆غُذِيْتُ۔ میری پرورش ☆عِصْيَان۔ پرواہ نہ کرنا، عصیان کو گناہ محض اس لیے کہا جاتا ہے کہ گناہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پرواہ نہیں کی جاتی ہے، اب پرواہ نہ کرنا اگر اللہ جل جلالہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوبانِ بارگاہِ حق کے مقابل ہو تو یہ پرواہ نہ کرنا انتہائی نقصان دہ عمل ہوگا اور اگر یہی پرواہ نہ کرنا دشمنانِ حق تعالیٰ کے مدمقابل ہو تو نہایت اعلیٰ صفت ہوتا ہے کہ ولاتقولوا لمن يُّقْتَلُ فی سبیل اللّٰه اموات بل احیاء و لکن لاتشعرون ☆نَوْب۔ مصیبتوں ☆بَيْتِ عِزٍّ۔ عزت کا گھر ☆يَمِيْنِيْ۔ میرے دائیں ہاتھ ☆صَارِمٌ۔ تیز تلوار ☆كُرَبْ۔ مصائب، مصیبتیں، پریشانیاں ☆يَلْقَنِيْ۔ مجھ سے ملاقات کرے گا، مجھ سے ملے گا ☆رُؤُوْس۔ سروں ☆يَلْتَعِبُ۔ وہ کھیل کرتا ہے۔

(1) میں عبدالمطلب کا بیٹا علی ہوں۔ میں تہذیب یافتہ، شان وشوکت والا اور اعلیٰ خاندان والا ہوں۔

(2) میری نے زندگی جنگ وجدال اور زمانے کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے بے پرواہی میں گزری ہے۔ ایسا عزت والا گھر مبارک کہ جس میں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔

(3) میرے دائیں ہاتھ میں تیز ترین تلوار ہے جو تمام مصیبتوں کا صفایا کر دیتی ہے مجھ سے دشمنی کی نیت سے ملاقات کرنے والا ہر شخص موت اور تباہی وبربادی سے ملاقات کرے گا۔

(4) کیونکہ جب میرا ہاتھ کھیلتا ہے تو سروں سے کھیلتا ہے۔ یعنی میرے ہاتھ کا کھیل ہی یہی ہے دشمنان خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے سر کاٹنا میرا پسندیدہ کھیل ہے۔

فائدہ:

آج بھی میدان جنگ میں جب مسلمان مجاہدین نعرہ تکبیر، اللہ اکبر، نعرہ رسالت، یا رسول اللہ اور نعرہ حیدری، یا علی بلند کرتے ہیں تو کفار کی جان ہی نکل جاتی ہے۔ انتہائی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔ ان کے اجسام کپکپی کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا اور جنگ کے وقت خوف کے باعث عقل ان کا ساتھ نہیں دیتی انتہائی پریشانی میں مبتلا ہو جاتے اسی پریشانی کے عالم میں کرتے کچھ ہوتے ہیں ہوتا کچھ ہے۔ بالآخر ڈری ہوئی بھیڑوں کی مانند لقمہ اجل بنتے ہیں۔ ایسے وقت کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اے کافرو! آج کی جنگ کے دن جو بھی میرے سامنے آئے گا وہ موت کا شکار ہوگا۔ وہ اپنا سر زندہ سلامت لے کر واپس نہ جائے گا۔ کیونکہ جنگ کے دوران میرا ہاتھ دشمنوں کے سروں سے کھیلتا ہے۔ دشمنوں کے سر گاجر مولیوں کی طرح کٹتے چلے جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

خیبر والوں سے شیر خدا رضی اللہ عنہ کا خطاب

(۱) هٰذَا لَكُمْ مِّنَ الْغُلَامِ الْغَالِبِ — مِنْ ضَرْبِ صِدْقٍ وَّ قَضَاءِ الْوَاجِبِ

(۲) وَفَالِقٍ لِّهَامَاتِ وَالْمَنَاكِبِ — اَحْمِي بِهٖ قَمَاقِمَ الْكَتَائِبِ

☆ هَامَاتَ والمناكب۔ کھوپڑیاں اور شانے ☆ غَالب۔ غلبہ پانے والا ☆ غلام۔ لڑکا ☆ صِدقٍ۔ سچائی، سچا، سچی ☆ قضاء الواجب۔ اٹل فیصلہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کے میدان میں بڑے بڑے جنگجوؤں کے سامنے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

(1) یہ واسطے تم پہ غالب آنے والے لڑکے کی طرف سے (پیغام) ہے یعنی سچا بیان اور آخری اٹل فیصلہ ہے۔

(2) سروں کی کھوپڑیاں اور شانے زخمی کرنے والے کی جانب سے ہے اسی ذریعے سے وہ اپنے فوجی سرداروں کی حفاظت کرتا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اے کفار یہ مت سمجھنا کہ شاید مسلمان کمزور ہیں تمہاری ڈینگیں سنتے ہی گھبرا کر بچ جانے میں ہی سلامتی تصور کر کے بھاگ جائیں گے یہ تمہاری بھول ہے۔ جب آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں گے۔ بازوؤں کو آزماؤ گے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

☆......☆......☆

خیبر میں لشکر کفار سے شیر خدا کا خطاب

(۱) هٰذَا لَكُمْ مَعَاشِرَ الْاَحْزَابِ — مِنْ فَالِقِ الْهَامَاتِ وَالرِّقَابِ

(۲) فَاسْتَعْجِلُوْا لِلطَّعْنِ وَالضِّرَابِ — وَاسْتَسْلِمُوْا لِلْمَوْتِ وَالْمَآبِ

(۳) صَيَّرَكُمْ سَيْفِيْ اِلَى الْعَذَابِ — بِعَوْنِ رَبِّي الْوَاحِدِ الْوَهَّابِ

☆رِقَاب۔ گردنوں ☆فَاسْتَعْجِلُوْا۔ پس تم جلد ☆وَالضِّرَابِ۔ شمشیرزنی ☆وَاسْتَسْلِمُوْا۔ اور تسلیم کرلو، مان لو ☆لِلْمَوْتِ۔ موت کے لیے ☆مَعْشَر۔ آدمیوں کا گروہ ☆سیفی۔ میری تلوار ☆بَعَوْن۔ ساتھ مدد ☆رَبِّیْ۔ میرا رب ☆احزاب۔ حزب کی جمع بمعنی گروہ، جماعتیں، فوجیں، لشکر

(1) اے لوگوں کے گروہو! یہ تمہارے لیے کھوپڑیاں اور گردنیں زخمی کرنے والے کی (علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ) طرف سے (پیغام) ہے۔

(2) پس نیزے بازی اور تلواروں کی جنگ کے لیے جلدی کرو نیز اپنی موت اور نتیجہ جنگ کے لیے گردنیں جھکا دو۔ (کیونکہ تم نے حق سے انکار کر کے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر کے اپنی موت کو خود بلایا ہے اس لیے اب موت کے لیے تیار ہو جاؤ)

(3) میری تلوار نے ہی تجھے عذاب تک پہنچایا یہ سب کچھ میرے وحدہٗ لاشریک پروردگار وہاب کی امداد سے ہوا ہے۔

فائدہ:

یعنی تم بے یار و مددگار ہو تمہارا کوئی مددگار نہیں اس لیے تمہاری کثرت بھی قلیل ہے اسی لیے تم زیادہ ہونے کے باوجود شکست سے دوچار ہوتے ہو ہماری مدد وحدہٗ لاشریک کرتا ہے جو علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے اس لیے مسلمان کسی بھی حال میں مایوس نہیں ہوتے۔ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خصوصی انعامات سے نوازتا ہے اس لیے آج میرا یہ پیغام بغور سنو یہ پیغام کسی عام سے بندے کی طرف سے مت سمجھنا بلکہ یہ پیغام کھوپڑیوں اور گردنوں کو زخمی کرنے والے کی طرف سے ہے۔ جلدی تیار ہو کر میدان جنگ میں اترو اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے پورے جوہر دکھاؤ یہ نہ سمجھنا کہ اگر ہم ایسا کرتے تو ایسے ہو جاتا۔ خوب کھل کر مقابلہ کرو اور اپنی موت کی تیاری کرو۔ مرنے کے لیے گردن جھکا دو کیونکہ میری تلوار نے تمہیں عذاب تک پہنچا دیا ہے کیونکہ یہ بات ہمارے رب وحدہٗ لاشریک کی مدد سے ہوئی ہے اس وحدہٗ لاشریک کی طرف سے جو علی کل شیءٍ قدیر ہے۔

☆......☆......☆

ربیع ابن ابی التحقیق الخیبری کو شیر خدا کا خطاب

(۱) اَنَا عَلِیٌّ وَابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَحْمِیْ ذِمَارِیْ وَاَذُبُّ عَنْ حَسَبِ
وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْفَتٰی مِنَ الْھَرَبِ

(1) میں عبدالمطلب کا لختِ جگر علی ہوں۔ میں اپنے مقام اور حسب و نسب کی عزت کی حفاظت کرتا ہوں۔
جوان کے لیے موت بھاگ جانے سے بہتر ہے۔

فائدہ:

یعنی آپ نے ربیع ابن ابی التحقیق الخیبری کو خبردار کیا فرمایا کہ خبردار! کہیں غفلت میں نہ مارکھا جانا میں علی ہوں۔ مکۃ المکرمہ کے سردار حضرت عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔ مجھے معمولی نہ سمجھنا، خبردار میری جسمانی کیفیت دیکھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ تیرے مدمقابل کچھ حقیقت نہیں رکھتا اگر ایسے سمجھ بیٹھا ہو تو یہ خواب کو خیال دل سے نکال دینا کیونکہ میں اپنی عزت اور حسب نسب کی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔

☆......☆......☆

خیبر کے عوام کو شیر خدا کا خطاب

(۱) اَنَا عَلِیٌّ وَابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ مُھَذَّبَ ذُوْاَسْطُوَۃٍ ذُوْحَسَبْ
(۲) قِرْنٌ اِذَا لَاقِیْتُ قِرْنًا لَمْ اَھَبْ مَنْ یَّلْقَنِیْ یَلْقَ الْمَنَایَاوَالْکُرَبْ

☆لَمْ اَھَبْ۔ میں نہیں ڈرتا ☆یَلْقَنِیْ۔ جو مجھ سے ملے گا ☆یَلْقَ۔ وہ ملاقات کرے گا، وہ ملے گا ☆مَنَایَا۔ موت کی جمع ☆کُرَبْ۔ مصائب

(1) میں عبدالمطلب کا لختِ جگر (یعنی پوتا) علی ہوں۔ میں تہذیب یافتہ پاکیزہ، شان و شوکت والا ہوں۔
(2) مدمقابل سے جب ملتا ہوں تو میں ڈرتا نہیں۔ ہاں (میرا مخالف) جب مجھ سے ملاقات کرے گا تو (وہ دراصل) اپنی موت اور مصیبتوں سے ملاقات کرے گا۔

☆......☆......☆

خیبر کے دن مرقد دارمی کا رجز

(۱) اَنَـا الْـغُلَامُ بِـيٌّ عِـنْـدَالـنَّـسَـبِ — اَحْـمِـي جَـوَارِيْ وَاَذُبُّ عَنْ حَـسَـبِ
(۲) وَاَقْتُلُ الْقِرْنَ الْجَرِيَّ عِنْدَ الْغَضَبِ — لِضَّرْبِ وَالطَّعْنِ الشَّدِيْدِ وَانْتَصَبِ

☆غُلَام۔ لڑکا ☆عِنْدَالنسب۔ نسب کے لحاظ سے ☆اَحْمِيْ۔ میں حمایت کرتا ہوں ☆جاری۔ میرا پڑوسی جَرِيْ۔ بہادر ☆عَنْدَالْغَضَب۔ غصے کے وقت ☆وَالطَّعْنِ الشَّدِيْد۔ سخت نیزہ بازی ☆کَرِیم۔ شریف

(1) نسباً میں عربی لڑکا ہوں۔ میں اپنے ہمسائے کی طرفداری کرتا ہوں اور اپنے نسب کا دفاع کرتا ہوں۔
(2) اور غصے میں آجاتا ہوں تو سورماقسم کے مخالف کو شمشیرزنی اور شدید نیزہ بازی کے ساتھ قتل کر دیتا ہوں۔

مَنْ اَنْتَ اِنْ كُنْتَ كَرِيْمًا فَانْتَسِبِ

تم اگر واقعی شریف ہو تو اپنا نسب (میرے سامنے) بیان کرو۔

☆......☆......☆

شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا جواب

(۱) اَنَـا عَلِـيٌّ وَابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ — اَخُوْا لِنَّبِيِّ الْمُصْطَفٰی الْمُنْتَخَبِ
(۲) رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَدْ غَلَبَ — بَيَّـنَـهٗ رَبُّ السَّـمَـآءِ فِـي الْكُتُـبِ
(۳) وَكُـلُّهُـمْ يَـعْـلَـمُ لَا قَوْلٌ كَذِبٌ — وَلَا بِـزُوْرٍ حِيْـنَ يُـدْعٰـي بِـالنَّـسَـبِ
(۴) صَافِي الْاَدِيْمِ وَالْجَبِيْنِ كَالذَّهَبِ — اَلْيَـوْمَ اُرْضِيْـهِ بِـضَرْبٍ وَّ غَـضَـبِ
(۵) ضَـرْبُ غُلَامٍ اِرَبٍ مِّنَ الْعَـرَبِ — لَيْـسَ بِـخَوَّارٍ يُّـرٰی عِنْـدَ النُّـكَـبِ

فَـاثْبُتْ لِضَرْبٍ مِّنْ حُسَامٍ كَـاللَّهَبِ

☆اَخُوالنَّبِی۔ نبی کا بھائی ☆مصطفی المنتخب۔ برگزیدہ چنا ہوا ☆غَلَبَ۔ غالب آیا ☆يَعْلَمُ۔ وہ جانتا ہے ☆كَذِبٌ۔ جھوٹی ☆يُدْعٰی۔ پکارا جاتا ہے ☆اُرْضِيْهِ۔ میں اسے راضی کروں گا ☆بِضَرْبٍ و غضب۔ مار اور غصہ سے ☆ كَالذَّهَبِ۔ سونے کی مانند ☆اِرَبٍ۔ عقلمند ☆مَاثْبُتْ۔ پس ثابت قدم رہ ☆كَاللَّهَبِ۔ شعلے کی طرح

(1) میں علی ہوں، عبدالمطلب کا لختِ جگر ہوں۔ برگزیدہ اور انتخاب کیے ہوئے نبی کا بھائی ہوں۔ یعنی مدنی تاجدار، احمد مختار

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔

(2) تحقیق رب العلمین کے رسول فتح مند ہوئے اسے آسمانوں کے رب نے کتب سماوی میں بیان کیا ہے۔

(3) ہرایک جانتا ہے کہ یہ بات ہرگز جھوٹی نہیں اور نہ ہی جھوٹی وہ بات ہے جس نسب کی طرف نسبت کیا گیا۔

(4) وہ سونے کی مانند صاف ستھرا ہے آج کے دن میں اسے چوٹ اور غصے سے راضی کروں گا۔

(5) وہ چوٹ عقلمند عربی کی (لگائی ہوئی زبردست) چوٹ ہوگی تو تکلیف میں بھی کمزدینظر نہیں آتا
پس تلوار کی چوٹ کے وقت شعلے کی مانند مستقبل مزاج رہ ثابت قدمی اختیار۔

فخر

پہلے شعر میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفار کے سامنے فخر کرنا برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ کیونکہ کفار کے مد مقابل ڈر جانا کفار کو دلیری کر دینا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو کمزور ظاہر کرنے کے مترادف ہے۔ یہ تعلیمات اسلام کے خلاف نہیں بکثرت آیات میں ارشادات ربانی موجود ہیں جن میں کفار و منافقین کے مدمقابل کمزور مسلمانوں کی شان بیان کی گئی ہے اور کفار کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اس شعر اور اس جیسے دیگر اشعار سے واضح ہے کہ فخر اختیار کرنا اگر بحیثیت تکبر نہ ہو تو نہ صرف حرج نہیں بلکہ بعض اوقات حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے مترادف ہے۔ کفار و منافقین کے مد مقابل ہو تو نہایت محبوب ہے جیسا کہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر طواف کرتے ہوئے عملی سبق بیان کر دیا۔

بزرگوں سے نسبت قابل فخر ہے:

یہ بھی واضح ہوا کہ بزرگوں سے نسبت قابل فخر ہے۔ دنیا و آخرت میں مفید ہے اگر دنیا و آخرت میں مفید نہ ہوتی تو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے بڑے اہم صحابی ہیں مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں اور سنیوں کے پیر ہیں۔ کبھی اس انداز میں اس نسبت کا اظہار نہ فرماتے۔

عظمت سادات:

ان اشعار سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو سادات کرام کی عظمتوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ سادات کرام کی عظمتوں کا علم اس وقت ہوگا جب قبر و حشر مین سادات کرام کے نانا جان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جن کی عظمت میں رب کائنات نے ارشاد فرمایا کہ:

ولسوف يعطيك ربك فرضىٰ

اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے تعلق، نسبت اور رشتہ داری سے دنیا و آخرت میں انشاء اللہ بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ قبر میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہی عذاب سے نجات کا سبب بن جائے گا۔

فائدہ:

سادات کرام کی عظمت کے متعلق مجدد اور حاضرہ شیخ القرآن والتفسیر محدث بہاولپور حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (عظمت سادات) کا مطالعہ کیجیے جسے الحمد اللہ الفقیر القادری ابو احمد اویسی کو ترتیب دینے کی

سعادت حاصل ہوئی۔

دوسرا شعر:

دوسرے شعر میں محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان بیان کی گئی ہے جسے کتب سماوی میں رب کائنات بیان فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

سابقہ کتب سماوی میں محبوب رب کائنات کا تذکرہ:

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(پ9ع9سورۃ الاعراف157)

وہ جو غلامی کریں گے رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان میں حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔ (کنزالایمان)

بشارت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○

(پ28ع9سورۃ الصف6)

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔ (کنزالایمان شریف)

فائدہ:

حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اصحاب کرام نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تو نجاشی بادشاہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی اگر امور سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کفش برداری کی خدمت بجالاتا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ توریت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مذکور ہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پاس مدفون ہوں گے ابوداؤد مدنی نے کہا کہ روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

(ترمذی شریف)

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا یا روح اللہ کیا ہمارے بعد اور کوئی امت بھی ہے فرمایا: ہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت وہ لوگ حکماء، علماء ابرار واتقیاء ہیں اور فقہ میں نائب انبیاء ہیں اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی۔

(تفسیر خزائن العرفان)

یوحنا کی انجیل:

سیارہ ڈائجسٹ کے رسول نمبر جلد اول ص 103 پر لکھا ہوا ہے کہ عید فسح سے تھوڑی مدت پہلے جب حضرت عیسیٰ کو معلوم ہوا کہ اب ان کا وقت بہت قریب آ گیا ہے اور اب وہ گرفتار ہونے والے ہیں تو انہوں نے اپنے حواریوں کو بہت سی نصیحتیں کیں ان ہی نصیحتوں میں یہ بھی فرمایا کہ:

میں نے باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔

لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔

(کتاب مقدس عہد نامہ جدید یوحنا کی انجیل باب 14-25-26 ص 99)

دوسرا حوالہ:

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔

(کتاب مقدس عہد نامہ جدید یوحنا کی انجیل باب 16 ص 10-8-7)

فائدہ:

اسی طرح بے شمار حوالہ جات اس سلسلے میں آج بھی عیسائیوں کی کتاب مقدس میں موجود ہیں۔ حالانکہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے سابقہ کتب سماویہ میں تحریف کر کے کچھ کا کچھ کر دیا گیا اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا مگر

الحمد اللہ آج بھی اشارے کنائے ایسے پائے جاتے ہیں جس سے سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

معاویہ ابن ابی سفیان کو جنگ صفین میں عار دلانا

(۱) سَيَكْفِيْنِيْ الْمَلِيْكَ وَحَدُّ سَيْفِيْ ۔ لَدَى الْهَيْجَاءِ تَحْسَبُهُ شِهَاباً

(۲) وَاَسْمَرُ مِنْ رِّمَاحِ الْخَطِّ لَدْنٌ ۔ شَدَدْتُ غِرَابَهُ اَنْ لاَّ يُعَاباً

(۳) اَذُوْدُبِهِ الْكَتِيْبَةَ كُلَّ يَوْمٍ ۔ اِذَا مَا الْحَرْبُ اُضْرِمَتِ الْتِّهَابَا

(۴) وَحَوْلِيْ مَعْشَرٌ كَرُمُوْا وَطَابُوْا ۔ يُرَجُّوْنَ الْغَنِيْمَةَ وَالنِّهَابَا

(۵) وَلاَ يَنْحُوْنَ مِنْ حَذَرِ الْمَنَايَا ۔ سُوَالَ الْمَالِ فِيْهَا وَالْاِيَابَا

(۶) فَدَعْ عَنْكَ التَّهَدُّدَ وَاصْلَ نَارًا ۔ اِذَا خَمِدَتْ صَلِيْتَ لَهَا شِهَابَا

☆سَيَكْفِيْنِيْ۔ عنقریب وہ میرے لیے کافی ہے☆سَيْفِيْ۔ میری تلوار☆شِهَاباً۔ شعلہ☆تحسبہ۔ تم خیال کرتے ہو☆مَلِيْكَ۔ خدا، اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام☆شَدَدْتُّ۔ میں نے زیادہ تیز کر دیا ہے☆اَسْمَرُ۔ نیزہ☆رِمَاحِ الْخَطِّ۔ گندم گوں خطی☆اُضْرِمَتِ الشِّهَابَا۔ شعلے بھڑکائے جاتے ہیں☆منایا۔ موت☆حَوْلِيْ۔ امید دلاتی ہے

(1) عنقریب میرے لیے میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ اور میری تلوار کی کاٹ کافی ہے جسے تم آگ کی لپٹ تصور کرتے ہو۔

(2) گندمی رنگ کا خطی، نرم نیزہ کافی ہے جس کی دھار کی تیزی محض اس تصوف سے ہی عیبی نہ محسوس ہو کہ اسے تیز کر دیا گیا ہے۔

(3) اسی کے ذریعے میں فوجیں ہر روز پیچھے ہٹاتا ہوں جب جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے جاتے ہیں۔

(4) میرے ساتھ شریف اور پاکباز جماعت ہے جو غنیمت اور دشمنوں کو لوٹ مار کی آرزو پیدا کرتی ہے۔

(5) اور وہ موت سے ڈر کی وجہ سے جنگ میں ایک طرف کو نہیں کھسکتے تاکہ مال واسباب حاصل کر کے کامیاب لوٹیں۔

(6) پس دھمکی نہ دے بلکہ دھمکی چھوڑ دے (اس کا کوئی فائدہ نہیں) اور ایسی آگ میں جلتے رہو اگر وہ آگ بجھ بھی گئی تو تم پھر بھی شعلہ بن کر جلتے رہو گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے متعلق اھلسنت و جماعت کا عقیدہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ صحابی رسول ہیں اس لیے ان کی عظمت سے انکار ممکن ہی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا ضروری

ہے۔(بہارشریعت حصہ اول ص53)

عقیدہ:

کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا۔(بہارشریعت حصہ اول ص53)

صحابہ کرامؓ کے باہم واقعات کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام حرام سخت حرام ہے مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار اور سچے غلام ہیں۔(بہارشریعت)

عقیدہ:

تمام صحابہ کرام اعلیٰ و ادنیٰ (اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں) سب جنتی ہیں وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ من مانتی مرادوں میں رہیں گے محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا یہ سب مضمون قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔(بہارشریعت جلد اول حصہ اول ص53)

عقیدہ:

صحابہ کرام ضری اللہ تعالیٰ عنہ عنہم انبیاء نہ تھے۔فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں ان میں بعض سے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ ورسول کے خلاف ہے اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں جہاں صحابہ کی دو قسمیں فرمائیں مومنین قبل فتح مکہ اور بعد فتح مکہ اور ان کو ان پر تفصیل دی اور فرمادیا کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا ساتھ ہی ارشاد فرمادیا۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کروگے۔

تو جب اس نے ان کے تمام اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ ان سب سے ہم جنت بے عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرما چکے تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے کیا طعن کرنے والا اللہ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

تفصیلات کے لیے مناظر اسلام شیخ الحدیث مفسر اعظم پاکستان، مجدد دور حاضرہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف حضرت امیر معاوضہ اور دیگر اہلسنت وجماعت کی تصانیف جو اس موضوع پر ہیں مطالعہ کیجیے۔قبلہ فیض ملت کی تصنیف لطیف حضرت امیر معاویہ بڑی شاندار کتاب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہ طعن و جوباً منع ھے:

فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ:

واتفق اھل السنته علیٰ و جوب منع الطعن علیٰ احد من الصحابة بسبب ماوقع لھم من ذالك و عرف المحقق منھم لم بقاتلوا فی تلك الحروب الاعن اجتھاد و قد عفا اللّٰہ تعالیٰ عن المخطی فی الاجتھاد ویل ثبت عنه

یوجر اجر واحد والمصیب اجرین۔

ترجمہ: اہلسنت اس پر متفق ہیں کہ جو اصحاب سے صادر ہوا اس کی وجہ سے ان پر طعن کرنا و جو باً منع ہے جو کچھ ان سے واقع ہوا ہم زبان روکیں اس لیے اگر حق والا جانتا کہ یہ کام غلط ہے وہ ہرگز نہ لڑتے ان جنگوں سے کنارہ کش ہوتے ان سے جو کچھ ہوا اگر کسی سے غلطی ہوئی تو اللہ عزوجل نے انہیں معاف فرمادیا بلکہ ثابت ہے کہ مخطی کو ایک ثواب اور مصیبت کو دو ثواب ملیں گے۔

(حضرت امیر معاویہ ص 57 بحوالہ فتح الباری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حسن ظن ضروری:

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے۔

ترجمہ: حق وہی ہے جو اہلسنت کا مذہب ہے کہ صحابہ کرام میں جو جھگڑے ہوئے ان سے کف لسان اور ان پر حق حسن ظن ضروری ہے انہوں نے جو کچھ کیا تاویل سے کیا اور وہ مجتہد اور صاحب تاویل تھے انہوں نے وہ کام نہ تو گناہ سے کیا اور نہ ہی دنیا کے طمع پر ہاں ان میں بعض اپنے اجتہاد میں مخطی ہیں اور بعض مصیب۔ (حضرت امیر معاویہ ص 58)

جمہور کی تصریح:

جمہور نے تصریح کی ہے اور فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کا گروہ مصیب تھے اور وہ تھے اس کے حق دار اور اس وقت دنیا میں سب سے افضل تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے اجتہاد کی بنا پر تھا۔

شرح فقہ اکبر:

اجتہاد میں خطا کے متعلق شرح فقہ اکبر میں بیان کیا گیا ہے کہ:

والمخطی فی الاجتہاد لا یدلل ولا یفسق علیہ علی ماعلیہ الاعتماد۔

اجتہاد میں خطا ہونے کی صورت میں مجتہد کو نہ گمراہ کہا جاسکتا ہے نہ فاسق بات یہی قابل اعتماد ہے۔

فائدہ:

اس سے وہ سنی کہلانے والے عبرت حاصل کریں جو سنی بھی کہلاتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی چونکہ چنانچہ کاراگ الاپنا فرائض منصبی تصور کرتے ہیں۔

حضرت علامہ فیض ملت نے بیان فرمایا ہے کہ:

اہل سنت کے لیے کافی ہیں جو سنی کہلا کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بدظنی رکھتے اور یزید خبیث کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی اور بے ادبی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اس سے حضرت امیر معاوضہ رضی اللہ عنہ کا کچھ نہ بگڑے گا البتہ بدلاطن کا اپنا بیڑا غرق ہوگا۔ (حضرت امیر معاویہ ص 60)

وضاحت از فیض ملت:

اس کی شرح بیان کرتے ہوئے فیض ملت نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بحث مصنف (حضرت علامہ عبدالعزیز پر ہاروی مصنف

نبراس) رحمۃ اللہ علیہ نے اس لیے چھیڑی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ امیر معاویہ اور سیدہ عائشہ و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف اور پھر غزوات و دیگر نزاع مبنی پر اجتہاد تھا اور اسلام کا مسلم ضابطہ ہے کہ اجتہاد پر دو ثواب عطا ہوتے ہیں اگر خطا کرے تو بھی ایک ثواب نصیب ہوتا ہے اس کی بہترین تحقیق استاذ مکرم (قبلہ فیض ملت کے) شیخ المحققین کے علامہ سردار احمد صاحب محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہو۔

''اہلسنت و جماعت کے نزدیک مجتہد مصیب ہوتا ہے اور کبھی مخطی اور مذہب مختار یہ ہے کہ مجتہد کو ہر صورت میں ثواب ملتا ہے خواہ صحیح ہو خواہ اس میں خطا ہو۔ اس کا اجتہاد صحیح ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔''

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے دوسری حدیث میں ہے جس کا اجتہاد ثواب ہو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک نیکی ملتی ہے۔

بہر حال تحقیق یہ ہے کہ خطا اجتہادی کرنے والا بھی اجر و ثواب پانے والا ہے گنہگار ہرگز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان شرعاً جس فعل کا مکلف ہو شریعت کے موافق اسی فعل کے کرنے سے انسان کو اجر و ثواب ملتا ہے مجتہد مسئلہ اجتہادی میں اجتہاد کرنے کا مکلف ہے جب مجتہد نے حسب استطاعت اجتہاد کیا تو پھر وہ اجر و ثواب کا مستحق ہے خواہ اجتہاد صواب ہو یا خطا اسی لیے کتب عقائد و اصول میں ہے کہ جس مجتہد سے خطا اجتہادی واقع ہو وہ بھی ابتداء مصیب ہے اور اس کا طرز استخراج مسئلہ صحیح ہے۔

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ:

چنانچہ سرکار غوث اعظم قطب الاقطاب حضرت شیخ الشیوخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی جماعت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی جماعت کے متعلق فرمایا۔

فَکُلُّ ذَھَبَ اِلٰی تاویلہ صحیح

ہر ایک نے صحیح تاویل اختیار کی ہے۔

فائدہ:

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے اگر چہ خطا ہو مگر اس کی تاویل کو صحیح کہا جائے گا اور مجتہد کا عمل اجتہاد صحیح و صواب ہے اگر چہ انتہاء خطا ہو۔

سبحان اللہ! اولیاء کرام کے سرتاج حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کیسا ادب فرمایا کہ ان کے اجتہادی مقام کو ایک ہی عنوان سے تعبیر فرمایا یعنی ہر ایک کی تاویل کو صحیح فرمایا اور یہی شیوہ اکثر محققین کا ہے کہ مسئلہ اجتہادیہ میں ہر مجتہد کو برحق جانتے ہیں اگر چہ مصیب کو ابتداء و انتہا کے اعتبار سے حق پر سمجھتے ہیں اور مخطی کو (صرف) ابتداء کے اعتبار سے حق پر جانتے ہیں مگر ہر مجتہد کے متعلق حق پر ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔

(الرفاہیہ فی الناہیہ من ذم معاویہ عرف حضرت امیر معاویہ ص53)

اجتهاد میں خطا کی مثال:

1- حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام التسلیم کا واقعہ تفصیلاً قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اس سلسلے میں حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگتے ہوئے رب کائنات کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسر۔

کیا اب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مقدس ان الفاظ سے بیان کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنے متعلق بیان فرمائے کہ چونکہ آپ نے دانہ گندم کھایا تھا اور آپ نے اپنے متعلق خود بھی بیان فرمایا اس لیے آپ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ آپ......

ہرگز نہیں بلکہ ایسے ویسے کلمات آپ کے متعلق ایک مومن سوچے گا بھی نہیں اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے جیسا چاہے اپنے پیغمبر کو یاد فرمائے مگر ویسے کلمات ہم ادا نہیں کر سکتے ہمارا کہنا ہمارے لیے خسارے کا بوجھ بنے گا۔ دنیا و آخرت میں بربادی کا سبب بنے گا اس طرح ان بزرگوں کا اختلافات کا حال بھی سمجھئے۔

دوسری مثال:

مروی ہے کہ دو مرد داؤد (علیہ السلام) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ایک نے غرض کی کہ اس کی بکریاں رات کو میرا کھیت چر گئی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ کھیت والا تمام بکریاں لے جائے ان دونوں کی قیمت میں کوئی فرق نہ تھا۔ یعنی جتنی کھیت کی قیمت تھی بکریوں کی بھی اتنی ہی قیمت تھی جب وہ دونوں باہر نکلے تو ان کی سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی اور تمام ماجرا سنایا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ اس کے علاوہ ہے۔ جو دونوں کے لیے مفید ہے یہی بات حضرت داؤد علیہ السلام نے سن لی اور سلیمان علیہ السلام کو بلا کر فرمایا میں آپ کو نبوت اور ابوت کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہی فیصلہ بتا دے جو دونوں کو مفید ہے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بکریاں کھیت والے کے سپرد کی جائیں اور وہ ان کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھاتا رہے اور دوسرا باغ و کھیت میں محنت کر کے اسے ویسا ہی تیار کر دے جیسا پہلے تھا جب کھیت تیار ہو جائے تو کھیت والے کو کھیت واپس کر کے اپنی بکریاں لے جائے داؤد علیہ السلام نے سلیمانی فیصلہ سن کر فرمایا حقیقی فیصلہ یہی ہے میں اس کا اجراء کرتا ہوں۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پ 17 ص 136)

قرآن مجید میں اس واقعہ کی طرف اشارہ:

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

(پ 17 ع 6 سورۃ الانبیاء 79-78)

ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے اور ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

فائدہ:

حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس مسئلہ کا حکم تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو تجویز فرمائی وہ صورت صلح تھی۔

(تفسیر خزائن العرفان)

فائدہ 2:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ ان آیات کے تحت چند فوائد بیان فرماتے ہیں۔

-1 اجتہاد برحق ہے اہل اجتہاد کو اجتہاد کرنا چاہیے۔
-2 نبی بھی اجتہاد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں حضرات کے یہ حکم اجتہاد سے تھے نہ کہ وحی سے۔
-3 نبی کے اجتہاد میں خطا بھی ہو سکتی ہے تو غیر نبی میں بدرجہ اولیٰ غلطی کا احتمال ہے۔
-4 خطا پر مجتہد گنہگار نہیں ہوگا دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا اجتہادی ہوئی مگر اس پر کوئی عتاب نہ آیا۔
-5 ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ٹوٹ سکتا ہے نص اجتہاد سے ٹوٹ نہیں سکتی۔
-6 نبی خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہتے رب تعالیٰ اصلاح فرما دیتا ہے۔
-7 شریعت داؤدی میں کھیت کے نقصان کا یہ حکم تھا ہماری شریعت میں اگر چرواہا ساتھ نہ ہو، بکریوں والے پر ضمان نہیں۔

(تفسیر نور العرفان)

اجتہاد کے متعلق حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

الارشاد میں ہے کہ ان دونوں حضرات کا فیصلہ مبنی بر اجتہاد تھا اس لیے کہ سلیمان علیہ السلام کے الفاظ فیصلہ غیر ھذا ارفق بالفریقین اور اری ان تدفع الخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صریح وحی ہوتی تو ایسے مبہم الفاظ نہ فرماتے۔ اگر وحی ہوتی تو اسے پختگی سے فرماتے نہ کہ ابہام سے اور نہ ہی خاموشی سے داؤد علیہ السلام کے فیصلے کو سنتے رہتے بلکہ ان پر واجب ہوتا کہ ان کے فیصلے سے پہلے اسے ظاہر فرما دیتے اس لیے کہ وحی ربانی کے فیصلے کو ہر فیصلے پر فوقیت دی ہے۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی مجتہدانہ تھا اس لیے کہ اگر ان کا حکم وحی ربانی تھا تو پھر وہ سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد سے منسوخ نہ ہوتا۔ مجتہد کا حسب وسعت علم کسی مسئلہ میں غور وفکر کرنا تاکہ غلبہ ظن سے حکم شرعی ثابت ہو جائے اسے اجتہاد کہا جاتا ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی جائز ہے یہی اہلسنت کا مذہب ہے تاکہ اجتہاد کا ثواب حاصل ہو۔ اور دوسرے مجتہدین ان کی اقتدا کر سکیں اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

العلماء ورثة الانبياء

فائدہ:

اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اجتہ۔ لازم ہے تا کہ علماء کرام ان کی وراثت کے حق دار ہو سکیں۔ ہاں یہ بھی اپنی جگہ حق ہے کہ وہ اجتہادی خطاء پر برقرار نہیں رہتے۔

(فیوض الرحمان ترجمہ تفسیر روح البیان۔ پارہ 17، ص136)

مسئلہ:

ہر واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک فیصلہ متعین ہوتا ہے اس پر دلیل قطعی ہو یا ظنی جو مجتہد اس کے مطابق فیصلہ دیتا ہے وہ مصیب ہے جو اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ مخطی ہے لیکن گنہگار نہیں۔

(فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان پارہ 17 ص 137)

حضرت امیر معاویہؓ مجتہد تھے:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عادل تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابیٔ رسول تھے۔ آپ بھی عادل تھے۔ اور آپ مجتہد تھے۔ آپ نے اپنے اجتہاد پہ عمل کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد پہ عمل کیا۔ اجتہاد کا خطا پہ ہونا کفر لازم نہیں کرتا اور نہ ہی قابل گرفت ہے ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد کے متعلق کیا کہا جائے گا۔

مسلم قاعدہ:

ایک مسلم قاعدہ ہے یہ ایسے ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کر ڈالا اور وہ خود بھی رب انی ظلمت نفسی فرماتے ہیں لیکن ہم انہیں خطا کار کہیں گے تو ہماری خیر نہیں ایسے ہی حضرت آدم علیہ السلام گندم دانہ کھا کر اپنے لیے کہتے ہیں رب اغفرلی خطیئتی اور اللہ جل شانہ نے بھی فرمایا وعصی ادم ربہ فغوی

لیکن ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان پر خطا کار کا فتویٰ جڑ دیں اسی طرح سینکڑوں مضامین قرآن واحادیث میں موجود ہیں اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایمان بچانے کا طریقہ بتایا کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خانہ جنگی ہوگی لیکن تم ان کی خانہ جنگی کو کسی غلط معنی پر محمول نہ کرنا اگر کوئی واقعہ سامنے گزرے تو نیت خیر سے پڑھنا سننا آگے کا مضمون ہم اختصار کے ساتھ ادب کا طریقہ مدنظر رکھ کر بیان کرتے ہیں۔

(الرفاہیہ فی الناہیہ عن ذم امیر معاویہ ص 47-46)

مجتہد سے خطا پر مواخذہ نہیں بلکہ اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے:

ہمارے اہلسنت و جماعت کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عادل ہیں ان کے عدول کی شہادت بے شمار آیات، احادیث اور آثار سے ثابت ہے ان میں سے ایک یہ اصول بھی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مجتہد تھے اور مجتہد سے خطا پر مواخذہ نہیں بلکہ اسے اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے۔ حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی مصنف نبراس رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اس قاعدے کی سند حدیث مرفوع ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ حاکم جب غور و فکر سے فیصلہ کرے تو اگر اس کا اجتہاد غلط

ہے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

حدیث:

حدیث بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بخاری، احمد، نسائی، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے اور بخاری نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے۔

دو اجر اجتہاد اور ٹھیک فیصلہ پر ہیں اور ایک اجر صرف اجتہاد پر یہ چاروں صحابہ (حضرت عائشہ حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں مجتہد تھے مگر اجتہاد میں خطا تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مجتہد تھے اور ان کا اجتہاد صواب تھا اصول میں یہ بات طے شدہ ہے کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے اس پر اور اس کی تقلید کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں پس فریقین کے قاتل و مقتول جنت میں ہیں فالحمد للہ رب العالمین۔

اور ابن سعد سے ابومیسرہ عمرو بن شرجیل سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ گویا میں جنت میں داخل ہوا ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ جنت میں بہت سے قبے بنے ہوئے ہیں میں نے دریافت کیا کہ یہ کن لوگوں کے ہیں مجھے بتایا گیا کہ ذوالکلاع اور جوشب کے ہیں یہ دونوں بزرگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کہاں ہیں؟ کہا گیا کہ وہ آگے ہیں۔

میں نے کہا انہوں نے تو ایک دوسرے کو قتل کیا تھا کہا گیا کہ ان کی رب تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اللہ عزوجل کو واسع المغفرہ پایا۔ میں نے کہا کہ اہل نہروان یعنی خوارج کا کیا بنا؟

کہا گیا کہ ان کو سختی کا سامنا کرنا پڑا۔

(الرفاہیہ فی الناہیہ عن ذم معاویہ عرف حضرت امیر معاویہ ص 53-52)

فائدہ:

پس حقیقت واضح کر دی ہے تسلیم کرنا یا نہ کرنا اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔

عقیدہ:

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔

خطاء دو قسم ہے خطاء عنادی، یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطاء اجتہادی یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس میں اس پر عنداللہ اصلا مواخذہ نہیں مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے خطاء مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطاء:

دوسری خطاء منکو یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا کہ اس کی خطاء باعث فتنہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری) اور امیر معاویہ کی مغفرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

فائدہ:

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوج جرار جان نثار کے ساتھ عین میدان میں بالقصد وبالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کردی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی اور اس صلح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی کہ امام حسن کی نسبت فرمایا:

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

میرا بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے تو امیر معاوضہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقتاً حضرت امام حسن مجتبیٰ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضرت عزوجل پر طعن کرتا ہے۔

(بہار شریعت ج اول حصہ اول ص 35-34)

ابن سباء کی شرارت:

مناظر اسلام فیض ملت، فیض مجسم شیخ القرآن والتفسیر مجدد دور حاضرہ حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا از خود نہ تھا جیسے تم سمجھے ہو اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کے مقابل ہونا از خود تھا جیسے خارجیوں دشمنان علی نے سمجھا ہے بلکہ ابن سبا کی شرارت تھی جس نے دو لشکروں کو لڑا کر ان دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے بدظن کرادیا اور ان کی جنگ بھی مبنی براجتہاد تھی جس پر انہیں اجر وثواب ملا اور بعد میں صلح وصفائی بھی ہوگئی اور ایسے ہونا کوئی برائی نہیں۔

(الرفاہیہ عن ذم معاویہ عرف حضرت امیر معاویہ ص 6)

صحابہ کرامؓ کے اختلافات کے متعلق ہمارا طریقہ کیسا ہونا چاہیے:

مدد دور حاضرہ فیض مجسم فیض ملت بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی گواہی دے چکے ہیں پھر ہم کون لگتے ہیں ان کی غلطیاں نکالنے والے ہاں ان سے جن غلطیوں کا ظہور ہوا وہ ہمارے لیے ضرور گناہ میں شامل ہوسکتی ہیں لیکن ان کے لیے گناہ کا تصور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے والا معاملہ ہے کیونکہ ع

خطائے بزرگان گرفتن خطا است

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف کی حقیقت

مان یا نہ مان مگر حقیقت ضرور جان۔

اسانید صحیحہ سے ثابت ہے کہ اہل مصر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ عبداللہ بن سرح کو مصر سے

معزول فرما کر ان کے عوض محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیجیے آپ نے اہل مصر کی درخواست منظور فرمالی لیکن آپ کے وزیر مروان بن الحکم نے عبداللہ بن سرح کو لکھا کہ جب یہ لوگ تیرے ہاں پہنچیں تو انہیں قتل کر دینا۔ خط لے جانے والے اہل مصر راستہ میں ملے اور ان سے خط چھین لیا تاکہ دیکھیں کہ اس میں کیا ہے چنانچہ جب انہوں نے خط دیکھا کہ یہ حکم امیر المومنین (عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہے اس پر مہر بھی آپ کی لگائی گئی لے جانے والا بھی آپ کا غلام تھا اور جس اونٹنی پر وہ سوار ہو کر جا رہا تھا وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اس سے اہل مصر کو غصہ آیا کہ ہم سے کچھ کہا اور خط میں کچھ اور وہ لوگ جوش میں آ گئے اور مدینہ طیبہ میں پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روکا صرف اس نیت پر کہ کہیں اہل اسلام ناحق مارے نہ جائیں۔ ادھر انہیں شہادت کا شوق تھا جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مژدۂ شہادت سنا چکے تھے تقدیر ربانی یونہی تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں نے شہید کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔

آغاز اختلاف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت بی بی عائشہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کو قصاص کے طور پر قتل کر دیا جائے۔ ان سے اس کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مہلت چاہی تاکہ وہ اپنے معاملات کو سلجھالیں لیکن چونکہ یہ ایک معاملہ سنگین تھا اس لیے بہت بڑا فتنہ کھڑا کر دیا گیا اور بات بڑھ گئی یہاں تک کہ جنگ چھڑ گئی۔ تقدیر الٰہی میں جیسے تھا لامحالہ ہونا تھا حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس جنگ میں شہید ہو گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ اس جنگ میں زخمی ہو گیا اس لیے اس جنگ کا نام جنگ جمل سے مشہور ہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عزت و احترام کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس بھیج دیا اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرات کے کنارہ پر صفین کے مقام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کے لیے اٹھے اور اس جنگ نے اتنا طول پکڑا کہ ان میں ایک دوسرے کے حق و باطل کا امتیاز اٹھ گیا جس سے آپس میں صلح کرانے پر مجبور ہو گئے۔

(الرفاہیہ فی الناہیہ عن ذم معاویہ عرف حضرت امیر معاویہ ص 50-49)

فائدہ:

یہاں حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختلافات کو مختصر طور پر پیش کر دیا ہے تفصیلات کے لیے مطولات ملاحظہ فرمائیے۔

نیز تفصیلات کے لیے الرفاہیہ فی الناہیہ من ذم معاویہ عرف حضرت امیر معاویہ اور محقق اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ میں تصنیف الطیف تحفہ جعفریہ کا مطالعہ کیجیے۔ تحفہ جعفریہ میں جلد 3 شیعہ مذہب کی کتب سے حقیقت واضح کی گئی ہے۔

☆......☆......☆

امیر معاویہ بن سفیان پہ تعریض

(۱) اَنَا عَلِیٌّ وَاَعْلَے النَّاسِ فِی النَّسَب — بَعْدَ النَّبِیِّ الْهَاشِمِیِّ الْمُصْطَفَے الْعَرَبِ

(۲) قُلْ لِلَّذِیْ غَرَّہٗ مِنِّیْ مُلَاطِفَۃٌ — مَنْ ذَا یُخَلِّصُ اَوْرَاقًا مِّنَ الذَّهَبِ

(۳) هَبَّتْ اِلَیْكَ رِیَاحُ الْمَوْتِ سَافِیَۃً — فَاسْتَبْقِنِیْ بَعْدَهَا لِلْوَیْلِ وَالْحَرَبِ

☆اَعْلَے النَّاس۔ لوگوں میں سب سے اعلیٰ ☆قُلْ لِلَّذِیْ۔ اس شخص کو کہہ دو☆غَرَّہٗ۔ اسے دھوکے میں ڈالا ☆مُلَاطِفَۃٌ۔ نرمی☆یُخَلِّصُ۔ خالص کردے☆اَوْرَاقًا۔ جمع ہے، واحد ہے ورق بمعنی چاندی☆ذَهَب۔ چاندی☆رِیَاح۔ ہوا☆ ☆لِلْوَیْل۔ افسوس کے لیے

1- میں علی ہوں۔ میں حسب نسب کے لحاظ سے تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہوں مگر بنی ہاشمی جو کہ تمام کائنات سے برگزیدہ عربی ہیں۔ (اسی لیے آپ کے اسماء میں سے ایک اسم مصطفیٰ بھی ہے) یعنی نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل و اعلیٰ نہیں یعنی کوئی نہیں جدا کر سکتا۔

2- اسے بتادے جسے میری نرم مزاجی نے دھوکہ فریب میں مبتلا کر دیا ہے چاندی کو سونے سے کون جدا کر دے گا۔

3- یاد رکھ موت کی گرد میں اٹی ہوئی ہوا تیری طرف چل پڑی ہے پس مجھے افسوس اور لوٹ کے لیے چھوڑ دے۔

مصطفیٰ:

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لقب اور اسم مصطفیٰ بھی ہے یہ لفظ اصطفاء سے اسم مفعول مذکر واحد ہے اس کے معنی برگزیدہ ہوتے ہیں۔

قرطبی نے زجاج سے اصطفاء کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ (وہ جن کا ذکر سورۃ آل عمران میں کیا گیا ہے) انہیں نعمت نبوت کے لیے سارے جہان سے چن لیا۔ اس کے بعد قرطبی یوں بھی لکھتے ہیں کہ حضور کا مقام درجہ اصطفاء سے بہت بلند ہے حضور حبیب اور رحمت ہیں دوسرے انبیاء رحمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور سرور عالم کو سراپا رحمت کے پیدا کیا گیا اور حضور کی تشریف آوری سے خلق خدا کو امان مل گئی۔

(شرح اسماء النبی معہ العمال وفضائل ص580)

المصطفیٰ کے معانی:

المصطفیٰ کا لفظ کثرت سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور لقب استعمال ہوتا ہے کثرت استعمال کی بنا پر یہ لقب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے خاص بن چکا ہے۔

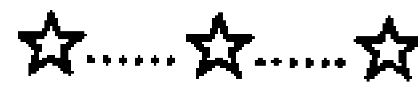
لفظ مصطفیٰ ان معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (1) مصفی، منزہ، منزکی اور مطہر (2) منتخب اور مختار (3) کثیر الفضائل (4) محبوب بہت ہی پیاری اور عزیز چیز (5) پیکر رحمت و راحت (6) پیکر وحدت و یگانگت

مصطفی کا ایک مطلب:

طہارت ونظافت عمدگی، صفائی اور پاکیزگی کے مقام پر فائز ہونا اصطفی ہے جس سے اسم مفعول مصطفیٰ ہوا لہٰذا مصطفیٰ اس وجود اور پیکر کو کہا جائے گا جس نے طہارت و پاکیزگی، نفاست و لطافت اور اجلے پن کی آخری حالت کو پالیا ہو۔ اس اعتبار سے مصطفیٰ کا معنی ہوا۔ مصفیٰ، منزہ، مزکیٰ۔

مصطفی کا ایک معنی محبوب خدا:

یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ لفظ مصطفیٰ کا ایک معنی محبوب خدا بھی ہے گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ محبوب ہیں جو دیگر محبوبانِ الٰہی میں خاص ومنفرد اور ممتاز مقام رکھتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو مصطفیٰ بنایا آپ میں اتنے فضائل جمع کر دیئے کہ جن کی کوئی حد ہی نہ تھی۔



جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے غلام کو شیر خداؓ کا خطاب

(۱) اَنَا الْغُلَامُ الْعَرَبِیُّ الْمُنْتَسِبُ ۔۔۔ مِنْ خَیْرِ عُوْدٍ فِی مُصَاصِ الْمُطَّلِبْ

(۲) یَآ اَیُّهَا الْعَبْدُ اللَّئِیْمُ الْمُنْتَدِبُ ۔۔۔ اِنْ كُنْتَ لِلْمَوْتِ مُحِبًّا فَاقْتَرِبْ

(۳) وَاثْبُتْ رُوَیْدًا اَیُّهَا الْكَلْبُ الْكَلِبْ ۔۔۔ اَوْلَا فَوَلِّ هَارِبًا ثُمَّ انْقَلِبْ

☆عَرَبِیُّ الْمُنْتَسِبْ۔ عربی صاحب نسب ☆خَیْرِ۔ بہترین، اچھا ☆عَبْدَ۔ غلام ☆اَللَّئِیْم۔ کمینہ ☆فَاقْتَرِبْ۔ پس تو قریب آ ☆وَاثْبُتْ۔ اور تو ثابت قدم ہے یعنی ٹھہر جا، ٹھہر ☆کَلْب۔ کتا ☆فَوَلِّ هَارِبًا۔ بھاگ کر پیچھے چلا جا ☆ثُمَّ انْقَلِبْ۔ پھر واپس آ

(1) میں صاحب حسب ونسب عربی لڑکا ہوں یعنی نوجوان ہوں حضرت مطلب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بہترین اصل سے ہوں۔

(2) اے مقابلہ کرنے والے کمینے ذلیل غلام اگر تو موت سے محبت کرتا ہے تو نزدیک آجا۔ (تاکہ تجھے موت چیر پھاڑ ڈالے)

(3) اے پاگل کتے تھوڑی دیر رک جا اور اگر نہیں رکنا چاہتا تو پھر بھاگ کے واپس چلا جا پھر واپس آنا۔

فائدہ:

حضرت عبدالمطلب کے خاندان کو آپ کا بہترین اصل کے انداز میں بیان کرتا ہے کہ الحمدللہ یہ سلسلہ ہر قسم کی جہالت کی پلیدیوں اور خرابیوں سے پاک ہے۔ کفر وشرک وغیرہ کی پلیدیوں سے بھی پاک اور صاف ستھرا یہ خاندان ہے۔ الحمدللہ اسی لیے اہلسنت وجماعت حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات کے سلسلے میں عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک تمام آباء اور امہات سب جنتی ہیں۔

مدنی تاجدار کے آباء و امهات سب جنتی هیں:

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک تمام آباء اور مائیں جنتی ہیں۔ الحمدللہ! ہمارا اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہی ہے کسی کے عقائد سے ہمیں سروکار نہیں۔ جن کا عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے وہ اگر تھوڑا سا بھی غور کرلیں تو حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

بہترین گروہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ

(بخاری شریف، مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اولاد آدم میں بہترین گروہ میں بھیجا گیا یکے بعد دیگر گروہ حتیٰ کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے سے تھا۔ (یعنی بہترین گروہ) ہیں۔

شرح حدیث:

اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے حکیم الامت، مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک میرا نور جس قبیلہ و خاندان میں رہا وہ ہمیشہ دنیا بھر میں تمام خاندانوں سے بہتر تھا۔ اس میں اچھی خصلتیں، شرافت نجابت تھی اور جن کے پیٹھوں یا پیٹوں میں یہ نور رہا وہ زنا اور کفر و شرک سے محفوظ رہے از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ حضور انور کا کوئی دادا، دادی کافر نہ ہوئے سب موحد مومن رہے حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن تھے خود جناب خلیل نے فرمایا رب اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب یہاں وَالِدَیَّ سے آپ کے باپ تارح (تارخ) اور والدہ متلی بنت نمر مراد ہیں اور واغفر لابی انه کان من الضالین میں اب سے مراد چچا آزر ہے۔ والد اور اب کا فرق خیال ہے۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج8 ص3-2)

فائدہ:

قرن کے لفظی معنی ہیں ملنا اصطلاح میں جماعت کو قرن کہتے ہیں پھر زمانہ ہم زمانہ لوگ۔ گروہ، سب کو قرن کہتے ہیں یہاں مراد ہے جماعت یا گروہ اور جماعت سے مراد ہیں حضور کے باپ داداؤں، ماں اور ناناؤں کی جماعت یا اس سے مراد ہے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار کی جماعت مراد ہے، قیامت حضور کی امت یا حضور کا سارا قبیلہ و خاندان، اگر آخری معنی مراد ہیں تو خیریت سے مراد ہے اعلیٰ و اشراف قوم جس کی دنیا میں بڑی عزت کی جاتی ہو۔ حضور کے خاندان میں اگرچہ بعض لوگ کافر تھے جیسے ابولہب وغیرہ مگر تھے اونچے خاندان والے قریشی ہاشمی کہ ان کی دنیا میں بڑی عزت تھی اور دوسرے احتمالات کی بناء پر خیر کے معنی ہیں

مومن متقی پرہیز گار کہ والدین، دادا، نانا سب کے سب مومن، موحد، پرہیز گار تھے کفر، زناری حرکتوں سے محفوظ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی وہ من ذر تینا امۃ لک اور پھر فرمایا ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم۔ خدایا میری اولاد میں ایک جماعت مومن رہے میرے مولیٰ اس مومن جماعت میں آخری رسول بھیج کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور تو نور ہوں حضور کی نسل پاک آباؤ اجداد نار والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کا نور نورانی لوگوں میں رکھا۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 8 ص 3 بحوالہ اشعۃ اللمعات)

شیخ محقق کا بیان:

عارف باللہ شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درج بالا حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

''خیر سے مراد فضائل حمیدہ اور فضائل شریفہ ہیں۔ جن پر اہل عقل و کرم مدح کرتے ہیں۔ اس سے دین و ایمان مراد نہیں (کذا قالوا) یہ معاملہ قرآن کا ہے رہا معاملہ آپ کے آباء کرام کا وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تمام کفر کی میل اور نجاست شرک سے پاک رہے جیسا کہ فرمایا میں پاکیزہ صلبوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔ اس پر متاخرین علماء حدیث نے بہت دلائل تحریر کیے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد 7 ص 136)

مدنی تاجدار کا نسب شریف اعلیٰ:

وَعَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَاَنَّهٗ سَمِعَ شَیْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ قَبِیْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُیُوْتاً فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ بَیْتاً فَاَنَا خَیْرُهُمْ نَفْساً وَخَیْرُهُمْ بَیْتاً۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین حدیث نمبر 5508)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے۔ محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا: میں کون ہوں؟

عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔

فرمایا: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے ان میں سے مجھے بہترین کر دیا۔ پھر انہیں دو گروہوں میں کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں کر دیا۔ پھر ان کے قبائل بنائے تو ان میں سے بہتر قبیلہ عطا فرمایا۔ پھر ان کے

خاندان بنائے تو مجھے بہتر میں کر دیا تو میں ان سے ذات اور خاندان کے اعتبار سے افضل ہوں۔

فائدہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی طرف سے طعن ہوا کہ عرب کے دیگر بڑے بڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کے زیادہ مستحق تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنا مقام خصوصاً نسب شریف کا اعلیٰ اولیٰ اور احق ہونا بیان فرمایا۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج7 ص147)

فائدہ:

تفصیلات کے لیے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اور مجدد دور حاضرہ قبلہ حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے رسائل اور تصنیف لطیف (ایمان ابوین کریمین) کا مطالعہ کیجیے ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ایمان ابوین کریمین:

مجدد دور حاضرہ فیض ملت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمتہ اللہ علیہ محدث بہاولپوری نے ایمان ابوین کریمین کے متعلق 302 صفحات پہ مشتمل ایک بہترین کتاب (ابوین مصطفیٰ) کے نام سے لکھی ہے تفصیلات کے سلسلے میں آپ کی اس تصنیف مبارکہ کا مطالعہ فرمایئے۔

الحمد للہ ہم اہلسنت حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف والدین ماجدین طیبین کے ایمان کے قائل ہیں بلکہ آپ کے جملہ آباؤ امہات کے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں اس سلسلے میں ہمارے اکابرین ان کے اسلام وایمان پر ضخیم تصانیف لکھ چکے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔

بے شک آئے تمہارے پاس عظیم رسول جو تم میں سے ہیں۔(پ11 سورہ التوبہ)

ایک قراۃ میں فا کی فتح کے ساتھ ہے۔(شفاء، نسیم شرح ملا علی قاری)

فائدہ:

اب معنی یہ ہوا کہ تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس ترین جماعت میں سے تشریف لائے اور کافر نفیس نہیں بلکہ خسیس ہے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء وامہات طیب طاہر اور نفیس ترین تھے۔(ابوین مصطفیٰ ص13)

آیت مبارکہ:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط

اللہ تعالیٰ سب سے محترم جگہ وضع رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے۔(پ8 سورۃ انعام)

فائدہ:

وجہ یہ ہے کہ کبھی رذیل قوموں میں رسالت نہیں رکھی گئی پھر کفر وشرک سے زیادہ رذیل کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نور رسالت اس میں ودیعت رکھے، کفار محل غضب ولعنت ہیں اور نور رسالت کے وضع کو محل رضا رحمت درکار ہے تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ خاتون میں ظاہر ہوا اور وہ سب کے سب کفر وشرکت الحاد و بے دینی کی آلودگیوں سے پاک ومنزہ تھے۔ (ابوین مصطفیٰ ص15)

مسالک الحنفاء للسیوطی سے ثبوت:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ط

ترجمہ: ہم کسی قوم کو بغیر ان میں رسول بھیجے ہوئے عذاب نہیں دیتے۔

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ والدین کریمین کو دعوت نہیں پہنچی اسی لیے انہیں عذاب نہیں کہ وہ حضرت دین ابراہیم علیہ السلام سے تھے۔

تفسیر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اَیْ تَقَلُّبَكَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ مِنْ اَبٍ اِلٰى اَبٍ اِلٰى اَنْ جَعَلَكَ نَبِيًّا ط

(مسالک الحنفاء للسیوطی ص40)

ترجمہ: آپ کا پاکیزہ پشتوں میں گردش کرنا، ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف یہاں تک کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا:

نکتہ:

آپ کے جملہ اجداد وآباء کے واقعات پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرات دولت ایمان سے معمور تھے بلکہ ایمان میں ذوق ہو تو محسوس ہوگا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا اسم گرامی عبداللہ ہی ان کے مومن ہونے کی مضبوط دلیل ہے۔ پھر ان کی پاکبازی، اتقاء، نیکی، توحید پر ایمان رکھنے کے لیے آپ کے عادات اور خصائل شاہد ہیں۔

(ابوین مصطفیٰ ص17-16)

حدیث پاک:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات۔

(رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: یعنی میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ ادم اھبطنی فی صلبه الی الارض و جعلنی فی صلب نوح فی الفینته و قذ فنی فی النار فی اصلب ابوی لم یلتقیا علیٰ سفاح قط والی ھذا اشار عباس ابن عبدالمطلب فی قصیدته ط

ترجمہ:

سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مہتر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو مجھے اس کی پشت مبارک میں زمین پر نازل کیا پھر مجھے مہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا بعد ازاں مجھے نار نمرودی میں ڈالا گیا۔ درآنحالیکہ میں سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں موجود تھا۔ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے ارحام مصفی مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین گرامی سے دار دنیا میں تولد پذیر ہوا کہ کوئی بشر ان سے مرتکب سفاح کا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں اس بات کی طرف حضور کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدہ مبارک میں اشارہ کیا ہے۔

(ابوین مصطفیٰ ص 36 بحوالہ کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ مصری جلد اول ص 132)

تفصیلات کے لیے ابوین مصطفیٰ کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

جنگ صفین کے موقع پر ایک مخالف کو جواب

(۱) اِیَّایَ تَدْعُوْ فِی الْوَغَابَا یَا ابْنَ الْاَرِبِ — وَفِیْ یَمِیْنِیْ صَارِمٌ یُبْدِی اللَّهَبَ

(۲) مَنْ یَّحْطُهٗ مِنْهُ الْحِمَامُ یَنْسَرِبُ — لَقَدْ عَلِمْتُ وَالْعَلِیْمُ ذُوْ اَدَبٍ

(۳) اَنْ لَّسْتَ فِی الْحَرْبِ الْعَوَانِ بِالْاَرِبِ — وَعَنْ قَلِیْلٍ غَیْرَ شَكٍّ اِنْقَلِبَ

☆تَدْعُوْ۔ تو بلاتا ہے☆فِی الْوَغَا۔ جنگ میں☆صَارِمٌ۔ تیز تلوار☆یَحْطُهٗ۔ جو اسے حرکت دیتا ہے☆عَلِمْتُ۔ میں جانتا ہوں☆عَلِیْمٌ۔ جاننے والا☆ذُوْاَدَبٍ۔ ادب شناس☆عَنْ قَلِیْلٍ۔ قلیل سے یعنی تھوڑی ہی دیر میں، قلیل وقت میں☆غَیْرَشَكٍّ۔ بے شک، بلاشبہ، یقیناً☆اَرِبٌ۔ مکار، عقلمند☆انقلب۔ پھر جاؤ گے

(1) اے مکار (تیری یہ جرأت) کہ تو مجھے جنگ میں بلاتا ہے حالانکہ میرے ہاتھ میں تیز ترین تلوار ہے جو شعلے ظاہر کرتی ہے۔ یعنی یہ تلوار جب تلوار سے یا ڈھال سے ٹکراتی ہے تو اس سے آگ کے شعلے ظاہر ہوتے ہیں۔

(2) جو اسے بلاتا ہے تو پھر اس سے موت آتی ہے۔ میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں جاننے والا ادب والا ہوتا ہے۔

(3) تم متواتر جنگ کی حالت میں رہنے سے واقف نہیں اور بہت جلد پھر جاؤ گے۔

فائدہ:

آپ کا یہ فرمانا سچ ثابت ہوتا ہے اسی طرح ہوا جیسے آپ نے ارشاد فرمایا۔ آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا اللہ کے محبوب بندے جیسے فرما دیں۔ بارگاہ حق میں جیسے عرض کر دیں محبوبوں کی عرض قبول کی جاتی ہے محبوبوں کی دعا کو بارگاہ حق سے شرف قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔ یہاں تو آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ جیسے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی زبان مبارک سے نکل گیا اسی طرح ہو کے رہا۔ مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حق ترجمان سے بھی جو نکلا ہو کے رہا تفصیلات کے لیے مجدد دور حاضرہ فیض ملت فیض مجسم شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (کن کی کنجی) میں ملاحظہ فرمایئے۔

☆......☆......☆

جنگ صفین کے موقع پر حریث بن صباع احمری کو شیر خدا کا خطاب

(۱) اَنَا عَلِیٌّ وَابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِب — نَحْنُ وَبَیْتُ اللّٰهِ بِالْکُتُبِ

(۲) وَبِالنَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی غَیْرِ الْکِذْبِ — اَهْلُ اللِّوَآءِ وَالْمَقَامِ وَالْحُجُبِ

نَحْنُ نَصَرْنَاهُ عَلٰی کُلِّ الْعَرَبِ

(1) میں علی ہوں اور حضرت عبدالمطلب کا لخت جگر ہوں ہمیں اللہ کے گھر کی قسم! ہم کتب سماوی کے زیادہ مستحق ہیں۔

(2) اور نبی جو کہ اللہ تعالیٰ کے خاص چنے ہوئے پیغمبر اس کے زیادہ حقدار ہیں یہ جھوٹی بات نہیں جو کہ فوجی نشان (جھنڈے والے) مقام ابراہیم والے اور حجاب بیت اللہ شریف والے ہیں۔ تمام عربوں کے خلاف ہم نے آپ کی مدد کی۔

مطلب:

آپ کا یہ فرمانا حق ہے کیونکہ قرآن مجید کے علاوہ بقیہ کتابیں جنہیں یہود و نصاریٰ اپنی کتابیں سمجھتے ہیں اور دعویدار ہیں کہ وہ ان کتابوں کے مطابق عمل پیرا ہیں ان کے آباؤ اجداد نے ہی ان کتب سماوی میں تحریف کی۔ ان کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا جبکہ صحیح احکام دین جو ان کتب میں موجود ہیں ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں اللہ کے کلام کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم ان کے زیادہ مستحق ہیں۔

(2) مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی زیادہ حق دار ہم ہیں کیونکہ جتنی قربت ہمیں حاصل ہے اتنی آج کسی کو نہیں یہ حقیقت میں جو بیان کر رہا ہوں۔ جب تمام عرب والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پہ اتر آئے تو ہم نے ہی آپ کی مدد کی تھی۔

فائدہ:

الحمدللہ! جماعت اہلسنت کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہم مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کے بھی معترف ہے اور اہل بیت اطہار کی شان بھی تسلیم کرتے ہیں۔ سادات کرام کا احترام بھی کرتے ہیں احترام کے لائق تمام چیزوں کا ادب احترام کرتے ہیں۔ اسی طرح الحمدللہ ادب واحترام کے قابل تمام شخصیات کا بھی ادب واحترام کر لیتے ہیں۔ یہ جماعت اہلسنت کی حقانیت کی بہترین دلیل ہے۔ اور اہلسنت و جماعت کے علاوہ جتنے بھی فرقے ہیں ان کے احوال بھی واضح ہیں۔ اہلسنت و جماعت کو یہ شرف حاصل ہے۔ سوائے اہلسنت کے کسی گروہ میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں اس لیے اہلسنت و جماعت کو بھی آپس میں اتحاد کرنا چاہیے تاکہ غیروں کی بدنظری کا شکار نہ ہو جائیں جو ہمارے لیے سراسر زیاں کا سبب ہے۔ آج کے اس پرفتن دور میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کی ضرورت نہیں بلکہ آج دشمن اور مخالفین ایسی ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ اس لیے آج ہمیں اتفاق و اتحاد کی اشد ضرورت ہے ورنہ آنے والی نسلیں ہمیں کبھی بھی معاف نہیں کریں گی علاوہ ازیں ان تمام لوگوں کو بھی دعوت فکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ جب مدنی تاجدار کے خاکے شائع کیے جاتے ہیں، مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوششیں کی جارہی ہیں آج وقت ہے کہ ہم سب اپنے اپنے اختلافات بھلا کر ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر دین اسلام اور مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیں جن امور پر سب کا اتفاق ہے کم از کم ان پہ اتفاق کرتے ہوئے عظمت حبیب کبریا اور دین اسلام کے لیے تو مل بیٹھیں اور ایسا لائحہ عمل طے کریں کہ یہود و ہنود اور نصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں کو معلوم ہو جائے کہ ایمان کی خاطر عظمت مصطفیٰ کی خاطر سبھی مسلمان کہلانے والے ایک صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اختلافات کی چنگاری نہ سلگائی جائے اسی چنگاری کے باعث ہمیں دشمن خوش ہوتے ہیں۔



دوران جنگ امیر معاویہؓ کو شیر خدا کا خطاب

(۱) اَبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنَّ صِفِّیْنَ دَارُنَا ۔۔۔ وَدَارُکُمْ مَالَاحَ فِی الْاُفُقِ کَوْکَبُ

(۲) اِلٰی اَنْ تَمُوْتُوْآ اَوْنَمُوْتُ وَمَالَنَا ۔۔۔ وَمَالَکُمْ عَنْ حَوْمَةِ الْحَرْبِ مَهْرَبُ

☆اُفُق۔ وہ جگہ جہاں زمین وآسمان ملے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔آسمان کا کنارہ☆تَمُوْتُوْا۔ تم مرجاؤ۔☆حَوْمَةِ الْحَرْب۔ میدان جنگ

(1) اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ صفین ہمارا ہے وہ اور یہاں تمہارا ٹھہرنا اس وقت تک ہے کہ جب تک کوئی بھی ستارہ افق میں چمکتا ہے۔(اور جب صبح کا ستارہ طلوع ہو گیا تمہیں یہاں سے بھاگنا پڑے گا)

(2) یہاں تک کہ یا تم مرجاؤ یا ہم مرجائیں اور نہ ہم بھاگیں گے اور نہ ہی تم میدان جنگ سے بھاگو گے۔

فائدہ:

گویا آپ نے قبل از وقت ہی حقیقت آشکارا کر دی کہ ہم غالب رہیں گے تم مغلوب ہو گے۔نتیجہ جو کچھ بھی نکلے مگر میدان سے نہ تو تم شکست خوردگی کی حالت میں بھاگو گے اور نہ ہی ہم پیٹھ پھیر کر جائیں گے۔اور اسی طرح ہوا جیسے آپ نے ارشاد فرمایا۔

شیر خداؓ کا علم غیب:

ابھی جنگ کا نتیجہ نہ نکلا تھا کہ آپ نے فرمایا جنگ کا نتیجہ عنقریب یہ نکلے گا کہ نہ تو امیر معاویہ کی فوج شکست کھا کر بھاگ جائے گی اور میدان خالی چھوڑ جائے گی اور نہ ہی ہماری فوج شکست سے دوچار ہوگی۔جیسے آپ نے بیان فرمایا نتیجہ اسی طرح کا نکلا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم غیب یہ ہے کہ جسے علم کا دروازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جب علم کے دروازے کا یہ حال ہے تو مدینۃ العلم کے علوم غیبیہ کی کیا شان ہو گی۔مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کی شان معلوم کرنی ہو تو مجدد دور حاضرہ فیض ملت محدث بہاولپوری حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف (غایۃ المامول فی علم الرسول) کا مطالعہ فرمائیں۔

دوسرا مسئلہ یہ بھی واضح ہوا کہ جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے نکلا اسی طرح واقعہ ہو گیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات پورے کر دیتا ہے اللہ والوں کی دعائیں بھی قبول فرماتا ہے خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلا اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کر دیا اس سلسلے میں بھی مجدد دور حاضرہ کی تصنیف (کن کی کنجی) کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھیوں کی شان

(۱) یَآ اَیُّهَا السَّآئِلُ اَصْحَابِیْ — اِنْ کُنْتَ تَبْغِیْ خَیْرَ الثَّوَابِ
(۲) اُنَبِّئُكَ عَنْهُمْ غَیْرَ مَاتِكْذَابِ — بِاَنَّهُمْ اَوْعِیَةُ الْكِتَابِ
(۳) صَبْرٌ لَّدَی الْهَیْجَاءِ وَالضِّرَابِ — فَاسْئَلْ بِذَاكَ مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

☆تَبْغِیْ۔ تم چاہتے ہو☆خَیْر۔ نیکی، بھلائی، اچھائی، برکت، سلامتی، تندرستی، عافیت، ٹھیک، درست☆ثواب۔ نیک کام کا بدلہ☆اُنَبِّئُكَ۔ میں تجھے خبر دوں گا☆عَنْ اَصْحَابِیْ۔ میرے ساتھیوں کے متعلق☆اَوْعِیَةُ الْكِتَاب۔ حامل قرآن یا قرآن کے ظروف☆مَعْشَر۔ آدمیوں کا گروہ، جماعت، گروپ سوسائٹی☆اَحْزَاب۔ حزب کی جمع، گروہ، جماعتیں، فوجیں

(1) اے سائل! تو میرے ساتھیوں کے متعلق پوچھتا ہے۔ اگر تم ٹھیک خبر چاہتے ہو۔
(2) میں تجھے ان کے بارے میں ٹھیک ٹھیک بتاؤں گا کہ وہ حامل قرآن اور قرآن مجید کے ظروف ہیں۔
(3) جنگ وجدال کے وقت صبر کرنے والے ہیں اس کے بارے میں احزاب والے گروہ سے دریافت کرلو۔ (جنہوں نے غزوۂ احزاب کے وقت ہم سے مقابلہ کیا تھا۔)

اصحابی:

میرے ساتھی یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی مراد ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مراد نہیں۔ اس سے ان لوگوں کو دعوت فکر ہے جو اصحب الجنہ اصحب النار سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد لیتے ہیں۔ قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ محض لفظی مشارکت دیکھ کر مخالفانہ رویہ اپناتے ہوئے من پسند مفہوم گھسیڑ دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں خوف خدا کی اشد ضرورت ہے ورنہ قیامت کا دن کچھ دور نہیں جس دن انصاف ہونا ہے۔

☆......☆......☆

افواج کی تعریف

(۱) اَلَمْ تَرَقَوْمِیْ اِذْدَعَاهُمْ اَخُوْهُمْ — اَجَابُوْا وَاِنْ یَّغْضَبْ عَلَی الْقَوْمِ یَغْضَبُوْا
(۲) هُمْ حَفِظُوْا غَیْبِیْ كَمَا كُنْتُ حَافِظاً — بِقَوْمِیْ اَجْزِیْ مِثْلَهَا اِنْ تَغَیَّبُوْا

(۳) بَنُوْ الْحَرْبَ لَمْ تَقْعُدْ بِهِمْ اُمَّهَا تُهُمْ وَاٰبَاءُ صِدْقٍ فَانْجَبُوْا

☆دَعَاهُمْ۔ انہیں پکارتا ہے☆اَخُوْهُمْ۔ ان کا بھائی☆جَابُوْا۔ جواب دیتے ہیں☆يَغْضَب۔ جب وہ غصہ ہوتا ہے☆حَفِظُوْا۔ انہوں نے حفاظت کی☆غَيْبِيْ۔ مراد میرا راز☆تَغَيَّبُوْا۔ غائب ہوئے

(1) کیا تم نے میری قوم کو نہیں دیکھا جب انہیں ان کا کوئی دوست یا بھائی پکارتا ہے تو وہ اسے جواب دیتے ہیں اگر وہ قوم پہ غصے کا اظہار کرتا ہے تو وہ بھی غصے ہو جاتے ہیں۔

(2) انہوں نے میرے راز کی حفاظت کی جس طرح کہ میں نے ان کی حفاظت کی۔ اگر وہ غائب ہو گئے یعنی بھاگ گئے پھر میں بھی انہیں ویسا ہی بدلہ دوں گا۔

(3) وہ بڑے بہادر جنگجو ہیں یعنی وہ تو جنگ ڈھونڈتے پھر رہے ہیں انہیں ان کی ماؤں نے جنگ سے روک کر نہیں رکھا ہوا ان کے باپ بھی سچے ہیں پس اسی وجہ سے شریف اولاد پیدا کی۔

فائدہ:

ان اشعار کو ملاحظہ فرمایئے اور ان اشعار کو ملاحظہ فرمایئے جن میں حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں بیان فرمائی ہیں۔ مدنی تاجدار کی تعریفیں بیان کی ہیں۔ اسی طرح قرآن واحادیث مبارکہ میں بھی عظمتوں کے لائق بزرگوں کی تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

بزرگوں کی تعریفیں بیان کرنا:

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی عظمت اور تعریفیں بیان کرنا قرآن کے خلاف نہیں۔ اگر قرآن کے خلاف ہوتی تو قرآن مجید میں بزرگوں کی تعریفیں بیان نہ ہوتیں۔

اعتراض:

قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔ بہت مہربان رحمت والا۔ روز جزا کا مالک۔

پس واضح ہوا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے کے لیے ہیں اس لیے صرف اسی کی تعریفیں بیان کی جائیں صرف اسی کی عظمت اور بزرگی بیان کی جائے کسی دوسرے کی تعریف بیان نہیں کرنی چاہیے۔

جواب ابو احمد اویسی:

انبیائے کرام کی عظمتیں بیان کرنا اور اولیائے کرام کی شان بیان کرنا قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کے خلاف ہرگز نہیں کیونکہ محبوبانِ بارگاہ حق کی عظمتیں بیان کرنا قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کے خلاف ہوتا تو خود کلام ربانی میں محبوبان حق کی عظمتیں بیان نہ ہوتیں مثلاً محبوب رب کائنات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا بیان قرآن مجید میں نہ ہوتا۔ اولیائے کرام کی عظمت بیان کرتے ہوئے۔ رب کائنات نے بیان فرمایا ہے کہ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ

عَلَيْهِمْ وَلَا يَحْزَنُوْن وغیرہ۔

وغیرہ آیات کا قرآن مجید میں بیان ہونا واضح دلیل ہے محبوبان بارگاہ حق یعنی اولیائے کرام اور انبیاء کرام کی عظمتیں بیان کرنا قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کے خلاف نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کی تفسیر:

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ الف لام میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ استغراقی ہے دوسرے یہ کہ عہد میں ہے۔ (تفسیر روح البیان)

اگر استغراقی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ ہر ہر زمانے میں ہر حالت میں ہر حمد کرنے والے سے خاص ہے اللہ کے حمد کا عام ہونا الف۔ لام سے حاصل ہوا اور حمد کے عام ہونے کا عموم حاصل ہو گیا اور جملے اسمیہ سے ہمیشگی معلوم ہوئی تو اب کلام کا مقصود یہ ہوا کہ کوئی بھی تعریف کرے کسی حالت میں کرے سب تعریف اللہ ہی کی ہوئی وہ اس طرح کہ اگر رب کی تعریف کرو تو ظاہر ہے کہ وہ تعریف بلاواسطہ رب کی تعریف ہے اور اگر اس کی کسی مخلوق کی تعریف کرو کسی ولی، چاند، سورج، موتی وغیرہ جس کی بھی تعریف کی جائے بالواسطہ رب کی ہی تعریف ہے کیونکہ چیز کی تعریف حقیقت میں بنانے والے کی تعریف ہوتی ہے۔ مکان کی تعریف حقیقت میں اس کاریگر کی تعریف ہے جس نے وہ مکان بنایا۔ خط کی تعریف اس کے لکھنے والے کی تعریف ہے جس نے اسے لکھا اسی طرح دنیا کی ہر چیز کی تعریف حقیقت میں اس کے بنانے والے کی تعریف ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کی نعت حقیقت میں رب کی تعریف ہے۔ پھر زبان سے تعریف کرو تو اللہ کی تعریف۔ ہاتھ پر سے اپنی عاجزی کا اظہار کرو مثلاً نماز پڑھو۔ روزہ رکھو تو رب کی تعریف، اس کی اطاعت میں مال خرچ کرو مثلاً زکوٰۃ فطرہ قربانی ادا کرو تو یہ رب کی تعریف، خانہ کعبہ کا طواف حضور کی عظمت ماہ رمضان کا ادب و احترام، اولیاء اللہ کے تبرکات، خانہ کعبہ کا طواف حضور کی عظمت ماہ رمضان کا ادب واحترام، اولیاء اللہ کے تبرکات اور ان کی قبور کی تعظیم حقیقت میں رب کی عملی تعریف ہے قرآن پاک فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

جو شخص رب کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ شخص متقی ہے حکومت کے دفتروں کچہریوں اور اس کے خدام کی عظمت درحقیقت حکومت کی عزت ہے۔ ان میں سے ایک کی بھی توہین حکومت کی توہین اور اس سے بغاوت ہے۔ الف لام استغراقی نے ان سب باتوں کو اپنے میں لے لیا۔ اسی طرح خدا کی نعمت ملنے پر اس کا شکر کرنا اور تکالیف آنے پر صبر کرنا یہ بھی رب تعالیٰ کی تعریف ہے۔
(تفسیر نعیمی ج اول ص 51)

دوسرا احتمال:

دوسرا احتمال یہ ہے کہ الف لام عہدی ہو تب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ خاص حمد اللہ کی ہے یعنی رب تعالیٰ ہر حمد قبول نہیں کرتا بلکہ کوئی خاص حمد اس کے ہاں مقبول ہوتی ہے۔ اب وہ خاص حمد کون سی ہے وہ حمد ہے جو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی یا ان کی بتانے سے کوئی اور کرے اسی لیے آپ کا اسم شریف ہے (احمد) یعنی رب کی بہت حمد کرنے والے اور رب کا نام ہے محمود یعنی آپ نے پیارے محبوب کا حمد کیا ہوا۔ (تفسیر نعیمی جلد اول ص 52)

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے محبوب اولیاء کرام اور انبیائے کرام کی عظمتیں بیان کرنا اس آیت مبارکہ کے خلاف نہیں کیونکہ ان کی عظمتوں کو بیان کرنا درحقیقت حق تعالیٰ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

حضرت علیؓ کی افواج کی تعریف

(۱) اَلْاَزْدُ سَیْفِیْ عَلَی الْاَعْدَآءِ کُلِّھِمْ — وَسَیْفُ اَحْمَدَ مَنْ دَانَتْ لَہُ الْعَرَبُ

(۲) قَوْمٌ اِذَا فَاجَئُوْا اَوْفُوْا وَاِنْ غَلَبُوْا — لَا یُجْحَمُوْنَ وَلَا یَدْرُوْنَ مَا الْھَرَبُ

(۳) قَوْمٌ لَبُوْسُھُمْ فِیْ کُلِّ مُعْتَرِکٍ — بِیْضٌ رِّقَاقٌ وَّدَآءٌ وُّ دِیَّۃٌ سَلَبٌ

(۴) اَلْبِیْضُ فَوْقَ رُءُوْسٍ تَحْتَھَا الْیَلَبُ — وَفِی الْاَنَامِلِ سُمْرُ الْخَطِّ وَالْقُضُبُ

(۵) اَلْبِیْضُ تَضْحَکُ وَالْاٰجَالُ تَنْتَحِبُ — وَالسُّمْرُ تَرْعَفُ وَالْاَرْوَاحُ تَنْتَھَبُ

(۶) وَاَیُّ یَوْمٍ مِّنَ الْاَیَّامِ لَیْسَ لَھُمْ — فِیْہِ مِنَ الْفِعْلِ مَامِنْ دُوْنِہِ الْعَجَبُ

(۷) اَلْاَزْدُ اَزْیَدُ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰے قَدَمٍ — فَضْلاً وَّ اَعْلَاھُمْ قَدْرًا اِذَا رَکِبُوْا

☆سَیْفِی۔ میری تلوار☆غَلَبُوْا۔ غلبہ حاصل کرلیں☆یُجْحَمُوْن۔ احجام سے بمعنی پیچھے ہٹتے ہیں☆یَدْرُوْنَ۔ وہ نہیں جانتے☆لَبُوْسُھُمْ۔ ان کے لباس☆بِیْضٌ۔ چمکتی ہوئی تلواریں☆رِقَاقٌ۔ باریک تلواریں یعنی تیز تلواریں☆اَبْیَض۔ بیضہ، بیض جمع خود☆یَلَبْ۔ چرمی زرہ☆قُضُبْ۔ تلواریں☆سُمْرُ الْخَطِّ۔ خطی نیزے، گندمی رنگ کے☆اَلْبِیْضُ تَضْحَکُ۔ تلواریں ہنستی ہیں☆اَجَال۔ اجل کی جمع ہے بمعنی عمر، مرمت انتخاب، رونا☆تَرْعَفُ۔ خونچکاں نیزے☆عَجَبُ۔ عجیب، حیرت انگیز☆فضلاً۔ فضیلت والے ہیں، افضل ہیں، اعلیٰ ہیں، بڑھے ہوئے ہیں☆اَعْلَاھُمْ قَدْرًا۔ اعلیٰ مرتبہ ہوتے ہیں

(1) ازد قبیلے کے سارے لوگ میری تلوار (یعنی میرے ساتھی) ہیں اور یہ تمام ہی دشمنان اسلام کے مخالف ہیں اور مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ہیں سارا عرب جن کا مطیع وفرمانبردار ہے۔

(2) وہ ایسی دید اور لحاظ والی اقوام ہیں کہ اگر کسی مخالف کو اچانک دیکھ لیں تو سابقہ کیے ہوئے وعدے کا پاس کرتی ہیں۔ مغلوب ہونے پر وہ پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ پیچھے ہٹنا تو جانتے ہی نہیں۔

(3) وہ ایسی قومیں ہیں کہ باریک تیز دھار تلواریں اور دشمنوں سے چھینی ہوئی داؤدی زرہیں ان کا جنگی لباس ہیں۔

(4) ان کے سروں پہ خود اور خود کے نیچے چمڑے کے زرہیں، ہاتھوں میں خطی نیزے اور تیز چمکتی ہوئی شمشیریں ہوتی ہیں۔

(5) تلواریں قہقہے لگاتی ہیں جبکہ دشمنوں کی عمریں روتی پیٹتی ہیں۔ گندمی رنگ کے خون ٹپکائے نیزے ہیں اور روحیں لٹی جا رہی ہیں۔

(6) ایسا کون سا دن ہے جس دن انہوں نے ایسا کام نہ کیا یعنی کوئی ایسا دن نہیں جس دن انہوں نے ایسا کام نہ کیا ہو جو کہ حیرت میں ڈال دینے والی بات ہے۔

(7) ازد قبیلے والے پاؤں سے چلنے والے تمام لوگوں سے فضیلت و بزرگی میں سبقت لے گئے ہیں۔ جب سواری پہ ہوتے ہیں تو بڑے اعلیٰ مرتبہ والے ہوتے ہیں یعنی اس وقت ان کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

(۱) وَالْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ قَوْمُ الَّذِیْنَ هُمْ — اٰوَوْ فَاَعْطَوْ فَوْقَ مَا وُهِبُوْا

(۲) یَا مَعْشَرَ الْاَزْدِ اَنْتُمْ مَّعْشَرٌ اُنُفٌ — لَا تَضْعَفُوْنَ اِذَا مَا اشْتَدَّتِ الْحِقَبُ

(۳) وَفِیْتُمْ وَفَآءَ الْعَهْدِ شِیْمَتُكُمْ — وَلَمْ یُخَالِطْ قَدِیْمًا صِدْقَكُمْ كَذِبٌ

(۴) اِذَا غَضِبْتُمْ یَهَابُ الْخَلْقُ سَطْوَتَكُمْ — وَقَدْ یَهُوْنُ عَلَیْكُمْ مِّنْهُمُ الْغَضَبُ

(۵) یَا مَعْشَرَ الْاَزْدِ اِنِّیْ مِنْ جَمِیْعِكُمْ — رَاضٍ وَّ اَنْتُمْ رُؤُوْسُ الْاَمْرِ لَا الذَّنَبُ

☆غَضِبْتُمْ۔ تم غصہ ہوتے ہو☆یَهَابُ الْخَلْقُ۔ مخلوق ڈرتی ہے☆سَطْوت۔ قہر، دبدبہ، رعب، شان وشوکت، قوت، طاقت☆وَفَاءٌ۔ نباہ، ساتھ دینا، خیر خواہی، نمک حلالی، دبستگی، عقیدت مندی، تعمیل، تکمیل☆وَفَاءُ الْعَهْدِ۔ وعدہ پورا کیا ☆شِیْمَتُكُمْ۔ تمہاری خصلت ہے☆وَلَمْ یَخَالِطْ۔ اور ہرگز مخلوط نہیں ہوتا

(8) اوس وخزرج والے قبیلے وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی طاقت سے بھی بڑھ کر پناہ دی (اور خدمت کی) سخت (اور سست) کسی حال میں بھی سستی کا شکار نہیں ہوتے۔

(9) اے ازد قبیلے والو! تم غیرت مند گروہ ہو۔ سست زمانے کے وقت بھی تم سستی نہیں کرتے۔

(10) تم نے وفا کی، وعدہ نبھانا تمہاری عادت ہے تمہارے صدق میں جھوٹ کبھی شامل نہیں ہوتا۔

(11) تمہارے غصے کی حالت میں مخلوق تمہارے رعب و دبدبے سے ڈرتی ہے اور تحقیق انہیں تم پہ غصے ہونا آسان ہو۔ (مگر تم کب ان سے زیر ہونے والے ہو)

(12) اے قبیلہ ازد والو! اس تم سب سے راضی ہوں تم حکومت کے سر ہو، دم نہیں ہو۔ یعنی تمہارا بڑا مقام ہے۔

☆......☆......☆

عربی قبائل کی تعریف

(۱) لَنْ تَيْأَسَ الْاَزْدُ مِنْ رَّوْحٍ وَّ مَّغْفِرَةٍ — وَاللّٰهُ يَكْلَؤُهُمْ مِنْ حَيْثُمَا ذَهَبُوْا

(۲) طِبْتُمْ حَدِيْثاً كَمَا قَدْ طَابَ اَوَّلُكُمْ — وَالشَّوْكُ لَا يُجْتَنٰى مِنْ فَرْعِهِ الْعِنَبُ

(۳) وَالْاَزْدُ جُرْثُوْمَةٌ اِنْ سُوْبِقُوْا سَبَقُوْا — اَوْ فُوْخِرُوْا اَفْخَرُوْهُ فَخَرُوْا اَوْ غُوْلِبُوْا غَلَبُوْا

(۴) اَوْ كُوْثِرُوْا اَوْ صُوْبِرُوْا صَبَرُوْا — اَوْ سُوْهِمُوْا سَهَمُوْا اَوْ سُوْلِبُوْا سَلَبُوْا

(۵) صَفَوْا فَاَصْفَاهُمُ الْمَوْلٰى وَلَا يَتَهٗ — فَلَمْ يَشُبْ صَفْوَهُمْ لَهْوٌ وَّ لَا لَعِبُ

(۶) هَيْنُوْنَ لَيْنُوْنَ خُلْقًا فِيْ مَجَالِسِهِمْ — لَا الْجَهْلُ يَعْرُوْهُمْ فِيْهَا وَلَا الصَّخَبُ

(۸) اَلْغَيْثُ اِمَّا رَضُوْا مِنْ دُوْنِ نَائِلِهِمْ — وَالْاَسْدُ تَرْهَبُهُمْ يَوْمًا اِذَا غَضِبُوْا

(۹) اَنْدَى الْاَنَامِ اَكُفًّا حِيْنَ تَسْئَلُهُمْ — وَاَرْبَطُ النَّاسِ جَاشًا اِنْ هُمْ نُدِبُوْا

☆ لَنْ تَيْأَسَ الْاَزْدُ۔ ازد مایوس نہ ہوں ☆ رَوْحٍ۔ راحت ☆ مغفرت۔ بخشش ☆ طاب۔ پاک ☆ طِبْتُمْ۔ تم پاک ہو ☆ فرعہ۔ شاخ، ٹہنی، ڈالی، وہ جس کی اصل کوئی اور چیز ہو ☆ رَضُوْا۔ راضی ہوں ☆ اَسَدُ۔ شیر ☆ تَرْهَبُهُمْ۔ ان سے ڈرتا ہے ☆ تَسْئَلُهُمْ۔ تم ان سے سوال کرتے ہو

(1) اے ازد قبیلے والو! کو آرام و سکون اور اللہ تعالیٰ کی بخشش سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ وہ جہاں بھی جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا۔

(2) سر دست تم پاکیزہ ہو جیسے تمہارے آباؤ اجداد بھی پاکیزہ تھے اور (یہ ایک حقیقت ہے کہ) کانٹوں والی ٹہنی سے انگور نہیں حاصل ہوتے۔ یعنی انگور حاصل کرنے کے لیے انگوروں کی بیل ہی چاہیے کانٹے تو انگوروں کو زخمی کر دینے والے ہوتے ہیں۔

(3) ازد قبیلہ والے فطرتاً اصلی ہیں اگر سبقت لے جانے میں ان سے مقابلہ کیا جائے تو وہ ہر حال میں سبقت لے جائیں گے۔ اگر ان سے فخر اور غلبے میں مقابلہ کیا جائے تو وہ پھر بھی سبقت لے جائیں گے۔

فائدہ: یہاں ازد قبیلہ کی شرافت اور بہادری کو مثالوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

(4) اگر ان سے کثرت تعداد میں مقابلہ کیا جائے تو وہ پھر بھی زیادہ ثابت ہو جائیں گے۔ اگر صبر و استقامت میں مقابلہ ہو تو پھر صابر، اگر قرعہ ڈالا جائے تو پھر بھی وہی غالب آئیں گے۔

(5) وہ حقیقتاً خالص ہیں اس لیے انہیں اپنی دوستی کے لیے دوست نے چنا پس ان کی پاکیزگی میں کسی قسم کے لہو و لعب کی ملاوٹ ہرگز نہیں۔

(6) وہ اپنی مجالس میں اخلاقاً نرم اور بہترین ہیں جہالت اور شور وغل ان کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔

(7) اگر وہ خوش ہو تو بارش جیسی عطا بھی ان کی معمولی بخشش وعطا ہے جب وہ غصے میں ہوں تو شیر بھی ان سے خوف کھاتا ہے۔

(8) تمہارے سوال پر وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخی ہیں جب انہیں لوگ مدد کے لیے پکارتے ہیں تو وہ سب سے زیادہ نڈر ہوتے ہیں۔

فائدہ:

یہاں ان عربی قبائل کی عظمتوں کو بیان کیا گیا جو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ شامل ہوتے تھے خصوصاً ازد قبیلہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

☆......☆......☆

قبیلہ غسان کی فضیلت

(۱) وَاَیُّ جَمْعٍ کَثِیْرٍ لَّا تَفَرِّقُهٗ اِذَا تَدَانَتْ لَهُمْ غَسَّانُ وَالنُّدُبُ

(۲) فَاللّٰهُ یَجْزِیْهِمْ عَمَّا اَتَوْا وَحَبُّوْا بِهِ الرَّسُوْلَ وَمَامِنْ صَالِحٍ کَسَبُوْا

☆جَمْعٍ کَثِیْرٍ۔ بڑی جماعت☆لَا تَفَرِّقُهٗ۔ انہیں منتشر نہ کردیں☆نُدُبُ۔ نشان جرأت مراد جنگی ہتھیار☆حَبُّوْا۔ حبہ کیا، یعنی دیا، عطا کیا☆یَجْزِیْهِمْ۔ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) انہیں بدلہ عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے گا ☆صَالِحٍ کَسَبُوْا۔ نیک کمائیاں

(1) وہ کون سا بڑا گروہ ہے جب وہ یکجا ہو تو اسے غسان اور ان کے جنگی ہتھیار تتر بتر نہ کردیں۔

(2) پس انہوں نے جو کچھ بھی کیا اور جو کچھ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور جو نیک اعمال کیے انہیں ان کی جزا اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا۔

☆......☆......☆

حضرت عثمان غنیؓ سے شیر خداؓ کا خطاب

(۱) فَاِنْ کُنْتَ بِالشُّوْرٰی مَلَکْتَ اُمُوْرَهُمْ فَکَیْفَ بِهٰذَا وَالْمُشِیْرُوْنَ غُیَّبُ

(۲) وَاِنْ کُنْتَ بِالْقُرْبٰی حَجَجْتَ خَصِیْمَهُمْ فَغَیْرُكَ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ وَاَقْرَبُ

☆شُوْرٰی۔ مشورہ، مشاورت صلاح☆مَلَکْتَ۔ مالک ہوا☆مُشِیْرٌ۔ مشورہ دینے والے☆غُیَّبُ۔ غیب☆

خَصِیم۔ دشمن☆اَوْلٰی۔ زیادہ قریب، زیادہ☆اَقْرَبُ۔ زیادہ قریب

(1) پس (اے عثمان رضی اللہ عنہ) اگر تم نے مسلمانوں کے مشورے سے امور سلطنت حاصل کیے ہیں تو پھر میں اب اس کی تصدیق کیسے کرسکتا ہوں حالانکہ مشورہ دینے والے تو اب یہاں سے غائب ہیں۔

(2) اگر تم رشتے داریوں کی وجہ سے ان کے مخالفوں پہ غالب آئے ہو تو پھر میں پیغمبر کے قریب تم سے زیادہ ہوں اس لیے میں تم سے زیادہ حقدار ہوں۔

☆......☆......☆

دنیا مثل سانپ

(۱) قَدْ رَأَیْتَ الْقُرُوْنَ کَیْفَ تَفَانَتْ ... دَرَسَتْ ثُمَّ قِیْلَ کَانَ وَکَانَتْ

(۲) هِیَ الدُّنْیَا کَحَیَّةٍ تَنْفُثُ السَّمَّ ... وَاِنْ کَانَتِ الْمُجَسَّةُ لَانَتْ

(۳) کَمْ اُمُوْرٍ لَقَدْ تَشَدَّدَتْ فِیْهَا ... ثُمَّ هَوَّنْتُهَا عَلَیَّ فَهَانَتْ

☆تَنْفُثُ۔ ڈالتا رہتا ہے☆سَمٌ۔ زہر☆تَفَانَتْ۔ فنا ہو کر

(1) تم نے صدیوں کو ملاحظہ کیا ہے کیسے فناہ ہو کر ختم ہوگئی ہیں۔ پھر (اب ان کے متعلق) کہا جاتا ہے کہ وہ تھا، وہ تھی وغیرہ۔

(2) دنیا اس سانپ کی مانند ہے جو جس کا جسم بظاہر بہت نرم و نازک اور کمزور ہے مگر زہر ڈالتا رہتا ہے۔ (اس کی کمزوری کو نہ دیکھیے اس کی زہر کو دیکھیے)

(3) کافی ایسے امور ہیں کہ جن میں مجھے بے حد تکلیف کا سامنا کرنا پڑا پھر میں نے انہیں اپنی ذات پہ آسان کیا تو وہ امور میرے لیے آسان ہوگئے۔ (کوئی چیز بھی مشکل نہ رہی)

دنیا سانپ کی مثل:

دوسرے شعر میں دنیا کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ دیکھیے سانپ بظاہر کتنا خوبصورت نظر آتا ہے بڑا نرم و نازک بھی ہوتا ہے اور کمزور سا مگر اس کی حقیقت سے وہی آشنا ہوتا ہے جو اس کے قرب سے لذت آشنائی حاصل کرتا ہے۔ بظاہر ضرور یہ خوبصورت کمزور سانپ ہے مگر حقیقت یہ کہ سخت سے سخت ترین انسان کو بھی ڈنگ لے تو ختم کر دیتا ہے کیونکہ بڑا زہریلا ہوتا یہی حال دنیا کا بھی ہے دنیا بھی بظاہر بڑی خوبصورت ہوتی ہے دل کو بھاتی ہے۔ کمزور سی بھی محسوس ہوتی ہے۔ مگر اس کی حقیقت بڑی بھیانک اور خطرناک ہوتی ہے دنیا کا ڈنگا ہوا دنیا میں بھی تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور آخرت بھی تباہ کر بیٹھتا ہے۔ دنیا کی محض خوبصورتی اور دل لبھائی ہی نہ دیکھیے اس کی حقیقت پہچاننے کی کوشش کیجیے۔

مشکلات میں آسانی:

بے شمار ایسے امور ہوتے ہیں جو ہمیں پہاڑ جیسے سخت اور تکلیف دہ محسوس ہوتے ہیں بلکہ ان کی خاطر ہم تکالیف اٹھاتے ہیں یہی حال میرا بھی ہے کہ کئی امور ایسے تھے جن کی وجہ سے میں نے تکلیف اٹھائی مگر جب میں نے ان سے گھبرانے کی بجائے ہمت اور حوصلے سے کام لیا۔ ڈرنے کی بجائے ہمت کا دامن تھام لیا تو میرے لیے تمام مشکلات کافور ہو گئیں۔ گویا اس شعر میں آپ نے سبق دیا ہے کہ

ہمت مرداں مدد خدا

ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

خدا کے سہارے ہمت سے کام لے
ہمت سے سب کام تو آسان نہ کر لے
مشکلات سے گھبرانا نہیں مردوں کا کام
ہمت سے سب مشکلیں ہوں گی آسان

☆......☆......☆

دنیا مکڑی کے گھر کی مانند

(۱) اِنَّمَا الدُّنْیَا فَنَآءٌ لَیْسَ لِلدُّنْیَا ثُبُوْتٌ ۔۔۔ اِنَّمَا الدُّنْیَا کَبَیْتٍ نَسْجَتْہُ الْعَنْکَبُوْتُ

(۲) وَلَقَدْ یَکْفِیکَ مِنْھَا اَیُّھَا الطَّالِبُ قُوْتٌ ۔۔۔ وَلَعَمْرِیْ عَنْ قَلِیْلٍ کُلُّ مَنْ فِیْھَا یَمُوتُ

☆وَلَعَمْرِیْ۔ میری جان کی قسم ☆لدنیا ثبوتٌ۔ دنیا کے لیے دوام نہیں ☆یَمُوْتٌ۔ مر جائیں گے ☆عَنْکَبُوْت۔ مکڑی ☆یَکْفِیْکَ۔ وہ مجھے کافی ہے۔

(1) دنیا فانی ہے آنے جانے والی چیز ہے اسے ہمیشگی حاصل نہیں۔ یعنی یہ ہمیشہ نہیں رہے گی۔ دنیا کی مثل مکڑی کے بنائے ہوئے گھر جیسی ہے۔ جیسے مکڑی کا جالا ناپائیدار ہوتا ہے اسی طرح دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب کچھ ناپائیدار اور فانی ہے۔

(2) اے دنیا کے طلبگار! تیرے لیے ضرورت کے مطابق روزی حاصل ہو جائے تو کافی ہے۔ اور مجھے جان کی قسم! جو بھی اس دنیا فانی میں وہ بھی بہت اس جان فانی سے چلتے بنیں گے۔

فائدہ:

رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوت۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

ٹر جانا تماشے والے نے ۔۔۔ میلا لگیا لگایا رہ جانا

بہر حال جو کچھ دنیا میں ہے دنیا کا سب کچھ مال متاع فانی ہے سب کو فنا ہے۔ کسی چیز کو بھی ہمیشگی حاصل نہیں بلکہ ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گی بلکہ اگر دنیا و مافیہا کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ دنیا مکڑی کے جالے کی مانند ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا کو مکڑی کے جالے کی مانند کہا ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

(1) جیسے مکڑی کا جالا ناپائیدار ہوتا ہے اسی طرح دنیا کا سب مال متاع سب کچھ ناپائیدار ہے دنیا کی کسی چیز کو پائیداری حاصل نہیں۔

(2) مکڑی کا جالا بظاہر کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے مگر حقیقتاً کچھ نہیں ہوتا اسی طرح دنیا بھی بظاہر کچھ نہ کچھ نظر آتی ہے مگر حقیقتاً کچھ نہیں ہوتی ہے۔

(3) مکڑی کے جالے سے نہ تو دھوپ سے بچایا جا سکتا ہے اور نہ ہی بارش سے محفوظ رہا جا سکتا ہے یہی حال دنیا کا بھی ہے وحدہٗ لاشریک کی خاص عنایات کے بغیر دنیا بھی انسان کے کسی کام نہیں آ سکتی ہے۔

(4) مکڑی کا جالا بڑا بے وقعت ہوتا ہے کہ ہوا چلی تو ٹوٹ پھوٹ گیا، بچے نے ہاتھ لگایا تو مکڑی کا جالا ختم ہو گیا دنیا بھی اسی طرح بے وقعت ہوتی ہے۔

(5) مکڑی کا جالا بظاہر گھر نظر آتا ہے مگر اس سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے یہی حال دنیا کا ہے دنیا بظاہر بڑی کچھ نظر آتی ہے مگر حقیقتاً نفع بخش نہیں۔

بظاہر مکڑی کا جالا بڑا کچھ محسوس ہوتا ہوگا مگر کیا مکڑی کو اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہے بلکہ الٹا نقصان کا باعث ہے۔ اسی طرح بظاہر دنیا اور مافیہا بڑی مفید معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتاً بجائے فائدہ کے نقصان کا سبب بنتی ہے۔

(7) بظاہر مکڑی کا جالا ہوتا ہے کہ شاید وہ اس اپنے گھر کی وجہ سے نقصان سے بچ سکے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ گھر اس کے لیے نقصان سے حفاظت کا سبب نہیں بن سکتا بچہ بھی بڑی آسانی سے اسے توڑ دیتا ہے اسی طرح دنیا اور دنیا کا سامان بظاہر بڑا مفید سامان ہوتا ہے مگر حقیقتاً اسی میں مبتلا ہو کر اکثر لوگ گمراہی کی دلدل میں پھنستے ہیں۔ لوگ ان کی چکا چوند دیکھ کر دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جو ان کے لیے انتہائی نقصان کا باعث بنتی ہے۔

(8) مکڑی کا جالا کسی کام کا نہیں ہوتا اسی طرح دنیا اور دنیا کا ساز و سامان حقیقتاً کسی کام کا نہیں ہوتا۔

(9) مکڑی کا جالا انتہائی کمزور سہارا ہوتا ہے اسی طرح مومن کے لیے دنیا بھی انتہائی کمزور جو کسی کام کا نہیں ہوتا ایسے کمزور سہارے کا کیا فائدہ۔

(10) مکڑی کا جالا مکڑی کے لیے غفلت کا سبب بھی بن جاتا ہے اسی طرح دنیا و مافیہا بھی انسان کے لیے غفلت شعاری کا باعث بن جاتی ہے حق تعالیٰ حقائق سے آشنائی عطا فرماتے آئیں۔

تلک عشرہ کاملہ:

فائدہ:

جیسے مکڑی کا جالا ہوتا ہے مگر اس کا فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح دنیا ہے مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسے مکڑی کا جالا ہونے کے

باوجود محض ایک دھوکہ کے سوا کچھ نہیں اسی طرح دنیا بھی محض دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ مکڑی کے جال میں محو ہو کر سوائے نقصان کے کچھ بھی نہیں ہوتا اسی طرح دنیا میں محویت اختیار کرنے والے کو بھی سوائے نقصان کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

☆......☆......☆

حقیقت زمانہ

(۱) اَلَمْ تَرَ اَنَّ الدَّهْرَ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ ۔۔۔ يَكُرَّانِ مِنْ سَبْتٍ جَدِيْدٍ اِلٰى سَبْتٍ

(۲) فَقُلْ لِجَدِيْدِ الثَّوْبِ لَا بُدَّ مِنْ بِلًى ۔۔۔ وَقُلْ لِاجْتِمَاعِ الشَّمْلِ لَا بُدَّ مِنْ شَتَتٍ

☆دَهر۔ زمانہ☆لَيْلَةٌ۔ رات☆سَبَتٍ۔ ہفتہ☆جَدِيْد۔ نیا مراد نیا ہفتہ اگلا ہفتہ، آئندہ ہفتہ☆ثَوْب۔ کپڑے، کپڑوں☆اجتماع۔ جماعت، بندی☆شَتَتٌ۔ انتشار

(1) کیا تم یہ دیکھتے نہیں کہ رات اور دن کا نام زمانہ ہے بس ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک بار بار آنے جانے کا نام زمانہ ہے۔

(2) پس نئے لباس سے کہہ دو کہ ان کے لیے پرانے ہونا لازمی امر ہے۔ کوئی بھی جماعت بندی ہو گٹھ جوڑ ہو ہر ایک کے لیے منتشر ہونا لازم ہے۔ (کیونکہ دوام کسی چیز کو بھی حاصل نہیں اس لیے اگر نیا لباس ہے تو اس نئے لباس کی وجہ سے غرور نہ کر کیونکہ نئے لباس نے بھی آخر بوسیدہ ہو جانا ہے۔ کوئی لباس بھی پرانا ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ یونہی سمجھ لیجیے اپنی جوانی، قوت وطاقت پہ مغروری نہ کر کیونکہ ہر چیز نے زوال کا شکار ہونا ہے۔ اور گٹھ جوڑ، گروہ بندی اور جماعت بندی کے باعث مغرور انسانوں کو بھی یہ اصول ذہن میں رکھنا چاہیے کہ انہیں بھی زوال کا شکار ہونا ہے یہی جماعت یا گروہ یا گٹھ جوڑ ان کے لیے تکبر کا سبب ہے جیت کا نشان ہے اس نے بھی انتشار کا شکار ہونا ہے۔ اس سے موجودہ سیاستدانوں اور حکمرانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ مگر بعض لوگ یہ حقیقت بھول جاتے ہیں جس کی وجہ سے دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور نقصانات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

نفس کو آخرت کی ترغیب

(۱) قَدْ كُنْتَ مَيْتًا فَصِرْتَ حَيًّا ۔۔۔ وَعَنْ قَلِيْلٍ تَصِيْرُ مَيْتًا

(۲) عَزَّ بِدَارِ الْفَنَاءِ بَيْتٌ ۔۔۔ فَابْنِ بِدَارِ الْبَقَاءِ بَيْتًا

☆كُنْتَ مَيْتًا۔ مردہ تھے☆فَصِرْتَ حَيًّا۔ پھر زندہ ہوئے☆دار فناءِ۔ فناء کا گھر☆بَيْتٌ۔ گھر☆

دعار لبقاء۔ باقی رہنے والا گھر مراد جنت

(1) تحقیق تم مردہ تھے پھر زندگی عطا ہوئی اور جلد ہی پھر دوبارہ مردہ ہو جاؤ گے۔ یعنی اس جہان فانی سے موت کے شکار ہو کر یہاں سے چلے جاؤ گے۔

(2) فناہ ہونے والے گھر یعنی دنیا فانی میں قائم رہنا نہایت دشوار ہے اس لیے باقی رہنے والے مقام یعنی جنت میں اپنا گھر بنایئے۔ خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَ كُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط (پ29 سورۃ الملک 2)

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو۔ تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ (کنز الایمان)

آیت نمبر 2:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُ كُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰیo (پ16 سورہ طٰہٰ 55)

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھیر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

اس لیے کہ اس جہان فانی میں ہمیشہ کسی نے نہیں رہنا ہے جو آیا ہے اس نے جانا ہے جو پیدا ہوا اس نے مرنا ہے یہاں کسی کو بقاء نہیں۔ جب وقت آ جاتا ہے اس جہان فانی سے رخصت ہونا پڑے گا یہ جہان فانی عبرت کی جا ہے تماشہ گاہ نہیں ہے۔

(2) دنیا فناہ ہونے والا گھر ہے یہاں ہمیشہ کسی نے نہیں رہنا کوئی لاکھ کوشش کرے مگر یہاں قائم رہنا نہایت مشکل ہے نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے اس فانی گھر کی بجائے اس کا وہاں گھر بنایئے جو مقام باقی رہنے والا ہے۔ یعنی جنت اس دنیا فانی میں رہتے ہوئے قرآن وسنت کے مطابق عقائد اختیار کر کے ساری زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزار کر حق تعالیٰ کو راضی کر کے ہمیشہ رہنے والی جنت میں اپنا گھر بنایئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ط o جَزَآءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (پ30 سورۃ البینہ 7 تا آخر)

بے شک جو ایمان لائے اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (کنز الایمان)

☆......☆......☆

قناعت

(۱) بَیْتٌ وَّثَوْبٌ وَّ قُوْتُ یَوْمٍ — یَکْفِیْ لِمَنْ فِیْ غَدٍ یَّمُوْتُ

(۲) وَرُبَّمَا مَاتَ نِصْفَ یَوْمٍ — وَالنِّصْفُ مِنْ قُوْتِہٖ یَفُوْتُ

☆بَیْتٌ۔ ایک گھر ☆ثَوْبٌ۔ ایک کپڑا ☆قُوْتُ یَوْمٍ۔ ایک دن کی روزی ☆مَاتَ۔ مر گیا، فوت ہوا ☆قُوْتِہٖ۔ اس کی روزی ☆یَفُوْتُ۔ فوت ہوئی

(1) کل مرنے والے کے لیے ایک گھر، ایک جوڑا لباس کا اور ایک دن کی روزی کافی ہے۔ (اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں)

(2) کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ انسان دوپہر کے وقت ہی فوت ہو گیا اس کی آدھے دن کی روزی فوت ہو گئی یعنی اس سے کسی کام نہ آئی۔ باقی بچی رہ گئی۔

فائدہ:

یہاں قناعت کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ جتنی روزی میسر ہے اسی کو غنیمت جانیے نہ جانے جتنی روزی تیرے پاس ہے اتنی بھی تو کھائے گا یا نہیں۔ تیری حقیقت یہ ہے زیادہ روزی کے حصول کے لیے مارے مارے پھرنے کا کیا فائدہ۔ اس لیے انسان حقیقت سمجھنے کی کوشش کر۔

ان اشعار میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ جس شخص نے کل یعنی ایک دن بعد اس جہان فانی سے رخصت ہو جانا ہے اس کی ضرورت زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتی ہیں کہ

(1) اس کے آرام وسکون کے ساتھ رہنے کے لیے ایک گھر کی ضرورت ہے ایک گھر میسر آ جائے تو کافی ہے اس لیے زیادہ کے لیے تگ ودو کی کوشش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ زائد از ضرورت تعمیرات پہ خرچ کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

ان اشعار میں یہاں قناعت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

قناعت نہ ختم ہونے والا خزانہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

القناعة كنز لا يفنى

قناعت نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ کا اردو ترجمہ تصوف کا انسائیکلو پیڈیا 259 بحوالہ الترغیب والترہیب 1236)

ضرورت کا لباس:

ایک کپڑا اسے مراد ایک جوڑا مسنون لباس ہے جو ستر پوشی کما حقہ کر سکے۔اور ایسا لباس جو ستر کو ڈھانک نہ سکے اس کا کوئی فائدہ نہیں خواہ جتنا بھی ہو۔ مثلاً اسلامی لباس اور غیر مسلموں کو لباسوں کو موازنہ کیجیے۔ان میں مسلمانوں کا ایسا لباس جو مسنون ہوتا ہے اس کے مدمقابل غیر مسلموں کے لباس خواہ جتنے بھی قیمتی ہوں کسی کام کے نہیں اور لباس ہوتے بھی ایسے ہیں کہ جن سے ستر نہیں ڈھکتا۔اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔جو بھیڑ چال اپناتے ہوئے انگریزوں جیسے لباس پہن کر انگریز بننے کی سعی کرتے ہیں۔ارے لباس پہننا ہے تو اس سلسلے میں بھی مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیجیے تا کہ دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی مثلاً یہی کہ مسنون لباس میں سے عمامہ پہننا بھی ہے۔

عمامہ پہننا مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت:

عمامہ پہننا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہے لباس کا لباس اور آخرت میں بھی بے شمار انعامات ربانی کے حصول کا بھی سبب۔دنیا بھی بنتی ہے اور آخرت بھی سدھرتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَاسْتَجَدَّ ثَوْباً سَمَّاہُ بِاِسْمِہٖ عِمَامَۃً اَوْقَمِیْصًا اَوْرِدَاءً ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْاَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَہٗ

(رواہ الترمذی وابوداؤد ومشکوٰۃ شریف کتاب اللباس فصل 2 حدیث نمبر 414)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کوئی نیا کپڑا پہنتے اس کا نام لیتے مثلاً پگڑی یا قمیص یا چادر پھر فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْاَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّمَا صُنِعَ لَہٗ

اے اللہ! تیرے لیے تعریف ہے تو نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا میں اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اور اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں جس کے لیے یہ بنا گیا ہے۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ میں تین کپڑوں کی وضاحت ملتی ہے جبکہ ٹوپی کے متعلق بھی کتب احادیث میں بکثرت روایات ملتی ہیں۔

فضائل عمامہ شریف:

یہاں عمامہ شریف کے فضائل ملاحظہ فرمائے حدیث شریف میں ہے کہ:

وَعَنْ عُبَادَۃَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْکُمْ بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّھَا سِیْمَاءُ الْمَلآئِکَۃِ وَارْخُوْھَا

خَلْفَ ظُهُوْرِ کُمْ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس فصل 3)

کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے ان کے شملے اپنی پشت کے پیچھے چھوڑو۔

دعوت فکر:

یہ حدیث مبارکہ اوراس جیسی دیگر احادیث مبارکہ بغور ملاحظہ فرمایئے اور اپنا عمل ملاحظہ فرمایئے۔ کیا سر کے لباس کے متعلق ہم ایسا رویہ اپنائے ہوئے یا اس عمل مبارک کو ہم ٹھکرائے ہوئے ہیں خصوصاً ان علمائے کرام کی خدمت اقدس میں گزارش ضرور کروں گا جو پورے ملک کے طول وعرض میں اپنے بیانات سے دین متین کی خدمت میں مصروف ہیں اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے روگردانی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

اولاً تو سر پہ محض ٹوپی ہوگی یا صرف پگڑی اور وہ بھی اس طرح کہ جیسے عام لوگ سر پہ پگڑی لپیٹ لیتے ہیں اور شملہ بھی سر پہ لپیٹ لیتے ہیں عام لوگوں کا طریقہ اپناتے ہیں ان کی یہ حالت تو ہوتی ہے نماز ادا کرتے ہوئے یا وعظ بیان کرتے ہوئے اور عام حالت میں ننگے سر پھرنے کو شان سمجھتے ہیں۔ سر پہ عمامہ باندھنے کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ ان کی مانگ خراب ہوتی ہے۔ عام مسلمانوں کو بھی مدنی تاجدار کا مسنون طریقہ اپنانا چاہیے خصوصاً علمائے کرام کو اس طرف ضرور متوجہ ہونا چاہیے کیونکہ ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مقدس اپنائیں گے اور ان کو دیکھ کر لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہتے ہیں کہ دیکھیے جناب اگر واقعی یہ مسنون طریقہ ہوتا تو فلاں صاحب ضرور اپناتا۔ فلاں صاحب اتنے بڑے علامہ صاحب ہیں کہ جن کے نام کا اعلان کرتے ہوئے علامۃ الدہر کے نام سے انہیں پکارا جاتا ہے۔ اتنے بڑے بڑے القابات اس کے نام سے پہلے لکھے جاتے ہیں اگر یہ مسنون طریقہ واقعی اتنا بہترین ہوتا تو وہ کیوں نہ اپناتا ان کا نہ اپنانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ مسنون طریقہ اتنا اہم نہیں ہے۔

خدارا علمائے کرام! غور ضرور فرمایئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنے عمل کے ذریعے لوگوں کو غلط راستے کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکلے گا یہی کہ لوگ آہستہ آہستہ مزید بدعملی کی دلدل میں دھنستے چلے جائیں گے علمائے کرام کا فریضہ کیا ہے یہی کہ قرآن واحادیث کے مطابق خود بھی اپنی زندگی سنوارنے کی سعی کریں اور مخلوق خدا کی بھی بہترین انداز میں رہنمائی کریں۔

ہمارا معاشرہ پہلے ہی مادر پدر آزادی کی طرف چھلانگیں پہ چھلانگیں مارتا جا رہا ہے۔ بلکہ بعض نام نہاد علماء چلتی پہ تیل چھڑکنے میں مصروف ہیں آج کا دور خاص طور پر اس امر کا متقاضی ہے کہ مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت مبارکہ پہ خود بھی عمل پیرا ہوں شب وروز اس کی تبلیغ بھی کریں۔ یہی طریقہ ہے کہ جس سے معاشرہ کے سنبھلنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ورنہ اس جدت پسندی کے دور میں کفر وشرک اور بدعملی کے دیو ہر طرف چنگھاڑتے پھر رہے ہیں۔ ہر طرف وحشت و بربریت کے نمونے ہر روز میڈیا پہ دیکھنے کو مل رہے ہیں مگر افسوس کہ بگاڑ کی طرف دوڑ لگی ہے سنوار کے متعلق سوجھ بوجھ مشکل سے مشکل ترین ہوتی جارہی ہے اللہ تعالیٰ جدت پسندی کی زہر میں ڈوب مرنے سے خصوصی حفاظت فرمائے آمین۔

فائدہ:

عمامہ کے فضائل ومسائل کے متعلق قبلہ فیض ملت، مجدد دورحاضرہ حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ

کے رسائل (فضائل اور سبز عمامہ) کا مطالعہ کیجیے۔

عورتوں کے لیے ضرورت کا لباس:

عورتوں کے لیے ضرورت کا لباس ایسا لباس ہے کہ جس سے جسم کی ساخت اندر سے جھلکتی ہوئی محسوس نہ ہو۔ اور ایسا لباس کہ جس سے اعضائے جسمانی یا ان کا رنگ جھلکے ایسے لباس سے لباس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ عورتوں کو ایسا لباس پہننا چاہیے کہ جس سے لباس کی اندرونی ساخت نہ جھلکے۔

کپڑے پہننے کے باوجود ننگی عورتوں کے انجام کا منظر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ عورتیں بھی جہنمی ہیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں دوسروں کو رجھاتی ہیں خود دوسروں پر ریجھتی ہیں ان کے سرناز سے بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ٹیڑھے ہیں یہ عورتیں نہ جنت میں جائیں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے آتی ہیں۔ (ریاض الصالحین)

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بار مصر کی بنی ہوئی باریک ململ آئی آپ نے اس میں سے کچھ حصہ پھاڑ کر دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور فرمایا: اس میں ایک حصہ پھاڑ کر تم اپنا کرتہ بنالو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لیے دے دو مگر ان سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی ساخت اندر سے نہ جھلکے۔

(ابوداؤد شریف سنت نبوی اور جدید سائنس جلد 2 ص 49)

فائدہ:

عورتوں کے باریک لباس سے جہاں شرم وحیاء، حجاب و وفا ختم ہو جاتی ہے وہاں اس کے کچھ اور نقصانات بھی واقع ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر لیڈ بیٹر کی وارننگ:

مذکورہ ڈاکٹر روحانیت کا بہت بڑا محقق ہے لیڈ بیٹر کے مطابق جس لباس سے نسوانی جسم کی جھلک نظر آئے اس جسم سے میں نے غلیظ اور نسواری لہروں کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ (بحوالہ تصورات اسلام)

الٹرا وائیلٹ ریز کے نقصانات (Losses of ultra violet rays):

سورج میں موجود الٹرا وائیلٹ ریز (Rays) سخت گرمی میں جلد اور جسم کے لیے بہت نقصان دہ ہوتی ہیں اگر لباس موٹا ہو تو یہ شعاعیں لباس سے باہر ہی رک جاتی ہیں اور اگر لباس باریک ہو تو یہ شعاعیں جلد کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔

(سنت نبوی اور جدید سائنس جلد 2 ص 50-49 بحوالہ میثاق)

ایک دن کی روزی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ:

کل مرنے والے کے لیے ایک گھر ایک کپڑا اور ایک دن کی روزی کافی ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ زائد از

ضرورت روزی کس کام کی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک دن کی روزی بھی زائد از ضرورت ہے کیونکہ موت نے جب آنا ہے اس نے نہیں دیکھنا یہ کہ دن پورا ہو لے یا یہ رات بیت جائے۔ ایک لمحہ بھی آگے یا پیچھے نہ ہو گی۔ اس لیے پورے ایک دن کی روزی بھی کئی لوگوں کے لحاظ سے زائد از ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اچھا بھلا انسان لمحوں میں موت کی وادی میں چلا جاتا ہے۔ موت کی دلدل میں گم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات انسان دوپہر کو ہی اس جہان فانی سے چلتا بنتا ہے۔ بقیہ آدھے دن کی یا کم وبیش وقت کی روزی فوت ہو جاتی ہے۔ یہ بقیہ روزی اس کے لیے کس کام کی۔

☆......☆......☆

بقدر ضرورت پر قناعت

(۱) بَیْتٌ یُّوَارِی الْفَتٰی وَثَوْبٌ ... یَسْتُرُ مِنْ عَوْرَۃٍ وَّ قُوْتٌ

(۲) ھٰذَا بَلَاغٌ لِّمَنْ تَحَتّٰی ... وَذَا کَثِیْرٌ لِّمَنْ یَّمُوْتُ

(۳) یَآاَیُّھَا الطَّالِبُ الْمَبْھُوْتُ ... حَسْبُکَ مِمَّا تَبْتَغِیْہُ الْقُوْتُ

مَآ اَکْثَرَ الْقُوْتُ لِمَنْ یَّمُوْتُ

☆یَسْتُرُ۔ چھپائے ☆عَوْرَۃٍ۔ چھپانے والے مقام، عورت کو عورت بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے تمام اعضاء، حتیٰ کہ چہرہ بھی غیر مردوں سے چھپائے جانے کا حکم ہے ☆بَلَاغٌ۔ پہنچانا کفایت یہاں، کفایت مراد ہے، یعنی کافی ہے ☆لِمَنْ یَّمُوْتُ۔ مرنے والے کے لیے ☆مَبْھُوْت۔ سرگرداں، پریشان، پریشان حال ☆اَکْثَرَ۔ بہت ہے

(1) رہنے کے لیے ایک گھر جو پردے کا کام کرے عام لوگوں کی نظروں سے آڑ کا کام دے اور ستر پوشی کے لیے ایک جوڑا لباس اور ضرورت کے مطابق روزی کافی ہے (زیادہ کی ضرورت نہیں)

(2) زندہ رہنے کے لیے یہی کچھ کافی ہے اور مرنے والے شخص کے لیے تو یہ بھی زیادہ ہے۔ یعنی مرنے والے کو تو اتنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔

(3) اے ہر طرف پریشانی میں مبتلا انسان جو کچھ تو چاہتا ہے اس میں سے ضرورت کے مطابق روزی تیرے لیے کافی ہے۔

تیرے لیے ضرورت کے مطابق روزی کافی ہے۔ زائد از ضرورت روزی کی ضرورت نہیں بلکہ زائد از ضرورت کے پیچھے نہ بھاگ، زیادہ کی حرص کسی طور پر بھی مناسب نہیں۔ اس لیے بقدر ضرورت پر قناعت کر۔ اس میں ہی فائدہ اور بھلا ہے۔ زیادہ کی طلب انسان کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیتی ہے حالانکہ جو کچھ قسمت میں ہے اس سے زائد ہرگز نہ پائے گا۔ یہ حقیقت ہے اس میں کوئی شک نہیں پھر زائد کے لیے پریشانیوں میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

☆......☆......☆

نفس پر صبر لازم

(۱) صَبَرْتُ عَنِ اللَّذَّاتِ لَمَّا تَوَلَّتِ وَاَلْزَمْتُ نَفْسِیْ صَبْرَهَا فَاسْتَمَرَّتِ

(۲) وَمَا الْمَرْءُ اِلَّا حَیْثُ یَجْعَلُ نَفْسَهٗ فَاِنْ اُطْمِعَتْ تَاقَتْ وَاِلَّا تَسَلَّتِ

☆صَبَرْتُ۔ میں نے صبر کیا☆تَوَلَّتِ۔ روگردانی کی☆وَاَلْزَمْتُ نَفْسِیْ۔ میں نے اپنے نفس پر لازم کر دیا☆ مَرْءُ۔ انسان☆اُطْمِعَتْ۔ طمع میں ڈالا جائے، لالچ میں ڈالا جائے☆تَاقَتْ۔ توق بمعنی شوق، مشتاق ہونا یعنی مشتاق ہوتا ہے

(1) جب دنیوی نعمتیں مجھ سے منہ پھیر گئیں تو میں نے ان کی لذتیں حاصل کرنے سے صبر کر لیا۔ جب میں نے اپنے آپ پر صبر لازم کر لیا تو مستقل ہو گیا۔ یعنی اب مجھے ان کے منہ موڑنے کا افسوس نہیں اور نہ ہی ضرورت محسوس ہوتی۔

(2) انسان اپنے نفس (یعنی اپنے آپ) کو جس حال میں رکھتا ہے وہ اسی طرح بن جاتا ہے اگر لالچ میں مبتلا تو وہ دولت دنیا وغیرہ کا مشتاق بن جاتا ہے ورنہ مطمئن ہو جاتا ہے یعنی نفس کو جس حالت میں انسان ڈھالنا چاہتا ہے یہ اسی طرح بن جاتا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے نفس کو مطمئنہ بنانے کی کوشش کی جائے صبر اختیار کرنا چاہیے۔ رب کی رضا سمجھتے ہوئے صبر اختیار کرنا باعث اجر ہے۔ نفس کے متعلق تفصیلات کے لیے ہماری تصانیف (فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) ملاحظہ فرمایئے۔

☆......☆......☆

ناجائز نظر بازی کا نقصان

(۱) اَقُوْلُ لِعَیْنِیْ اِحْبِسِیْ اللَّحَظَاتِ وَلَا تَنْظُرِیْ یَاعَیْنُ بِالسَّرَقَاتِ

(۲) فَكَمْ نَظْرَةٍ قَادَتْ اِلَی الْقَلْبِ شَهْوَةً فَاَصْبَحَ مِنْهَا الْقَلْبُ فِیْ حَسَرَاتِ

☆عَیْنِیْ۔ میری آنکھ، اپنی آنکھ☆اِحْبِسِ۔ رک جا☆لَحَظَاتِ۔ لحظہ و نگاہ مراد نگاہ بازی☆یَاعَیْنَ۔ اے آنکھ☆ لَاتَنْظُرْ۔ مت دیکھ نہ دیکھ☆قَادَتْ۔ قود سے بمعنی کشیدن، کھینچنا کھینچ دی پیدا کر دی☆حَسَرَاتُ۔ رنج، افسوس

(1) میں اپنی آنکھ سے کہا کرتا ہوں کہ اے آنکھ گناہوں سے لبریز نظر بازی سے باز آ جا۔ چوری چوری نہ دیکھ۔

(2) کیونکہ بعض نگاہوں نے دل میں شہوت پیدا کی جس کی وجہ سے دل حسرتوں میں مبتلا ہو گیا۔ دل رنج اور افسوس سے بھر گیا۔ (یا پھر انسان گناہوں میں مبتلا ہو گیا)

مطلب:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدنگاہی سے منع کیا ہے اور حکمت یہ بیان کی ہے کہ بدنگاہی سے دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے پھر نیک لوگوں کے دل میں رنج اور افسوس پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے ناجائز نظر بازی سے باز رہنا چاہیے تاکہ انسان کے دل میں شہوت کا بیج نہ پڑے اور نہ ہی اس سے تناور درخت بنے۔

عورت شیطان کی صورت میں:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمَرْءَ ةِ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَةِ شَیْطَانٍ وَتُدْبِرُفِیْ صُوْرَةِ شَیْطَانٍ اِذَا اَحَدُکُمْ اَعْجَبَهُ الْمَرْءَ ةُ فَوَقَعَتْ فِیْ قَلْبِهٖ فَلْیَعْمِدْ اِلَی امْرَأَتِهٖ فَلْیُوَاقِعْهَا فَاِنَّ ذٰالِكَ یَرُدُّ مَافِیْ نَفْسِهٖ۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات فصل اول حدیث نمبر 2971)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے جب تم کو کوئی عورت محبوب لگے تو وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے اس سے صحبت کرے تو یہ اس کے دل میں آئی ہوئی چیز کو دور کر دے گی۔

فائدہ:

یعنی اجنبی عورت کو آتے ہوئے آگے سے دیکھو یا جاتے ہوئے پیچھے سے دیکھو مرد کے دل میں وسوسے اور برے شہوانی خیال پیدا کرتی ہے جیسے شیطان برے خیال و وسوسے پیدا کرتا ہے لہٰذا اس سے ایسا ہی ڈرنا چاہیے جیسے شیطان سے ڈرتے ہیں کوئی متقی پرہیز گار اپنے تقویٰ پر پرہیز گاری پر اعتماد نہ کرے اور اجنبی عورتوں سے احتیاط رکھے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ بلاضرورت عورت گھر سے نہ نکلے اور مرد اجنبی عورتوں سے احتیاط رکھے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ بلاضرورت عورت گھر سے نہ نکلے اور مراد اجنبی عورت کو کپڑوں پر سے بھی نہ دیکھے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے نیز عورت کو لازم ہے کہ لباس فاخرہ عمدہ برقعہ اوڑھ کر نہ باہر جائے کہ بھڑک دار برقعہ پردہ نہیں بلکہ زینت ہے۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج5 ص15 بحوالہ نووی ومرقات)

اجنبی عورت نظر آئے تو نظر پھیر لینے کا حکم:

عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَّظْرِ الْفُجَآءَ ةِ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِیْ۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر الی والمخطوبۃ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نظر پھیر لو یعنی نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔

فائدہ:

اس اچانک نظر پڑ جائے میں تو گناہ نہیں مگر فوراً نگاہ ہٹالو اگر دوبارہ دیکھ لیا یا اسے دیکھتے رہے تو گنہگار ہوں گے کہ اس میں گناہ کا ارادہ پایا گیا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ عورت پر منہ چھپانا واجب نہیں بلکہ مرد پر نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے کیونکہ سرکار نے مرد کو نظر پھیر لینے کا حکم دیا (مرقات) مگر یہ استدلال ضعیف ہے اگلی حدیث میں آئے گا کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اگرچہ مرد نابینا ہو یہاں وہ صورت مراد ہے کہ عورت بے پردہ نہ تھی پھر مرد کی نظر پڑ گئی۔

حکایت:

ایک دفعہ الفقیر القادری ابواحمد اویسی حضرت علامہ ابواحمد بشیر احمد فاروقی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو ایک ورقی پمفلٹ دکھایا کہ جس میں عورت کے لیے پردے کی حالت میں چہرہ ڈھانکنے کی مذمت بیان کی گئی تھی اور مسلم خواتین کے لیے بغیر پردے کے چلنے پھرنے کو صحیح اسلامی طریقہ بتایا گیا تھا۔ غلط استدلال کر کے مختلف تفاسیر کے حوالے نوٹ کیے گئے تھے۔ فاروقی صاحب نے فرمایا کہ اس پمفلٹ کی حقیقت کیا ہے۔

الفقیر القادری ابواحمد اویسی نے عرض کیا یہ پمفلٹ لکھنے والے کی منہ زوری کا منہ بولتا ثبوت ہے ورنہ اگر غور کر لیا جائے اس سلسلے میں متعدد احادیث بیان کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً یہی حدیث ملاحظہ فرمائیے کہ:

عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَيْمُوْنَةُ اِذَا اَقْبَلَ اِبْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجِبَامَنْهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفَعُمْيَا وَاِنْ اَنْتُمَا لَسْتُمَا تُبْصِرَ انِهِ

(رواہ احمد والترمذی وابوداود، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات فصل 2)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ جناب ام مکتوم آئے اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں کہ ہم کو دیکھتے نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۔

نیچی نگاہ کرنے کا فائدہ:

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ اِمْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا۔

(رواہ احمد مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبۃ بیان العورات فصل 3 حدیث نمبر 2990)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ فرماتے ہیں کہ ایسا کوئی مسلم

نہیں جو اچانک کسی عورت کی خوبیاں پہلی بار دیکھے تو فوراً اپنی نگاہ نیچی کر لے مگر اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت دیتا ہے جس کی وہ لذت پاتا ہے۔

فائدہ:

اس صبر اور دل کو روکنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے عبادت کی لذت عطا فرمائے گا یا نماز یا روزے کی یا حج وزیارت کی خیال رہے کہ کھانے وغیرہ کی طرح عبادات میں بھی مختلف لذتیں ہیں جسے محسوس کرنے کے لیے باطنی حواس درست چاہئیں یہ عمل اس درستی حواس کے لیے بہت ہی مفید ہے رب تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو رب تعالیٰ اسے انہی عبادتوں میں لذت بخشے گا یا کسی اور نئی عبادت کی توفیق دے گا جیسے جہاد وغیرہ اور پھر اس کی لذت بھی نصیب فرمائے گا۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج5 ص28)

دیکھنے دکھانے والی پر لعنت:

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ کتاب النکاح باب النظر فصل 3 حدیث نمبر 2991)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارسال کے طریقے پر مجھ کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے اور جس کی طرف دیکھا گیا (مگر شرط یہ ہے کہ اس نے جسم دکھانے کے لیے ننگا کیا ہے دونوں پر لعنت ہے)

فائدہ:

حدیث میں کسی قدر اجمال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مرد اجنبی عورت کو قصداً بلاضرورت دیکھے اس پر بھی لعنت ہے اور جو عورت قصداً بلاضرورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھائے اس پر بھی لعنت ہے غرضکہ اس میں تین قیدیں لگانی پڑیں گی اجنبی عورت کو دیکھنا، بلاضرورت دیکھنا، قصداً دیکھنا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد۵ ص۲۴)

پہلی نظر معاف:

عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَاتُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر حدیث نمبر 2976)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ نظر اس کے پیچھے نہ ڈال کیونکہ پہلی بار نظر معاف ہے اور دوبارہ تیرے لیے جائز نہیں۔

فائدہ:

پہلی نگاہ سے مراد وہ نگاہ ہے جو بغیر قصداً اجنبی عورت پر پڑ جائے اور دوسری نگاہ سے مراد دوبارہ اسے قصداً دیکھنا ہے اگر پہلی نظر بھی جمائے رکھی تو بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگی اس پر بھی گناہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ علماء مشائخ کو بھی جائز نہیں کہ اپنی شاگردنی یا مریدنی کو قصیداً دیکھیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علماء واولیاء کرام کے سردار ہیں۔ ان کو یہ حکم ہو رہا ہے غور کرا اور ڈر ان سے بڑھ کر پاکباز کون ہوسکتا ہے۔

(مراۃ شرح مشکوۃ جلد5ص17)

دعوت عبرت:

اس سے ان پیروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو کہتے ہیں کہ ہماری مریدنیاں ہماری بیٹیوں کی مثل ہیں بلکہ ہماری بیٹیاں ہیں اس لیے ہم سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں نیز بعض بدباطن یہ کہتے بھی سنے گئے ہیں کہ اب ہم اس سٹیج پر پہنچ گئے ہیں کہ کوئی حرکت بھی ہمارے لیے نقصان دہ نہیں کیونکہ ہم تو پہنچے ہوئے بزرگ ہیں ایسے شریعت مطہرہ کا مذاق اڑانے والے بزرگی کے دعوے دار کہاں کے پہنچے ہوئے ہوسکتے ہیں؟ یہ معاملہ کوئی ڈھکا چھپا نہیں۔ حق تعالیٰ حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حکایت:

الفقیر القادری ابواحمد اویسی سے ایک نام نہاد پیر صاحب کی ملاقات ہوئی۔ الفقیر القادری نے سن رکھا تھا کہ ان کے تعلقات غیر محرم مریدنیوں سے عجیب عجیب ہیں مثلاً بے حجابی، کھلے عام ہمہ قسم کی گفتگو میں مشغولیت وغیرہ۔

الفقیر نے عرض کیا: آپ بزرگی کے دعویدار ہیں اس لیے آپ کو پردہ کا خصوصی اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔

نام نہاد پیر صاحب کہنے لگے: ہماری مریدنیاں ہماری بیٹیوں جیسی ہوتی ہیں۔ اس لیے بیٹیاں اپنے والدین سے پردہ کریں چہ معنی دارد۔

الفقیر القادری نے عرض کیا:

اگر آپ کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو کبھی کسی شخص کا نکاح اپنی بیٹی سے ہوسکتا ہے حالانکہ آپ جیسے کئی پیر صاحب اپنی مریدنیوں سے نکاح کر لیتے ہیں۔

نام نہاد پیر:

جناب! جن سے نکاح ہوگیا وہ بیوی بن جاتی ہے باقی حسب دستور بیٹیاں رہتی ہیں۔

الفقیر:

میاں صاحب! یہ تو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا کہ حقیقی بیٹیوں اور مریدنیوں کے معاملات یکساں نہیں۔ مسائل ایک جیسے نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی عرض کیا: کہ جب آپ کی مریدنیاں آپ کی بیٹیاں ہوئیں تو اسی اصول کے تحت آپ کے مرید آپ کے بیٹے ہوئے پھر آپ اپنے بیٹوں (مریدوں سے) اپنی خواتین کا پردہ کیوں کرواتے ہیں۔ وہاں بھی بے حجابی چلنے دیں بیٹوں سے پردہ کیسا؟ آپ کی حقیقی بیٹیاں آپ کے مریدوں کی بہنیں ہوئیں۔ بہنوں سے بھائیوں کا پردہ کیسا۔ اس پر وہ نام نہاد پیر صاحب خاموش

ہو گئے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ حق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے دیکھیے ام مکتوم والی حدیث مبارکہ بیان ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اور حقائق سمجھنے کی کوشش کیجیے حق تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

زنا کی ابتداء:

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ زنا کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے؟ تو فرمایا کہ آنکھ سے۔
(نسخہ کیمیا ترجمہ کیمیائے سعادت ص 595)

زنا کی ابتدا نامحرم کو دیکھنا ہے:

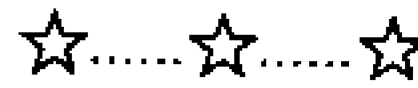
زنا کی ابتداء نامحرم عورتوں کو دیکھنا ہے فقیہہ ابو اللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:
حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہمیشہ اپنے گرجا میں عبادت میں مشغول رہتا اس کا نام برصیصا تھا وہ مقبول الدعاء تھا لوگ اس کے پاس اپنے بیماروں کو لاتے وہ دعا کرتا اور بیمار تندرست ہو جاتے تھے ایک دفعہ ابلیس نے اپنے تمام لعنتی شیطانوں کو بلایا اور کہا کہ تم میں سے کون اس عابد کو فتنے میں ڈال سکتا ہے؟ اس نے تو ہماری راہیں بند کر رکھی ہیں۔
ایک قوی ہیکل عفریت شیطان نے کہا: میں اس کو فتنے میں مبتلا کروں گا۔ اگر نا کام ہو جاؤں تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کا کوئی حق نہیں۔
ابلیس نے اس سے کہا کہ ہاں تو ہی اسے گمراہ کر سکتا ہے پس یہ شیطان سیدھا بنی اسرائیل کے بادشاہ کے گھر گیا، بادشاہ کی ایک خوبصورت ترین بیٹی اپنے باپ کے پاس بیٹھی تھی وہیں اس کی والدہ اور بہن بھی موجود تھیں شیطان نے اس لڑکی کو پاگل بنا دیا وہ چیخنے چلانے لگی۔ گھر والے پریشان ہو گئے اس طرح کئی دن گزر گئے۔ پھر ایک دن وہی شیطان انسانی شکل میں بادشاہ کے گیا اور کہا کہ اگر تم اس لڑکی کو صحیح دیکھنا چاہتے ہو تو اسے فلاں راہب ''برصیصا'' کے پاس لے جاؤ وہ اسے تعویذ دے گا اور اس کے لیے دعا کرے گا چنانچہ گھر والے لڑکی کو راہب کے پاس لے گئے اس نے دعا کی اور لڑکی صحت یاب ہو گئی۔ جب وہ واپس آنے لگا تو شیطان آ دھمکا اور کہا کہ اگر مکمل صحت یابی چاہتے ہو تو پھر اسے چند روز راہب کے پاس چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے لڑکی کو راہب کے پاس چھوڑنا چاہا مگر راہب نے انکار کر دیا لیکن وہ لوگ راہب کو راضی کر کے لڑکی وہیں چھوڑ گئے۔ راہب دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں بسر کرتا ہے۔ شیطان ویسے تو لڑکی سے کوئی تعرض نہ کرتا لیکن جس وقت راہب کھانا کھانے کے لیے بیٹھتا تو شیطان لڑکی کو پاگل بنا کر اسے بے پرواہ کر دیتا۔ راہب اس طرف سے منہ پھیر لیتا کچھ عرصہ تک تو ایسا ہوتا رہا مگر ایک دن راہب نے اس لڑکی کے چہرے اور جسم کو دیکھ لیا اور اس نے ایسا حسین چہرہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا پس پھر صبر نہ کر سکا اور بدکاری کر بیٹھا۔ ادھر لڑکی پیٹ سے ہو گئی۔

پھر اس راہب کے پاس شیطان پہنچا اور کہا کہ بغیر نکاح کے تو نے لڑکی کو حاملہ کر دیا ہے اب بادشاہ کی سزا سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ تو اس لڑکی کو قتل کر کے اپنے گرجے کے قریب دفن کر دے۔ جب وہ تجھ سے پوچھیں تو کہہ دینا کہ بس وقت اجل آ گیا تھا چنانچہ وہ مر گئی اور وہ لوگ تسلیم کر لیں گے۔ راہب نے ایسا ہی کیا۔ لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا۔ لڑکی کے ورثاء نے پوچھا تو راہب نے کہا کہ وہ مر گئی ہے انہوں نے تسلیم کر لیا اور وہ واپس چلے گئے۔
ایک اور روایت میں ہے کہ راہب نے ورثاء سے کہا کہ وہ تندرست ہو کر اپنے گھر چلی گئی ہے ورثاء نے سچ تسلیم کر لیا اور

واپس آکر اسے عزیزوں کے ہاں تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ادھر شیطان نے آکر ان سے کہا کہ راہب نے لڑکی سے زیادتی کی تھی اور لڑکی حاملہ ہوگئی تھی تو لوگوں کے خوف سے اس نے لڑکی کو قتل کر کے اسے دفن کر دیا ہے۔

بادشاہ لوگوں کو ساتھ لے کر راہب کے پاس پہنچا اور قبر کھدوا کر مقتول لڑکی کو برآمد کر لیا اور راہب کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیا پھر شیطان سولی پر راہب کے پاس آیا اور کہا کہ یہ سب کچھ تیرے ساتھ میں نے ہی کیا ہے اور یہاں سے میں ہی تجھے بچا سکتا ہوں کیونکہ میں ان سے کہہ دوں گا کہ لڑکی کو کسی اور نے قتل کیا ہے اور یہ لوگ میری بات کا یقین کر لیں گے مگر تجھے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مجھے سجدہ کرنا ہوگا راہب نے کہا ہے کہ میں سولی پر تجھے سجدہ کیسے کر سکتا ہوں؟ شیطان نے کہا کہ بس سر سے اشارہ کر دے میں راضی ہو جاؤں گا۔ راہب نے سر کے اشارے سے سجدہ کر لیا تو شیطان نے کہا کہ میں تجھ سے لاتعلق ہو گیا۔''

(تنبیہ الغافلین اردو ترجمہ حصہ دوم ص375-373)



مصائب پہ صبر کی ہدایت

(۱) خَلِیْلِیَّ لَا وَاللّٰهِ مَامِنْ مُلِمَّةٍ ۔۔۔ تَدُوْمُ عَلٰی حَیٍّ وَّاِنْ هِیَ جَلَّتِ

(۲) فَاِنْ نَّزَلَتْ یَوْمًا فَلَا تَخْضَعَنْ لَهَا ۔۔۔ وَلَا تُكْثِرِ الشَّكْوٰی اِذَا النَّعْلُ زُلَّتِ

(۳) فَكَمْ مِّنْ كَرِیْمٍ یُبْتَلٰی بِنَوَائِبَ ۔۔۔ فَصَا بَرَهَا حَتّٰی مَضَتْ وَاضْمَحَلَّتِ

☆خَلِیْلِی۔ اے میرے دوست ☆نَزَلَتْ۔ تم پر آئے تم پہ نازل ہو، تم پہ اترے ☆تَخْضَعَنْ۔ مرعوب ہونا ☆نَعْل۔ جوتا ☆زَلَّتْ۔ پھسل جائے ☆لَا تُكْثِرِ الشَّكْوٰی۔ بہت شکایت نہ کرنا ☆یُبْتَلٰی۔ مبتلا ہو جاتے ہیں ☆نَوَائِب۔ مصائب مصیبتوں ☆مَضَتْ وَاضْمَحَلَّتِ۔ کٹ کر اور بالکل پژمردہ ہو جاتی ہے ختم ہو جاتی ہے

(1) اے میرے دوست! اللہ کی قسم! ایسی کوئی بھی مصیبت نہیں ہے کسی زندہ رہنے پہ ہمیشہ نہیں رہتی خواہ وہ مصیبت جتنی بھی بڑی ہو یعنی ہر حال میں مصیبت ختم ہو جاتی ہے اس لیے مصیبت آنے پر گھبرانا نہیں چاہیے۔ بلکہ صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اس طرح مصیبت برداشت کرنا آسان ہو جائے گا۔ ورنہ مصیبت سے گھبرانے والے کی پریشانی سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

(2) پس اگر کبھی تم پہ مصیبت نازل ہو جائے تو اس سے ڈر نہ جانا۔ مصیبت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور جب کبھی جوتا پھسل پڑے تو زیادہ شکوہ شکایت نہ کرنا۔ مصیبت تو وہی ہے جس میں مبتلا ہو گئے اس مصیبت سے بچ تو نہیں سکتے۔ شکوہ شکایت کرنے کا کیا فائدہ۔

(3) کیونکہ بے شمار شرفاء مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں تو مصیبت سے ڈرنے کی بجائے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ یہاں

تک کہ وہ بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے۔

صبر کرنے والوں کے لیے بہترین جزا:

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَانِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o

اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔

(النحل 96 پ 14)

معیت حق کا حصول:

رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ o (سورۃ البقرہ 153)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حقیقت صبر کے متعلق چند اقوال:

ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے، اللہ کے احکام کی مخالفت سے دور رہنے کا اور مصائب کے گھونٹ پینے پر سکون واطمینان اور زندگی کے میدان میں باوجود محتاجی کے اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کا نام صبر ہے۔

☆ ابن عطاء فرماتے ہیں۔ اچھی طرح ادب کو قائم رکھتے ہوئے مصیبت پر قائم رہنا صبر ہے۔

☆ ابو عثمان سے مروی ہے کہ بہت صبر کرنے والا وہ شخص ہے جو مصیبت میں داخل ہونے کے ساتھ اپنے آپ کو عادی بنا لے۔

☆ بعض سے مروی ہے کہ جس طرح انسان عافیت کے ہوتے ہوئے اپنی حالت پر ثابت قدم رہتا ہے اسی طرح اچھے آداب کے ساتھ مصیبت پر ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے۔

☆ ابو عثمان فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبادت پر بہترین جزا ہو سکتی ہے تو وہ صبر ہے کیونکہ صبر کی جزا سے بڑھ کر کوئی جزا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ النحل ص 96)

☆ عمرو بن عثمان سے مروی ہے کہ اللہ کے احکام پر ثابت قدم رہنا اور اس کی آزمائش کو خندہ پیشانی اور سکون کے ساتھ قبول کرنا صبر ہے۔

☆ خواص سے مروی ہے کہ کتاب وسنت کے احکام پر ثابت قدم رہنا صبر ہے۔

(الرسالۃ القشیر یہ اردو ترجمہ تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص 293)

حکایت:

مروی ہے کہ (حضرت) شبلی (رحمتہ اللہ علیہ) کو پاگل خانے میں قید کر دیا گیا تو کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے۔

(حضرت) شبلی (رحمتہ اللہ علیہ) نے پوچھا: تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا: ہم تمہارے دوست ہیں۔ تمہاری زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اس پر (حضرت) شبلی (رحمتہ اللہ علیہ) نے انہیں پتھر مارنے شروع کر دیئے اور وہ بھاگنے لگے یہ حالت دیکھ کر (حضرت) شبلی (رحمتہ اللہ علیہ) نے فرمایا: ارے جھوٹو! اگر تم میرے دوست ہوتے تو میرے آزمانے پر صبر کرتے۔ (تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ص296)

☆......☆......☆

خاموشی کی فضیلت

(۱) اِنَّ الْقَلِیْلَ مِنَ الْکَلَامِ بِاَهْلِهٖ — حَسَنٌ وَّاِنَّ کَثِیْرَهٗ مَمْقُوْتٌ

(۲) مَاذَلَّ ذُوْصُمْتٍ وَّ مَا مِنْ مُّکْثِرٍ — اِلَّا یَزِلُّ وَمَا یُعَابُ صَمُوْتٌ

(۳) اِنْ کَانَ یَنْطِقُ نَاطِقٌ مِّنْ فِضَّةٍ — فَالصُّمْتُ دُرٌّ زَانَهَا یَاقُوْتٌ

☆بِاَهْلِهٖ۔ اس کے اہل کے ساتھ ☆حَسَنٌ۔ بہتر، اچھی، نیک ☆ذَلَّ۔ ذلیل ☆صَمُوْتٌ۔ خاموش ☆وَمَایُعَابُ۔ اور عیب نہیں لگتا ☆نَاطِقٌ۔ بولنے والا ☆دُرٌّ۔ موتی ☆زَانَهَا۔ اسے زینت دی ☆فِضَّةٌ۔ چاندی

(1) بے شک اہل کے ساتھ قلیل کلام بھی بہتر ہے اور زیادہ فضول گوئی بری بات ہے۔

(2) خاموشی اختیار کرنے والا کبھی بھی ذلت نہیں اٹھاتا اور کثرت سے بولنے والا لازمی پھسل جاتا ہے۔ خاموشی اختیار کرنے والے کو گفتار کے متعلق کوئی عیب نہیں لگتا۔

(3) گفتگو کرنے والے کی گفتار اگر چاندی تصور کر لی جائے تو خاموشی اختیار کرنا موتی ہے اور اسے یاقوت سے مزین کیا گیا ہے۔

فضول گوئی کی مذمت اور خاموشی کی فضیلت:

پہلے شعر میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلیل کلام کی فضیلت بیان کی ہے مگر ایسا قلیل کلام جو کہ سمجھنے میں دشواری ہو مراد نہیں بلکہ ضرورت شدیدہ کی حالت میں اتنا کلام کرنا کہ بات سمجھ آ جائے کافی ہے اور بہتر ہے ضرورت سے زیادہ گفتگو بہتر نہیں فضول گوئی کے زمرے میں آتی ہے۔ جو کہ بری بات ہے۔ کیونکہ بعض اوقات کثرت سے بولنے والا احتیاط کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے اور پھسل جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت سے تجاوز اچھا نہیں بقیہ وقت حق تعالیٰ کی یاد میں گزارنا چاہیے ہاں گندی گفتگو اور فضول گوئی میں مبتلا ہونے سے خاموش رہنا بہتر ہے ایسی خاموشی کے تفصیلی فوائد کے لیے ہمارے تصنیف لطیف فیضان حضرت اویس قرنی ملاحظہ فرمائیے۔

☆......☆......☆

بعض زندہ مثل مردہ

(۱) قَدْمَاتَ قَوْمٌ وَّمَا مَاتَتْ مَكَارِمُهُمْ وَعَاشَ قَوْمٌ وَّهُمْ فِيْنَا كَاَمْوَاتٍ

☆مَاتَ۔ مردہ ☆مکارم۔ فضائل، بزرگیاں، خوبیاں، محاسن، اچھے اوصاف، قابل تعریف کام، نوازشیں، مہربانیاں ☆عَاشَ۔ زندہ ہیں ☆كَاَمْوَاتٍ۔ مثل مردہ

تحقیق کچھ لوگ اس جہان فانی سے رخصت ہو چکے ہیں مگر ان کے مکارم (یعنی بزرگیاں) نہیں فوت ہوئے وہ زندہ ہیں یعنی ان کی بزرگیاں اور خوبیاں زندہ ہیں اور کچھ لوگ بظاہر ہماری نظروں کے لحاظ سے زندہ ہیں مگر حقیقتاً ہمارے درمیان مردوں کی مانند زندگی کے لیل ونہار گزار رہے ہیں۔ایسے لوگوں کی کیا زندگی جو دنیا وآخرت میں خسارے کا سبب ہے۔

محبوبان بارگاہ حق کے مقامات علیا ملاحظہ فرمایئے کہ وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو جانے کے باوجود لوگوں کے دلوں پہ راج کرتے ہیں۔انبیائے کرام، اولیائے کرام اور علمائے کرام گو ظاہری طور پر اس دنیا میں ہمیں نظر نہیں آتے مگر اس کے باوجود آج بھی لوگ ان کا کتنا ادب واحترام کرتے ہیں۔ جب ان کا نام کسی کی زبان پہ آتا ہے تو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کے قلوب میں ان کے لیے ادب واحترام پیدا ہو جاتا ہے ان کے لیے اگر انبیاء کرام ہیں تو زبانوں پہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جاری ہو جاتا ہے اور اگر اولیاء کرام ہونے کا تذکرہ ہو تو ہر ایک کی زبان پہ بے اختیار رحمتہ اللہ علیہ کے کلمات دعائیہ جاری ہو جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ

(۱) نَفْسِيْ عَلٰى زَفَرَاتِهَا مَحْبُوْسَةٌ يَالَيْتَهَا خَرَجَتْ مَعَ الزَّفَرَاتِ

(۲) لَاخَيْرَ بَعْدَكَ فِي الْحَيٰوةِ وَاِنَّمَا اَبْكِيْ مَخَافَةَ اَنْ يَّطُوْلَ حَيٰوتِيْ

☆خَرَجَتْ۔ نکل جاتی ☆لَاخَيْرَ۔ بھلائی نہیں ☆اَبْكِيْ۔ میں روتا ہوں ☆طُوْلَ۔ لمبی ☆حَيٰوتِيْ۔ میری زندگی ☆نَفْسِيْ۔ میری جان ☆مَحْبُوْسَةٌ۔ قید میں ہے

(1) میری جان فریادوں اور رونے دھونے سے قید ہے۔اللہ کرے ان فریادوں کے ساتھ ہی میری جان بھی نکل جاتی کیونکہ آپ کی جدائی کوئی معمولی صدمہ نہیں۔

(2) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں زندگی گزارنے میں بھلائی بالکل نہیں ہے میں تو صرف اس خوف کے سبب روتا ہوں کہ کہیں میری زندگی لمبی ہی نہ ہو جائے۔اور اتنی لمبی زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغیر گزارنی مشکل ہو

جائے گی۔

فائدہ:

یہ ہے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت کی انتہا کو عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو لفظ عشق سے چڑ ہونے لگی بہر حال اس سلسلے میں تفصیلات کے لیے الفقیر القادری ابواحمد اویسی کی تصنیف (فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

☆......☆......☆

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جنگ کرنے کی اجازت لینا

(۱) هَلْ يَدْفَعُ الدِّرْعُ الْحَصِيْنُ مَنِيَّةً ... يَوْمًا اِذَا حَضَرَتْ لِوَقْتِ مَمَاتِ

(۲) اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّ كُلَّ مَجْمَعٍ ... يَوْمًا يَئُوْلُ لِفُرْقَةٍ وَّ شَتَاتِ

(۳) يَا اَيُّهَا الدَّاعِی النَّذِيْرُ وَمَنْ بِهٖ ... كَشَفَ الْاِلٰهُ رَوَاكِدَ الظُّلُمَاتِ

(۴) اَطْلِقْ فَدَيْتُكَ لِابْنِ عَمِّكَ اَمْرَهٗ ... وَارْمِ عُدَاتَكَ عَنْهُ بِالْجَمَرَاتِ

(۵) فَالْمَوْتُ حَقٌّ وَالْمَنِيَّةُ شَرْبَةٌ ... تَاْتِیْ اِلَيْكَ فَبَادِرِ الذَّكَوَاتِ

☆يَدْفَعُ۔ دفع کرتی ہے، روکتی ہے☆حَضَرَتْ۔ لائی جائے، حاضر کی جائے☆لِوَقْتِ مَمَاتِ۔ مرنے کے وقت، وفات کے وقت☆دِرْعُ الْحَصِيْن۔ مضبوط زرہ☆فُرْقَةٍ۔ تفریق☆شَتَاتِ۔ انتشار☆يَا اَيُّهَا الدَّاعِی۔ اے حق و صداقت کی دعوت دینے والے☆نَذِيْرُ۔ ڈرانے والا☆كَشَفَ۔ کھول دیا، زائل کر دیا☆ظُلُمَات۔ تاریکیاں☆اَطْلِقْ۔ چھوڑ دیں☆فَدَيْتُكَ۔ میں آپ پر فدا ہوں☆ابن عم۔ چچا کا بیٹا☆جمرات۔ پتھروں☆مَنِيَّةٌ۔ موت☆تَاْتِیْ اِلَيْكَ۔ تیرے پاس آنے والا ہے

(1) جب موت کا وقت آجائے تو اس وقت وہ مضبوط زرہ لائے تو کیا ایسے وقت میں وہ مضبوط زرہ موت کے آگے رکاوٹ بن جائے گی ہرگز نہیں جب موت کا وقت آئے گا تو ایسے وقت میں لائی گئی زرہ کوئی کام نہ دے سکے گی۔

(2) بے شک میں خوب جانتا ہوں کہ ہر مجمع ایک نہ ایک دن منتشر ہو جائے گا۔ (کچھ نہ بچے گا)

(3) اے حق کی دعوت دینے والے اور راہ حق کے خلاف چلنے والوں کو ڈرانے والے کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی تاریکیاں ختم کر دیں۔

(4) میں آپ پر قربان ہو جاؤں اپنے چچا زاد بھائی کے لیے اس کا کام چھوڑ دیجیے اور اسی کے ذریعے اپنے دشمنوں کو پتھروں سے ماریئے۔

(5) پس موت برحق اور موت ایک ایسا مشروب ہے جو کہ تیرے پاس عنقریب آنے والا ہے۔(اس لیے تیاری کر لے) پس پاک صاف ستھرے صالح امور شروع کر دے۔

موت کی تیاری:

موت کے لیے تیاری یہی ہے کہ انسان تو نے اس جہان فانی سے آخر رخصت ہونا ہے۔

بندیا جہان اتے کریں نہ گمان اوئے
سدا نہیوں رہنا ایتھے کسے انسان اوئے

رب کائنات کا ارشادگرامی ہے کہ:

کل نفسٍ ذائقة الموت۔

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

اسی طرح سورۃ رحمٰن میں ہے کہ:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o (پ27 سورۃ رحمٰن آیات 29 تا 28)

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔(کنزالایمان شریف)

فائدہ:

جب اس جہان فانی سے رخصت ہونا ہے تو پھر وحدہٗ لاشریک کے حضور خصوصی حاضری ہوگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے متعلق بھی پوچھا جائے گا اور گزاری گئی حیات مستعار کے لحات کے متعلق بھی سوال ہوگا کہ کیسے زندگی گزاری۔ نیز میزان جب قائم ہوگی تو نیکیوں اور بدیوں کے ترازو پہ تولے جانے کے مرحلے سے بھی گزرنا پڑے گا اس لیے اس وقت کے لیے گناہوں کی دلدل سے نکلنے کی سعی کر اور نیکیوں کی بہاریں سمیٹنے میں مصروف ہو جا اس سلسلے میں جماعت اہلسنت اور دعوت اسلامی کے پر بہار ماحول کو اختیار کرنا نہایت مفید ثابت ہوگا اللہ والوں کی مجالس اور محبوبان حق کی تصنیف کردہ تصانیف کا مطالعہ رکھا کر جو تجھے راہ حق کی طرف گامزن ہونے کے سلسلے میں مفید رہیں گی۔موت کی تیاری کے سلسلے میں الفقیر القادری ابواحمد اویسی کی تصنیف فیضان الفرید کا مطالعہ انشاءاللہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔

☆......☆......☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ جرأت کرنے والے کو شیرِ خدا کی دھمکی

(۱) یَآ جَامِعًا لِشَمْلِهٖ سَاعَاتُهٗ — وَدَنَتْ مَنِيَّتُهٗ وَحَانَ وَفَاتُهٗ

(۲) اِرْجِعْ فَاِنِّیْ عِنْدَ مُخْتَلَفِ الْقَنَا — لَيْثٌ يَّكُرُّ عَلَے الْعِدٰی جُرَاتُهٗ

☆ساعات۔ ساعت بمعنی گھڑی، لمحہ، لحظہ، پل، منٹ، ڈھائی گھڑی، گھنٹہ، وقت، وقت بتانے والی گھڑی، معین وقت ☆مَنِيَّتُهٗ۔ اس کی موت ☆وَفَاتُهٗ۔ اس کی موت ☆جَامِعًا۔ جمع کرتی

(1) ارے وہ بشر کہ جس کا سارا وقت منتشر ساتھیوں کو اکٹھا کرنے میں گزرتا ہے اور حالانکہ اس کی موت نزدیک پہنچ چکی ہے اور اس کی وفات کا وقت آ گیا ہے اب اسے اتنی تگ و دو اور مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چارہ جوئی کرنے کی ضرورت نہیں اس کا وقت پورا ہو چکا ہے عنقریب مر جائے گا۔ اس وقت کو یاد کرے کہ بعد از مرگ اس کا کیا حال ہوگا۔ اگر اس کے باوجود نہ سنبھلا اور اپنی روش پہ اڑا رہا تو تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

(2) پس تو میدان جنگ سے چلا جا تیرے لیے اسی میں بھلا ہے کیونکہ اگر تیرے حریف اسی طرح آتے جاتے رہے تو پھر میں ایسا شیر بن جاؤں گا کہ جو اپنی دلیری کے باعث اپنے دشمنوں پہ بار بار حملہ آور ہوتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی تجھ پہ حملہ کرنا پڑے اور تو منہ کی کھائے رہی سہی کسر بھی نکل جائے۔

☆......☆......☆

جنگ صفین میں شیرِ خدا کا اپنے ساتھیوں کو خطاب

(۱) دُبُّوْا دَبِيْبَ النَّمْلِ لَا تَفُوْتُوْا — وَاَصْبِحُوْا فِیْ حَرْبِكُمْ وَبِيْتُوْا

(۲) كَیْ مَا تَنَالُوْا الدِّيْنَ اَوْتَمُوْتُوْا — اَوْلَا فَاِنِّیْ طَالَمَا عُصِيْتُ

(۳) قَدْ قُلْتُمْ لَوْ جِئْتَنَا فَجِئْتُ — لَيْسَ لَكُمْ مَّا شِئْتُمْ وَشِئْتُ

بَلْ مَايُرِيْدُ الْمُحْيِیْ الْمُمِيْتُ

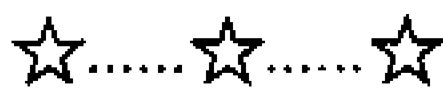
☆نمل۔ چیونٹی ☆دُبُّوْا دَبِيْبَ۔ آہستہ آہستہ چلو ☆حَرْب۔ جنگ ☆تَنَالُوْا۔ تم مرجاؤ ☆عُصِيْتُ۔ میری نافرمانی کی جا چکی ☆شِئْتُمْ۔ تم چاہتے ☆مُحْیِ۔ زندہ کرنے والا ☆مُمِيْتُ۔ مارنے والا

(1) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اے میرے ساتھیو! چیونٹی کی مانند آہستہ آہستہ چلو تیز چلنے کی ضرورت نہیں۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہو کیونکہ صبح میدان جنگ میں ہونی چاہیے اور رات وہیں گزارو یعنی تاکہ دشمن قبل از وقت پہنچنے کی وجہ سے خبردار نہ ہو جائے۔

(2) تاکہ تم دین حاصل کرو۔ دین کی ہدایات کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو یا حق کی پاسداری کے لیے اپنی جان نذرانہ پیش کر کے اس جہان فانی میں شہادت کا رتبہ حاصل کر کے بارگاہ حق میں سرخرو ہو جاؤ۔ اگر ایسا نہ کیا تو یاد رکھیے میری نافرمانی پہلے کئی مرتبہ کی جا چکی ہے اس کا نتیجہ تم دیکھ چکے ہو۔ سوائے نقصان کے نافرمانی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ نقصان ہی اٹھانا پڑا ہے۔

(3) حالانکہ پہلے تم کہتے تھے کہ کاش کہ تم بھی ساتھ تشریف لاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہو سکتا ہے نتیجہ کچھ اور ہوتا مگر یاد رکھیے جو تم اور میں یعنی جو کچھ ہم چاہیں اس کا ہونا لازمی نہیں بلکہ حقیقت تو یہی ہے کہ وہی ہوگا جو زندہ کرنے والا اور موت وارد کرنے والا اللہ چاہے گا یعنی ہوگا وہی جو منظور خدا ہوگا۔ اس لیے اگر نتیجہ توقعات کے خلاف نکلے تو اس سے بددل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔



رنج اور مصیبت کے بعد کشادگی لازم ہے

(۱) اِذَا لنَّآئِبَاتُ بَلَغْنَ الْمَدیٰ وَکَادَتْ تَذُوْبُ لَهُنَّ الْمَهَجُ

(۲) وَحَلَّا الْبَلَاءُ وَبَانَ الْعَزَآءُ فَعِنْدَ التَّنَاهِي يَكُوْنُ الْفَرَجُ

☆فَرَجُ۔ کشادگی ☆بَلَآء۔ مصیبت ☆نَآئِبَات۔ مصائب ☆بَلَغْنَ۔ پہنچ

(1) جب مصیبتیں بہت زیادہ ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ اپنی حد کو پہنچ جاتی ہیں تو وہ وقت قریب آ جاتا ہے کہ ان کے مدمقابل جانیں گھل گھل کر ختم ہو جائیں۔

(2) ایسی حالت میں بعض اوقات مصیبت کے نزول پر صبر بھی ختم ہو جاتا ہے پس اچانک اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو جاتا ہے کہ مصیبتوں کے اختتام کا نشان ظاہر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وسعت حاصل ہو جاتی ہے اور تمام مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

فائدہ:

گویا آپ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ یہ مصیبتیں اللہ کی طرف سے آتی ہیں اس لیے جتنی بھی مصیبتیں آئیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ بالآخر ان کے ختم ہونے کا وقت آ جاتا ہے حالانکہ انسان سمجھنے لگتا ہے کہ شاید کہیں یہی مصیبتیں ختم ہی نہ کر دیں مگر ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے آنے کو سمجھتے ہوئے پہاڑ بن جائے۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے تو حق تعالیٰ کی بشارت حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے حق تعالیٰ کی معیت خصوصی حاصل ہوتی ہے۔ مصیبتوں کے اختتام کا نشان ظاہر

ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وسعت حاصل ہو کر تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات حاصل ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆

علم اور جہل

(۱) لَئِنْ كُنْتُ مُحْتَاجًا اِلَى الْعِلْمِ اِنَّنِیْ — اِلَى الْجَهْلِ فِیْ بَعْضِ الْاَحَايِيْنِ اَحْوَجُ

(۲) وَلِیْ فَرَسٌ لِلْحِلْمِ بِالْحِلْمِ مُلْجَمٌ — وَلِیْ فَرَسٌ لِلْجَهْلِ بِالْجَهْلِ مُسْرَجٌ

(۳) فَمَنْ شَآءَ تَقْوِيْمِیْ فَاِنِّیْ مُقَوَّمٌ — وَمَنْ شَآءَ تَعْوِيْجِیْ فَاِنِّیْ مُعَوَّجٌ

(۴) وَبَا لْجَهْدِ لَآ اَرْضٰی وَلَا هُوَ شِيْمَتِیْ — وَلٰكِنَّنِیْ اَرْضٰی بِهٖ حِيْنَ اُحْوَجُ

(۵) فَاِنْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْهِ سَمَاجَةٌ — فَقَدْ صَدَقُوْا وَالذُّلُّ بِالْحُرِّ اَسْمَجُ

(۶) اَلَا ضَاقَ الْفَضَآءَ بِاَهْلِهٖ — وَاَمْكَنْ تَفَابُنَ الْاَسِنَّةِ مَخْرَجُ

☆ جَهل۔ جہالت بے عملی، بے وقوفی، جاہلانہ ہٹ یا ضد، تکرار ☆ بَعْضَ الْاَحَايِيْنَ۔ بعض اوقات ☆ فَرَسٌ۔ گھوڑا ☆ حِلْمٌ۔ بردباری، برداشت، نرمی، نرم دلی ☆ مُلْجَمٌ۔ لگام ☆ مُسْرَجٌ۔ زین ☆ تقويمی۔ میری سیدھائی، میرا سیدھا ہونا ☆ تعويجی۔ میرا ٹیڑھا ہونا ☆ مُعَوَّجٌ۔ ٹیڑھا ہوں ☆ لَآ اَرْضٰی۔ مجھے پسند نہیں، میں راضی نہیں ☆ ضَاقَ۔ تنگ ہوتی ہے ☆ صَدَقُوْا۔ انہوں نے صحیح کہا

(1) اگر مجھے علم کی حاجت ہے تو کبھی کبھی بے علمی کی علم سے بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات علم کا غلط استعمال بھی انسان کے ڈوبنے کا سبب بن جاتا ہے جیسے بظاہر ایم اے ڈبل ایم اے انہیں دین سے دوری کا سبب بن جاتا ہے بعض فلسفہ اور سائنس پڑھنے والے دینی علوم سے دور نکل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات سائنسی علوم کا انہیں ایسا ہیضہ ہوتا ہے کہ وہ دین اور دین کے متعلقات سے یکسر ہی بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ خالق و مالک کا ہی انکار کرنے لگتے ہیں۔ قرآن واحادیث سے ثابت شدہ امور سے بھی انکار کرنے لگ جاتے ہیں۔

(2) اور میرے پاس علم کا گھوڑا ہے مگر علم کے گھوڑے کی لگام حلم ہے اور میرے پاس بے علمی کا بھی ایک گھوڑا ہے اس پر بے علمی کی زین رکھی ہوئی ہے۔ یعنی علم کے گھوڑے کو میں نے شتر بے مہار نہیں کر دیا بلکہ حلم کی لگام سے قابو کیا ہوا۔ اللہ و رسول اللہ کے مدمقابل میں اپنے علم کی وقعت نہیں سمجھتا اس سلسلے میں میرا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میرا علم کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

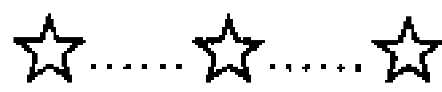
(3) پس اگر کوئی چاہے کہ میں راہ حق اختیار کرتے ہوئے سیدھا رہوں یعنی مجھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے تو الحمد للہ میں سیدھا

ہوں میں کسی کی تکلیف کا سبب نہیں بنتا اور جو شخص میرے ہوتے ہوئے کسی کی تکلیف کا سبب بنے راہ حق سے ہٹ جائے تو میں اسے سزا دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہوں۔

(4) مجھے جہالت ہر گز پسند نہیں اور نہ ہی جہالت اختیار کرنا میری عادت ہے لیکن ضرورت پڑتی ہے تو حسب ضرورت تھوڑی سی جہالت کی سزا دینے کو پسند کرتا ہوں۔

(5) پس اگر کسی نے کہا کہ جہالت میں اچھائی نہیں بلکہ برائی ہے تو اس نے غلط نہیں کہا بلکہ درست ہی کہا ہے۔ مگر (یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ) شریف انسان کے لیے تو ذلت جہالت سے بھی زیادہ بری ہے۔

(6) ہاں...... بعض اوقات (بہت کوششوں کے باوجود) رہنے والوں کے لیے فضا انتہائی تنگ ہو جاتی ہے یعنی اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ انسانوں سے ایسی فضا میں زندگی گزارنا نہایت تنگیوں اور مصیبتوں کا باعث بن جاتی ہے۔ ایسے حالات میں رہائی نیزوں کے درمیان سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسے حالات میں جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے جنگ کے بغیر حالات درست نہیں ہوتے۔ گویا آپ کے ارشاد گرامی کا مطلب ہوا کہ اگر ایسے حالات سے انسان دوچار ہو جائے تو پھر جذبہ جہاد لے کر اٹھے جہاد کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ایسے حالات میں جہاد کے ذریعے ہی حالات کو سنوارا جا سکتا ہے۔ ان اشعار کا مطالعہ موجودہ حالات کے تناظر میں دیکھیں تو حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ جب تک مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اتفاق واتحاد کا راستہ اپناتے ہوئے دشمنان خدا و دشمنان رسول اللہ کے دانت کھٹے نہیں کریں گے انسانوں کے حالات نہ سدھر سکیں گے۔



جنگ میں جاتے ہوئے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطاب

(۱) قَرِّبِیْ ذَاالْفِقَارِ فَاطِمُ مِنِّیْ ۔۔۔ فَاَخِی السَّیْفُ کُلَّ یَوْمٍ هَیَاجٍ

(۲) قَرِّبِیْ الصَّارِمَ الْحُسَامَ فَاِنِّیْ ۔۔۔ رَاکِبٌ فِی الرِّجَالِ نَحْوَالْهَیَاجِ

(۳) وَارِدَالْیَوْمَ نَاصِحًا یُّنْذِرُ لَنَا ۔۔۔ سَ جُیُوشٌ کَالْبَحْرِذِی الْاَمْوَاجِ

(۴) وَرَدُوْا مُسْرِعِیْنَ یَبْغُوْنَ قَتْلِیْ ۔۔۔ وَاَبِیْكَ مَحْبُوِّبِالْمِعْرَاجِ

(۵) وَخَرَابَ الْاَوْطَانِ وَقَتْلَ النَّا ۔۔۔ سِ وَکُلٌّ اِذَا اَصْبَحَ لَاجٍ

(۶) سَوْفَ اُرْضِی الْمَلِیْكَ بِالضَّرْبِ مَا — عِشْتُ اِلٰی اَیْنَ اَنَالَ مَآ اَنَارَاجٍ

(۷) مِنْ ظُهُوْرِ الْاِسْلَامِ اَوْیَاتِیَ الْمَوْ — تُ شَهِیْدًا مِّنْ شَاخِبِ الْاَوْدَاجِ

☆ذَاالْفَقَار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا نام ☆سَیْف۔ تلوار ☆یَوْمِ هَیَّاجٍ۔ جنگ کے دن ☆صَارِمَ الْحُسَامَ۔ کاٹنے والی تیز تلوار ☆رَاکِب۔ سوار ☆رِجَال۔ لوگوں ☆نَاصِحًا۔ نصیحت کرنے والا ☆کَالْبَحْرِ۔ سمندر کی طرح ☆ذی الْاَمْوَاج۔ موجوں والا ☆اوطان۔ وطن کی جمع ☆اَصْبَحَ۔ صبح ہوئی ☆الملیك۔ مالک ☆بِالضَّرْبِ۔ جنگ کے ساتھ، جنگ کے ذریعے، جہاد کے ذریعے، جہاد کرکے

(1) اے فاطمہ رضی اللہ عنہا میری تلوار ذوالفقار نام والی میرے قریب کر دیجیے۔ کیونکہ جنگ کے دن تلوار ہی میری دوست ہوتی ہے۔

(2) پس میرے قریب کاٹنے والی تیز تلوار کر دیجیے کیونکہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سواری پہ جنگ کی طرف جاؤں گا۔

(3) آج لوگوں کو ڈرانے والے ناصح کے پاس ایسی فوجیں آئی ہیں وہ فوجیں کہ جو پر جوش سمندر کی طرح جوش میں ہیں۔

(4) یہ فوجیں حملہ کر کے مجھے اور تمہارے والد گرامی کو شہید کرنا چاہتی ہیں جنہیں معراج سے نوازا گیا ہے۔

(5) یہ وطن کو ویران کرنا چاہتی ہیں اور لوگوں کو ناحق قتل کرنا چاہتی ہیں اور جب صبح ہوگی تو پناہ کی جگہ ڈھونڈیں گی۔ یعنی مقابلہ سے بھاگ جائیں گی۔

(6) عنقریب میں اپنے خالق و مالک کو جہاد کرتے ہوئے راضی کر دوں گا جب تک میری جان میں جان ہے یعنی جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرے ارمان پورے ہو جائیں۔

(7) یعنی اسلام کا غلبہ ہو جائے یا جہاد کرتے ہوئے میری گردن کی رگوں کے خون سے شہادت کی موت مجھے نصیب ہو جائے۔

جہاد کے فضائل:

ان اشعار میں جہاد کے فضائل و فوائد بیان کیے گئے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْجَلَسَ فِیْ اَرْضِهِ الَّتِیْ وُلِدَفِیْهَا قَالُوْا اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَابَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ كَمَابَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلٰی اَهْلَ الْجَنَّةِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ

(رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد حدیث نمبر 3611)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی، ر مضان المبارک کے روزے رکھے۔ اللہ پر لازم ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے خواہ اس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہو یا وطن میں بیٹھا رہا جس میں وہ پیدا کیا گیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ کیا ہم اس بات کی لوگوں کو خوشخبری نہ دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر زمین و آسمان کا ہے جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو (جنت) فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ اوسط جنت ہے اور اعلیٰ جنت ہے اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور فردوس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔

جہاد:

جہاد بنا ہے جہدٌ سے۔ جہد جیم کے پیش سے یا فتحہ سے بمعنی مشقت ہے شریعت میں جہاد بالکسر کے معنی میں کفار کے مقابلہ میں مشقت کرنا یا تلوار سے لڑ کر غازیوں کی مدد کر کے مال سے یا رائے سے یا ان کے ساتھ جا کر ان کی جماعت بڑھا کر جہاد کا درجہ اسلام میں بہت بڑا ہے عام مومن اپنا مال وقت یا کوشش اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مجاہد اپنی جان سے دین اسلام کی خدمت کرتا ہے جان بڑی پیاری چیز ہے اس لیے مجاہد خدا کو بڑا پیارا ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج5 ص409)

جنت میں داخلہ:

عَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ انْتَدَابَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ اَنْ اَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْغَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، کتاب الجہاد حدیث نمبر 3613)

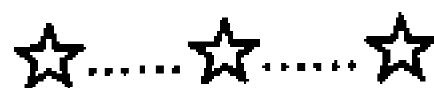
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا۔ اس کو نہیں نکالا مگر میرے ساتھ ایمان لانے اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے کہ میں اس کو واپس لوٹاؤں گا۔ جبکہ اس کو ثواب اور غنیمت حاصل ہو گی یا اس کو جنت میں داخل کروں گا۔

فائدہ:

اگر غازی جیت کر لوٹا تو غنیمت وثواب سب کچھ لے کر آیا اگر شکست کھا گیا تو ثواب کے ساتھ لوٹا اگر شہید ہو گیا تو جنت میں گیا ہر طرح نفع میں ہے مثل مشہور ہے کہ لٹ گئے تو روزہ لوٹ لائے تو عید مار آئے تو غازی مر گئے تو شہید۔

(مراۃ الشرح مشکوٰۃ ج5 ص411)

بہر حال جہاد کے بے شمار فضائل وفوائد ہیں۔



بعض منافق قسم کے دوستوں کی مذمت

(۱) كُلُّ خَلِيْلٍ لِيْ خَالَلْتُهٗ — لَا تَرَكَ اللّٰهُ لَهٗ وَاضِحَةً

(۲) فَكُلُّهُمْ اَرْوَغُ مِنْ ثَعْلَبٍ — مَا اَشْبَهَ اللَّيْلَةَ بِالْبَارِحَةِ

☆خَلِيْل۔ دوست ☆تَرَكَ۔ چھوڑے ☆اَرْوَغ۔ چالباز ☆ثَعْلَب۔ لومڑی ☆اَشْبَهَ۔ مشابہ ہے ☆اللَّيْلَةَ۔ رات

میرے وہ تمام دوست کہ جن کے ساتھ میں نے سچی دوستی اور محبت کی ہے مگر انہوں نے وفا نہ کی اس لیے اللہ ایسے دوستوں کے سامنے والے دانت کہ جو بولتے ہوئے اور وعدہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بے وفائی کر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے وہ دانت ہی باقی نہ رہنے دے۔

(1) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے وفا اور منافق قسم کے دوستوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کرے ایسے کسی کے دوست نہ ہوں۔ ایسے وہ تمام دوست جو بے وفا ہیں جن سے میں نے تو وفا کی مگر انہوں نے ہر حال میں منافقت کا ثبوت دیا وفا کے بدلے بے وفائی کی۔ اخلاص کا جواب منافقت سے دیا اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کا ظاہر بے نقاب کردے جو بظاہر دوست بنتے ہیں وہ بھی سمجھ لیں کہ ان کی دوستی کا بھرم اب قائم نہیں رہا حقیقت آشکارا ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ ان کی منافقت عام لوگوں پہ بھی ظاہر کردے تاکہ اگر میں انہیں ان کی منافقت کے باعث سزا دوں تو عام لوگ یہ نہ سمجھیں کہ علی تو اپنوں پہ بھی اعتماد نہیں کرتے۔

(2) حالانکہ یہ تمام منافق اور بے وفا دوست لومڑی سے بھی بڑھ کر ہوشیار اور چالاک ثابت ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی لومڑی جیسی چالیں مجھ پہ واضح کر دی ہیں بظاہر آج رات گزری ہوئی رات سے کتنی ملتی جلتی ہے۔ بظاہر دونوں راتیں ایک جیسی ہیں مگر حقیقتاً ایک جیسی نہیں ہیں۔ بالکل یہی حالت ان منافقوں اور بے وفا دوستوں کی ہے کہ بظاہر تو یہ مخلص اور وفادار دوستوں جیسے ہی نظر آتے ہیں مگر ہیں نہیں۔ مخلص اور بے وفا دوستوں کے مابین بہت فرق ہے۔

فائدہ:

جب باوفا اور بے وفا دوست بظاہر ایک جیسے نظر آنے کے باوجود (حقیقتاً ایک جیسے نہیں بظاہر ایک جیسی راتیں نظر آنے کے باوجود حقیقتاً ایک جیسی نہیں ہیں تو پھر ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے تو بظاہر ایک جیسے ظاہری اعضاء مثلاً جسمانی اعضاء ایک جیسے ہونے کی بنا پر اولیائے کرام اور انبیاء کرام سے برابری کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں اسی دعوے کی بنا پر محبوبانِ بارگاہ حق کے فضائل سے انکار کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بظاہر لفظی مشارکت کو حقیقی مشارکت سے تعبیر کر لینا بھی جہالت ہے حق تعالیٰ حقائق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

ملاقات کے بعض اصول

(۱) اِصْحَبْ خِيَارَ النَّاسِ تَنْجُ مُسَلَّمًا ۔۔۔ وَمَنْ صَحِبَ الْأَشْرَارَ يَوْمًا سَيُجْرَحُ

(۲) وَإِيَّاكَ يَوْمًا أَنْ تُمَارِخَ جَاهِلاً ۔۔۔ فَتَلْقَى الَّذِيْ لَا تَشْتَهِيْ حِيْنَ يُمْزَحُ

(۳) وَلَا تَكُ عِرِّيْضاً يُشَاتِمُ مَنْ دَنَى ۔۔۔ فَتُشْبِهُ كَلْباً بِالسَّفَاهَةِ يَنْبَحُ

(۴) إِذَا مَا كَرِيْمٌ جَاءَ يَطْلُبُ حَاجَةً ۔۔۔ فَقُلْ قَوْلَ حُرٍّ مَّا جِدٍ يَسْمَحُ

(۵) فَبِالرَّاسِ وَالْعَيْنَيْنِ مِنِّيْ قَضَاءُ هَا ۔۔۔ وَمَنْ يَشْتَرِيْ حَمْدَ الرِّجَالِ سَيَرْبَحُ

☆اِصْحَبْ۔ صحبت اختیار کرو☆خِیَار۔ اچھے☆تَنْجُ۔ نجات پاؤ گے☆مُسَلَّمًا۔ سلامتی کے ساتھ☆صَحِبَ۔ صحبت اختیار کی☆اَشْرَار۔ شرارتی، شرارت کرنے والوں شریروں☆سَیُجْرَحُ۔ عنقریب وہ زخمی ہوگا☆رَاس۔ سر☆یُمْزَحُ۔ وہ مزاق کرے گا☆فَتَلْقَی الَّذِیْ۔ تمہیں وہ بات پہنچے گی☆کَرِیْم۔ شریف☆دَنٰی۔ قریب☆یُشَاتِمُ۔ وہ گالی دیتے ہیں☆کَلْباً۔ کتا

(1) اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کیجیے یہی تمہارے لیے امن وسلامتی کا سبب ہوگا اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے با سلامت نجات حاصل کرلو گے۔ شریروں کی صحبت میں رہنے والا کبھی نہ کبھی ضرور زخمی ہو جائے گا۔ یعنی نقصان اٹھائے گا۔

فائدہ:

یہاں اللہ کے محبوبوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم جیسا کہ قرآن مجید میں رب کائنات کے ارشاد گرامی کا مفہوم بھی یہی ہے کہ سچوں کے ساتھ جاؤ۔ جبکہ بروں کی صحبت سے بچنے کے لیے ترغیب دی گئی ہے کہ بروں کی صحبت نقصان دہ ہے۔

(2) جاہل سے مذاق کرنے سے پرہیز کرو یہ تمہارے لیے نقصان کا باعث ہوگا کیونکہ جب کبھی وہ تمہارے ساتھ مذاق کرے گا تو تمہارے ساتھ ایسا معاملہ پیش آئے گا جو تجھے پسند نہ ہوگا۔ اس لیے ایسا معاملہ پیش آنے سے پہلے تم خود ہی پیش بندی کے طور پر بچ جاؤ تاکہ ایسا معاملہ تمہارے سامنے پیش نہ آئے۔

(3) کسی کو بلاوجہ چھیڑ چھاڑ کرنا اچھا کام نہیں خصوصاً ایسے لوگوں کو بالکل ہی چھیڑنے والے نہ بنو جو ہر قریب آنے والے کو گالی دیتے ہیں یعنی کتا صفت لوگوں کو کبھی نہ چھیڑو جیسے جو بھی کتوں کے قریب جاتا ہے کتے اپنی بھونکنے والی عادت کا اظہار کرہی دیتے ہیں وہی حال جن لوگوں کا ہوتا ہے ان کو چھیڑنے والے نہ بنو حالانکہ ان میں اور کتوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ کتے اپنے اور بیگانے کا لحاظ رکھتے ہیں مگر ایسے لوگوں میں وہ لحاظ بھی نہیں ہوتا۔ بہر حال ایسے بدخصلت لوگوں سے بچو کیونکہ ان کی طرح تم بھی اپنی بے وقوفی کی وجہ سے بھونکنے والے کتے جیسے ہو جاؤ گے۔

(4) جب کوئی شریف آدمی تمہارے پاس کوئی حاجت لے کر آئے تو کوشش کرو کہ تم اس کی حاجت پوری کرو اگر اس کی حاجت روائی نہ کر سکو تو پھر صاف اور بڑی اچھی میٹھی زبان میں بات کہیے جو درگزر کرنے والی ہو جس سے آنے والے کو تکلیف نہ ہو بلکہ حاجت مند کو تمہارے پاس آنے سے سکون حاصل ہو۔

(5) اسے پورا کرنا دل و جان سے مجھے منظور ہے پس جو شخص بھی لوگوں سے ایسے حال میں پیش آئے کہ لوگ دل و جان سے اس کی تعریف بیان کریں تو ایسا شخص ہر حال میں فائدے میں رہے گا۔

☆......☆......☆

نرمی کی فضیلت

(۱) اَلرِّفْقُ یُمْنٌ وَالْاَنَاۃُ سَعَادَۃٌ فَتَاَنَّ فِیْ اَمْرٍ تُلَاقِ نَجَاحًا

☆رِفْق۔ نرمی ☆یُمْنٌ۔ برکت ہے ☆اَنَاۃُ۔ وقار، اطمینان ☆سَعَادَۃُ۔ نیک بختی، خوش نصیبی، نیکی، بھلائی

نرم مزاجی میں بڑی برکت پوشیدہ ہے۔ وقار اطمینان اور سعادت ہے۔ پس جس کام میں بھی نرمی اختیار کرو گے فلاح اور سلامتی پاؤ گے گویا آپ نے اشارہ فرمایا کہ نرم مزاجی اختیار کیجیے اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ نرم مزاجی میں بڑی برکت ہے۔ اس سے انسان کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے اور دنیا و آخرت میں سعادت کے حصول کا سبب ہے۔ سلامتی حاصل ہوتی ہے اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نرمی اختیار کیجیے۔ فلاح حاصل ہوگی۔

☆......☆......☆

اپنے راز کی حفاظت

(۱) فَلَا تُفْشِ سِرَّکَ اِلَّا اِلَیْکَ فَاِنَّ لِکُلِّ نَصِیْحٍ نَصِیْحًا

(۲) فَاِنِّیْ رَاَیْتُ غُوَاۃَ الرِّجَالِ لَا یَتْرُکُوْنَ اَدِیْمًا صَحِیْحًا

☆رَاَیْتُ۔ میں دیکھتا ہوں ☆غُوَاۃَ۔ گمراہ، رجال، لوگوں ☆یَتْرُکُوْنَ۔ چھوڑتے ☆سِرَّکَ۔ اپنا راز

(1) اپنا راز اپنے سوا کسی کے سامنے بیان نہ کیجیے کیونکہ ہر دوست کا اپنا بھی دوست ہوتا ہے جیسے تم نے اپنے دوست کو اپنا دوست اور راز دار سمجھ کر اسے راز کی بات بتا دی آپ کا دوست بھی اسی طرح اپنے دوست کے سامنے آپ کا راز کہہ بیٹھے گا اسی طرح یہ سلسلہ چلتا چلتا آپ کے راز کو راز نہیں رہنے دے گا راز وہی ہے جو تم اپنے سوا کسی کے سامنے بیان نہ کرو گے۔

(2) پس میں گمراہوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کسی کو بھی صحیح نہیں رہنے دیتے۔ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے کے مصداق وہ خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں سبھی کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے گمراہوں کی مجالس سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بھی گمراہ کر دیں۔ اسی طرح ہر ممکن طریقے سے خود بھی بچنے کی کوشش کرو اور اپنی اولاد اور دوست احباب کو بھی بچانے کی کوشش کرو تا کہ تمہاری اولاد تمہاری سعی سے وہ بھی گمراہوں کی گمراہی کے پھندے سے سلامت رہے۔
اس لیے کہ:

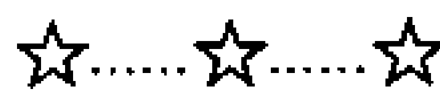
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر　　　خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

فائدہ:

اس لیے گمراہی کی مجالس، گمراہی کے سکولز، گمراہوں کے مدارس، گمراہوں کے معلمین اور گروہوں اور گمراہوں کے مبلغین اور گمراہی کی جماعتوں سے دوری اختیار کرنی چاہیے۔ یہی سلامتی والا راستہ ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ جی میں تو ہر مذہب والوں کی مجالس میں چلا جاتا ہوں مجھے تو کچھ نہیں ہوتا میں تو نہیں بدلتا۔ بلکہ کچھ نہ کچھ پتے کی بات ہی مل جاتی ہے۔ ہر کتاب پڑھ لیتا ہوں ہر کتاب سے کوئی نہ کوئی اچھی بات مل جاتی ہے۔

تنبیہ:

ایسے لوگوں سے دور رہیے۔ گمراہ کن کتابوں کے مطالعہ سے پرہیز کیجیے برے ساتھیوں سے بچ جایئے۔ وہ تجھے بھی لے ڈوئیں گے۔ دیکھیے خود تجربہ کر لیجیے۔ رات کوئی پھل یا سبزی لیجیے۔ باقی سب بہترین ہو ایک دانہ ان میں کیڑے والا رکھ دیجیے صبح ان اکثر میں کیڑے اپنا اثر دکھا دیں گے اسی طرح بروں کے برے اثرات سے نہ بچ سکو گے اس لیے پرہیز کیجیے یہی سلامتی والا راستہ ہے۔



عبادت کا حکم بری بات کہنے کی ممانعت

(۱) اِغْتَنِمْ رَكْعَتَيْنِ زُلْفٰى اِلَى اللّٰهِ　　　اِذَا كُنْتَ فَارِغًا مُّسْتَرِيْحًا

(۲) وَاِذَا هَمَمْتَ بِالْقَوْلِ فِى الْبَا　　　طِلِ فَاجْعَلْ مَكَانَهُ التَّسْبِيْحَا

☆اِغْتَنِمْ۔ غنیمت سمجھو، قدر کرو، مناسب سمجھو، قناعت کرو، کافی سمجھو ☆فَارِغًا۔ خالی ☆مُسْتَرِيْحًا۔ مطمئن

(1) دو رکعت نماز خواہ نفل ہو یا فرض جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر ادا کی جائیں انہیں غنیمت جانیے۔ جب تم فارغ ہو تو اطمینان اختیار کیجیے۔ فارغ اور اطمینان کے کئی مطالب ہو سکتے ہیں۔

(2) جب تمہارے دل میں کوئی غلط بات کہنے کی تحریک پیدا ہو تو غلط بات نہ کہہ دو بلکہ غلط بات کہنے کی بجائے تسبیح وتہلیل میں

مصروف ہو جاؤ (تا کہ وہ غلط بات کہنے کی تحریک خود بخود ہی دم توڑ جائے۔ اس طرح تم نے غلط بات کہنے کی نحوست سے بچ جاؤ گے اور ذکر اللہ کے باعث جو انوار و تجلیات نازل ہوتے ہیں اس سے تمہارا ظاہر و باطن نورانی ہو جائے گا)

فائدہ:

عبادت کرنے کے بے شمار فوائد ہیں خصوصاً نماز کی ادائیگی انسان کے لیے عروج کے حصول کا سبب ہے یہی وجہ ہے کہ مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمومنین۔

نماز مومنین کی معراج ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ

نماز جنت کی چابی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃُ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

نماز فرض ہو یا نفل ہر حال میں انسان کے لیے مفید ہے حق تعالیٰ کماحقہ بہترین طریقہ سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

صفین کے مقام پر جنگ لیلۃ الہریر کا معرکہ

(۱) اَللَّیْلُ دَاجٍ وَّ الْکِبَاشُ تَنْتَطِحُ　　نِطَاحَ اُسْدٍ مَّآ اَرَاهَا تَصْطَلِحُ

(۲) اُسْدُ عَرِیْنٍ فِی اللِّقَاءِ قَدْ مَرِحْ　　مِنْهَا نِیَامٌ وَّ فَرِیْقٌ مُنْبَطِحُ

فَمَنْ نَّجَا بِرَاسِہٖ فَقَدْ رَبِحْ

☆وَالْکِبَاشُ تَنْتَطِحُ۔ مینڈھے لڑ رہے ہیں ☆اسد۔ شیر ☆نجا۔ بچا ☆اَللَّیْلِ داج۔ تاریک اندھیری رات ☆عَرِیْنٍ۔ جھاڑی ☆فِیْ اللِّقَاءِ۔ ملاقات کے وقت یعنی جنگ کے وقت، جنگ میں

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں لیلۃ الحریر کا منظر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رات کا اندھیرا چھا چکا ہے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے کچھ نظر بھی نہیں آتا۔ ایسے رات کے اندھیرے میں جیسے مینڈھے آپس میں لڑتے ہیں انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ میں ٹکر ماروں گا تو مد مقابل کے کہاں پڑے گی اور اگر مد مقابل نے وار کیا تو اس کا وار مجھے کہاں

لگے گا اسی طرح رات کے اندھیرے میں دونوں فوجیں بھڑی ہوئی ہیں۔ یہ ان کے ایک دوسرے وار کرنے کی کیفیت ہے مگر ان لڑنے والی فوجوں کی کیفیت لڑتے ہوئے شیروں جیسی ہے کہ جب شیر بھڑک اٹھے تو اس وقت تک دم نہیں لیتا جب تک یا تو خود ہلاک ہو جائے یا مدمقابل کو ہلاک یا زیر کر دے۔ اسی طرح دونوں فوجیں آپس میں لڑ رہی ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ اب یہ دونوں فوجیں آپس میں صلح کرنے پر راضی ہو جائیں گی۔

(2) دونوں طرف سے اس جنگ میں شریک جھاڑی والے شیر ہیں جو جنگ کے وقت خوش خوش ہیں۔ انہیں جنگ کرنے یا جنگ میں زخموں سے چور ہونے کا کوئی فکر یا افسوس نہیں لشکری بعض ابھی تک سوئے ہوئے ہیں اور کچھ سامنے مقابلہ کر رہے ہیں۔ پس اس جنگ میں فائدے میں وہی رہے گا جس کا سر سلامت رہے گا۔ وہی فائدے میں رہا۔

☆......☆......☆

شادی کی فضیلت

(۱) اَفْلَحَ مَنْ کَانَ لَهٗ مُزَخَّهٗ   یَزُخُّهَا ثُمَّ یَنَامُ فَخَّهٗ

☆اَفْلَحَ۔ کامیاب ہوا☆یَنَامُ۔ نیند

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہترین طریقے سے شادی کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ کامیاب وہ شخص ہے جس کے پاس اس کی بیوی ہو۔ اسے کسی قسم کا فکر فاقہ نہ ہو۔ اپنے گھر میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرے پھر آرام وسکون سے مزے کی نیند پوری کرے۔ اس کے علاوہ اس کے ذہن میں کسی قسم کی گراوٹ پیدا نہ ہو جس سے اس کا ذہن بھٹکتا پھرے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ شادی کرنے کے بے شمار فائدے ہیں جن میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ شادی شدہ شخص اکثر حالت میں پرسکون ہوتا ہے اس کا ذہن بھٹکتا نہیں پھرتا۔

☆......☆......☆

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو شیر خدا رضی اللہ عنہ کی نصیحت

(۱) عَلَیْكَ بِبِرِّ الْوَالِدَیْنِ كِلَیْهِمَا   وَبِرِّ ذَوِی الْقُرْبٰی وَبِرِّ الْاَبَاعِدِ

(۲) وَلَا تَصْحَبَنْ اِلَّا تَقِیًّا مُّهَذَّبًا   عَفِیْفًا زَكِیًّا مُنْجِزًا لِلْمَوَاعِدِ

(۳) وَقَارِنْ اِذَا قَارَنْتَ حُرًّا مُّؤَدَّبًا   فَتًی مِّنْ بَنِی الْاَحْرَارِ زَیْنَ الْمَشَاهِدِ

(۴) وَكُفَّ الْاَذیٰ وَاحْفَظْ لِسَانَكَ وَرْتَغِبْ فَدَيْتُكَ فِیْ وُدِّ الْخَلِيْلِ الْمُسَاعِدِ
(۵) وَغُضَّ عَنِ الْمَكْرُوْهِ طَرْفَكَ وَاجْتَنِبْ اَذَی الْجَارِ وَ التَمِسكْ بِبُلِ الْمَحَامِدِ
(۶) وَكُنْ وَاثِقًا بِاللّٰهِ فِیْ كُلِّ حَادِثٍ يَصُنْكَ مَدَى الْاَيَّامِ مِنْ عَيْنِ حَاسِدِ
(۷) وَبِاللّٰهِ فَاسْتَعْصِمْ وعلاَ غَيْرَهٗ وَلَا تَكُ لِنَعْمَاءِ عَنْهُ بِجَاحِدِ
(۸) وَ نَافِسْ بِبَذْلِ الْمَالِ فِی طَلَبِ الْعُلٰى بِهِمَّةِ مَحْمُوْدِ الْخَلَائِقِ مَاجِدِ
(۹) وَلَا تَبْنَ لِلدُّنْيَا بِنَآءً مُؤَمِّلًا خُلُوْدًا فَمَا حَیٌّ عَلَيْهَا بِخَالِدِ
(۱۰) وَكُلُّ صَدِيْقٍ لَيْسَ لِلّٰهِ وُدُّهٗ فَنَادِ عَلَيْهِ هَلْ بِهٖ مِنْ مُزَآئِدِ

☆ذَوِی الْقُرْبیٰ۔ عزیز وا قارب، قریبی رشتے دار☆اَبَاعِد۔ دور والے☆يَصُنْكَ۔ وہ تجھے محفوظ رکھے گا☆ تَصْحَبَنْ۔ تم صحبت اختیار کرو☆اتقیًا۔ پرہیزگاروں☆مُهَذَّبًا۔ مہذب☆نَعْمَاء۔ نعمتوں☆طَالَبْ الْعُلٰى۔ بلند مقام طلب کرو☆بِبَذْلِ الْمَال۔ مال کے بدلے☆صِدِّيق۔ دوست☆وَدَّه۔ اس کی محبت☆فَنَادِ۔ پس اونچی آواز سے کہو☆ غَضَّ۔ دور رکھنا، نیچا رکھنا☆عيىن۔ نظر، آنکھ☆كُفِّ الْاَذیٰ۔ کسی کو تکلیف دینے سے بچو☆فَدَيْتُ۔ میں فدا ہوں☆ وَاجْتَنِبْ۔ اجتناب کر، بچو، دور رکھو☆حَبْل۔ رسی☆زَكِيًّا۔ پارسا، پاک، نیک☆مُنْجِزًا لِلْمَوَاعِد۔ وعدہ پورا کرنے والے☆فَتَى۔ انسان☆زَيْنَ الْمَشَاهِد۔ مجالس کی زینت ہو۔☆قَارِن قَرَنَ قَرْنًا (ض) الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ باندھنا ملانا (المنجد ص 989) مگر یہاں صحبت اختیار کرنا مراد ہے۔صحبت اختیار کرنے میں بھی ایک شخص دوسرے کے ساتھ ملتا ہے اکٹھا ہوتا ہے یکجا ہوتا ہے اس لیے لفظ قارن یہاں لایا گیا۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے میرے لختِ جگر! اپنے ماں اور باپ دونوں کی فرمانبرداری اختیار کر۔ اپنے عزیز واقارب اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی احسان مندی سے پیش آیا کر۔

(2) پرہیزگار، تہذیب وتمدن سے واقفیت رکھنے والے، پاک دامنی اختیار کرنے والے نیک اور وعدہ نبھانے والے شخص کے علاوہ کسی کی بھی صحبت اختیار نہ کر۔

(3) اگر کسی کی صحبت اختیار کرنا چاہو تو پھر آزاد شخص جو کہ مؤدب اور شریف خاندان سے ہو اور اچھی مجالس کی زینت ہو اس کی صحبت اختیار کرنا۔

(4) اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کو بھی تکلیف نہ پہنچانا بلکہ مخلوق خدا کو تکلیف پہنچانے سے بچنا، اپنی زبان کو محفوظ رکھنا، پس میں تم پہ قربان۔ مددگار دوست کی دوستی کی طرف میلان رکھنا۔

(5) اپنی آنکھ کو بری باتوں سے بچانا ہمسائے کو تکلیف دینے سے بچنا اور نیک عادات واطوار کو مضبوطی سے اختیار کرنا۔

(6) ہر موقع پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کرنا اور اسی پہ اعتماد رکھنا اگر تو ایسا کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے ہمیشہ ہر حال میں

حسد کرنے والوں کی بری نظر سے بچائے گا۔

(7) اور صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ہی اپنی حفاظت چاہو۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد کی امید نہ رکھنا۔ نیز کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا منکر نہ بننا۔

(8) راہ حق میں مال و دولت خرچ کر کے اعلیٰ مقام کے حصول کے لیے آگے بڑھنے کی کوشش کر اس سلسلے میں ایسی ہمت و جرأت سے آگے بڑھنے کی کوشش کر تعریف و توصیف کے قابل کسی شریف آدمی کی ہمت ہونی چاہیے۔

(9) دنیا میں رہنے کے لیے اب کوئی ایسا نیا مکان تعمیر نہ کر جس سے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی امید پیدا ہو کیونکہ یہاں کی کوئی چیز بھی ہمیشہ باقی نہیں رہے گی۔

(10) ہر وہ دوست جو تیرے ساتھ تو محبت کرتا ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرنے کی بجائے اس کی اس محبت میں کوئی اور غرض ہو۔ ایسے ہر دوست کو بلند آواز سے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہہ دیجیے کہ کیا کوئی اس میں اضافہ کر سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یعنی اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرنے کی بجائے دوسری اغراض و مقاصد کے لیے کیوں دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ اس سے تجھے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی دنیوی اغراض پہ مبنی محبت کو محبت کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ محبت نہیں بلکہ غرض ہے۔

والدین کی فرمانبرداری کی فضیلت:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَضِى الرَّبِّ فِىْ رَضِىَ الْوَالِدِ وَ سَخْطُ الرَّبِّ فِىْ سَخْطِ الْوَالِدِ۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف باب البر والصلہ حدیث نمبر 4707)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

والدین کا اولاد پہ حق:

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاحَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ

(رواہ ابن ماجہ مشکوۃ شریف باب البر والصلہ حدیث نمبر 4722)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔

فائدہ:

اس لیے اپنے والدین کی فرمانبرداری اختیار کرنی چاہیے حتیٰ کہ غیر مسلم والدین کے ساتھ بھی اچھا سلوک اختیار کرے۔

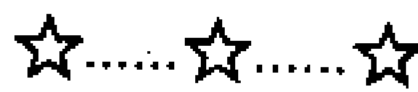
وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّی قَدِمَتْ عَلَیَّ وَهِیَ رَاغِبَةٌ اَفَا صِلُهَا قَالَ نَعَمْ صَلِیْهَا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، باب البر والصلہ حدیث نمبر 4694)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں میری ماں میرے پاس آئی وہ اس وقت تک مشرکہ تھی میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں فرمایا۔ ہاں تو اس سے سلوک کر۔

احسان مندی:

والدین سے بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے علاوہ ازیں دیگر لوگوں کے ساتھ بھی احسان مندی سے پیش آ۔ مگر اچھے لوگوں کے ساتھ صحبت اختیار کرنا کمینہ قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مخلوق خدا کو تکلیف دینے سے ہر ممکن طریقے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ سب کچھ محض حق تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا۔ اس دنیا میں ہمیشہ کسی نے نہیں رہنا اس لیے اپنا وقت اور سرمایہ عمارت سازی میں نہ برباد کرنا۔



اعلیٰ فضائل والے انسانی نفس کی فضیلت

(۱) وَذِیْ هِمَّةٍ لَّمْ تَرْضَ بِالضَّیْمِ نَفْسُهٗ ... فَاَصْبَحَ قَرْمًا هِبْرِزِیًّا مُمَجَّدًا

(۲) اِذَا خَامَرَتْهُ بِالنَّدٰی اَرْیَحِیَّةٌ ... تَخَالُ اهْتِزَ زَا الرُّمْحِ فِیْهِ تَرَدُّدًا

(۳) اَبَی اللّٰهُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مُعَظَّمًا ... هُمَا مًا کَرِیْمًا بَاذِخَ الْمَجْدِ اَصِیْدًا

(۴) لَقَدْ سَآئَرَ الْاَیَّامِ حَزْمًا وَّحِیْلَةً ... فَاَصْبَحَتِ الْاَیَّامُ تُزْهٰی بِاَغْیَدًا

(۵) وَحَلَّ بِاَعْلٰی ذُرْوَةِ الْفَخْرِ سَامِیًا ... وَاَبْدٰی سَمَاحًا بَیْنَ ذَاكَ وَسُوْدَدًا

(۶) وَ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مُوَفَّقًا ... مُعَانًا بِنَصْرِ اللّٰهِ عَبْدًا مُّسَدَّدًا

(۷) فَکَمْ مِّنْ فَتًی لَّمْ یَعْرِمِنْ حُلَلِ التُّقٰی ... وَکَمْ مِّنْ فَتًی بِاللّٰهِ اَضْحٰی مُؤَیَّدًا

(۸) لَا رُبَّمَا شَدَّ الْكَرِيمُ اعْتِزَامَهُ ۔۔۔ فَصَارَ عَلَى الْأَعْدَاءِ سَيْفًا مُّهَنَّدًا

(۹) وَمَا السَّيْفُ مَاقَدْ كَانَ فِي بَطْنِ جَفْنِهِ ۔۔۔ بَسَيْفٍ وَّلٰكِنْ مَّا تَبَدّٰى مُجَرَّدًا

☆ذی هِمَّةٍ۔ ہمت والے☆نصر اللّٰہ۔ اللہ کی مدد☆یَعْرِ۔ ننگے، برہنہ☆حِیْلَة۔ تدبیر☆اِیَّام۔ یوم کی جمع دن مراد زمانہ☆لَمْ تَرْضَ۔ گوارانہ کیا☆حُلَلَ التُّقٰی۔ تقویٰ کا لباس☆سَیْفاً مُّهَنَّدًا۔ ہندی تلوار☆اَعْدَآء۔ عدو کی جمع بمعنی دشمن☆بَطْن۔ پیٹ مراد نیام کے اندر کا حصہ جہاں تلوار ڈالی جاتی ہے

(1) کافی باہمت لوگ بہترین اور تعریف کے لائق سردار بن گئے جن کے نفس نے ذلت ورسوائی اور ظلم وزیادتی کو گوارانہ کیا۔ انہیں سرداری حاصل ہوئی۔

(2) ان کی سخاوت میں جب سخاوت کا شوق شامل ہو جاتا ہے تو تم اسے خوش خوش دیکھ کر اس کے آنے جانے کو نیزے کی جنبش سمجھ بیٹھتے ہو یعنی جیسے نیزہ بہت جلد اپنے نشانے پہ پہنچتا ہے ایسے ہی سخاوت کا شوقین جلدی کرتا ہے۔ اپنی سخاوت کا اظہار کرنے میں دیر نہیں کرتا۔

(3) وہ واجب التعظیم، باہمت، کریم، بلند خیال اور معزز و مکرم ہو اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور ہوتا ہے کہ وہ بڑے بلند رتبے والا ہو۔

(4) وہ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ نہایت چوکس اور حکمت عملی سے چلتے چلتے اس کی ایسی حالت ہوگئی ہے کہ اس پہ زمانے کو فخر ہونے لگا۔ یعنی وہ قابل فخر بن گیا۔ اس لیے اس زمانہ میں ایسے انداز سے زندگی گزرنی چاہیے۔ کہ ہر لحاظ سے سر بلندی حاصل ہو۔ لوگوں میں وہ قابل فخر بن جائے۔

(5) اور وہ بلند و بالا مرتبہ و مقام حاصل کرتے ہوئے فخر اور شان وشوکت کے سب سے اونچے مقام پہ پہنچا اور پھر بہادری اور بزرگی کا اس پر اظہار کیا۔

(6) اور نہیں ہے فخر مگر یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی مدد حاصل ہو اور وہ انسان اللہ تعالیٰ کا بہترین بندہ بن جائے۔

(7) بے شمار ایسے انسان ہیں جو تقویٰ و پرہیزگاری کے لباس سے خالی نہیں ہیں اور بے شمار ایسے انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔

(8) ہاں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب ایک شریف انسان اپنے دل کو مضبوط کر لیتا ہے تو پھر وہی دشمنوں کے خلاف ایسا سخت ترین انسان بن جاتا ہے جو دشمنوں کی موت ثابت ہوتا ہے وہ دشمنوں کے لیے ہندی تلوار بن جاتا ہے۔

(9) نیام میں جو تلوار ہوتی ہے وہ تلوار دراصل تلوار ہی نہیں بلکہ حقیقتاً تلوار صرف وہی ہے جو نیام سے باہر کیونکہ جب تک تلوار نیام میں ہوتی ہے وہ تلواروں جیسا کام نہیں کرسکتی۔ تلواروں والا کام اس وقت کرے گی جب نیام سے باہر ہوگی۔

☆......☆......☆

حقیقی روشنی حاصل ہو جائے تو خوابِ راحت چھوڑنا آسان ہے

(۱) عَاذِلَتِیْ عَلٰی اِتْعَابِ نَفْسِیْ — وَرَعْیِیْ فِی السُّرٰی رَوْضَ السُّهَادِ

(۲) اِذَا سَامَ الْفَتٰی بَرْقَ الْمَعَالِیْ — فَاَهْوَنُ فَآئِتٍ طِیْبُ الرُّقَادِ

☆اِتْعَابِ نفسی۔ میں اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہوں ☆رَوْضَ السُّهَادِ۔ بیداری کے باغوں ☆رَعْیِی۔ میں چرتا ہوں ☆فِی السُّرٰی۔ رات میں چل کر یا رات میں ٹہلتے ٹہلتے چل کر سیر کرتا ہوں ☆بَرْق۔ چمک ☆مُعَالِیْ۔ بلندیاں اونچائیاں، بلند امور، اعلیٰ امور ☆فَآئِتٍ۔ پس چھوڑ دینا ☆طِیْب۔ مہک، خوشبو، کسی چیز کا بہترین حصہ اور اگر یہ لفظ طب کی بجائے طیب پڑھا جائے تو اس کے معانی ہیں اچھا، عمدہ، نفس، پاک، حلال، جائز، لذیذ، خوشگوار

(1) اے لوگو! جو مجھے مشقت کرتا دیکھ کر اچھا نہیں سمجھتے ہو کہ میں آسان راستہ چھوڑ کر اپنے نفس کو تکالیف میں مبتلا رکھتا ہوں سنیے۔ میں شب بیداری کے ذریعے رات میں چلتے چلتے، ٹہلتے ٹہلتے بیداری کے باغوں کا رخ کرتا ہوں وہاں چرتا ہوں سے مراد شب بیداری کے باغوں سے فوائد حاصل کرتا ہوں۔

(2) جب انسان اعلیٰ مقامات اور اعلیٰ امور کی چمک دمک کو حاصل کرنے کا متمنی ہو اور تلاش تو راحت و آرام کی نیند کا چھوڑ دینا اس کے لیے معمولی چیز ہے یعنی ان کے لیے حق تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کے لیے شب بیداری کوئی مشکل کام نہیں رہتا بلکہ تہجد ادا کرنا اور ساری ساری رات عبادت کرنا آسان ہو جاتا ہے جیسا حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کبھی ساری رات صرف رکوع کی حالت میں گزار دیا کرتے تھے اور کبھی ساری ساری رات محض سجدہ میں گزار دیتے۔

فیضان حضرت اویس قرنی:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تفصیلات کے لیے ہماری تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔ نیز آپ کے ملفوظات کے سلسلے میں ہمارا رسالہ (ملفوظات حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

سفر وسیلہ ظفر

(۱) تَغَرَّبْ عَنِ الْاَوْطَانِ فِیْ طَلَبِ الْعُلٰی — فَسَافِرْ فَفِی الْاَسْفَارِ خَمْسُ فَوَآئِدِ

(۲) تَفَرُّجُ هَمٍّ وَّ اِکْتِسَابُ مَعِیْشَةٍ — وَعِلْمٍ وَّ اٰدَابٌ وَّ صُحْبَةُ مَاجِدٍ

(۳) فَاِنْ قِيْلَ فِي الْاَسْفَارِ ذُلٌّ وَّمِحْنَةٌ وَقَطْعُ الْفَيَافِيْ وَارْتِكَابُ شَدَآئِدِ

(۴) فَمَوْتُ الْفَتٰى خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ مَّقَامِهٖ بَدَارِ هَوَانٍ بَيْنَ وَاشٍ وَحَاسِدِ

☆تَغَرَّبْ۔ غریب بمعنی مسافر ہونا ☆اَوْطَان۔ وطن کی جمع ☆عُلٰى۔ بلندی ☆فَسَافِرْ۔ پس سفر اختیار کرو ☆فِي الْاَسْفَار۔ سفروں میں ☆خَمْسٌ۔ پانچ ☆فَوَائِد۔ فائدے ☆تَفَرُّجُ۔ دور ہوتے ہیں ☆هَمٍّ۔ غم ☆اِكْتِسَابُ مَعِيْشَةٍ۔ حصول معاش ☆شَدَائد۔ تکالیف ☆ذُلٌّ۔ ذلت

(1) اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے وطن سے مسافر بن جایئے پس سفر اختیار کیجیے کیونکہ سفر اختیار کرنے میں پانچ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(2) (1) غم دور ہوتے ہیں (2) سب معاش کا حاصل ہونا ہے (3) علم حاصل ہوتا ہے (4) آداب (5) بڑے کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔

(3) پس اگر کہے کہ سفر میں ذلت وخواری اور دکھ تکلیفیں ہیں اور نیز میدانوں کو پار کرنا۔ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔

(4) پس اس ذلت کی جگہ رہنے سے انسان کے لیے مرجانا بہتر ہے جہاں حاسدوں اور چغل خوروں کا بسیرا ہو۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کے فوائد بیان کیے ہیں کہ سفر کے بے شمار فوائد ہیں اس لیے سفر سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ سفر کے باعث انسان کو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر کیا خوب کسی نے کہا ہے کہ

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد

اس لیے سفر کی صعوبتوں اور مصائب وآلام سے گھبرانہ جانا۔ یہ تو تیرے لیے تیری منزل مقصود اور اعلیٰ مراتب کے حصول کا باعث بن جاتے ہیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

سفر وسیلہ ظفر:

سفر وسیلہ ظفر ہوتا ہے۔ سفر کے باعث بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں غم دور ہوتے ہیں۔ معاش کا حصول، علم کا حاصل ہونا اور بعض اوقات عظیم لوگوں کی صحبت حاصل ہوتی ہے انسان کو دکھ سکھ کا احساس ہوتا ہے۔ صبر وتحمل سے زندگی گزارنے کا سلیقہ آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر بزرگانِ دین نے سفر اختیار کیے۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک شعر بیان کیا جاتا ہے کہ:

ٹریا ٹریا جا فریدا ٹریا ٹریا جا
مت کوئی مل جاوی بخشیا توں وی بخشیا جا

فائدہ:

یعنی اے فرید! اس جہانِ فانی میں سفر پہ چلتا چلا جا ہوسکتا ہے کہ چلتے چلتے کسی بخشے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کی

زیارت ہو جائے جس کی وجہ سے تمہاری بھی بخشش ہو جائے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے متعلق ہماری لکھی ہوئی کتاب (حیات الفرید) کا مطالعہ کیجیے۔ اس کتاب میں الحمد للہ آپ کی حیات مبارکہ کے متعلق بہترین کتاب ہے جس میں خصوصاً نعرہ چشتیہ اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید کے متعلق مضمون بیان کیا گیا ہے آپ سے منسوب کلام اور اس کلام کی شرح کے سلسلے میں ہماری تصنیف لطیف (فیضان الفرید) کا مطالعہ کیجیے انشاء اللہ واضح ہو گا کہ اولیاء اللہ کا کلام قرآن و سنت سے اخذ شدہ ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

تمام کلام اللہ تعالیٰ کے حکم پہ موقوف ہیں

(۱) اِذَا لَمْ یَكُنْ عَوْنُ اللّٰهِ لِلْفَتٰی ۔ فَاَكْثَرُ مَا یُمْنٰی عَلَیْهِ اِجْتِهَادُهٗ

فائدہ:

اس سلسلے میں ہمیں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی ضرورت ہے اگر ہم حق تعالیٰ کے محبوب مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے تو خالق کائنات ہمارے گناہوں کی بھی بخشش فرما دے گا اور ہم سے محبت بھی فرمائے گا کیونکہ خود خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فاتبعونی یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

جب تک انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہیں ہوتی تو اکثر و بیشتر جس چیز کا اسے نقصان ہوتا ہے کہ جس کا اندازہ کیا گیا ہے وہ اس کی کوشش ہے۔ یعنی جب تک انسان کو حق تعالیٰ کی تائید حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک وہ انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ جب حق تعالیٰ کی تائید حاصل ہو جائے تو پھر انسان بڑا کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اس لیے ہمیں ایسے امور اختیار کرنے چاہئیں جن کے باعث ہمیں حق تعالیٰ کی تائید حاصل ہو۔

☆......☆......☆

تمام کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں

(۱) لَوْ كَانَتِ الْاَرْزَاقُ تَجْرِیْ عَلٰی ۔ مِقْدَارِ مَا یَسْتَاهِلُ الْعَبْدُ
(۲) لَكَانَ مَنْ یَّخْدِمُ مُسْتَخْدِمًا ۔ وَغَابَ نَحْسٌ وَّ بَدَاسَعْدٌ
(۳) وَاعْتَدَلَ الدَّهْرُ اِلٰی اَهْلِهٖ ۔ وَاتَّصَلَ السُّوْدُ ذُوالْمَجْدُ

(۴) لٰكِنَّهَا تَجْرِیْ عَلٰی سَمْتِهَا　　كَمَا يُرِيْدُ الْوَاحِدُ الْفَرْدُ

☆تَجْرِیْ۔ جاری ہوتی ☆غَابَ۔ غائب ہو جاتا، باقی نہ رہتا ☆نَحْسٌ۔ نامبارک، ناسازگار، منحوس، بدبخت، بد نصیب، برا، بد، مکروہ وغیرہ ☆اَسْعَدُ۔ نہایت خوش بہت مبارک ☆اعتدال۔ اعتدال کرتا، انصاف کرتا ☆ذُوالْجد۔ بڑائی والا، بزرگی والا، شرف والا، عظمت والا ☆اتَّصَلَ۔ پہنچتی ہے

(1) اگر انسان کو اس کی قابلیت کے مطابق رزق ملتا۔
(2) تو پھر خدمت گار مخدوم بن جاتا یعنی غلام آقا بن جاتا۔ منحوس باقی نہ رہتا اور سعادت ظاہر ہو جاتی۔
(3) زمانہ زمانے والوں پہ عدل و انصاف کرتا اور سرداری کا تاج عظمت والوں کو حاصل ہوتا۔
(4) مگر اللہ وحدہٗ لاشریک بے مثل و بے مثال جیسے چاہتا ہے روزی اسی طرح اپنی مخصوص روش سے پہنچا کرتی ہے۔

فائدہ:

ان اشعار سے یہ بات واضح ہوئی کہ روزی صرف محنت سے ہی نہیں ملتی بلکہ رزق حق تعالیٰ اپنی مرضی سے تقسیم فرماتا ہے۔

☆......☆......☆

انسان نما حیوانوں کی مذمت

(۱) مَا اَكْثَرَ النَّاسِ لَا بَلْ مَا اَقَلَّهُمْ　　وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّیْ لَمْ اَقُلْ فَنَدًا

(۲) اِنِّیْ لَاَفْتَحُ عَيْنِیْ حِيْنَ اَفْتَحُهَا　　عَلٰی كَثِيْرٍ وَّ لٰكِنْ لَّا اَرٰی اَحَدًا

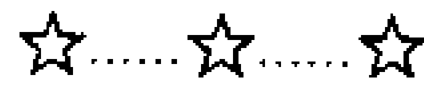
☆اَقَلَّ۔ قلیل ہیں، کم ہیں، تھوڑے ہیں ☆يَعْلَمُ۔ وہ جانتا ہے ☆اَفْتَحُ۔ میں کھولتا ہوں ☆لَا اَرٰی اَحَدًا۔ کسی ایک کو بھی (آدمی) نہیں دیکھ

(1) لوگ زیادہ نہیں ہیں بلکہ قدرے کم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات میں نے محض لغو نہیں کہی۔
(2) میں جب اپنی آنکھ کھولتا ہوں تو اس وقت بے شمار لوگوں پر میری نظر پڑتی ہے۔ اس کے باوجود میں کسی آدمی کو بھی ایسی حالت میں نہیں پاتا کہ وہ کما حقہ حق تعالیٰ کے ارشادات گرامی کے مطابق اپنی حیات مستعار کے لمحات گزار رہا ہو۔ بلکہ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ میں نے لغو نہیں کہا کیونکہ جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ اس نقطہ نظر سے جب ایسے انسان دیکھنے کے لیے آنکھ کھولتا ہوں تو میری نظر بے شمار لوگوں پہ پڑتی ہے مگر کسی کو بھی عام لوگوں میں ایسا آدمی نہیں پاتا۔

فائدہ:

اس سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور کے عام لوگوں کے متعلق

یہ کچھ بیان فرما رہے ہیں جبکہ موجودہ دور کے لوگ تو اس وقت کے لوگوں سے بے شمار درجے سے بھی نیچے ہیں۔ اگر ہمارے دور کے لوگوں کی حالت اور کیفیت ملاحظہ فرماتے تو آپ کا بیان کیا ہوتا۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انسان نما حیوانوں کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ مگر افسوس کہ عبرت تو کوئی حاصل کرے یا نہ کرے مگر راہ حق سے ضرور لوگ آہستہ آہستہ دور ہوتے جا رہے ہیں۔



منافقین اور ریاکار دوستوں سے جدائی ضروری ہے

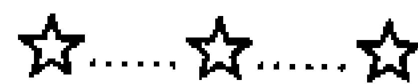
(۱) مَنْ لَّمْ يُرِدْكَ فَخَلِّهٖ بِمُرَادِهٖ لَا تَحْزَنَنَّ لِهَجْرِهٖ وَبِعَادِهٖ

☆يُرِدْكَ۔ تجھے چاہے☆فَخَلِّهٖ۔ پس اسے چھوڑ دے☆لَا تَحْزَنَنَّ۔ رنج ہرگز نہ کرو☆هَجْرِهٖ۔ اس کی جدائی

(1) جو تجھے دل سے نہیں چاہتا تم بھی اس کا ارادہ کرنے سے چھوڑ دیجیے پس اس کے جدا ہونے اور دوری اختیار کرنے پر رنج و افسوس نہ کیجیے۔

فائدہ:

کیونکہ جو خود ہی تجھ سے دوری اختیار کرنے پہ مصر ہے تم اس کی قربت حاصل کر کے کیا فوائد حاصل کر لو گے۔ ایسے شخص سے تجھے کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو سکے گا اور نہ ہی ایسے شخص کے قریب ہونے کی ضرورت ہے۔ فائدہ اس شخص سے حاصل ہو سکنے کی امید کی جا سکتی ہے جو چاہے اس لیے جو شخص تجھے نہیں چاہتا تجھ سے قلبی محبت نہیں رکھتا بلکہ مخالفت رکھتا ہے اس کے قرب سے تجھے فائدہ کی بجائے نقصان ہو سکتا ہے اس لیے بہتر تو یہ تھا کہ تم خود ہی ایسے شخص سے جدا ہو جاتے اگر مصلحتوں کی بنا پر تم خود اس سے جدا نہ ہوئے تو اب وہ خود ہی علیحدہ ہو گیا ہے تو پھر اس کی یہ جدائی تمہیں رنج میں نہ ڈالے اس لیے اس دور ہونے اور جدائی کی وجہ سے تم دکھ یا افسوس نہ کرو۔ بلکہ اپنے لیے الگ اور صحیح راستہ اختیار کیجیے۔ تاکہ اس کی شرارتوں سے نجات حاصل کر سکو۔



محبت کے لیے لازمی امور

(۱) اِذَا مَا الْمَرْءُ لَمْ يَحْفَظْ ثَلٰثًا فَبِعْهُ وَلَوْ بِكَفٍّ مِّنْ رَّمَادِ

(۲) وَفَآءٌ لِّلصَّدِيْقِ وَبَذْلِ مَالٍ وَكِتْمَانَ السَّرَآئِرِ فِي الْفُؤَادِ

☆لَمْ يَحْفَظْ۔ لحاظ نہ کرے، حفاظت نہ کرے☆رِمَادِ۔ راکھ، محبت کے لیے لازمی امور☆وَفَآءٌ۔ وفاداری☆

بَذْلِ۔ خرچ کرنا ☆ سَرَائِرِ۔ بھیدوں

(1) جو انسان جب تین باتوں کا پاس نہ کرے تو اسے اپنے سے الگ کر دیجیے خواہ اس علیحدگی کے بدلے میں تجھے ایک مٹھی راکھ ہی حاصل ہو۔ یعنی لین دین کے معاملے میں ایسے شخص سے علیحدگی اختیار کر لو خواہ اس سلسلے میں تجھے جتنا بھی نقصان اٹھانا پڑے برداشت کر لو مگر علیحدہ ہو جاؤ۔ پورا مال متاع حاصل ہونے کی بجائے جتنا بھی مل جائے اسے غنیمت سمجھتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لو تاکہ بڑے نقصان سے بچ جاؤ۔

(2) دوست سے وفاداری کا مال خرچ کرنے کا اور راز کا دل میں چھپانے کا (پاس نہ کرے تو ایسے شخص سے دوری اختیار کر لو) کیونکہ ایسے دوست کی دوستی کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسے دوست کی دوستی تجھے بھی لے ڈوبے گی ایسا دوست نما دشمن کسی بھی وقت تجھ سے غداری کر کے تجھے نقصان پہنچائے گا۔ اگر تمہارے مال کا امین ہوا تو تمہارے مال کے سلسلے میں خیانت کا مرتکب ہو سکتا ہے اور تمہارا راز راز ہی نہ رہنے دے گا بلکہ تمہارا راز ظاہر کر کے تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ایسی گندی فطرت کے دوست کو اپنے سے جدا کر دو۔ کیونکہ ایسے بے فیض سنگی کو لوں بہتر یارا کیلے۔

فائدہ:

ایسے بے فیض دوست کا قرب انسان کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ ایسا دوست محض اپنے مطلب پہ نظر رکھے گا محض اپنا ہی فائدہ سوچے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا ہے کہ جو دوست ان تین امور کا لحاظ نہ رکھے اس کی دوستی سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ اس کی دوستی دراصل دوستی نہیں دشمنی ہوتی ہے۔ ایسے دوست کی دوستی چھوڑ دینی چاہیے۔ ظاہری نفع و نقصان کا لحاظ کیے بغیر۔ اس سلسلے میں خواہ جتنا بھی نقصان اٹھانا پڑے اسے برداشت کر لینا چاہیے۔ کیونکہ اس کی دوستی چھوڑ دینے میں ہی فائدہ ہے۔

تین صفات:

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جس دوست میں یہ تین صفات پائی جائیں وہی دوست قابل اعتماد ہوتا ہے ایسا دوست اگر مر جائے تو ہر ممکن کوشش کر کے بھی اس سے تعلقات استوار رکھنے چاہئیں۔

☆......☆......☆

کسی کے دشمن سے محبت دراصل عداوت ہے اور کسی کے دوست سے محبت دوستی ہے

(۱) صَدِيْقُ عَدُوِّىْ دَاخِلٌ فِىْ عَدَاوَتِىْ ۔۔۔ وَاِنِّىْ لِمَنْ وَدَّ الصَّدِيْقَ وَدُوْدٌ

(۲) فَلَا تَقْرَبَنْ مِنِّىْ وَاَنْتَ صَدِيْقُهٗ ۔۔۔ فَاِنَّ الَّذِىْ بَيْنَ الْقُلُوْبِ بَعِيْدٌ

☆ بَعِيْدٌ۔ دوری ☆ عَدَاوَتِىْ۔ میری دشمنی ☆ وَدَّ۔ محبت کرے ☆ لَا تَقْرَبَنْ۔ قریب نہ آ

(1) میرے دشمن کا دوست بھی میری دشمنی میں شامل ہے اور بے شک میں اس شخص کا بھی دوست ہوں۔ جو میرے دوست

سے محبت کرتا ہے۔

(2) پس تو میرے نزدیک نہ آ بلکہ دور ہو جا کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تو میرے دشمن کا دوست ہے پس اس وجہ سے بے شک دلوں کے درمیان بہت دوری ہے۔ (اب یہ دل آپس میں مل نہیں سکتے جب دل مل نہیں سکتے تو محض دکھاوے کی دوستی رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسی دوستی تو منافقت ہے)

فائدہ:

یہ ایک ایسا بین الاقوامی اصول حضرت رضی اللہ عنہ نے ہمیں دیا ہے کہ اگر ہم اس پہ عمل پیرا ہو جائیں تو ہم بے شمار مصائب و آلام سے بچ سکتے ہیں۔ مثلاً یہی دیکھیے کہ ہمارا ملک کے لحاظ سے سب سے بڑا دشمن ہندوستان ہے اس نے پاکستان بننے سے لے کر آج تک نہ صرف پاکستان کو تسلیم کبھی نہیں کیا بلکہ آج تک ہر وہ حربہ استعمال کیا کہ جس سے پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹایا جا سکے مگر حق تعالیٰ کا خاص انعام و احسان ہے کہ پوری دنیا بھی مخالف بنی تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے وطن عزیز کو محفوظ رکھا۔ اب دیکھیے ہندوستان کے ساتھ امریکہ کی نہایت مضبوط دوستی ہے۔ ہندوستان کی دوستی کی خاطر امریکہ نے پاکستان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا مگر ہم ہیں کہ پھر بھی بار بار ایک ہی سوراخ سے ڈسے جانے کو پسند کیے ہوئے ہیں۔ دعوت فکر ہے ارباب اختیار کو خدارا خارجہ پالیسی ایسی بنائی جائے جو ہمارے ملک اور دین اسلام کے لیے مفید ہو تمہارے دشمن کے دوست ہمارے دوست کبھی نہیں ہو سکتے لہٰذا ایسے دوستوں سے پرہیز میں ہی فائدہ ہے۔

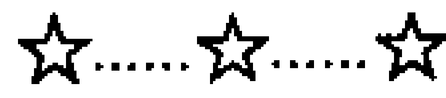
صحابہ کرام کا طریقہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوستی اور محبت کا معیار اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور مدنی تاجدار سے محبت تھا۔ جو حق تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغام کو حق مانتا اور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لے آتا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دوست اور عزیز ہو جاتا اور اگر چہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہوتا، اپنا لخت جگر ہی کیوں نہ ہوتا اپنے والدین ہی کیوں نہ ہوتے اگر وہ مدنی تاجدار کے مخالف ہوتے تو وہ محبت کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابل کچھ رہتے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ نے دوست کے دشمنوں سے ہر قسم کی دوستی اور محبت ختم کر لی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عمل اس کا شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عزیز و اقارب اور جان و مال سب کچھ سے منہ موڑ لیا۔

انبیاء کرام علیہم صحابہ کرامؓ اور اولیائے کرام سے محبت:

اللہ تعالیٰ سے محبت کی بناء پر ہمیں لوگوں سے محبت کرنی چاہیے۔ جو ان سے نفرت کریں ہمیں ان سے نفرت کرنی چاہیے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں چونکہ یہ محبوب ہستیاں رب کائنات سے محبت کرتی ہیں اس محبت کی بناء پر ہمیں بھی ان بزرگوں سے محبت ہے۔ ان بزرگوں کے مخالفین اور گستاخوں سے ہمیں دور رہنا چاہیے اور جو ان بزرگوں سے محبت کا دعویدار بھی ہو ا...زرگان دین کی شان میں بکواس کرنے والوں سے بھی قریبی تعلقات رکھیں ایسے شخص کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ان اشعار میں دعوت فکر ہے آپ بیان فرما رہے ہیں کہ دشمن کے دوست سے میں محبت نہیں کرتا بلکہ دشمن کے دوست میں شامل ہے میں اس سے ہرگز محبت نہیں کرتا کیونکہ ایسے شخص

سے محبت انتہائی نقصان دہ ہے۔ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں اس لیے محبت کرتا ہوں بلکہ اپنے دوست سے محبت کرنے والے سے بھی کرتا ہوں۔ دوست کے دشمن سے بھی دوری انتہائی ضرور ی ہے کیونکہ ایسے شخص کے ساتھ قلبی تعلق پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ دلوں میں بہت دوری ہوتی ہے۔



دشمن کیلئے ہدایت کی دعا

(۱) مَـا وَدَّنِـیْ اَحَـدٌ اِلَّا بَـذَلْـتُ لَـهُ — صَـفْـوَالْـمَـوَدَّةِ مِـنِّـیْ اٰخِـرَالْاَبَـدِ

(۲) وَلَا قَلَانِیْ وَاِنْ کَانَ الْمُسِیْءَ بِنَا — اِلَّا دَعَوْتُ لَـهُ الـرَّحْمٰنَ بِالـرَّشَدِ

(۳) وَلَا ائْتُمِنْتُ عَلٰی سِرٍّ فَبُحْتُ بِهٖ — وَلَا مَدَدْتُ اِلٰی غَیْرِ الْجَمِیْلِ یَدِیْ

(۴) وَلَا اَقُوْلُ نَعَمْ یَوْمًا فَاَتْبَعُهٗ — بُخْلًا وَّ لَوْ ذَهَبَتْ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ

☆وَدَّنِیْ۔ مجھ سے محبت کی ☆صَفْوَةَ الْمَوَدَّةِ۔ خالص محبت ☆اٰخِرِ الْاَبَدِ۔ آخر تک رکھ ☆قَلَانِیْ۔ مجھ سے دشمنی کی ☆رُشْد۔ ہدایت ☆غَیْرِ الْجَمِیْل۔ برائی ☆بُخْلًا۔ بخل کروں، کنجوسی، تنگدلی

(1) جس کسی نے بھی میرے ساتھ خالص محبت کی آخر تک میں نے بھی اس کے ساتھ مخلصانہ طریقے سے محبت کو قائم رکھا یعنی میں نے کسی کو بھی محبت کے سلسلے میں دھوکہ نہیں دیا۔ خالص محبت کا حاصل ہونا بڑا مشکل ہے۔

(2) جس کسی نے بھی میرے ساتھ دشمنی اختیار کی وہ خواہ جتنا بھی برا چاہتا تھا مگر میں نے اس کی برائی کے بدلے برائی نہیں چاہی بلکہ میں نے برائی کے بدلے میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لیے ہدایت کی دعا کی۔

(3) میں نے کبھی بھی کسی کے ایسے راز کو فاش نہیں کیا کہ جس کا مجھے امانتدار بنایا گیا اور نہ ہی کبھی کسی کے ساتھ برائی کی ہے (کسی کے ساتھ برائی کرنا اچھا کام نہیں)

(4) ایسا ممکن ہی نہیں کہ میں ہاں کہہ کر پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ میں بخل نہیں کرتا میری یہ استقامت خواہ میرا مال و دولت اور اولاد کی تباہی کا باعث ہی کیوں نہ بن جائے۔

فائدہ:

کسی کا راز فاش کر دینا اچھا کام نہیں۔ راز فاش کرنے کی ممانعت آئی ہے مگر ہمارے ہاں ذرا بھی خیال نہیں کیا جاتا بلکہ اسے دانشمندی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر ایک دفعہ راز کا امین، راز فاش کر دے تو وہ اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔ اسی طرح اپنے قول پہ پورا اترنا بھی ایک اچھی صفت ہے۔ دنیا میں بھی عزت کا باعث اور آخرت میں بھی کامیابی کے حصول کا سبب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ سے سچی محبت کرتا ہے میں بھی اس کے ساتھ سچی محبت کرتا ہوں۔ محبت کے سلسلے میں کسی کو دھوکہ

نہیں دیتا۔ میرا یہ وطیرہ وقتی نہیں ہوتا بلکہ میں اس پہ ہمیشہ قائم رہتا ہوں۔

کیا خوب کسی نے بیان کیا ہے کہ:

لجپال پریت نوں توڑ دے نئیں
جیہندی بانہہ پھڑ دے اوہنوں توڑ دے نئیں

فائدہ:

محبوبانِ بارگاہ حق کا عمل ہر لحاظ سے سچا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام کی محبت اور اولیائے کرام کی محبت دنیا میں بھی کام آتی ہے اور آخرت میں بھی انشاء اللہ کام آئے گی۔ اللہ والے نہ دنیا میں ساتھ چھوڑتے ہیں اور نہ ہی انشاء اللہ آخرت میں ساتھ چھوڑیں گے ان کا ساتھ دنیا میں بھی کام آئے گا اور آخرت میں بھی ان کا ساتھ کام آئے گا۔ اسی لیے رب کائنات نے بھی محبوبانِ بارگاہ حق کی عظمتوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

دشمن کے بدلے ہدایت کی دعا:

دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میرے مخالفین اور دشمنوں نے میرے ساتھ جس درجے کی بھی دشمنی چاہی۔ اس کے متعلق میں نے اس کی دشمنی کبھی نہیں چاہی اور نہ ہی اس کے نقصان کا کبھی سوچا ہے بلکہ میں نے اس کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ الحمد للہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل مبارک جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ کی محبت کا ثبوت ہے کیونکہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بھی ایسا ہی رہا ہے۔ کفار نے دشمنی کی انتہا کردی یہاں تک کہ آپ کو شہید کرنے کا پلان تیار کیا مگر آپ اس کے باوجود کفار کی امانتیں واپس کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ سلا کر مدینہ تشریف لائے تاکہ کفار کی امانتیں ادا کرکے مدینہ چلے آنا۔ طائف کے احوال کسی سے پوشیدہ نہیں آپ نے رب کائنات کے حضور بددعا کرنے کی بجائے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ بڑھیا عورت جو آپ کے متعلق نہ جانے کیا کیا کہہ رہی تھی آپ نے اس کا سامان اٹھایا اسے منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے چل پڑے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے رنگ میں گفتگو کرتی جارہی تھی مگر آپ خاموشی سے ساتھ ساتھ جارہے تھے منزل مقصود تک پہنچایا تو اس بڑھیا کو جب حقیقت حال کا علم ہوا تو وہ حیران رہ گئی آپ کے اخلاق کریمانہ سے اتنی متاثر ہوئی کہ مسلمان ہوگئی۔ مقبول عرب وعجم حضرت علامہ صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ یہی واقعہ اپنے خاص انداز میں بیان کرنے کے بعد اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ملاقات حبیب ساڈی عید ہو گئی
ساڈا حج اکبری تیری دید ہو گئی

تیرا اچا اے ناںواں
نالے نئیں پرچھانواں

تیریاں تک کے اداواں
میں مرید ہو گئی

☆.....☆.....☆

سچے دوست کی آرزو

(۱) هُمُوْمُ رِجَالٍ فِیْ اُمُوْرٍ کَثِیْرَةٍ وَهَمِّیْ مِنَ الدُّنْیَا صَدِیْقٌ مَسَاعَدٌ

(۲) یَکُوْنُ کَرُوْحٍ بَیْنَ جِسْمَیْنِ قُسِّمَتْ فَجِسْمُهُمَا جِسْمَانِ وَالرُّوْحُ وَاحِدٌ

☆کَرُوْحٍ۔ روح کی مانند☆جِسْمَیْنِ۔ دوجسموں☆قُسِّمَتْ۔ منقسم تقسیم ہو، بٹا ہوا

(1) لوگوں کی بے شمار خواہشات ہوتی ہیں مگر دنیا میں مجھے صرف اور صرف سچے دوست کی خواہش ہے۔

(2) جن کی مثال اس روح جیسی ہو کہ وہ دو اجسام میں ایک ہی روح ہو۔ یعنی جسم تو دونوں کے الگ الگ ہوں مگر ان دونوں کے اجسام میں ایک ہی روح ہو۔ دوجسم یکجان ہوں۔

فائدہ:

ایسے دوست ہی دراصل دوست ہوتے ہیں۔ ایسا دوست اچھے اور برے حال میں یعنی ہر حال میں ساتھ دیتا ہے۔ دوست کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہوئے دوست کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

☆......☆......☆

قناعت عین طاعت

(۱) اَفْلَحَ مَنْ کَانَ لَهٗ کِرْدِیْدَةٌ یَاکُلُ مِنْهَا ثُمَّ یَثْنِیْ جِیْدَهٗ

☆اَفْلَحَ۔ کامیاب ہے☆یَثْنِیْ جِیْدَهٗ۔ اپنی گردن دوہرا کرتا ہے

کامیاب انسان وہ ہے جس کے ہاں تھوڑے سے خرمے بچ جائیں وہ (پھر بھی) انہیں خرموں میں سے ہی کھاتا ہے اور اپنی گردن جھکا لیتا ہے۔

یعنی مزید لالچ کے طور پر کسی طرف گردن اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ کہ اتنے خرمے میرے پاس موجود ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ اور مل گئے تو زیادہ ہو جائیں۔ یعنی اس کے پاس کچھ ہو یا نہ ہو۔ زیادہ ہو یا تھوڑا کچھ ہو جتنا کچھ ہو اسی پہ قناعت اختیار کر لیتا ہے۔ زیادہ بڑھانے کی آرزو نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی ایسی خواہش یا آرزو پیدا ہوتی ہے۔

یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے پلے کچھ ہو یا نہ ہو۔ یا تھوڑا ہو یا زیادہ ہو خواہ جتنا کچھ بھی ہو مگر کامیاب انسان متکبر نہیں ہوتا وہ کبھی بھی تکبر اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ تکبر سے کوسوں دور بھاگتا ہے اور نہ ہی لالچ میں مبتلا ہوتا ہے۔

قناعت میں فلاح:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافاً وَّ قَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ۔

(رواہ مسلم۔ ریاض الصالحین حدیث نمبر 526 مترجم ج اول ص310)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا اسے حسب ضرورت رزق عطا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے دیا اس پر قناعت کی دولت سے اسے نوازا۔

☆......☆......☆

مسکینوں اور پریشان حالوں سے ہمدردی

(۱) وَحَسْبُكَ دَآءٌ اَنْ تَبِيْتَ بِبِطْنَةٍ ۔۔۔ وَحَوَالَكَ اَكْبَادٌ تَحِنُّ اِلَى الْقَدِّ

☆حَسْبُكَ۔ تیرے لیے کافی ہے ☆دَآءٌ۔ بیماری ☆تَبِيْتَ۔ تو گزارے ☆حَوَالَكَ۔ تیرے اردگرد ☆اَكْبَادٌ۔ کبد کی جمع جگر

تیرے واسطے یہ بیماری ہی بہت ہے کہ تو خود تو کھانا خوب پیٹ بھر کر رات گزارے جبکہ تیرے پڑوسیوں میں سے ایسے ہوں جو محض چند ٹکڑے گوشت کے ہی متمنی ہوں۔

یعنی تو خود تو خوب پیٹ بھر کر سوئے اور اردگرد کے پڑوسیوں کی طرف توجہ ہی نہ دے کہ کوئی بھوکا بھی ہے یا نہیں۔ یا کسی کو کھانا میسر بھی ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں تو پیٹ بھر کر کھا چکا جبکہ کسی کی جان بھوک کی وجہ سے نکل رہی آخری لحات کی منتظر ہے اور گوشت کے چند گرے پڑے ٹکڑوں کی طلب ہے کہ چلو وہی پیٹ میں ڈال کر زندگی کی گاڑی چلا سکوں۔ یہی بیماری تیرے لیے کافی ہے کہ تو خود خوب سیر ہو کر کھانا کھالے اور تیرے اردگرد کوئی بھوکا مر رہا ہو تجھے اس کا احساس تک نہ ہو۔

ایثار کا مشہور واقعہ:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی کو کسی نے بکری کا سر بطور ہدیہ بھیجا، انہوں نے دل میں سوچا کہ میرا بھائی مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے تو وہ اس کی طرف بھیج دیا اس نے یہ سوچ کر کہ میرا فلاں بھائی مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے وہ سر اس کی طرف بھیج دیا اسی طرح ایک سے دوسرے کے پاس ہوتے ہوئے سات گھروں سے ہو کر پھر پہلے شخص کے پاس وہ سر آ گیا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

یعنی وہ اپنے سے مقدم رکھتے ہیں چاہے ان پر بھوک ہی ہو۔

دوسرا واقعہ:

کہتے ہیں کہ یہ ایک انصاری صحابی کی شان میں اتری تھی اس کو حسن نے روایت کیا ہے منقول ہے کہ ایک شخص نے عہد نبوی میں صبح روزہ رکھا جب شام ہوئی تو اس نے افطار کے لیے کچھ نہ پا کر پانی پیا اور افطار کیا صبح پھر روزہ رکھا جب شام ہوئی تو افطار کے لیے کچھ نہ پا کر پانی سے افطار کیا اور صبح کو پھر روزہ رکھا جب تیسرا دن ہوا بھوک نے اسے ستایا ایک صحابی کو جو کہ انصاری تھا اسے معلوم ہوا تو وہ اسے شام کو اپنے گھر میں لایا اور اپنی بیوی سے کہا کہ آج رات ہمارے لیے کچھ کھانا ہے تو لاؤ۔ بیوی نے کہا ہمارے گھر میں اتنا کھانا ہے کہ صرف ایک آدمی کا پیٹ بھر سکتا ہے جبکہ وہ دونوں روزے دار تھے اور ان کا ایک لڑکا تھا اس نے کہا کہ ہم اپنا کھانا مہمان کو دے دیتے ہیں اور رات صبر سے کاٹ لیں گے نیز بچے کو عشاء سے پہلے سلا دیتے ہیں جب کھانا آجائے تو چراغ بجھا دینا حتیٰ کہ مہمان یہ سمجھے گا کہ ہم اس کے ساتھ کھا رہے ہیں اس طرح وہ پیٹ بھر کر کھالے گا پس عورت نے ثرید لا کر رکھا اور چراغ کو صحیح کرنے کے بہانے بجھا دیا پھر انصاری خالی ہاتھ پیالے میں مارتا رہا لیکن کچھ کھایا نہیں تھا اس طرح مہمان نے پورا پیالہ ثرید کو کھا لیا جب صبح انصاری نے حضور علیہ السلام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی تو آنحضرت سلام پھیر کر انصاری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے اس فعل پر اللہ تعالیٰ کو فخر ہے یعنی اللہ تعالیٰ تم دونوں سے راضی ہے اور یہ آیت پڑھی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝

اور وہ لوگ جو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ فاقہ میں ہی ہوں اور وہ شخص جو اپنے نفس کے بخل سے محفوظ ہو پس وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(منہاج السالکین اردو ترجمہ تنبیہ الغافلین جلد اول ص 385)

☆......☆......☆

دنیادار کو خطاب

(۱)	يَـا مُـؤْثِـرَ الـدُّنْـيَـا عَـلٰـى دِيْـنِـهٖ	وَالـتَّـائِـهَ الْـحَـيْـرَانَ عَـنْ قَـصْـدِهٖ
(۲)	اَصْـبَـحْـتَ تَـرْجُـوا الْـخُـلْـدَ فِـيْـهَـا وَقَـدْ	اَبْـرِزْ نَـابُ الْـمَـوْتِ عَـنْ خَـدِّهٖ!
(۳)	هَـيْـهَـاتَ اَنَّ الْـمَـوْتَ ذُوْ اَسْـهُـمٍ	مَـنْ يَـوْمِـهٖ يَـوْمًـا بِـهَـا يُـرْدِهٖ
(۴)	لَا يَـشْـرَحُ الْـوَاعِـظُ قَـلْـبَ امْـرِءٍ	لَـمْ يَـعْـزِمِ الـلّٰـهُ عَـلٰـى رُشْـدِهٖ

☆تَرْجُوا الْخُلْدَ۔ دوام کے امیدوار☆نَابُ الْمَوْتِ۔ موت کا دانت☆هَيْهَاتَ۔ افسوس☆لَا يَشْرَحُ۔ نہیں کھول سکتا☆لَمْ يَعْزِمِ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ نے قصد نہ کیا☆رُشْدِهٖ۔ اس کی ہدایت کی

(1) اے دین پہ دنیا کو برتری دینے والے (بے وقوف) اور آوارہ گرد حیران و پریشان اور میانہ روی سے ہٹے ہوئے انسان۔

(2) تو یہ امید رکھتا ہے کہ دنیا میں تو ہمیشہ رہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ منہ سے موت کا دانت نکل چکا ہے (اس لیے دنیا میں ہمیشگی کی آرزو دل سے نکال دے)

(3) افسوس کہ موت کے پاس بے شمار تیر ہیں۔ ان تیروں سے وہ جسے بھی مارتی ہے وہ مار دیتی ہے۔ مختلف بیماریاں، لاچاریاں اور مختلف وار اور موت کے مختلف طریقے موت کے تیر ہی ہیں۔

(4) نصیحت کرنے والا اس شخص کے دل میں یہ حقیقت واضح نہیں کرسکتا جسے ہدایت عطا فرمانے کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے نہ کیا۔ معلوم ہوا ہدایت کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ دنیا کو دین سے افضل سمجھنے والا شخص بظاہر بے شک دنیا میں کامیاب نظر آئے حقیقت میں وہ کامیاب کبھی نہیں ہوسکتا۔ نہ کبھی دنیا میں اسے حقیقی کامیابی وخوشی نصیب ہوسکتی ہے اور نہ ہی انشاء اللہ قبر وحشر میں کامیاب ہوگا۔ وہ اس دنیا میں بھی بے شمار دولت میں من پسند بیویاں، شہرت، امارت اور دنیا کے بلند ترین عہدے پر پہنچنے کے باوجود وہ ہمیشہ بے شمار پریشانیوں میں مبتلا رہے گا۔ لذیذ سے لذیذ ترین کھانے مہیا کرنے کی وسعت رکھے گا مگر لطف اندوزی اس کے مقدر میں نہ ہوگی۔ خود بادشاہ ہوسکتا ہے مگر سکون کے لحات میسر نہ ہوسکیں گے۔ آج ہر طرف پریشانیاں، بیماریاں، لاچاریاں گھیرا ڈالے ہوئے ہیں اور ہم نہ جانے کیسی کیسی پریشانیوں میں مبتلا ہیں اگر غور کریں گے تو یہی معاملہ واضح ہوگا کہ ہم دین کے مدمقابل دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور آج بھی دین کو دنیا پہ جو ترجیح دینے والے ہیں پرسکون زندگی کے لحات گزار رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شان ہے اللہ یعطی من یشاء۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

دنیا میں ہمیشگی نہیں:

دنیا ناپائیدار ہے قرآن مجید میں ہے کہ:

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموت۔

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

جو کچھ بنا ہے اس نے ایک نہ ایک دن ٹوٹنا ہے۔ جو پیدا ہوا ہے۔ اس نے ایک نہ ایک دن مرنا ہے جو کوئی اس دنیا ناپائیدار میں آیا ہے اس نے مسافرانہ حالت میں زندگی کی چند گھڑیاں گزار کر یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ اس لیے یہ دنیا جی لگانے کی نہیں ہے۔ ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

دنیا میں دوام کسی کو نہیں ، کسی کو نہیں کسی کو نہیں
مر جانا ہے ہر اک نے ، ہمیشہ کا جینا کسی کو نہیں
دنیا میں کس نے کتنا جینا ہے بندیا پتہ ہے دوست کسی کو نہیں
کل نفس ذائقہ الموت ، ہمیشہ کی حیات کسی کو نہیں

چلے جانا ہے ہر اک نے ، پاک قرآن کی گواہی دوستو گواہی
روز حشر بڑا مشکل مرحلہ ، جس دن ہو گی رب کی شاہی دوستو

بہرحال ہمیشہ کسی نے بھی زندہ نہیں رہنا۔سوائے وحدہٗ لاشریک کے اس لیے اے بندے! ذرا سنبھل جا کیونکہ

بندیا جہان اتے کریں نہ گمان اوئے
سدا نہئیوں رہنا ایتھے کسے انسان اوئے

☆......☆......☆

حال کو نیک عمل سے خالی نہ چھوڑ

(۱) مَضٰى اَمْسُكَ الْبَاقِيْ شَهِيْدًا مُّعَدَّلاً — وَاَصْبَحْتَ فِيْ يَوْمٍ عَلَيْكَ شَهِيْدٌ
(۲) فَاِنْ كُنْتَ فِي الْاَمْسِ اقْتَرَفْتَ اِسَائَةً — فَثَنِّ بِاِحْسَانٍ وَّاَنْتَ حَمِيْدٌ
(۳) وَلَا تُرْجِ فِعْلَ الْخَيْرِ يَوْمًا اِلٰى غَدٍ — لَعَلَّ غَدًا يَاْتِيْ وَاَنْتَ فَقِيْدٌ
(۴) وَيَوْمُكَ اِنْ عَاتَبْتَهٗ عَادَ نَفْعُهٗ — اِلَيْكَ وَمَا ضِي الْاَمْسِ لَيْسَ يَعُوْدُ

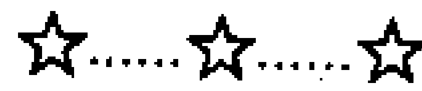
☆شَهِيْدًا۔ گواہ ☆مُعَدَّلاً۔ جس کی تعدیل کی گئی، جسے درست کیا گیا، جسے ٹھیک کیا گیا ☆اَصْبَحْتَ۔ تم نے صبح کی ☆اَمْسِ۔ کل ☆اِسَائَةً۔ برائی ☆حَمِيْدٌ۔ قابل تعریف ☆وَلَا تُرْجِ۔ اور نہ ٹالو ☆يَوْمًا اِلٰى غَدٍ۔ آنے والے کل کی طرف ☆يَوْمُكَ۔ تیرا آج، تیرا دن ☆عَاتَبْتَهٗ۔ تو اس پر عتاب کرے ☆لَيْسَ يَعُوْدُ۔ نہیں لوٹا سکتا، واپس نہیں آ سکتا

(1) ارے بے خبر انسان! تیرا گزرا ہوا کل تو جیسے تیسے گزر گیا سو وہ گزر گیا وہ اس دنیا میں ایک دن گزاری ہوئی زندگی پر قیامت کے دن گواہ ہوگا۔ جس کا حساب کتاب ٹھیک کر دیا گیا ہے۔ یعنی اس میں کوئی کسی قسم کی گڑ بڑ نہیں ہوگی۔ اب آج تو ایسے دن میں آ گیا ہے جو اس وقت تم پہ گواہ ہے۔ یعنی نیکی اور بدی کرنے میں خوب غور و فکر کر لے یہ نہیں کہ تجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ تجھے اللہ تعالیٰ تو دیکھ ہی رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے آج کا دن بھی دیکھ رہا ہے جو کہ تیرا گواہ بن رہا ہے۔ اس لیے خدارا! موجودہ یعنی زمانہ حال میں ایسے امور سر انجام دے جو حق تعالیٰ کو راضی کرنے والے ہوں اور ایسے امور سے احتراز کر جو گناہوں کی آلائش میں مبتلا کرنے والے ہوں اور کل کیے گئے گناہوں کو دور کرنے اور ان کے بدلے سے بچنے کے لیے انہیں ختم کرنے کی سعی کر لے۔

(2) اگر تم کل کوئی گناہ کر بیٹھے تھے تو آج نیکی کر لے تاکہ سابقہ کیے ہوئے گناہوں کی دوری کا سبب بن جائے اور اس طرح تم تعریف کے لائق بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے انعام کے مستحق ٹھہر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے۔ اور تم تعریف کے قابل بن جاؤ۔

(3) نیک کام کرتے ہوئے آج جس نیک کام کرنے کا ارادہ ہے۔ آج ہی سرانجام دے لیجیے۔ آج نہیں کل پہ نہ ٹال کل تو آنا ہی آنا ہے مگر ممکن ہے کل تم اس جہان فانی میں نہ ہو۔ ممکن ہے کل کا دن تمہیں دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس لیے بہتر ہے کہ جس نیک کام کرنے کا ارادہ ہے آج ہی کرلو۔ اسی میں فائدہ ہے۔ جو آج نہیں کل پہ لگ جاتا ہے وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتا۔

(4) آج کا دن اگر تم ذرا اپنے آپ پہ سختی کرتے ہوئے گزار لوگے اور ہر لحہ محاسبہ کرتے ہوئے گزار لوگے کہ یہ کام اچھا ہے یا برا میری یہ حرکت نفع بخش ہے یا نقصان دہ تو اس کا تمہیں ہی فائدہ حاصل ہوگا۔ یاد رکھ جو کل گزر گیا وہ کبھی بھی واپس نہیں آسکتا۔ اس لیے جو کچھ کرنا ہے۔ آج کرلے۔ جس نیک عمل کا ارادہ ہے آج ہی سرانجام دے لے۔ جو کچھ کل نہ کرسکا اس کا محض پچھتاوا کسی کام کا نہیں۔ بلکہ کل کے سلسلے میں محض زبانی کلامی پچھتاوے سے بہتر یہی ہے کہ تو جو نیک عمل کل نہ کرسکا وہ آج کر بلکہ جتنا ہوسکتا ہے نیکیوں کی بہار کا موسم سمجھتے ہوئے آج ہی سرانجام دے لے اسی میں ہی تیرا فائدہ ہے آج جو نیکیاں کمالے گا اس کا فائدہ تجھے ہی حاصل ہونا ہے۔ کل کا گزرا دن واپس نہیں آئے گا۔
اپنے آج کے دن کے سلسلے میں خصوصی طور پر سختی اختیار کرتا کہ آج کا دن (گناہوں کی دلدل میں پھنس کر) برباد نہ کر بیٹھے۔ حساب کر، نیکیوں کو اختیار کر، برائیوں سے بچنے کی سعی کر، اس پہ سختی سے عمل پیرا ہونے میں ہی تیرا اپنا فائدہ ہے۔ کل جو گزر گیا ہے۔ وہ تو گزر گیا وہ تو واپس نہیں آسکتا کم از کم آج کا دن تو توجہ سے گزار کر گناہوں کی دلدل میں دھنسنے سے بچ سکتے ہو لہٰذا بچ جاؤ۔



مرنے کے بعد سب مخلوق کی برابری

(۱) ذَهَبَ الَّذِیْنَ عَلَیْهِمْ وَجْدِیْ — وَبَقِیْتُ بَعْدَ فِرَاقِهِمْ وَحْدِیْ
(۲) مَنْ کَانَ بَیْنَکَ فِی التُّرَابِ وَبَیْنَهٗ — شِبْرَانِ فَهُوَ بِغَایَةِ الْبُعْدِ
(۳) لَوْ کُشِفَتْ لِلْخَلْقِ اَطْبَاقُ الثَّرٰی — لَمْ یُعْرَفِ الْمَوْلٰی مِنَ الْعَبْدِ
(۴) مَنْ کَانَ لَایَطَا التُّرَابَ بِرِجْلِهٖ — یَطَأُ التُّرَابَ بِنَاعِمِ الْخَدِّ

☆وَجْدِیْ۔ وجد، یوجد، اسم وَجْدٌ حُب۔ شدید محبت کرنا، عاشق ہونا ☆بَقِیْتُ۔ میں باقی رہ گیا، میں رہ گیا ☆فِرَاقِهِمْ۔ ان کی جدائی ☆فِی التُّرَاب۔ مٹی میں ☆شِبْرَان۔ دو بالشت ☆بِغَایَةِ الْبُعْدِ۔ بہت زیادہ دوری، انتہائی دوری پر ہے ☆اَطْبَاقُ الثَّرٰی۔ زمین کے طبقے ☆لَمْ یُعْرَفِ۔ پہچان نہ ہوگی، امتیاز نہ رہے گا، امتیاز نہ معلوم ہوگا، فرق نہ معلوم ہوگا ☆مَوْلٰی۔ مالک ☆بِنَاعِمِ الْخَدِّ۔ اپنے نازک رخسار سے

(1) میں جن کی شدید محبت میں گم تھا وہ تو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اور اب میں ان کے جدا ہونے کے بعد اکیلا ہی رہ گیا ہوں مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے ظاہری وصال کے بعد میں تنہا رہ گیا ہوں۔

(2) فوت ہونے والا جب فوت ہو گیا تو اسے قبر میں دفن کر دیا گیا اب تمہارے اور اس کے درمیان صرف دو بالشت کا فاصلہ ہے تم دنیا میں قبر سے باہر ہو جبکہ وہ مٹی کے نیچے ہے اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ وہ تجھ سے بہت دور ہیں کہ بظاہر جسمانی لحاظ سے ان تک پہنچنا مشکل ہے۔

(3) اگر مخلوق خدا کے لیے زمین کے تمام طبقات کو کھول دیا جائے تو آقا اور غلام کا فرق ہی نہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے آقا کون ہے اور غلام کون ہے؟ سبھی کا حال ایک جیسا معلوم ہوگا یہ محض ظاہر کے لحاظ سے ورنہ نیک و بد کی قبور اور ان کے احوال کا فرق بہت ہے اس سلسلے میں احادیث بکثرت بیان ہوئی ہیں۔

(4) دعوت فکر ہے کہ ذرا غور تو فرمایئے جو شخص فوت ہو چکا وہ کل جب زندہ تھا تو اپنے پاؤں کو مٹی سے نہیں لگنے دیتا تھا یعنی مٹی سے اتنا پرہیز کرتا تھا آج اس کے رخسار سے مٹی لگی ہوئی ہے۔

فائدہ:

یہاں عام لوگوں کی ظاہری برابری کا تذکرہ ہے کہ کوئی بادشاہ ہو یا گدا، امیر ہو یا غریب، بڑا ہو یا چھوٹا سبھی اس جہان فانی سے رخصت ہونے کے بعد ایک جیسے احوال سے دوچار ہوتے ہیں۔ ہاں مقام اور شان ہر ایک کا اپنا اپنا۔

خلاصہ و مطلب شعر:

بہرحال یہاں دنیا کی ناپائیداری بیان کی گئی ہے اور یہ بھی کہ مرنے کے بعد دنیوی جاہ و جلال ختم ہو جاتا ہے۔ دنیوی انداز قائم نہیں رہتے بلکہ مساوات قائم ہو جاتی ہے۔ قبر سب کی یکساں۔ اگر کوئی دنیوی طور پر قبر کے سلسلے میں رنگا رنگی کا سلسلہ چلائے بھی تو مردے کو اس کا فائدہ نہیں ہوتا بلکہ محض رقم کا زیاں ہے قبر میں سب کی حالت یکساں ہوتی ہے۔ دنیا میں صاف شفاف نظر آنے والے جو اپنے پاؤں کو بھی مٹی نہ لگنے دیتے تھے قبر میں ان کے رخسار مٹی سے چھو رہے ہیں ارے انسان اس وقت کو یاد کر دنیوی جاہ و جلال قائم رکھنے کے لیے صراط مستقیم سے نہ بھٹک، گناہوں کی دلدل میں نہ دھنس، کسی کو حقیر سمجھ کر مسلنے کی کوشش نہ کر ایک دن یہ قوت بازو اور جاہ و جلال چلتا بنے گا۔ دنیا اور دنیا کا سب کچھ ساز و سامان چھین لیا جائے گا۔ تیرے پاس وہی کچھ بچے گا جو تو نے دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نیک اعمال اختیار کیے ہوں گے۔

☆......☆......☆

دنیا فانی

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ بَنَوْا فَطَالَ بِنَآءَ هُمْ　　وَاسْتَمْتَعُوْا بِالْاَهْلِ وَالْاَوْلَادِ

(۲) جَرَتِ الرِّیَاحُ عَلٰی مَحَلِّ دِیَارِھِمْ — فَکَاَنَّھُمْ کَانُوْا عَلٰی مِیْعَادِ

(۳) وَاَرَی النَّعِیْمَ وَکُلَّ مَایُلْھٰی بِہٖ — یَوْمًا یَّسِیْرُ اِلٰی بِلًی وَّ نَفَادِ

☆طَالَ۔ اونچے ☆بِنَآءَ ھُمْ ۔مکان، اپنی عمارتیں ☆استَمتَعُوْا۔ فائدہ اٹھایا ☆اَرَی۔ میں دیکھتا ہوں ☆نعیم۔ نعمتیں

(1) بے شک جنھوں نے بلند و بالا مکانات تعمیر کیے اور مال و دولت اور اولاد سے استفادہ کیا۔

(2) پھر ان کے گھروں والے مقام پہ طوفانی آندھی (جو سب کچھ تہہ و بالا کر گئی) اب ان کا اس دنیا میں ہونا یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک مقرر کردہ تاریخ تک یہ تھے۔ یعنی اس کے بعد ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

(3) اور میں تمام نعمتوں اور تمام کھیل کود کی اشیاء کو بغور دیکھتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے جوں جوں لمحہ گزرتا جا رہا ہے یہ سب چیزیں خراب ہونے اور فناہ کی طرف رفتہ رفتہ جا رہی ہیں۔

ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے کہ:

دنیا فانی ، آنی جانی ، ہر شے جان فانی
کسے شے نوں دوام نہ حاصل ، ہر شے جان فانی

گویا آپ متنبہ فرماتے ہیں کہ خبردار! یہ دنیا فانی ہے آہستہ آہستہ اپنی انتہا کی طرف بڑھ رہی ہے اس لیے فانی چیز سے کیا دل لگانا۔ فانی پہ دل لگا کر گناہوں میں ملوث ہونا نادانی ہے عقل و خرد سے کورا ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی حقیقت واضح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ اس جہان فانی کی نعمتوں اور کھیل کود وغیرہ جس چیز کو بھی میں غور سے دیکھتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں خراب ہونے اور فنا کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

☆......☆......☆

فکرِ موت

(۱) جَنْبِیْ تَجَافٰی الْوِسَادِ — خَوْفًا مِّنَ الْمَوْتِ وَالْمَعَادِ

(۲) مَنْ خَافَ عَنْ سَکْرَۃِ الْمَنَایَا — لَمْ یَدْرِ مَا لَذَّۃُ الرُّقَادِ

(۳) قَدْ بَلَغَ الزَّرْعُ مُنْتَھَاہُ — لَا بُدَّ لِلزَّرْعِ مِنْ حَصَادِ

☆جَنْبِیْ۔ میرا پہلو ☆التَجَافٰی۔ دور ہونا، الگ ہونا ☆عَنِ الوِسادِ۔ گدا تکیہ مراد آخرت کے ☆سَکْرَۃِ المنایا۔ موت کی شدت اور سختی ☆لَمْ یَدْرِ۔ وہ نہیں جان سکتا ☆لَذَّۃُ الرُّقَادِ۔ نیند کی لذت

(1) موت اور آخرت کے ڈر کی وجہ سے میرا پہلو گدے اور بچھونے سے الگ رہتا ہے۔ یعنی موت اور آخرت کی وجہ سے میں

غافلوں کی طرح ساری رات سوتا نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا ہوں۔

(2) موت کی سختی کا جسے خوف لاحق ہوگا نیند کا مزہ اسے معلوم نہیں ہوسکتا۔

(3) تحقیق کھیتی پک کر تیار ہو چکی ہے اب ضروری ہے کہ اسے کاٹا جائے یعنی جب فصل پک کر تیار ہوگئی ہے تو لازمی امر ہے کہ اس نے اب کٹنا ہی ہے یہ ہماری زندگی کی مثال ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں موت کو یاد رکھنے اور موت آنے کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے کہ موت آنی ہے اور کسی بھی وقت موت آ جائے گی کسی بھی لمحے موت آجائے گی موت کو ہمہ وقت ذہن میں رکھنا چاہیے جو موت سے غافل ہو کر غافلانہ روش اختیار کرے گا وہ نقصان میں مبتلا ہوگا۔ کیونکہ جسے موت یاد نہ رہے گی وہ گناہوں کی دلدل میں غرق ہو کر اپنی دنیا بھی برباد کرلے گا اور آخرت بھی تباہ کر بیٹھے گا اس لیے موت کو ہمہ وقت ذہن میں رکھنا چاہیے انسانی زندگی تو بلبلے کی مانند ہے کسی بھی وقت زندگی کی شام ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ متنبہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ تعجب ہے عام لوگوں کی اس حالت پہ کہ وہ کس طرح غافلانہ روش اپنائے ہوئے ہیں میرا حال تو یہ ہے کہ موت اور آخرت کی وجہ سے میرا پہلو گدے اور بچھونے سے دور رہتا ہے یعنی مجھے خوف کی وجہ سے نیند بھی سکون سے نہیں آتی اکثر رات اسی خوف کی وجہ سے نیند ہی نہیں آتی جلد ہی جاگ جاتا ہوں پھر حق تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیتا ہوں جو کہ سکون کا سبب ہے نیند کی لذت سے سرشار ہو کر وہی شخص گھوڑے بیچ کر سوتا ہے جو موت کی شدت سے واقف نہیں ہوتا جسے موت کی شدت کا خوف نہیں ہوتا۔ یہ نہ سمجھو کہ ابھی تو میں جوان ہوں۔ تو جوان ہے یا بوڑھا، بچہ ہے یا ضعیف العمر جس حال میں بھی ہے ہمہ وقت یہی سمجھ کہ کھیتی تیار ہو چکی ہے اب کٹنے ہی والی ہے کیونکہ عام لوگوں کو ان کی موت کا علم نہیں۔ جس کسی کو جتنی سانسیں ملی ہیں اتنی ہی سانس لے کر اس نے چلتے بننا ہے۔ موت کے سلسلے میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ ابھی کتنی عمر ہوئی ہے جب انسان جہان فانی میں آتا ہے تو اس سے پہلے ہی اس کی عمر کا تعین ہو جاتا ہے۔

بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کا کلام:

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

جت دھاڑے دھن وری سا ہے لے لکھائے
ملک جو کنیں سنیندا موںہہ وکھا لے آئے

فائدہ:

بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے موت کے متعلق ایک مثال کے ذریعے بیان فرمایا ہے کہ جس دن دلہن کی منگنی ہوئی یعنی جس دن سے روح کی نسبت جسم سے طے ہوئی اسی دن (ازل) سے ہی اس کی شادی کی تاریخ بھی مقرر کر دی گئی شادی سے مراد موت ہے اس کی سانسیں لکھ دی گئی ہیں جب موت کا وقت آجاتا ہے تو ملک الموت جو سننے میں آتا ہے وہ نقاب کشائی کے سلسلے میں آجاتا ہے۔ (فیضان الفرید ص 43)

جند ووہٹی مرن ور ، لے جا سی پرنائے
آپن ہتھیں جول کے ، کیں گل لگے دھائے

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے موت کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ روح دلہن ہے جبکہ اس کا دولہا موت ہے اس لیے وقت آنے پر موت کا دولہا اس روح کو بیاہ کر لے جائے گا عزیز واقارب اس دلہن کو روتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے الوداع کرتے ہیں۔کس کے گلے ملے گویا سبھی بیگانے ہو چکے۔(فیضان الفرید ص55)

☆......☆......☆

گئی جوانی پھر نئیں اونی

(۱) بَكَيْتُ عَلٰى شَبَابٍ قَدْ تَوَلّٰى فَيَا لَيْتَ الشَّبَابَ لَنَا يَعُوْدُ

(۲) فَلَوْ كَانَ الشَّبَابُ يُبَاعُ بَيْعًا لَاَعْطَيْتُ الْمُبَايِعَ مَا يُرِيْدُ

(۳) وَلٰكِنَّ الشَّبَابَ اِذَا تَوَلّٰى عَلٰى شَرَفٍ فَمَطْلَبُهٗ بَعِيْدُ

☆يَعُوْدُ۔ واپس آتی ☆يُبَاعُ بَيْعًا۔ فروخت ہوتی ☆لَاَعْطَيْتُ۔ میں ضرور دیتا ☆مَا يُرِيْد۔ جو چاہتا ☆تَوَلّٰی۔ رخ پھیر دیا

(1) میری جو جوانی گزر گئی اسے یاد کر کے میں خوب رویا کہ اے کاش! ہمارے لیے ہماری ہی جوانی دوبارہ واپس آ جاتی۔کیا خوب کسی نے کہاں گئی جوانی پھر مڑ نہ آوے بھانویں لکھ خوراکاں کھایئے۔

(2) اگر جوانی کسی جگہ بازار میں فروخت ہونے والی چیز ہوتی تو میں اسے ضرور خریدتا اس لیے میں جوانی فروخت کرنے والا جو کچھ بھی مجھ سے طلب کرتا وہ میں دے کر جوانی خرید لیتا۔

(3) مگر جب جوانی چلی گئی اور آخری کنارے تک پہنچ گئی تو اب اس کا دوبارہ حاصل ہونا بڑا مشکل ہے۔ظاہری اسباب کے ذریعے جوانی دوبارہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت، انبیاء علیہم السلام کا معجزہ اور اولیاء اللہ کی کرامات کے ذریعے حاصل ہونا الگ بات ہے جیسے حضرت زلیخا کی جوانی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا سے دوبارہ واپس لوٹی۔ جنتیوں کو جنت میں جوانی کا حاصل ہونا۔

☆......☆......☆

کسی کی موت کے طلبگاروں نے بھی مرنا ہے

(۱) تَمَنّٰى رِجَالٌ اَنْ اَمُوْتَ وَاِنْ اَمُتْ فَتِلْكَ سَبِيْلٌ لَسْتُ فِيْهَا بِاَوْحَدِ

(۲) وَلَيْسَ الَّذِيْ يَبْغِيْ خِلَافِيْ يَضُرُّنِيْ وَلَا مَوْتُ مَنْ قَدْ مَاتَ قَبْلِيْ مُخَلَّدِ

(۳) وَاِنِّیْ وَمَنْ قَدْ مَاتَ قَبْلِیْ لَکَالَّذِیْ یَزُوْرُ خَلِیْلاً اَوْیَرُوْحُ وَیَغْتَدِیْ

☆یَبْغِی۔ مجھے پہنچ سکتا ☆خِلَافِی۔ میرے خلاف ☆یَضُرُّنِی۔ مجھے نقصان پہنچ سکتا ☆مَات۔ مرا،فوت ہوا ☆قَبْلِیْ۔ مجھ سے پہلے ☆اِنْ اَمُتْ۔ اگر میں مرگیا ☆سبیل۔ راستہ ☆یَزُوْرُ۔ وہ زیارت کرے،ملاقات کرے ☆خَلِیْلاً۔ دوست

(1) کئی لوگ میری موت کی تمنا رکھتے ہیں (مگر انہیں میرے مرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ) اگر میں اس جہان فانی سے رخصت ہوبھی گیا (تو کیا فرق پڑے گا یعنی کچھ بھی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ جس راستے پہ چلنے کی وجہ سے وہ میری موت کی تمنا کرتے ہیں) وہ ایسا راستہ ہے کہ جس میں اکیلا سفر نہیں کر رہا یعنی میرے ساتھ اور بھی لوگ ہیں۔اور موت سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا کل نفس ذائقۃ الموت۔

(2) میرے خلاف چاہنے والا مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا اور میری موت کی تمنا کرنے والے کی موت جو کہ مجھ سے پہلے فوت ہوگیا مجھے ہمیشہ رکھنے والی نہیں ہے۔یعنی میری موت کی تمنا رکھنے والا اگر مجھ سے پہلے بھی فوت ہوجائے تو پھر بھی میں نے اس وقت ہی اس جہان فانی سے رخصت ہونا ہے جب میرے جانے کا وقت آجانا ہے۔میں نے ہمیشہ نہیں رہ جانا۔

(3) اور بے شک میری اور تحقیق مجھ سے پہلے فوت ہونے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جو کسی دوست سے ملے یا صبح اور شام آنے جانے والے کی مثال جیسی ہے۔

فائدہ:

گویا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مری موت کی آرزو کرنے والے کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ اگر میں اس سے پہلے فوت بھی ہوگیا تو اسے کیا حاصل ہوگا وہ بھی عنقریب موت کا شکار ہوکر اس جہان فانی سے چلتا بنے گا۔میرے خلاف چاہنے والا بھی کچھ فائدہ نہ پائے گا اسی طرح میری موت کا متمنی اگر مجھ سے پہلے فوت ہوگیا تو اس سے میرا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اب اس کے بعد میری باری آجائے گی۔یوں سمجھ لیجیے جیسے مجھ سے پہلے فوت ہونے والا صبح فوت ہوگیا تو شام کو اس جہان فانی سے رخصت ہونے کا وقت میرا ہے۔

☆......☆......☆

کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت

(۱) اَلْمَوْتُ لَا وَالِدًا یُبْقِیْ وَلَا وَلَدًا هٰذَا السَّبِیْلُ اِلٰی اَنْ لَّا تَرٰی اَحَدًا

(۲) کَانَ النَّبِیُّ وَلَمْ یَخْلُدْ لِاُمَّتِهٖ لَوْ خَلَّدَ اللّٰهُ خَلْقًا قَبْلَهٗ خَلَدًا

(۳) لِلْمَوْتِ فِينَا سِهَامٌ غَيْرَ خَاطِئَةٍ مَنْ فَاتَهُ الْيَوْمَ سَهْمٌ لَمْ يَفُتْهُ غَدًا

☆وَالِدٌ۔ باپ☆يُبْقِي۔ باقی رکھے گی☆وَلَدًا۔ اولاد، بیٹے☆لَاتَرٰى۔ تو نہ دیکھے☆لَمْ يَخْلُدْ۔ ہمیشہ نہ رہے ☆لِاُمَّتِهٖ۔ اپنی امت کے لیے☆خَلَّدَ اللّٰهُ۔ اللہ نے ہمیشہ رکھا☆غَيْرَ خَاطِئَةٍ۔ خطا نہ کرنے والے☆سِهَامٌ۔ تیر☆غَدًا۔ (آنے والا) کل

(1) موت نہ باپ کو رہنے دے گی اور نہ ہی بیٹے کو رہنے دے گی اور یہ سلسلہ تو اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ تم اس جہان فانی میں کسی کو بھی نہ دیکھو گے یعنی اس جہانِ فانی میں وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔

(2) نبی بھی اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے وہ بھی اپنی امت کی خاطر ہمیشہ اس جہان فانی میں نہ رہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائی ہوتی تو نبی کریم اس جہان فانی میں ہمیشہ رہتے یعنی چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جہان فانی میں نہ رہنا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہی وحدہ لاشریک کے سوا کسی نے ہمیشہ رہنا ہے۔

(3) ہمارے لیے موت کے پاس ایسے ایسے نشانہ ہیں نہ چوکنے والے تیر ہیں جس سے اگر کوئی بچ گیا ہے تو (یہ خیال دل میں نہ لائے کہ شاید میں بچ گیا ہوں بلکہ) کل نہیں بچ سکے گا۔

☆......☆......☆

اپنے باپ کا مرثیہ

(۱) اَرِقْتُ لِنَوْحٍ اٰخِرَ اللَّيْلِ غَرَّدَا لِشَيْخِيْ يُنْعٰى وَالرَّئِيْسِ الْمُسَوَّدَا

(۲) اَبَاطَالِبٍ مَّاوَى الصَّعَالِيْكِ ذَاالنَّدٰى وَذَا الْحِلْمِ لَا خَلْفًا وَّ لَمْ يَكُ قُعْدَدَا

(۳) اَخَا الْمُلْكِ خَلّٰى ثُلْمَةً سَيَسُدُّهَا بَنُوْهَا شِمٍ اَوْ يُسْتَبَاحُ فَيُهْمَدَا

(۴) فَاَمْسَتْ قُرَيْشٌ يُفْرَحُوْنَ بِفَقْدِهٖ وَلَسْتُ اَرٰى حَيًّا لِّشَيْءٍ مُّخَلَّدَا

(۵) اَرَادَتْ اُمُوْرًا زَيَّنَتْهَا حُلُوْمُهُمْ سَنُوْرِدُهُمْ يَوْمًا مِّنَ الْغَيِّ مَوْرِدًا

(۶) يُرَجُّوْنَ تَكْذِيْبَ النَّبِيِّ وَقَتْلَهٗ وَاَنْ يَّفْتَرُوْ بُهْتًا عَلَيْهِ وَيَجْحَدَا

(۷) كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ حَتّٰى نُذِيْقَكُمْ صُدُوْرَ الْعَوَالِيْ وَالصَّفِيْحَ الْمُهَنَّدَا

(۸) وَيَبْدَا وُ مِنَّا مَنْظَرٌ ذُوْكَرِيْهَةٍ اِذَا مَا تَسَرْ بَلْنَا الْحَدِيْدَ الْمُسَرَّدَا

(۹) فَـاِمَّـا تُبِیْدُوْنَـا وَاِمَّـا نُبِیْدُكُـمْ ۔۔۔ وَاِمَّا تَرَوْ سِلْمَ الْعَشِیْرَةِ اَرْشَدَا

(۱۰) وَاِلَّا فَـاِنَّ الْـحَـیَّ دُوْنَ مُـحَـمَّـدٍ ۔۔۔ بَنُوْهَاشِمٍ خَیْرِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ مُحْتَدَا

(۱۱) وَاِنَّ لَـهٗ فِیْكُمْ مِّنَ اللّٰـهِ نَاصِرًا ۔۔۔ وَلَسْتُ بِلَاقٍ صَاحِبَ اللّٰهِ اَوْحَدَا

(۱۲) نَبِیٌّ اَتٰی مِنْ كُلِّ وَحْیٍ بِخُطَّةٍ ۔۔۔ فَسَمَّـاهُ رَبِّیْ فِی الْكِتَابِ مُحَمَّدَا

(۱۳) اَغَرَّ كَضَوْءِ الْبَدْرِ صُوْرَةً وَجْهِهٖ ۔۔۔ جَلَا الْغَیْمَ عَنْهُ ضَوْءُهٗ فَتَوَقَّدَا

(۱۴) اَمِیْنٌ عَلٰی مَا اسْتَوْدَعَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ ۔۔۔ وَاِنْ كَانَ قَوْلًا كَانَ كَازٍ فِیْهِ مُسَدِّدًا

☆اَرِقْتُ۔ ارق ازسمع باب بیدار ہونا، میں بیدار ہوا، میں ☆لِنُوْحٍ۔ بلند آواز سے ☆اٰخِرِ اللیل۔ پچھلی رات ☆ذِی النَّدٰی۔ صاحب جود، بخشش وعطا والا، فراخدلی، سخی ☆ذَالْحِلْمِ۔ حلم والا، بردبار، برداشت کرنے والا، نرم دل ☆لَاخَلْفًا۔ ناخلف، نالائق اولاد، والدین کی اطاعت نہ کرنے والا ☆اَوْیَسْتَبَاحُ۔ مباح کردیئے جائیں گے ☆حَیًّا۔ زندہ مگر یہاں حمایتی اور حامی کے معنی میں ہے، گویا آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم مرنہیں گئے بلکہ وہ آپ کی حمایت میں زندہ ہیں ☆اَرَادَتْ۔ ارادہ کیا، بہترین مخلوق ☆غَیٌّ۔ تباہی، ہلاکت ☆یُرَجُّوْنَ۔ انہیں امیدیں ہیں ☆صفیح۔ صفائح تلوار ☆یَبْدَؤُمِنَّا۔ ہمیں سے شروع ہوگا ☆ذُوْكَرِهِیَةٍ۔ نہایت ناگوار ☆تَرَوْا۔ دیکھو گے، تم سمجھو گے، تم خیال کرو گے ☆سِلْمَ الْعَشِیْرَةِ۔ قبیلہ سے صلح ☆صَاحِبَ اللّٰه۔ اللہ تعالیٰ کا محب ☆كَضُوْءِ الْبَدْرِ۔ چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن

مطلب:

(1) میں پچھلی رات رونے کے لیے جاگا اور میرا یہ رونا اس سردار کے لیے تھا جو سردار بنایا گیا تھا جس کی خبر مجھے پہنچی۔

(2) میری مراد ابوطالب ہیں جو بڑے سخی اور غرباء کی پناہ گاہ ہیں اور حلم والے ہیں۔ ناخلف اور لنگڑے لولے نہیں ہیں۔

(3) اس صاحب حکومت کی وفات نے ایک ایسا خلا چھوڑا ہے۔ جسے یا تو بنی ہاشم ویسے ہی بند کردیں گے یا پیغمبروں کو مباح کردیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی اپنی قدرت کاملہ سے یہ آگ بجھادی جائے گی۔

(4) پس ان کے وصال پر قریش مکہ جو کہ اس وقت تک کافر تھے خوشیاں منانے لگے اور (یہ حقیقت ہے) مجھے کوئی بھی ہمیشہ رہنے والا نظر نہیں آتا یعنی ہر ایک نے ایک نہ ایک دن مرجاتا ہے۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے کہ:

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے اک دن سجناں وی مرجانا۔

دیگر ویلے گئے محمد اوڑک نوں ڈب جانا

(5) قریش (مکہ والے کافر قریش) نے اپنے اپنے کاموں کے سرانجام دینے کا ارادہ کیا وہ کام جو ان کی عقلوں نے ان کے سامنے بڑا سجا سنوار کر پیش کیا ان کی عقلوں کے مطابق بہت اچھے تھے حالانکہ جلد ہی وہی کام انہیں گمراہی کی انتہا پر پہنچا کر تباہ و برباد کردیں گے۔

(6) وہ امور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اور ان کو شہید کرنے کی امیدیں، ان پہ بہتان تراشیاں کرنا اور ان کا انکار کرنا ہیں

ان شاء اللہ نامراد رہیں گے۔

(7) بیت اللہ شریف کی قسم! تم اپنے قول وفعل کے لحاظ سے جھوٹے ہو۔ تمہاری آرزو اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم تمہیں نیزوں کی نوک اور ہندی تلوار کا مزانہ چکھادیں۔

(8) تمہارے لیے ناگوار نظارہ تو ان شاء اللہ ہم سے شروع ہوگا یعنی جب تمہارا ہم سے آمنا سامنا ہوگا اس وقت تمہارے لیے ایسا ڈراؤنا منظر ہوگا ہم بہتر انداز میں بنا ہوا لوہا یعنی زرہ پہن لیں گے۔

(9) اس وقت یا تو تم ہمیں شہید کر دو گے یا پھر ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا اس کی تیسری صورت یہ ہوگی کہ تم اپنے قبیلے سے صلح کرنا بہتر سمجھو گے۔

(10) اور اگر ایسا نہیں تو بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنے والے بنی ہاشم اپنی اصل کے لحاظ سے تمام مخلوق سے زیادہ بہتر ہیں۔

(11) تم میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے ایک حامی وناصر ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے محبوب سے اکیلا نہیں ملاقات کروں گا یعنی آپ کی حفاظت کے لیے اتنے انسان تمہیں نظر آئیں گے کہ تم حیران بھی رہ جاؤ گے اور پریشانی بھی تمہاری مقدر بنے گی اور فرشتوں کی آمد اور غزوہ خندق کے موقع پر کفار کا بھاگ جانا اس حقیقت کی گواہی میں کافی ہے آپ کو محمد کہہ کر تعریف کرتے ہیں۔ معلوم ہوا مدنی تاجدار کی عظمت اور حال بیان کرنا صحابہ کرام کی سنت ہے اسی نسبت مبارکہ پہ عمل کرتے ہوئے ہم میلاد النبی مناتے ہیں آپ کے اسم گرامی کے لفظی معانی وغیرہ اور آپ کے ذکر خیر کے لیے ہماری زیر ترتیب کتاب (میلاد حبیب کبریا) کا مطالعہ کیجیے۔

(12) مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے نبی مکرم ہیں جو ہر وحی نازل ہونے سے ایک اہم چیز بیان کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں ان کا اسم گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے یعنی آپ ایسے عظیم پیغمبر ہیں کہ اپنے تو آپ کی تعریف بیان کرتے ہی ہیں۔ مخالف بھی

(13) آپ کے چہرہ انور کی صورت مبارکہ تو چودھویں رات کے چاند کی مانند منور ہے۔ آپ کے چہرہ منورہ کے نور نے بادل کو جدا کر دیا پس وہ بھی چمک اٹھا۔

(14) اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب اطہر میں جو کچھ بھی الہام رکھا آپ اس کے امین ہیں جو بھی قول آپ کا ہے آپ اپنے اس قول میں سچے ہیں۔

بنی ہاشم تمام مخلوق سے بہتر:

وَعَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِىْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِىْ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ۔

(مسلم شریف مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین حدیث نمبر 492ھ)

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ذیشان سے واضح ہوا کہ بنی ہاشم بقیہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

☆......☆......☆

غزوۂ خندق میں قریش کی شکست

(۱) وَكَانُوْا عَلَى الْإِسْلَامِ اِلْبًا ثَلٰثَةً ۔۔۔ فَقَدْ خَرَّ مِنْ تِلْكَ الثَّلٰثَةِ وَاحِدُ

(۲) وَفَرَّ اَبُوْ عَمْرٍو وَّهُبَيْرَةُ لَمْ يَعُدْ ۔۔۔ وَلٰكِنَّ اَخُو الْحَرْبِ الْمُجَرَّبُ عَائِدُ

(۳) نَهَتْهُمْ سُيُوْفُ الْهِنْدِ يَقِفُوْا لَنَا ۔۔۔ غَدَاةَ التَّقَيْنَا وَالرِّمَاحُ مَصَائِدُ

☆فَرَّ۔ بھاگ گیا☆لَمْ يَعُدْ۔ واپس نہ آنا☆اَلْمُجَرَّبُ۔ تجربہ کار جنگجو☆مَصَائِد۔ جال☆رِمَاح۔ نیزے

(1) تین گروہ اسلام کے خلاف تھے پس تحقیق ان میں سے ایک گروہ اوندھے منہ گرا (یعنی وہ تو یوں گرے کہ دوبارہ سنبھل ہی نہ سکے)

(2) ابوعمرو میدان سے (بدحواس ہو کر) بھاگ گیا (اپنے ساتھیوں کی خبر تک نہ لی کہ نہ جانے ان کے ساتھ کیا کچھ ہوا) اور اسی طرح ہبیرہ بھی میدان جنگ سے بھاگا تو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ واپس نہ آیا۔ کہ کم از کم حالات کا جائزہ ہی لے لیتا حالانکہ تجربہ کار جنگجو واپس لوٹ کر دوبارہ حملہ کرتے ہیں (اس سے ان کفار کی بدحواسی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔)

(3) (اس دور میں ہندی تلواریں تیزی اور کاٹ کے لحاظ سے بڑی اور کاٹ کے لحاظ سے بڑی مشہور تھیں۔ اکثر مسلمانوں کے پاس ہندی تلواریں ہوں گی اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ) ہندی تلواروں نے کافروں کو ایسا کرنے سے روک دیا کہ وہ ہمارے سامنے جم کر کھڑے ہوتے اور مقابلہ کرتے۔ جس دن (غزوہ خندق میں آمنے سامنے کے دن) کہ جس دن ہم ان کفار کے مد مقابل کھڑے ہوئے اس دن کی صبح کے وقت میدان جنگ کی یہ حالت تھی کہ نیزے جال کی مانند تھے جیسے جانوروں کو پھانسنے کے لیے جال لگایا جاتا ہے اسی طرح کفار کے لیے نیزے تھے۔

☆......☆......☆

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے وقت مرثیہ

(۱) وَاِنَّ حَيٰوتِيْ مِنْكِ يَابِنْتَ اَحْمَدَا ۔۔۔ بِاِظْهَارِ مَا اَخْفَيْتُهٗ لَشَدِيْدٗ

(۲) وَلٰكِنَّ لِاَمْرِ اللّٰهِ تَعْنُوْ رِقَابُنَا — وَلَيْسَ عَلٰى اَمْرِ الْاِلٰهِ جَلِيْدٌ

(۳) اَتَصْرَ عُنِیْ الْحُمّٰی لَدَيْكَ وَاشْتَكِیْ — اِلَيْكَ وَمَالِیْ فِی الرِّجَالِ نَدِيْدٌ

(۴) اُصِرُّ عَلٰى صَبْرٍ وَّ اَوْقُوَاءِ عَلٰى مُنٰى — اِذَا صَبْرُ خَوَّارِ الرِّجَالِ بَعِيْدٌ

(۵) وَفِیْ هٰذِهِ الْحُمّٰی دَلِيْلٌ بِاَنَّهَا — لِمَوْتِ الْبَرَايَاءِ قَائِدٌ وَّ بَرِيْدٌ

☆حَيٰوتِیْ۔ میری زندگی ☆رِقَابُنَا۔ ہماری گردنیں ☆حُمّٰی۔ بخار ☆اَشْتَكِیْ۔ رووں گا ☆رِجَال۔ لوگوں ☆اَخْفَيْتُهٗ۔ جسے میں نے چھپایا ☆ تعنود۔ عنود سے بمعنی جھکنا

(1) اور اے احمد یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر! بے شک میری زندگی آپ کے ساتھ سے ہے۔اس بات کے اظہار کے ساتھ جسے میں نے پوشیدہ رکھا یعنی موت کے آثار۔ بہر حال میری بقیہ زندگی جو آپ کے ساتھ کے بغیر ہوگی نہایت ہی مشکل ہوگی بے کیف اور بے مزہ زندگی ہوگی۔

(2) مگر اللہ تعالیٰ کے فرمان ذیشان کے سامنے تو ہماری گردنیں جھک جایا کرتی ہیں یعنی ہمیں خالق و مالک کا فرمان تو تسلیم کرنا ہے کیونکہ اسے تسلیم کیے بغیر تو کوئی چارہ نہیں۔

(3) آپ کو جو بخار لاحق ہے کیا وہ مجھے شکست سے دوچار کر دے گا اور میں تمہارے سامنے زار و قطار رونے لگ جاؤں گا۔ حالانکہ اس دنیا میں بہادری کے لحاظ سے پوری دنیا میں میرے جیسا بہادر نہیں ہے۔

(4) میں صبر و رضا پہ مضبوطی سے قائم ہوں اور انشاء اللہ میں صبر پہ اس وقت بھی قائم رہوں گا جس وقت عام بندوں سے صبر کرنا مشکل ہو جایا کرتا ہے۔ بہر حال میں اپنی خواہشات کا مقابلہ بھی کر سکتا ہوں۔

(5) اور اس بخار میں یہ دلیل ہے کہ یہ بخار مخلوق کی موت کے سلسلے میں قائد اور ایلچی ہے یعنی بخار کا اس طرح شدت اختیار کرنا اور ٹھیک ہونے میں ہی نہ آنا موت کا پیغام ہوتا ہے جونہی لاحق ہو جائے تو اسے موت کا پیغام سمجھ کر سنبھلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیز بخار:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوا۔اور آپ کو بخار تھا میں نے اپنے ہاتھ سے ان کو چھوا اور میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کو بہت تیز بخار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَجَلْ اِنِّیْ اُوْلٰٓئِكَ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ

مجھے اس قدر بخار ہوتا ہے جس قدر تم میں سے دو شخصوں کو ہوتا ہے۔

قَالَ فَقُلْتُ ذَالِكَ لِاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ۔

انہوں نے بیان کیا کہ پس میں نے عرض کیا: اس لیے آپ کو ثواب بھی دگنا ہے۔

فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ مَامِنْ مُّسْلِمٍ يُصِيبُهُ اَذًى مِّنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهٖ سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز حدیث نمبر 1452)

فرمایاہاں پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی مسلمان نہیں جس کو بیماری کی تکلیف نہ پہنچی ہو یا اس کے کے علاوہ کوئی اور مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو گرا دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

بخار کا علاج:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تم میں سے کسی کو بخار ہو پس بے شک بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے اس کو پانی کے ساتھ بجھائے وہ ایک جاری نہر میں داخل ہو اس کے بہاؤ کے سامنے کھڑا ہو کر کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلُكَ۔

اللہ کے نام کے ساتھ شفا حاصل کرتا ہوں۔ اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول کو سچا کر صبح کی نماز کے بعد ایسا کرے۔ سورج نکلنے سے پہلے اور تین دن تک اس میں غوطے لگائے اگر اچھا نہ ہو تو پانچ دن ایسا کرے۔ اگر پانچ دنوں میں اچھا نہ ہو تو سات دن تک کرے اگر سات دن میں بھی اچھا نہ ہو تو نو دن ایسا کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ بات نو دنوں سے تجاوز نہ کرے گی۔

روایت ہے اسے ترمذی نے حضرت امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کے متعلق بیان کیا ہے کہ: ہذا احدیث غریب۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز حدیث نمبر 1497)

فائدہ:

الحمدللہ! آج کل ڈاکٹر حضرات بھی بخار کی شدت میں مریضوں کو نہانے کا مشورہ دیتے ہیں حالانکہ کبھی کہا جاتا تھا کہ بخار والے مریض کو نہلانا نہیں چاہیے۔ آج ڈاکٹر بھی مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ اصولوں کو اپناتے جا رہے ہیں۔

بخار کو برا مت کہو:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمّٰى عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّهَا فَاِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بخار کا ذکر ہوا ایک آدمی نے اس (بخار) کو گالی دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس (بخار) کو برا مت کہو۔ یہ گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح آگ لوہے کی میل کو دور کر دیتی ہے۔

فائدہ:

دوسری بیماریوں سے مخصوص اعضاء کے گناہ دور ہوتے ہیں مگر بخار سے سارے جسم کے گناہ دور ہوتے ہیں۔اس لیے بخار کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔کیونکہ بخار تو گناہوں سے دوری کا سبب ہے۔جن چیزوں سے گناہ دور ہوتے ہیں انہیں برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

قیامت کے دن گناھوں کی آگ سے بدلہ:

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَادَ مَرِيْضًا فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هِيَ نَارِىْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِى الْمُؤْمِنِ فِى الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(رواہ احمد وابن ماجہ والبیہقی فی اشعب الایمان، مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز حدیث نمبر 1498)

اور اسی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی عیادت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوش ہو۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ میری آگ ہے میں اس کو ایماندار بندے پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تاکہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے بدلہ بن سکے۔

موت کے ایلچی:

مختلف بیماریاں اور بخار وغیرہ موت کے ایلچی ہیں بعض اوقات بیماریاں لاحق ہونا اور ٹھیک ہونے میں ہی نہ آنا موت کا پیغام لانے والے ثابت ہوتے ہیں جونہی کوئی بیماری لاحق ہو جائے یا بخار چڑھ جائے فوراً موت کا پیغام سمجھتے ہوئے سنبھلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔گناہوں سے توبہ اور نیکیوں کی طرف میلان کرنا چاہیے تاکہ گناہوں کی بخشش ہو اور نیکیوں میں اضافہ ہو۔حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔

☆......☆......☆

سورۃ ھل اتی کا شانِ نزول

(۱) فَاطِمُ يَابِنْتَ النَّبِيِّ اَحْمَدَا — بِنْتَ نَبِيٍّ سَيِّدٍ مُسَوَّدَا

(۲) قَدْ زَانَهُ اللّٰهُ بِجِيْدٍ اَغْيَدَا — هٰذَا اَسِيْرٌ لِّلنَّبِيِّ الْمُتَهَدَا

(۳) مُكَبَّلٌ فِىْ غُلَّةٍ مُقَيَّدْ — يَشْكُوْا اِلَيْنَا الْجُوْعَ قَدْ تَمَدَّدَا

(۴) مَنْ يُطْعِمُ الْيَوْمَ يَجِدْهُ فِىْ غَدٍ — عِنْدَا لُعَلِيِّ الْوَاحِدِ الْمُوَحَّدَا

(۵) مَازَرَعَ الزَّارِعُ سَوْفَ يَحْصَدُ فَاَطْعِمِيْ مِنْ غَيْرِ مَنٍّ اَنْكَدَا

حَتّٰى تُجَازِيْ بِالَّذِيْ لَايَنْفَدُ

☆مُهْتَدَا۔ ہدایت یافتہ☆اَسِيْر۔ قیدی☆مُكَبَّلْ۔ بندھا ہوا☆غُلَّة۔ زنجیر☆مُقَيَّدْ۔ قیدی☆يَشْكُوْا۔ وہ شکایت کرتے ہیں☆جُوْعَ۔ بھوک☆يُطْعِمُ۔ کھلایا گیا، کھلائے گا☆يَجِدُهٗ۔ وہ اسے پائے گا☆غَدِ۔ کل (آنے والے وقت کا کل مراد قیامت کا دن)☆عَلِيِّ الْوَاحِدِ الْمُوَحَّدَ۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء گرامی☆زَرَعَ۔ اس نے بویا☆سَوْفَ يَحْصَدُ۔ وہی عنقریب کاٹے گا☆اَطْعِمِيْ۔ مجھے کھلا☆تُجَازِيْ۔ جزا دی جائے

(1) اے مدنی تاجدار احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر فاطمہ! اے اس نبی کی لخت جگر جو ساری کائنات کا سردار ہے۔

(2) تحقیق اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے خوبصورت نازک گردن سے خوبصورتی کا شاہکار بنا کر آراستہ کیا ہے۔ اور یہ ہدایت یافتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیدی ہے۔

(3) اس شعر میں قید کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ زنجیر کے ساتھ بندھا ہوا اور طوق میں مقید کیا گیا ہے۔ وہ بھوک کا شکار ہو کر مجبوراً بھوک کی شکایت کر رہا ہے کہ اسے بھوک بہت زیادہ لگی ہوئی ہے۔

(4) جو اسے آج کھانا کھلائے گا وہ اسے کل اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے پاس حاصل کرلے گا یعنی اسے دیا ہوا انشاء اللہ تعالیٰ ضائع نہیں جائے گا۔

(5) کسان نے جس چیز کا بیج کاشت کرتا ہے وہی فصل حاصل کرتا ہے۔ پس اس قیدی کو کسی قسم کی اسے تکلیف دیئے بغیر اور اسے کسی قسم کا احسان جتلائے بغیر کھانا کھلایئے۔
یہاں تک کہ اس کا وہ بدلہ عطا ہو جسے فنا نہیں یعنی اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ ضائع نہیں ہوگا۔

فائدہ:

یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس کے متعلق اہلبیت کی شان میں اللہ تعالیٰ نے اپنا لافانی کلام نازل فرمایا:

☆......☆......☆

حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جواب

(۱) لَمْ يَبْقَ مِمَّا جِئْتَ غَيْرُ صَاعٍ قَدْ ذَهَبَتْ كَفِّيْ مَعَ الذِّرَاعِ

(۲) اِبْنَايَ وَاللّٰهِ مِنَ الْجِيَاعِ اَبُوْهُمَا لِلْخَيْرِ ذُوْاصْطِنَاعِ

يَصْطَنِعُ الْمَعْرُوْفَ بِابْتِدَاعِ

☆لَمْ يَبْقَ۔ باقی نہ رہا، باقی نہ بچا☆جِئْتَ۔ تم لائے، آپ لائے☆ذَهَبَتْ۔ جاتا رہا☆كَفِّيْ۔ میرا ہاتھ☆مَعَ

الذِّرَاعِ۔ پیمانہ کے ساتھ ☆ابنَائِیَ۔ میرے بچے، میری اولاد

(1) حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آپ جو کچھ لائے تھے اس میں سے سوائے ایک صاع جو کے کچھ باقی نہیں بچا یعنی اب ہمارے پاس گھر میں صرف ایک صاع جو ہی باقی رہ گئے ہیں۔اور کچھ باقی نہیں۔ تحقیق مرا ہاتھ بھی پیمانہ کے ساتھ ہی جاتا رہا یعنی جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ راہ مولا میں تقسیم کر دیا گیا ہے گا ہے گا ہے خیرات ہوتے ہوئے اب یہ کیفیت ہے کہ:

(2) بخدا میرے اپنے بچے بھی بھوک سے لاچار ہو چکے ہیں حالانکہ اس کے باوجود ان کا باپ نیکی کرنے والا ہے اور مختلف طریقوں سے نیکی کرتا ہے۔

یعنی اگر کچھ رہا سہا ہے تو اسے بھی راہ حق میں پیش کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

سورۃ هَلْ اتٰی:

یہ سورت مبارک قرآن مجید کے پارہ 29 کے آخری حصہ میں اس سورۃ مبارکہ کے ابتدائی لفظ یہی ہیں جو یہاں بطور سورۃ کے نام کے بیان ہوئے ہیں جبکہ اس سورۃ مبارکہ کا مشہور نام سورۃ الدہر ہے اس سورۃ مبارکہ میں 2 رکوع اور 31 آیات ہیں۔ 240 کلمات اور 1054 حروف ہیں۔

سورۃ الدھر مکی یا مدنی:

یہ سورۃ مبارکہ مکیہ ہے یا مدینہ اس سلسلے میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

سورۃ دہر، اس کا نام سورۃ انسان بھی ہے یہ سورت بعض کے نزدیک مکیہ ہے، جمہور یہ کے نزدیک مدینہ۔ (تفسیر نور العرفان)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

عمدۃ المفسرین، فخر المحدثین حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ مصریوں کو اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی اور سچ یہ ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًاo

سے آخر سورۃ تک بلاشبہ مکی ہے اور اس کا کے سوائے جو باقی ہے اس میں احتمال اس بات کا ہے کہ مدنی ہوا اور آیت يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ جو قصہ حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم میں ہے سو اس کے سبب نزول کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں مدنی ہیں۔

(تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی ج3 اردو ترجمہ 432)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک:

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

امام نحاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۃ الانسان مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَان مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔ امام ابن ضریس، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ سورۃ الانسان مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

(تفسیر درمنثور اردو ترجمہ جلد ششم ص 814 بحوالہ دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر السور جلد ص 143 دار الکتب العلمیہ بیروت)

آیت یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ کا شانِ نزول

حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ:

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے نازل ہوئی۔ (تفسیر درمنثور اردو ترجمہ ج ششم ص 823)

تفسیر حسینی:

جمہور مفسر اس بات پر ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گھر میں تشریف لائے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہما) کو بیمار دیکھا تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کچھ نذر کرو تاکہ تمہارے فرزند صحت پائیں۔ انہوں نے نذر کی فاطمہ رضی اللہ عنہما نے روزے رکھے اور کسی قدر جو قرض لیے یا مزدوری کر کے حاصل کیے اور آٹا پیس کر روٹی پکائی۔ مغرب کی نماز کے وقت چاہا کہ افطار کریں پس ایک فقیر گھر کے دروازے پر آیا اور آواز دی کہ اے اہل بیت نبوت میں ایک فقیر مسلمان ہوں مجھے روٹی دو کہ حق تعالیٰ بہشت کی نعمتوں میں سے تم کو عوض دے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا حصہ اس فقیر کو دے دیا سب اہلبیت نے بھی اپنے حصے دے دیئے اور فقط پانی سے روزہ کھول کر رات بسر کی دوسرے دن روزہ رکھا اور افطار کے وقت ایک یتیم دروازے پر آیا اور سوال کیا سب کھانا اسے دے دیا تیسری شام کو ایک قیدی بروقت آیا سب کھانا اس کو عطا فرمایا حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔

(تفسیر حسینی اردو ترجمہ تفسیر قادری جلد دوم ص 562)

تفصیل واقعہ:

عمدۃ المفسرین، فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث نے اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے سبب نزول میں واحدی اور دوسری تفسیروں میں مذکور ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ بیمار ہوئے سو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت اور بیمار پرسی کے واسطے تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی بہت آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے فرزندوں کو بہت سخت بیماری ہے تم کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی نذر اپنے اوپر مقرر کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تین روزے خدا کے واسطے اپنے اوپر مقرر کیے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بھی تین روزے نذر اپنے اوپر مقرر کیے آپ کی لونڈی جس کا نام فضہ تھا اس نے بھی تین روزے اپنے اوپر مقرر کیے پھر حق تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے دونوں صاحبزادوں کو شفا دی تو تینوں شخص موافق نذر مقررہ کے روزہ دار ہوئے۔ اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں کھانے کی چیز کوئی نہ تھی آپ شمعون یہودی کے پاس جو خیبر کا رہنے والا تھا اور وہاں غلہ بیچا کرتا تھا تشریف لے گئے اور کچھ قرض اس سے طلب کیا۔ اس نے اسلام کی عداوت کے سبب سے قرض دینے میں تامل کیا آخر کو بڑی تکرار اور فہمائش سے بارہ سیر جو آپ کو قرض دیئے۔ آپ نے وہ جو گھر میں آ کر دیئے حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس میں

سے چار سیر جو چکی میں پیسے اور لونڈی نے گھر کے آدمیوں کی گنتی کے برابر پانچ روٹیاں پکا کر تیار کیں پھر افطار کے وقت وہ پانچ روٹیاں لا کے ان سب حضرات کے سامنے رکھیں۔ انہوں نے چاہا کہ اس میں سے لقمہ توڑ کے منہ میں ڈالیں اتنے میں دروازے پر ایک فقیر نے سوال کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ کی سلامتی تم پر ہو جیو اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیر تمہارے دروازے پر آیا ہے اور اس کے گھر میں پانچ آدمی ہیں کچھ اس کو کھلاؤ۔ حق تعالیٰ کو جنت کے خزانوں سے کھلاوے گا۔ ان پانچوں حضرات نے وہ پانچوں روٹیاں اس فقیر سائل کے حوالے کر دیں اور آپ سب پانی پی کر سو رہے پھر صبح کو روزہ رکھا اور اسی طرح چار سیر جو پیس کے پانچ روٹیاں پکائیں۔ افطار کے وقت ایک یتیم آیا اس کو وہ روٹیاں دے دیں تیسرے دن ایک قیدی آیا اس دن اس کو حوالے کیں۔

چوتھے دن صبح کو جو اٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت ہلنے کی نہ تھی اور مرغ کے چوزہ کی طرح بدن کانپتا تھا اور اس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کے دیکھنے کو جو تشریف لائے یہ حالت سب کی دیکھ کے آپ کو بہت بیتابی ہوئی پوچھا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر نماز میں مشغول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا ہے اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی ہیں۔ یہ حالت دیکھ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوئے اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام یہ سورۃ لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ لواے پیغمبر اس سورۃ کو تم کو اور تمہارے اہل بیت کو مبارک ہو جیو اور یہ آیتیں پڑھ کے سنائیں پھر بعد اس کے حضرت رب العزت نے ظاہری فتوح عنایت کیے اور پھر کبھی فقر کی ایسی شدت میں مبتلا نہ ہوئے۔

ایسا کہتے ہیں کہ ان تینوں دنوں میں فقیر اور یتیم اور اسیر کی شکل بنا کے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اہل بیت کے صبر کے امتحان کے واسطے۔ (تفسیر عزیزی اردو ترجمہ پارہ تبارک الذی جلد 3 ص 448-447)

☆......☆......☆

مسجد نبوی شریف بناتے وقت صبر واطمینان کے متعلق رجز

(۱) لَا يَسْتَوِىْ مَنْ يَّعْمُرُ الْمَسَاجِدَا ... وَمَنْ يَّبِيْتُ رَاكِعًا وَّ سَاجِدًا

(۲) يَدْأَبُ فِيْهَا قَائِمًا وَّ قَاعِدًا ... وَمَنْ يُّكِرُّ هٰكَذَا مُعَانِدًا

وَمَنْ يُّرٰى عَنِ الْغُبَارِ حَائِدًا

☆لَا يَسْتَوِىْ۔ برابر نہیں ☆يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا۔ جو مساجد کو آباد کرتے ہیں ☆يَبِيْتُ۔ گزارتے ہیں ☆مُعَانِدًا۔ دشمنی سے

(1) وہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مساجد کو آباد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے رکوع اور سجود میں راتیں گزار دیا کرتے ہیں۔

(2) جو لوگ ان مساجد میں قیام کی حالت میں اور بیٹھے ہوئے بھی نماز ادا کرتے ہوئے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ اور وہ

لوگ جو دشمنی اور اپنے عناد کی وجہ سے راہ حق سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔
اور جنگ اڑنے والی ڈھول سے بھی بچتے ہیں یہ دونوں گروہ ایک جیسے نہیں ہو سکتے بلکہ ہرگز برابر نہیں ہیں۔

مساجد آباد کرنے والوں کی فضیلت:

مساجد آباد کرنے والوں کی فضیلت بہت ہے۔ مسجد میں رب کائنات کو پیاری ہیں حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ مَسٰجِدُ هَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادُ اِلَی اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا۔ (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف باب المساجد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آبادیوں میں رب کو پیاری جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ وہاں کے بازار ہیں۔

فائدہ:

خیال ہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں وہاں کے تو گلی کوچے بازار وغیرہ سب خدا کو پیارے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَهٰذَا لبلد الا مین اور فرمایا ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبلد۔ کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی نگریاں ہیں۔

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پاء کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جنت کی مہمانی کا سامان:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ رَوْرَاحَ اَعَدَّاللّٰهُ لَهٗ نَزْلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ کُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف باب المساجد حدیث نمبر 646)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اول روز یا آخر روز مسجد کی طرف گیا اللہ تعالیٰ کی مہمان جنت میں تیار کرتا ہے جب بھی صبح صبح جاتا ہے یا پچھلے پہر۔

پورے نور کی خوشخبری:

عَنْ بُرِیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

(رواہ الترمذی وابوداؤد رواہ ابن ماجۃ عن سھل بن سعد وانس مشکوۃ شریف باب المساجد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اندھیروں

میں مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو پورے نور کے ساتھ خوشخبری قیامت کے دن۔

فائدہ:

یعنی جو لوگ بارشوں، اندھیری راتوں میں مسجد سے نہیں رہ جاتے انہیں رب تعالیٰ پل صراط پر جہاں گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے روشنی دے گا ان کی پیشانیاں بیٹری کی طرح چمکتی ہوں گی یہاں کا اندھیرا کام آئے گا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج اول ص 444)

مساجد آباد کرنے والوں کے لیے خصوصی بشارت:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدَ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَیْتُمُ الرَّجُلْ یَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْ لَهٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَاللّٰهِ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَلْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی مشکوٰۃ شریف باب المساجد فصل 2 حدیث نمبر 669)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خبر گیری کرتا ہے اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن کے ساتھ ایمان لایا۔

رکوع و سجود میں راتیں گزارنا:

الشیخ احمد بن محمود اویسی رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ سہیل یمنی کے حوالے سے تفسیر حسینی، مجالس المومنین، تذکرہ الاولیاء کیمیائے سعادت اور روضۃ الریاحین میں درج ہے کہ بعض اوقات حضرت اویس قرنی رات کو رکوع میں گزار دیتے بعض راتیں سجدے میں گزار دیتے اور فرماتے کہ یہ رات رکوع والی ہے اور یہ سجدہ والی۔ کسی نے پوچھا حضرت عبادت میں اس قدر صعوبت کی قوت آپ میں کہاں سے آ گئی کہ اتنی لمبی اور طویل راتیں آپ رکوع یا سجدے میں گزار دیتے ہیں فرمایا ہائے افسوس کہ رات تو انتہائی مختصر ہوتی ہے کاش ازل تا ابد ایک ہی رات ہوتی اور میں رکوع اور سجدے میں گزار دیتا اور یہ وقت میں آہ وزاری اور گریہ وفغاں میں گزار دیتا۔

یہ نیم شب کہ ہمہ مست خواب خوش باشند
من و خیال تو و نالہ ہائے درد آلود

ترجمہ: آدھی رات کو سب لوگ خواب استراحت سے لطف لے رہے ہیں میں تیرے خیال میں درد وغم سے نڈھال گریہ زاری میں مصروف ہوں۔

فرمایا: میں تو ابھی اچھی طرح سبحان ربی الاعلیٰ ایک دفعہ بھی نہیں کہہ پاتا کہ صبح ہو جاتی ہے۔ تین بار تسبیح کہنا سنت ہے میں چاہتا ہوں کہ ملائکہ کی طرح عبادت کروں۔ (لطائف نفیسہ درفضائل اویسیہ کا ترجمہ تاجدار یمن خواجہ اویس قرنی بیان لطیف 15 ص 116)

فیضان حضرت اویس قرنی:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کے سلسلے میں قبلہ فیض ملت، مجدد دور حاضرہ حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ذکر اویس کا مطالعہ کیجیے۔ آپ کے ملفوظات کے سلسلے میں الفقیر القادری ابواحمد اویسی کی تصنیف۔(ملفوظات حضرت اویس قرنی) اور آپ کی حیات مبارکہ اور آپ کے ملفوظات مبارک کی بہترین شرح اور سلسلہ اویسیہ کے متعلق قدرے تفصیلات کے سلسلے میں الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

فائدہ:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو انبیائے کرام اور اولیائے کرام سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دیکھیے جب مساجد آباد کرنے والے اور نمازیں ادا نہ کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے اور جنگ کی محض دھول سے اعراض کرنے والے کہ کہیں دھول ان کے چہروں کو اور کپڑوں کو خراب نہ کر دے یہ دونوں گروہ برابر نہیں ہو سکتے تو جن کی حیات مستعار ہمہ وقت شب و روز دین کے مطابق گزرتی ہے وہ اور دین کے نام سے ہی جو بیزار ہوتے ہیں۔ وہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں یعنی وہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح آج کل کے وہ مولبے جو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کے دعویدار ہوتے ہیں وہ کیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ان کا برابری دعویٰ قطعاً غلط ہے۔

فائدہ:

لفظ مولبے چونکہ کبھی کبھی اردو بولتے ہوئے قبلہ فیض ملت مجدد ملت شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح بول دیا کرتے تھے اسی لیے الفقیر نے بھی یہ لفظ اسی طرح لکھ دیا ہے کہ اس لفظ سے اس طرح ادا کرنے میں بھی ایک خاص رنگ پیدا ہوتا ہے۔ بزرگوں کی اکثر ادائیں نرالی ہوتی ہیں۔

☆......☆......☆

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں

(۱) يَا شَاهِدًا لِّلّٰهِ عَلَيَّ فَاشْهَدِ — اَنِّيْ عَلٰى دِيْنِ النَّبِيِّ اَحْمَدِ

(۲) مَنْ شَكَّ فِي الدِّيْنِ فَاِنِّيْ مُهْتَدِ — يَا رَبِّ فَاجْعَلْ فِي الْجِنَانِ مَوْرِدِيْ

☆شَاهِدًا۔ گواہی دینے والا ☆فَاشْهَدِ۔ پس گواہ رہ ☆عَلٰى دِيْنِ النَّبِيِّ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ☆مُهْتَدِ۔ ہدایت یاب ☆فَاجْعَلْ۔ پس بنادے ☆فِي الْجِنَانِ۔ جنتوں میں ☆مَوْرِدِيْ۔ میرا ٹھکانہ

(1) اے اللہ کی طرف سے شاہد! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ حق میں شہادت یعنی گواہی دینے والے محبوب کریم میرے لیے گواہ ہو جائیے کہ میں مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں۔

(2) کسی کو دین کے متعلق شک ہو تو ہو مگر مجھے دین کے متعلق کوئی شک نہیں بلکہ میں تو ہدایت یاب ہوں۔ اے میرے پروردگار میرا ٹھکانہ جنتوں میں بنادے۔

فائدہ:

شاہد بمعنی گواہ ہی لیے جائیں تو بھی اس سے الحمد للہ اہلسنت و جماعت کی حقانیت واضح ہوتی ہے اس سلسلے میں بہترین اور نفیس بحث قبلہ فیض ملت، مجدد دور حاضرہ حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (دلوں کا چین) کا مطالعہ کیجیے۔ مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر کے متعلق بڑی بہترین بحثیں بیان کی گئی ہیں۔ سچا گواہ ہوتا بھی وہی ہے۔ جو موقع پہ حاضر بھی ہو اور ناظر بھی قرآن مجید میں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد کہا گیا ہے۔

☆......☆......☆

غزوہ احد میں ابن طلحہ کے قتل کے بعد رجز کہا

(۱) اَصُوْلُ بِـاللّٰـهِ الْعَزِيْزِ الْاَمْجَدِ   وَفَـالِقِ الْاَصْبَاحِ رَبِّ الْمَسْجِدِ

اَنَا عَلِيٌّ وَابْنُ عَمِّ الْمُهْتَدِيْ

☆فَالِقِ۔ پھاڑتا ہے، نکالتا ہے ☆اِصْبَاح۔ صبح ☆عَمّ۔ چچا ☆مُهْتَدِيْ۔ میں ہدایت پر ہوں

میں اس اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام نامی اسم گرامی لے کر حملہ کرتا ہوں جو کہ بڑی عظمتوں والا غالب ہے اور صبح کو ظاہر کرنے والا اور کعبہ معظمہ کا رب ہے۔

اور میں علی ہوں اور ہدایت یافتہ پیغمبر کے چچا کا لخت جگر ہوں۔

فائدہ:

اس شعر میں ''المسجد'' یعنی خاص مسجد مراد یعنی خانہ کعبہ ہے۔ کیونکہ ال لگا کر مسجد کو اسم معرفہ بنادیا گیا ہے۔

فائدہ:

دیوان حضرت علی میں عنوان تو یہی دیا گیا ہے کہ وہ رجز جس کو احد میں ابن طلحہ کے قتل کے بعد کہا گیا تھا اور وہ گو ہر مقصود جس کو المارس فصاحت سے پرویا تھا۔ مگر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ نام کسی کافر کا پڑھنے میں نہیں آیا۔ ہاں البتہ جو کچھ شعر میں بیان ہوا ہے اس کے مفہوم کو ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر کہ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غزوہ احد میں قتل ہونے والے شخص کا تذکرہ ہے بلکہ اس کے قتل کے بعد آپ نے یہ رجز پڑھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلحہ بن عثمان ہوگا مگر اس کا قتل ہونا صراحت سے نہیں ملتا۔ بلکہ آپ کے چھوڑ دینے کی وضاحت ملتی ہے۔ مثلاً تاریخ طبری کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علیؓ اور طلحہ بن عثمان کے مقابلے کا منظر:

سدی سے مروی ہے کہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے مقابلہ پر برآمد ہوئے آپ کے حکم سے قدر انداز پہاڑ کی جڑ میں مشرکین کے رسالہ کے مواجہ میں کھڑے ہوئے آپ نے ان کو ہدایت کی کہ تم اپنی جگہ سے کسی وقت بھی نہ ہٹنا چاہے تم ہم کو ان پر فتح یاب ہوتا ہوا دیکھو کیونکہ جب تک تم اپنی جگہ کھڑے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔

آپ نے خوات بن جبیر کے بھائی عبداللہ بن جبیر کو ان تیر اندازوں کا سردار مقرر فرمایا تھا اب طلحہ بن عثمان مشرکوں کے علم بردار نے میدان میں نکل کر کہا اے محمد کے ساتھیو! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ ہم کو تمہاری تلواروں کے ذریعہ بہت جلد دوزخ میں لے جائے گا اور تم کو ہماری تلواروں کے ذریعے فوراً جنت میں داخل کر دے گا لہٰذا کوئی مرد میدان ہے جسے اللہ میری تلوار سے فوراً جنت میں لے جائے یا اس کی تلوار سے مجھے دوزخ دکھائے۔ علی بن ابی طالب کھڑے ہوئے اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس وقت تک تجھ کو نہ چھوڑوں گا جب تک کہ اپنی تلوار سے تجھے جہنم واصل نہ کر دوں یا تیری تلوار سے خود جنت میں نہ جاؤں (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا پاؤں قطع کر دیا وہ اس طرح گرا کہ اس کی شرم گاہ کھل گئی کہنے لگا اے میرے بھائی! میں تم کو اللہ اور اپنی قرابت کا مراسلہ دیتا ہوں کہ مجھے نہ مارو (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) اسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی، صحابہ (رضی اللہ عنہ) نے (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ تم نے کیوں اس کا کام تمام نہ کر دیا، کہنے لگے کہ میرے چچیرے بھائی کی جب شرمگاہ عریاں ہوگئی۔ اس نے مجھے اللہ اور قرابت کا واسطہ دیا مجھے شرم آگئی۔ (تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک اردو ترجمہ جلد دوم ص179)

طلحہ بن ابو طلحہ کا قتل:

غالباً یہ رجز طلحہ بن ابو طلحہ کے متعلق ہے کیونکہ غزوہ احد میں نذیر بن طلحہ نامی کوئی کافر قتل نہیں ہوا۔ حیات محمد میں محمد حسین ہیکل نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی شجاعت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں بیان ہوا ہے کہ:

سید الشہداء اور امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ببر شیر کی طرح غراتے ہوئے میدان جنگ میں اس انداز سے نکلے جیسے کہہ رہے ہوں کہ کون ہے جسے شوق تیغ آزمائی ہے میرے سامنے آئے پہلے ہی حملہ میں جدھر لپکے جدھر گئے ادھر ہی کفار کے لاشے اس طرح گرنے لگے جیسے خزاں میں درختوں سے سوکھے پتے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہیں۔

ادھر طلحہ بن ابو طلحہ نے بڑا بول بولا تو علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے آگے بڑھ کر وار کیا، دو ایک بار تیغ آزمائی ہوئی آخر میں علی رضی اللہ عنہ کی ایک ضرب کاری نے اس کی کھوپڑی میں شگاف ڈال دیا۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ لگایا۔ اللہ اکبر! کفار نے فضا میں خوف و ہراس محسوس کیا مجاہدین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آواز کے ساتھ اپنی آوازیں ملا کر نعرہ بلند کیا۔ اللہ اکبر۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ خوشی و مسرت کے مواقع پہ نعرہ لگانا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ

مقدس اور سنت طریقہ ہے۔ ان نعروں سے وحشت اور خوف محسوس کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

فائدہ:

چونکہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ولادت مبارکہ کے سلسلے میں شایان شان طریقے سے جب جلوس نکالتے ہیں تو خوشی و مسرت سے نعرے لگاتے ہیں اہلسنّت و جماعت کے دل شاد ہوتے ہیں۔ ایسے مواقع پہ الحمد للہ اہلسنت و جماعت خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت وغیرہ لگاتے ہیں ہم اسی طرح خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ خوشی و مسرت کے موقع پر نعرے لگا کر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی خوشی و مسرت کے موقع پر خوشی و مسرت کا اظہار اسی طرح کبھی کبھی کرتے تھے الحمد للہ خوشی و مسرت کے مواقع پہ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگا کر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا بدعت وغیرہ نہیں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا ثبوت:

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھا ہے اس میں ہے کہ:

یا سید السادات جئتک قصداً ارجو ارضاك واحتمی بحماك

واللّٰہ یا خیر الخلائق ان لی قلبا مسوقا لایرم سواك

ترجمہ:

اے سیدوں کے سید پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کی مہربانی اور خوشنودی کی امید رکھتا ہوں اور اپنے آپ کو سب برائیوں سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! اے بہترین مخلوقات، تحقیق میرا دل آپ کی زیارت کا بہت ہی شوق رکھتا ہوں، سوائے آپ کے اور کسی شے سے اس کو الفت نہیں ہے۔

(ندائے یا رسول اللہ ص ۱۲۲ از فیض ملت ابو الصالح محمد فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ اویسی)

صحابہ کا نعرہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

شواہد الحق ص ۱۳۸ میں ہے کہ:

و صح ایضاً ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قاتلوا مسیلمۃ الکذاب کان شعارهم وامحمداه وامحمداه (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جب مسیلمۃ الکذاب سے جنگ لڑتے تو ان کا شعار تھا کہتے۔ ''وامحمداہ وامحاداہ (صلی اللہ علیہ وسلم)''

(ندائے یا رسول اللہ ص ۶۸)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو روضہ انور کے سامنے لے جا کر عرض کیا السلام علیک

یارسول اللہ!

پھر کہا: ابوبکر حاضر ہیں۔ آپ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔

آواز آئی: اوصلوا الحبیب اِلَی الْحَبِیْبِ

دوست کو دوست کے پاس پہنچاؤ۔

(ندائے یارسول اللہ ص ۷۰۔ ۶۹ بحوالہ تفسیر کبیر ص ۸۷ ج ۲۱۔ نزہۃ المجالس ص ۱۷۹ ج ۲، تاریخ الخلفاء و بدایہ والنہایہ وغیرہ)

تبصرہ مجدد دور حاضرہ فیض ملت:

یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ہوا اس سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور روضہ انور میں امت کی غرض سنتے ہیں اور سن کر اس کی مقصد برآری بھی فرماتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس وصیت کا پورا کرنا ان جملہ مسائل کی تصدیق و تائید کرنا اجماع صحابہ ہے۔ الحمد للہ ہم اہلسنت اسی طریقہ پر ہیں۔

(ندائے یارسول اللہ ص ۷۰)

فائدہ:

اس مسئلہ کے متعلق مزید تفصیلات کے لیے مجدد ملت، فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر مفسر اعظم پاکستان مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (ندائے رسول اللہ) کا مطالعہ کیجیے۔ الحمد للہ اس سے واضح ہوا کہ اہلسنت و جماعت کے عقائد قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد کے مطابق ہیں اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے بھی حقانیت اہلسنت کی وضاحت ہوگئی۔

کفار کے علمبرداروں کا قتل:

کفار کا قومی جھنڈا (غزوۂ احد کے موقع پر) طلحہ بن ابوطلحہ کے پاس تھا جب (حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے ٹھکانے لگا دیا تو فوراً عثمان بن ابوطلحہ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ عثمان حمزہ بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے مرا تو ابوسعد بڑھا جو مقتول ہی کا بیٹا تھا۔ علم ہاتھ میں لیتے ہی مجاہدین کو للکارنا شروع کر دیا۔ ابوسعد نے مجاہدین کو مخاطب ہو کر کہا۔

تم سب اس لالچ میں ہم سے لڑ رہے ہو کہ تمہارے قتل ہونے والے اس کے بعد جنت میں بسیرا کر چکے ہوں گے اور ہمارے قتل ہونے والے جہنم کا ایندھن بن چکے ہوں گے لات و عزیٰ کی قسم تم غلطی پر ہو۔ اگر تمہارا یہ گمان صحیح ہے تو آؤ تم میں سے کون مجھے قتل کر سکتا ہے۔

ابوسعد قرشی (کافر) کے اس متکبرانہ چیلنج کو سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک ہی ضرب میں اس کے سر کے دو ٹکڑے کر کے اسے ڈھیر کر دیا۔ ابوسعد کے بعد قبیلہ عبدالدار کے نو شجاعت پیشہ بہادر ایک کے بعد دوسرا آتے چلے گئے ان کا آخری تیغ زن اسی قبیلہ کا حبشی غلام صواب تھا اس کا دایاں ہاتھ قزمان کی ضرب سے کٹ گیا تو اس نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ قزمان نے اس کا یہ ہاتھ بھی قطع کر دیا تو صواب نے اسے اپنی دونوں کہنیوں کے سہارے سنبھالے رکھا۔ آخر زخموں کی شدت سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا مگر اس حالت میں بھی اپنے علم کی حرمت بچانے کے لیے اسے اپنی پیٹھ کے نیچے دبائے رہا ہوتے ہوتے اس کی زبان

سے یہ جملے نکلے اے بنوعبدار! صواب فرمان یا سعد بن ابی وقاص کی ضرب سے قتل ہوا جب کفار کا کوئی علم اٹھانے والا نہ رہا تو وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ (حیات محمد تذکرہ غزوہ احد)

دعوت فکر:

مسلمانو! ذرا غور فرمایئے یہ کفار کا حال ہے اوران کے جذبات اپنے جھوٹے مذہب کے متعلق تھے۔ آج ہمارا کیا حال ہے۔ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق خاکے بنائے جا رہے ہیں۔ اسلام، قرآن اور خانہ کعبہ یعنی اسلام اور اسلام کے متعلقات کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں ہم ہیں کہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوتے۔ آپس میں ہی ایک دوسرے کے سر پھٹول میں مصروف ہیں۔

☆......☆......☆

ہندہ کو حضرت حمزہؓ اور شہدائے اُحد کی شہادت پر خوش ہونے پر جواب

(۱) اَتَانِیْ اَنَّ هِنْدًا حَلَّ صَخْرٍ — دَعَتْ دَرْ كَاوً بَشَّرَتِ الْهُنُوْدَا

(۲) فَاِنْ تَفْخَرْ بِحَمْزَةِ حِيْنَ وَلّٰى — مَعَ الشُّهَدَآءِ مُحْتَسِبًا شَهِيْدًا

(۳) فَاِنَّا قَدْ قَتَلْنَا يَوْمَ بَدْرٍ — اَبَا جَهْلٍ وَّ عُتْبَةَ وَالْوَلِيْدَا

(۴) وَقَتَلْنَا سُرَاةَ النَّاسِ طُرًّا — وَغَنَّمْنَا الْوَلَآئِدَا وَالْعَبِيْدَا

(۵) وَشَيْبَةَ قَدْ قَتَلْنَا يَوْمَ ذَاكُمْ — عَلٰى اَثْوَابِهٖ عَلَقًا جَسِيْدَا

(۶) فَبُوِّءَ مِنْ جَهَنَّمَ شَرَّ دَارٍ — عَلَيْهَا لَمْ يَجِدْ عَنْهَا مَحِيْدَا

(۷) وَمَا سِيَّانِ مَنْ هُوَ فِيْ جَحِيْمٍ — يَكُوْنُ شَرَابُهٗ فِيْهَا صَدِيْدَا

(۸) وَمَنْ هُوَ فِي الْجِنَانِ يُدَرُّ فِيْهَا — عَلَيْهِ الرِّزْقُ مُغْتَبِطًا حَمِيْدَا

☆اَتَانِیْ۔ مجھے خبر پہنچی ☆دَعَتْ۔ دعوت دی ☆بَشَّرَتْ۔ بشارت دی ☆هُنُوْدَا۔ ہند کی جمع یعنی ہندات ☆تَفْخَرْ۔ وہ فخر کرتی ہے ☆وَلّٰی۔ موڑا ☆مُحْتَسِبًا۔ احتساب یعنی ثواب کی نیت سے نیک کام کرنے کی نیت سے شہادت دی ☆غَنَّمْنَا۔ ہم نے غنیمت بنایا ☆اَثْوَابِهٖ۔ اس کے کپڑوں ☆عَلَقًا۔ جما ہوا خون ☆يَجِدْ۔ وہ پا سکتا ☆جَحِيْم۔ جہنم ☆شَرَابُهٗ۔ اس کے پینے کے لیے ☆صَدِيْدَا۔ پیپ ☆يُدَرُّ۔ ادرار یعنی جاری کرنا، جاری ہوتی ہے، جاری ہوگی

(1) یہ خبر مجھے پہنچی ہے کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے دوزخ کے طبقہ کی طرف بلایا ہے اور دیگر ہندات کو بھی ورغلایا ہے۔

(2) پس اگر وہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پہ فخر کرتی پھر رہی ہے کہ امیر حمزہ نے بھی دوسرے شہیدوں

کے ساتھ اس ظاہری دنیا سے چلے گئے ہیں تو (یہ کام کوئی برا نہیں ہے بلکہ درجات کی بلندی کا سبب ہے بلکہ انہوں نے یہ کام ثواب اور شہادت کی نیت سے کیا ہے۔ (الحمد للہ وہ انہیں حاصل ہو گیا)

(3) پس بے شک (اسے بھی یہ بات یاد ہو گی کہ) ہم نے بھی غزوہ بدر کے دن ابو جہل عتبہ اور ولید کو واصل جہنم کیا تھا۔

(4) اور ہم نے غزوہ بدر میں قریش کے سب سرداروں کو واصل جہنم کیا تھا اور اس دن قیدی بننے والی عورتوں کو لونڈیاں اور قیدی مردوں کو مال غنیمت بنالیا تھا۔ (یعنی اس وجہ سے اسے اتنی خوش کرنے کا کیا فائدہ)

(5) اور تحقیق ہم نے شیبہ کو اس دن اس حال میں واصل جہنم کیا تھا کہ اس کے کپڑوں پہ خون خشک ہو کر جما ہوا تھا۔

(6) بدترین ٹھکانا جہنم اس کا ٹھکانا بنایا گیا اور اب وہ کبھی بھی اس سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

(7) اور وہ جو جہنم میں ڈال دیا گیا جہنم میں اس کے پینے کے لیے صرف اور صرف پیپ ہوتی ہے۔ یعنی بطور عذاب اسے پینے کے لیے جہنم میں پیپ ملے گی۔ (اور اس پیپ کا منہ میں آنا اور پھر منہ سے نیچے اترنا اور پیٹ میں جانا وغیرہ عذاب پر عذاب ہو گا)

فائدہ:

جہنمیوں کے پینے کے سلسلے میں بھی مختلف قسم کے عذابوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؕ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ؕ۝

(پ30 سورۃ الغاشیہ: 1 تا 7)

بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے کام کریں مشقت جھیلیں۔ جائیں بھڑکتی آگ میں۔ نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں۔ ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔ (کنز الایمان)

جہنمیوں کے پینے کا منظر:

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝

(پ30 سورۃ النبا 21 تا 25)

بے شک جہنم تاک میں ہے سرکشوں کا ٹھکانہ۔ اس میں قرنوں رہیں گے۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

آیت شریف:

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ (پ29۔ سورۃ الحاقہ 36-37)

اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار (کنز الایمان)

(8) اور وہ (صحابہ کرام کہ جنہوں نے شہادت کا جام نوش کیا بالخصوص حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کہ جن کی شہادت کی وجہ سے ہندہ خوش ہوتی پھر رہی ہے) جنت میں ہے۔ جنت میں انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ انہیں ایسا رزق دیا جاتا ہے جو کہ قابل رشک اور قابل تعریف ہے۔ شہید ہونے والے اور قتل ہونے والے کافر برابر نہیں ہیں، اور جنتیوں میں ہے اسے ایسا بہترین رزق ملتا ہے کہ جو رشک اور تعریف کے لائق ہے۔ اس کے برابر کوئی رزق بھی رشک اور تعریف کے لائق نہیں۔

فائدہ:

اس سے ہندہ اور اس کے ساتھ خوش ہونے والے بھی خود ہی فیصلہ کر لیں کہ خوش کسے ہونا چاہیے اور افسوس کسے کرنا چاہیے۔

منصب شہادت:

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر ہندہ اور اس کے ہمنوا خوشی کا اظہار کرنے لگے حالانکہ انہیں کیا خبر کہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تو شہید ہوئے ہیں اور شہادت کا جام نوش کرنے کی خواہش ہر صحیح کامل مومن کو ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام شہادت عطا فرمایا کہ عظیم انعامات سے نوازا ہے یہاں چند احادیث مبارکہ شہادت کی فضیلت کے متعلق ملاحظہ فرمایئے۔

جنت میں داخلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی ضمانت:

وَعَنْهُ (سیدنا ابی ہریرۃ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْتَدَبَ اللّٰہُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِہٖ لَا یُخْرِجُہٗ اِلَّا اِیْمَانٌ بِیْ وَتَصْدِیْقٌ بِرُسُلِیْ اَنْ اُرْجِعَہٗ بِمَانَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَۃٍ اَوْ اُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ

(صحیح بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ مشکوۃ شریف کتاب الجہاد (فصل اول)

ان ہی (حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضامن ہو چکا ہے اس کا جو اس کی راہ میں نکلا۔ اسے نہ نکالے مگر مجھ پر ایمان اور میرے رسول کی تصدیق نہ کرادے۔ وہ ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں جو وہ حاصل کرے یا اسے جنت میں داخلہ دے دوں۔

فائدہ:

یعنی اگر غازی جیت کر لوٹا تو غنیمت و ثواب سب کچھ لے آیا۔ اگر شکست کھا گیا تو ثواب کے ساتھ لوٹا اگر شہید ہو گیا تو جنت میں گیا ہر طرح نفع میں ہے مثل مشہور ہے کہ لٹ گئے تو روزہ لوٹ لائے تو عید مار آئے تو غازی مر گئے تو شہید۔

(مراۃ مشکوۃ ج5 ص411)

شہید زندہ ہوتے ہیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(پ2 سورۃ البقرہ154)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (کنزالایمان)

شان نزول:

یہ آیت شہدائے بدر کے حق میں نازل ہوئی وہ کل چودہ مرد تھے چھ مہاجرین میں سے آٹھ انصار میں سے۔ وہ لوگ بدر میں شہید ہوئے تو لوگ کہتے تھے کہ افسوس کہ وہ لوگ مردہ ہو گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ کہو تم لِمَنْ یقتل ان لوگوں کے لیے جو شہید کیے جاتے ہیں اللہ کے راستہ میں یہ بات کہ فلاں مر گیا اور وہ دنیا کے عیش اور اس کی لذتوں سے محروم ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا و لاتقولوا الخ (تفسیر فیوض الرحمٰن پ2)

روح کو موت نہیں:

آیت سے معلوم ہوا کہ ارواح جواہر قائم بنفسہا ہیں جن باتوں کو حواس جسمانی محسوس کر سکتے ہیں ان کے مغائر ہیں اور روح موت کے بعد بھی باقی رہ جاتا ہے اور اس کے اندر ادراک ہوتا ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

اعتراض:

حیات روحانیہ تو سب کی لذت اور درد والم کو محسوس کرتی ہے پھر یہاں شہداء کی تخصیص کیوں؟

جواب:

ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے اور ان کو بہ نسبت دوسروں کے مزید رونق اور کرامت حاصل ہوتی ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شخص بھی کسی بہت بڑے اونچے مرتبہ والے کے مرتبہ کو نہ پاسکے تو اسے کالعدم سمجھا جاتا ہے اسی طرح شہداء کے مراتب کو نہ پہنچنے پر دوسروں کو کالعدم قرار دے کر صرف شہداء کو زندہ کہا گیا۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان پ2 ص25)

حکایت:

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا گیا ان سے کہا گیا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش کر اپنی آدھی بہشت عطا فرما دی۔

فائدہ:

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نعمتیں جو روح کے لائق تھیں وہ روح کو دے دی گئیں یہ ان کے لیے آدھی بہشت تھی اور بہشت دوسرا آدھا حصہ وہی ہے جو انہیں بدن کے ساتھ (حشر میں اٹھا کر) بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ اس طرح سے اس کے بہشت کے دوسرے حصہ کی تکمیل ہوگی۔ (تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح لبیان اردو ترجمہ پ2 ص27)

شہداء جنت میں زندہ:

حضرت امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوالعالیہ رحمتہ اللہ سے روایت کیا کہ شہداء سبز پرندوں کی صورتوں میں جنت کے اندر زندہ ہیں جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں اور جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔
(تفسیر در منثور اردو ترجمہ جلد اول ص 411)

شہید زندہ ہوتا ہے:

حضرت امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ شہداء کی روحیں سفید پرندوں میں معروف ہیں جنت کے پھل کھاتی ہیں اور سدرہ ان کی رہائش ہے۔ اللہ تعالیٰ مجاہد کو خیر کی تین خصلتیں عطا فرماتا ہے جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوتا ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے اور جو غالب آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے اور جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رزق حسن عطا فرماتا ہے۔
(تفسیر در منثور اردو ترجمہ جلد اول ص 412 تفسیر طبری زیر آیت ہذا جلد 2 ص 48)

فائدہ:

یہاں چند احادیث بیان کی ہیں۔ جن میں شہداء کی فضیلت کا بیان ہے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جو مراتب حاصل ہوئے ہیں۔ کما حقہ اللہ اعلم ورسولہ۔

☆......☆......☆

غزوہ احد کے واقعات

(۱) اَللّٰہُ حَیٌّ قَدِیْمٌ قَادِرٌ صَمَدٌ — وَلَیْسَ یُشْرِکُہٗ مُلْکِہٖ اَحَدٌ
(۲) ھُوَالَّذِیْ عَرَّفَ الْکُفَّارِ مَنْزِلَھُمْ — وَالْمُؤْمِنُوْنَ سَیَجْزِیْھِمْ کَمَا وُعِدُوْا
(۳) فَاِنَ یَّکُنْ دَوْلَۃٌ کَانَتْ لَنَا عِظَۃً — فَھَلْ عَسٰی اَنْ یَّرٰی فِیْ غَیِّھَا رُشَدٌ
(۴) وَیَنْصُرُ اللّٰہُ مَنْ وَّالَاہُ اِنَّ لَہٗ — نَصْرًا وَّیَمْثُلُ بِالْکُفَّارِ اِذْ عَنَدُوْا
(۵) فَاِنْ نَطَقْتُمْ بِفَخْرٍ لَّا اَبَالَکُمْ — فِیْمَنم تَضَمَّنَ مِنْ اِخْوَانَنَا اللَّحَدُ
(۶) فَاِنَّ طَلْحَۃَ غَادَرْنَاہُ مُنْجَدِلًا — وَالِلصَّفَآئِح نَارٌ بَیْنَنَا تَقِدُ
(۷) وَالْمَرْءِ عُثْمَانُ اَرَوَّتْہُ اَسِنَّتَنَا — فَجَیْبُ زَوْجَتِہٖ اِذْ خُبِّرَتْ قِدَدُ
(۸) فِیْ تِسْعَۃٍ اِذْ تَوَلَّوْا بَیْنَ اَظْھُرِھِمْ — لَمْ یَنْکُلُوْا مِنْ حِیَاضِ الْمَوْتِ اِذْوَرَدُوْا

(۹) كَانُوْا الذَّوَآئِبَ مِنْ فِهْرٍ وَّ اَكْرَمَهَا — شُمُّ الْاُنُوْفِ وَحَيْثُ الْفَرْعُ وَالْعُدَدُ
(۱۰) وَاَحْمَدُ الْخَيْرِ قَدْ اَرْدٰى عَلٰى عَجَلٍ — تَحْتَ الْحَجَاجِ اَبِيًّا وَّ هُوَ مُجْتَهِدٌ
(۱۱) فَظَلَّتِ الطَّيْرُ وَالضَّبْعَانُ تَرْكَبُهٗ — فَحَامِلٌ قِطْعَةً مِّنْهُمْ وَمُقْتَعِدٌ
(۱۲) وَمَنْ قَتَلْتُمْ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ عَجَبٍ — مِنَّا فَقَدْ صَادَفُوْا خَيْرًا فَقَدْ سَعِدُوْا
(۱۳) لَهُمْ جِنَانٌ مِّنَ الْفِرْدَوْسِ طَيِّبَةٌ — لَا يَعْتَرِيْهِمْ بِهَا حَرٌّ وَّ لَا صَرَدٌ
(۱۴) صَلَّى الْاِلٰهُ عَلَيْهِمْ كُلَّمَا ذُكِرُوْا — فَرُبَّ مَشْهَدِ صِدْقٍ قَبْلَهٗ شَهِدُوْا
(۱۵) قَوْمٌ وَّ فَوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَاحْتَسَبُوْا — شُمُّ الْعَرَانِيْنَ مِنْهُمْ حَمْزَةُ الْاَسَدُ
(۱۶) وَمُصْعَبٌ ظَلَّ لَيْثًا دُوْنَهٗ حَرِدًا — حَتّٰى تَزَمَّلَ مِنْهُ ثَعْلَبٌ جَسَدٌ
(۱۷) لَيْسُوْا كَقَتْلٰى مِنَ الْكُفَّارِ اَدْخَلَهُمْ — نَارَالْجَحِيْمِ عَلٰى اَبْوَابِهِمْ رَصَدٌ

☆لَيْسَ يُشْرِكُهٗ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ☆عَرَّفَ۔ پہچان کرادی، دکھادیا ☆سَيَجْزِيْهِمْ۔ عنقریب اسے اجر دے گا ☆كَمَاوُعِدُوْا۔ جیسا کہ وہ وعدہ دیئے گئے ☆دَوْلَةٌ۔ گردش، باری، حکومت ☆عِظَةٌ۔ نصیحت ☆فِيْ غَيِّهَا رُشْدٌ۔ گمراہی میں ہدایت ☆يَنْصُرُ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے ☆يَمْثُلُ۔ مثلہ سے بمعنی کان، ناک وغیرہ اعضائے جسمانی کاٹنا یعنی وہ عبرت ناک سزا دیتا ہے ☆نَطَقْتُمْ بِفَخْرٍ۔ تم فخریہ طور پر کلام کرتے ہو ☆اَكْرَمُهَا۔ ان کے اشراف ☆فَرْعٌ۔ اولاد ☆ حِيَاضِ الْمَوْتِ۔ موت کے گھاٹ ☆اِذْوَرَدُوْا۔ جب پہنچ گئے ☆ذَوَائِبُ۔ چوٹی کے بمعنی سردار ☆فَحَامِلٌ۔ پس اٹھارہے ہیں ☆قِطْعَةٌ۔ ٹکڑے ☆مُقْعِدٌ۔ بیٹھے ہوئے ہیں ☆فَقَدْ سَعَدُوْا۔ پس تحقیق انہوں نے سعادت حاصل کی ☆طَيِّبَةٌ۔ پاک ☆لَا يَعْتَرِيْهِمْ بِهَا حَرٌّ۔ نہ انہیں گرمی پیش آئے گی ☆صَلّٰى۔ رحمت نازل کرے ☆ذُكِرُوْا۔ وہ ذکر کیے جائیں، وہ یاد کیے جائیں، ان کا ذکر ☆شَهِدُوْا۔ حاضر ہو چکی ہیں ☆وَفُوْا۔ وفا کی ☆وَاحْتَسَبُوْا۔ احتساب کرتے ہوئے ☆اَسَدٌ۔ شیر ☆ حَرِدًا۔ خشمناک، غصہ ور، غضبناک ☆تَزَمَّلُ۔ لپیٹ لیا ☆جَسَدٌ۔ جسم اطہر ☆ثَعْلَبٌ۔ لومڑی اور لومڑی مکر و فریب میں ضرب المثل ہے یعنی لومڑی مکر و فریب میں مشہور ہے گویا کہ مخالفین نے آپ پر مکر و فریب سے حملہ کر کے انہیں نیزے میں لپیٹ لیا ☆ثَعْلَبٌ۔ کا ایک معنی نیزے کا وہ سرا جو پھل میں لگایا جاتا ہے اس معنی کے رو سے یہ معنی ہوگا کہ آپ کے جسم اطہر کو نیزے میں لپیٹ لیا۔ اور یہی معنی دونوں معنی ہی قرین قیاس ہیں ☆نَارَالْجَحِيْمِ۔ جہنم ☆عَلٰى اَبْوَابِهِمْ۔ ان کے دروازہ پر

(1) اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی ہمیشہ سے زندہ ہے ہمیشہ سے ہے ساری کائنات پہ قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کی تو شان یہ ہے کہ ساری کائنات اس کی محتاج ہے مگر وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی ملک میں سب کچھ ہے کوئی بھی اس کی ملک کا شریک نہیں۔

فائدہ:

صاحب بہار شریعت حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ رضوی سنی حنفی قادری برکاتی نے بیان فرمایا ہے کہ: وہ ہی ہے یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔
(بہار شریعت ج اول حصہ اول ص 4)

عقیدہ:

اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ احکام میں نہ اسماء میں واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری ہے عدم محال قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے ازلی کے معنی یہی ہیں یعنی ہمیشہ رہے گا اور اس کو ابدی بھی کہتے ہیں وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و پرستش کی جائے۔

عقیدہ:

وہ بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اس کا محتاج ہے۔

عقیدہ:

اللہ تعالیٰ سب کو محیط ہے اس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ نفع و ضرر اسی کے ہاتھ میں ہیں مظلوم کی فریاد کو پہنچتا ہے اور ظالم سے بدلہ لیتا ہے اس کی مشیت اور ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا مگر اچھے پر خوش ہوتا ہے اور برے سے ناراض اس کی رحمت ہے کہ ایسے کام کا حکم نہیں فرماتا جو طاقت سے باہر ہے۔ (بہار شریعت ج اول حصہ اول ص 7)

(2) وہ وہی ذات ہے کہ جس نے کفار کو ان کا ٹھکانہ جہنم میں دکھایا اور عنقریب مومنین کو اپنے وعدے کے مطابق جزا عطا فرمائے گا۔

عقیدہ:

اللہ عزوجل پر ثواب یا عذاب بندے کے ساتھ لطف یا اس کے ساتھ وہ کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو اس پر کچھ واجب نہیں مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے ہاں اس نے اپنے کرم سے وعدہ فرما لیا ہے کہ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور بمقتضائے عدل کفار کو جہنم میں اور اس کے وعدہ و وعید بدلتے نہیں۔ اس نے وعدہ فرما لیا ہے کہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف فرما دے گا۔ (بہار شریعت جلد اول حصہ اول ص 7)

(3) اگر ہمیں کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمارے لیے (نقصان دہ نہیں بلکہ حقیقتاً ہمارے لیے) نصیحت ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ہمارے لیے اس میں ہدایت کی نصیحت ہی ہوتی ہے بلکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمان گنہگار پہ مصیبت کا آنا اس کے لیے انعام ربانی ہے کہ اسی پہنچنے والی تکلیف یا مصیبت کے باعث گناہوں کی بخشش ہوتی ہے درجات بلند ہوتے ہیں۔ مصیبت پہ صبر کرنے والے کو اجر عظیم سے نوازا جاتا ہے بلکہ بعض اولیاء کرام کو جس دن مصیبت یا کوئی تکلیف نہ پہنچتی تھی وہ غمگین ہو جایا کرتے تھے کہ آج ہمیں ہمارے مالک نے یاد نہیں فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں تفصیلات کے لیے ہشت بہشت، الفقیر القادری ابواحمد کی تصانیف فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی کا مطالعہ کیجیے نیز اس سلسلے

میں تجلیات الفرید (زیر ترتیب کتاب) کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

(4) اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ صرف اس کی مدد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور مدد صرف اسی کو ہی حاصل ہوتی ہے اور کافر جب سرکشی اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں حیران کر دینے والی سزا دیتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔ جن کا ہر فعل حق تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور محبت والی اتباع و فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جن کا جینے اور مرنے کا مقصد وحید ہی یہی ہوتا ہے کہ جس خالق کائنات نے ہمیں زندگی عطا فرمائی اور اشرف المخلوق بنایا یہ زندگی اس کے فرمان ذیشان کے مطابق گزاریں اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کے مطابق زندگی گزار کر دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کریں۔ ایسے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اولیاء اللہ کو دنیا میں بھی خصوصی انعامات سے نوازتا ہے اور آخرت میں بھی ایسے ایسے انعامات سے نوازے گا کہ دیکھنے والے ان کا مقام مرتبہ اور شان دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔

(5) پس اگر تم اس بات پر فخر و غرور کرتے ہو کہ تمہارے باپ واسطے ہمارے نہ ہوں۔ ان لوگوں کی وجہ سے جن کو ہمارے بھائی مسلمانوں میں سے جن کو قبر نے شہادت کے بعد پیار و محبت سے اکٹھا کر لیا اس بات میں تمہارے لیے فخر کرنے والا کوئی بھی معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے وہ لوگ تو غزوہ مبارک میں جہاد کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ کو پا چکے ہیں وہ تو قابل فخر ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لی ہے جام شہادت سے سرفراز ہوئے۔

(6) پس بے شک طلحہ کو ہم نے زمین پہ (لاوارثوں کی طرح) چھوڑا اور واسطے تلواروں کے آگ ہے جو کہ ہمارے درمیان آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔

(7) اور عثمان ایک ایسا شخص تھا جسے ہمارے نیزوں کی دھاروں نے خوب سیر کیا اس کی بیوی کو جب اس بات کا علم ہوا تو پس اس کا گریبان پرزے پرزے ہوگیا۔

فضائل شہادت:

جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین حق کی خاطر اپنی جان راہ حق میں قربان کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے تو اسی جہاد کے دوران وہ شہید ہو جاتا ہے تو اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(پ2 سورۃ البقرہ 154)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

فائدہ:

موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہداء کو حیات عطا فرماتا ہے ان کی ارواح پر رزق پیش کیے جاتے ہیں انہیں راحتیں دی جاتی

ہیں ان کے عمل جاری رہتے ہیں اجر وثواب بڑھتا رہتا ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان)

(8) ان نو اشخاص میں سے جب ان کے سامنے سے پھرے تو موت کے راستے پہ پہنچے تو پھر وہاں سے بچ کر ہرگز نہ جاسکے۔

(9) وہ فہر قبیلے کے چیدہ چیدہ اول درجہ کے لوگوں اور ذی رتبہ لوگوں میں سے تھے۔وہ بلند ناک یعنی سردار وہاں کے رہنے والے تھے جس جگہ ان کی اولاد، مال اور لشکر رہنے والے تھے۔

(10) تحقیق اور تمام مخلوق میں سے بہترین جناب احمد مختار یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی کو غبار کے تلے سے اس وقت قتل کیا کہ جب وہ لڑائی لڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

(11) پس پرندے اور بجو اس کی نعش پر آ کر اتر رہے ہیں۔پس ان پرندوں اور بجوؤں میں سے کچھ تو ابی کی نعش کے ٹکڑے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اور کچھ وہیں بیٹھے ہیں۔

(12) جن مسلمان مجاہدین کو تم نے شہید کیا جو کہ ہم میں سے تھے۔گو یہ بات بڑی تعجب والی ہے مگر پھر بھی ہمارے وہ شہید مجاہد تحقیق بھلائی کو پہنچ چکے ہیں یعنی وہ مقام شہادت حاصل کر چکے ہیں وہ اپنا مقصد حیات پورا کر چکے خالق کائنات کو راضی کر چکے ہیں پس تحقیق انہوں نے سعادت حاصل کر لی۔

(13) ان کے لیے جنت الفردوس کے طیب باغ ہیں۔انہیں اس باغ میں گرمی بھی نہیں لگے گی اور نہ ہی انہیں سردی لگے گی۔ جب بھی ان کا ذکر ہو۔

(14) اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان پہ رحمت کرے کیونکہ اس سے قبل بھی وہ کافی مقامات یعنی غزوات میں شامل ہو چکے ہیں۔(جن میں شمولیت کی وجہ سے انہیں بشارتوں سے نوازا گیا)

(15) ان کا تعلق اس قوم سے ہے۔جس قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری کا ثبوت فراہم کیا اور وہ ہمیشہ مخلص رہے۔وہ سبھی سردار تھے۔انہیں میں سے ایک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں۔

(16) اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری میں غضب ناک شیر بن گئے۔حتیٰ کہ ان کے جسد مبارک کو خون آلودہ نیزے کی نوک نے لپیٹ لیا یہاں تک کہ وہ مرتبہ شہادت پا گئے۔

(17) یہ مسلمان شہداء کافروں جیسے ہرگز نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کافروں کو جہنم میں پھینک دے جس کے دروازوں پہ محافظ تعینات ہیں یعنی جس سے وہ کافر ہرگز نہ نکل سکیں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے انہیں اس عذاب سے کوئی بھی نہ چھڑائے گا۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ ہمیشہ کا عذاب صرف کفار ومنافقین کے لیے جہنم سے نہ نکل سکنا بھی ایک عذاب ہے جو کفار کے لیے ہے یہ بھی معلوم ہے کہ کفار کے لیے ایسا عذاب ہے کہ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں اس سے وہ بھی نہ نکل سکیں گے۔رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

(پ1۔سورۃ البقرہ39)

اور وہ جو کفر کریں گے اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○

(پ2سورۃ البقرہ161-162)

بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔ (کنز الایمان)

☆......☆......☆

دشمنی کی ابتدا کفار نے کی

(۱) قُرَيْشٌ بَدَتْنَا بِالْعَدَاوَةِ اَوَّلاً ... وَجَآءَتْ لِتُطْفِيءَ نُوْرَ رَبِّ مُحَمَّدٍ

(۲) بِاَفْوَاهِهِمْ وَالْبِيْضُ بِالْبِيْضِ تَلْتَقِيْ ... بِاَيْدِيْهِمْ مِّنْ كُلِّ عَضْبٍ مُّهَنَّدٍ

(۳) وَ خَطِّيَّةٌ قَدْ ثُقِّفَتْ سَمْهَرِيَّةٌ ... اَسِنَّتُهَا قَدْ حُوْدِثَتْ بِمُحَدَّدٍ

(۴) فَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَبْعَثُوْا الْحَرْبَ وَاسْلِمُوْا ... وَفِيْـُوْآ اِلَى دِيْنِ الْمُبَارَكِ اَحْمَدٍ

(۵) فَقَالُوْا كَفَرْنَا بِالَّذِيْ قَالَ اِنَّهٗ ... يُوَعِّدُ بِالْحَشْرِ وَالْحُكْمِ فِيْ غَدٍ

(۶) فَقَتْلُهُمْ وَاللّٰهِ اَفْضَلُ قُرْبَةٍ ... اِلٰى رَبِّنَا الْبَرِّ الْعَظِيْمِ الْمُمَجَّدِ

☆عَدَاوَةٌ۔ دشمنی ☆تَطْفِيءَ۔ بجھاتے ہیں، بجھانے کی کوشش کرتے ہیں ☆بِاَفْوَاهِهِمْ۔ اپنے مونہوں سے ☆تَلْتَقِيْ۔ ملیں، بھڑیں، ٹکرائیں ☆عَضْبٍ مُّهَنَّدٍ۔ ھندی تلواریں ☆خَطِّيَّةٌ۔ خطی سیدھے نیزے ☆حُوْدِثَتْ۔ نئی رکھی گئی ہے ☆اِسِنَّتُهَا۔ نئی سان ☆بِمُحَدَّدٍ۔ چھُن پر ☆لَا تَبْعَثُوْا الْحَرْبَ۔ لڑائی نہ بھڑکاؤ ☆اَسْلِمُوْا۔ اسلام لاؤ، اسلام قبول کرو ☆اِلٰى دِيْنِ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف ☆كَفَرْنَا۔ ہم انکار کرتے ہیں، ہم نہیں مانتے ☆يُوَعِّدُنَا۔ ہمیں دھمکی دیتے ہیں ☆حُكْمٌ۔ حکم یعنی قیامت کے دن کا فیصلہ مراد ہے

(1) مسلمانوں سے دشمنی کی ابتداء قریشی کافروں نے ہی کی۔ کہ رب کائنات کے نور مقدس جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو بجھانے کے لیے آئے (مگر کفار کو کیا علم کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا)

(2) تلواریں تلواروں سے اپنی دھاروں سے ٹکرائیں۔ان کے ہاتھوں میں ہرقسم کی ہندی تیز تلواریں ہیں۔
(3) اوراسی طرح تحقیق خطی سیدھے اور سخت نیزے ان کے ہاتھ میں ہیں جن کے پھن پر بے شک نئی سانیں چڑھائی گئی ہیں۔
(4) حالانکہ ہم نے انہیں کہا تھا کہ دین اسلام قبول کرلو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دین کی طرف رجوع کرلو اور لڑائی نہ بھڑکاؤ۔
(5) پس انہوں نے جواب دیا کہ احمد نے جو کچھ کہا ہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ میدان حشر اور قیامت کے دن کے فیصلے کے متعلق ہمیں دھمکی دیتے ہیں۔
(6) پس اللہ کی قسم! ہمارے رب، صاحب احسان عظیم اور بزرگ و برتر کے نزدیک ان کافروں کو قتل کرنا بہترین قربت حق کا سبب ہے اور نیکی ہے۔

نور:

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور رب محمد فرمایا ہے۔یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا نور مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر بجھانا چاہتے ہیں یعنی شہید کردینا چاہتے ہیں۔مگر کافر ایسا ہرگز نہیں کرسکتے واضح ہو کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کو (ی ور) فرمایا۔آپ کا ایک اسم گرامی نور بھی ہے آپ کا نور ہونا تحقیق ہے۔رب کائنات نے اپنے لافانی کلام میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْن

تحقیق تمہارے پاس آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

فائدہ:

اس کے باوجود اگر کسی کو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے انکار ہے تو اس کی مرضی اور اسے اپنی قسمت مبارک اور الحمدللہ ہمیں اپنا نصیب مبارک۔

ابن سلمہ مخزومی کو خطاب

(۱) اِنَّ الَّذِیْ سَمَکَ السَّمَآءَ بِقُدْرَةٍ ۔۔۔ حَتّٰی عَلَا فِیْ عَرْشِہٖ فَتَوَحَّدَا
(۲) بَعَثَ الَّذِیْ لَا مِثْلَہٗ فِیْمَا مَضٰی ۔۔۔ یَدْعُوْ بِرَأْفَتِہِ النَّبِیُّ مُحَمَّدًا
(۳) فَاعْلَمْ بِاَنَّکَ مَیِّتٌ وَّمُحَاسَبٌ ۔۔۔ فَاِلٰی مَتٰی تَبْغِی الضَّلَالَةَ وَالرَّدٰی
(۴) اَقْبِلْ اِلَی الْاِسْلَامِ اِنَّکَ جَاهِلٌ ۔۔۔ وَتَجَنَّبِ الْعُزّٰی وَرَبَّکَ فَاعْبُدَا

(۵) وَاللَّاتَ وَالْعُزّٰی فَاهْجُرْ اِنَّنِیْ اَخْشٰی عَلَیْكَ عَذَابَ یَوْمٍ سَرْمَدًا

☆ سَمَكَ السَّمَآءَ۔ آسمان کو بلند کیا ☆عَلَافِیْ عَرْشِهٖ۔ عرش پہ خصوصی جلوہ فرمایا ☆بَعَثَ۔ مبعوث کیا، پیغام بھیجا ☆بِرَافَتِهٖ۔ اپنے مہربان ہونے کی وجہ سے ☆تَجَنَّبْ۔ تم بچو ☆سَرْمَدًا۔ ہمیشہ رہنے والا ☆فَاهْجُرْ۔ پس چھوڑ دو

(1) بے شک جس ذات نے آسمان کو اپنی قدرت کاملہ سے بلند کیا پھر عرش عظیم پہ خصوصی جلوہ فرمایا اور اپنی وحدانیت کا اظہار فرمایا۔

(2) اس وحدۂ لاشریک ذات نے اس محبوب ہستی کو مبعوث فرمایا جس جیسا ابھی تک نہیں ہوا (اور نہ ہی انشاء اللہ کبھی کوئی ہوگا وہ محبوب مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مہربانی کے باعث رب کائنات نے بھی اپنے لافانی کلام میں آپ کو رحمۃ اللعالمین کے پیارے اور دلنشیں لقب رحمۃ اللعالمین کے لقب سے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ رب کائنات کا ارشاد گرامی قدر ملاحظہ فرمائیے۔ رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ○

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت۔

فائدہ:

عالمین جمع کا صیغہ ہے اور عربی زبان میں جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے کیونکہ ایک کو واحد کہا جاتا ہے دو کہ تثنیہ اور تین سے جمع شروع۔ غور فرمائیے گویا آپ ماضی کے لیے بھی رحمت زمانہ حال کے لیے بھی رحمت اور زمانہ مستقبل کے لیے بھی آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے آپ کی عظمت ملاحظہ فرمائیے اور عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے کہ بعض لوگ آج مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کے دعویدار بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہاں رحمۃ اللعالمین اور کہاں آپ سے برابری کے دعویدار، کہاں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی شان مبارک کے متعلق فرمان ربانی ہے کہ:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب جبکہ برابری کے دعویدار آپ کی عظمتوں اور شانوں کے مدمقابل اپنی کیا عظمت بیان کرسکیں گے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی

رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (پ30۔ سورۃ الضحیٰ 5)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (کنزالایمان)

کیا ایسی آیت مبارکہ برابری کے دعویداروں کے حق میں بھی نازل ہوئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس منہ سے برابری کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور وہ اس برابری کے دعوے کے کس لحاظ سے سچے ہیں؟ برابری کے دعویدار کسی لحاظ سے بھی اپنے دعوے کے لحاظ

سے سچے نہیں۔

اعتراض:

اگر کہیں کہ دیکھیں جی! ہمارے بھی دو ہاتھ نبی کریم کے بھی دو ہاتھ برابری ہے یا نہیں۔ ہماری بھی دو آنکھیں نبی کریم کی بھی دو آنکھیں برابری ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب اویسی:

اس سلسلے میں تاریخ شاہد ہے کہ آپ سے برابری کے دعویداروں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کیونکہ تمہارے دو ہاتھ اپنے ہی جسم سے مکھی نہیں روک سکتے جبکہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہاتھوں کی شان مبارک ملاحظہ فرمایئے کہ اگر ان ہاتھوں سے اشارہ ہو جائے تو سورج واپس پلٹ آئے، چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔ وغیرہ بے شمار ایسے معجزات ہیں کہ عقل انسانی آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی حیران و پریشان ہے کہ یہ کیسے ہو گیا برابری کا دعویدار ان مبارک ہاتھوں جیسا کوئی ایک معجزہ تو دکھا دے تا کہ کسی لحاظ سے ان ہاتھوں سے اپنے ہاتھوں کے برابر ہونے کا دعویٰ ثابت کر سکے۔ کیونکہ بغیر ثبوت دعویٰ فضول ہوتا ہے۔ محض دیوانے کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ رہا معاملہ آنکھوں کے دو ہونے کے لحاظ سے برابری کا دعویٰ تو یہ دعویٰ بھی محض دیوانے کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا مثلاً یہی دیکھیے کہ آپ مصلہ امامت پہ تشریف فرما ہیں نماز کی جماعت کروا رہے ہیں اور جنتی نعمتوں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں اب دیکھیے اس برابری کے دعویدار سے پوچھیے کبھی تم نے بھی جنت ملاحظہ کی ہے۔ آپ اور ہم سبھی مل کر بھی ڈائریکٹ نظر لگا کر سورج کو نہیں دیکھ سکتے جبکہ مدنی تاجدار رب کائنات کی زیارت کر کے تشریف لائے اب بتایئے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم سے برابری کا دعویدار وہ کون ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج پانے میں بھی کامیاب ہوا ہو۔ عرش معلیٰ کی بلندیوں کو بھی پیچھے چھوڑ گیا ہو وحدہٗ لاشریک کے جلووں کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح زیارت کی ہو۔ اگر کوئی ایسا ہے تو سامنے آئے اور بتائے کہ انشاء اللہ ایسا دعویٰ کوئی بھی نہ کر سکے گا بلکہ نبوت کے جھوٹے دعوے کرنے والوں میں سے بھی کسی نے ایسا دعویٰ نہ کیا آج کون دعویٰ کر سکتا ہے۔ پس واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کے دعویدار اپنے دعوؤں کے لحاظ سے جھوٹے ہیں ان کے دعوؤں میں کوئی صداقت نہیں بلکہ حق و صداقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ ارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا بھی دعویدار ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کا دعویدار بھی ہے تو ایسے گندے عقیدے اور دعوے سے باز آ جا اسی میں فلاح ہے ورنہ وحدہٗ لاشریک کے عذاب سے نہ بچ سکے گا۔

(3) پس جان لو کہ تم نے مر جانا ہے اور تم سے حساب لیا جائے گا۔ پس گمراہی اور بربادی کب تک پسند کرو گے۔

(4) اسلام کی طرف توجہ کر لو کیونکہ بے شک تم جاہل ہو۔ اور عزیٰ نامی (وغیرہ بتوں سے) دوری اختیار کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔

(5) لات (وغیرہ بتوں کو) چھوڑ دو اور بیہودہ باتوں سے پرہیز کرو کیونکہ مجھے تم پہ اس دن کے عذاب کا خوف ہے جو عذاب ہمیشہ رہے گا یعنی کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔

فائدہ:

عزیٰ اور لات بتوں کے نام ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں فرمایا ہے کہ اے کافرو! عزیٰ اور لات وغیرہ جتنے بھی بت ہیں انہیں چھوڑ دو یہ کچھ نہیں کر سکتے جو اپنا بھلا نہیں کر سکتے وہ تمہارا بھلا کیا کریں گے اگر تم اسی بے ڈھنگی چال پہ قائم رہے تو عنقریب کبھی نہ ختم ہونے والے عذاب میں جھونک دیئے جاؤ گے۔

☆......☆......☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب پہ فخر

(۱) اَنَا اَخُوْ الْمُصْطَفٰے لَا شَكَّ فِیْ نَسَبِیْ — مَعَهٗ رُبِیْتُ وَسِبْطَاهُ هُمَا وَلَدِیْ

(۲) جَدِّیْ جَدُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُتَّحِدٌ — وَفَاطِمُ زَوْجَتِیْ لَا قَوْلَ ذِیْ فَنَدٍ

(۳) صَدَّقْتُهٗ وَجَمِیْعُ النَّاسِ فِیْ ظُلَمٍ — مِنَ الضَّلَالَةِ وَالْاِشْرَاكِ وَالنَّكَدِ

(۴) فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَرْدًا لَّا شَرِیْكَ لَهٗ — اَلْبَرُّ بِالْعَبْدِ وَالْبَاقِیْ بِلَا اَمَدٍ

☆اَخُوْ الْمُصْطَفٰے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھائی ☆رُبِیْتُ۔ میری پرورش ہوئی ☆سِبْطَاهُ۔ ان کے نواسے ☆صَدَّقْتُهٗ۔ میں نے اس کی تصدیق کی ☆ضَلَالَةِ۔ گمراہی ☆اِشْرَاك۔ شرک ☆فَرْدًا۔ تنہا

(1) میں مدنی تاجدار احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں میرے حسب و نسب میں پاک اور بہترین ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔ میری پرورش بھی انہی کے مقدس گھر میں ہوئی ہے اور ان کے نواسے میرے ہی بیٹے ہیں۔

(2) میرا دادا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا ایک ہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر میری زوجہ محترمہ ہیں یہ قول کسی بے وقوف کی لاف زنی نہیں ہے۔ یعنی یہ حقائق ہیں۔

(3) اور جب تمام لوگ کفر و شرک کی تاریکیوں میں مبتلا تھے تو میں نے اس وقت ان کی تصدیق کی اور ان پہ ایمان لایا۔ یعنی ضلالت و گمراہی، شرک اور ہر قسم کی تنگی میں عام لوگ مبتلا تھے۔

(4) پس وحدہٗ لاشریک اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بندوں پہ احسان کرنے والا ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے انعامات کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنا برا کام نہیں بلکہ اچھا ہے اسی لیے آپ بیان فرما رہے ہیں جب اپنی شان بیان کرنا بھی برا کام نہیں تو اولیائے کرام اور انبیائے کرام کی عظمتیں بیان کرنا قرآن وسنت کے کب خلاف ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن وسنت میں بکثرت اولیائے کرام اور انبیائے کرام کی عظمتیں بیان کی گئی ہیں اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی عظمتیں بیان کرنے کی تردید

بیان کرتے رہتے ہیں کہ جی دیکھیں رب تعالیٰ تو بیان فرما رہا ہے کہ تمام تعریفیں ہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور یہ اہلسنت کہلانے والے اولیائے کرام اور انبیائے کرام کی عظمتیں بیان کرتے کرتے نہیں تھکتے۔ حالانکہ یہ ان کی اپنی نا سمجھی کا قصور ہے ورنہ خود وحدہٗ لاشریک نے قرآن مجید میں انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی عظمتوں کو بیان فرمایا ہے۔

میرے قاتل بھی ہمیشہ زندہ نہ رہیں گے

(۱) وَاِنِّیْ قَدْ حَلَلْتُ بِدَارِ قَوْمٍ ۔۔۔ هُمُ الْاَعْدَآءُ وَالْاَكْبَادُ سُوْدٌ

(۲) هُمْ اِنْ يَّظْفَرُوْا بِیْ يَقْتُلُوْنِیْ ۔۔۔ وَاِنْ قَتَلُوْا فَلَيْسَ لَهُمْ خُلُوْدٌ

☆تَظْفَرُوْا۔ مجھ پہ فتح حاصل کرلی، مجھ پہ کامیاب ہوگئے، مجھے پالیا☆یَقْتُلُوْنِیْ۔ مجھے شہید کردیں گے☆اِنْ قَتَلُوْا۔ اگرانہوں نے قتل کیا☆خُلُوْدٌ۔ ہمیشہ رہنا☆دَار۔ گھر

(1) اور تحقیق بے شک میں ایسی قوم میں آیا جو دشمن ہیں اور ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔

(2) اگران کا بس چلے تو وہ مجھے شہید کردیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر انہوں نے مجھے شہید کیا تو وہ بھی اس جہان فانی میں ہمیشہ ہر گز نہیں رہیں گے۔

فائدہ:

رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ کل نفس ذائقة الموت ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ مجھے شہید کرنے والے بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے انہوں نے بھی مرنا ہے۔ وہ بھی موت کا شکار ہوں گے۔ جب انہوں نے بھی مرنا ہے تو مجھے شہید کرنے والوں کو کیا ملے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی عاقبت برباد کریں گے۔

حزب جمل کے موقع پر اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کو خطاب

(۱) اِطْعَنْ بِهَا طَعْنَ اَبِيْكَ تُحْمَدُ ۔۔۔ لَا خَيْرَ فِیْ حَرْبٍ اِذَا لَمْ تُوْقَدِ

بِالْمَشْرِفِيِّ وَالْقَنَا الْمُسَدَّدِ

☆اِطْعَنْ۔ نیزہ بازی کر☆طَعْنَ۔ نیزہ☆لَا خَيْرَ۔ کوئی بھلائی نہیں، کوئی خوبی نہیں☆حرب۔ جنگ

(اے میرے لخت جگر محمد بن حنفیہ) ان مد مقابل آنے والے نیزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے خوب نیزہ بازی کر۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تیرے باپ کی طرح تیری بہادری کی بھی لوگ تعریف کریں گے۔ وہ جنگ کوئی اتنی اچھی جنگ نہیں ہے اچھی طرح مشرقی تلوار اور سیدھے نیزے سے بھی بھڑکایا نہ جائے۔ یعنی جس جنگ میں دشمنوں کے ساتھ خوب ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا جائے وہ

کیسی جنگ ہے۔ اگر جنگ کرنی پڑ جائے خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو۔

☆......☆......☆

ابن ملجم مرادی پہ تعریض

(۱) أُرِيْدُ حَيَاتَهٗ وَيُرِيْدُ قَتْلِىْ عَذِيْرُكَ مِنْ خَلِيْلِكَ مِنْ مُّرَادِىْ

☆أُرِيْدُ۔ میں چاہتا ہوں ☆يُرِيْدُ۔ وہ چاہتا ہے ☆عُذِيْرُ۔ عذر خواہ عذر کرنے والا، عذر چاہنے والا، معذرت کرنے والا

میں تو ابن ملجم کی زندگی کی تمنا رکھتا ہوں حالانکہ وہ مجھے شہید کرنے کا متمنی ہے قبیلہ مرادی کے اپنے دوستوں میں سے کسی معذرت کرنے والے کو لے آ۔ یہ ہے آپ کا اپنے مخالف سے حسن سلوک، مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مقدس بھی یہی ہے کاش کہ ہم مسلمان بھی مخالفوں سے ایسا ہی اچھا سلوک اختیار کریں۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اخلاق ہے۔

مدنی تاجدار احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کو دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حکایت:

ایک دفعہ الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی ساہیوال جا رہا تھا۔ پاکپتن شریف کے بس سٹاپ پہ کافی سواریاں کھڑی تھیں بس آئی سواریاں اس میں داخل ہونے لگیں دھکم پیل شروع ہو گئی ہر کوئی یہی کوشش کرنے لگا کہ میں کسی نہ کسی طرح سوار ہو جاؤں کہیں ایسا نہ ہو کہ ساہیوال تک کھڑے ہو کر ہی جانا پڑے۔ یہ فقیر بھی سعی کرنے لگا جب بس میں سوار ہونے کے لیے ذرا اوپر ہوا تو آگے سے پیچھے کی طرف زور پڑنے لگا۔ پیچھے سے لوگ آگے کو دھکیلنے لگے بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔ نہ اِدھر اُدھر ہو کر باہر نکل سکتا۔ اچانک پیچھے سے ایک آدمی نے میرے گلے پہ کپڑا ڈال کر پیچھے کھینچنے لگا میرا سانس بند ہونے لگا۔ میری آنکھیں باہر آنے لگیں سانس بند ہوتا محسوس ہونے لگا بڑی مشکل سے نیچے اترا۔ جو آدمی کپڑا میری گردن میں ڈال کر پیچھے کھینچ رہا تھا الفقیر اسی پہ برس پڑا۔ تو مجھے مارنا چاہتا تھا پتہ ہے میرا کیا حال ہو گیا تھا۔ میں نے تجھے کیا تکلیف پہنچائی تھی کہ تو نے مجھے اتنا تنگ کیا۔

اس نے کہا: کیا تو مسلمان نہیں ہے؟

الفرید نے مزید غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا، کیا تو مسلمان نہیں ہے؟

اس نے کہا: میں تو مسلمان نہیں ہوں۔

پھر وہ کہنے لگا: کیا تمہارے نبی نے تمہیں یہی اخلاق سکھایا ہے۔ حالانکہ تمہارے نبی نے کسی کو بھی اس انداز میں سخت سست کبھی نہیں کہا۔ تمہارے نابی کے اخلاق جو بیان کیے جاتے ہیں وہ کہاں تلاش کریں۔ میں نے تجھے دیکھا سوچا کہ اس نے اپنی نبی کی سنت مبارکہ رکھی ہوئی ہے سر پہ عمامہ بھی سجا رکھا ہے یہ اپنے نبی کے اخلاق کو بھی اپنائے ہوئے ہوگا اس لیے میں نے تجھے آزمانا چاہا تھا۔

الفقیر القادری نے عرض کیا: میاں صاحب! افسوس کہ اس وقت میری کیا حالت ہوگئی تھی تم نے وہ ملاحظہ کی۔ میرا برا حال ہوگیا تھا آنکھیں باہر آنے لگی تھیں سانس رکنے لگا تھا انتہائی شدید تکلیف ہوئی اس لیے میرے وجود میں تیزی پیدا ہوگئی۔

بہر حال سوچا کہ کاش کہ آج یہ فقیر پر تقصیر اس کی آزمائش پر پورا اتر سکتا تو ممکن ہے وہ مسلمان ہو جاتا اس کی بھی آخرت بن جاتی وہ بھی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

ابن ملجم کو زجر و توبیخ

(۱) اَلَا اَیُّھَا الْمَغْرُوْرُ بِالْقَوْلِ وَالْوَعْدِ وَمَنْ حَالَ عَنْ رُشْدِ الْمَسَالِكِ وَالْقَصْدِ

☆مَغْرُوْرٌ۔ دھوکے میں پڑے ہوئے، مغرور کو مغرور بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ حقیقت کے خلاف دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے☆رُشْد۔ ہدایت☆مَسَالِك۔ راستے

خبردار اے باتوں اور وعدوں میں پڑے ہوئے مغرور انسان! اور اے راہ ہدایت اور اعتدال پسند طریقے سے ہٹے ہوئے انسان۔ یعنی اپنی یہ روش چھوڑ دے یہ اچھا طریقہ نہیں ہے۔ یہ معتدل راستے سے ہٹا ہوا ہے۔

☆......☆......☆

آخری دن کا رجز

(۱) خَلُّوْا سَبِیْلَ الْمُؤْمِنِ الْمُجَاهِدِ فِی اللّٰهِ لَا یَعْبُدُ غَیْرَ الْوَاحِدِ
وَیُوْقِظُ النَّاسَ اِلَی الْمَسَاجِدِ

☆یُوْقِظُ۔ اٹھا کر لے جاتا ہے☆یَعْبُدُ۔ عبادت کرتا ہے☆سَبِیْل۔ راستہ طریقہ

مومن مجاہد جو کہ جہاد کرنے والا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور سوئے ہوئے لوگوں کو جگا جگا کر مسجد کی طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے لاتا ہے۔ اس کے سامنے راستے کا پتھر نہ بن بلکہ اس کا راستہ چھوڑ دے (تاکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر سکون طریقہ سے کرے اور تا حیات لوگوں کو جگا جگا کر مسجد کی طرف عبادت کے لیے لے جاتا ہے اسی طرح تمہارا یہ عمل تمہارے لیے حق تعالیٰ کی رضا کا سبب بن سکے۔)

رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

مصائب پہ صبر

(۱) اَغِضْ عَيْنًا عَلَى الْقَذٰى وَتَصَبَّرْ عَلَى الْاَذٰى

(۲) اِنَّمَا الدَّهْرُ سَاعَةٌ يَقْطَعُ الدَّهْرُ كُلَّ ذَا

☆اَغِضْ۔ بند کر☆یَقْطَعُ۔ وہ ختم کردے گا☆دَهْر۔ زمانہ

(1) اپنی آنکھ میں تنکا گرنے سے اپنی آنکھ کی حفاظت کر اور ہر تکلیف پہ صبر اختیار کر۔

(2) بے شک یہ جو زمانہ ہے محض ایک لحظہ ہے جو ان تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کو ختم کردے گا۔

فائدہ:

اس میں جتنا بھی زندہ رہ جائے آخر مرنا ہے۔ موت کے وقت سابقہ زندگی پہ غور کرنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ چند لمحات کی بات ہے یا چند ایام کی بات ہے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ کل میں چھوٹا سا تھا اور آج رخصتی کا وقت آ پہنچا۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ چند لمحے پہلے اس جہان فانی میں آئے تھے اور اب جا رہے ہیں کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم اب مرتے وقت اپنی اتنا عرصہ گزری ہوئی زندگی کو کیسے محسوس کر رہے ہو کہا یوں کہ ایک مکان کے آمنے سامنے دو دروازے ہیں ایک دروازے سے داخل ہوتے ہیں اسی طرح چلتے ہوئے سامنے والے دوسرے دروازے سے باہر نکل رہے ہیں۔

ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

گزری زندگی ساری ، گزارے پچاس سال
چند لمحوں میں بیت گئے یارو یہ پچاس سال
آیا تھا اس دنیا میں تو سنی تھی اذان
جانے کا وقت آیا تو لوگوں نے پڑھی نماز
سنبھل جا پیارے سنبھل ، وقت یونہی گزرتا جائے
سب کچھ خراب کر بیٹھے گا وقت گزرتا جائے
سب کچھ خراب ہو گا ، مگر ہاتھ کچھ نہ آئے گا
ناکامیوں کے گھیرے میں ہاتھ ملتا رہ جائے گا
ابو احمد اویسی کی یہ صدا ، سن لے سن لے تو ذرا
سنبھل جا میرے دوستا ، اسی میں ہے تیرا بھلا

☆......☆......☆

مناجات

(۱) اَیَامَنْ لَیْسَ لِیْ مِنْکَ الْمُجِیْرُ بِعُفُوِکَ مِنْ عَذَابِکَ اَسْتَجِیْرُ

(۲) اَنَا الْعَبْدُ الْمُقِرُّ بِکُلِّ ذَنْبِہٖ وَاَنْتَ السَّیِّدُ الصَّمَدُ الْغَفُوْرُ

(۳) فَاِنْ عَذَّبْتَنِیْ فَالذَّنْبُ مِنِّیْ وَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ بِہٖ جَدِیْدُ

☆مُجِیْرُ۔ پناہ دینے والا ☆بِعَفُوِکَ۔ تیری بخشش اور معاف کردینے کے بھروسے پر ☆اَسْتَجِیْرُ۔ میں پناہ مانگتا ہوں ☆مُقِرُّ۔ اقرار کرنے والا، اقراری مجرم اعتراف کرنے والا، ماننے والا، تسلیم کرنے والا ☆اَلسَّیِّدُ۔ سردار، مالک ☆صَمَدُ۔ بے نیاز ☆ذَنْبُ مِنِّیْ۔ گناہ مجھ سے ہی ہوئے ☆تَغْفِرْ۔ تو معاف کردے

(1) اے وہ ذات مجھے کوئی بھی تیرے علاوہ پناہ دینے والا نہیں۔اس لیے یا اللہ میں تیری بخشنے والی صفت کاملہ کے بھروسے کے باعث تیرے عذاب سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

(2) (یا اللہ جل جلالہ) میں گنہگار بندہ ہوں اور ہر گناہ کا اعتراف کرتا ہوں۔تو مالک ہے۔تو کسی کا محتاج نہیں تو گناہوں کو بخشنے والا ہے (اس لیے یا اللہ میری تمام خطائیں معاف فرمادے)

(3) پس یا اللہ! اگر تو نے مجھے میری خطاؤں کے باعث مجھے عذاب دیا تو یہ حق ہے کیونکہ وہ خطائیں مجھ سے ہی سرزد ہوئی تھیں اور اگر تو میری خطائیں معاف کردے تو یہی تیری شان مقدس کے لائق ہے۔

☆......☆......☆

حقیقت وجماعیت انسان

(۱) دَوَآءُکَ فِیْکَ وَمَا تَشْعُرُ وَدَآءُکَ مِنْکَ وَمَا تُبْصِرُ

(۲) وَتَحْسَبُ اَنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ وَفِیْکَ انْطَوَی الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ

(۳) وَاَنْتَ الْکِتٰبُ الْمُبِیْنُ الَّذِیْ بِاَحْرُفِہٖ یَظْهَرُ الْمُضْمَرُ

(۴) وَلَا حَاجَةَ لَکَ فِیْ خَارِجٍ یُخَبِّرُ عَنْکَ بِمَا سُطِّرُ

☆مَاتَشْعُرُوْنَ۔ تجھے شعور نہیں، تجھے خبر نہیں، تو نہیں جانتا ☆مُضْمِرُ۔ پوشیدہ ☆سُطِّرُ۔ لکھی ہوئی باتوں ☆دَآءُ۔ بیماری ☆مَاتُبْصِرُ۔ تو نہیں دیکھتا

(1) تیرا علاج تو تیرے پاس ہے مگر تجھے اس کا شعور نہیں ہے نیز تیری بیماری بھی تجھ سے ہی پیدا ہوئی ہے مگر تو حقیقت نہیں دیکھتا۔ یعنی حقیقت تجھے بھائی ہی نہیں دیتی۔

(2) اور تو سمجھتا ہے کہ تو عالم اصغر ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم اکبر تجھ میں لپیٹا ہوا ہے۔ یعنی تجھ سے جدا نہیں ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر۔

(3) اور تو ہی روشن کتاب ہے۔ جس کے حروف سے چھپے ہوئے راز بھی عیاں ہو جاتے ہیں۔

(4) تجھے اپنے آپ سے باہر کی ضروریات نہیں ہے جو کہ تجھے تیرے متعلق لکھی ہوئی باتوں کو تجھے بتائے۔

تفصیلی مطالعہ کے لیے الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی زیر ترتیب کتاب (فیضان منصور حلاج) ملاحظہ فرمائیے۔

علم اور جہل کی حقیقت

(1) اَلْعِلْمُ بِاللّٰہِ جِمَاعُ الشُّکْرِ　　　وَالْجَهْلُ بِاللّٰہِ جِمَاعُ الْکُفْرِ

☆اَلْعِلْمُ بِاللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم ☆کُفْرِ۔ ناشکری، کفر، انکار کرنا، اللہ تعالیٰ کی صفات اور دیگر ضروری عقائد کا انکار کرنا، بے دینی، ضد وغیرہ مگر یہاں ناشکری مراد ہے۔

اور دیگر ضروری عقائد کا انکار کرنا۔ بے دینی، ضد وغیرہ مگر یہاں ناشکری مراد ہے۔

مطلب:

اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دارومدار شکر ہے اور جہالت کا ناشکری ہے۔ (اس لیے شکر کرنا چاہیے اور ناشکری سے بچنا چاہیے)

اس لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کر۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں ان کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی قدر بھی پہچان اور وہ نعمتیں جس وحدہٗ لاشریک نے عطا فرمائی ہیں اس وحدہٗ لاشریک کا شکر بھی ادا کر۔ اور اگر انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ انسان مزید اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو اس طرح حق تعالیٰ کے انعامات میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا حتیٰ کہ نہایت قرب والا مقام حاصل ہوگا دنیا و آخرت میں ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کے انعام ہی انعام ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے ناشکری نہ کر کیونکہ ناشکری اللہ تعالیٰ سے جہالت کا مرکز ہے اللہ تعالیٰ ناشکری کی مرض سے محفوظ فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

غور و فکر کرنے کی فضیلت

(1) اِذَا الْمُشْکِلَاتُ تَصَدَّیْنَ لِیْ　　　کَشَفْتُ غَوَامِضَهَا بِالنَّظَرِ

(۲)	وَاِنْ بَرِقَتْ فِیْ مَخِیْلِ الظُّنُوْنِ	عَمْیَاءَ لَا یَجْتَلِیْهَا الْبَصَرِ
(۳)	مُقَنَّعَةٌ بِغُیُوْبِ الْاُمُوْرِ	وَضَعْتُ عَلَیْهَا صَحِیْحُ الْفِکْرِ
(۴)	مَعِنی اَصْمَعَ کَظُبْیِ الْمُرْهَفَاتِ	اَفْرِیْ بِهٖ عَنْ ثِیَابِ السِّیَرِ
(۵)	لِسَانِیْ کَشَقْشَقَةِ الْاَرْحَبِیِّ	اَوْکَالْحُسَامِ الْیَمَانِ الذَّکَرِ
(۶)	وَقَلْبٌ اِذَا اسْتَنْطَقَتْهُ الْهُمُوْمُ	اَرْبٰی عَلَیْهَا بَوَاهِیَ الدُّرَرِ
(۷)	وَلَسْتُ بِاِمَّعَةٍ فِی الرِّجَالِ	اُسَائِلُ هٰذَا وَذَا مَا الْخَبَرِ
(۸)	وَلٰکِنَّنِیْ مُذَرَّبُ الْاَصْغَرَیْنِ	اَقِیْسُ بِمَا قَدْ مَضٰی مَا غَبَرِ

☆کَشَفْتُ۔ میں کھولتا ہوں، میں حل کرتا ہوں☆غَوَامِضْ۔ مشکلات☆مَخِیْلِ الظُّنُوْن۔ موقع خیالات☆ بغیوب الامور۔ غیبی امور کا نامعلوم باتوں کا☆کَالْحُسَامِ الْیَمَان۔ یمنی تلوار کی مانند☆دُرَر۔ موتی☆اَصْغَرَیْن۔ دو چھوٹے مراد زبان اور دل گویا زبان تیز اور دل ہوشیار☆صحیح الفکر۔ صحیح غور وفکر، تدبر

(1) جب مجھے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو میں ان مشکلات کو غور وفکر سے کھول دیتا ہوں۔یعنی مشکلات دور کر لیتا ہوں یعنی یہ کام اتنا مشکل نہیں بلکہ نہایت آسان کام ہے ہاں البتہ ذرا صبر وتحمل اور ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کا کام ہے۔

(2) اور اگر ایسے خیالات جن کی توقع ہو میں بعض پوشیدہ معاملوں سے واسطہ پڑے جنہیں ظاہری آنکھ دیکھنے سے قاصر ہو۔ بندہ ان امور کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا ہو تو پھر خاص طور پر نہایت سمجھداری کا ثبوت فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

(3) ان پہ مخفی امور کا پردہ پڑا ہوا ہو تو یعنی جو امور آسانی سے سمجھ نہ آسکیں تو ان کے متعلق بڑے تفکر سے کام لیا کرتا ہوں۔انہیں سطحی طور پر نہیں سمجھنے کی کوشش کرتا بلکہ خوب غور وفکر کرتا ہوں۔

(4) ایک جاگتا ہوا دل میرے پہلو میں ہے وہ تیز دھار تلواروں سے بھی زیادہ تیز یعنی ہوشیار ہے۔اسی کے ذریعے میں انسانی فطرت کے پوشیدہ مخفی امور کی بھی حقیقت معلوم کر لیتا ہوں۔

(5) میری زبان مستے ہوئے اونٹ کے بڑبڑانے کی مانند ہے یعنی یہ سمجھے یا نہ سمجھے اپنی مستی نکالتے رہنا چاہتی ہے۔یا میری زبان یمنی یا فولادی تلوار کی مانند ہے۔یعنی بڑی تیز چلتی ہے۔جو چلتے رہنے کو پسند کرتی ہے۔آپ نے یہاں عام آدمی کی حالت بیان فرمائی ہے۔

(6) اور میرا دل مراد ماغ ایسا لاجواب ہے کہ جب بھی مجھے دکھ یا غم کی وجہ سے مجبوراً زبان کھولنی پڑتی ہے تو اس وقت بھی میرا دل ان دکھوں اور غموں کی کھٹن گھڑیوں پر بھی صاف شفاف آبدار موتی بڑھاتا ہے۔اس شعر سے بھی درج بالا شعر کی حقیقت واضح ہوگئی کہ عام لوگوں کی حالت اس شعر میں بیان فرمائی ہے۔

(7) میں لوگوں میں آوارہ گرد نہیں ہوں کہ جو ادھر اُدھر ہر طرف جھک مارتا پھرتا ہے کہ میں اِدھر اُدھر سے پوچھتا پھروں انہیں کیا خبر ہے۔

(8) بلکہ میرا دل بھی ہوشیار ہے اور میری زبان بھی (جن امور میں زبان کی تیزی کی ضرورت ہے انہیں بیان کرنے میں)

ہے یعنی اس میں ذرہ بھی لکنت پیدا نہیں ہوتی اور ماضی کے مطابق مستقبل کو قیاس کر لیا کرتا ہوں۔

☆......☆......☆

جہالت کی مذمت

(۱) وَفِی الْجَھْلِ قَبْلَ الْمَوْتِ مَوْتٌ لِاَھْلِہٖ ۔۔۔ وَاَجْسَادُھُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرٌ

(۲) وَاِنَّ امْرءً لَّمْ یَحْیَ بِالْعِلْمِ مَیِّتٌ ۔۔۔ وَلَیْسَ لَہٗ حَتَّی النُّشُوْرِ نُشُوْرٌ

☆جَھْلِ۔ جہالت، بے علمی، نادانی، ناواقفیت، بے وقوفی، حماقت، بے رحمی، سنگدلی، کفریہ حالت وغیرہ ☆نُشُوْر۔ اٹھنا

(1) جاہل کے لیے اس کی جہالت میں مرنے سے پہلے موت ہے یعنی اس کی جہالت اسے لے ڈوبتی ہے اس جہالت کی بنا پر ہی وہ بار بار مرنے کی سی کیفیات سے گزرتا ہے اسے زندگی گزارنا مشکل رہتا ہے۔ ان کے اجسام قبور میں پہنچنے سے پہلے ہی قبر بن جاتے ہیں۔

(2) اور بے شک جو انسان علم کی حیات سے زندہ نہیں ہوتا وہ مردہ دل ہوتا ہے۔ اس کے لیے تا قیامت اٹھنا یعنی زندہ ہونا ممکن نہیں ہوتا۔

☆......☆......☆

بعض آدمی جانور

(۱) اُبُنَیَّ اِنَّ مِنَ الرِّجَالِ بَھِیْمَۃً ۔۔۔ فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ السَّمِیْعِ الْمُبْصِرِ

(۲) فَطِنٌ بِکُلِّ رَزِیَّۃٍ فِیْ مَالِہٖ ۔۔۔ وَاِذَا اُصِیْبَ بِدِیْنِہٖ لَمْ یَشْعُرِ

☆اُبُنَیَّ۔ اے میرے بیٹے ☆بَھِیْمَۃً۔ جانور ☆فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ۔ انسانی صورت میں ☆سَمِیْع۔ سننے والا ☆فَطِنٌ۔ ہوشیار ☆اُصِیْبُ۔ پہنچے ☆لَمْ یَشْعُرِ۔ انہیں کچھ بھی نہیں ہوتا انہیں کوئی خبر نہیں ہوتی

(1) اے میرے بیٹے! بعض آدمی انسانی شکل وصورت میں سننے اور دیکھنے کے باوجود جانور ہوتے ہیں یعنی حقیقت کی انہیں خبر نہیں ہوتی جیسے کفار محض ظاہری سب کچھ دیکھتے سنتے ہیں مگر حقائق سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے شعور کا بھی یہی حال ہے۔

(2) انہیں جو کوئی مالی مصیبت پہنچے تو وہ بہت ذہین اور فطین ہوتے ہیں۔ مگر جب ان کے دینی امور کے لحاظ سے کوئی حادثہ پیش آ جائے انہیں اس سلسلے میں کوئی شعور نہیں ہوتا۔ جیسے ابوجہل کو ابوالحکم کہا جاتا تھا یعنی دنیوی وظاہری معاملات کے لحاظ

سے اسے انتہائی دانا سمجھا جاتا تھا مگر اصل حقائق سے وہ ساری زندگی کوسوں دور رہا حتیٰ کہ قیامت تک اسے ابوجہل کہا جاتا رہے گا۔

☆......☆......☆

بچپن میں علم وادب سیکھنے کی فضیلت

(۱) حَرِّضْ بَنِیْكَ عَلَے الْاٰدَابِ فِی الصِّغَرِ ... کَیْمَا تَقَرَّ بِهِمْ عَیْنَاكَ فِی الْکِبَرِ

(۲) وَاِنَّمَا مَثَلُ الْاٰدَابِ تَجْمَعُهَا ... فِی عُنْفُوَانِ الصِّبٰی کَالنَّقْشِ

(۳) هِیَ الْکُنُوْزُ الَّتِیْ تَنْمُوْ ذَخَائِرُهَا ... وَلَا یَخَافُ عَلَیْهَا حَادِثُ الْغِیَرِ

(۴) اِنَّ الْاَدِیْبَ اِذَا زَلَّتْ بِهٖ قَدَمٌ ... یَهْوِیْ عَلٰی فُرُشِ الدِّیْبَاجِ وَالسُّرِ

(۵) اَلنَّاسُ اِثْنَانِ ذُوْعِلْمٍ وَّ مُسْتَمِعٌ ... دَاعٍ وَّ سَائِرُهُمْ کَا لِلَّغْوِ وَالْعَکَرِ

☆بَنِیْكَ۔ اپنے بچوں کو☆صغر۔ بچپن☆کِبَر۔ بڑھاپا☆تَقَرَّ بِهِمْ عَیْنَاكَ۔ تمہاری آنکھوں کو قرب حاصل ہو یعنی تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو☆کنوز۔ کنز کی جمع یعنی خزانے☆اَدِیْب۔ صاحب ادب، ادب سکھانے والا، اتالیق، استاد، علم وادب جاننے والا، زبان دان☆زَلَّتْ۔ پھسل جاتا ہے☆کَالنَّقْشِ فِی الْحَجْرِ۔ جیسے پتھر پر نقش☆عَکَرِ۔ تلچھت، وہ چیز جو مائع چیزوں کی تہہ میں بیٹھ جاتی ہے ☆گاد۔ تیل یا شربت کے نیچے بیٹھا ہوا میل

(1) بچپن میں ہی اپنی اولاد کو علم اور آداب سیکھنے کی رغبت دیجیے۔ تاکہ جب تم بڑھاپے میں مبتلا ہو تو ان کے ذریعے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یعنی تمہیں قلبی خوشی حاصل ہو۔ (اولاد مودب ہوگی تمہارا بڑھاپے کا دور سکون سے گزرے گا)

(2) بچپن میں ہی علم اور آداب حاصل کرنا شروع کر دینے کی مثال یوں سمجھئے جیسے پتھر پہ لکیر ہے۔ یعنی بچپن میں علم وآداب جو کچھ سیکھ لیے جائیں وہ پختہ ہوتے ہیں ان میں پختگی ہوتی ہے وہ جلدی بھولتے نہیں۔

(3) آداب ایسے خزانے ہیں کہ ان کے خزانوں میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے ان پہ زمانے کے حادثات تکالیف اور مصائب و آلام کا کوئی خوف نہیں۔

(4) اگر خدانخواستہ کبھی کسی مؤدب کا پاؤں پھسل بھی جائے تو دیباج کے فرش اور تخت پہ گرتا ہے جس کی وجہ سے اسے چوٹ نہیں آتی۔ یعنی وہ سنبھل جاتا ہے اس کے سنبھلنے میں دیر نہیں لگتی اور نہ ہی اس کا سنبھلنا ناممکن ہوتا ہے۔ معاملات خراب ہونے سے پہلے ہی سنبھل جاتا ہے۔

(5) لوگ دو قسم کے ہیں (1) علم والے (2) علم والوں سے سن سن کر علمی امور یاد کرنے والے ان دو قسم کے لوگوں کے علاوہ جو ہیں وہ سب بیکار اور تلچھٹ کی مانند بالکل ہی فضول پھینک دیئے جانے کے لائق یعنی وہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف توجہ

کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

☆......☆......☆

محنت ومشقت کی فضیلت

(۱) لَایَبْلُغُ الْمَرْءُ بِالْاَحْجَامِ هِمَّتَهٗ — حَتّٰی یُوَاصِلَهَا مِنْهُ بِتَعْذِیْرِ

(۲) حَتّٰی یُوَاصِلَ فِیْ اَفْنَانِ مَطْلَبِهٖ — غَوْرًا بِنَجْدٍ وَّاَعْتَابًا بِتَعْذِیْرِ

(۳) خَاطِرْ بِنَفْسِكَ لَا تَقْعُدْ بِمَعْجِزَةٍ — فَلَیْسَ حُرٌّ عَلٰی عَجْزٍ بِمَعْذُوْرٍ

(۴) اِنْ لَّمْ تَنَلْ فِیْ مَقَامٍ مَّا تُحَاوِلُهٗ — فَابْلِ عُذْرًا بِاِدْلَاجٍ وَّتَهْجِیْرٍ

☆لَا یَبْلُغُ۔ نہیں پاتا،نہیں حاصل کرسکتا☆تَعْزِیْر۔ سیاست،سزا،تنبیہ کرنا،سرزنش کرنا☆لَاتَقْعُدْ۔ تو نہ بیٹھ☆ بِمَعْجِزَةٍ۔ عاجز سمجھ کر☆حُرٌّ۔ آزاد☆لَمْ تَنَلْ۔ نہ حاصل کرسکو

(1) پست ہمتی دکھا کر پیچھے ہٹنے والا انسان اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتا حتیٰ کہ اپنی ذات کو ہلاکت میں نہ ڈال دے یعنی اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے بعض اوقات جان بھی داؤ پہ لگا دینی پڑتی ہے۔اسی لیے کیا خوب کسی نے بیان فرمایا ہے کہ ہمت مرداں مدد خدا، جب انسان اپنی پوری کوشش کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔

(2) حتیٰ کہ اپنے بعض مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جھکائی کو بلندی سے ملا دے اور مخلوق کی خوشی اور سزا کو ایک کر دے۔یعنی پوری کوشش کرے۔کسی قسم کی اونچ نیچ نہ دیکھے۔

(3) اپنی ذات کو خطرے میں ڈال کر اور اپنے آپ کو بے بس اور مجبور ولاچار سمجھ کر بیٹھ نہ جا کیونکہ آزاد انسان کے لیے بے بسی اور لاچاری کوئی عذر نہیں۔غالباً علامہ اقبال نے کا خوب فرمایا ہے کہ

باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب — یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

(4) اگر خدانخواستہ کسی وقت اپنا مطلب بعض مجبوریوں کی وجہ سے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکو تو پھر رات کے وقت اور دوپہر کو چل کر اپنا عذر ظاہر کرو۔یعنی ہمت نہ ہارو کیونکہ ہمت کا ہارنا کہیں کا نہ چھوڑے گا بلکہ اس ناکامی کے اسباب پہ غور کر۔ٹھنڈے دل سے غور کیجیے کہ اس ناکامی کے اسباب کیا ہیں۔اس طرح نتیجہ کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کر لے آئندہ کے لیے ان ناکامی کے اسباب کیا ہیں۔اس طرح نتیجہ کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کر کے آئندہ کے لیے ان ناکامی کے اسباب کو قریب بھی نہ پھٹکنے دے تا کہ ایک ہی سوراخ سے متعدد دفعہ ڈسا نہ جائے۔

☆......☆......☆

جنگ صفین میں اشعث بن قیس سے خطاب

(۱) اِصْبِرْ عَلٰی تَعَبِ الْاِدْلَاجِ وَالسَّهَرِ — وَبِالرَّوَاحِ عَلٰی الْحَاجَاتِ وَالْبُكَرِ

(۲) تَضْجَرَنَّ وَلَا يُعْجِزْكَ مَطْلَبُهَا — فَالنُّجْحُ يَتْلَفُ بَيْنَ الْعَجْزِ وَالضَّجَرِ

(۳) اِنِّيْ وَجَدْتُ وَفِي الْاَيَّامِ تَجْرِبَةٌ — لِلصَّبْرِ عَاقِبَةٌ مَحْمُوْدَةُ الْاَثَرِ

(۴) وَقَلَّ مَنْ جَدَّ فِيْ اَمْرٍ يُطَالِبُهٗ — فَاسْتَصْحَبَ الصَّبْرَ اِلَّا فَازَ بِالظَّفَرِ

☆اِصْبِرْ۔ صبر کر☆تَعَبْ۔ تکلیف، مصیبت☆قَلَّ۔ بہت کم☆فَازَ۔ کامیاب ہوا☆لَا تَضْجَرَنَّ۔ نہ گھبراؤ☆ لَا يُعْجِزْكَ۔ نہ تجھے عاجز کردے☆وَجَدْتُّ۔ میں پاتا ہوں، مجھے معلوم ہوا ہے، میں نے حاصل کیے ہیں☆مَحْمُوْدَةُ الْاَثَرِ۔ بہتر اثر☆يتلف۔ فوت ہوجاتی ہے☆بِالظَّفَرِ۔ فتح مندی کے ساتھ، نصرت کے ساتھ، فتح کے ساتھ، جیت کے ساتھ

(1) رات کے وقت سفر کرنے اور بیداری کی تکلیف پہ صبر اختیار کرو اور ضرورت کی بنا پر صبح اور شام چلنے کی تکلیف کرتے ہوئے سہہ جاؤ یعنی بے صبری کا مظاہرہ نہ کرو، کہیں بے صبری کا مظاہرہ تجھے ناکامیوں کے اندھے کنویں میں نہ دھکیل دے۔

(2) اس سلسلے میں گھبرانا نہیں کیونکہ تجھے اس کا حاصل کرنا عاجز نہیں کردے گا۔ کیونکہ بے بسی اور گھبراہٹ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کامیابی ختم ہوجاتی ہے۔ بے بسی اور گھبراہٹ میں مبتلا ہونے والا انسان مایوس ہوجاتا ہے اور مایوسی گناہ ہے۔ مایوسی ناکامی کی پہلی سیڑھی ہے۔

(3) بے شک زمانے میں تجربات کے ذریعے یہ حقیقت معلوم ہوئی ہے کہ واسطے صبر کے نتیجہ ایسا حاصل ہوتا ہے جس کا اثر بہترین ہوتا ہے کیونکہ واللہ مع الصبرین اور جسے معیت حق حاصل ہوجاتی ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا جسے معیت حق حاصل ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔

(4) بہت ہی قلیل ایسے ہوا کہ اگر کسی نے کسی کام کے حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی ہو اور اس سلسلے میں مشکلات دیکھ کر صبر کا دامن نہ چھوڑا ہو اور پھر وہ کامیابی حاصل نہ کرسکا ہو۔ اکثر کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

تدبیر اور تقدیر کا بیان

(۱) اِصْبِرْ قَلِيْلًا فَبَعْدَ الْعُسْرِ تَيْسِيْرٌ — وَكُلُّ اَمْرٍ لَّهٗ وَقْتٌ وَّتَدْبِيْرٌ

(۲) وَلِلْمُهَيْمِنِ فِيْ حَالاَتِنَا نَظَرٌ وَفَوْقَ تَدْبِيْرِنَا لِلّٰهِ تَقْدِيْرٌ

(1) تھوڑا سا صبر اختیار کیجیے کیونکہ سختی کے بعد آسانی ہوتی ہے اور ہر کام کے لیے وقت بھی اور تدبر بھی ہے۔

فائدہ:

تکالیف اور مصائب و آلام سے گھبرا نہیں کیونکہ ہر سختی کے بعد آسانی ہوتی ہے سختی کی انتہائی ختم ہو جائے گی آسانی میسر آئے گی اس لیے وقت میسر ہے اور مناسب تدبیر کیے رکھ۔

(2) اور ہمارے حالات پہ ہمارے نگہبان اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اور ہماری ہر تدبیر کے اوپر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تقدیر ہے۔ اس لیے حالات کی مجبوریاں تجھے اللہ تعالیٰ سے مایوس نہ کر دیں۔ کیونکہ ہر تدبیر کے اوپر قادر مطلق کی تقدیر ہے۔

حدیث شریف:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے ہیں اور سچی خبریں آپ کو دی گئی ہیں۔ ہم سے بیان فرمایا۔ بے شک تم میں سے ایک کا مادہ پیدائش اس کی ماں کے شکم میں رکھا جاتا ہے چالیس دن تک نطفے کی شکل میں پھر اس کے بعد چالیس دن تک جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے اس کے بعد چالیس روز تک گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے چار باتیں لکھنے کے لیے چنانچہ وہ اس کا عمل لکھتا ہے۔ اس کی مدت زندگی لکھتا ہے اس کا رزق لکھتا ہے اور یہ بات لکھتا ہے کہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کہ تم میں سے ایک شخص اہل جنت والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر نوشتہ تقدیر غالب آتا ہے تو اہل دوزخ والے عمل میں مصروف ہو جاتا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے اور تم میں سے ایک آدمی اہل دوزخ کے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر نوشتہ تقدیر غالب آ جاتا ہے تو وہ جنتیوں والا عمل شروع کر دیتا ہے اور جنت میں جاتا ہے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الایمان بالقدر حدیث نمبر 75)

شیخ محقق کا بیان:

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے نوشتہ تقدیر ترک عمل کا باعث نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حق ربوبیت کے تحت اور بندوں کی عبودیت کی بنا پر امر و نہی کا حکم صادر فرمایا لہٰذا امر و نہی کے مطابق عمل بجا لانا ضروری ہے۔ اور عمل کو سعادت و شقاوت کی علامت بنایا ہے اور یہ بھی قضا و قدر میں داخل ہے اور ہر شخص کے لیے جو عمل مقدر کیا ہے وہ اسے کرے گا اور جس کے لیے یہ مقدر کیا ہے کہ فلاں کام نہ کرے گا تو وہ کام نہ کرے گا اور ثواب و عتاب تو اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے جو وہ اپنی ملک میں کرنے کا مجاز ہے۔ بہر صورت تمہارا یہ کہنا کہ جب قضا و قدر برحق ہے تو ہم عمل کس کے لیے کریں درست نہیں۔ (اشعتہ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص 335)

دوسری حدیث مبارکہ:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَامُقَلِّبَ

الْقُلُوْبَ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَیْنَا قَالَ نَعَمْ۔ اِنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ اَصْبَعَیْنِ من اَصَابِعِ اللّٰهِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَاءُ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الایمان والقدر حدیث نمبر 94)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگتے تھے۔

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبَ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ

اے دلوں کو پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر مضبوط کر دے۔

میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر ایمان لائے اور اس دین پر ایمان لائے جو آپ لے کر آئے ہیں کیا آپ کو ہمارے متعلق ڈر ہے۔ فرمایا: ہاں...... بے شک تمام دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہیں جس طرح چاہتا ہے انہیں پھرتا ہے۔

فائدہ:

بظاہر حضور علیہ السلام نے دل کی اضافت اپنی ذات شریف کی طرف کی مگر حقیقت میں یہ دعا امت کے لیے ہے کہ آپ تو مامون العاقبۃ اور محفوظ القلب ہیں۔ اسی طرح تمام دعاؤں میں اشارہ و کنایہ کے طریقہ پر امت کو تعلیم و تلقین مقصود ہے۔

(اشعۃ اللمعات شریف اردو ترجمہ ج اول ص 364)

فائدہ:

اس مسئلہ کے متعلق تفصیلی مطالعہ کے لیے مجدد ملت فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف کا مطالعہ فرمائیے۔ (بشریہ مصطفیٰ للتعلیم الامۃ)

مسائل تقدیر و تدبیر کے متعلق اہم اصول:

حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی سنی حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آ سکتے ان میں غور و فکر کرنا سبب ہلاکت ہے صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے ماوشما کس گنتی میں اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مواخذہ ہے اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔

مسئلہ:

برے کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیت الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے منجاب اللہ کہے اور جو برائی سرزد ہو اس کو شامت اعمال تصور کرے۔ (بہار شریعت جلد اول حصہ اول ص 6)

دنیا میں دکھ اور سکھ اکٹھے ہیں

(۱) اِنَّ عَضَّكَ الدُّهْرُ فَانْتَظِرْ فَرَجًا — فَـاِنَّـهٗ نَـازِلٌ بِـمُـنْـتَـظِـرِهٖ

(۲) اَوْمَسَّكَ الضُّرُّ وَابْتُلِيْتَ بِهٖ — فَاصْبِرْ فَاِنَّ الرَّخَآءَ فِيْ اَثَرِهٖ

(۳) رُبَّ مُعَـافًا شَكٰـى بِعِلَّتِـهٖ — وَمُشْتَكٍ مَّـا يَنَـامُ مِنْ سَهْـرِهٖ

(۴) كُمْ مِّنْ مُّعَـانٍ عَلٰـى تَهَوُّرِهٖ — وَمُبْتَلىً مَّـا يَنَـامُ مِنْ حَذْرِهٖ

☆فَانْتَظِرْ۔ پس تو انتظار کر☆فَرَجًا۔ کشادگی☆مَسَّكَ۔ تجھے پہنچے☆ضُرٌّ۔ دکھ، تکلیف☆عِلَّتٌ۔ بیماری☆مُبْتَلىً۔ مبتلا، پھنسا ہوا، الجھا ہوا☆فَارِحٌ۔ خوش ہونے والا☆مَايَنَامُ۔ نہ سوئے☆سَهْرٌ۔ بے خوابی کی مرض☆نَالَ۔ پالے گا☆كَدِرٌ۔ گدلا☆صَحِبَ الدَّهْرَ۔ زمانے کی صحبت اختیار کرے

(1) تجھ پہ اگر زمانے نے دانت لگائے ہوئے ہیں تو گھبرا نہ جانا بلکہ وسعت کا انتظار کر کیونکہ وسعت خود انتظار کرنے والے کے پاس چل کر آتی ہے۔ تمام گردشیں خود بخود ہی ختم ہو جاتی ہیں۔

(2) تمہیں تکلیف پہنچے یا تم کسی تکلیف میں گرفتار ہو جاؤ تو صبر اختیار کیجیے کیونکہ اس کے بعد کشادگی ہے۔ اس طرح وہ تکلیف خود بخود ہی ختم ہو جائے گی۔ اس تکلیف سے نجات حاصل ہوگی۔

(3) بے شمار تندرست بیمار ہو گئے اور بیمار بے خوابی کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے سو نہیں سکے۔ اس لیے ایسے مسائل، تکالیف اور بیماریوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

(4) کئی دلیر ہونے کے باوجود تکالیف اٹھانے والے لوگوں کو تکلیف میں گرفتار ڈر کی وجہ سے نہ سوئے۔

(5) اور رات کے پہلے حصے میں خوشی کا اظہار کرنے والے کئی لوگوں کو رات کے پچھلے پہر اچانک مصیبت پہنچی۔

(6) جو شخص بھی زمانے سے میل جول رکھے گا وہ اس کی برائی بیان کرے گا اور اس کا صاف ستھرا ہونا اور گدلا پن سب کچھ پالے گا۔

اچھے بھلے ہنستے مسکراتے مصیبت میں مبتلا ہو گئے ان کی حالت اچانک ہی بدل گئی جیسے آج کل ہمارے وطن عزیز پاکستان پہ دہشت گردی کے بادل منڈلا رہے ہیں کسی کو بھی کسی لمحے سکون نہیں اگر کسی پہ خوشی چند لمحات کے لیے مہربان ہو گئی تو لمحوں میں بم دھماکوں کے ہنستے مسکراتے چہروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ جہاں خاموشیوں کے ترانے بج رہے تھے اچانک چیخ و پکار نے آسمان

اٹھالیا جیسے کل مورخہ 2 جولائی 2010ء کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار مقدس پہ دہشت گردوں نے دہشت گردی کی مگر یاد رہے جو آج کسی کو رلانے میں مصروف ہے انشاء اللہ کل اسے بھی کوئی آنسو پونچھنے والا نہ ملے گا۔ اس قانونِ فطرت کا انشاء اللہ سامنا کرنا ہی پڑے گا آج نہیں تو کل بھی قیامت کا دن دور نہیں کہ جس دن قادر مطلق کے سامنے حاضری ہوگی آج کل کے تمام وسائل سے تہی دامن حاصل نہ کر سکے گا ایسے ظالموں کو جب اپنی جزا ملے گی تو انشاء اللہ انہیں کوئی بھی حمایتی نہ مل جائے۔

☆......☆......☆

دنیا اور دنیوی ساز وسامان کی حقیقت

(۱) يَاطَالِبَ الصَّفْوِ فِي الدُّنْيَا بِلَا كَدِرٍ — طَلَبْتَ مَعْدُوْمَةً فَائِيَسْ مِنَ الظَّفَرِ

(۲) وَاعْلَمْ بِأَنَّكَ مَا عُمِّرْتَ مُؤْتَمَنٌ — بِالْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَالْمَيْسُوْرِ وَالْعُسْرِ

(۳) اَنّٰى تَنَالُهَا نَفْعًا بِلَا ضَرَرٍ — وَاِنَّهَا خُلِقَتْ لِلنَّفْعِ وَالضَّرَرِ

(۴) فِي الْإِقْدَامِ مَكْرُمَةٌ — وَمَنْ يَّفِرُّ فَلَنْ يَّنْجُوْ مِنَ الْعَدَرِ

(1) اے گدلے پن کے بغیر دنیا جہان میں صفائی چاہنے والے انسان تو نے ایک ایسی چیز کو تلاش کرنا چاہا ایک حیثیت سے دیکھے تو وہ چیز دنیا میں ہے ہی نہیں پس پھر بھی تو اس کے حاصل کرنے کی کامیابی سے شکستہ نہ ہو ہمت و جرات سے کام لے ممکن ہے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔

(2) اور جان لے کہ تیری ساری زندگی خیر اور شر، آسانی اور تنگی سے آزمائش میں ڈال دی گئی ہے اس لیے تجھے تنگیوں کے وقت گھبرانا نہیں چاہیے گھبرانا اور پریشانی تجھے مزید ناکامیوں کے اندھے کنویں میں گرا دے گی۔ اس سے بچنے کا واحد حل یہی ہے کہ تو ہمت و جرات سے کام لے زندگی میں خیر و شر آسانیاں اور تنگیاں آتی ہی رہتی ہیں۔ بلکہ سچ پوچھیے تو زندگی میں حسن بھی اسی میں ہے کہ کبھی تنگی کبھی آسانی کبھی دکھ کبھی سکھ، کبھی خوشی کبھی غم۔ ان متضاد چیزوں کے واسطہ پڑنے میں ہی زندگی کی رنگارنگی میں ہی دلچسپی ہے ورنہ انسان ہمت سے عاری ہو جائے۔ یکسانیت انسان کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور نقصان دہ ہے۔ پانی ایک ہی جگہ کھڑا رہے تو اس میں بھی بدبو پھیل جاتی ہے۔ اس طرح ایک ہی جگہ کھڑا کھڑا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی پینے کے لیے ہاتھ میں لے تو اس کی بدبو سے جی متلانے لگتا ہے انسان کی طبیعت محض سونگھنے سے ہی خراب ہو جاتی ہے۔ یہی حال انسان کا ہے کہ یکسانیت کا شکار انسان تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

(3) اس لیے تم اس دنیا میں نقصان اٹھائے بغیر ہی نفع کیسے حاصل کر سکتے ہو؟ (یعنی نقصان اٹھائے بغیر نفع نہیں حاصل کر سکتے) اور بے شک زندگی تو نفع و نقصان دونوں کے لیے ہی پیدا کی گئی اس لیے اس کا سامنا تو کرنا پڑے گا۔

(4) پس یاد رکھ بزدلی اختیار کرنے میں ذلت و رسوائی ہے جبکہ نہ ڈرتے ہوئے آگے بڑھنے میں عزت و احترام ہے۔ جو شخص

مارے خوف کے بھاگ جائے وہ تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔

دکھی کو اللہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے

(۱) عَسٰی مَنْهَلٌ یَصْفُوْا فَیُرْوِیْ ظَمِیْئَةً ۔۔۔ اَطَالَ صَدَاهَا الْمَهَلُ الْمُتَكَدِّرُ
(۲) عَسٰی بِالْجُنُوْبِ الْعَارِیَاتِ سَتُكْتَسٰی ۔۔۔ وَبِالْمُسْتَذِلِّ الْمُسْتَضَامِ سَیُنْصَرُ
(۳) عَسٰی جَابِرُ الْعَظْمِ الْكَسِیْرِ بِلُطْفِهٖ ۔۔۔ سَیَرْتَاحُ لِلْعَظْمِ الْكَسِیْرِ فَیُجْبَرُ
(۴) عَسَی اللّٰهُ لَا تَیْاَسْ مِنَ اللّٰهِ اِنَّهٗ ۔۔۔ یَسِیْرُ عَلَیْهِ مَا یَعِزُّ وَیَعْسِرُ

☆مُنْهَلُ الْمُتَكَدِّرُ۔ گدلا چشمہ☆جُنُوْب۔ پہلوؤں☆عَارِیَات۔ ننگے☆مُسْتَذِلِّ الْمُسْتَضَامِ۔ ذلت میں مبتلا مظلوم کی☆سَیُنْصَرُ۔ عنقریب مدد ہوگی

(1) (دکھی انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ) پیاس کے مارے کو جلد ہی صاف وشفاف چشمہ سیراب کر کے تر و تازہ کر دے گا جبکہ میلا پانی پیاس میں اضافہ کرتا ہے۔

(2) جلد ہی ننگے پہلوؤں والے انسان یعنی جسے لباس میسر نہیں اسے جلد ہی جسم کے جو حصے چھپانا فرض ہیں انہیں چھپانے کے لیے لباس مہیا ہوگا۔اور اسی طرح ذلیل وخوار مظلوم انسان کی عنقریب مدد ہوگی۔

(3) جلد ہی اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے خاص لطف و کرم سے شکستہ ہڈی کو جوڑنے والا بڑی اور شکستہ ہڈی کو تندرست کر دے گا عنقریب وہ ہڈی ٹھیک ہو جائے گی۔

(4) اے انسان! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ بہت جلد وہ تمام مشکلات تم پہ آسان فرمادے گا۔

فائدہ:

اس لیے دکھی انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے مایوسی گناہ ہے مایوسی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی ہاں اگر مایوس ہونے کی بجائے ہمت سے کام لیتے ہوئے جدو جہد جاری رکھی جائے تو اللہ تعالیٰ تمام مسائل سے نجات عطا فرماتا ہے۔

نہ ڈر منزل کی دوری سے قدم آگے بڑھاتا جا

☆......☆......☆

دنیا میں کوئی تکلیف دائمی نہیں

(۱) لَئِنْ سَآءَنِیْ دَهْرٌ عَزَمْتُ تَصَبُّرًا ۔۔۔ فَكُلُّ بَلَآءٍ لَّا یَدُوْمُ یَسِیْرٌ

(۲) وَاِنْ سَرَّنِیْ لَمْ اَبْتَهِجْ بِسُرُوْرِهٖ فَـكُـلُّ سُـرُوْرٍ لَّا يَـدُوْمُ حَـقِـيْـرٌ

☆عَزَمْتُ۔ میں نے عزم کرلیا ہے☆سَآءَنِیْ۔ مجھے رنج دے، مجھے دکھ تکلیف دے☆لَا يَدُوْمُ۔ وہ دائمی نہیں

(1) اگر زمانہ مجھے دکھوں میں مبتلا کردے تو میں نے بھی صبر کا پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ کیونکہ جو مصیبت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہوتی اس کا مقابلہ کرنا آسان ہوتا ہے کیونکہ ایک نہ ایک دن اس نے ختم ہو جانا ہوتا ہے۔

(2) اور اگر زمانہ مجھے خوشیوں سے نوازے تو میں اس وجہ سے خوشیوں کا اظہار کرتا اور خوش وخرم ہو کر اٹھلاتا نہیں پھرتا کیونکہ جو خوشی ومسرت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہوتی وہ حقیر ہوتی ہے۔ (حقیر سی چیز پہ خوش ہونے کا کیا فائدہ)

☆......☆......☆

تنگی کے وقت صبر اور کشادگی میں شکر اختیار

(۱) لَئِنْ سَآءَنِیْ دَهْرٌ فَقَدْ سَرَّنِیْ دَهْرٌ وَاِنْ مَسَّنِیْ عُسْرٌ فَقَدْ مَسَّنِیْ يُسْرٌ

(۲) لِـكُـلٍّ مِّنَ الْاَيَّـامِ عِـنْـدِیْ عَـادَةٌ فَاِنْ سَآءَنِیْ صَبْرٌ وَاِنْ سَرَّنِیْ شُكْرٌ

☆مَسَّنِیْ عُسْرٌ۔ میں سختی میں مبتلا ہوا☆عِنْدِیْ عَادَةٌ۔ میں عادی ہوں

(1) اگر زمانے نے مجھے دکھوں میں مبتلا کیا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ اسی زمانے نے مجھے خوشیوں سے نہال بھی تو کیا ہے اور اگر میں اب بھی تنگی میں مبتلا ہوا ہوں تو پھر کیا ہوا تحقیق پہلے آسانی کے نظارے بھی تو ملاحظہ کر چکا ہوں۔

(2) پس زمانے کی (طرف سے آنے والی) دونوں حالتیں دیکھ دیکھ کر اب تو میری عادت سی بن گئی ہے۔ جب زمانہ نے مجھے تکلیف دی میں صبر اختیار کر لیتا ہوں اور جب زمانے نے مجھے خوش کیا تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں پس میری حیات مستعار کے لمحات اسی طرح گزرتے رہتے ہیں۔ دکھوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہونے پر میں زمانے کی تکلیفوں کو بیان نہیں کرتا زمانے کی تکلیفوں کا رونا نہیں روتا۔ کیونکہ اس کا فائدہ نہیں۔ بلکہ الٹا تکلیف میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اس لیے جیسے بھی حالات کا سامنا ہوتا ہے۔

ویسے حالات سے نپٹنے کا عادی ہو چکا ہوں۔ دکھوں اور تکلیفوں کی وجہ سے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا تو وہ دکھ اور تکالیف جو جیسے بھی ہوں تو میرے لیے بے ضرر سے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے اتنی خاص مصیبت، دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ جب دکھوں یا تکلیفوں کا شکار ہوا ہوں تو صبر کرتا ہوں۔ صبر کرنا ہی میرے لیے تکلیف سے نجات کا باعث بن جاتا ہے چونکہ یہ دکھ اور تکلیف بھی اپنے آپ ہی نہیں آدھمکتے بلکہ محبوب حقیقی وحدہٗ لاشریک کے حکم سے آتے ہیں وحدہٗ لاشریک کی طرف سے آمدہ تحفہ سمجھ کر قبول کر لیتا ہوں۔ یہی طریقہ اکثر بزرگان دین اولیاء اکرام کا رہا ہے۔

درود بلا عشاق کی غذا:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: اس راہ (مجاہدہ) میں عشاق نے دکھ، درد اور مصیبت کو اپنی غذا بنایا ہے جس دن ان پہ کوئی مصیبت، دکھ، درد یا بلا نہیں آتی تو وہ اپنا ماتم سمجھتے ہیں کہ آج ہم کو ہمارے دوست (اللہ تعالیٰ) نے یاد نہیں کیا۔ (حیات الفرید ص 241 اسرار الاولیاء فصل 22 ہشت بہشت)

بیماری صحت ایمان کی علامت:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں موجود تھا کہ سلطان شمس الدین نے اپنا وزیر اس لیے بھیجا کہ آپ سے بادشاہ کی صحت کے لیے دعا کروائے۔ جب وزیر نے بادشاہ کی صحت کے لیے آپ سے التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ دہلی کے بادشاہ کے لیے خلوص نیت سے فاتحہ پڑھو۔ تمام حاضرین مجلس نے فاتحہ شریف پڑھی تو آپ نے وزیر کو اشارہ فرمایا کہ جاؤ بادشاہ ٹھیک ہو گیا ہے لیکن بیماری تو ایمان کے صحیح ہونے کی نشانی ہے اس کی وجہ سے بندہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

(اسرار الاولیاء فصل 22۔ ہشت بہشت حیات الفرید 240)

حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل مبارک:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: جب حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ بخار، درد (یا) کسی اور مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تو اس دن بطور شکرانہ ہزار نوافل ادا کرتے۔

(اسرار الاولیاء فصل 22 ہشت بہشت حیات الفرید ص 240)

فائدہ:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ آپ کا کچھ کلام اور آپ کے ملفوظات خصوصاً بہشتی دروازہ اور نعرہ چشتیہ (اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید) کے متعلق خاص مضامین حیات الفرید میں بیان کیے گئے ہیں نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے 12 ربیع الاول کے متعلق تقریباً 30 حوالہ جات بیان کیے گئے ہیں نیز حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کی بہترین شرح ہماری تصنیف لطیف فیضان الفرید میں ملاحظہ فرمائیے خصوصاً موئی نُٹھا موت تھیں کے متعلق بڑی نفیس بحث لکھی ہے۔

☆......☆......☆

استغناء سبب اطمینان

(۱) غِنَى النَّفْسِ يَكْفِي النَّفْسَ حَتّٰى يَكُفَّهَا ۔۔۔ وَاِنْ اَعْسَرَتْ حَتّٰى يَضُرَّبِهَا الْفَقْرُ

(۲) فَمَا عُسْرَةٌ فَاصْبِرْ لَهَا اِنْ لَقِيْتَهَا بِدَآئِمَةٍ حَتّٰى يَكُوْنَ لَهَا يُسْرٌ

☆غَنِی۔ بے نیازی ☆یَکْفِیْ۔ اسے کافی ہے☆عُسْرَۃٌ۔ تکلیف☆اِنْ لَقِیْتَھَا۔ اگر اس سے ملاقات ہو یعنی پہنچے

(1) نفس کا غنا کافی ہے کیونکہ نفس کا غنا مانگنے سے روکتا۔ خواہ جتنا بھی تنگی میں مبتلا ہو جائے اور فقر و فاقہ اسے جتنی بھی تکلیف دے۔ یعنی وہ غنیٰ کے حاصل ہونے کی وجہ سے جیسے بھی حالات سے دوچار ہو کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا۔

(2) پس (یاد رکھو) کوئی بھی تنگی ترشی دائمی نہیں یعنی (ایک نہ ایک دن اس نے ختم ہو ہی جانا ہے) اس لیے اگر تجھے تکلیف کا سامنا کرنا پڑ جائے تو صبر اختیار کر حتیٰ کہ وہ تنگی ختم ہو جائے گی اور آسانی میسر آئے گی۔

☆......☆......☆

مقام رضا پہ قائم رہ

(۱) وَهَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنَّ الْاُمُوْرَ بِكَفِّ الْاِلٰهِ مَقَادِيْرُهَا

(۲) فَلَيْسَ بِاٰتِيْكَ مَنْهِيُّهَا وَلَا قَاصِرٌ عَنْكَ مَامُوْرُهَا

☆بِکَفِّ۔ ہاتھ میں☆مَنْھِیُّھَا۔ جسے روک دیا

(1) سخت راستہ اختیار نہ کر کیونکہ انسانوں کے مقدر میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے دست انور میں ہے۔

(2) پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس آنے سے روک دیا ہے وہ تیرے پاس ہرگز نہیں پہنچ سکتا یعنی خواہ جتنی مرضی محنت کر لے وہ تو حاصل نہیں کر سکتا بعینہٖ جس معاملے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے۔ وہ تیرے حیلے اور جتن سے رک نہیں سکتا۔ وہ ہر حال میں تجھے پہنچے گا (اس لیے کہ **اللہ علی کل شیء قدیر**)

فائدہ:

تیرے ذمے اعمال خیر کا اختیار کرنا ہے تجھے چاہیے کہ اس سلسلے میں ہر ممکن ایسا طریقہ اختیار کر کہ جس سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ راضی ہو جائے اور ہر اس فعل بد سے بچنے کی سعی کر جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ نتیجہ حق تعالیٰ پہ چھوڑ دے۔ اسی طرح روزی وغیرہ کے حصول کے لیے بھی شرعی اصول و قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے سعی کیجیے۔ محض دولت کے حصول کے ذریعے جائز اور ناجائز ذرائع اختیار نہ کر محض جائز ذرائع اختیار کر اس طرح سے تجھے جو کچھ ملنا ہے ہر حال میں حاصل ہو جائے گا اور جو کچھ تیرے نصیب میں نہیں اس سلسلے میں جیسے بھی ذرائع اختیار کر لے گا تجھے حاصل کچھ بھی نہ ہو سکے گا سوائے اس کے کہ جو تیرے نصیب میں ہے۔

☆......☆......☆

موت سے بھاگنا غلطی ہے

(۱) اَیَّ یَوْمَیَّ مِنَ الْمَوْتِ اَفِرُّ ۔۔۔ یَوْمَ مَاقُدِّرَاَوْیَوْمَ قَدْ قُدِرْ

(۲) یَوْمَ مَاقُدِّرَ لَمْ اَخْشَ الرَّدٰی ۔۔۔ وَاِذْ قُدِّرَ لَمْ یُغْنِ الْحَذَرْ

☆اَفِرُّ۔ میں بھاگوں ☆یَوْمَ مَاقُدِّرَ۔ جس دن، مقدر نہیں یعنی جس دن موت مقدر نہیں ☆لَمْ اَخْشَ۔ میں نہیں ڈرتا ☆حَذَرْ۔ خوف

مجھے جو دو دن میسر ہیں ان میں سے کس دن موت سے فرار ہو جاؤں جس دن میرے مقدر میں موت نہیں یا جس دن موت میرے مقدر میں ہے کیونکہ جس دن موت میرے مقدر میں نہیں اس دن موت سے بھاگنے کا کیا مطلب؟ اس دن تو موت نے آنا ہی نہیں۔ اس دن تو خواہ مخواہ ہی اپنے آپ کو ذلت اور دکھوں میں مبتلا کرنا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی عقلمندی ہے۔ یا اس دن بھاگنے کی سعی لاحاصل کروں جس دن موت نے وارد ہو جانا ہے۔ اس دن موت سے بچ نہیں سکتا۔ جہاں بھی ہوں گا موت نے آ دبوچنا ہے۔ اس لیے راہ فرار حاصل کر نہیں کر سکتا۔

پس اس لیے انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہوئے زندگی گزار اور بے غم ہو جا کیونکہ جس دن وحدہٗ لاشریک کی طرف سے موت آنی ہے اس دن تیرا راہ فرار اختیار کرنا کچھ کام نہ آ سکے گا۔ بلکہ سر تسلیم خم کر دے اسی میں اطاعت ہے اور اطاعت باعث اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے حصول کا سبب ہے۔ (۲) بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے شعر میں یہی حقیقت واضح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ جس دن موت مقدر میں نہیں میں ہلاکت سے ہرگز نہیں ڈرتا (کیونکہ اس دن ہلاکت کے خوف میں مبتلا ہونے کا کوئی فائدہ نہیں) اور جب موت آنا مقدر میں لکھ دیا یعنی جس دن یا جس لمحے موت نے آنا ہے اسی دن اور لمحے ہی موت نے آنا ہے پھر اس دن یا گھڑی موت کے خوف میں مبتلا ہونا ہرگز مفید نہیں۔ اس لیے ایسے وقت موت سے کیا ڈرنا۔

☆......☆......☆

اصولِ قضاء وقدر

(۱) وَمَآ اَثَرَ التَّقْصِیْرَ اِلَّا مُقَصِّرٌ ۔۔۔ رَاٰی نَفْسَهٗ حَلَّتْ مَحَلَّ الْمُقَصِّرِ

(۲) وَکُلُّ امْرِءٍ یَّاْتِیْ بِمَا هُوَا اَهْلُهٗ ۔۔۔ فَاَهْلٌ لِّمَعْرُوْفٍ وَّ اَهْلٌ لِمُنْکَرَ

☆تَقْصِیْر۔ کوتاہی، کمی، خطا، قصور، غلطی، سہو ☆مُقَصِّرٌ۔ غلطی یا خطا کرنے والا ☆مُنْکَرٍ۔ برائی، انکار کیا گیا،

مکروہ، خراب، نامشروع وغیرہ لفظ مُنْکَرٌ کو مُنْکِرٌ یعنی ک کے زیر سے پڑھنا غلط ہے کیونکہ مُنْکِرٌ کے معنی (انکار کرنے والا، کافر، بے دین) ہیں

(1) اور گناہ کو ترجیح نہیں دیتا مگر صرف اور صرف گنہگار ہی گناہ کو ترجیح دیتا ہے جو کہ اپنے آپ کو گناہ کے مقام پہ پاتا ہے۔

(2) ہر انسان سے وہی امر سرزد ہوتا ہے جس امر کا وہ اہل ہوتا ہے پس کچھ انسان نیکی کے اہل ہوتے ہیں (وہ نیکی کا راستہ اختیار کرتے ہیں) اور کچھ لوگ برائی کے اہل ہوتے ہیں (ان سے گناہ ہی سرزد ہوتے ہیں)

☆......☆......☆

سعادت وشقاوت بمطابق تقدیر ہوتی ہے

(۱) لِلنَّاسِ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا بِتَبْذِيْرٍ وَصَفْوُهَا لَكَ مَمْزُوْجٌ بِتَكْدِيْرٍ

(۲) كَمْ مِّنْ مُّلِحٍّ عَلَيْهَا لَا تُسَاعِدُهٗ وَعَاجِزٍ نَالَ دُنْيَاهُ بِتَقْصِيْرٍ

(۳) لَمْ يُرْزَقُوْهَا بِعَقْلٍ حِيْنَ مَا رُزِقُوْا لٰكِنَّهُمْ رُزِقُوْهَا بِالْمَقَادِيْرِ

(۴) لَوْ كَانَ عَنْ قُوَّةٍ اَوْ عَنْ مُّغَالَبَةٍ طَارَ الْبُزَاةُ بِاَرْزَاقِ الْعَصَافِيْرِ

☆مَمْزُوج۔ آمیزش، ملاوٹ ☆تَکْدِیْر۔ گدلا پن ☆مقادیر۔ تقدیر ☆عَصَافِیر۔ چڑیاں ☆نال۔ پا گئے

(1) لوگ فضول خرچی کرنے کے باوجود دنیا حاصل کرنے کے بڑے حریص ہوتے ہیں اور دنیا کی چیز خواہ جتنی بھی صاف ستھری اور خوبصورتی کا مظہر ہو اس میں بھی گدلا پن کی ملاوٹ ضرور ہوتی ہے یعنی دنیا کی کوئی چیز بھی گدلا پن سے محفوظ نہیں ہوتی۔

(2) بے شمار لوگ دنیا حاصل کرنے کے لیے اصرار کرنے والے ہیں یعنی انہیں خواہ جتنا مرضی سمجھا لیا جائے بے سود ہے۔ انہیں سمجھ نہ آئے گی وہ دنیا کے حصول کا اصرار ہی کریں گے حالانکہ ان کی فدائیت اپنی جگہ مگر دنیا ان کی مدد ہرگز نہیں کرتی۔ اور بے شمار دنیا کے حصول سے عاجز تھے۔ اس دنیا حاصل کرنے کے قابل نہیں تھے دنیا حاصل نہیں کر سکتے تھے مگر اس کے باوجود اپنے عجز کے باوجود دنیا حاصل کر لی۔ یعنی جو دنیا ان کا مقدر تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرما دی۔

(3) دنیا جب حاصل ہوتی ہے تو محض نام نہاد عقل و دانشمندی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مقدر کے باعث دنیا حاصل ہوتی ہے جتنی دنیا مقدر میں ہوگی صرف اتنی ہی حاصل ہوگی اس سے بڑھ کر حاصل نہیں ہو سکتی اس لیے دنیا حاصل کرنے کے لیے دین سے ہاتھ صاف کر لینا عقلمندی نہیں۔ اس لیے دنیا کے حصول کے سلسلے میں جائز طریقے ہی اپنانے چاہئیں۔

(4) اگر دنیا محض طاقت اور غلبے کے بل بوتے پر حاصل ہو سکتی تو باز چڑیوں کا سارا رزق حاصل کر لیتا یعنی اس کے مدمقابل

چڑیوں کے لیے کچھ بھی نہ رہتا۔ تجربہ شاہد ہے کہ چڑیوں کو رزق روزانہ حاصل ہوتا ہے پس واضح ہوا کہ رزق محض طاقت اور غلبے سے ہی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ جو نصیب ہوتا ہے وہی حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ:

تقدیر کے متعلق تفصیلات کے سلسلے کتب احادیث، کتب فقہ بالخصوص مراۃ شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، بہار شریعت وغیرہ اور الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی تصنیف فیضان الفرید کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْن

(۱) سُبْحَانَ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْوَبَرَةِ — وَرَازِقُ الْمُتَّقِيْنَ وَالْفَجَرَةِ

(۲) لَوْ كَانَ رِزْقُ الْعِبَادِ مِنْ عَبْدٍ — مَانِلْتُ مِنْ رِّزْقِ رَبِّنَا مَدْرَةِ

☆فَجَرَۃِ۔ فجار، فاجروں، فاجر کی جمع، بدچلن، بدکاروں، گنہگاروں، ☆سبحان۔ پاک ☆مَانِلْتُ۔ مجھے نہ ملتا

(1) بندوں اور اونٹوں کا پروردگار ہر قسم کے عیوب اور کمیوں کوتاہیوں سے پاک ہے جو کہ پرہیزگاروں اور فاسقوں فاجروں ہر قسم کے لوگوں کو رزق پہنچانے والا ہے۔

(2) اگر بندوں کا رزق کسی بندے کی طرف سے حاصل ہوتا تو پھر مجھے اپنے رب کے عطا کیے ہوئے رزق کا ایک دانہ بھی حاصل نہ ہوتا۔

فائدہ:

رزق کا حاصل ہوتے رہنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ رزق کسی بندے کی طرف سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ رب کائنات کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔ کوئی روکنے والا کسی کا رزق روک نہیں سکتا۔ واللّٰہ خیر الرازقین اور چونکہ اللہ سے بڑھ کر کوئی ہے نہیں اس لیے جو کچھ خالق و مالک نے روزی عطا فرمائی ہے وہ سب کچھ مل رہا ہے اور ملتا رہے گا۔

☆......☆......☆

انقلاب زمانہ

(۱) رَاَيْتُ الدَّهْرَ مُخْتَلِفًا يَّدُوْرُ — فَلَا حُزْنٌ يَّدُوْمُ وَلَا سُرُوْرُ

(۲) وَقَدْ بَنَتِ الْمُلُوْكُ بِهٖ قُصُوْرًا — فَمَا بَقِيَ الْمُلُوْكُ وَلَا الْقُصُوْرُ

☆مُلُوْکُ۔ بادشاہوں ☆قصوراً۔ محل ☆مَابَقِیَ۔ نہ باقی رہے ☆یَدُوْرِ۔ گردش ☆یدوم۔ ہیشگی

(1) میں نے زمانے کو مسلسل بدلتی ہوئی حالت میں دیکھا ہے پس نہ تو رنج کو ہیشگی حاصل ہے اور نہ ہی خوشی و مسرت اور سرور کو ہیشگی حاصل ہے۔

(2) اور تحقیق بڑے بڑے بادشاہوں نے بڑے عالیشان محل تعمیر کروائے۔ پس وہ محل تعمیر کرانے والے بادشاہ بھی نہ رہے اور نہ ہی ان کے بنوائے ہوئے عالیشان محلات رہے۔ یعنی ان بادشاہوں کو بھی مر کر اس جہان فانی سے رخصت ہونا پڑا اور عالیشان اور مضبوط ترین محلات اور قلعے بھی انقلاب زمانہ کی نذر ہو گئے۔ اس لیے بندیا تو بھی اس جہان فانی میں دل لگا کر اپنا سب کچھ برباد نہ کر۔

بندیا جہان اتے کریں نہ گمان اوئے
سدا نہیوں رہنا ایتھے کسے انسان اوئے
دنیا دے لاریاں تے کیوں مغرور ہویوں
بندہ ہو کے رب دا توں رب کولوں دور ہویوں
دشمن پرانا تیرا ایہو شیطان اوئے
وڈے وڈے راجیاں نوں موت نے نئیں چھوڑیا
جیہڑے اتے دل آیا اوہو پھل توڑیا
ہرے بھرے باغ کئی ہو گئے ویران اوئے
اجڑے نیں محل تے سنجیاں نے گلیاں
جدوں دیاں مالکاں نے قبراں جا ملیاں
رہنا تیری یاد وچہ مٹی دا نشان اوئے
سدا نہیوں رہنا ایتھے کسے انسان اوئے

شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

کم کند باکس وفا ایں روز گار
جور دارد نیستش با مہر کار

یہ زمانہ کسی سے وفا کم ہی کرتا ہے ظلم تو رکھتا ہے پر اسے محبت سے کوئی سروکار نہیں۔

☆......☆......☆

دنیا دین کو آزمائش میں ڈالتی ہے

(۱) مَـا هٰـذِهِ الـدُّنْيَـا لِطَـالِبِهَـا ۔ اِلَّا عَـنَـآءٌ وَّ هُـوَ لَايَـدْرِیْ

(۲) اِنْ اَقْبَلَـتْ شَغَلَتْ دِيَانَتَهٗ ۔ وَاِنْ اَدْبَرَتْ شَغَلَتْهُ بِالْفَقْرِ

☆عَنَآءٌ۔ تکلیف ☆شَغَلَتْ۔ مراد آزمائش میں ڈالتی ☆لَایَدْرِیْ۔ انہیں دراک نہیں، سمجھ نہیں خبر نہیں

(1) یہ دنیا تو دنیا کے طلبگار کے لیے سوائے تکلیف کے کچھ نہیں مگر اس حقیقت کا وہ ادراک نہیں رکھتا۔ یعنی اس حقیقت سے دنیا کا طلبگار آشنا نہیں۔

(2) بالفرض محال اگر یہ دنیا اسے حاصل ہو بھی جاتی ہے تو پھر بھی فائدہ پہنچانے کی بجائے اس کے دین کو آزمائش میں مبتلا کر دیتی ہے اور اگر ساتھ چھوڑ دے تو پھر اسے فقر و فاقہ میں ڈال دیتی ہے۔ یعنی اس دنیا کا کیا فائدہ کہ جس کا ہر حال نقصان کا باعث بنے۔

مذمت دینا:

شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے دنیا کی مذمت بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

شادی دنیا سراسر غم بود
سودِاو را در عقب ماتم بود

دنیا کی خوشی سراسر غم ہوتی ہے اور اس کے فائدے کے پیچھے قائم ہوتا۔

نہی لا تفرح ز دنیا گوشدار
جائے شادی نیست دنیا ہو شدار

لاتفرح کی نہی قرآن سے سن رکھ۔ دنیا خوشی کی جگہ نہیں ہوش رکھ

گر فرح دار ز فضل رواست
لیک از دنیا فرح جستن خطاست

اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے تو خوشی حاصل کرلے تو جائز ہے لیکن دنیا سے خوشی ڈھونڈنا خطا ہے۔ (پند نامہ عطار ص 68)

☆......☆......☆

دنیا کے تمام فائدے دھوکا

(۱) جَمِيعُ فَوَائِدِ الدُّنْيَا غُرُوْرٌ — وَلَا يَبْقَى الْمَسْرُوْرِ سُرُوْرٌ
(۲) فَقُلْ لِلشَّامِتِيْنَ بِنَا اَفِيْقُوْا — فَاِنَّ نَوَائِبَ الدُّنْيَا تَدُوْرُ

☆غُرُوْر۔ دھوکہ☆سُرُوْرٌ۔ شادمانی☆شَامِتِيْن۔ کسی کی مصیبت پر خوش ہونے والے مخالفین☆نَوَائِب۔ مصائب

(1) (ہمارے نقطہ نظر سے) جو دنیا کے فائدے ہیں حقیقتاً (وہ فائدے نہیں ہیں بلکہ) محض دھوکہ ہیں جیسے سراب کا شکار آدمی دیکھتا ہے کہ بظاہر بڑی دور صحرا میں پانی ہے جوں جوں وہ آگے بڑھتا ہے وہ پانی کی چمک دور ہی ہوتی جاتی ہے یعنی حقیقت میں وہ پانی کی چمک نہیں ہوتی صرف ریت ہی ریت ہوتی ہے۔ یہ محض دھوکہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بظاہر دنیا کے جو فائدے معلوم ہوتے ہیں وہ محض دھوکہ ہوتے ہیں اور اسی طرح کسی خوشی و مسرت میں زندگی گزارنے والے کی یہ خوشی و مسرت بھی ہمیشہ نہیں رہے گی۔

(2) پس اسی لیے جو لوگ میری مصیبت پہ خوشیاں منا رہے ہیں انہیں کہہ دیجیے ہوش سے کام لیں کیونکہ دنیا کی مصیبتیں تو گردش میں ہیں یعنی کبھی ادھر کبھی اُدھر آج میں مصیبت میں مبتلا ہوں تو کل تم بھی ایسی ہی مصیبت کا شکار ہو سکتے ہو۔

فائدہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بظاہر دنیا میں جو فوائد محسوس ہوتے ہیں وہ بھی دراصل فائدے نہیں ہوتے بلکہ محض دھوکہ ہوتے ہیں دنیا میں مبتلا انسان دراصل سراب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زندگی کے آخری لمحے تک پانی سامنے محسوس کرتا ہے مگر ایک گھونٹ میں بھی پیئے بغیر بالآخر اسی حالت میں مر جاتا ہے۔

یہ جہاں مثل خواب:

یہ جہاں مثل خواب سمجھیے کہ جو کچھ خواب میں نظر آتا ہے اکثر حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا دنیا کی یہی کیفیت بیان کرتے ہوئے شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

باچہ ماند ایں جہاں گویم جواب
آنکہ بیند آدمی چیزے بخواب

یہ جہاں کس چیز کے مشابہ ہے میں جواب دیتا ہوں وہ چیز جسے آدمی خواب میں دیکھتا ہے۔

چوں شوی بیدار از خواب اے عزیز
حاصلے نبودز خوابت ہیچ چیز

پیارے جب تو خواب سے بیدار ہو۔ تجھے خواب سے کچھ بھی حاصل نہ ہو۔

ہمچنیں چوں زندہ افتاد و مرد
ہیچ چیزے از جہاں باخود نبرد

ایسے ہی جب کوئی زندہ پڑ کے مر جائے۔ جہاں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہ لے جائے۔

فائدہ:

جس طرح کہ انسان خواب میں جتنی چاہے دولت دنیا اکٹھی کر لے مگر جب بیدار ہوگا تو اس کے پاس بیداری کے بعد کچھ بھی نہیں ہوتا اسی طرح جو انسان جتنی چاہے دولت اور دنیا کا سامان اکٹھا کر لے جب مرتا ہے تو سب کچھ اسی دنیا میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے جا سکتا۔

اس دنیا جہان کی مثال:

ایں جہاں راچوں زنے داں خوبروی
خویش را آراید اندر چشم شوی

اس جہان کو اس خوبصورت عورت کی طرح جان جو اپنے آپ کو شوہر کی نگاہوں میں آراستہ کرتی ہے۔

مرد رامی پر ورد اندر کنار
مکرو شیوہ می نماید بے شمار

مرد کو بغل میں پالتی ہے بے شمار فریب اور ناز دکھاتی ہے۔

چوں بیا بد خفتہ شور انا گہاں
بیگماں ساز و ہلاکش آں زماں

جب اچانک شوہر کو سویا ہوا پاتی ہے تو اسے بلا جھجک فی الفور ہلاک کر دیتی ہے۔

بر تو باید اے عزیز پرہیز
کرچنیں ، مکارہ باسی پُر حذر

اے ہنر مند عزیز تجھے چاہیے کہ ایسی مکار عورت سے محتاط رہ۔

فائدہ:

جیسے ایسی مکار، بے وفا اور خطرناک عورت سے پرہیز ضروری ہے اس کی مخالفت بھی خطرے سے بھرپور ہوتی ہے اور اس کی بظاہر محبت بھی خطرات سے معمور ہوتی ہے۔ اس سے پرہیز کرو ورنہ نقصان اٹھائے گا بالکل اسی طرح دنیا اور دنیا کے ساز و سامان سے بھی پرہیز کرو ورنہ نقصان ہی نقصان ہونے کا اندیشہ رہے گا۔

☆......☆......☆

دنیا کو خطاب

(۱) دُنْیَا عَدِمْتُكِ وَمَآ اَمَرَّكِ ... لِلْمُكْثِرِیْنَ فَمَآ اَضَرَّكِ

(۲) مَا ذَاقَ خَیْرَكِ ذَآئِقٌ ... اِلَّا صَبَبْتَ عَلَیْهِ شَرَّكِ

☆اَضَرَّكِ۔ تو کتنی نقصان پہنچانے والی ہے☆مُكْثِرِیْنَ۔ کثرت والے☆ذَاقَ۔ چکھی☆خَیْرَكِ۔ تیری بھلائی ☆شَر۔ برائی

(1) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے دنیا! میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے تو کتنی کڑوی ہے۔ تو جس کے پاس بہت زیادہ ہوتی ہے پس تو اس کے لیے اتنی ہی زیادہ نقصان دہ ہے۔ گویا آپ فرما رہے ہیں کہ میرے پاس تھوڑی سی دنیا یعنی بالکل ہی معمولی سی نہ ہونے کے مترادف ہے تو میرے لیے اتنی مصیبتوں کا سبب ہے اور جن لوگوں کے پاس بے شمار دینا ہے ان کا کیا حال ہوگا۔

(2) کسی نے بھی تیری بھلائی نہیں چکھی یعنی تجھ سے کسی کو بھلائی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ الٹا اس پہ تو نے اپنی برائی پھینک دی ہے یعنی اسے نقصان میں مبتلا کر دیا۔

فائدہ:

یہ دنیا ایسی بے وفا ہے کہ یہ کسی سے بھی وفا نہیں کرتی بلکہ ہر ایک سے بے وفائی کرنا اس کا مشغلہ ہے اس لیے ایسی دنیا سے ہر حال میں پرہیز کرنے میں ہی عافیت ہے۔

☆......☆......☆

امید کو ذکرِ موت سے کاٹ

(۱) تَؤَمِّلُ فِی الدُّنْیَا طَوِیْلاً وَّ لَا تَدْرِیْ ... اِذَا جَنَّ لَیْلٌ هَلْ تَعِیْشُ اِلٰی فَجْرٍ

(۲) فَكَمْ مِنْ صَحِیْحٍ مَّاتَ مِنْ غَیْرِ عِلَّةٍ ... وَكَمْ مِّنْ مَّرِیْضٍ عَاشَ دَهْرًا اِلٰی دَهْرٍ

☆تُؤَمِّلُ۔ تو امیدیں رکھتا ہے☆طَوِیْلاً۔ لمبی بمعنی بڑی☆لَا تَدْرِیْ۔ خبر نہیں، تو جانتا نہیں تجھے ادراک نہیں☆ مَاتَ۔ فوت ہو گئے☆عِلَّةٍ۔ بیماری☆عَاشَ۔ زندہ رہے☆دَهْرًا اِلٰی دَهْرٍ۔ عرصہ دراز، بہت زیادہ عرصہ، مدت دراز

(1) تو دنیا میں رہتے ہوئے بڑی لمبی چوڑی امیدیں لگائے بیٹھا ہے مگر تجھے یہ حقیقت معلوم نہیں ہے کہ جب رات چھا جائے گی تو کیا فجر تک تو زندہ بھی رہے گا یعنی فجر تک تجھے زندگی حاصل رہتی بھی ہے یا نہیں۔ کیا تجھے معلوم ہے۔

(2) پس بے شمار تندرست و توانا بیماری کے بغیر کے ہی اس جہان فانی سے چلتے بنے اور کوئی لاچار مریض عرصہ دراز تک زندہ رہے۔

حکایت:

اس قسم کے اکثر واقعات سننے میں آتے ہیں کہ لمحہ بھر پہلے ایک انسان اچھا بھلا اپنے کام میں مصروف تھا مگر چند لمحات کے بعد اس کے مرنے کی خبر سننے میں آئی ذہن تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتا مگر حقیقت تو سامنے ہوتی ہے اسے کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے۔

حکایت:

سننے میں آیا ہے کہ ہمارے گاؤں کے قریب ہی ایک گاؤں ہے اس میں ایک شخص ریڑھی پہ سبزی اور پھل فروٹ، بیچتا پھر رہا تھا۔ کافی سالوں سے یہ شخص ان علاقوں میں سبزی اور پھل بیچ کر گزارہ چلا رہا تھا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ مجھے سبزی فروخت کر رہا تھا اور میں سلام کر کے پاس سے گزر گیا اور وہ بھی پھر وہاں سے آگے چلا گیا چند منٹ بعد مسجد والے سپیکر سے اعلان سنا کہ فلاں ریڑھی پہ سبزی بیچنے والا مر گیا ہے اس کے گھر کا کسی کو علم ہو تو آئے اور اس کے گھر اطلاع کی جا سکے۔ جن لوگوں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے سبزی اور پھل اس سے خریدے تھے انہیں یقین ہی نہیں ہوتا تھا کہ اچھا بھلا تھا سبزی بیچتا پھر رہا تھا یہ کیسے ہو گیا مگر جب تحقیق کی گئی تو حقیقت واضح ہو گئی کہ واقعی وہ فوت ہو چکا تھا۔

پیر سید اصغر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال باکمال:

پیر سید اصغر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چک شاہ کرم تحصیل عارف والا ضلع پاکپتن شریف کے رہائشی تھے۔ بڑے باکمال عالم تھے حضرت علامہ مولانا نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (بصیر پور شریف) کے شاگرد خاص تھے۔ زہد و تقویٰ کے لحاظ سے بھی بڑے اونچے مقام پہ فائز تھے الفقیر القادری ابو احمد اویسی سے خصوصی شفقت و محبت فرمایا کرتے تھے۔

بہر حال حضرت پیر اصغر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر سے اچھے بھلے اپنے مریدوں پہ گئے غالباً چک فضل پور (چک گندھیاں) نزد کرمانوالہ چوک تحصیل و ضلع پاکپتن شریف اپنے کسی مرید کے پاس تھے۔ آپ غسل کرنے غسل خانے میں داخل ہوئے۔ تندرست و توانا تھے۔ کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ بس غسل خانے میں غسل کرنا شروع کیا۔ غسل کرتے رہے۔ غسل کرتے جب کافی دیر ہو گئی حضرت صاحب باہر تشریف نہ لائے۔ تو مریدوں نے آواز دی۔ غسل خانے میں کسی قسم کی آہٹ نہ تھی نہ پانی گرنے کی آواز اور نہ ہی کسی انسان کی آواز دروازہ بار بار کھٹکھٹایا گیا بالکل خاموشی، بالآخر دروازہ توڑا گیا یا جیسے بھی ممکن ہوا کھولا گیا تو کیا دیکھا کہ آپ کا وصال ہو چکا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فائدہ:

اسی طرح کا واقعہ استاذ محترم جناب محمد شفیق صاحب ٹیچر کلیانہ کی بیٹی کے ساتھ بھی ہوا بے شمار ایسی اچانک موت کے واقعات ہم دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں مگر عبرت حاصل نہیں کرتے۔ انسان یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے ہماری تصانیف فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

شیطان بصورت انسان کی حالت

(۱) یَعِیبُ رِجَالٌ زَمَانًا مَّضٰی — وَمَا لِلزَّمَانِ مَّضٰی مِنْ غِیَرُ

(۲) اَرَی اللَّیْلَ یَجْرِیْ کَعَهْدِیْ بِهٖ — وَاِنَّ النَّهَارَ عَلَیْنَا یَکِرُّ

(۳) وَلَمْ یَحْبِسِ الْقَطْرَ عَنَّا السَّمَآءُ — وَلَمْ یَنْکَسِفْ شَمْسُنَا وَالْقَمَرُ

(۴) فَقُلْ لِّلَّذِیْ ذَمَّ صَرْفَ الزَّمَانِ — ظَلَمْتَ الزَّمَانَ فَذَمَّ الْبَشَرُ

☆زَمَانًا مَّضٰی۔ گزرے ہوئے زمانہ☆غِیَرْ۔ تغیر،تبدیلی☆اَرَی۔ میں دیکھتا ہوں☆اللَّیْلِ۔ رات☆ یَجْرِیْ۔ جاری ہوتی ہے گزرتی ہے☆النَّهَارَ۔ دن☆ذَمَّ۔ مذمت کرتا ہے☆صَرْفَ الزَّمَانِ۔ گردش زمانہ☆ظَلَمْتَ۔ تو نے ظلم کیا

(1) بے شمار لوگ زمانہ گزشتہ کی شکایت کیا کرتے ہیں۔حالانکہ گزرے ہوئے زمانہ میں اب کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی یعنی اس شکایت کرنے کا کیا فائدہ اس کے باعث آنسو بہاتے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اب اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔

(2) میں نے رات ویسے ہی گزرتی دیکھی ہے جیسے میں نے پہلے رات گزرتی دیکھی تھی اور بے شک دن بھی اسی طرح آتا جاتا ہے یعنی جیسے پہلے دن آیا جایا کرتا تھا یعنی دن اور رات کے آنے جانے میں کسی بھی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔

(3) اور آسمان نے بھی ہم سے باتیں ہرگز نہیں روکی اور سورج اور چاند بھی ہرگز نہیں گہنا گئے۔اسی طرح حسب سابق بارش بھی ہو رہی ہے اور سورج اور چاند بھی روشن ہیں۔

(4) پس گردش زمانے کی مذمت کرنے والے کو کہہ دو کہ تو نے ہی زمانے پہ زیادتی کی ہے پس ایسا کرنے والے بشر کی برائی بیان فرمائی۔یعنی زمانے کو برا کہنا اچھا کام نہیں ہے۔زمانے کو برا کہہ کر انسان خود اپنا برا ہونا واضح کرتا ہے۔پس ایسے انسان کی آپ نے مذمت بیان کی ہے۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ زمانے کو برا نہیں کہنا چاہیے۔ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مظاہر قدرت کے ذریعے سمجھایا ہے کہ زمانے کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے اور زمانے کو برا بھلا کہنے کی مذمت نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمائی ہے۔

زمانے کو برا کہنے کی مذمت:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یُؤْذِیْنِیْ بْنُ اٰدَمَ یَسُبُّ

الدَّھْرَ وَاَنَا الدَّھْرُ بِیَدِ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر 19 مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے ایذا دیتا ہے وہ زمانے کو گالی دیتا ہے اور میں زمانہ ہوں میرے ہاتھ میں حکم ہے رات اور دن کو بدلتا ہوں۔

شرح حدیث:

عارف باللہ شیخ محقق حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالیٰ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (یو دینی ابن ادم) آدم کا بیٹا مجھے رنج واذیت دیتا ہے اور ایسا کام کرتا ہے جو مجھے ناپسند ہے اور جس سے میں راضی نہیں ہوں اور وہ یہ ہے کہ (یسب الدھر) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ رنج ومحنت اور بلاو مصیبت کے وقت زمانے کی شکایت کرتے اور اسے برا کہتے ہیں (وانا الدھر) حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں یعنی اس کا فاعل، مدبر اور متصرف میں ہی ہوں جبکہ زمانہ کو گالی دینا۔ زمانے کی فاعلیت اور اس کے تصرف کے اعتقاد کا مشعر ہے تو گویا دہر فاعل متصرف کا نام ہوا تو فرمایا میں ہی دھر ہوں۔ یعنی تم لوگ جو زمانے کو فاعل ومتصرف اعتقاد کرتے ہو وہ فاعل و متصرف میری ذات ہے یا مضاف محذوف ہے یعنی انا مقلب الدھر (زمانے کو ادل بدل کرنے والا میں ہوں)

علامہ کرمانی نے کہا انا الدھر سے مراد انا المدبو ہے یعنی زمانہ میں تبدیلیاں میں لانے والا ہوں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ دھر اللہ تعالیٰ شانہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے لیکن علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا تاہم قاموس سے اس کی صحت مفہوم ہوتی ہے اور نظر اس سے کہ دہر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس میں معنوی بلاغت و جودت نہیں مگر اس صورت میں کہ دہر بمعنی فاعل ومتصرف ہو۔

اور ایک روایت میں انا الدھر بہ نصب بھی آیا ہے اور زمانہ کو گالی میں ایذاء اور رنج پہنچانے کا پہلو بایں طور ہے کہ اس کی خدمت اور اسے گالی دینا اس کی طرف نسبت تصرف کا اظہار کرتا ہے یا اس بنا پر ہے کہ اس کی مذمت اور اسے گالی دینا دراصل جناب الٰہی کی طرف لوٹتا ہے کہ جب فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو زمانے کو گالی دینا حقیقت میں خدا تعالیٰ کو گالی دنیا ہوگا جس طرح کہ علماء نے فرمایا ہے (بیدی الدھر) زمانہ میں رونما ہونے والے ہر کام کی باگ ڈور دراصل میرے دست قدرت میں ہے۔

ایک روایت میں (بِیَدِیّ) شد کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے۔ (اقلب اللیل و النھار) میں ہی رات دن کو گھر گھماتا ہوں اور پھراتا ہوں۔

آسمان کو دن رات کے گھومنے کے چکر میں ڈالتا ہوں۔ رات لے جاتا ہوں۔ دن چڑھاتا ہوں اور روزی میں عطا کرتا ہوں۔ (اشعتہ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص 241-240)

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایذا اسے مراد ناراض کرنا ہے یعنی میرے متعلق وہ باتیں کرتا ہے جس سے میں ناراض ہوتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ دکھ درد اور تکلیف سے پاک ہے۔
(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج اول ص 44)

اللہ کے پیاروں کی توہین:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی محکوم چیزوں کو برا کہنا رب کی ناراضی کا باعث ہے ایسے ہی اللہ کے پیاروں کی توہین۔ (قراۃ شرح مشکوٰۃ ج اول ص 44)

دن رات کا بدلنا:

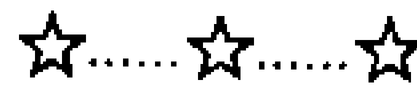
حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

اس طرح کہ دن کو لے جاتا ہوں رات کو لاتا ہوں اور بالعکس نیز انہیں چھوٹا بڑا گرم، سرد، مفید و مضر بناتا ہوں لہٰذا انہیں برا کہنا مجھ پر طعن ہے۔

خیال رہے کہ یہاں دھر (زمانہ) سے مراد موثر حقیقی اور سبب الاسباب ہے۔ ورنہ رب تعالیٰ کو دھر کہنا درست نہیں اور نہ دھر اللہ کا نام ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج اوصل ص 44)

فائدہ:

اس لیے زمانے کو برا نہیں کہنا چاہیے اس سے ان جہلاء کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مسلمان ہونے کے دعویدار بھی ہوتے ہیں اللہ کے محبوبوں کے متعلق گستاخانہ رویہ بھی اختیار کرتے ہیں اور خصوصاً عورتوں کو اپنی زبان خوب غور و فکر کے ساتھ کھولنی چاہیے خصوصاً جب کوئی فوتگی ہو جائے۔



مساعدتِ زمانہ پہ بھروسہ نہ کر

(۱) اَحۡسَنۡتَ ظَنَّكَ بِالۡاَيَّامِ اِذۡحَسُنَتۡ — وَلَمۡ تَخَفۡ سُوۡءَ مَا يَاتِىۡ بِهِ الۡقَدَرُ

(۲) وَسَالَمَتۡكَ اللَّيَالِىۡ فَغۡتَرَرۡتَ بِهَا — وَعِنۡدَ صَفۡوَ اللَّيَالِىۡ يُحۡدَثُ الۡكَدِرُ

☆اَحۡسَنۡ۔ اچھا ☆ظَنۡ۔ خیال ☆لَمۡ تَخَفۡ۔ تو نہ ڈر ☆سُوۡءَ۔ برائی

(1) تیرے ساتھ جب تک زمانے کا حال بہترین رہا تو نے اسے بہترین سمجھا اور جب تجھے معمولی سی برائی پہنچی جو کہ تیرے

نصیب میں تھی تو اس سے ہرگز نہ ڈر اور نہ ہی اسے برا بھلا کہنا چاہیے۔

(2) اور جب تم سے زمانہ کی گردش نے تیرے ساتھ صلح کر لی تو تُو اس کے دھوکے میں آ گیا۔ حالانکہ گردش زمانہ بظاہر جتنی بھی چمک دمک کی مالک نظر آئے صاف ستھری نظر آئے مگر اس میں گدلا پن ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر تو اس کی حقیقت نہ سمجھ سکا یہ حال ہونے کے باوجود گردش زمانہ کی صفائی ستھرائی اور خوشنمائی کے باوجود اس میں میل اور کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔

فائدہ:

یہاں زمانہ سے مراد دنیا اور دنیوی حالات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس جہان فانی میں حالات بدلتے رہتے ہیں جیسے بھی حالات ہوں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اچھے حالات ہوں تو ان حالات کے باعث مغرور نہ بن جانا کہ اپنی اصلیت ہی بھول جائے۔ اس دنیا میں مخلوق ہو کے خالق ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔ اگر خدائی کے دعویدار ایسے ہی دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھے اور آخرت بھی برباد کر بیٹھے۔

☆......☆......☆

بشر کی قسمیں

(۱) اَرْبَعَةٌ فِي النَّاسِ مَيَّزْتُهُمْ — اَحْوَالُهُمْ مَكْشُوْفَةٌ ظَاهِرَهْ

(۲) فَوَاحِدٌ دُنْيَاهُ مَقْبُوْحَةٌ — تَتْبَعُهُ اٰخِرَةٌ فَاخِرَهْ

(۳) وَوَاحِدٌ دُنْيَاهُ مَحْمُوْدَةٌ — لَيْسَ لَهُ مِنْ بَعْدِهَا اٰخِرَهْ

(۴) وَوَاحِدٌ فَازَ بِكِلْتَيْهِمَا — قَدْ جَمَعَ الدُّنْيَا مَعَ الْاٰخِرَهْ

(۵) وَوَاحِدٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ ضَائِعٌ — لَيْسَ لَهُ دُنْيَا وَلَا اٰخِرَهْ

☆اَرْبَعَةٌ۔ چار ☆مَيَّزْتُهُمْ۔ انہیں ممتاز کر دیا ☆مَكْشُوْفَةٌ۔ کھلے ہوئے ☆ظَاهِرَةٌ۔ ظاہر باہر، واضح ☆تَتْبَعُهُ۔ اس کے بعد ☆فَاخِرَةٌ۔ فخر کے قابل ☆مَحْمُوْدَةٌ۔ اچھی ☆فَازَ۔ کامیاب ہے کامیاب ہوا

(1) لوگوں میں سے چار قسم کے لوگ ہیں کہ میں نے انہیں ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا ہے ان کے حالات کھلے ہوئے واضح ہیں۔

(2) پس پہلا گروہ تو وہ ہے جنہیں بیان کر دیا ہے کہ ان کی دنیا نہایت خراب ہے مگر اس دنیا کے گزرنے کے بعد ان کے لیے آخرت فاخرہ ہے۔

(3) اور ایک گروہ وہ ہے ان کی دنیا تو بظاہر محمودہ ہے مگر اس دنیا کے بعد ان کے لیے آخرت میں کچھ نہیں یعنی آخرت میں وہ

نقصان میں رہیں گے۔ محض دنیا ہی دنیا ان کے لیے رہ جائے گی۔

(4) اور ایک گروہ ان دونوں میں سے زیادہ کامیاب وکامران ہے کہ تحقیق یہ تیسرا گروہ دنیا سمیت آخرت کے یعنی دونوں کو جمع کرنے والا ہے۔

(5) اور ایک گروہ ان میں سے بالکل ہی برباد کہ نہ تو انہیں دنیا حاصل ہے اور نہ ہی آخرت یعنی یہ گروہ دنیا وآخرت دونوں سے محروم ہے۔

☆......☆......☆

دو قسم کے انسان

(۱) رُبَّ فَتًى دُنْيَاهُ مَوْفُوْرَةٌ ۔۔۔ لَيْسَ لَهُ مِنْ بَعْدِهَا اٰخِرَةٌ

(۲) وَاٰخَرُ دُنْيَاهُ مَذْمُوْمَةٌ ۔۔۔ تَتْبَعُهَا اٰخِرَةٌ فَاخِرَةٌ

(۳) وَاٰخِرُ قَدْ حَازَ كِلْيْتِهِمَا ۔۔۔ قَدْ جَمَعَ الدُّنْيَا مَعَ الْاٰخِرَةِ

(۴) وَاٰخِرُ يُحْرَمُ كِلْيْتِهِمَا ۔۔۔ لَيْسَ لَهُ الدُّنْيَا وَلَا الْاٰخِرَةُ

☆فَتًى۔ انسان ☆مَوْفُوْرَةٌ۔ وافر مقدار میں، فالتو، بہت زیادہ ☆اٰخِرَةٌ۔ آخرت ☆اٰخَرُ۔ دوسرے ☆مَذْمُوْمَةٌ۔ بری

(1) بے شمار ایسے انسان ہیں کہ ان کے پاس دنیا بے شمار ہے مگر اس دنیا کے بعد آخرت میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں۔

(2) اور ایسے لوگوں کے علاوہ دوسرے کچھ انسان ایسے ہیں کہ ان کے پاس دنیا تو کچھ ایسی اچھی نہیں یعنی دنیا ان کے پاس زیادہ نہیں بلکہ نہایت قلیل ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا میں تنگیوں ترشیوں کا شکار ہیں مگر اس دنیا کے بعد یعنی بعد از وفات آخرت فاخرہ ان کے پاس آئے گی یعنی انہیں آخرت میں بے شمار انعامات سے نوازا جائے گا۔

(3) تیسری قسم کے وہ انسان ہیں کہ وہ ان دونوں یعنی دنیا اور آخرت کو جمع کرنے والے ہیں یعنی انہیں دنیا میں سے بھی حصہ وافر عطا ہوتا ہے اور آخرت فاخرہ بھی انہیں حاصل ہوتی ہے۔ تحقیق ان کے لیے دنیا آخرت کے ساتھ ہی جمع کر دی گئی ہے۔

(4) اور چوتھی قسم کے وہ انسان ہیں کہ وہ ان دونوں سے بے نصیب رکھے گئے ہیں ان کے پاس دنیا بھی نہیں اور آخرت بھی نہیں۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار قسم کے انسانوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(1) ایسے انسان کے جن کہ پاس دنیا بے شمار ہوتی ہے اور آخرت میں انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا یہ لوگ انتہائی بدنصیب ہوتے ہیں۔

(2) ایسے انسان کے جن کہ پاس دنیا تو اتنی زیادہ نہیں ہوتی جیسے بھی ممکن ہو سکا دنیا میں زندگی کے ایام تنگیوں ترشیوں میں مبتلا ہو کر گزار جاتے ہیں مگر آخرت میں انہیں خصوصی انعامات اور نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

(3) تیسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں۔ جنہیں دنیا بھی حاصل رہتی ہے اور آخرت میں بھی وہ خصوصی انعامات سے نوازے جائیں گے وہ لوگ بھی نہایت خوش نصیب ہوتے ہیں۔

(4) چوتھی قسم کے لوگ ایسے انتہائی بے نصیب ہوتے ہیں جو دنیا بھی حاصل نہیں کر سکتے اور آخرت بھی نہیں پاتے۔

☆......☆......☆

غناء کی فضیلت

(۱) كَثِيْرُ الْمَالِ لَيْسَ لَهٗ عُوَّارٌ وَلَا فِيْ كُلِّ مَا يَاْتِيْهِ عَارُ

(۲) لِاَنَّ الْمَالَ يَسْتُرُ كُلَّ عَيْبٍ وَفِي الْفَقْرِ الْمَذَلَّةُ وَالصِّغَارُ

(۳) كَذَاكَ الْفَقْرُ بِالْاَحْرَارِ يُزْرِيْ كَمَا اَزْرَتْ بِشَارِ بِهَا الْعُقَارُ

☆كَثِيْرُ الْمَال۔ جن کے پاس مال بکثرت ہوتا ہے یعنی مالدار ☆يَسْتُرُ۔ چھپاتا ہے، پردہ ہے ☆اَحْرَار۔ احرار، حر کی جمع، آزاد، شرفاء ☆يُزْرِيْ۔ عیب لگاتا ہے

(1) مالدار شخص کے لیے ہرگز کوئی عیب نہیں ہے اور نہ ہی ہر کام باعث شرم یا ذلت کا سبب ہے جو مالدار کرتا ہے۔

(2) کیونکہ مال تمام عیبوں کو چھپانے والا پردہ ہے اور ناداری میں ذلت و رسوائی اور بے عزتی ہے۔

(3) اسی طرح ناداری ایسے ہی یعنی بلاوجہ ہی شریف انسانوں پہ عیب لگا دیتی ہے یعنی عیب و الزام لگنے کا سبب بنتی ہے۔ جیسے شرابی پہ شراب عیب لگا دیتی ہے۔

فائدہ:

آپ نے یہاں عام لوگوں کی حالت کو بیان فرمایا ہے یعنی اس سلسلے میں عام لوگ انہیں لوگوں کی عزت کرتے ہیں جن کے پاس دولت کے ڈھیر ہوتے ہیں غرباء کی عزت نہیں کرتے دولت مندوں میں جتنے بھی عیب ہوتے ہیں دولت کی ریل پیل کے باعث ان کے تمام عیوب کسی کو نظر نہیں آتے اور شریف انسان جو دولت سے محروم ہوتے ہیں ان کی کوئی بھی عزت نہیں کرتا بلکہ ان کی ناداری ہی ان پہ الزامات لگنے کا باعث بن جاتی ہے۔

☆......☆......☆

دین کے بعد مالداری کی حیثیت

(۱) بَلَوْتُ صُرُوْفَ الدَّهْرِ سِتِّيْنَ حِجَّةً — وَجَرَّبْتُ حَالَيْهِ مِنَ الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ

(۲) وَلَمْ اَرَ بَعْدَ الدِّيْنِ خَيْرًا مِّنَ الْغِنٰے — وَلَمْ اَرَ بَعْدَ الْكُفْرِ شَرًّا مِّنَ الْفَقْرِ

☆صُرُوْفَ الدَّهْرِ۔ گردش زمانہ ☆جَرَّبْتُ۔ میں نے آزمایا ☆عُسْرِ۔ تنگی ☆يُسْرِ۔ کشادگی ☆غِنٰے۔ مالداری ☆شَرًّ۔ بری چیز

(1) میں نے زمانہ کی گردش کا ساٹھ سال تجربہ کیا ہے۔ میں نے تنگی اور آسانی دونوں حالتوں میں اس کا تجربہ حاصل کیا ہے۔ ہر حالت میں زمانہ کی گردش آزما چکا ہوں۔

(2) میں نے ان تجربات کی روشنی میں سب سے بہتر دین کو پایا اور دین کے بعد مالداری کو تمام چیزوں سے بڑھ کر پایا ہے اس سے بڑھ کر میں نے کوئی چیز نہیں پائی اور اسی طرح گندی اور بری چیزوں یعنی قابل نفرت امور میں سب سے بڑھ کر کفر کو پایا اور کفر کے بعد فقر سے زیادہ بری کوئی چیز ہرگز نہیں پائی۔ یعنی کفر کے بعد سب سے بری چیز میں نے صرف ناداری کو پایا ہے۔ یہاں فقر سے مراد دنیوی امور کا حاصل نہ ہونا (کیونکہ اسی ناداری کے باعث بعض اوقات بعض لوگ ڈگمگا جاتے ہیں۔ ہاں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی بعض اوقات بعض اولیاء کرام کا ظاہری فقر انہیں راہ حق سے ڈگمگا تا نہیں اسی طرح سید الانبیاء، محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر بھی ان کے لیے بارگاہ حق سے مزید انعامات کے حصول کا سبب ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا۔

☆......☆......☆

فقر کی حالت

(۱) مَسَاكِنُ اَهْلِ الْفَقْرِ حَتّٰے قُبُوْرُهُمْ — عَلَيْهَا تُرَابُ الذُّلِّ بَيْنَ الْمَقَابِرِ

☆مَسَاكِنُ۔ ٹھکانے، رہنے کی جگہیں، مکانات ☆تُرَاب۔ خاک، مٹی ☆مَقَابِر۔ مقبرہ کی جمع یعنی قبریں

غریبوں، ناداروں کے مکان یہاں تک کہ ان کی قبریں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں کہ تمام قبروں میں سے صرف ان پر ہی ذلت ورسوائی کی مٹی پڑی ہوئی ہوتی ہے میں یعنی امراء کی قبریں بھی بڑی خوبصورت بنی سنوری ہوتی ہیں جبکہ غرباء کی قبریں بھی ٹوٹی پھوٹی گری پڑی ہوتی ہیں۔

☆......☆......☆

فقر کی فضیلت

(۱) دَلِیْلُکَ اَنَّ الْفَقْرَ خَیْرٌ مِّنَ الْغِنٰی — وَاَنَّ قَلِیْلَ الْمَالِ خَیْرٌ مِّنَ الْمُثْرِیْ

(۲) لِقَآءُکَ مَخْلُوْقًا عَصَی اللّٰہَ لِلْغِنٰی — وَلَمْ تَرَا مَخْلُوْقًا عَصَی اللّٰہَ لِلْفَقْرِ

☆دَلِیْلُکَ۔ تیری دلیل ☆خَیْرٌ۔ بہتر، فقر، ناداری، غریبی ☆غِنٰی۔ مالداری ☆قلیل المال۔ تھوڑے مال والا، غریب، نادار ☆لِقَآءُکَ۔ تونے ملاقات کی، تونے دیکھا ☆عَصَی اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ☆لِلْغِنٰی۔ غنی اور مالدار بننے کے لیے

(1) تیری یہ دلیل کہ مالداری سے ناداری اچھی ہے اور یہ دلیل کہ غریب انسان مالدار سے اچھا ہے۔

(2) تیرے اس سمجھنے کا سبب یہ ہے کہ تونے کسی ایسے شخص کو ملاحظہ کیا ہوگا کہ جس مالدار نے صرف مال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی اور تو نے ایسے انسان کو ہرگز نہیں دیکھا ہوگا کہ جس نے غربت کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو۔

فائدہ:

یہ عمومی بات ہے کہیں کہیں اکادکا معاملہ اس کے خلاف بھی ہوتا رہتا ہے۔ آج کے دور میں کافی ایسے شواہد مل رہے ہیں کہ پہلے آدمی کے عقائد اور ہوتے ہیں مگر غربت سے تنگ آ کر ایسے لوگوں کے پیچھے لگ جاتا ہے جن کے عقائد یکسر ہی اس کے خلاف ہوتے ہیں محض ناداری اسے دوسری طرف جھکا دیتی ہے۔ آج کل بد مذہبی پھیلنے کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی ہے چوروں، ڈاکوؤں میں سے اکثر ان گندی عادات میں مبتلا ناداری کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔

فقر اولیاء اللہ کا شعار:

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

فقر اللہ کے ولیوں کا شعار ہے اور خواص کا زیور ہے اور اسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں مثلاً اتقیاء اور انبیاء کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے اور فقراء وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر رکھا ہے اور یہ لوگ مخلوق میں اللہ کے راز کے متحمل ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں کی بدولت اللہ تعالیٰ مخلوق کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں کی برکت سے اللہ انہیں رزق میں وسعت دیتا ہے اور صابر فقیر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے۔

جنت کی چابی مسکینوں کی محبت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ:

ہر چیز کی کنجی ہوتی ہے اور جنت کی کنجی مسکینوں کی محبت ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ کا اردو ترجمہ تصوف کا انسائیکلوپیڈیا پارہ 406 کنزالعمال شریف 16587)

فقراء کی سات صفات:

مروی ہے کہ فقیر کی تین صفتیں ہیں۔
(1) راز خداوندی کو محفوظ رکھنا۔ (2) اللہ کے فرضوں کو ادا کرنا۔ (3) اور اپنے فقر کی حفاظت کرنا۔
(تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص 407)

نفس کے جوہر

(حضرت) سہل بن عبداللہ سے مروی ہے کہ پانچ باتیں نفس کے جوہر ہیں۔
(1) محتاج جو اظہار مالداری کرتا ہو۔ (2) بھوکا جو ظاہر کرتا ہو کہ وہ سیر شکم ہے۔ (3) غمزدہ جو خوشی کا اظہار کرتا ہو۔ (4) وہ شخص جس کی کسی سے عداوت ہو مگر اس سے محبت کا اظہار کرتا ہو۔ (5) وہ شخص جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور نماز میں کھڑے رات گزار دیتا ہے مگر کمزوری ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص 409)

فائدہ:
بہرحال ان اشعار میں فقر کی تعریف بھی بیان کی گئی ہے اور فقر کی مذمت بھی ایسی امیری جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب بنے بری ہے اور اسی طرح ایسا فقر جو گناہوں کی دلدل میں دھنسنے کا سبب بنے وہ فقر بھی برا ہے۔ ہاں ایسا فقر جو حق تعالیٰ کے قرب کا سبب ہے۔ صبر و شکر کا راستہ اپنانے کا سبب بنتا ہے امیری سے بہتر ہے اور جو امیری گناہوں میں مبتلا ہونے کا سبب نہیں بنتی بلکہ نیکیوں کے ڈھیر اکٹھے کرنے کا سبب ہے وہ امیری بری نہیں کہ رب تعالیٰ کے قرب کا باعث ہے جیسی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دولت وغیرہ۔

☆......☆......☆

شہوت کی مذمت

(۱) تَفْنَی اللَّذَاذَةُ مِمَّنْ نَالَ شَهْوَتَهَا ... مِنَ الْحَرَامِ وَيَبْقَى الْإِثْمُ وَالْعَارُ
(۲) تُبْقِي عَوَاقِبُ سُوْءٍ فِيْ مُغِبَّتِهَا ... لَا خَيْرَ فِيْ لَذَّةٍ مِّنْ بَعْدِهَا النَّارُ

☆تَفْنَی اللَّذَاذَةُ۔ لذت ختم ہو جائے گی ☆يَبْقَى۔ باقی رہے گا، باقی رہ جائے گی ☆اِثْم۔ گناہ ☆نَار۔ آگ، جہنم، دوزخ

(1) جس کسی نے نفسانی شہوت حرام کاری کے ذریعے پوری کی۔ اس حرام کاری کی لذت تو ختم ہو جائے گی جبکہ گناہ اور شرمندگی باقی رہے گی وہ نہ مٹے گی۔ وہ قائم رہے گی۔
(2) اس کا برا انجام دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی باقی رہے گا اس لمحہ بھر کی لذت میں کیا بھلائی ہے اور کیا فائدہ ہے کہ

جس کے بعد دوزخ کی آگ سزا کے لیے ہو۔

مذمت زنا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَّارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الذَّنْبِ اَکْبَرُ عِنْدَاللّٰہِ قَالَ اَنْ تَدْعُوْا لِلّٰہِ نِدًّاوَّ ھُوَ خَلَقَکَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ خَشْیَۃَ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَکَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِی حَلِیْلَۃَ جَارِکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَصْدِیْقَھَا وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَا للّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَّلَا یَزْنُوْنَ اَلْاٰیَۃُ

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الکبائر فصل اول حدیث نمبر 44)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ کون سا ہے فرمایا۔ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے۔ حالانکہ اس نے تجھ کو پالا ہے۔ کہا پھر کون سا ہے؟

فرمایا: تو اپنی اولاد کو ڈر سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھاوے گی۔

کہا پھر کون سا گناہ ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مطابق یہ آیت نازل فرمائی۔

والذین لایدعون...... ولایزنون

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے تا آخر آیت۔

گناہ:

شرعاً بری چیز کا نام گناہ ہے اور اس کی چار قسمیں ہیں ایک وہ جو بغیر توبہ معاف نہ ہو جیسے کفر و شرک دوسرے جو نیک اعمال کی برکت سے بھی معاف ہو جائے جیسے گناہ صغائر تیسرے وہ کہ جن کے بغیر توبہ معاف ہونے کی بھی امید ہو جیسے حقوق اللہ کے کبیرہ گناہ چوتھے وہ کہ جن کی معافی کے لیے توبہ کے ساتھ مخلوق کو بھی راضی کرنا پڑے جیسے حقوق العباد (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج اول ص 70 بحوالہ مرقات)

بیٹوں اور بیٹیوں کو خرچ کے خوف سے قتل کرنا:

جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ غریب لوگ خرچ کے خوف سے بیٹے اور بیٹیوں دونوں کو قتل کر دیتے تھے چونکہ اس میں بے قصور جان کو قتل کرنا اور اپنے قرابت داروں پر ظلم کرنا اور خدا کی رزاقیت پر اعتقاد نہ کرنا تینوں باتیں جمع ہیں اس لیے اس کا درجہ کفر و شرک کے بعد رکھا گیا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص 71)

انگریزوں کا پلان منصوبہ بندی:

وہی پلان جو کسی وقت کا فر اپنایا کرتے تھے۔آج کے دور میں انگریزوں نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے۔پہلی بات تو یہ ہے کہ جب سے مانع حمل گولیاں شروع ہوئی ہیں معاشرہ بے شمار خرابیوں کا گڑھ بنتا جا رہا ہے منصوبہ بندی کی غرض و غایت بھی وہی ہے کہ زیادہ بچے ہوں گے تو ان کو کھانا کھلائے اور تعلیم کے بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ان تمام امور سے نجات کا واحد حل یہی ہے کہ بچے صرف دو ہی اچھے۔دو بچوں کے اچھے ہونے کے دعویدار کیسے ضمانت دے سکتے ہیں کہ یہ مسائل ان دو بچوں کے سلسلے میں پیدا نہیں ہوں گے۔

حدیث مبارکہ:

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَجُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوۃ شریف کتاب النکاح فصل 2 حدیث نمبر 2957)

حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت سے نکاح کرو جو خاوند سے محبت کرے اور بہت بچے جنے۔میں تمہاری کثرت کی وجہ سے باقی امتوں پر فخر کروں گا۔

دوسری حدیث مبارکہ:

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا وَّ اَنْتَقُ اَرْحَامًا وَّ اَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ۔

(رواہ ابن ماجہ مرسلاً مشکوۃ شریف کتاب النکاح حدیث نمبر 2957)

حضرت عبدالرحمٰن بن سالم بن عتبہ بن عویم بن ساعدہ انصاری سے روایت ہے وہ اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کنواری عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ منہ کے لحاظ سے شیریں کلام ہوتی ہیں اور بچے بہت جنتی ہیں اور وہ تھوڑے سے بھی راضی ہو جاتی ہیں۔

فائدہ:

اب غور و فکر ضرور کیجیے۔فیملی پلاننگ والے ہمیں کدھر لے جانا چاہتے ہیں اور مدنی تاجدار اپنے غلاموں کے لیے کیا پیغام دے رہے ہیں ہمیں منصوبہ بندی والوں کی بات ماننی چاہیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پہ لبیک کہتے ہوئے عمل پیرا ہونا چاہیے۔اب انگریزوں نے وہی علت بیان کی جس کے لیے کفار اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے زندہ دفن کر دیا کرتے تھے آج کل چونکہ سائنسی دور ہے وہی کام جدید طریقوں کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔اس سلسلے میں تفصیلی مطالعہ کے لیے قبلہ مجدد دور حاضرہ فیض ملت حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے افادات کے منی الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن

اویسی کی مرتب کردہ (دروس کا مونگی) اور (جدید مسائل کے شرعی احکام) دونوں کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔ اور جدید دور کی تاریکیوں پہ مبنی چاندنی سے بچنے کی سعی کیجیے تا کہ ہم سے ہمارا خدا بھی خوش ہو اور محبوب کریم کے احکام پہ بھی عمل ہو جو دنیا و آخرت میں ہزار ہا فوائد کا باعث بنے۔

چند کبیرہ گناہوں کی مذمت:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَزْنِیْ الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ نَهْبَةً یَّرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ وَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُ نَهْبَةً یَّرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَّهُوَ مُؤْمِنٌ وَّ لَا یَغُلُّ اَحَدُکُمْ حِیْنَ یَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاِیَّاکُمْ۔

(بخاری شریف، مسلم شری، ف مشکوۃ شریف، کتاب الایمان باب الکبائر وعلامات النفاق فصل اول)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زنا کرنے والا جب یہ فعل (زنا) کر رہا ہوتا ہے اس وقت مومن نہیں ہوتا اور چوری کرنے والا جب چوری کر رہا ہوتا ہے اس وقت مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پی رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور لوگوں کا مال لوٹنے والا جب یہ عمل کر رہا ہوتا ہے اور لوگ نگاہیں بلند کر کے اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جب تم میں سے خیانت کرنے والا خیانت کرتے وقت مومن نہیں ہوتا تو میں تمہیں ان افعال کے مرتکب ہونے سے ڈراتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا مفہوم یہ ہے اور قاتل قتل کے فعل کے ارتکاب کے وقت مومن نہیں ہوتا عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے دریافت کیا اس سے ایمان کس طرح نکال لیا جاتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس طرح اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال دیں اور پھر انہیں نکالا پس اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے اسی طرح اور انگلیاں ایک دوسری میں ڈال لیں اور ابو عبد اللہ نے کہا وہ مومن کامل نہیں ہوتا اور اس میں نور ایمان نہیں رہتا۔ (ہذا اللفظ البخاری)

اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے عارف باللہ شیخ محقق حضرت علامہ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مومن

زانی زنا نہیں کر رہا ہوتا جبکہ وہ زنا کر رہا ہوتا ہے مگر وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔

یعنی زانی زنا کے وقت مومن و مسلمان نہیں ہوتا مراد یہ ہے کہ مومن کامل نہیں ہوتا یہ الفاظ زنا کے ارتکاب اور اس فعل قبیح سے بطور مبالغہ اور ڈانٹ وجھڑک کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص 287)

ایمان سائبان کی طرح:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَکَانَ فَوْقَ رَأْسِهٖ کَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد ومشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الکبائر وعلامات النفاق حدیث نمبر 44)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ زنا کے فعل میں مصروف ہوتا ہے اس وقت اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سائبان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے پھر جب بندہ اس فعل زنا سے نکل آتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

شرح حدیث:

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنی العبد فرج منہ الایمان)

جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس کے اندر سے باہر نکل آتا ہے۔(فکان فوق راسہ کالظلۃ) تو وہ اس کے سر پر سائبان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے ظلۃ بظاء معجمہ ہر وہ چیز جو تیرے سر پر سائے کی طرح قائم ہو اور موجود ہو جیسے بادل یا خیمہ یا چھت وغیرہ۔دراصل یہ ایمان کی صورت مثالی ہے اور ہر شے کی اس جہاں میں ایک مثال ہے چنانچہ اجسام میں دودھ علم کی مثال ہے اور بکری دنبہ موت کی مانند ہے اور سائبان ایمان کی مثال ہے امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے اور اس بارے میں جس قدر احادیث آئی ہیں سب ان رسائل میں جمع کی ہیں وہ سب احادیث ہم نے (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے) شرح (عربی) میں نقل کی ہیں۔ایمان کو سائبان سے مثال دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے اگرچہ بندہ کمال ایمان اور اس کی نورانیت سے خالی ہو جاتا ہے تاہم اب بھی اس کی پناہ اور اس کی حمایت کے سایہ تلے ہوتا ہے اور بالکل اسی طرح اس سے الگ نہیں ہو جاتا کہ پھر واپس نہ آئے۔(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ص 297)

☆......☆......☆

عار کی قسمیں

(۱) اَلنَّارُ اَهْوَنُ مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ ۔۔۔ وَالْعَارُ یُدْخِلُ اَهْلَهٗ فِی النَّارِ

(۲) وَالْعَارُ فِیْ رَجُلٍ یَّبِیْتُ وَجَارُهٗ ۔۔۔ طَاوِی الْحَشَا مُتَمَزِّقَ الْاَطْمَارِ

(۳) وَالْعَارُفِیْ هَضْمِ الضَّعِیْفِ وَظُلْمِهٖ — وَاِقَامَةِ الْاَخْیَارِ بِالْاَشْرَارِ
(۴) وَالْعَارُ اَنْ یُّجْدِیْ عَلَیْكَ صَنِیْعَةً — فَتَكُوْنُ عِنْدَكَ سَهْلَةَ الْمِقْدَارِ
(۵) وَالْعَارُفِیْ رَجُلٍ یَّحِیْدُ عَنِ الْعِدیٰ — وَعَلَی الْقَرَابَةِ كَالْهِزَبْرِ الضَّارِیْ
(۶) وَالْعَارُ اَنْ تَكُ فِی الْاَنَامِ مُقَدَّمًا — وَتَكُوْنُ فِی الْهَیْجَامِنَ الْفُرَّارِ
(۷) جَاهِدْ عَلٰی طَلَبِ الْحَلَالِ وَ لَا تَكُنْ — تَغْذُوْهُ بِالْاِسْرَافِ وَاتِّبْذَارِ
(۸) اِلَّا لِاَهْلِكَ اَوْلِضَیْفِكَ اَوْلِمَنْ — یَشْكُوا اِلَیْكَ مَضَاضَةَ الْاَعْسَارِ

☆یدخل۔ داخل کرتی ہے یا داخل کرے گی☆فی النار۔ آگ میں مراد جہنم میں☆عار۔ شرم، غیرت، برائی☆ اشرار۔ شریر کی جمع، برا، بدذات☆علیك۔ تم پر، تم کو، تجھے☆عندك۔ تمہارے نزدیک☆جارهٔ۔ اس کا پڑوسی☆اخیار۔ نیکوں☆عِدیٰ۔ دشمنوں☆قرابة۔ قریبی☆انام۔ لوگ☆اسراف۔ فضول خرچی☆لِاَهْلِكَ۔ اپنے گھر والوں کے لیے ☆لِضَیْفِكَ۔ اپنے مہمان کے لیے☆یشکو۔ شکوہ کرے، شکایت کرے

(1) شرم اور برائی والے امور کہ جن کی وجہ سے انسان کو عار کی آگ برداشت کرنا پڑتی ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ ایسے عار والے امور (جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہوتے ہیں) انسان کو آگ یعنی جہنم میں لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔ (اس لیے ایسے امور سے بچنا چاہیے)

(2) عار اس شخص کے لیے ہے جو خود تو (خوب سیر ہو کر) رات گزارے (اور اس کے پاس دولت کی ریل پیل بھی ہو) اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو اور اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں۔ ایسے شخص کے لیے پڑوسی کی ضروریات کا لحاظ نہ رکھنا اس لیے آخرت میں رسوائی کا سبب بن سکتا ہے ذلت و رسوائی اور عار ہے۔

(3) اور اسی طرح ضعیفوں اور کمزوروں کا (بلاوجہ) دل توڑنا اور ان پہ ظلم کرنا اور صالح اور نیک لوگوں کو برے لوگوں کے ساتھ کھڑا کرنا یہ بھی عار ہے۔ اس لیے ایسے امور سے بھی بچنا چاہیے۔

(4) یہ بھی عار ہے کہ کوئی تجھے ایسا فائدہ پہنچائے جو تمہارے نزدیک بے وقعت ہو۔ حالانکہ انعام یا فائدہ حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔

(5) یہ اس شخص کے لیے بھی عار و شرمندگی کا باعث ہے کہ جو دشمنوں سے تو بچتا پھرے اور عزیز و اقارب کے لیے شکاری شیر کی مانند ہو۔ انہیں تکلیف پہنچانے میں دلیری کا ثبوت فراہم کرے۔

(6) یہ بھی عار کی بات ہے کہ تم اکثر امور میں لوگوں کے آگے آگے ہو سردار بنے پھرو اور لڑائی میں بھاگنے والوں میں سے ہو۔ یعنی جب سرداری یا بہادری کا وقت آئے یعنی آزمائش کے وقت دم دبا کر بھاگ جاؤ۔

(7) حلال طلب کرنے میں پوری پوری کوشش کر مگر حلال کمائی کو اسراف اور فضول خرچی میں نہ اڑا۔
حلال طلب کرنے میں پوری کوشش کر کیونکہ حلال کی کمائی انسان کے لیے دنیا و آخرت میں اعلیٰ مراتب کے حصول کا

سبب ہے۔ دنیا میں معاشرے میں امن وسکون کے فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بے سکونی کے خاتمے کا سبب ہے۔ لوگوں کے آپس میں پیار ومحبت کا سبب ہے حق تعالیٰ کے قرب کا باعث ہے۔

کما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الکاسب حبیب الله

(8) حلال کمائی (حاصل کر کے فضول خرچیوں میں نہ اڑا دینا) بلکہ اپنی حلال کمائی جو کہ شب روز کی محنت سے حاصل کی ہے) حلال کمائی اپنے اہل وعیال پہ خرچ کیجیے یا مہمانوں کی مہمان نوازی کے سلسلے میں خرچ کیجیے یا اس شخص پہ صرف کیجیے جو تمہارے سامنے اپنی تنگ دستی کی وجہ سے ہونے والی تکلیف بیان کرے۔

رزق حلال کمال کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

اسراف وفضول خرچی کی مذمت:

اس شعر میں اسراف وفضول خرچی کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ حلال کی کمائی سے حق تعالیٰ کی رضا والے امور حاصل کرنے کی کوشش کر۔ حلال کی کمائی ایسے امور میں لگا کہ جن سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ حلال کی کمائی شیطانی امور سے برباد نہ کر اور سراف اور فضول خرچیوں میں نہ اڑا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰهَ یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا وَّ یَکْرَهُ لَکُمْ ثَلَاثًا۔ فَیَرْضٰی لَکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِکُوْابِهٖ شَیْئًا وَاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا۔ وَیَکْرَهُ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةِ الْمَالِ۔

(رواہ مسلم۔ ریاض الصالحین مترجم ج 2 حدیث نمبر 890 ص 370)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے تین کاموں پر راضی ہوتا ہے اور تمہارے تین افعال کو پسند فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تم سے اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ تم سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور باہم اختلاف نہ کرو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں کو ناپسند فرماتا ہے۔ زبانی جمع خرچ کرنا۔ کثرت سے سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا۔

فائدہ:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کاتب ورّاد سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں مجھے یہ الفاظ لکھوائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

قَدِیْرٌ o اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی سب اسی کے لیے ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو تو عطا فرمائے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو چیز تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے مقابلے میں کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت کوئی نفع نہیں پہنچاتی۔

اور حضرت مغیرہ نے حضرت معاویہ کی طرف یہ بھی لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیل وقال سے مال کو ضائع کرنے سے اور بکثرت سوال کرنے سے منع فرماتے تھے اور آپ ماؤں کی نافرمانی، بچیوں کو زندہ درگور کرنے، حقدار کو اس کا حق نہ دینے اور ناحق کسی کا مال لے لینے سے منع فرماتے تھے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین ج2 ص 371 حدیث نمبر 891)

(8) حلال کی کمائی نہ خرچ کر مگر صرف اپنے اہل وعیال پر یا مہمان پر یا اس پہ خرچ کر جو تیرے سامنے حالات کی تنگی کے باعث ہونے والی تکلیف تیرے سامنے بیان کرے۔

اہل و عیال پہ خرچ کرنے کی فضیلت:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل دینار وہ ہے جسے مرد اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے یا سواری کے جانور پر تو یہ فی سبیل اللہ ہے اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔

حضرت قلابہ کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا ذکر پہلے فرمایا تھا اور اجر وثواب میں اس شخص سے بڑھ کر کون ہوگا جو اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین اردو ترجمہ حصہ دوم ص 45)

تین قرضداروں کا ضامن اللہ تعالیٰ:

حضرت حسن بن مالک سے مذکور ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قرضدار ایسے ہیں جن کے قرض کا ضامن اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

(1) وہ جو نکاح کرنے کے لیے قرض لیتا ہے تاکہ فجور سے بچے اور قرض ادا کیے بغیر فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ ضامن ہے کہ قیامت کے دن وہ اس کا قرض ادا فرمائے گا۔

(2) وہ شخص جو مسلمانوں کی اعانت اور جہاد پر جانے کے لیے قرض لیتا ہے۔

(3) وہ شخص جو میت کے کفن کے لیے قرض لیتا ہے قیامت کے روز اس کے قرض خواہ کو اللہ تعالیٰ راضی فرمائے گا۔

ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی یہ حدیث حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو سنائی تو انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بڑھاپے کی وجہ سے اب بھولنے لگے ہیں کیونکہ ان تینوں سے افضل بات کو وہ بھول گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے بھی ضامن ہوتے ہیں جو اپنے اہل وعیال کے لیے قرض لیتا ہے اور باوجود کوشش کے قرض ادا کیے بغیر فوت ہو گیا تو قیامت کے دن قرض خواہ اس سے کوئی جھگڑا نہ کرے۔ (تنبیہ الغافلین حصہ 2 ص 45)

مہمان قابل تعظیم:

وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍ وَالْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ۔ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ۔ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَآئِزَتَہٗ۔

قَالُوْا۔ وَمَا جَآئِزَتَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ یَوْمُہٗ وَلَیْلَتُہٗ وَالضِّیَافَۃُ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا کَانَ وَرَآءَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ

(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین اردو ترجمہ حصہ اول حدیث نمبر 710 ص 394)

حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے اور اس کا حق ادا کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن اور ایک رات اور ضیافت تین دن تک ہے۔ اس کے بعد صدقہ ہے۔

فائدہ:

حضرت علامہ عبد الرسول ارشد ایم اے (گولڈ میڈلسٹ) اس حدیث کے متعلق حاشیہ پہ وضاحت لکھی ہے۔

یعنی ایک دن اور ایک رات مہمان کی عزت کے لیے عام معمول سے ہٹ کر ذرا بہتر کھانے کا اہتمام کیا جائے۔

(ریاض الصالحین اردو ترجمہ جلد اول ص 394)

جنت میں داخل ہونے کے چند اعمال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کی کہ مہاجرین و انصار فرماتے ہیں ہم لوگ تو کسی راہ پر نہیں ہیں۔

فرمایا: ہاں...... جب تو نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، روزے رکھتا ہے، حج بیت اللہ کرتا ہے اور مہمان کی خاطر مدارات کرتا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (تنبیہ الغافلین اردو ترجمہ حصہ 2 ص 182)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا مسنون طریقہ:

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا کھانے کا ارادہ فرماتے اور اپنے ہمراہ کوئی کھانے والا نہ پاتے تو اس کی تلاش میں ایک دو میل تک چلے جاتے تھے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب مہمانوں کا باپ مشہور تھا۔ آپ کے گھر کے چار دروازے تھے اور ہر دروازے سے کسی کی آمد کے منتظر رہتے تھے۔

☆......☆......☆

آئمہ دین کے وصال پر افسوس

ذَهَبَ الرِّجَالُ الْمُقْتَدٰى بِفِعَالِهِمْ   وَالْمُنْكِرُوْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُّنْكَرٍ
وَ بَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ يُّزَيِّنُ بَعْضُهُمْ   بَعْضًا لِّيَدْفَعَ مُعْوِرٌ عَنْ مُعْوِرٍ
سَلَكُوْا ابْنِيَّاتِ الطَّرِيْقِ فَاَصْبَحُوْا   مُتَنَكِّبِيْنَ عَنِ الطَّرِيْقِ الْاَكْبَرِ

☆ رجال۔ رجل کی جمع بمعنی لوگوں ☆ وَالْمُنْكِرُوْنَ۔ اور برائی سے روکنے والے ☆ اَمْرٍ مُّنْكَرٍ برے کام ☆ گناہ۔ عیب ☆ مقتدی۔ جن کی اقتداء کی جاتی ہے ☆ بَقِيْتُ۔ میں باقی رہا ☆ فِيْ خَلْفٍ۔ باقی رہنے والوں میں ☆ يُزَيِّنُ۔ مزین کرتے ہیں ملمع سازی کرتے ہیں۔ ☆ طَرِيْقِ الْاَكْبَرِ۔ بڑے راستے، بڑا راستہ

مطلب

(۱) وہ لوگ اسی جہان فانی سے رخصت ہو گئے کہ جن کے افعال کی پیروی کی جاتی تھی اسی طرح وہ لوگ بھی اسی جہان فانی میں نہیں رہے بلکہ رخصت ہو گئے ہیں جو لوگوں کو بری باتوں سے منع کیا کرتے تھے۔

(۲) میں ان کے بعد آنے والی ان کی ایسی اولاد میں رہ گیا ہوں جن کے بعض لوگ بعض لوگوں کے لیے محض ظاہری ٹیپ ٹاپ کرتے ہیں ظاہری طور پر ان کی تعریفیں کر کے انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں تا کہ ایک عیبی دوسرے عیبی کے عیوب دور کرے۔ (حالانکہ ایسا ممکن ہی نہیں عیب تو دور ہوتے ہیں کہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور آئندہ وہ امور نہ سرانجام دینے سے)۔

(۳) وہ لوگ دین کے خلاف نکلے ہوئے نئے گلی کوچوں میں چل نکلے ہیں۔ راہِ حق سے دور چلے گئے ہیں بڑا راستہ جو عامہ مسلمانوں کا تھا جسے صراطِ مستقیم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس سے ہٹ گئے ہیں۔ (ان لوگوں نے نئے نئے گلی کوچے تلاش کیے اور ادھر نکل گئے صحیح راستہ سے بھٹک گئے۔ اب دیکھیے جتنے بھی نئے نئے فرقے بنے ہیں انہوں نے جماعت اہلسنت سے الگ ہو کر اپنے نئے راستے تلاش کیے وہ نئی راہوں کے راہی بنے الحمدللہ جماعت اہلسنت پہ قائم رہنے والے ہی ناجی ہیں تفصیلات کے لیے کتب احادیث کا مطالعہ کیجیے۔ مراۃ شرح مشکوۃ اور اشعۃ اللمعات میں بھی اس سلسلے میں بڑی نفیس بحث مطالعہ کے لیے ملے گی۔

ناجی جماعت

وَعَنْهُ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ

ترجمہ: اور انہی (حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس کے بعد اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کیا اور ہمیں بڑا موثر وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل لرزاٹھے۔
ایک شخص نے کہا یہ وعظ تو ہم سے وداع ہو جانے والے شخص کا وعظ تھا اس لیے آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں۔

اس پر نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے تعمیل حکم اور فرمانبرداری اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا اسے مضبوطی سے تھامنا اور پوری قوت کے ساتھ اس سے چمٹے رہنا اور دین میں نئے ایجاد کردہ امور سے دور رہنا کہ دین میں ہر نئی پیدا کردہ بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول حوالہ نمبر ۱۵۷ کتاب الایمان)

(فائدہ) (فانه من یعش منکم بعدی) کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا (مغیری اختلافا کثیرا) تو وہ عنقریب لوگوں میں بہت سے اختلافات دیکھے گا اور افراد کی بات ماننے اور طاعت اختیار کرنے میں اس فتنے میں مبتلا ہونے سے امن ہے جو اختلاف سے پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ کی طرف اشارہ اپنے اس قول مبارک سے فرمایا۔

علوم غیبیہ

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار علوم غیبیہ سے نوازا ہے، واضح ہوا کہ ایمان کی سلامتی اسی کو نصیب ہوتی ہے جو مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ تسلیم کرتا ہے اور ان کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے۔ الحمدللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ عطاء رب کائنات کا عقیدہ ہم اہلسنت و جماعت رکھتے ہیں۔ اہلسنت و جماعت کے علاوہ کوئی ایسی جماعت یا فرقہ نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ بھی تسلیم کرے اور خلفائے راشدین کے متعلق بھی ایسے بہترین خیالات کا اظہار کرے الحمدللہ یہ ہماری اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی واضح دلیل ہے کہ مذہب حق اہلسنت و جماعت ہے کیونکہ ہمارے عقائد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو تسلیم کرنا بھی ہے اور ہم عظمت خلفائے راشدین کو بھی ہم تسلیم کرتے ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

افعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدبین اور اپنے اوپر لازم قرار دینا میری سنت کو اور میرے خلفاء کی سنت کو جو رشد و ارشاد کے اہل اور ہدایت یافتہ ہیں اور انسان نیکی اور عمدہ خصائل و عادات سے اسی وقت بہرہ ور اور ہدایت کی روشنی سے منور ہو سکتا ہے جبکہ گمراہی و ضلالت کے خلاف اور اس سے دور رہے۔

خلفائے راشدین کی سنت کی اھمیت

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درج بالا حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وہ سنت ہے جسے حضور اقدس کے زمانہ مبارک میں شہرت حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں رواج پذیر اور مشہور ہوئی اور اس بنا پر ان کی طرف منسوب ہونے لگی چونکہ یہاں اس امر کا گمان تھا کہ کوئی شخص خلفائے راشدین کی طرف کسی سنت کے منسوب ہونے کی وجہ سے اسے بھی بدعت قرار دے دے اور رد کر دے اور اسے برا جانے اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خلفائے راشدین کی سنت وطریقہ کی اتباع کا حکم دیا اور اس کی بھی وصیت فرمائی اور اگرچہ ان خلفائے راشدین نے اپنے قیاس واجتہاد سے کوئی بات جاری کی تھی تو وہ بھی سنت نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم کے مطابق ہی سمجھی جائے گی اس پر بدعت کا اطلاق درست نہ ہوگا جیسا کہ بعض گمراہ فرقے خلفاء راشدین کی اس قسم کی باتوں کو بھی معاذ اللہ بدعت کہہ دیتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۴۵۹)

تہتر فرقے اور جنتی جماعت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا البتہ میری امت پر وہ کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا میری امت اور بنی اسرائیل آپس میں بالکل مطابق اور موافق ہو جائیں گے جس طرح ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے جوتے کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو اس فعل کے مرتکب ہوں گے اور بے شک بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تہتر ۷۳ فرقوں میں سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔

لوگوں نے عرض کیا: وہ ایک کون سا فرقہ ہے؟

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(فائدہ) اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور احمد اور ابوداؤد کی روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

اور اس کا نام جماعت ہے۔

اور بے شک میری امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ نفسانی خواہشات و ارادے ان کے رگ و پے میں سرایت کر جائیں گے جس طرح باولے پن کی بیماری انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی ہر ہر رگ اور ہر ہر جوڑ میں گھس جاتی ہے۔ (مشکوۃ شریف جلد اول کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۶۱)

شرح:

ثنتان و سبعون فی النار و واحدة فی الجنة وهی الجماعة

بہتر فرقے دوزخی ہیں اور ایک جنتی ہے اور وہ جماعت ہے یہ جماعت کے نام سے اس لیے موسوم ہیں کہ یہ حضرات جس سچائی اور راہ راست پر سلف کا اتفاق ہے اس پر جمع ہیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد اوّل اردو ترجمہ ص ۴۶۷)

علم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ حدیث مبارکہ اور اس جیسی دیگر احادیث مبارکہ کے علاوہ بے شمار احادیث اس سلسلے میں موئید مل جائیں گی کہ جن میں مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کی بہاریں نظر آئیں گی۔

الحمد للہ! مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے جو علوم غیبیہ حاصل ہوئے اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی واضح دلیل ہیں۔ غور فرمایئے ابھی فرقے ہوئے نہ تھے مگر جو کچھ سرکار نے فرمایا اسی طرح ہو کے رہا۔ قبل ازیں وقت سرکار کا فرقوں کے متعلق بیان فرمانا علم غیب ہی کا اظہار ہے۔ پھر بھی اگر کوئی انکاری ہے تو وہ جانے اور اس کا کام اس سلسلے میں حق وہی ہے جو آپ

کے ارشادات مبارکہ سے واضح ہے۔

یدالله علی الجماعة:

وَمَنْ عَبْدِ اللّٰہ بن عُمَرَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِی اَوْقَالَ اُمَّتَہ مُحَمَّدَ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَیَدُ اللّٰہ علی الجماعَةِ وَمَنْ شُذَّ فِی النَّارِ

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر۱۶۳)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا امت محمد ﷺ کو گمراہی پر اکٹھا نہ ہونے دے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہو گیا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

فائدہ:

(ویـد اللّٰہ علی الجماعة) اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اور احسان ومہربانی جماعت پر ہے۔ دراصل اس جملے میں ایذائے خلق اور اعدائے دین کے خوف سے خدا تعالیٰ کی حفاظت اور مدد فرمانے سے کنایہ ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو استنباط احکام اور حق پر اطلاع پانے کی توفیق دی ہے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۴۶۸)

جماعت سے علیحدگی کا نقصان:

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظم فَاِنَّہ، مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر۱۶۴)

اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سواد اعظم (کثرت وجمہور) کی اتباع کرو کہ بے شک جو شخص جماعت سے الگ اور تنہا ہو گیا وہ دوزخ میں گیا۔

بڑی جماعت کی پیروی کا حکم:

اتبعو السو دالاعظم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ بمعنی جمہور لوگوں کی کثیر جماعت چنانچہ سپاہی لشکر سے اس کی کثرت اور زیادتی مراد ہوتی ہے اس ارشاد سے درحقیقت اس مذہب کی اتباع کی ترغیب مقصود ہے جسے علماء امت کی اکثریت نے اختیار کیا ہے۔

جماعت اہلسنت کی حقانیت کی دلیل:

احادیث مبارکہ اہلسنت وجماعت کی حقانیت کی واضح دلائل پر مبنی ہیں۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔ یہ حدیث مبارکہ اور دیگر بے شمار جماعت اہلسنت بھی منظم ہو رہی ہے تمام اہلسنت کو چاہیے کہ اپنی اپنی جماعت کو قائم رکھتے ہوئے جماعت اہلسنت میں بھی شامل ہو کر اپنے میں تنظیم پیدا کریں۔ تنظیم میں ہی بے شمار فوائد ہیں۔ ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں فی زمانہ منظم ہونے کی ضرورت شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ ہم منظم ہو کر ہی آج کے دور میں مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں جماعت

اہلسنّت بے حد کوشاں ہے۔ جماعت اہلسنّت میں شمولیت اختیار کیجیے تمام علمائے اہلسنّت وعوام اہلسنّت سے پرزور اپیل ہے خدارا آپس میں اتفاق واتحاد پیدا کیجیے۔ اتحاد امت میں ۔ بے شمار فوائد ہیں۔ ملک دشمن اور سماج دشمن عناصر کا مقابلہ متحد ہوکر ہی کیا جا سکتا ہے۔ ذکر اذکار، تسبیح وتہلیل کے ساتھ ساتھ اسوۂ شبیری پہ بھی عمل پیرا ہونے کی آج کے دور میں بے حد ضرورت ہے۔

دعوت اسلامی سے پیار:

الحمد للہ دعوت اسلامی بھی خدمت دین کے سلسلے میں خوب محنت کر رہی ہے مدنی ماحول کو اپنایئے۔ دین و دنیا میں کامیابیوں سے ہمکنار ہونے کے اسباب جمع کیجیے حق تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے:

عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ والعامَّةِ۔ (رواہ احمد مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۷۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا جو تنہا ہونے والی اور دور چلی جانے والی اور ایک طرف ہو جانے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان واقع راستوں سے دور رہو اور جماعت اور اکثریت کے طریقے کو پکڑے رہو۔

جمہور و اکثر کی اتباع:

شیخ محقق رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ (ان الشیطان ذئب الانسان) بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے کہ اسے بہکاتا اور پھسلاتا ہے کہ جماعت سے الگ ہو تو اسے ہلاک کردے کذئب الغنم جیسے بکریوں کو بھیڑیا یاخذالشاذۃ جو اس بکری کو پکڑے جاتا ہے جو گلے سے بھاگتی ہے جو گلے سے دور چلی جائے اگرچہ نفرت کی وجہ سے دور نہ گئی ہو والناحیۃ اور اس بکری کو بھی پکڑ لے جاتا ہے جو گلے سے ایک طرف ہوکر کھڑی ہو اگرچہ اس سے بھاگی نہ ہو اور نہ ہی اس سے دور گئی ہو اور جو بکری گلہ کے درمیان ہو وہ امن اور سلامتی میں ہے۔ وایاکم والشعاب اور اپنے آپ کو ان راستوں سے دور رکھو جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہوں۔ اس عبارت سے مقصد یہ ہے کہ جماعت سے باہر نکلنا ٹھیک نہیں اور جس راستے پر جمہور اہل اسلام چلتے ہوں اس سے ہٹ جانا درست نہیں جیسا کہ فرمایا وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ اور جماعت واکثریت میں رہنا اپنے اوپر لازم و ضروری جانو۔ اس جانب اشارہ ہے کہ اعتبار جمہور واکثریت کی اتباع کا ہے کہ تمام لوگوں کا ہر معاملہ میں کامل اتفاق نہ صرف یہ کہ واقع نہیں بلکہ ممکن بھی نہیں۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اوّل ص ۴۷۵)

جماعت سے ایک بالشت دوری کی نحوست:

وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهٖ (رواہ احمد وابوداؤد، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۷۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی۔

فائدہ:

یہ احادیث مبارکہ اور اس جیسی دیگر احادیث سے واضح ہوا کہ مسلمان کہلانے والے تہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے صرف وہی جماعت ناجی (نجات پانے والی) ہوگی جو جمہور سلف صالحین کے طریقے اپنائے ہوئے صراط مستقیم پہ گامزن ہوگی جو شخص گروہ یا فرقہ جمہور کے راستے کو چھوڑ کر الگ ہوگا وہی کھلے دشمن شیطان کے ہتھے چڑھ جائے گا۔ حق تعالیٰ جماعت اہلسنت پہ تا حیات قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

......☆☆☆......

تکلیف ذریعہ کمال

(۱) وَلَا خَيْرَ فِي الشَّكْوٰى اِلٰى غَيْرِ مُشْتَكٍ ۔۔۔ وَلَا بُدَّمِنْ شَكْوٰى اِذَا لَمْ يَكُنْ صَبْرٌ

(۲) اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْبَحْرَ يَنْضُبُ مَآءُهٗ ۔۔۔ وَيَاتِيْ عَلٰى حِيْتَانِهٖ نُوْبُ الدَّهْرِ

(۳) اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفَقْرَ يُرْجٰى لَهُ الْغِنٰى ۔۔۔ وَاَنَّ الْغِنٰى يُخْشٰى عَلَيْهِ مِيَ الْفَقْرِ

☆تَرَ: دیکھا۔☆بحر: دریا۔☆یَاتِیْ: آئی ہے۔☆نُوْبُ الدَّھْر: نوب، نوبۃ کی جمع بمعنی حوادث، مراد گردش زمانہ۔☆یُرْجٰی: لوٹتی ہے، آتی ہے۔☆فقر: یہاں ناداری کے معنی میں ہے۔☆الغِنٰی: مالداری۔☆یُخْشٰی: ڈر لگا رہتا ہے۔

مطلب:

(۱) ایسا شخص جو رنج اور غم سے واقف نہیں اس کے سامنے محض شکوہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، رنج اور غم سے مبتلا ہونے والا انسان ہی اس کی تکلیف سے آشنا ہوتا ہے۔ جب صبر و تحمل کا پارا چڑھ جاتا ہے تو پھر شکوہ شکایت ضروری ہو جاتا ہے پھر ایسا انسان اپنی زبان سے شکوہ شکایت کرنے لگتا مگر زیادہ بہتر یہی تھا کہ وہ صبر و تحمل کا دامن تھامے رہتا۔

(۲) کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ دریا کا پانی جب سوکھ جاتا ہے اور تو دریا کی مچھلیوں پر بھی زمانے کی گردش آجایا کرتی ہے۔ مچھلیاں بھی گردش زمانہ کا شکار ہو جاتی ہیں۔

(۳) کیا تم ملاحظہ نہیں کرتے رہتے کہ فقر کے بعد مالداری بھی حاصل ہو جاتی ہے اور مالداری پہ بھی فقیری کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ یعنی کبھی مالداری ہوتی ہے تو کبھی فقر ڈیرے لگا لیتا ہے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اس لیے غربت آجائے تو رنج اور غم میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کہ کیونکہ غربت کے بعد اب مالداری کا دور آتا ہے جیسے کبھی دن ہوتا ہے تو کبھی رات، اسی طرح رات کے بعد دن آتا ہے یونہی کبھی دھوپ جوبن پہ ہوتی ہے تو کبھی چھاؤں کی بہار آتی ہے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

مشکلات کا دور تحمل وصبر کا دامن تھامے رہیے دن ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ جب تک اس جہان فانی میں ہیں دھوپ چھاؤں کی ادلی بدلی ہوتی رہتی ہے۔

ناداری کے بعد مالداری آتی ہے اس لیے اگر ناداری کا دور ہو تو بے صبری کا مظاہرہ کرنا اچھا کام نہیں ہے بلکہ حوصلہ و ہمت اور صبر و استقامت سے کام لیجیے پُر امید رہیے۔ مایوسی گناہ ہے مایوسی میں مبتلا ہو کر گناہوں کی دلدل میں دھنس کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لینا قطعاً عقلمندی نہیں۔ اس لیے مشکلات کے دور میں ہمت سے کام لیجیے۔ دن بدل جائیں گے۔ اسی طرح اگر غنا حاصل ہو جائے تو غنا کے باعث حق تعالیٰ کو یاد کیجیے کہ جس نے اتنا کچھ عطا فرمایا ہے۔ مخلوق خدا پہ رحم کیجیے اللہ کی عطا کردہ دولت سے مخلوق خدا کے لیے آسانیوں کے دروازے کھول دیجیے تمہارے لیے بھی رب کائنات کے انعامات کے حصول کا سبب یہ دولت بن جائے گی اور اگر مالداری کے باعث فخر و تکبر کرنے لگے اپنی حقیقت بھول گئے تو یاد رکھیے یہ غنا اور مالداری بھی چندروزہ ہے اس نے بھی ہمیشہ نہیں رہنا۔ اس کے بھروسے پہ بہک جانا قطعاً انسانیت اور مسلمانی نہیں۔ اس لیے دولت دنیا اور مالداری پہ مغرور نہ ہو اس نے بھی ساتھ نہیں دینا۔ کیونکہ یہ کسی کی دوست نہیں۔ اس لیے محض دولت پہ نازاں نہ ہو۔ ہاں اگر دولت مندی حاصل ہو تو وحدہ لاشریک کی مخلوق کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا کہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔

......☆☆☆......

مقامِ صبر میں ثابت قدمی کی فضیلت

(۱) اِذَا زِيْدَ شَرًّا زَادَ صَبْرًا كَاَنَّمَا ... هُوَالْمِسْكُ مَابَيْنَ الصَّلَايَةِ وَالْفِهْرِ

(۲) لِاَنَّ فَتِيْتَ الْمِسْكِ يَزْدَادُ طِيْبُهٗ ... عَلَى السَّحْقِ الْحُرِّ اصْطِبَارٌ عَلَى الشَّرِّ

☆زِيْدَ: زیادہ ہوتی ہے۔☆شَرًّا: شر، تکلیف۔☆زَادَ: زیادہ ہوتا ہے۔☆مِسْكَ: مشک۔☆ فهر: سنگریزے۔
☆طِيْبُهٗ: اس کی خوشبو۔☆يَزْدَاد: زیادہ ہوتی ہے۔☆سَحْق: گھسنے۔

مطلب:

(۱) جب تکلیف میں اضافہ ہو جاتا ہے تو پھر صبر بھی بڑھ جاتا ہے جیسے وہ مشک خوشبو والے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے درمیان میں ہے۔

(۲) کیونکہ جب مشک کے ٹکڑوں کو رگڑا جاتا ہے تو خوشبو میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شریف انسان کی تکلیف میں جب اضافہ ہوتا ہے تو اس کے صبر میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور انسان جوں جوں صبر میں کمال حاصل کرتا چلا جاتا ہے بارگاہ حق سے انعامات میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ معیت حق حاصل ہو جاتی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید میں ہے۔

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صبر کے فضائل کے سلسلے میں ہماری تصانیف (فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) ملاحظہ فرمایئے۔

......☆☆☆......

فاتحہ برقبر کا ثبوت

(۱) اُرِیْدُ بِذَاکُمْ اَنْ یَّهْشُوْا لِطَلْقَتِیْ ۔۔۔ وَ اَنْ تُکْثِرُوْا بَعْدِی الدُّعَآءَ عَلٰی قَبْرِیْ

(۲) وَاِنْ تَمْنَحُوْنِیْ الْمَجَالِسِ وُدَّهُمْ ۔۔۔ وَاِنْ کُنْتُ عَنْهُمْ غَائِبًا اَحْسَنُوْا ذِکْرِیْ

☆تُکْثِرُوْا: کثرت کریں، زیادہ کریں۔☆وُدّ: محبت سے۔☆اَحْسَنُوْا ذِکْرِیْ: میرا ذکر خیر کریں۔☆فی المجالس: مجالس میں۔

مطلب:

(۱) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میری مراد اس سے یہ ہے کہ میری خوش روی اور خوش مزاجی کی وجہ سے لوگ خوش ہوں اور میرے وصال کے بعد بھی میری قبر پہ دعا بکثرت کریں۔

(۲) اور دنیا میں رہتے ہوئے مجالس میں میرے ساتھ محبت سے ملیں اور لوگ پیٹھ پیچھے میرا ذکر اچھے الفاظ میں کیا کریں۔

فائدہ:

گویا آپ ایک حیثیت سے نصیحت فرما رہے ہیں کہ دنیا میں خوش روی اور خوش مزاجی کو اپنا شیوہ بنایئے تاکہ بعد از مرگ بھی لوگ اچھے لفظوں میں یاد کریں۔ اسی طرح سامنے تو اکثر لوگ اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں مزہ تو تب ہے کہ لوگ پیٹھ پیچھے بھی اچھے لفظوں میں یاد کریں۔ خصوصاً بعد وصال لوگوں کا اچھے لفظوں میں یاد کرنا ایک حیثیت سے انعام ربانی ہے اچھے لفظوں میں یاد کرنے والے بعد از وفات نیک دعائیں بھی کرتے ہیں اور ایصال ثواب بھی کرتے ہیں۔ قبر میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنا اور دعائیں مانگنا۔ دفن کرنے کے بعد دعائیں مانگنا۔ ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کرنا۔ قل خوانی، ساتہ، اکیسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ ختم وغیرہ اور قبروں پہ حاضر ہو کر فاتحہ اور ایصال ثواب کرنا سب کچھ اسی قبیل سے ہے۔

قبور پہ جانا مسنون طریقہ ہے:

وَعَنْ بَرِیْدَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَی الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ○

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور حدیث نمبر ۱۶۷۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تعلیم دیتے جس وقت قبرستان کی طرف نکلیں کہیں سلام ہے تم پر اے گھر والو! مومنوں میں سے اور مسلمانوں میں سے اور تحقیق ہم اگر اللہ نے چاہا تمہارے ساتھ ملیں گے ہم اللہ تعالیٰ سے تمہارے اور اپنے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اھل قبور پر سلام:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّالنَّبِیُّ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب (مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور فصل ۲ ص ۱۶۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں چند قبروں کے پاس سے گزرے ان پر اپنے چہرہ کے ساتھ متوجہ ہوئے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرْ

سلام ہو تم پر اے اہل قبور! اللہ تعالیٰ ہم اور تم کو معاف کردے تم ہم سے پہلے پہنچے ہوئے ہو اور ہم پیچھے آتے ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ سے ان لوگوں کو اپنے عقائد درست کرنے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے جو یہ کہتے مزاروں والے نہیں سنتے۔

فاتحہ برقبور:

کسی کے انکار کرنے سے حقیقت تو بدل نہیں جاتی۔ مظاہر حق جدید سے اس حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائیے۔

قبر میں رھنے والو تم پر سلامتی ھو:

حدیث کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کی طرف اپنی روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے۔

میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اہل قبور پر سلام پیش کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اس وقت اس کا منہ میت کے منہ کے سامنے ہو، اسی طرح جب دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی وغیرہ کے لیے قبر پر کھڑا ہو تو اپنا منہ میت کے سامنے رکھے چنانچہ علماء مجتہدین کا یہی مسلک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے صرف علامہ ابن حجر اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ قبر پر حاضر ہونے والا دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کے وقت اپنا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔

مظہر فرماتے ہیں کہ کسی میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہے لہٰذا جس طرح کسی شخص کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا منہ اس کے منہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے اس طرح اس کے مرنے کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا منہ اس کے سامنے رکھا جائے پھر یہ کہ کسی بھی میت کے سامنے وہی طریقہ و آداب ملحوظ رہنا چاہئیں جو اس کی زندگی میں نشست و برخاست کے وقت ملحوظ ہوتے تھے مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے

کمالات وفضائل کی بنا پر عظیم المرتبت ورفیع القدر تھا ادب واحترام کے پیش نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو اب اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی وہ فاصلہ سے کھڑا رہے یا بیٹھے اور اگر اس کی زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا جب اس کی میت یا قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے۔

جب کسی کی قبر کی زیارت کی جائے تو اس وقت سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد تین مرتبہ اور اس کا ثواب میت کو بخش کر اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔(مظاہر حق جدید جلد ۲ ص ۱۷۹۔۱۷۸)

آخری شب میں نبی کریم ﷺ کا قبرستان جانے کا معمول:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِىْ فِىْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ قَالَ قُوْلِىْ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَا حِقُوْنَ ٥

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب مایقال عند دخول القبور والدعا لاھلھا ح ۱۶۱۹ مشکوۃ شریف حدیث نمبر ۱۷۶۶ کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور)

اور سیدہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں کس طرح کہوں؟ یعنی زیارت قبور کے وقت کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہا کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآئَاللّٰهُ بِكُمْ لَلَا حِقُوْنَ

سلامتی ہو مومنین و مسلمین میں سے گھر والوں پر اللہ ان پر رحم کرے جو ہم میں سے پہلے تھے اور ان پر بھی اپنی رحمت کا سایہ کرے جو ہم میں سے بعد میں آنے والے ہیں یقیناً ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہی ہیں۔
(مظاہرہ حق جدید جلد ۲ ص ۱۷۹)

صاحب قبر جانتا بھی ھے اور سلام کا جواب بھی دیتا ھے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی اپنے ایسے مومن بھائی کی قبر پر پہنچے جسے وہ دنیا میں جانتا پہچانتا تھا پھر اس پر سلام پیش کرے تو صاحب قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔(مظاہر جدید جلد ۲ ص ۱۸۰)

فائدہ:

غور فرمائیے کہ روایت میں بیان ہوا ہے کہ اہل قبور قبر پہ آنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں اور ہمارے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔کوئی مانے یہ نہ مانے حقیقت وہی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے۔یہ روایت اہلسنت و جماعت کی تصانیف میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے اور دیوبند مکتبہ فکر کی کتب میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے پھر بھی کوئی انکار کرے تو اس کی مرضی۔قبر والے ہمارے سلام کا

جواب بھی دیتے ہیں ہمیں سنائی نہ دینا ہماری سماعت کا قصور ہے وہ یقیناً جواب دیتے ہیں۔ اسی لیے اہلسنت و جماعت کا بزرگان دین کے مزارات پہ جانا یقیناً اچھا عمل ہے بے شمار فوائد کے حصول کا سبب ہے۔

اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل:

الحمدللہ یہ روایت اور اس جیسی دیگر روایات اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی منہ بولتا ثبوت ہیں کوئی لاکھ انکار کرے۔ ان کے انکار سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ حق احادیث مبارکہ سے واضح ہے۔

مزارات پہ حاضری کے مزید فوائد:

وَعَنْ مُحَمَّدِبْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمْعَةٍ غُفِرَلَهُ وَكُتِبَ بَرًّا

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا)

اور حضرت محمد بن نعمان یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ہر جمعہ کے روز ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر جائے اور وہاں ان کے لیے دعائے مغفرت وایصال ثواب کرے تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور اسے اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق ارسال نقل کیا ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ (رواہ ابن ماجہ)

(سنن ابن ماجہ کتاب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی زیارۃ القبور، ح:۱۵۶۰)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں قبروں پر جانے سے منع کیا تھا مگر اب تم قبروں پر جایا کرو کیونکہ قبروں پر جانا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

قبروں پر جانے کی اجازت:

قبروں پر جانا درحقیقت انسان کے دل و دماغ میں دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بے رغبتی کا احساس پیدا کرتا ہے کہ جب انجام کار یہی ہے تو دنیا میں دل لگانا اور اپنی زندگی پر گھمنڈ کرنا بے کار ہے۔

قبروں پر جانے کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ "آخرت کی یاد دلاتا ہے" یعنی قبروں پر پہنچ کر یہ احساس پیدا ہوجاتا ہے کہ اس عالم کے علاوہ ایک عالم اور ہے جہاں جانا ہے اور وہاں جا کر اس عالم کے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبرستان پہنچ کر قبروں کو عبرت کی نظروں سے دیکھا جائے اور موت کو یاد کیا جائے کہ موت کی یاد ہی حقیقت دنیاوی لذتوں کے فریب کا پردہ چاک کرنے والی اور گناہوں و معصیت کی ہر کدورت کو صاف کرنے والی ہے۔

قبروں پہ جانا اور وہاں دعا مانگنا سنت سے ثابت:

قبرستان آنے جانے کے بارے میں ہر وہ چیز مکروہ ہے جو معہود یعنی سنت سے ثابت نہیں اس بارے میں صرف قبروں پر جانا اور وہاں کھڑے کھڑے دعا مانگنا سنت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت البقیع شریف لے جاتے تو وہاں یہ فرماتے۔

السلام علیکم درا (دار) قوم مومنین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لا حقون واسئال اللّٰہ ی ولکم العافیة۔

یعنی اے مومنین کے گھر تجھ پر سلامتی ہو، اے مومنو! ان شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے امن وعافیت مانگتا ہوں۔ (ملا علی قاری) (مظاہر حق جدید جلد ۲ کتاب الجنائز ص ۱۳۴)

قبروں پر تلاوت قرآن:

ملا علی قاری کے ان الفاظ سے اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ یہاں تو یہ ثابت ہوا کہ زیارت قبور کے سلسلے میں صرف قبروں پر جانا اور وہاں دعا مانگنا سنت سے ثابت ہے جیسا کہ خود ملا علی قاری نے ابھی اس باب کی تیسری فصل کی ایک حدیث کو جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تشریح کے ضمن میں وہ احادیث نقل کی ہیں تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ قرآن کریم کی تلاوت دعا میں شامل ہے اس لیے کہ تلاوت قرآن کریم بھی حکماً دعا ہی ہے لہٰذا مکروہ نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۱۳۵)

بعد دفن مردہ کے لیے استغفار:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِهٖ وَهُوَ فِیْ سِیَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِیْ نَائِحَةٌ وَّلَانَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا یُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّیُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ (رواہ مسلم)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ وکذا الھجرۃ والحج ح ۱۷۳)

اور حضرت عمرو بن عاص کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اس وقت جبکہ وہ حالت نزع میں تھے اپنے صاحبزادے کو یہ وصیت کی کہ ''جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ کے نہ تو کوئی نوحہ کرنے والی ہو اور نہ آگ ہو اور جب مجھے دفن کرنے لگو تو میرے اوپر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ میں تمہاری وجہ سے آرام پا جاؤں اور بغیر کسی گھبراہٹ کے جان لوں کہ میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

یہاں تک کہ میں آرام پا جاؤں کا مطلب:

''یہاں تک کہ میں آرام پا جاؤں'' کا مطلب یہ ہے کہ قبر پر تمہاری دعائے استقامت ومغفرت، ذکر وقرأت قرآن کریم

اور استغفار وایصال ثواب کی وجہ سے سوال وجواب کے مرحلہ سے میں بآسانی گزر جاؤں اور قبر میں خدا کی رحمتوں سے ہمکنار ہو جاؤں چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں منقول ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مردہ کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو جاتے اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے) فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے دعائے استقامت واثبات مانگو کیونکہ اس وقت اس سے سوال وجواب ہو رہا ہے۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۱۴۴)

فوت شدگان کے لیے ایصال ثواب:

حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جب تم قبرستان جاؤ تو وہاں سورۃ فاتحہ، معوذتین (سورۃ الفلق اور والناس) اور قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچاؤ جو انہیں پہنچ جاتا ہے۔ ایصال ثواب کے لیے قبروں پر جانے سے اہل قبروں پر جانے سے اہل قبر کے لیے تو یہ مقصود ہے کہ وہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت وغیرہ سے فائدہ حاصل کرے اور قبر پر جانے والے کے لیے اس لیے بہتر ہے کہ وہاں پہنچ کر وہ عبرت حاصل کرے۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۱۴۵)

ایصال ثواب کا فائدہ ایصال ثواب کرنے والے کو بھی ملتا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص قبرستان جائے اور وہاں قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے تو اسے قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر ثواب ملتا ہے۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۱۴۵)

اہلسنت و جماعت کا ایصال ثواب کے لیے دعا مانگنے کا ثبوت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جو شخص قبرستان جائے اور سورۃ فاتحہ، قل ھو اللہ احد اور الھکم التکاثر پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرے کہ ''میں نے تیرے کلام پاک میں سے جو کچھ اس وقت پڑھا ہے اس کو (کا) ثواب اس قبرستان میں مدفون مومنین اور مومنات کو پہنچاتا ہوں۔'' تو قبرستان میں مدفون مردے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرنے والے ہو جاتے ہیں۔

حکایت:

حضرت حماد مکی (رحمتہ اللہ علیہ) اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک رات مکہ کے ایک قبرستان میں جا پہنچا اور وہاں ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ اہل قبرستان، مختلف ٹکڑیوں میں حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کہ ''کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ (جو تم سب قبروں سے باہر نکلے بیٹھے ہو)'' انہوں نے کہا کہ ''نہیں بلکہ ہمارے بھائیوں میں سے ایک شخص نے قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخشا ہے لہٰذا اب ہم لوگ ایک برس سے یہاں بیٹھے ہوئے اسی ثواب کو آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔''

(مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۱۴۵)

بدنی اعمال کا ثواب بخشا جائے تو فوت شدگان کو ثواب پہنچتا ہے:

علامہ سیوطی (رحمتہ اللہ علیہ) جو شافعی المذہب ہیں شرح الصدور میں لکھا ہے کہ یہ ''مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشا جائے تو آیا وہ ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟''

چنانچہ جمہور سلف یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین پہلے زمانہ کے علماء اور تینوں آئمہ کہتے ہیں کہ میت کو اس کا ثواب

پہنچتا ہے مگر حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔

پھر اس کے بعد (حضرت علامہ امام) سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) نے امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے دلائل کے کئی جواب لکھ کر یہ بات ثابت کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بدنی اعمال وعبادات کا ثواب جیسے نماز، روزہ اور قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کسی میت کو بخش دے تو اس میت کو اس کا ثواب ملتا ہے اس بارے میں مزید تحقیق کے لیے شرح الصدور یا مرقاۃ دیکھی جاسکتی ہے۔

(مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۱۴۶۔۱۴۵)

یہ تمام تحقیق مظاہر حق جدید سے پیش کی ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ الحمد للہ ایصال ثواب کے متعلق کسی کو بھی اختلاف نہیں ہونا چاہیے اگر پھر بھی کوئی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا چاہے تو پھر اسے کون روکے۔

......☆☆☆......

اپنی ایک بیوی سے خطاب جس نے جدائی چاہی

(۱) اِلٰی کَمْ یَکُوْنُ الْعَذْلُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ ۔۔۔ لِمَا لَا تُمَلِّیْنَ الْقَطِیْعَةَ وَالْهَجْرَا

(۲) رُوَیْدَكِ اِنَّ الدَّهْرَ فِیْهِ کِفَایَةٌ ۔۔۔ لِتَفْرِیْقِ ذَاتِ الْبَیْنِ فَانْتَظِرِی الدَّهْرَ

☆فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ: ہر رات میں۔☆قطیعه: اسے لاتعلقی۔☆هَجْرًا: جدائی۔☆کِفَایَةٌ: کافی ہے۔☆تفریق: جدائی۔☆ذَاتِ الْبَیْنِ: آپس کے درمیان۔☆فَانْتَظِرِی: پس انتظار کر۔

مطلب:

(۱) ہر رات برا بھلا کہنے اور ڈانٹ ڈپٹ کا یہ سلسلہ کتنے عرصہ تک چلتا رہے گا۔ جدائی اور لاتعلقی کو جلا کیوں نہیں دیتی۔ جدائی اور لاتعلقی کو جلا دینا چاہیے تاکہ جدائی بھی ختم ہو اور برا بھلا کہنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے۔

(۲) مگر تو ذرا ٹھہر جا کیونکہ وقت جدائی کے لیے کافی ہے۔ اس لیے اس وقت کا انتظار کر جو جدائی کے لیے مقرر ہے۔

......☆☆☆......

مخلص دوست بناؤ

(۱) عَلَیْكَ بِاِخْوَانِ الصَّفَاءِ فَاِنَّهُمْ ۔۔۔ عِمَادٌ اِذَا اسْتَنْجَدْتَهُمْ وَظُهُوْرٌ

(۲) وَمَا بِکَثِیْرٍ اَلْفُ خِلٍّ وَّ صَاحِبٍ ۔۔۔ وَاِنَّ عَدُوًّا وَّاحِدًا لَکَثِیْرٌ

☆اخوان الصفا: مخلص دوستوں۔☆ظُهُوْر: پشت پناہ ہوں گے۔☆اَلْفُ: ہزار۔☆خِلٍّ: دوست۔☆مَا بِکَثِیْرٍ: زیادہ نہیں۔☆عَدُوًّا: دشمن۔

مطلب:

(۱) تم مخلص دوستوں کے ساتھ تعلقات پیدا کرو کیونکہ تم جب ان سے تعاون کے طلبگار ہو گے تو وہ تمہارے لیے ستون بن جائیں گے اور تمہاری حفاظت کرتے ہوئے تمہارے حمایتی بن جائیں گے۔

(۲) اور اگر ہزار دوست بھی ہوں تو وہ کثیر نہیں ہیں اور بے شک اگر ایک بھی دشمن ہے تو وہ کثیر ہے۔
تفصیلات اسی شرح کے شروع میں ملاحظہ کیجیے۔

......☆☆☆......

خیر سے خالی شخص سے خطاب

(۱) مَـافِيْكَ خَيْـرٌ وَّ لَا مَيْـرٌ يُّعَدِّ لُـهٗ ۔۔۔ قَضَيْتُ مِنْكَ لُبًا نَاتِيْ وَ اَوْطَارِيْ

(۲) فَاِنْ بَقِيْتَ فَلَا تُرْجِي لِمَكْرَمَةٍ ۔۔۔ وَاِنْ هَلَكْتَ فَمَذْ مُوْمًا اِلَى النَّارِ

☆مَافِيْكَ: تجھ میں نہیں۔☆قَضِيْتُ: میں پورا کروں۔☆لِمَكْرَمَةٍ: واسطے عزت واحترام۔☆هَلَكْتَ: ہلاک ہو گیا۔☆فَمَذْمُوْمًا: ذلیل وخوار ہوکر رسوائی سے پس ذلت وخوار ہوا۔

مطلب:

(۱) تجھ میں ایسی کوئی بھلائی نہیں ہے کہ جس پہ اعتماد کیا جا سکے اور نہ ہی تجھ میں ایسا کوئی نفع ہے کہ جس پہ اعتبار کرتے ہوئے میں اپنی ضرورتیں اور حاجتیں تجھ سے پوری کرسکوں۔

(۲) پس اگر تو باقی رہ بھی گیا تو پھر بھی تجھ سے کسی عزت کے حاصل ہونے کی توقع نہیں اور اگر تو مر گیا تو پھر ذلیل وخوار ہو کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیر سے خالی شخص کے متعلق حقائق بیان کیے ہیں کہ خیر سے خالی شخص کسی کام کا نہیں ہوتا۔ اس کی دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے سوائے عذاب کے کچھ نہیں۔ اس لیے اے انسان خیر سے خالی شخص نہ بن بلکہ ہمہ جہت خیر ہی خیر والا شخص بن کہ اللہ کی مخلوق تجھ سے خیر ہی خیر پائے تیری دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی تیری بہترین ہو۔ خیر سے خالی ہونے میں تجھے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ ہاں خیر ہی خیر ہونے میں بے شمار فوائد ہیں خیر سے خالی شخص کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ اے خیر سے خالی انسان تجھ میں ایسی کوئی بھلائی نہیں پائی جاتی کہ جس پہ اعتماد کیا جا سکے اسی لیے تجھ پہ اعتماد کوئی نہیں کرتا، اسی طرح تجھ میں ایسا کوئی نفع نہیں کہ جس پہ اعتبار کر کے میں اپنی ضروریات اور حاجات پوری کرسکوں۔ اگر تو زندہ بھی رہا تو تیرے زندہ رہنے کا کیا فائدہ یعنی تیرے زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے عزت حاصل ہونے کی کوئی توقع نہیں اور اگر تو مر بھی گیا تو پھر بھی کیا حاصل ہوگا قطعاً کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ مرنے کے بعد بھی تجھے

ذلت ورسوائی کے گہرے کنوئیں میں دھکیلا جائے گا ذلیل وخوار ہو کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ نہ تیری زندگی مفید ہے اور نہ ہی تیری موت مفید ہاں اللہ والوں کی حیات بھی خیر ہوتی ہے اور اللہ والوں کی موت بھی انعامات ربانی کے حصول کا باعث ہوتی ہے یعنی اللہ والوں کی حیات بھی مفید ہوتی ہے خیر ہوتی ہے اور اللہ والوں کی موت بھی مفید اور خیر ہی ہوتی ہے۔

......☆☆☆......

جس کے پاس ایک خرمہ بھی ہے وہ کامیاب ہے

(۱) اَفْلَحَ مَنْ كَانَ لَهٗ قَوْصَرَةٌ يَاْكُلُ مِنْهَا كُلَّ يَوْمٍ مَّرَّةً

☆اَفْلَحَ: کامیاب ہوا۔ ☆قَوْصَرَةٌ: خرمہ کا توشہ دان۔ ☆كُلَّ يَوْمٍ: ہر دن، ہر روز، روزانہ۔ ☆مَرَّةً: ایک بار، ایک مرتبہ۔

مطلب:

(۱) جس شخص کے پاس زادراہ کے طور پر صرف خرمے کا توشہ دان بھی موجود ہے وہ کامیاب وکامران ہے وہ اسی سے ہر روز ایک بار کھالیا کرے۔

فائدہ:

یعنی اس سے زیادہ کی کوشش کرنا فضول ہے، اگر اور کچھ میسر نہیں تو طرح طرح کی نعمتوں کے لیے پریشانیاں اٹھانا اچھا کام نہیں۔ پس جو کچھ میسر ہے اسی پر ہی گزارہ کرلیا کرے۔ اس طرح وہ اپنی کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔ اسے خواہ مخواہ کی پریشانیوں کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے گا اور نہ ہی دکھوں کی گھمن گھیری میں مبتلا ہو کر ذلیل وخوار ہوگا۔

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

رکھی سکھی کھائے کے ٹھنڈا پانی پیؤ فریدا نہ ویکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیں جیو

اے فرید روکھی سوکھی جیسی بھی روٹی مل جائے وہی کھالیا کر اور ٹھنڈا پانی پی کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کر، کسی کی چوپڑی (گھی لگی روٹی) دیکھ کر اپنا جی نہ ترسانا۔ (حیات الفرید ص ۳۲۳)

اور جس کے پاس زیادہ کچھ ہوگا اور بے دریغ خرچے کیے ہوں گے وہی دکھی بھی زیادہ ہوں گے۔

فریدا روٹی میری کاٹھ دی، لاون میری بھکھ جنہاں کھادی چوپڑی گھنے سہن گے دکھ

اے فرید! روٹی میری کاٹھ یعنی لکڑی کی ہے اور بھوک میرا روٹی کھانے کے لیے سالن ہے جن لوگوں نے گھی لگی روٹی کھائی وہی زیادہ دکھ سہیں گے۔ (حیات الفرید ص ۳۲۲)

فائدہ:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وافکار کے سلسلے میں ہماری کتاب حیات الفرید کا مطالعہ کیجیے اس میں الحمد

۳۰ حوالہ جات سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہے اور بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ۴۰ منتخب اشعار بھی معہ ترجمہ درج کیے گئے ہیں علاوہ ازیں بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی مفصل شرح کے سلسلے میں ہماری تصنیف (فیضان الفرید) کا مطالعہ کیجیے۔

......☆☆☆......

کسی غیر سے مستغنی ہونا بلند مرتبے کا سبب

(۱) كُدَّ كُدَّ الْعَبْدِ اِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ تَصْبَحَ حُرًّا　　وَاقْطَعِ الْاٰمَالَ مِنْ مَّالِ بَنِیْ آدَمَ طُرًّا

(۲) لَا تَقُلْ اَذَا مَكْسَبٌ يُزْرِیْ فَقَصْدُ النَّاسِ اَزْرٰی　　اَنْتَ مَا اسْتَغْنَيْتَ عَنْ غَيْرِكَ عَلَى النَّاسِ قَدْرًا

☆كُدَّ الْعَبْدِ: غلام کی مانند کوشش کر۔ ☆اَحْبَبْتَ: تجھے پسند ہے۔ ☆حُرًّا: آزاد۔ ☆وَاقْطَع: اور تو منقطع کر دے۔ ☆آمال: امید۔ ☆لَا تَقُلْ: تو نہ کہہ۔ ☆قَدْرًا: قدر، مقام، مرتبہ، شان۔

مطلب:

(۱) اگر تو آزاد رہنے کا متمنی ہے تو پھر غلاموں کی مانند کوشش کر خود کما۔ کسی بھی اولاد آدم کے مال سے امید نہ رکھ بلکہ یکسر ہی اولاد آدم کے مال سے امید ختم کر لے۔ (اسی میں تیری عزت بھی ہے عظمت بھی ہے اور وقار بھی قائم رہے گا)

فائدہ:

کیونکہ اسی میں تیرا بھلا ہے۔ ایسا طریقہ اختیار کرنے سے تیری عزت نفس بھی مجروح نہ ہوگی اور نہ ہی تیرا رجحان چوری، ڈاکہ زنی، قتل وغارت گری کی طرف ہوگا۔ کسی کے مال کی طرف امید کرنا ہزارہا خرابیوں کا سبب ہے۔

(۲) یہ نہ کہہ کہ کمائی عیب لگاتی ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کسب حلال کے لیے خود کام کرنے میں کوئی عیب نہیں نہ ہی اس طرح سے کوئی عیب لگتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرف قصد کرنا زیادہ عیب لگنے کا سبب ہے۔

دوسرے لوگوں سے جب تو بے پرواہ ہو جائے گا تو دوسرے لوگوں سے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے بلند مقام پہ رہے گا۔

فائدہ:

گویا اسی میں تیری عظمت ہے کہ تو کسی کے مال ودولت کی طرف امید بھری نگاہیں نہ ڈال بلکہ دوسرے لوگ تیرے دستر خوان سے کھانے والے ہوں کسی سے دولت حاصل کرنے کے طریقے نہ ڈھونڈ یہ تیرے مقام ومرتبہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے اور لوگ اگر تیری طرف رجوع کریں گے تو اس میں تیری عظمت کو چار چاند لگیں گے۔

قناعت:

ان اشعار میں متعدد امور بیان کیے گئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کے مالوں سے امید نہ رکھ بلکہ لوگوں کے اموال سے امید منقطع کر دے اگر تو آزاد رہنا چاہتا ہے۔ تو اس دولت کے حصول کے لیے جائز ذرائع تلاش کر اس سلسلے میں غلاموں کی

طرح کوشش کر لے۔ جائز ذرائع اختیار کرنے والوں کے متعلق محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللہ

سب سے زیادہ شکر گزار ہونے کا عمل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا:

پرہیز گار بنو۔ تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔

قانع بنو، تم سب سے زیادہ شکر گزار ہو جاؤ گے۔

جو اپنے لیے پسند کرتے ہو دوسروں کے لیے پسند کرو۔ تم مومن بن جاؤ گے۔

اپنے پڑوسی سے اچھی طرح سے پیش آؤ۔ تم مسلمان کہلاؤ گے۔

کم ہنسو کیونکہ بہت ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (اخرجہ ابن ماجہ ۴۲۱۷، تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ص ۲۵۹)

عقل مند شخص:

ابو بکر مراغی فرماتے ہیں کہ عقلمند وہ شخص ہے جو دنیاوی امور کی تدبیر قناعت اور لیت ولعل کرنے سے اور آخرت کے امور کی تدبیر حرص اور جلد بازی سے کرے اور دین کے معاملات کی تدبیر علم اور کوشش سے کرے۔ (تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ص ۲۶۰)

عقاب:

مروی ہے کہ عقاب اپنی اڑنے کی جگہ میں بڑا ذی عزت ہوتا ہے کسی صیاد کی نگاہ یا طمع اس کی طرف اٹھ نہیں سکتی مگر جب وہ کسی مردار کی جو جال میں پھنسا ہوا ہے طمع کرتا ہے تو اپنے اڑنے کی جگہ سے نیچے اتر آتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔

(الرسالۃ القشیر یہ باب قناعت)

حکایت:

مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک دانا شخص کو دیکھا کہ جو سبزی پانی کے اوپر گر پڑی تھی وہ اسے کھا رہا تھا۔ اس شخص نے دانا سے کہا کہ اگر تو بادشاہ کی نوکری کر لیتا تو تجھے یہ کھانے کی نوبت نہ آتی۔ دانا نے جواب دیا تو بھی اگر قناعت کرتا تو تجھے بادشاہ کی نوکری کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ (الرسالۃ القشیر یہ باب قناعت)

فائدہ:

ان اشعار میں یہ بیان ہوا ہے کہ مزدوری کرنا بے عزتی ہے عزت وعظمت میں کمی کا باعث ہے تو ہین ہے تو پھر یاد رکھیے لوگوں سے مانگتے پھرنا اس سے بھی زیادہ بے عزتی اور توہین کا باعث ہے۔ حالانکہ محنت مزدوری کرنا کوئی عیب والا کام نہیں بلکہ محنت میں عظمت ہے جبکہ بھیک مانگنا برا ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

حاجت خود را جز از سلطان مخواہ ۔۔۔ چوں نخواہی یافت از درباں مخواہ

اپنی ضرورت بادشاہ کے علاوہ کسی سے نہ مانگ جب (اس سے) نہ مل سکے تو پھر کسی چوکیدار سے نہ چاہ۔

ہر کہ با اندک زحق راضی شود ۔۔۔ حاجت او را خدا قاضی شود

خدا سے جو تھوڑے پر راضی ہو جائے خدا اس کی حاجت کو پوری کرنے والا ہے۔

......☆☆☆......

تقویٰ کی فضیلت

(۱) اِذَا اَنْتَ لَمْ تَذْرَعْ وَاَبْصَرْتَ حَاصِدًا نَدِمْتَ عَلَى التَّفْرِيْطِ فِيْ زَمَنِ الْبَذْرِ

(۲) وَمَآ اِنَّ الْيَوْمِ الْبَعْثِ زَادٌ سِوَى التُّقٰى تَزَوَّدْتَهٗ حَتّٰى الْقِيٰمَةِ وَالْحَشْرِ

☆لَمْ تَذْرَعْ: تم نے کچھ نہ بویا۔☆اَبْصَرْتَ: تو نے دیکھا۔☆يَوْمِ الْبَعْث: قیامت کا دن۔☆زَادٌ: نوشہ، زاد راہ۔☆سِوَى التُّقٰى: سوائے تقویٰ کے۔☆زمن البذر: بیجائی کا دور، بیجنے کے وقت۔☆قیامت: قائم کرنا، کھڑا ہونا، روز محشر، مسلمانوں کے عقیدے میں وہ دن جب مردے زندہ ہو کر کھڑے ہوں گے اور حساب کتاب ہوگا، روز حساب، روز جزا وغیرہ۔
☆حشر: قیامت، روز جزا، شور وغل، فتنہ، آفت وغیرہ۔

مطلب:

(۱) جب فصل بیجنے کا وقت تھا تم نے کوئی فصل نہ بیجی اور جب فصل کاٹنے والے کو فصل کاٹتے دیکھے گا تو پھر فصل بیجنے کے وقت جو تم نے کوتاہی کی اس وجہ سے تمہیں خود بخود ہی شرمساری ہوگی۔ تم شرمندہ ہو گے۔ تم کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

(۲) قیامت کے دن کے لیے پرہیزگاری کے سوا کوئی زاد راہ نہیں ہے۔ جسے تم نے قیامت کے دن اور میدان حشر کے وقت تک اکٹھا کیا۔

فائدہ:

اس لیے ارے انسان ذرا عقل مندی سے کام لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اگر کھیتی اچھی بیجی جائے اور اس کی حفاظت اچھے طریقہ سے کی جائے ہر لحاظ سے پوری توجہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ فصل بھی اچھی ہوتی ہے۔ اصل بمعہ منافع حاصل ہونے کا امکان ہوتا ہے اور اگر بیجائی کے وقت غفلت برتی جائے تو فصل کاٹتے وقت کیا حاصل ہونا ہے اسی طرح اگر نیکیاں اس دنیا میں رہتے ہوئے نہیں کریں گے بلکہ نیکیوں کے قریب بھی نہ جائیں گے تو کل قیامت کے دن نیکیوں کے حصول کی توقع رکھنا چہ معنی دارد۔ اگر گندم بوئیں گے ہی نہیں تو فصل کاٹتے وقت گندم تو نہیں کاٹ سکتے جو کچھ بیجیں گے وہی فصل کاٹیں گے بعینہٖ اگر ہم دنیا میں رہتے ہوئے نیکیاں کریں گے تو ان شاء اللہ قیامت کے دن نیکیوں کی بہار حاصل ہوگی اور اگر دنیا میں گناہوں اور بدیوں کی غلیظ شراب کے نشے میں دھت رہے تو آخرت میں آج نیکیوں کی بہار حاصل کرنے کا دور ہے جتنا ممکن ہو سکے آج محنت کر لے کل اس کا پھل حاصل ہوگا۔ تقویٰ کے متعلق تفصیلات ہماری تصانیف فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

......☆☆☆......

یتیموں پہ رحم کا اظہار

(۱) مَا اِنْ تَاَوَّهْتُ فِیْ شَیْءٍ رُزِیْتُ بِهٖ ۔۔۔ کَمَا تَاَوَّهْتُ لِلْاَطْفَالِ فِی الصِّغَرِ

(۲) قَدْمَاتَ وَالِدُهُمْ مَنْ کَانَ یَکْفُلُهُمْ ۔۔۔ فِی النَّآئِبَاتِ وَفِی الْاَسْفَارِ وَالْحَضَرِ

☆اطفال: طفل کی جمع، بچے۔☆صغر: تھوڑی عمر کے کم سن۔☆مات: فوت ہو گئے۔☆نائبات: مصیبتیں۔☆اسفار: سفر کی جمع۔☆حضر: سفر کا متضاد، ایک جگہ قیام، پڑاؤ، اقامت، جہاں گھر ہوتا ہے۔

(۱) جو مصیبت مجھے پہنچتی ہے مجھے اس سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی چھوٹی عمر کے (یتیم) بچوں کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

(۲) وہ یتیم بچے کہ جن کے باپ تو فوت ہو گئے اور ان کی کفالت کرنے والے مصائب و آلام، سفر یا حضر میں ہوتے تھے، ان بچوں کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوتی تھی۔

یتیموں پہ رحم کی فضیلت:

ان اشعار میں یتیم بچوں پہ مہربانی کرنے اور یتیم بچوں کو دکھ اور تکلیف میں مبتلا دیکھ کر احساس کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں:

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِ فِی الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَلْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا

(رواہ البخاری مشکوۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق فصل اول حدیث نمبر ۴۷۳۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا وہ اس کا ہو یا کسی اور کا جنت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے سبابہ اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور ان میں تھوڑا سا فرق رکھا۔

دل کی سختی کا علاج:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلاً شَكٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ اَمْسَحْ قَالَ اَمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَطْعِمِ الْمِسْكِيْنِ

(رواہ احمد مشکوۃ شریف باب الشفقت والرحمۃ علی الخلق فصل ۳ حدیث نمبر ۴۷۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی۔آپ نے فرمایا: یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا۔

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سبحان اللہ! عجیب علاج ہے یتیموں مسکینوں پر مہربانی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ اور اللہ کی رحمت سے دل نرم ہوتا ہے رب نے فرمایا:

او اطعام فی یوم ذی مسغبۃٍ یتیماً ذامقربه او مسکینا ذمتربه

نرمی قلب اللہ کی بڑی رحمت ہے علاج بضد ہوتا ہے تکبر کا علاج تواضع سے بخل کا علاج سخاوت سے ہوتا ہے ایسے ہی سختی دل کا علاج غریبوں یتیموں پر رحم سے ہے۔(مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ششم ص ۵۸۳)

یتیم کے سر پر پیار سے ھاتھ پھیرنے کا اجر:

وَعَنْ اَبِی اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّأْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْہُ اِلَّا لِلّٰہِ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ تَمُرُّ عَلَیْھَا یَدُہٗ حَسَنَاتٌ وَّ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَۃٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَہٗ کُنْتُ اَنَا وَھُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ وَقَرَا بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ

(رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب مشکوٰۃ شریف باب الشفقہ والرحمۃ علی الخلق حدیث نمبر ۴۷۵۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کے لیے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے ہر بال کے بدلہ میں جس پر اس کا ہاتھ گزرتا ہے اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو شخص یتیم لڑکی یا لڑکے پر احسان کرتا ہے وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔

کیا خوب کسی شاعر نے بیان فرمایا ہے:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر — خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے۔

کر یتیموں پہ شفقت ، ہو گی رب کی رحمت — ہو مسکینوں پہ مہرباں ، ہو گی رب کی رحمت
کرو مہربانی تم دوست غریبوں پہ یہاں — رب مہربان ہو گا دوست آخرت میں وہاں
کر دنیا میں بھلا تو ہو گا آخرت میں بھلا — بھلا کرنے والا پائے گا آخرت میں بھلا
ابو احمد اویسی سن اس دنیا میں کر لے بھلا — مہرباں ہو گا رب ، تو بھی پائے گا بھلا

بالوں کی سفیدی موت کا پیغام

(۱) اَلشَّیْبُ عُنْوَانُ الْمَنِیَّۃِ وَھُوَ تَارِیْخُ الْکِبَرِ — وَبَیَاضُ شَعْرِکَ ثُمَّ اَنْتَ عَلَی الْاَثَرِ

فَاِذَا رَاَیۡتَ الشَّیۡبَ عَمَّ الرَّاسَ فَالۡحَذَرِالۡحَذَرِ

☆الشیب: سفیدی، بالوں کا سفید ہو جانا، مراد بڑھ جانا۔☆المنیۃ: موت۔☆کبر: بڑھاپا۔☆شعرک: تیرے بالوں۔☆الرّاس: سر۔☆فَالۡحذر: پس تم بچو۔

مطلب:

بالوں کا سفید ہونا موت کا پیغام ہوتا ہے اور بڑھاپے کی تاریخ ہوتی۔ تیرے بالوں کا سفید ہو جانا تیرے بالوں کی موت ہے یعنی تیرے بال سفید ہونے سے سمجھ لے کہ تیرے بال مر گئے اور تیرے بالوں کی موت کے بعد اب تیرے مرنے کا وقت ہے۔ جب تم نے دیکھ لیا کہ تیرے یہ بالوں کے سفید ہونے سے تیرے سر پہ سفیدی کا راج ہو گیا تو اب پرہیز کرو، بچو، کہ کوئی ایسا ویسا کام کرنے سے جو تیرے لیے بارگاہ حق سے جھڑک یا عذاب کا سبب بنے سفید بالوں کا آنا تیرے لیے ایک حیثیت سے تنبیہ کا درجہ رکھتی ہے خبردار دیکھ تیرے بال کیسے خوبصورت تھے۔ کالے سیاہ دیکھنے والے، دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ بلکہ تو خود بھی بڑے بڑے انداز میں مانگ نکالا کرتا تھا اب وہی بال اپنی رنگت کھو بیٹھے ہیں اسی طرح ایک دن تو بھی اپنی حُسن و جمال کی رونق بھی کھو بیٹھے گا اور تیرے جسم میں جس چیز کی وجہ سے یہ سب رونقیں ہیں وہ بھی کھو بیٹھے گا لہٰذا اب تو سنبھل جا یہ سفید بالوں کا آنا تیرے لیے موت کا پیغام ہے۔ ابو احمد اویسی نے عرض کیا۔

ذرا سن لے غافلا پیغام موت دا آیا
وال چٹے ہو گئے سلام موت دا آیا

جسم دی طاقت وی، پہلے نالوں ڈھل گئی کتنی چنگی سی صحت اج اوہ وی ڈھل گئی
تیرا حسن تے جوانی کچھ وی ہمیش نہیوں رہنا تیرا سر وجہا جسم وی اک دن ڈھینا
نہ کر مان کسے شے دا سب مجھ ہئی ایہہ فانی جوشے وی آئی ہے آخر سب جانی
ابو احمد اویسی سنبھل جا توں وی غفلت چھوڑ دے توں سنبھل جا توں وی

بڑھاپا:

بڑھاپے کی کیفیات اور احوال کے متعلق مزید تفصیلات فیضان الفرید میں بہترین مضمون ہے الحمدللہ مجدد دور حاضرہ قبلہ فیض ملت ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی نے بہت پسند کیا اور الفقیر کو داد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک رات میں ہی آپ کی کتاب (فیضان الفرید) مطالعہ کر لی ہے الحمدللہ خوب ہے اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ بہر حال بڑھاپے کے متعلق جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ حالات میرے سامنے ہیں اور اب میں ایسے ہی حالات سے دوچار ہوں۔ تم نے بڑھاپے کی خوب کیفیت بیان کی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ

(۱) کُنۡتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیۡ فَبَکٰی عَلَیۡکَ النَّاظِرُ

(۲) مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

☆السَّوَاد: سیاہی۔☆ناظری: میری آنکھ۔☆قبکی: پس روئیں۔☆مَنْ شَآءَ: جوچاہے۔☆بعدك: آپ کے بعد۔☆اُحَاذِر: ڈر، خوف۔

مطلب:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں کی سیاہی تھے یعنی آپ مجھے بے حد محبوب تھے اس لیے آنکھیں اب یہ دکھ بیان کرنے کے لیے آنسو بہانے لگیں جیسے آنکھوں کی سیاہی سفیدی میں بدل جائے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا اسی طرح آپ کے وصال کے بعد مرا جینا بھی انتہائی دشوار ہے۔

(۲) آپ کے بعد بھی انتہائی دشوار ہے اب جو کوئی بھی فوت ہو مجھے اتنا افسوس نہ ہوگا۔ مجھے کوئی خوف نہیں کیونکہ مجھے صرف آپ کے وصال پر ملال کا ہی خوف تھا۔ آپ کے وصال کے بعد اب مجھے کسی کے مرنے کا خوف نہیں۔

......☆☆☆......

صبر کی تلقین کا فائدہ

(۱) يُعَزُّوْ نَبِيْ قَوْمٌ بَرَاهٌ مِّنَ الصَّبْرِ وَفِيْ الصَّبْرِ اَشْيَآءٌ اَمَرُّ مِّنَ انْصَبْرِ

(۲) يُعَزِّيْ الْمُعَزِّيْ ثُمَّ يَمْضِيْ لِشَانِهٖ وَيَبْقَے الْمُزّے فِيْ اَحَرَّ مِنَ الْجَمْرِ

☆یبقے: باقی۔☆بَرَاهٌ: آزاد، فارغ، خالی۔☆اَحَرَّ: گرمی، سوزش۔

مطلب:

(۱) مجھے صبر کرنے کی نصیحت وہ قوم کر رہی جو خود صبر نہیں کرتی اور صبر میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو مصبر سے بھی زیادہ کڑوی ہیں۔

(۲) صبر کی نصیحت کرنے والا صبر کی نصیحت کر کے اپنے کام پہ چلتا بنتا ہے۔ مگر جسے صبر کی نصیحت کی جاتی ہے وہ اسی جلن میں جلتا رہتا ہے جو انگاروں کی جلن سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

فائدہ:

صبر کی تلقین کرنے والے تو چند الفاظ اپنی زبان سے ادا کر کے صبر کی تلقین کر کے آسانی سے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے ذمے کا کام کر لیا ہے اصل میں امتحان میں تو وہ شخص مبتلا ہو جاتا ہے جسے صبر کی تلقین کی جاتی ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ صبر کرنا کتنا دشوار کام ہے۔ صبر کی تلقین کرنے والے کبھی ایسے حالات سے نبرد آزما ہوئے ہوں تو انہیں علم ہو کہ صبر کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ جسے سمجھ بوجھ بھی نہیں ہوتی وہ بھی صبر کی تلقین کر رہا ہوتا ہے۔ جنہوں نے کبھی ایسے حالات کا سامنا ہی نہیں کیا ہوتا وہ صبر کی تلقین کرنے میں مصروف ہوتے ہیں جنہوں نے کبھی صبر نہیں کیا وہ صبر کی تلقین کرتے ہیں بھلا انہیں کیا اندازہ کہ

صبر کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ صبر میں بعض اوقات ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو مصبر سے بھی زیادہ کڑوی ہوتی ہیں۔
حالانکہ صبر کی تلقین کرنے والا تو صبر کی تلقین پہ مبنی چند الفاظ اپنی زبان سے ادا کر کے رخصت ہو جاتا ہے سمجھ لیتا ہے کہ میرے ذمے جو فرض تھا وہ میں نے ادا کر دیا۔ مگر جس کو ہر کوئی صبر کی تلقین کر رہا ہوتا ہے۔ بھلا اس کی حالت کا بھی کسی نے کبھی مشاہدہ کیا ہے کہ وہ یہ لمحات کیسے گزار رہا ہے۔ وہ کیسے اس آگ میں جل رہا ہے۔ وہ اسی جلن میں جلتا رہتا ہے جو انگاروں کی جلن سے بھی زیادہ شدید ہوتی ہے۔

......☆☆☆......

ہجرت مدینہ کا بیان

(۱) وَقَيْتُ بِنَفْسِيْ خَيْرَ مَنْ وَّطِئَ الْحَصٰى ۔۔۔ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ وَبِالْحَجَرِ
(۲) رَسُوْلُ اِلٰهِ الْخَلْقِ إِذَا مَكَرُوْا بِهٖ ۔۔۔ فَنَجَّاهُ ذُوالطَّوْلِ الْكَرِيْمُ مِنَ الْمَكْرِ
(۳) وَبِتُّ اُرَاعِيْهِمْ مَتٰى يَنْشُرُوْنَنِيْ ۔۔۔ وَقَدْ وَطَّنْتُ نَفْسِيْ عَلَى الْقَتْلِ وَالْاَسْرِ
(۴) وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْغَارِ اٰمِنًا ۔۔۔ مُوَقًّى وَفِيْ حِفْظِ الْاِلٰهِ وَفِيْ سِتْرِ
(۵) اَقَامَ ثَلٰثًا ثُمَّ زُمَّتْ قَلَائِصٌ ۔۔۔ قَلَائِصُ يَفْرِيْنَ الْحَصٰى اَيْنَمَا يَفْرِيْ
(۶) اَرَدْتُّ بِهٖ نَصْرَ الْاِلٰهِ تَبَتُّلًا ۔۔۔ وَاَضْمَرْتُهٗ حَتّٰى اُوَسَّدَ فِيْ قَبْرِيْ

☆ذو الطول: قدرت والا، فضل وکرم والا، عطاوالا۔ ☆طاف: طواف کیا۔ ☆بیت العتیق: خانہ کعبہ شریف۔ ☆مکروا: مکر کیا۔ ☆فنجا: پس انہیں نجات دی، پس انہیں بچایا۔ ☆الکریم: بزرگ۔ ☆مکر: دھوکا، فریب، حیلہ، دغا، بہانہ، بہروپ جھوٹ، خلاف واقع بات، ریا، نفاق، دورنگی، چالاکی، چال، عیاری وغیرہ۔ ☆زمام: نکیل لگانا۔ ☆یَنْشُرُوْنَنِیْ: وہ مجھے اٹھاتے ہیں۔ ☆حفظ الالہ: معبود حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت، اللہ تعالیٰ کی نگہبانی۔ ☆ستر: پردہ۔ ☆اَقَامَ: ٹھہرے۔ ☆ثلثا: تین مراد تین دن۔ ☆اَرَدْتُّ: میرا ارادہ ہو، میرا مقصد۔

مطلب:

(۱) میں نے اس ذات کو بچایا، جو ان تمام سے بہتر ہے جنہوں نے سنگریزے روندے اور جس نے کعبہ شریف کا طواف کیا اور حجر اسود (کا بوسہ لیا) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا۔

(۲) جب دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکر و فریب کیا۔ تو اللہ تعالیٰ جو کہ تمام قوتوں کا مالک اور کریم ہے اس نے انہیں منکروں کے مکر و فریب سے بچایا۔

(۳) میں نے (ہجرت کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک) پہ بسر کی اور انہیں دیکھتا رہا کہ کب وہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک سے اٹھاتے ہیں۔ تحقیق میرا نفس شہید ہونے کے لیے بھی تیار ہو گیا اور قید ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔

(۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن وسلامتی سے رات غار حرا میں بسر کی اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پردے میں (محفوظ) رہے۔

(۵) وہاں تین دن ٹھہرے پھر جو اونٹنیاں تیار کی گئیں جہاں سے بھی گزرتے وہ جوان اونٹنیاں پتھریلے علاقے سے سفر طے کرتی گئیں۔

(۶) اس سے میری مراد دنیا سے لاتعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کی مدد تھی۔ میں اس حقیقت کو اپنے دل میں رکھوں گا یعنی اسے ہرگز نہ بھلاؤں گا۔ یہاں تک کہ میں وصال پا کر اپنی قبر میں پہنچ جاؤں۔

......☆☆☆......

اسامہ ابن زید اعور سے خطاب

(۱) لَسْتُ اَرٰی بَیْنَنَا حَاکِمًا ... اِلَّا الَّذِیْ فِی الْکَفِّ بَتَّارُ

(۲) وَصَارِمٌ اَبْیَضُ مِثْلَ الْمَهَا ... یَبْرُقُ فِی الرَّاحَةِ ضَرَّارُ

(۳) مَعِیْ حُسَامٌ قَاطِعٌ بَاتِرٌ ... تُسْطَعُ مِنْ تِضْرَابِهِ النَّارُ

(۴) اِنَّا اُنَاسٌ دِیْنُنَا صَادِقٌ ... اِنَّا عَلَی الْحَرْبِ لَصَبَّارُ

☆لَسْتُ اَرٰی: میں نہیں دیکھتا مراد نہیں تسلیم کرتا، میں نہیں مانتا۔☆کف: ہتھیلی مراد ہاتھ یہاں جزبول کر کل مراد لیا گیا ہے۔☆صارم: کاٹنے والی تلوار۔☆مثل المها: بلور کی مثل، چمکدار معدنی موتی بلور کی طرح صاف، شفاف، چمکدار۔ ☆ضرّار: سخت نقصان پہنچانے والی۔☆تُسْطَعُ: بلند ہوتے ہیں۔☆اناس: انسان۔☆صادق: سچا۔☆علی الحرب: جنگ پر۔☆صبّار: بہت زیادہ صابر۔

مطلب:

(۱) میں سوائے اس تلوار کے کسی کو بھی حاکم تسلیم نہیں کرتا وہ تلوار جو میرے ہاتھ میں ہے۔

(۲) وہ تلوار بلور کی مانند چمکنے والی تیز کاٹنے والی ہے۔ وہ ہاتھ میں بلور کی مانند چمکتی ہے اور بے حد نقصان پہنچانے والی ہے۔

(۳) میرے ہاتھ میں بہت تیز تلوار ہے اس کی چوٹ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں۔

(۴) بے شک ہم ایسے آدمی ہیں کہ دین (اسلام) ہمارا سچا دین ہے۔ ہم جنگ وجدال کے وقت بہت زیادہ صبر کرنے والے ہیں۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگی ہتھیاروں بالخصوص جنگ میں استعمال ہونے والی اس تلوار کا تذکرہ

بیان فرمایا ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی آپ بیان فرماتے ہیں کہ وہ نہایت صاف شفاف ہونے کی وجہ سے چمکتی ہے مدمقابل یعنی مرے دشمنوں کے لیے بے حد نقصان دہ ہے جب اس کی ضرب پڑتی ہے تو آگ کے شعلے نکلتے ہیں کفار میں سے کسی کا رعب مجھے اس کی حاکمیت تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا بلکہ میری تلوار کسی کو بھی حاکم نہیں تسلیم کرتی جو بھی وار کے نیچے آجائے اسے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیتی ہے۔ بے شک ہم مسلمان کسی سے ڈرنے والے نہیں ہمارا دین سچا دین ہے۔ اس کے مدمقابل سب جھوٹے دین ہیں کیونکہ جو کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں ان میں تحریف کردی گئی ہے لہٰذا ہمارا دین اسلام ایک سچا دین ہے اس لیے اس دین کی حفاظت کے سلسلے جتنی بھی تکالیف کا ہمیں سامنا کرنا پڑے ہم صبر اختیار کرتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنی روش سے ٹس سے مس نہیں کرسکتی۔ اس سلسلے میں آنے والی تکلیف اور مصیبت پہ صبر کی انتہا کردیتے ہیں۔

......☆☆☆......

اسامہ ابن زید کا جواب

(۱) نِعْمَ الَّذِیْ حَکَّمْتَهٗ بَیْنَنَا ۔۔۔ فَثُبْتُ لَحَاكَ اللّٰهُ یَا جَارُ

(۲) فَفِیْ یَمِیْنِیْ مَارِقٌ اَسْمَرٌ ۔۔۔ مِنْ رَّاسِهٖ تَقْتَبِسُ النَّارُ

(۳) قَدْ خَضَبَ الْبَیْضَةُ رَاسِیْ فَمَا ۔۔۔ اَطْعَمَ غَمْضَافِیْهِ مِقْدَارُ

☆البیضة: خود جنگ میں پہنی جانے والی لوہے کی ٹوپی۔☆غمض: آنکھ بند کرنا۔☆حَکَّمْتَ: حکم بنایا، ثالث بنایا، فیصلہ کرنے والا منصف بنایا۔☆فَاثبُت: پس ٹھہر جا۔☆حَاكَ اللّٰه: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے۔☆جَارُ: پڑوسی۔☆ خَضَبَ خبضاً و خَضَّبَ، الشَّیْ: رنگنا۔☆خَضَبَ (باب ضرب یضرب) و خَضِبَ (باب سَمِعَ یسمع) خصوباً و خُضِبَ و اخضب الشجر المکان: درخت یا جگہ کا سرسبز ہونا، بہرحال، رنگدار ہونا، رنگین ہونا۔

مطلب:

(۱) جسے تم نے ہمارے مابین منصف بنایا ہے، فیصلہ کرنے والا۔ بہتر ہے۔ اے پڑوسی! اللہ تجھے ہلاکت میں ڈالے۔ تو رک جا۔

(۲) کیونکہ میرے ہاتھ میں بھی چبھن چبھنے والا پار ہو جانے والا تیر اور نیزہ ہے۔ اسی کے سرے سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے۔

(۳) تحقیق میرے سر کے خود کو اس تلوار نے رنگدار کردیا پس میری آنکھ ایک لحہ بھی سکون نہ کرسکی یا اس شعر کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس تلوار نے میرے سر کے خود تروتازہ کردیا ہے گویا کہ میرے خود کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ اس لیے میں تجھ سے ذرہ بھر بھی غافل نہیں۔

......☆☆☆......

مرحب بن شاس کو خطاب

(۱) نَحْنُ بَنُوا الْحَرْبِ بِنَا سَعِيْرُهَا حَرْبُ عَوَانٍ حَرُّهَا نَذِيْرُهَا
نَحُثُّ رَكْضَ الْخَيْلِ فِي زَفِيْرِهَا

☆حَرْبُ عَوَان: پے درپے سخت جنگ۔☆بنوا الحرب: جنگی، جنگ جو۔☆حَرُّهَا: اس کے حرارت، اس کی تپش، اس کی گرمی۔☆نذیرھا: اسے ڈراتی ہے۔☆زفیر: آواز۔☆رَكْضَ: ایڑی لگاتے ہیں۔☆الخیل: گھوڑوں۔

ہم جنگوں میں لڑنے کے ماہر ہیں جنگ کے شعلے ہمارے آنے سے ہی بھڑ کتے ہیں۔ اس جنگ کی حرارت انہیں (ہمارے دشمنوں کو) ڈراتی رہتی ہے۔ حالانکہ ہم (مسلمان) جنگ کی آواز سے مزید اپنے گھوڑوں کو ایڑی لگا کر اس جنگ کے اندر کود جاتے ہیں۔ ہم ڈرتے نہیں۔ یا ڈر کر پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ مزید جوش و جذبہ سے معمور ہو کر اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ مسلمان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لڑتا ہوا شہید ہو جاتا ہے وہ مرنہیں جاتا بلکہ وہ شہید ہوتا ہے۔ اسے شہادت جیسے عظیم مرتبہ سے نوازا جاتا ہے۔ شہید مرتے نہیں بلکہ حیات ابدی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید۔

ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون۔

(سورۃ بقرہ پارہ نمبر 2)

......☆☆☆......

مرحب بن شاس کی ڈینگ

(۱) اَنَا اُنَاسٌ وَلَدَتْنَا عَبْهَرَةٌ لِبَاسُنَا الْوَشْیُ وَرَيْطٌ حَبَرَةٌ
اَبْنَاءُ حَرْبٍ لَيْسَ فِيْنَا غَدَرَةٌ

☆وَلَدَتْنَا: ہمیں جنا۔☆عَبْهَرَةٌ: مضبوط اور خوبصورت عورتوں نے۔☆اَبْنَاءُ: بیٹے۔☆حرب: جنگ۔☆حبرة: یمنی چادر۔

ہم ایسے لوگ ہیں کہ ہمیں طاقتور اور حسین وجمیل عورتوں نے جنا ہے۔ ہمارے لباس خوبصورت رنگدار کپڑے اور یمنی چادریں ہیں یعنی ہم نہایت بہترین اور قیمتی لباس میں ملبوس ہو کر آئے ہیں۔ ہم جنگوں کی اولاد ہیں یعنی ہم بہت بہادر ہیں جنگوں میں پہلے بڑھتے ہیں ہم میں مکروفریب نام کی کوئی چیز نہیں یعنی اس کی ڈینگ کا مطلب یہ ہے کہ ہم دغا دھوکہ فریب سے حملہ نہیں کریں گے بلکہ دلیرانہ اطوار اپناتے ہوئے تمہارے سامنے آئے ہیں اور تمہیں سبق سکھا کر جائیں گے۔

......☆☆☆......

مرحب خیبری کو حضرت علیؓ کا بہادرانہ جواب الجواب

(۱) اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَةْ ۔ ضِرْغَامُ اٰجَامٍ وَّلَیْثُ قَسْوَرَةْ

(۲) عَبْلُ الذِّرَاعَیْنِ شَدِیْدُ الْقَصْرَةِ ۔ کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْهُ الْمَنْظَرَةِ

(۳) اَکِیْلُکُمْ بِالسَّیْفِ کَیْلَ السَّنْدَرَةِ ۔ اَضْرِبُکُمْ ضَرْبًا یُّبِیْنُ الْفَقْرَةِ

(۴) وَاَتْرُکُ الْقِرْنَ بِقَاعٍ جَذْرَةٍ ۔ اَضْرِبُ بِالسَّیْفِ رِقَابَ الْکَفَرَةِ

(۵) ضَرْبُ غُلَامٍ مَاجِدٍ حَزَوَّرَةٍ ۔ مَنْ یَّتْرُکَ الْحَقَّ یَقُوْمُ صَغْرَةً

(۶) اُقْتُلُ مِنْهُمْ سَبْعَةً اَوْ عَشَرَةً ۔ فَکُلُّهُمْ اَهْلُ فُسُوْقٍ فَجَرَةٍ

☆سَمَّتْنِیْ: میرا نام۔☆اُمِّیْ: میری ماں۔☆اجامہ: جھاڑیوں، واحد، اجمہ یعنی جھاڑی۔☆ضرغام: شیر۔☆لَیْثٌ: چیرنے پھاڑنے والا۔☆قَسْوَرہ: درندہ۔☆شدیدُ القصر: مضبوط اور سخت گردن والا ہوں۔☆کریہ المنظرة: ڈراؤنی صورت والا، خوفناک صورت والا۔☆اضربکم: میں تمہیں اس طرح ماروں گا، میں اس طرح اڑاؤں گا۔☆رقاب: گردنیں۔☆الکفرة: کفار، کافروں۔☆غلام: کئی معانی ہیں مگر یہاں جوان مراد ہے۔اسی طرح الفقیر نے اس کتاب میں وہی معانی لکھے ہیں جو شعر میں بیان ہوئے ہوتے ہیں۔اسی طرح اکثر مقامات پہ وہی معانی کا مطلب لکھا ہے جو شعر میں بیان ہوا ہوتا ہے اس کے مطابق معانی بھی لکھے تا ہم شعر سمجھنا آسان ہوجائے۔

مطلب:

(۱) مرحب خیبری کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا (تو نہیں جانتا تو جان لے کہ) میں وہ ذات ہوں کہ میری والدہ ماجدہ نے میرا نام شیر رکھا ہے جیسے جھاڑیوں والا شیر پھاڑنے والا درندہ ہوتا ہے میں بھی (جنگ میں جب آتا ہوں تو) شیر کی طرح، جھاڑیوں والے شیر کی طرح مدمقابل کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہوں۔اس سلسلے میں اسے بھی کسی چیز کا خوف اسے اس کے فعل سے نہیں روک سکتی اسی طرح مجھے بھی کسی کا خوف نہیں روک سکتا۔

(۲) میں خوب موٹے بازوؤں والا اور سخت گردن والا ہوں (جب جنگ میں مدمقابل کے سامنے ہوتا ہوں تو) جھاڑیوں والے شیر کی مانند میرے دشمنوں کو میری صورت خوب ڈراؤنی نظر آتی ہے کیونکہ انہیں موت کا خوف ہوتا ہے۔وہ جھاڑیوں والے شیر کی طرح میری صورت محسوس کرتے ہیں۔

(۳) میں تمہیں تلوار سے اس طرح کاٹوں گا جیسے بڑے پیمانے سے چیزیں ناپی جاتی ہیں۔یعنی بڑے پیمانے سے ناپنے میں انہیں دیر نہیں لگتی اسی طرح جب میں تمہیں کاٹنے پہ آیا تو دیر نہیں لگے گی۔کہ میں تجھے کاٹ کے رکھ دوں گا اور تمہیں اس طرح قتل کروں گا کہ وہ ضرب تمہاری پیٹھ کی ہڈی کاٹ دے گی۔

(۴) میں اپنے مدمقابل دشمن کو میدان جنگ میں ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دوں گا اور کافروں کی گردنیں اپنی تلوار سے کاٹ دوں گا۔

(۵) جس طرح شرفاء جو کہ طاقتور بھی ہوتے ہیں اور نوجوان بھی وہ دشمنوں کی گردنیں اڑاتے ہیں جو حق وصداقت کا دامن چھوڑ دے گا وہ ذلت وخواری میں مبتلا ہوجائے گا۔

(۶) ان میں سے سات افراد یا دس افراد کو قتل کردوں گا کیونکہ وہ تمام ہی فاسق وفاجر ہیں۔

......☆☆☆......

یاسر خیبری کا رجز

(۱) قَدْعَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ يَاسِرٌ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّغَامِرٌ

(۲) اِذَاللُّيُوْثُ اَقْبَلَتْ تُبَادِرُ وَاَحْجَمَتْ عَنْ صَوْلَتِي الْمُهَاجِرُ

اِنَّطَعَانِيْ فِيْهِ مَوْتٌ حَاضِرٌ

☆عَلِمَتْ: جانتا ہے۔☆شَاكِي السِّلَاحِ: بطل، دلیر۔☆مغائر: جنگی۔☆اقبلت: پیش قدمی کرتے ہیں۔☆ صَوْلَتِيْ: میرے حملے، میرا حملہ۔

مطلب:

(۱) خیبر جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں۔ میں ہتھیار لگائے ہوئے بہادر اور نہایت جنگجو ہوں۔

(۲) جب شیر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اسی طرح جب میں حملہ کرتا ہوں تو میرے حملے سے دیہاتوں کے سردار پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ یعنی میری طرف آگے بڑھنے کی کسی میں ہمت نہیں ہوتی۔

فائدہ:

میرے مدمقابل اِدھر میری طرف آ۔ بے شک میرے نیزہ بازی کرنے میں موت حاضر ہوجاتی ہے۔ یعنی جب میں نیزہ بازی کروں گا تو تجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔

......☆☆☆......

یاسر خیبری کو حضرت علیؓ کا جواب

(۱) تَبًّا وَّتَعْسًا لَّكَ يَا ابْنَ الْكَافِرِ اَنَا عَلِيٌّ هَازِمُ الْعَسَاكِرِ

(۲) اَنَا الَّذِيْ اَضْرِبُكُمْ وَنَاصِرِيْ اِلٰهٌ حَقٌّ وَّلَهٗ مُهَاجِرِيْ

(۳) اَضْرِبُكُمْ بِالسَّيْفِ فِي الْمَصَاغِرِ   اَجُوْدُ بِالطَّعْنِ وَضَرْبٍ ظَاهِرٍ
(۴) مَعَ ابْنِ عَمِّيْ وَالسِّرَاجِ الزَّاهِرِ   حَتّٰى تُدِيْنُوْا لِلْعَلِيِّ الْقَادِرِ
ضَرْبُ غُلَامٍ صَارِمٍ مُمَاهِرٍ

☆تَبًّا: افسوس۔☆تَعْسًا لَّكَ: تیرے لیے ہلاکت ہو۔☆یا ابن الکافر: اے کافر کے بچے۔☆هازم: شکست دینے والا۔☆عساکر: فوجوں۔☆ناصری: میرا مددگار۔☆اله: معبود، اللہ تعالیٰ، جو عبادت کے لائق ہے۔☆مهاجری: میری ہجرت۔☆اضربکم: میں تجھے ماروں گا۔☆فی المصاغر: ذلت و رسوائی کی جگہوں میں۔☆ابن عمی: میرے چچا کا بیٹا۔☆السراج الزاهر: سراج منیر۔☆ضرب: مار۔☆غلام: نوجوان۔

مطلب:

یاسر خیبری کے رجز کا جواب دیتے ہوئے مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

(۱) اے کافر کے بچے! تجھ پر بے حد افسوس ہے تجھے ہلاکت ہو۔ میں بے شمار فوجوں کو (تنہا ہی) شکست دینے والا علی ہوں (یعنی میرے سامنے تیری کیا حیثیت ہے)

(۲) میں وہ شخص ہوں کہ میں نے جب تجھے تلوار ماری (تو اس وقت تیرا مددگار کوئی بھی نہ ہوگا جبکہ قادر مطلق رب کائنات) میرا اللہ میرا مددگار ہے۔ میری ہجرت اسی کے لیے تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ میرا ایک ایک فعل محض رب کائنات کی رضا کے لیے ہے اس لیے مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہی میرا مددگار ہے۔

(۳) میں تمہیں ایسی جگہوں پہ تلوار کا حملہ کر کے ماروں گا کہ تجھے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم پہ نیزہ اور ننگی تلوار خوب چلاؤں گا۔

(۴) (میں نے یہ کام تنہا نہیں کرنا) بلکہ اپنے چچا زاد بھائی اور سراج منیر (مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مل کر کروں گا۔ اس وقت تک میرا نیزہ اور تلوار چلتی رہے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق کے تم مطیع و فرمانبردار بن جاؤ۔ (یاد رکھ) یہ ضرب ایک کاٹنے والے نہایت مہارت رکھنے والے جنگجو بہادر کی ضرب ہوگی۔

......☆☆☆......

یاسر کے رجز کا جواب اور اسے دھمکی

(۱) يَنْصُرُنِيْ خَيْرُ نَاصِرٍ   اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ بِقَلْبٍ شَاكِرٍ
(۲) اَضْرِبُ بِالسَّيْفِ عَلَى الْمَغَافِرِ   مَعَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى الْمُهَاجِرِ

☆يَنْصُرُنِيْ: میری مدد کرے گا۔☆نَاصِرٍ: مددگار، مدد کرنے والا۔☆شَاكِرٍ: شکر گزار، شکر کرنے والا۔
☆بِالسَّيْفِ: تلوار سے۔☆مَغَافِر: مغفر کی جمع یعنی خود۔

مطلب:

(۱) میری مدد میرا رب کرے گا جو کہ حقیقتاً بہترین مددگار ہے۔ میں اللہ تعالیٰ پر شکر گزار دل کے ساتھ ایمان لایا۔

حقیقی ایمان وہی ہے جو انسان سچے دل سے ایمان لائے اور جو سچے دل سے ایمان نہ لائے محض ظاہری طور پر زبان سے تو ایمان لائے مگر دل اس کی تصدیق نہ کرے بلکہ حقیقتاً دل سے ایمان نہ لائے تو اسے ایمان نہیں کہا جاتا بلکہ اسے منافقت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایسا ایمان ایمان نہیں ہوتا منافقت ہوتی ہے۔ ایسا ایمان بجائے ثواب کے عذاب کا باعث ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا ایمان منافقین جیسا ایمان نہیں ہے بلکہ میں تو سچے دل کے ساتھ ایمان لایا ہوں۔ شکر گزار دل کے ساتھ ایمان لایا ہوں۔

(۲) میں تلوار کے ذریعے خود پہ ضرب لگاتا ہوں اور میرا یہ ضرب لگانا (کسی اور کے ساتھ مل کر یا کافروں کی حمایت یا منافقوں کی حمایت میں نہیں بلکہ) نبی کریم رؤف الرحیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں ہوتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں بسیرا کیا۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی بیان کی ہے اور آپ کی شان ہجرت کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اس سے چند مسائل واضح ہوئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی عظمت بیان کرنا بہترین عمل ہے۔

۲۔ ایسا عمل اگر اخلاص کے ساتھ کیا گیا ہو تو تحدیث نعمت کے طور پر اسے لوگوں کے سامنے بیان کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ بزرگوں کے قصے اور واقعات بیان کرنا برا کام نہیں بلکہ بہترین عمل ہے قابل فخر کام ہے۔

۴۔ بزرگوں کی عظمتیں بیان کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے الحمد للہ وہی طریقہ اہلسنت والجماعت کے حصے میں آیا ہے جو کہ اہلسنت والجماعت کے حق ہونے کی بہترین دلیل ہے۔

۵۔ بزرگوں سے منسوب مقامات اور واقعات بیان کرنا عظیم کام ہے۔ فضول و بےکار کام نہیں۔

شدید حملہ:

گویا اس دوسرے شعر میں حملہ کی شدت بیان فرمائی ہے کہ میں شدید حملہ کرتا ہوں حملہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ میں حملہ کرتے ہوئے کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ میری تلوار انسانی جسم پر پڑ رہی ہے یا خود پہ حملہ خود اعتمادی سے کرتا ہوں اور پوری قوت لگا کر خود پہ حملہ کرتا ہوں جس سے حملے کی شدت خوب واضح ہوتی ہے خود پہ تلوار ایسے لگاتا ہوں کہ خود بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے حتیٰ کہ دشمن کے جسم تک میری تلوار جا پہنچتی ہے۔ حالانکہ دشمن میدان جنگ میں دشمن کے حملہ سے محفوظ رہنے کے لیے خود استعمال کرتے تھے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حملے کے سامنے خود بھی کٹ جایا کرتی تھی اور آپ کی تلوار خود کو کاٹ کر دشمن تک جا پہنچتی اور دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیتی تھی اسی لیے اسی حقیقت کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

......☆☆☆......

غزوہ خیبر میں ابوالبلیت کا رجز

(۱) اَنَـا اَبُـوْ الْبَـلِیْـتِ وَاسْـفِـرْ عَـنْـتَـرْ　　شَـاکِـی السَّلَاحِ وَبِلَادِیْ خَیْبَـرْ

(۲) اَشْـجَـعُ مِـفْـضَـالٌ هِـزَبْـرٌ اَزْوَرْ　　جَهْـمٌ عَبُـوْسٌ بَـارِزٌ مُـمَـرَّرْ

عِنْدَ اللُّیُوْثِ لِلیُوْثِ قَوْرْ

☆بلادی: میرا دیس، میرا وطن، میرا ملک۔☆اَشْجَعُ: بہت زیادہ بہادر ہوں۔☆بَارِزٌ: سامنے آنے والا۔☆عند اللیوث: شیروں کے پاس۔

مطلب:

ابوالبلیت نے یہ رجز غزوۂ خیبر کے موقع پر ڈینگ مارتے ہوئے کہا۔

(۱) میں ابوالبلیت ہوں عنتر میرا نام ہے۔ اچھی طرح ہتھیاروں سے لیس ہوں اور خیبر میرا وطن ہے۔ (یعنی سننے والے سن لیں میں کوئی غیر معروف شخصیت نہیں)

(۲) میں بہادر ہوں، بزرگ اور ٹیڑھے سینے والا شیر ہوں (یعنی ایسے شیر کی مانند ہوں جو کسی پہ رحم نہیں کرتا مدمقابل کو گرا کر ہی دم لیتا ہے) میں بددماغ شیر ہوں چڑچڑاپن میرے وجود کا خاصہ ہے۔ سامنے آنے والے کے لیے اور زیادہ شدید ہو جاتا ہوں۔ یعنی مجھے اور زیادہ غصہ آجاتا ہے۔

فائدہ:

میرے سامنے اگر کوئی شیر بنے تو پھر میں شیروں کے لیے درندہ بن جاتا ہوں اس کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں دشمنوں کے لیے نہایت خطرناک درندے سے بھی بڑھ کر خطرناک ثابت ہوتا ہوں۔ بڑے بڑے بہادر میرا نام سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور میرا نام سنتے ہی ان کے ہوش وحواس گم ہو جاتے ہیں۔ میں جب کسی پہ حملہ آور ہو جاتا ہوں تو مدمقابل پہ رحم کبھی نہیں کرتا اور نہ ہی مجھے کسی پہ رحم آتا ہے۔

......☆☆☆......

عنتر کے اجزا کا جواب

(۱) اَنَـا عَـلِـیُّ الْبَـطَـلُ الْـمُـظَـفَّـرُ　　غَشَـمْـشَـمُ الْـقَـلْـبِ بِـذَاكَ اُذْكَـرُ

(۲) وَفِـیْ یَـمِـیْـنِـیْ لِـلْـقَـآءِ اَخْـضَـرُ　　یَـلْـمَـعُ مِـنْ حَـافَـتِـهٖ بَـرْقٌ یَّـزْهَـرُ

(۳) لِلضَّـرْبِ وَالطَّعْنِ الشَّدِیْدِ مَحْضَرُ　　مَـعَ الـنَّـبِـیِّ الطَّـاهِـرِ الْـمُـطَـهَّـرْ

(۴) اَخْتَارَهُ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْأَكْبَرُ   اَلْيَوْمَ يُرْضِيهِ وَيُجْزِیْ عَنْتَرُ

☆البطل: بہادر۔☆المظفر: ظفریاب، منصور، فاتح، فتح مند۔☆یمینی: میرا دایاں ہاتھ۔☆اَخْضَرُ: سبز۔☆ برقٌ یَزْهر: بجلی چمکتی ہے۔☆الطّعن الشدید: سخت نیزہ بازی۔☆طاهر: پاک، صاف، مقدس۔☆مظهر: پاک، صاف، معصوم۔☆اختارهُ الله: اللہ نے اسے برگزیدہ کیا۔☆یُرْضِیه: اسے راضی کرے گا۔☆یُجْزِیْ: سزا مل جائے گی۔

مطلب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عنتر کے اجزا کا جواب دیتے ہوئے ارشادفرمایا:

(۱) (اے عنتر یاد رکھ) میں بہادر اور ہمیشہ کامیاب ہونے والا علی ہوں۔ (دل کی کمزوری مجھ میں نہیں کہ شاید تجھے گمان ہو) بلکہ مضبوط دل والا ہوں اس لیے اسی نام سے مجھے یاد کیا جاتا ہے۔

(۲) جنگ کے لیے میرے دائیں ہاتھ میں سبز رنگ کی شاندار تلوار ہے اور (جب یہ تلوار ننگی ہوتی ہے اور دشمنوں پر برستی ہے تو) اس کی دھار بجلی کی طرح چمکتی ہے۔

(۳) (اگر ضرورت پڑے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پہ لبیک کرتے ہوئے) ہر وقت تلوار چلانے اور نیزہ بازی کرنے کے لیے طاہر اور مطہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت حاضر رہتا ہوں۔

(۴) اللہ تعالیٰ جل جلالہ جو کہ تمام کائنات سے اعلیٰ اور سب سے بڑا ہے۔ اس نے مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ فرمایا اور آج انہیں راضی فرمائے گا اور اس طرح عنتر کو سزا ملے گی۔

مضبوط دل والا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عنتر کے رجز کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے عنتر! یہ مت بھولنا کہ تیرا جن لوگوں سے پالا پڑا ہے۔ وہ قوم بھی کوئی معمولی قوم نہیں الحمدللہ! میں تیرے سامنے علی ہوں، میں بہادر ہوں یہ نہ سمجھنا کہ میں تیری گیدڑ بھبکیوں سے ڈر جاؤں گا۔ میں تیری ڈینگوں سے ڈرنے والا ہرگز نہیں بلکہ بہادر ہوں۔ بہادر کسی سے ڈرا نہیں کرتے مدمقابل سے ڈر کر بھاگا نہیں کرتے۔ بلکہ بہادر اپنی بہادری کا جوہر دکھاتے ہوئے مدمقابل کے دانت کھٹے کر دیا کرتے ہیں۔ میں بزدل یا ڈرپوک نہیں ہوں بلکہ مضبوط دل کا مالک ہوں۔ دشمن کی بڑھکیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

طاہر و مطہر نبی:

اس دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صفاتی نام (طاہر اور مطہر) بھی بیان فرمائے ہیں گویا آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طاہر بھی ہیں اور مطہر بھی ہے۔

طاہر کا مطلب:

طاہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی اسماء میں سے ایک اہم نام ہے۔ طاہر کے ۲۱۵ عدد ہیں محمد علی چراغ صاحب نے لکھا ہے کہ:

طاہر کا مطلب ہوتا ہے پاک، صاف، پاکیزہ، ہر طرح کی نجاست اور عیب سے پاک، پاک و پاکیزہ مقدس اور منزہ۔

اس لفظ طاہر کا مادہ (ط۔ھ۔ر) ہے اور اس کے بنیادی معنی دور لے جانے یا دور کرنے کے ہوتے ہیں اسی لیے یہ لفظ عام طور پر کسی آلائش وغیرہ کو دور کر کے پاک اور صاف کرنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے قرآن مجید کی رو سے اس لفظ کے معنی جسمانی پاکیزگی کے علاوہ قلب ونگاہ کی پاکیزگی میں بھی شامل ہے یعنی انسانی خیالات کو غیر قرآنی تصورات سے پاک رکھنا اس اعتبار سے یہ لفظ پاکیزگی سیرت وکردار کے لیے بھی بولا جاتا ہے اسی طرح تطہیر فکر ونگاہ بھی اسی طہارت میں آتی ہے۔

نبی طاہر کے طہارت کے معیار:

طہارت کے بارے میں نبی طاہر نے فرمایا ہے کہ طہارت ایمان کا نصف ہے۔ پاکی کے مختلف درجے میں پاکی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کا دل غیر اللہ سے پاک ہو۔ اس میں سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کا گزر نہ ہو یہ درجہ صدیقین کو حاصل ہوتا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ دل اخلاق رذیلہ، حسد، کبر، ریا، حرص، عداوت، رعونت وغیرہ سے پاک ہو اور اوصاف حمیدہ جو ان کی ضد ہیں بندہ ان سے آراستہ ہو یہ درجہ متقین کا ہے تیسرا درجہ اعضاء بدن کا گناہوں سے پاک ہونا ہے۔ مثلاً زبان کا غیبت اور جھوٹ آنکھ کا نامحرم کو دیکھنے سے ہاتھ کا کسی کو تکلیف دینے کے لیے بڑھنے سے پاک ہونا یہ درجہ صالحین کا ہے چوتھا درجہ جسم اور لباس کا ظاہری نجاستوں سے پاک ہونا تاکہ عبادت خداوندی میں خلل پیدا نہ ہو یہ درجہ عام مسلمان کا ہے اور پاکی کا سب سے کم تر درجہ ہے اسی سے کفر اور سلام میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ (شرح اسماء النبی ﷺ معہ اعمال وفضائل ۳۳۸۔۳۳۷)

فائدہ:

مدنی تاجدار، احمد مختار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے ظاہر و باطنی عیب اور آلائش ونجاست سے پاک تھے۔ آپ ہر لحاظ سے طیب وطاہر تھے اسی وجہ سے ہی آپ کا ایک اسم گرامی طاہر ہے امام علامہ محمد مہدی فاسی رحمتہ اللہ علیہ نے مطالع المسرات میں بیان فرمایا ہے کہ جس کی اُردو زبان میں ترجمانی جناب شرف اہلسنت شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے یوں بیان کی ہے کہ:

''طاہر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی ذات گرامی حسی اور معنوی طور پر پاک ہے اور ہر اس چیز سے منزہ ہے جو آپ کے مقام کے لائق نہیں۔ طہارت کا معنی پاک صاف، منزہ اور عیب سے خالی ہونا۔

حسی طہارت کو یہ ہے کہ آپ کی ہر چیز پاک ہے علماء نے تصریح ہے کہ وہ نطفہ بھی پاک ہے جس سے آپ کی ولادت ہوئی۔ اور منی کے پاک ہونے میں جو اختلاف ہے وہ اس کے ماسوا میں ہے۔ یہ بھی تصریح کی ہے کہ موت کے بعد انسانی جسم کے پاک ہونے میں جو اختلاف ہے اس سے آپ کا جسد اطہر مستثنیٰ ہے یہ بھی تصریح کی ہے کہ آپ کے فضلات شریفہ پاک ہیں اور یہ بات اس سے ماخوذ ہے کہ حضرت مالک بن سنان اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون مبارک پیا اور حضرت امام ایمن اور حضرت ام یوسف رضی اللہ عنہما نے آپ کا پیشاب مبارک پیا تو آپ نے اس کی تائید فرمائی اور باز پرس نہیں فرمائی۔

معنوی طہارت:

معنوی طہارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر مذموم عادت سے پاک صاف رکھا اور ہر اچھی عادت سے مشرف فرمایا اور اس پر تعریف فرمائی اور آپ کو عقائد اقوال، افعال اور تمام احوال میں ناپسندیدہ چیزوں سے محفوظ ومامون رکھا۔

(مطالع المسرات اردو ترجمہ ص ۲۰۲۔۲۰۱)

آپ کے صفاتی نام کی برکات

۱۔ برائیوں سے نجات:

اس اسم مبارک کا بنیادی وصف ہر طرح کی جسمانی وروحانی طہارت ہے لہٰذا جو شخص اس کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جسم ونفس کی طہارت سے فیض یاب فرماتا اور برائیوں سے بچاتا ہے۔

۲۔ جسمانی و روحانی طہارت:

اگر کوئی شخص ہر روز سونے سے پہلے اسی اسم گرامی کا ۲۱۵ بار ورد کر کے اپنے سینے پر پھونک مار کر سو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جسمانی اور روحانی طہارت اور شفایابی سے فیض یاب کرتا ہے۔

۳۔ پاک باطن:

اس اسم کا بکثرت ورد کرنا انسان کو پاک باز، طاہر وطیب اور روشن ضمیر اور پاک باطن بنادیتا ہے۔
(شرح اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم معہ اعمال وفضائل ص ۳۴۴)

مطہر:

مطہر یعنی طاہر کرنے والا، طاہر بنانے والا، پاک کرنے والا، پاکیزہ بنانے والا۔ پاکیزگی بخشنے والا، طہارت کی نعمت سے فیض یاب کرنے والا۔ یہ صفت فاعلی ہے اس کا بھی مادہ (ط۔ ھ۔ ر) ہے جس کے معنی نجاست اور آلودگی دور کرنے کے ہوتے ہیں۔ لفظ طہر ہر طرح کی پراگندگی اور غلاظت کو دور کرنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں طاہر اس کو کہا گیا ہے۔ جو جسمانی طور پر بھی پاکیزہ اور پاک ہو اور اس میں قلب ونظر کی پاکیزگی موجود ہو اس میں سیرت اور کردار کی طہارت اور پاکیزگی بھی شامل ہوتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود طاہر اور پاکیزہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ مقام اور درجہ بخش رکھا تھا کہ آپ دوسروں کو بھی پاک اور طاہر کرتے تھے۔ اللہ کا رسول باذن اللہ خود بھی مطہر ہے اور وہ دوسروں کو بھی مطہر بناتا ہے انہیں تزکیہ کی راہوں پر ڈال کر ان کی ترقی کرتا ہے۔

اگر اسم مُطَهَّرْ یعنی ھ کو مفتوح پڑھا جائے تو پھر یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ (یعنی وہ ذات جسے پاک رکھا گیا)

اور اگر ہا مکسور ہو تو پھر یہ اسم فاعل کا صیغہ مُطَهِّرْ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ آپ دوسروں کو کفر، جہالتوں، گناہوں، گمراہیوں ان پر اصرار کرنے اور ان پر اصرار کرنے اور ان پر ہونے والی گرفت سے بچانے والے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(خلاصہ از مطالع المسرات اردو ترجمہ ص ۲۰۲)

......☆☆☆......

حضرت علیؓ کا ناگوار معاملہ دیکھنے پر ردعمل

(۱) لَمَّا رَأَيْتُ الْأَمْرَ أَمْرًا مُّنْكَرًا   أَوْقَدْتُّ نَارِيْ وَدَعَوْتُ قَنْبَرًا

(۲) ثُمَّ احْتَفَرْتُ حُفَرًا وَّ حُفَرًا   وَ قَنْبَرٌ يَّحْطِمُ حُطْمًا مُّنْكَرًا

☆رَأَيْتُ: میں نے دیکھا۔☆امرًا منکرًا: ناگوار معاملہ۔☆قَدْتُّ نَارِیْ: میں نے آگ جلائی۔☆دَعَوْتُ: میں نے بلایا۔☆قنبرًا: قنبر، قنبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کا اسم گرامی ہے۔☆ احتفرتُ: میں نے کھودے۔☆حُفَرًا: گڑھے، قبریں۔

مطلب:

(۱) میں نے جب نہایت ایسا معاملہ دیکھا جو کہ نہایت ناپسندیدہ تھا۔ تو میں نے آگ جلائی اور قنبر کو بلایا۔

(۲) پھر میں نے کئی گڑھے کھودے اور اس میں قنبر سختی اختیار کرتے ہوئے جیسے تیسے اس میں پھینکتا جاتا ہے۔

......☆☆☆......

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اطہار کی شان

(۱) قَدْ يَعْلَمُ النَّاسُ أَنَا خَيْرُهُمْ نَسَبًا   وَ نَحْنُ أَفْخَرُهُمْ بَيْتًا إِذَا فَخَرُوْا

(۲) رَهْطُ النَّبِيِّ وَهُمْ مَّاوٰى كَرَامَتِهٖ   وَنَاصِرُ الدِّيْنَ وَالْمَنْصُوْرُ مَنْ نَّصَرُوْا

(۳) وَالْأَرْضُ تَعْلَمُ أَنَا خَيْرُ سَاكِنِهَا   كَمَا بِهٖ تَشْهَدُ الْبُطْحَاءُ وَالْمَدَرُ

(۴) وَالْبَيْتُ ذُوالسَّتْرِ لَوْ شَآءَ وَ أَيَحَدِّيْهُمْ   نَادٰى بِذَالِكَ رُكْنُ الْبَيْتِ وَالْحَجَرُ

☆فخروا: لوگ فخر کریں۔☆ارھطا النبی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ۔☆ماوٰی: جائے پناہ، ٹھکانہ، مرکز۔☆کرامتہ: ان کی شرافت، ان کی کرامت۔☆ناصر: معاون، مددگار، مدد کرنے والا، حامی۔☆منصور: مدد دیا گیا، نصرت دیا گیا۔☆مظفر: فتح مند۔☆والارض: اور زمین مراد زمین میں بسنے والے لوگ۔☆ساکنھا: اس کے بسنے والوں۔☆البطحا: پتھریلی زمین۔☆البیت: گھر مراد خانہ کعبہ شریف۔☆ذوالستر: پردے والا۔☆نادٰی: ندا دے رہے ہیں، کہہ رہے ہیں۔

مطلب:

(۱) تحقیق لوگ جانتے ہیں کہ میں نسب کے لحاظ سے ان سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ اگر لوگ فخر کرتے ہیں تو پھر ہمارا گھر

تمام سے زیادہ فخر کے لائق ہے۔ (اس شعر میں حضرات سادات کرام کی عظمت بھی واضح ہوگئی)

(۲) نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ارک ان کی شرافت و کرامت کا مرکز ہے اور دین کی مدد کرنے والا ہے۔ پس ہمارا گھر سب سے زیادہ فخر کے لائق ہے۔ کامیاب اور فتح مند وہی لوگ ہیں جن لوگوں نے ان کی مدد کی۔

(۳) اس حقیقت سے دنیا اچھی طرح واقف ہے اور زمین پہ بسنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ زمین پہ بسنے والوں میں سے سب سے افضل ہم ہی رہیں گے جیسے پتھریلی زمین اور ڈھیلے بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔

(۴) پردے والا گھر یعنی خانہ کعبہ بھی ان کے سامنے بیان کرسکتا ہے اسے اس معزز و مکرم گھر کے رکن اور حجر اسود شریف بھی (بزبان حال) ندا کررہے ہیں۔

فخر:

فخر وہ جائز نہیں ہے جو تکبر کے طور پر کیا جائے۔ اگر تکبر اختیار کرتے ہوئے مد مقابل کے سامنے فخر کیا جائے تکبر اختیار کیا جائے تو ایسے فخر اور تکبر کی مذمت بیان کی گئی ہے ورنہ حقائق پہ مبنی احوال بیان کرنا اس زمرے میں نہیں آتا جیسا کہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباؤ امہات کے فضائل بیان کیے ہیں۔ متعدد مقامات پر اس شرح میں بھی ایسی روایات بیان کردی گئی ہیں۔

عظمت سادات کرام:

عظمت سادات اور شرف سادات کے متعلق تفصیلات ملاحظہ کرنے کے لیے مجدد دور حاضرہ فیض ملت حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف شرف سادات ملاحظہ فرمایئے جسے ترتیب دینے کی سعادت الحمد للہ الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کے حصے میں آئی۔ یہ کتاب کراچی سے شائع ہو چکی ہے کچھ تفصیلات اسی شرح کے اوائل میں بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

شیر خدا کا شجاعت وقوت کا اظہار

(۱) إِذَا اجْتَمَعَتْ عُلْيَا مَعَدٍّ وَّ مَذْحِجٍ ۔۔۔ بِمَعْرَكَةٍ يَّوْمًا فَإِنِّي أَمِيرُهَا

(۲) مُسَلَّمَةٌ أَكْفَالُ خَيْلِي فِي الْوَغَا ۔۔۔ وَمَكْلُومَةٌ لَبَّاتُهَا وَنُحُورُهَا

(۳) حَرَامٌ عَلٰى أَرْمَاحِنَا طَعْنُ مُدْبِرٍ ۔۔۔ وَ تَنْدَقُّ مِنْهَا فِي الصُّدُورِ صُدُورُهَا

☆ اجتمعت: جمع ہوں، اکٹھے ہوں۔ ☆ عُلْيَا: عمائد، اعلیٰ قسم کے لوگ، بزرگ، قوم کے سردار، معززین۔ ☆ معركة: میدان جنگ، لڑائی کا میدان، رزم گاہ، لڑائی جھگڑا، نزاع وغیرہ۔ ☆ معد و مذحج: دو عرب قبیلوں کے نام۔ ☆ مُسَلَّمَةٌ: محفوظ رہتی ہیں، سلامت رہتی ہیں۔ ☆ أَكْفَالُ خَيْلِي: میرے گھوڑوں کی رانیں۔ ☆ فِي الوغا: جنگ میں۔ ☆ مُدْبِرٍ: پیٹھ پھیرنے والے۔ ☆ صُدُوْرٌ: سینے، سینوں۔ ☆ تَنْدَقُّ: ٹوٹتی ہیں۔

مطلب:

(۱) اگر قبیلہ معد اور قبیلہ مدحج کے سردار اور معززین کسی جنگ میں اکٹھے ہو جائیں تو میں ان سب کا امیر ہوں گا۔

(۲) جنگ میں میرے گھوڑوں کی رانیں سلامت رہتی ہیں یعنی انہیں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا ہاں البتہ میرے گھوڑوں کے سینے اور گردنیں زخمی ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ رانیں اس فوج کے گھوڑوں کی سلامت نہیں رہتیں جس فوج کے قدم اکھڑ جاتے ہیں یا جو فوج بھاگ اٹھے راہِ فرار اختیار کر جائے پیچھے سے بھاگتے ہوئے گھوڑوں کی رانیں زخمی ہوتی گویا کہ آپ نے اپنی فوج کی دلیری یہاں بیان کی ہے کہ میرے ساتھی جم کر لڑتے ہیں راہِ فرار نہیں اختیار کرتے۔

(۳) پیٹھ پھیر کر بھاگ جانے والوں کو مارنا ہمارے نیزوں کو حرام ہے۔ یعنی ہم فرار ہونے والوں کو ہرگز نہیں مارتے۔ بلکہ ہمارے نیزوں کی نوکیں دشمنوں کے سینوں میں ٹوٹتی ہیں۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی شجاعت کو بیان کیا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں ہم پیٹھ پھیر کر کبھی نہیں بھاگتے بلکہ ہم تو ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اپنی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جنگ کے دوران بہادروں کا دستور ہوتا ہے کہ بہادر جب تک جنگ رہتی ہے لڑتے رہتے ہیں۔ یا خود مد مقابل کو جنگ میں ڈھیر کرتے ہیں یا دشمن کے ہاتھوں میدان جنگ میں کام آتے ہیں موت کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر مقابلہ کرتے ہیں جب تک وجود میں سکت رہتی ہے مقابلہ کرتے ہیں۔ طاقتور دشمن کو دیکھ کر بہادر بھاگتے نہیں۔ دشمنوں کی طرف سے آنے والے جنگی ہتھیار کا مقابلہ سینہ تان کر کرتے ہیں ہتھیاروں کے سامنے سینہ کر دیتے ہیں اس طرح بہادر کے سینے اور گردنیں زخمی ہوتے ہیں موت کو سامنے پا کر بھی پیٹھ نہیں پھیرتے۔ میرے گھوڑوں کی رانیں جنگ میں محفوظ رہتی ہیں۔ کیونکہ کسی بھی دشمن کے سامنے سے میں نے راہ فرار کبھی بھی اختیار نہیں کی ہمیشہ دشمن کا مقابلہ ڈٹ کر کرتا ہوں۔ دشمن کو نہ اپنے پیچھے آنے دیتا ہوں نہایت ہوشیاری سے جنگ کرتا ہوں اور نہ ہی فرار ہو کر گھوڑا بھگا کر لے جاتا ہوں کہ دشمن میرے گھوڑے کی رانیں زخمی کرنے میں کامیاب ہو۔

ہمارے مد مقابل اگر کمزوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھاگ نکلے گویا اپنی شکست تسلیم کر لے تو ہم ایسے لوگوں کو بھی قتل کرنا حرام سمجھتے ہیں، بلکہ ہم ان دشمنوں کو قتل کرتے ہیں جو ہمارے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ جو ہمارے ساتھ مقابلہ نہیں کرتے ہم انہیں قتل نہیں کرتے۔ جو ہمارے سامنے سے مقابلہ کرنے کی بجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانے کی کوشش کریں ہم ان کی پیٹھوں پہ حملہ آور نہیں ہوتے ہمارے نیزوں کی نوکیں تو دشمنوں کے سینوں میں ٹوٹتی ہیں۔

جنگوں میں مسلمانوں کا دستور:

حضرت سلمان ابن بریدہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی لشکر یا فوج پر امیر بناتے تو اسے اپنے خاص ذاتی معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے کہ اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ ان سے جنگ کرو جو اللہ کے منکر ہیں، جہاد کرو تو خیانت نہ کرو، نہ بدعہدی اور نہ مثلہ کرو، نہ کسی بچہ کو قتل کرو اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انہیں تین خصلتوں یا تین

باتوں کی طرف بلاؤ تو وہ ان میں سے جو بات مان جائیں تم ان سے قبول کرو اور ان سے ہاتھ روک لو۔

انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اگر وہ یہ مان لیں تو تم ان سے قبول کرلو اور ان سے ہاتھ روک لو تو پھر انہیں اپنے وطن سے مہاجرین کی جگہ کی طرف منتقل ہو جانے کی دعوت دو اور انہیں خبر دو کہ وہ یہ کرلیں گے تو ان کے لیے وہ ہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔ اگر وہ وہاں سے منتقل ہونے سے انکار کریں تو انہیں آگاہ کردو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے کہ ان پر وہ احکام الٰہی جاری کیے جائیں گے جو مسلمانوں پر جاری کیے جاتے ہیں۔ اور ان کے لیے غنیمت وفی سے کچھ نہ ہوگا مگر یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں۔

پھر اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ مانگو پھر اگر وہ لوگ تمہاری مان لیں تو ان سے قبول کرلو اور ان سے ہاتھ روک لو لیکن اگر وہ انکاری ہوں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ کرو۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد)

فائدہ:

یہ حدیث مبارکہ بڑی طویل ہے صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مسلمانوں کا یہ قدیمی دستور ہے مسلمان صرف انہیں لوگوں کو تہ تیغ کرتے ہیں جو خود مرنے مارنے پر تُل جاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم ان پہ وار نہیں کرتے جو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔

......☆☆☆......

معاصرین کی بری باتوں سے اعراض

(۱) اُغَمِّضُ عَيْنِيْ عَنْ اُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ ۔۔۔ وَاِنِّيْ عَلٰى تَرْكِ الْغُمُوْضِ جَدِيْرٌ

(۲) وَمَا مِنْ عَمًى اُغْمِضِيْ وَلٰكِنْ رُبَّمَا ۔۔۔ تَعَامٰى وَاَغْضَى الْمَرْءُ وَهُوَ بَصِيْرٌ

(۳) وَ اَسْكُتُ عَنْ اَشْيَاءٍ لَوْ شِئْتُ قُلْتُهَا ۔۔۔ وَلَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْمَقَالِ اَمِيْرٌ

(۴) اُصَبِّرُ نَفْسِيْ بِاجْتِهَادِيْ وَطَاقَتِيْ ۔۔۔ وَ اِنِّيْ بِاَخْلَاقِ الْجَمِيْعِ خَبِيْرٌ

☆عَمٰى: اندھا۔ ☆المرء: انسان۔ ☆بصیر: دانا، دیکھنے والا وغیرہ۔ ☆اَسْكُتُ: میں چپ کرتا ہوں، خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ ☆لَوْ شِئْت: اگر میں چاہوں۔ ☆قُلْتُهَا: انہیں کہہ دوں، ان کے سامنے بیان کردوں۔ ☆ جمیع: سب تمام، کل۔ ☆خبیر: خبر رکھنے والا، جاننے والا، دانا وغیرہ۔ ☆اَغْمِضُ: چشم پوشی کرتا ہوں۔

مطلب:

(۱) بے شمار باتیں میں چھپا جاتا ہوں حالانکہ ان کی بری باتوں کو چھپانا نہیں چاہیے۔ (اس کے باوجود میں ان کی باتیں چھپا جاتا ہوں)

(۲) یہ نہیں ہے کہ مجھے نظر کچھ نہیں آتا اس لیے اپنی آنکھ بند کر لیتا ہوں یہ بات نہیں بلکہ بعض اوقات بندہ جان بوجھتے ہوئے

بھی آنکھ بند کر لیتا ہے۔ بلکہ سب کچھ دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے (تا کہ مدمقابل کو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے) میں بھی اسی لیے آنکھیں بند کر لیتا ہوں تا کہ اپنی شرمندگی سے دوچار نہ ہونا پڑے، وہ شرمندہ نہ ہوں۔

(۳) بے شمار ایسی باتیں ہوتی ہیں (کہ انہیں بیان کرنا چاہیے مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے) میں چپ کا روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اگر بیان کرنا چاہوں تو بیان کر سکتا ہوں۔ (یہ حقیقت ہے کہ) بیان کرنے کے سلسلے میں ہم پہ کوئی بھی حکمران نہیں (جو روک سکے)

(۴) ممکن حد تک اور جتنی کوشش کر سکتا ہوں میں اپنے نفس کو صبر دلاتا ہوں اور بے شک میں تمام اخلاق جانتا ہوں۔

عیوب چھپانا:

ان اشعار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی ایک اچھی عادت کریمہ کو بہترین انداز میں بیان فرمایا ہے کہ میں اپنے معاصرین کی بے شمار ایسی باتیں چھپا جاتا ہوں جو کہ اگر دنیوی مفادات کو مدنظر رکھا جائے تو ان کے عیوب مجھے چھپانے نہیں چاہئیں بلکہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے چاہئیں۔ جبکہ میں ان کے عیوب چھپاتا ہوں۔

......☆☆☆......

قریش کی شکایت

(۱) تِلْكُمْ قُرَيْشٌ تَمَنَّانِیْ لِتَقْتُلَنِیْ ۔۔۔ فَلَا وَرَبِّكَ مَا بَرُّوْا وَلَا ظَفَرُوْا

(۲) فَاِنْ بَقِيْتُ فَرَهْنٌ ذِمَّتِیْ لَكُمْ ۔۔۔ بِذَاتِ وَدْقَيْنِ لَا يَعْفُوْلَهَا اَثَرُ

(۳) وَاِنْ هَلَكْتُ فَاِنِّیْ سَوْفَ اُوْرِثُهُمْ ۔۔۔ ذُلَّ الْحَيٰوةِ فَقَدْ خَانُوْا وَقَدْ غَدَرُوْا

(۴) اِمَّا بَقِيْتُ فَاِنِّیْ لَسْتُ مُتَّخِذًا ۔۔۔ اَهْلًا وَّ لَا شِيْعَةً فِی الدِّيْنِ اِذْ فَجَرُوْا

(۵) قَدْ بَايَعُوْنِیْ وَلَمْ يُوْفُوْا بِبَيْعَتِهِمْ ۔۔۔ وَمَا كَرُوْنِیْ فِی الْاَعْدَآءِ اِذْ مَكَرُوْا

(۶) وَانَا صَبُوْنِیْ فِیْ حَرْبِ مُضَرَّمَةٍ ۔۔۔ وَمَا لَمْ يُلَاقِ اَبُوْبَكْرٍ وَّلَا عُمَرُ

☆اعداء: عدو کی جمع یعنی دشمن مخالف۔☆تَمَنَّا: خواہش، آرزو۔☆لِتَقْتُلَنِیْ: واسطے مجھے شہید کرنے کے۔☆وَرَبِّكَ: تیرے رب کی قسم۔☆وَلَا ظَفَرُوْا: اور نہ ہی کامیاب ہوں گے۔☆هَلَكْتُ: میں شہید ہو گیا۔☆اُوْرِثُهُمْ: انہیں وارث بناؤں گا۔☆ذُلّ: ذلت ورسوائی کا۔☆ذُلَّ الْحَيٰوةِ: زندگی کی ذلت ورسوائی۔☆خَانُوْا: انہوں نے خیانت کی۔☆بَقِيْتُ: میں باقی رہا۔☆شِيْعَةً: گروہ، جماعت۔☆فجروا: فاجر، بدعمل، بدکار، گنہگار۔☆بايَعُوْنِیْ: مجھ سے بیعت کی۔☆ماكَرُوْنِیْ: مجھ سے مکر کیا۔☆حرب: جنگ لڑائی۔

مطلب:

(۱) یہ قریشی مجھے شہید کرنے کی تمنا رکھتے ہیں پس نہیں نہیں رب کی قسم! وہ غالب اور کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(۲) پس اگر میں زندہ رہ گیا تو پھر تمہارے متعلق میرا یہ وعدہ اس بہت بڑے حادثے کے متعلق ہوگا۔ اس کا اثر مٹ کر ختم ہونے والا نہیں۔ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

(۳) اور اگر میں شہید ہو گیا تو بہت جلد انہیں ذلت آمیز زندگی کا وارث بناؤں گا۔ یعنی اگر میں شہید ہو گیا تو پھر بھی وہ میری شہادت کے باعث ہمیشہ ہمیشہ لوگوں کی لعن طعن سنتے سنتے ذلت کی موت مریں گے۔ بلکہ تا قیامت لوگ انہیں ملامت کرتے رہیں گے بلکہ قیامت کے دن بھی ان کا حشر عبرتناک ہوگا۔ اس لیے عنقریب میں انہیں ذلت و رسوائی کا وارث بناؤں گا کیونکہ انہوں نے خیانت کی ہے اور دھوکہ دیا ہے۔

(۴) اگر میں زندہ رہا تو پھر میں ان بدکاروں کو اپنے اہل اور اپنی دینی جماعت میں شامل نہیں ہونے دوں گا۔ بلکہ ان سے قطع تعلق کروں گا

(۵) تحقیق ان لوگوں نے بیعت مجھ سے کی ہے مگر بیعت کا وعدہ نہیں نبھایا اور میرے دشمنوں سے مل کر مجھ سے مکر و فریب کیا جب انہوں نے مکر و فریب کیا۔ حقیقت جاننے کی کوشش کیجئے کہ کن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی اور پھر مکر و فریب کیا۔

(۶) انہوں نے جنگ کے شعلوں میں مجھ سے اپنی دشمنی ظاہر کر دی ہے حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے دوران ایسی جنگیں نہیں ہوئیں۔ گویا کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ادوار میں حالات بہترین تھے آج بھی ان ادوار کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

فائدہ:

ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی کیفیت بیان کی ہے۔

اس سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کے ارد گرد کیسے لوگوں کا جمگٹھا ہو گیا تھا۔ آپ ان سے کتنے بے زار تھے۔ آپ نے آخری دو اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے بیعت تو کی ہے مگر بیعت میں جو وعدہ کیا اسے نہیں نبھایا۔ پھر ان کے کردار کی حقیقت بھی بیان کر دی اور آخر میں یہ بھی بیان فرمایا کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ادوار میں ایسی لڑائیاں نہیں ہوئیں۔ گویا ایک حقیقت سے دیکھا جائے تو آپ نے اپنے آخری شعر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ادوار کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کے دور سے وہ پہلے والے دور کہیں بہتر تھے۔ ایسی ایسی گھناؤنی دشمنیاں اس وقت نہیں تھیں اور نہ ہی ایسی لڑائیاں ان ادوار میں ہوئیں۔ ان اشعار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت بھی واضح ہوئی۔ اگر کسی کو پھر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا انکار ہے تو پھر ان کی قسمت۔

......☆☆☆......

حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل پر دُکھ کا اظہار

(۱) اَشْكُوْا اِلَيْكَ عُجَرِىْ وَبُجَرِىْ ۔۔۔ وَمَعْشَرًا اَغْشُوْا عَلَىَّ بَصَرِىْ

(۲) اِنِّىْ قَتَلْتُ مُضَرِىْ بِمُضَرِىْ ۔۔۔ جَدَعْتُ اَنْفِىْ وَقَتَلْتُ مَعْشَرِىْ

☆اَشْكُوْا: شکایت لایا۔☆معشرا: جماعت۔☆بصری: میری آنکھ۔☆اَغْشَوْا: پردہ ڈال دیا۔☆اَنْفِىْ: اپنی ناک، میری ناک۔☆معشری: اپنی جماعت، یا میری جماعت۔

مطلب:

(۱) میں تیرے سامنے اپنے ظاہر اور باطن کا شکوہ لایا ہوں۔ اس گروہ کا شکوہ لایا ہوں جس نے مجھے دھوکہ میں ڈال دیا۔ میری آنکھ پہ پردہ ڈال دیا۔

(۲) قبیلہ مضر کو میں نے مضر قبیلہ کے ذریعے ہی قتل کر دیا۔ جیسے میں نے اپنی ہی ناک کاٹ ڈالی اور اپنی ہی جماعت کو شہید کر دیا۔

فائدہ:

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے پر دکھ اور افسوس کا اظہار آپ نے ان اشعار میں بیان کیا ہے کہ ان کا شہید کیا جانا مجھے یونہی محسوس ہو رہا ہے جیسے میری اپنی ہی جماعت کے لوگ میرے اپنے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کا بے حد افسوس ہے۔

......☆☆☆......

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور

(۱) صَبَرْتُ عَلٰى مُرِّ الْاُمُوْرِ كَرَامَةً ۔۔۔ وَاُبْقِيْتُ فِىْ ذَاكَ الضُّبَابِ مِنَ الْاَمْرِ

☆صَبَرْتُ: میں نے صبر کیا، میں نے ضبط کیا۔☆کراھۃ: نفرت، بیزاری، گھن، ناگوار۔

مطلب:

میں نے بعض کاموں کی وجہ سے ہونے والی بیزاریوں اور ناگواریوں کو مجبوری کے طور پر برداشت کیا ہے کہ مجھے اس بقیہ اب یعنی خلافت کے معاملے میں ڈال دیا گیا ہے۔ ان امور میں الجھنے کے باعث میں نے بعض ناگوار امور پہ ضبط اختیار کیا ہے۔

فائدہ:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو فتنہ فساد پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ اصلاح کے نام پر فساد پھیلانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ خودکش حملے کرنا، کرانا، بے گناہ مخلوق خدا کو مارنا، انہیں گولیوں اور بموں کا نشانہ بنانا کہاں کی

انسانیت ہے۔ خدارا ایسے امور میں ملوث انسانو! تھوڑی دیر حقیقت پہ غور وفکر تو کیجیے انسانی معراج مخلوق خدا کی خدمت میں ہے یا مخلوق خدا کو تنگ کرنے میں ہے۔ انسانیت کا درس مخلوق خدا کا بھلا چاہنے میں ہے یا مخلوق خدا کو فتنہ فساد کی آگ جھونک دینے میں۔ خدارا! تھوڑی دیر کے لیے غور وفکر کیجیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب والے امور میں مشغولیت اختیار کرلی ہو۔ بم دھماکوں میں قلیدی کردار ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب میں مبتلا ہیں۔ خدارا ایسے امور میں ملوث ہونے کی بجائے توبہ کیجیے سچے دل سے توبہ کرنے والے کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے یقیناً حق تعالیٰ تواب بھی ہے رؤف الرحیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین

......☆☆☆......

جنگ صفین میں عمرو ابن عاص سے خطاب

(۱) يَا عَجَبًا لَّقَدْ رَأَيْتُ مُنْكَرًا ۔۔۔ كَذِبًا عَلَى اللّٰهِ يَشِيبُ الشَّعَرَا
(۲) يَسْتَرِقُ السَّمْعَ وَ يُغْشِي الْبَصَرَا ۔۔۔ مَا كَانَ يُرْضِي اَحْمَدُ لَوْ خُبِّرَ
(۳) اَنْ يَعْدِلُوْا وَصِيَّهُ وَالْاَبْتَرَا ۔۔۔ شَانِي النَّبِيِّ وَاللَّعِيْنَ الْاَخْزَرَا
(۴) كِلَاهُمَا بِجُنْدِهٖ قَدْ عَسْكَرَا ۔۔۔ قَدْ بَاعَ هٰذَا دِيْنَهٗ اِذْ فَجَرَا
(۵) بِمُلْكِ مِصْرَ اِنْ اَصَابَ ظَفَرًا ۔۔۔ مَنْ ذَا بِدُنْيَا بَيْعُهٗ قَدْ خَسِرَ
(۶) يَا ذَا الَّذِيْ يَطْلُبُ مِنِّي الْوَتَرَا ۔۔۔ اِنْ كُنْتَ تَبْغِيْ اَنْ تَزُوْرَ الْقَبْرَ
(۷) حَقًّا وَّ تُصْلٰى بَعْدَ ذَاكَ الْجَمَرَا ۔۔۔ اُسْعُطُكَ الْيَوْمَ ذُعَافًا صَبِرًا
(۸) لَا تَحْسَبَنِّيْ يَا ابْنَ عَاصٍ عَسِرًا ۔۔۔ سَلْ بِيْ بَدْرًا ثُمَّ سَلْ بِيْ خَيْبَرَا
(۹) كَانَتْ قُرَيْشٌ يَوْمَ بَدْرٍ جَزَرًا ۔۔۔ اِنِّيْ اِذَا مَا الْحَرْبُ يَوْمًا حَضَرَ
(۱۰) اَضْرَمْتُ نَارِيْ وَدَعَوْتُ قَنْبَرًا ۔۔۔ قَدِّمْ لِوَآئِيْ وَلَا تُؤَخِّرْ حَذَرَ
(۱۱) لَنْ يَّنْفَعَ الْحِذَارُ مِمَّا قَدْ حَذَرَا ۔۔۔ وَلَا اَخَا الْحِيْلَةِ عَمَّا قَدَرَ
(۱۲) اِنَّ الْحِذَارَ لَا يَرُدُّ الْقَدَرَا ۔۔۔ لَمَّا رَأَيْتَ الْمَوْتَ مَوْتًا اَحْمَرَ
(۱۳) دَعَوْتُ هَمْدَانَ وَاَدْعُوْا حُمِيْرًا ۔۔۔ لَوْ اَنَّ عِنْدِيْ يَوْمَ حَرْبِيْ جَعْفَرَ
(۱۴) اَوْ حَمْزَةُ اللَّيْثُ الْهُمَامُ الْاَزْهَرَا ۔۔۔ رَاَتْ قُرَيْشٌ نَجْمَ اللَّيْلِ ظُهْرَا

☆یَا عَجَبًا: اے تعجب۔☆مُنْکَرًا: بری بات، انکار کیا گیا، مکروہ، خراب، ناشائستہ، نامشروع وغیرہ۔☆کَذِبًا: جھوٹ باندھتا ہے۔☆عَلَی اللّٰہِ: اللہ تعالیٰ پر۔☆یَشِیْبُ: سفید کردے۔☆الشعراء: بالوں۔☆یَسْتَرِقُ السَّمع: چپکے چپکے سنتا ہے۔☆یُغْشِی الْبَصَرَا: نظر کو چھپاتا ہے۔یُرْضٰی: راضی ہوں۔☆لَوْ خُبِّرَ: اگر خبر دی جائے۔☆وَصِیَّۃٌ: وصیت کیا گیا۔☆اَبْتَر: نسل کٹا۔☆شَانِیُ النبی: نبی پہ عیب لگاتا ہے۔☆لعین: ملعون، مردود، لعنتی، بدبخت۔☆عَسْکَرَ: فوج۔☆بَاعَ: فروخت کردیا۔☆ظَفَرًا: فتح کرنے میں کامیاب ہوئے۔☆خَسِرًا: نقصان۔ ہے۔☆یَطْلُبُ: چاہتا ہے۔☆تَزُوْرَ الْقبر: قبر کی زیارت۔☆سَلْ بِیْ: میرے متعلق پوچھ۔☆حَضَرًا: حاضر ہوتا ہوں۔☆دَعَوْتُ: میں نے بلایا۔☆لِوَائِیْ: میرا جھنڈا۔☆لَنْ یَّنْفَعَ: ہرگز مفید نہیں۔☆حَاذِرَ: ڈرنے والے۔☆قَدَرًا: تقدیر۔☆لَا یُرَدُّ الْقَدَرَا: تقدیر کو نہیں ہٹا سکتا۔☆اَحْمَرًا: سرخ۔☆رَاَیْتَ الْمَوْت: موت کو دیکھا۔☆دَعَوْتُ: میں نے پکارا۔

مطلب:

(۱) بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں نے ایک نازیبا حرکت دیکھی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر ایسا زبردست جھوٹ باندھتا ہے کہ وہ سیاہ بالوں کو سفید کردے۔

(۲) اب وہ خاموشی سے سنتا پھر رہا ہے اور نظریں چھپاتا پھر رہا ہے یعنی اب نظر ملا کر بات نہیں کرتا۔ اگر ایسے معاملے کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جائے تو آپ اسے پسند نہیں کریں گے۔

(۳) اس لیے کہ وہ تو رسول خدا ہیں اللہ کی طرف سے وصی ہیں جبکہ اس نسل کٹے کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتا ہے وہ لعنتی لالچی اور کنجوس ہے۔ برابر کرتے ہیں۔ (حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا)

(۴) ان دونوں نے اپنی فوج کے ذریعے چڑھائی کردی اس نے نافرمانی کرکے اپنا دین وایمان بیچ دیا یعنی ضائع کردیا۔

(۵) اگر مصر فتح کرکے وہ دونوں کامیاب ہوگئے ہیں تو یہ ہرگز مفید نہیں کیونکہ جس نے دنیا کے بدلے دین فروخت کیا تحقیق وہ گھاٹے میں ہے۔

(۶) ارے وہ شخص جو مجھ سے عداوت نکالنے کی طلب رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی نکالنا چاہتا ہے اگر تو قبر دیکھنا چاہتا ہے یعنی اگر تجھے مرنے کی آرزو ہے تو پھر مجھ سے دشمنی اختیار کر۔ ورنہ مجھ سے دشمنی اختیار نہ کر۔

(۷) بے شک اسی طرح ہی ہوگا پھر اس (مرنے) کے بعد (جہنم کی) بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں تجھے پھینکا جائے گا آج میں تجھے معصبر کا دھواں دوں گا۔ یعنی تجھے انتہائی دکھوں کا شکار کردوں گا۔ تیرا آرام وسکون سب کچھ تباہ وبرباد کردوں گا۔

(۸) اے ابن عاص! یہ سوچا بھی نہیں کہ ایسا کرنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا میرے لیے نہایت آسان ہے میرے بارے میں اگر حقیقت جاننا چاہتا ہے تو بدر اور خیبر کے میدانوں سے پوچھ لے۔

(۹) غزوہ بدر کے روز قریش (کے بڑے بڑے سردار اور دوسرے کافر) ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے جب لڑائی ہوتی ہے تو میں اس دن حاضر ہوتا ہوں اور دشمن کو لڑائی کا خوب مزہ چکھاتا ہوں۔

(۱۰) میں نے جنگ کی آگ بھڑکائی اور اپنے غلام قنبر کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ میرا جھنڈا آگے بڑھاؤ اور جنگ سے ڈرتے ہوئے پیچھے نہ ہٹنا۔ (کیونکہ جنگ سے ڈرنے کی ہرگز ضرورت نہیں)

(۱۱) ڈرنے والے کے لیے (موت سے ڈرنا) ہرگز فائدہ مند نہیں اور تقدیر سے بچنے کے لیے حیلہ بہانہ کرنے والے کے لیے حیلہ بہانہ کرنا بھی مفید نہیں۔ کیونکہ جو موت کا شکار ہوتا ہے وہ مر ہی جاتا ہے حیلے بہانے کچھ بھی فائدہ نہ دیں گے تو پھر تم کسی طرح بھی بچ نہ سکو گے۔

(۱۲) بے شک ڈرنا تقدیر کو موڑ نہیں سکتا۔ جب تم نے موت کو سرخ رنگ یعنی خونریزی کی شکل میں دیکھا۔

(۱۳) میں نے ہمدان کو بلایا اور انہوں نے حمیر کو بلایا کاش کہ آج لڑائی میں جعفر میرے ساتھ ہوتا۔

(۱۴) یا (میرے چچا) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوتے جو کہ شیر تھے۔ صاحب ارادہ اور روشن تھے اس طرح قریش دن میں رات کا تارا دیکھ لیتے۔ قریش کو دن میں تارے نظر آجاتے۔

......☆☆☆......

حضرت عثمان غنیؓ کے غلام احمر کے قصاص میں قتل ہونے پر افسوس کا اظہار

(۱) لَهْفَ نَفْسِيْ وَقَلِيْلٌ مَّآ اُسَرُّ بِمَا اَصَابَ النَّاسُ مِنْ خَيْرٍ وَّ شَرٍّ

(۲) لَمْ اُرِدْ فِي الدَّهْرِ يَوْمًا حَرْبَهُمْ وَهُمُ السَّاعُوْنَ فِي الشَّرِّ الشِّمَّرِ

☆لَهْفَ نَفْسِيْ: مجھ پر افسوس۔ ☆قَلِيْلٌ مَّا اُسَرُّ: مجھے بہت تھوڑی خوشی ہوتی ہے۔ ☆اَصَابَ النَّاسُ: لوگ مبتلا ہیں۔ ☆لَمْ اُرِدْ: میں نے ارادہ نہیں کیا۔ ☆حَرْبَهُمْ: ان سے لڑنے کا۔ ☆سَاعُوْنَ: کوشش کرتے رہتے ہیں۔

مطلب:

(۱) مجھ پر افسوس ہے مجھے خوشی نہیں بلکہ خوشی نہ ہونے کے برابر بہت کم ہوتی ہے کیونکہ لوگ ہر قسم کی بھلائی اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں۔

(۲) ان سے لڑنے کا ارادہ میں نے کبھی نہیں کیا اس کے باوجود وہ لوگ سخت دنگا فساد میں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یعنی میں ان سے لڑنے کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ ہی کبھی ان سے لڑنے کا ارادہ کیا ہے۔ مجبوراً مجھے اس کام کے لیے تیار ہونا پڑا۔

......☆☆☆......

جنگ صفین میں اپنے ساتھیوں کو خطاب

دُبُّوْا دَبِيْبَ النَّمْلِ قَدْ اٰنَ الظَّفَرُ لَا تُنْكِرُوْا فَالْحَرْبُ تَرْمِيْ بِالشَّرَرِ

اِنَّا جَمِیْعًا اَھْلُ صَبْرٍ لَا خُوْرٍ

☆دبیب: رینگنا، شرر، شعلے۔☆نمل: چیونٹی۔☆ظفر: فتح۔☆لاتنکروا: انکار نہ کرو۔☆اِنّا جمیعًا: بے شک ہم سب۔☆اَھْلُ صبر: صبر کرنے والے۔

مطلب:

اے میرے ساتھیو! (خبردار گھبرانہ جانا زیادہ تیز دوڑنے اور بھاگنے کی بھی ضرورت نہیں) آہستہ آہستہ تحمل مزاجی سے آگے بڑھو۔ فتح قریب ہے۔ (خبردار گھبرا کر جنگ سے) انکار نہ کر بیٹھنا کیونکہ جنگ پورے جوبن پر شعلے بلند کر رہی ہے۔ بے شک ہم ست اور کمزور نہیں ہیں بلکہ ہم سب صابر ہیں۔ صبر واستقامت سے کام لو۔ فتح قریب ہے۔ اگر ہم نے دشمن کے مقابلے میں آج انکار کر بیٹھے تو جنگ کی آگ ہمیں راکھ کر دے گی۔ ایسا طریقہ اختیار کرنا بہادروں کا کام نہیں۔ ایسے وقت میں ہمت ہار بیٹھنے سے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے۔ جنگ کے شعلے ہمت ہار کر بیٹھ جانے والوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ ہمت سے کام لیتے ہوئے دکھ، مصیبت اور تکالیف اور مسائل کا سامنا ہمیں صبر کے ساتھ کرنا چاہیے اس سلسلے میں ہمیں صبر اختیار کرنا چاہیے۔ بے شک ہم صابر ہیں۔ ست اور کمزور نہیں ہیں۔ جس وجہ سے دشمن پہ فتح پانا ہمارے لیے کوئی مشکل امر نہیں۔ اس لیے فتح وکامیابی کو دور نہ سمجھیے بلکہ فتح قریب ہے۔ بس ذرا ہمت سے کام لیجیے۔

......☆☆☆......

جنگ صفین میں اپنے فضائل کا بیان کرنا

(۱) اَنَا عَلِیٌّ فَاسْئَلُوْنِیْ تُخْبَرُوْا ثُمَّ اَبْرِزُوْا لِیْ فِی الْوَغَا وَاَدْبَرُوْا

(۲) سَیْفِیْ حُسَامٌ وَّ سِنَانِیْ یَزْھَرُ مِنَّا النَّبِیُّ الطَّاھِرُ الْمُطَھَّرُ

(۳) وَحَمْزَۃُ الْخَیْرُ وَتِرْبِیْ جَعْفَرٌ لَہٗ جَنَاحٌ فِی الْجَنَانِ اَخْضَرُ

(۴) وَفَاطِمُ عِرْسِیْ وَفِیْھَا مَفْخَرُ ھٰذَا لِھٰذَا وَابْنُ ھِنْدٍ مَھْجَرُ

مُذَبْذَبٌ مُطَرَّدٌ مُؤَخَّرُ

☆فَاسْئَلُوْنِیْ: پس مجھ سے پوچھو۔☆تُخْبَرُوْا: بتلا دیے جاؤ گے۔☆ وغا: جنگ۔☆اَدْبِرُوْا: پیچھے ہٹو۔☆یَزْھَرُ: چمکدار۔☆طاھر: پاک صاف، مقدس۔☆مُطَھَّرُ: پاک، صاف۔☆مُبَرَّا: اور اگر یہ لفظ مُطَھِّرُ ہو تو پھر اس کے معانی ہوں گے پاک کرنے والا۔☆جنان: جنتوں۔☆اخضر: سبز۔☆فاطم: مراد فاطمہ۔☆عرسی: میری عروس، میری دلہن۔

مطلب:

(۱) میں علی ہوں پس مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔ جو کچھ بھی پوچھو گے تجھے بتلا دیا جائے گا۔ پھر میرے سامنے جنگ کے میدان میں آؤ تم جم کر مقابلہ نہ کر سکو گے اور پیچھے ہٹو۔

(۲) کیونکہ میری تلوار نہیت تیز ہے اور میرا نیزہ بھی چمکدارانی والا ہے۔ پاک صاف اور مقدس مطہر نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم سے ہی ہیں۔

(۳) بہترین انسان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور میرے ہم عمر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی ہم سے ہی ہیں۔ جنتوں میں ان کے لیے سبز سبز پَر ہیں۔ (یعنی وہ جنتوں میں سبز پَروں کے ساتھ محو پرواز ہیں)

(۴) اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میری زوجہ محترمہ ہیں میرے لیے یہ بات نہایت قابل فخر ہے۔ یہ اس یعنی میرے لیے ہے اور ہند کا بیٹا سوراخ میں ہے۔ وہ غیر مستقل مزاج، فرار ہونے والا اور پیچھے ہٹ کر بھاگنے والا ہے۔

فَاسْئَلُوْنِیْ تُخْبَرُوْا:

مجھ سے پوچھو مجھ سے جو کچھ پوچھو گے اس کے متعلق تجھے خبر دی جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے پوچھو جو کچھ بھی مجھ سے پوچھو گے میں تجھے اس کا جواب دوں گا یہاں یہ بات ذہن میں لائیے کہ آپ نبی نہیں ہیں بلکہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جب امتی کے علم کی یہ شان ہے تو نبی کے علم مبارک کی کیا شان ہوگی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی دروازہ ہیں۔ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ فرمایا ہے اس علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے علوم غیبیہ کی شان ملاحظہ فرمایئے اور غور ضرور فرمایئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی کیا شان ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کی خبر دی:

وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَیْئًا یَكُوْنُ فِیْ مَقَامِهٖ ذَالِكَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ و نَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِیْ هٰٓؤُلَآءِ وَاَنَّهٗ اَیَكُوْنَ مِنْهُ الشَّیْءُ قَدْنَسِیْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاذْكُرُهٗ كَمَا یَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا عَرَفَهٗ (بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن فصل اول)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس ایک مقام پر قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دے دی جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں۔ ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا ہوں تو ایسے یاد کر لیتا ہوں جسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اسے دیکھے تو پہچان لے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان معجزہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چھوٹے بڑے واقعہ حتیٰ کہ قطرہ قطرہ، ذرہ، ذرہ کا بیان فرما دیا یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وہ

عمك مالم تكن تعلم جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کا علم بخشا۔ اتنے تھوڑے وقت میں یہ سب بیان فرما دینا حضور انور کا معجزہ ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں زبور پڑھ لیتے تھے۔
(مراۃ شرح مشکوۃ جلد ۷ ص ۱۸۷)

فائدہ:

مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کے سلسلہ میں تفصیلی مطالعہ کے لیے مجدد دور حاضرہ فیض ملت حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف (غایۃ المامول فی علم الرسول) اور حضرت مولا ابو الباسط محمد عبد السلام رضوی نقشبندی صاحب کی تصنیف (علم خیر الانام بعطاء رب الانام) کا مطالعہ کیجیے۔

......☆☆☆......

حکم بنانے کے متعلق حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حیلے کی شکایت

(۱) لَقَدْ عَجَزْتُ عَجْزَ مَنْ لَّا يَقْتَدِرُ سَوْفَ اَكِيْسُ بَعْدَهَا وَاسْتَمِرُّ

(۲) اَرْفَعُ مِنْ ذَيْلِىْ مَنْ كَانَ يَجُرُّ قَدْ يَجْمَعُ الْاَمْرُ الشَّتِيْتُ الْمُنْتَشِرُ

☆عجزت: میں عاجز ہو گیا ہوں۔☆لا یقتدر: کچھ نہیں کر سکتا، بے بس۔☆سَوْفَ: عنقریب، جلد ہی، بہت جلد۔☆اَرْفَعُ: میں بلند کروں گا یا میں اٹھالوں گا۔☆یجمع: جمع کیا جاتا ہے۔☆المنتشر: منتشر بکھرنے والا، متفرق، حیران، پریشان۔

مطلب:

(۱) میں اس معاملے میں بالکل ہی بے بس عاجز ہو گیا ہوں جس طرح کہ ایک بے بس انسان عاجز ہو جایا کرتا ہے اس کے بعد عنقریب خوب سمجھداری سے کام لوں گا اور اس پہ استقامت اختیار کروں گا۔

(۲) میں گھسیٹے گئے اپنے دامن کو اوپر اٹھالوں گا یعنی سنبھل جاؤں گا جیسے کبھی کبھی متردد اور منتشر معاملے کو بھی سنبھال لیا جاتا ہے۔

فائدہ:

آپ ان اشعار میں بیان فرما رہے ہیں کہ حالات نے وقتی طور پر یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مجھے بے بس اور عاجز کر دیا ہے مگر اس بے بسی سے یہ سمجھ لینا کہ سنبھلا ہی نہیں جا سکتا یہ غلط ہے مایوسی گناہ ہے مایوس نہیں ہونا چاہیے پہلے شعر میں مایوسی کی مذمت بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ ظاہری حالات کی تنگی ترشی دیکھ کر مایوس نہیں ہو جانا چاہیے کیا ہوا

حالات نے بظاہر مجھے بے بس سا کر دیا ہے۔ مگر یہ سب کچھ حرف آخر نہیں ایسے حالات کو دیکھ کر مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مایوسی گناہ ہے اور مایوسی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی، مایوسی انسان کو کاہل بنا دیتی، مایوسی کی وجہ سے انسان سستی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مایوسی انسان کو اندھے کنوئیں میں دھکیل دیتی ہے مایوسی انسان کو بے عمل بنا دیتی ہے، مایوسی سے انسان کا چمکتا سورج بھی گہنا جاتا ہے۔ اس لیے مایوسی کو قریب بھی نہ پھٹکنے دیجیے۔

ایسے حالات میں میں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ عنقریب سوچ بچار اور عقل مندی سے کام لوں گا۔ خوب سوچ کر قدم اٹھاؤں گا۔ اس سلسلے میں مستقل مزاجی سے کام لیتے ہوئے اپنے مقصد کے لیے آگے بڑھتا رہوں گا۔ مرد اٹھے ہوئے قدم پیچھے ہٹانے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔ دینی، دنیوی، ظاہری اور باطنی لحاظ سے اپنے آپ کو مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبنے نہیں دوں گا۔ اپنا دامن اٹھالوں گا۔ بڑی احتیاط سے مستقل مزاجی سے اپنے مقصد کی طرف بڑھتا رہوں گا۔ سابقہ احوال کو مزید درست کرنے کی کوشش کروں گا۔ آئندہ سابقہ احوال کو دہرانے کا موقع نہ دوں گا۔ کبھی کبھی ایسے حالات بھی پیدا ہو جایا کرتے ہیں کہ بگڑے کام بھی سنوار لیے جاتے ہیں۔ پراگندہ اور منتشر معاملات کو بھی سنبھال لیا جاتا ہے ان شاء اللہ ہم بھی اپنی منزل پا کر ہی دم لیں گے۔

......☆☆☆......

زندگی گنتی کے سانسوں کا مجموعہ

(۱) حَیٰوتُكَ اَنْفَاسٌ تُعَدُّ فَكُلَّمَا مَضٰى نَفَسٌ مِّنْهَا انْتَقَضْتَ بِهٖ الْجُزْءَ

(۲) وَ يُحْيِيْكَ مَا يُفْنِيْكَ فِي كُلِّ حَالَةٍ وَيَحْدُوْكَ حَادٍ مَّا يُرِيْدُ بِكَ الْهُزْءَ

(۳) فَتُصْبِحُ فِيْ نَفْسٍ وَّ تُمْسِيْ بِغَيْرِهَا وَمَا لَكَ مِنْ عَقْلٍ تُحِسُّ بِهٖ رَزْءَ

☆حَیٰوتُكَ: تیری زندگی۔ ☆مُضٰى: گزرتی ہے۔ ☆انفاس: نفس کی جمع سانسیں۔ ☆يُحْيِيْكَ: وہ تجھے حیات بخشتی ہے۔ ☆يُفْنِيْكَ: تجھے فناہ کر دیا ہے۔ ☆كُلَّ حَالَة: ہر حالت میں، ہر حال میں۔ ☆یرید بك: وہ تیرے ساتھ ارادہ رکھتا ہے۔ ☆هزاء: مذاق۔ ☆فَتُصْبِحُ: پس تم صبح کرتے ہو۔ ☆تُمْسِي: تم شام کرتے ہو۔ ☆يُحِسُّ: تم محسوس کرتے۔ ☆يَحْدِيْكَ: تم پر حدیٰ پڑھتا ہے، حدیٰ عرب شتربانوں کے نغمے کو کہتے ہیں جو وہ اکثر موج میں آ کر گانا شروع کر دیتے تھے۔

مطلب:

(۱) ارے انسان یاد رکھ تیری زندگی چند محدود گنتی کی سانسوں کا گٹھا ہے۔ پس جیسے جیسے ایک ایک سانس گزرتی جاتی ہے تو زندگی کا ایک ایک حصہ کم ہوتا جاتا ہے۔

(۲) جو چیز تجھے ہر حال میں فنا کی منزل تک پہنچا دیتی ہے وہی تجھے حیات ابدی کی منزل تک پہنچاتی ہے اور تمہارے متعلق وہی حدیٰ گنگناتا ہے جو تمہارے ساتھ ٹھٹھا مخول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

(۳) پس (تمہیں یہ حقیقت محسوس کر لینی چاہیے کہ) تم ایک سانس لیتے ہوئے صبح کرتے ہو یعنی جب ایک سانس لیتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری زندگی کی صبح ہوئی ہے اور دوسری سانس میں شامل کرتے ہو یعنی جب تمہارے وجود میں سانس داخل ہوتی ہے تو سمجھ لیجیے کہ تمہیں زندگی کی صبح میسر آ گئی اور وہی سانس جب واپس لوٹتی ہے تو سمجھ لیجیے کہ ہماری زندگی کی شام ہو گئی ہو سکتا ہے آئندہ سانس نصیب ہی نہ ہو۔ تم میں اتنا شعور نہیں ہے کہ آنے والی مصیبت کا احساس کر سکو۔

.....☆☆☆.....

عمرو بن عبدود کا غزوۂ خندق کے دن مقابلے کی طلب

(۱) وَلَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النِّدَآءِ بِجَمْعِهِمْ هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ ۔۔۔ وَوَقَفْتُ اِذْجَبَنَ الشُّجَاعُ بِمَوْقِفِ الْبَطَلِ الْمُنَاجِزِ

(۲) وَكَذَاكَ اِنِّیْ لَمْ اَزَلْ مُتَسَرِّعًا نَحْوَالْهَزَاهِزِ ۔۔۔ اِنَّ الشُّجَاعَةَ وَالسَّمَا حَتَفِی الْفَتٰی خَیْرُ الْغَرائِزِ

☆حجت: دلیل، برہان، بحث، تکرار، جھگڑا وغیرہ۔☆ندا: آواز، صدا، پکار، وہ حرف جو کسی کو بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے، بلند آواز سے کسی کو مخاطب کرنا۔☆بجمعهم: ان کی جماعت۔☆مبارز: مقابلہ پر چڑھ کر لڑنے والا، آگے بڑھ کر لڑنے والا سپاہی، جنگ جو جنگی بہادر وغیرہ۔☆شجاع: دلیر، بہادر، جری۔☆بطل: بہادر، ہیرو، نامور۔

مطلب:

(۱) غزوہ خندق میں دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عمرو بن عبدود نے مقابلہ چاہا احمقانہ اور جاہلانہ مظاہرہ کرتے ہوئے کہ میں نے ان کی جماعت میں بلند آواز سے کہا کہ میرا مقابلہ کرنے والا تم میں سے کوئی ہے۔ جب بہادر ڈرپوکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتے ہیں بھاگ جاتے ہیں تو میں اس وقت بھی بہادروں کی صف میں کھڑا (انہیں للکارتا رہتا ہوں)۔

(۲) اسی طرح میں زبردست جنگوں میں آگے بڑھتا ہوں بے شک شجاعت اور جوانمردی بندے میں بہترین عادت ہے۔

.....☆☆☆.....

عمرو بن عبدود کو شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا جواب

(۱) یَا عَمْرُوْ وَیْحَكَ قَدْ اَتَاكَ مُجِیْبُ صَوْتِكَ غَیْرُ عَاجِزٍ ۔۔۔ ذُوْنِیَّةٍ وَبَصِیْرَةٍ وَالْحَقُّ مُنْجِیْ كُلَّ فَائِزٍ

(۲) وَلَقَدْ دَعَوْتَ اِلَی الْبَرَازِ فَتًی تُجِیْبُ اِلٰی مُبَارِزٍ ۔۔۔ یُعْلِیْكَ اَبْیَضُ صَارِمًا كَالْمِلْحِ حَتْفًا لِّلْمُنَاجِزِ

(۳) اِنِّیْ اُؤَمِّلُ اَنْ تَقُوْمَ عَلَیْكَ نَائِحَةُ الْجَنَائِزِ ۔۔۔ مِنْ ضَرْبَةٍ بَخْلَاءَ یَبْقٰی ذِكْرُهَا عِنْدَا هَزَاهِزِ

☆وَیْحَكَ: تجھ پر افسوس۔☆مُجِیْبُ: جواب دینے والا۔☆صَوْتُكَ: تیری آواز۔☆ذُوْنِیَّةٍ وَّ بَصِیْرَةٍ:

صاحب ارادہ اور صاحب بصیرۃ۔☆منجی: نجات عطا فرماتا ہے۔☆دَعَوْتَ: تو نے بلایا۔☆اِلَی البراز: مقابلہ کے لیے، مقابلے کی طرف۔☆اَبْیَضُ صَارِمًا: چمکتی ہوئی تلوار۔☆کالملح: نمک کی طرح۔☆للمناجز: مقابلہ کرنے والے کے لیے۔☆اُؤَمِّلُ: مجھے امید ہے۔☆نَائِحَۃُ الجنائز: جنازوں پر نوحہ کرنے والی عورتیں۔☆یبقی: باقی رہے۔

مطلب:

(۱) حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کی لاف زنی کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اے عمرو! افسوس ہے تجھ پہ! تیری لاف زنی کا جواب دینے کے لیے ایسا شخص آیا ہے۔ جو تیرا مقابلہ کرنے سے عاجز نہیں بلکہ اس میں (یہ چند خوبیاں تجھ سے زیادہ ہیں مثلاً یہ کہ) صاحب اراد بصیرت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے ہاتھوں کو نجات عطا فرماتا ہے۔

(۲) اور ضرور بتحقیق تو نے اپنے مقابلے کے لیے ایسے جوان مرد کو دعوت دی ہے جس نے ہر لحاظ سے تیرا جواب دینا ہے (وہ آنے والا) تجھ پہ چمکتی ہوئی بڑی صفائی سے کاٹنے والی تلوار سے حملہ کرے گا جو کہ مقابل کے لیے موت کے لحاظ سے نمک کی مانند ہوگی۔

(۳) اس زبردست ضرب کی وجہ سے جو جنگوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی مجھے غالب امید ہے کہ تمہارے لیے بھی جنازے پہ کھڑی ہوئی عورتیں رو رہی ہوں گی۔

......☆☆☆......

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت

(۱) اَلْعِلْمُ زَیْنٌ فَکُنْ لِلْعِلْمِ مُکْتَسِبًا ۔۔۔ وَکُنْ لَہٗ طَالِبًا مَّا عِشْتَ مُقْتَبِسًا

(۲) وَارْکُنْ اِلَیْہِ وَثِقْ بِاللّٰہِ وَاغْنِ بِہٖ ۔۔۔ وَکُنْ حَلِیْمًا رَّضِیْنَ الْعَقْلِ مُحْتَرِسًا

(۳) لَا تَسْأَمَنَّ فَاِمَّا کُنْتَ مُنْھَمِکًا ۔۔۔ فِی الْعِلْمِ یَوْمًا وَاِمَّا کُنْتَ مُنْغَمِسًا

(۴) وَکُنْ فَتًی نَّاسِکًا مَّحْضَ التُّقیٰ وَرِعًا ۔۔۔ لِلدِّیْنِ مُغْتَنِمًا لِلْعِلْمِ مُفْتَرِسًا

(۵) فَمَنْ تَخَلَّقَ بِالْاٰدَابِ ظَلَّ بِھَا ۔۔۔ رَئِیْسَ قَوْمٍ اِذَا مَا فَارَقَ الرُّؤَسَا

(۶) وَاعْلَمْ ھُدِیْتَ بِاَنَّ الْعِلْمَ خَیْرُ صَفَا ۔۔۔ اَضْحٰی بِطَالِبِہٖ مِنْ فَضْلِہٖ سَلِسًا

☆زَیْنٌ: زینت، زیب و زینت، خوبصورتی، سجاوٹ۔☆مُکْتَسِبًا: حاصل کرو۔☆طَالِبًا: طلب کرنے والا۔☆مُقْتَبِسًا: مستفید ہوتا رہ، فائدہ حاصل کرتا رہ۔☆وَثِقْ: اعتماد کر۔☆وَاغْنِ: بے نیاز ہو جا۔☆حلیمًا: بردبار متحمل مزاج، نرم مزاج، ملائم وغیرہ۔☆منھمکا: کام میں بہت مصروف ہو جا، اس میں ڈوب جاؤ۔☆فَتًی: بندہ، انسان۔☆التقیٰ: پرہیزگار،

متقی۔☆مغتنما: غنیمت سمجھ،غنیمت جان۔☆رئیس: سردار۔☆فَارَق: جدا ہوئے۔☆وَاعْلَمْ: اور جان لے یعنی یادرکھ۔
☆هُدِيتَ: تجھے ہدایت ہوئی۔☆فضله: اس کے فضل وکرم سے مراداللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے۔

مطلب:

(۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کونصیحت فرماتے ہوئے ارشادفرمایا کہ:
اے حسن!علم (انسان کے لیے) آرائش وزیبائش ہے اس لیے علم حاصل کیجیے۔جب تک تو (اس جہان فانی میں) حیات مستعار کے لمحات گزارتارہ بحیثیت طالب علم رہ اور علم سے استفادہ کرتارہ۔

(۲) اورعلم کی طرف توجہ کر،اللہ تعالیٰ پہ پختہ اعتقادرکھ اورعلم کے ذریعے(دنیاومافیہا) سے بے پرواہ ہوجا اورحلیم،سمجھدارخیال کرنے والا بن جا۔

(۳) اگر تو علم میں مصروف ہوجائے یاعلمی مشاغل میں مستغرق ہوجائے تو پھر تھک کرگھبرانہ جانا۔(کیونکہ علمی مشاغل میں مستغرق ہوکرتھک کرگھبراجانے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ علمی مشاغل میں محبت سے مشغول ہو۔

(۴) عبادت کرنے والا متقی پرہیزگاربن،دین کوقابل قدراورعمدہ جبکہ علم کواپناشکارسمجھ ہرحال میں علم حاصل کرنے کی کوشش کر۔

(۵) ان صفات کے ذریعے ہی آداب حاصل کرے گا جب قوم کے سردارعلیحدہ ہوں گے۔یعنی نہ رہیں گے یافوت ہوجائیں گے تو پھر تو قوم کاسردارہوگا۔

(۶) یادرکھیے۔تجھے ہدایت ہوئی ہے کہ علم ایک صاف وشفاف نہر ہے اس کے حاصل کرنے والے کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاف وشفاف علم کی نہرجاری ہوئی ہے۔

فوائد:

علم کے حصول کے بےشمارفوائد ہیں چندفوائد یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔
پہلے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ علم حاصل کرتے رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔علم حاصل کرنے میں ہمیشہ مشغول رہنے کی بڑی فضیلت ہے۔علم انسان کے لیے زینت ہے۔علم انسان کے لیے مثل آنکھ کے ہیں۔علم انسان کے لیے مثل کان ہے۔علم انسان کے لیے آگے بڑھنے کاذریعہ ہے۔علم انسان کے لیے حق تعالیٰ کے قرب کاباعث ہے۔علم انسان کے لیے حق تعالیٰ کی معرفت کے حصول کاسبب ہے کیاخوب کسی نے بیان فرمایا ہے کہ:

علموں باجھ جوکرے فقیری کافرمرے دیوانہ ہو۔
☆علم انسان کودنیاومافیہا کی فکروں سے آزادکرتا ہے۔
☆علم کے باعث ہی انسان ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔
☆علم ہی انسان کے لیے انسانی معراج کے حصول کاباعث بنتا ہے۔
☆علم کے باعث ہی انسان کاگناہوں کی دلدل سے نکلنا آسان ہوتا ہے۔

☆علم انسان کے لیے راہ حق کی ہدایت کا باعث بن جاتا ہے۔
☆علم انسان کے لیے مصائب وآلام سے بچنے کی طرف گامزن کرتا ہے۔
☆ناسمجھ سے ناسمجھ انسان بھی علم کے باعث سمجھدار بن جاتا ہے۔
☆علم انسان کو قوم کا سردار بنا دیتا ہے۔
☆علم کے باعث انسان کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ علم کے بے شمار فضائل وفوائد ہیں بالخصوص دینی علم کے فضائل اور فوائد تو دنیا میں بھی حاصل ہوتے رہتے ہیں اور قبر وحشر میں بھی حاصل ہوتے ہیں خصوصاً دینی علم انبیاء کرام کی میراث ہے۔

انبیاء کرام کی میراث:

کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے ابوالدرداء! میں مدینہ منورہ سے ایک حدیث مبارکہ سننے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں مجھے خبر ملی ہے کہ آپ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کسی اور ضرورت سے یہاں نہیں آیا یہ سن کر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم کی طلب میں کوئی راستہ چلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی خوشی کے لیے اپنے بازوؤں کو بچھا دیتے ہیں اور بے شک عالم کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اور مچھلیاں پانی کے اندر مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور یقیناً عالم کی فضیلت عابد کے اوپر ایسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور یقین رکھو کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی میراث درہم ودینار نہیں ہوتی۔ انبیاء کی میراث تو علم ہی ہے تو جس نے اس کو لیا اس نے بہت بڑا حصہ پالیا۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول)

فائدہ:

میں نے یہ سفر سوا حدیث سننے کے اور کسی دینی دنیوی غرض کے لیے نہیں کیا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ سوائے تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں حالانکہ خود نوکری، تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرتے رہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ملاقات، زیارت قبور وغیرہ کے لیے سفر جائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۹۸)

مسئلہ:

جو مسئلہ پوچھنے، علم پڑھنے، حدیث سننے وغیرہ کے لیے سفر کرکے یا بغیر سفر تھوڑا راستہ طے کرکے جائے اسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملے گی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پل صراط پر گزر آسان ہوگی اور جنت میں سہولت سے پہنچے گا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم دین کی طلب نفلی نماز سے افضل ہے کہ یہ فرض ہے وہ نفل۔ (مراۃ مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۹۸ بحوالہ مرقاۃ)

علماء کی شان:

علمائے دین کے لیے چاند، سورج، تارے اور آسمانی فرشتے ایسے ہی زمین کے ذرے، سبزیوں کے پتے اور بعض جن و انس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کے بقا سے عالم قائم ہے علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج اول ص ۱۹۸)

فائدہ:

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو غیر مسلموں کی چال میں آ کر حقائق اسلامیہ سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ سب کچھ جاننے کے باوجود حقائق کو جھٹلاتے ہیں علمائے کرام کہ جن کی عظمت قرآن واحادیث میں بکثرت بیان کی گئی ہے علمائے کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کی لاحاصل سعی کرتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ وغیرہ غیر مسلموں کی پھیلائی ہوئی علمائے کرام کے متعلق من گھڑت قسم کی حکایات و واقعات بیان کرتے نہیں تھکتے خصوصاً وہ حکایت کہ جس میں کہا جاتا ہے کہ بگھیاڑ نے کہا کہ میں چودھویں صدی کے مولویوں میں سے ہوں اگر میں نے یوسف کو کھایا ہو۔ حالانکہ ایسا کوئی واقعہ نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق لکھی ہوئی تمام کتابیں پڑھی جائے کہیں سے بھی یہ روایت سچی ثابت نہ ہوگی۔ تفاسیر کی کتب بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں اور احادیث کا سارا ذخیرہ ملاحظہ فرمالیجیے ان شاء اللہ یہ حکایت کہیں نہ پڑھنے کو ملے گی کیونکہ یہ حکایت انگریزی دور کی یادگار ہے انہوں نے اس لیے رائج کرنے کی سعی کی کہ علمائے کرام ہی مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ان کے متعلق اگر عوام کو بدظن کر دیا جائے تو عوام صحیح تعلیمات سے استفادہ نہ کر سکیں گے اس طرح ہماری حکومت قائم رہے گی۔ اللہ علی کل شیءٍ قدیر۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہی سمجھئے کہ مسلمان وطن عزیز پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ بہرحال بھانڈے قسم کے لوگوں کے سنائے جانے والے واقعات کی طرف بھی کان نہ لگایئے وہ بھی اکثر اوقات لوگوں کو ہنسانے کے لیے من گھڑت قسم کے لطائف اور واقعات سنا سنا کر لوگوں کو علمائے کرام کے خلاف اپنی بدباطنی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ بہرحال بگھیاڑ والی حکایت بالکل ہی من گھڑت ہے۔ اس سلسلے میں کچھ تحقیق ہماری تصانیف۔ (فیضان الفرید، حیات الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ اگر توفیق عطا فرمائے تو ان شاء اللہ (فضائل علم وعلماء) میں تفصیلاً معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

علم کی تلاش گناھوں کا کفارہ:

وَعَنْ سَخْبِرَةَ الْاَزْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى (ترمذی شریف، دارمی شریف، مشکوۃ شریف کتاب العلم)

حضرت سخبرہ ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے علم کی تلاش کی تو یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگی۔

جنت کا راستہ آسان:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنَّهٗ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِیْقَ الْجَنَّةِ وَمَنْ سَلَبْتُ كَرِیْمَتَیْهِ اَثَبْتُهٗ عَلَیْهِمَا الْجَنَّةَ وَفَضْلٌ فِیْ عِلْمٍ خَیْرٌ مِّنْ فَضْلٍ فِیْ عِبَادَةٍ وَمَلَاكُ الدِّیْنِ الْوَرْعُ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ شریف کتاب العلم)

اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی کہ جو تلاش علم میں ایک راہ چلا تو میں اس پر جنت کا ایک راہ آسان کردوں گا اور جس کی دو پیاری چیزیں میں لے لوں تو اس کو جنت دوں گا اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے۔ کارخانہ دین کا نظام پرہیز گاری ہے۔

حدیث قدسی شریف:

بطریق الہام یا بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام کہ مضمون رب کی طرف سے لفظ حضور کے اسی کو وحی غیر متلو کہتے ہیں حدیث قدسی اور قرآن میں یہی فرق ہے کہ قرآن کی عبارت اور مضمون سب رب کی طرف سے ہے۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۱۹)

علم دین جنتی دروازوں کی چابی:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے درج بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو کسی ذریعہ سے علم طلب کرے خواہ اس کے لیے سفر کرے یا دینی کتابوں کا مطالعہ رکھے وغیرہ اسے دنیا میں عبادت معرفت وغیرہ جنت کے راستوں کی توفیق ملے گی یا قیامت میں اسے پل صراط سے گزرنا، جنت میں پہنچنا آسان ہوگا۔ صاحب مرقاۃ نے فرمایا کہ علم کے بغیر جنت کے تمام دروازے بند ہیں علم دین ان دروازوں کی چابی ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عیوب چھپانا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ستاری پہ عمل کرتے ہوئے آپ لوگوں کے عیوب چھپاتے تھے۔

لوگوں کے عیوب چھپانے کی فضیلت:

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی مسلمان سے ایک تکلیف کو دنیا کی تکلیفوں میں سے دور کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف کو دور کر دے گا اور جو کسی تنگدست پر دنیا میں آسانی کر دے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (ترمذی شریف جلد ۲)

پردہ پوشی کی جزا جنت:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ لَا یَرٰی اِمْرَأً مِنْ اَخِیْهِ سَیِّئَةً فَسَتَرَهَا اِلَّا اُدْخِلَ الْجَنَّةَ o

(کنز الایمان شریف ج ۳ ص ۱۴۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کی کوئی برائی دیکھ کر اس کی پردہ پوشی کر دے تو وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

......☆☆☆......

تقدیر پہ اعتراض ممنوع

(۱) لَا تَتَّهِمْ رَبَّكَ فِيْمَا قَضٰى ۔۔۔ وَهَوِّنِ الْاَمْرَ وَطِبْ نَفْسًا

(۲) لِكُلِّ اَمْرٍ فَرَجٌ عَاجِلٌ ۔۔۔ يَاتِيْ عَلَى الْمُصْبِحِ وَالْمُمْسٰى

☆لَا تَتَّهِمْ: اسے متہم نہ کر یعنی اس پہ تہمت نہ لگا۔☆قضٰی: فیصلہ کیا۔☆هَوِّنْ: آسانی کر۔☆یاتی: آتی رہتی ہے۔☆عاجل: فوری، جلدی سے۔

مطلب:

(۱) تقدیر کے متعلق اعتراض کی ممانعت بیان کرتے ہوئے شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار پہ تہمت نہ لگا کہ اس نے (اس امر کے متعلق) کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو تقدیریں لکھی ہیں درست لکھی ہیں کیونکہ وہ علی کل شی قدیر ہے اس پر خوشرہ اور ہر کام میں آسان راستہ اختیار کر۔

(۲) صبح وشام عبادت کرنے والے شخص کے لیے فوری مسرت وشادمانی ہے جو اس پہ اکثر آتی رہتی ہے۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے اس پہ اعتراض نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل پہ اعتراض کرنا قطعاً غلط ہے تقدیر کے متعلق شکوہ شکایت کرنا قطعاً مناسب نہیں اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو محض شاعری ہی شاعری کے نام پر نہ جانے کیا کیا بول اور لکھ جاتے ہیں اور پھر غلط توضیحات تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح بعض گائے تو انتہائی غلط لکھے اور گائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین

تقدیر کے متعلق تفصیلات کے لیے ہماری تصنیف (فیضان الفرید) اور مرآۃ شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، بہار شریعت اور دیگر کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ تقدیر کے متعلق پروردگار پر تہمت نہ لگایئے ہر معاملے میں آسان راستہ اختیار کیجیے۔ سخت روش ترک کر دیجیے اور خوش وخرم رہو۔

قحط الرجال کی شکایت

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا لَّا شَرِيْكَ لَهٗ ۔۔۔ لِلّٰهِ دَابِيْ صُبْحِهٖ وَفِيْ غَلَسِهٖ

(۲) لَمْ يَبْقَ لِيْ مُوْنِسٌ فَيُوْنِسُنِيْ — اِلَّا اَنِيْسٌ اَخَافُ مِنْ اُنْسِهٖ
(۳) فَاعْتَزِلِ النَّاسَ مَا اسْتَطَعْتَ وَلَا — تَرْكُنْ اِلٰى مَنْ تَخَافُ مِنْ دَنَسِهٖ
(۴) فَالْعَبْدُ يَرْجُوْ مَا لَيْسَ يُدْرِكُهٗ — وَالْمَوْتُ اَدْنٰى اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ

☆الحمد لله: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں مراد اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر کرتا ہے۔☆لَمْ يَبْقَ: باقی نہیں رہا۔ ☆مونس: انس رکھنے والا، محبت رکھنے والا، آرام وسکون دینے والا، ساتھی۔☆انیس: انس رکھنے والا، محبت کرنے والا، دوست۔☆فَاعتزل: پس الگ رہ۔☆استطعت: استطاعت کے مطابق، استطاعت بھر۔☆اَدْنٰی: زیادہ قریب ہے۔☆ نفسه: اس کی جان۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں کہ صبح وشام عبادت کرنے کی میری عادت ہے۔
(۲) میرا کوئی بھی دوست یار (اب زندہ) نہیں رہا جو مجھ سے گھل مل جاتا مگر ایسے انیس کہ جن کے گھلنے ملنے سے مجھے خوف آتا ہے اب صرف وہ رہ گئے ہیں۔
(۳) جتنا ممکن ہو لوگوں سے علیحدگی اختیار کر وجس کی کمینگی سے خوف لاحق ہو اس کی طرف میلان پیدا نہ کرو۔
(۴) پس انسان نہ حاصل ہو سکنے والی چیز کی آرزو کرتا ہے (اور یاد رکھیے) موت انسان کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔

فائدہ:

اس لیے موت کو کبھی نہ بھلا۔ موت کو یاد رکھ۔ ہر حال میں تجھے موت کا شکار ہونا ہے موت کو یاد رکھ۔

☆☆☆

موت کو یاد رکھ

(۱) لَا تَامَنِ الْمَوْتَ فِيْ طَرْفٍ وَّلَا نَفَسٍ — وَلَوْ تَمَنَّعْتَ بِالْحُجَّابِ وَالْحَرَسِ
(۲) وَاعْلَمْ بِاَنَّ سِهَامَ الْمَوْتِ نَافِذَةٌ — فِيْ كُلِّ مُدَّرِعٍ مِّنْهَا وَمُتَّرِسٍ
(۳) مَا بَالُ دِيْنِكَ تَرْضٰى اَنْ تُدَنِّسَهٗ — وَثَوْبُ نَفْسِكَ مَغْسُوْلٌ مِّنَ الدَّنَسِ
(۴) تَرْجُو النَّجَاةَ وَلَمْ تَسْلُكْ مَسَالِكَهَا — اِنَّ السَّفِيْنَةَ لَا تَجْرِيْ عَلَى الْيَبَسِ

☆لا تامن: بے خوف نہ ہو۔☆نفس: جان مگر یہاں مراد ایک دم، ایک لمحہ۔☆سهام الموت: موت کا تیر۔☆ مابالُ دينك: تمہارے دین کا کیا حال ہے۔☆ترضى: تجھے پسند ہے۔☆تدنسه: بمعنی گدلا کرنا۔☆ثوب: لباس۔☆ مغسول: دھلا ہوا۔☆ترجو النجاة: نجات کے امیدوار ہو۔☆لَمْ تَسْلُكْ: راستوں پر نہیں چلتے۔☆مسالكها: اس کے

راستے۔☆لاتجری: نہیں چلتی۔

مطلب:

(۱) موت سے لحہ بھر اور ایک سانس جتنی دیر بھی نڈر نہ ہو خواہ تو دربانوں اور محافظوں کے ذریعے سے محفوظ بھی ہو۔ کیونکہ موت ہر حال میں آجاتی ہے۔

(۲) یاد رکھیے موت کا تیر ہر زرہ اور ڈھال کو کاٹ کر موثر ہو جائے گا۔

(۳) تمہارے دین کا کیا حال ہے کہ اسے خراب کرنے سے تم راضی ہو حالانکہ تمہارا اپنا (ظاہری) لباس صاف ستھرا ہے۔ (اپنے ظاہری جسم اور لباس کو تو صاف ستھرا رکھتے ہو۔ نجات کے سلسلے میں اتنا اہتمام نہیں کرتے اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہوگی اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو یہ کہتے کہتے نہیں تھکتے کہ جی دیکھیے نماز ہی پڑھنی ہے۔ اللہ کی نماز ہے۔ سبھی لوگ اللہ کی نماز پڑھتے ہیں کسی کے بھی پیچھے نماز پڑھ لو گے۔ بس نماز ہو جائے گی۔ بس میاں کسی کی نماز ہو یا نہ ہو ہماری نماز ہر کسی کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ اسی طرح صدقات و خیرات دیتے ہوئے بھی تحقیق و تفتیش کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ کون حق دار ہے اور کون حق دار نہیں وغیرہ۔

(۴) (کیسا عجیب معاملہ اختیار کیے ہوئے ہو کہ) نجات حاصل کرنے کی امید رکھتے ہو مگر نجات حاصل ہونے والے راستے اختیار نہیں کرتے بے شک کشتی بھی کبھی خشکی پہ چلتی ہے یعنی یہی مثال اس آدمی کی ہے جو محض نجات کی امید کے سہارے زندہ رہے مگر نجات کے راستے اختیار نہ کرے جیسے خشکی پر کشتی نہیں چلتی اسی طرح نجات کے راستے اختیار نہ کرنا اور نجات کی امید رکھنا کسی کام کا نہیں اس شعر میں اسی امر کی وضاحت مثال کے ذریعے کی گئی ہے۔

☆☆☆

اہل قبور پر سلام

(۱) سَلَامٌ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ الدَّوَارِسِ — كَاَنَّهُمْ لَمْ يَجْلِسُوْا فِي الْمَجَالِسِ

(۲) وَلَمْ يَشْرَبُوْا مِنْ بَارِدِ الْمَاءِ شَرْبَةً — وَلَمْ يَاْكُلُوْا مِنْ كُلِّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ

☆اهل القبور: قبروالوں،قبروں والے۔☆دوارس: مٹے ہوئے نشانات۔☆لَمْ یجلس: ہرگز نہیں بیٹھے۔☆ فی المجالس: مجلسوں میں۔☆لَمْ یشربوا: ہرگز نہیں پیا۔☆بارد: ٹھنڈا۔☆ماء: پانی۔☆لم یا کلوا: بالکل نہیں کھایا۔ ☆رطب: تر چیز۔☆یابس: خشک چیز۔ گویا کہ اس جہانِ فانی میں وہ کبھی بھی نہیں آئے اور نہ یہاں کی کوئی چیز کبھی استعمال کی۔

مطلب:

(۱) مٹے ہوئے نشانات والی قبر والوں پہ سلام جیسے وہ مجالس میں کبھی بھی نہیں بیٹھے۔

(۲) اور ٹھنڈے پانی (یا شربت) میں سے ایک گھونٹ بھی کبھی نہیں پیا اور نہ کوئی تر چیز کبھی کوئی کھائی اور نہ ہی کبھی

خشک چیز کھائی۔

فائدہ:

ان اشعار میں سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) اہل قبور سنتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا نے اہل قبور کو سلام کے سلسلے میں بیان فرمایا ہے کہ۔

سَلَامٌ عَلٰے اَهْلِ الْقُبُوْرِ الدَّوَارِسِ

مٹی ہوئی قبر والوں پر سلام۔

(۲) اہل قبور کی قبروں کے نشانات مٹ بھی جائیں تو وہ پھر بھی سلام سنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں کے نشانات مٹے ہیں۔ ان قبور سے تعلق رکھنے والی ارواح نہیں مٹی ہیں۔ وہ تو قائم ہیں۔

(۳) کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں دیکھیے ارواح اپنی اپنی قبور میں عام لوگوں کو نظر نہیں آتیں مگر اس کے باوجود مدنی تاجدار احمد مختار نے لوگوں کو قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے سلام کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ کی اتباع میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں بیان فرمایا۔ واضح ہوا کہ کسی شے کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔

(۴) ظاہری عقل تسلیم کرے یا نہ کرے وہ امور کہ جن کے متعلق قرآن و احادیث سے دلائل ملتے ہیں انہیں تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ہماری ظاہری عقل سے تسلیم نہ بھی کرے تب بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لیے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے جو دہریہ قسم کے لوگوں کی سن سنا کر اپنے صحیح اعتقادات سے بھٹک جاتے ہیں کہ جی دیکھیے ان امور کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔

(۵) قبر اور قبر کے متعلق جو عقیدے اسلام نے عطا فرمائے ہیں انہیں تسلیم کرنا اور گاہے گاہے ان کا بیان کرتے رہنا تاکہ آئندہ نسلیں حق پر قائم رہیں صحابہ کرام کا مسنون طریقہ ہے۔ بالخصوص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا طریقہ مقدس ہے۔

☆☆☆

غزوۂ بدر کے موقع پر اپنی بہادری کا اظہار

(۱) اَتَحْسَبُ اَوْلَادُ الْجَهَالَةِ اِنَّنَا ۔۔۔ عَلَى لَاُلْخَيْلِ لَسْنَا مِثْكُهُمْ فِى الْفَوَارِسِ

(۲) فَسَائِلُ بَنِىْ بَدْرٍ اِذَ مَا لَقِيْتُهُمْ ۔۔۔ بِقَتْلِىْ ذَوِى الْاَقْرَانِ يَوْمَ التَّمَارِسِ

(۳) وَاِيَّا اُنَاسْ لَا نَرَى الْحَرْبَ سُبَّةً ۔۔۔ وَلَا نَنْثَنِىْ عِنْدَ الرِّمَاحِ الْمَدَاعِسِ

(۴) وَهٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ كَالْبُدْرِ بَيْنَنَا ۔۔۔ بِهٖ كَشَفَ اللّٰهُ الْعِدٰى بِالتَّنَاكُسِ

(۵) فَمَا قِيْلَ بَعْدَهَا مِنْ مَّقَالَةٍ ۔۔۔ فَمَا غَادَرَتْ مِنَّا جَدِيْدًا لِّلَابِسِ

☆اَتحسب: کیا خیال کرتے ہیں۔☆اولاد الجهالة: جہالت کی اولاد یعنی اہل جاہلیت۔☆خیل: گھوڑے۔☆ لقیتھم: ان سے ملو، ان سے ملاقات کرو۔☆قتلی: میرا قتل۔☆لانری طرب: لڑائی کو نہیں سمجھتے۔☆کالبدر: جیسے چودھویں رات کا چاند۔☆کشف اللّٰہ: اللہ تعالیٰ نے کھول دیا، ہٹا دیا۔☆العدیٰ: دشمن۔

مطلب:

(۱) کیا جہالت کی اولاد یعنی جہلاء کا ندموم خیال ہے کہ گھوڑوں کے سواروں میں سے ہم ان جیسے نہیں ہیں یہاں جہالت کی اولاد سے مراد کفار ہیں کفار کے لیے ہی یہ لفظ اکثر بولا جاتا ہے اس لیے اپنے آپ کو جاہل نہیں کہنا چاہیے۔ جہالت اکثر کفر کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

(۲) پس بدر والوں سے پوچھو جب ان سے تمہاری ملاقات ہو۔ میرے قتل کرنے کی کیفیت جاننا چاہتے ہو تو ان مقتولین کے ہم سروں سے پوچھو جنہیں میں نے غزوہ بدر کے دن قتل کیا تھا۔

(۳) اور بے شک ہم وہ ہیں جو (دشمنانِ حق) کے ساتھ جنگ کرنے کو برا اور شرمندگی کا سبب نہیں سمجھتے اور نہ ہی نیزہ بازی کرتے وقت منہ پھیرتے ہیں۔

(۴) ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہیں جیسے چودھویں رات کا چاند (تاروں کے درمیان ہوتا ہے) ان کی برکت کی وجہ سے ہی ہم نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے دشمنوں کو جھکا کر ہٹایا تھا۔

(۵) اس کے بعد ہمارے بارے میں کوئی بات نہیں کہی گئی پس نہیں چھوڑا اس نے ہم میں سے کسی کے لیے نیا لباس نہیں رہنے دیا۔

حکایت:

ایک دفعہ ایک کافی پڑھے لکھے شخص سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ دینی علم کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھتا تھا اور لوگ بھی اس کے عالم ہونے کے معترف تھے دنیوی علم کے لحاظ سے بھی ایم اے بلکہ غالباً ڈبل ایم اے تھا چند دوستوں میں اختلاف تھا اور وہ اختلاف بہت پھیلا۔ دوستوں کو اکٹھا کیا گیا۔ جس دوست کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا تھا وہ موجود نہیں تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں چند دوست باہم اکٹھے ہوئے۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے سلسلے میں گفتگو ہونے لگی۔ ان میں سے ایک ساتھی جو ڈبل ایم اے تھا کہنے لگا دوستو! ہم کو اختلاف دور کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یوں کرتے ہیں کہ ہم دوسرے دوست کو ایک طرف بٹھا لیں گے ان کا منہ بھی تمہاری طرف سے دوسری طرف کرلیں گے تم راضی ہو جاؤ۔

الفقیر نے عرض کیا: جناب آپ موافقت کرا سکتے ہیں تو موافقت ضرور کرائیے۔ آپ رنجش کو دور کرنے کی کوشش کیجیے اس طرح کیجیے کہ جس سے جو آپ میں اختلاف ہے وہ دور ہو۔ آپ موافقت کرا سکتے ہیں تو موافقت کے لیے کوشش کیجیے الٹا منافقت نہ پیدا کیجیے۔

وہ صاحب کہنے لگے کہ منافقت کیسے؟

الفقیر نے عرض کیا کہ اسے موافقت کہا جا سکتا ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں۔

وہ کہنے لگے کہ منافقت کیا ہے؟

الفقیر نے عرض کیا: کیا آپ منافقت کونہیں جانتے؟

وہ کہنے لگے کہ میں جاہل ہوں۔

الفقیر نے عرض کیا: جناب ڈبل ایم اے اور اتنا کچھ علم رکھنے والے کو اپنے آپ کو جاہل نہیں کہنا چاہیے کیونکہ لفظ جہالت اور جاہل زیادہ تر کفر کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ بتایئے ابوجہل کو ابوجہل کیوں کہا جاتا ہے؟ حالانکہ دنیوی علم کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اسے ابوالحکم کہا جاتا تھا۔ اسے اسلام میں ابوجہل جہالت میں انتہائی درجہ میں گرے ہوئے ہونے اور کفار کا سرغنہ ہونے کی وجہ سے کہا گیا۔ اس لیے ہمیں اپنے آپ کو جاہل نہیں کہنا چاہیے۔

☆☆☆

تلوار اور خنجر کا مقام

(۱) اَلسَّيْفُ وَالْخَنْجَرُ رَيْحَانُنَا — اُفٍّ عَلَى النَّرْجِسِ وَالْآسِ

(۲) شَرَابُنَا مِنْ دَمِ اَعْدَآئِنَا — وَكَاْسُنَا جُمْجُمَةُ الرَّاْسِ

☆ ریحاننا: ہماری خوشبوئیں۔ ☆ النرجس: نرگس۔ ☆ الاس: آس ایک قسم کا پھول۔

مطلب:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگی ہتھیاروں کے متعلق بیان فرمایا کہ تلوار اور خنجر (سے ہم نہیں ڈرتے بلکہ اکثر وقت ہم اپنے پاس رکھتے ہیں یہ ہتھیار تو) ہماری خوشبوئیں ہیں (یعنی جیسے عام لوگ خوشبوئیں پسند کرتے ہیں خوشبو سے دماغ تروتازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح تلوار اور خنجر ہمارے لیے خوشبوؤں کی مانند ہیں۔ ہتھیاروں سے ہمیں اکتاہٹ نہیں ہوتی بلکہ ہم پہ ہتھیار بڑے بھلے لگتے ہیں ان کے مدمقابل نرگس اور گلو کارہ تو کچھ بھی نہیں ہیں۔

(۲) (لوگ شراب کے بڑے رسیا ہوتے ہیں، شراب بڑے شوق سے پیتے ہیں۔ ہمارے لیے شراب کچھ اہمیت نہیں رکھتی بلکہ ہماری شراب ہمارے دشمنوں کا خون بہانا ہے۔ (لوگ شراب جاموں میں انڈیل انڈیل کر پیتے ہیں) جبکہ دشمنوں کے سر کاٹ کر دشمنوں کے سر کی کھوپڑی ہمارا جام ہیں۔ گویا آپ فرمار ہے ہیں کہ نہ دشمن کے جنگی ہتھیاروں سے ڈرتے ہیں اور نہ اپنے جنگی ہتھیاروں کو بوجھ اور تکلیف کا سبب سمجھتے ہیں بلکہ اپنے جنگی ہتھیاروں سے دشمنوں کے سر کاٹ دیتے ہیں۔

شیر خدا رضی اللہ عنہ کا غزوۂ احد کے موقع پر طلحہ بن طلحہ سے خطاب

(۱) اِنِّیْ اَنَا اللَّیْثُ الْهِزَبْرُ الْاَشْوَسُ — وَالْاَسَدُ الْمُسْتَاسِدُ الْمُعَرِّسُ

(۲) اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تُضَرَّسُ وَاخْتَلَفَتْ عِنْدَ النِّزَلِ الْاَنْفُسُ

مَاهَابَ مِنْ وَّقْعِ الرِّمَاحِ الْاَشْرَسُ

☆اللیث: شیر۔☆اَشْوَسْ: متکبرانہ ترچھی نگاہ سے دیکھنے والا۔☆نزال: لڑائی کرنا☆الرماح الاشرس: سخت جان نیزہ۔

مطلب:

(۱) بے شک میں نر شیر کی طرح آنکھ کے ایک کونے سے دیکھنے والا ہوں اور میں وہ شیر ہوں جو طاقتور ہوتا ہے اور پچھلی رات شکار کے لیے تیاری کرتا ہے۔

(۲) جب جنگ اپنے جوبن پر ہوتی ہے اور عام آدمی کا سانس جنگ میں اکھڑنے لگتا ہے۔یعنی عام آدمی خوف کھانے لگتے ہیں یا لڑتے لڑتے تھک جاتے ہیں۔

پس میں ایسے خطرناک وقت میں بھی شدید نیزہ وغیرہ لگنے سے نہیں ڈرتا یعنی نہ تو مجھے جنگ کے ہولناک مناظر سے خوف آتا ہے اور نہ ہی میں جنگ میں لڑتے لڑتے تھکتا ہوں۔خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی شدید نیزہ لگنے سے بھی مرعوب نہیں ہوتا اور نہ ہی گھائل ہوکر پریشانی میں مبتلا ہوتا ہوں۔

☆☆☆

غزوۂ احد کے موقع پر اسامہ بن زید کو دھمکانا

(۱) سَوْفَ يَرَى الْجَمْعُ ضَرْبَ الْفَاتِكِ الْحُلَابِسِ وَطَعْنَةً قَدْ شَدَّ هَا لِكَبْوَةِ الْفَوَارِسِ

(۲) اَلْيَوْمَ اُضْرِمُ نَارَهَا بِخَذْوَةٍ لِّقَابِسٍ حَتّٰى تَرٰى فُرْسَانَهَا تَخِرُّ لِلْمَعَاطِسِ

☆سَوْف: عنقریب۔☆یری: وہ دیکھیں گے۔☆ضرب: مار۔☆فوارس: سواروں۔

مطلب:

اسامہ بن زید کو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے موقع پر دھمکاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

(۱) اچانک حملہ آور بہادر کی ضرب بہت جلد لوگ ملاحظہ کرلیں گے اور تحقیق مثلاً نیزہ زنی کو بھی ملاحظہ کرلیں گے جو اس لیے کی گئی کہ بڑے بڑے شہسواروں کو منہ کے بل گرایا جائے۔اس سلسلے میں نہایت سخت ہے۔

(۲) آج میں جنگ کی آگ لینے والے کے لیے آگ کے شعلے سے جلاؤں گا یہاں تک کہ بڑے بڑے شہسوار ناک کے بل گرتے ہوئے تم دیکھ لوگے۔

☆☆☆

گوشہ عافیت سلامتی کا سبب

(۱) اَلَا تَـرَانِـیْ كَيِّسًـا مُّـكَيِّسًـا — بَـنَيْـتُ بَـعْـدَ نَـافِـعٍ مُّـخَيِّسًـا
حِصْنًا حَصِيْنًا وَّ اَمِيْنًا كَيِّسًا

☆اَلَا تـرانـی: کیاتو مجھے نہیں دیکھتا۔☆کیسًـا مُّکَیِّسًـا: عقل مند بنانے والا۔☆بَنَیْتُ: میں نے بنالیا،تعمیر کرلیا ہے۔☆مخیس: ایک قید خانے کا نام ہے۔☆حِصْنًا حَصِیْنًا: محفوظ ترین۔☆اَمِیْنًا: امن دینے والا۔

کیاتو مجھے عقلمند بنانے والا سمجھدار انسان نہیں سمجھتا۔
میں نے نافع قید خانے کے بعد مخیس نامی ایک اور قید خانہ بھی بنالیا ہے۔
وہ بہت زیادہ محفوظ جگہ ہے اور عقلمند انسان کے لیے پرامن جگہ ہے۔

☆☆☆

بصرہ کا قید خانہ

(۱) اَتَـمُّ الـنَّـاسِ اَعْـرَفُهُـمْ بِـنَـقْـصِـهٖ — وَاَقْـمَـعُهُـمْ لِشَهْـوَتِـهٖ وَحِـرْصِـهٖ
(۲) فَـدَانِ عَـلَـى السَّلَامَةِ مَـنْ يُّـدَانِـیْ — وَمَـنْ لَّـمْ تَـرْضَ صُـحْبَتَـهٗ فَـاَقْصِـهٖ
(۳) وَلَا تَسْتَـغْـلِ عَـافِيَةً لِّشَـیْءٍ — وَلَا تَسْتَـرْخِـصَنَّ اَذًى لِـرُخْـصِـهٖ
(۴) وَخَلِّ تَـفَـحُّـصَ مَـا اسْتَغْنَيْـتَ عَنْـهُ — فَكُـمْ مُّسْتَجْلِـبٍ عَطْبًا بِفَحْـصِـهٖ

☆اَتَمُّ النَّاس: لوگوں سے زیادہ مکمل۔☆نقصہ: اس کا اپنا نقص۔☆شھویہ: اپنی نفسانی خواہش۔☆لَمْ تَرْضَ: راضی نہ ہو۔☆عافیۃ: سلامتی،صحت،نیکی،بھلائی،خیریت۔☆اِذًی: تکلیف،تجسس سے۔☆بِفَحْصِہٖ: تجسس سے،تلاش سے کرید سے۔

مطلب:

(۱) سب سے زیادہ مکمل انسان وہ ہے جو اپنا نقص سب سے زیادہ جانتا ہے اور اپنی شہوت اور حرص کو روکتا ہے۔
(۲) جو شخص تمہارے نزدیک ہو تو سلامتی کے ساتھ اس کی قربت اختیار کیجیے اور جس کی صحبت پہ تم راضی نہ ہو اسے اپنے سے دور رکھیے، یعنی جس کی صحبت تجھے پسند نہ ہو اسے اپنے نزدیک بھی نہ آنے دیجیے۔
(۳) بھلائی کسی چیز کی بھی ہو اسے مہنگی سمجھیے اور اسی طرح کسی بھی قسم کی تکلیف کو عام ہونے کی بنا پر سستی نہ سمجھیے۔
(۴) جہاں تک ممکن ہو تجسس سے دوری اختیار کیجیے کیونکہ بے شمار لوگوں نے تکلیف ڈھونڈ کر بلائی۔

جنگ صفین میں عمرو بن عاص کے بارے میں بیان

(۱) لَأُصْبِحَنَّ الْعَاصِيَ بْنَ الْعَاصِيْ — سَبْعِيْنَ اَلْفًا عَاقِدِيْ النَّوَاصِيْ

(۲) مُسْتَحْقِبِيْنَ حِلَقَ الدِّلَاصِ — قَدْ جَنَبُوْا الْخَيْلَ مَعَ الْقِلَاصِيْ

اَسَادُ غِيْلٍ حِيْنَ لَا مَنَاصِ

☆لَأُصْبِحَنَّ: ضرور صبح کے وقت۔☆شبعين الفًا: ستر ہزار۔☆حلق: حلقے۔☆دلاص: نرم وصاف زرہ۔☆قلاصي: جوان اونٹنیاں۔☆جین: جس وقت۔☆لَا مَنَاص: کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی۔

مطلب:

(۱) میں نافرمان کے بیٹے نافرمان کے پاس صبح کے قوت پیشانی کے بال بندھے ہوئے ستر ہزار جوان لے کر پہنچوں گا۔

(۲) وہ زرہیں پہنے ہوئے ہوں گے ان کے حلق نرم اور روشن ہوں گے۔

تحقیق وہ سبھی گھوڑوں پہ سوار ہوں گے اور ان کے ساتھ مزید جوان اونٹنیاں بھی ہوں گی۔ وہ جھاڑی کے شیروں کی طرح بہادر اور طاقتور ہوں گے جب وہ حملہ آور ہوں گے تو اس وقت پناہ کی جگہ کہیں نہ ہوگی (کہ وہ اپنے آپ کو بچا سکیں)

☆☆☆

عمرو بن عاص کی شیخی

(۱) مَا اَنَا بِالْعَاصِيْ وَشَيْخِيْ الْعَاصِيْ — مِنْ مَّعْشَرٍ فِيْ غَالِبٍ مُّصَاصِ

(۲) خَوَّفْتَنِيْ بِلَابِسِ الدِّلَاصِ — وَجَانِبِيْ الْخَيْلِ مَعَ الْقَلَاصِ

(۳) اَهْوَنْ بِقَوْمٍ فِي الْوَغَا نَكَّاصٍ — لَوْ قَدْرَ اَوْهَا تَنْقَضَ النَّوَاصِ

لَقَالَ كُلُّ هَارِبٍ خَلَاصِيْ

☆عَاصِيْ: گنہگار۔☆شیخی: میرا شیخ۔☆دلاص: نرم وصاف زرہ۔☆جَانِبِيْ: میرے پہلو میں۔☆خَيْل: گھوڑے۔☆قَلَاصِ: جوان اونٹنیاں۔☆رَاَوْهَا: اسے دیکھ لیں۔

مطلب:

(۱) میں نافرمان نہیں۔ میرا رہبر و پیشوا عاص غالب قبیلے سے ہے جبکہ قبیلہ غالب بڑا خاص قبیلہ ہے۔

(۲) تم مجھے نرم و نازک اور چمکنے والی زرہ سے ڈراتے ہو۔ میرے پہلو میں بھی گھوڑے جوان اونٹنیوں سمیت ہیں۔ اس لیے میں ڈرنے والا نہیں۔

(۳) لڑائی کے وقت پیچھے ہٹنے والے کتنے ذلیل ہیں۔ اگر وہ لڑائی ملاحظہ کرلیں کہ لڑائی خود ہی پیشانی کے بندھے بال کھول دیا کرتی ہے۔ یعنی جب جنگ پورے جوبن پر ہوتی ہے۔
ہر فرار ہونے والا یہ کہے گا کہ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے آزاد کر دیجیے مجھے نہ ماریئے۔

بہترین مال خرچ کرنے کی ترغیب

(۱) سَاَمْنَحُ مَالِیْ کُلَّ مَنْ جَآءَ طَالِبًا ۔۔۔ وَاَجْعَلُهٗ وَقْفًا عَلَی الْقَرْضِ الْفَرْضِ

(۲) فَاِمَّا کَرِیْمٌ صُنْتُ بِالْمَالِ عِرْضَهٗ ۔۔۔ وَاَمَّا لَئِیْمٌ صُنْتُ عَنْ لَوْمِهٖ عِرْضِیْ

☆جَاءَ طَالِباً: مانگنے والا آئے۔☆وَاَجْعَله: اور اسے بنادوں گا۔☆فرض: وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ضروری ہو، ضروری، لازمی، ذمے داری وغیرہ مگر یہاں عطیہ مراد ہے۔☆کریم: شریف۔☆صُنْتُ: میں بچاتا ہوں۔

مطلب:

(۱) مجھ سے مال جو بھی طلب کرے گا میں اسے مال عطا کروں گا۔ میں اسے بطور قرض اور عطیہ کے طور پر مال دے دوں گا۔ یعنی میرے نزدیک دنیوی مال متاع کی کوئی اہمیت نہیں۔

(۲) اگر مال طلب کرنے والا شریف ہے تو میں اس کی عزت مال کے ذریعے بچاتا ہوں اور اگر وہ کمینہ صفت انسان ہے تو پھر میں اس کمینے کے برا بھلا کہنے سے میں اپنی عزت بچاتا ہوں۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ کام ایک جیسا ہے یعنی مال خرچ کرنا مگر حالت کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے یہ اصول ذھن میں رکھنا ضروری ہے کہ حالت بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے یہاں دیکھیے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مال مانگنے والے کو میں مال دوں گا ہر حال میں دوں گا اگر مال کا طلبگار شریف انسان ہے تو مال کے ذریعے اس شریف انسان کی عزت پہ حرف نہیں آنے دوں گا بلکہ اس کی عزت کی حفاظت کروں گا۔ اسی طرح اگر کمینہ شخص ہے تو مال کے ذریعے اپنی عزت وآبرو اس کمینے سے بچاؤں گا۔

رشوت:

اسی طرح بعض لوگ اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کے سلسلے میں رشوت دیتے ہیں کیونکہ اگر رشوت نہ دی جائے تو رشوت خور ٹھیک سے کام کرنے کے لیے تیار بھی نہیں ہوتے۔ اگر مدمقابل سے رشوت حاصل نہ ہو۔ تو شریف اور معزز انسان کی عزت، وقار قائم نہیں رہنے دیتے آج کل تو ہمارے معاشرے کی حالت بڑی ہی ابتر ہوگئی ہے۔ جب تک کچھ نہ کچھ بطور رشوت جیب کی زینت نہ بنے حقدار تک حق پہنچنے ہی کوئی نہیں دیتا۔ اس لیئے ایسے حالات میں مجبور شخص اگر رشوت نہ دے تو اسے حق حاصل نہ ہو، رشوت نہ دے تو شریف انسان کی عزت محفوظ نہ رہے۔ تو ایسے مجبور شخص کا رشوت دے کر اپنا حق حاصل کرنا یا رشوت دے کر اپنی عزت وآبرو کو بچانا اتنا برا نہیں جتنا کہ کسی کا حق ہتھیانے کے لیے رشوت دینا یا کسی کی عزت وآبرو نیلام کرنے کے لیے رشوت دینا۔

تمام مقاصد کا حصول تقدیر پہ موقوف

(۱) اِذَا اَذِنَ اللّٰـــهُ حَـــاجَةٍ — اَتَـاكَ النَّجَـاحُ بِهَـا يَرْكُضُ

(۲) وَاِنْ اَذِنَ اللّٰـهُ فِيْ غَيْـرِهَـا — اَتَـى دُوْنَهَـا عَـارِضٌ يَّعْـرِض

☆حاجة: ضرورت۔☆اتاك: تیرے پاس آتی ہے۔☆النجاح: کامیابی، نجات۔☆عارض: پیش آنے والا معاملہ، لاحق ہونے والا۔☆اذن: اجازت۔

مطلب:

(۱) جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم کسی ضرورت کے متعلق ہو جاتا ہے تو پھر تیرے پاس کامیابی خود بخود دوڑ کر حاضر ہو جاتی ہے اور تیرے قدموں کو چومتی ہے۔

(۲) اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت کسی اور ضرورت کے متعلق ہو تو پھر اس کے متعلق کوئی نہ کوئی عارضہ لاحق ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بندہ ناکام رہتا ہے۔

مسئلہ تقدیر:

مسئلہ تقدیر کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:
ہر بھلائی برائی اسی (اللہ تعالیٰ) نے اپنے علم ازل کے موافق مقدر فرما دی ہے جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا کہ اس نے لکھ دیا ویسا ہی ہم کو کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ اس کے لیے بھلائی لکھتا تو اس کے علم یا لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا تقدیر سے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کا مجوس بتایا۔
(بہار شریعت جلد اول حصہ اول ص ۱۴)

فائدہ:

قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سبب ہلاکت ہے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے ما و شما کس گنتی میں اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا بلکہ اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے، نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مواخذہ ہے اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔
(بہار شریعت جلد اول حصہ اول ص ۱۴)

مسئلہ:

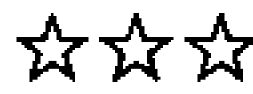
برا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیت الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ ''جو اچھا کام کرے اسے منجانب اللہ ہے اور جو برائی سرزد ہو اس کو شامت نفس تصور کرے۔

کامیابی اور ناکامی:

ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی کام کے متعلق رب کائنات کا حکم ہو جاتا ہے تو کامیابی خود بخود تیرے پاس دوڑ کر حاضر ہو جاتی ہے اور اگر رب کائنات کا حکم نہیں ہوتا تو اس کام کے آگے کئی رکاوٹیں آجاتی ہیں جس وجہ سے وہ کام نہیں ہو سکتا۔

فائدہ:

تقدیر کے متعلق تفصیلات کے لیے کتب احادیث، شروحات کتب احادیث اور الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف فیضان الفرید کا مطالعہ کیجیے۔



مخالفین کو عار دلانا

(۱) لَنَا مَا تَدَّعُوْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ — اِذَا مِيْزَ الصَّحَاحُ مِنَ الْمَرَاضِ

(۲) عَرَفْتُمْ حَقَّنَا فَجَحَدْتُمُوْهُ — كَمَا عُرِفَ السَّوَادُ مِنَ الْبَيَاضِ

(۳) كِتَابُ اللّٰهِ شَاهِدُنَا عَلَيْكُمْ — وَقَاضِيْنَا الْاِلٰهُ فَنِعْمَ قَاضِ

☆قَاضٍ: فیصلہ کرنے والا۔☆عَرَفتم: تم پہچانتے ہوئے۔☆السواد: سیاہی۔☆بیاض: سفیدی۔☆قاض: فیصلہ کرنے والا۔☆میز: امتیاز ہوتا ہے۔☆تَدَّعُوْن: تم دعویٰ کرتے ہو۔

مطلب:

(۱) جس کا تم دعویٰ بغیر حق کے کرتے ہو وہ حقیقتاً ہمارا حق ہے۔ جب حق اور باطل میں تندرست اور مریض میں شناخت ہو جائے۔ فرق واضح ہو جائے۔

(۲) تم جانتے بوجھتے ہوئے بھی (بلاوجہ) ہمارا حق تسلیم نہیں کرتے جس طرح کہ سیاہ اور سفید میں فرق واضح ہے۔ اسی طرح ہمارے اور تمہارے حق کے مابین بھی واضح فرق ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے کلام پہ یعنی اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید تم پہ ہماری گواہ ہے۔ پس ہمارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے۔ پس وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔



حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیان

(۱) لَا تُفْسِدَنَّ سَابِقَ اِحْسَانٍ مَّضٰے   وَاللّٰہُ لَا یَغْلُبُ فِیْمَا قَدْ قَضٰے

☆لَا تُفْسِدُنَّ: تم فساد نہ کرو۔☆سَابِق: پہلے۔☆قَضٰی: فیصلہ کر دیا۔☆یُغْلَب: وہ مغلوب نہ ہوگا۔

پہلے جو احسان ہوا اسے برباد نہ کیجیے اور تحقیق فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے اس کے سلسلے میں وہ مغلوب نہیں ہوگا۔

☆☆☆

شیر خدا رضی اللہ عنہ کا جواب

(۱) اِنْ کُنْتَ ذَاعِلْمٍ بِمَا اللّٰہُ قَضٰی   فَاثْبُتْ اَصَادِقُکَ وَسَیْفِیْ مُنْتَضٰے

(۲) وَاللّٰہِ لَا یَرْجِعُ شَیْءٌ قَدْمَضٰی   وَاللّٰہُ لَا یُبْرِمُ شَیْئًا نَقَضَا

☆اَصَادِقُکَ: میں تیری تصدیق کروں گا۔☆لَایَرْجِعُ: واپس نہیں آئے گی، واپس نہیں آسکتی۔☆مَضٰی: گزگئی۔

☆لَا یُبْرِمُ: وہ نہیں جوڑتا۔☆نَقَضَا: توڑ کر۔

مطلب:

(۱) اگر تم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جانتے ہو تو ذرا ٹھہر جاؤ میں تیری اس بات کی تصدیق کروں گا اور (اس وقت) میری تلوار ننگی ہے یعنی نیام سے باہر۔

(۲) اللہ کی قسم! جو کچھ گزر چکا وہ واپس نہیں آسکتا اور اللہ تعالیٰ کسی چیز کو جب توڑ دیتا ہے تو پھر اسے دوبارہ نہیں جوڑتا۔ (یہ قانون قدرت ہے)

☆☆☆

عمرو بن عاص کا حضرت علیؓ کے خلاف امیر معاویہؓ کو ابھارنا

(۱) قَوْلُکَ فِیْمَا قَالَہٗ قَدْ دَحَضَا   اِئْتِ عَلِیًّا فَسَتَلْقِیْ نَھَضَا

یُوْرِثُ مَنْ یَّسْئَلُ عَنْہُ رَمَضَا

☆قَوْلُکَ: تمہاری گفتگو۔☆قَالَہٗ: ان کی گفتگو یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی گفتگو مراد ہے۔☆یَسْئَلُ: وہ سوال کرتے ہیں۔☆رَمَضَا: رمض جوش گرمی۔

حضرت علی کے کلام کے مقابلے میں تیری گفتگو تو بالکل ہی بےکار ہوگئی۔ اس لیے علی پہ فوری حملہ کر دیجیے۔ اگر فوراً حملہ نہ کیا تو پھر وہ اٹھ کھڑے ہوں گے ہوشیار ہو جائیں گے ان کے متعلق سوال کرنے والے ان کے دل میں جوش و جذبہ پیدا کر دیتے

ہیں۔



حضرت امیر معاویہؓ کا عمرو بن عاص کو جھڑکنا

(۱) عَلَيْكَ يَا عَمْرُو تُجِنُّ الْمَرَضَا ۔۔۔ وَالشِّعْرُ قَدْ يَقْرِضُهُ مَنْ قَرَضَا

☆تُجِنُّ الْمَرَضَا: اجنان چھپانا، یعنی تم بیماری چھپاتے ہو۔

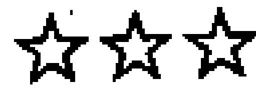
اے عمرو! تم پر (افسوس) رک جا۔ تو مرض کو چھپاتا ہے۔ شعر وہی بیان کر سکتا ہے جس نے شعر بیان کیا ہے۔ یعنی تو خواہ مخواہ ہی بات بڑھاتا ہے۔ حقیقت سے آنکھیں چراتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ کی توجہ متوسط کی طرف تھی

(۱) نَحْنُ نَامُّ النَّمَطَ الْاَوْسَطَا ۔۔۔ لَسْنَا كَمَنْ قَصَّرَ اَوْ اَفْرَطَا

☆قصر: محل، ایوان، حویلی، مکان۔ ☆اَفْرَطَا: زیادتی، کثرت، اضافہ، حد اعتدال سے بڑھ جانا یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں۔

ہم درمیانہ طریقہ اختیار کرنے کا ارادہ کرتے ہیں ہم ان جیسے نہیں جو افراط و تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔



صبر کی تلقین

(۱) اِصْبِرْ عَلَى الدَّهْرِ لَا تَغْضَبْ عَلَى اَحَدٍ ۔۔۔ فَلَا تَرٰى غَيْرَ مَا فِي اللَّوْحِ مَحْفُوْظٌ

(۲) وَلَا تُقِيْمَنْ بِدَارٍ لَا انْتِفَاعَ بِهَا ۔۔۔ فَالْاَرْضُ وَاسِعَةٌ وَالرِّزْقُ مَبْسُوْطٌ

☆دَهر: زمانہ۔ ☆لَا تغضب: غصہ نہ کر۔ ☆لَاتَرٰى: تو نہ دیکھے گا۔ ☆لَا تُقِيْمَنْ: تو قیام نہ کر۔ ☆دَار: جگہ۔ ☆لَا انتفاع: نفع نہ ہو۔

مطلب:

(۱) زمانے کی مصیبتوں پہ صبر اختیار کر اور کسی پہ غصہ نہ کر کیونکہ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے اس کے سوا تو کچھ بھی نہیں دیکھے گا (یعنی وہی کچھ ہوتا ہے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے)

(۲) غیر مفید جگہ پہ قیام نہ کر۔ پس زمین بڑی وسیع ہے اور رزق پھیلا ہوا ہے۔ یعنی جو جگہ تیرے لیے مفید نہیں وہاں سے کوچ کر جا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ زمین بڑی وسیع ہے اور ساری زمین میں رزق پھیلا ہوا ہے تو جہاں بھی ہو گا وہیں تیرا

رزق ہے مل جائے گا اس لیے گلانے کی ضرورت نہیں۔

فائدہ:
زمانے کی مصیبتوں پہ صبر کرنا چاہیے کیونکہ صبر میں ہی اجر ہے بات بات پہ چڑ جانا غصے ہونا کاٹنے کو اٹھ دوڑنا اچھا کام نہیں بلکہ غصہ برداشت کرنا چاہیے اس طرح کرنے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا وہی ہے جو روز ازل سے ہی لکھا گیا ہے سب کچھ مبنی بر حقائق لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ وہی کچھ ہوگا جو لوح محفوظ میں ہے گویا آپ نصیحت فرما رہے ہیں کہ ایسے حالات میں صبر اختیار کیجیے۔ یہی مفید ہے اس کے علاوہ معاملہ نقصان کا باعث ہے۔

لاتغضب علی احد:
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی پہ غصے نہ ہو کیونکہ غصہ کرنا اچھی بات نہیں بلکہ انتہائی نقصان دہ عمل ہے۔ غصہ عقل پہ پردہ ڈال دیتا، غصہ غالب آ جائے تو حق پہ قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اکثر غصہ کی حالت میں انسان نقصان اٹھا بیٹھتا ہے۔ بہر حال غصہ کرنا انتہائی برا فعل ہے۔

بعض لوگوں کی نیند بیداری سے بہتر ہوتی ہے

(۱) لَا تُقِيمَنْ بِدَارٍ لَا انْتِفَاعَ بِهَا ۔۔۔ فَالْأَرْضُ وَاسِعَةٌ وَالرِّزْقُ مَبْسُوطٌ

غیر مفید جگہ پہ قیام نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی ہے اور رزق زمین پہ پھیلا ہوا ہے۔ (جہاں تیرا نصیب ہوگا وہاں سے تجھے رزق مل جائے گا۔ اس لیے بے نفع جگہ سے کوچ کر جا۔ اللہ تعالیٰ تیرا حامی و ناصر ہوگا ہجرت کرنا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ اسے صحیح غرض کے لیے ترک وطن کرنا سبب اجر بھی ہے۔)

اصول:
حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شعر میں ایک ایسا اصول بیان فرمایا ہے کہ جو اصول آپ کو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے حاصل ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب مکہ المکرمہ میں مسلمانوں کے لیے حالات ناسازگار ہو گئے۔ مسلمانوں کے لیے زندگی کی چند گھڑیاں انتہائی دشوار ہو گئیں تو پہلے آپ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا اسی طرح دوبارہ آپ نے مسلمانوں کو مدینۃ المنورہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا اور بلکہ آپ نے خود مکہ المکرمہ سے ہجرت کر کے یہ اصول واضح بیان کر دیا کہ جہاں اپنا دین محفوظ رکھنا دشوار ہو جائے۔ حصول رزق نہایت مشکل ہو جائے۔ تو ایسے حالات میں نہیں رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے۔ کسی اور طرف ہجرت کر جانی چاہیے۔

☆☆☆

کس شخص کی نیند بیداری سے بہتر

(۱) نَوْمُ امْرِءٍ خَیْرٌ لَّـهُ مِنْ یَقْظَةٍ   لَمْ یَرْضَ فِیْهَا الْکَاتِبِیْنَ الْحَفَظَةَ
وَفِیْ صُرُوْفِ الدَّهْرِ لِلْمَرْءِ عِظَةٌ

☆نَوْم: نیند۔☆لَمْ یَرْض: جوراضی نہیں کرسکتا۔☆صروف لدھر: حوادث زمانہ۔☆مَوعظةٌ: نصیحت۔

جوانسان کراماً کاتبین (نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں) کوراضی نہیں رکھ سکتا اس کا سوئے رہنا اس کے جاگنے سے زیادہ بہتر ہے۔

اور زمانے کے بدلتے حالات میں انسان کے لیے بہترین یہ نصیحت ہے۔اس پہ عمل پیرا ہونا چاہیے۔

سویا رہنا کس شخص کے لیے جاگنے سے بہتر:

ایساانسان جو ہمہ وقت گناہوں کی دلدل میں ڈوبا رہتا ہے گناہوں سے بچنے کی بجائے گناہوں کی دنیا میں مستغرق رہنے کو پسند کرتا ہے۔گناہوں کی دلدل میں مستغرق رہنے والا انسان جب بھی گناہ کرتا ہے کراماً کاتبین اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھتے جاتے ہیں۔اس سے کراماً کاتبین کوخوشی حاصل نہیں ہوتی۔ایسے انسان کا سویا رہنا جاگنے سے بہتر ہے کیونکہ جب تک وہ شخص سویا رہتا ہے وہ گناہ نہیں کرسکتا۔گناہوں سے بچا رہتا ہے۔گناہوں میں ملوث ہونا انتہائی نقصان دہ ہے جبکہ گناہوں سے بچا رہنا گناہوں کی دلدل میں غوطہ خوری سے زیادہ بہتر ہے۔اس لیے ایسے انسان کا سویا رہنا بیدار رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔زمانے کے حادثات اور حالات کے بدلتے رہنے میں انسان کے لیے نصیحت ہے۔اگر انسان ذرا بھی توجہ کرے تو اسے نصیحت حاصل ہوسکتی ہے مثلاً یہی دیکھیے کہ کبھی دن ہوتا ہے تو کبھی رات،اسی طرح دن رات کے ادلتے بدلتے رہنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ حالات ایک جیسے نہیں رہتے کبھی دکھوں اور مصائب وآلام کے گرجتے برستے بادل دہلا دیتے ہیں تو پھر بھی ہمت سے کام لینا چاہیے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہمیشہ ایک جیسے دن نہیں رہتے حالات بدلتے رہتے ہیں آج اگر دکھوں کا راج ہے تو ہمت سے کام لیجیے عنقریب یہ دکھوں کے بادل چھٹ جائیں گے ایک نہ ایک دن ان شاء اللہ خوشیوں کی بہار سے ملاقات ہو ہی جائے گی۔جیسے اندھیری رات کا اندھیرا انسان کو دہلا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا مگر انسان کو اندھیری رات کے اندھیرے کو دیکھ کر پریشان نہیں ہونا۔کیونکہ اندھیرا جتنا بھی سخت ہو آخر طلوع سحر کی نوید نصیب ہو ہی جاتی ہے۔رات نے آخر ختم ہونا ہے۔رات نے آخر جانا ہے دن نے آنا ہے۔اسی طرح اگر دن کی بہاریں نصیب ہیں تو اسی پر اتراتا نہ پھر۔یہ بھی ختم ہوجائے گی اور ہر طرف سے دن کا اجالا ختم ہوجائے گا۔

اسی طرح چاند کے گھٹنے بڑھنے میں بھی بے شمار حکمتیں ہیں۔

کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

سدا نہ باغیں بلبل بولے سدا نہ باغ بہاراں   سدا نہ ماپے حُسن جوانی ، سدا نہ صحبت یاراں

دنیا میں رہتے ہوئے سدا حالات بدلتے رہتے ہیں حالات کے ادلنے بدلنے میں بھی بے شمار دلچسپیاں ہیں۔اگر ایک

جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے تو زندگی بے کیف و بے مزہ لگنے لگے۔ دنیا میں دلچسپی اسی حالات کے ادلنے بدلنے کے باعث برقرار رہتی ہے۔ انسان کو کبھی دکھوں سے واسطہ پڑتا ہے کبھی سکھوں سے پالا پڑتا ہے۔ انسان کبھی آندھیوں کا شکار ہوتا ہے تو کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت والی بارش اپنی بہار دکھاتی ہے۔ یہی بارش کبھی فائدہ مند ثابت ہوتی ہے تو وہی بارش کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے۔ پانی میں ہزار ہا فوائد ہیں مگر یہی پانی بعض اوقات ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کے لیے جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ تمام حوادثات زمانہ کہ جن سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے۔ انسان کے لیئے نصیحت ہیں بشرطیکہ اگر کوئی ان حوادث سے نصیحت حاصل کرے۔ جو انسان ان سے نصیحت حاصل کرتا ہے وہ ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے اور جو انسان نصیحت حاصل نہیں کرتا وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے۔

☆☆☆

شرفاء سے روایت

(۱) لَا تَضَعِ الْمَعْرُوْفَ فِيْ سَاقِطٍ ۔۔۔ فَذَاكَ صُنْعٌ سَاقِطٌ ضَائِعٌ

(۲) وَضَعْهُ فِيْ حُرٍّ كَرِيْمٍ يَكُنْ ۔۔۔ عُرْفُكَ مِسْكًا عَرْفُهٗ ذَائِعٌ

☆ساقط: گرا ہو، نکما، متروک، مسترد۔ پہلے ساقط سے مراد نکما یا کمینہ مراد ہے جبکہ دوسرے ساقط سے جاتے رہنا یا کھو جانا مراد ہے۔ ☆ضائع: اکارت، تلف، رائیگاں، بے فائدہ، لا حاصل، بے سود۔ ☆حُر: آزاد۔ ☆کریم: شریف۔ ☆عُرْفُكَ: تیری نیکی۔ ☆مِسْكًا: مشک۔

مطلب:

(۱) کمینوں کے ساتھ نیکی کر کے ضائع نہ کر کیونکہ کمینوں کے ساتھ جو احسان کیا جاتا ہے وہ احسان فراموش کر دیا جاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے اور کمینوں کے ساتھ نیکی نہ کر کیونکہ کمینوں کے ساتھ کی گئی نیکی ظاہری طور پر ضائع کر دی جاتی ہے یعنی کمینے کسی کی یاد نہیں رکھتے بلکہ بھلا کر ضائع اور برباد کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو نیکی ہے وہ برباد اور ضائع نہیں ہوتی۔

(۲) (ہاں اگر احسان کرنا چاہتا ہے یا نیکی کرنا چاہتا ہے تو پھر) کسی شریف انسان کے ساتھ احسان کرتا کہ وہ تیرا کیا ہوا احسان مشک کی مانند بن جائے اور اس کی خوشبو ہر طرف پھیل جائے۔

☆☆☆

محبت اور دشمنی میں اعتدال

(۱) فَكُنْ مَّعْدَنًا لِّلْحِلْمِ وَاصْفَحْ عَنِ الْاَذٰى ۔۔۔ فَاِنَّكَ رَاءٍ مَّا عَمِلْتَ وَسَامِعٌ

(۲) وَاَحْبِبْ اِذَا اَحْبَبْتَ حُبًّا مُّقَارِبًا — فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَتٰى اَنْتَ نَازِعٌ

(۳) وَ اَبْغِضْ اِذَآ اَبْغَضْتَ بُغْضًا مُّقَارِبًا — فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَتٰى اَنْتَ رَاجِعٌ

☆معدنا: مرکز، مخزن، کان، کھان۔☆حلم: بردباری، نرم دلی۔☆اَذمٰی: دکھ دینا، تکلیف۔☆عَمِلْتَ: تم نے کیا۔☆رَاءٍ: دیکھ۔☆سَامِعٌ: سننے والا۔☆حُبًّا: محبت۔☆لَا تَدْرِيْ: تم کو نہیں معلوم۔☆بُغْضًا: دشمنی۔☆رَاجِع: رجوع کرنے والا، پھرنے والا وغیرہ۔

مطلب:

(۱) پس تو بردباری اور نرم دلی کا مرکز ومحور بن جا کسی کو تکلیف دینے سے بچ پس بے شک تم نے جو عمل کمایا اسے دیکھ بھی لو گے اور سن بھی لو گے۔ یعنی تیرا کوئی بھی عمل ضائع اور برباد نہیں ہوگا وہ تو دیکھ بھی لے گا اور اس کا اجر بھی پائے گا۔

(۲) اور جب تم کسی سے محبت کرو تو اس کے ساتھ درمیانہ درجے کی محبت کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اس سے کب علیحدہ ہو جاؤ گے۔ (کیونکہ دنیا والوں کو آنکھیں پھیرتے دیر نہیں لگتی)

(۳) اور کسی سے دشمنی اختیار کرو تو اس میں بھی میانہ روی اپناؤ۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کب اس کی طرف رجوع کر لو گے اور اس کے ساتھ تعلقات اچھے ہو جائیں۔

فائدہ:

محبت اور دشمنی میں اعتدال کی روش اپنایئے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کی بحث میں گم ہو کر راہ حق سے ہی بھٹک جاؤ اور اسی طرح دشمنی کے سلسلے میں بھی اعتدال کی روش اختیار کیجیے کسی کی مخالفت یا دشمنی تجھے راہ حق سے گمراہ نہ کر دے۔ کسی کی محبت تجھے راہ حق سے ڈگمگا نہ دے اسی طرح کسی کی مخالفت بھی تجھے راہ حق سے گمراہ نہ کر دے۔

محبت و دشمنی میں میانہ روی اس لیے بھی اختیار کرنے کی ضرورت ہے کہ جس کے ساتھ تم محبت کر رہے ہو کسی وقت اس سے مخالفت بھی ہو سکتی ہے۔ ایسے حالات میں حد اعتدال سے زیادہ والی محبت انتہائی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے اس لیے محبت کرنے کے سلسلے میں بھی میانہ روی اختیار کیجیے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ جس سے آج محبت کر رہے ہو کب اس سے جدا کر دیئے جاؤ۔ تمہارے دلوں میں محبت کی بجائے دشمنی پیدا ہو جائے۔ اس لیے محبت کے سلسلے میں بھی میانہ روی اختیار کیجیے اور دشمنی کے سلسلے میں بھی میانہ روی اختیار کیجیے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کب تم اس کی طرف پلٹ جاؤ اور تمہیں اس سے محبت ہو جائے۔

☆☆☆

سچے دوست کی پہچان

(۱) اِنَّ اَخَاكَ الصِّدْقَ مَنْ يَّسْعٰى مَعَكَ — وَمَنْ يَّضُرُّ نَفْسَهٗ لِيَنْفَعَكَ

(۲) وَمَنْ اِذَا عَايَنَ اَمْرًا قَطَعَكَ — شَتَّتَ فِيْهِ شَمْلَهٗ لِيَجْمَعَكَ

☆الصِّدْق: سچا۔☆یسعٰی: وہ کوشش کرے۔☆شَتَّتَ: تجھے منتشر کر دے۔☆لِيَجْمَعَكَ: تمہاری دلجمعی کے

لیے۔

مطلب:

(۱) بے شک تمہارا (بہترین اور) سچا دوست وہی ہے جو نہ صرف تمہارے ساتھ کوشش کرتا ہے بلکہ تمہارے مفاد کی خاطر اپنا نقصان بھی برداشت کرلے۔

(۲) وہ اگر پریشان کن معاملہ بھی دیکھے تو تمہارے اطمینان کی خاطر اپنا سکون برباد کردے۔

فائدہ:

یہاں سچے دوست کی پہچان بیان کی گئی کہ سچا وہ دوست ہوتا ہے جو دوست کی خاطر اپنے دکھ سکھ کی ترازو لے کر نہ بیٹھ جائے یا دوست کی دوستی نفع ونقصان کے ترازو میں نہ پرکھتا پھرے بلکہ دوست کی خاطر اپنا سکھ قربان کردے اور دکھ ہنستے مسکراتے برداشت کرلے یہی معیار ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیا۔ کہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی خاطر تن من دھن ہمہ قسم کی قربانیاں دے کر اپنی محبت قائم رکھی اور ایسی ایسی مثالیں پیش کیں کہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ تاریخ کے اوراق اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ ایسی بے مثال مثالیں کوئی نہ پیش کرسکا۔

☆☆☆

بھلائی اور برائی

(۱) اَلْفَضْلُ مِنْ كَرَمِ الطَّبِيْعَهْ ۔۔۔ وَالْمَنُّ مُفْسِدَةُ الصَّنِيْعَهْ

(۲) وَالْخَيْرُ اَمْنَعُ جَانِبًا ۔۔۔ مِنْ قُلَّةِ الْجَبَلِ الْمَنِيْعَهْ

(۳) وَالشَّرُّ اَسْرَعُ جَرْيَةً ۔۔۔ مِنْ جَرْيَةِ الْمَآءِ السَّرِيْعَهْ

(۴) تَرْكُ التَّعَاهُدِ لِلصَّدِيْقِ ۔۔۔ يَكُوْنُ دَاعِيَةَ الْقَطِيْعَهْ

(۵) لَا تَلْطَخْ بِوَقِيْعَةٍ ۔۔۔ فِي النَّاسِ تَلْطَخُكَ الْوَقِيْعَهْ

(۶) اِنَّ التَّخَلُّقَ لَيْسَ يَمْكُثُ ۔۔۔ اَنْ يَّؤُوْلَ اِلَى الطَّبِيْعَهْ

(۷) جُلُّ الْاَنَامِ مِنَ الْعِبَا ۔۔۔ دِعَلَى الشَّرِيْفَةِ وَالْوَضِيْعَهْ

☆اَلْفَضْلُ: زیادتی، افزونی علم وہنر، جوہر، مہربانی، بخشش، بزرگی، احسان۔ ☆کَرَمِ: بزرگی، ہمت، جوان مرد بخشش، عنایت، مہربانی، شرافت۔ ☆اَسْرَعَ: زیادہ تیز۔ ☆جَرْيَةَ: پانی کا بہاؤ۔ ☆السَّرِيْعه: زیادہ تیز ہوتا ہے۔ ☆تر[illegible] چھوڑ دینا۔ ☆صدیق: دوست۔ ☆انام: مخلوق، خلقت، پیدا کی ہوئی چیزیں، دنیا، موجودات۔ ☆عباد: عبد کی جمع بندے۔ ☆وَالْمَنُّ: احسان۔

مطلب:

(۱) احسان طبیعت کی شرافت میں ہے اور احسان جتلانا نیکی کو برباد کر دیتا ہے۔ (اسی لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ نیکی کر دریا میں ڈال یعنی کسی کے ساتھ نیکی کر کے بھول جا)

(۲) بھلائی انسان کی حفاظت پہاڑ کی چوٹی سے بھی زیادہ کرتی ہے۔

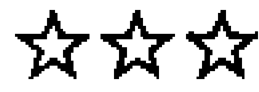
(۳) پانی کے بہنے سے بھی زیادہ تیز برائی بہتی ہے۔ (یعنی آگے بڑھتی ہے پھیلتی ہے پھلتی پھولتی ہے)

(۴) دوست سے رابطہ توڑ دینا بے تعلقی کا سبب بنتا ہے۔ (اس لیے دوست سے رابطہ اور تعلق توڑنا نہیں چاہیے)

(۵) اپنے آپ کو لوگوں کی برائی بیان کرنے سے آلودہ نہ کیجیے۔ کیونکہ دوسرے لوگوں کی برائی بیان کرنے کی برائی تجھے بھی ناپاک کر دے گی۔

(۶) بے شک تکلفاً کسی مخلوق کو اختیار کرنا ہرگز نہیں رک سکتا کہ اپنی طبیعت کی طرف پلٹ آئے۔

(۷) فطری طور پر لوگ یعنی بندے بری اور اچھی عادت پر پیدا کیے اب دیکھیے انسان برائی اختیار کرتا ہے یا اچھی عادات اپناتا ہے۔ اسی سبب کی بنا پر آخرت میں حساب کتاب ہوگا نیکیوں کی جزا کے طور پر بہشت میں مقام بارگاہ حق سے حاصل ہوگا اور گناہوں کی دلدل میں چھلانگ لگانے کا نتیجہ برا ہوگا حق تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت میں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔



بے وفائی پر صبر

(۱) مَـاتَ الْـوَفَـآءُ فَلَا رِفْـدٌ وَّ لَا طَـمْـعٌ   فِی النَّاسِ لَمْ يَبْقَ اِلَّا الْيَاسُ وَالْجَزَعُ

(۲) فَـاصْبِـرْ عَلٰی ثِقَةٍ بِاللّٰهِ وَارْضَ بِهٖ   وَاللّٰـهُ اَكْـرَمُ مَـنْ يَّـرْجٰی وَيُتَّبَعُ

☆مَات: مرگئی۔ ☆وفآء: وفاداری، وفا کرنا، ساتھ دینا۔ ☆لَمْ يبق: باقی نہیں۔ ☆یاس: ناامیدی، مایوسی۔ ☆جزع: بے صبری، اضطراب، گھبراہٹ پریشانی۔ ☆فاصبر: پس صبر کرو۔ ☆وَارْض: راضی رہو۔ ☆اَكْرَمُ: زیادہ فضل و کرم والا۔ ☆من یرجیٰ: جن سے امید کی جاسکتی ہے۔

مطلب:

(۱) وفا ختم ہوگئی ہے پس نہ بخشش و عطا رہی اور نہ ہی خواہش یا آرزو رہی۔ اب ناامیدی اور پریشانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہاں آپ نے دنیا اور دنیاداروں کی حالت و کیفیت بیان فرمائی ہے جبکہ مایوسی گناہ ہے اوروں سے یہی حالت ملے گی مگر یہاں آپ نے اشارہ فرمایا ہے کہ تم بھی اسی گاڑی کے پہیے نہ بن جانا۔ تم میں اور عام دنیاداروں کی کیفیت میں فرق ہونا چاہیے۔ اچھے اور برے میں تمیز ہونی چاہیے۔ جب تم ہی ویسے ہوگئے تو تم میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا تمہیں چاہیے وفا اور بخشش و عطا کی صفات اپناؤ۔ ناامیدی کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دینا کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ مایوسی میں مبتلا

ہونا انسان کو نہ دنیا کا رہنے دے گا اور نہ ہی آخرت یعنی دنیا و آخرت میں ہر مقام پر ناکام رہے گا۔ نیز پریشانی میں مبتلا انسان اور نہ ہی آخرت یعنی دنیا و آخرت میں ہر مقام پر ناکام رہے گا۔ نیز پریشانی میں مبتلا انسان مزید پریشانیوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ ایسا شخص کسی حال میں بھی کسی بھی طرح پریشانیوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ مزید پریشانیوں میں گھرتا چلا جاتا ہے۔ پریشانیوں سے نجات کا واحد حل یہی ہے۔ پریشان کن امور سے گھبرایئے نہیں۔ پریشان نہ ہونا۔

دوسرا شعر:

پس اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صبر اختیار کیجیے اور اسی بات پہ راضی رہیے کیونکہ جن لوگوں سے کچھ امید کی جاسکتی ہے یا اتباع کے لائق اور اتباع کے لائق ہیں ان سب سے زیادہ کرم والا اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا تو پھر ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی اتباع و فرمانبرداری کرنی چاہیے اور اسی سے امید رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی اتباع و فرمانبرداری یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری کی جائے کیونکہ متعدد آیات میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرسول اطاعت رسول ہی دراصل اطاعت حق تعالیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اے محبوب قل ان لوگوں کو ارشاد فرمادیجیے کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو فَاتَّبِعُوْنِىْ پس میری اتباع کیجیے۔ (اگر تم نے میری اتباع اختیار کی) تو يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اللہ تعالیٰ تجھے محبوب بنا لے گا۔

☆☆☆

دشمن سے بے خوف نہ ہو

(۱) وَدَاوِ عَــدُوًّا دَآءَهٗ لَا تُــدَارِهٖ فَاِنَّ مُدَارَاةَ الْعِدٰى لَيْسَ يَنْفَعُ

(۲) فَاِنَّكَ لَوْدَارَيْتَ عَامَيْنِ عَقْرَبًا اِذَا اَمْكَنَتْ يَوْمًا مِّنَ الدَّهْرِ تَلْسَعُ

☆وَدَاوِ: دوا کرو۔☆عَدُوٌ: دشمن۔☆مُدَارَةٌ: خاطر مدارت۔☆العدیٰ: دشمن۔☆لَيْسَ ينفع: ہرگز کچھ بھی فائدہ نہیں۔☆عَامين: دوسال۔☆عقربا: بچھو۔☆تَلْسَعُ: ڈنگ مارے گا۔

ملامت نہ کیجیے

مطلب:

(۱) دشمن کی بیماری کا علاج کرو مگر اس دشمن کی خاطر کے لیے نہیں کیونکہ دشمن کی خاطر و مدارت کا کوئی فائدہ نہیں۔ (بلکہ اگر ایسا کرو تو پھر مخلوق خدا کی بھلائی سمجھ کر کرو کہ اللہ تعالیٰ سے اجر ملے گا)

(۲) کیونکہ بچھو کی خاطر مدارت اگر تم دو سال بھی کرتے رہو (تو وہ بچھو بچھو ہی رہے گا اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوگی) اسے جب بھی موقع میسر آیا تو ڈنگ مار دے گا۔

فائدہ:

دشمن کو دشمن ہی سمجھئے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ دشمن تمہارا دشمن بھی رہے اور تم پھر بھی اس سے خیر کی توقع رکھو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ دشمن جب تک تمہارا دشمن رہے اس وقت تک وہ تمہارا بھلا سوچ ہی نہیں سکتا۔ تم ہی دشمن یا مخالف کا بھلا سوچو تو یہ تمہاری ہمت ہے ورنہ دشمن سے خیر کی توقع نہ رکھو۔ دشمن کو جب بھی موقع ملا اس سے دشمنی یا مخالفت کی ہی توقع کی جا سکتی۔ ہاں تم اپنے مخالف سے بھی مخلوق خدا کی بھلائی کی نیت سے بھلائی کرو تو یہ الگ بات ہے اس کا تمہیں اجر ملے گا یہی مدنی تاجدار کا طریقہ مقدس ہے۔ آپ کے اسی طریقہ مقدس کی بنا پر بے شمار کافر مسلمان بنے اور کئی منافق قسم کے لوگ بھی مخلص مومن بنے اور یہی طریقہ مقدس اولیائے کرام کا بھی ہے۔

فطرت کی تبدیلی بڑی مشکل

فطرت میں تبدیلی پیدا ہو جانا بڑا مشکل امر ہے اس سلسلے میں کافی غور وفکر کی ضرورت ہے کہ بعض بدفطرت لوگ اپنی چرب زبانی کا جادو جگا کر سادہ لوگوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کا یہ دھوکہ دینا نہ صرف سادہ لوگوں کے لیے نقصان کا باعث ہے بلکہ خود ان کے اپنے لیے بھی انتہائی نقصان دہ ہوتا ہے کہ پھر کوئی ان پہ اعتماد نہیں کرتا۔ لوگوں میں اپنا اعتماد بحال نہیں کر سکتے بلکہ اپنے بھی ان پہ اعتماد نہیں کرتے۔ اس طرح وہ اتنی بڑی دنیا میں اکیلے رہ جاتے ہیں۔

بچھو کی مثال:

اسی حقیقت کو ایک اور مثال کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا ہے کہ بچھو ہمیشہ بچھو ہی رہتا ہے۔ خواہ بچھو کے ابتدائی ایام میں جس وقت کہ اسے کھلانے پلانے والا بھی کوئی نہ ہو۔ اس پہ خصوصی کرم اور مہربانی کرتے ہوئے مسلسل اور لگاتار دودھ پلاتے رہیں۔ آپ سمجھیں گے کہ یہ اب اتنے عرصہ سے ہمارے پاس رہ رہا ہے۔ ہمارے ساتھ محبت سے زندگی گزار رہا ہے۔ اتنا عرصہ میں ہوسکتا ہے کہ اس محبت کی وجہ سے یہ ہم پہ حملہ آور نہ ہو۔ یہ تمہاری بھول ہے۔ جب بھی موقعہ ملے گا وہ حملہ کرنے سے نہیں چوکے گا۔ اپنی عادت کی طبع آزمائی ضرور کرے گا۔ اس کی فطرت نہیں بدل جائے گی۔ اسی اصول کو سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے۔

نال کوسنگی سنگ نہ کریئے کل نوں لاج نہ لایئے ہُو
تے تربوز مول نہ ہوندے توڑے توڑ مکے لے جایئے ہُو
کانواں دے بچے ہنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ہُو
کوڑے کھوہ ناں مٹھے ہوندے باہو توڑے سہ مناں کھنڈ پایئے ہو

(۱) (اے درویش) ناجنس نامحرم (اسرار معرفت) بے وفا ساتھی کے ساتھ رفاقت نہ کیجیے (اور نامحرم کی رفاقت سے) سب (عارفان ذات کے سلوک) کو بدنام نہ کیجیے۔

(۲) (کیونکہ کڑوے) تے (جو کہ تربوز کے مثل ومشابہ ہیں) خواہ انہیں مکہ المکرمہ تک ہی کیوں نہ لے جائیں وہ ہرگز ہرگز تربوز نہیں بن سکتا (یعنی فطرت ازلی نہیں بدل سکتی)

(۳) کووں کے بچے (کوے ہی رہیں گے) خواہ انہیں موتیوں کی چوگ (خوراک) چگائی جاوے وہ (ہرگز ہنس نہیں بن سکتے)۔

(۴) اے باہو! (فطرت ازلی نہیں بدلتی، لہٰذا) خواہ سینکڑوں من کھانڈ ڈالی جاوے جن کنوؤں کا پانی (اصلاً) کڑوا ہے وہ میٹھے نہیں ہو سکتے۔

(۵) تشریح پروفیسر سلطان الطاف علی (ڈبلیو، پی، ای، ایس پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج اوستہ محمد، بلوچستان (پاکستان) درج بالا حضرت سلطان العارفین کے شعروں کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(۶) بیت میں حضرت سلطان العارفین تلقین فرماتے ہیں کہ راہ سلوک و معرفت کے سالکوں کو نامحرم اسرار ذات لوگوں کی رفاقت سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ جو لوگ فطرت ازلی سے نامحرم ہیں وہ دانائے راز اور آشنائے حقیقت کبھی نہیں ہو سکتے یہ نامحرم اسرار لوگ حنظل کی طرح ہیں جن کی سرشت میں تلخی ہی تلخی ہے مٹھاس پیدا ہی نہیں ہوسکتا اور ان کی مثال کووں کی سی ہے جو اپنی ازلی فطرت کو نہیں بدل سکتے نیز ان کی مثال ایسی زمین کی سی ہے جس میں سے صرف کڑوا پانی ہی نکل سکتا ہے اگر سالک و عاشق کسی ایسے نامحرم کی رفاقت اختیار کرتا ہے تو گویا عشاق ذات کے پورے طبقہ کو بدنام کر رہا ہے۔

نسل انسان میں فطرت کی پختگی کا اثر ایک سائنسی محقق یوں بیان کرتے ہیں۔

''باپ اور ماں کی طرف سے جین (G enes) نصفاً اولاد کو ورثے میں ملے ہیں یہی وجہ ہے کہ اولاد والدین کے خصائص کی مظہر ہوتی ہے انسان ان مخفی رازوں سے روشناس ہو کر حیرت زدہ اور قدرت کاملہ کی داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس نے اتنے دقیق مسئلہ کو روز ازل سے ایسی خوبصورت اور مکمل صورت میں حل کیا ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

(بشکریہ جناب عزیز اللہ، مقابلہ جین مجلہ سائنٹفک راوین گورنمنٹ کالج لاہور جلد نمبر ۴ شمارہ اول)

ابن عربی فرماتے ہیں: سرّ اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اپنی شدت ظہوری کی وجہ سے مستور ہو گیا ہے اور لوگوں کی طلب والحاج بڑھ گیا ہے دیکھو ہر شخص جانتا ہے کہ جیسی استعداد ہوتی ہے ویسی ہی اس پر صورت آتی ہے گھوڑے کے نطفے پر ہاتھی کی صورت نہیں آتی، انار کے دانے پر آم کا درخت نہیں اگتا، حنظل کڑوا ہے، لیموں کھٹا ہے تو اس کے خالق پر کیا الزام۔ جیسی حقیقت تھی ویسا ہی خدا نے اس کو پیدا کیا، نمایاں کیا۔ ابدی کافر کبھی ایمان نہ لائے گا۔ معصوم، پیغمبر کبھی گناہ نہ کرے گا۔ نومسلم کی فطرت والا پہلے کفر میں مبتلا ہوگا پھر اسلام لائے گا۔ مرتد پہلے مسلمان رہے گا پھر کفر کرے گا۔ (محی الدین ابن العربی فیوض الحکم ۲۳۸)

دیتا ہے ہر ایک کو حکیم — جس کی جیسی لیاقت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے — جس کی جیسی فطرت ہے

اسی اصول کے مطابق جسے ہدایت دی جائے گی اسے فطرت ازلی سے ثمرہ ملنا تھا۔ اور جسے ضلالت ملی ہے وہی اس کی اقتضائے فطرت یا اقتضائے نفسی تھی۔

اسی لیے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ناجنس کے ساتھ مل کر گزارنا گویا اپنے ہم جنس یعنی عشاق ذات کے طبقہ کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔

فرمان الٰہی ہے کذلك یضل الله من یشآء و یهدی من یشاء (۱۵۴۲۹)

اور حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے کہ شقی اپنے بطن میں شقی رہتا ہے اور سعید اپنے بطن میں سعید رہتا ہے (حاشیہ السعید من سعد فی بطن امه والشقی من شقی فی بطن امه)

بحوالہ طبرانی جامع صغیرالسیوطی ج ۲ ص ۳۶ (بشکریہ نور سلطان قادری مہتمم جامعہ انوار باہو بھکر)

(ابیات باہو معہ ترجمہ و شرح ص ۵۷۰-۵۶۹)

بچھو کی فطرت والے اپنی فطرت سے باز نہیں آتے اس لیے راہ حق کے دشمنوں سے احتیاط کیجیے کہیں وہ اپنے ساتھ تمہیں بھی نہ لے ڈوبیں کیونکہ ان کا حال کسی نے کیا خوب بیان کیا ہے کہ:

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے

اسی طرح بدعقیدہ افراد بھی اپنی عادت قدیمہ سے نہ پھر سکیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں ورغلا کر راہ حق سے بدلنے میں کامیاب نہ ہو جائیں اس لیے بدعقیدوں اور بد مذہبوں کی محافل اور مجالس سے بھی احتراز کرنا چاہیے اسی طرح بدعقیدہ اور بد مذہبوں کی تصانیف سے بھی بچنا چاہیے۔ کہیں ان کا وار کارگر ثابت نہ ہو جائے۔ اسی طرح بدعقیدہ اور بد مذہبوں سے دوستی نہ لگایئے ان کی دوستی دنیا و آخرت میں نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔

یہاں بچھو کی مثال بیان کر کے واضح کر دیا کہ بظاہر بچھو بڑا خوبصورت اور قدرت خداوندی کا شاہکار نظر آتا ہے بے ضرر سا جانور معلوم ہوتا ہے۔ اتنا چھوٹا سا جانور اتنے بڑے جسم والے انسان کے مدمقابل کیا حقیقت رکھتا ہے مگر حقیقت اس وقت واضح ہوتی ہے کہ جب وہ بچھو ڈنگ کا استعمال کرتا ہے اور اس کا اثر انسان کے جسم میں زہر کے داخلے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اسی طرح بدعقیدہ اور بد مذہبوں کا اثر ان کی دوستی کے شروع ہوتے ہی، ان کی کتب کا مطالعہ شروع کرتے ہی ان کی مجالس میں بیٹھتے ہی اثر شروع ہو جاتا ہے۔ بچھو کے اثر سے زہر سارے جسم میں سرایت کر جاتا ہے بعض اوقات انتہائی شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات موت بھی وارد ہو جاتی ہے اسی طرح بدفطرت انسانوں، بد مذہبوں اور بدعقیدہ لوگوں کی دوستی، ان کی کتب اور ان کی مجالس کا زہر چڑھتا ہے تو انسان کی صحیح سوچ ماؤف ہو جاتی ہے ان کی بد مذہبی کے جراثیم اثر کر جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ راہ حق سے ڈگمگا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ دنیا و آخرت میں ناکام ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

مصائب پر صبر باعث اجر

(۱) لَا تَجْزَعَنَّ اِذَا نَابَتْكَ نَائِبَةٌ — وَاصْبِرْ فَفِي الصَّبْرِ عِنْدَ الضِّيْقِ مُتَّسَعُ

(۲) اِنَّ الْكَرِيْمَ اِذَا نَابَتْهُ نَائِبَةٌ — لَمْ يَبْدُ مِنْهُ عَلَاتِهِ الْهَلَعُ

☆اَنابت: پہنچے۔☆نائبۃ: پہنچنے والی مصیبت۔☆عِندالضیق: تنگی کے وقت۔☆مُتَّسَعْ: کشادگی ہو جاتی ہے۔☆ علات: تکلیفیں بیماریوں۔

مطلب:

(۱) مصیبت پڑنے پر گھبرا نہ جانا صبر اختیار کرنا کیونکہ تنگی کے وقت صبر اختیار کیا تو وسعت حاصل ہوتی ہے (کیونکہ اصول فطرت ہے کہ تنگی کے بعد آسانی آتی ہے رات کے بعد دن آتا ہے مصیبت کے بعد آرام وسکون اور خوشی میسر آتی ہے اس لیے تنگی کے وقت صبر اختیار کرنے سے تنگی محسوس ہوتی ہے۔

(۲) بے شک جب کسی شریف آدمی پہ مصیبت آتی ہے تو بیماریوں اور تکلیفوں کی وجہ سے شریف آدمی سے بے صبری کا مظاہرہ ظاہر نہیں ہوتا (بلکہ وہ صبر اختیار کرتا ہے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا)۔

فائدہ:

یہاں شریف آدمی کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ شریف آدمی مصیبت بیماری اور تکلیف میں خود تو مبتلا رہتا ہے مگر وہ دوسروں کو تکلیف نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے انبیاء کرام اور اولیاء کرام خود تو مصیبت برداشت کر لیتے تھے مگر کسی کی تکلیف دیکھ کر ہر ممکن طریقہ سے وہ تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بڑا مشہور ومعروف واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑھیا کے پاس سے گزرتے تو وہ اکثر آپ پر کوڑا پھینکتی۔ ایک دن اس نے کوڑا نہ پھینکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ آپ اس کی بیمار پرسی کے لیے چلے گئے اور اس عورت کی خدمت بھی بجالاتے رہے اور اسی طرح ایک بڑھیا عورت گٹھڑی باندھے بیٹھی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ لوگوں سے سنا تھا اپنی زبان سے غلط قسم کی واہی تباہی بک رہی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس وزن زیادہ ہے جو اٹھانا مشکل ہے میری مدد کرنے والا ہے کوئی نہیں اور فلاں مقام پہ جانا ہے۔ آپ نے اس کا سامان اٹھایا وہ برا بھلا کہتی جا رہی تھی اور آپ سنتے بھی جا رہے تھے مگر صبر وتحمل اختیار کرتے ہوئے اسے مطلوبہ مقام تک پہنچایا۔ واپس آنے لگے تو بڑھیا کے اصرار سے پوچھنے پر بتایا کہ میں وہی محمد رسول اللہ ہوں۔ جسے تم سخت سست کہتی آئی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ مسلمان ہو گئی۔ حضرت علامہ صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ:

تیرا اچارے ناتواں نالے نئیں پرچھانواں　　تیریاں تک کے اداواں میں مرید ہو گئی
ملاقات حبیب ساڈی عید ہو گئی　　ساڈا حج اکبری تیری دید ہو گئی

☆☆☆

لالچ چھوڑ دے

(۱) دَعِ الْحِرْصَ عَلَى الدُّنْيَا　　وَفِي الْعَيْشِ فَلَا تَطْمَعْ
(۲) وَلَا تَجْمَعْ مِنَ الْمَالِ　　فَلَا تَدْرِيْ لِمَنْ تَجْمَعْ
(۳) وَلَا تَدْرِيْ اَفِيْ اَرْضِكَ　　اَمْ فِيْ غَيْرِهَا تُصْرَعْ
(۴) فَاِنَّ الرِّزْقَ مَقْسُوْمٌ　　وَكَدُّ الْمَرْءِ لَا يَنْفَعْ

(۵) فَقِیْرٌ کُلُّ مَنْ یَّطْمَعُ — غَنِیٌّ کُلُّ مَنْ یَّقْنَعُ

☆دَعْ: چھوڑ دو۔☆العیش: زندگی۔☆لاتجمع: تو جمع نہ کر۔☆فلاتدری: پس تم نہیں جانتے۔☆تُصرَع: تم گرادیئے جاؤ گے یا پچھاڑ دیئے جاؤ گے۔(دفن کیے جاؤ گے)۔☆مقسوم: تقسیم شدہ۔☆کُدّ: کوشش۔☆یقنع: قناعت کرتا ہے۔

مطلب:

(۱) دنیا کا لالچ چھوڑ دیجیے۔اسی طرح زندگی میں طمع نہ کیجیے۔یعنی طمع اور لالچ بھی چھوڑ دیجیے۔

(۲) مال اکٹھا نہ کیجیے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم مال کس کی خاطر اکٹھا کرنے میں مصروف ہو۔

(۳) تم نہیں جانتے کہ تم اپنی زمین یا اپنے وطن یا کسی انجان جگہ پہ پچھاڑ دیئے جاؤ گے۔(یعنی فوت ہو جاؤ گے۔)

(۴) پس بے شک رزق (پہلے ہی) تقسیم ہو چکا ہے اور انسان کی کوشش (جو نصیب سے زیادہ حاصل کرنے کے لیے کی جائے وہ) نفع نہیں دیتی۔جو کچھ ملنا ہے وہ قبل از پیدائش ہی لکھ دیا گیا ہے اور جو کچھ لکھ دیا گیا ہے اس سے زیادہ ہرگز نہ مل سکے گا۔اس لیے بے ایمانی،دھوکہ،ٹھگی اور فریب کے ذریعے کسی سے بھی دولت نہ ہتھیایئے۔اس طرح جمع کی گئی دولت کسی کام نہ آئے گی۔بلکہ نقصان وہ ہے کہ اس کا حساب تو تجھے دینا پڑے گا تیرے مرنے کے بعد تیرے کام نہ آئے گا بلکہ یہ بھی تو نہیں جانتا کہ یہ دولت کس کس کے لیے جمع کر رہا ہے۔

(۵) ہر لالچی انسان فقر و فاقہ میں مبتلا رہتا ہے (کیونکہ اسے دولت اکٹھی کرنے کی ہوس ہوتی ہے یہی ہوس و حرص اسے اس دولت سے مستفید نہیں ہونے دیتی اس لیے وہ اکثر تنگیوں ترشیوں میں مبتلا رہتا ہے) اور ہر قناعت کرنے والا انسان غنی ہے۔کیونکہ اسے مزید کچھ اور کی طلب ہی نہیں رہتی جو کچھ میسر آتا ہے اسی پہ صبر و شکر سے گزارہ کر لیتا ہے۔

☆☆☆

پریشان حالی

(۱) قَصْرُ الْجَدِیْدِ اِلٰی بِلًی — وَالْوَصْلُ فِی الدُّنْیَا انْقِطَاعُهٗ
(۲) اَیُّ اجْتِمَاعٍ لَّمْ یُصِرْ — لِتَشَتُّتٍ مِّنْهُ اجْتِمَاعُهٗ
(۳) اَمْ اَیُّ شَعْبٍ لِّلْاِلْتِیَامِ — لَمْ یُفَرِّقْهُ انْصِدَاعُهٗ
(۴) اَمْ اَیُّ مُنْتَفِعٍ بِشَیْءٍ — ثُمَّ تَمَّ لَهٗ انْتِفَاعُهٗ
(۵) یَا بُؤْسُ لِلدَّهْرِ الَّذِیْ — مَا زَالَ مُخْتَلِفًا طِبَاعُهٗ
(۶) قَدْ قِیْلَ فِیْ اَمْثَالِهِمْ — یَکْفِیْکَ مِنْ شَرِّهٖ سَمَاعُهٗ

☆شعب: گھاٹی،شگاف۔☆لم یفرقه: متفرق نہ ہو گیا۔☆منتفع: نفع اٹھاتا۔☆تَمَّ: مکمل ہو گیا۔☆طباع: مزاج۔☆یکفیک: تیرے لیے کافی ہے۔☆قطاعه: اس کی جدائی۔

مطلب:

(۱) ہر نئی چیز کی آخر پرانا پن ہے۔ دنیا میں ملاقات کا (آخر) جدائی ہے۔

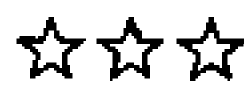
(۲) کون سا اجتماع ہے جو منتشر نہ ہو یعنی ایسا کوئی بھی اکٹھ نہیں جو منتشر نہ ہوا ہو بلکہ نہ ہی کوئی ایسا اجتماع ہوگا۔ جو منتشر نہ ہو۔ یعنی اس دنیا میں ہر نئی چیز نے پرانا ہونا ہے ہر ملاقات ختم ہونی ہے ہر اجتماع نے منتشر ہونا ہے۔

(۳) ایسی کون سی دراڑ ہے جو ختم ہونے کے لیے ہو۔ بلکہ پھٹ کر الگ الگ نہ ہو گیا ہو۔

(۴) ایسا کوئی نہیں جو کسی شے سے نفع حاصل کرتا ہو پھر اس سے اس کا فائدہ حاصل کرنا کامل ہو۔ یعنی اس جہانی فانی کی ہر چیز فانی ہے جس چیز سے نفع حاصل کیا جاتا ہے وہ چیز ہی جب فانی ہے کچھ وقت کے لیے ہے تو اس کا نفع بھی فانی ہے آخر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی چیز سے کسی کو کامل نفع حاصل نہیں ہوتا۔

(۵) اے وہ تکلیف جو زمانے کے لیے ہے جس زمانے کا مزاج ہمیشہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

(۶) تحقیق انہیں کی مثالوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ان کی تکلیفوں کے متعلق صرف سن لینا ہی تیرے لیے کافی ہے مشاہدہ ضروری نہیں ہے۔



بڑی مصیبت کی نشانی

(۱) وَ مِنَ الْبَلَاءِ عَلَى الْبَلَاءِ عَلَامَةٌ ۔۔۔ اَنْ لَّا یُرٰی لَكَ عَنْ هَوَاكَ نُزُوْعٌ

(۲) وَكَفَاكَ مِنْ غَيْرِ الْحَوَادِثِ اَنَّهٗ ۔۔۔ يَبْلَى الْجَدِيْدُ وَ يُحْصَدُ الْمَزْرُوْعُ

☆البلآء علی البلاء: مصیبت پر مصیبت یعنی بڑی مصیبت۔ ☆لا یُرٰی: نظر نہیں آتے۔ ☆هَواك: تیری اپنی خواہش نفسانی سے۔ ☆کفاك: تیرے لیے کافی ہے۔ ☆یُبلی الجدید: نیا بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ ☆یُحْصَدُ المزروغ: جو بویا جاتا ہے کاٹا جاتا ہے۔

مطلب:

(۱) مصیبتوں پہ مصیبت یعنی بڑی مصیبت کی یہ نشانی ہے کہ تم اپنی نفسانی خواہش سے رکتے ہوئے نظر نہیں آ رہے۔ بلکہ نفسیاتی خواہش سے رک نہیں سکتے۔

(۲) حوادث کا بدلتے رہنا ہی تیرے لیے کافی ہے۔ ہر نیا کپڑا اور لباس پھٹا پرانا اور میلا کچیلا ہو جاتا ہے جو بھی بیجا جاتا ہے وہی کاٹ لیا جاتا ہے۔ (اسی لیے محض ظاہرداری اور دنیا کی خاطر اپنی عاقبت برباد نہ کیجیے۔)

فائدہ:

خواہش نفسانی کے متعلق تفصیلات الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی)

میں ملاحظہ فرمائیے۔

بھوک کی فضیلت اور گناہ صغیرہ سے بچنا

(۱) تَجَوَّعْ فَاِنَّ الْجُوْعَ مِنْ عَمَلِ التُّقٰی ۔۔۔ اِنَّ طَوِیْلَ الْجُوْعِ یَوْمًا سَیَشْبَعُ

(۲) وَ جَانِبِ صِغَارَ الذَّنْبِ لَا تَرْکَبَنَّهَا ۔۔۔ فَاِنَّ صِغَارَ الذَّنْبِ یَوْمًا سَیَجْمَعُ

☆تجوع: بھوکارہ۔☆جوع: بھوک۔☆عَمَلِ التُّقٰی: پرہیزگاری کا عمل۔☆طویل: لمبا بمعنی زیادہ عرصہ۔☆صغار الذنب: چھوٹے چھوٹے گناہ، صغیرہ گناہ۔☆لاتر کبنھا: ان کا مرتکب نہ ہو۔☆سیجمع: عنقریب جمع ہو جائیں گے۔

مطلب:

(۱) بھوکا رہ پس بے شک بھوکا رہنا تقویٰ کا عمل ہے اور بے شک طویل عرصہ بھوک میں مبتلا رہنے والا ایک دن آسودہ حال ہوگا۔

(۲) صغیرہ گناہوں سے بھی بچ، صغیرہ گناہوں میں مبتلا نہ ہو کیونکہ صغیرہ گناہ بھی ایک دن اکٹھے ہو کر بڑا ڈھیر بن جائیں گے۔ نیز صغیرہ گناہوں پہ ہمیشگی اختیار کرنا انسان کو کبیرہ گناہوں پہ دلیر کرتی ہے۔

☆☆☆

رحمت حق کی وسعت کا بیان

(۱) ذُنُوْبِیْ اِنْ فَکَّرْتُ فِیْهَا کَثِیْرَةٌ ۔۔۔ وَرَحْمَةُ رَبِّیْ مِنْ ذُنُوْبِیْ اَوْسَعُ

(۲) فَمَا طَمَعِیْ فِیْ صَالِحٍ قَدْ عَمِلْتُهٗ ۔۔۔ وَلٰکِنَّنِیْ فِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اَطْمَعُ

(۳) فَاِنْ یَّكُ غُفْرَانٌ فَذَاكَ بِرَحْمَةٍ ۔۔۔ وَاِنْ یَّکُنِ الْاُخْرٰی فَمَا کُنْتُ اَصْنَعُ

(۴) مَلِیْکِیْ وَ مَعْبُوْدِیْ وَرَبِّیْ وَحَافِظِیْ ۔۔۔ وَاِنِّیْ لَهٗ عَبْدٌ اَقِرُّ وَ اَخْضَعُ

☆فَکَّرْتُ: میں غور و فکر اور تدبر کرتا ہوں۔☆ذنوبی: میرے گناہ۔☆اَوْسَعُ: زیادہ وسیع۔☆فَمَا طمعی: پس مجھے امید نہیں۔☆صالح: نیک اچھے۔☆اطمع: زیادہ امید۔☆غفران: مغفرت، بخشش۔☆اُخْرٰی: دوسرا معاملہ۔☆ملیکی: میرا مالک۔☆معبودی: میرا معبود۔☆رَبِّیْ: میرا رب، میرا پروردگار، میرا پالنے والا۔☆حافظی: میری حفاظت کرنے والا۔

مطلب:

(۱) اپنے گناہوں میں جب میں غور وفکر کرتا ہوں تو میرے گناہ مجھے بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔مگر میرے پروردگار کی رحمت میرے گناہوں سے بھی زیادہ وسیع ہے۔

(۲) تحقیق مجھے اپنے کیے ہوئے صالح اعمال سے اتنی امید نہیں ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت عظیمہ کی بے حد امید ہے۔

(۳) پس اگر گناہوں کی بخشش ہوگی تو یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے ہی مغفرت ہوگی اور اگر مغفرت کے خلاف کوئی معاملہ پیش آ گیا تو پھر اس سلسلے میں میں کیا کرسکتا ہوں یعنی تو پھر میں بے بس ہوں مجبور ہوں میں کچھ نہیں کرسکتا۔

(۴) اللہ تعالیٰ میرا مالک ہے میرا معبود حقیقی ہے اور میرا محافظ ہے اور بے شک میں اس کا بندہ ہوں۔میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے عاجز ہونے کا اظہار کرتا ہوں کہ اپنے مولا کے حضور عاجز بندہ ہوں۔

☆☆☆

شکر گزاری کی فضیلت

(۱) لَكَ الْحَمْدُ اِمَّا عَلٰى نِعْمَةٍ ۔۔۔ وَاِمَّا عَلٰى نِقْمَةٍ تَدْفَعُ

(۲) تَشَآءُ فَتَفْعَلُ مَا شِئْتَهُ ۔۔۔ وَتَسْمَعُ مِنْ حَيْثُ لَا يُسْمَعُ

☆لك الحمد: تیری حمد تیرے لیے حمد، یعنی تیرا شکر ہے۔☆تدفع: تو دفع کرے گا، تو ختم کردے گا، تو ہٹادے گا۔

☆تَشَآء: تو چاہتا ہے۔☆تفعل: تو کر لیتا ہے۔☆تسمع: تو سن لیتا ہے۔

مطلب:

(۱) یا اللہ جل جلالہ! تیرا شکر ہے اس نعمت پہ کہ جو نعمت ہر حال میں واجب ہے یا اس تکلیف کے دور کرنے کا کیونکہ مجھے پہنچنے والی ہر تکلیف تو ہی دور کرتا ہے اور تُو ہی دور کرے گا۔

(۲) یا اللہ جل جلالہ! تو جو کچھ چاہتا ہے وہ سب کچھ کر لیتا ہے (کیونکہ تو علی کل شیءٍ قدیر ہے) اور تو سن لیتا ہے جہاں کچھ بھی نہیں سنا جاسکتا۔(کیونکہ تو ذاتی طور پر سمیع وبصیر ہے)

☆☆☆

مناجات

(۱) لَكَ الْحَمْدُ يَا ذَا الْجُوْدِ وَالْمَجْدِ وَالْعُلٰى ۔۔۔ تَبَارَكْتَ تُعْطِىْ مَنْ تَشَآءُ وَ تَمْنَعُ

(۲) اِلٰهِىْ وَ خَلَّاقِىْ وَحِرْزِىْ وَمَوْئِلِىْ ۔۔۔ اِلَيْكَ لَدَى الْاِعْسَارِ وَالْيُسْرِ اَفْزَعُ

(۳) اِلٰهِىْ لَئِنْ جَلَّتْ فَجَمَّتْ خَطِيْئَتِىْ ۔۔۔ فَعَفْوُكَ عَنْ ذَنْبِىْ اَجَلُّ وَاَوْسَعُ

(۴) اِلٰهِی لَئِنْ اَعْطَیْتُ نَفْسِیْ سُؤْلَهٗ فَهَا اَنَا فِیْ رَوْضِ النَّدَامَةِ اَرْتَعُ
(۵) اِلٰهِیْ تَرٰی حَالِیْ وَفَقْرِیْ وَ فَاقَتِیْ وَاَنْتَ مُنَاجَاتِیْ الْخَفِیَّةَ تَسْمَعُ
(۶) اِلٰهِیْ فَلَا تَقْطَعْ رَجَآئِیْ وَلَا تُزِغْ فُؤَادِیْ فَلِیْ فِیْ سَیْبِ جُوْدِكَ مَطْمَعُ

☆العلیٰ : بلندی والا ☆تبارکتَ : تو برکت والا۔ ☆تعطی : تو دیتا ہے۔ ☆من تشاء : چاہتا ہے۔ ☆الیسر : کشادگی۔ ☆ بلندی والا ☆خطیتی : میرے گناہ۔ ☆عفوك : تیرا گناہوں کو معاف کرنا۔ ☆ذنبی : میرے گناہ۔ ☆اجل : زیادہ بڑا۔ ☆اوسع : زیادہ وسیع۔ ☆روض : باغ۔ ☆فقری و فاقتی : میرے فقر وفاقہ۔ ☆مناجاتی : میری مناجات۔ ☆ تَسْمَعُ : تو سنتا ہے۔

مطلب:

(۱) اے حقیقی اور ساری کائنات سے بڑھ کر سخی داتا اور نہایت بلندیوں کے مالک مولا تمام برکتوں کا مالک تو ہی ہے جسے جو کچھ چاہتا ہے وہ سب کچھ عطا فرماتا ہے۔ جسے نہیں عطا فرمانا چاہتا اسے تو نہیں عطا فرماتا۔

(۲) اے اللہ تو ہی میرا معبود ہے تو ہی میرا پیدا کرنے والا اور میرے لیے پناہ کا مقام، سب تنگی اور کشادگی جیسی بھی حالت ہو ہر حال میں تیری طرف ہی پناہ تلاش کرتا ہوں۔

(۳) الٰہی! اس کے باوجود کہ میرے گناہ بہت بڑے بڑے اور بہت زیادہ ہیں۔ مگر تیری بخشش اور درگزر فرمانا میرے گناہوں کی نسبت بہت بڑا اور بہت کشادہ ہے۔

(۴) الٰہی! اگر اپنے نفس کو میں نے اس کی طلب کے مطابق دلی تمنا پوری کی ہے۔ پس اب شرمندگی کے باغ میں بھی تو اب میں ہی چرتا پھر رہا ہوں یعنی نفس کو من پسند آرزو پوری کرنے کی وجہ سے اب شرمندگی میں بھی تو مجھے ہی مبتلا ہونا پڑ رہا ہے۔ اب ندامت کے آنسو بھی تو میں ہی بہا رہا ہوں۔

(۵) الٰہی! تو میری حالت کو دیکھ رہا ہے اور میرے فقر وفاقہ سے بھی خوب واقف ہے اور تو میری خفیہ دعاؤں کو بھی سنتا ہے۔

(۶) پس میرے اللہ! میری امید نہ توڑ، میرا دل ٹیڑھا نہ کر کیونکہ مجھے تیرا فیض جاری رہنے کی امید ہے۔

(۱) اِلٰهِیْ اَجِرْنِیْ مِنْ عَذَابِكَ اِنَّنِیْ اَسِیْرٌ ذَلِیْلٌ خَآئِفٌ لَكَ اَخْضَعُ
(۲) اِلٰهِیْ فَاٰنِسْنِیْ بِتَلْقِیْنِ حُجَّتِیْ اِذَا كَانَ لِیْ فِی الْقَبْرِ مَثْوًی وَّ مَضْجَعُ
(۳) اِلٰهِیْ لَئِنْ عَذَّبْتَنِیْ اَلْفَ حِجَّةٍ فَحَبْلُ رَجَآئِیْ مِنْكَ لَا یَتَقَطَّعُ
(۴) اِلٰهِیْ اَذِقْنِیْ طَعْمَ عَفْوِكَ یَوْمَ لَا بَنُوْنٌ وَّ لَا مَالٌ هُنَالِكَ یَنْفَعُ
(۵) اِلٰهِیْ اِذَا لَمْ تَرْعَنِیْ كُنْتُ ضَآئِعًا وَ اِنْ كُنْتَ تَرْعَانِیْ فَلَسْتُ اُضَیَّعُ

☆اجرنی : مجھے پناہ دے۔ ☆عذابك : اپنے عذاب سے۔ ☆اسیر : قیدی۔ ☆خائفٌ : خوف زدہ۔ ☆حُجَّتِیْ :

اپنی دلیل۔ ☆عذبتنی: تو نے مجھے عذاب دیا۔ ☆الف: ہزار سال۔ ☆حبل: رسی۔ ☆اذقنی: مجھے چکھا۔ ☆کُنتُ ضائعا: میں ضائع ہو جاؤں گا۔ ☆فلستُ اُضیع: پس میں ضائع نہیں ہو سکتا۔

مطلب:

(۱) میرے مولا! مجھے اپنے عذاب سے پناہ عطا فرما کیونکہ بے شک میں قیدی، رسوا، ڈرا ہوا تیرے حضور عاجزی کرتا ہوں۔

(۲) اے میرے معبود! جب میرا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ قبر ہو اس وقت بھی مجھے اپنی دلیل کی تلقین سے نواز۔

(۳) میرے مولا! اگر تو مجھے ہزار سال بھی عذاب میں رکھے تو پھر بھی میری امید کی رسی تجھ سے نہیں ٹوٹے گی۔ بلکہ تجھ سے ہی امید ہے کہ تو مجھے اس سے نجات عطا فرمائے گا۔

(۴) اے میرے معبود! جس دن اولاد اور مال کچھ بھی میرے کام نہ آئے تو اس دن بھی مجھے عفو کا مزہ چکھانا۔

(۵) یا اللہ! اگر تو نے میرے متعلق رعایت سے کام نہ لیا تو میں ضائع ہو جاؤں گا (میں بربادی کے گڑھے میں جا گروں گا) اور اگر تو میری رعایت فرما دے گا تو پھر میں ضائع ہرگز نہیں ہو سکتا۔

فائدہ:

جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دعائیہ اشعار میں بیان کیا ہے ویسے ہی الفاظ اگر ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہیں گے تو گستاخی ہوگی۔ دیکھیے ان میں سے بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ہم لاکھ گنہگار و خطا کار سہی ہم میں سے اپنے بارے میں کسی کی زبان سے کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں اپنی بے عزتی اور توہین سمجھتے ہیں اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کو عام بشر کی مانند سمجھتے ہیں اور بشر بشر کی رٹ لگاتے ہیں ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ دیکھیے انہیں اللہ تعالیٰ نے بشر کہا اور خود انہوں نے بھی اپنے آپ کو بشر کہا ہے اسی طرح اگر ہم بشر بشر کہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بعض لوگ بڑی ہی غلیظ گفتگو کرتے ہیں اور دلیل وہی دعائیہ کلمات کو بناتے ہیں کہ دیکھیے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے بارگاہ حق میں عرض کیا تھا کہ **ربنا ظلمنا انفسنا** اب دیکھیے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے عرض کیا **ربنا ظلمنا انفسنا** کیا ہم میں سے کوئی شخص حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ظالم ہونے کا فتویٰ دے سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام کو عام بشروں کی مانند سمجھنا نا صرف نادانی بلکہ انبیائے کرام کے سلسلے میں بشر بشر کی رٹ لگانا طریقہ کفار ہے اس لیے طریقہ کار اپنانا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر کہنا طریقہ کفار ہے:

قرآن مجید میں ہے:

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ق صلے الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ق صلے هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج

اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ٥ (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء ۳)

اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت کی کہ یہ کون ہیں ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔ (کنز الایمان شریف)

حضرت نوح علیہ السلام کو قوم نے بشر کہا:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝

(پ ۱۸ اسورۃ المومنون: ۲۴)

تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں نہ سنا۔ (کنزالایمان شریف)

کافر سرداروں نے نبی کو بشر کہا:

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ یَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ۙ (پ ۱۸ اسورۃ المومنون: ۳۳)

اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔ (کنزالایمان شریف)

وَ لَىٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ (پ ۱۸ اسورۃ المومنون: ۳۴)

اور اگر تم اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔ (کنزالایمان شریف)

فرعونیوں نے حضرت موسیٰ و ہارون کو بشر کہا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو لے کر فرعون اور درباریوں کی طرف گئے تو انہوں نے غرور کیا اور کہنے لگے۔

فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ۚ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ ۝ (پ ۱۸ اسورۃ المومنون: ۴۷-۴۸)

تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کیے ہوؤں میں ہو گئے۔ (کنزالایمان شریف)

فائدہ:

اسی طرح مزید آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کو عام بشروں جیسے بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر بشر کہتے نہیں تھکتے گویا انہیں سوائے عام بشر سے بڑھ کر کسی پہلو سے بھی آپ کی شان نظر نہیں آتی یہ ان کی اس نظر کا قصور ہے۔ مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی جو جو عظمتیں بیان ہوئی

ہیں ان تمام کو کما حقہ بیان کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں بہرحال اس سلسلے میں علمائے اہلسنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجیے خصوصاً حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (شان حبیب الرحمٰن) کا مطالعہ کیجیے۔

(۱) اِلٰهِیْ اِذَا لَمْ تَعْفُ عَنْ غَیْرِ مُحْسِنٍ — فَمَنْ لِمُسِیْءٍ یَتَمَتَّعُ

(۲) اِلٰهِیْ لَئِنْ فَرَّطْتُ فِیْ طَلَبِ التُّقٰی — فَهَا اَنَا اِثْرَ الْعَفْوِ اَقْفُوْ وَاَتْبَعُ

(۳) اِلٰهِیْ ذُنُوْبِیْ بَذَّتِ الطَّوْدَ وَاعْتَلَتْ — وَصَفْحُكَ عَنْ ذَنْبِیْ اَجَلُّ وَاَرْفَعُ

(۴) اِلٰهِیْ لَئِنْ اَخْطَاْتُ جَهْلًا فَطَالَمَا — رَجَوْتُكَ حَتّٰی قِیْلَ مَا هُوَ یَجْزَعُ

(۵) اِلٰهِیْ یُنَجِّیْ ذِكْرُ طَوْلِكَ لَوْعَتِیْ — وَذِكْرُ الْخَطَایَا الْعَیْنَ مِنِّیْ یُدَمِّعُ

(۶) اِلٰهِیْ اَقِلْنِیْ عَثْرَتِیْ وَامْحُ حَوْبَتِیْ — فَاِنِّیْ مُقِرٌّ خَائِفٌ مُتَضَرِّعُ

☆لَمْ تَعف: تو معاف نہ کرے۔☆غیر محسن: غیر نیکوکار یعنی خطا کار، گنہگار۔☆یتمتع: جو فائدہ اٹھاتا ہے۔ ☆ھَوٰے: خواہش نفسانی۔☆طلب التقے: تقویٰ و پرہیز گاری کی طلب۔☆اثر: پیچھے۔☆اثر العفو: عفو کے پیچھے۔☆ اخطاتُ: میں نے غلطی سے۔☆جھلاً: نادانی سے۔☆رجوتك: تیری امید رکھی ہے۔☆ینجی: نجات۔☆ گناہوں۔☆ عین منی: میری آنکھوں سے۔☆قلنی: اقالہ، درگزر کرنا، معاف کرنا، یعنی مجھے معاف فرما۔☆وامح: مٹادے۔

(۱) یا اللہ اگر تو غیر محسنین کو معافی سے نہ نوازے یعنی گنہگاروں اور خطا کاروں کی معافی نہ کرے تو اس نفسانی خواہش سے فائدہ اٹھانے والے بدکار کا کون ہوگا؟

(۲) مولا کریم! اگر میں تقویٰ و پرہیز گاری کی تلاش کے سلسلے میں کمی کا مرتکب ہوا ہوں تو اب عفو کے پیچھے پیچھے بھی تو میں ہی بھاگ رہا ہوں۔

(۳) یا اللہ! میرے گناہ پہاڑوں سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔ مگر تیرا معاف کر دینا میرے پہاڑوں سے بھی بڑے اور بلند گناہوں سے بھی زیادہ بڑا اور بلند ہے۔

(۴) اگر میں اپنی خطا کی بنا پر نادانی میں مبتلا ہوا ہوں تو میں نے اکثر تیری امید رکھی ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی طرف سے مجھے یہ کہا گیا کہ اسے کوئی گھبراہٹ نہیں۔ بلکہ یہ تو پرسکون ہے

(۵) یا اللہ! تیرے احسان کو یاد کرنا میری جلن تکلیف اور میرے رنج کو دور کر دیتا ہے اور میرا گناہوں کو یاد کرنا میری آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے۔

(۶) یا اللہ! میری خطاؤں کو معاف فرمادے اور میرے گناہ محو کردے پس میں خوف کی حالت میں عاجزی اختیار کرتے ہوئے اپنی خطاؤں اور گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

(۱) اِلٰهِیْ اَنِلْنِیْ مِنْكَ رَوْحًا وَّ رَحْمَةً — فَلَسْتُ سِوٰی اَبْوَابِ فَضْلِكَ اَقْرَعُ

(۲) اِلٰهِیْ لَئِنْ اَقْصَیْتَنِیْ اَوْ اَهَنْتَنِیْ — فَمَنْ ذَا الَّذِیْ اَرْجُوْا وَمَنْ یَّشْفَعُ

(۳) اِلٰهِیْ لَئِنْ خَیَّبْتَنِیْ اَوْ طَرَدْتَنِیْ — فَمَا حِیْلَتِیْ یَارَبِّ اَمْ كَیْفَ اَصْنَعُ

(۴) اِلٰهِیْ حَلِیْفُ الْحُبِّ بِاللَّیْلِ سَاهِرٌ ۔۔۔ یُنَاجِیْ وَ یَدْعُوْا وَالْمُغَفَّلُ یَهْجَعُ
(۵) وَ کُلُّهُمْ یَرْجُوْ نَوَالَكَ رَاجِیًا ۔۔۔ بِرَحْمَتِكَ الْعُظْمٰی وَ فِی الْخُلْدِ یَطْمَعُ
(۶) اِلٰهِیْ یُمَنِّیْنِیْ رِجَآئِیْ سَلَامَةً ۔۔۔ وَ قُبْحُ خَطِیْئَاتِیْ عَلَیَّ یُشَنِّعُ

☆ابواب: باب کی جمع، دروازے۔☆فضلك: تیرا فضل وکرم۔☆اَقْصَیْتَنِیْ: تونے مجھے دور کیا۔☆اَهَنْتَنِیْ: میری توہین کی۔☆ارجوا: میں امید رکھوں۔☆یشفع: سفارش کرے۔☆حیلتی: میرے لیے تدبیر، میرے لیے حیلہ۔☆حب: محبت۔☆لیل: رات۔☆یدعوا: دعائیں مانگتے ہیں۔☆مغفل: غافل پڑا۔☆کلهم: سب کے سب، تمام، سارے۔☆یرجوا: امید رکھتے ہیں۔☆راجیا: امیدوار، سائل۔☆عظمی: بڑی۔☆خلد: بہشت، جنت، ہمیشہ رہنے والی جگہ۔☆قبح: خرابی۔☆خطیئاتی: میرے گناہوں۔

مطلب:

(۱) اے میرے معبود! مجھے اپنی جناب سے خوشی اور مہربانی عطا فرمادے اس لیے کہ تیرے فضل وکرم کے دروازوں کے سوا میں کوئی اور دروازہ نہیں کھٹکھٹاؤں گا۔

(۲) یا اللہ! اگر تونے مجھے (اپنے فضل وکرم) والے دروازے سے دور کر دیا۔ اپنے فضل وکرم والے دروازے سے ہٹا دیا۔ یا میری اہانت کی تو یا اللہ تعالیٰ! مجھے بتا تو سہی کہ کون ہے جس سے میں امید رکھوں کہ وہ مجھ پہ فضل وکرم کرے گا۔ میرے متعلق کون سفارش کرے گا۔ یعنی یا اللہ ایسا کوئی نہیں ہے اسی لیے مجھے اپنے فضل وکرم کے دروازے سے نہ ہٹا۔ اگر تو نے مجھے کامیاب نہ کیا بلکہ ناکام و نامراد کر دیا اور راندۂ درگاہ کر دیا تو میرے حق میں کوئی بھی سفارشی نہ ہوگا۔

(۳) مولا کریم! تو میرے لیے (تیرے قریب ہونے کا) کیا طریق ہے یعنی ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح اگر تو نے مجھے اپنی بارگاہ سے دور کر دیا تیرے قرب سے نوازا جاؤں کامیاب ہو جاؤں اور تیری بارگاہِ حق تک رسائی حاصل کر سکوں اس لیے اے رب! میں کیا کروں؟ مولا کریم مجھے وہ طریقہ بتادے۔

(۴) مولا کریم! محبت کی پابندی، پچھلی رات کے جاگنے کو اختیار کرتا ہے دعائیں بھی مانگتا ہے مناجات بھی کرتا ہے اور غافلانہ حالت میں سویا بھی رہتا ہے۔

(۵) ان سب حالتوں میں مگن انسان سبھی تیری مہربانیوں کی امید رکھتے ہیں۔ تیری رحمت اور جنت الخلد کے متمنی ہیں۔

(۶) مولا کریم! میری امید مجھے سلامتی کی امید دلاتی ہے۔ جبکہ میرے گناہوں کی قباحت میری برائی کرتی ہے اور مجھ پہ عیب لگاتی ہے۔

(۱) اِلٰهِیْ فَاِنْ تَغْفِرْ فَعَفْوُكَ مُنْقِذِیْ ۔۔۔ وَاِلَّا فَبِالذَّنْبِ الْمُدَمِّرِ اُصْرَعُ
(۲) اِلٰهِیْ بِحَقِّ الْهَاشِمِیِّ وَاٰلِهٖ ۔۔۔ وَ حُرْمَةِ اَبْرَارٍ هُمْ لَكَ خُشَّعُ
(۳) اِلٰهِیْ فَانْشُرْنِیْ عَلٰی دِیْنِ اَحْمَدٍ ۔۔۔ مُنِیْبًا تَقِیًّا قَانِتًا لَكَ اَخْضَعُ
(۴) وَلَا تَحْرِمَنِّیْ یَا اِلٰهِیْ وَ سَیِّدِیْ ۔۔۔ شَفَاعَتَهُ الْکُبْرٰی فَذَاكَ الْمُشَفَّعُ

(۵) وَصَلِّ عَلَيْهِ مَادَعَاكَ مُوَحِّدٌ وَنَاجَاكَ أَخْيَارٌ بِبَابِكَ رُكَّعٌ

☆تغفر: تو بخش دے۔☆عفوك: تیرا عفو و درگزر۔☆ابرار: نیکوں۔☆لك خُشَّعٌ: تیرے سامنے عاجزی کرتا ہے۔☆فَانْشُرْنِیْ: پس تو مجھے اٹھا۔☆نقیًا: پاک صاف۔☆قانتًا: مطیع و فرمانبردار۔☆اَخْضَعُ: ڈرنے والا۔☆لَا تَحْرِمْنِیْ: محروم نہ کر۔☆شَفَاعَتُهُ الْكُبْرٰی: ان کی بڑی شفاعت۔☆صَلِّ: رحمت بھیج۔☆دَعَاكَ: تجھ سے دعا کرتے، تجھے پکارے۔☆مُوَحِّدٌ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو ایک ماننے والا، پکا مسلمان سچا مسلمان۔☆اَخیار: نیک اور فرمانبردار۔☆بابك: تیرا دروازہ۔

مطلب:

(۱) اے میرے اللہ! پس اگر تو مجھے بخشش سے نواز دے تو تیرا عفو و کرم ہی مجھے نجات عطا فرما سکتا ہے۔ ورنہ ہلاک کرنے والے گناہوں کی شامت کی بنا پر (تیری رحمت سے) بچھڑ کر دور جا پڑوں گا۔

(۲) یا اللہ! بحق ہاشمی رسول مکرم اور آپ کی آل مبارک اور ابرار کی حرمت کے حق سے تیری بارگاہ میں عاجزی اختیار کر رہا ہوں۔

(۳) قیامت کے دن تو مجھے مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین پہ اٹھنے کی توفیق عطا فرما۔ قیامت کے دن میرے اٹھنے کا نقشہ اور میرے اٹھنے کی کیفیت یہ ہو کہ جب میں اٹھ رہا ہوں تو میں تیری طرف توجہ کیے ہوئے ہوں، پاک صاف مطیع و فرمانبردار اور تجھ سے ڈرنے والے کی کیفیت میں ہوں۔

(۴) اے میرے مولا اور میرے مالک! تو مجھے شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے قیامت کے دن محروم نہ کرنا کہ آپ مستجاب الشفاعت ہیں۔

(۵) آپ پر اس وقت درود بھیجتا رہ کوئی بھی موحد جب تک تجھے پکارتا رہے۔ اور جب تک تیرے مقدس دروازے پہ نیک بندے اور تیرے فرمانبردار بندے دعائیں مانگتے ہیں۔

شفاعت:

یہاں شفاعت کی طلب کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ مجھے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے محروم نہ کر بلکہ مجھے آپ کی شفاعت کبریٰ سے مستفید فرمانا۔ یا اللہ! محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ سے عظیم فوائد پہنچانا کیونکہ آپ مستجاب الشفاعت ہیں۔

واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حق ہے۔ آپ کی شفاعت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہاں آپ کی شفاعت مومنین کے حق میں قبول ہوگی۔ سب سے پہلے آپ شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت کے بعد قرآن مجید، ماہ رمضان المبارک اور بزرگان دین کی شفاعت کو بھی شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کا دروازہ آپ ہی کھولیں گے۔ باقی سب شفاعتیں بعد میں ہوں گی۔ اس سلسلے میں بے شمار احادیث مبارکہ ہیں۔

☆☆☆

مفید نصیحتیں

(۱) قَدِّمْ لِنَفْسِكَ فِي الْحَيٰوةِ تَزَوُّدًا ۔۔۔ فَغَدًا تُفَارِقُهَا وَاَنْتَ مُوَدَّعُ
(۲) واهْتَمَّ لِلسَّفَرِ الْقَرِيْبِ فَاِنَّهُ ۔۔۔ اَنَاىٰ مِنَ السَّفَرِ الْبَعِيْدِ وَاَشْسَعُ
(۳) وَاجْعَلْ تَزَوُّدَكَ الْمَخَافَةَ وَالتُّقٰى ۔۔۔ وَكَانَ حَتْفَكَ مِنْ مَّسَائِكَ اَسْرَعُ

☆قَدِّم: پہلے،آگے۔☆لنفسك: اپنے لیے۔☆حیٰوۃ: زندگی۔☆تُفَارِقُهَا: تو اسے چھوڑ دے گا۔☆وَاهْتَمّ: تو اہتمام کر۔☆لِلسَّفَرِ القریب: قریبی سفر۔☆اَنَایٰ: ناء یٌ سے بمعنی دور ہونا۔☆سفر البعید: دوروالا سفر۔☆وَاجْعَلْ: اور بنادے۔☆تَزَوُّدَ: زادِراہ،توشہ،راستے کا خرچ۔☆التُّقٰی: تقویٰ،پرہیز گاری۔☆اَسْرَعُ: جلدی۔

مطلب:

(۱) آخرت کے سلسلے میں اپنے لیے اپنی زندگی میں ہی زادِراہ پہلے بھیج دے کیونکہ کل جب تو دنیا کو چھوڑ دے گا تو تجھے رخصت کیا جائے گا اور تجھے الوداع کہا جائے گا۔
(۲) نزدیک والے (موت) کے سفر کا خصوصی بندوبست کر لے کیونکہ وہ دور والے (آخرت) کے سفر سے بہت فاصلے پر ہے۔
(۳) (اس سلسلے میں) خوفِ خدا اور تقویٰ و پرہیز گاری کو اپنا زادِراہ اختیار کر۔ یوں سمجھ جیسے شام سے بھی پہلے تیری موت آنے والی ہے۔

زندگی میں زاد راہ کی تیاری:

پہلے شعر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اے انسان اس دنیا سے ہر حال میں جانا پڑے گا اس لیے یہاں سے جانے کی تیاری میں مصروف رہ۔ یہاں سے جانے کے لیے زادِراہ اسی دنیا میں ہی اکٹھا کر لے۔ جو کچھ یہاں سے تیار کرے گا وہی زادِراہ کام آئے گا اپنی زندگی میں ہی آخرت کے لیے کام آئے گا قرآن مجید میں ہے کہ:

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَالْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰكَ مَالْقَارِعَةُ ۭ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ (سورۃ القارعہ)

ترجمہ کنزالایمان: دل دہلانے والی کیا وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔ جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی ہوئی اون تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہوں گے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَاهِيَهْ ۝ ۭ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے ایک آگ شعلہ مارتی (سورۃ القدر)

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ

اَشْتَاتًا۵لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۵ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۵ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۵ (پ۳۰ سورۃ زلزال:۶ تا۸)

ترجمہ کنزالایمان شریف: اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کام کیا دکھائیں جائیں تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

صلہ رب کے پاس:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُالْبَرِیَّةِ ۵ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط رَضِیَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۵ (پ۳۰ سورۃ البینۃ:۷تا۸)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

خلاصہ شعر:

یہ کہ اے انسان آخرت کے لیے زادراہ (دنیا میں نیکیاں کر یعنی اعمال صالح) اختیار کر یہی اعمال صالح آخرت میں تیرے کام آئیں گے اور یہی اعمال صالح تیرے لیے زادراہ ہیں انہیں اختیار کر یہ زادراہ تو دنیا میں رہتے ہوئے ہی بھیج سکتا ہے جب مر گیا تو پھر زادراہ کے لیے موقع ہاتھ نہ آئے گا اس لیے جتنا ممکن ہے زادراہ کے سلسلے میں بہت سے کام کرلے جب تو دنیا سے رخصت ہوگا تو پھر تجھے یہاں سے رخصت کر دیا جائے گا تجھے نیکیاں کرنے کا موقع نصیب نہ ہوگا۔ اگر دنیا میں رہتے ہوئے زادراہ نے غفلت شعاری میں مبتلا ہو کر وقت برباد کر بیٹھا نیکیاں جمع نہ کر سکا تو پھر قیامت کے دن سوچوں کی گھمن گھیری میں مستغرق ہوگا مگر سہوا کاٹا گیا نہیں ہوگا رب کائنات کا فرمان ذیشان ہے کہ:

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۵ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۵ وَجِایْٓءَ
یَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ لا یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰی ۵ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ
قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۵ (پ۳۰ سورۃ الفجر:۲۱تا۲۴)

ترجمہ کنزالایمان شریف: ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار در قطار اور اس دن جہنم لائی جائے اس دن آدمی سوچے گا اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔

ہر جان جان لے گی:

وَاِذَا الْقُبُوْرُ هُمْ بُعْثِرَتْ ۵ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۵ (پ۳۰ سورۃ
الانفطار:۴۔۵)

جب قبریں کریدی جائیں گی ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے۔

فائدہ:

ارے انسان تجھے سمجھانے کے لیے اس سے بڑھ کر کس طریقے سے سمجھایا جائے فلہٰذا آج وقت ہے سنبھل جا ورنہ ساری زندگی بربادی کی نظر ہوگئی تو کل کلاں قیامت کے دن کا پچھتاوا تیرے لیے قطعاً مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ عذاب پر عذاب ثابت ہو گا۔اس لیئے آج وقت ہے سنبھل جا

قریبی سفر کے لیے اہتمام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نصیحت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ ارے انسان! غفلت ترک کردے۔ تیرے لیئے فائدہ غفلت کے ترک میں ہے تیرے سامنے دو سفر ہیں ان میں سے ایک سفر تو تیرے قریب ہے اس کے وقت کا بھی کوئی پتہ نہیں کس وقت بھی تو موت کا شکار ہو جائے گا اس سفر کے لیے تیاری کر زندگی کا ایک لمحہ بھی تباہی و بربادی کا شکار نہ ہونے دے جب تو موت کا شکار ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں مصروف ہو۔ایسی سوچ اور فکر کے لیے لازم ہے کہ تو ایسا کوئی لمحہ نہ گزار کہ جس میں تو گناہوں کی طرف رغبت کرے اور نہ ہی تو گناہوں میں مبتلا ہو بلکہ تیری زندگی کا ہر حال اور لمحہ اللہ و رسول اللہ کی اطاعت میں گزرے۔اس لیے ہر لمحہ اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے بچا اور نیکیوں میں مصروف رکھ۔

دور والا سفر:

موت کے بعد تیرے سامنے قیامت کے دن کا سفر ہوگا۔تیری دنیوی زندگی ہی تیرے لیے آخرت کے دن یعنی قیامت کے دن کے سلسلے میں تیاری ہے۔اگر تو نے دنیا کی زندگی میں نیکیوں کی بہاریں جمع کرتا رہا تو سمجھ لے کہ یہ تیری تیاری آخرت کے لیے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔بہر حال فی الحال تیرے سامنے موت کا سفر ہے۔ اس کی تیار کر اس کے بعد قیامت کا سفر ہوگا جو موت کے بعد ہے موت کے سفر اور قیامت میں کافی سفر ہے۔

زاد راہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ارے انسان! تیرے لیے زاد سفر کوئی دنیوی ساز و سامان نہیں۔ بلکہ دو چیزیں ہیں(ا) خوف خدا اور تقویٰ۔ان دو چیزوں کو اپنا زاد راہ بنالے۔

موت دور نہیں:

ارے انسان موت تجھ سے دُور نہیں۔ یہ مت سمجھ کہ ابھی تو میں جوان ہوں کئی جوانوں کی مستانی جوانیاں موت کو نہ روک سکیں کئی بادشاہوں کی افواج موت کے آگے بند نہ باندھ سکیں۔ڈاکٹروں کی فوج موت سے بچنے کا علاج نہ تلاش کر سکی۔موت دور نہیں بلکہ اسے اپنے سر پہ سمجھ کسی شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے کہ

کہندی قبر غافل دے وے موت سر تے کھڑی

محمد اعظم چشتی نے کیا خوب بیان کیا ہے کہ

ایہہ دنیا نہیں منزل ساڈے، ساڈے دور دراز بیرے
ملک فلک سب ہیٹھاں وسدے ساڈی دنیا ہور اُتیرے
لا ہوتی پرواز اساڈی ، ساڈے رتبے بہت اُجیرے
اعظم اصل مقام اوہ ساڈا، جتھے ذات قدیم دے ڈیرے
کلیات اعظم ص ۴۵۷

اساں اپنا دیس بھلایا:

اس دنیا نے موہ لیا سانوں، نالے اصلوں دور ہٹایا
قدم قدم تے جال حسن دا ، ساڈے رستے ونث وچھایا
دیس پرائے دے وچ آ کے ، اساں اپنا دیسؐ بھلایا
اعظم اوہ مقام اسانوں ، اجے تیکر ہتھ نہ آیا
(کلیات اعظم ص ۴۵۷)

موت شام سے جلد آنے والی ہے : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے زندگی بے انتہا وسیع نہیں ہے کہ تو موت سے غافل ہو جائے بلکہ موت تو کسی بھی وقت آ جائے گی۔ موت کو نہ بھول بلکہ موت تو شام سے بھی جلد آنے والی ہے یہ شام بھی محض قلیل وقت کو ظاہر کرنے کے لیے بیان فرمایا یعنی موت کی آمد دور مت جان یہ بھی ممکن ہے کہ جو سانس آیا ہے وہ واپس ہونے تک بھی زندگی رہی گی یا نہیں۔ سانس چل رہا ہے یہ مکمل ہونے تک ممکن ہے زندگی کی بساط لپیٹ دی جائے اور موت وارد ہو جائے۔ اس لیے موت سے غافل نہ ہو۔

قناعت بے نیازی ہے

(۱) وَاقْنَعْ بِقُوْتِكَ فَالْقَنَاعُ هُوَالْغِنٰى ۔۔۔ وَالْفَقْرُ مَقْرُوْنٌ بِمَنْ لَّا يَقْنَعُ

☆ قُوْتِكَ : اپنی روزی۔ ☆ وَاقْنَعْ : اور قناعت کر۔ ☆ غِنٰى : تونگری، دولت مندی، بے نیازی، بے پرواہی وغیرہ۔
☆ لَا يَقْنَعُ : قناعت نہیں کرتا تھوڑی چیز پر راضی اور خوش نہیں رہنا، جو کچھ میسر آ جائے اس پہ راضی نہیں رہتا۔

مطلب:

صرف ضرورت کے مطابق رزق پر ہی قناعت اختیار کر کیونکہ قناعت ہی غنیٰ ہے جو شخص قناعت پسند نہیں اس کے لیے فقر وفاقہ لازمی امر ہے۔ یعنی جو شخص قناعت اختیار نہیں کرتا وہ فقر وفاقے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر فقر وفاقہ کی بلا سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو قناعت کو اپنا۔ قناعت اپنانے سے انسان کو بے نیازی کی دولت ہاتھ آتی ہے۔ تفصیلات کے لیے الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

کمینوں کی صحبت سے پرہیز کر

(۱) وَاحْذَرْ مُصَاحِبَةَ اللِّئَامِ فَإِنَّهُمْ ۔۔۔ مَنَعُوْكَ صَفْوَ وِدَادِهِمْ وَتَصَنَّعُوْا
اَهْلُ الْمَوَدَّةِ مَا اَنِلْتَهُمُ الرِّضٰى ۔۔۔ وَاِذَا مَنَعْتَ فَسَمُّهُمْ لَكَ مُنْقَعُ

☆واحذر : اور ڈر، اور پرہیز کر، اور بچ۔ ☆مصاحبة: صحبت، ہم نشینی، ساتھ رہنا، ساتھ اٹھنا ساتھ بیٹھنا۔ ☆اللِّئَامِ: کمینوں، لئیم کی جمع لئیم وہ کنجوس جو نہ خود کھائے اور نہ ہی دوسروں کو دے، کمینہ، سفلہ۔ ☆تَصَنَّعُوْا: تصنع اور بناوٹ سے کام لیں گے، دکھلاوا کریں گے، تکلیف کریں گے، مکروفریب کریں گے۔ ☆منعتَ: تو روک دے گا۔ ☆سَمُّهُمْ: ان کا زہر۔ ☆منقع: انقاع سے بمعنی تر کرنا، سیراب کرنا۔

(۱) کمینوں کے پاس صحبت اختیار کرنے سے بچ کیونکہ کمینے تجھ سے کھری یعنی صاف ستھری محبت نہیں کریں گے بلکہ محض دکھاوے والی بات کریں گے۔

(۲) تو جب تک کمینوں کو خوش رکھے گا وہ تیرے ساتھ محبت کا دعویٰ اور ظاہری طور پر محبت کرتے رہیں گے اور جب ان سے عطیات بند کرے گا پس فوراً تیرے لیے ان کا زہر تیر کیا ہوا تیار ہوگا (فوراً اس زہر کے تجربات تجھ پہ کردیں گے)

فائدہ:

اس لیے آج کل کی ظاہری دنیوی دوستیوں سے بچنا چاہیے کیونکہ گمراہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں بلکہ اپنے دوستوں کو بھی لے ڈوبتے ہیں۔ ایسے بدطینت دوست نہ دوستوں کی دوستی کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ ہی عزیز رشتے داروں کی رشتہ داری کا خیال کرتے ہیں بس اپنی بدفطرتی میں ہی ہمہ وقت ڈوبے رہتے ہیں۔

☆☆☆

راز کی حفاظت

(۱) لَا تُفْشِ سِرًّا مَّا اسْتَطَعْتَ اِلَى امْرِءٍ ۔۔۔ يُفْشِىْ اِلَيْكَ سَرَائِرًا تَسْتَوْدَعُ
(۲) فَكَمَا تَرَاهُ بِسِرِّ غَيْرِكَ صَانِعًا ۔۔۔ فَكَذَا بِسِرِّكَ لَا مَحَالَةَ يَصْنَعُ
(۳) وَاِذَا اؤْتُمِنْتَ عَلَى السَّرَآئِرِ اَخْفِهَا ۔۔۔ وَاسْتُرْ عُيُوْبَ اَخِيْكَ حِيْنَ تَطَّلِعُ

☆سِرًّا: راز، بھید۔ ☆مَا اسْتَطَعْتَ: تجھ سے جتنا قوت بھر ہو سکے، جہاں تک ہو سکے۔ ☆يُفْشِىْ: جو ظاہر کرتا ہے، جو خفیہ راز بیان کرتا ہے۔ ☆سَرَائِرًا: اسرار، خفیہ بھید، راز۔ ☆لا محالة: ناچار، بالضرور، لازمی، یقیناً۔ ☆اِذَا اؤْتُمِنْتَ: جب تو امین بنایا جائے۔ ☆اَخْفِهَا: انہیں پوشیدہ رکھ۔ ☆وَاسْتُرْ: اور چھپاؤ۔ ☆تطلع: تم واقف ہو جاؤ۔

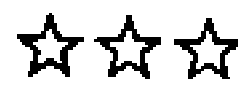
(۱) جو کسی کے راز تیرے سامنے بیان کرتا ہے جب تک ہو سکے اس کے سامنے اپنا راز بیان نہ کر۔

(۲) کیونکہ جیسے تم دیکھتے ہو کہ وہ دوسرے لوگوں کے راز کے ساتھ وہ جو کچھ کرتا ہے یقیناً ایسا ہی تمہارے راز کے ساتھ بھی کرے گا یعنی جیسے دوسروں کے راز تمہارے سامنے ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح تمہارا راز بھی دوسرے لوگوں کے سامنے ظاہر کردے گا۔

(۳) جب کوئی رازوں کا تمہیں امین بنائے تو تم اسے مخفی رکھو یعنی کسی کے سامنے وہ راز کی بات بیان نہ کرو اور جب تم اپنے کسی بھائی کے عیب پر مطلع ہو جاؤ تو پھر اپنے بھائی کے عیوب چھپاؤ۔

فائدہ:

کسی کے عیوب بھی اس کے راز ہی ہوتے ہیں کیونکہ ہر انسان اپنے عیوب بھی چھپانا چاہتا ہے مگر آج کل کے حالات ایسے بدلے ہیں کہ حالات یکسر ہی بدل گئے ہیں لوگ گناہوں اور عیبوں کو چھپانے کی بجائے بڑے فخر سے ظاہر کرنے لگے ہیں حالانکہ گناہوں کا کرنا بھی گناہ ہے اور عام لوگوں کے سامنے فخر کے ساتھ بیان کرتے رہنا بھی گناہ ہے۔ فلہٰذا ایسے امور سے بچنا چاہیے نہ کسی کے عیوب، گناہ اور راز کسی کے سامنے بیان کرنے چاہئیں اور نہ ہی اپنے عیوب اور گناہوں اور رازوں کو کسی کے سامنے بیان کرنا چاہیے۔ گناہوں پہ فخر بھی گناہ ہے اور جن لوگوں کو ہمارے گناہ معلوم نہیں ہوئے ان کے سامنے اپنے عیوب اور گناہ بیان کر کے انہیں گواہ نہیں بنانا چاہیے۔ جہاں تک کہ ممکن ہو سکیں اپنے عیوب اور گناہ بھی لوگوں سے بچانے چاہئیں اور دوسرے لوگوں کے جو عیوب اور گناہ معلوم ہو جائیں جہاں تک ممکن ہو وہ بھی کسی کے سامنے بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ نیز جو شخص ہمارے سامنے دوسرے لوگوں کے راز بیان کرتا ہے ہمارا دوست بن کر اوروں کے راز ہمارے سامنے کھولتا ہے، اس کی فطرت ہے کہ وہ راز چھپا نہیں سکتا۔ جس طرح اس نے اوروں کے راز تیرے سامنے بیان کردیئے ہیں اسی طرح یہ تیرے راز کا بھی حشر کرے گا اس لیے ایسے کسی دوست کے سامنے اپنا راز بیان نہ کر۔ جو راز تو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے جہاں تک ممکن ہو کسی کے بھی سامنے بیان نہ کر کیونکہ جو راز تیری زبان نے اگل دیا وہ راز کبھی بھی راز نہیں رہ سکتا۔ راز میں وہی بات راز رہ سکتی ہے جو کسی پر بھی افشاء نہ ہو جو شخص آج تیرا بہترین دوست ہے اس بنا پر تو آج اپنا دوست سمجھتا ہے۔ اسی سبب سے اپنا راز اس کے سامنے بیان کر رہا ہے۔ کل وہی شخص کسی وجہ سے تیرا مخالف بھی بن سکتا ہے۔ اس لیے اپنے راز کی خود حفاظت کر کسی سے اپنے راز کے پوشیدہ رکھنے کی امید نہ رکھ۔ راز وہی راز رہے گا جو صرف تیری حد تک رہے گا جو راز تو نے کسی پر بھی فاش کر دیا وہ امر پوشیدہ رہنے کی امید عقلمندی نہیں بے وقوفی ہے وہ راز کسی بھی وقت ظاہر ہو سکتا ہے۔



خاموشی کی فضیلت

(۱) لَا تُبْدِ اَنَّ بِمَنْطِقٍ فِی مَحْفِلٍ — قَبْلَ السُّؤَالِ فَاِنَّ ذَاكَ يُشَنِّعُ
فَالصَّمْتُ يُحْسِنُ كُلَّ ظَنٍّ بِالْفَتٰی — وَلَعَلَّهٗ خِرْقٌ سَفِيْهٌ اَرْقَعُ

☆قبل: پہلے۔☆ذَاكَ يُشْنَعُ: یہ بری بات ہے۔☆فَاصْمُتْ: پس خاموش۔☆يُحْسِنُ كُلَّ ظَنٍّ: ان کے ساتھ حسن ظن قائم کرتا ہے۔

(۱) پوچھے بغیر کوئی بات کسی محفل میں ظاہر نہ کرو کیونکہ یہ بری بات ہے۔

(۲) کیونکہ خاموشی انسان کے ساتھ حسن ظن قائم کرتی ہے خواہ وہ بے وقوف ہو یا احمق ہی ہو۔

فائدہ:

یہاں خاموشی کے فوائد بیان کیے گئے ہیں کہ خاموشی اختیار کیے رہنے سے انسان کی زبان سے بری بات نہیں نکلتی اور نہ ہی کسی کے خلاف زبان درازی کے عیب میں انسان مبتلا ہوتا ہے جس وجہ سے انسان بے شمار لوگوں کی مخالفتوں اور دشمنیوں سے بچ جاتا ہے نیز لوگوں میں حسن ظن قائم رہتا ورنہ حقیقت لوگوں کے سامنے آشکار ہو جاتی ہے خاموشی کے متعلق تفصیلی مطالعہ مطلوب ہو تو الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن کی تصانیف (فضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

☆☆☆

فراق سبب مصائب

(۱) وَدَعِ الْمِزَاحَ فَرُبَّ لَفْظَةِ مَازِحٍ جَلَبَتْ إِلَيْكَ بَلَابِلَ لَا تَدْفَعُ

☆دَعْ: چھوڑ۔☆مزاح: مذاق، ٹھٹھا مخول۔☆بلابل: بلبلہ کی جمع تکلیف یعنی تکالیف مصائب۔☆لَا تَدْفَعُ: نا قابل دفعیہ، دور نہیں ہوتیں۔

مطلب:

مذاق کرنا چھوڑ دے کیونکہ بے شمار مذاقیہ الفاظ دفع نہ ہونے والی مصیبتوں کا سبب بنتے ہیں۔

فائدہ:

ٹھٹھا مخول کی عادت اچھی نہیں بلکہ نہایت قبیح ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے ٹھٹھا مخول سے انسان کی عزت اور حرمت پہ بھی حرف آتا ہے۔ لوگ ٹھٹھا مخول کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کی عزت ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات بندہ ٹھٹھا مخول کی وجہ سے ان گنت مصائب و آلام میں مبتلا ہو جاتا ہے اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو انگریزوں کی دیکھا دیکھی فرسٹ اپریل فول مناتے ہیں۔ یعنی پہلی اپریل کے روز لوگوں میں جھوٹ کو فروغ دیا جاتا ہے اور اسے ہنسی مذاق تصور کیا جاتا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مذاق مذاق میں بعض اوقات بڑے نقصان ہو جاتے ہیں ان شاء اللہ کسی اور موقع پہ فرسٹ اپریل فول کی مذمت قدرے تفصیلاً بیان کی جائے۔

☆☆☆

پڑوسی کے تحفظ کی فضیلت

(۱) وَحِفَاظَ جَارِكَ لَا تُضِعْهُ فَإِنَّهُ — لَا يَبْلُغُ الشَّرَفَ الْجَسِيْمَ مُضَيِّعُ

☆جَارِكَ: اپنے پڑوسی۔☆لَا تَضِعْ: ضائع نہ کر، برباد نہ کر۔☆لَا يَبْلُغُ: نہیں پہنچ سکتا۔☆شرف: بندگی، بلندی، برتری، ترجیح، فوقیت، عزت، فخر، افتخار وغیرہ۔☆مُضَيِّعْ: ضائع کرنے والا۔

مطلب:

اپنے ہمسائے کا تحفظ برباد نہ کر کیونکہ پڑوسی کے تحفظ کو ضائع کرنے والا اعلیٰ شرف تک نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ:

اس لیے اپنے ہمسائے کے سلسلے میں خصوصی احتیاط کی ضرورت ہے۔

پڑوسی کی عزت و حرمت:

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پڑوسی کی عزت وحرمت ماں کی حرمت کی مانند ہے۔ (منہاج السالکین اردو ترجمہ تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۱۷۰)

فائدہ:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو پڑوسیوں کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے بلکہ پڑوسیوں کو ہمہ وقت تکلیف پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔

پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ پڑوسیوں کے متعلق ہمیں تاکید فرماتے تھے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اسے وارث نہ بنا دیں۔ (تنبیہ الغافلین جلد اول ص ۱۷۰)

پڑوسیوں کی تعظیم:

حضرت ابوشریح کعبی سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کی تعظیم کرے اور جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمانوں کی عزت کرے اور ایک دن ایک رات اسے پُرتکلف کھانا کھلائے اور مہمان تین دن تک کے لیے ہے اس کے بعد صدقہ ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

پڑوسیوں کے چند حقوق:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ پڑوسی کا پڑوسی پر کیا حق ہے؟

(۱) اگر وہ قرضہ مانگے تو اس کو قرضہ دو۔

(۲) دعوت کرے تو (اس کی دعوت) قبول کرو۔

(۳) بیمار ہو تو عیادت کرو۔

(۴) امداد مانگے تو اس کی مدد کرو۔

(۵) اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔

(۶) اور اگر اس کو بھلائی میسر ہو تو خوشی کا اظہار کرو۔

(۷) اگر کوئی مر جائے تو کفن دفن میں موجود رہو۔

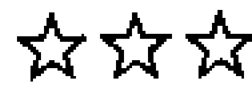
(۸) اگر کوئی فرمائے تو اس کے گھر اور اہل و عیال کی حفاظت کرو۔

(۹) اپنی کم ظرفی سے اس کو تکلیف نہ دو۔ ورنہ ہدیہ دے کر اس کو زائل کر دو۔

(۱۰) اس کی رضا و خواہش کے بغیر اپنی دیواریں اونچی نہ کرو۔

فائدہ:

اس لیے پڑوسی کے تحفظ کو یقینی بنانا چاہیے۔ پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا۔ پڑوسی کو تکلیف پہنچانا انسان کے لیے انتہائی نقصان کا باعث ہے۔ یہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے کہ جو پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے یا پڑوسی کے تحفظ کو یقینی نہیں بناتا وہ اعلیٰ شرف حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ اعلیٰ شرف کے حصول کے لیے پڑوسیوں کے تحفظ کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔



مہمان کی تعظیم

(۱) وَالضَّيْفُ اَكْرِمْهُ تَجِدْهُ مُخَبِّرًا ‏ عَمَّنْ يَّجُوْدُ وَمَنْ يَّضِنُّ وَيَمْنَعُ

☆ضَیف: مہمان۔☆اکرم: تعظیم و تکریم، عزت و احترام۔☆تجد: تو پالے گا۔☆جود: سخاوت۔☆مُخبراً: خبر دے گا۔☆یمنع: منع کرتے ہیں، روکتے ہیں۔

مطلب:

مہمان کی تعظیم کر۔ ایسا کرنے سے تو ان لوگوں کے متعلق خبر پالے گا وہ بتائے گا کہ جو سخاوت کرتے ہیں اور جو کنجوسی کرتے ہیں اور منع کرنے والے۔

فائدہ:

اس شعر میں مہمان کی تعظیم کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ مہمان کی تعظیم کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مفصل بیان ہوا ہے۔ محبوب کبریائی مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہمان کی تعظیم اور خدمت خوب فرمایا کرتے تھے اور آپ سے بھی بے شمار احادیث اس سلسلہ میں مروی ہیں۔ تفصیلات بزرگان دین کی حیات کے متعلقہ کتب میں ملاحظہ فرمایئے۔

معاف کرنے کی فضیلت

(۱) وَاِذَا اسْتَقَالَكَ ذُو الْاِسَآءَةِ عَثْرَةً فَاَقِلْهُ اَنَّ ثَوَابَ رَبِّكَ اَوْسَعُ

☆ذو الاساءۃ: برائی والا، پس معاف کردے۔☆اَوْسَعُ: اس سے زیادہ ہے۔

مطلب:

برائی کرنے والا جب تم سے معافی مانگے تو اسے معاف کردو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے۔

فائدہ:

جو شخص تیرے ساتھ زیادتی کرے اور پھر اسے احساس ہو جائے کہ میں زیادتی کر بیٹھا ہوں یا حالات سے مجبور ہو کر تجھ سے معافی مانگے تو ایسے شخص کو معاف کر دیجیے۔ اگر تم معافی مانگنے والے کو معاف کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تجھے اس کے بدلہ میں ثواب عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ جو ثواب عطا فرمائے گا وہ دنیا و مافیہا سب کچھ سے بڑھ کر ہے اس لیے ادنیٰ کے بدلے اعلیٰ لیجیے۔ دنیوی معاملات کی بجائے اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کیجیے۔ کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

مخالفوں اور دشمنوں کو معاف کر دینا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ مبارک بھی ہے تفصیلات کے سلسلے میں الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆

مصائب سے گھبرانا نادانی ہے

(۱) لَا تَجْزَعَنَّ مِنَ الْحَوَادِثِ اِنَّمَا خَرِقُ الرِّجَالِ عَلَى الْحَوَادِثِ يُجْزَعُ

☆لَا تَجْزَعَ: نہ گھبرا۔☆حوادث: زمانہ کے مصائب۔

مطلب:

زمانے کی مصیبتوں سے نہ گھبرا کیونکہ حوادث زمانہ سے گھبرا جانے والی آدمی بے وقوف ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس جہانِ فانی میں حوادث سے گھبرا جانا بہادروں کا کام نہیں اور نہ ہی عقلمندوں کا شیوہ ہے بلکہ یہ بے وقوفوں کا کام ہے۔

فائدہ:

دنیا میں انسانی زندگی کو کسی طور بھی سکون نہیں۔ بلکہ سچ پوچھیے تو دکھوں اور سکھوں کے ادل بدل کر آنے میں ہی زندگی کا حسن ہے۔ کبھی دن کبھی رات، کبھی اندھیرا کبھی اجالا کبھی کانٹے کبھی پھول، کبھی دکھ اور کبھی سکھ، اگر ایک ہی حالت مستقل رہتی تو شاید زندگی میں اتنا حسن نہ ہوتا جتنا زندگی میں دکھوں اور سکھوں کے امتزاج میں ہے مگر دکھ اور مصائب و آلام سے گھبرانا نہیں چاہیے

کیونکہ دکھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں جو دکھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں انہیں ٹالنے کی ہم میں طاقت نہیں جب حقیقت یہ ہے تو پھر مصیبتوں سے گھبرا جانا عقلمندوں کی علامت نہیں بلکہ بے وقوف ہونے کا سرٹیفکیٹ ہے فلہٰذا دکھوں اور مصیبتوں کے آنے پر گھبرانا نہیں چاہیے۔

☆☆☆

باپ کی نصیحت قبول کر

(۱) وَاَطِعْ اَبَاكَ بِكُلِّ مَا وَصّٰى بِهٖ ‏ اِنَّ الْمُطِيْعَ اَبَاهُ لَا يَتَضَعْضَعُ

☆اَطِعْ: اطاعت کر۔☆اَبَاكَ: اپنے باپ کی۔☆وَصّٰی: وصیت، نصیحت۔☆مطیع: طاعت کرنے والا۔
☆لَا يَتَضَعْضَعُ: ذلیل نہیں ہوگا۔

مطلب:

اپنے والد گرامی کی ہر وصیت قبول کر کیونکہ اپنے والد گرامی کی اطاعت کرنے والا کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوگا۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں والدین کی اطاعت کی فضیلت بڑے بہترین انداز میں بیان کی ہے۔ خصوصاً باپ کی اطاعت کی فضیلت کا اس شعر میں خصوصیت کے ساتھ بیان ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے والد گرامی کی ہر بات میں بیان کردہ نصیحت کو قبول کر، خبردار کبھی باپ کی نصیحت سے روگردانی نہ کرنا کیونکہ اپنے والد گرامی کا مطیع و فرمانبردار کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باپ کی نصیحت پر عمل کرنے والا ہمیشہ سرخرو ہوتا ہے۔ دنیا و آخرت میں بلند مقام حاصل کرتا ہے۔

اطاعت والدین:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاحَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا

یارسول اللہ! والدین کا ان کی اولاد پر کس قدر اور کتنا حق ہے؟

قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ ہی تیری جنت اور تیرے دوزخ ہیں۔

(سنن ابن ماجہ شریف، ابواب الادب، مشکوٰۃ شریف)

باپ جنت کا درمیانی دروازہ:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاَضِعْ

ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ (سنن ابن ماجہ شریف باب الادب حدیث نمبر ۱۴۵۷)
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے اب تیرا جی چاہے اسے گرا دے اور جی چاہے قائم رکھ۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری بندے کے لیے جنت کے حصول کا سبب بن سکتی ہے والدین کی جائز اور دینی امور میں نصیحت قبول کرنا انسان کے لیے دونوں جہانوں میں فوائد کے حصول کا سبب ہے اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو والدین کی توہین کرتے ہیں۔ والدین کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ والدین کی نصیحت قبول کر خصوصاً باپ کی نصیحت قبول کر کیونکہ باپ کی نصیحت قبول کرنے والا کبھی ذلیل وخوار نہیں ہوتا۔

☆☆☆

حضرت ابوطالب کی شیر خدا کو نصیحت

(۱) اِصْبِرْ يَا بُنَيَّ فَالصَّبْرُ اَحْجٰى — كُلُّ حَيٍّ مَصِيْرَةٌ لِشَعُوْبٍ
(۲) قَدْ بَذَلْنَاكَ وَالْبَلَاءُ شَدِيْدٌ — لِفِدَآءِ النَّجِيْبِ وَابْنِ النَّجِيْبِ
(۳) لِفِدَآءِ الْاَعَزِّ ذِى الْحَسَبِ الثَّاقِبِ — وَالْبَاعِ وَالْفَنَآءِ الرَّحِيْبِ
(۴) اِنْ تُصِبْكَ الْمَنُوْنُ فَالنَّبْلُ يُرْمٰى — فَمُصِيْبٌ مِّنْهَا وَغَيْرُ مُصِيْبٍ
(۵) كُلُّ حَيٍّ وَاِنْ تَمَلّٰى عَيْشًا — اٰخِذٌ مِّنْ سِهَامِهَا بِنَصِيْبٍ

☆اِصْبِرْ: صبر کر۔☆یَابُنَیَّ: میرے بیٹے۔☆مَصِیْرَۃٌ لِشَعُوْبٍ: موت کی طرف جا رہا ہے۔☆بلاشدید: سخت آزمائش۔☆فدا: قربان کیا، فدا کیا۔☆نجیب: شریف، بھلا مانس۔☆ابن نجیب: شریف انسان کا بیٹا۔☆ذی الحسب: صاحب حسب نسب۔☆ثاقب: چمکیلا، روشن، چمکدار، درخشاں، مراد عزت والا۔☆فناء الرحیب: کشادہ صحن والا، یعنی بے حد سخی۔☆تصبك: تجھے پہنچے۔☆فَمُصِیْب: پس بعض ٹھیک نشانہ پہ پہنچیں گے۔☆نصیب: قسمت، حصہ۔

مطلب:

(۱) اے میرے لخت جگر! صبر اختیار کر کیونکہ صبر ہی زیادہ مناسب ہے؛ زندہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس سے ہر آنے والی تکلیف پہ صبر کرتا کہ تجھے بارگاہ حق سے اجر حاصل ہو۔
(۲) ہم نے تجھے شریف اور ابن شریف پہ قربان کر دیا حالانکہ یہ ایک بڑا کٹھن امتحان ہے۔

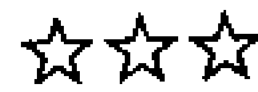
(۳) اس پہ قربان کیا ہے جو بڑا معزز اور حسب ونسب والا شخص ہے۔ بڑا عالی ظرف اور کشادہ صحن والا یعنی بہت بڑا سخی ہے۔

(۴) اگر موت تجھے آدبوچے ہوسکتا ہے کیونکہ تیر چل پڑا کئی تیر نشانے پر لگیں گے اور کئی نشانے پر نہیں پہنچیں۔ (موت کا وقت تیری پیدائش سے پہلے ہی لکھا جاچکا ہے موت کا تیر چھوٹ چکا ہے کسی بھی وقت تو موت کا شکار ہو جائے گا۔

(۵) ہر زندہ موت کے تیروں میں سے اپنا حصہ پالے گا اس نے خواہ جتنا بھی دنیوی زندگی سے فائدہ حاصل کیا ہو۔

فائدہ:

یہاں دنیوی زندگی کی ناپائیداری بڑے خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہے کہ جتنا چاہے کوئی دنیوی ساز وسامان اکٹھا کرلے، سپاہ کا مالک بن جائے، اس کے پاس جتنی بھی نوکروں چاکروں کی فوج ظفر موج ہو کچھ بھی کر نہ سکے گی جس نے زندگی میں جو کچھ بھی فائدہ حاصل کرنا ہے وہ فائدہ حاصل کر کے یہاں سے چلتا بنے گا کیونکہ موت کا تیر چل چکا ہے۔ بس کوئی پتہ نہیں کہ جیسے پانی کا بلبلا بنتا ہے وہ کسی بھی وقت ختم ہوسکتا ہے اسی طرح انسان کی موت کا تیر بھی چل چکا ہے کسی بھی وقت اس کے جسم سے پار ہو جائے اور وہ موت کا شکار ہو جائے گا وہ وقت آنے سے پہلے آخرت کے لیے تیار کرلو کہیں یہ غفلت پچھتاوے کا سبب نہ بن جائے کیونکہ اس وقت کا پچھتاوا کچھ فائدہ نہ دے گا بلکہ مزید نقصان اور تکلیف کا باعث بن جائے گا۔



شیر خدا رضی اللہ عنہ کا اپنے والد گرامی کی نصیحت قبول کرنا

(۱) اَتَأْمُرُنِیْ بِالصَّبْرِ وَفِیْ نَصْرِ اَحْمَدَا ۔۔۔ فَوَاللّٰہِ مَا قُلْتُ الَّذِیْ قُلْتُ جَازِعًا

(۲) وَلٰکِنَّنِیْ اَحْبَبْتُ اَنْ تَرٰی نُصْرَتِیْ ۔۔۔ لِتَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَزَلْ لَّکَ طَآئِعًا

(۳) وَسَعْیِیْ لِوَجْہِ اللّٰہِ نَصْرِ اَحْمَدَا ۔۔۔ نَبِیِّ الْھُدٰی الْمَحْمُوْدِ طِفْلاً وَّ یَافِعَا

☆اَتَأْمُرُنِیْ: کیا مجھے حکم دیتے ہیں۔☆نَصْر: مدد۔☆فَوَاللّٰہ: پس اللہ کی قسم۔☆اَحْبَبْتُ: مجھے زیادہ محبوب ہے، مجھے زیادہ پسند ہے۔☆لتعلم: تاکہ تجھے معلوم ہو جائے۔☆طَآئِعًا: فرمانبردار۔☆سَعْیِیْ: میری کوشش۔☆نبی الھدیٰ: ہدایت کے پیغمبر۔☆محمود: قابل ستائش۔☆طفلاً: بچپن۔

(۱) کیا تم مجھے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کے سلسلے میں صبر اور تحمل مزاجی سے کام لینے کا حکم دیتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے جو کچھ بھی کہا ہے بے اوسان حالت میں گھبرا کر نہیں کہا۔ گھبراہٹ میں نہیں کہا پریشانی کی حالت میں نہیں کہا۔ اپنے پورے ہوش وحواس میں رہتے ہوئے کہا ہے۔

(۲) ہاں البتہ مجھے یہ محبوب ہے کہ آپ میرا محبت کرنا ملاحظہ فرمالیں اس لیے کہ آپ جان لیں کہ میں ہمیشہ سے ہی آپ کا مطیع رہا ہوں۔ یعنی میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ کبھی آپ کے فرمان سے گردن نہیں پھیری اور نہ ہی آپ کی اطاعت فرمانبرداری سے گردن پھیروں گا بلکہ میں تاحیات آپ کا مطیع وفرمانبردار رہوں گا۔

(۳) میری کوشش حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صاحب کے لیے ہے جو محض اللہ تعالیٰ جل جلال کی رضا کے لیے رہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ہدایت والے نبی، بچپن اور جوانی کے دور میں بھی ہمیشہ تعریف کے قابل ہیں۔
یعنی آپ میں کبھی کوئی ایسی حالت نہیں پائی گئی کہ جس کی وجہ سے لوگ آپ کی برائی کے سلسلے میں انگشت نمائی کرتے۔
آپ کا کردار ہمیشہ ایسا بہترین رہا ہے کہ اپنے تو اپنے بیگانے نہ صرف بیگانے بلکہ جانی دشمن بھی آپ کے کردار کی تعریف کرتے سنائی دیتے۔ حتیٰ کہ جانی دشمن بھی آپ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس سلسلے میں مزید تفصیلات کے لیے الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆

عمرو بن معدی کرب کا علی المرتضیٰ کو خطاب

(۱) اَلْاٰنَ حِیْنَ تَقَلَّصَتْ مِنْكَ الْكُلٰے — اِذْ حَرُّ نَارِكَ فِی الْوَقِیْعَةِ یَسْطَعُ
(۲) وَالْخَیْلُ لَا حِقَةُ الْاَیَاطِلُ شُرَّبٌ — قُبُّ الْبُطُوْنِ ثَنِیُّهَا وَالْاَقْرَعُ
(۳) یَحْمِیْنَ فُرْسَانًا كِرَامًا فِی الْوَغٰی — لَا یَنْكِلُوْنَ اِذَا الرِّجَالُ تَكَعْكَعُوْا
(۴) اِنِّی امْرُؤٌ اَحْمِی حَمَایَ بِعِزَّةٍ — وَاِذَا تَكُوْنُ شَدِیْدَةٌ لَا اَجْزَعُ
(۵) وَاَنَا الْمُظَفَّرُ فِی الْمَاطِنِ كُلِّهَا — وَاَنَا شِهَابٌ فِی الْحَوَادِثِ یَلْمَعُ
(۶) مَنْ یَّلْقَنِی یَلْقَے الْمُنِیَّةَ وَالرَّدٰی — وَحِیَاضُ مَوْتٍ لَیْسَ عَنْهُ مَدْفَعُ
(۷) فَاحْذَرْ مُصَاوَلَتِیْ وَجَانِبْ مَوْقِفِیْ — اِنِّیْ لَدَی الْهَیْجَا اَضَرُّ وَ اَنْفَعُ

☆تَقَلَّصَت: سمٹ گئے۔ ☆خیل: گھوڑا۔ ☆ایاطل: ایطل کی جمع جمع کوکھ۔ ☆قُبُّ الْبُطُوْن: پتلے پیٹ والے ☆تکعکعوا: پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ☆اَحْمِیْ: حفاظت کرتا ہوں۔ ☆شدید: سخت۔ ☆لَا اَجْزَعُ: نہیں گھبراتا۔ ☆مظفر: فتح کرنے والا، فتح یاب، کامیاب۔ ☆شھاب: چمکتا ہوا شعلہ۔ ☆من یلقنی: جو مجھ سے ملاقات کرے گا، جو مجھ سے ملے ☆حیاض موت: موت کا حوض۔ ☆مدفعُ: دفاع، حفاظت۔ ☆فاحذر: پس ڈر۔ ☆اَضَرُّ: ضرر، نقصان، تکلیف۔ ☆ کُلے کلیہ جمع کُلی یعنی گروہ ☆ تقلص سمٹنا ☆ لاحقۃ پتلی کمر والے

مطلب:

(۱) اس وقت جبکہ تیرے گردے سمٹ گئے ہیں یعنی تو خوف زدہ ہوگیا ہے جب جنگ کی آگ خوب بھڑک رہی ہے۔
(۲) پتلی کمر والے خوب تیز، پتلے پیٹ والے گھوڑے ان میں سے کچھ دو سال کے ہیں اور کچھ جوان ہیں۔
(۳) جنگ میں شرافت و بہادری کا اظہار کرنے والے بہادروں کو لیے ہیں جو پیچھے نہیں ہٹتے حالانکہ عام لوگ پیچھے ہٹ جاتے

ہیں۔

(۴) میں وہ شخص ہوں جو شخص ہمیشہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت غیرت مندانہ طریقے سے کرتا ہے۔ مصیبت پڑنے پر ایسی حالت میں گھبراتا نہیں۔

(۵) اور میں ہر جنگ میں کامیابی حاصل کرتا ہوں، مصیبتوں اور حوادثات زمانہ کے وقت چمکتا ہوا شعلہ بن جایا کرتا ہوں۔

(۶) میرے ساتھ (اس حال میں) ملاقات کرنے والا یوں سمجھے جیسے موت اور ہلاکت سے ملاقات کرے گا۔ موت کے حوض سے حفاظت نہیں ہو سکتی۔

(۷) (اس لیے) میرے مقابلے سے ڈر اور میرے مد مقابل مقابلہ کرنے کے لیے کھڑا ہونے سے بچ جا کیونکہ حالت جنگ میں نفع بھی پہنچا سکتا ہوں اور نقصان بھی۔

فائدہ:

عمرو بن معدی کرب نے اپنی بکواس کی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اس کی یہ باتیں سنیں تو وہ دندان شکن جواب دیا کہ جس سے وہ لاجواب ہو گیا۔

☆☆☆

حضرت علیؓ کا جواب

(۱) يَا عَمْرُو قَدْ حَمِيَ الْوَطِيْسُ وَاَضْرَمَتْ ‏ نَـارٌ عَـلَيْكَ وَهَـاجَ اَمْـرٌ مُّـفْظِـعٌ

(۲) وَتُسَاقَـتِ الْاَبْـطَـالُ كَـاسَ مُنِيَّةٍ ‏ فِيْهَـا ذَرَارِيْـحٌ وَّسَـمٌّ مُّـنْـقَـعٌ

(۳) فَـاِلَيْكَ عَنِّـىْ لَا يَنَـالُكَ مِـخْلَبِـىْ ‏ فَتَكُـوْنُ كَـالْاَمْـسِ الَّذِىْ لَا يَرْجِعُ

(۴) اِنِّـى امْـرُءٌ اَحْـمِىْ حِـمَاىَ بِعِـزَّةٍ ‏ وَاللّٰـهُ يَـخْـفِضُ مَنْ يَّشَـآءُ وَيَرْفَعُ

(۵) اِنِّـىْ اِلٰـى قَـصْـدِالْهُـدٰى وَسَبِيْـلِـهٖ ‏ وَاِلٰـى شَـرَآئِـعِ دِيْـنِـهٖ اَتَسَـرَّعُ

(۶) وَرَضِيْـتُ بِـالْقُـرْاٰنِ وَحْـيًا مُّـنَـزَّلاً ‏ وَبِـرَبِّـنَـا رَبًّـا يَّـضُـرُّ وَيَـنْـفَـعُ

(۷) فِيْـنَـا رَسُـوْلُ اللّٰـهِ اَيِّـدَا بِـالْهُـدٰى ‏ فَـلِـوَآءُهٗ حَـتّٰـى الْـقِيَـامَةِ يَـلْـمَـعُ

☆حمی: سخت گرم۔ ☆وطیس: آہنی تنور مراد سخت جنگ۔ ☆وھاج: بہت چمکتا ہوا، تیز بھڑکنے والا۔ ☆ابطال: [illegible] کی جمع، بہادر، ہیرو، نامور، غازی۔ ☆کاسَ میة: موت کا جام۔ ☆سم: زہر۔ ☆لاینالك: تجھ تک نہ پہنچے۔ ☆لَایرجع: [illegible] نہیں آئے گا۔ ☆کَالْاَمْسِ: گزرے ہوئے کل کی مانند۔ ☆یرفع: وہ بلند کرتا ہے۔ ☆یخفض: وہ پست کرتا ہے۔ ☆[illegible] اس کا راستہ۔ ☆شرائع: شریعت کی جمع۔ ☆رَضیتُ: میں راضی ہوں۔ ☆فِلوَآءُہٗ: ان کا جھنڈا۔

مطلب:

(۱) اے عمرو! تحقیق جنگ کا تنور شدید گرم ہو گیا ہے تجھ پر جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھا ہے پریشانی میں مبتلا کرنے والا اپنی سختی کے لحاظ سے حد سے بڑھ گیا ہے۔ (گویا آپ نے فرمایا کہ اب تیری خیر نہیں جو کچھ کرنا ہے کوئی کسر نہ اٹھا رکھ کہ بعد میں پچھتائے کہ مجھے یوں کرنا چاہیے تھا۔ جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر لے

(۲) بہادر موت کے پیالے پلائیں گے ان میں زہریلا اثر بہت جلد اثر کرنے والا رہر ہے۔ یعنی ہلاکت تک پہنچنا مشکل نہیں بہت جلد قتل کریں گے موت کے پیالے پلائیں گے یعنی قتل کریں گے۔

(۳) پس مجھ سے دور رہو کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا پنجہ تجھ تک پہنچ جائے۔ جس کی وجہ سے تم کل گزشتہ کی مانند ہو جاؤ اور تو (دوبارہ زندگی حاصل کر کے میرے سامنے) نہ آ سکے۔ یعنی جیسے تو اس جہان فانی سے پہلے نیست تھا۔

(۴) میں وہ انسان ہوں جو اپنی عزت کے ساتھ بچاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے شکست دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بلندی عطا فرماتا ہے یعنی فتح ونصرت سے نواز دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے فتح ونصرت سے نوازتا ہے۔ یعنی تم اپنی سپاہ پہ ناز نہ کرنا وہ تجھے شکست اور موت سے نجات نہ دلا سکیں گی۔

(۵) میں راہ ہدایت صراط مستقیم اور اس کے راستے اور شریعت مطہرہ کی طرف دوڑتا ہوں۔

(۶) میں قرآن مجید پہ راضی ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی ہے اور اپنے رب کے رب ہونے پر راضی ہوں جس کے قبضہ قدرت میں نفع اور نقصان ہے۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں ہدایت کے ساتھ جن کی تائید ہوتی ہے پس تا قیامت ان کے علم کا جھنڈا چمکتا رہے گا۔

☆☆☆

اغشم کا قتل

(۱) اَوْدٰی اَغْشَمَ دَهْرٌ كَانَ يَا مُلُهٗ — فَخَرَّ مُنْجَدَ لاً فِي الْاَرْضِ مَصْرُوْعًا

(۲) قَدْ يُكْثِرُ كَانَ فِي الْكَلَامِ تَسَمُّهَا — حَتّٰى بِحُسَامِهٖ تَرْوِيْعًا

(۳) فَعَلَوْتُهٗ مِنِّي بِضَرْبَةٍ فَاتِكٍ — مَا كَانَ يَوْمًا فِي الْحُرُوْبِ بِجَزُوْعًا

(۴) مَنْ كَانَ يُنْكِرُ فَضْلَنَا وَسَنَآءَ نَا — فَاَنَا عَلِيٌّ لِلْاِلٰهِ مُطِيْعًا

☆ دھر: زمانہ۔ ☆ یا ملہ: اس کی امید۔ ☆ فخر: پس گر پڑا۔ ☆ حسام: تلوار، شمشیر براں۔ ☆ حروب: حرب کی جمع یعنی لڑائی جنگ۔ ☆ فضلنا: ہماری فضیلت۔ ☆ مطیعا: فرمانبردار۔

مطلب:

(۱) جس زمانے سے اغشم کو امید تھی اسی زمانے نے ہی اسے تباہ کیا کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر گرا۔ وہ مایوس اور نا امید ہو گیا۔
(۲) تحقیق وہ بکثرت لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا حتیٰ کہ اس نے اپنی تلوار ڈرانے کے لیے اٹھائی۔
(۳) جیسے قتل کرنے والے حملہ کرتے ہیں اسی طرح میں نے اچانک اس پہ وار کر دیا۔ اس نے حملہ کیا جو جنگ میں کبھی نہیں گھبرایا۔
(۴) ہماری فضیلت اور بلند و بالا شان کا منکر سن لے میں علی المرتضیٰ (شیر خدا) اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار ہوں۔

فائدہ:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو عظمت آل پاک کے متعلق غلط بیانیوں کا سہارا لے کر عظمت آل پاک کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں اور اپنی دین وایمان کی کھیتی برباد کرتے رہتے ہیں خصوصاً مولا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف زہریلے عقائد رکھنا دنیا و آخرت میں زیاں کا سبب ہے اس لیے عوام اہلسنت کو ایسے لوگوں سے متنبہ رہنا چاہیے جو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلاف چونکہ چنانچہ کی پھلجڑیاں چھوڑ کر گمراہ کرنے کی کوشش کریں نیز یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے جیسے آل پاک کے خلاف زہریلی گفتار کرنے والوں کی مجلس وصحبت انتہائی نقصان دہ ہے اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی ذوالنورین کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والوں سے بھی ہوشیار رہنے کی اشد ضرورت ہے ورنہ دین وایمان کی خیر نہیں۔

فائدہ:

یہاں دھر یعنی زمانہ سے مراد دنیوی ساز وسامان، مال واسباب اور کفار ومنافقین دوست احباب مراد ہیں۔ گویا آپ نے فرمایا کہ اغشم کو اس زمانہ میں موجود جن چیزوں پہ مان تھا کہ وہ چیزیں میرے کام آئیں گی وہ چیزیں اس کے کسی کام نہ آئیں کیونکہ اس دنیا میں موثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے دنیوی اشیاء میں فوائد رکھے ہیں مگر وہ چیزیں بھی اللہ کی اجازت سے ہی فائدہ دیتی ہیں۔ جب دنیا ومافیہا کی چیزوں نے اغشم کو فائدہ نہ دیا تو وہ مایوس ہو گیا اور منہ کے بل گر پڑا بلکہ جن چیزوں پہ اسے مان تھا انہیں چیزوں نے ہی اسے تباہ کیا جیسے دیکھیے دریا کا پانی بڑا مفید ہے مگر کبھی کبھی طوفان اور سیلاب بن کر تباہی کا باعث بھی بن جاتا ہے بارش بڑی مفید ہے مگر کبھی کبھی تباہی کا باعث بھی بن جاتی ہے۔ اسی طرح اغشم کے ساتھ ہوا کہ جن چیزوں سے اسے امیدیں وابستہ تھیں وہی چیزیں اس کے لیے نقصان کا باعث ثابت ہوئیں۔

☆☆☆

حضرت علیؓ کا اپنی شان خود بیان کرنا

(۱) هَلْ يُفْرَعُ الصَّخْرُ مِنْ مَّاءٍ وَّمِنْ مَّطَرٍ — هَلْ يَلْحَقُ الرِّيْحُ بِالْاٰمَالِ وَالطَّمَعِ
(۲) اَنَـا عَـلِـيٌّ اَبُوْ السِّبْطَيْنِ مُقْتَدِرٌ — عَلَى الْعُدَاةِ غَدَاةَ الرَّوْعِ الزَّمِعِ

☆ریح: ہوا۔☆آمال: امیدیں۔☆وَالطَّمعِ: خواہش۔☆السبطین: دونوں نواسوں۔

مطلب:

(۱) کیا پانی کے ذریعے پتھر میں سوراخ آسانی سے ہوسکتا ہے۔ یا محض ہوا کے ذریعے امیدیں اور خواہشیں پوری ہوسکتی ہیں یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔

(۲) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسوں (امام حسن اور امام حسین) کا باپ علی ہوں۔ خوف و ہراس والی صبح میں بھی اپنے دشمنوں پہ قبضہ رکھتا ہوں۔

دو مثالیں:

پہلے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو مثالوں کے ذریعے ایک ایسی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ جسے عام لوگ بھی نہایت دشوار سمجھتے ہیں۔ یعنی خوف و ہراس مجھ پہ غالب نہیں آسکتے۔

آپ نے بیان فرمایا ہے کہ دیکھیے پانی کے ذریعے انتہائی سخت ترین پتھر میں سوراخ کرنا انتہائی دشوار ہے۔ دیوانے کی بڑ کے سوا کچھ حقیقت نہیں ہوتی کہ کوئی کہے میں چند منٹوں میں نہایت آسانی سے پانی کے ذریعے پتھر میں سوراخ کرسکتا ہے اگر کوئی ایسا کہے تو عام لوگ بھی اسے بے وقوف یا پاگل کہیں گے اور کہیں گے کہ یہ کیسے پانی کے ذریعے سخت پتھر میں سوراخ کرسکتا یعنی یہ بے وقوف ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت مراد نہیں اللہ علی کل شی قدیر۔ اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے جب چاہے جیسے جس چاہے ان چیزوں میں تصرف فرمائے یا محبوبان بارگاہ حق رب کائنات کی عطا کردہ طاقت سے ایسا کر دکھائیں تو بعید نہیں مگر محبوبان بارگاہ حق کے مخالفین ایسا نہیں کرسکتے۔

محض ہوا کے ذریعے امیدیں پوری نہیں ہوتیں:

اکثر اصول یہی ہے کہ پانی کے ذریعے پتھر میں سوراخ نہیں ہوسکتا اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ محض ہوا کے ذریعے بھی امیدیں اور خواہشات پوری نہیں ہوسکتیں۔ ان کے پورا کرنے کے لیے ہمت مرداں کی ضرورت ہے۔ میدان جنگ میں فتح یابی کے لیے بہادری کی ضرورت ہے۔ جبکہ مدمقابل کے پاس یہ نہیں۔

دشمنوں پہ قابو:

مدمقابل سمجھتے ہیں کہ شاید میں کمزور ہوں مگر یہ ان کی بھول ہے میں علی شیر خدا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسوں (حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما) کا باپ ہوں۔ الحمدللہ یہ شرف عظیم مجھے حاصل ہے۔ یہ لوگ تو معمولی سے خوف و ہراس کے پھیلنے سے خوف و ہراس میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ جبکہ خوف و ہراس کے وقت میں خوف و ہراس میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اس وقت یہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پہ قابو رکھتا ہوں۔

☆☆☆

دوستوں کے وصال پر اظہارِ غم

(۱) يَا لَهْفَ نَفْسِيْ قُتِلَتْ رَبِيْعَهْ ... رَبِيْعَةُ السَّامِعَةُ الْمُطِيْعَةُ

(۲) سَمِعْتُهَا كَانَتْ بِهَا الْوَقِيْعَهْ ... بَيْنَ مَحَانِيْ سُوْقِهَا وَالْمَبِيْعَهْ

(۳) فَمَا بِهَا نَقْصٌ وَّ لَا وَضِيْعَهْ ... وَلَا الْأُمُوْرُ الرَّثَّةُ الشَّنِيْعَهْ

(۴) كَانَتْ قَدِيْمًا عُصْبَةً مَّنِيْعَهْ ... تَرْجُوْا ثَوَابَ اللّٰهِ بِالصَّنِيْعَهْ

(۵) وَمُرَّةٌ أَنْسَابُهَا وَكِيْعَهْ ... قَالِعَةٌ أَصْوَاتُهَا وَقِيْعَهْ

(۶) لَيْسَتْ كَأَصْوَاتِ بَنِي الْخَضِيْعَهْ ... دَعَا حَكِيْمٌ دَعْوَةً سَمِيْعَهْ

(۷) مِنْ غَيْرِ مَا بُطْلٍ وَّ لَا خَدِيْعَهْ ... نَالَ بِهَا الْمَنْزِلَةَ الرَّفِيْعَهْ

فِي الشَّرْفِ الْعَالِيْ مِنَ الدَّسِيْعَهْ

☆لهف: افسوس۔☆السّامة المطيعة: سن کر اطاعت کرتے تھے۔☆سَمِعْتُ: میں نے سنا۔☆سق: بازاروں۔☆المبيع: خریدی ہوئی چیز، فروخت کیا ہوا مال اسباب۔☆شنيعه: قبیح، برا، نازیبا، شرمناک، نامناسب، بدصورت۔☆قَدِيْمًا۔ ہمیشہ سے۔☆عصبه: جسم کا پٹھا، باپ کی طرف سے خویش اور فرزند، ورثا کا باقی حصہ اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں سارا حصہ لینے والے اشخاص مگر یہاں جماعت یا گروہ مراد ہے۔☆وكيعه: کمینہ۔☆قالعه: ست قدم۔ ☆رقيعه: قابل ہجو۔☆خديعه: دھوکا۔☆المنزلة الرفيعه: بلند مرتبہ ومقام۔☆شرف: عزت، بزرگی، برتری، فوقیت، عزت، فخر۔☆العالي: اونچا۔

مطلب:

(۱) مجھ پہ افسوس کہ محض سن کر اطاعت کرنے والے تھے وہ ربیعہ شہید کر دیے گئے۔

(۲) ان کے متعلق میں نے یہ سنا ہے کہ ان سے بازاروں اور بازاروں کے موڑوں پر ان سے جنگ ہوئی۔

(۳) اس معاملے میں نقص کمینگی نہیں اور نہ ہی پرانی اور بری چیزیں ہیں۔

(۴) وہ ہمیشہ سے ہی ایک محفوظ گروہ تھا۔ وہ نیکی کر کے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے تھے۔

(۵) جبکہ مرہ قبیلہ والوں کا نسب کمینہ ہے جنگ میں ان کے قدم آہستہ روی کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی آوازیں گندی ہوتی ہیں۔

(۶) ان کی آواز جنگجو بہادروں جیسی نہیں ہوتی۔ حکیم نے بہ آواز بلند پکارا۔

(۷) جھوٹ اور دھوکہ نہیں ہے۔ اس کے ذریعے مقام حاصل کیا۔

ایسا اعلیٰ شرف تک پہنچے جو محض عطار بانی ہے۔

☆☆☆

دنیا میں مشغولیت بے کار

(۱) اَرَی الْمَرْءَ وَالدُّنْیَا کَمَالٍ وَّ حَاسِبٍ یَضُمُّ عَلَیْهَا الْکَفَّ وَالْکَفُّ فَارِغٌ

☆المرء: انسان۔☆کمال: مال یعنی مال کی طرح، مال کی مانند، مال کی طرح۔☆حاسب: حساب کرنے والے۔☆الکف فارغ: خالی ہاتھ۔☆یضم علیها الکف: اس پر ہاتھ پھیرتا ہے۔

میں مال اور حساب کرنے والے کی مانند انسان اور دنیا کو سمجھتا ہوں کیونکہ جو بھی پیار سے اس پہ ہاتھ پھیرتا ہے وہ خالی ہاتھ رہتا ہے۔

یعنی اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ یہی حال مال کا بھی ہے کہ جو مال کے حصول میں بھاگا بھاگا پھرتا ہے مال سے پیار کرتا ہے اسے اولاً تو مال حاصل نہیں بڑی دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے بڑے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اس کے باوجود مال اس سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور اگر ہاتھ آ بھی جائے تو پھر جمع کرنے کا لالچ اسے مال سے فائدہ نہیں اٹھانے دیتا۔ اسی طرح حساب کرنے والے کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی محروم رہتا ہے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

☆☆☆

بغیر زادِ راہ سفر نہ کر

(۱) اَیَا صَاحِبَ الذَّنْبِ لَا تَقْنَطَنْ فَـاِنَّ الْاِلٰـــهَ رَؤُفٌ رَؤُفٌ

(۲) وَلَا تَـــرْحَــلَـــنَّ بِلَاعُـــدَّةٍ فَـاِنَّ الطَّرِیْقَ مَخُوْفٌ مَخُوْفٌ

☆صاحب: یار، دوست، ساتھی وغیرہ۔☆ذنب: گناہ، قصور، جرم، برا کام۔☆صاحب الذنب: گناہوں کے ساتھی گناہوں کے دوست، گناہوں کے یا یعنی گنہگار۔☆لاتقنطن: ناامید۔☆ایا: اے۔☆الٰه: معبود، اللہ۔☆رؤف: مہربان۔☆الطریق: راستہ۔☆مخوف: خطرناک۔

مطلب:

(۱) ارے گنہگار انسان مایوس نہ ہو بلکہ حق تو یہ ہے کہ مایوسی گناہ ہے پس اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہے۔

(۲) زادِ راہ کے بغیر سفر اختیار نہ کر کیونکہ راستہ نہایت خطرناک ہے۔

مایوس نہ ہو:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے شعر میں بیان فرمایا ہے کہ ارے گنہگار انسان گناہوں کی کثرت تجھے اللہ تعالیٰ کی عطاو

بخشش سے مایوس نہ کر دے۔ گناہوں کی کثرت کو دیکھ کر مایوس نہ ہو۔ مایوس ہونا گناہ ہے۔ مایوسی اور بد دلی سے انسان مزید گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ مایوسی کو ترک کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش پہ نظر کر۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم۔ وہ بخشش کرنے والا ہے۔ جو انسان اپنے کیے ہوئے گناہوں سے نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ گناہوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ غفور ہے:

اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کی جائے تو اللہ تعالیٰ بخشش فرما دیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ایک اسم گرامی غفور بھی ہے۔ اللہ غفور الرحیم ہے۔
قرآن مجید میں ہے کہ:

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پ۲۲ سورۃ الاحزاب: ۵۰)

اور اللہ بخشنے والا مہربان۔ (کنز الایمان)

وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مسلمانوں کے لیئے ارشاد ربانی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ۲۷ سورۃ الحدید: ۲۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان شریف)

بلکہ اللہ تعالیٰ تو ایسا مہربان ہے کہ گناہ نہ صرف معاف فرما دیتا ہے بلکہ توبہ کے باعث گناہوں کو بھی بعض اوقات نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جن گناہوں کی توبہ کے باعث مغفرت ہو جاتی ہے وہ گناہ ایسے ہو جاتے ہیں کہ جیسے وہ گناہ سرزد بھی نہیں ہوئے۔

توبہ کے متعلق کلام بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:
توبہ کی چھ قسمیں ہیں:
(۱) دل اور زبان سے توبہ کرنا (۲) آنکھ کی توبہ (۳) کان کی توبہ (۴) ہاتھ کی توبہ (۵) پاؤں کی توبہ (۶) نفس کی توبہ۔

توبہ کی دل سے تصدیق:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ:

جب توبہ کی دل سے تصدیق نہ کرے اور زبان سے اقرار نہ کرے تو بہ درست ہی نہیں ہوسکتی۔اس واسطے کہ جب تک دل دنیا کی دوستی، کھوٹ، حسد، دکھ، فحش، ریا اور برائی وغیرہ سے پاک نہ ہوجائے اور ان معاملات سے سچے دل سے توبہ نہ کرے۔اس کی توبہ توبہ شمار نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص گناہ کررہا ہے اور اسی وقت توبہ بھی کرتا ہے۔یہ بھلا کب درست ہوسکتی ہے جب تک کہ پہلے اپنے دل کو اس معاملے سے بالکل صاف نہ کرے تو بہ درست ہی نہیں ہوتی اس واسطے کہ کلام اللہ میں فرمان ہے کہ اے ایمان والو! ضرور توبہ کرو یعنی ایسی توبہ جو دل سے بھی ہو اور زبان سے بھی اس توبہ نصوحی سے مراد دل کی توبہ ہے۔جب توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آجاؤ۔جب دل دنیاوی خرابیوں سے صاف ہوجائے گا تو توبہ شمار ہوگی اور توبہ سے متقی کے برابر ہوجائے گا۔جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ

یعنی جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ ایسے شخص کی طرح ہے۔جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

فائدہ:

پس اس صورت میں توبہ کرنے والا اور متقی دونوں برابر ہیں۔(ہشت بہشت، اسرار الاولیاء فصل چہارم ص ۳۳۔۳۴)

فائدہ:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ اور ملفوظات کے سلسلے میں قدرے تفصیلات کے لیے الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف حیات الفرید، آپ کے کلام کی شرح (فیضان الفرید شرح کلام بابا فرید) میں ملاحظہ فرمایئے نیز آپ کے ملفوظات کی شرح کے سلسلے میں بھی الفقیر ایک کتاب (تجلیات الفرید) بھی تیار کرنے میں مصروف ہے۔حق تعالیٰ بزرگان دین کے اقوال واحوال سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

زاد راہ نہایت ضروری ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زاد راہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ زاد راہ کے بغیر سفر نہ کر کیونکہ راستہ خطرناک ہے۔زاد راہ کے بغیر سفر میں بے شمار خطرات سے واسطہ پڑتا ہے۔کئی مصائب وآلام کا شکار ہونا پڑتاہ۔کسی شاعر نے کیا خوب بیان فرمایا اس مصرعہ کو مقبول عرب وعجم حضرت علامہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے پُرسوز اور ترنم آواز میں اکثر پڑھا کرتے تھے کہ:

شالا کوئی مسافر نہ تھیوے ککھ جنہاں تھیں بھارے

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان کیا ہے۔

چڑھ چناں تے کر رشنائی ذکر کریندے تارے ہو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے لعلاں دے ونجارے ہو
شالا مسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جنہاں توں بھارے ہو
تاڑی مار اڈاؤنہ باہو اساں آپے اڈن ہارے ہو

مطلب:

اے (آسمان معرفت کے) چاند (اے محبوب حقیقی) تو (عطا ورحمت کی بلندی پر) جلوہ گر ہے اور سالکوں کے دلوں کو

منور فرما۔ تمام سالکان جو کہ طریقت کے ستارے (ہیں) تیرا (ہی) ذکر (پاک) کر رہے ہیں۔ (ان درویشوں سالکوں میں بعض غواصان معرفت) جواہر شناس ہیں لیکن (راہ سلوک کی) گلیوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

یہ اہل اللہ عارفانِ حق اس دنیا میں مسافر ہیں اور طلب معرفت میں سفر طے کر رہے ہیں۔ خدا کرے مسافر تو کوئی بھی نہ ہو (مسافر) سے تو (مقامی) خس وخاشاک بھی وزنی ہوتے ہیں۔

اے باہو! (اہل دنیا ہم عالم ارواح کے پرواز کرنے والے شہبازوں کو تالی بجا بجا کر نہ اڑائیے ہم تو خود بخود (اس جہان فانی سے عالم بقاء کو) پرواز کرنے والے ہیں۔

فائدہ:

بہرحال ان اشعار میں سلطان العارفین کی حالت کی خوب ترجمانی کی ہے کہ اس دنیا میں سالکان راہ خدا کا جو حال ہے اس کا ذکر فرماتے ہوئے سلطان العارفین بیان کرتے ہیں کہ ان سالکوں کا ظاہر پریشان ہے اس میں شک نہیں کہ وہ اس دنیا کے گلی کوچوں میں تو پھر رہے ہیں اپنے دنیوی اور دینی فرائض ادا کر رہے ہیں مگر حقیقتاً تو وہ لعل وگوہر (حقیقتاً باری تعالیٰ) کے شناسا ہیں اور وہ انہیں لعل وگوہر (عرفان وحقیقت) کا سودا کرنے میں مصروف ہیں۔

انسان اپنے اصل مقام سے جدا ہو کر اس دنیا میں لایا گیا ہے جو اس کا اصل وطن نہیں جو سالکان معرفت ہیں انہیں تو اپنا اصلی وطن قطعاً بھولتا ہی نہیں وہ اس دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ پردیس میں تو مسافر (جو بڑا ہی بلند ومرتبہ اور عظیم کردار کا مالک ہے) کے سامنے مقامی رہنے والے (دنیا والے) چاہے جس قدر گھٹیا اور کم کردار والے ہی کیوں نہ ہوں بڑی آن بان دکھاتے ہیں گویا تنکے بھی مسافر کے سامنے زیادہ باحیثیت اور باوزن نظر آتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں مسافر کی روح نے تو بالآخر اپنے اصلی وطن کو پرواز کر ہی جانا ہے یہ دنیا سے دل لگانے والے بھلا کیوں ہم مسافروں کے درپے آزار ہیں۔ (ابیات باہو معہ ترجمہ وشرح ص ۲۸۹)

راستہ بڑا پُر خطر ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گویا ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے بندے یہ دنیا میں رہنا تیرا ایک مسافر کی طرح ہے جیسے مسافر سفر میں زندگی کے لمحات گزارتے ہوئے بالآخر اپنے گھر جانا ہوتا ہے اسی طرح تو نے بھی اپنے اصلی گھر میں جانا ہے۔ اس دنیا میں جو تو مسافرانہ انداز میں زندگی گزار رہا ہے یہ راستہ بڑا پُر خطر ہے۔ بڑی احتیاط سے لمحات زندگی گزارنے کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی دانا مسافر بلاضرورت اخراجات کے سلسلے میں بے جا۔ شاہ خرچی سے کام نہیں لیتا ورنہ نقصان اٹھاتا ہے بے شمار مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ راستہ بڑا کٹھن اور خطرناک ہے۔

اس دنیا میں رہتے ہوئے نیکیاں اختیار کرتے ہوئے زندگی گزارو نیکیوں کا زادِ راہ ساتھ تیار کر لے تاکہ تمام مسائل خود بخود ہی حل ہوتے چلے جائیں قبر میں روشنی حاصل ہو۔ قبر کی تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے اسی طرح میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل ہوں۔ پل صراط سے گزرنا آرام وسکون سے ہو۔ اس دنیا میں قرآن وسنت پہ عمل کا زادِ راہ ساتھ رکھ تاکہ تجھے کسی بھی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور ہمہ قسم کے خطرات اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خود بخود ٹل جائیں۔



اللہ کا فضل

(۱) مَنْ عَدَا ثُمَّ اعْتَدٰی ثُمَّ اقْتَرَفْ ثُمَّ ارْعَوٰی ثُمَّ انْتَهٰی ثُمَّ اعْتَرَفْ

(۲) اَبْشِرْ بِقَوْلِ اللّٰهِ فِي اٰيَاتِهٖ اِنْ يَّنْتَهُوْا يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفْ

☆ وعَدَا: زیادتی کی ظلم کیا۔ ☆ ثُمَّ اعْتَدٰی: پھر حد سے تجاوز کیا۔ ☆ ثُمَّ اقْتَرَفْ: پھر مرتکب ہوا۔ ☆ اعترف: اعتراف کیا۔ ☆ اَبْشِرْ: خوش ہو جا۔ ☆ یغفر: معاف کر دے گا۔ ☆ سلف: گزرے ہوئے، مراد پہلے گناہ۔

مطلب:

(۱) جس نے زیادتی کی پھر حد سے بڑھا بعد ازاں گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد گناہوں سے بچ گیا پھر بالکل ہی گناہوں سے رک گیا اور گناہ کا اعتراف کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک سے خوش ہو جا جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بیان ہوا ہے وہ فرمان مقدس یہ ہے کہ اگر گناہ سے رک جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ بخش دے گا۔

فائدہ:

ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی پر زیادتی کی اور پھر زیادتی پہ زیادتی کرنے لگا حتیٰ کہ حد سے بڑھ گیا۔ مظالم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کہلانے لگا پھر اچانک اسے احساس زیاں پیدا ہوا۔ وہ گناہوں سے رک گیا حتیٰ کہ گناہوں سے رک گیا گناہوں کا اعتراف کیا اور بارگاہ حق سے گناہوں کی معافی کا طالب ہوا۔ توبہ کرنے لگا۔ ارے انسان! کوئی انسان جتنا بھی گنہگار ہو اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کا طالب ہو۔ اپنے سابقہ گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے پہلے گناہوں کی مغفرت چاہے اللہ تعالیٰ کے حضور آئندہ گناہوں کے سلسلے میں توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف کر دے گا۔

رب کائنات کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔

بخشش کی طلب:

حضرت محمد بن مطرف کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افسوس ہے اولاد آدم پر کہ وہ گناہ کرتا ہے پھر مجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوتا ہے اور میں اس کو بخش دیتا ہوں پھر وہ وہی گناہ کر کے مجھ سے استغفار چاہتا ہے تو میں اس کو بخش دیتا ہوں پھر وہ وہی گناہ کر کے مجھ سے استغفار چاہتا ہے تو میں اس کو معاف فرما دیتا ہوں تعجب ہے نہ تو وہ گناہ ترک کرتا ہے اور نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے اے میرے ملائکہ تم گواہ ہو کہ میں نے اس کو بخش دیا۔ (تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۱۲۱)

چار چیزیں:

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ چار چیزوں سے آدمی کی توبہ جانی جاتی ہے۔

(۱) یہ کہ وہ اپنی زبان کو فضول باتوں، غیبت اور جھوٹ سے روک لے۔
(۲) اپنے دل میں کسی کے لیے حسد اور دشمنی نہ رکھے۔
(۳) برے لوگوں کی صحبت چھوڑ دے۔
(۴) موت کے لیے تیار رہے سابقہ گناہوں پر ندامت و توبہ کرے اور اپنے رب کی تابعداری میں کوشش کرے۔

(تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۱۲۹)

قبولیت توبہ کی علامت:

بعض داناؤں سے دریافت کیا گیا کہ کوئی ایسی علامت ہے جس سے قبولیت توبہ کا علم ہو سکے؟

(۱) برے لوگوں کی صحبت چھوڑ دے اپنے دل میں ہیبت دیکھے اور صالحین کے ساتھ بیٹھے۔
(۲) تمام گناہوں کو ترک کر دے اور عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے۔
(۳) وہ اپنے دل سے دنیا کی لذتوں کو نکال دے اور ہمیشہ آخرت کے خوف کو دل میں رکھے۔
(۴) اپنے آپ کو رزق وغیرہ جیسی ان تمام چیزوں سے فارغ کرے جس کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہوا ہے اور احکامات الٰہیہ پر عمل میں مشغول کر لے جب وہ ان علامات کو اپنے اندر پائے گا تو وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ○

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور لوگوں پر اس کی طرف سے چار چیزیں واجب ہو جائیں گی۔

(۱) وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائے گا۔
(۲) ہمیشہ یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو توبہ پر ثابت قدم رکھے۔
(۳) اپنے سابقہ گناہوں پر شرمندہ رہیں۔
(۴) اللہ تعالیٰ کے حضور بیٹھ کر اس کا ذکر کریں اور بھلائی کے امور میں معاف کریں۔

ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ چار نعمتوں سے نوازے گا۔

(۱) اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے ایسا پاک کرے گا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔
(۲) اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا۔
(۳) شیطان اس پر غلبہ نہ پا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔
(۴) موت سے قبل اسے خوف سے امن عطا کر دیا جائے گا۔ (تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۱۲۹۔۱۳۰)

☆☆☆

شریف بننے کا طریقہ

(۱) اِنْ كُنْتَ تَطْلُبُ رُتْبَةَ الْاَشْرَافِ　　　فَعَلَيْكَ بِالْاِحْسَانِ وَالْاِنْصَافِ

(۲) وَاِذَا اعْتَدٰى اَحَدٌ عَلَيْكَ فَخَلِّهٖ　　　وَالدَّهْرُ فَهُوَ لَهٗ مُكَافٍ كَافٍ

☆تَطْلُبُ: تم طلب کرتے ہو،تم چاہتے ہو۔☆اشراف: شریف کی جمع عزت دار لوگ، مہذب اور شائستہ لوگ۔

☆اعتدائے: زیادتی کرے، حد سے بڑھے۔

مطلب:

(۱) اگر تم شرفاء جیسا مقام حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہو تو تم پہ ضروری ہے کہ تم انصاف اور احسان اختیار کرو۔

(۲) اگر تم پہ کوئی زیادتی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسے پھر بھی چھوڑ دیجیے۔ زمانہ اسے پورا پورا بدلہ چکا دے گا۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشعار میں بیان فرما رہے ہیں کہ اگر تم شرفاء جیسا مقام حاصل کرنے کے خواہشمند ہو تو پھر یہ مقام حاصل کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے بلکہ آسان ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ مقام تم آسانی سے حاصل کر سکتے ہو۔ اس سلسلے میں تمہیں صرف احسان اور انصاف دو صفات کو اپنانا پڑے گا۔ اگر تم ان صفات کو اپنا لو گے تو تم مطلوبہ مقام حاصل کر لو گے۔

اگر تم پہ کوئی زیادتی بھی کرے تو اس پہ اگر غالب آ جائے تو اس کے زیادتی کرنے کے باوجود اسے معاف کر دو چھوڑ دو۔ اگر تم اس سے بدلہ نہ بھی لو گے تو کوئی بات نہیں اس سے تمہارے مقام میں اضافہ ہوگا۔ تمہیں نیکیاں حاصل ہوں گی اور وہ زمانہ کے ہاتھوں بدلہ پا لے گا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان فرمایا ہے کہ ارے انسان، ارے اللہ کے بندے دنیا والوں کی طرف سے آنے والی تمام تکالیف کو برداشت کر، مصائب و آلام برداشت کر بلکہ اس دنیا میں یوں رہ جیسے ککھ مسیت۔

فریدا ایسا رہو جیسے ککھ مسیت　　　پیراں ہیٹھ لتاڑئے ، صاحب نال پریت

مطلب:

اے فرید! مسجد کے تنکے کی مانند بن کر اس جہان فانی میں زندگی گزار کیونکہ ہم مسجد کے تنکے کو اپنے پاؤں کے نیچے روندتے ہیں وہ پھر بھی ہم سے تعلق نہیں توڑتا یعنی ہم جہاں بیٹھے ہوں وہاں سے ہمارے نیچے سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتا وہ پھر بھی دوستی قائم رکھتا ہے دوستی چھوڑتا نہیں۔ (فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید ص ۸۶۶)

فائدہ:

گویا آپ نے یہاں بیان فرمایا کہ اگر کوئی ہم سے زیادتی کرے تو پھر بھی ہمیں اس سے اس کی زیادتی کا بدلہ نہیں لینا چاہیے بلکہ برا منانے کی بجائے مسجد میں پڑے ہوئے دبھ کے تنکے کی مانند ہو جا کہ وہ ہر حال میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ اسی طرح تو

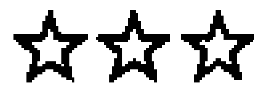
بھی زیادتی کرنے والے سے بدلہ لینے کے متعلق تو سوچ بھی نہیں بلکہ اسے معاف کر دے بلکہ نہ صرف معاف کر دے بلکہ اسے مزید فائدہ پہنچا۔

جب وہ اپنی گندی فطرت سے باز نہیں آیا تو تو اپنی اچھی فطرت کیوں چھوڑتا ہے۔ تو بھی اپنی اچھی فطرت اور نیکی کو نہ چھوڑ بلکہ مزید پختگی اختیار کر لے۔ وہ تو خود دنیا دار ہے تیرا تو تعلق خالق کائنات سے ہے جو موافق ومخالف سبھی کو رزق دے رہا ہے مخالفین کو بھی روزی دے رہا ہے بلکہ ذرہ بھر بھی کمی نہیں کرتا۔

اے فرید! اس جہان فانی میں اس طرح زندگی گزار جیسے مسجد کا تنکا زندگی گزارتا ہے کہ ہمارے پاؤں تلے روندا جاتا ہے یعنی مگر پھر بھی اپنے مالک وخالق کے ساتھ تعلق قائم رکھتا ہے۔ تکالیف ومصائب سے تنگ آ کر وہ اپنا تعلق نہیں توڑتا بلکہ پھر بھی اپنے محبوب سے تعلق قائم رکھے ہوئے ہے۔ (فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید ص ۸۶۸)

فائدہ:

گویا بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما رہے ہیں کہ ارے انسان مسجد میں پڑے تنکے کا حال دیکھ کہ مسجد میں اس کی ہستی ہمارے پاؤں تلے تباہ ہو رہی ہوتی ہے اس کے جسم کے ذرے ایک ایک کر کے بکھرتے جا رہے ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے پاؤں کے نیچے سے سرکتا نہیں اس لیے کہ وہ تو محبوب کی یاد میں مگن ہی اتنا ہوتا ہے کہ اسے ہماری طرف سے پہنچنے والی تکلیف کا احساس بھی نہیں ہوتا یا یوں سمجھ لیجیے کہ محبوب کی مخلوق کی طرف سے ملنے والی تکلیف کو وہ تکلیف سمجھتا ہی نہیں بلکہ انعام تصور کرتا ہے جیسے بزرگان دین کا عمل مبارک ہے کہ جس دن انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی سمجھتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہو گیا ہو کیونکہ مصائب وآلام پہ صبر وسیلہ اجر ہوتا ہے۔



بخل کی بجائے فیاضی اختیار کر

(۱) لَا تَبْخَلَنَّ بِدُنْیَا وَهِیَ مُقْبِلَةٌ — فَلَیْسَ یَنْقُصُهَا التَّبْذِیْرُ وَالسَّرَفُ

(۲) فَاِنْ تَوَلَّتْ فَاَحْرٰی اَنْ تَجُوْدَ بِهَا — فَالشُّكْرُ مِنْهَا اِذَا مَآ اَدْبَرَتْ خَلَفُ

☆لَا یَبْخَلَنَّ: بخل نہ کر۔ ☆فَلَیْسَ یَنْقُصُهَا: پس کم نہیں کر سکتا۔ ☆السَّرَفُ: اسراف، فضول خرچی۔ ☆تَوَلَّتْ: منہ موڑتی ہے۔ ☆فَالشُّكْرُ: پس تو شکر کر۔

مطلب:

(۱) دنیا میں کنجوسی اختیار نہ کر (کیونکہ جب کسی وجود میں) کنجوسی پیدا ہوتی ہے تو پھر اسے فضول خرچی اور اسراف بھی گھٹا نہیں سکتا۔ (اور یہ نہایت بری صفت ہے)

(۲) پس اگر تجھ سے دنیا منہ پھیر رہی ہے (تو پھر بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ) فضول خرچی اور اسراف کی بجائے سخاوت

اور دریا دلی اختیار کرنا زیادہ مناسب طریقہ ہے کیونکہ جب دنیا اور دنیا کی محبت تمہارے وجود سے نکل جائے گی تو تم میں اس کی جگہ شکر رہ جائے گا۔

کنجوسی:

ان اشعار میں کنجوسی کی مذمت اور سخاوت کی فضیلت بیان کی گئی ہے آپ بیان فرماتے ہیں کنجوسی اختیار نہ کر کیونکہ جب کنجوسی کی عادت پڑتی ہے تو پھر اسے فضول خرچی اور اسراف بھی کم نہیں کر سکتی یہ ایسی گندی عادت ہے کہ کسی طرح بھی کم نہیں ہوتی۔ آدمی کے پاس جو کچھ بھی ہوتا بندہ اس سے کسی طرح بھی نفع حاصل نہیں کر سکتا بلکہ الٹا اس کی حفاظت اور دیکھ بھال بھی عذاب سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ اس لیے کنجوسی سے بچنا چاہیے۔

کنجوسی کر کے مال جمع کرنے کی مذمت:

حضرت فقیہہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ایوب سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اصحاب النبی کے ساتھ ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا کہ ایک صاحب حُسن وطاقت جوان آیا اس کی قوت کو دیکھ کر صحابہ کرام نے فرمایا کہ کاش! یہ شخص اپنی نوجوانی اور طاقت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دے۔

پس یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ فی سبیل اللہ یہ ہے کہ جو شخص جہاد یا غزوہ کے لیے نکلتا ہے یا اپنی جان کی حفاظت کے لیے کوشش کرتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔

نیز جو شخص والدین کی خدمت کرتا ہے تاکہ وہ محفوظ رہیں تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے تحفظ کے لیے کوشش کرتا ہے یہ بھی فی سبیل اللہ ہے اور جو شخص مال جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ شیطان کی راہ پر ہے۔

(تنبیہ الغافلین اردو ترجمہ حصہ ۲۔ ص ۴۴)

بخل کی سزا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (پ ۴ سورۃ آل عمران ۱۸۰)

اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی۔ ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

شان نزول:

ھو سے مراد اللہ تعالیٰ کا مال عطا کرنا یا اللہ تعالیٰ نے جو انہیں عطا کیا ابن مسعود، ابووائل، شعبی اور سعدی نے یہی کہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ مال عطا کرے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے قیامت کے روز اس کے مال کو ایسے سانپ کی شکل میں کر دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو نشان ہوں گے

قیامت کے روز اس کا وہی مال اس کا طوق ہوگا پھر وہ سانپ اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال، میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔ (تفسیر مظہری اردو جلد ۲ ص ۲۱۱)

فائدہ:

یہی حدیث مبارکہ بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام:

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت نقل کی ہے کہ کوئی آدمی ہو جس کے اونٹ گائے اور بھیڑ بکریاں ہوں وہ ان میں سے زکوٰۃ نہیں دیتا، قیامت کے روز اس کے یہی مال زیادہ بڑے اور زیادہ موٹے ہو کر آئیں گے اپنے کھروں کے ساتھ اس مالک کو روندیں گے اور اسے سینگوں سے ماریں گے۔ جب آخری جانور آئے گا تو پھر پہلے کو لوٹایا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، تفسیر مظہری شریف جلد ۲ ص ۲۱۱)

فائدہ:

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ درج بالا آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:
مخلوقات کے فناء ہونے کے بعد وہی باقی رہے گا۔ وہ مرتے ہیں اور اموال چھوڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ورثاء میں سے یا کسی اور کو جسے چاہتا ہے مال عطا فرماتا ہے ان کے لیے حسرت اور سزا ہی باقی رہ جاتی ہے تو پھر وہ بخل کیوں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ نہیں کرتے۔ (تفسیر مظہری اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۲۱۱)

بخل کی سزا:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں اور ابن جریر نے حجر بن بیان سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کوئی رشتہ دار جب کسی رشتہ دار کے پاس آئے اور اس سے اس مال میں سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے زائد عطا کیا ہے وہ اس پر بخل کرے قیامت کے روز جہنم سے اس کے لیے ایک سانپ نکلے گا وہ زبان ادھر اُدھر مار رہا ہوگا یہاں تک کہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

(تفسیر در منثور اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۲۸۸ تفسیر طبری شریف زیر آیت ہذا، جلد ۴ ص ۱۲۷ مصر)

دو مالدار:

امام سعید بن منصور اور بیہقی نے شعب میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اس مالدار کو پل صراط کے پاس لایا جائے گا جس نے مال میں اللہ کے حکم کی طاعت کی ہوگی اس کا مال سامنے ہوگا جب وہ لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اسے کہے گا چلتے جاؤ تم نے مجھ میں اللہ کا حق ادا کیا ہوا ہے پھر اس مالدار کو پل صراط کے پاس لایا جائے گا جس نے مال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی ہوگی جب بھی وہ لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اسے کہے گا تو ہلاک ہو تو نے مجھ میں سے اللہ تعالیٰ کا حق کیوں ادا نہیں کیا۔ وہ اسی طرح رہے گا یہاں تک کہ مال اس کے لیے ہلاکت کی بددعا کرتا رہے گا۔
(تفسیر در منثور اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۲۸۹)

بخل سبب ہلاکت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بخل سے بچو کہ تم سے پہلے جولوگ ہلاک ہوئے۔ ان کی ہلاکت کا باعث یہ بخل ہی تھا جس نے ان کو خونریزی پہ آمادہ کیا اور انہوں نے خون خرابہ کیا اور حرام کو حلال تصور کیا۔ (نسخہ کیمیا ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۷۰۷)

اپنی جان پر بخل:

قرآن مجید میں ہے کہ:

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ج وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ط وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ج (پ۲۶ سورۃ محمد: ۳۸)

ہاں ہاں جو تم بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے کوئی بخت کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔ (کنز الایمان)

مال خرچ کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دعا:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص کے لیے روزانہ دو فرشتوں کو مقرر کر دیا جاتا ہے جو (دن بھر) یہی منادی کرتے رہتے ہیں کہ ''بار خدایا! جو شخص مال کا ذخیرہ کرتا ہے اس کا مال تباہ و برباد کر دے اور جو خرچ کرتا رہے اس کو اس کے عوض مزید مال عطا فرمادے۔ (نسخہ کیمیا ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۷۰۸)

شیطان کا عزیز ترین شخص:

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے ابلیس کو دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ تم کس شخص کو اپنا دشمن سمجھتے ہو اور کس کو زیادہ عزیز اور دوست تصور کرتے ہو؟

ابلیس نے جواب دیا کہ بخیل زاہد کو میں بے حد عزیز رکھتا ہوں کیونکہ وہ عبادت میں اپنی جان بھی ہلکان کرتا ہے، ریاضت اور مجاہدہ بھی کرتا ہے لیکن اس کا بخل اس کے تمام کیے دھرے پر (یعنی جملہ عبادت و بندگی پر) پانی پھیر دیتا ہے اور فاسق کو میں اپنا بدترین دشمن سمجھتا ہوں جو سخی ہو کیونکہ اس کی زندگی بھی عیش و عشرت میں گزرتی ہے۔ خوب چین اور مزے سے رہتا ہے اور پھر بھی مجھے یہ خوف مارے دیتا ہے کہ کہیں اپنی سخاوت کی وجہ سے ہی بخش نہ دیا جائے یا حق تعالیٰ کہیں اسے توبہ کی توفیق نہ عطا کر دے۔
(نسخہ کیمیا ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۷۰۸)

☆☆☆

مقام تسلیم و رضا

(۱) مَالِیْ عَلٰی فَوْتِ فَائِتٍ اَسَفٌ — وَلَا تَرَانِیْ عَلَیْهِ اَتَّهِفُ

(۲) مَا قَدَّرَ اللّٰهُ لِيْ فَلَيْسَ لَهٗ عَنِّيْ اِلٰى مَنْ سِوَايَ مُنْصَرِفٌ

(۳) فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا شَرِيْكَ لَهٗ مَالِيْ قُوَّتٌ وَّ هِمَّتِي الشَّرَفُ

(۴) اَنَا رَاضٍ بِالْعُسْرِ وَ الْيَسَارِ فَمَا تَدْخُلُنِيْ ذِلَّةٌ وَّ لَا صَلَفُ

☆قُوْتِ: نیست، نامعدوم۔☆اَسَف: افسوس کروں۔☆التهف: رنج کرتے ہوئے۔☆قدر الله: اللہ تعالیٰ نے مقدر کردیا۔☆سوا: علاوہ، دوسرے۔☆منصرف: پھر سکتا۔☆فالحمدلله: پس تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں یعنی مراد اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔☆هِمَّتِي الشَّرَفُ: میری ہمت اعلیٰ ہے۔☆اَنَا رَاضٍ: میں راضی ہوں۔☆عُسْر: تنگدستی۔☆یسار: آسانی، مالداری۔

مطلب:

(۱) کسی چیز سے فوت ہونے یا خراب اور تباہ و برباد ہونے پر میں افسوس کا اظہار کیوں کروں۔ تو مجھے اس پہ افسوس کرتا ہوا نہیں دیکھے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ جو کچھ میرے مقدر میں کر دیا ہے۔ مجھے اس سے کسی دوسرے کی طرف کوئی بھی نہیں پھیر سکتا۔

(۳) پس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اگرچہ میرے پاس طاقت نہیں اس کے باوجود میری ہمت اور حوصلہ اعلیٰ ہے۔

(۴) میں تنگی اور مالداری دونوں حالتوں پہ راضی ہوں پس میں نہ ذلت وخواری میں مبتلا ہوں گا اور نہ ہی اپنی بڑائی بیان کروں گا۔

فائدہ:

ان اشعار میں جہاں دیگر امور بیان ہوئے وہاں تنگی اور مالداری کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ آپ بیان فرمارہے ہیں کہ کسی چیز کے فوت ہونے اور ضائع ہونے کی وجہ سے میں افسوس کرنے کیوں بیٹھ جاؤں اور نہ ہی تو مجھے افسوس کرتے ہوئے دیکھے گا (کیونکہ جو کچھ مجھے ملنا ہے وہ کوئی اور نہیں لے سکتا اور جو کچھ مجھے نہیں ملنا جتنی بھی کوشش کرلوں وہ مجھے نہیں مل سکتا۔ اور جو کچھ ضائع ہوا یا مجھے نہیں ملا یا مجھے مل کر ضائع ہوگیا یا برباد ہوگیا یا فوت ہوگیا وہ میرے نصیب میں تھا ہی نہیں اس لیے ضائع ہوا۔ جو میری قسمت میں تھا ہی نہیں اور اس کے ضائع ہونے کی وجہ سے مجھے افسوس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے اس کے متعلق تو مجھے افسوس کرتے ہوئے نہ دیکھے گا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اگرچہ میرے پاس اپنی ذاتی طور پر کوئی قوت و طاقت نہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت اور اعلیٰ حوصلہ عطا فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے میں ہمت نہیں ہارتا۔ میں تنگی میں مبتلا ہوں یا مجھے مالداری حاصل ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پہ راضی ہوں کہ جیسے میرا رب چاہتا ہے وہی حالت مجھے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہر حالت میں راضی رہتا ہوں کسی حال میں بھی شکوہ و شکایت نہیں کرتا۔ اسی لیے میں نہ تو ذلت وخواری میں مبتلا ہوں اور نہ ہی اپنی بڑائی بیان کروں گا۔

☆☆☆

تنگی و کشادگی اللہ کے اختیار میں

(۱) كَمْ مِّنْ عَلِيْمٍ قَوِيٍّ فِيْ تَقَلُّبِهٖ مُهَذَّبِ اللُّبِّ عَنْهُ الرِّزْقُ يَنْحَرِفُ

(۲) كَمْ مِّنْ ضَعِيْفِ الْعَقْلِ مُخْتَلِطٍ كَأَنَّهٗ مِنْ خَلِيْجِ الْبَحْرِ يَغْتَرِفُ

☆**عَلِيْم**: بہت زیادہ جاننے والا، دانا، عالم، واقف۔ ☆**ینحرف**: منہ موڑے ہوئے۔ ☆**ضعیف العقل**: کم عقل۔ ☆**مختلط**: خبطی، مجنون، پاگل، دیوانہ، سودائی۔ ☆**خلیج**: گہراؤ، پانی کا وہ حصہ جو تین طرف سے خشکی سے ملا ہوا ہو اور ایک طرف سے سمندر سے ملا ہوا ہو، مراد گہراؤ۔ ☆**بحر**: بڑا سمندر، دریا۔

مطلب:

(۱) بے شمار نہایت سمجھدار اور طاقتور لوگ پریشان حال ہیں۔ عقل نے انہیں سنوارا ہے مگر اس کے باوجود رزق ان سے منہ پھیر چکا ہے۔ واضح ہوا کہ دولت، دنیا اور رزق محض سمجھداری، عقلمندی اور طاقت کی وجہ سے نہیں ملتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے۔

(۲) بے شمار، کمزور، تھوڑی عقل والے بلکہ خبطی قسم کے لوگ ہیں اس کے باوجود وہ دولتمندی کے دریا کے گہراؤ سے چلو بھر بھر کر حاصل کر رہے ہیں۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات واضح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے جتنا رزق مقرر فرمایا ہے اس کو اتنا ہی رزق ملنا ہے اس سلسلے میں خواہ جتنی بھی بے ایمانی، چوری اور ڈکیتی جیسے کام کرے اس کے لیے اتنا ہی مال ہوگا جو اس کی قسمت میں ہوگا۔ اس سے بڑھ کر ذرہ بھر بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کئی ایسے پہلوان قسم کے لوگ ہوتے ہیں کہ بڑے موٹے تازے اور طاقتور ہوتے ہیں مگر رزق کے سلسلے میں پریشان رہتے ہیں انہیں وسیع رزق حاصل نہیں ہوتا عقل مندی کے لحاظ سے بھی بہت اچھے ہوتے ہیں ان کی فہم اور سمجھداری کی لوگ مثال دیتے ہیں مگر رزق ان کے پاس نہایت قلیل ہوتا ہے۔ دانے دانے کے محتاج ہوتے ہیں۔ بھوکے مرتے ہیں۔ کئی ایسے خبطی، بے وقوف اور نہایت کمزور ہوتے ہیں مگر ان کے ہاں دولت کی ریل پیل ہوتی ہے یہ سب تقسیم وحدہٗ لاشریک کی ہے کہ جس کے لیے جو کچھ لکھا اسے وہی کچھ ملنا ہے۔ اس سے ذرہ بھر کمی بھی نہیں ہو سکتی اور ذرہ بھر اضافہ بھی ممکن نہیں۔

تنبیہ:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو جائز اور ناجائز ہر قسم کے ذرائع اپنا کر دولت کے ڈھیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ناکامی ان کے سر چڑھ کے بولتی ہے۔ اس سلسلے میں وہ دنیا میں بھی بدنامی کا ٹکہ سجاتے ہیں اور آخرت کا نقصان بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

موت کے فائدے

(۱) جَزَی اللّٰہُ الْمَوْتَ خَیْرًا فَاِنَّہٗ ۔۔۔ اَبَرُّ بِنَا مِنْ وَّالِدَیْنَا وَاَرْءَ فُ

(۲) یُعَجِّلُ تَخْلِیْصَ النُّفُوْسِ مِنَ الْاَذٰی ۔۔۔ وَیُدْنِیْ مِنَ الدَّارِ الَّتِیْ ھِیَ اَشْرَفُ

☆جزَاللّٰہ: اللہ تعالیٰ جزاعطافرمائے۔☆عَنَّا الْمَوْتُ: موت کو ہماری طرف سے۔☆والدینا: ہمارے ماں باپ۔☆وَاَرْءَ ف: زیادہ رؤف، زیادہ احسان کرنے والا۔☆اذٰی: تکلیف۔

مطلب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ موت کے فوائد بیان کرتے ہوئے بلکہ موت کے لیے دعائیہ کلمات بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ موت کو ہماری جانب سے بہترین بدلہ عطافرمائے کیونکہ موت ہمارے والدین سے بھی زیادہ ہم پہ مہربانی کرنے والی ہے۔اجسام کوتکلیف سے نجات عطافرماتی ہےاورروح کواعلیٰ مقام کے نزدیک کردیتی ہے۔

فائدہ:

یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کی فضیلت اورفوائد بیان کیے ہیں کہ موت بری نہیں ہے خصوصاً مومنین کے لیےموت بری نہیں ہےاورنہ نقصان دہ ہے بلکہ سچ تو یہ ہے موت مومنین کے لیےانتہائی مفید ہے۔ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔موت تکلیف میں مبتلا جسم کوتکلیف سے نجات دیتی ہےاورروح کو مقام اشرف کے قریب کردیتی ہے۔موت کے متعلق قدرےتفصیلات توالفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی نے اپنی تصنیف (فیضان الفرید شرح دیوان بابافرید) میں بیان کی ہیں۔ یہاں ان اشعار کے مفہوم کے لحاظ سے اتناعرض کروں گا کہ موت ایسی بھی بری نہیں کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ موت سے ڈرکر بھاگے بھاگے پھرے ہوں جیسے بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ موسیٰ نٹھا موت تھیں موت اگے کھلی اوراس مقام پر بعض لوگ حضرت موسیٰ کلیم اللہ مراد لیتے ہیں۔انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان اشعاراور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا مطالعہ بغورکرنا چاہیے کہ جن میں موت کو مومن کے لیے تحفہ قراردیا ہے۔موت کومومنین کے لیے خوشبوقراردیا ہےان میں سے چنداحادیث ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات لامتناہی ہیں

(۱) قَدْ کُنْتَ یَا سَیِّدِیْ بِالْقَلْبِ مَعْرُوْفًا ۔۔۔ وَلَمْ تَزَلْ یَا سَیِّدِیْ بِالْحَقِّ مَوْصُوْفًا

(۲) وَکُنْتَ اِذْ لَیْسَ نُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ ۔۔۔ وَلَا ظَلَامٌ عَلَی الْاٰفَاقِ مَعْکُوْفًا

(۳) فَرَبَّنَا بِخِلَافِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ ۔۔۔ وَکُلِّ مَا کَانَ فِی الْاَوْھَامِ مَعْرُوْفًا

(۴) وَمَنْ يُّرِدْهُ عَلَى التَّشْبِيْهِ مُمْتَثِلاً ‌ ‌ يَرْجِعُ اَخَا حَصْرٍ بِالْعِجْزِ مَكْنُوْفًا

(۵) وَفِي الْمَعَارِجِ تَلْقٰى مَوْجَ قُدْرَتِهٖ ‌ ‌ مَوْجًا يُّعَارِضُ صَرْفَ الرِّيْحِ مَكْفُوْفًا

(۶) فَاتْرُكْ اَخَا جَدَلٍ بِالدِّيْنِ مُشْتَبِهًا ‌ ‌ قَدْبَا شَرَّ الشَّكِّ مِنْهُ الرَّاىُ مَوْوُفًا

(۷) وَاصْحَبْ اَخَا ثِقَةٍ حِبًّا لِسَيِّدِهٖ ‌ ‌ وَبِالْكَرَامَاتِ مِنْ مَوْلَاهُ مَحْفُوْفًا

(۸) اَمْسٰى دَلِيْلُ الْهُدٰى فِي الْاَرْضِ مُنْتَشِرًا ‌ ‌ وَفِي السَّمَآءِ جَمِيْلُ الْحَالِ مَعْرُوْفًا

☆یاسیدی: اے میرے سردار مراد اے میرے مالک۔☆معروفاً: معرفت۔☆مَوْصُوْفًا: متصف۔☆نور: روشنی، تجلی، اجالا، چمک، رونق، روپ، کلام پاک کی ایک سورۃ کا نام، صوفیوں کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ جلالہ کا ایک صفاتی نام۔ ☆یستضاء: اس سے روشنی حاصل کی جائے۔☆ظلام: تاریکی۔☆افاق: افق کی جمع آسمان کے کنارے، دنیا۔☆قربتنا: ہمیں قرب عطا فرمایا۔☆اوھام: وہم کی جمع، ذہنی تصورات۔☆یرجع: وہ لوٹے گا۔☆تلقی: تم ملاقات کر سکتے ہو یعنی دیکھ سکتے ہو۔☆موج: لہر، تلاطم، امنگ، جوش۔☆مشتبھا: شبہ کرنے والا۔☆اصحب: صحبت اختیار کر۔☆بالکرامات: مہربانیوں کے ساتھ۔☆الھدی: ہادی۔☆جمیل: حسین، خوبصورت۔☆جمیل الحال: اچھے حال والا۔

(۱) تحقیق اے میرے مالک دل کے ساتھ تیری معرفت تھی تو ہمیشہ حق کی صفت سے موصوف رہا ہے۔

(۲) جب کوئی بھی نور ایسا نہیں تھا کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی تمام افق پہ تاریکی کا راج تھا اس وقت بھی تو موجود تھا۔

(۳) تمام مخلوق اور جو کچھ وہم میں ممکن تھا ان سب سے زیادہ مجھے اپنا قرب عطا فرمایا۔

(۴) اسے جو کوئی تشبیہ اور مثالوں کے ذریعے سمجھنا چاہے گا وہ عاجزانہ حالت میں بے بسی کے عالم میں واپس آئے گا۔ یعنی وہ تشبیہات اور مثالوں کے ذریعے تیری حقیقت نہیں جان سکتا کیونکہ تیری مثل کوئی چیز نہیں۔

(۵) اس کی قدرت کی موج کا نظارہ تم آسمانوں میں ملاحظہ کر سکتے ہو وہ موج رکی ہوئی ہونے کے باوجود ہوا کے جھونکوں کا مقابلہ کرے گی۔

(۶) دین میں شبہات پیدا کرنے والے جھگڑالو جو شک وشبہ میں مبتلا ہو اور اس کی رائے آفت کی ماری ہوئی ہو اسے چھوڑ دیجیے۔

(۷) محبت کرنے والے اس شخص کی صحبت اختیار کرنا جو اپنے مالک کے دوست اور اپنے مالک کی عنایات کے گھیرے میں ہو۔

(۸) ہدایت کرنے والا راہ حق پہ چلتے ہوئے اس دنیا میں پریشانیوں میں مبتلا ہوتا رہتا ہے۔ مگر آسمانوں پہ بہترین احوال والا مشہور ومعروف ہوتا ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بندے کے احوال بیان کیے ہیں کہ اور محبوب حقیقی کے متعلق بیان کیا ہے۔ آخری تین اشعار میں بیان کیا ہے کہ جھگڑالو اور دین میں شبہات پیدا کرنے والے شخص کو چھوڑ دے۔ اس کے قرب سے دوری ہی

بہتر ہے ورنہ تیرے لیے بھی نقصان کا باعث ہوگا۔اس لیے ایسے شخص کے قرب سے دوری ہی بھلی۔اس کی رائے بھی نہ سننا کیونکہ اس کی رائے بھی ہزار ہا خرابیوں پہ مبنی ہوگی ایسی غلط رائے تجھے بھی لے ڈوبے گی۔

اب موجودہ دور کے کئی مولوی نما شخصیات کو دیکھیے زبان سے میٹھی میٹھی گفتگو مگر جب اولیاء کرام اور انبیاء کرام کے متعلق بولیں گے تو ان کی زبان سے زہر سے بھی زیادہ زہریلی گفتگو نکلے گی ایسے ملاؤں اور ایسی زہریلی کتب جو بزرگان دین کے عظمتوں کے خلاف لکھی گئی ہوں۔آج کل دہریت کے جراثیم بھی پھیلتے جا رہے ہیں۔دہریت پسند بھی جب گفتگو کرنے پہ آتے ہیں تو نہایت میٹھی اور سریلی گفتگو کرتے ہیں مگر دین وایمان کے خلاف جب گفتگو کے رنگ میں انجیکشن لگاتے ہیں تو اچھے بھلے لوگوں کی عقل پہ پردہ آنا شروع ہو جاتا ہے فلہٰذا صحیح مذہب وملت والے باعمل علماء کرام اور بزرگان دین کی تصانیف کا مطالعہ کیجیے۔دوسرے مولویوں کی گفتگو اور ان کی کتب سے پرہیز کرنے میں ہی فائدہ ہے۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے

کے مصداق ان سے دوستی اور یارانہ تیرے لیے بھی نقصان کا باعث بن سکتا ہے ایسوں کی رائے مبنی بر نقصان ہوگی اس لیے ان سے کنارہ کشی میں فائدہ ہے۔کنارہ کشی ہی کیجیے۔

راہ حق کے مسافر کی حالت:

راہ حق کے مسافر کی اکثر حالت دنیا میں عجیب ہوتی ہے بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مجاہدات میں غور کیجیے اگر اولیائے کرام کی سوانح حیات مطالعہ کرنے سے اس کی حقیقت واضح ہو جائے خصوصاً حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ آپ کے اس فرمان کی ایک بہترین تصویر پیش کرتی ہے۔حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق تفصیلات اور آپ کے ملفوظات کی بہترین شرح کے سلسلے میں ہماری بہترین تصنیف (فیضان اویس قرنی) ملاحظہ فرمائیے ان شاءاللہ یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔



کعب ابن اشرف کا قتل اور قبیلہ نضیر کو مدینہ شریف سے نکالنے کا بیان

(۱) عَرَفْتُ وَمَنْ يَّعْتَدِلْ يَعْرِفِ — وَاَيْقَنْتُ حَقًّا وَّلَمْ اَصْدِفِ
(۲) عَنِ الْكَلِمِ الصِّدْقِ يَاتِي بِهَا — مِنَ اللّٰهِ ذِي الرَّحْمَةِ الْاَرْاَفِ
(۳) رَسَائِلَ يُدْرَسْنَ فِي الْمُؤْمِنِيْنَ — بِهِنَّ اصْطَفٰى اَحْمَدَ الْمُصْطَفٰى
(۴) فَاَصْبَحَ اَحْمَدُ فِيْنَا عَزِيْزًا — عَزِيْزَ الْمَقَامَةِ وَالْمَوْقِفِ
(۵) فَيَآ اَيُّهَا الْمَوْعِدُوْهُ سَفَاهَا — وَلَمْ يَاتِ جَوْرًا وَّلَمْ يَعْنِفِ

(۶)	اَلَسْتُمْ تَخَافُوْنَ اَدْنٰی الْعَذَابِ	وَمَآ اٰمَنَ اللّٰهِ كَالْاَخْوَفِ
(۷)	فَاِنْ تُصْرَعُوْا عُوْا تَحْتَ اَسْيَافِنَا	كَمَصْرَعِ كَعْبٍ اَبِى الْاَشْرَفِ
(۸)	غَدَاةً رَاَى اللّٰهُ طُغْيَانَهٗ	وَاَعْرَضَ كَالْجَمَلِ الْاَجْنَفِ
(۹)	فَاَنْزَلَ جِبْرِيْلَ فِىْ قَتْلِهٖ	بِوَحْىٍ اِلٰى عَبْدِهِ الْمُلْطَفِ
(۱۰)	فَدَسَّ الرَّسُوْلُ رَسُوْلًا لَّهٗ	بِاَبْيَضَ ذِىْ ظُبَّةٍ مُّرْهَفِ
(۱۱)	فَبَاتَتْ عُيُوْنٌ لَّهٗ مُعْوِلَاتٌ	مَتٰى يَنْعَ كَعْبٌ لَّهَا تَذْرُفِ
(۱۲)	فَقَالُوْا لِاَحْمَدَ ذَرْنَا قَلِيْلًا	فَاِنَّا مِنَ النَّوْحِ لَمْ نَشْتَفِ
(۱۳)	فَخَلَّاهُمْ ثُمَّ قَالَ اَظْعَنُوْا	دُحُوْرًا عَلٰى رَغْمَةِ الْاٰنُفِ
(۱۴)	وَاَجْلٰى النَّضِيْرَ اِلٰى غُرْبَةٍ	وَكَانُوْا بِدَارَةِ ذِىْ زُخْرُفِ
(۱۵)	اِلٰى اَذْرُعَاتٍ رِدَافًا لَّهُمْ	عَلٰى كُلِّ ذِىْ دَابَرٍ اَعْجَفِ

☆عرفت: میں نے معرفت حاصل کر لی۔☆من یعتدل: جو اعتدال سے کام لے۔☆یعرف: وہ عارف ہو جائے گا۔☆ایقنت: میں نے یقین کر لیا۔☆کلم الصدق: سچی باتوں۔☆ذی الرحمة الارؤف: رحیم و مہربان یعنی رحمت والے مہربان۔☆یُدْرَسْنَ: پڑھے جاتے ہیں۔☆المصطفیٰ: منتخب کیا۔☆عزیزاً: صاحب عزت، محبوب، دل پسند، قابل عزت، صاحب مرتبہ وغیرہ۔☆عزیز المقامة: عالی مقام۔☆جوراً: ظلم۔☆ادنیٰ العذاب: قریبی عذاب۔☆اسیافنا: ہماری تلواروں۔☆غداۃ: صبح۔☆اَعْرَضَ: اعراض کیا۔☆کالجمل: اونٹ کی طرح، اونٹ کی مانند۔☆انزل: اتارا۔☆بوحی: وحی کے ساتھ۔☆رسول: بمعنی قاصد۔☆من النوح: رونے سے۔☆فخلاھم: پس انہیں چھوڑ دیا۔☆دار: گھر۔

مطلب:

(۱) میں نے مقام معرفت حاصل کر لیا جو بھی معتدل راستہ اختیار کرے گا وہ بھی عارف بن جائے گا اور حق پہ میں نے یقین کر لیا ہے۔ (اس لیے میں نے) اس سے منہ نہیں پھیرا۔

(۲) میں نے (کبھی بھی) سچے کلام سے منہ نہیں موڑا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحم کرنے والے مہربان اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔

(۳) جو قرآنی آیات پہ مبنی بیانات مسلمانوں میں تلاوت کیے جاتے ہیں ان کی وجہ سے ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا ہے۔

(۴) پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قابل عزت، بلند مقام والے اور گرامی منزلت ہم میں ہیں۔

(۵) پس اے وہ لوگو! جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بے وقوفی کا اظہار کرتے ہوئے ڈراتے ہو۔ انہوں نے تو کبھی بھی کسی پہ زیادتی اور سختی نہیں کی۔

(۶) کیا تم نزدیک والے عذاب سے خوف نہیں کھاتے اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے جیسا کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے محفوظ نہیں۔

(۷) پس اگر تم کو ہماری تلواروں کے نیچے گرا دیا جائے جیسے اس صبح کعب ابن اشرف کو گرا دیا گیا تھا۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے جس صبح اس کی سرکشی ملاحظہ فرمائی کہ اس نے راستے سے ایک طرف ہو کر چلنے والے اونٹ کی مانند روگردانی کی۔

(۹) پس حضرت جبریل علیہ السلام کو اس کے قتل کے متعلق وحی دے کر اپنے اس بندۂ خاص کی طرف بھیجا جس پہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانیاں ہیں۔

(۱۰) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے دھار والی تلوار دے کر ایک قاصد روانہ فرما دیا۔

(۱۱) پس جب اس کے مرنے کی خبر ملی تو اس پہ رونے والی بے شمار آنکھوں نے آنسو برسانے کی حالت میں رات گزاری۔

(۱۲) پس انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہمیں چھوڑ دو۔ ہمیں ابھی تک رونے سے تشفی نہیں ہوئی۔ ابھی بھی اور اس سردار کے سلسلے میں رونا چاہتے ہیں۔

(۱۳) پس نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ وقت کے لیے چھوڑ دیا اور ارشاد فرمایا کہ دھتکارے ہوئے اور ذلیل وخوار ہو کر (مدینہ طیبہ سے) چلے جاؤ۔

(۱۴) اور نضیر (قبیلہ والے یہودیوں) کو وطن سے نکال دیا وہ بڑے آرائش وزیبائش والے گھروں میں رہتے تھے۔

(۱۵) ان کے پیچھے دھیان کرنے والوں کو لگا کر زخمی پشت والے کمزور اونٹوں پہ بٹھا کر وطن سے نکال دیا۔

عارف بننے کا طریقہ:

پہلے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معرفت کے حصول کا ایک طریقہ بیان فرمایا ہے جو بھی معتدل راستہ اپنائے گا وہ عارف بن جائے گا۔ اس لیے اعتدال پسندی ایک اچھی صفت ہے افسوس کہ بعض لوگ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں ایسے افراد یقیناً غلط راستے اپناتے ہیں۔ بعض لوگوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی نام نہاد محبت کے بل بوتے پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہ تبرا بولنا اور اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خارجین جیسے عقائد اپنانا معتدل راستہ سے ہٹ کر ہے معتدل راستہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو عظمت قرآن واحادیث میں بیان ہوئی ہے وہ بھی تسلیم کی جائے اور جو عظمتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآن واحادیث میں بیان ہوئی ہیں وہ بھی تسلیم کی جائیں۔ الحمد للہ! اہلسنت والجماعت معتدل راستہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اسی لیے ہمیں جماعت اہلسنت سے پیار ہے کہ اہلسنت و جماعت عقائد واعمال کے لحاظ سے معتدل راستہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اہلسنت و جماعت کے حق ہونے کے متعلق مجدد ملت، فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر محدث بہاولپوری حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کا مطالعہ کیجیے آپ نے ہر موضوع میں الگ الگ متعدد تصانیف

رقم فرمائی ہیں۔حق تعالیٰ آپ کے درجات میں مزید اضافہ فرمائے۔آمین

قرآن و احادیث ماننا:

دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے کلام سے کبھی بھی اعراض نہیں کیا۔آپ کے اس فرمان سے مراد قرآن مجید بھی اور احادیث مبارکہ بھی ہیں۔اس سے احادیث کی اہمیت بھی واضح ہوئی اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو احادیث مبارکہ سے انکار کرتے ہیں جیسے قرآن مجید کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔قرآن کو تسلیم کیے بغیر بندہ مومن نہیں ہوسکتا۔احادیث کو تسلیم کیے بغیر بندہ مومن کسی طرح بھی دین اسلام کے احکام پہ عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔قرآن مجید کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کی حیثیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔

رسائل:

لغت کی مشہور و معروف کتاب (المنجد) میں الرسالۃ والرسالۃ کے معنی پیغام، پیغامبری بیان ہوا۔گویا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پہ جو پیغام حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے وہی پیغامات حق جو مسلمان میں میں تلاوت کیے جاتے ہیں۔وہی پیغامات بھیجنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت:

چوتھے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدنی تاجدار، احمد مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب عظمت بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب عزت ہیں۔جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مقام اور شان عطا فرمایا ہے تو انہیں وہ مقام اور شان حاصل ہے اب جو ان کا مخالف اللہ تعالیٰ کے مدمقابل جتنی مرضی کوشش کر لے کامیاب نہیں ہوسکتا۔ناکام و نامراد ہوگا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کفار نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر آپ کی عظمت، مقام اور عزت نہ گھٹا سکے۔

تنبیہ:

اسی طرح آج کے دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے سلسلے میں گستاخانہ رویہ اختیار کرنے والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ نبی کریم کا گستاخ اپنے کیے کی سزا ضرور پاتا ہے اس لیے حقیقت سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پہ اڑنے والا دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔قلمی آزادی کی آڑ میں مدنی تاجدار کے خلاف بکواس بازی، اخبارات کی اشاعت اور دین اسلام کے خلاف فلمیں بنانا یہ سب کچھ ان شاء اللہ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔سورج پہ تھوکنے والا سورج پہ تھوک نہیں سکتا۔ہاں سورج پہ تھوکنے کی کوشش میں خود اپنے ہی چہرے پہ تھوک مَل بیٹھتا ہے۔مدنی تاجدار کو جو عزت، مقام اور شان اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔کوئی بھی آپ سے چھین نہیں سکتا ہاں اپنی دنیا و آخرت برباد کر بیٹھتا ہے۔

حکایت:

ایک دفعہ الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی نے قبلہ مجدد ملت قبلہ فیض ملت قبلہ حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کو فون کے ذریعے عرض کیا کہ حضرت صاحب ہمارے علاقے میں ایک مولوی آیا وہ اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کا

کہلاتا ہے۔مگر جب بھی بولتا ہے اہلسنت و جماعت کے علماء کے خلاف ہی بولتا ہے۔ 9/k میں وہی مولوی آیا ہے اس نے بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بڑی گستاخانہ گفتگو کر گیا ہے۔

فیض ملت، فیض مجسم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس مولوی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بزرگان دین کی گستاخی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ علمائے ربانی اولیائے کرام اور انبیائے کرام کا گستاخ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی وہ انشاء اللہ تباہ و برباد ہوگا تھوڑے ہی عرصے بعد معلوم ہوا کہ وہ مولوی کسی محفل میں گیا اسے دوران تقریر ہی بے عزت ہونا پڑا۔ عوام کے جوتوں نے بھی خوب خبر لی اور اسے جیل کی مہمانی سے بھی لطف اندوز ہونا پڑا۔

فائدہ:

اولیاء کرام کے گستاخوں کا بھی برا انجام ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا انجام نہایت بھیانک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بزرگان دین کی گستاخیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کفار کو تنبیہ:

پانچویں شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کفار کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اے کافرو! نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بے وقوفی کی وجہ سے کیوں ڈراتے ہو حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی پہ ظلم یا زیادتی نہیں کی اور نہ ہی تم پہ کسی قسم کی سختی کی ہے۔ حالانکہ آپ تو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس کے باوجود آپ پہ مظالم ڈھانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ آپ کے خلاف ڈنڈا بردار فوج تیار کرنا عقلمندی نہیں بے وقوفی ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان میں ہرزہ سرائی کے مرتکب ہوتے ہیں وہ عقل مند نہیں بے وقوف ہوتے ہیں۔ اسی طرح جن بزرگان دین کو خاص انعامات سے نوازتا ہے ان کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے بھی عقلمند نہیں ہوتے۔ عقلمندی کا ثبوت یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازتا ہے ان کی عزت اور عظمت کو تسلیم کیا جائے۔

اللہ کے عذاب سے نہ ڈرنا طریقہ کفار ہے:

چھٹے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ کیا تم قریب والے عذاب سے نہیں ڈرتے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ ڈرو گے تو اپنے آپ کو اس عذاب میں پھنسا لو گے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وہی محفوظ رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت چھوڑ دو بلکہ آپ کی غلامی اختیار کر لو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

خلاصہ اشعار ۷ تا ۱۵:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کی حالت اور کیفیت بیان کی ہے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے یہودیو! اگر تمہیں ہماری تلواروں کے ذریعے تہ تیغ کر دیا جائے جس طرح کہ آج صبح کعب بن اشرف کو قتل کر دیا گیا۔ جبرائیل کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس کے قتل کے متعلق وحی دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا؟ جب اس کے قتل کی

یہودیوں کو اطلاع ہوئی تو وہی یہودی جو مسلمانوں کو مدینہ سے نکالنے کے خواب دیکھ رہے تھے چند دن ٹھہرنے دینے کے متعلق منت سماجت کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند دن کی مہلت دے دی اور پھر فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ بنونضیر ایک یہودی کا قبیلہ تھا انہیں مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ حالانکہ انہوں نے اپنے گھروں کو بڑا سجایا ہوا تھا۔

☆☆☆

واقعہ قتل کعب بن اشرف یہودی

کعب بن اشرف:

کعب بن اشرف طے کا ایک یہودی تھا اس کی ماں یہود بنونضیر سے تھی۔ (تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ حصہ اول ص ۷۹)

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ کعب بن اشرف کا آبائی تعلق بنی طے سے تھا لیکن ان دنوں وہ بنی نبہان کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا جبکہ اس کی ماں بنی نضیر میں سے تھی اس کے بارے میں ابن اسحٰق، بخاری اور بیہقی نے بنی نضیر کے حالات کے ضمن میں جو روایات پیش کی ہیں انہیں متفقہ طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

بنی نضیر کا قصہ واقعہ احد کے بعد کا قصہ ہے اور اس کا تعلق حرمت شراب سے ہے لیکن چونکہ اس کی ماں بنی نضیر میں سے تھی اس لیے بنی نضیر میں اس کی آمد و رفت اکثر رہتی تھی۔ (خلاصہ از البدایہ والنہایہ اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر جلد چہارم ص ۱۱)

کعب بن اشرف کی شرارتیں اور شر انگیزیاں:

مشہور مورخ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون بیان کرتے ہیں کہ:

کعب بن اشرف طے کا ایک یہودی تھا اس کی ماں یہود بنونضیر سے تھی جس وقت آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے اسی وقت سے اس کی ایک ذاتی خصومت تھی لیکن واقعہ بدر کے بعد یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کرکے اور زیادہ جلنے لگا چنانچہ زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہما) جب مدینہ میں فتح بدر کی خوشخبری لے کر آئے اور اس نے بھی سنا تو بے ساختہ یہ کہہ اٹھا۔

﴿ویلکم احق ھذا و ھولا اشرف العرب و ملوك الناس و ان کان محمد اصاب ھؤ لاء فبطن الارض خیر من ظھرھا﴾

یعنی تف ہو تم پر کیا یہ سچی بات ہے قریش تو عرب کے شرفاء اور عوام کے بادشاہ تھے اگر انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کر دیا تو پھر زندگی سے موت بہتر ہے۔

جب اس کو اس واقعہ کا یقین ہو گیا تو مکہ چلا آیا اور مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے پاس جا کر اترا (اس کی زوجیت میں عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص بن امیہ تھی) اور لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر ابھارنے لگا۔ اشعار پڑھتا اور مقتولین بدر پر روتا تھا چند دنوں کے بعد مدینہ لوٹ آیا۔ پہلے عاتکہ بنت اسید کی نسبت عشقیہ مضامین لکھے بعد ازاں مسلمانوں کی عورتوں کا

اپنی غزلیات وقصائد میں ذکر کرتا اوران کے ساتھ تشبیب کرنے لگا۔ (تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ ج اول ص ۷۹)

کعب بن اشرف کا قتل:

اسی طرح البدایہ والنہایہ میں ہے کہ:

کہا جاتا ہے کہ غزوہ ذی امر کے بعد بنی نضیر کے قریب قریب سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے لیکن کعب بن اشرف شراب کی حرمت کا حکم آنے کے بعد بھی بنی نضیر میں جا کر شراب نوشی کرتا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہتا تھا، وہ کئی بار مکے بھی گیا اور وہاں جا کر ابولہب کے علاوہ صرف ان لوگوں کے پاس قیام کرتا جو مسلمانوں کے سخت خلاف تھے بلکہ بعض مسلم خواتین کے مکانوں پر بھی ان کی اجازت کے بغیر قیام کرتا اور وہیں رات گزار دیتا اس کی ان قبیح حرکات سے مدینے کے مسلمان سخت مشتعل تھے چنانچہ ایک روز محمد بن مسلمہ شب کے وقت ایک دو مسلمانوں کو ساتھ لے کر قبیلہ بنی نضیر میں پہنچے۔ انہیں معلوم تھا کہ کعب بن اشرف کہاں ٹھہرا ہوا ہے لہٰذا انہوں نے سیدھے جا کر اسی مکان پر دستک دی صاحب خانہ باہر نکلا تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ انہیں کعب سے علیحدگی میں کچھ کہنا ہے چونکہ بنی نضیر کو مدینے کے مسلمانوں کی طرف سے اب کسی قسم کا خدشہ نہیں تھا اس لیے اس نے کعب کو باہر بھیج دیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اسے ساتھ لے کر اپنے ہمراہیوں کی معیت سے پہاڑی علاقے کی طرف کچھ دور نکل گئے اور کعب بن اشرف سے تمام حجت کے لیے کہا کہ "وہ اپنی خلاف اسلام حرکات سے باز آ جائے۔

کعب بولا۔ بس تم مجھے یہی کہنے یہاں تک لائے تھے؟ اس کے بعد اس نے طیش میں آ کر اسلام اور پیغمبر اسلام پر سب و شتم کی بوچھاڑ کر دی۔ چونکہ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا لہٰذا انہوں نے اسے تلوار کے ایک ہی وار میں جہنم رسید کر دیا۔

بیہقی اور بخاری نے بیان کیا ہے کہ بنی نضیر میں واقعہ احد کے بعد بھی جبکہ شراب حرام ہو چکی تھی شراب کشید کی جاتی اور پی جاتی تھی بلکہ ایسے ہی ایک موقع پر وہاں ایک مسلمان کو قتل بھی کر دیا گیا۔ واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ اردو ترجمہ جلد چہارم ص ۱۲۔۱۱)

تاریخ ابن خلدون:

یہی واقعہ تاریخ ابن خلدون میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کی شرانگیزیاں سماعت فرمائی تو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل ناگوار گزرا آپ نے فرمایا۔

من یقتل کعب ابن اشرف

کون شخص ہے جو کعب ابن اشرف کو مار دے گا؟

محمد بن مسلمہ وملکان بن سلامہ بن وقش یعنی ابو نائلہ (کعب کے رضاعی بھائی عبدالاشہل سے) وعباد بن بشر وقش وحرث بن بشر بن معاذ وابوعبس بن جبر (حارثی) نے عرض کیا ہم لوگ اس کو ماریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اجازت دی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی ان میں سے ملکان بن سلامہ پہلے اس کے پاس گئے اور بہ اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے انحراف وبیزاری ظاہر کر کے اپنی تنگی معیشت کی شکایت کی اور یہ کہا کہ تم ہم کو اور ہمارے ساتھیوں کو کھلاؤ اور ان کے ہاتھ غلہ فروخت کرو۔ تمہارے اطمینان کے لیے بعوض اس کے ادائے قیمت ہم

اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن کے لیے دیتے ہیں۔ کعب بن اشرف اس امر پر راضی ہو گیا۔

ملکان بن سلامہ نے کہا: ''کیا اچھا ہوتا کہ چاندنی رات ہے تم ہمارے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلتے اور تمہارے مکان سے باہر اس ٹیلہ پر ہمارے اور بھی احباب ہیں ان سے بھی باتیں کر لیتے۔''

کعب بن اشرف یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ چلنے لگا اپنے مکان سے کچھ زیادہ دور نہ گیا ہوگا کہ محمد بن مسلمہ وغیرہ بھی آ ملے۔ آپس میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے جا رہے تھے اور کعب بن اشرف مسلمانوں کی ہجو اور ان کے تذکرے عشق و حُسن کے کرتا جا رہا تھا اس اثناء میں محمد بن مسلمہ نے موقع دیکھ کر ایک وار کر دیا۔ ان کے ہاتھ چھوڑتے ہی اور لوگوں نے بھی تلواریں چلائیں۔ کعب بن اشرف ایک چیخ مار کر مر گیا اور اس کے ارد گرد کے اہل حصون نے سنتے ہی آگ روشن کر دی لیکن یہ لوگ دوسرے راستہ سے بچ کر نکل آئے۔

تھوڑی دور چل کر حرث عریض کے انتظار میں ٹھہرے جب یہ آ گئے تو پچھلی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں نے کعب بن اشرف کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ کعب کو مارتے وقت حرث آپس ہی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے اسی وجہ سے وہ تیزی سے چل نہ سکتے تھے اور ان کے ساتھی ان کا انتظار کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر لب لگا دیا جس سے بحکم الٰہی وہ اچھا ہو گیا۔ یہودیوں پر اس واقعہ سے خوف طاری ہو گیا ہر یہودی مسلمان سے ڈرنے لگا۔

(تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ حصہ اول ص ۸۰)

فائدہ:

کعب بن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ مدارج النبوت شریف میں لکھا ہے۔

ناقص الفہم لوگوں کا اعتراض اور جواب:

شیخ محقق رحمتہ اللہ علیہ نے مدارج النبوت شریف میں کعب بن اشرف کا واقعہ درج بالا واقعہ تھوڑے بہت اختلاف سے لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ اس جگہ بعض ناقص الفہم کج طبع لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل میں یہ حیلہ کرنا اور دغا سے بلا کر مار ڈالنا کیا بارگاہ نبوت کے لائق تھا؟

وہ اتنی بات نہیں سمجھتے کہ ان کا یہ خیال طبیعت کی کجی اور عدم فہم پر مبنی ہے اس لیے کہ وہ واجب القتل تھا اور حق تعالیٰ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا تھا اور اس کے ساتھ کسی قسم کا معاہدہ بھی نہ تھا اسے جس طرح بھی ممکن ہوتا بہر طور قتل ہی کیا جاتا اور اگر جنگ میں مارا گیا ہوتا تب بھی تو یہی بات تھی کیونکہ

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ

جنگ ایک داؤ ہے۔

اور مشرکین کو قتل کرنا اور ان کے شر و فساد کو دور کرنا اصلاح عالم کے قصد اور اہل خیر کی بھلائی کے لیے ہے بعینہٖ اس کی مثال

یہ ہے کہ میوہ دار درختوں کی اصلاح وافزائش کے لیے بے کار اور زائد شاخوں کو درختوں سے چھانٹا جاتا ہے تاکہ درخت کی افزائش ہو اور اگر ان کی یہ اصلاح و چھانٹ نہ ہو تو درخت نہ تو پھل دے اور نہ وہ بڑھے اور کیا بجائے خود، ایمان وتصدیق حق نہیں ہے۔کیا اس کے حق ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے۔(مدارج النبوت شریف اردو ترجمہ ج دوم ص ۱۸۷)

☆☆☆

غطریف بن حشم کے فرار ہونے کی خبر

(۱) یَالَهْفَ نَفْسِیْ عَلَے الْغِطْرِیْفِ — اَلْمُدَّعِی الْبَاسِ وَبَذْلِ الرِّیْفِ

(۲) اَفَلَتْ مِنْ ضَرْبٍ لَّهٗ خَفِیْفٌ — غَیْرَ کَرِیْمِ الْمَجْدِ اَمْ ظَرِیْفِ

☆لهف نفسی: مجھے افسوس ہے۔☆المدعی: دعویٰ کرتا تھا۔☆کریم: شریف۔☆ظریف: لطیفہ گو، دل لگی باز، خوش طبع، بذلہ سنج، نکتے بیان کرنے والا، چونکہ نکتے عقلمندی سے ہی بیان کیے جاسکتے ہیں اس لیے یہاں ظریف سے مراد عقلمند ہے۔

مطلب:

(۱) بہادری اور سخاوت کے دعویدار غطریف پہ مجھے افسوس ہے۔جو بہادری اور سخاوت کے بہت دعوے کیا کرتا تھا۔

(۲) کیا وہ معمولی سی ضرب لگنے کی وجہ سے خاموشی سے نکل گیا حالانکہ اس کے لیے یوں نکلنے میں شرافت اور عقلمندی کی بات نہیں۔

فائدہ:

غطریف بظاہر اپنی بہادری کے اتنے بڑے بڑے دعوے کرتا تھا اسے معمولی سی ضرب لگی تو اس کے تمام جھوٹے دعووں کی قلعی کھل گئی کہ وہ بھاگ گیا جس سے واضح ہو گیا کہ اس میں شرافت بھی نہیں اور وہ عقلمندی سے بھی فارغ ہے۔کیونکہ شریف آدمی اپنی شرافت کی لاج بھی رکھتا ہے جبکہ معمولی سے ضرب لگنے پر یوں بھاگ اٹھنا بلکہ فرار ہو جانا شرفاء کا طریقہ نہیں اور نہ ہی عقل ایسا انداز سکھاتی ہے اس کا یہ فعل شرفاء اور عقل مندوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔

☆☆☆

سرزمین کوفہ سے محبت کا اظہار

(۱) یَا حَبَّذَا سِیْفٌ بِاَرْضِ الْکُوْفَهْ — اَرْضٌ لَنَا مَالُوْفَةٌ مَعْرُوْفَهْ

(۲) یُطْرِقُهَا جِمَالُنَا الْمَعْلُوْفَهْ — عِمِیْ صَبَاحًا وَّا سُلَمِیْ مَاْلُوْفَهْ

☆ارض کوفه: کوفہ کی سرزمین۔☆اسلمی: سلامت رہ۔☆صبَاحًا: صبح۔جمالُنا ہمارے اونٹ

مطلب:

(۱) کوفہ کی سرزمین میں دریا کا کنارہ کیسا اچھا لگتا ہے۔اس سرزمین سے ہمیں محبت اور جان پہچان ہے۔

(۲) ہمارے جانور اس علاقے میں ٹھہرتے ہیں جن کے چارے کا بندوبست کیا جاتا ہے ہماری صبح خوشگوار ہوا ہے! پیاری زمین تو سلامت رہ۔

فائدہ:

کیونکہ یہ سرزمین ہمارا وطن ہے۔اپنے وطن سے محبت ہر ایک کو ہوتی ہے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے وطن عزیز مکۃ المکرمہ سے بڑی محبت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکۃ المکرمہ سے ہجرت کن حالات میں کرنا پڑی ہم سے اکثر جانتے ہیں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو کہ جو ان حالات سے واقف نہ ہو مگر اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی اپنے وطن یعنی مکۃ المکرمہ کو یاد کرتے رہے وطن عزیز کی حفاظت ہم سب پہ لازم ہے اور جو وطن عزیز کے مفادات پہ اپنے مقاصد کو اولیت دیتا ہے وہ غدار ہوتا ہے۔اس لیے ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے وطن کو دشمن دستبرد سے محفوظ بنائیں۔اپنے وطن عزیز کی خاطر تن من دھن سب کچھ قربان کر دیں۔ یہ وطن آسانی سے حاصل نہیں ہوا بلکہ بے شمار قربانیوں سے حاصل ہوا ہے اس کی حفاظت اور ترقی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہنا ہم سب کا ملی فرض ہے۔

توکل کی ترغیب

(۱) اَغْنِ عَنِ الْمَخْلُوْقِ بِالْخَالِقِ — تَغْنِ عَنِ الْكَاذِبِ بِالصَّادِق

(۲) وَاسْتَرْزِقِ الرَّحْمٰنَ مِنْ فَضْلِهٖ — فَلَيْسَ غَيْرُ اللّٰهِ بِالرَّازِقِ

(۳) مَنْ ظَنَّ اَنَّ الرِّزْقَ فِیْ كَفِّهٖ — فَلَيْسَ بِالرَّحْمٰنِ بِالْوَاثِق

(۴) اَوْقَالَ اِنَّ النَّاسَ يَغْنُوْنَنِیْ — زَلَّتْ بِهِ النَّعْلَانِ مِنْ حَالِقِ

☆اغن: بے نیاز بے پرواہ۔☆کاذب: جھوٹا۔☆واسترزق الرحمن: اور رحمٰن سے رزق طلب کر۔☆فلیس: پس ہرگز نہیں۔☆غیر اللہ: تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا۔☆مَنْ ظَنَّ: جس نے خیال کیا۔☆واثق: مضبوط، پکا، پختہ، مستحکم، مستقل۔☆یغنوننی: مجھے غنی کر دیں گے، مجھے بے پرواہ کر دیں، مجھے مطمئن کر دیں گے۔☆زلت: پھسل گیا۔

مطلب:

(۱) ارے انسان! خالق کائنات سے تعلق جوڑ کر مخلوق سے بے نیاز ہو جا صادق سے نیازمندی حاصل کر جھوٹے سے بے نیاز ہو جا۔

(۲) رحمٰن کے فضل و کرم سے رزق طلب کر کیونکہ اللہ کے سوا کوئی رزق پہنچانے والا ہرگز نہیں۔
(۳) جس نے گمان کیا کہ رزق اس (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے) ہاتھ میں ہے تو پس رحمٰن پہ اس کا بھروسہ نہیں۔
(۴) یا کہو کہ بے شک لوگ مجھے بے نیاز کر دیں گے اس کے دونوں قدم اعلیٰ مقام سے لڑھک گئے۔

خالق سے تعلق جوڑ مخلوق سے بے نیازی:

خالق سے تعلق جوڑ مخلوق سے بے نیازی اختیار کر کیونکہ خالق و مالک نے تجھے تخلیق کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے تخلیق کیا ہے اس لیے ہم پہ لازم ہے کہ حی و قیوم خالق مطلق سے تعلق قائم کریں۔ خالق و مالک کی عبادت میں مصروف رہیں کیونکہ وہی ہمارا خالق بھی ہے وہی مالک بھی ہے وہی رازق بھی ہے اسی نے ہمیں زندگی جیسی نعمت سے نوازا علاوہ ازیں ہمیں اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کا شمار بھی نہیں اکیلے انسان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ جنھیں شمار کرنے کے لیے تمام انسان بھی مل کر شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکیں گے اس لیے اس کی عبادت کرنا ہم پہ لازم ہے اس سے تعلق جوڑنا ہم پہ فرض ہے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تجھے جو کچھ عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور جو کچھ عطا فرمانا ہے اللہ تعالیٰ نے ہی عطا فرمانا۔ تجھے جو کچھ حاصل ہوگا اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ۔ اس سے گمراہ کرنے والی مخلوق سے تعلق توڑ کر الگ ہو جا۔ ایسی مخلوق جو تجھے خالق و مالک سے دور کر دے یا دور کرنے کا سبب بنے اس سے تعلق منقطع کر دے وہ مخلوق تیرے کسی کام نہیں آ سکتی بلکہ تیری بربادی کا سبب بن جائے گی۔ اس لیے ایسی مخلوق سے بے نیاز ہو جا۔

ہاں البتہ یہ بات یاد رکھ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے دور نہ ہونا بلکہ ان کے قریب ہو کیونکہ ان کا قرب حق تعالیٰ ہی کا قرب ہے ان سے دوری اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہی ہے تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب رسولوں کے قریب ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے بن گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی انعامات سے نوازا اور جو بندے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں یعنی اولیاء کرام اور انبیاء کرام سے دور رہے، ان کے مطابق عقائد و اعمال اختیار نہ کیجیے ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہوا۔ دنیا میں بھی تباہ و برباد ہو گئے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ قرآن مجید میں رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔

یہ واضح ہوا کہ جو حق تعالیٰ سے قرب رکھنے والوں سے قرب رکھتا ہے دراصل وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے اور جو ان سے دور ہوتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی بعید ہوتا ہے۔ اس لیے انبیاء کرام بالخصوص سید الانبیاء، حبیب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب اور اللہ تعالیٰ کے پیارے اولیاء سے قرب حق تعالیٰ کا ہی قرب ہے یہ جس مخلوق سے تعلق توڑنے کا حکم ہو رہا ہے مخلوق سے بے نیاز ہونے کا حکم ہو رہا ہے وہ ایسی مخلوق کے متعلق حکم ہو رہا ہے جو انسان کو حق تعالیٰ سے غافل کر دے ایسی مخلوق سے انسان کو بے نیازی اختیار کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ مخلوق میں بھی بڑا فرق ہے محض لفظی مماثلت کی وجہ سے ساری مخلوق کو برابر نہیں سمجھنا چاہیے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی نادانی اور غلطی ہے۔ مثلاً محبوب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے

جیسا سمجھ کر برابری کا دعویٰ کر بیٹھنا حقیقت سے ناآشنائی کے باعث ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ سے بیزاری بھی انسان کو لے ڈوبتی ہے انسان کو ایسی مخلوق سے بے نیاز ہونا چاہیے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے یا اللہ سے غافل کرنے کا سبب بنے۔

صادق سے نیاز مندی حاصل کر:

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سچے سے نیاز مندی حاصل کر اور جھوٹے سے بے نیاز ہوجا کیونکہ سچا تیری صحیح راہنمائی کرے گا اور جھوٹا خود بھی تباہ و برباد ہوگا اور تجھے بھی لے ڈوبے گا۔ سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم رب کائنات نے اپنے لافانی اور مقدس کلام میں یوں دیا ہے کہ فرمایا: **کونوا مع الصادقین**۔ یعنی سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔ اسی طرح انعام یافتہ گروہوں میں سے ایک انعام یافتہ گروہ سچوں کا گروہ بھی ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔

الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ط

یعنی وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا (یعنی) انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

فائدہ:

مقبولان بارگاہ الٰہی کے یہ چار درجات ہیں جن میں سب سے اعلیٰ انبیاء کرام ہیں اور صدیقین وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی امت میں سب سے زیادہ رتبے کے ہوتے ہیں جن میں کمالات باطنی بھی ہوتے ہیں عرف میں ان کو اولیاء کہا جاتا ہے۔

شہداء وہ ہیں جنہوں نے دین کی محبت میں اپنی جان تک دے دی اور صلحاء وہ ہیں جو شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں واجبات میں بھی مستحبات میں بھی، جن کو عرف میں نیک دیندار کہا جاتا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن جلد اول ص ۹۲)

فائدہ:

پس واضح ہوا کہ یہاں ایسی مخلوق سے دور رہنے کے لیے کہا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہوتی ہے نیز یہ بھی واضح ہوا کہ صادقین سے نیاز مندی حاصل کرنی چاہیے اور جھوٹے سے بے نیاز ہونا چاہیے۔

واللہ خیر الرازقین:

دوسرے شعر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اس لیے رزق صرف اسی سے طلب کرنا چاہیے صرف وہی رزق عطا فرماتا ہے۔ اس لیے صرف اسی سے رزق طلب کر اس کے سوا کوئی بھی رزق پہنچانے والا نہیں۔ اس لیے کسی اور سے طلب نہ کر اور نہ ہی کسی اور کے حصول کی امید رکھ۔

یہ حقیقت ایسی ہے کہ سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ جب یہ حقیقت مسلمہ ہے تو دولت دنیا اور رزق کے لیے قتل و غارت گری کا بازار گرم کیوں کیا جائے؟ جب یہ حقیقت ہے تو رشوت کیوں لی جائے؟ چوری اور ڈکیتی سے توبہ کرنی چاہیے وغیرہ۔ اسی طرح ذریعہ معاش پہ بھی کلی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ کام مجھے کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جسم دیا ہے مگر رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے حلال ذرائع سے جو کچھ کمایا جاسکا محض اسی پر صبر و شکر کیا جائے زیادہ کے حصول کی ہوس دل سے نکال دینی چاہیے حلال ذرائع کے ذریعے کمانے والے کے متعلق مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ:

الکاسب حبیب اللہ:

اس لیے محض کسب حلال کے ذریعے کمائے ہوئے رزق پہ ہی صبر کرنا چاہیے یہ پختہ یقین ہونا چاہیے کہ رزق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اسی نے ہی رزق دینا ہے چاہے کم دے یا زیادہ اور جس نے گمان کیا کہ رزق کسی اور کے ہاتھ میں ہے تو سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پہ اس کا عقیدہ درست نہیں اور اس کا بھروسہ نہیں۔

اعلیٰ مقام سے گرنے کا ایک سبب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ لوگ مجھے میری ضروریات کے سلسلے میں بے نیاز کردیں گے تو سمجھ لیجیے حقیقت سے وہ دور جا گرا اس کے دونوں قدم اعلیٰ مقام سے لڑھک گئے۔ توکل کے بڑے فضائل ہیں۔ بزرگان دین کی ساری زندگی توکل سے معمور ہوتی ہے۔ اس شعر میں جہاں اور مسائل کا بیان ہے وہاں توکل کا بھی بیان ہے۔

☆☆☆

عقلمندی اور دولت کے تضاد کا بیان

(۱) لَوْ كَانَ بِالْحِيَلِ الْغِنٰى لَوَجَدْتَّنِيْ — بِنُجُوْمِ اَقْطَارِ السَّمَآءِ تَعَلُّقِيْ

(۲) لٰكِنَّ مَنْ رُّزِقَ الْحِجٰى حُرِمَ الْغِنٰى — ضِدَّانِ مُفْتَرِقَانِ اَيُّ تَفَرُّقٍ

☆حیل: حیلہ، بہانہ، تدبیر۔☆نجوم: ستارے۔☆تَعَلُّقِيْ: تم مجھے معلق پاتے۔☆حرم الغنی: غنیٰ سے محروم رہتا ہے۔☆ضِدَّان: تضاد ہے، دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

مطلب:

(۱) اگر دولت محض تدابیر سے حاصل ہوسکتی تو مجھے تم آسمان کے ستاروں کے پاس لٹکا ہوا پاتے۔ یعنی میں ایسی تدبیر کرتا کہ وہاں سے ہی روزی لے آتا ہے۔

(۲) لیکن جسے عقل جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے وہ غنی سے محروم رہتا ہے۔ عقل اور دولت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ کیسا تضاد ہے؟

عقل و دولت کا تعلق:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی عقلمندی کی بات یہاں کی ہے جو مبنی بر حقیقت عقل ہے۔ آج کل کی مادر پدر آزاد عقل کا معاملہ اور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کا مطلب یہ ہے کہ دولت مندی محض تدبیروں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ جسے جتنی چاہتا ہے دولت عطا فرماتا ہے دولت کے حصول کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عطا سے محض ظاہری تدبیروں سے نہیں۔ انسان کا کام ہے تگ و دو کرے کوشش کرے نتیجہ اللہ تعالیٰ پہ چھوڑ دے۔ اگر دولت تدبیروں سے حاصل ہوسکتی محض عقل استعمال کرتے ہوئے بہترین تدبیریں اپناتے ہوئے حاصل ہوسکتی ہوتی تو تم مجھے آسمان کے ستاروں سے لٹکا ہوا پاتے یعنی میں اتنی دولت حاصل کر لیتا

کہ اتنی دولت آج کل کسی کے پاس نہ ہوتی۔ اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کیونکہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

عقل اور دولت میں تضاد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کو عقل جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے وہ اکثر ظاہری دولت مندی سے محروم رہتا ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عقل اور دولت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ کیسا تضاد ہے۔

عقل صحیح:

عقل سے مراد صحیح عقل ہے ایسی عقل جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث بنے جہنم سے دوری اور جنت کے حصول کا باعث بنے، اپنے بیگانے کی صحیح پہچان کرے، ایسی عقل جو حق تعالیٰ کے قرب کا باعث بنے۔ اب اس تناظر میں دوسرے شعر کو دیکھیے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ عقل سلیم سے نوازتا ہے وہ انسان جو کچھ کماتا ہے اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات پوری کر کے اضافی دولت کے خزانے جمع نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا والے امور میں خرچ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس کی عقل سلیم اسے سمجھاتی رہتی ہے اتنی دولت میرے پاس پڑی رہے گی میرے کس کام آئے گی اور کب کام آئے گی جب میں مر جاؤں گا تو اس پہ اور قبضہ کر لیں گے میں تو محروم ہی رہوں گا اور زندگی میں اس دولت کے پجاری میرے دشمن بنے رہیں گے۔

اس طرح عقل سلیم والا شخص دولت کے ڈھیر جمع نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے امور میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ جس سے وہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرتا ہے ایسی شخص کی عقل اور سمجھ دراصل عقل ہے ہی نہیں۔ کہ عقل کیسی نادانی کی سوچ پیدا کرتی ہے جو ہمیشہ رہنے والی چیز کے مقابل فانی کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابل شیطان اور شیطان صفت انسانوں کو ترجیح دے۔ ایسی عقل جو چوری ڈاکہ زنی اور دیگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے سلسلے میں نئی نئی تراکیب سوچے وہ دراصل عقل نہیں ہے۔

راضی بر قضا

(۱) رَضِیْتُ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لِیْ ۔۔۔ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلٰی خَالِقِیْ

(۲) لَقَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ فِیْمَا مَضٰی ۔۔۔ كَذٰلِكَ يُحْسِنُ فِيْمَا بَقِیْ

☆ رضیت: میں راضی ہوں۔ ☆ قَسَمَ اللّٰه: اللہ کی تقسیم۔ ☆ فوضتُ: میں نے سپرد کر دیا۔ ☆ امری: میں نے اپنا معاملہ۔ ☆ فیما مضٰی: جو کچھ ہو چکا۔ ☆ یُحْسِنُ: وہ اچھا کرے گا۔ ☆ کَذٰلِکَ: اسی طرح، ایسے ہی۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ کی تقدیر پہ میں راضی ہوں میں نے اپنا معاملہ اپنے خالق و مالک کے سپرد کر دیا ہے۔

(۲) ضرور تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ ہو چکا اچھا ہی ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ میرے ساتھ آئندہ بھی جو کچھ کرے گا وہ اچھا ہی کرے گا۔

فائدہ:

یہاں مسئلہ تقدیر پر بیان کیا گیا ہے۔

تقدیر:

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے تقدیر پہ ایمان لانے کے متعلق لکھا ہے کہ:
تقدیر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ عالم میں جس قدر خیر وشر کا وقوع ہو رہا ہے بندوں کے اعمال وکردار سے متعلق ہو یا اس کے علاوہ سب اس کی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی ساری کائنات کی تقدیر متعین کرلی ہے سب کچھ اسی نے پیدا فرمایا ہے اور کوئی ذرہ اس کی تقدیر سے باہر نہیں نکل سکتا مگر اس کے باوجود بندوں کو ایک گونہ اختیار دیا گیا ہے تاکہ اس پر ثواب وعتاب مرتب ہو۔

اس مسئلے کی پوری تحقیق تقدیر واختیار میں موافقت ومطابقت اور اس پر ثواب وعتاب کا مترتب ہونا نہایت مشکل اور سخت ہے کتب کلامیہ میں اس کی تحقیق کردی گئی ہے اس بارے میں جس قدر گفتگو اس ترجمے (اشعتہ اللمعات) کے مناسب ہے یہ ہے کہ انسان میں ایک صفت ہے جسے اختیار کہتے ہیں کہ اس کے تحت بندہ داعیہ شوق ونفرت کی بنا پر فعل وترک دو جانبوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے اس کی یہ حرکت وترجیح مرض رعشہ والے کی حرکت کی طرح نہیں ہوتی کہ اس مریض کو اپنی حرکت میں کچھ اختیار نہیں ہوتا۔

اس تحقیق وگفتگو سے ظاہر ہوا کہ جبریہ کا مذہب ہے کہ آدمی کی حرکات جماد کی حرکات کی طرح ہیں۔ بالکل باطل ہے ان کے مذہب کا بطلان مشاہدے سے بھی ثابت ہوتا ہے اور کتاب وسنت کا اطلاع وخبر سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہر چیز ازل میں مقدر ہو چکی ہے اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی مشیت وارادہ اور اس کے پیدا کرنے سے ہے۔

اور فرقہ قدایہ کا مذہب بھی باطل ہے جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے کاروبار میں مستقل ہے مگر حق جبر وقدر کے درمیان ہے جیسا کہ امام العارفین ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی آباءٔ الکرام نے فرمایا ہے۔

لا جبر و لاقد و لکن امر بین امرین

یعنی نہ جبر درست ہے اور نہ قدر صحیح ہے بلکہ حق ان دونوں کے درمیان ہے۔

حقیقت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خلق اور ایجاد اشیاء میں اسباب وشرائط کو اپنی عادت جاریہ کے مطابق پیدا کیا ہے جیسے آگ جلانے اور گرم کرنے کے لیے پانی تر اور سیراب کرنے کے لیے کھانا سیر کرنے کے لیے اور تلوار کاٹنے کے لیے یہ سب کچھ اس کی خلق وایجاد ہے۔ صرف اتنا ہے کہ اس میں اسباب کا دخل اور تعلق رکھا گیا ہے اور اگر وہ چاہے تو اسباب کے بغیر بھی پیدا فرمادیں اور اگر چاہے تو اسباب کی موجودگی میں بھی کچھ پیدا نہ ہونے دے۔ انسان اور اس کا قصد واختیار خدا تعالیٰ کا فعل پیدا کرنے کا محض سبب ہے سب اشیاء کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ اسباب ومسباب اور شرائط ومشروطات سب اس کے احاطہ قضا وقدر کے تحت ہیں اس کے ساتھ کوئی ٹکراؤ اور مخالفت نہیں رکھتے۔

اوامر ونواہی اس کے حکم ربوبیت وعبودیت کے مطابق ہیں اور ثواب وعتاب اپنی ملک میں تصرف ہے۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَآءُ وَ يَحْكُمُ مَايُرِيْدُ وَلَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْأَلُوْنَ

ترجمہ: اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے اس کے افعال پر اس کی باز پرس نہیں ہو سکتی۔ مگر لوگوں کے افعال پر ان کی باز پرس ہوگی۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ص ۳۲۱۔۳۲۲)

قضا و قدر کے اسرار و رموز کی اطلاع:

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ قضاء و قدر کے اسرار و رموز کی اطلاع انبیا و اولیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی اور یہ راز دار الجنۃ میں پہنچنے سے پہلے جو ظہور حقیقت کی جگہ ہے ظاہر و منکشف نہ ہوگا اور یہ مشکل وہاں پہنچنے سے پہلے حل نہ ہوگی مگر ظاہر یہ ہے کہ سرور انبیاء و خاصہ اہل اصطفاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین اس عدم اطلاع کے حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ آپ کو تو اولین و آخرین کے علوم عطا کر دیئے گئے ہیں اور اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں آپ کو دکھادی گئی ہیں واللہ اعلم وعلم احکم۔
(اشعۃ اللمعات ج اول ص ۳۲۲)

☆☆☆

علم کا مقام

(۱) عِلْمِيَ مَعِيَ اَيْنَمَا قَدْ كُنْتُ يَتْبَعُنِيْ — قَلْبِيْ وِعَاءٌ لَا جَوْفُ صُنْدُوْقِ

(۲) اِنْ كُنْتُ فِي الْبَيْتِ كَانَ الْعِلْمُ مَعِيْ — اَوْ كُنْتُ فِي السُّوْقِ كَانَ الْعِلْمُ فِي السُّوْقِ

☆علمی معی: میرا علم میرا ساتھی ہے۔☆قلبی: میرا دل۔☆وِعَآءٌ لَّهٗ: اس کا ظرف ہے، اس کا برتن ہے۔☆فی البیت: گھر میں۔☆سوق: بازار۔

مطلب:

(۱) میرا علم میرے ساتھ ہے میں جہاں بھی ہوں گا میرا علم میرے ساتھ ہی رہے گا۔ اس کا برتن میرا دل ہے۔ جوف اس کا صندوق نہیں ہے۔

(۲) میں گھر میں ہوا تو میرا علم میرے ساتھ گھر میں ہوگا اگر میں بازار میں رہا تو میرا علم بھی بازار میں رہے گا۔

فائدہ:

آپ نے یہاں علم کی حقیقت بیان فرمائی ہے کہ علم ہمہ وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے اس لیے علم کے حصول میں کوشش کرنی چاہیے۔ علم انسان کے دکھ اور سکھ میں مشکل اور آسانی میں ساتھ رہتا ہے۔ اس لیے انسان علم سے ہمہ وقت فوائد حاصل کرتا رہتا ہے علم سے غفلت کرنے والا انسان دراصل اپنے آپ سے غافل ہوتا ہے اگر انسان اپنا فائدہ چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ہمہ وقت علم حاصل کرنے میں مصروف رہے کیونکہ علم ایک ایسی دولت ہے جو دنیا میں بھی کام آتی رہتی ہے۔ قبر و حشر میں بھی کام آئے گی ایسی دولت سے محرومی یا روگردانی بدنصیبی کے باعث ہوتی ہے۔

☆☆☆

دنیا فانی ہے

(۱) اَرَى الدُّنْيَا سَتُؤْذِنُ بِالطَّلَاقِ ... مُشَمِّرَةً عَلٰى قَدَمٍ وَّسَاقٍ

(۲) فَلَا الدُّنْيَا بِبَاقِيَةٍ لِّحَيٍّ ... وَلَا حَيٌّ عَلَى الدُّنْيَا بِبَاقٍ

مطلب:

(۱) میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تعلق ٹوٹ جانے کی خبر دے رہی ہے اور وہ جانے کے لیے بالکل تیاری پوزیشن میں ہے۔

(۲) پس دنیا کسی زندہ رہنے والے کے لیے باقی نہیں اور نہ ہی کوئی زندہ دنیا فانی میں ہمیشہ رہے گا۔

دنیا فانی:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دنیا کی حقیقت بیان کی ہے کہ دنیا کے پیچھے اپنی عاقبت سے غفلت کرنے والو ہوشیار ہو جاؤ ذرا عقلمند ہونے کا مظاہرہ کرو۔ خبردار جس دنیا کے پیچھے تم بھاگے جا رہے ہو یہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہی دنیا اپنے چلے جانے کی خبر دے رہی ہے دیکھو زندگی کا ایک ایک لمحہ بیتتا جا رہا ہے۔ کئی انسان موت کا شکار ہو گئے۔ دنیا کی دیگر اشیاء میں غور کرو۔ آہستہ آہستہ ہر شے فنا کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے ہمیشہ نہیں رہنا وہی حی و قیوم ہے اور نہ ہی یہ دنیا کسی زندہ کے لیے باقی رہے گی بلکہ ختم ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں فیضان الفرید میں الفقیر القادری ابو احمد اویسی نے بہترین انداز میں لکھا ہے۔

مذمت دنیا

(۱) اُفٍّ عَلَى الدُّنْيَا وَاَسْبَابِهَا ... فَاِنَّهَا لِلْحُزْنِ مَخْلُوْقَةٌ

(۲) هُمُوْمُهَا مَا تَنْقَضِيْ سَاعَةً ... عَنْ مَلِكٍ فِيْهَا وَعَنْ سُوْقَةٍ

☆اُفٍّ: آہ، اوہ (حیرت، درد یا رنج کے اظہار کے لیے) افسوس، لعنت ملامت۔☆اسبابھا: اس کا سامان۔☆حزن: غم۔☆ھمومھا: اس کے غم۔☆ملکٍ: بادشاہ۔

مطلب:

(۱) دنیا اور دنیوی اسباب پہ لعنت ہے کیونکہ دنیا صرف غم دینے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہے اس لیے دنیا ہمیشہ غم ہی دیتی ہے۔

(۲) اسی کی فکر کریں اور غم بادشاہ سے بھی لمحہ کے لیے بھی جدا نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی اور بازاری سے علیحدہ ہوتے ہیں یعنی ہر ایک کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں۔

دنیا و دنیوی اسباب کی مذمت:

دنیا اور دنیوی مال اسباب سب کچھ فانی ہے سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ جب یہ ساز و سامان فناہ ہوتا ہے تو دنیوی مال و

اسباب جمع کرنے والوں کی غمگینی کا باعث بن جاتا ہے۔ دنیوی مال واسباب بادشاہوں کے لیے بھی مصائب وآلام کا باعث ہوتا ہے اور عام لوگوں کے لیے بھی۔ ایک لحہ بھی اس کی فکریں اور غم اس سے جدا نہیں ہوتے بلکہ ہمہ وقت ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔

☆☆☆

صحیح دوستوں کی کمی

(۱) تَغَرَّبْتُ اَسْئَلُ مَنْ عَنَّ لِیْ ... مِنَ النَّاسِ هَلْ مِنْ صَدِیْقٍ صَدُوْقٍ

(۲) فَقَالُوْا عَزِیْزَانِ لَا یُوْجَدَانِ ... صَدِیْقٌ صَدُوْقٌ وَّ بِیْضُ الْاَنُوْقِ

☆صَدِیْقٌ صَدُوْقٌ: سچا دوست۔ ☆عزیزان لا یوجدان: دو پیاری چیزیں نہیں ملتی ہیں، دو محبوب چیزیں کمیاب ہیں، بہت ہی کم میسر آتی ہیں۔ ☆بیض الانوق: مردار کھانے والی چڑیا کے انڈے، انوق اس چڑیا کو کہا جاتا ہے جس کے گھونسلے پہاڑ کی چوٹیوں پر ہوتے ہیں اور وہ مردار خور ہوتی ہے۔

مطلب:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سچے دوست کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو سفر کر کے بھی اپنے سامنے آنے والے ہر شخص سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی سچا دوست ہے؟

(۲) پس لوگوں نے یہ بتایا کہ دو چیزیں نایاب ہیں سچا دوست اور مردار خور چڑیا کے انڈے۔

فائدہ:

کہ یہ دونوں چیزیں کمیاب اور نایاب ہیں۔ بہت ہی کم میسر آتی ہیں۔ جتنے بھی دوست دوستی کا دم بھرتے ہیں ان میں سے اکثر کسی کے دوست نہیں ہوتے بلکہ اپنی غرض کے دوست ہوتے ہیں انہیں محبت محض اپنے مطلب سے ہوتی ہے جونہی مطلب نکلا یہ جاوہ جا۔ جاتے نظر بھی نہیں آتے۔

☆☆☆

ناموافق دوستوں کا شکوہ

(۱) تُرَابٌ عَلٰی رَاسِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ ... زَمَانُ عُقُوْقٍ لَّا زَمَانُ حُقُوْقٍ

(۲) فَکُلُّ رَفِیْقٍ فِیْهِ غَیْرُ مُوَافِقٍ ... وَکُلُّ صَدِیْقٍ فِیْهِ غَیْرُ صَدُوْقٍ

☆تُراب: مٹی، خاک۔ ☆راس: سر۔ ☆عقوق: نافرمانی۔ ☆زمان حقوق: یعنی حقوق کی ادائیگی کا زمانہ۔ ☆رفیق: دوست۔ ☆غیر موافق: ناموافق۔

مطلب:

(۱) (اس) دور کے سر پہ خاک کیونکہ نافرمانی کا دور ہے حقوق ادا کرنے کا دور نہیں ہے۔

(۲) اس میں ہر دوست موافق نہیں ہے اور سارے ساتھی سچے نہیں۔

مطلب:

یہاں آپ نے بیان فرمایا ہے کہ جس کا مقصد یہ ہے کہ ہماری زندگی کا جو دور گزر گیا بہت اچھا تھا۔ ایسا اچھا تھا کہ آج کا دور دیکھ کر حیران ہوں کہ اس دور اور دور سابقہ میں کتنا فرق ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں حق تعالیٰ کی نافرمانی اتنی عام ہو چکی ہے کہ گویا ذلت و رسوائی میں لوگ ڈوبتے جا رہے ہیں حق تعالیٰ کی نافرمانی میں لوگ ڈوبتے جا رہے ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے سلسلے میں لوگ نہایت سہل پسندی کا شکار ہیں۔ ایسے دور کی کیا اہمیت، کسی اہمیت کے قابل نہیں بلکہ اس دور کے سر پہ خاک کیونکہ یہ دور نافرمانی کا دور ہے حق تعالیٰ کی نافرمانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی، چھوٹے بڑوں کا بھی کہنا نہیں مانتے دین کے خادم حکمران کے احکام نافذ فرماتے ہیں لوگ ماننے کو تیار نہیں۔ اسی طرح حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں بے حد لاپرواہی اختیار کی جا رہی ہے۔ عجیب قسم کا دور آ گیا ہے کہ دوستوں میں دوستی کی خوشبو تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔ اس سلسلے میں ہر دوست دوستی کے اصولوں کے موافق پورا اترتا نظر نہیں آتا۔ اسی طرح ہمہ وقت ساتھ رہنے والے ساتھیوں کا بھی برا حال ہے۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور مبارک کے احوال یوں بیان فرما رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک دیکھا، آپ کے دور مبارک کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ادوار مبارک دیکھے حتیٰ کہ آخری دور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور مبارک بھی دیکھا۔ اب آپ اپنے دور خلافت کے دور کے احوال ملاحظہ فرمائیے۔ ان اشعار میں اپنے دور کے لوگوں کی کیفیت بیان فرمائی۔

مقام عبرت:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو پہلے تین خلفاء الراشدین کے متعلق گندی رائے زنی کرتے رہتے ہیں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور مبارک ہمارے دور سے کروڑ ہا درجہ بہتر تھا اس کے باوجود آپ نے اپنے دور کی جو کیفیت بیان کی ہے ملاحظہ فرمائیے۔ مقام فکر ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے دور کو ملاحظہ فرماتے تو ہمارے دور کے لوگوں کے احوال کن لفظوں میں بیان فرمائے۔

زمانہ:

ان اشعار میں وہ زمانہ مراد نہیں جس کے متعلق حدیث مبارکہ ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يُؤْذِيْنِىْ ابْنِ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِىَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارَ

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے انسان ایذا دیتا ہے کہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ زمانہ (موثر) تو میں ہوں۔ میں رات و دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔

شرح حدیث:

ایذا سے مراد ناراض کرنا ہے یعنی میرے متعلق وہ باتیں کرتا ہے جس سے میں ناراض ہوتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ دکھ درد اور تکلیف سے پاک ہے۔ (مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج اول ص ۴۴)

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:
خیال رہے کہ یہاں دھر (زمانہ) سے مراد موثر حقیقی ہے اور مسبب الاسباب ہے ورنہ رب تعالیٰ کو دھر کہنا درست نہیں اور نہ دھر اللہ کا نام ہے۔ (مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج اول ص ۴۴)



عبیدہ بن بریدہ کو خطاب

(۱) مَـامِنْ صَـدِیْقٍ وَّ اِنْ تَـمَّـتْ صَـدَقَتُـهٗ ۔۔۔ یَوْمًا بِاَنْجَحَ فِی الْحَاجَاتِ مِنْ طَبَقٍ

(۲) اِذَا تَـكَـتَّـمَ بِـالْـمِـنْـدِیْـلِ مُـنْـطَـلِـقًـا ۔۔۔ لَـمْ یَـخْـشَ صَـوْلَةَ بَـوَّابٍ وَّ لَا غَـلَـقٍ

(۳) لَا تَـكْـذِبَـنَّ فَـاِنَّ الـنَّـاسَ مُـذْخُـلِـقُـوْا ۔۔۔ لِـرَغْـبَـةٍ یُّـكْـرِمُـوْنَ الـنَّـاسَ اَوْفَـرَقٍ

☆ مامن صدیق: دوستوں میں سے کوئی دوست (سچا) دوست نہیں ہے۔ ☆ بالمندیل: پٹکے کے ساتھ۔ ☆ لم یخش: خوف نہیں، ڈر نہیں۔ ☆ لا غلق: نہ بند ہونے کا۔ ☆ لا تکذبن: جھوٹ نہ کہو۔ ☆ یکرمون: وہ عزت کرتے ہیں۔

مطلب:

(۱) ایسا کوئی بھی دوست نہیں جو دوسرے لوگوں سے ضرورت پوری کرنے کے سلسلے میں زیادہ کامیاب ہو۔

(۲) اگر اس نے چلتے ہوئے پٹکے سے منہ باندھ دیا ہے تو اسے دربان کے حملے کا بھی ڈر نہیں ہوگا اور نہ ہی دروازہ بند ہونے کا سے خوف ہوگا۔

(۳) جھوٹ نہ بولیے پس بے شک لوگ پیدا ہوتے ہی لوگوں کی عزت رجحان اور رغبت کی وجہ سے پیار کرتے ہیں یا ان کے ڈر کی وجہ سے۔

ضرورت پوری ہونا:

تمام ضروریات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیدا ہوتی ہیں ایسا کوئی شخص نہیں ہے کہ جو محض اس وجہ سے کامیاب ہوا ہو کہ

لوگ اس کی حاجت روائی کرتے ہیں وہ خود محنت کرنے کی بجائے اوروں پہ نظر رکھے رہے اور کامیاب ہوا ہو ایسا کوئی دوست نہیں حاجات پوری کرنے کے سلسلے میں زیادہ کامیاب وہی ہوتے ہیں جو ہمت مرداں سے کام لیتے ہیں اور ان کی نظر حق تعالیٰ پہ ہوتی ہے۔ کسی کے سامنے بھکاری نہیں بنتے۔

خاموشی کی فضیلت:

دوسرے شعر میں خاموش کے فوائد بیان فرمائے گئے تفصیلات ہماری تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمائیے۔

جھوٹ نہ کہو:

تیسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے اور بیان فرمایا ہے کہ جھوٹ نہ کہو کیونکہ پیدائش کے وقت سے لے کر ساری زندگی عام لوگ دوسرے لوگوں کی عزت دو وجہ سے کرتے ہیں۔ (۱) رغبت سے (۲) خوف سے۔

فائدہ:

اس لیے ارے انسان اگر تو چاہتا ہے کہ لوگ میری عزت کریں تو اپنی زندگی کو اس انداز میں ڈھال کہ لوگوں کو تیری طرف رغبت پیدا ہو۔ تیرے اخلاق ایسے اچھے ہونے چاہئیں کہ لوگ تیری طرف توجہ کریں۔ تیرا کردار ایسا اعلیٰ ہونا چاہیے کہ لوگ تیرے کردار کو ملاحظہ کر کے تیرے گرویدہ بن جائیں۔ تیری گفتار ایسی میٹھی ہو تو تیرا ایک ایک حرف سننے کے لیے لوگ ترسیں۔ تیرا کلام سننے کے لیے لوگ ہمہ تن گوش ہو جائیں۔

دوسری وجہ:

یا لوگ خوف کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔ مگر خوف کی وجہ سے جو لوگ عزت کرتے ہیں وہ محض وقتی ہوتی ہے۔ پھر کچھ نہیں۔ جبکہ حقیقی عزت کا سبب وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔

☆☆☆

غزوۂ بدر

(۱) مَا تَرَكَتْ بَدْرٌ لَنَا صَدِيْقًا وَلَا لَنَا مِنْ خَلْفِنَا طَرِيْقًا

☆ماتر کت: نہ چھوڑا۔☆صدیقا: دوست۔☆خلفنا: ہمارے بعد۔☆طریقاً: کوئی راہ۔

مطلب:

(۱) غزوہ بدر نے ہمارے لیے کوئی بھی دوست نہیں چھوڑا اور نہ ہی بعد میں ہمارے لیے کوئی راستہ چھوڑا۔

غزوہ بدر کی اہمیت:

غزوۂ بدر کی اہمیت تاریخ اسلام میں بہت زیادہ ہے کیونکہ کفر پورے کروفر اور جوش وخروش سے اسلام کے خلاف اٹھا اور پوری کوشش کی کہ اسلام کو ختم کر دیا جائے مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے کے مصداق اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کر کے آنے والا کفر منہ کی کھا کر واپس گیا غزوۂ بدر کو یوم الفرقان کہا جاتا ہے۔

یوم الفرقان

پیر کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ ضیاء النبی شریف میں یہی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔ (آل عمران:۱۲۳)

تاریخ اسلام کا یہ وہ معرکہ ہے جب اسلام اور کفر حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کی پہلی ٹکر ہوئی۔ اس معرکہ میں فرزندان اسلام کی تعداد لشکر کفار کی تعداد سے ایک تہائی تھی۔ وسائل اور اسلحہ کے اعتبار سے بظاہر بہت کمزور تھے جزیرۂ عرب کا اجتماعی ماحول سراسر ان کے خلاف تھا۔ انتہائی خوش فہمی کے باوجود اسلام کے غلبہ اور فتح مند ہونے کی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی تھی کفر بڑے کروفر کے ساتھ حق کی بے سروسامانی سے نبرد آزما ہونے کے لیے تین گنا فوج لے کر بڑے غرور ورعونت سے میدان میں آیا تھا لیکن اسے ایسی فیصلہ کن ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا جس نے اس کی کمر توڑ دی پھر اسے کبھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اس شان سے حق کو للکار سکے مورخین اس معرکہ کو غزوۂ بدر الکبریٰ، غزوۂ بدر العظمیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن رب قدوس نے اپنی کتاب مقدس میں اسے یوم الفرقان کے لقب سے ملقب فرمایا یعنی وہ دن جب حق اور باطل کے درمیان فرق آشکارا ہو گیا۔ اندھوں اور بہروں کو بھی پتہ چل گیا کہ حق کا علمبردار کون ہے اور باطل کا نقیب کون ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (سورۃ انفال:۴۱)

اور جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر۔

(ضیاء النبی جلد ۳ ص ۲۹۳)

فتح مبین یعنی غزوۂ بدر کے اثرات:

غزوہ بدر نے ملت کفر کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا کفار کے غرور کو ملیامیٹ کر دیا غزوہ بدر کے اثرات کی تفصیل کے لیے سیرت کی کتب کا مطالعہ کیجیے یہاں اختصار کے ساتھ چند اثرات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

بتوں پہ یقین متزلزل:

جزیرہ عرب کے اکثر باشندے بتوں کی خدائی پہ یقین رکھتے تھے۔ انہیں بار بار قرآنی احکام سنائے گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار معجزات دکھائے مگر ان کی بت پرستی پہ اتنا اثر نہ ہوا بالآخر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں باطل کی شکست فاش نے ان کے تمام حجابات تار تار کر دیئے۔

بتوں پہ ان کا یقین متزلزل ہو گیا۔ پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''بتوں پر ان کا یقین متزلزل ہو گیا کہ اگر ہمارے یہ معبود اپنے نعرے لگانے والوں اور قدیمی پرستاروں کو تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کے باوجود ان مٹھی بھر نہتے مسلمانوں کی دستبرد سے نہیں بچا سکے ان مصطفوی درویشوں نے ان کے ستر سرداروں کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے بت ان کی مدد نہ کر سکے۔ اس لیے انہوں نے سنجیدگی سے بتوں کے بارے میں سوچنے کی ضرورت محسوس کی۔

(خلاصہ ضیاء النبی جلد ۳)

کفار کے لیے ذلت و رسوائی کا دھبہ:

کفار مکہ اپنے مدمقابل کسی کو بھی خاطر نہ لایا کرتے تھے خصوصاً دولت مند اپنے دولتمندی کے نشے میں بدمست تھے انہوں نے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کی ٹھانی مگر انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ انہیں شکست فاش ہوئی۔ مٹھی بھر مسلمانوں کے مقابل ان کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ایسی ذلت ورسوائی کے متعلق ان لوگوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا جس سے وہ دوچار ہوئے۔

ستر رؤسا مکہ قیدی بنے:

مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کی نیت سے آنے والے ستر رؤساء مکہ قتل ہوئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے۔ جنگی قیدی بننا ان کے لیے انتہائی ذلت ورسوائی کا سبب بنا مگر وہ اب کیا کر سکتے تھے۔

غریب الوطن درویش کو فتح مبین:

دعوت حق کے باعث غریب الوطن درویش صفت مومنین کو اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت کا پرچم بلند کرنے کی بدولت فتح مبین سے نوازا کفار کو بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ مسلمان کفار کے مقابل ناقابل تسخیر ثابت ہوئے۔

اللہ کا کلمہ بلند، کفر کا جھنڈا سرنگوں:

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی بلند ہمتی، حق تعالیٰ کے نام پر سرفروشی اور جذبۂ حریت نے مسلمانوں کو نہ صرف ناقابل تسخیر بنا دیا بلکہ مدمقابل کفار پوری دنیا کے لوگوں کے سامنے رسواء ہوئے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند اور کفر کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔

کفار کی غلط فہمی کا علاج:

غزوۂ بدر سے قبل کفار مسلمانوں کی حقیقت اور حیثیت سے آشنا نہ تھے بلکہ کفار مسلمانوں کو ضعیف ونزار، بے کس و بے نوا، بے آسرا و بے سہارا سمجھتے تھے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ جب چاہیں گے مسلمانوں کو رگیدتے ہوئے جہاں چاہیں گے پھینک دیں گے مگر غزوۂ بدر میں جب آمنا سامنا ہوا تو ضرب حیدری، صداقت صدیقی اور دعائے نبوی اور مسلمانوں کی للکار نے ان کی تمام غلط فہمیوں کو دور کر دیا کہ مسلمان اب وہ نہیں رہے جو ہمارے ساتھ رہتے ہوئے تھے بتوں کی دوری اور حق تعالیٰ کے قرب نے انہیں ناقابل تسخیر بنا دیا ہے۔ کفار پہ مسلمانوں کا رعب ودبدبہ چھا گیا۔

اوس و خزرج قبائل کا قبول اسلام:

غزوہ بدر نے اہل عرب کے تمام قبائل کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا بت پرستی، دیگر مذاہب اور اسلام کے متعلق عرب سوچنے لگے اسلام کی حقانیت لوگوں پہ واضح ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اوس وخزرج کی اکثریت نے دل وجان سے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں

سے قلیل لوگ ہی اپنی سابقہ روش پہ اڑے رہے۔

یہودی قبائل پہ غزوہ بدر کا اثر:

جیسے غزوہ بدر کی فتح مبین نے مشرک قبائل پہ حقیقت واضح کر دی کہ بت پرستی کفر و شرک ہے حقیقت وہی ہے جو مسلمانوں کے عقائد میں اسی طرح یہودی قبائل کے باشعور لوگ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام سچا ہے یا ہمارا سابقہ مذہب ہمیں مذہب اسلام اختیار کرنا چاہیے یا وہی سابقہ مذہب، بہر حال یہودی قبائل بنو ع قینقاع بنو نضیر، بنو قریظہ اور یہود بنو حارث میں سے بھی چند خوش بخت اپنی قومی عصبیت کا آہنی خول توڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے اور آئندہ کے لیے اپنے سابقہ مذہب کے ماننے والوں کے لیے صراط مستقیم پہ گامزن ہونے کے لیے راہ ہموار کی۔ فتح غزوہ بدر کے بعد یہود کی قومی عصبیت میں شدت پیدا ہو گئی۔ ان کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا مگر ہوا وہی جو منظور خدا تھا۔ مسلمانوں کو مدینہ سے نکالنے کے لیے منصوبے بنانے والے خود ہی اس علاقہ سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔

منافقت کا نقاب:

عبداللہ بن ابی جو قبیلہ خزرج کا فرد تھا اور اس گروہ کا سربراہ تھا جو اوس وخزرج اپنے مشرکانہ عقائد پر پختہ تھے اس نے اس فتح کے بعد منافقت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیا تھا اسی نے یہودی قبیلہ بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے کی سازش شروع کی اس نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ اپنے محلات اور حویلیوں کو مت چھوڑنا، ڈٹے رہنا۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی مدینہ خالی کر دیں گے اور تمہارے ساتھ روانہ ہو جائیں گے اگر مسلمانوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو ہم تمہاری مدد کے لیے میدان جنگ میں کود پڑیں گے ان کی اس سازش کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ج وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ج وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ (پ۲۸ سورۃ الحشر: ۱۱۔۱۲)

ترجمہ کنز الایمان:

کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں، کافر کتابیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اگر وہ نکالے گئے تو یہ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔

فائدہ:

مدینہ منورہ نے یہود مدینہ بنی نضیر سے خفیہ معاہدے کیے تھے کہ اگر تم سے اور مسلمانوں سے جنگ ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اگر مسلمان غالب آ کر تمہیں جلاوطن کریں گے تو ہم تمہارے ساتھ چلیں گے۔ اس آیت میں خفیہ معاہدہ کا راز فاش کیا گیا۔ (تفسیر نور العرفان ص ۸۷۴)

منافقت:

اوس وخزرج اور یہودی قبائل سے جن لوگوں نے منافقت کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ وہ مسجد میں اکٹھے ہوئے اس طرح انہیں مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا موقع مل جاتا وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے، پھبتیاں کستے، کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے اپنی ان ناشائستہ حرکتوں سے انہوں نے مسلمانوں کے سکون قلب کو درہم برہم کر دیا تھا۔ اسلامی تعلیمات کے بارے میں وہ ایسی کٹ حجتیاں کرتے ہیں، ایسے شوشے چھوڑتے اور ایسے بے سروپا اعتراض کرتے ہیں جن سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں گے۔ (ضیاء النبی شریف جلد ۳ ص ۴۰۴)

فائدہ:

اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ غزوہ بدر کے دن نے کوئی غیر مسلم ہمارا دوست نہیں چھوڑا۔ تمام کفار نے ایکا کر لیا، تمام یہودی بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ جو لوگ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر چکے وہ تو مسلمان ہوئے باقی کفار کے ساتھ مل گئے ہمارا کوئی دوست نہیں رہا اور کفار نے ہمارے لیے آرام وسکون کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا بلکہ یکے بعد دیگرے جنگیں مسلط کرتے رہے (یہ ایک بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمام معاملات سدھرتے چلے گئے)

موسیٰ بن حازم علی کو خطاب

(۱) دُوْنَکَهَا مُتْرَعَةً دِهَاقًا ۔۔۔ کَاسًا زُعَاقًا مُزِجَتْ زُعَاقًا
(۲) اِنَّا لَقَوْمٌ مَا نَرٰی مَا لَاقَا ۔۔۔ اَقُدُّ هَامًا وَّ اَقُطُّ سَاقًا

☆ کاسًا: پیالہ۔ ☆ زعاقًا: کڑوا۔ ☆ مزجت: ملایا گیا۔ ☆ منزعة دهاقا: بھرا ہوا چھلکتا ہوا۔ ☆ مانری: ہم نہیں دیکھتے ہم خیال نہیں کرتے۔ ☆ لاقا: جس سے ملاقات کی جس سے ملتے ہیں۔ ☆ هامه: کھوپڑی جمع ہام ☆ اَقُطُّ: کاٹ دیں گے۔

مطلب:

(۱) اس لبالب بھرے ہوئے پیالے کو لیجیے یعنی وہ پیالہ لیجیے جو کڑوا بھی ہے اور اس میں کھارا اور نمکین پانی کی بھی آمیزش کر دی گئی ہے۔

(۲) ہم ایسی قوم ہیں کہ ہم جس سے بھی ملاقات کرتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی کھوپڑی توڑیں یا پاؤں کاٹ دیں۔

☆☆☆

غیبی خبروں کا اظہار

(۱) اَرٰی حَرْبًا مُغَیَّبَۃً وَّسِلْمًا وَعَھْدًا لَیْسَ بِالْعَھْدِ الْوَثِیْقِ

☆اریٰ: میں دیکھ رہا ہوں۔☆حرباً: جنگ۔☆مُغَیَّبَۃً: پوشیدہ۔☆سِلْمًا: صلح۔☆لَیْسَ: نہیں۔☆بالعھد الوثیق: عہد کے ساتھ مضبوط۔

مطلب:

(۱) میں غیبی جنگ اور صلح کو ملاحظہ کر رہا ہوں وہ ایسا عہد ہوگا جو مضبوط نہیں ہوگا۔

فائدہ:

یہاں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے غیبی خبروں کو بیان فرمایا ہے جس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو غیبی علوم سے نوازتا ہے اس کی تائید میں بے شمار آیات اور احادیث بیان ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں احادیث مبارکہ کے مجموعوں کا مطالعہ کیجیے خصوصاً مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا علاوہ ازیں جنت و دوزخ کے احوال، قیامت، میزان اور پل صراط کے متعلق وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو خصوصیت سے علوم غیبیہ سے نوازتا ہے اکثر جو معجزات اور کرامات پڑھنے سننے کو ملتے ہیں ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیاء کرام اور اولیائے کرام کو علوم غیبیہ حاصل ہوتے ہیں۔

فیض ملت، مجدد ملت شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ گزشتہ شعبان المعظم ۱۴۳۱ بمطابق اگست ۲۰۱۰ء میں ایک دن دورۂ التفسیر القرآن کے سلسلے میں تشریف لائے۔ آپ کو سائیکل پہ لایا گیا۔ آپ کے ہاتھ مبارک کانپ رہے تھے۔ نظر الحمد للہ بہترین تھی۔ زبان سے واضح طور پر الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے اس کے باوجود آپ دورہ تفسیر القرآن کے سلسلے میں تشریف لائے پوری سورۃ یٰسین شریف معہ ترجمہ و مختصر تفسیر پڑھائی آخر میں فرمایا الحمد للہ فقیر اویسی کا یہاں پچاسواں دورہ تفسیر ہے اور یہ آخری دورہ تفسیر ہے۔ اس کے بعد دورہ تفسیر نہیں پڑھا سکوں گا۔ آپ میں سے اکثر کی دوبارہ ظاہری زندگی میں ملاقات بھی نہ ہو سکے گی اس لیے سوچا کہ آج خصوصیت سے دورہ تفسیر کی کلاس میں شمولیت کرلوں۔ اتنا سنا تو الفقیر ابواحمد اویسی بغیر آواز کے رونے لگا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ آنسو بھی ایسے جاری ہوئے کہ کافی دیر تک نہ تھمے۔ طبیعت انتہائی پریشانی میں مبتلا ہوگئی۔ یقیناً یہ کلمات آپ کے آخری اور الوداعی کلمات تھے۔ جو کہ اکثر ساتھیوں کی سمجھ میں آئے شعبان المعظم میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے اور ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

جنازہ کے موقع پر حضرت علامہ محمد فیاض احمد اویسی مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حافظ صاحب اور میں نے عمرہ شریف کے سلسلہ میں جانا تھا ٹکٹ OK تھے جس دن فلائیٹ کراچی سے روانہ ہوئی تو ایک دن پہلے ہم نے کراچی جانا تھا۔ حضرت صاحب کی صحت الحمد للہ اچھی تھی اس سے قبل کئی مرتبہ آپ کی طبیعت بہت خراب تھی اس کے باوجود آپ بڑے اصرار کر کے مدینہ کے لیے روانہ ہوتے تھے ہم بڑا روکتے کہ آپ کی صحت مبارکہ ایسی نہیں مگر آپ ہر حال میں مدینہ تشریف لے جاتے مگر اس مرتبہ میری سمجھ

میں نہیں آیا کہ آپ کیوں نہیں جا رہے ہم جتنا بھی عرض کرتے آپ ارشاد فرماتے۔ محمد فیاض احمد تم چلے جاؤ۔ اس دفعہ میں نہیں جا سکتا۔

میں نے بڑا اصرار کیا کہ آپ ضرور تشریف لے چلیں ماشاء اللہ آپ کی صحت مبارک بھی اچھی ہے۔ مگر آپ ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ تو چلا جا۔ اس مرتبہ مجھے رہنے دے۔ تو چلا جانا۔ بہر حال بصد اصرار کے باوجود آپ تیار نہ ہوئے تو میں کراچی کے لیے روانہ ہو گیا۔ جس دن میں نے فلائٹ پہ روانہ ہونا تھا تقریباً 6 بجے میں نے آپ سے گفتگو کی۔ آپ کی آواز سے ماشاء اللہ اندازہ ہوتا تھا کہ آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ مجھے تاکید فرمائی کہ تو ابھی روانہ نہیں ہوا یہ فون کرنے کے بعد میں فلائیٹ پہ سوار ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ تقریباً نصف گھنٹے بعد مجھے آپ کے وصال باکمال کی فون کے ذریعے اطلاع دی گئی اور یہ فقیر کراچی سے ہی واپس آ گیا۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو بعض اوقات آنے والے معاملات کا پہلے ہی علم عطا فرما دیتا ہے۔

کرامت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار چک شاہ کرم تحصیل عارف والہ ضلع پاک پتن شریف میں ہے آپ نے اپنے وصال سے ایک دن پہلے قبرستان کے قریب ایک جگہ جا کر خود پانی کا ترکاؤ کروایا پھر جھاڑو پھرایا۔ لوگ آپ سے پوچھتے حضرت ایسا کیوں کیا جا رہا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے کہ اس کی وجہ بتانے کا جب وقت آیا تو پتہ چل جائے گا۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے اور وہاں آپ کا جنازہ پڑھایا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر دی:

اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے کہ ہمیں نصر اللہ بن سلامہ بن سالم ہیتی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں قاضی ابوالفضل یعنی محمد بن عمر بن یوسف ارموی نے خبر دی ہے وہ کہتے تھے ہم سے ابوالغنائم یعنی عبدالصمد بن علی ماموں نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں حافظ علی بن عمر نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان رازی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عبداللہ بن زہر بن یحییٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے اعمش سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے ابوسنان دولی سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے صادق مصدوق نبی نے بیان فرمایا کہ تم نہ مرو گے یہاں تک ایک ضرب تمہاری اس پر اشارہ داڑھی اور سر کی طرف فرمایا ماری جائے گی اور اس امت کا شقی ترین قتل (شہید) کرے گا جیسا کہ قبیلہ ثمود کے فلاں شقی ترین نے خدا کی اونٹنی کے پیر کاٹے تھے۔

فائدہ:

علی بن عمر نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث بروایت اعمش عن زید بن اسلم عن ابی سنان عن علی غریب ہے اس کی روایت میں عبداللہ بن زہیر اپنے والد سے منفرد ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو عبداللہ بن جعفر نے زید انہوں نے ابوسنان سے بہ نسبت اس کے زیادہ کامل روایت کیا ہے۔ (اسد الغابہ اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۶۱۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی شہادت کے متعلق بیان فرمانا:

ایک روز حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس میں بیان کیا کہ قسم اس (ذات) کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور اس میں سے درخت نکالا اور جان پیدا کی کہ میری یہ (داڑھی) اس سے یعنی سر کے خون سے رنگین کی جائے گی۔

ایک شخص نے کہا: واللہ جو شخص ہم میں سے ایسی حرکت کرے گا ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور قسم دیتا ہوں کہ میرے عوض میں سوا میرے قاتل کے اور کوئی قتل نہ کیا جائے۔ (اسد الغابہ ج۲ ص۶۱۶)

حدیث مبارکہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت علی نے نبی (کریم) سے عرض کیا کہ آپ نے غزوہ احد میں جب مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی اور بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ شہادت تو تمہارے پیچھے ہے پس تم صبر کرو گے جب تمہاری داڑھی خون سے رنگین کی جائے گی۔

حضرت علی نے عرض کیا: یا رسول اللہ اگر میری یہی حالت قائم رہی جواب ہے تو وہ وقت صبر کرنے کا نہ ہو گا بلکہ خوش ہونے اور بزرگ حاصل کرنے کا وقت ہو گا۔ (خلاصہ از اسد الغابہ)

دوسری حدیث مبارکہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ اگلی امتوں میں سب سے زیادہ شقی کون تھا؟

میں نے عرض کیا: وہ شخص جس نے (صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کے پیر کاٹے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اچھا بتاؤ اس امت میں سب سے زیادہ شقی کون ہے؟

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا علم مجھے نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو تمہارے دماغ پر (تلوار) مارے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ (نہایت شوق کی حالت میں) یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آرزو کرتا ہوں کہ تمہارا اشقی اٹھے اور میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگین کر دے۔

خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ سب کو میرے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے۔ میں نے عرض کیا آپ کی امت سے میں نے بہت تکلیف اٹھائی۔

حضرت نے فرمایا تو تم ان کے لیے بددعا کرو پس میں نے دعا کی کہ یا اللہ! مجھے ان کے عوض میں ایسے لوگ دے جو ان

سے بہتر ہوں اور ان کو میرے عوض میں ایسا شخص دے جو مجھ سے بدتر ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ان کو اس شخص نے مارا۔
(سعد الغابہ جلد ۲، حیات الفرید ص ۴۰)

فائدہ:

اس روایت میں حسین بن علی کا نام ہے حالانکہ صحیح حسن ہے۔

احوال شہادت:

حضرت عثمان بن مغیرہ سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضرت علی ایک شب حسن کے یہاں ایک شب حسین کے یہاں اور ایک شب عبداللہ بن جعفر کے گھر سے کھانا کھانے لگے مگر تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے تھے آپ فرماتے تھے (میں چاہتا ہوں کہ مجھے) موت اس حال میں آئے کہ میں بھوکا ہوں۔ اب میری موت میں صرف ایک شب یا دو شب باقی ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۱۸ احیات الفرید ص ۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت حسن بن کثیر نے اپنے والد سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے نکلے تو بطین ان کے سامنے چیخنے لگیں ہم لوگ ان کو ہٹانے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو کیونکہ یہ رو رہی ہیں اور آپ باہر چلے گئے اور زخمی ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ سال وہ مہینہ وہ شب جانتے تھے جس میں وہ شہید ہوئے تھے واللہ اعلم۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۱۸ حیات الفرید ص ۴۱)

ماہ رمضان المبارک ۴۵ھ کو آپ پر حملہ ہوا اور اکیس رمضان المبارک شب جمعہ آپ کا وصال با کمال ہوا۔ (تجلیات خواجگان چشت ص ۲۷ حیات الفرید ص ۴۱)

فائدہ:

پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو آنے والے احوال سے باخبر کر دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عطا سے اولیائے کرام اور انبیائے کرام علوم غیبیہ سے واقف ہوتے ہیں۔ اس شعر میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غیبی علوم کا اظہار فرمایا ہے۔ جو آپ کی زبان سے غیبی علوم بیان ہوئے وہ امور اسی طرح ہو کے رہے جیسے آپ نے بیان فرمائے۔

☆☆☆

مال جاتا رہے گا

(۱) تَرَكْتَ نِسَآءَ الْحَيِّ بَكْرِبْنِ وَآئِلٍ وَاَعْتَقْتَ سَبْيًا مِّنْ لُوَيِّ بْنِ غَالِبٍ
(۲) وَفَارَقْتَ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ لِمَالٍ قَلِيْلٍ لَا مَحَالَةَ ذَاهِبٍ

☆ترکت: تو نے چھوڑ دیا۔ ☆نساء: عورتوں۔ ☆اَعْتَقْتَ: تو نے آزاد کر دیا۔ ☆فَارَقْتَ: پس تو نے چھوڑ دیا۔
☆قلیل: تھوڑا۔

مطلب:

(۱) تو نے بکر بن وائل کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا ہے اور لوی بن غالب کے قیدی آزاد کر دیئے۔

(۲) اور تو نے ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ صرف تھوڑے سے مال کی وجہ سے حالانکہ وہ مال یقینی بات ہے کہ جاتا رہے گا۔ یعنی وہ مال یقیناً نہیں رہنا جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے بہتر انسان کو چھوڑ دیا۔

☆☆☆

اظہار فراست

(۱) اَرىٰ اَمْـرًا تَـنَـقَّـصَ عُـرْوَتَـاهُ ۔۔۔ وَحَبْلاً لَّيْـسَ بِـالْـحَبْلِ الْوَثِيْقِ

☆ارى: میں دیکھتا ہوں۔☆تَنَقَّصَ: ٹوٹ گیا۔☆حَبْلاً: رسی۔☆حبل الوثیق: مضبوط رسی۔

مطلب:

(۱) میں ایسا معاملہ دیکھ رہا ہوں کہ اس کا قبضہ ٹوٹ چکا ہے یعنی عنقریب وہ معاملہ پیش آنے والا ہے اور ایسی رسی ملاحظہ کر رہا ہوں جو مضبوط نہیں۔ بلکہ برائے نام رسی ہے۔ معمولی سا زور پڑنے پر ٹوٹ جائے گی۔

فائدہ:

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست کا بیان ہے سمجھدار لوگ اکثر حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے ان پہ غور خوض کر کے اپنی فہم و فراست کے ذریعے آئندہ کے حالات کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ نہ کی فہم و فراست کا بھی بیان ہے نیز اللہ تعالیٰ بزرگان دین کو علوم غیبیہ سے نوازتا ہے بعض اوقات اللہ کے بندوں کو مستقبل کے واقعات دکھا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہ امر بیان ہوا ہے کہ مستقبل کے امور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبل از وقت دکھا دیئے گئے ہیں اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وہی بیان فرما رہے ہیں۔

☆☆☆

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاب

(۱) سَـمِـعْـتُكَ تَـبْـنِـىْ مَـسْـجِـدًا مِّـنْ جَـبَـايَـةٍ ۔۔۔ وَاَنْـتَ بِـحَـمْـدِ الـلّٰـهِ غَـيْـرَ مُـوَفَّـقٍ

(۲) كَـمَـطْـعَـمَـةِ الـرُّمَّـانِ مِـمَّـا زَنَـتْ بِـهِ ۔۔۔ جَـرَتْ مَثَلاً لِّـلْـخَـآئِـنِ الْـمُـتَـصَـدِّقِ

(۳) فَـقَـالَ لَـهَـا اَهْـلُ الْـبَـصِـيْـرَةِ وَالـتُّـقٰـى ۔۔۔ لَكِ الْـوَيْـلُ لَا تَـزْنِـىْ وَلَا تَـتَـصَـدَّقِـىْ

☆سَمِعْتُ: میں نے سنا ہے۔☆غیر موفق: صحیح کے موافق نہیں۔☆کَمَطْعَمَةِ الرُّمَّان: جیسے انار کھلانے والی۔
☆خائن: خیانت کرنے والا۔☆خائن المتصدق: خیانت کرنے والا، صدقہ خیرات کرے۔☆اهل البصیره: عقلمندوں۔
☆التُّقٰی: پرہیزگاروں۔☆لَكِ الْوَيْلُ: تیرے لیے تباہی ہے تیرے لیے بربادی ہے تجھ پر افسوس ہے۔☆لاتزنی: تو زنا نہ کر، تو بدکاری نہ کر۔☆وَلَا تَتَصَدَّقِ: اور نہ ہی صدقہ خیرات کر۔

مطلب:

(۱) میں نے سنا ہے کہ تم خراج کی رقم سے حاصل ہونے والی آمدنی سے ایک مسجد بنوا رہے ہو؟ بحمد تعالیٰ تجھے صحیح کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔

(۲) جیسا کہ زنا کی آمدنی سے کسی کو انار کھلانے کی مثال ہے یہ مثال خیانت کرنے والے کے خیرات کرنے کی مثال ہے۔ یعنی حرام اور مشتبہ مال مسجد پہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

(۳) پس اہل بصیرت اور متقی لوگوں نے اسے کہا کہ تجھ پہ افسوس ہے کہ تو برے کام میں مبتلا نہ ہو اور (بے شک تو) صدقہ خیرات نہ کر۔ یعنی صدقہ خیرات کرنے کے لیے آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے اور آمدنی کے حصول کے لیے کسی پہ ترشی تنگی کرنا اچھا کام نہیں اس سے بہتر تو یہ ہے کہ بے شک صدقہ چھوڑ دے کوئی حرج نہیں مگر صدقے کے لیے برے کاموں کے ذریعے آمدنی حاصل نہ کر۔

یعنی گندے کام سے مراد ہے لوگوں پہ سختی کر کے، لوگوں پہ تنگی کر کے، لوگوں پہ شرعی احکام جو قرآن وسنت میں بیان ہوئے ہیں ان کے علاوہ حکومتی ٹیکس وغیرہ لگانا، مسجد میں ایسی رقم خرچ کی جائے جو بہترین حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہے نا کہ ایسے مشتبہ امور سے حاصل کردہ مال سے۔

فائدہ:

یہاں اس زنا کار عورت کی مثال بیان کر کے مسئلہ واضح کیا گیا ہے کہ جیسے کوئی زانیہ عورت ساری زندگی بدکاری میں مبتلا رہ کر مال ومتاع اکٹھا کرے اور پھر اس سے انار کھلاتی پھرے اس کا ایسے گندے مال سے ایسا کرنا اچھا کام نہیں اس سے بہتر تو یہ تھا کہ وہ زنا کر کے ایسا مال جمع نہ کرتی نیز اس کی مثال خیانت کرنے والے جیسی ہے کہ خیانت کے ذریعے مال جمع کرے اور صدقہ خیرات کرتا پھرے۔ صدقہ خیرات کرنے سے بہتر تھا کہ وہ خیانت کا دھندا چھوڑ دیتا۔ اسی طرح خراج کے مال سے مسجد بنوانے سے زیادہ بہتر یہ تھا کہ مسجد ہی نہ بنائی جاتی۔ مگر لوگوں سے سختی کے ساتھ مال نہ لیا جاتا۔ جو اس لائق تھے ان سے خراج لے لیا جاتا اور جو مال دینے کے لائق نہ تھے ان سے خراج نہ لیا جاتا۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا ادراک مخلوق نہیں کرسکتی

اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ   وَالْبَحْثُ عَنْ سِرِّ ذَاتِ السِّرِّ اِشْرَاكٌ

(۲) وَفِیْ سَرَائِرِ هِمَّاتِ الْوَرٰی هِمَمٌ ۔ عَنْ ذِی النُّهٰی عَجَزَتْ جِنٌّ وَّ اَمْلَاكٌ
(۳) یَهْدِیْ اِلَیْهِ الَّذِیْ مِنْهُ اِلَیْهِ هُدًی ۔ مُسْتَدْرَكًا وَّ وَلِیُّ اللّٰهِ مُدْرَاكٌ

☆درك: ادراک کرنا۔☆ اِشْتَرَاك : شرک ☆ سرائر : راز (جمع)۔☆عجزت: عاجز ہیں۔☆اَمْلَاكٌ: فرشتوں۔☆یهدی: وہ ہدایت دیتا ہے۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ کی حقیقت تک پہنچنے سے عاجز آنا ہی (صحیح) ادراک ہے اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں بحث برائے بحث کرنا۔مناسب نہیں بلکہ شرک ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی مخلوق اللہ تعالیٰ کے مخفی ارادوں کے پوشیدہ رازوں کا ارادہ ہوسکتا ہے جنات اور ملائکہ (۱؎ عقلمند انسانوں کے احوال ومقامات (سمجھنے اوران تک پہنچنے) سے عاجز ہیں)

(۳) اس کی طرف اللہ تعالیٰ ہی ہدایت عطا فرماتا ہے اسے جس کی طرف سے ہدایت حاصل ہوتی ہے وہی ولی اللہ ہوتا ہے جو اس کی ہدایت پائے اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونا دونوں جہاں میں کامیابی وکامرانی کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ادراک:

انسان اللہ تعالیٰ کے کماحقہ ادراک سے عاجز ہے اللہ تعالیٰ کی حقیقت پا نہیں سکتا۔اس کے باوجود جو شخص اس ٹوہ میں لگا رہے کہ کسی نہ کسی طرح میں اللہ تعالیٰ کی حقیقت پالوں ایسا ممکن ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت پانا ناممکن ہے۔بلکہ جہاں تک شریعت نے اجازت عطا فرمائی ہے اس سے زیادہ کی کرید سے انسان کے مشرک ہونے کا خطرہ ہوتا ہے زیادہ کی کرید شرک ہے۔

عقیدہ:

حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور ومعروف تصنیف لطیف بہار شریعت میں بیان فرماتے ہیں کہ:
''اس کی ذات کا ادراک عقلاً محال کہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اس کو محیط ہوتی ہے اور اس کو کوئی احاطہ نہیں کرسکتا البتہ اس کے افعال کے ذریعہ سے اجمالاً اس کی صفات پھر ان صفات کے ذریعہ سے معرفت ذات حاصل ہوتی ہے۔
(بہار شریعت ج اول حصہ اول ص۳)

فائدہ:

مگر یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ اجمالاً صفات باری تعالیٰ کے ذریعہ کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا کامل طور پر ادراک کرلیا گیا ہے بہار شریعت میں ہے کہ بات صرف اتنی ہے کہ اس کی صفات اس کی ذات سے جدا نہیں ہیں ملاحظہ کیجیے بہار شریعت۔

عقیدہ:

اس کی صفتیں نہ عین ہیں نہ غیر یعنی صفات اسی ذات ہی کا نام ہو ایسا نہیں اور نہ اس سے کسی طرح نحو وجود میں جدا ہوسکیں

کہ نفس ذات کی مقتضیٰ ہیں اور عین ذات کو لازم۔ (بہار شریعت ج اول حصہ اول ص ۴)

اللہ تعالیٰ جسم نہیں:

واللہ تعالیٰ لیس بجسم ولا جوھر ولا عرض

اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے اور نہ جوہر اور نہ عرض ہے۔

فائدہ:

عرض اس کو کہتے ہیں جو بغیر چیز کے خود قائم نہ ہو جیسے خوشبو یا رنگ وغیرہ اور جوہر وہ جو کہ خود قائم ہو جیسے وہ چیز جس میں خوشبو قائم ہو اور جسم ان دونوں سے مرکب ہوا کرتا ہے اور جوہر ولا یتجزی کو بھی کہتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عمرو بن عبید کا برا کرے کہ اسی نے لوگوں میں جوہر و عرض و اجسام کی بحث کا دروازہ کھولا واضح ہو کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں کچھ تصور باندھا اس نے کبھی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی بلکہ اس کی تصویر کی عبادت کی جو اس کے وہم میں ہے۔

ولاحد لہٗ ولا صندلہٗ ولا ندلہٗ ولامثل لہ

اور اللہ تعالیٰ کے واسطے حد و نہایت نہیں اور نہ اس کا کوئی ضد یعنی مخالفت و مانع ہے اور نہ اس کا کوئی شبیہ و شریک ہے اور نہ اس کا ہمسر و ہم جنس ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شئ و ھو السمیع بصیر

اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع بصیر ہے۔

ف:

ملا علی قاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی مخلوق کسی طرح خالق عزوجل کے مشابہ ہے پس اللہ جل جلالہ نہ محدود ہے اور نہ گنتے میں ہے اور نہ وہ تصور میں آ سکتا ہے اور نہ اس کے بعض ہیں اور نہ اس کے اجزاء ہیں اور نہ وہ مرکب ہے اور نہ اس کی انتہا ہے اور نہ اس کی ماہیت اور نہ کیفیت مانند رنگ و خوشبو و سردی و گرمی وغیرہ کے جو اجسام وغیرہ میں ہوا کرتے ہیں اور نہ وہ کسی جگہ میں متمکن ہے اور نہ اس پر زمانہ جاری ہوتا ہے۔

(عین الھدایہ اردو شرح ھدایہ مقدمہ ہدایہ فقہ اکبر ص ۷)

تفصیلات کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ کریں۔

مقام انسان:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے شعر میں بیان فرمایا ہے کہ کامل انسان کی حقیقت کیا ہے انسان کا اصل مقام ہے۔ اس کی حقیقت اس کی شان و مقام سے ملائکہ اور جن عاجز ہیں اس شعر کے مطالب کئی ہو سکتے ہیں۔

(۱) یہ کہ انسان کا مقام اور شان کیا ہے اس کی حقیقت اور مقام تک ملائکہ اور جن نہیں پہنچ جاتا ہے وہاں تک ملائکہ اور جن بھی

نہیں پہنچ سکتے۔

(۲) یہ کہ انسان کا مقام و مرتبہ جن اور ملائکہ سمجھنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔ انسان کا مقام سمجھنے سے جن اور ملائکہ عاجز رہ جاتے ہیں۔

اشرف المخلوق:

انسان کو اشرف المخلوق بنایا گیا ہے اس لیے انسان کو بھی چاہیے کہ انسان اپنے مرتبے اور مقام کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اپنے مقام سے گرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ حق تعالیٰ کے قرب کا متلاشی رہے۔ ہر اس امر سے باز رہے جو اس کے لیے نقصان کا باعث ہے۔

فرمان رب کائنات:

رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍo

بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ (ترجمہ کنزالایمان شریف)

مقام انسان:

تفسیر حسینی میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ:

تحقیق کہ پیدا کیا ہم نے آدمی کو اچھی تصویر اور ترکیب میں یعنی حیوانات میں سے قد مناسب صورت اچھی، فراج معتدل، خاص مخلوقات کو جمع کر لینے کے ساتھ اسے ہم نے مخصوص کیا یا پیدا کیا ہم نے اسے مظہر اتم و اکمل تجلی گاہ اعم و اشمل تا کہ حامل امانت الٰہی اور منبع فیض لا متناہی ہو سکے۔ (تفسیر حسینی جلد ۲ اردو ترجمہ پ ۳۰ سورۃ یٰسین)

انسان کی افضلیت:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین انسان کو ساری مخلوق سے ادنیٰ مانتے تھے اس لیے پتھروں، دریاؤں، چاند، سورج کی پوجا کرتے تھے موحدین کا خیال تھا کہ جن و فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ جن طاقت میں، فرشتے رب کی طاعت میں زیادہ ہیں اس لیے رب تعالیٰ نے انسان کی افضلیت چھ تاکیدوں سے بیان فرمائی۔ چار قسمیں اور لام تاکید و قد اگر انسان اپنا درجہ پہچان لے تو نہ بت پرستی کرے نہ گناہ کیونکہ اعلیٰ ہستی کے مالک کو کام بھی اعلیٰ کرنا چاہیے۔ انبیاء کرام بھی اسی لیے تشریف لائے کہ انسان کو مرتبہ بتائیں۔

من عرف نفسه فقد عرف ربهٗ (تفسیر نور العرفان پ ۳۰ سورۃ والتین ص ۹۷۷)

رب نے انسان کو اپنے دست قدرت سے بنایا:

تقویم کے معنی صورت بھی ہیں اور ترکیب بھی یہاں دونوں معنی درست ہیں رب تعالیٰ نے انسان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اس لیے اس کو بشر کہتے ہیں یعنی رب کے ہاتھ سے بنائی ہوئی مخلوق، مباشرت بالید سے بنا نیز اسے بنانے سے پہلے اس کی

عظمت وخلافت کا اعلان فرما کر فرشتوں کو سجدے کے لیے تیار فرمایا پھر اسے انوکھی صورت بخشی، قامت سیدھی، صورت جمیل کہ جنات فرشتے بھی اس پر فریفتہ ہوئے ہیں بلکہ اللہ کا محبوب بھی انسان ہی بنا۔

کھانے کے لیے ہاتھ دیئے تا کہ کھانے کے آگے نہ جھکے صرف رب کے آگے جھکے، ہر عضو مناسب بخشا کہ نہ ناک ہاتھی کی طرح لمبی نہ پرندوں کی طرح غائب وغیرہ۔ جسم ایسا بخشا کہ اس سے قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ، ساری عبادتیں ہوسکیں دوسری مخلوق میں یہ نہیں، اسی لیے حضرت جبریل علیہ السلام جب حضور کو نماز پیش کرنے آئے تو شکل انسانی میں آئے کہ جبریلی شکل میں پوری نماز پڑھنا غیر ممکن تھی۔ انسان جب بیٹھتا ہے تو (محمد) بنتا ہے۔ سر میم، کندھا ح، کمر میم، زانو دال۔

اگر تقویم بمعنی ترکیب ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انسانوں کو اچھے اعضاء سے مرکب کیا کہ اس کے اعضاء وہ کام کرتے ہیں جو جانوروں کے اعضاء نہیں کرتے۔ یہ آنکھ سے دیکھتا بھی ہے اشارے بھی کرتا ہے، رو کر گناہ بھی بخشوا لیتا ہے۔ زبان سے چکھتا بھی ہے بولتا بھی ہے۔ اس کا دل کاشانہ حق ہے۔ اس کے اندر غضب شہوت وہم، خیال کے چار ملک آباد ہیں جن پر عقل کے وزیر نفس وقلب میں عقل کی ہدایت کے لیے شریعت کی روشنی بخشی۔ عشاق کہتے ہیں کہ رب نے جماعت انسانی کو اچھے برے لوگوں سے مرکب فرمایا۔ جیسے گھر میں پاخانہ بھی ہوتا ہے آرام کمرہ بھی ایسے ہی اس جماعت میں فرعون بھی ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھی یہ جماعت انسانی کی احسن تقویم ہے جیسے پاخانہ آرام کمرہ کی مثل نہیں اگرچہ دونوں اینٹ چونہ سے بنے ایسے ہی غیر نبی، نبی کی طرح نہیں ہے اگرچہ اعضاء یکساں ہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۹۷۸-۹۷۷)

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ:

تقویم کے معنی کسی چیز کے قوام اور بنیاد کو درست کرنے کے ہیں احسن تقویم سے مراد یہ ہے کہ اس کی جبلت وفطرت کو بھی دوسری مخلوقات کے اعتبار سے احسن بنایا گیا اور اس کی جسمانی ہیت اور شکل وصورت کو بھی دنیا کے سب جانداروں سے بہتر اور حسین بنایا گیا۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ حسین بنایا ہے۔ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی انسان سے احسن نہیں کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حیات کے ساتھ عالم، قادر، متکلم، سمیع، بصیر، مدبر اور حکیم بنایا ہے اور یہ سب صفات دراصل خود حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہیں۔

چنانچہ بخاری ومسلم میں آیا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔

مراد اس سے یہی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا کوئی درجہ اس کو بھی دیا گیا ورنہ حق تعالیٰ ہر شکل وصورت سے بری ہے۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ۸ ص ۷۷۵، بحوالہ قرطبی)

حکایت:

قرطبی نے اس جگہ نقل کیا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی جو خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار کے مخصوص لوگوں میں سے تھے اور اپنی

بیوی سے بہت محبت رکھتے تھے ایک روز چاندنی رات میں بیوی کے ساتھ بیٹھے ہوئے بول اٹھے۔

انت طالق ثلاثاً ان لم تکونی احسن من القمر

یعنی تم پر تین طلاق ہیں۔ اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہو۔
یہ کہتے ہی بیوی اٹھ کر پردہ میں چلی گئی کہ آپ نے مجھے طلاق دے دی۔ بات ہنسی دل لگی کی تھی مگر طلاق کا حکم یہی ہے کہ کسی طرح بھی طلاق کا صریح لفظ بیوی کو کہہ دیا جائے تو طلاق ہو جاتی ہے خواہ ہنسی دل لگی میں ہی کہا جائے۔

عیسیٰ بن موسیٰ نے رات بڑی بے چینی اور رنج و غم میں گزاری صبح کو خلیفہ وقت ابو جعفر منصور کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا قصہ سنایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا منصور نے شہر کے فقہاء اہل فتویٰ کو جمع کر کے سوال کیا سب نے ایک ہی جواب دیا کہ طلاق ہو گئی کیونکہ چاند سے زیادہ حسین ہونے کا کسی انسان کے لیے امکان ہی نہیں۔ مگر ایک عالم جو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے تھے۔ خاموش بیٹھے رہے۔

منصور نے پوچھا کہ آپ کیوں خاموش ہیں تب یہ بولے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۃ تین تلاوت کی اور فرمایا کہ امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا احسن تقویم میں ہونا بیان فرمایا ہے۔ کوئی شے اس سے زیادہ حسین نہیں۔ یہ سن کر سب علماء فقہاء حیرت میں رہ گئے کوئی مخالفت نہیں کی اور منصور نے حکم دے دیا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ۸ ص ۷۷۵)

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہے ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی، حسن و جمال کے اعتبار سے بھی اور بدنی ساخت کے اعتبار سے بھی، اس کے سر میں کیسے کیسے اعضاء کیسے کیسے عجیب کام کر رہے ہیں کہ ایک مستقل فیکٹری معلوم ہوتی ہے جس میں بہت سی نازک باریک خود کار مشینیں چل رہی ہیں۔ یہی حال اس کے سینہ اور پیٹ کا ہے۔ اسی طرح اس کے ہاتھ پاؤں کی ترکیب و ہیئت ہزاروں حکمتوں پر مبنی ہے اسی لیے فلاسفہ نے کہا ہے کہ انسان ایک عالم اصغر ہے۔ یعنی پورے عالم کا ایک نمونہ ہے سارے عالم میں جو چیزیں بکھری ہوئی ہیں وہ سب اس کے وجود میں جمع ہیں۔ (قرطبی)

صوفیاء کرام نے بھی اس کی تائید کی اور بعض حضرات نے انسان کے سر سے پاؤں تک کا سراپا لے کر اشیائے عالم کے نمونے اس میں دکھائے ہیں۔ (تفسیر معارف القرآن ج ۸ ص ۷۷۶)

خلاصہ:

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف الخلوقات بنایا ہے حتیٰ کہ جن اور ملائکہ بھی عقل مند انسانوں کے احوال سے عاجز ہیں۔

خدا کا دوست:

تیسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جس کسی کو بھی ہدایت حاصل ہوئی ہے یہ اس کے اپنے فعل کا نتیجہ نہیں بلکہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ ولی اللہ وہی ہے جو ہدایت حاصل کرے اور جو

ہدایت سے دور بھاگے معلوم ہوا کہ اسے اللہ تعالیٰ ہدایت ہی نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا وہ مقام اور شان ہوتا ہے جو آج یہاں شعر کی تشریح میں بیان کیا گیا ہے گو بظاہر جسمانی اعضاء کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں مگر مقام اور عظمت کے لحاظ سے برابر نہیں ہیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے خصوصاً سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کا دعویٰ کرتے کرتے نہیں تھکتے حق تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

ماسوا اللہ لا شے

(۱) لَاشَیْءَ اِلَّا اللّٰـهُ فَارْفَعْ هَمَّكَا يَكْفِيْكَ رَبُّ النَّاسِ مَا اَهَمَّكَا

☆لَاشِيْ: کوئی چیز نہیں، کچھ نہیں۔ ☆اِلَّا اللّٰه: اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ☆فَارْفَعْ: پس بلند رکھو۔ ☆يَكْفِيْكَ: تمہارے لیے وہ کافی ہے۔ ☆رب الناس: لوگوں کا رب۔

مطلب:

(۱) اس شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے نہیں۔ اپنی ہمت بلند رکھو۔ کیونکہ رنج وغم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بددل نہ ہو جاؤ۔ رب کائنات کی طرف رجوع کرو۔ اب تعالیٰ ہی تمام رنج وغم دور کرتا ہے۔

دنیا لاکھ برا چاہے تو کیا ہو گا وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا

اس لیے پست ہمتی کا شکار نہ ہو جاؤ۔ ہمت بلند رکھیے اسی میں تمہارا بھلا ہے بلکہ اوروں کا حوصلہ بھی بڑھاؤ علامہ اقبال نے بیان کیا ہے کہ

نگاہ بلند سخن دلنواز ، جاں پُرسوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

جب میر کارواں ہی ہمت ہار بیٹھے، رونے دھونے بیٹھ جائے تو کارواں کا کیا بنے گا۔ اس لیے ہمت نہ ہارو بلکہ حوصلہ بلند رکھیے کیونکہ

نظر جن کی خدا پر ہو تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

تمہارے رنج وغم اللہ تعالیٰ نے ہی دور کرنے ہیں۔ تمام مخلوق کے رنج وغم دور کرنے کے لیے پروردگار عالم کافی ہے۔ اس لیے اسی کی طرف رجوع کرو۔ اس سے غافل نہ ہو جاؤ۔

لَاشَیْءَ اِلَّا اللّٰه:

دیو بند مکتبہ فکر کے حکیم الامت نے کلید مثنوی میں لکھا ہے کہ:

ماسویٰ اللہ کا وجود کالعدم ہے اور موجود حقیقی وہی ایک محبوب اعظم ہے عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان کیا ہے۔

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ

ترجمہ: ساری کائنات محبوب ہے اور محب پردہ ہے۔ محبوب زندہ ہے اور محب مردہ۔ (مثنوی شریف)

اس شعر کی شرح بیان کرتے ہوئے دیوبند مکتبہ فکر کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

ہر چند اوپر کے اشعار میں راز عشق کو مسئلہ توحید وجود ہے (میں) پوشیدہ کر گئے مگر وہ اخفاء عوام کے لیے تھا جو اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اور گمراہی وضلالت میں مبتلا ہوتے ہیں اس شعر میں خواص کے لیے قدرے اس راز کی طرف اشارہ کر دیا ہے سو یہ احقر کو لائق فہم عوام کے بیان کرتا ہے۔

شعر مثنوی شرح:

مصرعہ اول میں اس مسئلہ کا دعویٰ ہے مصرعہ ثانی میں اس کی تفسیر ہے پس جملہ معشوق ست ہم معنی ہمہ اوست کا ہے جو اس مسئلہ کا مشہور عنوان ہے۔ عاشق سے مراد کل ممکنات کہ مسخر قدرت خداوندی ہیں۔ پردہ سے مراد ظاہر جو حجاب اور ساتر ہے موجود حقیقی کا تشبیہاً اس کو پردہ کہہ دیا کہ وہ بھی ساتر ہوتا ہے اور خود ظاہر نظر آتا ہے اور پردہ دار نظر نہیں آتا پس پردہ کے معنی موجود ظاہر ہوئے۔

ہمہ اوست:

خلاصہ دعویٰ کا یہ ہوا کہ ممکنات تو صرف موجود ظاہری ہیں اور حقیقت میں کوئی موجود حقیقی یعنی موصوف بکمال ہستی نہیں۔ بجز ذاتِ حق کے۔ اسی مضمون کو ہمہ اوست سے تعبیر کر دیتے ہیں یہ ایک جملہ ہے مطابق محاورات روزمرہ کے جس طرح کوئی حاکم کسی فریاد خواہ سے کہے کہ تم نے پولیس میں رپٹ لکھوائی تم نے وکیل سے بھی مشورہ کیا اور وہ عرض کرے کہ جناب پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ حاکم اور پولیس اور وکیل سب ایک ہی ہیں۔ ان میں کچھ فرق نہیں بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ پولیس اور وکیل کوئی چیز قابل شمار نہیں آپ ہی صاحب اختیار ہیں اسی طرح یہاں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمہ اوست کے یہ معنی نہیں ہیں (ہمہ اور اُو) ایک ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں صرف (او) کی ہستی لائق شمار ہے اور باقی جتنے موجودات ہیں ہستی تو ان کی بھی واقعی ہے مگر ان کی ہستی ہستی کامل کے سامنے محض ایک ظاہری ہستی ہے حقیقی یعنی کامل نہیں۔

تفصیل و تمثیل:

دوسرا مصرعہ اسی مضمون کی تفسیر اور تمثیل ہے تفصیل اس کی یہ ہے ہر صفت میں دو مرتبے ہوتے ہیں ایک کامل ایک ناقص اور یہ قاعدہ ہے کہ کامل کے روبرو ناقص ہمیشہ کالعدم سمجھا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی بستی میں ایک شخص مثلاً پانچ پارہ کا حافظ ہو اور وہ ناظرہ جوانوں میں حافظ مشہور ہو اتفاق سے وہاں ایک شخص آکر رہنے لگے جو تمام قرآن کا حافظ اور ہفت قرأت کا قاری ہو ایسی حالت میں اگر کوئی اجنبی آدمی بستی والوں سے دریافت کرنے لگے کہ تمہاری بستی میں کتنے حافظ ہیں تو تمام عقلاء یہی جواب دیں گے کہ ایک حافظ ہیں۔ اس جواب پر اگر کوئی آدمی کہنے لگے کہ میاں فلاں بھی تو حافظ ہے تو وہ یہی جواب دے گا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھلا اس کے سامنے وہ بھی کوئی حافظ ہے حالانکہ ایک معنی کے (کے لحاظ سے) وہ بھی حافظ ہے مگر چونکہ ناقص ہے اس لیے کامل کے روبرو غیر حافظ قرار دیا گیا۔

کوئی ادنیٰ درجہ کا حاکم اپنے اجلاس میں بیٹھا ہو شان حکومت دکھلا رہا ہو اور پندار منصب سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا

کہ نا گہاں بادشاہ وقت اجلاس پر بطریق دورہ آپہنچا اس کے دیکھتے ہی ہوش اڑ گئے اور سب پندار و دعویٰ نشہ وغرور ہرن ہو گیا۔ اب جو اپنے اختیارات کو اقتدار شاہی کے روبرو دیکھتا ہے تو اس کا کہیں نام ونشان نہیں پاتا نیچے کو گڑا جاتا ہے نہ آواز نکلتی ہے نہ سر اوپر اٹھتا ہے۔ اس وقت گو اس کا منصب وعہد معدوم نہیں ہوا مگر کالعدم ضرور ہے پس اسی طرح سمجھنا چاہیے۔

واحدۃ الوجود کا مطلب:

کہ گو ممکنات موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وجود دیا ہے موجود کیوں نہ ہوتے مگر وہ وجود حق کے روبرو ان کا وجود نہایت ناقص وضعیف وحقیر ہے اس لیے وجود ممکن کو وجود حق کے روبرو گو عدم نہ کہیں گے مگر کالعدم ضرور کہیں گے جب یہ کالعدم ہوا تو وجود معتد بہ ایک ہی رہ گیا یہی معنی ہیں وحدۃ الوجود کے کیونکہ اس کا لفظی ترجمہ ہے ایک ہونا وجود کا۔ سوایک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دوسرا گو ہے سہی مگر ایسا ہے جیسا نہیں ہے اس کو مبالغتاً ادعاء وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے۔

شیخ سعدی (رحمتہ اللہ علیہ) نے خوب بیان فرمایا ہے۔

یکے قطرہ از ابر نیسان چکید | خجل شد چو دریائے پہنا بدید
کہ جائیکہ دریا ست من کیستم | گر او ہست حقا من نیستم
ہر چہ ہستند ازاں کمتراندم | کہ باہستیش نام ہستی برند

شیخ (رحمتہ اللہ علیہ) نے تصریح کردی کہ ہست تو سب ہیں مگر ان کی ہستی ہستی حق کے سامنے ہستی کہنے کے قابل نہیں۔

(توحید)

مولانا (روم رحمتہ اللہ علیہ) نے اس مصرعہ میں اس تفسیر کو ایک مثال میں بیان کیا ہے کہ حضرت حق کو مثل زندہ کے سمجھو اور ممکن کو مثل مردہ کے کہ گو نعش مردہ بھی کسی درجہ کا وجود رکھتا ہے آخر جسم تو ہے مگر زندہ کے روبرو اس کی ہستی قابل اعتبار نہیں کیونکہ مردے کی ہستی ناقص ہے اور زندے کی ہستی کامل کے سامنے ناقص بالکل مضمحل اور ناچیز محض ہے۔ اس مسئلہ کو مرتبہ تحقیق علمی میں توحید کہتے ہیں۔

وحدہ الشہود حاصل:

جس کی تحصیل کوئی کمال نہیں اور جب یہ سالک کا حال بن جاوے تو اس مرتبہ میں فنا کہلاتا ہے۔ یہ البتہ مطلوب ومقصود ہے اور یہی حاصل وحدۃ الشہود کا ہے جس کی دلالت اس معنی پر بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اس کا ترجمہ ہے ایک ہونا شہود کا یعنی واقع میں تو ہستی متعدد ہے مگر سالک کو ایک ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور باقی سب کالعدم معلوم ہوتے ہیں جیسا اوپر کی مثالوں سے واضح ہو چکا۔

ایک اور مثال:

اور مثال سب سے واضح تر شیخ (رحمتہ اللہ علیہ) نے بیان فرمائی ہے۔

مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ | بتا بد بشب کرمک چون چراغ
یکی گفتش اے مرغک شب و روز | چہ بودت کہ بیرون بنائی بروز

بہ بین کاتشیں کرمک خاک زاد　　　جواب ارسر روشنائی چہ داد
کہ من روز و شب جز بصحرا نیم　　　ولے پیش خورشید پیدا نیم

پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے۔کما قال مرشدی مگر چونکہ وحدۃ الوجود کے معنی عوام میں غلط مشہور ہو گئے تھے اس لیے بعض محققین نے اس کا عنوان بدل دیا جو بہ نسبت عنوان متروک کے اس معنی میں زیادہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ وحدۃ الوجود کی دلالت معنی مذکور پر مجازی ہے۔اور وحدۃ الشہود کی دلالت اس معنی پر حقیقی ہے اور دلیل نقلی اس مسئلہ کی یہ آیت ہو سکتی ہے کل شئ هالك الا وجهه جیسا شارح عقائد نسفی نے تفسیر کی ہے۔(کلید مثنوی جلد اول ص ۴۸۔۴۷)

مطلب شعر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں ہے ہمیشہ بلند رکھیے اور کوشش کرتے ہوئے حقائق تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔اس سلسلے میں خواہ جتنے بھی رنج وغم تجھے زیر کرنے کی کوشش کریں ان سے مت گھبرانا کیونکہ رب کائنات تمہارے رنج اور غم کے لیے کافی ہے۔اس کے فضل وکرم سے سب رنج وغم ختم ہو جائیں گے۔

☆☆☆

لکھے ہوئے اعمال

(۱)　اَیُّهَا الْکَاتِبُ مَاتَکْتُبُ مَکْتُوْبٌ عَلَیْكَ　　　فَاجْعَلِ الْمَکْتُوْبَ خَیْرًا فَهُوَ مَرْدُوْدٌ اِلَیْكَ

☆ایھا الکاتب: اے کاتب، اے لکھنے والے۔☆تکتب: تم لکھو گے☆مکتوب: لکھا ہوا، خط، رقعہ۔

☆فاجعل: پس بناؤ۔

مطلب:

(۱)　اے لکھنے والے تو جو کچھ بھی لکھے گا تیرے لیے ایک فرشتہ مقرر ہے۔پس اپنا لکھا بہتر بنا یعنی اچھا لکھ (برا نہ لکھ) کیونکہ وہ تیرے پاس واپس لایا جائے گا۔یہاں لکھنے سے مراد اچھے یا برے عمل کرنا ہے۔

مطلب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں اعمال کے متعلق حکم فرمایا ہے کہ اعمال کے ذریعے اپنا عملنامہ پر کرنے والے! ذرا سوچ سمجھ کر اعمال اختیار کر کیونکہ تو جیسے بھی عمل کرے گا فرشتہ لکھ لے گا اگر اچھے عمل کرے گا تو تیرے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی اور گندے اعمال اختیار کرے گا تو ویسے ہی اعمال تیرے عملنامہ میں فرشتہ لکھ دے گا۔اس لیے کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے خوب سوچ وبچار سے کام لے۔کہ اچھے اور صالح اعمال کر رہا ہے یا بدیوں سے اپنا عملنامہ سیاہ کر رہا ہے۔آج جو کچھ بھی تو عمل کمائے گا۔قبر وحشر میں تیرے عملنامہ کا عوض، اجر، بدلہ تیرے سامنے آئے گا۔تیرا دنیا میں کیا ہوا ہر عمل تیرے سامنے پیش کیا جائے اور عملنامہ بھی ایک دن تیرے سامنے پیش کیا جائے گا۔اس لیے گناہوں کے ذریعے اپنا عملنامہ سیاہ نہ کر بلکہ اعمال صالح اختیار کر۔اپنے عملنامہ کو اعمال صالح کر کے بہتر بنا اسی میں تیرا بھلا ہے۔

تمام نیکیاں اور گناہ اعمالناموں میں لکھے ہوئے ہیں:

قرآن مجید میں اعمالناموں کے متعلق بیان ہوا ہے کہ بندے جو کچھ نیکیاں اور بدیاں کرتے ہیں وہ سب لکھی ہوئی ہیں کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ٥ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ٥ (پ۲۷ سورۃ القمر ۵۲۔۵۳)

انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

فائدہ:

یہاں کتابوں سے مراد اعمالنامہ میں یعنی کفار وغیرہ جو کچھ کرتے ہیں ملائکہ ان کے اعمال لکھ لیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی بھی ہر نیکی بدی لکھی جاتی ہے مگر نیکی پر انہیں ثواب آخرت نہ ملے گا۔

قیامت کے دن تین گروہ:

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ط فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۵ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ط۵ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ۵ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ط۵

اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔ تو داہنی طرف والے، کیسے داہنی طرف والے اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے (ترجمہ کنز الایمان)

فائدہ:

یعنی جو عرش اعظم کے دائیں جانب ہوں گے یا جن کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ وہ مومن ہیں وہ مومن ہیں یا جو آدم علیہ السلام کے دائیں جانب تھے میثاق کے دن اسی طرح اصحب المشئمۃ سے مراد ہے جو عرش اعظم کے بائیں طرف ہیں یا جن کے اعمال بائیں ہاتھ میں ہیں یا جو میثاق کے دن آدم علیہ السلام کے بائیں جانب تھے۔

(خلاصہ از تفسیر نور العرفان)

قیامت کے دن اعمالنامے دئیے جائیں گے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ۵ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ۵ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ۵ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ۵ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ٥ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ٥ (پ۲۹ سورۃ الحاقہ ۱۹ تا ۲۴)

اس دن تم سب پیش ہو گے کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔ تو وہ جو اپنا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا لو میرے نامہ اعمال پڑھو مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا تو وہ من مانتے چین میں ہے بلند باغ میں ہے جس کے خوشے جھکے ہوئے۔ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

تین پیشیاں:

قیامت میں بندوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ پہلی دو پیشیوں میں عذر و معذرت اور توبیخ و جھڑک ہوگی، تیسری پیشی میں نامہ اعمال تقسیم ہو جائیں گے کسی کو دائیں ہاتھ میں، کسی کو بائیں ہاتھ میں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۹۰۵)

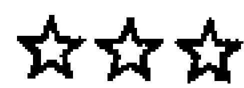
جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۙ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۚ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۙ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۙ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۚ (پ۲۹ سورۃ الحاقہ: ۲۵ تا ۳۷)

ترجمہ: اور وہ جو اپنا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔ میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال، میرا سب زور جاتا رہا اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں دھنساؤ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرو دو۔ بے شک وہ عظمت والے رب پر ایمان نہ لاتا تھا اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

فائدہ:

اچھے نامہ اعمال اختیار کرنے والوں کو جو انعامات ملیں گے وہ تو انسانی سوچوں سے بھی کہیں زیادہ ہیں اس لیے اچھے اعمال اختیار کیجیے برے اعمال سے بچیے کیونکہ فرشتہ تمہاری بدیاں لکھ رہا ہے آخرت میں یہی نامہ اعمال سامنے پیش ہوگا۔ بائیں ہاتھ میں جن کو اعمال نامے دیے جائیں گے ان کے انجام کا ایک منظر قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے جو اوپر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔



برگشتہ روزگاروں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں

(۱) مَنْ لَمْ یَكُنْ جَدُّهٗ مُسَاعِدَهٗ — فَحَتْفُهٗ اَنْ یَجِدَّ فِی الْحَرَكَهْ

(۲) فَقُلْ لِمَنْ كَانَ حَالُهٗ مُوَلِّیَةً — لَا تَعْرِضَنَّ بِالْحَرَاكِ لِلْهَلَكَهْ

☆مَنْ: جو، جس، دل، جی، خاطر، قلب، ضمیر وغیرہ۔☆لَمْ یَکُنْ: نہ کرے۔☆ان یُّجَدَّ فِی الحرکہ: حرکت کی کوشش۔☆کان حالہ مُوَلِّیَۃً: حالت منہ موڑے ہوئے۔ للھلکہ: واسطے ہلاکت کے، یعنی ہلاکت میں۔☆بالحراك: حرکت کے ساتھ یعنی حرکت کر کے۔

(۱) پس اس کے لیے موت ہے پس اس کے لیے ہلاکت ہے جس کا مقدر ساتھ نہ دے پس ایسے شخص بمعنی موت کا مقدر مدد نہ کرے پس ایسے شخص کے لیے حرکت کرنا موت ہے۔

(۲) پس اسے کہہ دے جس کا حال روگردانی کیے ہوئے ہو کہ حرکت کر کے اپنے آپ کو ہلاک میں نہ ڈالے۔ اگر حرکت کرے گا تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ اس کا حرکت نہ کرنا ہی فائدہ کا باعث ہے۔

☆☆☆

مرہ بن مروان کے قتل کے وقت مناجات

(۱) اِلَیْكَ رَبِّیْ لَآ اِلٰی سِوَاکَا — اَقْبَلْتُ عَمَدًا اَبْتَغِیْ رِضَاکَا

(۲) اَسْئَلُكَ الْیَوْمَ بِمَادَعَاکَا — اَیُّوْبُ اِذْحَلَّ بِہٖ بَلَاکَا

(۳) اِنْ یَّكُ مِنِّیْ قَدْ دَنَا قَضَاکَا — رَبِّ فَبَارِكْ لِیْ مِنْ لِّقَاکَا

☆سِوَاکَا: تیرے سوا، تیرے علاوہ۔☆اَقْبَلْتُ: میں نے قبول نہ کیا، میں نے توجہ نہ کی، میں متوجہ نہ ہوا۔☆اَسْئَلُكَ: میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، میں تجھ سے عرض کرتا ہوں، میں تجھ سے دعا کرتا ہوں۔☆الیوم: آج کے دن، آج۔☆بلاکا: تیری مصیبت۔☆قضاکا: تیرا فیصلہ۔☆فبارك: پس تو برکت عطا فرما۔☆مَنْ لقاکا: اپنی ملاقات میں۔

مطلب:

(۱) اے میرے پروردگار! میں نے تیرے علاوہ ارادۃً کسی دوسری طرف توجہ نہیں کی اور میں تو صرف تیری ہی رضا کا طالب ہوں۔

(۲) میں تجھ سے وہی دعا عرض کرتا ہوں جو حضرت ایوب علیہ السلام نے تیری طرف سے آئی ہوئی بلا کے وقت دعا مانگی تھی۔

(۳) اگر تیری قضا یعنی تیرا فیصلہ میرے قریب ہوگیا ہے تو پھر اب مجھے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرہ بن مروان کے قتل کے وقت بارگاہ حق میں مناجات کرتے ہوئے بارگاہ صمدیت میں عرض کیا کہ یا اللہ! میں اس دنیا میں جو بھی کام کرتا ہوں محض تیری رضا کے لیے کرتا ہوں کسی سے محبت کرتا ہوں تو وہ بھی تیری رضا کے لیے اور اگر کسی سے مخالفت یا دشمنی کرتا ہوں تو وہ بھی تیری رضا کے لیے۔ کسی کو معاف کرتا ہوں تو وہ بھی تیری رضا کے لیے اور اگر کسی کو قتل کرتا ہوں تو وہ بھی تیری رضا کے لیے۔ مرہ بن مروان کا قتل کرنا بھی محض تیری رضا کے لیے ہے اس کے قتل کے

سلسلے میں تیری رضا کے علاوہ میرا کوئی ارادہ نہیں پس مجھے تو تیری رضا مطلوب ہے۔ تیری بارگاہ میں تیرے محبوب نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت اپناتے ہوئے تکلیف اور مشکل کے وقت وہی عرض کرتا ہوں جو تیرے محبوب نبی حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا مانگی تھی واقعہ بڑا طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ اول مال واسباب کا نقصان ہوا آپ نے صبر اختیار کیا اس کے بعد تمام اولاد چھت تلے دب کر شہید ہوگئی آپ نے صبر کیا اس کے بعد چالیس ہزار بھیڑ بکری، ہاتھی، گھوڑے، اونٹ، گائے بیل مویشی سب مر گئے آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے مختصر یہ کہ تمام اسباب واثاث گھر دروازے، فرش فروش چھت، پردے سب کچھ فنا ہوگیا۔ سب کچھ ختم ہوگیا آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ نے مسکرا کر فرمایا ہنوز جان باقی ہے، بہر حال جو کچھ ہے وہ بہت بہتر ہے۔ غم فرزنداں سے صبر کرتے اور اپنی بیوی کو سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ یعنی صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ اس فقیر میں یہ اتنی ہمت نہیں کہ آپ کی کماحقہ صبر کی کیفیت بیان کر سکے۔ بہر حال جسے تفصیلی واقعہ مطلوب ہو وہ تفاسیر اور تاریخی کتب کا مطالعہ کرے بالآخر ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام نے معبود برحق کو پکارا جسے رب کائنات نے یوں بیان کیا۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝

اور پکارا ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو تحقیق مجھ کو پہنچی ہے ایذا اور تو بہت مہربان ہے سب مہربانی کرنے والوں سے پھر ہم نے سن لیا اس کی پکار کو پس اٹھادی ہم نے جو اس پر تھی تکلیف اور اس کو دیا ہم نے اس کی گھر والی کو اور ان کے برابر ساتھ ان کے اپنے پس کی مہر سے اور نصیحت دی ہم نے بندگی والوں کو۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بلا وتکلیف دور کی اور اس مرض مہلک سے شفا دی۔

فائدہ:

اس دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ حق میں عرض کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ یا اللہ! جس طرح مصائب وآلام کے وقت حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر کی دعا مانگی تھی اسی طرح مجھے بھی صبر اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ جس طرح تمام مشکلات سے تو نے حضرت ایوب علیہ السلام کو نکالا اسی طرح مجھے بھی تمام مسائل سے نجات عطا فرما۔ اللہ! مجھے ہر حال میں تیری رضا مطلوب ہے تیری ہی رضا پہ میں راضی ہوں۔ یا اللہ اگر میری قضا قریب آگئی ہے تو مجھے اس میں بھی برکت عطا فرما، مجھے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔ مجھے تو بس تیری رضا مطلوب ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا ایسی قبول فرمائی کہ آپ کی شہادت کس انداز میں ہوئی ملاحظہ تو کیجیے۔ آپ جامع مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ پہ حملہ ہوا۔ آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

☆☆☆

فاتح فوج کی تعریف

(۱) قَوْمِیْ إِذَا اشْتَبَكَ الْقَنَا ... جَعَلُوْا الصُّدُوْرَ لَهَا مَسَالِكَ

(۲) اَللَّابِسُوْنَ دُرُوْعَهُمْ ... فَوْقَ الْقُلُوْبِ لِاَجْلِ ذٰلِكَ

☆اشتبك القنا: نیزے ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔☆صُدُوْر: صدر کی جمع،صدر بمعنی سینہ، چھاتی۔
☆مسالك: راہ گزر۔☆دروع: درع کی جمع یعنی زرہیں۔☆فوق القلوب: دلوں پر۔☆اللَّابِسُوْنَ: پہنے رہتی ہے۔
☆اَجْل: سبب

مطلب:

(۱) جب نیزے باہم مل جاتے ہیں یعنی جب نیزے ایک دوسرے سے جنگ کے دوران ٹکراتے ہیں تو میری قوم سینوں کو چھلنی کر کے گزرنے کے لیئے راستہ بناتی ہے۔

(۲) اسی لیئے میری قوم اپنے قلوب پہ زرہیں پہنے ہوئے رہتی ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی فاتح فوج کی تعریف بیان کی ہے کہ جب یہ فوج دشمن کے مقابل کھڑی ہوتی ہے تو مدمقابل فوج کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں میری فوج دشمنوں کو چھلنی کرتی ہوئی سینوں میں سوراخ کر کے راستہ بناتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہے اوران کے اپنے قلوب محفوظ رہتے ہیں۔

☆☆☆

حرص وہوس سے باز رہنے کی تلقین

(۱) هَبِ الدُّنْيَا تُوَاتِيْكَ ... اَلَيْسَ الْمَوْتُ يَاتِيْكَ

(۲) وَمَا تَصْنَعُ بِالدُّنْيَا ... وَظِلُّ الْمِيْلِ يَكْفِيْكَ

☆یاتیك: تمہارے پاس آئے گی۔☆وماتصنع: تم کیا بنالو گے،تم کیا کرلو گے۔ یعنی نہ کرسکو گے نہ بنا سکو گے
☆ظل: سایہ۔☆یکفیك: تمہارے لیئے کافی ہے یہ دراصل مایکفیك ہے یعنی تمہارے لیئے وہ کافی نہیں ہے۔

مطلب:

(۱) فرض کرو کہ دنیا تمہارے موافق ہے۔ جیسے تم چاہتے ہو حالات اس کے موافق ہیں کیا پھر تمہیں موت نہیں آئے گی ایسا ہرگز نہیں موت سے پھر بھی بچ نہ سکو گے۔

(۲) دنیا حاصل کر کے کیا کر لو گے تمہارے لیے میل کا عکس کافی نہیں یعنی دنیا حاصل ہو بھی گئی تو پھر بھی کچھ فائدہ نہیں۔

شرح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ "کل نفس ذائقة الموت" یعنی ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ یہ بیماری لاحق ہوگئی جس میں مبتلا ہو کر فلاں مر گیا۔ وہ جنگ میں جا پھنسا۔ فوج کے نرغے میں پھنس گیا۔ جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گیا۔ اسے سانپ نے ڈس لیا جس کی وجہ سے وہ موت کا شکار ہو گیا۔ آپ پہلے شعر میں بیان فرما رہے ہیں کہ فرض کرو کہ دنیا کے تمام احوال تمہارے موافق ہو جائیں اس کے باوجود کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر مجھے بیماری مجمع بیماری لاحق نہ ہو دشمنوں کے چنگل میں نہ پھنسوں، کوئی زہریلا جانور نہ کاٹے یعنی موت کے ظاہری اسباب میں سے کوئی بھی لاحق نہ ہو تو کیا پھر تمہیں موت نہ آئے گی یا تم ہمیشہ زندہ رہ جاؤ گے۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے موت کا شکار ہونا پڑے گا۔ تمہاری خواہش و آرزو کے مطابق دنیا حاصل ہو بھی گئی تو اس سے تم کیا کر لو گے یعنی کچھ بھی نہ کر سکو گے۔

☆☆☆

موت لازمی آئے گی

(۱) اُشْدُدْ حَيَازِيْمَكَ لِلْمَوْتِ فَإِنَّ الْمَوْتِ لَاقِيْكَا — وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْمَوْتِ إِذَا حَلَّ بِوَادِيْكَا

(۲) فَإِنَّ الدِّرْعَ وَالْبَيْضَةَ يَوْمَ الرَّوْعِ يَكْفِيْكَ — كَمَا أَضْحَكَ الدَّهْرُ كَذَاكَ الدَّهْرُ يُبْكِيْكَا

(۳) فَقَدْ أَعْرِفُ أَقْوَامًا وَإِنْ كَانُوْا صَعَالِيْكَا — مَسَارِيْعَ إِلَى النَّجْدَةِ لِلْغَيِّ مُتَارِيْكَا

☆اُشْدُدْ: سخت کر لے۔☆لا تجزع: نہ گھبرا۔☆بِوَادِيْكَا: تیری وادی میں۔☆یوم الروع: گھبراہٹ کے دن۔☆یکفیك: وہ تیرے لیے کافی ہے۔☆اَضْحَكَ الدَّهْرُ: تجھ پر زمانہ ہنستا ہے۔☆يُبْكِيْكَا: وہ تجھے رلائے گا۔☆اَعْرِفُ: میں پہچانتا ہوں۔☆لِلْغَيِّ مُتَارِيْكَا: گمراہی چھوڑتی تھیں۔

مطلب:

(۱) اپنے سینے موت کے لیے سخت کر لو کیونکہ بے شک موت تجھ سے ضرور ملاقات کرے گی۔ جب وہ تیری وادی میں نازل ہو تو گھبرا نہ جانا۔

(۲) پس بے شک تیری گھبراہٹ کے لیے تو تیری زرہ اور خود ہی کافی ہے۔ جیسے تجھے زمانہ ہنساتا ہے بعینہ تجھے وہ رلائے گا۔

(۳) پس تحقیق میں ان اقوام کو پہچانتا ہوں حالانکہ وہ غریب تھیں مگر اس کے باوجود وہ بہادری کی جانب پہل کرتی تھیں گمراہی کو ترک کرتی تھیں۔

فائدہ:

موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ موت کا ذائقہ ہر جان نے چکھنا ہے۔ موت سے بچاؤ کی جتنی کوئی مرضی تدابیر اختیار کرلے۔ کسی بھی حال میں موت سے فرار ممکن نہیں۔ موت نے جب آنا ہے ہر حال میں آ وارد ہو گی موت سے بچنے کے اسباب کر

سب بے کار اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے سینے کو جتنا مرضی سخت کر لے موت سے نہیں بچ سکو گے بے شک موت سے ملاقات ضرور ہوگی۔ تم جہاں بھی ہو گے موت کا پنجہ تجھے آدبوچے گا۔ موت سے بچ نکلنا ممکن ہی نہیں اس لیے موت سے بچنے کے سلسلے میں کوشش کرنے کی بجائے موت کے لیے تیاری کیجیے۔ تاکہ موت کی سختی سے واسطہ بھی نہ پڑے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ موت مومن کے لیے تحفہ ہے۔ انسان موت کی وادی سے گزر کر ہی بارگاہ حق میں حاضر ہو کر دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوگا۔ حق تعالیٰ کے انعامات والا مقام بہشت حاصل ہوگا۔ اس لیے موت سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال جب موت کا وقت آنا ہے فوراً حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائیں گے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

جت دھاڑے دھن وری ساہے لے لکھائے　　　ملک جو کنیں سنیند اموںہہ وکھا لے آئے

مطلب:

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے موت کے متعلق ایک مثال کے ذریعے بیان فرمایا ہے کہ جس دن دلہن کی منگنی ہوئی یعنی جس دن سے روح کی نسبت طے ہوئی اسی دن ازل سے ہی اس کی شادی کی تاریخ بھی مقرر کر دی گئی شادی سے مراد موت ہے اس کی سانسیں لکھ دی گئی ہیں۔ جب موت کا وقت آ جاتا ہے تو ملک الموت جو سننے میں آتا ہے وہ نقاب کشائی کے سلسلے میں آ جاتا ہے۔ (فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید ص ۴۳)

فائدہ:

اسی طرح ایک اور شعر میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

جند ووہٹی مرن ور ، لے جا سی پرنائے　　　آپن ہتھیں جول کے ، کیں گل لگے دھائے

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے موت کے متعلق فرمایا ہے کہ روح دلہن ہے جبکہ اس کا دولہا موت ہے اس لیے وقت آنے پر موت کا دولہا اس روح کو بیاہ کر لے جائے گا عزیز و اقارب سب اس دلہن کو روتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے الوداع کرتے ہیں۔ کس کے گلے ملے؟ گویا سبھی بیگانے ہو چکے۔ (فیضان الفرید شرح دیوان بابا فرید ص ۵۵)

موت سے بچنے کی کوشش بے کار:

موت سے بچنے کی کوشش بے کار ہے موت سے بچنا ناممکن ہے اس سلسلے میں کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ہوگی۔ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

جند نمانی کڈھے ہڈاں کوں کڑکائے　　　ساہے لکھے نہ چلنی جندو کوں سمجھائے

حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جب مسکین اور بے چاری روح کو جسم سے نکالتا ہے اس وقت جسم کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام ہڈیوں کو توڑ کر کڑ کا کر روح کو جسم سے نکالتا ہے۔ تقدیر کا لکھا ہوا اٹل ہے یہ ٹل نہیں سکتا اس لیے کسی کو چاہیے کہ یہ بات کوئی بے چاری روح کو سمجھائے۔

(فیضان الفرید ص ۔۔۔)

گھبرانے کی ضرورت نہیں:

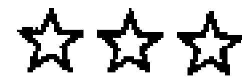
دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ موت سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اس سلسلے میں جو کچھ تجھ سے سنبھل ہوسکتا ہے (اس دور کے لحاظ سے) وہ صرف یہ ہے کہ تیری گھبراہٹ دور کرنے کے لیے تیری زرہ اور خود ہی کافی ہے زیادہ سے زیادہ ان دو چیزوں کی طرف دھیان کر اگر یہ میسر ہیں تو پھر مزید گھبرانے کی ضرورت نہیں جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جاتا ہے جیسے زمانہ تجھے ہنساتا ہے اسی طرح اس کے پیچھے نہ چل اور نہ ہی اعتماد کر کیونکہ جیسے یہ تجھے ہنساتا ہے اسی طرح یہ تجھے رلائے گا بھی۔

تیسرے شعر کا مطلب:

حالات بدلتے رہتے ہیں۔ میں ان اقوام کو پہچانتا ہوں جو ابتدائے اسلام میں بھی کچھ ایسے قبیلے اور اقوام گزری ہیں اور قبل از اسلام بھی کہ غربت امارت علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ضروری نہیں کہ بہادری صرف امیر لوگوں میں ہی ہے۔ بہادری امراء میں بھی ہوسکتی ہے اور غرباء میں بھی۔ کئی ایسی قوموں کو میں پہچانتا ہوں جو کہ ظاہری حالات کے لحاظ سے نہایت غریب تھیں غربت کے باوجود ان کی بہادری مسلم تھی۔ وہ بہادری کی طرف پہل کرتیں۔ بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے بڑے بڑوں کی مخالفت کر کے غربت میں بہادری کے جوہر دکھائے امراء نے اور زور آوروں نے پورے جشن لگائے مگر ان کی بہادری کے سامنے ان کی ایک نہ چلی بالآخر بڑی بڑی سلطنتیں ان کی بہادری کو نہ دبا سکیں بلکہ خود سلطنتیں ہی پارہ پارہ ہو گئیں۔

فائدہ:

اس سلسلے ابتدائے اسلام کے احوال ملاحظہ فرمائیں تاریخ میں سنہرے حروف میں اس امر کی شہادتیں مرقوم ملیں گی۔



عالم مثال میں دنیا کی صورت

(۱) لَقَدْ خَابَ مَنْ غَرَّتْهُ دُنْيَا دَنِيَّةٌ — وَمَا هِيَ اِنْ غَرَّتْ قُرُوْنًا بَطَآئِلِ

(۲) اَتَتْنَا عَلٰى زِيِّ الْعَزِيْزِ بُتَيْنَةٌ — وَزِيْنَتُهَآ فِيْ مِثْلِ تِلْكَ الشَّمَآئِلِ

(۳) فَقُلْتُ لَهَا غُرِّيْ سِوَاءَ فَاِنَّنِيْ — عَزُوْفٌ عَنِ الدُّنْيَا وَلَسْتُ بِجَاهِلِ

(۴) وَمَا اَنَا الدُّنْيَا فَاِنَّ مُحَمَّدًا — رَهِيْنٌ بِقَفْرٍ بَيْنَ تِلْكَ الْجَنَادِلِ

(۵) وَهَبْنَا تُنَابَا الْكُنُوْزَ وَدُرَّهَا — وَاَمْوَالِ قَارُوْنِ وَّمُلْكِ الْقَبَآئِلِ

(۶) اَلَيْسَ جَمِيْعًا لِلْفَنَآءِ مَصِيْرُهَا — وَيُطْلَبُ مِنْ خَزَّانِهَا بِالطَّوَآئِلِ

(۷) فَغُرِّيْ سِوَآئِيْ اِنَّنِيْ غَيْرُ رَاغِبٍ — لِمَا فِيْكِ مِنْ عِزٍّ وَّ مُلْكٍ وَّ نَآئِلِ

(۸) وَقَدْ قَنَعَتْ نَفْسِیْ بِمَا قَدْ رُزِقْتُهٗ ۔۔۔ فَشَانُكِ یَادُنْیَا وَاَهْلِ الْغَوَآئِلِ

(۹) فَاِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهُ یَوْمَ لِقَآئِهٖ ۔۔۔ وَاَخْشٰی عِتَابًا دَآئِمًا غَیْرَ زَآئِلِ

☆غرّ دنیا: دنیا نے دھوکہ دیا۔☆قرون: قرن کی جمع عرصہ ہائے دراز۔☆زینتھا: اپنی زینت۔☆شمائل: اداؤں، عادات، عادتیں، خصلتوں۔☆سوای: دوسرے۔☆عَرُوْفٌ: خوب واقف۔☆لست یجاھل: میں ہرگز جاہل نہیں۔☆جنادل: پتھروں۔☆کنوز: خزانے۔☆دُرّ: موتی۔☆اموال قارون: قارون کے مال یعنی قارون کی دولت۔ ☆یطلب: مطالبہ کرے گا، طلب کرے گا۔☆نائل: عطیہ۔☆قنعت: قناعت کرتا ہے۔☆اھل الغوائل: اپنے ساتھ برائی کرنے والے۔☆لقائہ: واسطے اس کی ملاقات کے۔☆اخشی: خوف کرتا ہوں۔☆عتاباً: ملامت، غصہ، غضب، قہر، ناراضگی۔☆دائماً: ہمیشہ کا، دائمی۔

مطلب:

(۱) تحقیق جسے کمینی دنیا نے دھوکہ دیا وہ نقصان میں رہا۔ اگر بہت زیادہ لوگوں کو اس نے دھوکہ دیا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی نفع نہیں۔ اس لیے اس سے دور رہنا چاہیے۔

(۲) ہمارے پاس ایک عزت دار شخص کے روپ میں دنیا اپنی مکمل زیب و زینت اور اداؤں کے ساتھ آئی ہے۔ اس نے ہمیں لبھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس نے ہر طرح خراب کرنے کی کوشش کی۔

(۳) پس اسے میں نے فرمایا ہے کہ اے دنیا کسی اور شخص کو دھوکہ دے کیونکہ میں دنیا کو اچھی طرح جانتا ہوں میں اس سے جاہل ہرگز نہیں۔ اس لیے اے دنیا میں تیرے دھوکے میں نہیں آسکتا مجھے گمراہ کرنے کے مزید حربے استعمال نہ کر۔

(۴) دنیا سے میرا کیا تعلق؟ پس بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سنگستانی دور میں بھی فقر سے واقف ہیں یعنی آپ ہمہ وقت اور ہر حال میں فقر اپنائے ہوئے ہیں۔ اس لیے میں بھی آپ کے فقر سے واقف ہوں۔

(۵) بالفرض محال اگر دنیا ہمارے پاس خزانے، موتی، دولت قارون اور تمام قبیلوں کی حکومت بھی لے کر آجائے تو ہم پھر بھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔

(۶) کیا اس سب کچھ کی انتہا فنا نہیں ہے (یقیناً دنیوی ساز و سامان فناہ کا شکار ہونے والا ہے فنا ہو جائے گا) اس کے خزانے اکٹھا کرنے والوں سے اس کے نفع کے متعلق کوئی مطالبہ نہیں ہوگا۔ (کیونکہ وہ فناہ ہونے والا ساز و سامان مال متاع جمع کرنے میں مصروف ہیں۔)

(۷) پس میرے علاوہ کسی اور کو دھوکے میں ڈال میں تیرے دھوکے میں آنے والا نہیں مجھے تیری عزت، ملک اور تیرے عطیئے کی خواہش بالکل نہیں اور نہ ہی میں ان چیزوں کا طلبگار ہوں۔

(۸) اور تحقیق مجھے جو کچھ رزق میسر ہے میرا نفس اسی پہ قناعت اختیار کیے ہوئے ہے۔ پس اے دنیا! (مجھے تیری کسی چیز کی ضرورت نہیں) اس لیے تو جان یا اپنے ساتھ برائی کرنے والے جانیں (مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں)

(۹) پس میں اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات ہونے کے دن (قیامت) سے ڈرتا ہوں اور نہ ختم ہونے والے ہمیشہ رہنے والے

قہر ربانی سے ڈرتا ہوں۔

فائدہ:

یہ ہے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا خوف خدا مگر افسوس آج ہم ہیں کہ خوف خدا سے عاری ہو چکے ہیں۔ ہم بے دھڑک گناہوں کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں ذرہ بھر بھی ہمیں خوف نہیں کہ ہم نے وحدہٗ لاشریک کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ وہاں ان بداعمالیوں کے سلسلے میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

☆☆☆

حقیقت دنیا

(۱) اِنَّمَا الدُّنْيَا كَظِلٍّ زَائِلٍ اَوْ كَضَيْفٍ بَاتَ لَيْلاً فَارْتَحَلْ

اَوْ كَنَوْمٍ قَدْ يَرَاهُ نَائِمٌ اَوْ كَبَرْقٍ لَاحَ فِيْ اُفُقِ الْاَمَلْ

☆ظل: سایہ۔☆ضیف: مہمان۔☆نوم: خواب، نیند۔☆نائم: سونے والا۔☆امل: امید۔☆برق: آسمانی بجلی، صاعقہ، مصنوعی بجلی، تیز، چالاک وغیرہ۔

(۱) یہ دنیا ختم ہونے والے سائے کی مانند ہے یا رات گزار کر چلے جانے والے مہمان کی مانند ہے۔

(۲) یا اس خواب کی مثل ہے جو سونے والا لیٹے سوتے ہوئے نیند کی حالت میں خواب دیکھا یا امید کے افق پہ چمکنے والی برق کی مانند ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں دنیا کی ناپائیداری مختلف استعارات میں بیان کی ہے جیسے مہمان پردیس میں ایک ہی جگہ مستقل ٹھکانہ نہیں بنالیتا بلکہ بالآخر اس نے یہاں سے روانہ ہو جانا ہوتا ہے اسی طرح انسان نے بھی یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ جیسے سونے والا ہمیشہ تو سویا نہیں رہتا آخر اس نے جاگنا ہوتا ہے اسی طرح اس دنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا بلکہ یہاں سے رخصتی کا وقت آ جاتا ہے۔ وغیرہ

نفس کو غفلت سے جگانا

يَا مَنْ بِدُنْيَاهُ اشْتَغَلْ قَدْ غَرَّهُ طُوْلُ الْاَمَلِ

اَلْمَوْتُ يَاْتِيْ بَغْتَةً وَالْقَبْرُ صُنْدُوْقُ الْعَمَلِ

(۱) وَلَمْ تَزَلْ فِيْ غَفْلَةٍ حَتّٰى دَنٰى مِنْكَ الْاَجَلُ

☆طول الامل: لمبی چوڑی امیدیں۔☆اجل: موت۔☆دنی: قریب۔☆صندوق العمل: عمل کا

صندوق۔☆اجل یعنی موت

مطلب:

(۱) اے دنیا میں مشغول ہونے والے شخص ہوتا تحقیق جسے دنیا نے بڑی لمبی امیدوں نے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

(۲) یاد رکھ موت دفعتاً آئے گی اور اعمال والا صندوق قبر ہے۔ جہاں ہی دنیا میں گزاری ہوئی زندگی کا اندازہ ہوگا۔

(۳) تم غفلت میں مبتلا رہے حتیٰ کہ موت تم تک آ پہنچی یعنی تم سمجھتے رہے کہ ابھی کافی وقت ہے اسی بنا پر غافل رہے حتیٰ کہ موت آ پہنچے۔

دنیا میں مشغول انسان فریب میں مبتلا:

دنیا میں مشغول انسان بزعم خویش کامیابی کی سیڑھیاں چڑھتا جا رہا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دراصل وہ کامیابی کی سیڑھی کی طرف نہیں جا رہا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ناکامی و نامرادی کی طرف راستہ طے کرتا جا رہا ہے وہ بڑی لمبی چوڑی امیدوں اور پلانوں کی بہاریں دیکھ رہا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ دھوکہ وفریب میں مبتلا ہے۔

موت اچانک آئے گی:

دنیوی امیدوں میں مبتلا انسان موت کو بھی بھول جاتا ہے ارے دنیا کی امیدوں میں مبتلا انسان! یاد رکھ اچانک موت آ پہنچے گی جب موت نے آنا ہے تو پھر مہلت نہیں ملے گی اس لیے دنیوی امیدوں میں مبتلا ہو کر موت سے غفلت اختیار نہ کر موت اچانک آئے گی اور قبر صندوق عمل ہے۔

موت قریب آ گئی:

تم غافلانہ روش اختیار کیے رہے موت سے غافل ہو کر اپنی آخرت برباد کرتے رہے حتیٰ کہ موت آ پہنچی۔

کھندی قبر غافلا موت سر تے کھڑی

حکایت:

الفقیر القادری نے سنا ہے کہ ایک سبزی فروش گھر سے سبزی فروخت کرنے کے لیے نکلا سارا دن سبزی فروخت کرتا رہا غالباً چک نمبر 8/k میں ایک شخص نے بتایا بلکہ کئی اشخاص نے اس واقعہ کی تائید بھی کی کہ وہ شخص مسجد سے شمال والے بازار سے سبزی فروخت کرتا ہوا جو کہ شرقاً غرباً مسجد کے سامنے سے شمالاً جنوباً والے بازار سے ہوتا ہوا جنوب کی طرف اعلان بھی کرتا جا رہا تھا کئی لوگوں نے اس سے سبزی بھی خریدی۔ چند ہی منٹوں بعد مسجد میں اعلان ہوا کہ حضرات فلاں سبزی فروش فوت ہو گیا ہے اگر اس کے گھر کا کسی کو علم ہو تو بتائے تا کہ اس کے گھر اطلاع بھی کی جا سکے اور اس کے گھر پہنچانے کا بندوبست بھی کیا جا سکے۔ جس کسی کو علم تھا اس نے بتایا۔ اس کی میت اس کے گھر پہنچائی گئی۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہمارے سامنے رونما ہو رہے ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ غفلت سے بیدار ہونے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے۔

فائدہ:

وہ آدمی گھر سے اس امید کے ساتھ نکلا کہ سبزی فروخت کر کے بلکہ خوب نفع کما کر گھر لاؤں گا۔ گھر کے اخراجات کے لیے

کچھ نفع حاصل ہوگا مگر اچانک موت کا شکار ہوگیا حتیٰ کہ زندہ حالت میں گھر بھی پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ارے غافل انسان غفلت سے ہوشیار ہوجا۔

نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

☆☆☆

برے انجام والے مال کو طلب کرنا منع ہے

(۱) هَبِ الدُّنْيَا تُسَاقُ اِلَيْكَ عَفْوًا — اَلَيْسَ مَصِيْرُ ذَاكَ اِلَى الزَّوَالِ
(۲) وَمَا تَرْجُوْ الشَّيْءِ لَيْسَ يَبْقٰى — وَشِيْكًا قَدْ تُغَيِّرُهُ اللَّيَالِيْ
(۳) سَاَقْنَعُ مَا بَقِيْتُ بِقُوْتِ يَوْمٍ — وَلَا اَبْغِيْ مُكَاثَرَةً بِمَالٍ

☆مصیر : انجام۔☆ترجوا : تم توقع رکھو۔☆لَیس یبقٰی : ہرگز بقا نہیں۔☆قَدْ تغیرہ الیالی : تحقیق اسے گردش لیل ونہال بدل دے گی۔☆اَقْنَعُ : میں قناعت کروں گا۔☆قُوْت : خوراک، روزی، کھانا، خوراک، طعام۔☆بقیتُ : تاحیات۔☆مکاثرۃ : کثرت۔

مطلب:

(۱) یہ حقیقت مان لیجیے کہ دنیا تمہارے پاس کثرت مال واسباب کے ساتھ لائی گئی ہے یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس کی انتہا ختم ہونا ہے۔اس نے بالآخر ختم ہونا ہے۔

(۲) تم جس (اس دنیا کی جس) چیز کے بھی امیدوار ہوگے اسے ہرگز بقا نہیں۔یعنی دنیا کی کوئی چیز بھی باقی نہیں رہے گی تحقیق اسے شب وروز کا تغیر وتبدیل کردے گا۔

(۳) میں ساری زندگی ایک دن کی روزی پر ہی راضی رہوں گا اور کثرت مال کی ہوس نہیں رکھوں گا۔

دنیا و مافیہا کی حقیقت فنا:

دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب کچھ فانی ہے کبھی نہ کبھی سب کچھ فنا ہوجائے گا بقا صرف وحدہٗ لاشریک کو حاصل ہے کیونکہ وحدہٗ لاشریک حی بھی ہے اور قیوم بھی ہے۔وحدہ لاشریک کے سوا سب کچھ فانی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے جسے تسلیم کیے بغیر گزارہ نہیں ہے کہ دنیا تمہارے پاس کثرت مال واسباب کے ساتھ لائی گئی ہے اس کی کثرت دیکھ کر کہیں دھوکے کا شکار نہ ہوجانا کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس کا انجام زوال ہے۔یہ فنا ہوجائے گی۔اس لیے اس حقیقت کو تسلیم کرلیجیے۔(جب یہ حقیقت ہے تو پھر اس کے باعث اپنی دنیا وآخرت تباہ کرلینا سمجھداری نہیں بے وقوفی ہے) اس لیے اس دنیا فانی میں نہایت سمجھداری سے زندگی کے لیل ونہار گزاریئے۔

تغیر و تبدل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس دنیا کی کسی چیز کو بھی بقا حاصل نہیں سب کچھ فانی ہے تم جس چیز کے بھی

امیدوار ہو گے وہ ہر چیز فانی ہے اسے بقاء حاصل نہیں تحقیق دن رات کا تغیر و تبدل اسے بھی بدل دے گا۔

ایک دن کی روزی پہ راضی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے زیادہ مال و متاع کی قطعاً ہوس نہیں ہے اس لیے میں عمر بھر ایک دن کی روزی پہ ہی راضی رہوں گا زیادہ مال و متاع کی کوشش ہی نہیں کروں گا اور نہ ہی کثرت اموال کی ہوس رکھوں گا۔

☆☆☆

حرص اور بخل کی مذمت

(۱) فَاِنْ تَكُنِ الدُّنْيَا تُعَدُّ نَفِيْسَةً　　فَدَارُ ثَوَابِ اللّٰهِ اَعْلٰى وَاَنْبَلُ

(۲) وَاِنْ تَكُنِ الْاَرْزَاقُ قِسْمًا مُّقَدَّرًا　　فَقِلَّةُ حِرْصِ الْمَرْءِ فِي الْكَسْبِ اَجْمَلُ

(۳) وَاِنْ تَكُنِ الْاَبْدَانُ لِلْمَوْتِ اُنْشِئَتْ　　فَقَتْلُ امْرِءٍ بِالسَّيْفِ فِي اللّٰهِ اَفْضَلُ

(۴) وَاِنْ تَكُنِ الْاَمْوَالُ لِلتَّرْكِ جَمْعُهَا　　فَمَا حَالُ مَتْرُوْكٍ بِهِ الْمَرْءُ يَبْخَلُ

☆تعد: بہت زیادہ۔☆نفسہ: عمدہ، اعلیٰ، قیمتی، لطیف، پاکیزہ، پاک وصاف۔☆دار: گھر، جگہ، مقام وغیرہ۔ ☆قسمًا مُّقَدَّرًا: حصے مقرر ہیں۔☆قلة: کمی۔☆اجمل: بہت خوبصورت، حسین وجمیل، بہتر۔☆ابدان: بدن کی جمع بمعنی جسم۔☆بالسیف: تلوار کے ساتھ۔☆افضل: بہتر، بزرگ ترین، بہترین، عمدہ ترین وغیرہ۔☆لترك: چھوڑنے کے لیے۔

مطلب:

(۱) پس اگر دنیا کا زائد از ضرورت مال اسباب اچھا سمجھا جائے تو پس اللہ تعالیٰ کا ثواب جو ملنا ہے وہ اس سے بھی کہیں زیادہ ارفع واعلیٰ ہے۔ اس لیے زیادہ مال واسباب کی بجائے زیادہ ثواب کی طلب ہونی چاہیے۔

(۲) اور اگر رزق کے حصے مقرر ہیں تو پھر انسان کے لیے تھوڑے رزق کا حاصل کرنا ہی بہترین کام ہے۔ تلاش روزی کے سلسلے میں حرص کی کمی ہی بہتر ہے اس لیئے زیادہ کی حرص ہی نہیں کرنی چاہیے۔

(۳) اجسام موت کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے راستے میں انسان کا شہید ہونا بہترین عمل ہے۔

(۴) اور اگر اس دنیا میں مال کا جمع کرنا صرف یہاں ہی چھوڑ کر جانے کے لیئے ہے تو پھر اس متروکہ مال کا کیا حال ہے جس کے متعلق انسان بخل سے کام لیتا ہے اور مال متاع جمع کرتا رہتا ہے۔

زیادہ ثواب کی طلب:

پہلے شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ آخرت میں زیادہ مال کی بجائے زیادہ ثواب کی ضرورت ہوگی اس لیے دنیا میں زیادہ مال کی بجائے زیادہ ثواب کی طلب ہونی چاہیے اس لیے زیادہ مال اسباب کی خواہش کے پیچھے نہ پڑو بلکہ زیادہ ثواب کی طلب رکھو

کیونکہ زیادہ مال اسباب جتنا بھی ہوگا یہیں کا یہیں پڑا رہے گا بلکہ ختم ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا مات متاع سب کچھ فانی ہے اس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہاں اگر دنیا کا مال اسباب ثواب کمانے کے سلسلے میں استعمال کیا جائے گا جو سرمایہ نیکیوں کے استعمال کے سلسلے میں خرچ ہوگا وہی مال اسباب تیرے لیے کارآمد مال اسباب ہوگا اسی کا تجھے فائدہ حاصل ہوگا۔ باقی سب اکٹھا لیا ہوا مال اسباب سب نہ صرف بے کار جائے گا ضائع ہوگا بلکہ الٹا نقصان کا باعث ہوگا آخرت کے دن حسرت کا سبب بنے گا کہ کاش بقیہ جتنا مال تھا وہ بھی راہ حق میں خرچ ہو جاتا۔ باقی کچھ نہ بچتا۔ اس لیے زیادہ مال و اسباب کی بجائے زیادہ ثواب کی طلب ہونی چاہیے کیونکہ زیادہ ثواب سے دنیا میں رب کائنات کے انعامات حاصل ہوتے ہیں زیادہ ثواب کی طلب بندے کے لیے مزید نیکیاں جمع کرنے کا سبب بنتا ہے گناہوں سے دوری کا باعث بنتا ہے۔ حق تعالیٰ کے قرب اور حضوری کا باعث بنتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے آخرت آباد ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب اور بارگاہ حق سے انعامات کے حصول کا باعث بنتا ہے اس لیے زیادہ ثواب کی طلب ہونی چاہیے۔

رزق کے حصے مقرر:

انسان ابھی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے کہ اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے ہر انسان کا رزق مقرر ہے جو کچھ انسان کو ملنا ہے ہر حال میں اسے رزق ملنا ہے مقدر سے زیادہ رزق کسی حال میں بھی نہیں ملتا ہے اس لیے زیادہ رزق کی طلب کسی کام کی نہیں اس لیے رزق کی کمی مفید ہے۔ رزق کے سلسلے میں مزید تفصیلات کے لیے ہماری تصانیف (فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمائیے۔

اجسام موت کے لیے:

تمام اجسام موت کے لیے بنے ہیں۔ کسی جسم نے بھی موت سے نہیں بچنا۔ جو جسم بنا ہے اس نے موت کا شکار ہونا ہے۔ جو بنا ہے اس نے ٹوٹنا ہے جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے یہاں سے جانا ہے اس لیے اس دنیا میں زیادہ دل نہیں لگانا چاہیے جانا ہے ہر حال میں جانا ہے، مرنا ہے ہر حال میں مرنا ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو بھی انکار ممکن نہیں جو انکار کرتے ہیں وہ ہزار ہا بار انکار کریں بالآخر موت کے پنجے کا شکار ہو ہی جاتے ہیں۔ ہر حال میں موت لازم ہے اگر یہی حقیقت ہے تو پھر ہم موت سے کیوں ڈرتے ہیں۔ پھر ہم شہادت کی موت کیوں نہ طلب کریں پھر ہم شہادت کی موت طلب کرتے ہوئے کیوں نہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہوں پھر ہم کیوں نہ شہادت کا جام پی کر رب کائنات کو راضی کرلیں۔ اس لیے کہ عام حالت میں مرنے کی بجائے شہادت کا جام پینا حیات ابدی کے حصول کا سبب ہے۔

متروکہ مال:

اس دنیا میں مال جمع کرتے کرتے زندگی گزارنے والوں کے لیے تازیانہ عبرت ہے کہ ارے محض مال و متاع جمع کرنے والے بخیلو! تمہارے اس جمع شدہ مال کا تمہیں کیا فائدہ تنگیوں ترشیوں کا شکار تم ہوئے۔ مشکلات میں وقت تم نے گزارا اور جب مرنے کا وقت آتا ہے مال و متاع سامنے کے ڈھیر دیکھ کر مرتے وقت حسرت کی آگ میں جلتے ہوئے مرنا کتنا مشکل اور تکلیف دہ عمل ہے۔ ایسے حال میں مرنے سے تو بہتر تھا کہ جو مال ساری زندگی جمع کرنے میں گزار دی۔ اسی مال سے خود بھی خوب فائدہ

اٹھاتے اور وہی مال حق تعالیٰ کی رضا میں بھی صرف کرتے۔ تیری دنیوی زندگی بھی آرام سے گزرتی اور آخرت آگ کی زندگی میں بھی انعامات ربانی کا مستحق ٹھہرتا۔ مرجانے کے بعد متروکہ مال تیرے کس کام یعنی تیرے کسی کام کا نہیں۔ جن لوگوں نے اس مال کو کس بے دردی سے برباد کرنا ہے تجھے کیا معلوم؟

☆☆☆

دنیا سے لاتعلقی

(۱) دُنْيَا تُخَادِعُنِي كَأَنِّي لَسْتُ عَارِفُ حَالَهَا خَطَرَ الْمَلِيكُ حَرَامَهَا وَأَنَا جْتَنَبْتُ حَلَاهَا لَهَا

(۲) مَدَّتْ إِلَيَّ يَمِينَهَا فَرَدَدْتُهَا وَشِمَا لَهَا وَرَأَيْتُهَا مُحْتَاجَةً فَوَهَبْتُ جُمْلَتَهَا لَهَا

☆تخادعني: مجھے دھوکہ دیتی ہے۔☆لست اعرف: میں جانتا نہیں، میں پہچانتا نہیں۔☆انا جتنبت: میں پرہیز کرتا ہوں۔☆یمین: دایاں، داہنا۔☆شمال: بایاں۔☆فرددتھا: بس میں نے اسے رد کر دیا۔☆رَأَيْتُهَا: میں نے اسے دیکھا۔☆محتاجة: محتاج۔

مطلب:

(۱) دنیا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرتی ہے جیسے میں اس کی حقیقت سے آشنا نہیں مالک وخالق یعنی اللہ تعالیٰ نے تو حرام سے روکا ہے مگر میں (مباح) حلال امور سے بھی (بعض اوقات) پرہیز کرتا ہوں۔ (اس لیے دنیا کا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرنا عبث و بے کار ہے یعنی میں دنیا کے دھوکہ میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے دنیا کی یہ کوشش بے سود ہے۔)

(۲) دنیا نے میری طرف اپنا دایاں اور بایاں ہاتھ پھیلا دیا (میرے ساتھ چمٹنے کے لیے تو) میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو جھٹک دیا ہاں البتہ جب اسے محتاجی کی حالت میں دیکھا تو دنیا کی سب چیزیں میں نے اسے لوٹا دیں۔

☆☆☆

فضول کاموں میں مشغولیت کی مذمت

(۱) إِذَا عَاشَ امْرُءٌ سِتِّينَ حَوْلًا فَنِصْفُ الْعُمْرِ تَمْحَقُهُ اللَّيَالِي

(۲) وَنِصْفُ النِّصْفِ يَمْضِي لَيْسَ يَدْرِي بِغَفْلَتِهِ يَمِينًا عَنْ شِمَالِ

(۳) وَثُلُثُ النِّصْفِ آمَالٌ وَّحَرِيصٌ وَشُغْلٌ بِالْمَكَاسِبِ وَالْعِيَالِ

(۴) وَبَاقِي الْعُمْرِ اَسْقَامٌ وَّشَيْبٌ وَّهَمٌّ بِارْتِحَالٍ وَّانْتِقَالِ

(۵) فَحُبُّ الْمَرْءِ طُوْلَ الْعُمْرِ جَهْلٌ وَقِسْمَتُهٗ عَلٰی هٰذَا الْمَثَالِ

☆عاش: زندگی گزارے۔☆ستین حَوْلاً: پورے ساٹھ سال۔☆اللیالی: راتیں☆یمضی: گزرتی ہے۔
☆لَیس یدری: جانتا ہی نہیں، یعنی غفلت میں۔☆ثلث. تیسرا حصہ، تہائی۔☆آمال: امیدیں۔☆مکاسب: پیشے۔☆
عیال: زن، فرزند، بال بچے، متعلقین۔☆شیب: بڑھاپا۔☆طول العمر: زیادتی عمر۔☆جَهْلٌ: جہالت۔

مطلب:

(۱) جب انسان ساٹھ سال اپنی حیات مستعار کے لمحات گزارے تو اس کی آدھی عمر تو اس کی زندگی میں آنے والی راتیں ضائع کر دیتی ہیں۔کم کر دیتی ہیں۔

(۲) اور بقیہ نصف زندگی کے ایام اس طرح غافلانہ روش میں گزر جاتے ہیں جیسے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کی خبر نہیں ہوتی۔ یعنی عمر انتہائی غافلانہ حالت میں گزر جاتی ہے۔

(۳) آدھی زندگی کا تیسرا حصہ امیدوں، حرص، پیشوں اور اہل و عیال میں مشغولیت کی حالت میں گزر جاتی ہے۔

(۴) باقی بچ جانے والی زندگی میں بیماری، بڑھاپے، سفر اور انتقال میں مبتلا ہونے کا رنج اور غم لگا رہتا ہے۔(یعنی ساری کی ساری زندگی ہی غفلت شعاری میں گزر جاتی ہے)

(۵) پس اگر بندے کی عمر اس طرح تقسیم ہو کر گزرے تو پھر اس کی عمر کے زیادہ ہونے کی خواہش مبنی بر جہالت ہے۔(یعنی ایسی حالت میں گزرنے والی زندگی کسی کام کی نہیں بلکہ باعث نقصان ہے۔اس لیے زندگی اس طرح برباد کرنے کی بجائے سمجھداری سے کام لینا چاہیے۔غفلت چھوڑ کر حق تعالیٰ کے قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بہترین انداز میں گزارنی چاہیے۔

☆☆☆

دنیا فانی آخر جانی

(۱) مَضَی الدَّهْرُ وَالْاَیَّامُ وَالذَّنْبُ حَاصِلٌ وَاَنْتَ بِمَا تَهْوٰی مِنَ الْحَقِّ غَافِلٌ

(۲) سُرُوْرُكَ فِی الدُّنْیَا غُرُوْرٌ وَّ حَسْرَةٌ وَعَیْشُكَ فِی الدُّنْیَا مَحَالٌ وَّ بَاطِلٌ

(۳) تَزَوَّدْ مِنَ الدُّنْیَا فَاِنَّكَ رَاحِلٌ وَبَادِرْ فَاِنَّ الْمَوْتَ لَا شَكَّ نَازِلٌ

(۴) اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا كَمَنْزِلِ رَاكِبٍ اَنَاخَ عَشِیًّا وَّ هُوَ فِی الصُّبْحِ رَاحِلٌ

☆مَضٰی: گزر گیا۔☆وَالذنب: اور گناہ۔☆سُرُوْرٌ: فرحت، انبساط، شادی، خوشی، ہلکا ہلکا نشہ، خمار، غرور، دھوکہ۔
☆حسرت: افسوس کسی چیز کے نہ ملنے کا افسوس۔☆عیشك: تمہارا زندگی گزارنا۔☆محال: ناممکن، دشوار، مشکل، کٹھن۔

☆باطل: جھوٹ، بے اصل، غلط، ناحق، لغو، بے ہودہ، نکما۔☆راحل: سفر کرنا ہے۔☆راکب: سوار۔☆اناخ: اناختہ اونٹ بٹھانا، منزل کرنا۔

(۱) زمانہ اور حیات مستعار کے لیل ونہار گزر گئے اور گناہ پلے پڑے اور تم حق تعالیٰ کی آرزو سے غفلت شعاری میں مبتلا رہے۔

(۲) دنیا میں رہتے ہوئے تمہاری دینوی مسرت محض دھوکہ اور پشیمانی ہے اور دنیا میں تیرا ہمیشہ رہنا ناممکن اور غلط ہے۔

(۳) پس تو دنیا میں رہ کر زادِ راہ حاصل کر کیونکہ تم نے (لمبے) سفر پہ جانا ہے اور جلدی کر لے پس بے شک موت یقینی طور پر آئے گی یعنی موت آنے والی ہے جلدی کر لے کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں مبتلا ہو کر زادِ راہ حاصل کرنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے۔

(۴) خبردار! دنیا سوار کی ایسی منزل کی مانند ہے جو شام کو کہیں ٹھہر جاتا ہے اور صبح پھر جلد ہی روانگی اختیار کرتا ہے۔

فائدہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ خبردار زمانہ اور زندگی یہ دونوں گزرتے جا رہے ہیں پس کبھی دن کبھی رات، کبھی صبح کبھی شام یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ زندگی گزرتی چلی جا رہی ہے۔ زمانہ اور حیات مستعار کی گھڑیاں ایک ایک گزرتی چلی جا رہی ہیں ہر آنے والی گھڑی زندگی کے لمحات میں کمی کرتی جا رہی ہیں۔ اسی طرح غفلت میں ہی زندگی گزر رہی ہے دنیا میں مشغولیت کی وجہ سے حق کی آرزو سے غفلت شعاری میں مبتلا رہے۔ غفلت شعاری میں مبتلا رہنا اچھا کام نہیں ہے اس لیے غفلت ترک کر دیجیے۔

دنیا میں مسرت محض دھوکہ و پشیمانی:

دنیا میں رہتے ہوئے دنیا میں تمام موجود اشیاء بھی محض دھوکہ وفریب ہیں۔ انسان سمجھتا ہے کہ یہ خوشی محض دھوکہ ہے حقیقی خوشی نہیں حقیقی خوشی سوائے نیکی اپنانے کے مل ہی نہیں سکتی۔ دنیا و دینوی ساز و سامان کا حاصل ہونا یا دینوی خوشیاں حقیقتاً خوشی نہیں محض دھوکہ وفریب کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا میں رہنا محال و باطل ہے۔

آخرت کا سفر:

ہم نے محض دنیا میں ہی نہیں رہ جانا بلکہ ہم سفر میں ہیں متواتر سفر میں ہیں جب ارواح کی تخلیق ہوئی ہے ہمارا یہ سفر جاری ہے۔ عالم ارواح سے سفر کرتے کرتے اپنے باپ تک پہنچے پھر والدہ کے پاس آئے۔ دنیا میں آئے۔ ننھے منھے پھول کی مانند اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ آہستہ آہستہ محو سفر رہے بچپن گزارا، نوجوانی میں قدم رکھا پھر نوجوانی سے بھرپور جوانی کے لیل ونہار گزارے یا گزار رہے ہیں۔ اسی طرح یہ سفر جاری رہے گا۔ دنیا میں ہم زادِ راہ لینے کے لیے بھیجے گئے ہیں اس لیے دنیا میں رہتے ہوئے زادِ راہ اکٹھا کر لیجیے۔ زادِ سفر کے بغیر زندگی کی بہار سے مزے لینا مشکل ہو جائیں گے۔ اس لیے آج وقت ہے دنیا سے زادِ راہ اختیار کر لو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے دنیا میں رہتے ہوئے اچھی کھیتی بیجیں گے، آبیاری کے سلسلے میں کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں گے اچھی طرح دیکھ بھال کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہترین فصل ہوگی نفع ہی نفع

حاصل ہوگا ورنہ اصل پونجی بھی ضائع ہو جائے گی۔ آج وقت ہے دنیا میں رہتے ہوئے زادراہ اختیار کر لیجیے۔ اس سلسلے میں دیر نہ کیجیے جلدی کرو۔ کسی بھی وقت موت کے شکار ہو جاؤ گے۔ موت یقینی ہے اس سلسلے میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہ کیجیے ورنہ سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

دنیوی زندگی مثل مسافر:

دنیا میں انسان مسافر کی مانند ہے۔ جیسے مسافر جب شام دیکھتا ہے تو کسی جگہ قیام کر لیتا ہے وہاں کچھ نہ کچھ رونق ہوتی۔ دلچسپی کی خاطر تھوڑا بہت چل پھر لیتا ہے۔ سفر کی تھکان دور کرنے کے لیے ادھر اُدھر لیٹ لیتا ہے۔ کھانے پینے کا اہتمام کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے سفر کی صعوبتوں کو بھول کر وہاں کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے نکل جاتا ہے بلکہ وہاں کی رنگینیوں میں گم ہو جاتا ہے بالآخر تھک ہار کر سو جاتا ہے۔ اگر حقائق سے چشم پوشی کرے گا تو نقصان اٹھائے گا یہی حال مسافر کا ہوتا ہے یہاں محض زادراہ کے لیے بھیجا گیا ہے مگر افسوس یہاں آ کر انسان سب کچھ بھول بیٹھا۔ یہیں دل لگا بیٹھا اب اپنی منزل کھوٹی کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جیسے ارواح کی تخلیق ہوئی وہ منزل بہ منزل یہاں تک روح پہنچی اور یہاں بھی اس نے مستقل نہیں ٹھہرنا کل نفس ذائقة الموت کی وادی سے گزر کر آخرت کی طرف روانگی اختیار کرنی ہے اس لیے یہ حقیقت سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

نفس کو تنبیہ

(۱) لَا تَجْزَعَنَّ مِنَ الْهُزَالِ فَرُبَّمَا ذُبِحَ السَّمِيْنُ وَعُوْفِيَ الْمَهْزُوْلُ

(۲) وَاجْعَلْ فُؤَادَكَ لِلتَّوَاضُعِ مَنْزِلاً اِنَّ التَّوَاضُعَ بِالشَّرِيْفِ جَمِيْلُ

(۳) وَاِذَا وُلِّيْتَ اُمُوْرَ قَوْمٍ لَيْلَةً فَاعْلَمْ بِاَنَّكَ عَنْهُمْ مَّسْئُوْلٌ

(۴) وَاِذَا حَمَلْتَ اِلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً فَاعْلَمْ بِاَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلٌ

(۵) يَاصَاحِبَ الْقَبْرِلِمَ مُنَقَّشٌ سَطْحُهٗ وَلَعَلَّهٗ مِنْ تَحْتِهٖ مَغْلُوْلٌ

(۶) مَا يَنْفَعُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ مُنَقَّشاً وَعَلَيْهِ مِنْ حَلَقِ الْعَذَابِ كُبُوْلُ

(۷) لَا تَغْتَرِرْ بِنَعِيْمِهِمْ وَبِمُلْكِهِمْ اَلْمُلْكُ يُفْنِيْ وَالنَّعِيْمُ يَزُوْلُ

☆ لاتجز: نہ گھبرا۔ ☆ ھزال: لاغری۔ ☆ غل: ہاتھ باندھنا' رگردن میں طوق ڈالنا۔ ☆ عُوفِیَ: عافیت پاتا ہے۔ ☆ واجعل: اور بناؤ۔ ☆ جمیل: حسین وجمیل، خوبصورت، بھلا۔ ☆ لیلة: رات مگر یہاں دن اور رات دونوں ہی مراد ہیں۔ ☆ فاعلم: پس جان لو پس یاد رکھیے۔ ☆ مسئول: پوچھے جاؤ گے، سوال ہوگا۔ ☆ حَمَلْتَ: تم اٹھا کر لے جاؤ۔ ☆ قبر المنقش

سطحه: نقش ونگار کی سطح والی قبر۔☆**کبول:** کبل کی جمع سخت بند۔☆**نعیم:** نعمتوں۔☆**یُعْنٰی:** فنا ہو جائے گا۔☆**یزول:** ختم ہو جائے گی۔

مطلب:

(۱) اپنے جسم کے لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے نہ گھبرا کیونکہ کبھی ایسا بھی جاتا ہے کہ موٹا تازہ جانور ذبح کر دیا جاتا ہے اور لاغر کمزور جانور بچ جاتا ہے۔

(۲) اپنے دل کو تواضع اور عاجزی وانکساری کی منزل لیجئے کیونکہ تواضع شریف آدمی کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔

(۳) اور جب تم کسی قوم کے ایک دن کے بھی ذمہ دار بن جاؤ تو یاد رکھیے تم سے ان کے متعلق پوچھ گچھ ہو گی۔

(۴) اور جب تم قبروں کی طرف جنازہ لے جاؤ پس جان لیجیے (ایک نہ ایک دن) تم بھی اسی طرح جنازے پہ اٹھا کر لے جاؤ گے۔ یعنی ایک دِن تم پہ بھی ایسا آنے والا ہے کہ تم بھی اسی طرح اٹھائے جاؤں گے۔

(۵) نقش ونگار سطح والی قبر بظاہر بڑی خوبصورت نظر آتی ہے مگر ہو سکتا ہے کہ اس نقش ونگار سطح والی قبر کے اندر اس میں مردے کے گلے میں عذاب والا طوق ڈالا ہوا ہو۔

(۶) قبر کو منقش کرنے کا صاحب قبر کو کوئی فائدہ نہیں اگر اسے عذاب کی زنجیروں سے جکڑ دیا گیا ہو۔

(۷) لوگوں کو جو نعمتیں اور ملک (کے سربراہ) ہونے کی وجہ سے تم دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا کیونکہ ملک تباہ وبرباد ہو جائے گا اور نعمتیں ختم ہو جائیں گی۔



حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کو خطاب

(۱) مَآ اَحْسَنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالُهَا ... اِذَا اَطَاعَ اللّٰهَ مَنْ نَّالَهَا

(۲) مَنْ لَّمْ یُوَاسِ النَّاسَ مِنْ فَضْلِهٖ ... عَرَّضَ الْاِدْبَارُ اِقْبَالَهَا

(۳) فَاحْذَرْ زَوَالَ الْفَضْلِ یَا جَابِرُ ... وَاَعْطِ مِنْ دُنْیَاكَ مَنْ سَالَهَا

(۴) فَاِنَّ ذَا الْعَرْشِ جَزِیْلُ الْعَطَا ... یُضْعِفُ بِالْحَبَّةِ اَمْثَالَهَا

(۵) وَكَمْ رَاَیْنَا مِنْ ذَوِیْ ثَرْوَةٍ ... لَمْ یُقْبِلُوْا بِالشُّكْرِ اِقْبَالَهَا

(۶) تَاهُوْا عَلَی الدُّنْیَا بِاَمْوَالِهِمْ ... وَقَیَّدُوْا بِالْبُخْلِ اَقْفَالَهَا

(۷) لَوْ شَكَرُوْا النِّعْمَةَ جَازَاهُمْ ... مَقَالَةُ الشُّكْرِ الَّذِیْ قَالَهَا

(۸) لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ　　لٰكِنَّمَا كُفْرُهُمْ غَالَهَا

☆اقبال: خوش قسمتی، عروج، خوشحالی، زمانے کا موافق ہونا۔☆اَطَاعَ اللّٰه: اللہ کا فرمانبردار۔☆اِدبار: پیٹھ دکھانا، دولت کا منہ موڑنا، بدنصیبی، بداقبالی، نحوست ہزیمت، شکست، تنزل، افلاس، مفلسی، ناداری، ہلاکت۔☆ذاالعرش: عرش والا، عرش کا مالک۔☆جزیل العطا: بہت زیادہ دینے والا ہے۔☆یُضْعِفُ: دوگنا کر دیتا ہے۔☆حبة: ایک دانہ۔☆ذَوِیْ ثَرْوَةٍ: اصحاب ثروت، بکثرت مال و دولت والے، دولت مند، تونگر وغیرہ۔☆جازهم: ان کے لیے جزا۔☆لَاَزِيدَنَّكُمْ: میں ضرور تمہیں زیادہ عطا کروں گا۔☆کفرهم: ان کے انکار نے، ان کے کفر نے یہاں ناشکری مراد ہے۔☆غَالَهَا: ازغول یعنی ہلاک کرنا۔

مطلب:

(۱) وہ دنیا اور دنیا کی خوش نصیبی کتنی بہتر ہے اگر دنیا ملی ہو اور جسے دنیا ملی ہو وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو۔

(۲) جو انسان اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عطیات سے دوسرے لوگوں کی خاطر مدارات نہیں کرے گا تو اس کی خوش نصیبی زوال کا شکار ہو جائے گی۔

(۳) اے جابر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے زوال سے ڈر۔ جو تیرے پاس دنیا ہے اسی میں سے جو کوئی بھی طلب کرے اسے دے دو۔

(۴) پس بے شک عرش والا (یعنی اللہ تعالیٰ) بے انتہا دینے والا ہے۔ ایک دانے کو کئی گنا کر دیتا ہے۔

(۵) ہم نے بے شمار دولت مندوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے دولت کے حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا۔

(۶) (بلکہ الٹا) مالداری کی وجہ سے دنیا پہ مغرور ہو گئے اور کنجوسی کی وجہ سے مال و اسباب کو تجوریوں میں بند رکھا۔

(۷) اگر وہ نعمتوں کے حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے جیسے قول مبارک ہے کہ ان کا شکر ادا کرنا جزا کا سبب ہوتا ہے۔ انہیں اس شکر کرنے پر مزید نعمتوں سے نواز دیا جاتا۔

(۸) اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں (ان نعمتوں میں) مزید اضافہ کر دوں گا۔ مگر ان کی ناشکری نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

اللہ کے فرمانبردار کے ہاں دنیا:

وہ اکثر اس کے ہاں آتا ہے تو پھر بھی اس کے ظاہر و باطنی فائدے میں آتا ہے اور اگر جاتا ہے تو پھر بھی اللہ کا بندہ فائدے میں رہتا ہے دیکھیے اولیاء اللہ کے ہاں اکثر دنیا کسب حلال کے ذریعے آتی ہے اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ الکاسب حبیب اللہ کسب حلال کے ذریعے کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

اللہ کے بندوں کا اسے اللہ و رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذیشان کے مطابق خرچ کرنا بھی عبادت ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اولیائے کرام اور انبیاء کرام اور صالحین جب مال خرچ کرتے ہیں تو یہ لحاظ رکھتے ہیں کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کی رضا والے امور میں خرچ ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات و خیرات اور مخلوق خدا کی بھلائی میں۔ ایسے امور میں اموال کا خرچ کرنا بذات خود عبادت ہے لہٰذا صالحین کے ہاں دولت دنیا آتی ہے تو اس کے آنے کے اسباب بھی عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ کی رضا کا

سبب بن جاتے ہیں اور اگر دولت دنیا خرچ ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب بنتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شعر میں کیا خوب فرمایا ہے کہ ایسی دنیا کا اقبال یعنی مقدر کتنا بلند ہے اور ایسی دنیا کتنی بہتر ہے جو اللہ کے بندے کے حصے میں آئی ہے۔ کیونکہ اس نیک اور صالح بندے سے نسبت کی بناء پر وہی دولت دُنیا بھی مفید بن گئی یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین کے لنگر میں اکثر شفا ہوتی ہے۔

حکایت:

الفقیر القادری بچپن میں لسی اور چنے کی دال کا سالن استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ لسی پینے سے اکثر مجھے قے آجایا کرتی تھی جب بھی لسی پیتا قے آجاتی، اس وجہ سے لسی پینی چھوڑ دی تھی کوئی زبردستی بھی پلاتا، میٹھا وغیرہ ڈال کر بھی کوئی لسی دیتا تو یہ فقیر ابو احمد اویسی لسی نہ پیتا کہ نقصان دے گی قے آجائے گی۔ اسی طرح چنے کی دال کا سالن بھی کبھی نہ کھاتا کیونکہ پیٹ میں درد شروع ہو جاتا۔ یہ دونوں چیزیں کافی عرصہ یعنی تین چار سال سے چھوڑ رکھی تھیں۔ اپنے ماموں نور احمد نرگانہ کے ساتھ دیوان حاجی شیر چاولی مشائخ کے دربار شریف گئے صبح کا کھانا کھانے کے لیے ایک لنگر خانہ میں گئے غالباً میاں نور محمد کا لنگر خانہ تھا وہاں کافی لوگ لنگر کھا رہے تھے نور کچھ لنگر حاصل کرنے کے لیے قطار بنا کر بیٹھے تھے ہم بھی قطار میں بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر میں ہمیں دو، دو روٹیاں دی گئیں اور ایک ایک پیالہ چنے کی دال کا، الفقیر نے عرض کیا کہ دال کسی اور کو دے دو۔

لانگری : (لنگر تقسیم کرنے والے نے کہا) کیوں؟

عرض کیا کہ : میں نے چنے کی دال کا سالن کبھی نہیں کھایا۔

لانگری : تم چنے کی دال کا سالن کیوں نہیں کھاتے؟

عرض کیا : اس لیے کہ میرے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے اور بڑی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

لانگری : کتنے عرصے سے یہ شکایت ہو رہی ہے۔

عرض کیا : کہ تقریباً چار سال سے

لانگری : پھر تو میں تمہیں ایک پیالہ سالن کی بجائے دو پیالے سالن کھلاؤں گا۔

ہمارے درمیان تکرار بڑھی تو ہمارے اردگرد کے لوگوں نے مجھے سمجھانا شروع کر دیا کہ بزرگوں کے لنگر اور تبرک میں شفا ہوتی ہے گھبراؤ نہیں جیسے میاں نور محمد کہتا ہے اسی طرح کرو۔ کیونکہ ہمارا اکثر لوگوں کا تجربہ ہے اسی طرح کئی لوگوں نے اپنے اپنے واقعات سنائے بہر حال ڈرتے ڈرتے دال کا سالن کھانے لگا پھر دوسرا پیالہ بھی سالن کا دیا گیا وہ بھی کھانا پڑا اور ساتھ پانی کی بجائے لسی دی۔ لسی بھی مجبوراً پینی پڑی۔ الحمد للہ لسی پی تو مجھے قے نہ آئی بلکہ کبھی بھی دو گلاس پی لی لسی پی لینے کے کافی دیر بعد تک قے نہ آئی۔ الحمد للہ دل کو کچھ تسلی ہوئی کہ واقعی معلوم ہوتا ہے کہ لانگری نے ٹھیک ہی کہا لسی کی وجہ سے تو فوراً قے آجانی چاہیے تھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے لسی پی کر قے نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سالن کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ بہر حال الحمد للہ! پیٹ میں بھی درد نہ ہوا۔ اس طرح ہم وہاں تقریباً 8,9 دن رہے جو بھی سالن آتا کھا لیتا۔ اس دن سے میرا علاج ہو گیا۔ اب چنے کی دال کھانے سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور نہ ہی لسی پینے سے کبھی قے آئی۔ بزرگوں کے تبرک اور لنگر میں واقعی شفا ہوتی ہے الفقیر القادری کا کئی بار

کا تجربہ ہے۔ الحمدللہ۔

فائدہ:

یہ حقیقت ہے کہ اللہ والے جو مال اسباب دنیا کا خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق خرچ کرتے ہیں جو کہ گناہوں کا سبب بننے کی بجائے نیکیوں کے حصول کا سبب بنتا ہے گناہ ختم ہوتے ہیں۔ ظاہری وجسمانی کے لحاظ سے تکالیف، بیماریاں اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ اس لیے عام لوگوں کے مال واسباب اور اللہ والوں کے اخراجات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اللہ والوں کے ہاں جو دنیا کا مال واسباب ہوتا ہے وہ انہیں نقصان نہیں دیتا بلکہ مفید ہوتا ہے فائدے دیتا ہے۔ وہ مال واسباب بھی بڑا مقدار والا ہوتا ہے جو اللہ والوں کے پاس جاتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں دیکھیے بزرگان دین اولیائے کرام کے آستانوں پہ لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے لنگر کا اتنا وسیع انتظام واہتمام ہوتا ہے کہ عام بندہ حیران ہو جاتا ہے اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ لنگر تھوڑا پکتا ہے مگر لوگ بے شمار سیر ہو کر جاتے ہیں۔ یہ سب برکات اولیاء اللہ سے نسبت کی بنا پر ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ جس چیز کو بھی اللہ والوں سے نسبت ہو جائے وہ چیز با کمال بن جاتی ہے۔ حق تعالیٰ حقائق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اللہ کے عطیہ کا مصرف:

اللہ تعالیٰ کے عطیہ کا مصرف اس کی مخلوق ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عطیہ سے لوگوں کی خاطر مدارات کرتا ہے اس پہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے دیکھیے اولیاء اللہ کے آستانوں پہ مخلوق خدا کے بھلا کے لیے کس قدر لنگر چل رہے ہیں۔ مخلوق خدا کا بھلا ہو رہا ہے یہ ان کی ظاہری حیات مبارکہ کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے زندگی بھر مخلوق خدا سے پیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے پیار کیا۔ اتنا پیار کیا کہ ان کے ظاہری وصال مبارک کے باوجود آج لوگ ان کی قبور کا بھی احترام کر رہے ہیں آج تک اولیائے کرام کے آستانوں پہ مخلوق خدا کے فوائد حاصل ہو رہے ہیں اور مخلوق خدا ان کے آستانوں پہ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ دعائیں مانگ رہے ہیں ان کے ایصال ثواب کے لیے شب وروز ایک کر رہے ہیں حالانکہ ظاہری جسمانی لحاظ سے رشتے کے لحاظ سے کوئی رشتہ نہیں اس کے باوجود ان کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ کیوں نہ ہو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے پیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے دلوں میں ان کا پیار بسا دیا۔

تنبیہ:

مگر افسوس کہ کچھ لوگ ان بزرگان دین کے آستانوں پہ بم دھماکے کر کے بغیر کسی گناہ کے قتل وغارت گری کا بازار گرم رہے ہیں۔ اولیائے کرام کا کردار ملاحظہ فرمائیے انہوں نے مخلوق خدا کا بھلا سوچا، مخلوق خدا کا بھلا کیا، مخلوق خدا کو صراط مستقیم کے سلسلے میں رہنمائی کی اور آج کل دہشت گردی کا بازار گرم کر کے مخلوق خدا کو اذیت پہنچانے والے اور مخلوق خدا کو اذیت میں مبتلا دیکھ کر بغلیں بجانے والے، خوشی کا اظہار کرنے والے ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ مخلوق خدا کا بھلا کرنا اجر وثواب کا سبب ہے یا مخلوق خدا کو اذیت پہنچانا اجر وثواب کا کام ہے۔ خدارا! آج وقت ہے سوچنے کا۔ دہشت گردی کسی مسئلے کا حل نہیں۔ تمام مسائل کا حل مخلوق خدا کی بھلائی میں پوشیدہ ہے۔ آج اگر مخلوق خدا کی بھلائی کا سوچیں گے، مخلوق خدا کی بھلائی کا اہتمام کریں گے تو ان

اللہ ہمارا بھی بھلا ہوگا، ہماری دنیا بھی سنور جائے گی ہماری آخرت بھی بہترین ہوگی۔ آج اگر ہم مخلوق خدا کی بھلائی میں مشغول ہو جائیں گے تو رب کائنات ہم پہ خصوصی فضل و کرم کرے گا جیسے اولیاء کرام کے متعلق ہم دیکھ رہے ہیں کہ اولیاء کرام نے مخلوق خدا کو صراط مستقیم پہ چلانے کے لیے کوششیں کیں، مخلوق خدا کا بھلا کیا۔ آج ان کے مزارات پہ شب و روز قرآن پڑھا جارہا ہے ان کے مزارات پہ شب و روز ذکر و اذکار کا سلسلہ چل رہا ہے آج ان کے مزارات پہ شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جارہی ہے اور مخلوق خدا کا بھی بھلا ہو رہا ہے۔ کسی دنیادار کی شہنشاہ کی قبر کا مشاہدہ تو کرو دنیادار بادشاہوں کی قبور کو کوئی جانتا بھی نہیں۔

نصیبوں کا سو جانا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دوسرے شعر میں بیان فرمارہے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عطیہ سے لوگوں کی خاطر مدارت نہیں کرے گا تو اس کے اقبال کو بھی زوال آجائے گا یعنی اس کا نصیب زوال کا شکار ہو جائے گا ہمارے ہاں محاورہ ہے کہ اس کے نصیب سو جائیں گے۔ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے مخلوق خدا کا بھلا سوچا ان پہ رب کائنات کی مہربانیاں ہوئیں۔ ان پہ رب کائنات کی مہربانیاں ہو رہی ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان پہ رب کائنات کی بے پایاں عنایات ہوتی رہیں گی اور جلنے والے جلتے رہیں گے بھنتے رہیں گے اور اسی آگ میں ہی بھسم ہوتے رہیں گے۔ اولیائے کرام کے مقام اور شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ دہشت گردی کی زبان استعمال کرنے والے ان شاء اللہ زوال کا شکار ہوں گے ان کی دنیا بھی تباہ ہوگی اور آخرت میں بھی ان کا برا حال ہوگا جو مخلوق خدا کی مدارات نہیں کرتا اس کا مقدر زوال کا شکار ہو جاتا ہے یہ اس سے بھی زیادہ نہایت مکروہ حالت ہے کہ دہشت گردی کے ذریعے مخلوق خدا کو سولی پہ لٹکایا جائے یا مخلوق خدا کو عذاب میں مبتلا کیا جائے، مخلوق خدا کی مصیبت اور دُکھ دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا جائے ایسے لوگ اپنا نصیب خود اپنے ہی ہاتھوں سے جلاتے ہیں ان کا نصیب زوال پذیر ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے جابر! اگر تجھ پہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو جائے۔ تو پھر اپنے وجود میں خوف خدا پیدا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو گیا ہے کوئی ایسا کام نہ کر بیٹھوں کہ جو رب کائنات کے قہر و غضب کا سبب ہے اور رب کائنات کے فضل و کرم کے سبب کا زوال کا سبب نہ بن جائے۔ تیرے پاس اگر کوئی سوالی آتا ہے جو کچھ تیرے پاس ہو اس میں سے کچھ نہ کچھ ضرور سوالی کو دے کر رخصت کر۔ اس سلسلے میں صدقات و خیرات وغیرہ کے فضائل کتب احادیث میں بکثرت بیان ہوئے ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ فرمایئے۔

پس بے شک اللہ تعالیٰ جو کہ عرش عظیم کا مالک ہے وہ بہت عطا فرمانے والا ہے اس کے ہاں کمی نہیں جو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عطا اپنے مال سے اس کی رضا کے لیے دے گا تو اللہ تعالیٰ تیری عطا کردہ چیز میں برکت فرمادے گا اور اس میں مزید اضافہ ہوگا اللہ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں اللہ تعالیٰ ایک دانہ کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے کافی ایسے لوگ دیکھے ہیں جو بڑے دولت مند تھے۔ انہیں دنیوی مال و اسباب حاصل ہوئے۔ دولت کے ڈھیروں کے ڈھیر ان کے پاس آئے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ وہ مالدار ہوئے تو انہوں نے مالداری کی وجہ سے گھمنڈ کیا۔ تکبر کرنے لگے اور کسی ضرورت مند کو کچھ نہ دیا بلکہ انتہائی بخیل بن گئے ان کے بخل کی وجہ سے ان کی دنیا کو تالا لگ گیا۔ اس میں برکت نہ رہی۔ ان کی وہی دولت بے برکتی کا شکار ہوگئی۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی دولت کے سلسلے میں رب کائنات کا شکر ادا کرتے تو ان کی نعمت میں مزید اضافہ

ہوتا ہے ان کی مالداری میں خوب اضافہ ہوتا ہے وہ پہلے سے بھی بڑے دولت مند بن جاتے۔ رب کائنات کی طرف سے انہیں بہترین جزا ملتی۔

رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر تم میری طرف سے نعمتوں کے حاصل ہونے پر شکر کرو گے تو میں تجھے اور نعمتیں عطا کروں گا۔ مگر ان کی ناشکری نے ہی انہیں تباہ و برباد کر دیا کیونکہ انہوں نے رب کائنات کا شکر ادا نہ کیا۔ جو کہ ان کی تباہی و بربادی کا باعث بنی ہے۔

بڑے بڑے سلطان سکندر کہاں گئے

(۱) بَاتُوْا عَلٰی قُلَلِ الْاَجْبَالِ تَحْرُسُهُمْ غُلْبُ الرِّجَالِ فَلَمْ یَنْفَعْهُمُ الْقُلَلُ

(۲) وَاسْتُنْزِلُوْا بَعْدَ عِزٍّ عَنْ مَّعَاقِلِهِمْ اِلٰی مَقَابِرِهِمْ یَا بِئْسَ مَانَزَلُوْا

(۳) نَادَاهُمْ صَارِخٌ مِنْ بَعْدِ مَادُفِنُوْا اَیْنَ سِرَّةُ وَالتِّیْجَانُ وَالْحُلَلُ

(۴) اَیْنَ الْوُجُوْهُ الَّتِیْ کَانَتْ مُحَجَّبَةٌ مِنْ دُوْنِهَا تُضْرَبُ الْاَسْتَارُ وَالْکِلَلُ

(۵) فَافْصَحَ الْقَبْرُ عَنْهُمْ حِیْنَ سَائِلَهُمْ تِلْکَ الْوُجُوْهُ عَلَیْهَا الدُّوْدُ تَنْتَقِلُ

(۶) قَدْ طَالَ مَا اَکَلُوْا فِیْهَا وَهُمْ شَرِبُوْا فَاَصْبَحُوْا طُوْلِ الْاَکْلِ قَدْ اُکِلُوْا

(۷) وَطَالَمَا کَثَّرُوْا الْاَمْوَالَ وَادَّخَرُوْا فَخَلَّفُوْا هَا عَلَی الْاَعْدَآءِ وَارْتَحَلُوْا

(۸) وَطَالَ مَاشَیَّدُوْا دُوْرًا لِّتُحْصِنَهُمْ فَفَارَقُوْا الدُّوْرَ وَ الْاَهْلِیْنَ وَانْتَقَلُوْا

(۹) اَضْحَتْ مَسَاکِنُهُمْ وَحْشًا مُّعَطَّلَةً وَسَاکِنُوْ هَا اِلَی الْاَجْدَاِ قَدرَ حَلُوْا وَانتَقَلُوْا

(۱۰) سَلِ الْخَلِیْفَةَ اِذْوَافَتْ مَنِیَّتُهٗ اَیْنَ الْجُنُوْدُ وَاَیْنَ الْخَیْلُ وَالْخَوَلُ

(۱۱) اَیْنَ الْکُنُوْزُ الَّتِیْ کَانَتْ مَفَاتِحُهَا تُنُوْءُ بِالْعُصَبَةِ الْمُقْرِیْنَ لَوْحَمَلُوْا

☆قلل الاجبال: پہاڑوں کی چوٹیاں۔☆معاقل: جائے پناہ، پناہ گاہیں، مراد گھروں۔☆مقابر: مقبرہ کی جمع یعنی قبریں۔☆سریر: تخت شاہی۔☆کلة: کلل جمع بمعنی مسہری۔☆بئس: بہت بری جگہ۔☆تیجان: تاج۔☆وجوہ: چہرے۔☆کانت مُحَجَّبَةٌ: پردے میں رہتے تھے۔☆الاستار: پردے۔☆تلك الوجوہ: یہی وہ چہرے ہیں۔☆اَکَلُوْا: انہوں نے کھایا۔☆شربوا: انہوں نے پیا۔☆طول الی کل: بہت زیادہ کھانا کھانا۔☆کثروا الاموال: بہت زیادہ مال۔☆مُخلفو: پس پیچھے چھوڑ گئے۔☆اعداء: دشمنوں۔☆مساکنهم: ان کے مکانات۔☆ساکنها: ان کے رہنے والے۔☆جنود: فوجیں۔☆خیل: گھوڑے۔☆کنوز: خزانے۔☆مفاتحها: ان کی چابیاں۔☆عصبه: جسم کا پٹھا، ورثا کا باقی

حصہ اوران کے نہ ہونے کی صوت میں سارا حصہ لینے والے اشخاص۔

مطلب:

(۱) (بڑے بڑے سلطانوں، بادشاہوں، امیروں اور وزیروں نے) بڑے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بڑے خوبصورت علاقوں میں راتیں بسر کیں ان کی حفاظت کرنے والے ہوئے، بہادر اور خونخوار قسم کے موٹی گردنوں والے لوگ تھے مگر ان بلند وبالا چوٹیوں پہ رات گزارنے نے انہیں کوئی نفع نہ دیا یعنی وہ پھر بھی موت سے نہ بچ سکے۔ پھر موت نے پھر بھی انہیں آدبوچا وہ موت کے شکار ہو گئے۔

(۲) اپنے رہنے والے بلند وبالا ٹھکانوں سے اتر کر دنیاداری کے جاہ وجلال اور عزت واحترام کے بعد قبروں میں دفن کر دیئے گئے کیسا برا ٹھکانہ ہے جہاں وہ اترے یعنی قبر والا ٹھکانہ (ان لوگوں کے لیے کتنا شدید عذاب والا مقام ہے) مگر یہ ان لوگوں کے لیے برا ہے۔ جنہوں نے قرآن وسنت کے خلاف زندگی گزاری۔

(۳) ان کے دفن ہونے کے بعد انہیں ایک ندا دینے والے نے ندا دی کہ بادشاہی تخت وتاج اور بادشاہی لباس کہاں ہیں؟

(۴) پردوں میں رہنے والے خوبصورت چہرے والے کہاں ہیں جن کے سامنے خوبصورت پردے لٹکے رہتے تھے اور مسہریاں بچھی رہتی تھیں۔

(۵) جب ان سے قبر میں سوال ہوا تو قبر نے ان کے سامنے ان کے احوال کی حقیقت آشکارا کر دی کہ جن خوبصورت چہروں کے متعلق دریافت کیا جارہا ہے وہ یہی چہرے ہیں کہ جن پہ اب کیڑے رینگ رہے ہیں۔

(۶) انہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے خوب کھایا پیا تھا ساری زندگی خوب سیر ہو کر کھانے کے بعد قبر میں اب خود کھائے جارہے ہیں۔

(۷) انہوں نے بے انتہا مال جمع کیا پھر اسے دشمنوں کے لیے چھوڑ کر چلے گئے۔

(۸) اپنے گھر بڑے مضبوط بنائے کہ وہ گھر ان کی حفاظت کریں پس (جب موت آئی تو) ان مضبوط گھروں کو بھی چھوڑ کر چلنا پڑا۔

(۹) ان کے مضبوط محلات اور ماڑیاں اب ویران اور خالی پڑے ہوئے (عبرت کا نشان بن چکے) ہیں اور ان میں بسنے والے (بے بسی کے عالم میں اس جہان فانی سے) چلتے بنے۔

(۱۰) جب موت آجائے تو حکمرانوں اور بادشاہوں سے پوچھ کہ بتا اب فوجیں، گھوڑے اور نوکر چاکر کہاں ہیں؟

(۱۱) بتایئے اب ان خزانوں کی چابیاں کہاں ہیں؟ کہ اگر ان خزنوں کی محض چابیاں اٹھانے کے لیے طاقتور آدمیوں کی ایک جماعت بھی ان چابیوں کو اٹھائے تو انہیں بھی وہ وزنی معلوم ہوں یعنی نہ اٹھائی جاسکیں۔

عذاب القبور کے مناظر

ان اشعار میں مختلف قبور کے مناظر بیان کیے گئے کہ گنہگاروں کی قبور میں کیا کچھ ہوتا ہے دنیا میں جو جاہ وجلال ہوتا ہے وہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ دنیوی ساز وسامان جاہ وجلال سب کچھ دنیا میں رہ جاتا ہے۔ دنیوی مال واسباب نہ جانے کن کن طریقوں کے ذریعے جمع کیا تھا خواہ اپنی جان مختلف تکلیفوں میں اور عذاب میں ڈال کر اکٹھی جانے والی دولت بھی ہاتھ سے چلی جاتی ہے بلکہ

بعض اوقات وہی دھن دولت ان لوگوں کے قبضے میں چلی جاتی ہے تو ساری زندگی دشمنی کرتے رہے۔ وہی دشمن متروکہ دولت پہ قابض ہو جاتے ہیں۔ بہر حال یہاں زندگی بھر دشمنی کرتے رہے۔ وہی دشمن متروکہ دولت پہ قابض ہو جاتے ہیں۔ بہر حال یہاں عبرت حاصل کرنے کے لیے چند قبور کے مناظر ملاحظہ فرمائیے۔

قبر میں زھریلے سانپ:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلَّطُ عَلَی الْکَافِرِ فِیْ قَبْرِہٖ تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعُوْنَ تِنِّیْنًا تَنْہَسُہٗ وَتَلْدَغُہٗ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ لَوْ اَنْ تِنِّیْنًا مِّنْہَا نَفَخَ فِی الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ خَضْرَآءَ

(رواہ الدارمی، مشکوٰۃ شریف جلد اول حدیث نمبر ۱۶۷)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ کافر پر اس کی قبر میں ایک کم سو (۹۹) بڑے جسم کے اور نہایت زہریلے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کے بدن کو قیامت تک نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک سانپ بھی زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ اگانا ختم کر دے۔

قبر میں سوال و جواب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پشت پھیر کر چل پڑے بے شک وہ ان کے جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو اسے بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں تو اس مرد کے متعلق یعنی (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا کیا کہا کرتا تھا۔

یہ مومن تو کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس سے کہا جاتا ہے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں دیکھ لے جس کے بدلے اللہ نے تجھے جنت میں ٹھکانا عطا کیا ہے۔ تو وہ ان دونوں ٹھکانوں کو بیک وقت دیکھتا ہے۔

لیکن منافق اور کافر تو جب اس سے کہا جاتا ہے تو اس مرد کے متعلق کیا کہا کرتا تھا وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے تو اسے کہا جاتا ہے خدا کرے تجھے معلوم نہ ہو سکے اور تو کچھ بھی نہ پڑھ سکے اور اسے لوہے کے ودانوں سے مارا جاتا ہے تو وہ اس زور سے چیختا ہے کہ جنوں اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کی ہر چیز سنتی ہے۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۱۱۸)

دوسری روایت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کے رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔

وہ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟

میت جواب دیتی ہے: وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔

پھر اس کی قبر اس کے لیے ستر گز چوڑی اور ستر گز لمبائی میں کھلی کر دی جاتی ہے پھر اس کے لیے اس میں روشنی کر دی جاتی ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے سو جا۔

میت کہتی ہے: میں اپنے اہل وعیال کے پاس جاتا ہوں تا کہ ان کو خبر دوں۔

وہ فرشتے کہتے ہیں: نئی دلہن کی طرح سو جا جسے اس کے اہل میں سب سے پیارا فرد ہی آ کر اسے جگاتا ہے۔

پس وہ سویا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی جگہ (قبر) سے اٹھائے گا۔

اگر وہ میت منافق ہوتا ہے تو فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے۔ میں لوگوں سے سنتا تھا کہ وہ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی اسی طرح کہا میں نہیں جانتا۔

وہ فرشتے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔

تو زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر مل جا تو وہ اس پر مل جاتی ہے اور اس کی ہڈیاں ایک دوسری میں پھنس جاتی ہیں تو ہمیشہ وہ عذاب میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی جگہ (قبر) سے اٹھائے گا۔ (قیامت کے دن)

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۱۲۲)

تیسری روایت:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں۔

پھر سوال کرتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟

میت جواب دیتی ہے: میرا رب اللہ ہے۔

پھر اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟

وہ جواب دیتی ہے: میرا دین اسلام ہے۔

پھر دریافت کرتے ہیں: یہ شخص جو تم میں مبعوث ہوا، کون ہے؟

میت جواب دیتا ہے: وہ اللہ کے رسول ہیں۔

فرشتے پوچھتے ہیں: تجھے اس کا علم کیسے ہوا؟

وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) پڑھی تو اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ تو یہی اللہ تعالیٰ کا قول ثبت اللہ الی اخر الایہ۔

تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ اور اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو اسے جنت کی راحت اور اس کی خوشبو پہنچتی ہے اور اس کی حد نگاہ تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

پھر کافر کی موت کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں واپس لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں پھر اس سے سوال کرتے ہیں۔

تیرا رب کون ہے؟

وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔

پھر اس سے سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں نہیں جانتا۔

پھر اس سے سوال کرتے ہیں: یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث ہوا۔

وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اس کے لیے آگ کا فرش بچھاؤ اور اسے دوزخ کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے آتش دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو اسے آگ کی تپش اور زہریلی اور گرم ہوا پہنچنا شروع ہو جاتی ہے اور اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی ہڈیاں (پسلیاں اور دوسری ہڈیاں) دوسری طرف کی ہڈیوں میں پھنس جاتی ہیں پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے اس کے پاس لوہے کا ودان ہوتا ہے اگر اس سے پہاڑ کو مارا جائے تو ٹوٹ پھوٹ کر مٹی ہو جائے وہ فرشتہ اس ودان کے ساتھ اسے مارتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کے سوا مشرق و مغرب کے درمیان والے اس کی چیخ و پکار سنتے ہیں وہ اس مار کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے (اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے)

(رواہ احمد وابوداؤد و مشکوٰۃ المصابیح حدیث نمبر ۱۲۳)

عذاب قبر کے متعلق عقائد اہلسنت و جماعت:

عارف باللہ شیخ محقق حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر کے متعلق بہترین بحث لکھی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عذاب:

عذاب عذب سے مشتق ہے بمعنی روکنا اور منع کرنا کہ عذاب انسان کو شرع کے امر و نہی کی مخالفت سے روکتا ہے یا عذاب بمعنی خس و خاشاک سے مشتق ہے جو پانی میں گرتا ہے اور جیسا کہ پانی میں خس و خاشاک گرنے سے پانی میلا اور گدلا ہو جاتا ہے اسی طرح عذاب انسان کے آرام کو تلخ اور بدمزہ کر دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عذاب عذب بمعنی میٹھے پانی سے مشتق ہے کہ عذاب میں مبتلا شدہ انسان کے دشمن اور بدخواہ کو اس کی حالت میٹھے پانی کی طرح شیریں اور اچھی محسوس ہوتی ہے اس مناسبت سے اس کا نام عذاب رکھا ہے۔

قبر سے مراد:

قبر سے عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک واسطہ اور پردہ ہے اور دونوں سے تعلق رکھتا ہے قبر سے مخصوص گڑھا مراد نہیں ہے جس میں مردہ کو رکھتے ہیں کہ بہت سے مرنے والے پانی میں ڈوب جاتے ہیں بعض آگ میں جل جا

ہیں اور بعض جانوروں کے شکموں میں گھل جاتے ہیں مگر ان کا وہ جزء خاص جسے جزء اصل کہتے ہیں کہ وہ اول سے آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور خدا تعالیٰ و تقدس اپنی قدرت کاملہ سے اسے محفوظ رکھتا ہے اور کوئی چیز بھی اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں وہ اگر چاہے تو اس جزو کے ساتھ روح کا تعلق توڑ دے اور زندگی عطا کر دے اور عذاب دے۔ نعمت سے سرفراز فرمائے کہ خدا تعالیٰ سب کچھ کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور جو شخص بھی اس کے عجائب قدرت اور ملک و ملکوت میں نگاہ ڈالتا اور چشم بصیرت سے دیکھتا ہے اس کے عجائب و غرائب کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔

کند ہر چہ خواہد بر و حکم نیست   کہ پیدا و پنہاں بنزدش یک نیست

وہ جو چاہتا ہے اس پر کوئی حکم نہیں چلا سکتا۔ ظاہر و پوشیدہ ہر چیز اس کے لیے یکساں ہے۔

قبر میں عذاب:

عذاب قبر وغیرہ امور برزخ کی تصدیق میں زیادہ صحیح، زیادہ محفوظ اور زیادہ قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ اس حقیقت پر ایمان لایا جائے کہ فرشتے، سانپ، بچھو، ان کا مردے کو ڈسنا جیسا کہ احادیث میں واقع ہوا ہے سب اللہ کے حکم سے واقع اور حقیقتاً موجود ہے محض مثال و خیال نہیں ہے اور ہمیں جو قبر میں کوئی چیز نظر نہیں آتی اور ہم اس میں کچھ نہیں پاتے تو اس سے کوئی نقصان نہیں اور خلل واقع نہیں ہوتا کہ عالم ملکوت کی اشیاء کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا اس کے لیے دوسری نگاہ کی ضرورت ہے وہ اس سے دیکھی جا سکتی ہیں اور اگر یہ آنکھ سے دکھانا چاہیں تو اس آنکھ سے بھی انہیں دیکھا جا سکتا ہے تجھے معلوم نہیں کہ حضرت جبرئیل پیغمبر علیہ السلام کے پاس آتے تھے بیٹھتے تھے باتیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات آپ کو پہنچاتے تھے اس وقت صحابہ کرام آپ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور انہیں دکھائی نہیں دیتا تھا مگر وہ سب باتوں پر ایمان رکھتے تھے اور اگر عذاب قبر کے ثبوت میں کسی شخص کو شک و تردد ہو تو اسے اس کے مشاہدہ کی طلب کے بجائے اپنے ایمان کی فکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ جب دل میں نور ایمان آ گیا اور اس نور سے سینہ کشادہ ہو گیا تو پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ عقل کے اندھاپن اور فلسفے کی تاریکی سے اپنی حفاظت میں رکھے اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

عذاب قبر کی کیفیت:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مردے کو قبر میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے یا روح کو اس کے سامنے اور مقابل کر دیتے ہیں یا کسی اور طریقہ سے۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے عذاب کی کوئی بھی نوعیت ہو ٹھیک ہے ہمارے لیے اس کی حقیقت و کنہ کا پتہ چلانے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں مگر حق یہ ہے کہ مردہ کو زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مردے کے سارے جسم میں زندگی ڈال دی جاتی ہے جس طرح دنیا میں تھی یا جسم کے اعضاء میں کسی ایک جزو کے ساتھ روح کو متعلق کر دیا جاتا ہے علماء شافعیہ میں سے ایک حکیم و دانا نے کہا ہے اگر یہ قول صحیح، بہتر اور زیادہ مناسب ہو تو پھر یہ جزو دل ہی ہو سکتا ہے جو زندگی کا سرچشمہ اور علم و ادراک کا محل و مرکز ہے اور عذاب قبر کے بارے میں اگر صرف اسی قدر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مردے میں ایک ایسی حالت پیدا کر دیتا ہے جس کے ذریعے وہ رنج و راحت کا احساس کرتا ہے تو صحت اعتقاد کے لیے اتنا بھی کافی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۳۹۳_۳۹۲)

(۱) اَیْنَ الْعَبِیْدُ الَّتِیْ اَرْصَدْتَّهُمْ عَدَدًا — اَیْنَ الْحَدِیْدُ وَاَیْنَ الْبِیْضُ وَالْاَسَلُ

(۲) اَیْنَ الْفَوَارِسُ وَالْغِلْمَانُ مَاصَنَعُوْا — اَیْنَ الصَّوَارِمُ وَالْخَطِّیَّةُ الذُّبُلُ

(۳) اَیْنَ الْکُفَاتُ اَلَمْ یَکْفُوْا خَلِیْفَتَهُمْ — لَمَّا رَاَوْهُ صَرِیْعًا وَّهُوَ یَبْتَهِلُ

(۴) اَیْنَ الْکُمَاةُ الَّتِیْ مَاجُوْا لِمَغْضِبُوْا — اَیْنَ الْحُمَاةُ الَّتِیْ تُحْمٰی بِهَا الدُّوَلُ

(۵) اَیْنَ الرُّمَاةُ اَلَمْ تَمْنَعْ بِاَسْهُمِهِمْ — لَمَّا اَتَتْکَ بِهَامُ الْمَوْتِ تَنْتَصِلُ

(۶) هَیْهَاتَ مَامَنَعُوْا ضَیْمًا وَّ لَادَفَعُوْا — عَنْکَ الْمَنِیَّةَ اِذْوَافِی اِلٰی بِکَ الْاَجَلُ

(۷) وَلَا الرِّشٰی دَفَعَتْهَا عَنْکَ لَوْبَذَلُوْا — وَلَا الرُّقٰی نَفَعَتْ فِیْهَا وَلَا الْحِیَلُ

☆عبید: غلام۔☆الحدید: لوہا مراد تلوار۔☆بیض: خود۔☆الاسل: نیزہ۔☆فوارس: سوار۔☆غلمان: لڑکے۔☆صوارم: تیز تلواریں۔☆غضبوا: غصہ کرنے والے۔☆الحماۃ: حمایتی حامی۔☆الدول: دولتیں مراد حکومتیں۔ ☆کفاف: کافی۔☆الم تمنع: کیا انہوں نے روکا نہیں کیا انہوں نے حفاظت نہی کی۔☆سہام الموت: موت کے تیر۔☆ هیہات: افسوس۔☆لادفعوا: انہوں نے دفع نہیں کی۔☆المنیۃ: موت۔☆الرشی: رشوتوں۔☆الرقی: جھاڑ پھونک۔ ☆نفعت: مفید ہوئی۔☆حیل: حیلے، تدبیریں۔

مطلب:

(۱) وہ نوکر چاکر کہاں ہیں جنہیں ساز وسامان کے ساتھ اپنے سامنے رکھا کرتے تھے تمہارے ہتھیار تلوار، خود اور نیزہ وغیرہ کہاں ہیں۔

(۲) دنیا والے محافظ شہسوار اور لڑکے کہاں ہیں (جب موت کا وقت آیا تو) انہوں نے کون سا معرکہ سر کیا؟ وہ کیا کر سکے۔ تمہاری حفاظت کے لیے جو تلواریں اور تیز خطی نیزے کہاں ہیں؟۔یعنی وہ تجھے موت سے کیوں نہ بچا سکے۔

(۳) جو لوگ کافی خیال کیے جاتے تھے کہ برا وقت آنے پر یہی لوگ کافی ہوں گے وہ کہاں ہیں حالانکہ وہ کافی نہیں تھے۔ جب انہوں نے اپنا بادشاہ گرا پڑا گڑگڑاتا دیکھا۔

(۴) غصے کے وقت جوش میں بھر جانے والے بہادر کہاں ہیں حکومتوں کی حفاظت کرنے والے حامی کہاں ہیں۔

(۵) وہ تیر انداز کہاں گئے جنہوں نے موت کے آنے کے وقت تیری حفاظت کرنی تھی جب تیرے جسم تک موت کے تیر پہنچے وہ لوگ اپنے تیروں کے ذریعے تیری حفاظت نہ کر سکے۔

(۶) افسوس کہ نہ تو وہ ظلم و بربریت دور کر سکے اور نہ ہی موت کو دفع کر سکے جب تیرے پاس موت کا پیغام آیا۔

(۷) جب تیرے پاس موت کا پیغام آ پہنچا تو پھر رشوتیں بھی موت نہ ٹال سکیں اگرچہ خرچ بھی کیا مگر موت سے نہ بچ سکے۔اسی طرح جھاڑ پھونک اور موت سے بچنے کی دوسری تدبیریں بھی مفید نہ ہوئیں۔

فائدہ:

ان اشعار میں موت کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو موت کے وقت غلام، نوکر، چاکر، ساز و سامان، تیر، تلواریں، خود اور نیزے کچھ بھی کام نہیں آسکتے سب کے سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ موت کے سامنے سب سپاہ، فوجیں اور جتھے شکست کھا جاتے ہیں بندے کی حفاظت کرنے سے معذور رہ جاتے ہیں۔ دھن دولت کے زور پر اڑے ہوئے کام رشوت کے زور پر نکال لیے جاتے تھے دنیوی قانون میں جب کبھی موت کی سزا ملتی تو رشوت کرشماتی طور پر پھانسی کے پھندے سے بچا لیتی تھی مگر جب موت کا پھندہ گلے میں پڑا تو رشوت بھی اپنا کرشمہ نہ دکھا سکی۔ سب تدبیریں الٹ گئیں اور موت نے اپنا کام کر دکھایا۔

(۱) مَا سَاعَدُوْكَ وَلَا وَاسَكَ اَقْرَبُهُمْ — بَلْ سَلَّمُوْكَ لَهَا يَا قُبْحَ مَا فَعَلُوْا

(۲) مَا بَالُ قَبْرُكَ لَا يَاتِي بِهٖ اَحَدٌ — وَلَا يَطُوْفُ بِهٖ مِنْ بَيْنِهِمْ رَجُلٌ

(۳) مَا بَالُ ذِكْرِكَ مَنْسِيًّا وَّ مُطَّرَحًا — وَكُلُّهُمْ بِاقْتِسَامِ الْمَالِ قَدْ شَغَلُوْا

(۴) مَا بَالَ قَصْرِكَ وَحْشًا لَا اَنِيْسَ بِهٖ — يَغْشَاكَ مِنْ كَنِفَيْهِ الرَّوْعُ وَالْوَهَلُ

(۵) لَا تُنْكِرَنْ فَمَا دَامَتْ عَلٰى مَلِكٍ — اِلَّا اَنَاخَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ وَالْوَجَلُ

(۶) وَكَيْفَ يَرْجُو دَوَامَ الْعَيْشِ مُتَّصِلًا — وَرُوْحُهٗ بِحِبَالِ الْمَوْتِ مُتَّصِلُ

(۷) وَجِسْمُهٗ لِبُنَيَّاتِ الرَّدٰى عَرَضٌ — وَمُلْكُهٗ زَائِلٌ عَنْهُ وَمُنْتَقِلُ

☆قبح: برا ہے۔ ☆قبرك: تیری قبر۔ ☆لا يطوف: نہ وہ گھومتا ہے۔ ☆رجل: شخص، کوئی شخص۔ ☆با اقتسام المال: مال تقسیم کرنے میں۔ ☆قصرك: تیرا محل۔ ☆الا انيس: کوئی دوست۔ ☆يغشاك: مجھے گھیر لیتا ہے۔ ☆لا تنكرن: تو منکر ہرگز نہ ہو۔

مطلب:

(۱) ان لوگوں نے بھی تمہاری مدد نہ کی اور نہ ہی عزیز و اقارب کوئی غمخواری کر سکے۔ بلکہ تمہیں موت کے حوالے کر کے انہوں نے کتنا برا کام کیا۔

(۲) تمہاری قبر کا کیا حال ہے کہ کوئی بھی تمہاری قبر کے قریب بھی نہیں آتا ان میں سے کوئی بھی تیری قبر کی طرف گھومنے پھرنے بھی نہیں آتا۔

(فائدہ) یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کی قبور کے احوال بیان کئے ہیں جب کہ اللہ والوں کی قبور کے احوال ملاحظہ کرنے ہوں تو اولیائے کرام کے مزارات پُر انوار پر جا کر دیکھے کہ کیسے شب و روز وہاں قرآن خوانی اور عبادت کی جاتی ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بزرگانِ دین کے مزارات پر ہم

چلانے والوں نے اپنی حسرتیں چلا کر بھی پوری کر لیں، بے گناہوں کو خون میں لت پت دیکھ کر خوشیاں بھی منالیں مگر پھر بھی بزرگانِ دین کے مزارات آج بھی دیکھئے کہ کتنے لوگ وہاں فاتحہ خوانی اور دُعا کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں عام لوگوں کا حال بیان کیا ہے۔

(۳) تمہارے ذکر کا کیا حال ہے۔ تمہارا تذکرہ اب کوئی بھی نہیں کرتا بلکہ چھوڑ دیا گیا تیرے ورثاء تیرا جمع کردہ مال تقسیم کر رہے ہیں۔

(۴) تمہارے قصر (محل) کا کیا حال ہے بالکل ہی سنسان اور ویران ہو چکا ہے۔ تیرا کوئی دوست وہاں نہیں رہا۔ اس کے ارد گرد دیکھ کر اب مجھے خوف و ہراس گھیر لیتا ہے۔

(۵) اس بات کا انکار نہ کر کیونکہ دنیا کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے پاس بھی ہمیشہ نہیں رہتی۔ مگر ان پہ موت اور خوف کا غلبہ ہو گیا ہے۔

(۶) پس وہ متواتر ہمیشہ کی زندگی کی توقع کیسے کر سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس کی موت روح کی رسی کے ساتھ باندھ دی گئی ہے۔

(۷) ہلاکت کے تیروں کے نشانے پہ اس کا جسم ہے اور اس کا ملک ختم ہونے والا ہے اور کسی اور کو منتقل ہونے والا ہے۔ ہمیشہ کسی کے پاس نہیں رہنا۔

فائدہ:

جب موت وارد ہوتی ہے تو کوئی بھی عزیز و اقارب میں سے موت کا مقابلہ کرنے کے لیے سامنے نہیں آتا۔ اس وقت کوئی بھی عزیز غمخواری نہیں کرتا کہ کہے اس کی جگہ میں مرنے کو تیار ہوں بلکہ بھی تجھے موت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ان کا یہ فعل کتنا برا ہے (گویا آپ کے اس شعر کا ایک مطلب یہ بھی بنتا ہے کہ جب تک تجھے زندگی میسر ہے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر کہ تیری جگہ کسی نے بھی نہیں مرنا اس لیے مرنے کی خود تیاری کر اس سلسلے میں اعمال صالح اختیار کر۔ عزیز و اقارب کی خاطر اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کر، عزیز و اقارب کی خاطر دولت دنیا کے حصول میں گناہوں کی دلدل میں نہ دھنستا جا۔ رشوت ستانی، ڈاکہ زنی، قتل و غارت گردی، دہشت گردی وغیرہ کا بازار گرم نہ کر کہ جس کا خمیازہ تو تجھے بھگتنا پڑے اور اس طرح جمع کی گئی دولت سے فائدہ تیرے عزیز و اقارب اٹھائیں اور موت کے وقت وہی عزیز و اقارب تیری ذرہ بھر بھی مدد نہ کر سکیں۔ بلکہ تجھے موت کے حوالے کر دیں۔

قبر کے پاس کوئی نہیں آتا:

مرنے والا اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتا ہے زخم تازہ تازہ ہونے کی بنا پر چند دن تو فوت شدہ عزیز یاد رکھتا ہے مگر جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں۔ بندہ دنیوی امور میں مشغول ہوتا ہے تو مرنے والا بھولتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ تمہاری قبر کے قریب بھی کوئی نہیں پھٹکتا۔ تمہارا ذکر بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتا چلا جاتا ہے۔ تمہارا چھوڑا ہوا مال اسباب سب کچھ تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ نہ جانے کیسے کیسے مشکلات میں مبتلا ہو کر دولت اکٹھی کی اور محل تیار کیے تمہارے بعد کسی نے اس کی صحیح نگہداشت نہ کی، وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ کیا خوب کسی شاعر نے بیان کیا ہے کہ:

اجڑے نیں محل تے سجیاں نے گلیاں ۔ جدوں دیاں مالکاں نے قبراں جا ملیاں
رہنا تیری یاد وچہ قبر دا نشان اوئے سدا نئیں رہنا ایتھے کے انسان اوئے
بندیا جہان اتے کریں نہ گمان اوئے

موت کا خوف:

بڑے بڑے بادشاہ بھی موت کی وادی میں جانے سے ڈرتے ہیں۔ موت اور موت سے متعلقہ امور سے انکار نہ کرو کیونکہ دنیا و مافیہا یعنی دنیا اور دنیا کا ساز و سامان ہمیشہ کسی کے پاس نہیں رہتا موت کا خوف ان پہ مسلط رہتا ہے۔ بندہ تو یہ چاہتا ہے کہ میں کبھی موت کا شکار نہ بنوں بلکہ موت سے ہمیشہ محفوظ رہوں حالانکہ اس کی روح آزاد نہیں ہوتی بلکہ موت کی رسی سے بندھی ہوئی ہے۔ اس کا جسم بھی محفوظ نہیں بلکہ ہلاکت کے تیروں کے نشانہ پہ ہے جب موت کا وقت آ گیا تو آنا فانا چلتا بنے گا ملک بھی زوال پذیر ہے ہمیشہ اس کی ملکیت میں نہیں رہنا یہ بھی منتقل ہو جائے گا۔

مختلف حالات زمانہ

(۱) اَلَا هَلْ اِلٰی طُوْلِ الْحَیٰوةِ سَبِیْلُ وَاَنّٰی وَهٰذَا الْمَوْتُ لَیْسَ یَحُوْلُ
(۲) وَاِنِّیْ وَاِنْ اَصْبَحْتُ بِالْمَوْتِ مُوْقِنًا فَلِیْ اَمَلٌ مِّنْ دُوْنِ ذَاكَ طَوِیْلُ
(۳) وَلِلدَّهْرِ اَلْوَانٌ تَرُوْحُ وَتَغْتَدِیْ وَاِنَّ نُفُوْسًا بَیْنَهُنَّ تَسِیْلُ
(۴) وَمَنْزِلُ حَقٍّ لَّا مُعَرَّجَ دُوْنَهٗ لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهَا اِلَیْهِ سَبِیْلُ
(۵) قَطَعْتُ بِاَیَّامِ التَّعَزُّزِ ذِكْرَهٗ وَكُلِّ عَزِیْزٍ مَّا هُنَاكَ ذَلِیْلُ
(۶) اَرٰی عِلَلَ الدُّنْیَا عَلَیَّ كَثِیْرَةً وَصَاحِبُهَا حَتَّی الْمَمَاتِ عَلِیْلُ
(۷) وَاِنِّیْ لَمُشْتَاقٌ اِلٰی مَنْ اُحِبُّهٗ فَهَلْ لِیْ اِلٰی مَنْ قَدْهُوِیْتُ سَبِیْلُ
(۸) وَاِنِّیْ وَاِنْ شَطَّتْ بِیَ الدَّارُ نَازِهًا وَقَدْ مَاتَ قَبْلِیْ بِالْفِرَاقِ جَمِیْلُ
(۹) فَقَدْ قَالَ فِی الْاَمْثَالِ فِی الْبَیْنِ قَائِلٌ اُضَرِّبُهَا یَوْمَ الْفِرَاقِ رَحِیْلُ

☆طول الحیوة: لمبی زندگی، زیادہ زندگی۔☆سبیل: طریقہ، راستہ، تدبیر، صورت، وسیلہ وغیرہ۔☆موقنا: مجھے یقین ہے۔☆امل: امید۔☆دھر: زمانہ، الوان، رنگ مراد طرح طرح کے حالات، مختلف قسم کے حالات۔☆نفوسا: نفس کی جمع مگر یہاں خون مراد ہے۔☆منزل: سرائے، پڑاؤ، ایک دن کا سفر، مرحلہ، مکان کا ایک درجہ وغیرہ۔☆قطعت: میں نے کاٹا، میں نے گزارہ۔☆عزیز: پیارا، محبوب، دل پسند، لائق، قابل عزت، رشتہ دار قریبی یار، دوست وغیرہ۔☆علل الدنیا: دنیا

کی مصیبتیں۔☆علیل: مریض، دکھی، بیمار، روگی، مصیبت زدہ۔☆مشتاق: نہایت عشق رکھنے والا، بہت چاہنے والا۔☆شائق: خواہشمند، منتظر۔☆الدار: گھر۔☆امثال: مثل کی جمع، کہاوتیں، ہم صورت، ہم شکل۔☆یوم الفراق: جدائی کے دن۔

مطلب:

(۱) خبردار سنیے! کیا زیادہ زندگی (کے حاصل کرنے) کا کوئی طریقہ یا راستہ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ موت تو نہیں رکتی۔ موت نے تو ہر حال میں رنگ میں بھنگ ڈالنی ہی ہے۔

(۲) اور بے شک مجھے موت کا کامل یقین ہے مگر پھر بھی اس کے علاوہ کی امید ہے۔

(۳) اور (اس) زمانہ میں مختلف قسم کے احوال سے صبح وشام واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ان میں خون کی ترسیل جاری رہتی ہے۔

(۴) اور ایک ٹھکانہ حق ہے اس کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں وہی ہر انسان کا راستہ ہے۔ ہر انسان نے وہاں پہنچنا ہے۔

(۵) میں نے ایسے دن گزارے ہیں جنہیں یاد کرنا مجھے محبوب ہے اور ان میں کوئی بھی عزیز ذلیل نہیں تھا۔

(۶) میں دنیوی مصائب وآلام کو بکثرت اپنے اوپر پاتا ہوں موت تک دنیادار مصیبتوں میں مبتلا رہتا ہے۔

(۷) مجھے اپنے محبوب کا اشتیاق ہے پس تحقیق کیا میرے محبوب تک پہنچنے کا کوئی راستہ یا طریقہ ہے۔ یعنی کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ اس پہ چلتے چلتے میں اپنے محبوب تک پہنچ جاؤں یا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ میں اسے اپناتے ہوئے اپنے محبوب تک پہنچ سکوں۔

(۸) بے شک مجھے اسی گھر نے ایک ایک پاک دامن محبوب سے الگ کر دیا ہے مگر اس بات کی وجہ سے مجھے کوئی خیر خواہی نہیں کیونکہ اس سے بھی پہلے ایک بڑا صاحب کمال جدائی کی وجہ سے خدا حافظ کہہ چکا ہے۔ مدنی تاجدار رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بالکل کمال بھی ہو گیا۔

(۹) پس تحقیق جاننے والے نے جدائی کی مثال بیان کر دی ہے فراق کے دن میں بھی انہیں مثال کے طور پر بیان کروں گا۔

ہمیشہ زندہ رہنا ناممکن:

آپ اس حقیقت کو واضح بیان فرما رہے ہیں کہ کسی بھی چیز کا ظاہری زندگی کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ اور فاتح رہنا ناممکن ہے کل نفس ذائقۃ الموت قرآن مجید میں آیت کریمہ ہے۔ خبردار سنو! ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں رہنی اور جو زندگی ملنی ہے اس سے بھی زیادہ کی امید نہ رکھ کوئی طریقہ یا راستہ ایسا نہیں کہ جب موت آجائے تو تجھے کوئی رعایت حاصل ہو سکے۔ موت کا کامل یقین بھی رکھتا ہے کہ مگر اس کے باوجود اس کے علاوہ کی امید بھی رکھتا ہے۔ یہ کیسی امید ہے جو کبھی پوری نہ ہوگی۔ یہ امید نہیں بلکہ خود فریبی ہے۔ لہٰذا حقیقت سمجھنے کی کوشش کر۔

(۱) لِكُلِّ الْاِجْتِمَاعِ مِّنْ خَلِيْلَيْنِ فُرْقَةٌ ــ وَكُلُّ الَّذِىْ دُوْنَ الْفِرَاقِ قَلِيْلٌ

(۲) وَاِنَّ افْتِقَادِىْ فَاطِمًا بَعْدَ اَحْمَدَ ــ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنْ لَّا يَدُوْمَ خَلِيْلٌ

(۳) وَكَيْفَ هُنَاكَ الْعَيْشُ مِنْ بَعْدِ فَقْدِهِمْ ــ لَعَمْرُ شَىْءٌ مَّا اِلَيْهِ سَبِيْلٌ

(۴) سَيُعْرَضُ عَنْ ذِكْرِيْ وَ تُنْسٰى مَوَدَّتِيْ — وَ يَظْهَرُ بَعْدِيْ لِلْخَلِيْلِ عَدِيْلٌ
(۵) وَلَيْسَ خَلِيْلِيْ بِالْمَلُوْلِ وَلَا الَّذِيْ — اِذَا غِبْتُ يَرْضَاهُ سِوَايَ بَدِيْلٌ
(۶) وَلٰكِنَّ خَلِيْلِيْ مَنْ يَّدُوْمُ وِصَالُهٗ — وَيَحْفَظُ سِرِّيْ قَلْبُهٗ وَدَخِيْلٌ
(۷) اِذَا انْقَطَعَتْ يَوْمًا مِّنَ الْعَيْشِ مُدَّتِيْ — فَاِنَّ بُكَآءَ الْبَاكِيَاتِ قَلِيْلٌ
(۸) يُرِيْدُ الْفَتٰى اَنْ لَّا يَمُوْتَ حَبِيْبُهٗ — وَلَيْسَ اِلٰى مَا يَبْتَغِيْهِ سَبِيْلٌ
(۹) وَلَيْسَ جَلِيْلًا رُزْءُ مَالٍ وَّ فَقْدُهٗ — وَلٰكِنَّ رُزْءَ الْاَكْرَمِيْنَ جَلِيْلٌ
(۱۰) لِذٰلِكَ جَنْبِيْ لَا يُؤَاتِيْهِ مَضْجَعٌ — وَفِي الْقَلْبِ مِنْ حَرِّ الْفِرَاقِ غَلِيْلٌ

☆خليلين: تثنیہ، دوخلیل، دودوست۔☆فِرقَةٌ: جدائی۔☆دون الفراق: جدائی کے علاوہ۔☆لایدوم: بقا نہیں۔☆لعمرك: تیری عمر کی قسم، یعنی تیری جان کی قسم۔☆یظهر: ظاہر ہو جائے گا مراد پیدا ہو جائے گا۔☆لیس خلیلی: میرا دوست نہیں۔☆وصال: صحبت ملنا، ملاقات، انسان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات، مرجانا، انتقال کر جانا، اصطلاح تصوف وحدت میں فنا ہو جانا۔☆سری: میرا راز۔☆انقطعت: کٹ جائے، گزر جائے، منقطع ہو جائے۔☆یرید الفتی: انسان چاہتا ہے۔ ☆لایموت: نہ میرے۔☆جلیل: بڑا، بزرگ، اعلیٰ، افضل، اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام وغیرہ مگر یہاں بڑا سخت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔☆حر الفراق: جدائی کی آگ، جدائی کی سوزش۔

مطلب:

(۱) دو دوستوں کے اکٹھا ہونے میں جدائی لازمی امر ہے سوائے فراق یعنی جدائی کے علاوہ ہر چیز قلیل ہے۔

(۲) مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا میرا گنوا دینا دلیل ہے کہ دوام کسی دوست کو نہیں۔

(۳) ان کے وصال با کمال کے بعد زندگی کس طرح ممکن ہے تیری جان کی قسم! یہ ایسی بات ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

(۴) عنقریب میری یاد سے غفلت ہوتی جائے گی اور میری یاد سے بھولنا اور میری دوستی بھی بھولتی جائے گی اور میرے بعد ایسا ہی اور دوست پیدا ہو جائے گا۔

(۵) میری علیحدگی سے افسردہ ہونے والا میرا دوست نہیں میری عدم موجودگی میں دوسروں کے ساتھ خوش رہنے والا بھی میرا دوست نہیں۔

(۶) مگر میرا دوست تو وہ ہے جس سے میرا تعلق ہمیشہ برقرار رہے یعنی یہ تعلق سامنے یا عدم موجودگی کسی حال میں بھی منقطع نہ ہو اور وہ میرے راز کی حفاظت کرنے والا میرا شریک ہو۔

(۷) جب میری حیات مستعار کا جب ایک دن گزر جائے گا پس رونے والوں کے رونے میں کچھ کمی آ جائے گی۔

(۸) انسان چاہتا ہے کہ اس کا محبوب فوت نہ ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی یہ خواہش پوری ہونے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔
(۹) مال کا زیاں کوئی اتنا بڑا معاملہ نہیں ہے مگر اچھے انسانوں کی مصیبت بڑی سخت ہوتی ہے۔
(۱۰) اسی لیے میرے پہلو کو بستر پہ بھی آرام و سکون حاصل نہیں ہوتا کیونکہ میرے قلب میں فراق کی جلن کی شدت ہے۔

☆☆☆

جوانی گئی بڑھاپا آیا

(۱) فَـاَهْلاً وَّ سَهْلاً بِـضَيْفٍ نَّـزَلْ ۔۔۔ وَاسْتَـوْدَعُ اللّٰـهَ اِلْفًـا رَّحَلْ
(۲) تَـوَلَّـى الشَّبَـابُ كَـاَنْ لَّمْ يَكُنْ ۔۔۔ وَحَلَّ الْمَشِيْـبُ كَـاَنْ لَّمْ يَزَلْ
(۳) كَـاَنَّ الْـمَشِيْـبُ كَـصُبْـحٍ بَـدَا ۔۔۔ وَاَمَّـا الشَّبَـابُ كَبَـدْرٍ اَفَـلْ
(۴) سَقَـى اللّٰـهُ ذَاكَ وَهٰـذَا مَعًـا ۔۔۔ فَـنِعْمَ الْـمَوْلٰـى وَنِعْمَ الْبَـدَلْ

☆اھلاً و سھلاً: آنا مبارک، خوش آمدید۔☆ضیف: مہمان۔☆واستودع اللّٰہ: جانے والا اللہ تعالیٰ کے سپرد۔
☆تَوَلّٰی المشباب: جوانی گئی۔☆صبح بدا: صبح نمودار ہوئی، صبح ظاہر ہوئی۔☆سقی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ سیراب کرے۔☆
مولٰی: دوست۔

مطلب:

(۱) پس آنے والے مہمان کو خوش آمدید اس کا آنا مبارک ہے اور جانے والا دوست اللہ تعالیٰ کے سپرد۔
(۲) جوانی یوں چلی گئی ہے جیسے جوانی آئی بھی نہیں تھی بڑھاپا آیا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ہمیشہ سے ہی ہے۔
(۳) بڑھاپے کا آنا جیسے صبح ظاہر ہوئی مگر جوانی جیسے چودھویں رات کا چاند جو ڈوب گیا۔
(۴) اللہ تعالیٰ اسے اور اسے ان دونوں کو سیراب کرے پس بہترین دوست اور بہترین بدلہ ہے۔

فائدہ:

آنے والے مہمان سے مراد بڑھاپا ہے اور جانے والے دوست سے مراد جوانی ہے آپ بیان فرما رہے ہیں کہ جانے والا دوست اللہ تعالیٰ کے حوالے اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اس میں جیسے بھی احوال سے سامنا کرنا پڑا بہر حال وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں جو کمیاں، کوتاہیاں ہوئیں حق تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے اور معاف فرمائے آنے والے مہمان کا قدم مبارک یعنی بڑھاپے کا آنا خوش آئند ہے اللہ کرے میرا بڑھاپا جیسے موجودہ احوال ہیں بڑھاپا میرے لیے مبارک ہے اس میں جتنا بھی ممکن ہوا برائیوں سے بچنے کا موقع ہے کوشش کروں گا کہ مبارک ہی ہو۔ گویا آپ سبق دے رہے ہیں کہ جو کچھ ہو گیا اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے بیتے ہوئے ایام میں جو کوتاہیاں ہوئیں یا گناہوں کی دلدل میں بیتے ہوئے ایام کے سلسلے میں بارگاہ حق میں توبہ تائب ہوں۔

گزرے ہوئے دور میں ہونے والی خطاؤں کے سلسلے میں بارگاہ حق میں معافی کے خواستگار ہوں اور آئندہ زندگی چونکہ آخری دور کی زندگی ہے مزید زندگی کی توقع نہیں اس لیے خصوصاً سنبھل سنبھل کر زندگی گزارنے کی کوشش کریں تاکہ یہ دور مبارک ثابت ہو۔

جوانی گئی بڑھاپا آیا:

جوانی گزر گئی ہے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے جوانی کبھی آئی ہی نہ تھی اور بڑھاپا آیا ہے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ہمیشہ سے میری یہی حالت ہے اسی طرح ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوانی اور بڑھاپے کے متعلق حقائق بیان کیے ہیں۔ آخر میں بیان فرمایا ہے کہ جوانی میرے لیے بہترین دوست تھی کیونکہ جو امور سرانجام دینے کی سوچ پیدا ہوا کرتی تھی پر جوش طبیعت حاصل تھی پر جوش جذبات تھے طاقت اپنے عروج پر تھی مشکل سے مشکل کام کا کرنا بھی آسان تھا مگر وہ دور تو گزر گیا اب اس کے بدلے میں بڑھاپے سے واسطہ پیدا ہوا ہے مگر یہ بھی بہترین بدل ہے۔ بڑھاپے کے متعلق قدرے تفصیلات الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف فیضان الفرید میں ملاحظہ فرمائیے۔

عقل مند کے لیے بڑھاپا ایک سبق

اگر کوئی شخص عذاب الٰہی سے نجات چاہتا ہے اور اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ شاید دنیا پر اطاعت الٰہی میں صبر کرے اور معصیت اور خواہشات دنیا سے اجتناب کرے کیونکہ جنت کو شدائد و مصائب نے اور جہنم کو خواہشات نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عربی اشعار کا ترجمہ:

(۱) عقل مند کے لیے بڑھاپا ایک سبق ہے جب اس کے آثار چہروں پر ہوتے ہیں تو وہ اسے بچپن جیسی باتوں سے منع کرتا ہے۔

(۲) میں دیکھتا ہوں آدمی اس وقت بھی عیش کی امید کرتا ہے جب کھیتی کا پودا سبزے کے بعد پیلا پڑ جاتا ہے۔

(۳) برے دوست کے میل ملاپ سے بچ اور اگر اس سے بچنے کی صورت نہ ہو تو پھر اپنے گھر میں رہ۔

(۴) ساتھی کے نزدیک ہو اور اس کے ساتھ جھگڑنے سے ڈر، تب تو اس کی خالص دوستی پالے گا۔

(۵) ایسے کریم النفس محترم کا پڑوس تلاش کر جس کی ہمسائیگی میں تجھے بلندی ملے۔

(۶) نااہل کے ساتھ بھلائی کرنے والا اس کا صلہ سمندر کی تہہ میں تلاش کرے۔

اللہ تعالیٰ کی جنت آسمانوں کی چوڑائی میں ہے مگر وہ مشکلات میں محفوظ ہے۔ (تنبیہ الغافلین حصہ اول ص ۷۹)

☆☆☆

عقلمند اور جاہل کا فرق

(۱)	تَمَثَّلَ ذُوا الْعَقْلِ فِیْ نَفْسِہٖ	مَصَآئِبَہٗ قَبْلَ اَنْ تَنْزِلَا
(۲)	فَاِنْ نَّزَلَتْ بَغْتَۃً لَمْ یَرُعْ	لِمَا کَانَ فِیْ نَفْسِہٖ مَثَّلَا
(۳)	رَاَی الْاَمْرَ یُفْضِیْ اِلٰی اٰخِرٍ	فَصَیَّرَ اٰخِرَہٗ اَوَّلَا
(۴)	وَذَا الْجَھْلِ یَا مَنْ اَیَّامَہٗ	وَیَنْسٰی مَصَارِعَ مَنْ قَدْ خَلَا
(۵)	فَاِنْ بَدَھَتْہُ صُرُوْفُ الزَّمَانِ	بِبَعْضِ مَصَآئِبِہٖ اَعْوَلَا
(۶)	وَلَوْقَدَّمَ الْحَزْمَ فِیْ نَفْسِہٖ	لَعَلَّمَہُ الصَّبْرُ عِنْدَ الْبَلَا

☆ذوالعقل: عقلمند۔☆فی نفسه: اپنے خیال میں۔☆مصائب: مصیبتیں، تکلیفیں، آفتیں، بلائیں، مصیبت کی جمع۔☆نزلت: اتری، آگئی، آپڑی۔☆ینسٰی: غافل رہتا ہے۔☆زمان: زمانہ۔☆قَدَّمَ الحزم: پہلے ہشیار رہنا۔

مطلب:

(۱) عقلمند مصائب کے آنے سے پہلے ہی اپنے خیالات میں رکھتے ہیں یعنی ان سے نپٹنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

(۲) پس بے شک مصیبت کے اچانک آنے پر ڈر نہیں جاتے کیونکہ وہ پہلے ہی اپنے دل میں اس کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

(۳) ہر معاملے کو انتہا تک سوچ لیتے ہیں جیسے انہیں اول تا آخر سب کچھ (پہلے ہی) معلوم ہوتا ہے۔

(۴) جبکہ جاہل اپنے لیل ونہار سے مامون رہتا ہے تحقیق وہ سابقہ لوگوں کی مصیبتوں کے مواقع سے غفلت اختیار کیے رکھتا ہے۔

(۵) پس اگر زمانے کی گردش اپنی بعض مصیبتیں اچانک اس پہ لائے تو وہ بے اختیار چیخ اٹھے گا۔

(۶) اور اگر پہلے ہی اپنے دل میں (آنے والی مصیبتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے) ہوشیار رہتا تو اس کی یہ ہوشیاری اسے مصیبت کے آنے پر صبر و برداشت سکھاتی۔

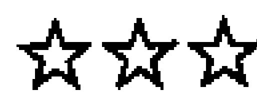
فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عقلمند اور جاہل بے وقوف کا فرق بیان کرتے ہوئے ان کے کردار کی ایک جھلک بیان کی ہے آپ نے بیان فرمایا ہے کہ عقلمند انسان مصائب وآلام سے گھبراتا نہیں بلکہ مزید ہوشیار ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مصائب وآلام سے کبھی غافل نہیں ہوتا بلکہ مصائب وآلام سے نپٹنے کے لیے پہلے سے ہی منصوبہ بندی کر لیتا ہے اس طرح وہ مصیبت پہ مصیبت کا شکار نہیں ہوتا اور نہ ہی پریشان ہوتا ہے کیونکہ اچانک مصیبت آنے کے باعث پریشانی انسان کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں عقلمند ہر معاملے کے انجام کے متعلق ہر لحاظ سے خوب غور وفکر کر لیتا ہے کہ اگر حالات موافق رہے تو کیا ہوگا اور اگر

حالات ناموافقت اختیار کر گئے تو کیسے حالات سے دو چار ہونا پڑے گا اگر خدانخواستہ ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑ گیا تو ان حالات میں میرا ردِعمل کیسا ہونا چاہیے جو مجھے کم سے کم تکلیف میں مبتلا ہونا پڑے۔

جاهل:

جاہل اپنے ظاہر پہ نظر رکھتا ہے وہ دوراندیش نہیں ہوتا اور نہ ہی آئندہ کا لائحہ عمل سوچتا ہے جب اچانک پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اسی پریشانی کی وجہ سے بنے بنائے کام بھی بگاڑ بیٹھتا ہے جو اس کے لیے مصیبت پہ مصیبت ثابت ہوتی ہے انتہائی نقصان سے دو چار ہوتا ہے۔ حوادث زمانہ کا شکار ہوتے ہی چیخنے چلانے لگتا ہے بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے کیونکہ ایسا شخص حوادث کا سامنا نہیں کرسکتا اور نہ ہی حوادث کا مقابلہ کرسکتا ہے ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ مگر جو انسان پہلے سے اس سلسلے میں لائحہ عمل تیار کر لیتا ہے اسے اس کی ہوشیاری مصیبت کے وقت صبر اختیار کرنے کی طرف راغب کرتی ہے مصیبت پہ صبر کرنے سے رب کائنات کی معیت ہوتی ہے جو تکلیف میں کمی کا سبب ہے۔



بخل اور جھوٹے وعدے کی مذمت، علم اور عقل سلیم دونوں ضروری

(۱) اِذَا اجْتَمَعَ الْاٰفَاتُ فَالْبُخْلُ شَرُّهَا ۔۔۔ وَشَرٌّ مِّنَ الْبُخْلِ الْمَوَاعِيْدُ وَالْمَطَلُ

(۲) وَلَا خَيْرَ فِيْ وَعْدٍ اِذَا كَانَ كَاذِبًا ۔۔۔ وَلَا خَيْرَ فِيْ قَوْلٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِعْلٌ

(۳) اِذَا كُنْتَ ذَاعِلْمٍ وَّلَمْ تَكُ عَاقِلًا ۔۔۔ فَاَنْتَ كَذِيْ نَعْلٍ وَّلَيْسَ لَهٗ رِجْلٌ

(۴) وَاِنْ كُنْتَ ذَا عَقْلٍ وَّلَمْ تَكُ عَالِمًا ۔۔۔ فَاَنْتَ كَذِيْ رِجْلٍ وَّلَيْسَ لَهٗ نَعْلٌ

(۵) اَلَا اِنَّمَا الْاِنْسَانُ غِمْدٌ لِّعَقْلِهٖ ۔۔۔ وَلَا خَيْرَ فِيْ غِمْدٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ نَصْلٌ

☆شر: بدی، برائی، جھگڑا، فساد، خرابی وغیرہ۔ ☆بخل: طمع، حرص، کنجوسی، تنگ دل۔ ☆مواعید: وعدے۔ ☆کاذباً: جھوٹا۔ ☆فعل: عمل۔ ☆ذاعلم: علم والے۔ ☆نعل: جوتا۔

مطلب:

(۱) جب بے شمار آفات یکجا ہو جائیں تو ان تمام میں سے کنجوسی سب سے بری آفت ہے اور کنجوسی سے بھی بڑی مصیبت جھوٹے وعدے کرنا اور محض ٹال مٹول سے کام لینا ہے۔

(۲) جھوٹے وعدے میں کوئی بھلائی نہیں کوئی فائدہ نہیں (بلکہ انتہائی نقصان دہ معاملہ ہے) بغیر عمل کے قول میں بھی کوئی بھلائی نہیں۔

(۳) جب علم والے ہو مگر عقلمند نہ ہو تو ایسی حالت میں تمہاری مثال اس شخص جیسی ہے کہ جس کے پاس جوتا تو ہو مگر پاؤں نہ ہو۔

(۴) اور عقل ہو اور وہ عالم نہ ہو تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جس کے پاس پاؤں تو ہو مگر جوتا نہ ہو۔
(۵) خبردار! بے شک انسان عقل کے لیے غلاف ہے تلوار کے بغیر غلاف میں کوئی بھلائی نہیں۔

☆☆☆

علم و دانش کے لیے محنت ضروری

(۱) لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ يُحْصَلُ بِالْمُنٰى   مَا كَانَ يَبْقٰى فِى الْبَرِيَّةِ جَاهِلٌ
(۲) اِجْهَدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا   فَنَدَامَةُ الْعُقْبٰى لِمَنْ يَّتَكَاسَلُ

☆يُحَصَّل: حاصل ہوتا۔ ☆بالْمُنٰى: تمنا کے ساتھ، صرف آرزو کرنے سے یا صرف خواہش کرنے سے۔ ☆يبقى: باقی رہتا۔ ☆اِجْهَدْ: کوشش کیجیے۔ ☆لاتكسل: سست نہ ہو جاؤ۔ ☆ندامة: شرمندگی، پشیمانی، خجالت، پچھتاوا، تاسف، خفت۔ ☆عقبٰى: آخر میں، آخرت، عاقبت۔ ☆يتكاسل: کاہل ہوگا، جو سستی کرے گا، جو کام چوری اختیار کرے گا، آرام طلبی کرے گا۔

مطلب:

(۱) اگر علم صرف خواہش کرنے سے ہی حاصل ہو جایا کرتا تو مخلوق میں کوئی بھی جاہل نہ رہتا۔
(۲) (علم کے حاصل کرنے میں) کوشش جاری رکھو سستی اور غفلت اختیار نہ کیجیے کیونکہ بالآخر سستی کے مارے کو ہی شرمندگی ہوگی۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ علم صرف خواہش کرنے سے حاصل نہیں ہوتا کہ بندہ علم کے حاصل ہونے کی خواہش کرے تو اس بندے کو علم حاصل ہو جائے ایسا ہرگز نہیں۔ اسی طرح علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ علم کے حصول کے سلسلے میں محنت ضروری ہے اگر محنت کی جائے تو علم حاصل ہوتا اور اگر محنت اور طلب کے سلسلے میں کوشش نہ کی جائے تو علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ اگر کوشش نہ کی جائے تو پھر بندہ جاہل رہ جاتا ہے علم حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے علم حاصل کرنے کے لیے کوشش جاری رکھو علم کے حاصل کرنے کے سلسلے میں سستی اور غفلت اختیار نہ کیجیے کیونکہ اس سلسلے میں اگر کاہلی اور سستی سے کام لیا تو ندامت حاصل ہوگی علم حاصل نہیں ہوگا اگر علم حاصل کرنا چاہتے تو پھر سستی اور کاہلی چھوڑ کر علم حاصل کرنے کے سلسلے میں کوشش اور محنت کرو۔ اگر اس سلسلے میں کوشش کی اور محنت کی تو ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا۔ ورنہ جہالت اور ندامت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

علم حاصل کرنے کے فضائل:

وَعَنْ اَبِى الدرداء قَالَ سُئِلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِيْ اِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيْهًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِیْهًا وَّ کُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَافِعًا وَّشَهِیْدًا○ (مشکوۃ شریف کتاب العلم دیث نمبر ۲۴۰)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ علم کی نہایت اور مرتبہ کون سا ہے جس پر پہنچ کر مرد فقیہ کہلاتا اور فقہاء کے زمرے میں شامل ہوتا اور ان کا ثواب پاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جو دین سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرے اور لوگوں تک پہنچائے اللہ قیامت کے دن اسے گروہ فقہاء میں اٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کے گناہوں کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان و اطاعت کی گواہی دوں گا۔

فائدہ:

اسی حدیث کی بناء پر سلف وخلف اکابر علماء کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار بننے اور آپ کو گواہ بنانے کے لیے اربعینات (چالیس احادیث) جمع کیں۔ ہر ایک نے دین کے کسی ایک پہلو سے متعلق چہل احادیث جمع کیں اور اس فقیر حقیر (حضرت شیخ عبدالحق محدث مجموعہ تالیف کیا ہے۔ علم حدیث کی خدمت وتدریس کے بعد سب سے پہلے جس تالیف کی مجھے توفیق عطا ہوئی وہ اربعین ہے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۵۱۸۔۵۱۷)

الحمدللہ الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی نے بھی احادیث مبارکہ کے سلسلے میں جو کام سب سے پہلے کیا وہ بھی مختصر اربعین ہی ہے مختصر اربعین لکھ کر اسے کمپوز کروا کے الحمدللہ فوٹوسٹیٹ کی شکل میں تقریباً سو کاپیاں بنوا کر تقسیم کروائیں بعد میں وہی اربعین فیضان حضرت اویس قرنی میں اشاعت کے لیے بھیج دی ہیں۔ حیات الفرید میں بھی مختلف احادیث کا ایک مجموعہ درج کر دیا ہے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین ثم آمین

علم کی تلاش میں چلنے کا اجر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مومن کی دنیوی پریشانیوں میں ایک پریشانی دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی اخروی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کرے گا۔ اور جس نے تنگدستی میں مبتلا انسان کے لیے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانی مہیا کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی امداد کرنے میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اور جو شخص کسی راہ میں علم کی تلاش میں چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور کوئی قوم و جماعت کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت اور آپس میں اس کے درس و تکرار میں مصروف نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ ان پر سکینہ (اطمینان قلب) نازل فرماتا ہے اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے ملائکہ مقربین میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے دھکیل دیا تو اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔ (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف کتاب العلم حدیث نمبر ۱۹۳)

علم کے لیے نکلنے کا اجر:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَافِيْ سَبِيْلِ اللّٰه حَتّٰى يَرْجِعُ۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم، رواہ الترمذی والدارمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو طلب علم کے لیے نکلا وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔

فائدہ:

یعنی وہ گھر واپس پہنچنے تک راہ خدا میں نکلنے کا ثواب پائے گا جس طرح وہ شخص جو جہاد کفار کے لیے گھر سے نکلتا ہے اور راہ خدا میں شمار ہوتا ہے اسی طرح حج کے لیے بھی کہا گیا ہے اگر کوئی شخص یہاں یہ سوال کرے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھر واپس پہنچنے پر ثواب کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ راہ خدا میں نکلنے کا ثواب تو پورا ہو گیا اس کے بعد دوسروں کو تعلیم دینے اور ان کی تکمیل کرنے کا ثواب شروع ہو گیا۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۵۰۰)

گزشتہ گناہوں کا کفارہ:

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه صَلِّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى

(رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی ہذا حدیث ضعیف الاسناد وابوداؤد والترمذی ضعف مشکوٰۃ شریف کتاب العلم حدیث نمبر ۲۰۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ علم تلاش کرتا ہے اس کی یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتی ہے۔

علم حاصل کرنے کے دوران موت آنے کی فضیلت:

حضرت حسن سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اسلام کو قوی اور مضبوط کرنے کی نیت سے علم کی طلب میں مصروف تھا اور اسی طلب میں اسے موت آ گئی تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل ۳)

☆☆☆

علم وحکمت کی فضیلت

(۱) رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا — لَنَا عِلْمٌ وَّلِلْاَعْدَآءِ مَالٌ

(۲) فَاِنَّ الْمَالَ يُفْنِيْ عَنْ قَرِيْبٍ — وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَّا يَزَالُ

☆ قسمة: حصہ۔ ☆ جبار: جبر کرنے والا، زبردست، ظالم، جابر، الف اور لام کے سابقے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک

صفاتی نام۔☆اعدآء: دشمنوں۔☆یغنی: فنا ہو جائے گا، مٹ جائے گا۔

مطلب:

(۱) ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے جو حصہ مقرر کر دیا ہے ہم اسی پہ راضی ہیں۔ ہمارے حصے میں علم آیا ہے اور ہمارے دشمنوں کے لیے مال واسباب ہے۔

(۲) پس بے شک مال اسباب سب کچھ عنقریب فنا کی نظر ہو جائے گا اور بے شک علم ہمیشہ رہے گا۔ یعنی علم فناہ نہیں ہو گا۔

فائدہ:

الحمدللہ اس میں مسلمانوں کے لیے بشارت ہے کہ علم دین کی بڑی فضیلت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمارے لیے ہمارے نصیبوں میں لکھ دیا ہے ہم اسی پہ راضی ہیں یعنی علم دین اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے تو ہم وہی طلب کرتے ہیں ہم اسی پہ راضی ہیں۔ کیونکہ اسی میں ہمارے لیے فائدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مدمقابل ہم کچھ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ علیم وحکیم اور خبیر ہے اس لیے ہم اسی کی عطا پہ راضی ہیں۔ کہ اس نے ہمارے نصیبوں میں علم دین کیا جبکہ ہمارے دشمنوں کے حصے میں مال کیا۔ اس طرح وہ مال کی بھول بھلیوں میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں رہتی وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے غفلت ہمیشہ کی تباہی و بربادی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم سے نوازا ہے علم ہمارے لیے دنیا وآخرت میں بھلے کا باعث ہے۔ اس لیے ہمیں دولت کے مدمقابل علم حاصل ہوا یہ ہماری سعادت ہے۔ مال عنقریب فنا ہو جائے گا۔ جبکہ علم ہمیشہ باقی رہے گا۔ علم آخرت میں بھی کام دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہمارے لیے خصوصی کرم نوازی ہے۔

☆☆☆

غنی، بزرگ اور فقیہہ کی حقیقت

(۱) اِنَّ الْغَنِیَّ هُوَ الْغَنِیُّ بِقَلْبِهٖ ۔۔۔ لَیْسَ الْغَنِیُّ هُوَالْغَنِیُ بِمَالِهٖ

(۲) وَکَذَا الْکَرِیْمُ هُوَالْکَرِیْمُ بِخُلْقِهٖ ۔۔۔ لَیْسَ الْکَرِیْمُ بِقَوْمِهٖ وَبَالِهٖ

(۳) وَکَذَا الْفَقِیْهُ هُوَ الْفَقِیْهُ بِحَالِهٖ ۔۔۔ لَیْسَ الْفَقِیْهُ بِنُطْقِهٖ وَمَقَالِهٖ

☆غنی بقلبه: اپنے دل سے بے پرواہ۔☆الکریم: بخشنے والا سخی، فیاض مہربان، اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام۔☆بخلقه: اپنے اخلاق کی وجہ سے۔☆فقیه: علم فقہ کا عالم، شرعی مسائل سے واقف، مفتی دین۔☆بحاله: اپنے حال کی وجہ سے۔☆نطق: زبان۔☆مقال: بات، بیان۔

مطلب:

(۱) بے شک دل سے بے پرواہ شخص ہی غنی ہے۔ جو مال کی وجہ سے بے پرواہ ہو وہ غنی نہیں ہے۔

(۲) اور اسی طرح بزرگ وہی ہے جو اپنے اخلاق کے لحاظ سے بزرگ ہو۔ وہ شخص بزرگ نہیں ہے جو اپنی قوم اور اپنی آل کی

وجہ سے بڑا ہو۔

(۳) بعینہٖ اسی طرح فقیہ بھی وہ ہے جو اپنے احوال کے باعث فقیہ کہا جائے۔ وہ انسان فقیہ نہیں جو اپنی محض زباندانی اور زورِ بیان کے باعث فقیہہ کہا جائے۔

☆☆☆

زیادہ بولنے کی مذمت

(۱) فَلَا تُكْثِرَنَّ الْقَوْلَ فِي غَيْرِ وَقْتِهٖ ۔۔۔ وَاَدْمِنْ عَلَى الصُّمْتِ الْمُزَيِّنِ لِلْعَقْلِ

(۲) يَمُوْتُ الْفَتٰى مِنْ عَثْرَةٍ بِلِسَانِهٖ ۔۔۔ وَلَيْسَ يَمُوْتُ الْمَرْءُ مِنْ عَثْرَةِ الرِّجْلِ

(۳) فَلَا تَكُ مِنْيَابًا لِّقَوْلِكَ مُفْشِيًا ۔۔۔ فَتَسْتَجْلِبَ الْبُغْضَآءَ مِنْ زَلَّةِ النَّعْلِ

☆لاتکثرن القول: زیادہ نہ بول۔☆فی غیر وقتہ: بے موقع۔☆صمت: خاموشی۔☆مزین للعقل: عقل کے لیے زینت ہوتی ہے۔☆عثرۃ بلسانہ: اپنی زبان کی لغزش سے۔☆زلۃ النعل: قدم پھسلتے وقت۔

مطلب:

(۱) مناسب موقع کے بغیر نہ بول، ہمیشہ عقل سجانے والی خاموشی ہی اختیار کر۔ (خاموشی کے بے شمار فوائد ہیں)

(۲) انسان زبان پھسلنے سے ہلاکت میں پڑتا ہے۔ پاؤں پھسلنے سے ہلاکت میں نہیں پڑتا۔

(۳) اپنی بات منتشر اور نہ پھیلا اگر ایسا کرے گا تو پھر قدم پھسلتے ہی دشمن خریدے گا۔

فائدہ:

مناسب موقع پہ موقع محل کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ ایسی گفتگو مفید ہوتی ہے۔ بے موقع گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ خاموشی اختیار کر۔ بغیر ضرورت کے گفتگو کرنے سے پرہیز کرنے یعنی خاموشی اختیار کرنے سے عقل کو زینت ہوتی ہے۔ بندہ زبان کی لغزش سے ختم ہو جاتا ہے۔ بعض آدمی زبان کی لغزش کے باعث ہی بے شمار مصائب وآلام کا شکار ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات کفر وشرک میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ زبان کی لغزش سے جتنا نقصان ہوتا ہے اتنا نقصان پاؤں کی لغزش سے نہیں ہوتا۔ زبان کی لغزش سے بندہ ختم ہو جاتا ہے جبکہ پاؤں کی لغزش سے بندہ ختم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اپنی بات کو عام نہ پھیلاؤ کیونکہ اگر تم اپنی معمولی معمولی بات پھیلاؤ گے تو قدم کے پھسلتے ہی مخالفت اور دشمنی مول لو گے جو سراسر باعث نقصان ثابت ہوگی۔

☆☆☆

بدگمانی کی بنا پر کسی کی عیب جوئی کرنا اچھا کام نہیں

(۱) وَفِیْ الْحَلَقِ اَحْیَانًا لِعَمْرِیْ مَرَارَۃٌ — وَثِقْلٌ عَلٰی غُضِّ الرِّجَالِ ثَقِیْلٌ

(۲) وَلَمْ اَرٰی اِنْسَانًا یَّرٰی عَیْبَ نَفْسِہٖ — وَاِنْ کَانَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ جَمِیْلٌ

(۳) وَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْجُوْا مِنَ النَّاسِ سَالِمًا — وَلِلنَّاسِ قَالَ بِالظُّنُوْنَ وَقِیْلٌ

(۴) اَحَبَّكَ قَوْمٌ حِیْنَ صِرْتَ اِلَی الْغِنٰی — وَكُلُّ غَنِیٍّ فِی الْعُیُوْنِ جَلِیْلٌ

(۵) وَلَیْسَ الْغِنٰے اِلَّا غِنًی زَیَّنَ الْفَتٰے — عَشِیَّۃَ یَقْرِیْ اَوْغَدَاۃَ یُنِیْلُ

(۶) وَلَمْ یَفْتَقِرْ یَوْمًا وَّاِنْ كَانَ مُعْدَمًا — غَنِیٌّ وَّلَمْ یَسْتَغْنِ قَطُّ بَخِیْلٌ

☆لعمری: میری عمر کے لیے، مراد میری عمر کی قسم۔☆ثقل: سخت گرانی۔☆غض: بے قدری کرنا، آنکھ بند کرنا۔ ☆لم اری: نہ دیکھا، نہ پایا۔☆یری: وہ دیکھتا ہے۔☆لا یخفی: مخفی نہیں پوشیدہ نہیں۔☆سالمًا: محفوظ۔☆ظنون: گمان۔☆اَحَبَّكَ قوم: قوم تم سے محبت کرتی ہے۔☆عیون: آنکھیں، آنکھوں۔☆ جلیل: بڑا، بزرگ، اعلیٰ، افضل، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ایک صفاتی نام۔☆عشیة: شام۔☆ینیل: نالتہ سے بمعنی بخشش کرنا۔

مطلب:

(۱) میری زندگی کی قسم! مجھے لوگوں کی بے قدری کی وجہ سے کبھی کبھی حلق میں تلخی اور شدید بوجھ محسوس ہوتی ہے۔

(۲) میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اپنے عیب پہ نظر رکھے خواہ اس کی کوئی بھی خوبی اس پہ پوشیدہ نہ ہو۔

(۳) کون ہے جو لوگوں سے سلامت رہے صرف اپنے گمان کے بل بوتے پر لوگوں سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔

(۴) جب تم غنٰی کی طرف پھر گئے یعنی جب تم غنا کی دولت سے مالا مال ہو گئے تو تیری قوم خود بخود ہی محبت کرنے لگے گی۔ ہر غنی آنکھوں میں بڑا معلوم ہوتا ہے۔

(۵) ہرگز نہیں غنا مگر جو غنا زیب و زینت سے آراستہ کرے۔ جس شام مہمان نوازی کرتا ہے یا جس صبح بخشش کرتا ہے۔

(۶) غنی کبھی بھی حاجت مند نہیں ہوتا خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو اور بخیل کبھی مستغنی نہیں ہوتا۔ (اس سے بخل جیسی بری صفت اپنے وجود میں پیدا ہی نہیں ہونے دینی چاہیے)

☆☆☆

صبر اور تحمل کی ہدایت

(۱) صُنِ النَّفْسَ وَاحْمِلْهَا عَلٰی مَا یُزِیْنُهَا — تَعِشْ سَالِمًا وَالْقَوْلُ فِیْكَ جَمِیْلٌ
(۲) وَلَا تُرِیَنَّ النَّاسَ اِلَّا تَجَمُّلًا — نَبَا بِكَ دَهْرٌ اَوْ جَفَاكَ خَلِیْلٌ
(۳) وَاِنْ ضَاقَ رِزْقُ الْیَوْمِ فَاصْبِرْ اِلٰی غَدٍ — عَسٰی نَكَبَاتِ الدَّهْرِ عَنْكَ تَزُوْلُ
(۴) یَعِزُّ غَنِیُّ النَّفْسِ اِنْ قَلَّ مَالُهٗ — وَیَغْنٰی غَنِیُّ الْمَالِ وَهُوَ ذَلِیْلٌ
(۵) وَلَا خَیْرَ فِیْ وُدِّ امْرِیءٍ مُتَلَوِّنٍ — اِذَا الرِّیْحُ مَالَتْ مَالَ حَیْثُ تَمِیْلُ
(۶) جَوَادٌ اِذَا سْتَغْنَیْتَ عَنْ اَخْذِ مَالِهٖ — وَعِنْدَ احْتِمَالِ الْفَقْرِ عَنْكَ بَخِیْلٌ
(۷) فَمَا اَكْثَرَ الْاِخْوَانَ حِیْنَ تَعُدُّهُمْ — وَلٰكِنَّهُمْ لِلنَّائِبَاتِ قَلِیْلٌ

☆صُنِ النَّفْسَ: نفس کی حفاظت کر۔☆تعیش: تو زندگی گزار۔☆القول فیك جمیل: تیرے متعلق کلمہ خیر کہا جائے گا۔☆جفاك: تیرے ساتھ بدسلوکی۔☆ضاق: تنگ ہو۔☆غَدٍ: کل یعنی آنے والا دِن۔☆نکبات دهر: زمانہ کی تکالیف: زمانے کا رنج۔☆قَلَّ: کم ہو، تھوڑا ہو۔☆وُدّ: محبت۔☆متلون: غیر مستقل مزاجی والا، غیر مستقل طبیعت والا، جو مستقل مزاج نہ ہو، رنگ بہ رنگ ہونے والا۔☆جوادٌ: بڑا سخی۔☆اِذَا سْتَغْنَیْتَ: جب تم بے پرواہ ہوگئے۔☆فقر: قلندری، درویشی محتاجی، مفلسی، یہاں یہی آخری دو معانی مراد ہیں۔☆اخوان: دوست۔

مطلب:

(۱) نفس کی حفاظت کر اسے ایسے امور کی طرف رغبت دلا جو اس کی بہتری کا سبب بنے اسے مزین کرے۔ سلامتی والی زندگی گزار تجھے اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے گا۔
(۲) جو اچھا معلوم ہو لوگوں پر وہ ظاہر کر خواہ زمانہ تیرے خلاف ہو اور دوست زیادتی کریں اور اچھا سلوک نہ کریں۔
(۳) اگر آج رزق تنگ ہو تو کل تک صبر اختیار کر امید ہے کہ زمانہ کی تکلیف ختم ہو جائے گی۔
(۴) غنی نفس معزز ہے خواہ اس کے پاس مال قلیل کیوں نہ ہو۔ مال سے مالدار مطمئن ہوتا ہے مگر وہ کمینہ ہے اور ذلیل ہے۔ جوں جوں مال میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس کی کمینگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ اکثر کے متعلق فرمایا گیا ہے کل کے متعلق نہیں۔
(۵) غیر مستقل مزاج آدمی کی محبت میں کوئی بھلائی نہیں جدھر دنیا والوں کو دیکھے گا یہ بھی ادھر ہی بدل جائے گا۔
(۶) (کیونکہ) جب تم اس کے مال سے مستغنی ہو گئے تو پھر وہ بڑا دریا دل (ہونے کا مظاہرہ کرے گا) اور تمہاری ضرورت کے وقت وہ کنجوسی کرے گا۔

(۷) گنتی کے لحاظ سے تمہارے کتنے دوست ہیں یعنی بہت زیادہ دوست ہیں مگر بوقت مصیبت بہت قلیل۔ یعنی مصیبت کے وقت کوئی دوست نہیں بنتا بلکہ سایہ سے بھی دور بھاگتے ہیں۔

فائدہ:

اس سلسلے میں تفصیلات بیان ہو چکی ہیں۔

نفس کی حفاظت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ اپنے نفس کی حفاظت کرے تجھے چاہیے کہ تو اپنے نفس کی حفاظت کر اپنے نفس کو ایسے امور کی رغبت دلا جو نفس کی بہتری کا باعث بنیں۔ ایسے امور سے بچانے کی کوشش کر جو نقصان کا باعث ہوں۔

نفس کی تین اقسام:

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:
اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں نفس کو تین اقسام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔
(۱) کبھی اس کو نفس مطمئنہ کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔

یَآ ایتها لنفس المطمنۃ

(۲) کبھی اس کو نفس لوامہ فرمایا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ

(۳) اور نفس امارہ بھی فرمایا ہے۔

اِنَّ النَّفْس لَاَ مَّارَةٌ بِالسُّوْءِ

(عوارف المعارف اردو ترجمہ باب ۵۶ معرفت نفس و مکاشفات صوفیہ ص ۶۱۵)

ملفوظ حضرت بابا فرید رحمة الله علیه:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ:
جب کسی کا مرید ہونا چاہیے تو پہلے اس کے نفوس ثلاثہ کے حرکات و سکنات کو دیکھے اور سوچے کہ یہ نفس امارہ میں مبتلا تو نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَ مَّارَةٌ بِالسُّوْءِ

پھر اس کے نفس لوامہ کی طرف دیکھے کہ کہیں خفیہ طور پر نفس لوامہ کا گرفتار تو نہیں۔
قولہ تعالیٰ:

فَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃ

بعدازاں (نفس) مطمئنہ کی طرف دیکھے۔

قولہ تعالیٰ:

یٰۤاَیَّتُھَا النفس المطمئنۃ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔

پھراس کے قلب سلیم کے اوصاف کی طرف نگاہ کرے کہ اس کا دل قلب سلیم ہے یا نہیں جب مذکورہ بالا اشیاء کو اپنی روشن ضمیری کی نظر سے صیقل کرے تو پھر بیعت کرے۔ (ہشت بہشت، راحت القلوب مجلس نمبر۵ ص ۲۶)

نفس کے صفاتی نام:

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نفس کے صفاتی اسماء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

۱۔ نفس مطمئنہ:

حقیقت میں نفس تو ایک ہی ہے لیکن اس کے صفات ایک دوسرے سے مختلف اور متغائر ہیں یعنی جب قلب کو مکمل سکون حاصل ہوتا ہے یا وہ سکون سے بالکل پُر ہوتا ہے تو وہ نفس سے بھی سکون وطمانیت کا لباس پہنا دیتا ہے اور جب اس سکون سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے تو قلب روح کے مقام پر ترقی کرتا ہے اور جب قلب روح کے مقام پر متمکن ہو جاتا ہے تو نفس قلب کے مقام کا رخ کرتا ہے اور اس مقام پر پہنچ کر اس کو طمانیت کلی حاصل ہو جاتی ہے اور یہی نفس مطمئنہ ہے۔

۲۔ نفس لوامه

لیکن جب اس کو اس کی جبلی خواہشوں اور لمسی اور فطری مرکز سے الگ کر دیا جاتا اور اکھاڑ دیا جاتا ہے اور وہ اطمینان و سکون کے مقام کی تلاش میں سرگرداں ہوتا ہے تو اس وقت وہ نفس لوامہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اس وقت اس گردانی کی حالت میں ملامت کرتا ہے کہ مقام سکون سے باخبر ہوتے ہوئے اور اس کے مشاہدہ کے باوجود (وہ) سرگرداں ہے۔

۳۔ نفس امارہ:

اب اگر یہی نفس لوامہ سکون وطمانیت کے مقام کی تلاش سے باز رہ کر اپنے اصلی مقام پر لوٹ جائے تو وہ نفس امارہ ہے جو اس حالت میں آکر برائی کا حکم دینے لگتا ہے۔

تب وہ اپنے مقام پر پہنچ کر جہاں علم ومعرفت کا نور بالکل نہیں ہے تو (اس دم) وہ لوگوں کو برائی پر آمادہ کرنے لگتا ہے بلکہ ایسے موقع پر بسا اوقات روح و نفس کا مقابلہ بھی ہوتا ہے۔ کبھی قلب پر روحانی جذبات غالب آجاتے ہیں اور کبھی جذبات پر قابو پا لیتے ہیں۔ (عوارف المعارف باب ۵۶ ص ۶۱۵)

روح کی نفس کی قید سے آزادی:

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہمارے خیال میں "سر باطن" کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا نفس اور روح کی طرح کوئی مستقل وجود ہو بلکہ اس کی صورت اور نوعیت صرف یہ ہے کہ اگر نفس پاکیزہ اور صاف ہو جاتا ہے تو روح نفس کی تاریک قید سے آزاد ہو کر مقامات قرب کی بلندیوں پر صعود کرتی ہے اور اس وقت قلب بھی اپنے مرکز سے ہٹ کر روح کی

طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس وقت قلب میں ایک وصف زائد پیدا ہو جاتا ہے اور یہ صفت زائدہ چونکہ قلب سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے اس لیے اس صفت کا ایک نام رکھ دیا گیا جس کو "سر باطن کہا" جاتا ہے۔ قلب کی طرح روح بھی اپنے اس عروج کے وقت ایک صفت زائدہ سے متصف ہو جاتی ہے جن لوگوں کو اس کا علم ہے وہ بھی اس صفت کو (سر) کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ سر جو روح سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اس سے مراد وہ روح ہے جس میں عام مشاہدہ کی صفت کے برعکس یہ صفت مخصوصہ پائی جاتی ہو اور جن حضرات کا یہ خیال ہے کہ سر باطن روح سے پہلے ہے اور اس کو تقدم حاصل ہے۔ اس سے مراد ان حضرات کی وہ قلب ہے جو ایک وصف زائدہ ہے اور وہ صفت اس کے لیے مخصوص ہے۔

(بہرحال اختلاف اس تعبیر و تعریف کے باعث ہے)

روح اور قلب کی اس ترقی کے ساتھ نفس بھی ترقی کرتا ہے اور قلب کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اس وقت وہ اپنے اصل لباس کو اتار کر نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ مرادات قلبی کی آرزو کرتا ہے کیونکہ قلب وہی پاتا ہے جو اس کے مولا کی مرضی ہوتی ہے اور وہ اپنے ذاتی ارادوں، قوتوں اور اختیارات سے بیزار ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ خالص عبودیت اور بندگی کی لذتوں سے آشنا ہوتا۔ (چونکہ اس نے اپنے ارادوں کو ترک کر دیا) (عوارف المعارف باب ۵۶ ص ۶۱۶)

نفس امارہ کی موافقت کا سبب:

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اے طالب صادق! فقیر کو دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ محبت نہیں ہوتی اور کیونکر ہو بلکہ یہ دنیا کو عدو اللہ جانتے ہیں اور بے عمل علماء کو دنیا اور دنیا داروں کے ساتھ محبت کا تعلق شیطان سے ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ شیطان کی موافقت نفس کی موافقت سے ہوتی ہے اور نفس کی موافقت ہوا کی موافقت ہے اور ہوا باطن کی صفائی کے راستہ میں حائل ہے یہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وما ارسلنٰك الا رحمة اللعالمين عليه افضل الصلوٰة والتسليم کی مجلس مبارک سے محروم رہتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔

(محک الفقراء کلاں اردو ترجمہ ص ۱۱۰)

فائدہ:

اس لیے ایسی تمام گندی صفتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جو انسان کو حق تعالیٰ کی رضا سے دور کر دے اور شیطان کو مسرور کرنے کا سبب ہوں اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ اپنے نفس کو ایسے امور کی طرف رغبت دلا جو اس کی بہتری کا سبب بنے اور جو نقصان کا سبب ہوں ان سے اپنے نفس کو دور رکھ۔ سلامتی والی زندگی گزارتا کہ تو اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے۔ بزرگان دین نے اپنی ساری زندگی نفس امارہ کے خلاف گزاری بلکہ اپنے نفس کو بہتری والے امور میں مشغول رکھا سلامتی والی زندگی گزاری تو آج عرصہ دراز گزرنے کے باوجود آج بھی لوگ انہیں اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں اور جو اللہ کے بندے آج بھی نفسانی خواہشات کے خلاف زندگی گزارتے ہیں مخلوق خدا ان کی دنیا میں بھی عزت و احترام کرتی ہے انہیں قبر میں بھی انعامات سے نوازا جاتا ہے بعد وصال باکمال کے رہتی دنیا تک لوگ انہیں اچھے لفظوں سے یاد کرتے رہیں گے اور انہیں آخرت میں بلند مقامات سے نوازا جائے گا۔

لوگوں پر اچھا ظاہر کر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے شعر میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جو اچھا ہو لوگوں پر وہی ظاہر کرے اس کے خلاف لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کر کیونکہ ایسے امر کا لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا اپنے خلاف آخرت کے دن کے لیے گواہ بنانا ہے۔ بدی اور گناہوں کے امور میں گواہ بنانا اور اس کا اظہار بھی گناہ ہے اس لیے کوئی بری بات اور اپنی گناہ پہ مبنی حرکات وسکنات کا لوگوں کے سامنے اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

لوگوں کے سامنے بلند کردار اور بہترین اچھی گفتار اور نیکی و پرہیز گاری کے امور ظاہر کرتا کہ لوگوں کے اذہان نیکی و پرہیز گاری کی طرف راغب ہوں اس سلسلے میں شیطان اور شیطان صفت انسانوں کی مخالفت سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ خواہ سارے دنیا والے مخالف بن جائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو کیا ہو گا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ساتھ تو تمہیں حاصل ہو گا۔ مخالفین کی طرف سے پیدا ہونے والی مشکلات کو صبر وتحمل اور بردباری سے برداشت کرے گا تو معیت حق تجھے حاصل ہو گی اس سے بڑھ کر اور کیا انعام چاہیے۔

تنگی رزق پہ صبر:

اگر آج رزق کے سلسلے میں تنگی ہے تو اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں یہ تنگی تجھے حق تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے ایسی حالت میں یہی سوچ کر صبر اختیار کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنگی ہے وہی اسے دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہو گا۔ امید ہے تنگیوں ترچھیوں کے باوجود تکلیف نہ ہو گی بلکہ امید ہے کہ زمانہ کی تکلیف ختم ہو جائے گی۔

☆☆☆

مایوسی گناہ ہے

(۱) فَلَا تَجْزَعْ وَاِنْ اَعْسَرْتَ يَوْمًا ۔۔۔ فَقَدْ اَيْسَرْتَ فِيْ دَهْرٍ طَوِيْلٍ

(۲) وَلَا تَيْاَسْ فَاِنَّ الْيَاسَ كُفْرٌ ۔۔۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُغْنِيْ عَنْ قَلِيْلٍ

(۳) وَلَا تَظْنُنْ بِرَبِّكَ ظَنَّ سُوْءٍ ۔۔۔ فَاِنَّ اللّٰهَ اَوْلٰى بِالْجَمِيْلِ

(۴) رَاَيْتُ الْعُسْرَ يَتْبَعُهُ يَسَارٌ ۔۔۔ وَقَوْلُ اللّٰهِ اَصْدَقُ كُلِّ قِيْلٍ

☆لایجزع: نہ گھبراؤ۔ ☆ایسرت: کشادہ دست۔ ☆فی دھر طویل: لمبے زمانے میں یعنی کافی عرصہ۔ ☆ان الیاس کفر: بے شک مایوسی کفر ہے۔ ☆یغنی عن قلیل: تھوڑے ہی عرصے میں مستغنی کرے۔ عنقریب وہ تجھے غنی کر دے۔ ☆لاتظنن: تو گمان نہ کر۔ ☆ظن سوء: برا خیال۔ ☆العسر: تنگی۔ ☆یسار: کشادگی۔ ☆اصدق: زیادہ سچی۔

مطلب:

(۱) اگر تم تنگدستی میں مبتلا ہو جاؤ تو گھبرانہ جانا پس تحقیق کافی عرصہ کشادہ دست رہے ہو۔ (اس لیے ایسی حالت میں پریشا

نہ ہونا)

(۲) مایوس نہ ہو جاؤ پس بے شک مایوسی کفر ہے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ جلد ہی تجھے مطمئن اور مستغنی کر دے۔

(۳) اپنے رب کے ساتھ برا خیال نہ رکھیے پس بے شک اللہ تعالیٰ کے احسان اور بھلائی کی زیادہ توقع ہے۔ کہ وہ انشاء اللہ تجھ پر احسان اور بھلائی کرے گا۔

(۴) میں نے (بار بار اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ) تنگی کے بعد وسعت آتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہر قول سے زیادہ سچا ہے۔ (اس لیے اُمید بہار رکھ)

☆☆☆

بھیک مانگنے کی مذمت

(۱) مَـا اَعْتَـاضَ بَـاذِلُ وَجْهِـهٖ بِسُؤَالِهٖ — عِـوَاضًـا وَّ لَوْنَـالَ الْمُنٰـى بِسُؤَالِ

(۲) وَاِذَا السُّـؤَالُ مَـعَ النَّـوَالِ وَزَنْتَـهٗ — رَجَـعَ السُّـؤَالُ وَخَفَّ كُـلُّ نَـوَالِ

(۳) وَاِذَا ابْتُلِيْـتَ بِبَذْلِ وَجْهِكَ سَـآئِلاً — فَـابْذِلْـهُ لِلْمُتَكَـرِّمِ الْمِفْضَـالِ

(۴) اِنَّ الْكَـرِيْـمَ اِذَا حَبَـاكَ بِمَـوْعِدٍ — اَعْـطَـاكَـهٗ سَلِسًـا بِغَيْـرِ مِطَـالِ

☆نال المنى: تمنائیں پوری ہوگئیں۔☆نوال: عطیہ۔☆رجع السؤال: سوال سے رجوع ہوگا یعنی سوال بھاری ہوجائے گا۔☆خَفَّ: کم، ہلکے۔☆اِبْتُلِيْتَ بِبَذْلِ وَجهك: اپنی ابرو بیچنی پڑے۔☆فَابْذِلْهُ: پس اسے بیچو، پس اسے پیش کرو۔☆سِلِسًا: مسلسل۔

مطلب:

(۱) سوال کر کے اپنی عزت وآبرو فروخت کرنے والے نے اپنی عزت وآبرو فروخت کرنے کا بدلہ بالکل حاصل نہیں کیا اگرچہ سوال کرنے سے اس کی خواہشات پوری ہوگئیں۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا وہ اسے حاصل ہوگیا۔

(۲) اگر سوال کے مقابلے میں عطیہ تولیں یا سوال کے مقابل عطیہ کا مقابلہ کریں تو سوال زیادہ وزنی ہوگا اس کے مقابلے میں تمام عطیات ہلکے ہوں گے۔

(۳) اگر سوال کے باعث تجھے خدانخواستہ اپنی عزت وآبرو فروخت کرنی پڑے تو پھر اسے کسی فضیلت والے شریف انسان کے سامنے پیش کرنا۔

(۴) بے شک کریم جو وعدہ تجھ سے کرے گا تو پھر ٹال مٹول کیے بغیر ہی متواتر عطا کرے گا۔

فائدہ:

بھیک مانگنے سے بندے کی عزت و آبرو ختم ہو جاتی ہے۔اس کے بدلے جو کچھ حاصل کیا جاتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کماحقہ اس کا بدلہ نہیں ہے۔ بھیک مانگنے سے بظاہر بڑی آسانی سے دولت ہاتھ لگ جاتی ہے۔ جو کچھ چاہتا تھا وہ حاصل ہو گیا بہر حال ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھیک مانگنے کی مذمت بیان کی ہے۔

☆☆☆

تکبر، دشمنی اور بھیک مانگنے کی مذمت

(۱) بَلَوْتُ النَّاسَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ فَلَمْ اَرَ مِثْلُ مُخْتَالٍ بِمَالٍ

(۲) وَلَمْ اَرَ فِی الْخُطُوْبِ اَشَدَّ هَوْلًا وَاَصْعَبَ مِنْ مُعَادَاةِ الرِّجَالِ

(۳) وَذُقْتُ مَرَارَةَ الْاَشْیَاءِ طُرًّا فَمَا طُعْمٌ اَحَرُّ مِنَ السُّؤَالِ

☆بلوتُ: میں نے جانچا، میں نے پرکھا۔☆قرنا بعد قرن: مختلف ادوار۔☆مختالٍ بمال: مال پر گھمنڈ کرنے والا، یعنی مال کی وجہ سے غرور کا اظہار کرنے والا۔☆قرن: صدی، ایک زمانے کے لوگ۔☆اَشدَّ: سخت۔☆معادات الرجال: لوگوں کی دشمنیاں۔☆ذُقتُ: میں نے چکھی۔

مطلب:

(۱) میں نے مختلف ادوار کے لوگوں کو پرکھا ہے میں نے مال کی وجہ سے غرور کرنے والے جیسا کمینہ اور ذلیل کوئی نہیں دیکھا۔

(۲) مصیبتوں میں لوگوں کی دشمنی سے زیادہ خوفناک اور مشکل کوئی چیز نہیں دیکھی۔

(۳) میں نے تمام چیزوں کی تلخی کو چکھا ہے مگر سوال کرنے سے زیادہ کڑوا کسی چیز کا ذائقہ نہیں دیکھا۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے مختلف قسم کے لوگوں کی جانچ پڑتال کی ہے مگر ان سے میں سب سے زیادہ بدفطرت اسے پایا جو مال کی وجہ سے غرور کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کی بے وقوفی ہے کیونکہ مال کسی کے پاس ہمیشہ نہیں رہتا اس لیے مال کی وجہ سے غرور کرنا کس کام کا۔ اور مصیبتوں میں سے سب سے خوفناک اور مشکل چیز لوگوں کی دشمنی ہے۔ اس لیے دشمنی پیدا کرنے سے ہر ممکن حد تک پرہیز کرنا چاہیے۔ بھیک مانگنا بڑا برا اور ذلت پر مبنی کام ہے ایسا ذلیل کام میں نے کسی کام کو نہیں دیکھا۔

☆☆☆

سوال کی ذلت میں عار ہے

(۱) لَنَقْلُ الصَّخْرِ مِنْ قُلَلِ الْجِبَالِ ۔۔۔ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ مَّنَنِ الرِّجَالِ

(۲) يَقُوْلُ النَّاسُ لِيْ فِي الْكَسْبِ عَارٌ ۔۔۔ فَقُلْتُ الْعَارُ فِيْ ذُلِّ السُّؤَالِ

☆نقل الصخر: پتھروں کا ہٹانا۔☆الجبال: پہاڑوں ☆منن الرجال: لوگوں کا احسان مند، لوگوں کا مرہون منت۔☆عار: غیرت، شرمندگی، شرم، لاج، برائی، عیب۔☆ذل: ذلت۔

مطلب:

(۱) مجھے پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر ہٹانا لوگوں کا احسان مند ہونے سے زیادہ پیارا ہے۔(گو مشکل کام ہے مگر لوگوں کے احسان مند ہونے سے کم مشکل ہے)

(۲) لوگ مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا عار کا باعث ہے مگر میں کہتا ہوں کہ سوال کی ذلت باعث ننگ ہے۔ذلت کا سبب ہے۔

فائدہ:

لوگوں سے بھیک مانگنا اچھا کام نہیں نہایت قبیح فعل ہے اس سے بچنا چاہیے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میرا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ میں کسی کا احسان مند بنوں۔کسی کا احسان مند ہونے سے زیادہ مجھے یہ تکلیف برداشت کرنا محبوب ہے کہ میں پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر ہٹا کر وہ چیز حاصل کرلوں یعنی انتہائی شدید اور مصیبت اور تکلیف اٹھالوں مگر کسی کا احسان اپنے سر نہ لوں اور نہ ہی کسی سے کوئی چیز مانگوں۔

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو جسمانی لحاظ سے اچھے بھلے ہوتے ہیں اور بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔جبکہ سوال کرتے ہوئے نذر اللہ و نیاز حسین کہہ کر بھیک مانگتے ہیں ان کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اچھے بھلے تندرست و توانا ہو کر خود محنت نہیں کرتے مگر دست سوال دراز کرتے نظر آتے ہیں۔کوئی بھیک دیتا ہے اور کوئی بھیک نہیں دیتا۔اس طرح اپنی عزت بھی گنواتے ہیں ذلت بھی اٹھاتے ہیں۔مگر عزت سے جینے کی بجائے دردر کی گدائی کرتے رہتے ہیں خود بھی ذلت اٹھاتے ہیں اور بعض بھکاری اچھے بھلے معزز افراد کو بھی ذلیل کرتے نظر آتے ہیں خصوصاً آج کل کے ماڈرن بھکاری جو نہ تو خود عزت سے جینا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی معزز و مکرم شخص کو عزت سے چلنے دیتے ہیں۔ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے۔کے مصداق خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ ساتھ معزز شخصیات کو بھی بعض اوقات تنگ کرتے نظر آتے ہیں خصوصاً بیاہ شادیوں کے موقع پر آنے والے بھانڈ قسم کے بھکاری۔اچھے بھلے شریف آدمیوں کے ناک میں دم کردیتے ہیں۔

سوال کرنے کی مذمت:

سوال کرنے سے مراد کوئی معاملہ سمجھنے کے لیے سوال کر کے کوئی مسئلہ سمجھنا مراد نہیں بلکہ کسی سے کوئی چیز مانگنا یا کسی کو کہنا کہ مجھے فلاں چیز اٹھادو۔میرا فلاں کام کردو۔وغیرہ ایسے سوال کرنے کی مذمت یہاں مراد ہے۔ضرورت کے تحت واقعی صحیح اور اشد

ضرورت کے تحت سوال کرنے کا معاملہ اور ہے مگر بلا وجہ خود کام چور بننا اور اوروں کو سوال کر کے تنگ کرتے رہنا اچھا کام نہیں جہاں سوال کرنے کی مذمت بیان کی جاتی ہے وہاں ایسے ہی سوال کی مذمت بیان کی جاتی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰہِ رِزْقُهَا۔ (سورۃ ہود:۶)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور نہیں کوئی جاندار زمین میں، مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ ہر ایک کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے مگر افسوس کہ آج کل بھیک مانگنے والوں کی آج عجیب حالت ہے۔ انہیں چاہیے کہ جس خالق نے ہمیں کام کاج کرنے کے لیے ہاتھ جسمانی اعضاء عطا فرمائے ہیں ان اعضاء سے رب کائنات کے ارشادات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون کے طریقہ کے مطابق کام لیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے دولت کمانی چاہیے نہ کہ غلط طریقوں سے دولت جمع کی جائے۔ انہیں غلط طریقوں سے بھیک مانگنا بھی غلط طریقہ ہے سوائے مجبوری کے بھیک مانگنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے بھیک مانگنا کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے۔

مال میں بے برکتی کا ایک سبب:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے کچھ عنایت فرمایا۔ میں نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے پھر مجھے (کچھ) عنایت فرمایا میں نے پھر دست سوال دراز کیا تو آپ نے پھر مجھے عنایت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: "اے حکیم! یہ مال بڑا دلکش اور شیریں ہے جو اس کو طمع اور لالچ کے بغیر حاصل کرتا ہے اس کو اس میں برکت عطا کی جاتی ہے اور جو اس کو طمع اور لالچ سے حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی اور وہ اسی آدمی کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا رہے لیکن سیر نہ ہو اور اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نچلے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں آپ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا حتیٰ کہ میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو بلایا کرتے تھے کہ انہیں عطیہ دیں تو وہ ان سے عطیہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں عطیہ دینے کے لیے بلایا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں حکیم رضی اللہ عنہ پر گواہ بناتا ہوں کہ مال فے میں سے اللہ تعالیٰ نے اس کا جو حصہ مقرر فرمایا ہے میں وہ اس کے حوالے کرتا ہوں اور وہ لینے سے انکاری ہے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص سے کوئی چیز نہ لی حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین جلد اول حدیث نمبر ۵۲۷ ص ۳۱۰)

فائدہ:

آج کل کے بھکاری اچھے بھلے تندرست و توانا ہونے کے باوجود بھیک کا پیشہ اپنائے ہوئے ہوتے ہیں طمع اور لالچ کے باعث ہی ان کا سلسلہ چلتا ہے۔ انہیں جتنے بھی پیسے حاصل ہو جائیں مجال ہے وہ رکنے کا نام بھی لیں۔ بلکہ مزید کوشش کر کے بنک

بیلنس بڑھانے میں مشغول رہتے ہیں۔

سوال سے بچنے کا فائدہ:

وَعَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ، وَ مَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلَفْظُ مُسْلِمٍ اَخْصَرُ، ریاض الصالحین جلد اول ص ۳۱۳)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نچلے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد استغناء اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے۔

بھیک کے مال میں برکت نہیں:

وَعَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ صَخْرِ ابْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْئَلَةِ، فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهٗ مَسْأَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَ اَنَالَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ

(رواہ مسلم، ریاض الصالحین جلد اول ص ۳۱۳)

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال کرنے میں اصرار نہ کرو۔ خدا کی قسم! اگر تم میں سے کوئی مجھ سے سوال کرتا ہے اور اس کا سوال مجھ سے کچھ نکلوا لیتا ہے حالانکہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں تو جو کچھ میں اس کو دیتا ہوں اس میں اس کے لیے قطعاً برکت نہیں ہوتی۔

(مسلم شریف، ریاض الصالحین اردو ترجمہ جلد اول حدیث نمبر ۵۳۱ ص ۳۱۳)

عادی بھکاری کا انجام:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِاَحَدِ كُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ

(متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث نمبر ۵۳۳ جلد اول)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔

فائدہ:

بھکاری کا یہ انجام بھیک مانگنے کے باعث ہوگا۔

انگاروں کا سوال:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَکَثُّرًا فَاِنَّمَا یَسْأَلُ جَمْرًا فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْلِیَسْتَکْثِرْ

(مسلم شریف، ریاض الصالحین ج اول حدیث نمبر ۵۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں سے اس لیے سوال کرے کہ اس کے مال میں اضافہ ہو تو وہ انگاروں کا سوال کر رہا ہے۔ چاہے تو کم طلب کرے اور چاہے تو زیادہ طلب کرے۔

چہرے کو چھیلنا:

وَعَنْ سُمْرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ الْمَسْأَلَةَ کَدٌّ یَکُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ اِلَّا اَنْ یَّسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْفِیْ اَمْرٍ لَّا بُدَّمِنْهُ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح (ریاض الصالحین جلد اول حدیث نمبر ۵۳۶)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک سوال کرنا چھیلنا ہے، جس سے آدمی اپنے چہرے کو چھیل لیتا ہے سوائے اس کے کہ آدمی بادشاہ سے سوال کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کے فضائل:

حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر جائے اور لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لائے اور اسے بیچ دے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کو سوال کرنے کی ذلت سے بچالے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے کہ وہ چاہیں تو اسے کچھ دیں اور چاہیں تو خالی ہاتھ لوٹا دیں۔ (رواہ بخاری، ریاض الصالحین جلد اول حدیث نمبر ۵۴۲)

بہترین کھانا:

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے ہاتھوں کی کمائی سے زیادہ بہتر کھانا کسی نے کبھی نہیں کھایا اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔ (بخاری شریف، ریاض الصالحین جلد اول حدیث نمبر ۵۴۶)

فائدہ:

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ پیشہ کرنا باعث عار ہے شرمندگی کا باعث

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پیشہ کرنا باعث عار نہیں بلکہ بھیک مانگنے میں عار ہے شرمندگی ہے بے عزتی ہے۔ پھر بھی کوئی دے یا نہ دے اسی سے بڑھ کر عار اور شرمندگی کیا ہوگی۔

☆☆☆

دنیا سے استغناء

(۱) فَمَـآ اَقْبَلَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا بِمِنَّةٍ   وَلَآ اَشْتَرِیْ عِزَّ الْمَرَاتِبِ بِالذُّلِّ

(۲) وَاَعْشَقُ كَحْلَآءَ الْمَدَامِعِ خِلْقَةً   لِئَلَّا يُرٰی فِیْ عَيْنِهَا مِنَّةُ الْكُحْلِ

☆منة: عاجزی، احسان، بھلائی، سلوک، شکریہ، شکرگزاری، خوشامد۔ ☆عز المراتب: بلند مرتبگی، اونچا مقام، اپنا بلند مرتبہ۔ ☆ذُل: ذلت۔ ☆کحل: سرمہ۔ ☆عین: آنکھ۔ ☆مدامع: آنکھ کے گوشے۔

مطلب:

(۱) میں ساری دنیا سے احسان مندانہ انداز سے نہیں ملتا اور نہ ہی اپنا بلند مرتبہ ذلت کے بدلے بیچتا ہوں۔

(۲) اور میں اس پہ عاشق ہوں جس کے خلق والی آنکھیں سرمہ لگی ہیں۔ اس لیے کہ آنکھ پہ بھی (خوبصورتی کے لیے) سرمے کا احسان نہ ہو۔

میں اخلاق کے لحاظ سے سرگیں آنکھوں والے کا محب ہوں اس لیے کہ اس کی آنکھیں سرمے کی احسانمند نہ ہوں۔

فائدہ:

یہاں بھی کسی کے احسان مند ہونے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ نیز یہاں لفظ عشق میں آپ نے بیان فرمایا ہے بعض لوگوں کو لفظ عشق سے خدا واسطے کا بیر ہے وہ اس لفظ کے سلسلے میں چونکہ چنانچہ کی پتنگ بڑے شوق سے اور بڑا اونچی اڑاتے ہیں۔ اب وہی لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب دیوان میں موجود ہے معلوم ہوا کہ لفظ عشق اور لفظ عاشق اتنا بُر انہیں جتنی اس سلسلے میں بحث کی جاتی ہے تفصیلات ہمارے تصانیف فیضان الفرید، فیضان حضرت اویس قرنی اور مجدد دور حاضر قبلہ فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ مجدد بہاولپور کی شرح دور دتاج اور اسی طرح غزالی دوراں حضرت علامہ پیر سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف دور دتاج کی شرح میں ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆

مروت کامل کا اظہار

(۱) وَدَارِیْ مُنَاخٌ لِمَا قَدْ نَزَلَ   وَزَادِیْ مُبَاحٌ لِمَنْ قَدْ اَكَلَ

(۲) اُقَدِّمُ مَا عِنْدَنَا حَاضِرٌ — وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ غَيْرَ خُبْزٍ وَّ خَلِّ

(۳) فَاَمَّا الْكَرِيْمُ فَرَاضٍ بِهٖ — وَاَمَّا اللَّئِيْمُ فَذَاكَ الْوَبَلُ

☆داری: میرا گھر۔☆مناخ: منزل۔☆زادی: میرا توشہ۔☆اُقَدِّمُ: پیش کر دیتا ہوں۔☆خبز: روٹی۔☆لئیم: کمینہ۔☆وَبَلُ: وبال، ناگوار۔

مطلب:

(۱) تحقیق میرا گھر ہر کسی کے لیے قیام گاہ ہے اور میرا زادِراہ بھی سب کے کھانے کے لیے مباح ہے۔

(۲) میرے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے حاضر کر دیتا ہوں خواہ میرے پاس روٹی اور سرکے کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو۔

(۳) پس کریم اسی پہ راضی رہتا ہے اور کمینے شخص کے لیے یہ عذاب ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کامل مروت کا اظہار فرمایا ہے کہ میرا گھر ایسا گھر نہیں ہے جیسے عام لوگوں کے گھر ہوتے ہیں کہ عام لوگوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے قریب بھی کسی کو پھٹکنے نہیں دیتے جبکہ میرا معاملہ عام لوگوں کے برعکس ہے۔ میرے گھر میں جو شخص بھی آ جاتا ہے خواہ میں اسے جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں وہ میرے گھر میں آرام و قیام کر سکتا ہے اگر آنے والے کو بھوک لگ جائے تو اسے میرے گھر میں جو کچھ بھی مل جائے وہ اسے استعمال کر سکتا ہے میری طرف سے اجازت ہے۔ میرے گھر میں جو بھی کھانے پینے کا سامان ہے سب کے لیے مباح ہے میرے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے میں پیش کر دیتا ہوں اگرچہ روٹی اور سرکے کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔ یعنی جو کچھ بھی میرے پاس حاضر ہوتا ہے میں پیش کر دیتا ہوں شریف انسان کے لیے یہ آسان ہے کمینے کے لیے یہی کام عذاب و وبال ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کی شہادت کے طور پر وہ واقعہ قابل مطالعہ ہے جو اسی کتاب کے اوائل میں بیان ہو چکا ہے کہ جس میں بیان ہوا ہے کہ آپ کے خاندان نے منت کے روزے رکھے اور افطاری کے وقت مسکین، مسافر اور قیدی نے آواز دی تو آپ نے کچھ افطاری کا سامان اٹھا کر راہِ خدا میں پیش کرتے رہے۔

☆☆☆

اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(۱) صَبْرُ الْفَتٰى بِفَقْرِهٖ يُجِلُّهٗ — وَبَذْلُهٗ لِوَجْهِهٖ يُذِلُّهٗ

(۲) يَكْفِي الْفَتٰى مِنْ عَيْشِهٖ اَقَلُّهٗ — اَلْخُبْزُ لِلْجَائِعِ اُدْمٌ كُلُّهٗ

☆بذلہٗ لوجہہٖ: اس کا آبرو خرچ کرنا۔☆یذل: ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔☆اَقَلّ: تھوڑی، کم۔☆خُبز: روٹی۔☆للجائع: بھوکے کے لیے۔

مطلب:

(۱) فقروفاقہ پہ صبر اختیار کرنا مرتبہ بڑھاتا ہے اوراس کے برعکس عزت وآبروخرچ کرنا ذلیل ورسوا کرتا ہے۔

(۲) زندگی گزارنے کے لیے قلیل روزی بھی کافی ہے۔روکھی سوکھی روٹی بھی بھوکے شخص لیے موزوں غذا ہے۔

فقر وفاقہ پر صبر اختیار کرنے کی فضیلت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پہلے شعر میں فقر کے فضائل وفوائد میں سے ایک فائدہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ فقر میں مبتلا انسان کو چاہیے کہ وہ صبر اختیار کرے کیونکہ فقر پہ صبر اختیار کرنے سے بندے کے مرتبہ ومقام بلند ہوتا ہے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

فقر پہ صبر اختیار کرنا مرتبہ کو بڑھا دیتا ہے اور فقروفاقہ پہ صبر کرنے کی بجائے اگر اپنی عزت وآبرو کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے بلکہ فقروفاقہ پہ صبر اختیار کرنے کی بجائے بھیک مانگنے میں مصروف ہو کر اپنی عزت وآبروخرچ کر دینا یعنی لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنا عزت وآبروخرچ کرنا ہے۔ بھیک مانگنے والے کی عزت وآبرو معاشرے میں نہیں رہتی بلکہ بھکاری معاشرے میں ذلیل ہو جاتا ہے اس کی رسوائی میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے مرتبہ ومقام میں بلندی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بھیک نہ مانگے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔ جو انسان بھیک نہیں مانگتا کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا وہ صاحب عزت ہوتا ہے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اور بھکاری کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا بلکہ بھکاری کی ذلت و رسوائی ہوتی ہے۔اس کے چہرہ سے ہی خوشی ومسرت کی بجائے ہمہ وقت مسکینیت ٹپکتی رہتی ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (پ۲سورۃ البقرہ:۱۵۵تا۱۵۷)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنایئے ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

سوال سے پرہیز کرنے کا فائدہ:

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے کچھ آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے انہیں عطا فرمایا پھر انہوں نے سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو مال تھا ختم ہو گیا۔جب آپ نے اپنا سارا مال اپنے ہاتھ سے خرچ کر دیا تو انہیں فرمایا: میرے پاس جو مال آتا ہے اسے میں تم

سے روک کر نہیں رکھتا لیکن جو سوال کرنے سے گریز کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتا ہے جو استغناء سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی دولت عطا فرماتا ہے صبر سے بہتر کسی شخص کو کوئی شے نہیں عطا کی گئی۔
(بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین ج اول باب اول حدیث نمبر ۲۶)

بسر اوقات کے لیے رزق:

زندگی گزارنے کے لیے کم از کم جتنی بھی روزی مل جائے اسے ہی غنیمت جان وہی کافی ہے زیادہ کی طلب ضروری نہیں۔ ہاں زیادہ کی ضرورت کے سلسلے میں بھیک مانگتے پھرنا در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرنا قطعاً اچھا کام نہیں بھوکے کو جیسی بھی روٹی مل جائے مناسب غذا ہے کیونکہ اس سے بھوک مٹ جاتی ہے۔

☆☆☆

فقراء سے اظہارِ احسان

(۱) اِنِّیْ اِمْرُؤٌ بِاللّٰهِ عِزِّیْ كُلُّهٗ ... وَرِثَ الْمَكَارِمَ اٰخِرِیْ مِنْ اَوَّلِیْ
(۲) فَاِذَا اصْطَنَعْتُ صَنِيْعَةً اَتْبَعْتُهَا ... بِصَنِيْعَةٍ اُخْرٰی وَاِنْ لَّمْ اُسْاَلِ
(۳) وَاِذَا يُصَاحِبُنِیْ رَفِيْقٌ مُرْمِلٌ ... اٰثَرْتُهٗ بِالزَّادِ حَتّٰی يَمْتَلِیْ
(۴) وَاِذَا دُعِيْتُ لِكُرْبَةٍ فَرَّجْتُهَا ... وَاِذَا دُعِيْتُ لِغَدْرَةٍ لَّمْ اَفْعَلِ
(۵) وَاِذَا يَصِيْحُ الصَّرِيْخُ لِحَادِثٍ ... وَاَفَيْتُهٗ مِثْلَ الشِّهَابِ الْمُشْعَلِ
(۶) وَاَعُدُّ جَارِیْ مِنْ عَيَالِیْ اِنَّهٗ ... اَخْتَارُ مِنْ بَيْنِ الْمَنَازِلِ مَنْزِلِیْ
(۷) وَحَفِظْتُهٗ فِیْ اَهْلِهٖ وَعَيَالِهٖ ... بِتَعَاهُدِیْ مِنِّیْ وَلَمَّا اَسْغَلِ

☆امرو: شخص، انسان۔☆مکارم: بزرگیاں، خوبیاں، محاسن، اچھے اوصاف، قابل تعریف کام، نوازشیں، مہربانیاں۔ ☆لم اسال: مجھ سے سوال نہ کیا جائے، پوچھا نہ جائے۔☆یُصاحبنی: میرے ساتھ ہوتا ہے۔☆رفیق: ساتھی، ہمراہی، ہم سفر، مددگار، معاون، خیر خواہ، مصاحب، ہم نشین، دوست، یار، کسی کام میں شریک وغیرہ۔☆دُعیت: مجھے بلایا جاتا ہے۔☆الشھاب المشعل: چمکتے ہوئے شہاب ثاقب۔☆جاری: میرا پڑوسی۔☆عیالی: میرے اہل وعیال۔☆اله و عیاله: اس کے اہل وعیال۔☆مُرْمِلٌ: نادار، غریب جس کے پاس کچھ نہ ہو۔☆شہابٌ: چمکتا ہوا انگارہ۔

مطلب:

(۱) میں وہ انسان ہوں جس کی ساری عزت اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے میرے آخر والے پہلوں کے کمالات کے وارث بنے۔
(۲) مجھے سوال نہ بھی کیا جائے تو پھر بھی جب میں ایک احسان کرتا ہوں تو دوسرا احسان پیچھے لگا دیتا ہوں۔ گویا آپ نے فرمایا

کہ میں احسان پہ احسان کرتا رہتا ہوں۔

(۳) جب کوئی میرا غریب ساتھی میرے ساتھ ہوتا ہے تو میں اسے اتنا کچھ عطا کرتا ہوں کہ وہ خوب سیر ہو جاتا ہے۔

(۴) جب میں کسی مصیبت کے لیے بلایا جاتا ہوں تو اسے ختم کر دیتا ہوں جب دھوکے کے طور پر بلایا جاتا ہوں تو میں کسی کے ساتھ دھوکہ نہیں کرتا۔ (یعنی نہ کسی کے ساتھ دھوکہ کرتا ہوں اور نہ ہی کسی کے دھوکے میں آتا ہوں)

(۵) اور جب کوئی فریادی کسی مصیبت میں مجھے پکارے تو میں اس کے پاس شہاب ثاقب کی مانند پہنچ جاتا ہوں۔

(۶) میں اپنے ہمسائے کو اپنے اہل وعیال کی مانند سمجھتا ہوں کیونکہ اس نے تمام مکانات میں سے پڑوس کے لیے میرا مکان پسند کیا۔

(۷) میں نے اس کی اور اس کے اہل وعیال کی حفاظت اپنے ذمے لے لی ہے اس سلسلے میں کبھی حیلہ بہانہ کبھی نہیں کیا۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اخلاق کی اہمیت بیان کی ہے اور اپنے اخلاق کے متعلق قدرے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ایسی صفات اپنانے کی کوشش کرے تا کہ عام لوگوں اور ایک مسلمان کے اخلاق میں واضح فرق محسوس ہو جائے اور اخلاق دیکھ کر غیر مذہبوں کے ذہن میں دین اسلام کی حقانیت واضح ہو مگر افسوس کہ آج کل کا مسلمان کہلانے والا نہ جانے کن راہوں کا مسافر بن گیا ہے کہ آہستہ آہستہ اسلامی عقائد و اخلاق سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ کاش کہ مسلمان وہی اخلاق اپنائیں جو دین اسلام نے ہمیں عطا فرمائے جن اخلاق کی تبلیغ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور جو اخلاق دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہوئے۔ آج ہم ان اخلاق سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میری عزت صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی بندگی سے دور ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہ کروں تو میری سب عزت اور جاہ وجلال خاک میں مل جائے۔ دیکھیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبل از قبول اسلام کیا تھے مگر جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ فاروق اعظم بنے اور ان شاء اللہ تا قیامت لوگ آپ کو فاروق اعظم کے نام سے یاد کرتے رہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنے اور ان شاء اللہ تا قیامت آپ کے نام کے ڈنکے بجتے رہیں گے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین کے لقب سے مشہور تا قیامت رہیں گے سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہیں اور تا قیامت آسمان شہرت پر تابندہ رہیں گے۔

احسان:

دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں کسی کے احسان کا انتظار نہیں کرتا اور نہ ہی کسی سے احسان کی توقع رکھتا ہوں بلکہ میں خود احسان کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں اس لیے مخلوق خدا پہ احسان کرتا ہوں مخلوق خدا کا بھلا کرنے کے لیے بلکہ جب میں کسی پہ احسان کرتا ہوں تو اس کے صلے کی توقع رکھے بغیر ہی مزید احسان پہ احسان کرتا رہتا ہوں خواہ مجھ سے سوال ہو یا نہ ہو بہر حال میں ہر احسان کرتا ہوں۔ جب میرا ساتھی کوئی غریب و نادار ہو تو میں اسے اتنا زادِ راہ دیتا ہوں کہ اسے کسی اور چیز کی

ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اگر کوئی مجھے مصیبت دور کرنے کے لیے پکارتا ہے تو میں اس کی مصیبت دور کر دیتا ہوں اگر کوئی مجھے دھوکہ دینے کے لیے بلاتا ہے تو میں اس جیسی گندی فطرت نہیں رکھتا اس لیے میں اسے دھوکہ نہیں دیتا بلکہ اگر ممکن ہو سکے تو اس کا بھی بھلا کرتا ہوں۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا **ایاك نعبد و ایاك نستعین** کے خلاف نہیں کیونکہ اولیائے کرام اور انبیائے کرام کا مدد کرنا یا اولیائے کرام وانبیائے کرام سے مدد مانگنا شرک ہوتا یا کفر ہوتا جیسے بعض لوگوں کا عقیدہ ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یوں نہ بیان فرماتے کہ جب مجھے مدد کے لیے پکارا جاتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں بلکہ اس شعر میں اہلسنت و جماعت کی حقانیت واضح ہو رہی ہے کہ حق پہ وہی جماعت ہے جس کے عقائد بزرگ صحابہ کرام اور قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس شعر میں واضح ہو رہا ہے کہ انبیائے کرام اور اولیائے کرام سے مدد مانگنا بھی جائز ہے اور محبوبان خدا کا مدد کرنا بھی حق ہے۔ شرک نہیں۔ محبوبان حق مدد کرتے ہیں ان سے مدد مانگنا شرک وکفر نہیں اگر ان کی مدد شرک وکفر ہے تو کوئی انسان بھی کفر وشرک کی دلدل سے نکل نہ سکے گا دیکھیے اولاد اپنے والدین سے مدد طلب کرتی ہے۔ شاگرد اپنے اساتذہ سے مدد حاصل کرتے ہیں۔

فریاد رس:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ اگر کوئی مصیبت کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو میں اس کی فریادرسی کرتا ہوں۔ فریادی کے فریاد کرنے پر میں چمکتے ہوئے شہاب ثاقب کی طرح آنا فانا اس کے پاس پہنچتا ہوں اور اس کی فریادرسی کرتا ہوں۔

پڑوسیوں کا خیال:

فرمایا: میں اپنے پڑوس کی اولاد کو اپنی اولاد کی مانند خیال کرتا ہوں۔ اپنی اولاد اور پڑوسی کی اولاد کے مابین تفریق نہیں کرتا بلکہ اپنی اولادیں تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ پڑوسیوں نے تمام مکانوں میں سے میرے مکان کو پسند کیا اور میں نے اسے اس کی اولاد سمیت اپنی ذمہ داری اور حفاظت کی۔ اس سلسلے میں کبھی حیلہ بہانہ نہیں کرتا۔ ان اشعار میں پڑوسیوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔

☆☆☆

انکساری کے ذریعے دشمنی دفع کرنا

(۱) وَحَیَّ ذَوِی الْاَضْغَانِ تَسْبِ قُلُوْبَهُمْ ‏ تَحِیَّتُكَ الْعُظْمٰی وَقَدْ یُدْبَغُ النَّغْلُ

(۲) فَاِنْ اَعْرَضُوْا كُرْهًا فَحَیِّ تَكَرُّمًا ‏ وَاِنْ حَبَسُوْا عَنْكَ الْحَدِیْثَ فَلَا تَسْئَلْ

(۳) فَاِنَّ الَّذِیْ یُؤْذِیْكَ مِنْهُ اسْتِمَاعُهٗ ‏ وَاِنَّ الَّذِیْ قَالُوْا وَرَاءَكَ لَمْ یُقَلْ

☆تحیہ: سلام کرلیا کرو۔☆ذوی الاضعان: کینہ رکھنے والوں، حاسدوں، دشمن رکھنے والوں۔☆اعرضوا: اعراض کریں۔☆کُرْھًا: ناگواری۔☆فحی: پس سلام کر۔☆تکرمًا: تعظیم کے طور پر۔☆یوذیك: تجھے تکلیف پہنچتی ہے۔ ☆استماع: اس بات کا سننا۔☆تحیت: سلام کرنا، دُعا دینا۔

مطلب:

(۱) دل میں کینہ رکھنے والے حاسدین کو سلام کرلیا کرو کہ اس سے ان کے قلوب کو تسلی حاصل ہوگی تحقیق کبھی سڑی ہوئی کھال بھی دباغت کی جاتی ہے۔

(۲) پس اگر وہ ناگواری سے روگردانی کریں تو تعظیم کرتے ہوئے انہیں سلام کیجیے اگر پھر بھی تیرے ساتھ بات کرنا ترک کر دیں تو کچھ بھی نہ پوچھ۔

(۳) پس بے شک جس سے تجھے تکلیف ہوتی ہے صرف اس بات کا سننا ہے اور جو بات پیٹھ پیچھے کہی گئی ہے وہ نہ کہی گئی کے مترادف ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ دشمنی اور مخالفت کا علاج دشمنی اور مخالفت نہیں بلکہ دشمنی اور مخالفت کا علاج انکساری کے ذریعے کیجیے اکثر دشمنیاں اور مخالفتیں خود بخود ہی ختم ہو جائیں گی۔ بلکہ مخالف بھی گرویدہ ہو جائیں گے۔اس سلسلے میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے بے شمار واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرمارہے ہیں کہ مخالفین اور دشمنی اختیار کرنے والوں کو سلام کیا کرو۔سلام کرنے کی برکت سے ان کے قلوب متاثر ہوں گے ان کے قلوب مطمئن ہوں گے انہیں تسلیم ہوگی کہ جو ہم سمجھتے تھے کہ فلاں میرا مخالف یا دشمن ہے حالانکہ اس کا عمل اس کے خلاف ہے ہماری دشمن اور مخالفانہ رویہ کے باوجود وہ ہمیں سلام کرتا ہے ہمارے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔اس طرح مخالفت اور دشمنی ختم ہو جاتی ہے۔کبھی کبھی وہ کام بھی کرنا پڑتا ہے جس کے لیے دل تیار نہیں ہوتا۔

(۲) بہرحال اگر وہ ناگواری کی وجہ سے تجھ سے دور رہنے کی کوشش بھی کریں تو تو ان سے دوری اختیار نہ کر بلکہ اس کی عزت کرو، تعظیماً اسے سلام کرو۔ہاں اگر وہ تجھ سے بات چیت نہ کریں تو پھر ان سے سوال نہ کر کہ تو ایسا رویہ کیوں اختیار کیے ہوئے ہے۔

(۳) پیٹھ پیچھے اگر کوئی تیری مخالفت کرتا ہے تو اس کی طرف توجہ ہی نہ کر کیونکہ اس بات کا نہ نفع ہے نہ نقصان ہے۔ایسی بات تو یوں سمجھ لیجیے وہ بات کہی ہی نہیں گئی۔اس طرح کئی مسائل خود بخود ہی ختم ہو جائیں گے۔ ہر وقت کی ذہنی خلفشاری سے کچھ سکون حاصل ہوگا۔

تواضع و انکساری اختیار کرنے کی فضیلت:

چونکہ ان اشعار میں تواضع و انکساری کا درس دیا گیا ہے اس لیے یہاں تواضع و انکساری کی فضیلت ملاحظہ فرمایئے تاکہ

تواضع اور انکساری کی طرف رغبت پیدا ہو اس طرح معاشرتی اصلاح کا سبب بنے۔

حدیث شریف:

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ (رواہ مسلم، ریاض الصالحین جلد اول حدیث نمبر ۶۰۵)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تواضع اختیار کرو۔ نہ ایک شخص دوسرے کے سامنے فخر کرے اور نہ ایک دوسرے پر زیادتی کرے۔

تواضع کرنے سے عزت میں اضافہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقے کی وجہ سے کسی کے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ عفو و درگزر پر اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو بھی تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مقام رفیع عطا فرماتا ہے۔ (رواہ مسلم شریف، ریاض الصالحین جلد اول حدیث نمبر ۶۰۶)

☆☆☆

کمال کو زوال

(۱) أُحِبُّ لَيَالِي الْهَجْرِ لَا فَرَحًا بِهَا ۔۔۔ عَسَى الدَّهْرُ يَأْتِي بَعْدَهَا بِوِصَالِ

(۲) وَاَكْرَهُ اَيَّامَ الْوِصَالِ لِاَنَّنِي ۔۔۔ اَرٰى كُلَّ شَيْءٍ مُوْلَعًا بِزَوَالِ

☆اُحِبُّ: دوست رکھتا ہوں۔ ☆لیالی: راتوں۔ ☆ھجر: جدائی۔ ☆اکرہُ: ناپسند کرتا ہوں۔ ☆مولعًا: ایلاع سے بمعنی خواہش کرنا، سخت خواہش کرنا۔

مطلب:

(۱) مجھے جدائی کی راتیں محبوب ہیں ان سے اس لیے خوش ہوں کہ ہو سکتا ان کے ختم ہونے کے بعد وصال حاصل ہو جائے۔

(۲) وصال کے دنوں کو پسند نہیں کرتا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہر چیز زوال چاہتی ہے۔ یعنی ہر چیز کو بعد از کمال زوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

فائدہ:

آج کل کا فلسفہ ہے کہ عروج چاہنا ہے تو عروج رکھنے والوں سے نزدیکی حاصل کرو۔ آہستہ آہستہ منزل کی طرف بڑھنا شروع ہو جاؤ گے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اور ہی فلسفہ بیان کیا ہے کہ ہر چمکنے والی شے سونا نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ظاہری اظہار کچھ اور ہوتا ہے مگر وہ باطنی طور پر کچھ اور نکلتا ہے۔ چڑھتے سورج کی پوجا اچھی نہیں جدھر کی ہوا چلی ہم بھی ادھر

چلے یہ بھی زندگی گزارنے کا ڈھنگ اچھا نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے شعر میں بیان فر' ہے ہیں کہ لوگ جو مرضی پسند کریں ہر کسی کی اپنی پسند مگر میں جدائی کی راتوں کو اچھی سمجھتا ہوں، جدائی کی راتوں سے محبت کرتا ہوں اور جدائی کی راتوں میں ہی خوش ہوتا ہوں کیونکہ جدائی کی راتوں میں وصال کے نصیب ہونے کی امید ہوتی ہے۔ وہی امیدیں میرے لیے زندہ رہنے کا سہارا ہوتی ہیں آج نہیں تو کل، کل تو اس سے اگلے دن کسی نہ کسی دن شرفِ وصال حاصل ہوگا۔ وہ کیسا پُر بہار موقع ہوگا۔ اس وقت میری خوشی کا کیا عالم ہوگا۔

جبکہ ایام وصال کو پسند نہیں کرتا کیونکہ ہر کمال کو زوال ہے۔ ہر چیز زوال کا شکار ہوتی ہے کیونکہ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ایک اصول بیان ہوا ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ٥

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

ہر کمال کو زوال پہنچنا ہے۔ کمال کے بعد زوال ہوتا ہے۔ وصال کے بعد جدائی ہوتی ہے۔ اجالے کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔ جبکہ اندھیرے کے بعد اجالے کی امید ہوتی ہے۔ جدائی کے بعد وصال کی باری ہوتی ہے۔ زوال کے بعد کمال کی توقع ہوتی ہے۔ اس لیے مجھے جدائی کی راتیں محبوب ہیں۔

☆☆☆

پوشیدہ محبت کی نشانیاں

(۱) لَا تَخْدَعَنَّ فَلِلْمُحِبِّ دَلَائِلُ ... وَلَدَيْهِ مِنْ نَّجْوَى الْحَبِيْبِ رَسَائِلُ

(۲) مِنْهَا تَنَعُّمُهٗ بِمَا يُبْلٰى بِهٖ ... وَسُرُوْرُهٗ فِىْ كُلِّ مَا هُوَ فَاعِلُ

(۳) فَالْمَنْعُ عَطِيَّةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ... وَالْفَقْرُ اِكْرَامٌ وَّ لُطْفٌ عَاجِلُ

(۴) وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ يُّرٰى مُتَحَفِّظًا ... مُتَقَشِّفًا فِىْ كُلِّ مَا هُوَ نَازِلُ

(۵) وَ مِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ تَرَاهُ مُشَمِّرًا ... فِىْ خِرْقَتَيْنِ عَلٰى شُطُوْطِ السَّاحِلِ

(۶) وَمِنَ الدَّلَائِلِ زُهْدُهٗ فِيْمَا تَرٰى ... مِنْ دَارِ ذُلٍّ وَّالنَّعِيْمِ الزَّآئِلِ

(۷) وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ يُّرٰى مِنْ عَزْمِهٖ ... طَوْعُ الْحَبِيْبِ وَ اِنْ اَلَحَّ الْعَاذِلُ

(۸) وَ مِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ يُّرٰى مِنْ شَوْقِهٖ ... مِثْلَ السَّقِيْمِ وَفِى الْفُؤَادِ غَلَائِلُ

☆لا تخدعن: دھوکا ہرگز نہ دو۔ ☆محب: دوست، دلائل، دلیل کی جمع، دلیل، طبعی حجت، ثبوت، شہادت۔ ☆حبیب: دوست۔ ☆رسائل: رسالہ کی جمع، رسالہ مگر یہاں راز کا خط اور پیغام وغیرہ۔ ☆سُرُوْر: خوشی۔ ☆اکرام: کرم،

بخشش، عزت، تعظیم۔ ☆عاجل: فوری، جلدی، جلد باز۔ ☆دار ذل: ذلت والا گھر۔ ☆نعیم الزائل: فانی نعمتوں۔ ☆سقیم: بیمار۔

مطلب:

(۱) دھوکہ نہ دیجیے پس دوست کی (بے شمار) نشانیاں ہوتی ہیں اور اس کے پاس دوست کے راز کا خط اور پیغام ہے۔

(۲) ان نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ دوست دوست کے آزمانے پر بددلی اختیار نہیں کرتا دوست اس کے ساتھ کچھ بھی کرے دوست کی خوشی اسی میں ہے۔ کہ دوست کی آزمائش پر بددلی اختیار نہ کی جائے اس لیے دوست کی آزمائش پر پورا اترنا چاہیے۔

(۳) پس دوست کا کچھ بھی نہ دینا بھی مشہور و معروف عطیہ ہے۔ اس کے فقر میں بھی عزت افزائی اور فوراً کی جانے والی مہربانی ہے۔

(۴) دوست کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے وہ بیدار اور ہر موقع پہ کم چیز پہ قناعت کرنے والا ہے۔

(۵) دوست کے نشانات میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ تم اسے برلب نہر صرف دو کپڑوں میں بھی کمر بستہ رہتا ہوا دیکھو۔

(۶) ایک نشانی یہ بھی ہے کہ تم اسے جتنا دیکھو گے اس کا ذلت کے گھر اور فانی نعمتوں کی طرف رجحان نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے بے رغبت ہوتا ہے۔

(۷) ایک نشانی یہ بھی ہے کہ دوست کی پیروی میں عزم بالجزم اس کا رکھتا ہے اگرچہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا تاکید کرے۔

(۸) دوست کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا شوق بیمار کی مانند معلوم ہو مگر دل میں شوق شدید ہو اور پیاس ہو۔

فائدہ:

دوست اور دوستی کے متعلق تفصیلات اسی کتاب کے اوائل میں بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہیں

(۱) یہاں محبت کی علامات کو بیان کیا گیا ہے کہ دوست کا راز جو تمہارے پاس ہے خبردار اسے قطعاً افشاں نہ کرنا۔

(۲) دوست کا خط یا خفیہ پیغام کا کسی کو بھی علم نہیں ہونا چاہیے۔

(۳) اگر کسی موقع پر دوست آزمائے تو اس سے بددلی کا شکار نہ ہو جانا بلکہ خوشی محسوس کرنا کہ کم از کم میرے دوست نے ایک موقع تو ایسا دیا کہ جس میں اپنی صحیح دوستی کو واضح کرسکوں گا۔ یہ بھی میرے دوست کی مہربانی اور عنایت ہے کہ مجھے اس لائق سمجھا اور مجھے اتنی اہمیت دی۔

(۴) اگر دوست نے کوئی چیز نہیں دی تو اس سے مخالفت کے جذبات پیدا نہ ہونے دے۔ بعض اوقات یہ بھی دوست کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ کہ میرا دوست صحیح دوست ہے یا مطلبی دوست۔ وغیرہ وغیرہ

(۱) وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ یُّرٰی مِنْ اُنْسِهٖ ‌ ‌ مُسْتَوْحِشًا مِّنْ كُلِّ مَا هُوَ شَاغِلٌ

(۲) وَمِنَ الدَّلَائِلَ اَنْ یُّرٰی مُتَبَسِّمًا ‌ ‌ وَالْقَلْبُ فِیْهِ مَعَ الْحَنِیْنِ بَلَابِلَ

(۳) وَمِنَ الدَّلَآئِلِ ضَحْكُهٗ بَيْنَ الْوَرٰى ۔۔۔ وَالْقَلْبُ مَحْزُوْنٌ كَقَلْبِ الثَّاكِلِ

(۴) وَمِنَ الدَّلَآئِلِ حُزْنُهٗ وَنَحِيْبُهٗ ۔۔۔ جَوْفَ الظَّلَامِ فَمَا لَهٗ مِنْ عَاقِلٍ

(۵) وَمِنَ الدَّلَآئِلِ اَنْ يُّرٰى مُتَمَسِّكًا ۔۔۔ بِسُؤَالِ مَنْ يَّحْظٰى لَدَيْهِ السَّآئِلُ

(۶) وَمِنَ الدَّلَآئِلِ اَنْ تَرَاهُ بَاكِيًا ۔۔۔ اَنْ قَدْرَاهُ عَلٰى قَبِيْحٍ عَاقِلٍ

(۷) وَمِنَ الدَّلَآئِلِ اَنْ تَرَاهُ مُسَافِرًا ۔۔۔ نَحْوَ الْجِهَادِ وَكُلِّ فِعْلٍ فَاضِلٍ

(۸) وَمِنَ الدَّلَآئِلِ اَنْ تَرَاهُ مُسَلِّمًا ۔۔۔ كُلَّ الْاُمُوْرِ اِلَى الْمَلِيْكِ الْعَادِلِ

☆انس: محبت۔☆متبسّمًا: ہنتا ہوا۔☆بلابل: بلبل کی جمع۔☆ضَحْكٌ: ہنتا ہے۔☆محزون: غمگین۔
☆ترا باکیًا: روتا ہوا، دیکھتے ہو۔☆قبیح: برا، معیوب، شرمناک وغیرہ۔☆فِعْلٍ فَاضِلٍ: نیک کام۔☆ملیك: مالک۔

مطلب:

(۱) ایک نشانی یہ ہے کہ اس کی محبت یوں معلوم ہو کہ ہر رکاوٹ پیدا کرنے والی چیز سے گھبراہٹ پیدا ہو جائے۔

(۲) ایک علامت یہ ہے کہ عام دیکھنے کے لحاظ سے تو مسکراتا ہوا نظر آئے۔ مگر دل میں نالہ شوق کے باعث نالہ بلبل کی مانند ہو۔

(۳) ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ بظاہر لوگوں میں ہنستا مسکراتا نظر آتا ہے مگر اس کا قلب مصیبت کے ماروں کی طرح غم میں مبتلا رہتا ہے۔

(۴) یہ نشانی بھی ہے کہ اس کا غم اور گریہ زاری رات کے اندھیرے میں ظاہر ہوتی ہے مگر اسے معلوم کوئی نہیں کر سکتا۔

(۵) ایک یہ علامت ہے کہ وہ اس ذات سے سوال کرتا ہے جس سے سائل فائدہ حاصل کر سکے۔

(۶) ایک یہ نشانی ہے کہ اسے صرف اس لیے روتا ہوا دیکھتے ہو کہ اسے کسی عقلمند نے قبیح حالت میں سمجھ لیا۔

(۷) ایک یہ نشانی ہے کہ وہ جہاد اور ہر نیک کام کی طرف سفر کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔

(۸) ایک یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے تمام کام مالک و عادل اللہ وحدہٗ لاشریک کے سپرد کر دیتا ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں بھی محبت کی علامات بیان کی گئی ہیں چونکہ واضح اور عام سمجھ میں آنے والی ہیں ان علامات کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہم بھی محبت میں سچے بن جائیں۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پہ نظر

(۱) اَخَافُ وَاَرْجُوْا عَفْوَهٗ وَعِقَابَهٗ — وَاَعْلَمُ حَقًّا اِنَّهٗ حَكَمٌ عَدْلٌ

(۲) فَاِنْ يَّكُ عَفْوٌ فَهُوَ مِنْهُ تَفَضُّلٌ — وَاِنْ يَّكُ تَعْذِيْبًا فَاِنِّيْ لَهٗ اَهْلٌ

(۳) اِذَا قَرُبَتْ سَاعَةٌ يَّالَهَا — وَزُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا

(۴) تَسِيْرُ الْجِبَالُ عَلٰى سُرْعَةٍ — كَمَرِّ السَّحَابِ تَرٰى حَالَهَا

(۵) وَتَنْفَطِرُ الْاَرْضُ مِنْ نَّفْخَةٍ — هُنَالِكَ تُخْرِجُ اَثْقَالَهَا

(۶) وَلَا بُدَّ مِنْ سَآئِلٍ قَآئِلٍ — مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ مَّا لَهَا

(۷) تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا رَبَّهَا — وَرَبُّكَ لَا شَكَّ اَوْحٰى لَهَا

(۸) وَيَصْدُرُ كُلٌّ اِلٰى مَوْقِفٍ — يُقِيْمُ الْكُهُوْلَ وَاَطْفَالَهَا

(۹) تَرَى النَّفْسُ مَاعَمِلَتْ مُحْضَرًا — وَلَوْ ذَرَّةً كَانَ مِثْقَالَهَا

(۱۰) يُحَاسِبُهَا مَالِكٌ قَادِرٌ — فَاِمَّا عَلَيْهَا وَ اِمَّا لَهَا

(۱۱) تَرَى النَّاسَ سُكْرٰى بِلَا قَهْوَةٍ — وَلٰكِنْ تَرَى الْعَيْنَ مَاهَالَهَا

(۱۲) ذُنُوْبِيْ بَلَآئِيْ فَمَا حِيْلَتِيْ — اِذَا كُنْتُ فِي الْبُعْثِ حَمَّا لَهَا

(۱۳) نَسِيْتُ الْمَعَادَ فَيَاوَيْلَهَا — وَاَعْطَيْتُ لِلنَّفْسِ اٰمَالَهَا

☆اَخَافُ: میں ڈرتا ہوں۔☆وَارْجُوْ: اور امیدوار ہوں۔☆اَعْلَمُ: جانتا ہوں۔☆حکم: فیصلہ کرنے والا۔☆تفضُّلٌ: مہربانی ہے۔☆تعذیبا: عذاب دیا۔☆ساعة: گھڑی، لمحہ، لحظہ، پل، وقت، معین وقت، وقت بتانے والی، گھڑی، قیامت وغیرہ یہاں یہی آخری معنی مراد ہے۔☆السحاب: بادل۔☆تنفطر: پھٹ جائے گی۔☆نفخة: صور پھونکنا۔☆القالھا: اپنے بوجھ۔☆یقیم: ٹھہراتا ہے۔☆محضراً: موجود پائے گا، حاضر پائے گا۔☆ذرہ: مادے کا نہایت چھوٹا ٹکڑا، ریزہ، یعنی اتنا چھوٹا ٹکڑا کہ سو ذروں کا ایک جو۔☆مثقال: مثقال ایک وزن کا نام ہے، ساڑھے چار ماشہ وزن، فیروز اللغات میں ہے کہ سونے کا ایک سکہ جو عرب میں رائج ہے۔☆سکرٰی: نشہ میں ہوں گے۔☆ذنوبی: میرے گناہ۔☆بلآئی: میری مصیبت۔☆فی البعث: قیامت میں، یعنی قیامت کے دن۔☆معاد: آخرت۔

مطلب:

(۱) اس کے عذاب سے میں ڈرتا ہوں اس کی معافی اور بخشش کی امید رکھتا ہوں حق جانتا ہوں کہ وہ تمام فیصلے عدل وانصاف سے کرنے والا ہے۔

(۲) پس اس نے اگر معافی اور بخشش سے نواز دیا تو اس کا فضل وکرم ہوگا اگر عذاب میں مبتلا کر دیا تو میں اسی کا حقدار ہوں۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں اس کے عفو وکرم کا امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطائیں فرمائے گا اور مجھے بخش دے گا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عدل وانصاف کرے گا۔ ایسا عدل وانصاف کرے گا کہ انسان کی سوچیں بھی اس عدل وانصاف تک نہیں پہنچ سکتیں۔اس سلسلے میں گواہی کی ضرورت ہوئی تو خود انسان کے اپنے اعضاء سے گواہی لی جائے گی۔انسان کے اپنے اعضاء ہی مخالفت میں سچی گواہی دیں گے۔ایسے حال میں جب گواہ اپنے ہی اعضاء پیش ہوکر مخالفت میں گواہی دیں گے تو کب تسلیم نہ کرنے کی گنجائش رہے گی یا کیسے کہہ سکیں گے اعضاء پیش ہوکر مخالفت میں گواہی دیں گے تو کب تسلیم نہ کرنے کی گنجائش رہے گی یا کیسے کہہ سکیں گے کہ یا اللہ! ان گواہوں کی گواہی میں یہ نقص ہے زبانیں گونگی ہو جائیں گی۔عدل وانصاف سے فیصلہ ہوگا۔

ہاں اگر اللہ عفوودرگزر سے کام لے کر مہربانی فرمادے اور بخش دے تو یہ اس کی مہربانی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کی سزا دینا چاہے تو حق ہے۔

حساب حق ہے:

حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور ومعروف تصنیف لطیف بہار شریعت میں بیان فرماتے ہیں کہ:

عقیدہ: حساب حق ہے اعمال کا حساب ہونے والا ہے۔

عقیدہ: حساب کا منکر کافر ہے کسی سے تو اس طرح حساب لیا جائے گا کہ خفیتاً اس سے پوچھا جائے گا تو نے یہ کیا اور یہ کیا۔

عرض کرے گا۔ہاں اے رب!

یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اقرار کرلے گا اب یہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ اب گئے۔فرمائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیرے عیب چھپائے اور اب بخشتے ہیں اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی باز پرس ہوگی جس سے یوں سوال ہوا وہ ہلاک ہوا کسی سے فرمائے گا اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت نہ دی، تجھے سردار نہ بنایا اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کو مسخر نہ کیا۔ان کے علاوہ اور نعمتیں یاد دلائے گا۔

عرض کرے گا: ہاں! تو نے سب کچھ دیا تھا۔

پھر فرمائے گا: تو کیا تیرا خیال تھا کہ مجھ سے ملنا ہے۔

عرض کرے گا کہ: نہیں۔

فرمائے گا: تو جیسے تو نے ہمیں یاد نہ کیا ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔
بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر فرمائے گا کہ تو نے کیا کیا؟
عرض کرے گا تجھ پر اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نماز پڑھی، روزے رکھے، صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا نیک کاموں کا ذکر کر جائے گا۔
ارشاد ہوگا: تو اچھا تو ٹھہر جا تجھ پر گواہ پیش کیے جائیں گے۔
یہ اپنے جی میں سوچے گا، مجھ پر کون گواہی دے گا اس وقت اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی۔
اعضاء کو حکم ہوگا: بول چلو۔ اس وقت اس کی ران اور ہاتھ پاؤں گوشت پوست ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا تھا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے ستر ہزار بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے طفیل میں ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور رب عزوجل ان کے ساتھ تین جماعتیں اور کردے گا معلوم نہیں ہر جماعت میں کتنے ہوں گے اس کا شمار وہی جانے۔ تہجد پڑھنے والے بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ اس امت میں وہ شخص بھی ہوگا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا ہوگا جہاں تک نگاہ پہنچے وہ سب کھولے جائیں گے رب عزوجل فرمائے گا ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے؟ میرے فرشتوں کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟
عرض کرے گا: نہیں اے رب!
پھر فرمائے گا: تیرے پاس کوئی عذر ہے؟
عرض کرے گا: نہیں اے رب!
فرمائے گا: ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہوگا۔
اس وقت ایک پرچہ جس میں (اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انّ محمدا عبدہٗ و رسولہ) ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا جا تلوا۔
عرض کرے گا: اے رب! یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے؟
فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔
پھر ایک پلے پر یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ رکھا جائے گا وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا۔ بالجملہ اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے۔ تھوڑی چیز بھی بہت کثیر ہے۔ (بہار شریعت جلد اول حصہ اول ص ۳۰-۲۹)

(۳) اس وقت کیا حال ہوگا جب قیامت قریب ہوگی اور زمین پوری طرح زلزلہ سے لرز رہی ہوگی۔
(۴) اچانک پہاڑ اُڑنے لگ جائیں گے جیسے تم بادلوں کو اڑتا ہوا دیکھا کرتے ہو۔
(۵) صور پھونکنے کے سبب پھٹ جائے گی اور اپنے بوجھ نکال کر باہر پھینک دے گی۔
(۶) ایسے شخص کا ہونا لوگوں میں ضروری ہے (جسے اتنی ہوش ہو کہ سمجھ کر) اس دن پوچھتے ہوئے کہے کہ آج اسے کیا ہو گیا ہے۔ یعنی عام لوگوں کو اتنی بھی ہوش نہ رہے گی۔

(۷) اپنے رب کے سامنے وہ اپنا حال عرض کردے گی اس کے پاس تمہارے رب نے وحی بھیجی ہے۔

(۸) تمام ہی موقف پر حاضر ہوں گے ایسا موقف جو بوڑھوں اور بچوں سبھی کو ٹھہرائے گا۔

(۹) انسان نے جو بھی اعمال زندگی میں کیے ہوں گے وہ سبھی دیکھے گے خواہ وہ چیونٹی کے برابر ہو۔ یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی دیکھے گا اور چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی دیکھے گا۔

(۱۰) مالک وقادر اللہ انسان کے نفس سے حساب لے گا تو نفس نقصان میں رہے گا یا نفع میں رہے گا۔

(۱۱) اس وقت تم عام لوگوں کو نشہ استعمال کیے بغیر ہی نشے والوں کی طرح دیکھو گے مگر آنکھ کو ایسی حالت میں ملاحظہ کرو گے کہ آنکھ بے حد خوف میں مبتلا ہوگی آنکھ کو کس چیز نے اتنا زیادہ خوف میں مبتلا کر دیا ہے۔

(۱۲) میرے گناہ میرے لیے مصیبت بن گئے اب ان سے نجات حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے جب قیامت کے دن اپنے گناہ لادے ہوئے ہوں گے۔

(۱۳) میں آخرت کو بھولا رہا پس افسوس کہ نفس کی خواہشات اور آرزوئیں ہی (ساری زندگی) پوری کرتے ہوئے گزار دی۔

فائدہ:

ان اشعار میں قیامت کے مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ قرآن میں پاک میں قیامت کے مناظر بے شمار آیات میں بیان کیے گئے ہیں۔

سورۃ القارعہ:

سورۃ القارعہ کا ترجمہ:

دل دہلانے والی۔ کیا وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی؟ جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون، تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے اور تو نے کیا جانا نیچا دکھانے والی ایک آگ شعلہ مارتی۔

(ترجمہ کنز الایمان پ ۳۰ سورۃ القارعہ وغیرہ تفصیلات کے لیے قرآن مجید اور کتب احادیث کا مطالعہ کیجیے)

☆☆☆

فیوض الرحمٰن کی خوشخبری

(۱) يَا حَارِ هَمْدَانَ مَنْ يَّمُتْ يَرَنِيْ ... مِنْ مُّؤْمِنٍ اَوْ مُنَافِقٍ قُبُلَا

(۲) يَعْرِفُنِيْ طَرْفُهٗ وَاَعْرِفُهٗ ... بِنَعْمَتِهٖ وَاسْمِهٖ وَمَا فَعَلَا

(۳) وَاَنْتَ عِنْدَ الصِّرَاطِ مُعْتَرِضِيْ ... فَلَا تَخَفْ عَثْرَةً وَّ لَا زَلَلَا

(۴) اَقُوْلُ لِلنَّارِ حِیْنَ تُوْقَفُ لِلْعَرْضِ ذُرِیْهِ لَا تَقْرَبِی الرَّجُلَا

(۵) ذُرِیْهِ لَا تَقْرُبِیْهِ اِنَّ لَهٗ جَلًّا بِحَبْلِ الْوَصِیِّ مُتَّصِلًا

(۶) اَسْقِیْكَ مِنْ بَارِدٍ عَلٰی ظَمَآءٍ تَخَالُهٗ فِی الْحَلَاوَةِ الْعَسَلَا

(۷) قَوْلُ عَلِیٍّ لِحَارِثٍ عَجَبٌ كَمْ ثَمَّ اُعْجُوْبَةٍ لَهٗ جُمَلًا

☆من یمت: جو مر جائے گا۔☆طرفه: ان کی آنکھیں۔☆عند الصراط: پل صراط کے پاس۔☆لاتخف: تو نہ ڈر۔☆زللاً: پھسلنے کا۔☆توقف: ٹھہرائی جائے گی۔☆لاتقربی الرجلا: میرے بندے کے قریب نہ ہونا۔☆متصلاً: جڑا ہوا، ملا ہوا۔☆اسقیك: تجھے پیاس کے وقت۔☆حلاوة: میٹھا۔☆عسلا: شہد۔

مطلب:

(۱) اے حارث! ہمدان مجھے سامنے دیکھتے ہی مرجائے گا مومن ہو یا منافق۔

(۲) اس کی آنکھیں مجھے پہچان لیں گی اور میں اسے اس نعت سمیت ہی پہچان لوں گا جو اسے حاصل ہوئی اس کے نام اور اس کے اعمال کو بھی پہچان لوں گا۔

(۳) پل صراط کے پاس تو میرے سامنے ہوگا اس لیے پل صراط سے لغزش اور پھسلنے سے تو نہ ڈر۔

(۴) جب جہنم دکھانے کے لیے سامنے لائی جائے گی تو میں جہنم کو کہوں گا کہ اسے چھوڑ دے میرے (ساتھ محبت رکھنے والے) آدمی کے قریب نہ جانا۔

(۵) (اے جہنم) اسے چھوڑ دے بے شک اس کا تعلق وصی (مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم) سے جڑا ہوا ہے۔

(۶) پیاس کے وقت میں تجھے ٹھنڈا ٹھنڈا مشروب پلاؤں گا وہ اتنا میٹھا ہوگا کہ بس تو اسے شہد ہی سمجھ لے۔

(۷) علی کا یہ قول بڑا عجیب وغریب ہے وہاں اس کے علاوہ ان کی کتنی اور عجیب وغریب باتیں ہوں گی۔

شعر نمبر ۲:

اس شعر سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں پہ خصوصی کرم نوازی فرماتا ہے اور خصوصی علوم سے نوازتا ہے۔ اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان علوم کا تذکرہ فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علوم کا حال ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتنے علوم غیبیہ سے نوازا ہوگا؟ ذرا غور تو فرمائیے امتی کے علوم اس شعر میں بیان ہوئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ شعر مبارک ملاحظہ فرمائیے اور اس میں بیان کردہ علوم میں غور فرمائیے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کے سلسلے میں غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے مدنی تاجدار کو کتنے علوم سے نوازا ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے بلکہ تمام کائنات میں سے سب سے زیادہ علوم سے بھی نوازا اور آپ کو مقام اور شیطان بھی سب سے بلند عطا فرمایا۔ وہ شان حضرت علی اپنا بیان فرما رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کائنات نے کیا کیا شان عطا فرمائی ہے۔ اللہ اعلم ورسولہ۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا مقام بیان فرمایا ہے۔ یہاں آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا مقام عطا فرمایا ہے۔ آخرت میں کن کن انعامات سے اللہ تعالیٰ مجھے نوازے گا۔ اچھوں سے نسبت انسان کو آخرت میں بھی نفع دے گی۔ اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو سادات کرام کے خلاف زہریلی تقاریر کر کے سعادت ایمانی تصور کرتے ہیں۔ سادات کرام کی عظمت کے متعلق قبلہ فیض ملت کا رسالہ (شرف سادات) ملاحظہ فرمائیے جسے ترتیب دینے کی سعادت الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کے حصے میں آئی)

☆☆☆

علم نجوم کے متعلق قواعد واحکام

(۱) خَوَّفَنِیْ مُنَجِّمٌ اَخُوْخَبَلْ ۔۔۔ تَرَاجَعُ الْمِرِّیْخِ فِیْ بَیْتِ الْحَمَلْ

(۲) فَقُلْتُ دَعْنِیْ مِنْ اَکَاذِیْبِ الْحِیَلْ ۔۔۔ اَلْمُشْتَرِیْ سَوَآءٌ عِنْدِیْ وَزُحَلْ

(۳) اَدْفَعُ عَنْ عَنِّیْ نَفْسِیْ اَفَانِیْنَ الدِّوَلْ ۔۔۔ بِخَالِقِیْ وَرَازِقِیْ عَزَّوَجَلْ

☆خَوَّفَنِیْ: مجھے ڈراتا ہے۔☆تراجع: لوٹ کر آیا ہے۔☆اکاذیب: جھوٹے۔☆ادفعُ: میں دور کرتا ہوں۔
☆بخالقی: میرے خالق۔☆رازقی: میرا رازق۔☆منجم: نجومی

مطلب:

(۱) ایک پاگل نجومی مجھے خوف دلاتا ہے کہ برج حمل میں مریخ دوبارہ واپس آ گیا ہے۔ (جو کہ تیرے لیے انتہائی نقصان دہ ہے)

(۲) پس اسے میں نے کہا کہ جھوٹے بہانے رہنے دے میرے خیال کے مطابق مشتری اور زحل دونوں ہی یکساں ہیں۔

(۳) میں ہر قسم کی مصیبتیں اپنے خالق اور رازق اللہ تعالیٰ کی مدد سے ختم کر دیتا ہوں۔ (یہ مشتری اور زحل سیارگان سب کچھ ذاتی طور پر کچھ نہیں ہیں ان سے ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں)

فائدہ:

ان اشعار میں نجومیوں کے ڈھکوسلوں کی تردید کی گئی ہے کہ نجومیوں کے بیان کردہ امور محض اٹکل پچو اور ڈھکوسلوں پہ مبنی ہوتے ہیں اس لیے انہیں سو فیصد سچ سمجھنا اور ان کے کہے پہ یقین کر لینا خلاف شریعت مطہرہ ہے۔

رہنمائے کامل میں حضرت علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری نے فتاویٰ رضویہ شریف سے اخذ شدہ مسائل بیان کیے ہیں ان میں سے ایک سوال مع جواب ملاحظہ فرمائیے۔

مسئلہ نمبر ۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس بارے میں کہ کاہنوں (یعنی غیب دانی کا دعویٰ کرنے والوں) اور جوتشیوں (یعنی نجومیوں) سے ہاتھ دکھلا کر بھلا یا برا دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھلا کر تقدیر کا برا اور بھلا دریافت کرنا اگر بطور اعتقاد ہو۔ یعنی جو یہ بتائیں حق ہے تو ''کفر خالص'' ہے۔

اسی کو حدیث میں فرمایا:

فَقَدْ كَفَرَ بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

یعنی پس تحقیق اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ (حاشیہ سنن الدارمی)

اور اگر بطور تحقیق (یعنی یقین کرنے کے طور پر) نہ ہو مگر میل ورغبت (یعنی خواہش کرنے) کے ساتھ ہو تو گناہ کبیرہ ہے

اس کو حدیث میں فرمایا:

لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائے گا۔ (کنز العمال شریف)

اور اگر بطور ہزل واستہزاء (یعنی ہنسی مذاق کے طور پر) ہو تو عبث ومکروہ وحماقت۔

(یعنی بے کار و ناپسندیدہ و بے وقوفی)

ہاں اگر بقصد تعجیز (یعنی اسے عاجز کرنے کے ارادے کے ساتھ) ہو تو حرج نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

وضاحت و خلاصہ:

خلاصہ یہ ہوا کہ نجومی سے قسمت کے بارے میں دریافت کرنا چار حال سے خالی نہ ہوگا (۱) یا تو اس کے حق ہونے کا یقین ہے (۲) یا قلبی خواہش کی بنا پر ہے (۳) بطور مذاق ہے (۴) یا اسے عاجز کرنا مقصود ہے۔

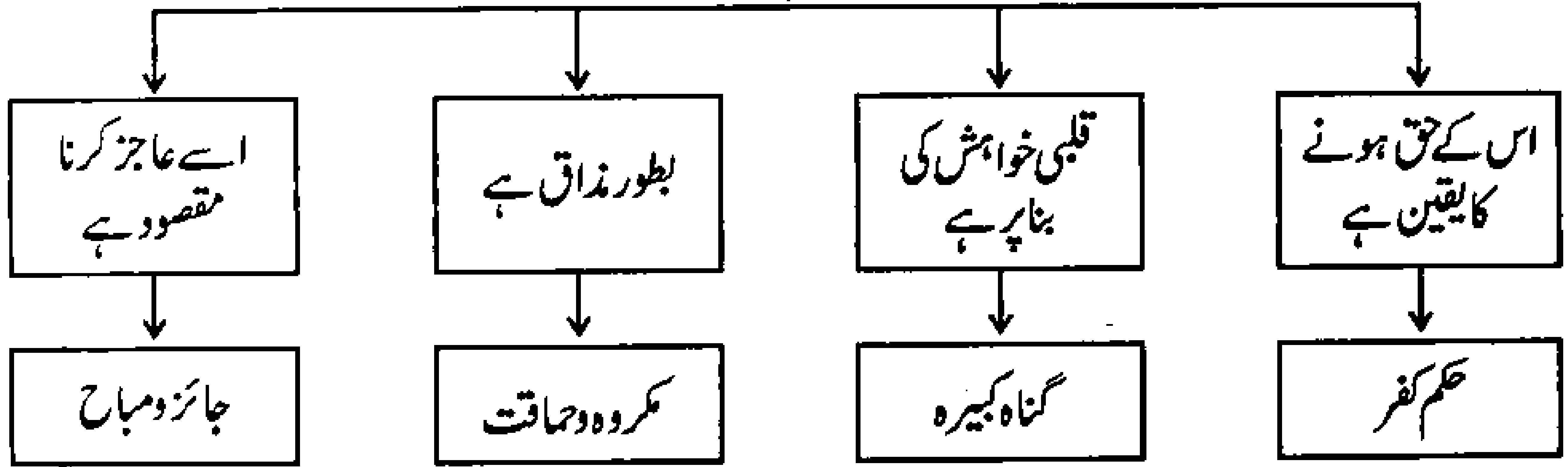
بصورت اول کفر۔

بصورت ثانی: حرام و گناہ کبیرہ

بصورت ثالث مکروہ

اور بصورت رابع مباح یعنی گناہ نہ ثواب

نقشے کے ذریعے مزید آسانی



تنبیہ:

چوتھی صورت لکھنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ اس پر عمل کی کوشش بھی کی جائے بلکہ اس صورت میں بھی نہ جانا ہی بہتر ہے خصوصاً کمزور یقین رکھنے والے اسلامی بھائیوں کو تو بے حد احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بقصد تعجیز کچھ معلوم کرنے پر نجومی کا (تکا) صحیح لگ جائے جس کے نتیجے میں اس کے باطل ہونے کے یقین میں کمزوری واقع ہونا عین ممکن ہے اور پھر یہی کمزوری کفر یا گناہ میں مبتلا کروانے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نجومیوں کے پاس جانے سے بچائے اگر خدانخواستہ گئے تو اس پر کامل توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رہنمائے کامل جلد اول سلسلہ نمبر اول ص ۲۸۔۲۷)

ستاروں کی تاثیرات پہ یقین کرنا خلاف شرع:

خلیل ملت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

مسئلہ:

قمر در اقرب یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو لوگ برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں یونہی نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں کہ فلاں ستارہ طلوع کرے گا تو فلاں بات ہوگی یہ بھی خلاف شرع ہے۔ (سنی بہشتی زیور (کامل) جلد اول ص ۵۶۰، بحوالہ بہار شریعت)

مسئلہ:

حاکم پر لازم ہے کہ نجومیوں، قرعہ وفال والوں کو دکانوں اور راستوں پر نہ بیٹھنے دے اور نہ اس کام کے لیے اسے لوگوں کے گھروں میں جانے دے۔ (شرح فقہ اکبر) (سنی بہشتی زیور کامل جلد اول حصہ پنجم ص ۵۶۰)

ماہ صفر اور تیرہ تیزی:

جیسے نجومی اور نجومیوں کے دریافت کرنے والے توہمات کا شکار ہوتے ہیں اسی طرح عوام میں اکثر ماہ صفر المبارک کے بارے میں بھی عجیب وغریب توہمات پھیلی ہوئی ہیں۔ بہتر ہے کہ ان کو بھی افادہ عامہ کی خاطر بیان کر دیا جائے۔ اسی طرح بعض مخصوص تاریخوں کو بھی منحوس گردانا جاتا ہے وہ بھی غلط ہے ملاحظہ فرمایئے بہار شریف جلد ۲ حصہ ۱۶۔

''ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے اور لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں خصوصاً ماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں حدیث میں فرمایا کہ صفر کوئی چیز نہیں یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے۔ اسی طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی بہت لوگ برا جانتے ہیں اور اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے اور ہر ماہ میں ۳، ۱۳، ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ کو منحوس جانتے ہیں یہ بھی لغویات ہے۔ (بہار شریعت جلد ۲ حصہ ۱۶ متفرقات میں یہ مسائل بیان کیے گئے ہیں)

مسئلہ:

ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضور اقدس نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں خلاف واقعہ ہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں آتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں سب بے ثبوت ہیں بلکہ حدیث کا یہ ارشاد لاصفر یعنی صفر کوئی چیز نہیں ایسی تمام خرافات کو رد کرتا ہے۔
(بہار شریعت جلد ۲ حصہ ۱۶ ص ۲۵۸۔۲۵۷)

خلاصہ اشعار:

آپ نے ان اشعار میں نجومیوں کے علم نجوم کی تردید کرتے ہوئے آپ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک پاگل نجومی مجھے خوف دلاتا ہے، ڈراتا ہے کہ برج حمل میں مریخ دوبارہ واپس آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے کہا کہ یہ سب جھوٹے بہانے ہیں انہیں رہنے دے ان میں کچھ حقیقت نہیں میرے خیال کے مطابق مشتری و زحل دونوں ہی برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں مجھ پہ جتنی بھی تکالیف اور مصیبتیں نازل ہوئی ہیں وہی اللہ تعالیٰ جو کہ میرا خالق بھی ہے اور رازق بھی ہے۔ میں اپنے خالق و رازق اللہ تعالیٰ کی مدد سے ختم کر دیتا ہے اس لیے مجھے ان ستاروں کے برے اور خطرناک احوال سنانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ:

قمر در عقرب یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ (در بار شریعت جلد ۲ حصہ ۱۶ ص ۲۵۷)

مسئلہ:

نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں کہ فلاں ستارہ طلوع کرے گا تو فلاں بات ہوگی یہ بھی خلاف شرع ہے اسی طرح پچھتروں کا حساب کہ فلاں پچھتر سے بارش ہوگی یہ بھی غلط ہے حدیث میں اس پر سختی سے انکار فرمایا۔
(بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۶)

نجومیوں اور کاھنوں سے سوال کرنے کی ممانعت:

نجومی اور کاہن وغیرہ لوگوں سے سوال کرنے کی بھی ممانعت ہے ایک حدیث میں فرمایا: اس حدیث کو عساکر الملت ابو الحسین امام مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح مسلم میں نقل کیا۔

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسْأَلَهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً

(مسلم شریف جلد ۲، کتاب السلام باب تحریم الکہانۃ واتیان الکہان ص ۲۳۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی جو کاہن (نجومی) کے پاس آئے اور اس سے کچھ دریافت کرے۔ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔

دوسری حدیث:

ایک اور حدیث میں ہے جسے امیر المومنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل کیا۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوَاجَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ اَنَّهَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ اِنَّ الْمَلَآئِکَةَ تَنَزَّلُ فِی الْعِنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْکُرُ الْاَمْرِ قضی فی السَّمَآءِ فَتَسْتَرَقَ الشَّیَاطِیْنُ السمع فتسمعه فتوحیه الی الکهان فیکذبون معها مأة کذبة من عند انفسهم۔

(بخاری شریف جلد اول کتاب بدالخلق باب ذکر الملائکہ ص ۴۵۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنان میں فرشتے اترتے ہیں اور وہ ایک بادل ہے پھر وہ اس امر خاص کا تذکرہ کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمانوں میں ہوا ہوتا ہے شیطان اس گفتگو کو سن لیتے ہیں اور کاہنوں کو اس کا القاء کردیتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

تیسری حدیث:

مشکوۃ المصابیح میں ہے۔

حضرت ربیع سے ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے کسی ستارے میں زندگی نہیں رکھی نہ ہی اس کا رزق اور نہ ہی اس کی موت اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور وہ ستاروں کو علت قرار دیتے ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الطب والرقی باب الکہانۃ الفصل الثالث ص ۳۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

چوتھی حدیث:

مشکوٰۃ میں ایک حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کسی نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان فرمایا پس تحقیق اس نے ایک حصہ جادو حاصل کیا نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر (جو جادو کے کفریات پہ اعتقاد رکھتا ہے کافر ہے۔ (حوالہ بالا، وقار الفتاویٰ ج سوم ص ۳۳۳ تا ۳۳۴)

☆☆☆

حضرت امام مہدی کی آمد مبارکہ کی خبر

(۱) بُنَیَّ اِذَا مَا جَاشَتِ التُّرْکُ فَانْتَظِرْ — وَلَایَةَ مَهْدِیٍّ یَّقُوْمُ فَیَعْدِلُ

(۲) وَذَلَّ مُلُوْکُ الْاَرْضِ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ — وَبُوْیِعَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلَذُّ وَیَهْزِلُ

(۳) صَبِیٌّ مِّنَ الصِّبْیَانِ لَا رَاْیَ عِنْدَهٗ — وَلَا عِنْدَهٗ جِدٌّ وَّ لَا هُوَ یَعْقِلُ

(۴) فَثَمَّ یَقُوْمُ الْقَآئِمُ الْحَقُّ مِنْکُمْ — وَبِالْحَقِّ یَاْتِیْکُمْ وَ بِالْحَقِّ یَعْمَلُ

(۵) سَمِیُّ نَبِیِّ اللّٰهِ نَفْسِیْ فِدَآءُهٗ — فَلَا تَخْذُلُوْهُ یَا بُنَیَّ وَعَجِّلُوْا

☆جاشت التُّرْکُ: ترکوں کا حملہ، ترکوں کا ہنگامہ۔☆ولایة: حکومت۔☆ذل: ذلیل ہوں گے، پست ہوں گے۔
☆ملوك الارض: زمین کے بادشاہ۔☆صَبِیٌّ: ایک بچہ۔☆لَارَاْیَ عندهٗ: اس کی اپنی رائے نہ ہوگی۔☆یقوم: اٹھے گا۔
☆بالْحَقِّ یاْتیکم: تمہارے پاس حق لائے گا۔☆یا بنیَّ: اے بیٹے۔☆عَجِلُوْ: تم عجلت کرنا تم جلدی کرنا، تم شتابی کرنا۔

مطلب:

(۱) ارے بیٹا! ترکوں کے ہنگامے کے وقت تجھے مہدی کی حکومت کا انتظار کرنا چاہیے وہ اٹھ کر عدل وانصاف کریں گے۔

(۲) آل ہاشم کے مدمقابل زمین والے تمام بادشاہ یعنی سربراہِ مملکت پست ہوں گے ایسے پست کہ ان میں سے جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی وہ عیش وعشرت میں مستغرق مسخرا قسم کا بے وقوف ہوگا۔

(فائدہ) جیسا کہ آج کل سربراہانِ مملکت تو دیکھ لیجیے اور غور کیجیے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

(۳) ایک نادان بچہ ہوگا اس کی اپنی کوئی رائے نہ ہوگی یعنی وہ سمجھدار نہیں ہوگا اس کے پاس بڑائی اور سمجھ بھی نہیں ہوگی۔ یعنی بالکل ہی نادان اور ناسمجھ ہوگا۔

(۴) پس اس دوران ایک اہل حق مرد اٹھے گا وہ تمہارے پاس حق لائے گا اور حق کے مطابق ہی عمل پیرا ہوگا۔

(۵) وہ نبی اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نام ہوگا اس پہ میری جان بھی قربان پس بیٹا! اسے نہ چھوڑنا اس کے ساتھ منسلک ہونے میں جلدی کرنا۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت امام مہدی کی آمد مبارکہ کے متعلق خبر دی ہے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے کا وقت قیامت کے قریب ہوگا۔ کتب احادیث میں متعدد احادیث اس سلسلے میں بیان ہوئی ہیں۔

حدیث شریف:

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دنیا ختم ہوگی حتیٰ کہ عرب کا بادشاہ ایک شخص بنے میرے گھر والوں میں سے جن کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔

فائدہ:

حضرت امام مہدی ساری دنیا یعنی عرب وعجم کے بادشاہ ہوں گے مگر جیسا کہ اگلی حدیثوں میں آرہا ہے مگر چونکہ ہر مسلمان دراصل عربی ہے کہ مسلمانوں کے جسم عجمی ہو سکتے ہیں مگر روح سب کی عربی ہے اس لیے العرب فرمایا ہم نے عرض کیا ہے۔

جسم ہندی ہے میری جان ہے میری مدنی یا خدا دور ہو کس طرح یہ بعد بدنی

یا یہ مطلب ہے کہ اہل عرب ان کا مقابلہ نہ کریں گے عجمی لوگ اولاً کچھ مخالفت کریں پھر سب ان کی اطاعت کرلیں گے یا عرب فرمایا اور عرب وعجم دونوں مراد لیے۔ جیسے تقیکم الحر فرمایا مگر مراد گرمی سردی دونوں ہیں ایسے ہی یہاں۔

(مرأۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۷ ص ۲۶۵)

حضرت امام مہدی کے متعلق جاہلانہ عقیدہ:

ان کا نام محمد ہوگا لقب مہدی، بعض جاہل کہتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو اس شکل میں تشریف لائیں گے یہ عقیدہ کفریہ ہے یہاں صاف ارشاد ہے کہ وہ میرے اہل بیت یعنی اہل فاطمہ زہرا سے ہوں گے حسنی سید ہوں گے۔

(مرأۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۲۶۵)

دوسری حدیث شریف:

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ قَالَ لَوْلَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذَالِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰہُ فِیْہِ رَجُلًا مِّنِّیْ اَوْمِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِیْ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًاوَّ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْرًا۔

اور اس کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا ہوتا تو اللہ اس دن کو دراز فرمادیتا حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص بھیجتا جو مجھ سے یا میرے گھر والوں سے ہے اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ

کے نام کے موافق ہوگا وہ آسمان وزمین کو انصاف وعدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وزیادتیوں سے بھری تھی۔

حضرت امام مہدی یقینا تشریف لائیں گے:

یہ بطور مثال ارشاد فرمایا گیا یعنی امام مہدی کی تشریف آوری کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ یقیناً دنیا میں آئیں گے فرض کرلو کہ اگر دنیا کی زندگی ختم ہو چکی ہوتی صرف ایک دن باقی رہ گیا ہوتا تب بھی وہ ضرور تشریف لاتے کہ وہ دن ہی دراز ہوگا۔
(مراۃ شرح مشکوۃ جلد ۷ ص ۲۶۶۔۲۶۵)

روافض کا رد:

ان کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا اسی حدیث سے ان روافض کا رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں ان کا نام محمد ابن حسن عسکری ہے یہ غلط ہے وہ پیدا ہوں گے اور محمد بن عبداللہ نام ہوگا۔ (مراۃ شرح مشکوۃ جلد ۷ ص ۲۶۶)

حسنی حسینی سید:

آپ کا اسم گرامی محمد مہدی ہے۔آپ کا اسم گرامی محمد ہے اور آپ کا لقب مہدی ہے مظاہر حق میں ہے کہ یہ شک راوی ہے اور اختلاف ہے اس میں کہ وہ اولاد حسن سے ہوں گے یا اولاد حسین سے اور ظاہر تر یہ ہے کہ باپ کی جانب سے حسنی ہوں گے اور ماں کی جانب سے حسینی۔ (مظاہر حق جلد ۴ ص ۳۲۵)

قسط سے مراد:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی احمد نے حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ان سے پہلے دنیا میں بہت ظلم وستم پھیل چکا ہوگا آپ عدل وانصاف کریں گے۔قسط سے مراد ہر حق والے کو اس کا حق دے دینا اور عدل سے مراد شریعت کے احکام جاری کرنا۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۷ ص ۲۶۶ بحوالہ مرقات)

تیسری حدیث مبارکہ:

وَعَنْ اُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ شریف باب اشراط الساعۃ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میری اولاد سے اولاد فاطمہ سے ہے۔

مرزائیوں کی تردید:

عترت کے معنی میں اہل قرابت، عزیز۔اس میں حضور کی اولاد اور ازواج پاک سب سے ہی داخل ہیں۔بعض نے فرمایا کہ سارے قریشی حضور کی عزت ہیں واللہ اعلم۔

اولاد فاطمہ کہہ کر یہ فرمایا کہ یہاں عزت سے مراد اولاد ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی سید ہوں گے مرزا قادیانی مرزا ہو کر امام مہدی بنتا ہے تعجب ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۷ ص ۲۶۶)

حضرت امام مهدی رضی الله عنه کا حلیه مبارک:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَهْدِیُّ مِنِّیْ اَجَلَ الْجَبْهَةِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلاً کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا یَمْلِكُ سَبْعَ سِنِیْنَ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہدی مجھ سے ہیں، چوڑی پیشانی والے، اونچی ناک والے، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی سات سال سلطنت کریں گے۔

فائدہ:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل بھی ہوں گے حضور کی جیتی جاگتی تصویر کہ یہ دونوں صفتیں حضور انور کی ہیں۔ چوڑی پیشانی، اونچی ناک شریف، کشادہ پیشانی، اونچی بینی انتہائی حسن ہے پتلی اونچی لمبی ناک سبحان اللہ۔ (مراۃ شریف ج ۷ ص ۲۶۷)

امام مهدی کی بادشاهت:

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت امام مہدی سلطان ہوں گے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام وزیر اعظم یا وزیر دفاع کیونکہ امام مہدی کو بادشاہ فرمایا گیا جن روایات میں ہے کہ آٹھ سال سلطنت کریں گے وہاں تقریبی آٹھ سال مراد ہیں یعنی سات سال چند ماہ نیز آٹھ یا نو سال کی روایات مشکوک ہیں یہاں سات سال کی روایت یقینی ہے۔

حضرت امام مهدی کی سخاوت:

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قِصَّةِ الْمَهْدِیِّ قَالَ فَیَجِیْئُ اِلَیْهِ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ یَا مَهْدِیُّ اَعْطِنِیْ اَعْطِنِیْ۔

اور انہیں (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ امام مہدی کے قصے کے بارے میں فرمایا پھر آگے کا ایک شخص ان کے پاس آئے گا اور کہے گا۔ ''اے مہدی مجھے دیجیے مجھے دیجیے۔''

فرمایا کہ آپ اس کے کپڑے میں لپ بھر کے ڈالتے رہیں گے جس قدر اٹھانے کی وہ طاقت رکھے گا۔

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ)

فائدہ:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی جیسے صورت میں حضور انور کے مشابہ ہوں گے ویسے ہی سیرت اور اخلاق میں بھی ان کی طبیعت میں جو سخاوت، رحم و کرم انتہائی ہوگا گٹھری بھر بھر دینا جو منگتے سے اٹھ نہ سکے۔ حضور انور کی ہی سخاوت ہے حضور انور نے حضرت عباس کو اتنا دیا کہ گٹھری ان سے اٹھ نہ سکی۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۲۶۷)

حضرت امام مہدی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے:

حضرت ابوسعید سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی حتیٰ کہ آدمی جائے پناہ نہ پائے گا جہاں ظلم سے پناہ لے تو اللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے گھر والوں سے ایک شخص کو بھیجے گا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی آسمان و زمین کے رہنے والے راضی ہوں گے آسمان اپنا کوئی خطرہ نہ چھوڑے گا مگر وہ برسا دے گا بہتا ہوا اور زمین اپنی کوئی چیز سبزی نہ چھوڑے گی مگر اگا دے گی حتیٰ کہ زندہ لوگ مردوں کی تمنا کریں گے۔ وہ اسی حالت میں سات سال یا آٹھ سال یا نو سال زندہ رہیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

خلیفۃ اللہ المہدی:

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَ قَدْجَآءَ تْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَاتُوْهَا فَاِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيِّ

(رواہ احمد والبیہقی فی دلائل النبوت مشکوٰۃ شریف)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم کالے جھنڈے دیکھو کہ خراسان کی طرف آ رہے ہیں تو تم وہاں جانا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے۔

فائدہ:

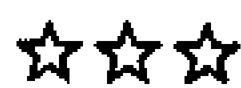
اسلام کا عظیم الشان اور جرار لشکر جو بہت سے جھنڈوں کے تلے ہوگا غالباً یہ لشکر جرار حارث یا منصور کا ہوگا۔ اس لشکر میں امام مہدی بذات خود سپاہیانہ شان سے ہوں گے آپ اس وقت خلیفہ نہ بنے ہوں گے یا یہ مطلب ہے کہ اس لشکر پر امام مہدی کا ہاتھ ہوگا ان کی نصرت ہوگی لہٰذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ حضرت امام مہدی کا ظہور حرمین شریفین کے درمیان ہوگا کہ وہ وقت آپ کی خلافت کے ظہور کا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ رنگ ماتمی رنگ نہیں جو کہ روافض کا خیال ہے فتح مکہ کے دن حضور کا عمامہ سیاہ تھا۔ ان جھنڈوں کا رنگ سیاہ ہی ہوگا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۷۳ ج ۷)
مزید احادیث بھی ہیں یہاں چند احادیث نقل کر دی ہیں مزید احادیث مطالعہ کرنے کی تمنا ہو تو کتب احادیث کا مطالعہ کیجیے۔

تفصیلات:

اگر تفصیلات مطلوب ہوں تو حضرت علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (الاشاعۃ لاشراط الساعۃ) کا مطالعہ کیجیے۔ جس کا ترجمہ (قیامت کی نشانیاں) کے نام سے قبلہ مجدد ملت فیض ملت حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا بڑی بہترین وضاحت ملے گی۔ نیز حضرت امام مہدی کے متعلق قبلہ فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث بہاولپور نے اپنی تصنیف لطیف (امام مہدی) میں تفصیلاً کتاب لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں کی معافی عطا فرمائے آمین۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔



سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خطاب

(۱) تَعَلَّمْ اَبَا بَكْرٍ وَّ لَاتَكُ جَاهِلاً ... بِاَنَّ عَلِيًّا خَيْرُ حَافٍ وَّ نَاعِلِ
(۲) وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصٰى بِحَقِّهٖ ... وَاَكَّدَ فِيْهِ قَوْلَهٗ فِي الْفَضَائِلِ
(۳) وَلَا تَبْخَسَنْهُ حَقَّهٗ وَارْدُدِ الْوَرٰى ... اِلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَصْدَقُ قَائِلِ

☆لاتك جاهلاً: بے خبری سے کام نہ، ناواقفیت سے کام نہ لے۔☆ناعل: پاؤں میں جوتی پہنے ہوئے۔☆ اوصی: نصیحت کردی۔☆اکدّ: تاکید کردی۔☆اصدق: سب سے زیادہ سچی ہے۔

مطلب:

(۱) اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان لیجیے۔ بے خبری سے کام نہ لیجیے۔ (اس زمین پر) ننگے پاؤں اور جن لوگوں نے پاؤں میں جوتیاں پہنی ہوئی ہیں علی ان تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔
(۲) ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمادی ہے ان کے فضائل کے متعلق تاکید فرمائی ہے۔
(۳) ان کے حق میں کمی نہ کرو۔ مخلوق کو واپس کردیجیے پس بے شک اللہ تعالیٰ کا فرمان سب سے زیادہ سچا ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے مناقب بیان کیے۔ بیان فرمایا کہ میں تمام انسانوں سے بہتر ہوں، میری افضلیت مسلم ہے۔ جن کے فضائل خود نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں ان کے حق میں کمی کرنا قطعاً مناسب نہیں اس لیے ان کے حق میں کمی نہ کرو۔

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رض اللہ عنہ:

جیسے ان اشعار میں بیان ہوا ہے کہ جن کی افضلیت کو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے ان کے مقام اور شان کو تسلیم کرنا چاہیے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی خود نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے اسے بھی تسلیم کرنا ضروری ہے۔

ہمیں اہلسنت سے پیار ہے:

کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا نام لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان کما حقہ تسلیم نہیں کرتے اور کئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان ماننے کے سلسلے میں افراط وتفریط کا شکار ہیں الحمد للہ اہلسنت و جماعت کا بیڑا پار ہے۔ کیونکہ الحمد للہ اہلسنت و جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کی عظمت کے بھی قائل ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وشان کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اہلسنت کسی کی عظمت وشان کا انکار نہیں کرتے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کی بھی شان بیان کی ہے اور صحابہ کرام کی بھی عظمتوں کو بیان کیا ہے اہلسنت دونوں کی تسلیم کرتے ہیں

اس لیے ہمیں الحمدللہ جماعت اہلسنت سے پیار ہے کہ اہل سنت و جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے پیار ہے۔

عظمت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَمِنَ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ

بے شک سب لوگوں سے زیادہ ہم پر خرچ کرنے والے اپنی صحبت اور مال میں ابوبکر ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اخوت و محبت باقی:

امام بخاری کی روایت میں ابوبکر ہے اگر میں کسی کو خالص جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو ایسا دوست بناتا لیکن وہ اخوت اور محبت باقی ہے جو اسلام کی بناء پر ہے۔ مسجد میں کوئی کھڑکی سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے نہیں چھوڑی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلاً غَيْرَ رَبِّيْ لَا تَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلاً۔

(بخاری شریف و مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۵۷۶۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔

شرح حدیث:

خلیل مشتق ہے خلت سے، خاء سے پیش۔ اس کا معنی ہے وہ محبت وصداقت جو محبت کے دل کے باطن میں اس طرح اتر جائے کہ محبوب، محب کے راز سے آگاہ ہو جائے مطلب یہ ہے کہ اگر میرے لیے جائز ہوتا کہ مخلوق میں سے ایسا دوست اختیار کروں جس کی محبت میرے دل میں سرایت کر جائے اور وہ میرے راز سے آگاہ ہو جائے تو ابوبکر کو ایسا دوست بناتا کہ وہ اس صفت کے قابل ہیں لیکن میرا ایسا محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق سے میری محبت وہ ہے جو میرے دل کے ظاہر پر ہے اور میرے راز پر صرف وہ ہی آگاہ ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خلیل ماخوذ ہو خلت، خاء پر زبر کے ساتھ جس کے معنی حاجت ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ اگر میں کوئی ایسا دوست بناتا جس کی طرف میں اپنی حاجتوں میں رجوع کرتا اور اپنے مقاصد میں اس پر اعتماد کرتا تو ابوبکر کو ایسا دوست بناتا لیکن میں تمام امور میں اعتماد اور ہر حال میں میرا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور وہی میرا الجاو ماویٰ ہے یہ مطلب حدیث شریف کی روشنی کے زیادہ مناسب ہے لیکن شارحین نے فرمایا کہ پہلا معنی زیادہ مناسب وموزوں ہے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۳۹۳)

اللہ تعالیٰ اور مومن صرف ابوبکر کو چاہتے ہیں:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ اُدْعِيْ لِيْ اَبَابَكْرٍ اَبَاكَ وَاَخَاكَ حَتّٰى اَكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلُ قَائِلٌ اَنَا وَلَا وَيَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وفات

فرمایا: ہمارے لیے اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ ہم ایک کتاب لکھیں کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے کہ میں مستحق ہوں اور دوسرا مستحق نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کرتے ہیں اور صرف ابوبکر کو چاہتے ہیں۔(مشکوٰۃ شریف مناقب حضرت ابوبکر صدیق فصل اول حدیث نمبر ۵۷۶۴)

سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر اشارہ:

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَاَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِیْ شَیْءٍ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تُرِيْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِیْ فَاْتِیْ اَبَابَكْرٍ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، منافق ابوبکر صدیق حدیث نمبر ۵۷۶۶)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی اور آپ سے کسی چیز کے بارے میں بات کی آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ کسی وقت حاضر ہو۔اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ فرمائیں اگر میں حاضر ہوں اور آپ کو نہ پاؤں گویا اس نے ارادہ کیا کہ اگر آپ رحلت فرما جائیں تو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ہمیں نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا۔

فائدہ:

اس حدیث کے ظاہر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے لیکن نص قطعی نہیں ہے اس کے باوجود اس کی فضیلت وشرافت پر دلالت کرتی ہے۔(اشعۃ اللمعات شریف اردو ترجمہ ج ۷ ص ۳۹۷)

حوض پر مصاحب نبی:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ۔

(رواہ الترمذی ومشکوٰۃ مناقب ابوبکر صدیق فصل ۲ حدیث نمبر ۵۷۷۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو فرمایا: تم غار میں ہمارے صاحب ہو اور حوض پر بھی ہمارے مصاحب ہو۔

فائدہ:

یعنی دنیا وآخرت میں ہمارے دوست ہو غالباً یار غار کا لقب اسی حدیث سے لیا گیا ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی امامت:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ

اَنْ یَؤُمَّهُمْ غَیْرُهٗ

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب، مشکوۃ شریف باب مناقب حضرت ابوبکر صدیق حدیث نمبر ۵۷۷۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس قوم میں ابوبکر موجود ہے اسے لائق نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی شخص اس قوم کی امامت کرے۔

فائدہ:

یہ ارشاد زمانہ میں فرمایا ہوگا جب آپ نے انہیں امامت کا حکم فرمایا اور حضرت عائشہ نے اس میں توقف کیا۔ ممکن ہے کسی دوسرے وقت بھی ارشاد فرمایا ہوگا چونکہ وہ امامت کے زیادہ لائق ہیں تو خلافت کے بھی زیادہ مستحق وہی ہوں گے اسی لیے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دین کے معاملے مقدم کیا اب کون ہے کہ دنیا کے معاملے میں آپ کو پیچھے رکھے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۷ص ۴۰۱)

سیدنا صدیق اکبرؓ کا نام عتیق:

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيْقًا۔ (رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے آزاد کیے ہوئے ہو جہنم کی آگ سے اس دن سے آپ کا نام عتیق (آتش دوزخ سے آزاد) رکھا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا دروازہ دیکھا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے پاس جبرائیل امین تشریف لائے انہوں نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور ہمیں جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے ہماری امت داخل ہوگی حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میری آرزو ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی وہ دروازہ دیکھتا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! ہماری امت میں سے سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہوگے۔
(سنن ابوداؤد شریف، مشکوۃ شریف)

خلاصہ شرح:

جو فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے بیان فرماتے ہیں وہ بھی مسلم ہیں انہیں بھی تسلیم ضروری ہے اور فضائل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی مسلم ہیں ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆

حضرت علیؓ نے اپنی بہادری کو خود بیان فرمایا

(۱) اَنَا الصَّقْرُ الَّذِیْ حَدَّثَتْ عَنْہُ — عِتَاقُ الطَّیْرِ تَنْجَدِلُ انْجِدَالاً

(۲) وَقَاسَیْتُ الْحُرُوْبَ اَنَا ابْنُ سَبْعٍ — فَلَمَّا شِبْتُ اَفْنَیْتُ الرِّجَالاً

(۳) فَلَمْ یَدَعِ السُّیُوْفُ لَنَا عَدُوًّا — وَلَمْ یَدَعِ السَّخَاءُ لَدَیَّ مَالاً

☆الصقر: شکرا۔☆عتاق الطیر: شکاری پرندے۔☆حدثت: بیان کرتی ہیں۔☆قاسَیْتُ الحروب: جنگ آزمائی کی۔☆افنیتُ الرِّجالَ: لوگوں کو فنا کر دیا۔☆یدع: چھوڑا۔☆سیوف: تلواروں۔☆عدوًّا: دشمن۔☆سخاء: سخاوت۔

مطلب:

(۱) میں وہ شکرا ہوں کہ جس کا حال زمین پہ شکار ہونے والی گری پڑی چڑیاں بیان کرتی ہیں۔ یہاں استعارہ بیان کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں وہ غور و فکر، صاحب پرواز اور جنگ و جدال کے وقت وہ جنگجو ہوں کہ جس کی حقیقت میری تلوار سے زخمی ہو کر نیچے گرنے والے کافر ہی بیان کرتے ہیں۔

(۲) جب میں سات سال کی عمر کو پہنچا تو جنگوں میں حصہ لینا شروع کیا جوانی میں قدم رکھتے ہی دین حق کے خلاف شورشیں کرنے والے لوگوں کو فنا کر دیا۔

(۳) پس میری تلوار نے ایسے دشمن کو جو مقابلے کے لیے سامنے آیا اور للکارا کسی دشمن کو نہیں چھوڑا اسی طرح میرے سخاوت کرنے کے عمل نے میرے پاس مال نہیں رہنے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے شعر میں اپنی بہادری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

میری بہادری عام لوگوں کے مقابل یوں سمجھ لیجیے کہ جیسے عام لوگ ننھی منی چڑیوں کی مثل ہیں اور مجھے یونہی سمجھ لیجیے کہ جیسے عام چڑی کو جب شکرا یعنی شاہین شکار کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں وہ آناً فاناً چڑیوں کو شکار کر لیتا ہے بس یونہی میری بہادری کو بھی سمجھ لیجیے۔ عام لوگ میرے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتے کسی بھی اتنی ہمت نہیں کہ میرا مقابلہ کر سکے جیسے کوئی بھی ننھی منی چڑیاں شکرا یعنی شاہین کو شکار نہیں کر سکتی اسی طرح کوئی مجھے مغلوب نہیں کر سکتا۔ شکرا آناً فاناً مطلوب چڑیوں کا شکار کر لیتا ہے اسی طرح جب میرے مقابل کوئی آ جاتا ہے تو مجھے زیادہ محنت اور تگ و دو نہیں کرنی پڑتی بلکہ میرے مقابلے میں جو بھی آتا ہے میری تلوار کا شکار ہو جاتا ہے۔

شرح شعر نمبر ۱:

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استعارہ کے طور پر صقر فرمایا ہے۔ یعنی شکرا کیونکہ شکرا میں کافی ایسی خصوصیات ہیں کہ جن کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ استعارہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں کہ میں ایسا صقر ہوں اب

دیکھیے الصَّقْرُ الَّذِیْ آپ نے بیان فرمایا اب دیکھیے لغت کی مشہور معروف کتاب المنجد میں اس کا معنی یہ بیان ہوا ہے۔ شِکرا اور شکرا ایک شکاری پرندہ ہے۔

فیروز اللغات اردو پروناؤنسنگ ڈکشنری میں الحاج مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں کہ شِکرہ (شِک رَہ) (ف۔ا۔مذ) باز کی قسم کا ایک شکاری پرندہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں وہ شِکرا ہوں میں وہ شکاری پرندہ شِکرا ہوں جس کا حال زمین پہ گری پڑی اور شکرے کے شکار سے ڈری ہوئی چڑیاں اِدھر اُدھر گرتی پڑتی اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتی ہیں مگر وہ پھر بھی اس سے جان نہیں بچاسکتیں۔ یہی حال میرے مقابل لوگوں کا ہے کہ وہ مجھ سے ڈرے ڈرے چونکتے پھر رہے ہیں میرا سامنا کرنے سے کتراتے پھر رہے ہیں میرا سامنا نہیں کرتے بلکہ گریز کر رہے ہیں کہ جب بھی میرا اور ان کا سامنا ہوگیا بچ نہیں سکیں گے۔

اب دیکھیے حضرت علی رضی اللہ عنہ عظیم انسان ہیں بلکہ نہ صرف انسان ہیں نہ صرف اشرف المخلوقات میں سے ہیں بلکہ مومنین کے سردار ہیں الحمدللہ سنیوں کے پیر ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں۔ وہ اپنی بہادری اور خصوصیات کا اظہار استعارہ کے رنگ میں بیان فرمارہے ہیں اس کا یہ مطلب ہیں کہ اس طرح اپنی صفات کے بیان کرنے سے معاذ اللہ حضرت علی نعوذ باللہ پرندہ نہیں بن گئے نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا کہنے سے آپ پرندہ نہیں بن گئے بلکہ اپنے اور مخالفین کے مابین موازنہ فرمارہے ہیں کہ میرے مدمقابل ایسے افراد ہیں میرے مدمقابل لوگوں کی وہی کیفیت اور حالت ہے جو شکاری پرندے شکرے کے سامنے ننھی منی چڑیوں کی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ استعارہ اور تشبیہ استعمال کرنے سے انسان کی عظمت کم نہیں ہوتی۔

شکرا کی صفات:

شکرا ایسا پرندہ ہے کہ اس کی بے شمار ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو عام پرندوں میں نہیں پائی جاتیں مثلاً بلند ہمتی، جفاکشی، سہل پسندی اور تن آسانی سے بے نیاز، سخت کوش، خوددار، انقلابی سوچ، جہد مسلسل، فکر و نظر کی بلندی، معیار خودی، زندگی جوش و جذبہ سے بھرپور، تسخیر کا جذبہ، ہمت و جرأت، حوصلہ، جہد مسلسل، جذبہ، عزم، ہر قسم کے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا، ہر دم حرکت پہ آمادگی، آبرومندانہ زندگی گزارنا۔ خطرات سے نہ گھبرانا بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ مایوسی سے دور بھاگنا اور امید و تحقیق و جستجو، منزل کی بلندی، بلند پروازی، بلند اور اچھے مقاصد، اپنے مقصد پہ ڈٹ جانا وغیرہ یہ وہ خصوصیات ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس پرندہ میں خصوصیات پائی جاتی ہیں جس وجہ سے علامہ اقبال نے بھی اپنی شاعری میں بار بار اس پرندے کا تذکرہ کیا ہے۔

علامہ اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں کہ جو اقبال کے خیالات میں مسلمان نوجوان میں ہونی چاہئیں شاہین کے بارے میں

علامہ اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں کہ اس جانور میں اسلامی فقر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

(۱) خوددار، غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

(۲) بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔

(۳) بلند پرواز ہے۔

(۴) خلوت پسند ہے۔

(۵) تیز نگاہ ہے۔(اقبالیات برائے انٹرمیڈیٹ (۳۰۳) یونٹ ۷ ص ۲۱۳۔۲۱۲)

فائدہ:

ایسی ہی صفات کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پرندے کا استعارہ بیان فرمایا ہے۔معلوم ہوا کہ اگر بزرگ علمائے کرام اسی طرح تشبیہ یا استعارہ کے طور پر سگِ مدینہ لکھتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استعارہ بیان فرمایا ہے تو اس استعارے کی وجہ سے امید ہے کہ کسی کو چونکہ چنانچہ کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ورنہ علامہ اقبال کے متعلق کیا کہا جائے گا کہ اس نے تو بے شمار اشعار میں شاہین کا استعارہ استعمال کیا ہے۔

نمونہ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں — نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں ہے تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر — تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

علامہ اقبال ایک اور مقام پر مردِ مومن کو شاہین کے نام سے پکارتے ہیں اور اس کے مقصد کی بلندی کی طرف یوں توجہ دلاتے ہیں۔

تو شاہین ہے پرواز ہے کام تیرا — تیرے سامنے آسمان اور بھی ہیں

(اقبالیات،انٹرمیڈیٹ ۳۰۳ ص ۲۱۲)

ایک جگہ وہ (علامہ اقبال) خدا کے حضور جوانوں کے لیے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

جوانوں کو میری آہ سرد دے — پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے — میرا نور بصیرت عام کر دے

☆☆☆

شجاعت حیدری

(۱) صَیْدُ الْمُلُوْكِ اَرَانِبٌ وَّثَعَالِبٌ — وَاِذَا رَكِبْتُ فَصَیْدِیَ الْاَبْطَالُ
(۲) صَیْدِیْ اِلْفَوَارِسُ فِی اللِّقَاءِ وَاِنَّنِیْ — عِنْدَالْوَغَا لَغَضَنْفَرٌ قَتَّالُ

☆صید: شکار۔☆ملوك: بادشاہوں، ملک کی جمع۔☆ارانب: جمع ہے، واحد ارنب بمعنی خرگوش۔☆ثعالب: لومڑیاں، ثعلب واحد۔☆فوارس: سوار۔☆عند الوغا: لڑائی میں۔☆غضنفر قتال: خونخوار شیر۔

مطلب:

(۱) عام بادشاہوں کے شکار خرگوش اور لومڑیاں ہوتی ہیں اور جب میں (راہ حق کے خلاف شورشیں کرنے والوں کے خلاف اپنی سواری پہ جب) سوار ہوتا ہوں تو میرا شکار بہادر ہوتے ہیں (جنہیں لوگ بھی بہادر سمجھتے ہیں اور وہ خود بھی اپنی

بہادری پہ نازاں ہوتے ہیں۔)

(۲) جنگ کے دوران میرے شکار بہادر سوار ہوتے ہیں اور جنگ کے دوران خونی شیر کی مانند نہایت بے جگری سے جنگ لڑتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیری اور بہادری ہمارے ہاں ضرب المثل کے طور پر بھی بیان کی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جو جنگوں کے درمیان آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور بہادری پہ مبنی تاریخ رقم کی۔ تاریخ اسے کبھی نہ بھلا سکے گی۔

(فائدہ) یہاں بھی آپ نے خونخوار شیر کا استعارہ بیان کیا ہے کیا اس خونخوار شیر کے استعارے استعمال کی وجہ سے آپ کو دم والا شیر کوئی سمجھے گا ہرگز نہیں بلکہ اس شعر سے ہر کوئی آپ کی بہادری کا اندازہ کرے گا اسی طرح بعض علمائے کرام اپنے لیے سگِ مدینہ کا استعارہ لکھتے ہیں۔

☆☆☆

تین چیزیں پوشیدہ رکھنے کا حکم

(۱) عَلَيْكُمْ بِالثَّلَاثَةِ فَاكْتُمُوْهَا شُجَاعَتُكُمْ وَعِلْمُكُمْ وَمَالٌ

(۲) فَإِنَّ النَّاسَ أَعْدَآءٌ لِهٰذَا وَلَا يُرْضِيْهِمْ إِلَّا الزَّوَالُ

☆فاکتموھا: پس انہیں چھپاؤ۔☆شجاعت: بہادری۔☆اعداء: عدو کی جمع بمعنی دشمن۔☆ثلاثہ: تین۔

مطلب:

(۱) تم اپنی تین چیزوں کو چھپایا کرو۔ شجاعت، اپنا علم اور مال۔

(۲) پس بے شک ان صفات والے انسانوں کے لوگ دشمن ہوتے ہیں عام لوگ ایسی صفات کے مالک انسانوں کے زوال سے پہلے تک راضی نہ ہوں گے یعنی ایسی صفات والے انسان جب زوال کا شکار ہوں گے تو لوگوں کو خوشی حاصل ہوگی۔ اور جب یہ صفات حاصل رہیں گی لوگ خوش نہیں ہوں گے بلکہ پیچ و تاب کھاتے رہیں گے جلتے بھنتے رہیں گے۔ لہٰذا اسی لیے ان تینوں صفات کو پوشیدہ رکھو کسی کے سامنے ظاہر نہ کیجیے۔ (اگر ظاہر کرو گے تو لوگوں کی دشمنی مول لو گے)

☆☆☆

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطالب کی مدح

(۱) أَعَيْنَيَّ جُوْدَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمَا عَلٰى هَالِكَيْنِ لَا تَرٰى لَهُمَا مِثْلًا

(۲) عَلٰى سَيِّدِ الْبَطْحَآءِ وَابْنِ رَئِيْسِهَا وَسَيِّدَةِ النِّسْوَانِ أَوَّلَ مَنْ صَلّٰى

(۳) مُهَذَّبَةٍ قَدْ طَيَّبَ اللّٰهُ خِيْمَهَا مُبَارَكَةٍ وَّاللّٰهُ سَاقَ لَهَا الْفَضْلَا

(۴) مُصَابُهُمَا اَدْجٰى لِيَ الْجَوَّ وَالْهَوَا فَبِتُّ اُقَاسِىْ مِنْهُمَا الْهَمَّ وَالثُّكْلَا

(۵) لَقَدْ نَصَرَا فِيْ اللّٰهِ دِيْنَ مُحَمَّدٍ عَلٰى مَنْ بَغٰى فِي الدِّيْنِ قَدْرَعَيَا اِلًّا

☆اَعَيْنَیَّ: اے میری دونوں آنکھو۔☆بارك الله: اللہ تعالیٰ جل جلالہ برکت عطا فرمائے۔☆سید: سردار۔☆ سیدہ: سردارہ۔☆نسوان: عورتوں۔☆مھذبة: پاکیزہ۔☆طیب: پاکیزہ۔☆ خیم: طبیعت۔☆اَدْجٰی: تاریک کرنا

مطلب:

(۱) اے میری دونوں آنکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے رونے کی کیفیت میں برکت عطا فرمائے ان فوت ہونے والوں کی فوتگی کی وجہ سے خوف رووٴ جن کا کوئی مثل نہیں۔

(فائدہ) ملاحظہ فرمایئے یہاں آپ نے آنکھوں کا رونا بیان فرمایا ہے زبان کی آہ و بکا نہیں بیان کی کہ اسے اس سے بعض لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں اسی بناء پر کوئی ماتم کا جواز کوئی نہ سمجھے۔ آنکھوں سے رونا اور ہے ماتم اور ہے اگر یہاں ماتم مراد ہوتا تو جسے آنکھوں کو مخاطب کیا گیا ہے اسی طرح زبان کو مخاطب بھی کیا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ زبان خوب رو، خوب رو، یہاں زبان کو مخاطب نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہاں ماتم مراد نہیں۔

(۲) بطحاء کے سردار اور اس کے رئیس بیٹے پر رووٴ اور سیدة النساء یعنی عورتوں کی سردار (یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) کے وصال پر ملال کی وجہ سے رووٴ جس نے تمام مسلمان عورتوں سے پہلے نماز ادا کی۔

(۳) وہ مہذب خاتون تھیں وہ نہایت پاکیزہ خاتون تھیں ان کی فطرت طیبہ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے طیب بنایا وہ نہایت مبارک ہستی ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک نے ان کی عظمت اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔

(۴) جو مصیبت انہیں پہنچی اس مصیبت نے فضا اور ہوا کو تاریک کر دیا پس اب میں ان کے وصال کے بعد رنج و غم کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا رہتے ہوئے رات گزارتا ہوں۔

(۵) ضرور تحقیق اللہ تعالیٰ کے راستے میں مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی مدد کی۔ ان لوگوں کے خلاف کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں سرکشی اختیار کی اور ان دونوں حضرات یعنی حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے عہد و پیمان کا لحاظ رکھا۔

☆☆☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص

(۱) اِنَّ عَبْدًا اَطَاعَ رَبًّا جَلِيْلًا وَقَفَ الدَّاعِيَ النَّبِيَّ الرَّسُوْلَا

(۲) فَصَلٰوةُ الْاِلٰهِ تَتْرٰى عَلَيْهِ فِيْ دُجَى اللَّيْلِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا

(۳) اِنَّ ضَرْبَ الْعُدَاةِ بِالسَّيْفِ يُرْضِی سَيِّدًا قَادِرًا وَّ يَشْفِي عَلِيْلًا

(۴) لَيْسَ مَنْ كَانَ قَاصِدًا مُّسْتَقِيْمًا مِثْلَ مَنْ كَانَ هَاوِيًا وَّ ذَلِيْلًا

(۵) حَسْبِيَ اللّٰهُ عِصْمَةً لِّامُوْرِی وَحَبِيْبِيْ مُحَمَّدٌ لِّی خَلِيْلًا

☆اَطَاعَ: اطاعت کی۔☆داعی: صفت بلانے والا، دعوت دینے والا، دعا کرنے والا وغیرہ۔☆سیف: تلوار۔☆یرضی: راضی کرتا ہے۔☆قادراً: قابو رکھنے والا۔☆یشفی: شفا دیتا ہے۔☆علیلا: بیمار۔☆هَوِیٌّ: بمعنی گرنا، مگر یہاں خوار مراد ہے۔☆مستقیما: استقامت اختیار کرنے والا۔☆قاصداً: ہموار سفر، راستہ۔☆(المنجد عربی اردو) قَصَدَ قَصْدًا (باب ضَرَبَ يَضْرِبُ وَاقْتَصَدَ فِي الامر: کسی معاملہ میں اعتدال و میانہ روی کرنا۔☆فی النفقة: خرچ میں☆اقتصد فی امرہٖ: کسی کام میں استقامت اختیار کرنا، پس یہاں قاصداً کا معنی ہے، میانہ روی اختیار کرنے والا۔(المنجد) حَسْبِيَ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے۔☆عصمة لالموری: میرے کاموں کی حفاظت کے لیے۔☆خلیل: سچا دوست، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب۔

مطلب:

(۱) بے شک جو انسان رب جلیل کا فرمانبردار ہے اور داعیٔ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا ہے۔

(۲) اس پہ صبح و شام اور رات کی تاریکی میں یعنی ہر وقت مسلسل اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کو مارنا اس محبوب ہستی کو راضی کرتا ہے وہ محبوب جو سردار قابو رکھنے والا اور مریضوں کو شفا عطا فرمانے والا ہے۔

(۴) تمام کاموں میں جو شخص میانہ روی اور مستقل مزاجی اختیار کرتا ہے وہ اس شخص جیسا ہرگز نہیں جو گرا پڑا اور ذلیل و خوار ہے۔

(۵) میرے کاموں کی حفاظت کے لیے بس میرا اللہ ہی کافی ہے اور میرے حبیب اور میرے دوست مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اطاعت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم:

پہلے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص رب کائنات کا فرمانبردار بندہ ہے وہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا ہوتا ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری سے گریز کرتا ہے سمجھ لیجیے کہ وہ رب کائنات کا فرمانبردار بندہ نہیں ہوتا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کے متعلق قرآن مجید میں بے شمار آیات بیان ہوئی ہیں تبرکاً چند آیات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○

(پ۳ آل عمران:۳۲)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر وہ اگر منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

۲۔ ما اتا کم الرسول فخذوہ و مانھا کم عنه فانتھوا

رسول تم کو جو حکم دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

۳۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہ اسوۃ حسنة

تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۴۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O (پ۳ سورۃ آل عمران: ۳۰۔۳۱)

آپ فرما دیجیے کہ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۵۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا O (پ۵ سورۃ النساء: ۵۹)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

فائدہ:

خواہ دینی حکومت والے ہوں جیسے عالم، مرشد کامل فقیہہ، مجتہد یا دنیاوی حکومت والے جیسے اسلامی سلطان اور اسلامی احکام لیکن دینی حکام کی اطاعت دنیاوی احکام پر بھی واجب ہوگی مگر ان دونوں کی اطاعت میں یہ شرط ہے کہ نص کے خلاف حکم نہ دیں ورنہ ان کی اطاعت نہیں۔ حضور کی اطاعت ہر حکم میں واجب ہے اگر چہ کسی کو قرآن کے خلاف ہی حکم دیں اس کے حق میں وہی نص ہوگی۔ حضرت علی کو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرے نکاح کی اجازت نہ ہونا۔ حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک گواہی دو کے برابر ہونا اسی میں داخل ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں رسول کو اولی الامر سے علیحدہ بیان فرمایا اس آیت سے مسئلہ تقلید بھی ثابت ہوا۔ (ماخوذ از تفسیر نور العرفان ص ۱۳۷)

۶۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا O فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ

اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (پ۵سورۃ النساء:۶۴-۶۵)

اور ہم نے رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں کوئی تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

فائدہ:

اس آیت میں ظلم، ظالم، زمان و مکان کی قسم کی قید نہیں۔ ہر قسم کا مجرم ہر زمانے میں خواہ کسی قسم کا جرم کرے تمہارے آستانہ پر آ جاوے (آ جائے) اور جَآءُوْكَ میں یہ قید نہیں کہ مدینہ مطہرہ میں ہی آئے بلکہ ان کی طرف توجہ کرنا یہ بھی ان کی بارگاہ میں حاضری ہے اگر مدینہ پاک کی حاضری نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی بارگاہ وہ شفاخانہ ہے جس میں ہر بیماری کی دوا ہے کسی کو محروم واپس نہیں کیا جاتا کوئی آنے والا ہو۔ خیال رہے کہ ہمارے پاس حضور کا آنا اور ہے اور ہمارا حضور کی بارگاہ میں حاضر ہونا کچھ اور سورج کا ہمارے پاس آنا یہ ہے کہ وہ ہم پر چمک جائے ہمارا سورج کے پاس آنا یہ ہے کہ ہم آڑ ہٹا کر اس کی دھوپ میں آ جائیں لہٰذا لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ اور جَآءُوْكَ میں فرق ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۱۳۸)

۷۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (ترجمہ کنزالایمان شریف)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

(ترجمہ کنزالایمان شریف)

۸۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النساء:۸۰)

اور جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۹۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(پ۳ سورۃ آل عمران:۳۲)

آپ فرما دیجیے کہ تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ سو اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کرتے کفر کرنے والے۔

۱۰۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ تلک

عشرۃ کاملہ۔

احادیث

جنت میں داخلہ:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت جنت میں جائے گی مگر وہ شخص جس نے سرکشی اختیار کی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کس نے سرکشی اختیار کی نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک اس نے سرکشی کی۔

سنت زندہ کرنے کا ثواب:

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ کردی گئی ہو تو اس کو ان تمام لوگوں کے ثوابوں کے برابر ثواب ملے گا جو لوگ اس سنت پر عمل کریں گے اور ان لوگوں کے ثوابوں میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص کوئی گمراہی کی بدعت نکالے جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں ہے تو اس شخص پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا۔ جو لوگ اس بدعت پر عمل کریں گے اور ان لوگوں کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف جلد اول)

سو شہداء کا ثواب:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت میں اعتقادی اور عملی فساد برپا ہونے کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اسے ایک سو شہید کا ثواب ملے گا۔

فساد امت سے مراد:

فسادِ امت سے سنت چھوڑ دینے اور اس میں کمی اور کوتاہی کرنا مراد ہے اور سو شہید کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے وقت میں سنت پر عمل بڑی مشقت اور جدوجہد سے ہو سکے لیکن اس کی فضیلت اور اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہوگا۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج اول ص ۴۷۰)

جنت میں داخلے کے لیے تین اعمال:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَیِّبًا وَ عَمِلَ فِیْ سُنَّۃٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَہٗ دَخَلَ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا الْیَوْمَ لَکَثِیْرٌ فِی النَّاسِ قَالَ وَسَیَکُوْنَ فِیْ قُرُوْنٍ بَعْدِیْ

(رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف کتاب الایمان ۱۶۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حلال طیب رزق کھایا۔ سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے امن میں رہے وہ جنت میں داخل ہوا۔ اس پر ایک شخص نے کہا: یہ نیکیاں ہمارے زمانے میں لوگوں کے اندر کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں اور مجھ سے بعد کے زمانوں میں بھی یہ نیکیاں موجود رہیں گی۔

☆☆☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض عین ہے

(۱) اَقِیْکَ بِنَفْسِیْ اَیُّھَا الْمُصْطَفٰی الَّذِیْ ... ھَدَانَا بِہِ الرَّحْمٰنُ مِنْ غَمَّۃِ الْجَھْلِ

(۲) وَیُقَدِّیْکَ حَوْبَائِیْ وَمَا قَدْرُ مُھْجَتِیْ ... لِمَنْ انْتَمٰی مَعَہٗ اِلَی الْفَرْعِ وَالْاَصْلِ

(۳) وَمَنْ کَانَ لِیْ مُذْ کُنْتُ طِفْلًا وَّیَافِعًا ... وَاَنْعَشَنِیْ بِالْعَلِّ مِنْہُ وَبِالنَّھْلِ

(۴) وَمَنْ جَدُّہٗ جَدِّیْ وَمَنْ اَبُوْہُ اَبِیْ ... وَمَنْ نَحْلُہٗ نَجْلِیْ وَمَنْ بِنْتُہٗ اَھْلِیْ

(۵) وَمَنْ حِیْنَ اٰخٰی بَیْنَ مَنْ کَانَ حَاضِرًا ... دَعَانِیْ وَ اٰخَانِیْ وَبَیَّنَ مِنْ فَضْلِیْ

(۶) لَکَ الْفَضْلُ اِنِّیْ مَاحُیِیْتُ لَشَاکِرٌ ... لِاِحْسَانِ مَآ اَوْلَیْتَ یَا خَاتَمَ الرُّسُلِ

☆اَیُّھَا المصطفٰی: اے مصطفٰی، اے پیغمبر، مراد یا رسول اللہ اسی لیے ہمارا اہلسنت و جماعت کا نعرہ ہے یارسول اللہ بلکہ صحابہ کا نعرہ بھی ہے یارسول اللہ۔ ☆غُمَّۃِ الْجَھْلِ: جہالت کی تاریکی۔ ☆اَقِیْکَ: وقایہ سے بمعنی بچانا۔ ☆فَرْع: ٹہنی، شاخ، ڈالی، وہ جس کی اصل اور چیز ہو۔ ☆اصل: بنیاد، جڑ، منبع، سرچشمہ، نکاس، مادہ، تخم، بیج، ست، عطر، خلاصہ، سرشت، جبلت، حقیقت، ماہیت، نسب، نطفہ کا اثر، خاندانی اثر، سبب، سرمایہ، پونجی، ذات، خاندانی، کتاب کی عبارت، متن، خالص، کھرا وغیرہ۔ ☆یافعا: جوانی۔ ☆اَھْلِیْ: میری اہلیہ، میری زوجہ، میری بیوی۔ ☆بَیَّنَ: بیان کی۔ ☆فضلی: میری فضیلت۔ ☆لک الفضل: آپ کو فضیلت حاصل ہے۔

مطلب:

(۱) اے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی یا رسول اللہ) میں خود آپ کی حفاظت کروں گا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہالت کی تاریکی سے بچایا۔

(۲) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان بھی آپ پر قربان ہو۔ ہاں میری جان تو کیا چیز ہے بلکہ میری جان کے علاوہ جن کے ساتھ مجھے اصل وفرع میں انتساب حاصل ہے وہ بھی قربان۔

(۳) وہ ذات کہ جو میرے بچپن سے جوانی تک میرے لیے تھے اور بار بار سیراب کر کے میری پرورش فرمائی۔ (خصوصی شفقت ومحبت سے نوازنا)

(۴) ان کا دادا میرا (بھی) دادا ہے ان کا والد گرامی میرا باپ ہے۔ جن کا مبارک خاندان میرا خاندان ہے اور جن کی لخت جگر میری اہلیہ مبارکہ ہے۔

(۵) وہ ذات کہ جس نے حاضر مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو مجھے اپنا بھائی بنایا اور میری فضیلت بیان فرمائی۔

(۶) اصل فضیلت (کہ جس کے درمقدس کی نسبت کی وجہ سے تمام فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں) آپ کو ہی حاصل ہے۔ ساری زندگی آپ کا شکرگزار رہوں گا اے خاتم النبیین میں اس احسان عظیم کی وجہ سے جو آپ نے مجھ پہ کیا۔

جہالت کی تاریکی سے نجات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ **ایھا المصطفیٰ** یعنی اے ہمارے پیارے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے ذریعے رب کائنات نے ہمیں جہالت کی گھٹاٹوپ اندھیر نگری سے نجات عطا فرمائی۔ کہ جس کی اندھیری سے بڑھ کر کوئی اور اندھیرا نہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی حفاظت کے لیے تیار ہوں، ہمہ وقت میں آپ کی مدد اور حفاظت کروں گا۔ میرے ہوتے ہوئے آپ کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

جان فدا:

آپ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمارہے ہیں کہ یارسول اللہ میری جان آپ پر قربان ہو۔ مگر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ کے مقابل کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں اس لیے یارسول اللہ! میری جان آپ پر فدا ہو۔ جن کے ساتھ مجھے اصل اور مرفوع میں انتساب ہے وہ بھی کچھ قربان ہو۔

پرورش:

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔ دادا کے وصال کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے ہی آپ کی پرورش کے سلسلے میں ہمت فرمائی۔ جب نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوگئی تو بچپن سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رہنے لگے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ہی پرورش پائی اسی حقیقت کا اعتراف آپ نے اس شعر میں کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ اور تعلق:

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ اور تعلق کو بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا حضرت عبدالمطلب ہی میرا دادا ہے۔ ان کا باپ میرا باپ ہے۔ وہ یوں کہ اب کا لفظ بعض اوقات چچا، تایا اور دادا اور آباؤ اجداد پر بھی بولا جاتا ہے چونکہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ چچازاد بھائی تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے اس لیے کہ ان کا باپ میرا باپ (یعنی چچا) ہے۔ ان کا خاندان میرا گھر اور ان کی لخت جگر میری اہلیہ ہے۔

بھائی چارہ:

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین وانصار کے مابین بھائی چارہ قائم کیا تو مجھے اپنا بنا کر مجھے خصوصی فضیلت سے نوازا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی افضل ہیں آپ کی افضلیت مسلم ہے۔ بلکہ میں تو ہمیشہ آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ اس احسان کی وجہ سے جو آپ نے مجھ پہ کیا ہے۔

بہر حال نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض عین ہے آپ کی محبت کے سوا کچھ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ صرف فرض عین ہے بلکہ ایمان کی جان ہے۔

صحابہ کا نعرہ یا رسول اللہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے واضح ہوا کہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کا نعرہ جو آج سنیوں کو جان سے بھی بڑھ کر پیارا ہے یہی نعرہ صحابہ کرام کا نعرہ ہے، تفصیلات دیگر مقامات پر ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆

غزوہ بدر کی فتح

(۱) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَبْلٰى رَسُوْلَهٗ ۔۔۔ بَلَآءِ عَزِيْزٍ ذِیْ اقْتِدَارٍ وَّ ذِیْ فَضْلٍ

(۲) بِمَآ اَنْزَلَ الْكُفَّارَ دَارَ مَذَلَّةٍ ۔۔۔ وَلَا قَوْهُوَانًا مِّنْ اِسَارٍ وَّ مِنْ قَتْلٍ

(۳) فَاَمْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهٗ ۔۔۔ وَكَانَ اَمِيْنُ اللّٰهِ اُرْسِلَ بِالْعَدْلِ

(۴) فَجَآءَ بِفُرْقَانٍ مِّنَ اللّٰهِ مُنْزَلٍ ۔۔۔ مُبَيَّنَةٌ اٰيَاتُهٗ لِذَوِی الْعَقْلِ

(۵) فَاٰمَنَ اَقْوَامٌ كِرَامٌ وَّ اَيْقَنُوْا ۔۔۔ وَاَمْسَوْا بِحَمْدِ اللّٰهِ مُجْتَمِعِی الشَّمْلِ

(۶) وَاَنْکَرَ اَقْوَامٌ فَزَاغَتْ قُلُوْبُهُمْ — فَزَادَهُمُ الرَّحْمٰنُ خُبْلاً عَلٰى الْخَبَلِ
(۷) وَاَمْكَنَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ رَسُوْلَهٗ — وَقَوْمًا غِضَابًا فِعْلُهُمْ اَحْسَنُ الْفِعْلِ
(۸) بِاَيْدِيْهِمْ بِيْضٌ خِفَافٌ قَوَاطِعٌ — وَقَدْ حَادَثُوْهَا بِالْجَلَاءِ وَبِالصَّقْلِ
(۹) فَكَمْ تَرَكُوْا مِنْ نَاشِيْءٍ ذِيْ حَمِيَّةٍ — صَرِيْعًا وَّمَنْ ذِيْ نَجْدَةٍ مِّنْهُمْ كُهْلِ
(۱۰) وَتَبْكِيْ عُيُوْنُ النَّائِحَاتِ عَلَيْهِمْ — صَرِيْعًا بِاَسْبَالِ الرَّشَاشِ وَبِالْوَبْلِ
(۱۱) نَوَائِحُ تَبْلِيْ عُتْبَةَ الْغَيِّ وَابْنَهٗ — وَشَيْبَةَ تَنْعَاهُ وَتَنْعٰى اَبَا جَهْلِ
(۱۲) وَذَا الدَّحْلِ تَنْعٰى وَابْنُ جُدْعَانَ فِيْهِمْ — مُسَلَّبَةً حَرّٰى مُبَيِّنَةَ الثَّكْلِ
(۱۳) ثَوٰى مِنْهُمْ فِيْ بِئْرِ بَدْرٍ عِصَابَةٌ — ذَوُوْا نَجَدَاتٍ فِي الْحُزُوْنِ فِي السَّهَلِ
(۱۴) دَعَا الْغَيُّ مِنْهُمْ مَّنْ دَعَا فَاَجَابَهٗ — وَلِلْغَيِّ اَسْبَابٌ مُّقَطِّعَةُ الْوَصْلِ
(۱۵) فَاَضْحَوْا لَدٰى دَارِالْجَحِيْمِ بِمَعْزِلٍ — عَنِ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ بِيْ اَشْغَلِ الشُّغْلِ

☆اُبْتُلِيَ : آزمائش کی۔☆بلآء : آزمائش۔☆دار : گھر۔☆دار مذلة : ذلت کے گھاٹ۔☆نصر : مدد۔☆منزل : انزال ہونے والا، اترنے والا۔☆فآمن : پس ایمان لائے۔☆کرامٌ : اچھے۔☆ایقنوا : یقین کیا۔☆اَنْکَرَ اَقْوَامٌ : کچھ لوگوں نے انکار کیا۔☆فزاد : پس بڑھادی۔☆خَبْلاً عَلٰى الْخَبَل : بربادی پر بربادی یعنی بربادی میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔☆احسن الفعل : بہترین کام۔☆بایدیهم : ان کے ہاتھوں میں۔☆خبل : فساد، تباہی بربادی۔☆خفاف : ہلکی مراد ہلکی تلواریں۔☆قواطع : تیز کاٹنے والی مراد تیز تلواریں۔☆ذِی حَمِیَّةٍ : غیرت مند۔☆تبکی : روتی ہیں۔☆عیون : آنکھیں۔☆عتبة الغی : گمراہ عتبہ۔☆حَرّٰی : تشنہ۔☆بئر بدر : بدر کا رکنواں۔☆دَعَا الغی : گمراہی نے پکارا۔☆فاجابه : پس اسے جواب دیا مراد اس کی آواز پہ لبیک کہا۔☆مقطعة الوصل : تعلقات کاٹنے والے ہیں۔☆دار الجحیم : جہنم۔

مطلب:

(۱) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کی۔ ایسی آزمائش فرمائی کہ جیسی آزمائش معزز صاحب اقتدار اور صاحب فضل و کرم کرتا ہے۔

(۲) یوں کہ کفار کو ذلت کے گھاٹ اتار دیا۔ انہیں قیدی بنایا، قتل کیا اور کفار کو ہر قسم کی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔

(۳) تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد غالب ہوگئی۔ آپ اللہ تعالیٰ عزّ جلالہ کے امین تھے عدل و انصاف (کے بول بالا) کے لیے (اس جہان رنگ و بو میں) بھیجے گئے۔

(۴) پس وہ حق و باطل میں امتیاز کرنے والا پیغام (قرآن) لائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا۔ جس کی آیات عقلمندوں کے لیے واضح ہیں یعنی عقلمندوں کو ان آیات میں کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

(۵) پس اچھے لوگ ایمان لائے اور یقین کیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی جماعت بندی ہوگئی۔

(۶) اور جنہوں نے انکار کیا ان کے دل ٹیڑھے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کی بربادی میں کئی گنا اضافہ کردیا۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع عطا فرمایا۔ جو غیض وغضب میں تھے جن کا کام بہترین تھا وہ برائیوں سے دور تھے۔

(۸) ان کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی، ہلکی اور تیز تلواریں ہیں ان تلواروں کو صیقل کر کے اور جلا دے کر مزید چمکدار بنا دیا۔

(۹) پس بے شمار غیرت مند جوانوں کو چت گرا دیا اور بے شمار دلیروں کو ڈھیر کیا۔

(۱۰) ان پہ رونے والی عورتوں کی آنکھیں روتی ہیں۔ درد بھری آنکھیں بڑے بڑے آنسو بارش کی بوندا باندی کی طرح برساتی ہیں۔

(۱۱) وہ رونے والی عورتیں عتبہ اور اس کے بیٹے پہ روتی ہوئی شیبہ اور ابوجہل کے مرنے کی خبر دیتی ہیں۔

(۱۲) ان کے علاوہ دوسرے کافر دشمنوں کی موت کی بھی خبر سناتی ہیں ان رونے والیوں میں جدعان کا بیٹا بھی تھا۔ سوگ کے لباس میں ملبوس پیاسا ہے۔ اس کا رنج اور غم واضح ہے۔

(۱۳) ان کا ایک گروہ قتل ہو کر بدر کے کنویں میں پھینکا پڑا ہے۔ وہ گروہ جب بھی زندہ تھا تو سخت اور نرم ہر قسم کی زمین پہ اپنی بہادری کے جوہر دکھایا کرتا تھا۔

(۱۴) ان میں سے جسے بھی گمراہی نے آواز دی گمراہی کی آواز پہ اس نے لبیک کہا۔ گمراہی کے اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ وہ تمام تعلقات کو کاٹ دیتے ہیں۔

(۱۵) پس وہ گمراہی اور سرکشی سے دور جہنم میں جا پہنچے جو انہیں تمام اطراف سے پھیر دینے والی ہے۔ (یہاں جہنم کی کیفیت بیان کرنی ہے کہ کفار کو عذاب کیسے ہوگا)

(۱) آزمائش:

دکھ یا تکلیف کو دیکھ کر آہ وزاری کرنا اچھا کام نہیں کیونکہ بعض اوقات مصائب وآلام کا آنا رب کائنات کی طرف سے آزمائش کے طور پر ہوتے ہیں ایسے اوقات میں صبر اختیار کرنے درجات کی بلندی کا باعث ہوتا ہے۔ آزمائش کے وقت بارگاہ حق میں جھک جانا رب کائنات کے انعامات کے حصول کا سبب ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رب کائنات کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو اکثر آزمائش میں ڈالا جاتا ہے تو خصوصاً اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش بھی کی۔ تاریخ گواہ ہے۔ آپ سے زیادہ محبوب کائنات میں نہ ہوا ہے نہ ہے اور نہ ہی کوئی تا قیامت ہوگا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی آزمائش کی۔ دکھ، تکالیف اور مصائب وآلام کے سلسلے میں دیکھیے۔ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کا سفر طائف ہی دیکھیے اور پھر غور وفکر کیجیے۔ کیا ہی آزمائش کا وقت تھا پہاڑوں کا فرشتہ کہتا ہے کہ یارسول اللہ! اگر کہو تو ان تمام کو جنہوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے دو پہاڑوں کے درمیان پیس نہ دیں تو مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں ان کے لیے بددعا نہ کی بلکہ ان کے حق میں دعا ہی

فرمائی۔

حکایت:

حضرت علامہ منظور احمد سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اکثر بیان کیا کرتے تھے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پہ غور کرتا کہ جتنی شان اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی اتنا کسی اور کو نہ عطا فرمائی۔ بلکہ آپ رب کائنات کے محبوب ہیں اور محبوب کو کفار اتنی تکالیف پہنچاتے رہے محب دیکھتا رہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محبوب کو تکلیف پہنچے محب کو سکون رہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محبوب کو دشمن تکلیف پہنچاتے رہیں اور محب بھی وہ کہ جس کی شان ہے کہ وہ علیٰ کل شیء قدیر ہے۔ وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اس سے بڑا کوئی نہیں وہ سب سے بڑا ہے۔ وہ اگر کُن فرمادے تو تمام کفار کو نیست و نابود کردے۔ وہ محب دیکھ رہا ہے کہ اس کے محبوب کو کفار کس طرح تکلیف پہنچارہے ہیں۔ مگر وہ محب کفار سے محبوب کی تکلیف کا بدلہ ہی نہیں لیتا۔ میں بڑا غور کرتا مگر کچھ سمجھ نہ آتا۔

ایک دفعہ حضرت علامہ فیض مجسم، فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (رحمتہ اللہ علیہ) کی خواب میں زیارت ہوئی۔ یہی سوال آپ کی خدمت اقدس میں خواب کی حالت میں عرض کیا کہ حضرت اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ: کتاب جبرائیل کا مطالعہ کیجیے۔

اوائل اوائل تو یہ بات سمجھ نہ آئی مگر بعد میں یہ بات ذہن میں آئی کہ کتاب جبرائیل سے مراد وہ حدیث مبارکہ ہے جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا آپ جو حکم دیں وہ بجالائے گا۔ پہاڑوں کے فرشتہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا پھر عرض کی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ سے جو گفتگو کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے سنا ہے میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں آپ جو حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملادوں اور یہ سارے تلنگے اور اوباش پس کر رہ جائیں رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا

ترجمہ: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔ (ضیاء النبی جلد۲ ص ۴۴۷ بحوالہ السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد۲ ص ۱۵۳-۱۵۲، سبیل الھدیٰ جلد۲ ص ۵۷۹)

فائدہ:

اسی طرح بعض روایات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق بھی بیان ہوا ہے

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ تو خود فرشتے بھیج رہا ہے محب تو کہہ رہا ہے کہ اگر کہو تو ان کو نیست و نابود کردیا جائے مگر محبوب خود ہی ادائے محبوبانہ سے روک رہا ہے کہ انہیں نیست و نابود نہ کیا جائے کہ کئی ان میں ایسے بھی ہوں گے کئی (ایسے ہوں گے) جن کی اولاد مشرف بہ اسلام ہوگی اس لیے انہیں ہلاک نہ کیا جائے۔

اب دیکھیے محبوب خود ہی محب کو روک رہا ہے۔ اس لیے محب نے انہیں سزا نہ دی۔

(۲) وہی کفار کہ جنہوں نے آپ کو سخت تکالیف پہنچائیں۔ تمام مسلمانوں کو تنگ کیے رکھا بالآخر صاحب عزت و اقتدار اور

صاحب فضل رب کائنات نے کفار کو ذلت کے گھاٹ اتار دیا۔ ذلیل وخوار کیا۔ کئی قید ہوئے قتل ہوئے اور انہیں ہر قسم کی ذلت ورسوائی حاصل ہوئی۔ خصوصاً غزوۂ بدر نے کفار کی کمر توڑ کے رکھ دی۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد غالب آ گئی آپ اللہ تعالیٰ کے امین تھے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام موصول ہوتے تھے کہ آپ مخلوق خدا تک پہنچا دیں آپ نے بہترین طریقے سے وہ مخلوق خدا تک پہنچا دیئے آپ ہر عدل کے لیے بھیجے گئے تھے اور آپ نے ہر امر کے متعلق خوب عدل کر کے دکھایا۔

(۴) نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم حق و باطل کے درمیان فرق واضح کر دینے والی کتاب مبین لائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔ اس کتاب مبین اور لاریب کتاب میں عقلمندوں کے لیے واضح بیانات پر مبنی آیات میں قرآن مجید کی آیات ایسی واضح ہیں کہ ان میں عقلمندوں کو کسی قسم کا اشکال نہیں ہوتا بلکہ آیات سے ثابت امور واضح ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ (پ۱سورۃ البقرہ ۱۔۲)

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔ (کنزالایمان شریف)

فائدہ:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ قرآن میں شک وتردد کی گنجائش نہیں اگر کسی کو شک ہو تو اس کو اپنی کم سمجھی کی وجہ سے ہے اسی لیے رب نے فرمایا: وان کنتم فی ریب۔ اگر تم شک میں ہو۔ قرآن میں شک ہونے کی نفی اور لوگوں کے دلوں میں شک ہونے کا ثبوت ہے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں دوسرے یہ کہ قرآن میں شک نہ ہونا اس وقت درست ہوگا جب حضرت جبریل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اور صحابہ میں شک نہ ہو کیونکہ جبریل قرآن کو رب سے لینے والے، حضور، جبریل سے لینے والے اور صحابہ حضور سے لینے والے۔ اگر ان میں تین جگہ میں کہیں شک ہو جاوے تو قرآن مشکوک ہوگا تو جو خود صحابہ کو فاسق مانے وہ قرآن کو یقیناً نہیں مان سکتا کیونکہ پھر شبہ ہوگا کہ شاید صحابہ نے قرآن میں خیانت کر لی ہو۔ لہٰذا اصحابی کا متقی ماننا اتنا ہی ضروری ہے جتنا حضرت جبریل یا حضور کو ماننا نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ سے پاک مانا جائے ورنہ قرآن کا صدق یقینی نہ ہوگا۔
(تفسیر نورالعرفان: ص۳)

(۵) عظمت صحابہ کرامؓ و مومنین:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل فرمایا عقلمندوں کے لیے ان میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں پس اچھے لوگ جن کی قسمت بھلی تھی جن پہ اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کیا وہ ایمان لائے۔ ایمان لا کر مومن بنے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے احکام کے فضل وکرم سے ان کی جماعت بندی ہوگئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کو بہترین انداز میں بیان کیا ہے ان کی صداقت کو بھی تسلیم کیا۔ ان کے باایمان ہونے کو بھی بیان فرمایا انہیں مومن بیان فرمایا: ان پہ عنایات ربانی کو تسلیم کیا۔ اب اگر کوئی تسلیم نہیں کرتا تو اس کی اپنی لاعلمی اور بدنصیبی ہے حقیقت وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کی۔

(۶) منکرین کی بربادی:

اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کرنے والے کفار ومنافقین کی مذمت بیان کی ہے کہ ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے اس لیے انہیں صحیح امور سمجھ ہی نہیں آتے اسی لیے وہ قرآن مجید میں چونکہ چنانچہ کی فضول بحثیں چھیڑ کر اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے منافقین وکفار کی آبادی میں کئی گنا اضافہ کردیا ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا:

غزوۂ بدر کے وقت مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھی۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑگڑاتے ہوئے بارگاہ حق میں مسلمانوں کے لیے فتح کے حصول کی دعائیں کیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے فتح ونصرت سے نوازا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع عطا فرمایا جبکہ کفار پہ حق واضح ہونے کا موقع عطا فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل کفر ہے۔ حق وہی ہے جو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ جس کی آپ تبلیغ کر رہے ہیں اس لیے کفار اپنی ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر ایک اللہ پہ یقین لائیں اور اپنی دنیا اور آخرت سنوار لیں۔

(۸) مگر جن کی قسمت ہی پھوٹ چکی تھی انہوں نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔ کفار نے بھی اپنے ذہن کے لحاظ سے خوب تیاری کی بلکہ فخر وغرور اور تکبر کے باعث ان کے پاؤں زمین پر نکتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حالات ایسے بن گئے کہ کفار جن امور کو اپنے حق میں سمجھتے ہوئے اپنایا وہی ان کے نقصان کا سبب بن گئے جبکہ مسلمانوں کو رب کائنات نے ثابت قدمی عطا فرمائی ان کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی، ہلکی پھلکی اور تیز تلواریں اپنے وقت پہ خوب کام آئیں ان کی کاٹ اور چمک نے کفار کے ہوش اڑا دیئے۔ ان کی دھاک کفار پہ بیٹھ گئی مگر افسوس کہ (محض ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے اپنے کفر پہ ڈٹے رہے)

(۹) نہتے اور کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل وکرم سے نوازا جس کی وجہ سے غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کا لشکر بھی زیادہ تھا اور جنگی سامان بھی بہت زیادہ جبکہ مسلمانوں کے چند مٹھی بھر مجاہدوں سے وہ عبرت ناک شکست کھائی کہ تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا موقع آیا ہو کفار کے بے شمار جوانوں کو ملیا میٹ کر دیا۔ کفار کے ستر بڑے بڑے سردار میدان جنگ سے واپس اپنے گھروں کو نہ جاسکے قتل ہو گئے۔

(۱۰) غزوہ بدر پر کفار کی ایسی عبرت ناک شکست ہوئی کہ مکہ کے گھر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ کفار کے جو لوگ قتل ہوئے ان کے عزیز واقارب کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔ وہ رونے والی عورتیں عتبہ اور اس کے بیٹے پہ روتی ہیں اور روتی ہوئی وہ عورتیں جو کفار کے لشکر میں گئی تھیں انہوں نے جنگی واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے کفار کے سامنے روتی ہوئی آنسوؤں کی لڑی پروتی ہوئی آہیں بھرتی ہوئی بڑے دردناک انداز میں شیبہ اور ابوجہل کے قتل ہونے کے متعلق خبر دیتیں۔

ابن اسحٰق نے کہا: قریش کے آفت زدہ افراد میں سے جو شخص مکہ پہنچا وہ الحیسمان بن عبداللہ الخزاعی تھا لوگوں نے دریافت کیا کہ اس طرف کی کیا خبر ہے؟

اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امینہ بن خلف، زمعہ بن الاسود، الحجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور

عتبہ اور ابوالبختری بن ہشام سب قتل ہو گئے جب وہ شرفاء قریش کے نام شمار کرنے لگا تو صفوان بن امیہ مقام حجر (حطیم) میں بیٹھا تھا کہنے لگا واللہ! اگر یہ شخص عقل رکھتا ہے تو اس سے میرے متعلق سوال کرو۔

لوگوں نے اس سے کہا: اچھا صفوان بن امیہ کے متعلق کیا خبر ہے؟

اس نے کہا: وہ تو مقام حجر میں بیٹھا ہے۔ واللہ بے شبہ میں نے اس کا باپ اور بھائی اس وقت دیکھے ہیں جب وہ قتل ہو رہے تھے۔ (سیرت ابن ہشام اردو ترجمہ جلد اول ص ۷۴۴۔۷۴۳)

رونے والی عورتیں عتبہ اور اس کے بیٹے پہ روتی ہوئی شیبہ اور ابوجہل کے مرنے کی خبر دیتی ہیں ان کے علاوہ دوسرے کافر جو غزوۂ بدر کے موقع پہ قتل ہوئے ان کی بھی قتل ہونے کی خبریں سنائی ہیں۔ ان میں جدعان کا بھی بیٹا ہے جو سوگ کا لباس پہنے ہوئے ہے پیاسا ہے اس کی حالت سے ہی اس کا رنج اور غم واضح ہے کسی نے بتانے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی پوچھنے کی ضرورت ہے۔ سب کچھ اس کی حالت سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ قتل ہونے والے کافروں کی لاشیں بدر کے کنوئیں میں پھینک دی گئی ہیں۔ وہ جب زندہ تھے تو سخت اور نرم ہر قسم کی زمین پہ اپنی بہادری کے جوہر دکھایا کرتے تھے (مگر اب ان کی سب قوتیں سلب ہو گئی ہیں ان کی خوب ذلت ورسوائی ہوئی۔ انہیں کنوئیں میں پھینک دیا گیا ہے)۔

کفار کی لاشوں کا کنوئیں میں پھینکا جانا:

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے اس نے عروہ بن الزبیر سے انہوں نے (ام المومنین) عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مقتولوں کو گڑھے میں ڈال دیا گیا بجز امیہ بن خلف کے۔ اس کی لاش زرہ میں پھول گئی تھی جب اسے اٹھانے گئے تو اس کا جوڑ جوڑ الگ الگ ہو گیا چنانچہ اسے اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا اور اوپر سے مٹی پتھر ڈال کر لاش چھپا دی۔ گڑھے میں ڈال چکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا:

يَا اَهْلَ الْقَلِيْبِ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِيْ رَبِّيْ حَقًّا

اے گڑھے والو! تمہارے پروردگار نے جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ مجھ سے تو میرے پروردگار نے جو کچھ فرمایا: بلاشبہ میں نے اسے سچا پایا۔

ام المومنین نے کہا: آپ کے اصحاب نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ مرے ہوؤں سے گفتگو فرماتے ہیں فرمایا:

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ مَا وَعَدَهُمْ رَبُّهُمْ حَقٌّ

ترجمہ: ان لوگوں نے (اب) جان لیا ہے کہ ان کے پروردگار نے جو کچھ ان سے وعدہ فرمایا وہ سچا ہے۔

ام المومنین نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔

لَقَدْ سَمِعُوْا مَاقُلْتُ لَهُمْ۔

جو کچھ میں نے کہا، ان لوگوں نے سن لیا۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لَقَدْ عَلِمُوْا (بے شک ان لوگوں نے جان لیا) فرمایا تھا۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھے حمید الطویل نے انس بن مالک کی روایت سنائی کہ اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے درمیانی حصے میں یہ فرماتے سنا۔

يَا اَهْلَ الْقَلِيْبِ يَا عُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَيَا شَيْبَةَ ابْنَ رَبِيْعَةَ وَيَا اُمَيَّة بن خلف و يَا ابَا جَهْلٍ بن هِشَامٍ فَعَدَّ وَمَنْ كَانَ مِنهُمْ فِي الْقَلِيْبِ هَلْ وَجَدْ تُمْ مَا وَعَدَ كُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُ وَعَدْنِيْ رَبِّيْ حَقًّا

ترجمہ: اے گڑھے والو! اے عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ اور اے امیہ بن خلف اور اے ابوجہل بن ہشام اور جتنے اس گڑھے میں تھے ان (سب) کے نام شمار فرمائے، تمہارے پروردگار نے جو تم سے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے اسے سچا پایا؟ مجھ سے تو میرے پروردگار نے جو کچھ وعدہ فرمایا تھا، میں نے اسے سچا پایا۔

مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو گل سڑ گئے؟

آپ نے فرمایا:

مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْنِيْ

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں، لیکن وہ لوگ مجھے جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز جو کچھ فرمایا وہ یہ تھا۔

يَا اَهْلَ الْقَلِيْبِ بِئْسَ عَشِيْرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ وَصَدَّقَنِيْ النَّاسُ وَاَخْرَجْتُمُوْنِيْ وَاٰوَانِيْ النَّاسُ وَقَاتَلْتُمُوْنِيْ وَنَصَرَنِيْ النَّاسُ هَلْ وَجَدْ تُّمْ مَا وَعَدَ كُمْ وَرَبُّكُمْ حَقًّا

اے گڑھے والو! تم اپنے نبی کے لیے اس کی قوم کے برے لوگ تھے تم نے مجھے جھٹلایا دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی اور تم نے مجھے گھر سے نکالا دوسرے لوگوں نے مجھے پناہ دی اور تم نے مجھ سے جنگ کی دوسرے لوگوں نے مدد کی اس کے بعد آپ نے فرمایا تمہارے پروردگار نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ (سیرۃ النبی کامل ابن ہشام اردو ترجمہ جلد اول ص ۷۳۳۔۷۳۴)

فائدہ:

یہ جو کافر قتل ہوگئے کہ جن کی لاشیں بدر کے میدان میں بکھری پڑی تھیں اور انہیں بدر کے کنوئیں میں پھینک دیا گیا بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں کے پاس جا کر ان کفار کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا حالانکہ ان کی حالت یہ تھی کہ جب کبھی وہ زندہ تھے سخت اور نرم ہر قسم کی زمین پر اپنی بہادری کے جوہر دکھایا کرتے تھے۔ کمزور پہ بھی ظلم کرتے اور سخت گیر لوگوں کو بھی اپنی طاقت کا لوہا منواتے۔ آج ان کی یہ حالت ہے جو بیان ہوئی۔

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ ان میں جس کو بھی گمراہی نے بلایا۔ یہ بھی گمراہی کی آواز پہ

لبیک کہتا ہوا گمراہی کے غلیظ کنوئیں میں اتر گیا۔ گمراہی کو اپنایا اپنا دین اور دنیا سب کچھ خراب کر بیٹھا گمراہی کے اسباب بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ تمام تعلقات کو کاٹ دیتے ہیں۔ اسی گمراہی کی وجہ سے وہ گمراہی اور سرکشی سے جہنم میں جا پہنچے جو انہیں کسی طرف کا ہو کر نہیں رہنے دیتی ان کا سکون چھن جاتا ہے بے سکونی کی دلدل میں دھنس جاتے ہیں۔

☆☆☆

غزوہ احد کے موقع پر کفار کی چڑھائی

(۱) رَأَیْتُ الْمُشْرِکِیْنَ بَغَوْا عَلَیْنَا ... وَلَجُّوْا فِی الْغَوَایَۃِ وَالضَّلَالِ
(۲) وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اِذْ نَفَرْنَا ... غَدَاۃَ الرَّوْعِ بِالْاَسَلِ الطُّوَالِ
(۳) فَاِنْ یَّبْغُوْا وَیَفْتَخِرُوْا عَلَیْنَا ... بِحَمْزَۃَ وَھُوَ فِی الْغُرَفِ الْعَوَالِیْ
(۴) فَقَدْ اَوْدٰی بِعُتْبَۃَ یَوْمَ بَدْرٍ ... وَقَدْ اَوْدٰی وَجَاھَدَ غَیْرَ اٰلِ
(۵) وَقَدْ فَلَّلْتُ خَیْلَھُمْ بِبَدْرٍ ... وَاَتْبَعْتُ الْھَزِیْمَۃَ بِالرِّجَالِ
(۶) وَقَدْ غَادَرْتُ کَبْشَھُمْ جِھَادًا ... بِحَمْدِ اللّٰہِ طَلْحَۃَ فِی الْمَجَالِ
(۷) فَتُلَّ بِوَجْھِہٖ فَرَفَعْتُ عَنْہُ ... رَقِیْقَ الْحَدِّ حُوْدِثَ بِالصِّقَالِ
(۸) کَاَنَّ الْمِلْحَ خَالِطَۃٌ اِذَامَا ... تَلَظّٰی کَالْعَقِیْقَۃِ فِی الظِّلَالِ

☆لج: بمعنی چمٹنا سے۔☆والضلال: اور، ضلالت، گمراہی، تباہی، گناہ، خطا۔☆اسل الطوال: لمبے لمبے نیزے۔ ☆فی الغرف العوالی: بہشت کے اونچے اونچے بالا خانوں میں۔☆الو: بمعنی کمی کرنا سے ہے۔☆الھزیمۃ: شکست، ہار۔ ☆کبش: بھیڑ، سردار۔☆فی المجال: میدان میں۔☆فُتُلَّ بوجھہ: پس منہ کے بل گر پڑا۔☆فرفعتُ: پس میں نے اٹھا لیا۔☆ملح: نمک۔☆ظلال: بادل کا سایہ۔☆بضرنا: آگے بڑھتے ہیں حملہ کرتے ہیں ادانہ ہوتے ہیں۔☆عرفہ: بالا خانہ۔

مطلب:

(۱) مشرکین کو ہم پہ زیادتی کرتے گمراہی اور ضلالت میں گرفتار میں نے دیکھا۔
(۲) اور کافر بولے کہ جب ہم جنگ کے دن علی الصبح لمبے لمبے نیزے لے کر روانگی اختیار کرتے ہیں تو اس وقت ہماری تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔
(۳) پس اگر وہ سرکشی اختیار کرتے ہیں اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پہ فخر کرتے ہیں تو یہ بات ان لوگوں کے لیے مناسب ہرگز نہیں کیونکہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تو بہشت کے اونچے اونچے بالا خانوں میں ہیں۔

(۴) پس تحقیق سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن عتبہ کو قتل کیا تھا اور تحقیق ایسی صفائی سے قتل کیا کہ ذرہ بھی کوتاہی نہ ہونے دی۔

(۵) اور تحقیق ان کے سواروں کو میں نے بھی بدر کے میدان میں شکست سے دوچار کیا ان کے جوانوں کے پیچھے شکست کا دم چھلا بھی لگا دیا۔ (جس سے ان کی خوب مٹی پلید ہوئی)

(۶) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے ان کے سردار طلحہ کے ساتھ میدان میں جہاد ایسے انداز سے کیا کہ۔

(۷) وہ میدان جنگ میں یوں زمین پر گرا کہ اس کا چہرہ زمین پہ لگا تو میں نے اسے تیز اور صیقل کی ہوئی چمکدار تلوار سے اوپر اٹھا لیا۔

(۸) جیسے اس پہ جب نمک لگایا جاتا ہے تو وہ ایسے چمک اٹھتی ہے یوں معلوم ہوتی ہے جیسے بادل کے سائے میں بجلی چمک اٹھتی ہے۔

☆☆☆

غزوہ احد کے موقع پر عثمان بن طلحہ کے رجزیہ اشعار

(۱) اَنَا ابْنُ عَبْدِ الدَّارِ ذِیْ الْفُضُوْلِ وَاَنَّكَ عِنْدِیْ یَا عَلِیُّ مَقْتُوْلٌ

اَوْھَارِبٌ خَوْفَ الرَّدٰی مَفْلُوْلٌ

☆ذی الفضول: صاحب فضل۔☆مقتول: جو قتل ہو گیا۔

مطلب:

(۱) غزوہ احد کے موقع پر عثمان بن طلحہ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے کہ میں اس عبدلدار کا لخت جگر ہوں جو بڑا فضل و کمال کا مالک ہے اے علی! میرے خیال کے مطابق آج تجھے ضرور قتل کر دیا جائے گا۔

یا تو موت سے ڈرتے ہوئے شکست سے دوچار ہو کر فرار ہو جائے گا۔

☆☆☆

جوابِ حیدری

(۱) ھٰذَا مَقَامِیْ مَعْرُوْضٌ مَّبْذُوْلٌ مَنْ یَّلْقٰی سَیْفِیْ فَلَهُ الْعَوِیْلُ

(۲) وَلَا اَھَابُ الصَّوْلَ بَلْ اَصُوْلُ اِنِّیْ عَلَی الْاَعْدَآءِ لَآ اَزُوْلُ

(۳) یَوْمًا لَدَی الْھَیْجَا وَلَآ اَحُوْلُ وَالْقِرْنُ عِنْدِیْ فِی الْوَغَا مَقْتُوْلُ

اَوْھَالِكٌ بِالسَّیْفِ اَوْ مَغْلُوْلُ

☆معروض: عرض کیا گیا، پیش کیا گیا، التماس، عرض، گزارش، درخواست مگر یہاں سامنے ہے کے معنی میں

ہے۔☆من یّلقیٰ: جوبھی ملے گا، جوبھی ملاقات کرے گا۔☆سیفی: میری تلوار۔☆لَآاَھَابُ: میں نہیں ڈرتا۔☆اصول: یہ ضاولۃ مصاولۃ وصیالاً وصیالۃ سے ہے۔☆صَاوَلَہٗ مُصَاوَلَۃً وَصیالاً وَ صیالۃً: ایک کادوسرے پرکودنا، ایک دوسرے پرحملہ آور ہونا۔☆تصاولاً: ایک دوسرے پرحملہ آور ہونا، کود پڑنا۔☆الصَّوْلَۃُ: حملہ (المنجد) اس لحاظ سے معنی ہوگا کہ میں حملہ کرتا ہوں چ۔ ☆علی الاعدآء: دشمنوں پر۔☆قِرن: حریف، مدمقابل، مقابلے میں سامنے جنگ کرنے والا۔☆لا اَحُوْلَ: جگہ نہیں بدلتا۔ ☆الوغا: جنگ۔

مطلب:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابی طلحہ کے رجز کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اے ابن ابی طلحہ میرا مقام (تو مان یا نہ مان) تیرے سامنے ہے (میرے مقام سے تو اچھی طرح واقف ہے) جو مقام مجھے میرے رب کی طرف سے عطا ہوا ہے جو شخص بھی میری تلوار سے ملاقات کرے گا پس وہ ضرور روئے گا۔ (یعنی اب تو میرے سامنے آگیا ہے تجھے بھی رونا پڑے گا)

(۲) اگر کوئی مجھ پہ حملہ آور ہو جائے تو میں اس کے حملے سے نہیں ڈرتا بلکہ میں خود ہی حملہ آور ہو جاتا ہوں۔ دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو (پھر) میں پیچھے نہیں ہٹتا۔ (بلکہ میں اس کا مقابلہ خوب ڈٹ کر کرتا ہوں)

(۳) جنگ میں دوسری جگہ اس وقت تک کبھی نہیں تبدیل کرتا (جب تک کہ میں اپنے مدمقابل کو قتل نہ کر دوں کیونکہ) میرا مقابلہ کرنے والے کی انتہا میرے نزدیک اس کا قتل ہو جانا ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں آپ نے اپنی بہادری خود ہی بیان کی ہے۔ واضح ہوا کہ منافقین اور کفار کے مدمقابل اپنے آپ کو بالکل بے کار محض ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔

☆☆☆

غزوہ احد کے موقع پر ابوالحکم عمرو بن اخنس ابن شریق ثقفی کا رجز

(۱) یَا مَرْحَبًا بِفَارِسٍ مَّعَکُمْ — اِذْجَآءَ نَافِی حَوْمَۃِ الْقَسْطَلِ

(۲) یَرْجُوْا قِرَانًا قَاصِدًا نَّحْوَنَا — نُسْقِیْہِ مِنْ مَّآءِ السَّمَآءِ الْمُعْجَلِ

(۳) وَمَا عِنْدَنَا شَیْءٌ سِوٰی مَاتَرٰی — مِنْ حَادِثٍ بِالْعَھْدِ بِالصَّیْقَلِ

(۴) ذَاکَ الَّذِیْ یَقْرِیْ ضُیُوْ الْوَغَا — اللَّایَ لِلْاَضْیَافِ الْمَنْزِلِ

☆معکم: تمہارے ساتھ۔☆فارس: اسم ہے، شہ سوار، پارس، ایران، گھوڑے، پاشہ سوار۔☆مرحبا: شاباش

آفرین، کیا کہنا، واہ وا، سبحان اللہ، مبارک یہاں یہی معنی مراد ہیں۔☆**نسقیه**: ہم اسے پلائیں گے۔☆**مَآءِ السَّمَآءِ**: آسمان کا پانی۔☆**ضیوف الوغا**: لڑائی کے مہمانوں۔☆**لِلْاَضْیَاف**: مہمانوں کے لیے۔

مطلب:

ابوالحکم عمرو بن اخنس بن شریق ثقفی نے غزوہ احد کے موقع پر تقدیر سے پریشان ہو کر یہ رجزیہ اشعار پڑھے۔

(۱) تمہارے ساتھی شہسوار کو مبارک جب وہ ہمارے پاس بڑے اڑتے ہوئے گرد و غبار میں آیا۔

(۲) وہ مقابلے کا خیال لیے ہوئے ہماری طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے ہم اسے فوراً آسمان سے آیا ہوا پانی پلائیں گے یعنی ہم اسے موت کا جام پلائیں۔

(۳) جو کچھ تم دیکھ رہے ہے یعنی تازہ تازہ صیقل کی ہوئی تلوار کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں۔

(۴) ہماری یہ تلوار جنگ میں مقابلے کے لیے آئے ہوئے مہمانوں کی خاطر داری کرتی ہے۔ گھر میں آئے ہوئے مہمانوں کو کچھ نہیں کہتی۔



جواب علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ

(۱) اِخْسَأْ عَلَيْكَ اللَّعْنُ مِنْ جَاحِدٍ ۔۔۔ يَا ابْنَ لَعِيْنٍ لَا حَ بِالْاَرْذَلِ

(۲) اَلْيَوْمَ اَعْلُوْكَ بِذِیْ رَوْنَقٍ ۔۔۔ كَالْبَرْقِ فِي الْمَخْلُوْلَقِ الْمُسْبَلِ

(۳) يَفْرِیْ شُئُوْنَ الرَّاسِ لَا يَنْثَنِیْ ۔۔۔ بَعْدَ فَرَاشِ الْحَاجِبِ الْاَجْزَلِ

(۴) اَرْجُوْا بِذَاكَ الْفَوْزَ فِیْ جَنَّةٍ ۔۔۔ عَالِيَةٍ فِیْ اَكْرَمِ الْمَدْخَلِ

☆**اِخْسَأْ**: دور ہو۔☆**علیك اللعن**: تم پر لعنت۔☆**یا ابن لعین**: اے لعنتی کے بیٹے۔☆**رونق**: چمک، زیبائش، خوبی، تازگی، طراوت، آبادی، چہل پہل، بہار، لطف، کیفیت، یہاں اس لفظ سے کئی معانی مراد لیے جاسکتے ہیں مثلاً خوبی گویا آپ فرما رہے ہیں کہ میں اس خوبی سے تلوار ماروں گا جیسے کالبرق، کیفیت کے معانی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں یعنی میں ایسی کیفیت سے تلوار ماروں گا، مزید معانی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔☆**کالبرق**: جیسے بجلی۔☆**شئون**: جوڑ، رگ۔☆**الرَّاس**: سر۔☆**ارجوا**: امیدوار ہوں۔☆**فوز**: کامیابی۔☆**عالیه**: بلند، بڑی، بزرگ۔☆**اکرام الموخَلِ**: بہترین داخل ہونے کا مقام۔

مطلب:

(۱) اے منکر خدا! دور ہو جا تجھ پہ لعنت ہو۔ اے لعنتی باپ کی اولاد! جو اپنے باپ سے بھی زیادہ لعنتی ظاہر ہوا ہے۔

(۲) میں آج تجھے ایسی تلوار ماروں گا جو اس بجلی کی مانند ہے جو بجلی پرانے لٹکتے ہوئے کپڑوں پہ اثر کرتی ہے۔

(۳) اس تلوار کا حال یہ ہے کہ وہ سر کا جوڑ جدا کر کے ابرو کی باریک ہڈیاں توڑنے کے بعد بھی نہیں مڑتی۔
(۴) میں اس کے ذریعے سے اعلیٰ جنت کے بہترین مقام کے حاصل کرنے میں کامیابی کی امید رکھتا ہوں۔

☆☆☆

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْجَمِيْلِ الْمُفْضِلِ — اَلْمُسْبِغِ الْمَوْلَي الْعَطَآءَ الْمُجْزِلِ
(۲) شُكْرًا عَلٰى تَمْكِيْنِهٖ لِرَسُوْلِهٖ — بِالنَّصِيْرِ مِنْهُ عَلَى الْغُوَاةِ الْجُهَّلِ
(۳) كَمْ نِعْمَةٍ لَّآ اَسْتَطِيْعُ بُلُوْغَهَا — جُهْدًا وَّ لَوْ اَعْمَلْتُ طَاقَةَ مِقْوَلِ
(۴) لِلّٰهِ اَصْبَحَ فَضْلُهٗ مُتَظَاهِرًا — مِنْهُ عَلَيَّ سَاَلْتُ اَمْ لَمْ اَسْئَلِ
(۵) قَدْ عَايَنَ الْاَحْزَابُ مِنْ تَائِيْدِهٖ — جُنْدَ النَّبِيِّ وَذِي الْبَيَانِ الْمُرْسَلِ
(۶) مَافِيْهِ مَوْعِظَةٌ لِّكُلِّ مُفَكِّرٍ — اِنْ كَانَ ذَاعَقْلٍ وَّ اِنْ لَّمْ يَعْقِلِ

☆الحمدلله: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔☆مفضل: فضل وکرم کرنے والا، محسن۔☆المسبغ: اسباغ بمعنی پورے طور پر نعمت دینا، نعمتیں پوری عطا فرمانے والا۔☆بالنصر: ساتھ مدد کے۔☆غواۃ الْجُهَّل: جاہل سرکشوں پر قابو دیا۔☆منظاهرًا: نمایاں ہوگیا۔☆احزاب: جماعتیں۔☆ذی البیان: صاحب بیان۔☆موعظة: نصیحت۔☆لِكُلِّ مُفَكِّرٍ: تمام غور وفکر کرنے والوں کے لیے۔☆ذاعقلٍ: عقل مند۔☆لم یعقل: عقل مند نہ ہو، سمجھ دار نہ ہو۔

مطلب:

(۱) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی یعنی جمیل اور فضل وکرم کرنے والے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر ہے جو نعمت مکمل کرنے والا اور بے حد وشمار عطیات عطا فرمانے والا ہے۔
(۲) اس وحدہ لاشریک اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کر کے سرکش جاہلوں پہ انہیں قابو عطا فرمایا۔
(۳) بے شمار ایسی نعمتیں ہیں کہ میں اپنی کوشش کے ذریعے ان تک نہیں پہنچ سکتا خواہ ان کے حصول کے لیے جتنی بھی کوشش کرلوں۔
(۴) میں اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم طلب کروں یا نہ طلب کروں اللہ کی قسم ہر حال میں اس کا فضل وکرم مجھ پہ ظاہر ہوگیا۔
(۵) کافروں کی جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج اور صاحب بیان رسول کے لیے اللہ تعالیٰ کی تائید ہوتی دیکھ لی ہے۔
(۶) غور وفکر کرنے والا سمجھدار ہو یا نا سمجھ اس کے لیے اس میں نصیحت ہے۔

☆☆☆

یہودی سردار حیی بن اخطب کا قتل

(۱) لَقَدْ كَانَ ذَاجَدٍّ وَّجَدَّ لِكُفْرِهٖ — فَقِيْدَ اِلَيْنَا فِي الْمَجَامِعِ يُعْتَلُ

(۲) فَقَلَّدَهٗ بِالسَّيْفِ ضَرْبَةُ مُحْفِظٍ — فَصَارَفِيْ قَعْرِ الْجَحِيْمِ يُكَبَّلُ

(۳) فَذَاكَ مَابُ الْكَافِرِيْنَ وَمَنْ يَّكُنْ — مُطِيْعًا لِّاَمْرِ اللّٰهِ فِي الْخُلْدِ يَنْزِلُ

☆فقید: قید، قود سے ہے بمعنی کھینچنا یعنی گھسیٹ کرلایا، کھینچ لایا۔☆یُعْتَل: سختی سے کھینچنا، بہت سختی سے۔☆فی الجامع: مجمع عام میں۔☆فقلّدہٗ: پس قلادہ ڈال اسے۔☆قعر: گہرائی، تھاہ کنوئیں یا دریا کی، بڑا گڑھا۔☆جحیم: دہکتی ہوئی آگ، دوزخ کی آگ، دوزخ۔☆مطیعًا: فرمانبردار ہوا۔☆خُلد: جنت الخلد، بہشت، جنت، جنت الفردوس، ہمیشہ رہنے والی چیز۔

مطلب:

(۱) ضرور تحقیق بظاہر دولت و دنیا کے لحاظ سے وہ بڑا خوش قسمت تھا بڑا دولت مند تھا وہ کفر کی اشاعت کے لیے بڑی زبردست کوشش کرتا تھا پس عام لوگوں کے روبرو ہمارے پاس زمین پر گھسیٹتے ہوئے لایا گیا۔

(۲) (عشق حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہونے کی وجہ سے یہودی سردار کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں اس یہودی کے خلاف نفرت اور غصے کے الاؤ دہک رہے تھے) پس غصے میں بھرے ہوئے شخص (صحابی رضی اللہ عنہ) کی ایک ہی ضرب نے یہودی سردار کے گلے پہ تلوار کا وار کر دیا اسی ایک ہی ضرب سے وہ جہنم کے گہرے گڑھے میں اوندھے منہ پھینک دیا گیا۔

(۳) پس کافروں کا انجام یہی (یعنی جہنم میں پھینک دیا جانا) ہے اور جو اللہ رب العزت کا فرمانبردار ہو وہ جنت الخلد میں ٹھہرے گا۔

حیی بن اخطب:

حی بن اخطب ایک یہودی قبیلے بنوقریظہ کا دینی پیشوا اور سردار تھا۔ اس کے متعلق مشہور و معروف مورخ محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ:

دراصل بنوقریظہ کا قتل ان کے دینی پیشوا حی بن اخطب کی گردن پر ہے جو خود بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ حی وہ مجرم تھا جس نے پہلے وہ معاہدہ ختم کیا جو اس نے اپنی قوم بنونضیر کے ساتھ لے کر مدینہ سے جلاوطن ہونے پر کیا اور جس معاہدہ کی بدولت بنونضیر میں سے ایک متنفس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قتل نہیں کیا گیا لیکن حی بن اخطب نے عہد شکنی کی، قریش مکہ کو ابھارا بنوغطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے اُکسایا۔ تمام عرب میں ایک طرف سے لے کر دوسری طرف تک (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آگ لگا دی۔ حی ابن اخطب کی ان سازشوں سے مسلمان اور یہودیوں کے درمیان دشمنی

کا پودا پلا، بڑھا، تناور درخت بنا اور چاروں طرف پھیل گیا۔

یہودیوں کے دلوں کی حالت اسی طرح ہوگئی جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ملیامیٹ کیے بغیر ان کا دم گھٹ رہا ہو پھر تمام عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے بھڑکانے کے بعد بنو قریظہ نے عہد شکنی کا وہ ناقابل معافی جرم کیا جس کی مثال عرب کی کیا دنیا میں نہیں ملتی۔

اگر بنو قریظہ مذکورہ سازشوں کے محرک نہ ہوتے تو ان سے الجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اگر یہ قلعہ بند ہو کر جنگ شروع نہ کر دیتے یا اس موقع پر اپنے آپ کو اللہ کے رسول کے سپرد کر دیتے تو ان کی گردنیں مارے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

لیکن حی ابن اخطب کی فطرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دشمنی سمودی گئی تھی وہ دشمنی بنو قریظہ تک متعدی مرض بن گئی۔ اس کی وجہ سے ان کے حلیف (سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی یقین ہو گیا کہ اگر انہیں زندہ چھوڑ دیا گیا تو کل یہ پھر تمام عرب کو اکسا بھڑکا کر مدینہ منورہ پر یلغار کروادیں گے اس لیے سعد (رضی اللہ عنہ) کا یہ فیصلہ جو بظاہر ناگوار نظر آتا ہے لیکن سعد رضی اللہ عنہ کی دانست اور یقین کے مطابق یہود کو زندہ رکھنا مسلمانوں کی پوری نسل کو ختم کروانے کے مترادف تھا۔ (حیات محمد اردو ترجمہ ص ۵۳۶۔۵۳۵)

غزوہ خندق کے بعد:

حی بن اخطب اور یہودی قبائل مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ حی بن اخطب کے کہنے سے یہودی اپنے برادران ملت بنو قلیقاع کی بناء پر انتقام کے لیے تیار ہو گئے۔ کفار غزوہ خندق کے سلسلے میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ یہودیوں نے سوچا کہ اگر قریش مکہ یہاں سے واپس لوٹ گئے تو یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح مبین ہوگی۔ جس کے بعد ہمیشہ کے لیے یہودیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ چنانچہ بنو نضیر کے سرغنہ حی بن اخطب کے دماغ میں کئی خطرات کروٹیں لینے لگے اپنا انجام سوچ کر وہ تھرتھرانے لگا۔ اس نے اپنا آخری داؤ چلنے کا فیصلہ کیا کہ کسی طرح بھی ہو یہود بنو قریظہ کو مسلمانوں کے خلاف عہد شکنی پر آمادہ کیا جائے اگر اس میں کامیابی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسد ختم ہو جائے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ فتح ہمارے قدموں میں ہو گی اس خوش فہمی میں حی بن اخطب نے جب کفار مکہ کے سامنے اپنی تجویز پیش کی تو سب کے سب خوشی کے مارے اچھل پڑے۔

مختصر یہ کہ اس قسم کی سازشوں کی وجہ سے یہودیوں پہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قریش مکہ نے مدینہ منورہ پہ حملہ کیا۔ بظاہر مسلمان مصیبتوں میں گھر چکے تھے۔ کفار مکہ نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ طویل ہوتا گیا ایک دن قریش کا سب سے بڑا سورما عبدود نے اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ خندق کو عبور کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ رات کا اندھیرا چھایا تو کفار نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے بہت بڑا الاؤ دہکایا جس کے شعلوں سے مسلمانوں کو ڈرانا مقصود تھا اسی رات بنو قریظہ (یہودی قبیلہ) کے بہادر قلعوں اور برجیوں سے نکل کر شہر میں گشت کرنے لگے۔

رب کائنات کا فضل و کرم ہوا اسی رات تیز آندھی آئی۔ موسلا دھار بارش کا طوفان کفار پہ چھا گیا۔ بادلوں کی ہولناک گرج، بجلی کی کڑک، چمک نے لشکر کفار کو خوف زدہ کر دیا۔ کفار کے خیمے زمین سے اکھڑ گئے۔ کھانے کی دیگیں اوندھی ہو کر چولہوں میں گر گئیں۔ ہر کافر کے جسم پر خوف کا رعشہ طاری ہو گیا انہیں اس خطرہ نے بدحواس کر دیا کہ اگر اس حالت میں مجاہدین نے حملہ کر دیا تو ہمارا حشر کیا ہوگا۔ قبیلہ اسد کے سپہ سالار طلیحہ بن خویلد نے بلند آواز سے پکار کر کہا دوستو! یہ مصیبت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھیجی

ہوئی آئی ہے یہاں سے بھاگ کر نجات حاصل کرو۔اس طرح اپنا سب کچھ پھینک کر بھاگ گئے۔ یہودیوں کے کردار نے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ بنوقریظہ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنا ثالث سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کو منتخب کیا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے پہلے دونوں فریقوں (مسلمانوں اور یہودیوں) سے اپنے فیصلہ پر پابند رہنے کا عہد لیا اور پھر فیصلہ سنایا کہ۔

(الف) بنوقریظہ کے بالغ مرد قتل کیے جائیں۔

(ب) عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے جائیں۔

(ج) ان سب کا مال اسباب ضبط کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

سعد سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کے فیصلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ کا فیصلہ رب دو عالم اور مسلمانوں کی مرضی کے مطابق حرف بہ حرف صحیح ہے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے یہی حکم دیا تھا۔

بازار کے وسط میں گہرے گڑھے کھودے گئے مجرموں کو ٹولیوں کی صورت میں لایا گیا ایک ایک کی گردن اڑائی گئی اور گڑھوں میں پھینک کر اوپر مٹی ڈال دی گئی۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنوقریظہ کے اسی انجام کی نشاندہی فرمائی ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ﴿﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿﴾

(سورۃ الاحزاب:۲۶۔۲۷پ۲۱)

ترجمہ کنز الایمان:

اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید اور ہم نے تمہارے ہاتھ میں لگائے ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

فائدہ:

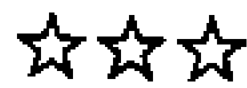
اس آیت میں غزوہ بنی قریظہ کا ذکر ہے جو ذیقعدہ ۵ھ میں واقع ہو۔جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی قریظہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ہمارے مقابل دشمن کی مدد نہ کرنا غزوہ خندق میں ان یہود نے اپنا عہد توڑ دیا جب حضور خندق سے واپس آئے تو دوپہر کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر میں سر مبارک دھو رہے تھے کہ جبریل امین حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ نے ہتھیار کھول لیے ابھی تک فرشتوں نے ہتھیار نہ کھولے رب کا حکم ہے کہ بنی قریظہ پر جہاد کیا جائے۔ چنانچہ حضور نے مدینہ پاک میں اعلان فرما دیا کہ سب مسلمان بنی قریظہ پہنچ کر نماز عصر پڑھیں چنانچہ سب لوگ تیار ہو گئے بعض عصر پڑھ کر روانہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ منورہ پر عامل بنایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور بنی قریظہ کے محلات کا محاصرہ فرمالیا۔پچیس دن یہ محاصرہ رہا آخر یہود نے تنگ آ کر حضرت سعد ابن معاذ کا حکم مان لیا اور قلعوں سے اتر آئے حضرت سعد

نے حکم دیا کہ ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں اور جوان لوگ قتل کر دیئے جائیں چنانچہ مدینہ منورہ میں خندق کھدوا کر بالغ مرد قتل کروا دیئے گئے جن کی تعداد چھ سوتھی اور بچے عورتیں قید کر لیے گئے۔ جن کی تعداد سات سوتھی اور بنی قریظہ کی جائیدادیں و مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا ریحانہ بنت شمول گرفتار ہو کر آئیں جو آزاد کر کے حضور کے نکاح میں داخل کی گئیں اس غزوہ میں پندرہ سو تلواریں تین سو زرہ دو ہزار نیزے پانچ سو ڈھالیں اور بے شمار مال مویشی زمین مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔
(خلاصہ تفسیر نور العرفان بحوالہ روح البیان وخزائن العرفان)

یہودی سردار حی بن اخطب کا قتل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں یہودی سرداری حی بن اخطب کے قتل کا واقعہ بیان فرمایا ہے اسی موقع پر حی بن اخطب کو بھی قتل کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ دولت اور دنیا کے لحاظ سے تو حی بن اخطب بڑا خوش قسمت تھا یعنی اس کے پاس دولت کی ریل پیل تھی وہ کفر کی اشاعت کے لیے بڑی کوشش کرتا رہا۔ اسے عام لوگوں کے سامنے جب پکڑ کر لایا گیا تو اس کی عجیب کیفیت تھی عام لوگوں کے روبرو اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے لایا گیا۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اس لیے مسلمانوں کے دلوں میں اس کے خلاف شدید نفرت تھی۔ غصے کے الاؤ دہک رہے تھے۔ پس غصے میں بھرے ہوئے ایک مسلمان نے یہودی سردار حی بن اخطب کے گلے پہ تلوار سے وار کیا اسی ایک ہی وار سے وہ واصل جہنم ہو کر گہرے گڑھے میں اوندھے منہ پھینک دیا۔ پس کافروں کا یہی انجام ہے یعنی جہنم میں پھینک دیا جاتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا جنت الخلد میں ٹھہرے گا۔



منافقین کی جھوٹی افواہوں کی تردید

(۱) اَلَا بَاعَدَ اللّٰهُ اَهْلَ النِّفَاقِ ۔۔۔ وَاَهْلَ الْاَرَاجِيْفِ وَالْبَاطِلِ
(۲) يَقُوْلُوْنَ لِيْ قَدْ قَلَاكَ الرَّسُوْلُ ۔۔۔ فَخَلَّاكَ فِي الْخَالِفِ الْخَاذِلِ
(۳) وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِاَنَّ النَّبِيَّ ۔۔۔ جَفَاكَ وَمَا كَانَ بِالْفَاعِلِ
(۴) فَسِرْتُ وَسَيْفِيْ عَلٰى عَاتِقِيْ ۔۔۔ اِلَى الرَّاحِمِ الْحَاكِمِ الْفَاضِلِ
(۵) فَلَمَّا رَاٰنِيْ هَفَا قَلْبُهُ ۔۔۔ وَقَالَ مَقَالَ الْاَخِ السَّائِلِ
(۶) اَمَّ ابْنِ عَمِّيْ فَاَنْبَاْتُهُ ۔۔۔ بِاَرْجَافِ ذِي الْحَسَدِ الدَّاغِلِ
(۷) فَقَالَ اَخِيْ اَنْتَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۔۔۔ كَهٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى لَمْ يَاْتَلِ

☆ اَهْلَ النفاق: منافقوں۔ ☆اراجیف: ارجاف بمعنی جھوٹی خبر سے ہے۔ ☆باطل: جھوٹ، بے اصل، غلط

ناحق، لغو، بیہودہ۔☆قلاك: تجھ سے دشمنی تھی۔☆في الخلاك: تجھے چھوڑ دیا۔☆في الخالف: پیچھے رہنے والوں میں۔☆ جفا: ظلم، زیادتی، تشدد، ناانصافی۔☆سیفي: میری تلوار۔☆الحاکم الفاضل: بزرگ حاکم۔☆هفا: ہفو بمعنی ہلانا، اڑانا سے ہے۔☆الاخ السائل: خیر خیریت پوچھنے والا بھائی۔☆ذی الحسد: حسد والے مراد حسد کرنے والے حاسد۔☆کھٰرُوْنَ: جیسے ہارون علیہ السلام۔☆لَمْ یَاْتِلِ: کمی کوتاہی ہی نہیں کی۔

مطلب:

(۱) خبردار! ہاں اللہ تعالیٰ منافقین اور اہل باطل یعنی کافروں کو اپنی رحمت عظیمہ سے دور کرے۔ (اس لیے ان سے دور رہیے)

(۲) بعض لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنی تھی اس لیے تمہیں چھوڑ دیا اور تمہیں پیچھے رہنے والوں اور مدد نہ کرنے والوں کو چھوڑ دیا۔ (یہ منافقین کا قول تھا)

(۳) یہ صرف اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے بے پروائی اختیار کی حالانکہ وہ ایسا کرنے والے نہیں تھے۔ یعنی مجھے چھوڑنے کا سبب یہ نہیں ہے اور ہے۔

(۴) رحم کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صاحب بزرگی حاکم میں ہیں تلوار کندھے پہ رکھے ہوئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

(۵) مجھے دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ رقت طاری ہو گئی حال چال پوچھنے والے بھائی کی طرح مجھ سے دریافت فرمایا۔

(۶) اے میرے چچا جان کے صاحبزادے کیسے آنا ہوا تو میں نے آپ کو حاسدوں اور فسادیوں کے جھوٹ کے متعلق بتایا، وہی بات جو لوگوں میں مشہور کر دی گئی تھی وہ سنائی۔

(۷) پس آپ نے ارشاد فرمایا آپ تو میرے بھائی ہیں کوئی اور نہیں جیسے حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ کوتاہی نہ کی۔ اسی طرح میں نے بھی تیرے ساتھ کمی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تجھے چھوڑا ہے۔

فائدہ:

۱۔ ان اشعار میں منافقین کی جھوٹ موٹ کی اڑائی ہوئی افواہوں کی تردید بیان کی گئی ہے کہ حسد کرنے والے اپنے قلبی ابال کی وجہ سے جھوٹی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں ان سے بچنا چاہیے اور انہیں سچ نہیں ماننا چاہیے جب تک کہ تصدیق نہ ہو جائے۔

ہاں اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو اپنی رحمت عظیمہ سے دور کر دے یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو تکالیف پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت عظیمہ سے دور رکھے معلوم ہوا کہ ایسے کفار بدکردار جو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو تکالیف پہنچانے میں کمی نہ کریں بلکہ آئے دن کئی کئی چالوں کے ذریعے مخلوق خدا کو تکالیف پہنچائیں ان کے حق میں بددعا کرنا جائز ہے۔

۲۔ غالباً یہ شعر غزوۂ تبوک کے دور کے متعلق ہے غزوۂ تبوک ماہ رجب ۹ ھ میں پیش آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ غزوۂ تبوک میں شمولیت کے لیے ساتھ نہ لے گئے بلکہ مدینہ منورہ میں اپنے اہل و عیال کی نگرانی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ہی چھوڑ دیا اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رہ گئے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا کیونکہ سفر بہت طویل تھا اور تبوک کا مقام مدینہ طیبہ سے بہت دور تھا اس لیے امہات المومنین اور اہل بیت کرام کی مومنات طاہرات کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظام فرمایا کیونکہ مدینہ طیبہ میں منافقین کی کافی تعداد تھی وہ کسی وقت بھی فتنہ برپا کر کے اہل بیت کرام اور ازواج مطہرات کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتے تھے اس لیے اس اہم کام کے لیے سیدنا علی مرتضیٰ کو ان کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تا کہ کوئی بداندیش شیر خدا کی موجودگی میں کسی قسم کی شرارت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس انتظام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

منافقین کی شرارت:

منافقین نے اودھم مچادیا اور سیدنا شیر خدا کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ کوئی منافق کہتا کہ علی لشکر اسلام کے لیے ایک بوجھ تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ساتھ نہیں لے گئے۔

کوئی کہتا: ڈرپوک تھے اس لیے پیچھے چھوڑا۔

سیدنا علی ایسا بہادر اور شیر دل سپاہی اپنے بارے میں اس قسم کی باتیں کیسے برداشت کر سکتا تھا آپ نے اپنے جسم پر ہتھیار سجائے اور جرف کے مقام پر حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے بارے میں یہود ہر قسم کی ہرزہ سرائیاں کر رہے ہیں از راہِ کرم مجھے اجازت دیجیے تا کہ میں حضور کے ساتھ میدان جہاد میں جا کر اپنی جانبازی کے جوہر دکھاؤں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ بکتے ہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے وہاں چھوڑا کہ آپ خاندان نبوت کی حفاظت کریں اور جو ضعیف و کمزور مسلمان پیچھے رہ گئے ہیں ان کی خبر گیری کریں۔

أَفَلَا تَرْضٰی یَا عَلِیُّ اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے اس طرح ہو جاؤ جس طرح ہارون موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

یہ ارشاد گرامی سننے کے بعد آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے گئے۔ (ضیاء النبی جلد ۴ ص ۶۰۰_۵۹۹)

فائدہ:

ان اشعار میں یہی واقعہ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

☆☆☆

جنگ جمل کے وقت سے قبل حضرت علیؓ نے مخالفین پہ رنج وغم کا اظہار

(۱) قَدْ طَالَ لَيْلِي وَالْحَزِيْنُ مُوَكَّلٌ — لِحِذَارِ يَوْمٍ عَاجِلٍ وَّ مُؤَجَّلِ

(۲) وَالنَّاسُ تَعْرُوْهُمْ اُمُوْرٌ جَمَّةٌ — مُرٌّ مَذَاقَتُهَا كَطَعْمِ الْحَنْظَلِ

(۳) فِتَنٌ تَحِلُّ بِهِمْ وَهُنَّ سَوَارِعٌ — يُسْقٰى اَوَاخِرُهَا بِكَاسِ الْاَوَّلِ

(۴) فِتَنٌ اِذَا نَزَلَتْ بِسَاحَةِ اُمَّةٍ — خِيْفَتْ بِعَدْلٍ بَيْنَهُمْ مُّتَبَهِّلِ

☆طال: لمبی۔☆لَیلِی: میری رات۔☆حزین: غمگین۔☆یوم عاجل: مقرر کیا ہوا دن۔☆مُؤَجَّل: جلد آنے والے۔☆کطعم الحنظل: حنظل یعنی تمے کے مزے جیسا، تُمے جیسا کڑوا۔☆اُمَّۃ: مراد قوم۔خیفت ڈرایا جاتا ہے۔

مطلب:

جنگ جمل سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے مخالفین کی حالت پہ رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

(۱) تحقیق میری رات لمبی ہوگئی اور غموں کی منجدھار میں جلد آنے والے مقررہ دن سے ڈرنے کے لیے مجھے (تنہا) چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۲) لوگوں کے بے شمار ایسے امور انہیں لاحق ہوں گے کہ ان کی تلخی حنظل کی تلخی سے بھی زیادہ ہوگی۔

(۳) ان پہ فتنے نازل ہو رہے ہیں اور ان پہ فتنے ٹوٹ رہے ہیں یہاں جیسا انجام پہلے والوں کا ہوا تھا ویسا ہی آخر والوں کا بھی انجام ہوگا۔

(۴) جب کسی قوم پر فتنے نازل ہوتے ہیں تو مخلص اور عدل وانصاف کرنے والے انسان سے انہیں خوف دلایا جاتا ہے۔

فائدہ:

جنگ جمل ابھی لڑی نہیں گئی بلکہ جنگ جمل کے ہونے کے حالات پیدا ہوتے جارہے تھے اور یہ جنگ ناگزیر نظر آنے لگی تو آپ نے ان اشعار میں رنج وغم کا اظہار فرمایا کاش کہ ایسے حالات درپیش نہ ہوتے۔

☆☆☆

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق شکایت

(۱) اِنَّ يَوْمِيْ مِنَ الزُّبَيْرِ وَمِنْ — طَلْحَةَ فِيْهَا يَسُوْنِيْ لَطَوِيْلٌ

(۲) ظَلَمَانِيْ وَلَمْ يَكُنْ عَلِمَ اللّٰهُ — اِلَى الظُّلْمِ لِخَلْقٍ سَبِيْلٌ

☆یسؤنی: مجھے بڑی تکلیف ہوئی۔☆ظلمانی: ان دونوں نے مجھ پر ظلم کیا، تثنیہ کا صیغہ ہے۔☆سبیل: راستہ، تدبیر، طریقہ، صورت، وسیلہ، سبب وغیرہ۔

مطلب:

(۱) بے شک زبیر اور طلحہ والے دن مجھے بڑی تکلیف ہے وہ میرا دن بڑا لمبا ہو گیا یعنی میرا وہ دن میرے لیے گزارنا مشکل ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مصائب اور دکھوں پہ مبنی دِن گزارنا مشکل ہو جاتا ہے یُں محسوس ہوتا ہے جیسے یہی ایک دِن ہی کئی دِنوں سے بھی زیادہ لمبا کر دیا گیا ہے۔

(۲) ان دونوں نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھ میں ایسی کوئی صورت نہیں کہ جس بنا پر کوئی مجھ پہ زیادتی کرے۔ یعنی میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا یا مجھ میں ایسی کوئی بُری صفت نہیں جس کی وجہ سے کوئی میرے ساتھ زیادتی کرے۔

فائدہ:

یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی شکر رنجیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اسی کلام علی رضی اللہ عنہ کی شرح کے ابتداء میں بڑا بہترین مضمون تحریر کیا ہے۔ ان جھگڑوں کے متعلق تفصیلی معلومات کے سلسلے میں محقق اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی تصنیف شیعہ مذہب المعروف تحفہ شیعہ کا مطالعہ کیجیے یہاں بطور خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

اکثر تجربہ:

اکثر تجربہ ہے سوائے قرآن مجید کے کوئی بھی کتاب آج تک کی بیشی اور ردو بدل سے محفوظ نہیں رہتی کچھ نہ کچھ مضامین یا تو شامل کر دیئے جاتے ہیں یا کم کر دیئے جاتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تبدیلی کر دی جاتی ہے پھر اسی کو ہی اصل کلام یا اصل کتاب سمجھ لیا جاتا ہے جیسے تورات، زبور اور انجیل آسمانی کتابیں تھیں ان میں بھی ردو بدل کیا گیا۔ اسی طرح احادیث مبارکہ کے میں کئی صحیح احادیث ہیں تو کئی موضوع من گھڑت اور وضعی احادیث بھی پائی جاتی ہیں جب احادیث کا یہ حال ہے کہ جن کے متعلق بے شمار علوم معرض وجود میں آئے اس کے باوجود ان میں بھی من گھڑت موضوع اور ضعیف احادیث شامل کر دی گئیں آج کتب احادیث میں پائی بھی جاتی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیوان کے سلسلے میں بھی یقیناً ایسے امور لاحق ہوئے ہوں گے اسی لیے ایسے اشعار جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق زبان طعن دراز کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیے کہ نبی کریم کا علم حتمی ہے۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ حقائق سو فیصد درست ہیں اب جو تاریخی روایات قرآن و احادیث کے خلاف ہوں ان کو تسلیم نہیں کیا جائے گا یا ان کی مناسب تاویل کی جائیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب قرآن و احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے ایسے امور کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں جو قرآن و احادیث کے خلاف ہوں اس میں سلامتی ہے۔

دوسرا اصول:

یہ ذہن میں رکھیے کہ تمام صحابہ مجتہد تھے ان کے اجتہادات اور ظاہری جھگڑوں کے متعلق گندہ ذہنی کا شکار ہمیں نہیں ہونا چاہیے ان کے متعلق خاموشی میں ہی سلامتی ہے۔ مثلاً یہی دیکھیے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات وہ جلیل

القدر صحابی ہیں جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا۔ ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان دس مخصوص اور خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظاہری دنیا میں ہی جنتی ہونے کی شہادت دے دی تھی۔

رسول اللہ ﷺ وفات کے وقت راضی تھے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ مَا اَحَدٌ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَّ عُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ (بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف مناقب عشرہ مبشرہ حدیث نمبر ۵۸۴۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کوئی شخص اس امر یعنی خلافت کا اس جماعت سے زیادہ حق دار نہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے آپ حضرت علی مرتضٰی، عثمان غنی، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔

فائدہ:

یہ اس وقت فرمایا جب آپ دنیا سے رخصت ہونے والے تھے اور آپ نے اصحاب شوریٰ (ایک کمیٹی) کے لیے خلافت کی وصیت فرمائی۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۴۶۹)

عظمت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ:

وَعَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ (بخاری شریف مشکوٰۃ شریف عشرہ مبشرہ حدیث نمبر ۵۸۴۸)

حضرت قیس بن حازم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت طلحہ کا شل ہاتھ دیکھا جس کے ساتھ انہوں نے احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی۔

فائدہ:

ان کا ہاتھ اس لیے شل ہوا تھا کہ اس کے ساتھ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی احد کے دن انہوں نے اپنے جسم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھال بنا دیا تھا ان کے جسم پر اسی زخم آئے تھے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۷ ص ۴۶۹)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے جنت واجب کر لی:

وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَةُ تَحْتَهٗ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَةُ

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف مناقب عشرہ مبشرہ حدیث نمبر ۵۸۵۹)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں پس آپ ایک ٹیلے کی طرف متوجہ ہوئے لیکن آپ اس پر چڑھ نہیں سکے حضرت طلحہ نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ اس ٹیلے پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کر لی ہے۔

وضاحت:

آپ سے ٹیلے پہ چڑھنا اس لیے مشکل ہو رہا تھا کہ دشمنوں کے حملے کی وجہ سے جسد اقدس پہ چوٹیں لگی ہوئی تھیں۔

فضیلت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ:

وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاتِى بَنِى قُرَيْظَةَ فَيَاتِيْنِى بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِى وَاُمِّىْ۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف مناقب عشرہ مبشرہ حدیث نمبر ۵۸۵۵)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو بنو قریظہ کے پاس جائے اور ان کی خبر لا کر ہمیں پہنچائے۔ میں روانہ ہو گیا۔ جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کریمین کو جمع کیا اور فرمایا ہمارے والدین تم پر فدا ہوں۔

فائدہ:

یہودیوں کا ایک قبیلہ: یاد رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب کے بعد بنو قریظہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پندرہ دن ان کا محاصرہ فرما کر انہیں فتح کیا۔ یہ گفتگو اس جگہ ہوئی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنو قریظہ غزوہ احزاب میں بھی تھے اس جگہ ان کی خبر طلب فرمائی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۷ ص ۴۷۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْتِيْنِىْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِىٍّ حَوَارِيًا وَحَوَارِىَّ الزُّبَيْرُ (بخاری شریف و مسلم شریف و مشکوۃ شریف حدیث نمبر ۵۸۴۹)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب (غزوۂ خندق) کے دن ارشاد فرمایا: کون ہے؟ جو ہمارے پاس اس قوم کی خبر لائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں خبر لاؤں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور ہمارے حواری حضرت زبیر ہیں۔

حواری:

حواریٌّ راء کے نیچے زیر اور یاء مشدد، اس کا معنی ہے مخلص، صاف دل اور یار وفادار، اس کا اصل حَوَرٌ ہے پہلے دونوں حرفوں پر زبر، اس کا معنی سفیدی ہے اسی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخصلین کو ''حواریون'' کہا جاتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو دھو کر سفید کرتے تھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۷ ص ۴۷۰)

شہادت کی خبر:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ عَلٰی حِرَآءٍ هُوَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَیْرُ فَتَحَرَّکَةِ الصَّخْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اهْدَءْ فَمَا عَلَیْكَ اِلاَّ نَبِیٌّ اَوْصِدِّیْقٌ اَوْشَهِیْدٌ وَزَادَ بَعْضُهُمْ وَسَعْدُ ابْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَّ لَمْ یَذْ کُرْ عَلِیًّا

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف مناقب عشرہ مبشرہ حدیث نمبر ۵۸۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر تھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر تھے۔ چٹان حرکت میں آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جا تجھ پر صرف نبی یا صدیق ہے یا شہید۔

بعض راویوں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

عشرہ مبشرہ:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ فِی الْجَنَّةِ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

وَعُمَرُ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت عمر (فاروق رضی اللہ عنہ) جنت میں ہیں۔

وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت عثمان (غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ) جنت میں ہیں۔

وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت علی (المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنت میں ہیں۔

وَطَلْحَةُ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّةِ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

وَعَبْدُ الرَّحْمٰنُ بْنِ عَوْفٍ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

وَسَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

وَاَبُوْعُبَیْدَةَ ابْنُ الْجَرَاحِ فِی الْجَنَّةِ

اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۵۸۵۷)

فائدہ

اور اس حدیث مبارکہ کو حضرت سعید ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت زبیرؓ کی شہادت پر حضرت علیؓ کا ردّ عمل:

ابن جرموز نے جو کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا آپ کو نماز کی حالت میں شہید کیا اور آ کر حضرت علی کو کہا کہ آپ کو زبیر کے قتل کی خوشخبری ہو۔

امیر المومنین نے فرمایا: تجھے بھی دوزخ کی آگ کی خوشخبری ہو۔ آپ کے شہید کیے جانے کا واقعہ کتب حدیث و سیر میں بیان کیا گیا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۷ ص ۶۰۲)

حضرت علیؓ کا جنگ جمل کے اختتام پر افسوس کرنا:

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

ہم اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم نے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مخالفت رکھی اور پھر ابن سباء یہودی اور اس کی پارٹی کی سازشوں کی بنا پر ان حضرات کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں ان میں حضرت علی حق پر تھے اور ان حضرات کا حضرت علی سے لڑنا خطا تھا لیکن یہ خطا چونکہ اجتہادی تھی اس لیے خطاء اجتہادی پر ملامت اور لعن طعن جائز نہیں اس خطاء کے اجتہادی ہونے پر اور لعن طعن کا مقام نہ ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنگ جمل کے اختتام پر افسوس کرنا ایک واضح دلیل ہے آپ نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) ان حضرات کے بارے میں جنتی ہونے کی پیش گوئی فرمائی

اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو بڑے احترام وعزت کے ساتھ واپس بھیجا۔ (شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ ج ۳ ص ۴۷۴)

حضرت طلحہ و زبیر بالاتفاق جنتی:

مزید تفصیلات کے لیے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کا مطالعہ کیجیے۔ مختصراً یوں سمجھ لیجیے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پکے مسلمان اور جنتی تھے ان حضرات کی اسلام میں اس قدر گراں قدر خدمات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک خدمت کا صلہ جنت ہو سکتی ہے عشرہ مبشرہ میں بھی یہ دونوں بزرگ صحابہ داخل ہیں۔ حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

عشرہ مبشرہ میں یہ دونوں بھی داخل ہیں خود شیعہ مصنف سے اس کی وضاحت سنیے۔

طَلْحَةُ اَحَدُ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَاَحَدُ اَصْحَابِ الشُّوْرٰى وَكَانَ لَهٗ فِى الدِّفَاعِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَوْمَ اُحُدٍ اَثَرٌ عَظِيْمٌ وَشَلَّتْ بَعْضُ اَصَابِعِهٖ يَوْمَئِذٍ وَقٰى رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِيَدِهٖ مِنْ سُيُوْفِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَوْمَئِذٍ اَلْيَوْمَ اَوْجَبَ طَلْحَةُ الْجَنَّةَ وَالزُّبَيْرُ هُوَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرُ ابْنُ الْعَوَّامِ بْنِ اَسَدِبْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بن قصى اُمُّهٗ صَفِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْد مناف عَمَّةُ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَهُوَ اَحَدُ الْعَشَرَةِ اَيْضًا وَاَحَدُ السِّتَّةِ وَمِمَّنْ ثَبَتَ مَعَ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَوْمَ اُحُدٍ وَاَبْلٰى بَلَآءً حَسَنًا وَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِكُلِّ نَبِىٍّ حَوَارِىٌّ وَحَوَارِىَ الزُّبَيْرُ

(ابن ابی حدید شرح نہج البلاغۃ جلد اول ص ۷۶ القول فی نسب طلحہ وزبیر مطبوعہ بیروت جدید)

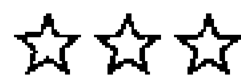
ترجمہ: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان دس خوش قسمت صحابہ کرام میں سے ایک ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب مشورہ بھی تھے غزوۂ احد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ان کی نمایاں خدمات ہیں۔ مشرکین کی تلواروں کو حضور پر پڑنے سے روکتے ہوئے ان کے ہاتھوں کی انگلیاں اس دن بیکار ہو گئیں اور غزوہ احد کے دن ان کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا آج طلحہ پر جنت واجب ہو گئی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ابو عبداللہ الزبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف تھا یہ (ان کی والدہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زبیر بھی ان دس خوش نصیب حضرات میں سے ایک تھے جنہیں ظاہری زندگی میں جنتی ہونے کی حضور نے بشارت دی تھی اور غزوۂ احد میں بھی شدت کے وقت حضور کے ساتھ رہے اور عظیم تکلیفیں برداشت کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

(شیعہ مذہب المعروف تحفۂ جعفریہ ج ۳ ص ۵۱۳۔۵۱۲ بحوالہ ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد اول ص ۱۷۶ القول فی نسب طلحہ وزبیر مطبوعہ بیروت طبع جدید)

خلاصہ کلام:

خلاصہ یہ کہ ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ بیان کیا۔ جو شکایت بیان کی ہے وہ شکایت خطاء اجتہادی کی بنا پر ہے۔ اس لیے ان صحابہ کرام کے خلاف گفتگو کرنے اور لکھنے سے ہمیں پرہیز کرنا چاہیے۔ احادیث مبارکہ کے مدمقابل تاریخی حوالہ جات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کیونکہ احادیث کا بیان ہر لحاظ سے سچا ہوتا ہے کیونکہ جنتی بھی بشارات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں وہ سبھی سچی ثابت ہوئی ہیں یہ بشارتیں بھی سچی ہیں۔



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا پیغام

(۱) اَلَا مَـنْ ذَا يُبَـلِّـغُ مَـآ اَقُـوْلُ — فَـاِنَّ الْقَـوْلَ يُبْلِغُـهُ الرَّسُوْلُ
(۲) اَلَا اَبْـلِغْ مُعَـاوِيَةَ بْنَ صَخْـرٍ — لَقَـدْ حَـاوَلْـتَ لَوْ نَفَعَ الْحَوِيْلُ
(۳) وَنَـا طَحْـتَ الْاَكَـارِمَ مِنْ رِّجَـالٍ — هُـمُ الْهَـامُ الَّـذِيْنَ لَهُـمْ اُصُـوْلُ
(۴) هُـمْ نَـصَرُوا النَّـبِيَّ وَهُـمْ اَجَـابُوْا — رَسُوْلَ اللّٰـهِ اِذْ خُذِلَ الرَّسُوْلُ
(۵) نَبِيًّـا جَـالَدَ الْاَصْـحَـابُ عَنْـهُ — وَنَـابَ الْحَـرْبُ لَيْـسَ لَهٗ فُلُوْلُ
(۶) فَـدِنْـتَ لَـهٗ وَدَانَ اَبُـوْكَ كُـرْهًـا — سَبِيْـلُ الْغَـيِّ عِـنْـدَ كُـمَـا سَبِيْـلٌ
(۷) مَضٰـى فَـنَـكَـصْـتُـمَـا لَـمَّـا تُوَارٰى — عَلَـى الْاَعْقَـابِ غَيُّكُمَـا طَوِيْلٌ
(۸) اِذَا مَا الْحَـرْبُ اَهْدَبُ عَارِضَاهَا — وَاَبْـرَقُ عَـارِضٌ مِّـنْهَـا مَخِيْـلٌ
(۹) فَـيُـوْشَكُ اَنْ يَّحُـوْلَ الْخَيْـلُ يَوْمًـا — عَـلَيْكَ وَاَنْـتَ مُـنْـجَـدِلٌ قَتِيْـلٌ

☆الرسول: قاصد کے معنی میں ہے۔☆حویل: خواہش۔☆نصر والنبی: لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔☆اِذْ خُذِلَ الرسول: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیئے گئے۔☆ناب الحرب: لڑائی کے دانت۔☆کُرْهًا: ناگواری سے۔☆سبیل الغی: گمراہی کا راستہ۔☆علی الاعقاب: ایڑیوں کے بل۔☆غَيُّكما طويل: تم دونوں کی گمراہی بہت طویل ہے۔☆مخیل: اخالۃ بمعنی بادل میں بارش ہونے کے نشانات کا ظاہر ہونا۔☆یحول الخیل: تم پر گھوڑے، تمہارے اردگرد گھوڑے۔☆نَاطَحْتُ: نطاح سے بمعنی جنگ کرنا۔☆ھامتہ: کھوپڑی ہام جمع سردار☆جَالَدَ: از مجادلۃ بمعنی تیغ

زنی کرنا ☆فلول: کند ہونا ☆اَھْدَبُ: از اہداب بمعنی دامن لٹکانا۔

مطلب:

(۱) میرا پیغام (امیر معاویہ) تک کون پہنچائے گا پس بے شک ان کی بات قاصد پہنچاتا ہے۔
(۲) ہاں...... معاویہ بن صخر کو بتادو ضرور تحقیق جو کچھ تم نے چاہا ہے کاش وہ (مسلمانوں کے لیے) فائدہ مند ہوتا۔ مگر مفید نہیں۔
(۳) تم نے شریف لوگوں سے جنگ کی ہے جن شریف لوگوں سے تو نے جنگ کی ہے وہ ایسے سردار ہیں جو کہ خاندانی سردار ہیں۔
(۴) انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ جب (کفار مکہ نے) بے حد مخالفت کی ساتھ چھوڑ دیا تو حضور کا فرمان انہوں نے قبول کیا۔
(۵) وہ نبی کی ذات جن کی طرف سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تلوار چلائی جس وقت جنگ کے دانت کند نہیں تھے بلکہ جنگ زوروں پر تھی۔
(۶) پس تو نے اور تیرے باپ نے ناگواری کی حالت میں مجبوراً ان کی اطاعت کی تمہارا راستہ گمراہی کا راستہ تھا یعنی پہلے تم گمراہ تھے۔ پھر تم نے اطاعت کی۔
(۷) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اور پوشیدہ ہو گئے۔ تو تم واپس پلٹے تمہاری باپ بیٹے کی گمراہی بڑی دراز ہے۔
(۸) جب جنگ کے بادل نے دامن پھیلایا لڑائی کا بادل چمکا کہ جس میں بارش کرنے کے آثار موجود ہیں۔ یعنی جب جنگ زوروں پر تھی ہر طرف سے جنگ کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔
(۹) پس عنقریب تجھ پہ ایک دن گھوڑے دوڑیں گے جب قتل ہو کر گرے پڑے ہو گے۔

فائدہ:

ان اشعار کے انداز سے واضح ہو رہا ہے کہ ایسے اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں صداقت ہی صداقت ہوتی ہے آپ کبھی بھی ایسی بات زبان سے نہیں کہتے جو کہ خلاف واقعہ ہو۔ آپ کی کئی کرامات ایسی پڑھنے کو مل جائیں گی جن سے واضح ہو گا کہ آپ نے جیسے فرمایا ویسے ہی ہوا۔ اب ان اشعار کے مطلب پہ سرسری سی نظر دوڑائیں غور و فکر کیجیے کہ کیا ایسے اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان میں سے کچھ اشعار میں تو ایسی گفتگو بیان کی گئی ہے کہ ایسی گفتگو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہیں ہو سکتی۔

شعر ۱:

ان اشعار میں ہے کہ کون میرا پیغام امیر معاویہ تک پہنچائے گا پس ان کا پیغام قاصد پہنچاتا ہے۔ ہاں معاویہ بن صخر کو اطلاع کرو کہ تم نے جو کچھ چاہا ہے وہ مفید نہیں کیونکہ تمہارا چاہنا مفید ہوتا ہی نہیں۔

اشعار نمبر۲۔۳۔۴:

تم نے شریف لوگوں سے جنگ کی جو خاندانی سردار ہیں۔تم نے ان لوگوں سے جنگ کی ہے جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت بھی بات کو تسلیم کیا اور ان کی مدد کی جب دوسرے لوگ آپ کو چھوڑ گئے جب دوسرے لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور آپ کو تنہا چھوڑ دیا وہ نبی کہ جن کی طرف سے ان کے اصحاب نے تلوار چلائی۔اس وقت کہ جب جنگ پورے زوروں پر تھی۔

فائدہ:

اصحاب کو ساتھیوں کے معنی میں لیا جائے تو پھر بھی اور اگر صحابہ کرام کے معنی میں لیا جائے تو پھر بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ میں شامل تھے اور کئی حضرت امیر معاویہ کے لشکر میں شامل تھے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام دونوں لشکروں میں تھے اس طرح صرف ایک طرف سے صحابہ کا ذکر کرنا دوسری طرف کے صحابہ کرام کا تذکرہ نہ کرنا خلاف واقعہ معاملہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصور بھی نہیں ہوسکتا اسی طرح اگر اصحابہ یعنی ساتھی لیا جائے تو پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے والے غزوات میں شریک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (صحابہ کرام) بھی دونوں لشکروں میں تھے صرف ایک طرف کے ساتھیوں کا ذکر کرنا اور دوسری طرف کے ساتھیوں کا تذکرہ نہ کرنا بھی خلاف واقعہ امر ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متصور نہیں ہوسکتا۔واضح محسوس ہوتا ہے کہ یہ اشعار الحاقی ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلوار چلانے والے صحابہ کرام دونوں طرف سے تھے جن میں سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی بجائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے۔

شعر نمبر۵:

اس شعر میں ہے کہ تم نے اور تمہارے باپ نے ناگواری کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہے تمہارا راستہ گمراہ تھا یہ معاملہ قبل از اسلام کے متعلق ہے۔شرف ایمان سے سرفراز ہوتے ہی سابقہ معاملات معاف ہوجاتے ہیں وہ یاد دلا کر عار دلانا کسی طرح بھی ایک مومن سے مناسب نہیں چہ جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لائق تو ایسا بیان کرنا قطعاً مناسب نہیں۔

شعر نمبر۶۔۷۔۸:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے جب آپ کا وصال ہوگیا تو تم اپنی سابقہ روش کی طرف پلٹ گئے تم دونوں کی گمراہی کی تاریخ بڑی طویل ہے۔جب جنگ پھیل گئی اور جنگ کے واضح نشانات موجود ہیں جب جنگ شروع ہوئی گھوڑے میدان جنگ میں دوڑیں گے تو قتل کر کے میدان جنگ میں پھینک دیئے جاؤ گے۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیئے جانے کے متعلق بھی واضح بیان ہے اور آپ کا اس جنگ میں شہید نہ ہونا بھی ان اشعار میں خلاف واقعہ بیان ہوا ہے۔ہونے کی واضح دلیل ہے کہ یہ:

جہاں تک گمراہی کے متعلق بیان ہوا ہے تو اس سلسلے میں جنگ صفین کے اختتام کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ فیصلہ

ملاحظہ فرمایئے جو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کے متعلق مختلف اسلامی ملکوں کی طرف بھیجا۔

مکتوب نمبر ۵۸

وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَتَبَهٗ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيْهِ مَاجَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَهْلِ صِفِّيْنَ وَكَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ۔ وَالظَّاهِرِ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ۔ لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا الْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ بَرَآءٌ

ترجمہ: مختلف علاقوں کے باشندوں کے نام:

اپنے اور اہل صفین کے درمیان کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''اور ہماری جنگ کی ابتدا یوں ہوئی کہ اہل شام کی (اس) جمعیت سے ہماری مڈبھیڑ ہوگئی حالانکہ ظاہر ہے کہ ہمارا (اور ان کا) خدا ایک نبی ایک اور دعوت فی الاسلام ایک ہی تھی جہاں تک اللہ پر ایمان اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا تعلق ہے نہ ہم ان سے کوئی مزید مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے۔ بات ایک ہی تھی مگر ہاں جس بات میں ہمارا اختلاف تھا وہ تھی خون عثمان، حالانکہ اس سے بھی ہم بری تھے۔ (نہج البلاغہ ترجمہ وحواشی نہج البلاغہ حصہ دوم مکتوبات مکتوب نمبر ۵۸ ص ۷۹۱)

فائدہ:

یہ کتاب حمایت اہلبیت وقف (رجسٹرڈ) ۱۰ ریلوے روڈ لاہور کی شائع کردہ ہے جبکہ اس میں قلمی معاونین میں درج ذیل نام ہیں۔

- ☆ سید العلماء الحاج علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ لکھنوی۔
- ☆ علامہ سید محمد صادق صاحب قبلہ لکھنوی آل نجم العلماء۔
- ☆ الحاج علامہ محمد بشیر احمد صاحب قبلہ انصاری۔
- ☆ الحاج مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی۔
- ☆ مولانا سید ظل حسنین صاحب قبلہ زیدی سرسوی۔
- ☆ مولانا غلام محمد ذکی صاحب قبلہ سردرکوٹی۔ (نہج البلاغہ ص ۲)

دوسرا ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکتوب گرامی کا دوسرا ترجمہ بھی شیعہ مکتبہ فکر کی نمائندہ کتاب نہج البلاغہ سے ملاحظہ فرمایئے یہ ترجمہ وتشریح تفسیر، تقدیم شیعہ علامہ السید ذیشان حیدر جوادی نے کیا جبکہ اسے انصاریان پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷۔۱۸۵ ۳۷ قم

جمہوری اسلامی ایران نے شائع کیا۔۸۵ آپ کا مکتوب گرامی۔

(تمام شہروں کے نام: جس میں صفین کی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے)

ہمارے معاملہ کی ابتدا یہ ہے کہ ہم شام کے لشکر کے ساتھ ایک میدان میں جمع ہوئے جب بظاہر دونوں کا خدا ایک تھا۔ رسول ایک تھا۔ پیغام ایک تھا نہ ہم اپنے ایمان وتصدیق میں اضافہ کے طلبگار تھے نہ وہ اپنے ایمان کو بڑھانا چاہتے تھے معاملہ بالکل ایک تھا صرف اختلاف خون عثمان کے بارے میں تھا جس سے ہم بالکل بری تھے۔

(نہج البلاغہ ص ۶۰۱ ترجمہ مکتوب ۵۸ از شیعہ علامہ السید ذیشان حیدر جوادی)

واضح ہو کہ یہ اشعار بعد کے شامل کیے ہوئے ہیں اسی طرح اس دیوان میں مزید اشعار بھی ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کے متعلق گمراہی کا عقیدہ قطعاً درست نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسے عقائد سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق صحیح عقائد اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا بہترین جواب الجواب

(۱) اَصْبَحْتَ ذَاحُمْقٍ تَمَنّٰی الْبَاطِلَ — لَاُوْرِدَنَّ شَامَكَ الصَّوَاهِلَا

(۲) اَصْبَحْتَ اَنْتَ يَا ابْنَ هِنْدٍ جَاهِلًا — لَاَرْمِيَنَّ مِنْكُمُ الْكَوَاهِلَا

(۳) تِسْعِيْنَ اَلْفًا رَامِحًا وَّ نَابِلًا — يَزْدَ حِمُوْنَ الْحُزْنَ وَالسَّوَاهِلَا

(۴) بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ يُزِيْحُ الْبَاطِلَا — هٰذَا الَكَ الْعَامُ وَذَرْنِیْ قَابِلَا

☆الصواهلا: ہنہنانے والے گھوڑے۔☆تمنی الباطل: باطل کی تمنائیں کیں، باطل کی آرزوئیں کیں۔ ☆لَاُوْرِدَنَّ: یقیناً میں لاؤں گا۔☆منکم الکواهلا: تمہاری پیٹھ پر، تمہارے دونوں شانوں کے درمیان یعنی پیٹھ پر۔ ☆تسعین اَلْفًا: نوے ہزار۔☆یُزِیْحُ الْباطلا: باطل کو مٹاتا ہے۔

مطلب:

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا نے ان کے جواب کا بہترین جواب یوں دیا کہ:

(۱) تم نے احمقانہ رویہ اختیار کیا اور باطل آرزوئیں کیں میں تیرے شام کے علاقے میں جنگ کرنے کے لیے گھوڑے ضرور لاؤں گا۔

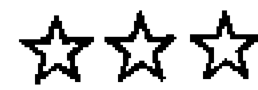
(۲) اے ہندہ کے بیٹے! اگر تو (میدان جنگ میں لڑتا ہوا) مل گیا تو میں تیری پیٹھ میں تیر ضرور ماروں گا۔

(۳) نوے ہزار نیزہ چلانے والے اور اتنے ہی سخت اور نرم زمین میں جنگ کرنے والوں کی بھیڑ ہوگی

(۴) حق کے ساتھ ہی حق باطل کو ختم کرنا ہے یہ سال تیرے لیے ہے میرے لیے آئندہ سال چھوڑ دے۔یعنی تیرے آئندہ سال سے تیرے ایسے حالات نہ ہوں گے۔

فائدہ:

اس سے قبل وضاحت ہو چکی ہے کہ ایسے اشعار جن میں صحابہ کرام کے جھگڑوں کو زیر بحث لایا گیا ہے ان میں سے کئی اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہو ہی نہیں سکتے۔باقی صحابہ کرام کے جھگڑوں کے متعلق بھی وضاحت ہو چکی ہے سابقہ اشعار میں ملاحظہ فرمالی جائے۔



لشکر حیدری رضی اللہ عنہ کی صفت

(۱) كَاسَادِ غِيْلٍ وَّ اَشْبَالِ خِيْسٍ غَدَاةَ الْخَمِيْسِ بِبِيْضٍ صِقَالٍ

(۲) بِجَيْدِ الضِّرَابِ وَ جَزِّ الرِّقَابِ اَمَامَ الْعُقَابِ غَدَاةَ النِّزَالِ

(۳) تَكِيْدُ الْكَذُوْبَ وَ تَخْزِيْ الْهَيُوْبَ وَتُرْوِيِ الْكُعُوْبَ دِمَآءِ الْقَذَالِ

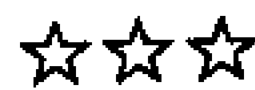
☆کاسادِ غیل: جھاڑی کے شیروں۔☆بیض: چمکتی مراد تلواروں۔☆صقال: صیقل کی ہوئی مراد صیقل کی ہوئی تلواروں۔☆کعوب: کعب کی جمع نیزہ کی گرہیں۔☆غداۃ: صبح۔☆امام العقاب: بڑے جھنڈے کے سامنے۔☆جز الرقاب: گردنیں کاٹتے ہوئے۔☆تکید: دھوکہ دیتی ہیں۔☆کذوب: جھوٹوں، جھوٹے۔

مطلب:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکریوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جھاڑیوں میں بسنے والے آزاد شیروں اور شیر کے بچوں کی مانند فوج پانچ رکنی صبح میں چمکتی ہوئی صیقل کردہ تلواروں کو لیے ہوئے۔

(۲) لڑائی کی صبح میں بڑے جھنڈے کے سامنے بہترین انداز میں تلوار چلاتے ہوئے گردنیں کاٹتے ہوئے۔

(۳) وہ فوج جو جھوٹے لوگوں کو دھوکہ وفریب میں مبتلا ہو کر دیتی ہے اور ڈرے ہوئے لوگوں کو ذلیل وخوار اور رسوا کر دیتی ہے۔ نیزوں کے بند سر کے پچھلے حصے کے خون سے تر کر دیتی ہے۔



جنگ صفین کے موقع پر عبدالعزیز بن حارث کے متعلق اظہار خوشنودی

(۱) شَرَیْتَ بِاَمْرٍ لَّا یُطَاقُ حَفِیْظَةً ... حَیَآءً وَّ اِخْوَانُ الْحِفَاظِ قَلِیْلٌ

(۲) جَزَاكَ اِلٰهُ النَّاسِ خَیْرًا فَقَدْوَفَتْ ... یَدَاكَ بِفَضْلٍ مَّا هُنَاكَ جَزِیْلٌ

☆شَرَیْتَ: تم نے فروخت کیا۔☆حفیظة: حمیت، غیرت۔☆اله الناس: لوگوں کا معبود۔☆جزیل: کثیر، بہت زیادہ۔

مطلب:

(۱) تم نے غیرت (شرم وحیا) کی وجہ سے اپنے آپ کو ایسے معاملات کے بدلے بیچ دیا ہے جو تمہاری قوت واختیار سے باہر ہیں۔غیرت مند بہت ہی قلیل ہوتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر سے نوازے کیونکہ تحقیق تم نے ایسی فضیلت حاصل کی ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس سے بہت زیادہ حاصل ہوگا۔

☆☆☆

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر اظہار رنج وغم

(۱) اَلَا اَیُّهَا الْمَوْتُ الَّذِیْ لَیْسَ بِتَارِکِیْ ... اَرِحْنِیْ فَقَدْ اَفْنَیْتَ کُلَّ خَلِیْلٍ

(۲) اَرَاكَ مُضِرًّا بِالَّذِیْنَ اُحِبُّهُمْ ... کَاَنَّكَ تَنْحُوْا نَحْوَهُمْ بِدَلِیْلٍ

☆لیس بتارکی: مجھے چھوڑنے والی۔☆خلیل: دوست۔☆اَفْنَیْتُ: تونے فنا کردیا۔☆مضرًّا: نقصان پہنچانے والی۔☆اُحِبُّهُمْ: جن سے میں محبت کرتا ہوں۔

مطلب:

(۱) خبردار اے موت! (میں جانتا ہوں کہ) تو مجھے ہرگز چھوڑنے والی نہیں یعنی مجھے (اس جہان فانی سے رخصت کرکے رہے گی آ تو اپنا کام کر مجھے لے جا اور مجھے سکون عطا فرما کیونکہ میرے تمام دوستوں کو تو اس جہان سے لے جا چکی ہے۔

(۲) میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو انہیں نقصان پہنچا رہی ہے جن لوگوں سے مجھے محبت ہے جیسے تو کوئی رہبری کرنے والا لے کر ان کی طرف کوشش کرتی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابوعبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ صفین کی جس وادی میں پہنچتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ ہوتے، عمار، مرقال، ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہم کے پاس پہنچے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم بردار تھے عمار رضی اللہ عنہ نے کہا اے ہاشم! تو بھینگا بھی۔ - اور بزدل بھی۔ بھینگے کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں وہ کسی کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔ اچانک دونوں صفوں کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہم نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ اپنے کام کی ضرور مخالفت کرے گا اور اس کے لشکر کو ذلیل کرے گا اور خود ان کی تکلیف و مشقت کو دیکھتا رہے گا۔ اے ہاشم سوار ہو۔ ہاشم رضی اللہ عنہ سوار ہو کر آگے بڑھے وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اَعْوَرُ یَبْغِیْ اَهْلَـهٗ مُحَلًّا　　قَدْ عَالَجَا الْحَیَاةَ حَتّٰی مَلَّا

لَا بُدَّ اَنْ یَّفِلَّ اَوْ یُفَلَّا

ترجمہ: یک چشم خود بھی یہی چاہتا ہے وہ زندگی سلجھاتے سلجھاتے تنگ آگیا ہے اب اس کا گرنا یا گرایا جانا ضروری ہے۔

(حضرت) عمار رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے اب ہاشم رضی اللہ عنہ! آگے بڑھے کیونکہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت تلواروں کی دھاروں میں پوشیدہ ہے آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں اور حوریں بناؤ سنگھار کر چکی ہیں۔

اَلْیَوْمَ اَلْقٰی الْاَحِبَّهْ　　مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَهْ

آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے عمار رضی اللہ عنہ اور ہاشم رضی اللہ عنہ پھر واپس نہیں آئے اور وہیں مقتول (شہید) ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو کچھ ان دونوں کو حاصل تھا وہ تیرے لیے کافی ہے کیونکہ وہ دونوں خود کو حق پر سمجھتے تھے۔ (تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک اردو ترجمہ ج ۳ حصہ اص ۲۳۴۔۲۳۳)

شرح اشعار:

ان اشعار میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت انتہائی رنج و غم کی وجہ سے موت کی تمنا کرتے ہوئے موت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے موت! یہ میں جانتا ہوں کہ تو میرے پاس بھی آئے گی مجھے بھی نہیں چھوڑے گی بجائے اس کے کہ تو مجھے تکلیفیں دے دے کر اس جہان فانی سے چلتا کرے بہتر یہ ہے کہ تو مجھے سکون دے تو نے میرے دوستوں کو اگلے جہان پہنچا دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو میرے ہی دوستوں کو نقصان پہنچا رہی ہے یعنی میرے ہی دوستوں کو مجھ سے جدا کر کے اگلے جہان بھیج رہی ہے۔ تو ان لوگوں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ جن سے مجھ کو محبت ہے۔ گویا کسی جاننے والے کو ساتھ ساتھ لے کر اس کی ہمراہی میں میرے دوستوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ تو مجھے بھی اگلے جہان پہنچا دے تا کہ مجھے بھی راحت حاصل ہو جائے تا کہ آئندہ کسی کی موت کی خبر پا کر مجھے افسوس نہ ہو۔

☆☆☆

شامی لشکر کا قتل

(۱) كَأَيِّنْ تَرَكْنَا فِيْ دِمِشْقٍ وَّ اَهْلِهَا ... مِنْ اَشْمَطَ مَوْتُوْرٍ وَّ شَمْطَآءَ ثَاكِلٍ

(۲) وَغَانِيَةٍ صَادَالرِّمَاحُ حَلِيْلَهَا ... وَاَضْحَتْ بَعْدَ الْيَوْمِ اِحْدَى الْاَ رَامِلِ

(۳) تُبَكِّيْ عَلٰى بَعْلٍ لَّهَا رَاحَ غَازِيًا ... وَلَيْسَ اِلَى يَوْمِ الْحِسَابِ بِقَافِلِ

(۴) وَنَحْنُ اُنَاسٌ لَّا تَصِيْدُ رِمَاحُنَا ... اِذَا مَا طَعَنَّا الْقَوْمَ غَيْرَ الْمُقَاتِلِ

☆**اشمط**: سیاہ وسفید بالوں والا۔☆**شمطاء**: مونث۔☆**غانیة**: بے نیاز عورت۔☆**یوم الحساب**: حساب کے دن مراد قیامت کے دن۔☆**غیر المقاتل**: سوائے لڑنے والوں کے۔☆**لاتصید**: شکار نہیں کرتے۔

مطلب:

(۱) میں نے دمشق اور دمشق والوں میں سے اکثر لوگوں کو بدلہ لینے کے قابل نہیں چھوڑا حالانکہ ابھی تک ان کے کچھ بال سیاہ اور کچھ سفید ہیں۔یعنی ابھی تک بوڑھے نہیں ہوئے (اس کے باوجود وہ بدلہ لینے کی سکت نہیں رکھتے)۔

(۲) کافی ایسی بے پرواہ خواتین ہیں کہ ان کے خاوند نیزوں سے مارے جاچکے ہیں ان کے قتل ہونے کے بعد وہ رنڈیاں ہو گئی ہیں۔

(۳) ان خاوندوں پہ (قتل ہونے کی وجہ سے) روتی ہیں جو لڑائی لڑنے گئے تھے (مگر اب) تا قیامت نہیں لوٹیں گے۔

(۴) ہم وہ ہیں کہ جب ہم نیزہ چلاتے ہیں تو ہمارے نیزے لڑنے والے کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کرتے۔

☆☆☆

حمد باری تعالیٰ اور دعائے قضائے حاجات

(۱) يَا سَامِعَ الدُّعَآءِ ... وَيَا رَافِعَ السَّمَآءِ

وَيَا دَآئِمَ الْبَقَآءِ ... وَيَا وَاسِعَ الْعَطَآءِ

لِذِى الْفَاقَةِ الْعَدِيْمِ

☆**یاسامع الدعاء**: اے دعاؤں کو سننے والے۔☆**رافع**: بلند کرنے والے۔☆**دائم**: ہمیشہ۔☆**البقاء**: باقی رہنے والے۔☆**عطاء**: بخشش۔

مطلب:

(۱) اے دُعا سننے والے مالک! اور اے آسمان کو بلندی بخشنے والے! اے ہمیشہ باقی رہنے والے! اے بے حد وشمار عطاؤں

سے نوازنے والے مالک فاقوں میں مبتلا غریبوں کے لیے بڑی بخشش والے رب!

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین اما بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب دیوان کی شرح کے سلسلے میں حضرت علامہ محمد ارشد قادری مدظلہ العالی نے فون پہ حکم فرمایا کہ ہمارے لاہور کے ایک دوست محمد مشتاق احمد مالک مشتاق بک کارنر نے حکم فرمایا ہے کہ دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شرح بھی اسی نہج پہ تیار کی جائے۔ جیسے فیضان الفرید (جو کہ الحمدللہ یکم محرم الحرام شریف ۱۴۳۰ھ کو شائع ہوئی) تیار کی گئی ہے آپ بڑے علم دوست انسان ہیں۔ جب ان سے ملاقات کا شرف اس فقیر کو اگست ۲۰۰۷ء کو حاصل ہوا تو واقعی انہیں بے حد محبت کرنے والا اور علم دوست پایا۔ ان کے بھانجے سلمان صاحب بھی انتہائی ملنسار شفیق اور علم دوست انسان ہیں اللہ تعالیٰ محمد مشتاق احمد صاحب اور دیگر دونوں دوستوں کی علم دوستی اور علوم اسلامیہ سے محبت اور لگن کو شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں دنیا و آخرت میں عظیم انعامات سے نوازے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

حمد:

حمده (باب سمع يسمع) حمداً و مَحْمَدًا وَمَحْمدًا وَحَمْدَةً و مَحمِدَةً

تعریف کرنا۔

حمدت اليك الله

یعنی تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں یا تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بھی شکر بجالاتا ہوں۔

مطالع المسرات میں ہے کہ لغت میں حمد کا معنی ہے بہ طور تعظیم کسی کے اوصاف جمیلہ بیان کرنا۔ اس کے مقابل نعمت ہو یا نہ مگر اصطلاحاً اللہ تعالیٰ کی بار بار تعریف کرنا اور الحمدللہ زبان پر لانے کو حمد کہتے ہیں۔ (۱) فرشتے ان کی حمد بیان کرتے ہیں ۱۳ الرعد ۱۳۔ پ۲۵ شوریٰ ۵ پ۲۲ فاطر (۱) فاتحہ شریف جن آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان ہوئی ہیں وہ سبھی تجھ پہ مبنی ہیں تمام انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہے اور ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہمیشہ بیان ہوتی رہے گی۔

يَاسَامِعَ الدُّعَآءِ:

اے دعاؤں کے سننے والے اللہ تعالیٰ ہماری دعا سن لے اور اسے شرف قبولیت سے نواز دے۔

دعا:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ دعا چھوٹے کا اپنے بڑے سے اظہار عجز کے ساتھ مانگنا دعا کہلاتا ہے۔ (مرأۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۹۱)

فائدہ:

دعا مانگنا بھی ایک عبادت ہے۔ بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ (حدیث) بعض علماء دعا کو افضل کہتے ہیں بعض رضا بالقضاء کو مگر تر یہ ہے کہ زبان سے دعا مانگے اور دل میں رضا رکھے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو ملول نہ ہو اس صورت میں دعا اور رضا دونوں پر عمل ہو

گا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عمومی حالات میں دعا مانگنا بہتر ہے کہ اس میں بندگی کا اظہار ہے اسی لیے تمام انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں۔ مگر بوقت امتحان رضا بالقضاء افضل ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نار نمرود میں جاتے وقت دعا نہ مانگی بلکہ حضرت جبریل کے عرض کرنے پر فرمایا کفاتی عن سوالی علمه بحالی لہٰذا دونوں قسم کے واقعات آپس میں متعارض نہیں جیسی حالت ویسا عمل۔ (خلاصہ از مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۹۲۔۲۹۱)

ارشادات ربانی:

دُعا کے متعلق خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ (پ۸ سورۃ الاعراف ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (کنز الایمان)

تفسیر آیت مبارکه:

حکیم الامت مفتی احمد یار خانصاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

معلوم ہوا کہ دعا اور ذکر اکثر آہستہ ہونا چاہیے۔ یہ سب مانتے ہیں کہ دعا اور ذکر آہستہ بھی جائز ہے اور اعلانیہ بھی ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بہتر کیا ہے حق فیصلہ یہ ہے کہ اگر اظہار میں ریا کا اندیشہ ہو تو آہستہ بہتر ہے اور اگر دوسروں کو بھی ذکر و دعا کی رغبت دینا مقصود ہو تو اعلانیہ افضل ہے رب فرماتا ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ

اور فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُم

اگر اللہ کا ذکر بلند آواز سے کرنا منع ہوتا تو اذان، حج کا تلبیہ، جہری نمازوں میں قرأۃ تکبیر تشریق اونچی آوازوں سے نہ ہوا کرتیں۔

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر میں حد سے زیادہ جہر کرنا بھی ناپسند ہے اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ امام ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے قرأۃ نہ کرے اسی وجہ سے لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانا بہتر نہیں کہ اس میں ضرورت سے زیادہ جہر ہے یہ مسائل اس آیت سے مستنبط ہیں رب فرماتا ہے کہ:

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا

حد سے بڑھنے کی بہت صورتیں، ناجائز دعائیں مانگنا جیسے خدایا مجھے نبی بنا دے۔ یا مجھے کبھی موت نہ آئے۔ جہاں آہستگی بہتر ہو وہاں اعلانیہ ذکر یا دعا کرنا جیسے جہاد وغیرہ میں، جب کفار وغیرہ پر چھپ کر حملہ کرنا ہو۔ دعا میں غیر ضروری قیدیں لگانا۔ خدایا مجھے جنت کا سفید محل دے جس میں پچاس درخت انگور کے ہوں وغیرہ۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ حمد باری تعالیٰ کے بیان کرنے، ذکر اللہ کرنے اور دعا کرنے کے سلسلے میں آداب اور مسائل کا ذہن نشین ہونا ضروری ہے ورنہ فائدے کی بجائے نقصان ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ حق تعالیٰ سے انعام و اکرام کے حاصل ہونے کی بجائے راندہ درگاہ کا سبب بھی بن سکتا فلہٰذا حمد باری تعالیٰ، ذکر اللہ اور دعا وغیرہ کے سلسلے میں قرآن و سنت سے ماخوذ اصول مدنظر رکھنے ضروری ہیں۔

حقیقت دعا:

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ داخل عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ تضرع سے اظہار عجز و خشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا اعلانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان آیت مبارکہ ادعوا ربکم پ ۸ سورۃ اعراف ۵۵ کے تحت)

اللہ تعالیٰ دعا سنتا ہے:

فرمان ربانی ہے کہ:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ٥ (پ۲ سورۃ البقرہ ۱۸۶)

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والوں کی جب مجھے پکاریں تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔ (کنز الایمان)

شان نزول:

اس میں طالبان حق کی طلب مولیٰ کا بیان ہے جنہوں نے عشق الٰہی پر اپنے حوائج کو قربان کر دیا وہ اسی کے طلبگار ہیں انہیں قرب و وصال کے مژدہ سے شادکام فرمایا۔

شان نزول ایک جماعت صحابہ (رضی اللہ عنہ) نے عشق الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر نوید قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہو وہ اس کے دور والے سے ضرور بعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں منازل قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔

دوست نزدیک تر از من ست
ویں عجب تر کہ من ازوے دورم

(تفسیر نور العرفان سورۃ البقرہ آیت ۱۸۶ کے تحت)

اجابت دعا:

دعا عرض حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لَبَّیْکَ عَبْدِیْ فرماتا ہے مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہوتی ہے کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے کبھی آخرت میں، کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے۔ کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے۔ اس کی حاجت روائی میں اس لیے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق واخلاص وغیرہ شرائط قبول نہیں ہوتے اسی لیے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔

مسئلہ:

ناجائز امر کی دعا کرنا جائز نہیں دعا کے آداب میں سے ہے کہ حضور قلب کے ساتھ قبول کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے اور شکایت نہ کرے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی۔ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حمد وثناء اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

فائدہ:

دعا کے مزید چند فضائل الفقیر القادری ابواحمد اویسی نے اپنی تصنیف لطیف فیضان الفرید شرح دیوان حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ میں بیان کردیئے ہیں۔ فیضان الفرید مشتاق بک کارنر لاہور سے شائع ہوچکی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کے قرب سے دعا قبول ہوتی ہے:

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس پہنچیں۔ آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس مسجد میں رہنے لگیں۔ جب حضرت زکریا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے پاس جاتے تو وہاں بے موسم پھل دیکھتے جو کہ یقیناً جنت سے تھے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ لا وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا

جب زکریا اس کے پاس نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے۔ (کنزالایمان)

فائدہ:

یعنی بے فصل میوے جو جنت سے اترتے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط

کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط

بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

هُنَا لِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ج

یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج

بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد۔

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○

بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا۔

فَنَا دَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ لا

تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحیٰ کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ط

بولا اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ۔

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَايَشَآءُ ○ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰)

فرمایا: اللہ تعالیٰ یوں ہی کرتا ہے جو چاہے۔ (کنزالایمان)

فائدہ:

پس معلوم ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے وہاں دعا مانگنا دعا کے قبول ہونے کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے نیز بزرگان دین، اولیائے کرام اور انبیاء کرام وغیرہم کے قرب میں دعا مانگنا سیدنا زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور شرف قبولیت کا سبب ہے۔ (کرامات اولیاء کے متعلق بہترین تحقیق فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی میں ملاحظہ فرمائیے)

کرامات اولیاء حق:

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۳۷ کے تحت بیان فرمایا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے صغر سنی میں کلام کیا جبکہ وہ پالنے

میں پرورش پا رہی تھی۔ جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حال میں کلام کیا۔

مسئلہ:

یہ آیت کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

تفسیر نور العرفان:

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی آیت کے تحت بیان فرمایا ہے کہ:

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کرامت ولی برحق ہے کیونکہ حضرت مریم کو بے موسم غیبی پھل ملنا ان کی کرامت تھی دوسرے یہ کہ مادرزاد ولی ہوتے ہیں ولایت عمل پر موقوف نہیں دیکھو حضرت مریم لڑکپن میں ولیہ تھیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ علم لدنی اور عقل کامل عطا فرماتا ہے کہ حضرت مریم زکریا علیہ السلام کے سوال کا جواب ایسا ایمان افروز دیا کہ سبحان اللہ۔
(تفسیر نور العرفان)

فائدہ:

مادرزاد ولی بکثرت ہوئے ہیں مثلاً حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مادرزاد ولی ہونے کے متعلق کرامات ہماری تالیف کردہ کتاب حیات الفرید میں مطالعہ کیجیے۔ علاوہ ازیں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے قرآن مجید پڑھنے والا واقعہ مشہور و معروف ہے اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ بھی مادرزاد ولی ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں دعا کی مقبولیت:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○
(پ۵ سورۃ النسآء آیت نمبر ۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔
اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے۔
(تفسیر خزائن العرفان)

حکایت:

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریف کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا۔

یارسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا۔ تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

فائدہ:

اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

مسئلہ:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لیے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

مسئلہ:

قبر (انوار) پر حاجت کے لیے جانا بھی جاءُ وْ كَ میں داخل ہے اور خیر القرون کا معمول ہے۔

مسئلہ:

بعد وفات مقبولان حق کو یا کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ:

مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا ہے:

اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے اور اس امر کے متعلق احادیث بھی بکثرت ہیں۔

حدیث شریف ۱:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ مانگے جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے۔

عرض کیا گیا کہ جلد بازی کیا ہے؟

فرمایا یہ کہ کہے میں نے دعا مانگی اور مانگی مگر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو لہٰذا اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)

حدیث شریف ۲:

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ یعنی دعا ہی عبادت ہے۔

پھر یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی کہ:
قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔
(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف)

فائدہ:

اس لیے دعا کرتے رہنا چاہیے۔

دعا قضا کو لوٹاتی ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَا یُرَدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف باب دعاؤں کا بیان)

قضا کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں لوٹاتی اور نیک سلوک کے علاوہ کوئی چیز عمر نہیں بڑھاتی۔

فائدہ:

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دعا کی برکت سے آتی بلاٹل جاتی ہے دعائے درویشاں رد بلا۔ قضا سے مراد تقدیر معلق ہے یا تقدیر معلق مشابہ بالمبرم کہ ان دونوں میں تبدیلی ترمیم ہوتی رہتی ہے تقدیر مبرم کسی طرح نہیں ٹلتی فلہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِذَاجَآءَ اجلھم لا ستا خرون ساعة ولا یستقد مون۔ کہا جاتا ہے کہ بخار آ گیا تھا دوا سے اتر گیا۔ دوا نے تقدیر مبرم کو نہیں بدل دیا بلکہ اس کے اثر سے چڑھا ہوا بخار اتر گیا۔ تقدیر میں یہ لکھا تھا کہ بخار آئے گا اگر فلاں دوا کرے تو اتر جائے گا اس کے اور بھی معنی کیے گئے ہیں مگر یہ توجیہ بہت بہتر ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۹۶)

دعا نافع:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّعَآءُ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِا الدُّعَآءِ

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف باب دعاؤں کا بیان)

دعا نازل شدہ آفت میں بھی نافع ہے اور اس بلا میں بھی جو نہ اتری ہو پس اے اللہ کے بندو دعا کو مضبوط پکڑو۔

فائدہ:

دعا کے دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اس کی برکت سے آئی بلاٹل جاتی ہے لہٰذا بلا آنے پر ہی دعا نہ کرو بلکہ ہر وقت دعا مانگو۔ دعا کے لیے بلا آنے کا انتظار نہ کرو کہ جب بلا یا مصیبت آئے گی تو دعا کریں گے۔ بلکہ ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ بلا آنے والی ہو اور دعا سے ہٹ جائے۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا قول مبارک مراۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ:

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسے ڈھال سلاح یعنی ہتھیار کا وار روک لیتی ہے اور جیسے پانی پیاس بجھا دیتا ہے یعنی ڈھال اور پانی ان کے اسباب ہیں ایسے ہی دعا آئی ہوئی بلا کا وار روک لیتی ہے اور لگی آگ بجھا دیتی ہے۔ اسباب بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور مسببات بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے ولیا خذو واحذرھم والصلعتھم جنگ میں اپنا بچاؤ اور ہتھیار لے کر جاؤ لہٰذا دنیا میں بھی انسان دعاؤں کا بچاؤ اور نیک اعمال کے ہتھیار لے کر رہے ورنہ آفات کچل دیں گی۔

دور حاضرہ اور ہم:

دور حاضرہ میں غور فرمایئے ہر طرف سے آفات منہ کھولے ہوئے ہمیں پیس کر رکھ دینے کی کوشش میں ہیں ہم ہیں کہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوتے۔ ایسی ایسی نئی نئی مصیبتوں کا شکار ہو رہے ہیں جو کبھی ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں کہ مساجد میں بم دھماکے، مواعظ حسنہ کی محافل میں افراتفری، اپنی ترقی کے لیے جانے والا انسان خوش وخرم جا رہا ہوتا ہے چند لمحے بعد اس کے حادثے کی خبر پہنچتی ہے۔ کبھی سیلاب کی تباہ کاریاں، کبھی زلزلوں کی تباہی، کبھی غنڈہ گردی کا سیلاب، کبھی دنگا فساد کا ریلا، کبھی دہشت گردی کا عذاب وغیرہ کسی پل سکون کا سانس نہیں یہ سب کچھ کیا ہے ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہیں مگر پھر بھی رب کائنات کی طرف سے ہمیں صراط مستقیم کی طرف گامزن رہنے کے لیے مختلف امور دیکھنے میں ملتے رہتے ہیں۔ مثلاً کبھی چاند میں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قدرتی طور پر لکھا ہوا نظر آنا۔ اسی ماہ محرم شریف کی غالباً ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ شریف کی شب میں حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کی شبیہ مبارک کا پاک پتن شریف میں ہزاروں لوگوں کا چاند میں دیکھنا بلکہ مسجد بابا فرید رحمتہ اللہ میں اس کا اعلان ہونا تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ رب کائنات کی قدرت کاملہ کو اپنی نظر سے دیکھیں بلکہ الفقیر ابواحمد اویسی کے بڑے بیٹے محمد احمد اویسی نے رات کے تقریباً ۲ بجے فون کیا وہ پاکپتن شریف میں تھا اس نے زیارت کی اور مجھے فون کیا کہ اٹھ کر چاند کی طرف دیکھیے کہ چاند میں حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کی شبیہ مبارک کی زیارت ہزاروں لوگ کر رہے ہیں بلکہ مسجد مبارک میں اعلان بھی کر دیا گیا۔

اسی طرح ۱۲ ربیع الاول شریف کی شب ۱۴۲۹ھ میں آسمان پہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادل کے ٹکڑے کے رنگ میں لکھا ہوا ہزاروں لوگوں کا دیکھنا اس کی تو CD بھی منہاج القرآن کی طرف سے بنائی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ ایسے تمام واقعات ہمیں مالک و خالق کی طرف متوجہ کرنے کے لیے رونما ہو رہے ہیں مگر ہماری غفلت شعاری شیطان کی آنت کی مانند بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللہ کریم کی کریمی دیکھیے:

عام دنیا داروں سے کوئی چیز مانگ کر دیکھیے۔ ایک آدھ بار کچھ نہ کچھ دے گا پھر ناراض ہوگا۔ ناراضگی کا اظہار کرے گا مگر مالک وخالق کی کریمی تو ملاحظہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ سے جو کوئی دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عنایات سے نوازتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ (رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ شریف)

جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

فائدہ:

جو شخص غرور تکبر اور اپنے کو رب تعالیٰ سے بے نیاز سمجھ کر دعا نہ مانگے وہ غضب ولعنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا نہ مانگی کیونکہ وہ سمجھے تھے کہ یہ میرے امتحان کا وقت ہے شاید دعا کرنا بے صبری میں شمار ہو۔ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اللہ کے ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا سے روک دے تو اسے دعا مانگنے والوں سے زیادہ ملے گا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۹۸)

اولیاء اللہ سے دعا کے لیے کہنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت:

اولیائے کرام، بزرگان دین سے دعائیں منگوانا۔ دعا کے لیے کہنا دعا کی قبولیت کا سبب ہے کیونکہ ایسا کرنا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہے مثلاً:

روایت ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لیے جانے کی اجازت مانگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:

اَشْرِكْنَا يَا اَخِيَّ فِيْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا

اے میرے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں یاد رکھنا ہمیں بھول نہ جانا۔

فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا

پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ایسی بیان فرمائی کہ مجھے اس کے عوض ساری دنیا مل جانا پسند نہیں۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی مشکوٰۃ شریف باب دعاؤں کا بیان)

خواجہ اویس قرنیؓ سے دعا منگوانے کا فرمان ذیشان:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ایک شخص تمہارے پاس یمن کی طرف سے آئے گا جسے اویس کہا جاتا ہے وہ یمن میں سوائے اپنی والدہ کے کسی کو نہیں چھوڑے گا اس کے جسم پر سفیدی تھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کریم نے وہ سفیدی دور کر دی سوائے ایک دینار یا درہم کی جگہ کے تم میں سے جو اسے ملے تو چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں۔

دوسری روایت:

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تابعین میں سے بہترین وہ ایک مرد ہے جسے اویس کہا جاتا ہے اس کی والدہ ہے اور اس کے جسم پر سفیدی تھی تم انہیں کہو کہ وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں۔ (مسلم شریف مشکوٰۃ شریف باب یمن، شام اور اویس قرنی کا ذکر) تفصیلات ہماری تصنیف لطیف (فیضان اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَبَّکُمْ حَیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذْ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَیْہِ اَنْ یَّرُدَّ ھُمَا صِفْرًا

(رواہ الترمذی وابوداؤد والبیہقی فی الدعوات الکبیر،مشکوٰۃ شریف)

تمہارا رب حیاوالا ہے کرم والا ہے اس سے حیاء فرماتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے وہ انہیں خالی لوٹادے۔

فائدہ:

رب تعالیٰ حیاء شرم وغیرہ کے ظاہری معنی سے پاک ہے اس کے لیے ان چیزوں کا نتیجہ مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کرتا نہیں کہ بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو خالی پھیرے۔ اللہ تعالیٰ مانگنے والوں کو ضرور دیتا ہے خواہ اسی طرح کہ اس کی مراد پوری کر دے یا اس طرح کہ اس کی کوئی آفت ٹال دے یا اس طرح کہ درجات بلند کردے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت دفعہ ہاتھ پھیلا کر دعائیں کی جاتی ہیں اور مراد نہیں ملتی۔ (خلاصہ مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد۳ص۳۰۰)

ایک حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی دعا مانگے جس میں نہ گناہ ہو نہ قطع رحمی مگر اللہ تعالیٰ اسے تین میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے یا تو اس کی دعا یہاں ہی قبول کر لیتا ہے (یعنی اس کی منہ مانگی مراد جلد یا کچھ دیر سے دے دیتا ہے) یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ کر دیتا ہے۔ (یعنی دنیا میں اس کی دعا قبول نہیں کرتا مگر آخرت میں اس کے عوض اس کے گناہ معاف فرمادے گا یا اس کے درجے بلند کردے گا) یا اس جیسی مصیبت ٹال دیتا ہے۔ (دعا سے رد بلا ہوتا ہے اس لیے مراد پوری نہ ہونے پر ملول نہ ہونا چاہیے) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا تب تو ہم خوب زیادہ دعائیں کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَللّٰہُ اَکْثَرُ یعنی رب کائنات کی عطا بہت زیادہ ہے۔ (رواہ احمد مشکوٰۃ شریف، دعاؤں کا بیان)

قال ربکم ادعونی استجب لکم

اور تمہارا رب ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے پکارو کہ میں تمہاری پکار کو پہنچوں۔

اس لیے ہمہ وقت بارگاہ حق میں دعا کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے۔

اسلام بھی دعا ھے:

اسلامی تہذیب وتمدن اور دیگر مذاہب کے تہذیب وتمدن کے درمیان بہت فرق ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن میں مسلمانوں کا طرز حیات ایسا ہے کہ الحمد للہ! مسلمانوں کی دنیا بھی بہترین ہو جاتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے جبکہ دیگر تہذیبیں اسلام کے مدمقابل اس سلسلے میں بہت پیچھے ہیں۔ بلکہ اکثر محض ظاہری دنیوی حیات اچھی گزارنے پہ ہی زور دیتی ہیں اسی کو ہی معراج تصور کرتی ہیں۔ مگر اسلام نے ہمیں ایسے اصول عطا فرمائے ہیں کہ اگر ان کے مطابق حیات مستعار کے لمحات گزارے جائیں تو بندے کی دنیا بھی بن جاتی ہے اور آخروی زندگی میں بھی ان شاء اللہ کامیابیاں حاصل ہوں گی۔ دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے سلام کو رواج دینا بے شمار فوائد کے حصول کا باعث ہے۔ اسلام کے مطابق سلام بلانے اور جواب دینے میں ہزار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ سلام کرنے اور جواب دینے میں بھی ایسے کلمات ادا کیے جاتے ہیں جو کہ

دعا پڑھی ہیں۔ دعا بھی سلامتی کی دعا اور سلام میں ایسی جامع دعا دی جاتی ہے جس کا تعلق دنیا سے بھی ہوتا ہے اور آخرت سے بھی۔

سلام کا مفہوم:

سلام کے لغوی معنی ہیں۔ آفات یا عیوب سے سلامتی۔ اسی سے ہے تسلیم۔ اللہ تعالیٰ کا نام۔ سلام بمعنی تمام عیوب سے پاک۔ اپنے بندوں کو سلامتی وامن دینے والا۔ اسی سے ہے مسلم بمعنی صلح وصفائی۔ یہاں سلام سے مراد سلام کا جواب ہے۔ جو آتے جاتے وقت کہا جاتا ہے یعنی السلام علیکم کہنا اور اس کا جواب دینا۔

علماء فرماتے ہیں کہ السلام علیکم کے معنی ہیں کہ تم پر سلامتی وامن نازل ہو۔ علیکم سے پہلے نازلۃ پوشیدہ ہے اور یہ دعائیہ جملہ ہے مگر صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں سلام یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال، احوال، افعال، اقوال کا نگران ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے ان کے ہاں سلام نام ہے اللہ تعالیٰ کا اور علیکم سے پہلے رَقِیْبٌ پوشیدہ ہے بمعنی نگران۔ (اشعۃ اللمعات)

وہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور انور نے تیمم فرما کر سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام اللہ کا نام ہے اس لیے بغیر وضو یہ نام نہ لیا وہ حضرات صوفیاء کے معنی کی تائید کرتا ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۳۱۱)

مسلمان کو سلام کرنا سنت، جواب دینا فرض:

مسلمان کو سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے مگر ثواب زیادہ ہے سلام کرنے کا یعنی اس سنت کا ثواب اس فرض سے زیادہ ہے جیسے وقت پر قرض ادا کرنا فرض ہے اور وقت سے پہلے ادا کرنا سنت ہے مگر ثواب اس کا زیادہ ہے کہ وعدے سے پہلے ادا کرے یا جیسے محتاج مقروض کو ڈھیل دینا، مہلت دینا فرض ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے منظرۃ الی میسرہ معاف کر دینا سنت ہے مگر معاف کر دینے کا ثواب زیادہ ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۳۱۱)

مومن پر مومن کے چھ حقوق:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَ يَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْشَهِدَ لَمْ اَبِدَهٗ فِيْ الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ بِرِوَايَةِ النَّسَائِيِّ

(مشکوٰۃ شریف کتاب الاداب باب السلام فصل اول)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے مومن پر چھ حق ہیں۔

☆ جب وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی کرے۔

☆ اور جب مر جائے تو جنازہ پر حاضر ہو۔

☆ جب دعوت دے تو قبول کرے۔
☆ جب اس سے ملے تو اسے سلام کرے۔
☆ جب چھینکے تو جواب دے۔
☆ اور اس کی خیر خواہی کرے جب وہ غائب ہو یا حاضر۔

یہ روایت میں نے نہ تو مسلم و بخاری میں پائی، نہ کتاب حمیدی میں لیکن اسے جامع والے نے بروایت نسائی روایت فرمایا۔

فائدہ:

''جب مرجائے تو جنازہ پر حاضر ہو'' کے متعلق شرح بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''اس کی نماز جنازہ پڑھو، اسے دفن کرو۔ بعض شارحین نے مات کے معنی کیے جب وہ مرنے لگے یعنی اس کے نزع کے وقت وہاں موجود ہو مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔'' (مرقات)

تنبیہ:

آج کل امیروں کے جنازوں پر بڑا ہجوم ہوتا ہے غریبوں کی میت کو کوئی پوچھتا نہیں۔ رب توفیق خیر دے۔
(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۳۱۵)

آپس میں محبت پیدا کرنے والا عمل:

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا وَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف کتاب الاداب باب السلام)

اور انہیں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں نہ جاؤ گے حتیٰ کہ مومن بن جاؤ اور مومن نہ بنو گے حتیٰ کہ آپس میں محبت کرو۔ کیا میں تمہیں اس پر رہبری نہ کروں کہ جب تم وہ کرلو تو آپس میں محبت کرنے لگو۔ اپنے درمیان سلام پھیلاؤ۔

فائدہ:

یعنی کمال ایمان مسلمانوں کی آپس کی محبت سے نصیب ہوتا ہے آپس کی علاوتیں بہت سے گناہ بلکہ کبھی کفر کا موجب ہو جاتی ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۳۱۶)

دلوں کی عداوت مٹانے اور آپس کی محبت کا اکسیر عمل:

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ صاحب اسی حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے

ہوئے لکھا ہے کہ

''سلام پھیلانے کے یہاں وہی معنی ہیں جو ابھی ذکر ہوئے کہ ہر مسلمان کو سلام کرے، جان پہچان والا ہو یا انجان۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کی عداوت مٹانے، محبت پیدا کرنے کے لیے سلام مصافحہ ایک اکسیر ہے۔'' (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۳۱۶)

سلام کے ہر کلمہ پر نیکیاں:

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلاً جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَشْرٌ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ مَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ

(رواہ الترمذی وابوداؤد ومشکوٰۃ شریف کتاب الاداب باب السلام)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا تو عرض کیا۔ السلام علیکم!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا پھر بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس
پھر دوسرا شخص آیا اس نے عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ
حضور نے اس کا جواب دیا۔ وہ بیٹھ گیا تو فرمایا: بیس
اور شخص آیا تو اس نے عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
آپ نے اس کا جواب دیا۔ وہ بیٹھ گیا تو فرمایا: تیس۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ سلام کے ہر کلمہ پر دس نیکیاں ملتی ہیں جتنے کلمات زیادہ ہوں گے اتنی نیکیاں اس حساب سے زیادہ ہوں گی۔

اسی مفہوم کی دوسری حدیث:

وَعَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمَعْنَاهُ وَزَادَثُمَّ اَتٰى اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ فَقَالَ اَرْبَعُوْنَ وَقَالَ هٰكَذَا تَكُوْنُ الْفَضَائِلُ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف کتاب الاداب باب السلام)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں اس کے ہم معنی اور زیادتی کی کہ پھر دوسرا اور آیا۔ اس نے عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہٗ تو فرمایا: چالیس اور ارشاد فرمایا یونہی زیادتیاں

(اضافہ) ہوتی رہیں گی۔

فائدہ:

یعنی یہ ثواب صرف مغفرتہٗ تک ہی محدود نہیں کہ ان کلمات کے علاوہ اور کوئی کلمہ بڑھاؤ ثواب نہ بڑھے بلکہ جس قدر کلمات بڑھاتے جاؤ گے ثواب بھی فی کلمہ دس کے حساب سے بڑھتا جائے گا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۳۲۶)

سلام میں پہل کرنے کا اجر:

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد ومشکوٰۃ شریف کتاب الآداب باب السلام)

ترجمہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے قریب تر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

فائدہ:

یعنی جب دو مسلمان راستہ میں گزرتے ہوئے ملیں اور ان میں سے ہر ایک کو سلام کرنے کا حق ہو تو جو سلام کی ابتداء کرے وہ رحمت الٰہی سے بہت قریب ہوگا۔ لہٰذا یہ فرمان عالی ان فرمانوں کے خلاف نہیں کہ آنے والا بیٹھے ہوؤں کو اور تھوڑے لوگ بہت کو چھوٹا بڑے کو، سوار پیدل کو سلام کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں محبت پیدا کرتی ہیں۔ سلام میں ابتدا کرنا، اپنے مسلمان بھائی کو اچھے لقب سے پکارنا جب وہ آئے اسے مجلس میں جگہ دے دینا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۳۲۶ بحوالہ مرقات)

سلام برکت ہونے کا سبب:

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَابُنَیَّ اِذَا دَخَلْتُ عَلٰی اَھْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُوْنُ بَرَکَۃً عَلَیْکَ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ (رواہ الترمذی ومشکوٰۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے بچے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو۔ یہ برکت ہوگی تم پر اور تمہارے گھر والوں پر۔

فائدہ:

گھر میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچے ہوں بہرحال سلام کر کے داخل ہو اس سے گھر میں اتفاق اور روزی میں برکت ہوتی ہے بہت ہی مجرب ہے۔

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی بہت برکتیں دیکھتا ہے۔'' (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص۳۳۰)

تکبر سے نجات:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِئٌ مِنَ الْكِبَرِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ شریف)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا سلام میں ابتداء کرنے والا تکبر سے دور ہے۔

تکبر سے نجات کے لیے مجرب عمل:

یعنی جو شخص مسلمانوں کو سلام کرلیا کرے وہ ان شاء اللہ متکبر نہ ہوگا۔ اس کے دل میں عجز و نیاز ہوگا یہ عمل مجرب ہے۔
(مرآۃ شرح مشکوۃ شریف ج۶ ص۳۴۶)

فائدہ:

درج بالا احادیث محض اسی لیے بیان کی ہیں کہ اے انگریزی تہذیب و تمدن پہ جان نثار! تجھے حقیقت حال سے آگاہی ہو جائے کہ اسلامی تہذیب کے مطابق سلام کرنے اور بہترین طریقہ سے سلام کا جواب دینے کے کیا فوائد ہیں۔ یہاں چند فوائد عرض کیے۔ تفصیلات کے لیے کتب احادیث و دیگر کتب اسلامیہ کا مطالعہ کیجیے۔

انگریزوں کے سلام اور ان کے جواب:

درج بالا اسلامی سلام اور اس کا بہترین طریقہ سے جواب دینے کے فضائل و فوائد اور برکات عرض کی ہیں۔ اس پہ عمل پیرا ہونے سے مزید بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں جبکہ دیگر اقوام کے سلام اور ان کے جواب دینے کے متعلق ہمیں خوب غور و فکر کرلینا چاہیے کہ جب ہم مسلمانوں سے ملاقات کریں تو ہمیں مسلمانوں کو کس طرح سلام کرنا چاہیے اور مسلمانوں کے سلام کا جواب کس طرح دینا چاہیے۔ جبکہ یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں کے سلام کا جواب دینے کے سلسلے میں ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُوْلُ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ

(رواہ ابوداؤد، مشکوۃ شریف کتاب الاداب باب السلام)

ترجمہ:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے اللہ تیری آنکھ ٹھنڈی کرے۔ سویرا اچھا ہو۔ جب اسلام آیا تو ہم اس سے روک دیئے گئے۔

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

''اوراس کی بجائے ہم کواسلامی سلام کا حکم دیا گیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ سوا اسلامی سلام کے اور سلام ممنوع ہے جیسے آداب عرض، یا تسلیمات یا خدا حافظ یا (سلام کے طور پر) یہ کہنا کہ یا علی مدد وغیرہ سب ممنوع ہیں ہاں اگر اولاً سلام کرے پھر یہ الفاظ کہے تو حرج نہیں دیکھو مرقات فارسی میں کہا جاتا ہے زمی ہزار سال یہ سب ممنوع ہیں۔ (اشعۃ) اسلامی سلام بہت ہی جامع ہے۔ ہندوانہ سلام رام رام سیتارام، انگریزی سلام گڈ مارننگ (اسی طرح گڈ نائیٹ، گڈ ایوننگ، گڈ نون، گڈ آفٹر نون وغیرہ) نہایت بیہودہ اور بے معنی ہیں۔ اسلامی سلام میں سلامتی کی دعا ہے۔ سلامتی جان، مال، عزت، اولاد، زندگی، قبر وحشر ہر سلامتی کو شامل ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۳۳۱)

دعوت فکر:

اس لیے فقیر پر تقصیر تمام برادران اسلام کو دعوت فکر پیش کر رہا ہے کہ میرے برادران اسلام حقائق سمجھنے کی کوشش کیجیے حالانکہ کبھی کبھی ان دیگر مذاہب کے سلام کے سلسلے میں بسا اوقات بندہ عجیب ہی ٹریجڈی کا شکار ہے۔ مثلاً بندہ بیمار ہے انتہائی دکھوں اور مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے کسی طور پر بھی سکون میسر نہیں مگر آنے والا ہنستے ہوئے کہتا ہے گڈ مارننگ۔ اسی طرح مزید غور وفکر سے کام لیں گے تو حقیقت واضح ہو جائے گی جبکہ اسلامی سلام میں غور فرمایئے کہ بندہ ایسے ہی حالات سے دو چار ہو تو آنے والا جب آکر سلام کہے گا تو ایک طرح کی سلامتی کی دعا ہی دے گا۔ اس لیے خدارا جب مسلمانوں کو سلام کرنا ہو تو اسلامی سلام کے مطابق ہی سلام کیجیے اور سلام کا جواب دیتے ہوئے بھی اس امر کا لحاظ ضرور رکھیے کہ اسلامی سلام کے مطابق ہی سلام کا جواب دینا ہے۔ اگر کوئی انگریزی طریقہ کے مطابق سلام کرے تو اس کے جواب میں اسلامی طریقہ کے مطابق ہی سلام کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی اسلامی طریقے کے مطابق جواب دے۔ بعد میں سمجھانا بھی چاہیے۔

سلام اور جواب کے سلسلے میں دوسرے مذاہب کی پیروی سے پرہیز کرانے کا حکم:

وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهُ بِغَيْرِ نَالَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ (رواہ الترمذی ومشکوٰۃ شریف)

حضرت عمران ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم سے نہیں جو ہمارے غیروں سے مشابہت کرے۔ تم نہ تو یہود سے مشابہت کرو نہ نصاریٰ سے، یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ ہے۔

فائدہ:

اس روایت مبارکہ کی اسناد کے متعلق امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ

قَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ

یعنی اس کی اسناد ضعیف ہیں۔
اس روایت کے ضعف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے

کہ:

ترمذی نے اس حدیث کو صرف اس لیے ضعیف فرمایا ہے کہ عن جدہ میں ہ کی ضمیر کے متعلق پتہ نہیں چلتا کہ اس کا مرجع کون ہے۔عمر ابن شعیب ہیں یا ان کے والد ہم شروع کتاب میں یہ بحث کر چکے ہیں کہ حق یہ ہے کہ یہ اسناد قوی ہے۔امام سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث بروایت عبداللہ ابن عمر و نقل فرمائی۔(مراۃ شرح مشکوۃ ج ۶ ص ۳۲۸ بحوالہ مرقات)

مسئلہ:

انگلی یا ہتھیلی سے سلام کرنا ممنوع ہے حدیث میں فرمایا کہ انگلیوں سے سلام کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے اور ہتھیلی سے اشارہ کرنا نصاریٰ کا۔(بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۶ ص ۹۲)

مسئلہ:

بعض لوگ سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کر دیتے ہیں۔بلکہ بعض صرف آنکھوں کے اشارہ سے جواب دیتے ہیں یوں جواب نہیں ہوا ان کو منہ سے جواب دینا واجب ہے۔(بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۶ ص ۹۲)

سلام کے لیے جھکنا:

بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک بھی جاتے ہیں یہ جھکنا اگر حد رکوع تک ہو تو حرام ہے اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے۔

سلام کے جواب میں جیتے رہو کہنے کی مذمت:

اکثر جگہ یہ طریقہ ہے کہ چھوٹا جب بڑے کو سلام کرتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے جیتے رہو یہ سلام کا جواب نہیں ہے بلکہ یہ جواب جاہلیت میں کفار دیا کرتے تھے وہ کہتے تھے۔حیاك اللّٰہ
اسلام نے یہ بتایا کہ جواب میں وعلیکم السلام کہا جائے۔(بہار شریعت)

سلام کے مزید متعدد غیر اسلامی طریقے:

اس زمانہ میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کر لیے ہیں۔ان میں سب سے برا یہ ہے جو بعض لوگ کہتے ہیں۔"بندگی عرض"
یہ لفظ ہرگز نہ کہا جائے۔بعض لوگ (آداب عرض) کہتے ہیں اگر چہ اس میں اتنی برائی نہیں مگر سنت کے خلاف ہے۔(بہار شریعت)

مسلمانوں کے لیے دعوت فکر:

اس لیے مسلمانوں کے لیے دعوت فکر ہے کہ خدارا، یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں کے سلام کے طریقہ کو نہ اپنائیے بلکہ اس سلسلے میں اسلامی طریقہ اپنائیے۔اس میں بے شمار فوائد ہیں۔
اسی طرح آج کل موبائل فونز پر اکثر میسج اسی طرح آتے ہیں گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ وغیرہ ایسے سلاموں سے بھی پرہیز کرنا

چاہیے۔ میسج میں بھی سلام بھیجنے کا ذہن بنے۔ تو مکمل السلام علیکم لکھیے اور سلام کا جواب دینا ہے تو پھر یا تو خط کا جواب لکھتے ہوئے جو طریقہ اپناتے ہیں وہی طریقہ اپنایئے خدارا غیر مسلموں کے طریقہ سلام سے ہر لحاظ سے پرہیز کیجیے اور اس سلسلے میں اپنی اولاد اور اپنے شاگردوں کی بھی تربیت کیجیے۔

مختصر یہ کہ ہمیں چاہیے کہ ہم معاشرے میں اسلامی سلام پھیلانے میں سعی کریں۔ خصوصاً آج کل ہر طرف انگریزی پہ زور ہے اور تقریباً پہلی جماعت سے ہی پورا زور لگایا جا رہا ہے کہ بچوں کو سلام کا طریقہ گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ وغیرہ سکھائے جائیں۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ہمارے ہاں انگریز تو ہیں نہیں جو ہیں وہ بھی کھانے میں نمک کے برابر۔ اس لیے گڈ مارننگ وغیرہ کی بجائے اسلامی سلام کو رواج دیا جائے۔ سمجھا دیا جائے کہ اگر کوئی ایسا کہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا مگر آپس میں اسلامی سلام ہی اپنایئے۔ اسی میں ہمارا فائدہ ہے خصوصاً علمائے کرام اور اساتذہ کرام کی خدمت اقدس میں ملتمس ہوں کہ خدارا آنے والے وقت کو تصور میں لایئے۔ زمینی حقائق سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ آنے والی نسلوں کی صحیح رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیجیے تاکہ بارگاہ حق سے سرخروئی حاصل ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

فائدہ:

اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے یہ دعا بیان کرتے ہوئے بارگاہ حق میں عرض کیا کہ **یَا سَامِعَ الدُّعَآءِ** اے دعاؤں کے سننے والے۔ ہماری دعا کو شرف قبولیت سے نواز ہم پہ خصوصی کرم نوازی فرما۔

یَارَافِعُ السَّمَآءِ

اور اے آسمان کو بلندی بخشنے والے مالک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے آسمان کو بلندی بخشنے والے حالانکہ ضروری نہیں تھا کہ آسمان کو بلندی عطا کی جاتی ہے نہ ہی آسمان کا یہ حق تھا کہ تو اسے بلندی سے نوازتا بلکہ تیرا آسمان کو بلندی سے نوازنا تیری عطا کے سبب ہے کہ تو جس کسی کو نوازتا ہے تو پھر یہ نہیں دیکھتا کہ یہ اس بلندی کی اسے ضرورت ہے یا نہیں، یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا حق ہے کہ اسے بلندی عطا کی جائے۔ یا فلاں سبب کی وجہ سے اسے بلند کیا جائے۔ نہیں بلکہ جب تو نوازنے پہ آتا ہے تو بے سبب بھی نواز دیتا ہے۔ جب تو عطا فرمانے پہ آجائے حق ہو یا نہ ہو ہر حال میں نواز دیتا ہے۔ اگر کچھ بھی کن نہ ہو تو پھر بھی نواز دیتا ہے۔ اسی طرح یا اللہ تو ہمیں بھی بغیر سبب اور بغیر حق کے بلندیوں سے سرفراز عطا فرما دنیا و آخرت میں ہر مقام پہ اپنی عنایات سے نواز دے ہمارے ظاہری و باطنی مراتب بلند کر دے۔ اگر تو ہمارے مراتب بلند کرنا چاہے گا تو تیرے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ تو علی کل شیء قدیر ہے۔ یا اللہ! تو وسیع بخششوں کا مالک ہے تمام بلندیاں تیرے ہی در سے حاصل ہوتی ہیں۔ ہمیں روحانی لحاظ سے بھی بلندیوں سے نواز دے اور جسمانی لحاظ سے بھی مقامات علیا سے نواز دے۔

آسمانوں کا بلند ہونا:

قرآن مجید میں ہے کہ:

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط (سورۃ ملک آیت نمبر ۲ پ ۲۹)

جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا۔ (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ نے ہی آسمانوں کو بلندی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ بلندیاں عطا فرمانے والا ہے۔ یا اللہ ہمیں بھی ہمہ قسم کی بلندیوں سے نواز دے۔

وَكَادَ آئِمَ الْبَقَآءِ

اے ہمیشہ ہمیشہ باقی زندہ رہنے والے یعنی اے وہ ذات جسے فنا نہیں۔ باقی سب مخلوق فانی ہے۔ تیرے سوا کسی کو بقا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے نے فنا کا جام پینا ہے۔ ہمیشہ رہنا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیشہ رہنا ہے اس نے فنا نہیں ہونا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسی لیے کہ قرآن مجید میں بھی ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہے گا۔ ہر چیز نے مرنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی لیے فرمارہے ہیں کہ اے ہمیشہ باقی رہنے والے مولا۔

الباقی:

اللہ تعالیٰ کا ایک اسم الباقی ہے یہ اسم مقدس اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کی صفت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اسم مبارک بقا سے فاعل ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا۔ سدا بقاء کی صفت سے موصوف رہنے والا۔ ہمیشہ قائم رہنے والا جو کسی لحہ بھی نیست نہ ہو۔

صفت بقاء:

بقاء کے معنی ہیں قیام ہمیشگی، دوام، پائیداری۔

کسی چیز کے ہمیشہ قائم رہنے پائیدار اور مضبوط ہمیشہ رہنے کو بقا کہتے ہیں یعنی جسے کسی بھی وقت اور کبھی بھی کسی لحاظ سے بھی زوال نہ ہو۔ ختم نہ ہو، اسے بقاء کی صفت سے موصوف کہا جائے گا چونکہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا اللہ تعالیٰ کو کسی لحاظ سے بھی کبھی بھی کسی قسم کا زوال نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ایک اسم صفت الباقی بھی ہے۔

الباقی اور صفت بقا:

الباقی کے اکثر معنی ہمیشہ رہنے والا، سدا کا بقا اور دوام والا کے ہوتے ہیں یعنی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا، سدا تک قائم رہنے والا۔

کسی چیز کا اس کی اپنی اصلی حالت پر صدا قائم رہنے کو بقا کہتے ہیں، یہی بقا وہ ہوتا ہے جو کبھی اور کسی وقت بھی تغیر پذیر نہ ہو یہ لفظ بقا دراصل "فنا" کی ضد ہے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں تغیر پذیر ہو جانا، بقیہ چیز کا باقی ماندہ حصہ یعنی وہ جو اسی میں رہے۔
(شرح اسماء الحسنٰی معہ اعمال وفضائل ص ۷۸)

دائمہ البقایا:

قرآن مجید میں ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ○ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

(سورۃ رحمٰن آیات ۲۶۔۲۸ پ ۲۷)

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ (سورۃ رحمٰن آیت ۲۹۔۳۰)

اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اسے ہر دن ایک کام ہے تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔
(کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے:

ارشاد ربانی ملاحظہ فرمایئے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی (سورۃ طٰہٰ ۳۸)

ترجمہ: اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

فائدہ:

اس لیے انسان جس اللہ تعالیٰ نے تجھے زندگی جیسی نعمت سے نوازا ہے اسی کی طرف سے تم پہ موت بھی وارد ہوگی کیونکہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے موت کا شکار ہر ایک مخلوق نے ہونا ہے بعد از مرگ تجھ سے گزاری ہوئی زندگی کا حساب ہوگا وہ دن آنے سے پہلے سنبھل جا کیونکہ گناہوں بھری زندگی گزارنے والے مجرموں کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے جہنم میں ٹھکانہ ہوگا ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ○ (طٰہٰ ۷۴)

بے شک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جیے۔ (کنز الایمان)

صالح اعمال والوں کے لیے انعام ربانی:

وَمَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ○

(طٰہٰ آیت ۷۶۔۷۵)

اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کیے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔ (کنزالایمان)

فائدہ:

اس لیے اس دنیوی زندگی میں اعمال صالح اختیار کرنے کی ضرورت ہے تا کہ بقاء کی صفت سے موصوف رب کائنات کے حضور حاضری کے وقت جب حساب کتاب ہو تو رب کائنات کی طرف سے انعامات حاصل ہوں۔ محض دنیوی فوائد تو وقتی اور عارضی ہیں موت کے ساتھ ہی اس انسان کے لیے دولت کے ڈھیر سونے چاندی کے زیورات سب کچھ پچھتاوے کا سبب بن کے رہ جائیں گے۔ وہی کچھ کام آئے گا اور شادمانی کا باعث ہوگا جو اعمال صالح اختیار کیے ہوں گے۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ (سورۃ شوریٰ ۳۶ تا ۳۸)

ترجمہ: تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ جیتی دنیا میں برتنے کا ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (کنزالایمان)

حیات ابدی:

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے اسے زوال نہیں اور جو انسان حق تعالیٰ کے فرمان ذیشان کے مطابق زندگی گزارتا ہے وہ بھی حیات ابدی حاصل کر لیتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

میں تے مر کے وی نئیں مر دا　　　جے مولا تیری نظر ہووے

شہید کو دیکھیے جب مجاہد رب کائنات کے فرمان ذیشان پہ عمل کرتے ہوئے اپنی جان راہ حق میں نثار کر دیتا ہے۔ شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو ظاہری لحاظ سے تو وہ اس جہانِ فانی سے منہ موڑ کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا مگر رب کائنات کا فرمان اس کے متعلق ہے کہ

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون

اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گیا اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے تم ان کی زندگی کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہو۔

اسم باقی کا ورد:

شیخ بونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس اسم کا ذاکر کبھی بیمار نہیں ہوتا۔ اگر بادشاہ ذکر کرے تو ملک پر زوال نہ آئے۔
(شمع شبستان رضا حصہ دوم ص ۸۵)

عمل برائے مستجاب الدعوات:

شیخ مغرب فرماتے ہیں کہ اگر ہر شب سو مرتبہ اور شب جمعہ ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو مستجاب الدعوات ہو جائے۔
(شمع شبستان رضا حصہ دوم)

دشمن مطیع و فرمانبردار:

اگر کوئی شخص ہفتے کے دن ایک سو بار (یا باقی) کا ورد کرے تو اس کے دشمن مطیع ہو جاتے ہیں۔
(شرح اسماء الحسنٰی معہ اعمال وفضائل ص ۸۱)

دینی و دنیوی درجات میں اضافہ:

جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمولی بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی و دینی درجات میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

عبادت میں خشوع و خضوع:

اگر کوئی شخص نماز چاشت کے وقت (یا باقی) کا ایک ہزار بار ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اس کی برکت سے عبادت الٰہی میں خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا ہے اور ہر طرح کے نفسانی اور شیطانی وساوس اس سے دور رہتے ہیں۔ (شرح اسماء الحسنٰی)

منصب ولایت:

اسی اسم کی برکت تھی کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جبکہ پہلوانی کیا کرتے تھے کسی نے آپ کی پشت کو خم نہیں کیا (گرایا نہیں، ہرایا نہیں) اور اسی کی برکت سے منصب ولایت سے سرفراز فرمائے گئے۔ (شمع شبستان رضا ص ۸۵ حصہ دوم)

يَا وَاسِعَ الْعَطَآءِ لِذِیْ الْفَاقَةِ الْعَدِیْم

اے بڑی بخشش وعطا والے رب

فاقوں میں مبتلا رہنے والے غریبوں کے لیے تو ہی بڑی بخشش عطا والا ہے۔

اے وسیع عطاؤں والے رب:

اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کا منکر کون ہو سکتا ہے بلکہ صحیح الدماغ کوئی بھی انسان اللہ تعالیٰ کی عطاؤں سے انکار نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو سمجھ لیجیے وہ عقلمند نہیں بلکہ بے وقوفی کی انتہا پہ ہے۔ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو سمجھ لیجیے عقلمندی سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ اگر کسی کو انکار ہے تو یہ اس کی محض ضد، ہٹ دھرمی، بے وقوفی، ناسمجھی یا پیارے پیغمبروں سے مخالفت کا نتیجہ ہے ورنہ یہ اس حقیقت کو وہ اچھی طرح جانتا اور مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی بخششوں اور عطاؤں والا ہے۔

خیر کثیر:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o

اے محبوب ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ o

تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ o (پ۳۰ سورۃ الکوثر)

جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

کوثر بروزن فوعل مبالغہ کا صیغہ ہے کثرت سے بنا، کثیر زیادہ اکثر بہت زیادہ، کثار بہت ہی زیادہ اور کوثر بے حد زیادہ جو خلق کی عقل وفہم سے وراء ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۹۶۳)

فائدہ:

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پابندی نماز رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بہترین شکریہ ہے۔
دوسرے یہ کہ قربانی اسلامی شعار ہے اسی کے بدلہ میں قیمت وغیرہ نہیں دی جاسکتی تیسرے یہ کہ قربانی صرف مکہ معظمہ والوں یا حاجیوں کے لیے خاص نہیں۔ جیسا کہ بعض بے وقوفوں نے سمجھ لیا ہے کیونکہ مدینہ پاک میں سرکار کو قربانی کا حکم ہو رہا ہے۔
(تفسیر نور العرفان)

کوثر سے مراد:

اس سے مراد یا تو حوض کوثر ہے جس کی وسعت ایک ماہ کا راستہ ہے یاقوت وموتیوں پر جاری ہے اس کے کنارے پر ایک ایک موتی کے بے شمار خیمے سرسبز درختوں کی قطاریں ہیں۔ اس کے کوزے ستاروں کی طرح بے شمار ہیں۔
سب کچھ بھلا دیتی ہے۔ دانتوں میں ذرا سی تکلیف ہوئی سارے جسم کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ جسم پہ ذرا سی پھنسی نکلی سارے جسم کا سکون تہہ وبالا ہو جاتا ہے۔ رات کو نیند آتی ہے نہ دن کے وقت سکون میسر آتا ہے۔ آپ سب کچھ کیا ہیں مالک وخالق کی عطائیں ہیں جن سے ہم غافل ہیں مومنین کو دنیا میں ان ظاہری عطاؤں سے بھی نوازا جاتا ہے باطنی اور روحانی عطاؤں سے بھی نوازا جاتا ہے۔ دکھوں میں بھی اللہ تعالیٰ نوازتا ہے اور آسانیوں میں بھی۔ قریب المرگ بھی اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات حاصل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبر وحشر میں بھی خصوصی عنایات سے نوازے گا۔ میزان عمل کے وقت پل صراط سے گزرتے ہوئے اور جنت میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار عطائیں حاصل ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی شرح میں دیگر مقامات پہ بھی ان کا تذکرہ ہوگا۔
پس جس کی ایک نہر جنتیوں کے گھروں میں ہے دوسری نہر میدان محشر میں ہوگی جس سے مرتدین روکے جائیں گے۔

یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر اولا دیا بہت امت مراد ہے جو دنیا کے ہر گوشہ وکونہ میں پھیلی ہوئی ہے یا حضور کا بے پایاں علم یا عمل یا حضور کی بہت خوبیاں مراد صاف یا شفات کبریٰ یا عالم کثرت مراد ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۹۶۳)

تفسیر تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس میں ہے کہ:

(انا اعطيناك الكوثر) بقول: عطيناك يا محمد الخير الكثير و القرآن منهٗ ويقال الكوثر نهر في الجنة اعطاه الله محمداً ﷺ (تفسیر تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ص ۶۰۲)

فائدہ:

بہر حال مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پہ رب کائنات کی عطاؤں کا حد وشمار نہیں، تمام انسان، جن، فرشتے بلکہ ساری مخلوق میں انہیں شمار کرنا چاہیے تو انہیں ساری زندگی شمار کرنے سے قاصر رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور اولیائے کرام کو بھی بے شمار عنایات سے نوازا ہے انہیں بھی شمار کرنا ممکن نہیں۔ اکیلے انسان کو ہی دیکھیے انسان کو اللہ تعالیٰ نے کتنے انعامات اور احسانات سے نوازا ہے مگر انسان ناشکرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ کفار و مشرکین تو اللہ تعالیٰ کی نوازشات کا انکار ہی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اگر ان سے رزق چھین لے تو اس سے کوئی رزق واپس نہیں لے سکتا۔ اللہ تعالیٰ اگر انہیں رزق نہ عطا فرمائے تو کون ہے جو رزق حاصل کر سکے؟ اللہ تعالیٰ قوت بینائی نہ عطا فرمائے تو یہ لوگ کیا کریں گے اللہ تعالیٰ قوت سماعت عطا نہ فرمائے تو یہ لوگ قوت سماعت کہاں سے حاصل کر سکیں گے۔ ان کی موجودہ سماعت ہی اللہ تعالیٰ چھین لے تو کون سا ایسا حکیم یا ڈاکٹر ہے جو انہیں قوت بصارت دلا دے، اللہ تعالیٰ قوت گویائی عطا نہ فرمائے تو یہ لوگ کیا کریں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ دماغ جیسی عظیم نعمت نہ عطا فرمائے تو یہ لوگ کس دکان سے خرید سکیں گے۔ ایسا کون سا حکیم یا ڈاکٹر ہے جو انہیں یہ دولت عطا فرما سکے گا۔ انسان اپنی صورت میں ہی غور وفکر سے کام لے یہی صورت ہی ایسا انعام ربانی ہے کہ انسان دنگ رہ جائے یہ کہاں سے حاصل ہوئی۔

انسان کی اپنی صورت ہی دیکھیے کتنی خوبصورت ہے کیا خوب خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تقویم کے متعلق بیان کرنے سے پہلے چار قسمیں ذکر فرمائیں پھر تقویم کا تذکرہ مبارک ارشاد فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے پ ۳۰ سورۃ والتین)

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ﴿﴾

ترجمہ: انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی۔ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

فائدہ:

انسان کی اپنی ظاہری صورت بھی رب کائنات کی بڑی عظیم عطا ہے مگر ہماری اس طرف توجہ ہی نہیں جاتی۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ نے انسان کا چہرہ کتنا خوبصورت بنایا ہے اگر غور کیا جائے تو ان شاء اللہ واضح طور پر اس کے نقوش سے اسم

اللہ لکھا ہوا معلوم ہوگا۔ انسان اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی طرف توجہ فرمائے تو اس کی انگلیاں یوں جڑی ہوئی معلوم ہوں گی جیسے اسم اللہ لکھا ہوا معلوم ہوگا۔

اسی طرح انسان کے بقیہ جسم کی بناوٹ میں غور فرمایا جائے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دل ایک ایسا عضو عطا فرمایا ہے کہ جو جلوہ گاہ حق ہے اسی دل میں سے ہی اسم اللہ ذات جگمگانا شروع کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ والوں کو معراج اور سفر عروج یہیں سے شروع ہوتا ہے کیا خوب حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچہ لائی ہو　　نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگ ہرجائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ہو　　جیوے مرشد کامل باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

فائدہ:

بہرحال انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بے شمار عطائیں ہیں جن سے انکار کسی طرح ہی ممکن نہیں۔ یہ مقولہ اکثر سننے میں آتا ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہی کی طرف ذرا توجہ فرمایئے کہ تندرستی کی حالت میں ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ بھی کوئی قابل قدر چیز ہے مگر جب تندرستی پہ ذرا سی بھی آنچ آنے لگے تو ہمارا جینا حرام ہو جاتا ہے معمولی سی آنکھ کی تکلیف ہو جائے تو تمام جسم ہی بے کار محسوس ہونے لگتا ہے۔ معمولی سی کان کی تکلیف سب کچھ بھلا دیتی ہے دانتوں میں ذرا سی تکلیف ہوئی سارے جسم کا سکون برباد ہو جاتا ہے جسم پہ ذرا سی پھنسی نکلی سارے جسم کا سکون تہہ و بالا ہو جاتا ہے رات کو نیند آتی ہے نہ دن کے وقت سکون میسر آتا ہے یہ سب کچھ کیا ہے مالک و خالق کی عطائیں ہیں جن سے ہم غافل ہیں مومنین کو دنیا میں بھی ان ظاہری عطاؤں سے بھی نوازا جاتا ہے باطنی، اور روحانی عطاؤں سے بھی نوازا جاتا ہے۔ دکھوں میں بھی اللہ تعالیٰ نوازتا ہے اور آسانیوں میں بھی۔ قریب المرگ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبر و حشر میں بھی خصوصی انعامات سے نوازے گا۔ میزان عمل کے وقت، پل صراط سے گزرتے ہوئے اور جنت میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار عطائیں حاصل ہوں گی۔

لِذِی الْفَاقَةِ الْعَدِیْم:

فاقوں میں مبتلا رہنے والے غرباء کے لیے بڑی بخشش والے رب! خصوصی فضل و کرم فرما۔ یا اللہ! تو ہی ہمارا رب ہے، ہمیں پیاس میں سیرابی کے لیے تو نے ہی پینے والی چیزیں عطا فرمائی ہیں۔

ہمیں بھوک مٹانے کے لیے تو نے ہی ہمارے لیے رزق پیدا کیا ہے۔ اے فاقوں میں مبتلا رہنے والے غریبوں کے رب ہماری غربت دور فرما دے خصوصاً ایسی غربت دور فرما دے جو راہ حق سے بھٹکنے کا سبب ہو۔ یا اللہ تو ہی فاقوں سے نجات عطا فرمانے والا ہے تو ہی غربت سے نجات عطا فرمانے والا ہے۔ تو ہی بخششوں اور عطاؤں سے نوازنے والا ہے۔ تو نے ہمیں پہلے بھی اپنی عطاؤں سے محروم نہیں رکھا اور اب بھی ہمیں اپنی عطاؤں سے محروم نہ رکھنا بلکہ ہم تو ہمہ وقت تیری عطاؤں اور بخششوں کی طلب رکھتے ہیں۔ ہمیں تیری عطاؤں اور بخششوں کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے اور ہمیشہ ہم تیری بخششوں اور عطاؤں کے حاجت مند رہیں گے۔ اس لیے میرے مولا! تو ہی ہماری تمام حاجات دینی و دنیوی جو تیرے قرب کا سبب ہوں اپنی عطاؤں اور بخششوں سے پوری فرما دے اور جو ہم ضروریات تیری دوری کا سبب ہوں گے ان کے سلسلے میں خصوصی کرم نوازی فرماتے ہوئے جو ہمارے حق

میں بہتر ہو ویسی عطاؤں سے نوازنا۔ (آمین)

(۲) وَيَا عَالِمَ الْغُيُوْبِ وَيَا غَافِرَ الذُّنُوْبِ
وَيَا سَاتِرَ الْعُيُوْبِ وَيَا كَاشِفَ الْكُرُوْبِ
عَنِ الْمُرْهِقِ الْكَظِيْمِ

(۳) وَايَا فَائِقَ الصِّفَاتِ وَيَا مُخْرِجَ النَّبَاتِ
وَيَا جَامِعَ الشَّتَاتِ وَيَا مُنْشِئَ الرُّفَاتِ
مِنَ الْاَعْظُمِ الرَّمِيْمِ

☆غیوب: غیبوں۔☆عالم: جاننے والا۔☆غافر: بخشنے والا۔☆ذنوب: گناہوں۔☆ساتر: چھپانے والا۔ ☆عیوب: عیبوں۔☆کاشف: کھولنے والا، دور کرنے والا۔☆کروب: دکھ درد مصیبتیں۔☆مرھق: ارہاق بمعنی تکلیف دنیا سے۔☆کظیم: غصہ پینے والا۔☆فائق: اعلیٰ۔☆مخرج: نکالنے والا، پیدا کرنے والا۔☆نبات: گھاس۔☆جامع: جمع کرنے والا۔☆منشیءَ الرُّفات: ریزہ ریزہ سے پیدا کرنے والے۔☆اعظُم: عظم کی جمع یعنی ہڈیوں۔☆رمیم: بوسیدہ۔

مطلب:

(۲) اے تمام غیبوں کے جاننے والے! اے تمام گناہوں کو بخشنے والے!، اے عیب چھپانے والے!، اے مصیبتیں دور فرمانے والے!، مصائب میں مبتلا لوگوں سے غصہ برداشت کرنے والے۔ (مالک وخالق)

(۳) اے تمام اعلیٰ صفات کے مالک، اے گھاس نکالنے والے! اے (قیامت کے دن) منتشر لوگوں اور مخلوق کو اکٹھا کرنے والے! اے ذروں، ذروں سے پیدا فرمانے والے! اے (ٹوٹی پھوٹی) پرانی ہڈیوں سے۔

شرح:

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے یہاں رب کائنات کی ایسی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جن کا تعلق انسان کی ظاہری زندگی سے بھی ہے اور انسان کی باطنی زندگی کے اسباب سے بھی ہے۔ دنیوی زندگی میں بھی رب کائنات کی صفات انسان کے لیے خصوصی عطاؤں کا سبب ہے اور اخروی زندگی کے لیے بھی رب کائنات کی عطاؤں کی ضرورت ہوگی انسان رب کائنات سے دنیا میں بھی استغناء اختیار کرنے سے عاجز ہے اور آخرت میں بھی۔ اس لیے جو انسان نہ تو دنیا کی زندگی میں محض اپنی مدد آپ کے تحت اچھی زندگی گزار سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں تو پھر انسان کو حق تعالیٰ سے تعلق جوڑے رکھنا چاہیے۔ اسی لیے شیر خدا رضی اللہ عنہ نے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا تذکرہ فرماتے ہوئے مناجات کی ہے کہ جس سے عقائد میں بھی اصلاح ہو اور رب کائنات سے ہمارا تعلق بھی اچھے طریق سے قائم ہو اور رب کائنات سے مناجات بھی کر سکیں۔ برے عقائد کو ترک کریں اچھے عقائد اختیار کریں اور مرتے دم تک ان پہ قائم رہیں دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ان سے برگشتہ نہ کر سکے۔

وَيَا عَالِمَ الْغُيُوْبِ

اے تمام غیبوں کے جاننے والے رب!

یااللہ! تیرے سامنے اپنی اندرونی و بیرونی کیفیات بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تو ہمارے اندرونی اور بیرونی سبھی کیفیات سے واقف ہے۔ظاہری و باطنی تکالیف سے تو بخوبی واقف ہے۔ ہمارے ہر قسم کے احوال تو جانتا ہے۔اگر تیرے سامنے بیان کریں گے تو اس کا مطلب ہوگا کہ محض اپنے ہی جسم کو جتنا کچھ ہم جانتے ہیں صرف وہی بیان کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ ہمارے بیان کیے بغیر تو نہیں جانتا۔ یہ بات نہیں بلکہ ہم جو کچھ بیان کر رہے ہوتے ہیں حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے اپنے ہی متعلق ہم جو کچھ نہیں جانتے تو اس سے بھی واقف ہے ہر قسم کے غیوب سے تو واقف ہے تو ہر قسم کے غیوب جانتا ہے اس لیے یااللہ! ہم بیان کریں تو ہمارے اس بیان کرنے سے تیرے علم میں اضافہ نہیں ہو جاتا اور ہمارے بیان نہ کرنے سے تیرے علم میں کمی واقع نہیں ہو جاتی کیونکہ تو سب کچھ جانتا ہے۔اس لیے ہماری ہر طرح سے مدد فرما ہماری مصیبتیں اور تکلیفیں دور فرما دے۔ ہمیں اپنی عنایات سے نواز دے۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ھے:

☆ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (سورۃ البقرہ آیت ۲۹)

اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔(کنزالایمان)

☆ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔(کنزالایمان)

فرشتوں نے بھی تسلیم کیا کہ

☆ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

(البقرہ:۳۲)

بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہ عجز کا کلام سارے فرشتوں کا ہے شیطان کا نہیں وہ تو حاسد بن چکا تھا خاموش رہا خیال رہے کہ شیطان بھی چیزوں کے نام نہ بتا سکا اس لیے وہ بھی سجدے کے حکم میں داخل تھا معلوم ہوا کہ شیطان کا علم حضرت آدم سے بھی کہیں کم تھا جو کہے کہ حضور کے علم سے اس کا علم زیادہ ہے وہ بے ایمان ہے۔(تفسیر نور العرفان)

☆ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ:۱۱۵)

بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔(کنزالایمان)

☆ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرہ:۱۳۷)

اور وہی ہے سنتا جانتا۔

☆ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (البقرہ:۱۴۰)

اور خدا تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

گویا اللہ تعالیٰ تمہاری بداعمالیوں کو جانتا ہے۔

☆ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (البقرہ:۱۵۸)

تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔ (کنز الایمان)

☆ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (البقرہ:۱۸۱)

بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

☆ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ o (البقرہ:۲۱۵)

بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔ (کنز الایمان شریف)

☆ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o (البقرہ ۲۱۶)

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

☆ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ o

(البقرہ:۳۳)

فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (کنز الایمان)

☆ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (سورۃ آل عمران:۱۲۱)

اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۳۲ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور سبھی فرشتوں کو حکم فرمایا تھا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ مگر کوئی بھی نہ بتا سکا سبھی نے خاموشی اختیار کی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا تو آپ نے فوراً بتادیا۔ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو علم غیبیہ سے نوازتا ہے۔ الحمد اللہ یہی اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اہلسنّت و جماعت سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر علوم غیبیہ اولیاء وانبیاء جانتے ہیں یہ کسی کا بھی عقیدہ نہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے سیدنا آدم علیہ السلام کو علوم غیبیہ حاصل ہو گئے مگر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے ان علوم سے نہیں نوازا تھا اس لیے وہ خاموش رہے۔

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو علوم غیبیہ سے نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مدنی تاجدار کو علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں:

بالخصوص سید الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین کو علوم غیبیہ سے خصوصیت سے نوازا ہے۔

☆ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝ (سورۃ الجن ۲۶ تا ۲۸)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے تا کہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی کر رکھی ہے۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ انہیں خاص غیوب پر پوری طرح اطلاع دیتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا کشف دیتا ہے اگر چہ بعض اولیاء اللہ کو بھی علوم غیبیہ بخشے جاتے ہیں مگر نبی کے واسطہ سے، پھر بھی نبی کا علم ان کے علم سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

(پ۴ آل عمران: ۱۷۹)

اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔
(کنز الایمان)

شان نزول:

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ساری امت کو پیدائش سے پہلے مجھ پر پیش فرمایا اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون نہیں مگر منافقوں نے اس وعظ شریف کا مذاق اڑایا اور بولے کہ ہم در پردہ کافر ہیں مگر حضور ہم کو مومن سمجھے ہوئے ہیں اور دعویٰ یہ کہ لوگوں کی پیدائش سے پہلے آپ مومن و کافر کو پہچانتے ہیں اس پر حضور نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم پر طعن کرتے ہیں اچھا آج سے قیامت تک ہونے والے واقعات میں سے جو چاہو پوچھ لو عبد اللہ ابن حذافہ سہمی نے عرض کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا: حذافہ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اللہ کے رب ہونے، آپ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ اس قسم کے

طعنوں سے کیا باز رہو گے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے ہر واقعہ کی خبر دی اور اپنے خاص غیب سے مطلع فرمایا:

دوسرے یہ کہ حضور کے علم پر اعتراض کرنا منافقوں کا کام ہے۔

تیسرے یہ کہ حضور کو ایسی پوشیدہ باتوں کی بھی خبر ہے جس کی دوسروں کو نہیں ہوتی حذیفہ کا عبداللہ کا باپ ہونا یہ وہ پوشیدہ خبر ہے جس کی خبر سوا اس کی ماں کے کسی کو نہیں مگر آپ اسے بھی جانتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کے متعلق تفصیلی مطالعہ مطلوب ہو تو شیخ القرآن والحدیث مجدد ملت، فیض ملت حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف غایۃ المامول فی علم الرسول کا مطالعہ کیجیے۔

وَيَا غَافِرَ الذُّنُوْبِ

اے تمام خطاؤں اور گناہوں کو بخشنے والے غفور الرحیم رب!

یااللہ! ہم خطا کار ہیں، ہماری خطائیں معاف فرمادے، ہم عاصی و گنہگار ہیں ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمادے ہماری ظاہری و باطنی ہمہ قسم کی لغزشیں، خطائیں اور گناہ تو ہی معاف فرمانے والا ہے اس لیے ہم تیری بارگاہ اقدس میں عرض کر رہے ہیں کہ تو غافر الذنوب ہے ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمادے۔ اے تمام گناہوں کی مغفرت فرمانے والے ہماری مغفرت فرمادے۔

غفار، غفور اور غافر:

غفار، غفور اور غافر اصل میں ایک ہی مادہ (غ ف ر) ''غفر'' سے بنے ہیں اس اعتبار سے ان تینوں کے معنی ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں اس لیے غفار کے لغوی معنی حفاظت دینے والا اور ڈھانکنے والا کے ہیں۔

عربی زبان اور بول چال میں غفر اور اغفرا کثر ڈھانکنے کے معنوں ہی میں بولا جاتا ہے۔ پھر اسی حوالے سے ''غفر اللہ ذنوبہ'' کے معنی ہیں اللہ نے اس کے گناہوں کو ڈھانک لیا ہے۔

حفاظت اور ڈھانکنا:

بحوالہ لغت ''غفر'' کے معنی محفوظ رکھنا، بچا لینا یا حفاظت میں لے لینا کے بھی مستعمل ہیں۔ اسی اعتبار سے استغفار کے معنی حفاظت چاہنا اور لسان العرب میں ہے کہ غفر کے معنی ڈھانکنا کے ہیں۔

گناہوں سے حفاظت دو طرح سے ہوسکتی ہے کہ ان گناہوں سے جو انسان کر چکا ہے حفاظت کا مقصد اور معنی یہی ہوئے کہ بندہ ان کی سزا سے بچ جائے مگر اس سے بہتر اور بڑھ کر گناہ سے حفاظت یہ ہے کہ انسان گناہ کرنے سے بچ جائے اس لیے غفر اور استغفار میں گناہ سے حفاظت دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہے اور کہیں گناہ کی سزا سے بچنا مراد ہوتا ہے اور کہیں خود گناہ سے بچنا ہے۔

غفر کے معنی:

عربی لغت کے اعتبار سے ''غفر'' کے معنی ہیں بچانا اور وہ بندہ اور اس کے ذنب یعنی گناہ کے درمیاں ہے۔ یعنی بندہ کو قصور

وار ہونے سے بچایا جائے اور یا گناہ اور اس کی سزا کے درمیان ہے یعنی جو گناہ ہو چکا ہے اس کی سزا سے بچایا ہے۔
(شرح اسماء الحسنیٰ ص ۳۶۹)

فائدہ:
گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مغفرت کا طریقہ سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ گناہوں کی مغفرت یوں مانگی جائے اے تمام خطاؤں اور گناہوں کو بخشنے والے، ہمیں خطاؤں اور گناہوں سے محفوظ فرمادے ہمیں گناہوں اور خطاؤں کی گندگی سے بچا لے یا اللہ ہم تجھ سے حفاظت چاہتے ہیں۔ ہماری خطاؤں اور گناہوں کو ڈھانپ دے اس طرح کہ کسی کو بھی معلوم نہ ہوں اور ہماری بخشش بھی ہو جائے۔ یا اللہ ہمیں گناہوں کی دلدل سے بچا، یا اللہ ہمیں خطاؤں، غلطیوں اور گناہوں کی چنگاریوں سے محفوظ فرمادے یا اللہ گناہوں اور خطاؤں کو ہم سے دور فرمادے اور ان کی نحوست سے دنیا و آخرت میں نجات عطا فرما۔

فائدہ:
قرآن مجید میں مغفرت، غفر، غافر اور غفور کے حوالے سے بے شمار آیات بیان ہوئی ہیں۔

الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ ○ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (آلعمران:۱۶۔۱۷)

جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ صبر والے اور سچے اور ادب والے اور راہ خدا میں خرچ کرنے والے اور پچھلے پہر معافی مانگنے والے۔ (کنزالایمان شریف)

خیر الغافرین:
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مغفرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ:

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ○ (پ۹، الاعراف:۱۵۵)

تو ہمارا مولا ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ (کنزالایمان)

فائدہ:
چونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام گناہوں اور خطاؤں کی بخشش فرمانے والا ہے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اے گناہوں کی مغفرت فرمانے والے رب ہماری خطاؤں اور گناہوں کی مغفرت فرمادے۔

ویاساتر العیوب:
اے تمام (مخلوق) کے عیب چھپانے والے ستار!
اے تمام مخلوق کے عیوب چھپانے والے رب ہمارے بھی گناہ پوشیدہ فرمادے کیونکہ تو ستار ہے۔ یا اللہ ہمارے گناہوں کا پردہ رکھنا۔ عام لوگوں کے سامنے ہمیں شرمندہ نہ ہونے دینا۔

یا کریما کرم کر دے تینوں صفت کریمی دا واسطہ ای

یا رحیما رحیم کر دے تینوں صفت رحیمی دا واسطہ ای
روز قیامت پردے رکھ لئیں تینوں صفت ستاری دا واسطہ ای
گناہ ساڈیاں دی مغفرت کر مولا تینوں صفت غفاری کا واسطہ ای
دین مجھن تے عمل دی توفیق بخش تینوں محبوب دی کملی کالی دا واسطہ ای
ہر ظالم دے ظلم تو نجات عطا فرما تینوں کربل دے قاری دا واسطہ ای

قیامت کا دن ہوگا۔لوگ نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔یا اللہ اس وقت بھی ہمارے گناہوں پہ صفت ستاری فرماتے ہوئے ہمارے گناہ چھپالینا تاکہ لوگوں کے سامنے مجھے شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔

وَيَا كَاشِفُ الْكُرُوْب

اے مصیبت کے ماروں کی مصیبتیں دور کرنے والے رب!

اللہ تعالیٰ تمام مصیبت کے ماروں کی مصیبتیں دور کرنے والا ہے۔دکھوں میں مبتلا دکھوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔یا اللہ! ہم بھی مصیبتوں میں مبتلا ہیں،دکھوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں تو ہمیں مصیبتوں اور دکھوں کی دلدل سے نجات عطا فرما کیونکہ تو ہی کاشف الکروب ہے۔اس لیے اے کاشف الکروب مولا ہماری مصیبتیں دور فرمادے کیونکہ تو ہمارا رب ہے تو ہی ہمارا مالک ہے تو ہی ہمارا خالق ہے تو ہی ہمیں مصیبتوں اور دکھوں سے نجات عطا فرمانے پہ قادر ہے۔

اللہ قادر مطلق ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔اپنی قدرت کاملہ سے پوری کائنات کو کنٹرول کیے ہوئے ہے اپنی قدرت کاملہ سے اپنی مخلوق کو دکھوں اور مصیبتوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔

فائدہ:

کاشف (کا۔شف) [ع۔صف] کھولنے والا۔ظاہر کرنے والا کروب جمع ہے اس کا واحد ہے کرب،کرب کے معنی ہیں رنج والم،دکھ مصیبت،بے قراری،اضطراب،نہایت تکلیف اور سختی۔(فیروز اللغات)

مطلب:

گویا مطلب ہوا کہ:

اے ہر قسم کا رنج والم،دکھ درد،مصیبتوں،تکلیفوں،بے قراریوں اضطراب اور ہر قسم کی تکلیفوں اور سختیوں سے نجات عطا فرمانے والے رب ہیں ان تمام مصائب وآلام دکھوں دردوں اور سختیوں سے نجات عطا فرما۔تو ہی ہر قسم کی مصیبتوں سے نجات عطا فرمانے والا ہے۔ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے،دنیا سے ہو یا قبر وحشر سے۔اے دکھوں تکلیفوں مصیبتوں اور سختیوں سے نجات عطا فرمانے والے ہمارے حال پہ خصوصی کرم نوازی فرماتے ہوئے خصوصیت سے ہمہ وقت ہمہ جہت،ہر لحاظ سے تمام مشکلات سے نجات عطا فرما۔

عَنِ الْمُرْهِقِ لُكَظِيْمِ

اے مصائب وآلام میں مبتلا لوگوں سے غصہ برداشت کرنے والے رب کائنات!

یااللہ! تو قادر مطلق ہے چاہے بڑے بڑے نوابوں اور بادشاہوں کو عدل وانصاف کا تقاضا پورا کرتے ہوئے سزا دے، اگر تو ایسا کرے تو نوابوں کی نوابی کچھ نہ کر سکے اگر کسی بادشاہ کو سزا دینے پہ آئے تو اس کی تمام بادشاہیاں کسی کام نہ آسکیں۔ وہی کچھ ہو جائے جو کچھ تو چاہے کیونکہ تو علی کل شیءٍ قدیر ہے۔

اور اگر مصائب وآلام میں مبتلا انسانوں پہ تجھے غصہ بھی آ جائے تو پھر بھی تو انہیں معاف فرما دیتا ہے۔ اے غصہ برداشت کرنے والے رب تو ہماری کم علمی کی وجہ سے جو خطائیں ہم سے سرزد ہوتی ہیں اس وجہ سے اگر تجھے غصہ آئے تو غصہ برداشت کرتے ہوئے ہماری خطائیں معاف فرما کر ہمیں صراط مستقیم پہ گامزن ہونے کی توفیق عطا فرما۔

اگر ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے تجھے غصہ آئے تو پھر بھی غصہ برداشت کرتے ہوئے ہمیں اپنے عفو وکرم سے نواز دے۔ کیونکہ ہم جتنا بھی تیری ناراضگی کے امور سے بچنے کی سعی کریں پھر بھی بچتے بچتے بھی کئی نافرمانیاں کر گزرتے ہیں تو ہی ہمیں نافرمانیوں کی دلدل سے نجات عطا فرمانے پہ قادر ہے دانستاً یا نادانستاً جیسے بھی خطائیں ہم سے سرزد ہوں تو ہمیں عطاؤں سے نوازتے ہوئے اپنا غصہ دور فرماتے ہوئے بخششوں سے نواز دے۔

وَ يَا فَالِقَ الصِّفَاتِ

اے تمام اعلیٰ صفات کے مالک رب!

یااللہ! تو تمام اعلیٰ صفات کا مالک ہے اپنی اعلیٰ صفات کے صدقے ہمیں بھی اعلیٰ صفات اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ بری اور گندی عادات واطوار سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے وجود میں سے تمام گندی صفات دور کر دے اور ہمیں تمام اچھی صفات اپنانے کی توفیق بھی عطا فرما اور اپنی بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت سے بھی نواز۔

اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ صفات:

جتنی بھی اعلیٰ سے اعلیٰ ترین بہترین صفات متصور ہو سکتی ہیں بلکہ انسانی تصور اور سوچوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات زیادہ اعلیٰ وافضل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ص (پ۹ الاعراف:۱۸۰)

اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو۔

فائدہ:

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام اچھے ہیں اور آپ کی تمام صفات بھی اچھی ہیں اس کے باوجود خالق کائنات کی صفت پہ کسی کو اعتراض ہے تو یہ اس کی اپنی ناسمجھی کا اعتراف ہے ورنہ حق تعالیٰ کی ہر صفت ہمہ قسم کی کمیوں، کوتاہیوں، خرابیوں اور حقیقتاً اعتراضات کے مقامات سے مبرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت پہ انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی۔ اگر کسی لحاظ سے کوئی انگشت نمائی کرتا

ہے تو یہ اس کا اپنی نا سمجھی، کم فہمی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی اپنی خرابیوں کو واضح کرنا ہے۔

اسماء الحسنیٰ کی فضیلت:

اسماء الحسنیٰ کی فضیلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ یہ تمام کائنات کے خالق و مالک کے اسماء ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن مجید میں اسماء الحسنیٰ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

حدیث مبارکہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جو ان ناموں کی محافظت کرے جنت میں جائے گا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ وَهُوَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف کتاب اسماء اللہ تعالیٰ)

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)

فائدہ:

حق تعالیٰ کے دو سو ایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں اور مدارج النبوت میں شیخ نے رب تعالیٰ کے ایک ہزار نام گنائے۔ یہاں تو ننانوے نام وہ گنائے گئے ہیں جن کا یاد کرنا جنتی ہونے کا ذریعہ ہے۔ کل نام یہ نہیں ہیں ان ناموں میں سے بعض ذاتی ہیں بعض صفاتی بعض افعالی لہٰذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حق تعالیٰ کے نام ننانوے سے زیادہ ہیں اور نہ یہ کہ رب کی صفات کمالیہ تو آٹھ ہیں پھر وہ صفاتی نام زیادہ کیوں ہوئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۳ ص ۳۲۶)

فائدہ:

جو مسلمان یہ نام یاد کرے اور روزانہ ان کا ورد کیا کرے وہ ان شاء اللہ اول ہی سے جنت میں جائے گا۔

(مراۃ جلد ۳ ص ۳۲۶)

آئیے اسماء الحسنیٰ حفظ کیجیے:

کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا جنت میں جائے گا۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ

الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِيْ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِيْ الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِيْ الْمُتَعَالِيْ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِيُّ الْمُعْطِيْ الْمَانِعُ الضَّآرُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِيْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ (رواہ الترمذی والبیہقی فی الدعوات الکبیر وقال الترمذی ہذا حدیث غریب، مشکوۃ شریف)

فائدہ:

یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام اسماء الہیہ آیات و دیگر احادیث میں بھی آئے ہیں مگر صبور اس روایت کے سوا نہ کسی حدیث میں نہ آیت میں ہاں ایک حدیث میں ہے مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی یَسْمَعُهٗ مِنَ اللّٰهِ (مراۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۳۴۳)

وَيَا مُخْرِجَ النَّبَاتِ

اے گھاس نکالنے والے رب!

حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ عنہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اے گھاس پیدا کرنے والے۔

آپ کا اس صفت بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی صفت معمولی نہیں بلکہ ہر صفت بڑی عظیم اور ہزار ہا حکمتوں پہ مبنی ہے۔ مثلاً اسی صفت کو ہی دیکھ لیجیے کہ اس صفت میں اللہ تعالیٰ کی کتنی قدرتوں کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے جہاں چاہتا ہے جس انداز سے چاہتا ہے گھاس پیدا کرتا ہے پھر گھاس کے ہر پودے کے متعلق کتنے علوم اور قدرتوں کا بیان ہے کہ انسان حیران جاتا ہے۔ اگر یہی گھاس نہ ہوتی تو انسان اپنی روزی کیسے حاصل کرسکتا۔ دنیا میں خرید و فروخت لین دین کے معاملات ٹھپ ہو کے رہ جائیں۔ دنیا میں انسان کے لیے بظاہر ترقی کے تمام دروازے مسدود ہو جائیں۔

پھر اس گھاس میں قسم قسم کے پھول اور پھلوں کا پیدا ہونا، ان کا قد، ان کے پتوں، ان کے متعلق دیگر معلومات، ان کی تاثیرات، ان کے فوائد جو انسان کے لیے ہیں ان کا احصار انتہائی دشوار صرف ایک ایک پودے کے متعلق مکمل معلومات کا حصول مشکل۔ پھر اتنی قسم کے پودوں اور درختوں کا پیدا ہونا کس کے لیے ہے اور یہ سب کچھ انسان کے لیے ہے اور انسان کی تخلیق کس کے

لیے؟محض عبادت ربانی کے لیے۔کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر عبادت کے لیے۔

درخت لگانے کے فوائد:

درخت اور پودے لگانے کے بے شمار فائدے ہیں مثلاً:

(۱) ہماری خوراک کے اکثر اجزاء درختوں سے حاصل ہوتے ہیں۔

(۲) ہمارے لیے آکسیجن گیس نہایت ضروری ہے اس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔آکسیجن ہمیں پودوں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(۳) بے شمار ادویات پودوں اور درختوں کے مختلف اجزاء سے ہی تیار کی جاتی ہیں۔

(۴) ہمارا لباس اور ہماری بے شمار ضروریات پودوں اور درختوں سے پوری ہوتی ہیں۔

(۵) لکڑی کی افادیت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے اور لکڑی درختوں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(۶) مختلف اجناس، پھل اور سبزیاں وغیرہ بھی درختوں اور پودوں سے حاصل ہوتے ہیں۔

وَیَا جَامِعَ الشَّتَاتِ

اے منتشر لوگوں اور مخلوق کو اکٹھا کرنے والے رب!

پوری زمین پر لوگ بکھرے ہوئے ہیں۔کوئی کہیں ہے تو کوئی کہیں۔علاوہ ازیں۔حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور سے تا قیامت ہر دور میں انسان ہوئے۔انہیں زندگی حاصل ہوئی اور پھر فوت ہوئے۔ان میں مسلمان بھی ہوئے کافر بھی گزرے مختلف مذہب اختیار کرنے والے انسان اس جہان فانی میں آئے اور اپنی اپنی باری اس جہان فانی سے رخصتی اختیار کی۔پھر مرنے کے بعد ان کے اجسام مختلف کیفیات سے گزرے، کسی کے جسم کو کیڑے کھا گئے۔کسی کے جسم کو مٹی کے ذرات نے ذرہ ذرہ کر دیا۔کسی کے جسم کو پانی کے جانور کھا گئے،کوئی درندوں کا شکار ہوا کوئی بارود کی تباہ کاریوں کی نذر ہوا اور جسم ذرہ ذرہ ہو کر بکھر گیا،کسی کا جسم زلزلہ کی تباہ کاریوں میں مبتلا ہوا،کوئی سیلاب کے تھپیڑے کھاتا کھاتا نہ جانے اس کے جسم کی کیا حالت ہوئی۔مختصر یہ کہ تمام انسانوں کے اجسام کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن یکجا کرنا ہے مرنے کے بعد زندہ کرنا ہے۔پھر زندہ کر کے لوگوں کو محشر کے روز یکجا کرے گا۔

دعا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے منتشر لوگوں اور مخلوق کو یکجا اکٹھا کرنے والے رب!تو علی کل شیء قدیر ہے۔جو کچھ ہماری عقول میں آتا ہے وہ بھی اور جو کچھ ہماری عقول سے ماورئی ہے تو سب کچھ پہ قادر ہے۔اس لیے جب تو سب مخلوق کو یکجا کرے گا، ساری مخلوق تمام انس و جن اکٹھے ہوں گے، مسلمان اور غیر مسلم، مومن اور کافر جب بھی یکجا ہوں گے۔اب وقت صرف تیری ہی بادشاہی ہوگی تیرے سوا کسی کی بادشاہی نہ ہوگی اور نہ ہی کسی کا حکم چل سکے گا یا اللہ!

اس وقت بھی خصوصی کرم نوازی فرمانا۔

اللہ تعالیٰ واپس کر دینے پر قادر ہے:

الحمدللہ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر انسان نے موت کی وادی سے گزر کر بارگاہ حق میں حاضر ہونا ہے جبکہ کفار اس عقیدہ سے منحرف ہیں۔ رب کائنات کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ:

اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾

(پ۳۰۔سورۃ طارق ۸تا۱۰)

بے شک اللہ اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے۔ جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔ تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔ (کنزالایمان شریف)

فائدہ:

رجع کے معنی ہیں پہلی حالت کی طرف لوٹانا یعنی رب قیامت میں دنیا کی طرح شکل وصورت دے گا یا قبر میں پھر تم کو مٹی بنا دے گا۔ (تفسیر نورالعرفان ص ۹۴۴)

فائدہ:

اس طرح کہ نیک وبد عقیدے، اچھے برے اعمال وارادے اور نیتوں اور چہروں کی رنگت، ہاتھوں کے کھلے یا بند ہونے اور نامہ اعمال دائیں یا بائیں ہاتھ میں اور پھر فرشتوں کے اعلان سے تمام اولین وآخرین کے سامنے ظاہر کیے جاویں گے، پھر سب کی تحقیق کی جائے گی، خیال رہے کہ آفت کو بلا اور امتحان کو ابتلا اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے کھرے کھوٹے، مخلص وغیر مخلص کا ظہور ہوتا ہے۔ (تفسیر نورالعرفان ۹۶۸)

مومنین کی قوتوں کا بیان:

کافر آدمی کے پاس قیامت میں نہ زور ہوگا نہ مددگار کیونکہ اس کے پاس دنیا میں جسمانی، مالی یا حکومت وغیرہ کے زور تھے جو ختم ہو گئے۔ روحانی وایمانی طاقت نہ تھی۔ مومن کی قوتیں وہاں اور زیادہ ہو جائیں گی۔ اس کی قوت، رفتار، گفتار، بینائی، قوت سامعہ سب بڑھ جاویں گی کہ پل صراط کو آن میں طے کر لے گا بڑے فاصلے کے باوجود، دوزخی کافروں کا حال جنت سے دیکھ لے گا گفتگو سن لے گا، کلام کر لے گا یہی مددگاروں کا حال ہے کہ مومن کے مددگار نبی، ولی، چھوٹی اولاد، ماہ رمضان، قرآن شریف سب کچھ ہوں گے۔ غرضیکہ جس قوت اور مدد کی بنیاد دین پر تھی وہ قائم رہے گی، جس کی بنیاد دنیا پر تھی فنا ہو جائے گی۔
(تفسیر نورالعرفان ۹۶۸)

اللہ تعالیٰ کے حضور سب نے حاضر ہونا ہے:

قرآن مجید میں ہے۔

اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۝ (پ۱۱۔یونس:۴)

اسی کی طرف تم سب کو پھرنا ہے۔اللہ کا سچا وعدہ ہے۔بے شک وہ پہلی بار بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا کہ ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے انصاف کا صلہ دے اور کافروں کے لیے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب بدلہ ان کے کفر کا۔
(کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ کی طرف پھرنا ہے:

اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (پ۲۱۔روم:۱۱۔۱۲)

اللہ پہلے بناتا ہے پھر دوبارہ بنائے گا پھر اس کی طرف پھرو گے اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرموں کی آس ٹوٹ جائے گی۔(کنزالایمان)

فائدہ:

اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو مسلمان بھی کہلاتے ہیں اور یہ بھی کہتے سنائی دیتے ہیں کہ جی آج کو تو سنبھالو کل دیکھا جائے گا۔کس نے کل دیکھا ہے؟ کون مرنے کے بعد دوبارہ واپس آیا ہے کہ جس نے وہاں کے حالات بتائے ہوں اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں گے۔کیونکہ رب کائنات کا فرمان ذیشان ہے کہ:

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝ (پ۱۷۔روم:۱۴تا۱۶)

اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن الگ ہو جائیں گے تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے باغ کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی اور وہ جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں اور آخرت کا ملنا جھٹلایا وہ عذاب میں لا دھرے جائیں گے۔
(کنزالایمان شریف)

عدل کی ترازو:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیشان ہے کہ:

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ ۝ (پ۱۷۔الانبیاء:۴۷)

اور ہم عدل کی ترازو میں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو

ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔ (کنزالایمان)

حساب کے لیے مخلوق جمع ہو گی:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذکر خفی جسے نگران فرشتے بھی نہ سنیں اس کی جز ستر گنا زیادہ ہے جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب کے لیے جمع فرمائے گا تو نگران فرشتے آئیں گے اور صحیفے لائیں گے جن میں انہوں نے اعمال کی حفاظت اور لکھا۔ انہیں فرمائے گا کچھ رہ تو نہیں گیا وہ عرض کریں گے جو ہم جانتے تھے اور اس کی نگرانی کرتے تھے۔ سب لے آئیں گے اس کی ہر نیکی ہم نے محفوظ کر لی اور لکھ لی تھی اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا تیری نیکیاں میرے پاس ہیں جنہیں تو نہیں جانتا اب میں تجھے اس کی جزا دوں گا وہ ہے ذکر خفی۔

(البدور السافرہ فی احوال الاخرہ ترجمہ احوال آخرت ص ۴۳۰)

فائدہ:

احوال آخرت کے متعلق بہترین تصنیف حضرت علامہ مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف البدور السافرہ فی احوال الآخرہ ہے اس کا بہترین ترجمہ شیخ القرآن والحدیث مجدد ملت فیض ملت حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا یہ کتاب شایان شان طریقہ سے عطاری پبلشرز (کراچی) کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔

تمام مخلوق اٹھائی جائے گی:

قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝

(پ۳۰۔النساء:۱۷۔۱۸)

بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرایا ہوا وقت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ:

مومن علیحدہ علیحدہ جماعتوں میں الگ الگ پیشواؤں کے ساتھ حاضری دیں گے کافر مختلف جماعتوں میں مختلف پیشواؤں کے ہمراہ

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ الخ (تفسیر نور العرفان ۹۲۹)

قیامت کے دن سب اٹھائے جائیں گے:

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت میں سقط (کچے بچے) سے لے کر بوڑھے تک سب اٹھائے جائیں گے۔ (البدور السافرہ فی احوال الاخرۃ ترجمہ ص ۱۶۲ بحوالہ طبرانی فی الکبیر)

قیامت میں ہر شے اٹھائی جائے گی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (پ۳۰۔التکویر:۵)

اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔

کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ قیامت میں ہر شے اٹھائی جائے گی یہاں تک کہ مکھیاں بھی۔

(البدور السافرہ ص۱۶۳ بحوالہ ابن ابی حاتم)

سورۃ زلزال:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا o وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا o وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا o يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا o بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا o يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ o فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ o وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ o (پ۳۰۔سورۃ زلزال)

جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔ اس دن وہ خبریں بتائے گی اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔ اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

(کنز الایمان شریف)

فائدہ:

ان آیات اور اس موضوع کے متعلقہ تمام آیات اور احادیث سے واضح ہوا کہ تمام مخلوق کو قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا اور حساب کتاب ہو گا نیکیوں کی جزا ملے گی اور گناہوں کی سزا ملے گی یا مسلمانوں کے بعض گناہوں کی بخشش ہو گی اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی حوالے سے دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ تو ہی سب مخلوق کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ قیامت کے دن خصوصی کرم نوازی فرماتے ہوئے بخشش سے نوازنا۔ (آمین)

وَیَا مُنْشِیءَ الرُّفَاتِ مِنَ الْعَظْمِ الرَّحِیْمِ:

اے ذروں سے پیدا کرنے والے رب! اور پھٹی پرانی، گلی سڑی اور ٹوٹی پھوٹی ہڈیوں سے پیدا کرنے والے رب!

اس مصرعہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ قادر مطلق ہے جیسا چاہے کر سکتا ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے جب تمام مخلوق ختم ہو جائے گی۔ زمین کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔ آسمانوں کے ستون گر پڑیں گے۔ ستارے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گے۔ اتنے بڑے بڑے مضبوط جو عرصہ دراز سے اپنی مضبوطی کا نشان پیش کر رہے ہیں۔ دھنکی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ ان کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔ یہ سب کیفیت قیامت کی ہے۔ قیامت آنے والی ہے۔

قیامت:

ارشاد ربانی ہے کہ:

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

(پ۲۴۔سورۃ المومنون آیت نمبر۵۹)

ترجمہ: بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے۔(کنزالایمان)

سورۃ قارعہ:

سورۃ قارعہ میں ہے کہ:

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝

ترجمہ: دل دہلانے والی۔ کیا وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔ جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی ہوئی اون۔(کنزالایمان شریف)

بہرحال جب سب کچھ ختم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جو تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَاهِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ (پ۳۰۔القارعہ)

تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے اور تو نے کیا جانا کیا نیچا دکھانے والی۔ ایک آگ شعلہ مارتی۔(کنزالایمان شریف)

فائدہ:

قیامت کے دن پہلے نفخہ کے وقت لوگ گھبرا کر ہر طرف ایسے بھاگیں گے جیسے شمع گل ہو جانے پر جمع شدہ پتنگے منتشر ہو جاتے ہیں اس صورت میں اگلی آیت کا مضمون واضح ہے لوگوں کا پناہ لینے کے لیے بھاگنا اور پہاڑوں کا ریزے ہو کر اڑ جانا پہلے نفخہ کے وقت ہوگا یا دوسرے نفخہ کے وقت لوگ اپنی قبروں سے محشر کی طرف ہر سمت سے ایسے دوڑیں گے جیسے شمع جلنے پر ہر طرف سے پتنگے دوڑتے ہیں اس صورت میں اگلے مضمون میں پہلے نفخہ کے حال کا ذکر ہے خیال رہے کہ اگرچہ قیامت میں جنات، حیوانات بھی اٹھائے جائیں گے مگر چونکہ انسانوں کا اٹھانا اصل مقصود ہے اس لیے اسی کا ذکر ہوا۔ یہاں انسان میں چھوٹے بڑے، بھلے برے سب لوگ داخل ہیں چونکہ یہ اٹھنا اور جمع ہونا بے نظمی سے اور تھوڑی سی دیر میں ہوگا اور سب پر خاموشی طاری ہوگی۔ کسی میں شیخی و بڑائی نہ ہوگی اس لیے پتنگوں سے تشبیہ دی گئی۔(تفسیر نور العرفان ص۹۵۹)

اللہ کی قدرت:

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بے شک وہ لوگ جو دریا میں غرق ہوئے تو ان کے گوشت کو مچھلیوں نے تقسیم کرلیا باقی صرف ایک حصہ ہڈیاں رہ گئیں تو انہیں دریا نے جنگلوں میں پھینک دیا ایک عرصہ ہڈیاں جنگلوں میں رہ کر چورہ چورہ ہو گئیں ان پر اونٹ گزرتے رہے اور انہیں کھاتے رہے یہاں تک کہ انہیں مینگنیاں بنا کر پیٹ سے باہر پھینکا اس کے بعد قوم آ کر ان پر گھر بنائے اور ان مینگنیوں کو آگ میں جلایا وہ بالکل راکھ ہوگئیں پھر اس راکھ کو ہوا نے اڑا کر زمین میں بکھیرا تو جب صور پھونکا جائے گا تو قیامت میں وہ دوسرے اہل قبور کی طرح برابر طور اٹھائے جائیں گے۔(البدور السافرہ فی احوال الاخرۃ ص ۱۶۳ بحوالہ ابونعیم)

نفخہ ثانیہ کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا منظر:

حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (البحر المسجور) (سلگایا ہوا دریا) کے بارے میں فرمایا کہ اس کے اول کو تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے آخر کا حال بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں ہے اس کا پانی مرد کے پانی (منی) کی طرح ہے ستر سال اس کی موجیں در موجیں اٹھیں گی انہیں کوئی شے نہ روکے گی اس دریا کے پانی سے اللہ تعالیٰ مخلوق پر چالیس سال راجفہ (نفخ اولیٰ) اور رادفہ (نفخ ثانیہ) کے درمیان بارش برسائے گا لوگ اس سے ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے پانی سے دانے اگتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کی رواح جنت سے اور کفار کی ارواح دوزخ سے نکال کر ایک جگہ جمع فرمائے گا اور انہیں صور میں کر دے گا پھر اسرافیل علیہ السلام کو حکم فرمائے گا کہ وہ صور پھونکیں تا کہ ارواح اپنے اجسام میں چلی جائیں پھر جبریل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ وہ اپنا ہاتھ زمین کے نیچے سے کر کے اسے حرکت دیں تا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ تمام اجسام کو اپنے اوپر لے آئے اسی کے لیے فرمایا:

فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ

وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔(البدور السافرہ ۱۶۴۔۱۶۳ بحوالہ ابوالشیخ فی العظمۃ)

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا فرمان:

حضرت یزید بن جابر تابعی علیہ الرحمۃ نے آیت

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ (پ۲۶۔ق:۴۱)

ترجمہ: اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے۔

کی تفسیر میں فرمایا کہ اسرافیل علیہ السلام کو بیت المقدس کے صخرہ (پتھر) پر اٹھایا جائے گا اور وہ اٹھا کر کہے گا اے چورہ چورہ ہونے والی ہڈیو!

اور گلے سڑے چمڑو! اور اے ٹوٹے پھوٹے بالو! بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ تم فیصلہ وحساب کے لیے جمع ہو جاؤ۔

فائدہ:

اہلسنت کا اتفاق ہے کہ قیامت میں تمام اجسام اس طرح لوٹائے جائیں گے جیسے دنیا میں تھے بعینہٖ وہی اجسام ہوں گے ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہ ہوگا وہی رنگ وہی اوصاف وغیرہ وغیرہ۔(البدور السافرہ ص ۱۶۴ بحوالہ ابن عساکر)

سب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝

(پ۲۰ النمل ۸۸)

اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرا جائیں گے جتنے آسمان میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے چاہے خدا چاہے اور سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادلوں کی چال یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز بے شک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی۔ (کنز الایمان)

سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ۚ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ۙ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (پ۱۳۔سورۃ ابراہیم:۴۸تا۵۱)

اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے ان کے کرتے رال کے ہوں گے اور ان کے چہرے آگ ڈھانپ لے گی اس لیے کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔ بے شک اللہ کو حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ (کنز الایمان)

فائدہ:

اپنی اپنی قبروں سے نکل کر میدان محشر میں حاضر ہوں گے لہٰذا آیت پر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ لوگ تو اب بھی اللہ کے سامنے ہیں۔ اس سے چھپے ہوئے نہیں۔

سو سال بعد حضرت عزیر علیہ السلام کے زندہ ہونے کا منظر:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوبارہ زندہ فرمائے گا نہ صرف یہ بلکہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے کئی انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا۔ انہوں نے اس دنیا میں کافی عرصہ زندگی گزار کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ اس سلسلے میں حضرت عزیز علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہونے کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَاۚ

یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھی پڑی تھی اپنی چھتوں پر۔

فائدہ:

اس گاؤں سے گزرنے والے حضرت عزیر بن شرخیا تھے اور گاؤں سے مراد بیت المقدس ہے یہی قول زیادہ مشہور اور غالب ہے۔قریہ قریٰ سے مشتق بمعنی جمع کرنا چونکہ دیہات لوگوں کی جامع ہوتی ہے اس لیے اس نام سے موسوم ہوئی۔

واقعہ:

مروی ہے کہ بنی اسرائیل جب شرار فساد کے برانگیختہ کرنے میں حد سے گزرے تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی کو ان پر مسلط کر دیا وہ چھ لاکھ جھنڈا لے کر ان پر چڑھائی کے لیے روانہ ہوا شام کے علاقوں پر حملہ کرتا ہوا بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔بنی اسرائیل کے تین گروہ بنائے ایک کو ان میں سے قتل کیا دوسرے گروہ کو وہاں شام میں ٹھہرایا۔دوسرے کو قید کیا وہ ایک لاکھ تھے بعض ان میں بالغ غلام تھے اور بعض غیر بالغ ان کو اپنے ساتھ لائے ہوئے بادشاہوں پر تقسیم کر دیا جو ہر ایک کو ان میں چار چار سو غلام حصہ میں آیا۔حضرت عزیر علیہ السلام بھی انہی میں سے تھے جب اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو ان سے نجات بخشی تو وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر اس بیت المقدس سے گزرے تو بیت المقدس کو نہایت زبوں حالی میں دیکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

اور وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر یعنی اپنے اہل سے خالی ہو گئی اور اپنی چھتوں سمیت گر گئی کہ پہلے اس کی چھت گری پھر اس کی دیواریں اس کے اوپر گر پڑیں۔(فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پ۳ص۳۸)

حضور عزیر علیہ السلام نے بارگاہ حق میں عرض کیا کہ:

قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا

بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد یعنی اے اللہ تعالیٰ اس کے ویران ہونے کے بعد کیسے آباد کرے گا۔یعنی اس ویرانگی سے اس کی کس طرح تعمیر کرے گا۔

ازالہ توہم:

یہاں پر یہ خیال نہ کرنا کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے اس کی آبادی قدرت حق سے بعید سمجھ کر کہا بلکہ عادت کے طور پر فرمایا (کہ یہ بہت بڑا مقدس شہر اتنا ویرانی سے کس طرح آبادی سے تبدیل ہوگا)

مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام جب اس گاؤں میں تشریف لائے تو ایک درخت کے نیچے اُترے آپ اس وقت گدھے پر سوار تھے آپ نے اپنے گدھے کو باندھ کر تمام گاؤں کا چکر لگایا یہاں کوئی ایک بھی نہ ملا پھر وہی کہا جس کا ذکر آیت میں مذکور ہوا ہے اس وقت درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے آپ نے ان کے میوہ جات توڑے اور اپنے ساتھ انجیر، انگور لیا۔کچھ ان میں سے انگوروں کا رس پیا اور کچھ بچ رہے۔پھر اس درخت کے نیچے سو گئے۔

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ

پھران کواللہ تعالیٰ نے موت دے دی

مَائَةَ عَامٍ

سوسال تک۔

بیت المقدس کی دوبارہ آبادی:

اس نیند میں ہی ان پر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری فرمادی۔ اس وقت آپ نوجوان تھے حضرت عزیر علیہ السلام کے بعدان کے گدھے پر بھی موت طاری کر دی لیکن ان کوایسا پوشیدہ رکھا کہ آپ کواور نہ آپ کے گدھے کوکوئی دیکھ سکا نہ انس نہ جن اور نہ پرند نہ درند۔ جب آپ کی موت کوستر سال گزرے تو اللہ تعالیٰ نے فارس کے بہت بڑے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی بیت المقدس کی تعمیر کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام یوشک تھا۔ اس کے ساتھ بیت المقدس کی تعمیر کے لیے ہزار مستری اور ہر مستری کے ساتھ تین لاکھ مزدور تھے وہ آتے ہی بیت المقدس کی تعمیر میں لگ گئے اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ایک مچھر سے مروادیا جو کہ وہ مچھراس کے دماغ میں گھس گیا بخت نصر کے مرنے سے بقایا بنی اسرائیل کونجات ملی تو اس فارس کے بادشاہ نے انہیں بیت المقدس میں بسر کرنے کی اجازت بخشی پھر جہاں جہاں پر بنی اسرائیل بکھرے ہوئے تھے تمام وہاں جمع ہو گئے۔ تیس سال تک مکمل طور پر آباد کرلیا جیسے بیت المقدس پہلے آباد تھا (بلکہ) اس سے بھی زیادہ آباد ہوا۔
(خلاصہ تفسیر سورۃ الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان)

حضرت عزیر علیہ السلام کا دوبارہ زندہ ہونا:

جب حضرت عزیر علیہ السلام کی موت کو پوری صدی گزری تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا:

ثُمَّ بَعَثَهٗ

پھرزندہ کردیا۔

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط

فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا۔

حضرت صدرالا فاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

جب آپ کی وفات کوسو برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا پہلے آنکھوں میں جان آئی ابھی تک تمام جسم مردہ تھا وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا یہ واقعہ شام کے وقت غروب آفتاب کے قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہاں کتنے دن ٹھہرے۔ (تفسیر نورالعرفان) تفسیر دُرِ منثور میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کی طرف ایک فرشتہ بھیجا اس نے آپ کے دل کو پیدا کیا تا کہ آپ معاملہ سمجھ سکیں اور آنکھوں کو پیدا کیا تا کہ آپ دیکھ بھی سکیں کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا پھر اس نے آپ کے دوسرے اعضاء مکمل کیے۔ پھر اس نے آپ کی ہڈیوں کو گوشت بال اور کھال پہنائی پھر روح پھونکی یہ سب کچھ آپ دیکھ رہے تھے

آپ سیدھے بیٹھ گئے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا جواب:

قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ط

عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم

فائدہ:

یہ اس لیے فرمایا کہ رب نے ان کی توجہ اس حالت میں دنیا سے ہٹا دی تھی ورنہ انبیاء کرام اور صالحین بعد وفات دنیا سے خبردار رہتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں اسی لیے موسیٰ علیہ السلام حضور کے حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اور سارے نبی معراج کی رات حضور کے مقتدی تھے۔ قبرستان میں سلام کیا جاتا ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۶۷)

ایک صدی گزر گئی:

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ج

فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بُو نہ لایا یعنی ویسا ہی تازہ ہے۔

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ

اور اپنے گدھے کو دیکھ اور یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں۔

فائدہ:

گدھے کو دیکھا تو وہ مر چکا تھا گل گیا اعضاء بکھر گئے تھے ہڈیاں سفید چمک رہی تھیں بلکہ چورہ چورہ ہوگئی تھیں۔

وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ط

اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام نے آسمان سے آواز سنی ایتھا العظام الخ

اے پرانی ہڈیو! جو منتشر پرانی ہوئی پڑی ہو تمہیں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ تم آپس میں مل جاؤ جیسے تم پہلے تھیں اسی طرح ہو جاؤ اور گوشت و پوست کا لباس پہن لو۔ چنانچہ یہ آواز سنتے ہی ہر ہڈی اس طریق سے آپس میں ملنے لگیں۔ جیسے پہلے تھیں جوڑ اپنے مقام پر اور رگیں اپنے مقام پر جڑ گئیں پھر ان پر گوشت چمٹنے لگا۔ اس کے بعد ان پر چمڑا ملا۔ پھر بال اگنے لگے۔ اس کے بعد اس میں روح پھونکی گئی جونہی گدھے میں روح پہنچی تو اٹھ کھڑا ہوا اور ہینگنے لگا۔ (فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان پ ۳ ص ۴۲)

فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ

جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا۔

یعنی عزیر علیہ السلام کو احیاء الموتیٰ کا مشاہدہ ہوا تو

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ۳ ع۳ البقرہ ۲۵۹)

بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا اپنے گھر جانا:

حضرت عزیر علیہ السلام یہ مشاہدہ دیکھ کر اپنے گدھے پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے لیکن نہ انہیں لوگ پہچانتے ہیں اور نہ وہ لوگوں کو پہچانتے ہیں بلکہ مکانات کی ہیئت بھی تبدیل ہے اپنے گمان پر ہی چلتے چلتے اپنے گھر پہنچے وہاں ایک بڑھیا نابینی اور بالکل اٹھنے بیٹھنے سے عاجز موجود پائی۔ اسی بڑھیا نے عزیر علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا۔ عزیر علیہ السلام گھر میں داخل ہوتے ہی فرمانے لگے یہ گھر تو عزیر علیہ السلام کا ہے۔

بڑھیا بولی! ہاں ہے تو انہیں کا لیکن تمہیں عزیر علیہ السلام کے ذکر سے کیا غرض! انہیں تو اس وقت پوری صدی گزر گئی۔ اب ان کا نشان تک باقی نہیں اور یہ کہہ کر خوب روئی۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: بی بی! عزیر (علیہ السلام) میں ہی ہوں۔

بڑھیا بولی: سبحان اللہ! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کہاں عزیر علیہ السلام اور کہاں تم؟

حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک صدی تک موت دے دی تھی اب اس نے مجھے پھر زندہ کیا ہے۔

بڑھیا بولی: اگر ایسی بات ہے اور واقعی تم عزیر ہو تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ عزیر علیہ السلام مستجاب الدعوات تھے اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو میرے لیے دعا مانگیئے تا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی واپس لوٹا دے۔ اس پر مجھے یقین ہوگا کہ واقعی تم عزیر علیہ السلام ہو۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے اس بڑھیا کے لیے دعا مانگی اور اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرا تو وہ بڑھیا بینا ہوگئی آپ نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو اٹھ کھڑی ہو۔ چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بالکل صحیح سالم اور تندرست تھی۔

بڑھیا نے غور سے دیکھا تو واقعی وہی حضرت عزیر علیہ السلام تھے تو فوراً پکار اٹھی میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ واقعی عزیر علیہ السلام ہیں۔

وہ بڑھیا بنی اسرائیل کے محلوں میں چل پڑی۔ بنی اسرائیل اپنی مجلسوں کے مختلف مشاغل میں مصروف تھے ان میں حضرت عزیر علیہ السلام کے صاحبزادے بھی تھے جو اس وقت ایک سو اٹھارہ سال کے تھے بلکہ ان کے پوتے پڑپوتے بھی بوڑھے ہو چکے تھے۔

بڑھیا کی پکار:

بڑھیا نے زور سے پکارا! ارے بھاگ کے آجاؤ۔ عزیر علیہ السلام تمہارے ہاں تشریف لائے ہیں۔ لوگوں نے بڑھیا کی ایک نہ مانی۔ بڑھیا نے کہا: ذرا غور تو کرو۔ یہ انہی کی دعا تو ہے کہ میں اس حالت میں ہوں یعنی مجھے بینائی مل گئی ہے۔ میں تندرست ہوگئی ہوں وغیرہ۔

لوگوں نے یقین کرلیا اور عزیر علیہ السلام کی طرف ٹوٹ پڑے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے صاحبزادے نے عرض کیا کہ

میرے باپ کے دو بازوؤں کے درمیان سیاہ ہلال کی طرح ایک تل تھا اگر وہ ہے تو سمجھوں گا کہ واقعی آپ عزیر علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام نے دونوں بازو کھولتے تو واقعی وہ تل موجود تھا۔ (خلاصہ فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان)

مردے زندہ کرنے کی دوسری مثال:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیسے مردے زندہ کرے۔

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ

فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ

عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔

فائدہ:

ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے باری تعالیٰ! مجھے مُردوں کو زندہ کر کے دکھا دے کہ تو کس طرح زندہ کرتا ہے اور اس کی متفرق ہڈیاں کیونکر جمع کرتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں قیامت میں شک ہے، میری قدرت پر ایمان و یقین نہیں؟ (قال بلٰی) انا موقن عرض کی ہاں مجھے یقین ہے (ولکن لیطمئن قلبی) تسکن حرارة قلبی واعلم بانی خلیلك مستجاب الدعوة مگر میں چاہتا ہوں کہ مجھے اعلیٰ درجہ کا اطمینان اور (آنکھوں سے دیکھ کر) جان لوں کہ میں تیرا خلیل ہوں کہ تو میری دعا قبول کر لیتا ہے۔

(تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس)

حضرت ابراھیمؑ کے دعا کرنے پر پرندوں کے زندہ ہونے کا منظر:

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مردہ شخص کے پاس سے گزرے کہتے ہیں کہ ساحل سمندر پر ایک حبشی مرا پڑا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ اسے سمندر کے جانور نوچ رہے ہیں، درندے اور پرندے اسے کھا رہے ہیں، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! یہ سمندر کے جانور، یہ درندے پرندے اس انسان کو کھا رہے ہیں۔ پھر یہ بھی مر جائیں گے اور پوشیدہ ہو جائیں گے پھر تو انہیں زندہ کرے گا پس تو مجھے دکھا کہ تو انہیں کیسے زندہ کرے گا؟ (تفسیر در منثور اردو ترجمہ جلد اول ص ۸۶۲)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم ایک راستہ پر چل رہے تھے جس پر ایک مردار گدھا پڑا تھا اس پر پرندے اور درندے بیٹھے تھے وہ اس کا گوشت نوچ چکے تھے اور اس کی ہڈیاں باقی تھیں۔ آپ کھڑے ہو گئے اور تعجب کرنے لگے پھر کہا اے میرے پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تو کیسے مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔

تیسری روایت:

حضرت امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن رحمتہ اللہ سے روایت کیا فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ مجھے دکھا کہ تو کیسے مُردوں کو زندہ کرتا ہے؟ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ اپنی قوم کی اذیتوں سے دوچار تھے آپ نے عرض کی اے میرے پروردگار! مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ (تفسیر در منشور حصہ اول)

چوتھی روایت:

مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کیا ملک الموت حضرت رب العزت سے اذن لے کر آپ کو یہ بشارت سنانے آئے۔ آپ نے بشارت سن کر اللہ کی حمد کی اور ملک الموت سے فرمایا اس خلت کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے آپ کے سوال پر مُردے زندہ کرے آپ نے یہ دعا کی۔ (تفسیر خزائن العرفان بحوالہ تفسیر خازن)

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ

فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ملالے۔

فائدہ:

تاکہ اچھی طرح شناخت ہو جائے پہچان ہو جائے کہ واقعی یہ وہی پرندے ہیں۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے۔

فائدہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام چار پرند لیے مور، مرغ، کبوتر، کوا (تفسیر در منشور) انہیں بحکم الٰہی ذبح کیا ان کے پر اُکھاڑے اور قیمہ کر کے ان کے اجزاء باہم خلط کر دیئے اور اس مجموعہ کے کئی حصے کیے ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھا اور سر سب کے اپنے پاس محفوظ رکھے۔ (تفسیر خزائن العرفان) اور بعض نے کبوتر کی بجائے گدھ کا نام لکھا ہے۔
(فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پ ۳ ص ۴۵)

تفسیر در منشور میں ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے حضرت طاؤس ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات پہاڑوں پر ان پرندوں کو رکھا اور ان کے سر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیے۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ط

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ابراہیم پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔

فائدہ:

تفسیر در منشور میں ہے کہ آپ دیکھ رہے تھے کہ ایک قطرہ دوسرے سے جڑ رہا ہے اور ایک ایک پَر دوسرے سے جڑ رہا ہے

حتیٰ کہ وہ زندہ ہو گئے جبکہ ان کے سر نہیں تھے پس وہ اپنے اپنے سروں کی طرف آئے اور ان میں داخل ہو گئے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اس طرح بلایا بِاسْمِ اِلٰہِ اِبْرَاھِیْمَ تَعَالَیْنَ (روایت ہے کہ)

امام ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرغ، مور، کوا اور کبوتر کو پکڑا تھا پس آپ نے ان کے سر پر قوائم کاٹ دیئے پھر آپ پہاڑوں کے پاس آئے۔ چار پہاڑوں پر گوشت، خون اور پَر ڈال دیئے۔ پھر آواز دی گئی۔

اے توڑی ہوئی ہڈیو! اے بکھرے ہوئے گوشت اور کاٹی ہوئی رگو جمع ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری روحیں تمہارے اندر لوٹا دے گا پس ہر ہڈی، دوسری ہڈی کی طرف جھپٹی، ہر پَر دوسرے پَر کی طرف اُڑا، ہر خون کا قطرہ دوسرے قطرے کی طرف چلا حتیٰ کہ ہر پرندے کا خون گوشت اور پَر اکٹھا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تو نے مجھ سے سوال کیا ہے میں مردوں کو کیسے زندہ کروں گا میں نے زمین کو پیدا کیا اور اس میں چار ہوائیں پیدا کیں شمال، صبا، جنوب اور دبور حتیٰ کہ جب قیامت کا دن ہوگا، صور پھونکنے والا صور پھونکے گا، زمین میں جو مقتول اور مُردے ہوں گے سب اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے چار پرندے، چار پہاڑوں سے اُڑ کر جمع ہوئے ہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان:۲۸)

تم سب پیدا کرنا اور اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔ (کنزالایمان)

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥ (پ۳ع۴ا البقرہ ۲۶۰)

خلاصہ کلام یہ کہ اے متفرق متفرق لوگوں اور اعضاء کو اکٹھا کرنے والے، ذروں میں تبدیل ہونے والوں کو دوبارہ حیات بعد الممات عطا فرمانے والے رب اور پرانی ہڈیوں سے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے حیات سے متصوف فرمانے والے رب تو قادر مطلق ہے۔ فلہٰذا ہمارے حال پہ مہربانی فرما ہمارے مُردہ اجسام کو عرفانی حیات ابدی سے نواز دے حیاتِ ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی حیات سے ہمیں نواز دے۔ خصوصی مہربانی فرماتے ہوئے اپنی عنایات سے ہمیں نواز دے آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

(۱) وَيَا مُنْزِلَ الْغِيَاثِ ... مِنَ الدُّلَحِ الْحِثَاثِ

عَلَى الْحُزْنِ وَلِدِمَاتِ ... اِلَى الْجُوَّعِ الْغِرَاثِ

مِنَ الْهُزَمِ الرُّزُوْمِ

☆مُنزِل: نازل کرنے والے۔ ☆غیاث: فریاد سننے والا، فریاد کو پہنچنے والا، بارش کو بھی غیاث کہتے ہیں، بارش کو غیاث اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب قحط سالی زوروں پر ہو جاتی ہے تو ساری مخلوق جو زمین پہ ہے بارش کی طلب میں گڑگڑاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پہ رحم آ جاتا ہے تو بارش عطا فرماتا ہے ایسے حال میں بارش پہنچتی ہے لوگوں کی تکالیف کا دور جو شروع ہو چکا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بارش کے ذریعے ختم کر دیتا ہے۔☆الدَّلِحِ الْحِثَاثُ: چلنے والے بادل ابھارنے والے بادل۔☆
دماث: نرم زمین☆غواث: غرثان جمع بھوکا

بھوکی پیاسی مخلوق کے لیے سخت اور نرم زمین پہ بادل اکٹھے کر کے چلنے والے بادلوں سے اے بارش برسانے والے۔ (رب)

شرح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اے بارش نازل کرنے والے رب! گویا اللہ تعالیٰ کے انعام کا ذکر فرما کر آپ دعا فرما رہے ہیں کہ جب سخت اور نرم زمین بے کار ہو جاتی ہے تو اس میں پانی کی کمی کی وجہ سے سبزہ اُگنا بند ہو جاتا ہے۔ کھڑی فصلیں خشک ہو جاتی ہیں۔ جانوروں کے لیے چارے کا ملنا بھی دشوار ہو جاتا ہے بلکہ قحط سالی کی وجہ سے انسانوں کی خوراک میں بھی کمی لاحق ہو جاتی ہے۔ انسانوں، جانوروں، پرندوں وغیرہ کے لیے زندگی ایک عذاب بن جاتی ہے۔ زندگی گزارنا ممکن نہیں رہتا ہے۔ اگر تیری رحمت کی بنا پر پانی حاصل نہ ہو، تیرے فضل وکرم کے باعث پانی نہ ہو تو زندگی کا گزارنا انتہائی دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ یا اللہ پانی تیری طرف سے ہمارے لیے ایک عظیم نعمت ہے تو پانی عطا کرنے کے لیے ہم پہ بارش نازل کرتا ہے۔ جس سے زمین پہ زندگی کی اکثر تکالیف کم ہو جاتی ہیں زندگی گزارنی آسان ہو جاتی ہے اس سلسلے میں تو آسمان پہ بادل اکٹھے کرتا ہے بادلوں سے بارش اس لیے برساتا ہے کہ اس بارش کے ذریعے مخلوق کے لیے تو آسانی پیدا کرتا ہے اور بھوک سے نجات کے لیے خوراک پیدا کرتا ہے جس سے مخلوق کی بھوک دور ہو جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشعار میں دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں عرض گزار رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اے سخت اور نرم زمین پہ چلنے پھرنے والے بادلوں سے بارش اتارنے والے، ایسی مفید بارش کہ جس سے مُردہ زمین کو حیات بخشتا ہے۔ خشک اور بنجر زمین تر وتازہ ہو جاتی ہے ہر طرف ہریالی ہی ہریالی کے نظارے نظر آنے لگتے ہیں ہر طرف بہار ہی بہار آ جاتی ہے کچھ فصلیں بطور چارہ جانوروں کے لیے استعمال ہوتی ہیں جس سے بھوکے جانوروں کی بھوک مٹتی ہے کچھ فصلوں سے انسان خوراک حاصل کرتے ہیں انسانوں کی غذائی ضروریات اور دیگر ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ پرندوں کی خوراک بھی اسی طرح تیرے عظیم خزانوں سے حاصل ہوتی ہے۔

اس طرح آپ ظاہری اسباب کا تذکرہ کر کے ظاہر اور باطنی امور کے متعلقہ دعا بارگاہ صمدیت عرض کر رہے ہیں کہ یا اللہ جس طرح تیری قدرت کاملہ سے انسانوں کو ظاہری خوراک حاصل ہوتی ہے، مختلف مصائب وآلام سے نجات حاصل ہوتی ہے اسی طرح ہمارے باطنی امور پہ خاص طور پر کرم نوازی فرما دے۔ جس طرح وہ زمین کو مجتمع بادلوں کے ذریعے زندگی سے نوازتا ہے اسی طرح ہمارے باطنی امور بھی اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے درست فرما دے۔ جیسے بادلوں کے ذریعے زمین کی حالت کو بدل دیتا ہے اسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام جو کہ بادلوں سے بھی زیادہ سخاوت کرتے ہوئے تیرے خزانے تقسیم کرتے رہتے ہیں جن کے ذریعے قلوب کو تر وتازگی، باطنی خوراک اور تیرے انعامات حاصل ہوتے ہیں ہمارے لیے خصوصی کرم نوازی فرماتے ہوئے ہمیں خصوصی انعامات سے نواز، جیسے بادلوں کے ذریعے زمین کی حالت بہتر سے بہتر کرتا جاتا ہے اسی طرح اپنے محبوبوں کے ذریعے ہماری حالت بہتر سے بہتر کر جیسے فصلوں کو انتہا تک پہنچاتا ہے اسی طرح ہمیں ہماری انتہا یعنی دنیا میں آئندہ ساری زندگی

صراط مستقیم کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرما یہاں تک کہ بہشت سے خصوصی درجات عطا فرما خصوصاً اپنی زیارت سے مستفید فرما۔

(۵) وَيَا خَالِقَ الْبُرُوْجِ ... سَمَآءً بِلَا فُرُوْجِ
مَعَ اللَّيْلِ ذِي الْوُلُوْجِ ... عَلَى الضَّوْءِ ذِي الْبُلُوْغِ
يُغَشِّيْ سَنَا النُّجُوْمِ

☆خَالِقُ: تخلیق کرنے والا، پیدا کرنے والا۔☆بِلا فُرُوْج: بغیر شگاف۔☆الضَّوء: روشنی۔☆يُغَشِّيْ: چھپا لیتی ہے۔☆نُجُوْم: ستاروں

مطلب:

اے برجوں کے خالق! بغیر شگاف کے آسمانوں کو تخلیق کرنے والے، اس رات سمیت جو کہ چمکتی ہوئی روشنی کے ہونے کے وقت چھا جاتی ہے۔ جو کہ تاروں کی روشنی کو بھی چھپا لیتی ہے۔

شرح:

یہاں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کرتے ہوئے ایسی قدرت کا تذکرہ بیان فرمایا ہے جس کی طرف ہر ادنیٰ اور ہر اعلیٰ کی نظر جاتی ہے۔ آپ بیان فرما رہے ہیں کہ اے برجوں کو پیدا کرنے والے رب! تیری ہر تخلیق سے تیری قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے اگر کوئی تیرا مقابلہ کرنے کے متعلق سوچے بھی تو یہ اس کی سوچ بے وقوفی کی دلیل ہوگی۔ آسمان ایسا تخلیق کیا کہ اس میں معمولی سا بھی شگاف نہیں یعنی بغیر شگاف کے آسمان بنایا سوراخ نہ ہونے کے باوجود بارش برستی ہے یہ کیسی قدرت کاملہ ہے کتنی حیران کن ہے آسمانوں کی تخلیق بھی بڑی حیران کن ہے۔ مگر اس رات پہ غور کیجیے جو چمکتی ہوئی رشنی کے باوجود آ وارد ہوتی ہے۔ آتے ہی دن کی روشنی پہ غالب آ جاتی ہے روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ ساری روشنی کو اندھیری رات اپنے اندھیرے میں چھپا لیتی ہے۔ اندازہ فرمایئے اس رات کی تخلیق کے متعلق کہ سورج کی روشنی پہ بھی غالب آ جاتی ہے اور تاروں کی روشنی کو بھی چھپا لیتی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔ ورنہ کسی مخلوق کے بس کا روگ نہیں کہ ایسے برج بنا سکے، کوئی مخلوق ایسے بے شگاف آسمان نہیں بنا سکتی۔ کسی مخلوق سے ایسی رات کی تخلیق بھی ممکن نہیں کیونکہ جب اجالا آ جاتا ہے تو اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ روشنی ہر قسم کا اندھیرا ختم کر دیتی ہے مگر قربان جائیں خالق کائنات کی قدرت کاملہ پہ کہ ایسے ایسے عظیم الشان بروج کو تخلیق فرمایا، بغیر شگاف آسمانوں کو تخلیق فرمایا اور ان میں سے بارش بھی برساتا ہے کیسی خالق کائنات کی تخلیق ہے۔ انسان غور و فکر تو کرے جب رات آتی ہے تو دن کا نور ماند پڑ جاتا ہے تاروں کی روشنیاں بھی رات کے اندھیرے میں ڈوب جاتی ہیں۔ یہاں بھی آپ نے رب کائنات کی بے شمار قدرتوں کو بیان کیا ہے۔ ایسے انداز میں رب کائنات کی قدرتوں کو بیان فرمایا کہ انسان خود بخود رب کائنات کی قدرتوں کو ملاحظہ کرے اور ان قدرتوں میں خوب غور و خوض کرے۔ انسان پہ واضح ہو جائے کہ یہ سب کچھ خالق کائنات کی قدرتوں کو واضح کر رہا

ہے۔ وہ ایسا خالق ہے کہ اس کی تخلیق میں کسی قسم کی خرابی نہیں۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا بلکہ اس کی قدرت ایسی با کمال ہے کہ اس کی قدرت کی حقیقت سمجھنے سے تمام انسانوں کی عقلیں حیران ہیں۔ وہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے۔ اس لیے اس پہ ایسے انداز میں ایمان لایا جائے کہ اس کے مقابل کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ شرک سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ جو اس کی ذات میں یا صفات میں کسی کو شریک مانے وہ اپنے قول میں جھوٹا ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی اس کا شریک نہ مانا جائے۔ اپنی حیات مستعار کی چند گھڑیاں اسی خالق کائنات کے ارشادات کے مطابق گزاری جائیں۔

(۶) وَيَـا فَـالِـقَ الـصَّبَـاحِ   وَيَـا فَـاتِـحَ الـنَّجَـاحِ
وَيَـا مُـرْسِـلَ الـرِّيَـاحِ   يَـكُـوْرًا مَّـعَ الـرَّوَحِ
فَيَنْشَانِ بِالْغُيُوْمِ

☆فالق: پھاڑنے والا، پیدا کرنے والا۔☆لاصباح: صبح۔☆فاتح النجاح: کامیابی کا دروازہ کھولنے والا۔☆ مرسل: چلانے والا، بھیجنے والا۔☆الریاح: ہوا۔☆غموم: بادل

مطلب:

اور اے صبح نکالنے والے رب! اے کامیابی کا دروازہ کھولنے والے! اور صبح اور شام ہوا چلانے والے رب! ایسی ہوا جو بارش والے بادل ظاہر کرتی ہے۔

شرح:

ان اشعار میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رب کائنات کی عظیم قدرت کاملہ بیان کرتے ہوئے دعا مانگی ہے کہ اے کائنات کے خالق و مالک تو بڑا عظیم قدرتوں والا ہے تیری تمام قدرتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، جب رات چھائی ہوئی ہوتی ہے تو اندھیرے کا راج ہوتا ہے۔ خوف محسوس ہوتا ہے اندھیرے میں اپنے بیگانے کی پہچان بھی نہیں ہوتی ایسی حالت میں اے صبح پیدا کرنے والے رب تیرا شکر کن الفاظ میں ادا کریں کہ ایسی حالت میں صبح کی اور طلوع فجر کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے ہر قسم کی کامیابی کا دروازہ کھولنے والے اور اے بارش برسانے والے بادل لانے والی ہواؤں کو صبح و شام چلانے والے رب! اپنی قدرت کاملہ سے ہمارے احوال میں ایسی تبدیلی فرما دے جو تیرے قرب کا سبب بن جائے، تیرے انعامات کے حصول کا سبب ہو تو اندھیرے میں بھی اجالا کر دینے پر قادر ہے فلہٰذا ہم اندھیروں میں ڈگمگانے والے مسافروں کی مانند ہیں مالک و خالق ہمیں اپنی رضا اور اپنے قرب کی طرف چلنے کی توفیق عطا فرما تو کامیابی کا دروازہ کھولنے والا رب کائنات ہے، ہمارے لیے ہر طرف ناکامیاں ہی ناکامیاں ہیں ہمارے جسم میں کوئی کمال نہیں نفس ہم پہ غلبہ پانے کی کوشش میں ہے، شیطان لعین ہم پہ پورے جتن سے لاؤ لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو رہا ہے، ان تمام نظر آنے والے دشمنوں، نظر نہ آنے والے دشمنوں، بیرونی مخالفین اور ہمارے جسم کے اندر چھپے ہوئے مخالفین کے مقابلے میں ہمارے لیے کامیابی کا دروازہ کھول دے، یا اللہ تو قادر مطلق ہے، اے قادر مطلق اے کامیابی کا دروازہ کھولنے والے ہمارے لیے کامیابی کا دروازہ کھول دے۔ یا اللہ! تو صبح و شام جب چاہے جس وقت چاہتا ہے بارش والے

بادل لانے والی ہوا چلاتا ہے۔ جس سے تیری مخلوق کو بے شمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مخلوق کو ایسی ہوا بھی بھلی لگتی ہے اور ایسے بادل دیکھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ یا اللہ! تو ہمارے لیے پھر ایسے ہی انعامات، بخشش وعطا پہ مبنی ہوائیں چلا جو دینی و دنیوی ہر لحاظ سے ہمارے لیے مفید ہوں اور ہمارے لیے خوشی و مسرت کا سبب ہوں۔

ہمارے جسم میں قرآن وسنت اور دین متین کے مطابق تحریک پیدا کر دے اور ایسے ایسے اسباب ہمیں مہیا فرما دے کہ جو ہماری ظاہری و باطنی زندگی سنوارنے کا سبب بن جائیں۔ جو تیری خوشنودی و رضا کے حصول کا سبب بن جائیں۔ ہمیں کفر وشرک، منافقت اور بدکاری اور گمراہی کی اندھیریوں سے ہمیں بچا ہمیں ظاہر و باطنی، روحانی و جسمانی ہر لحاظ سے ہمارے لیے حقیقی کامیابی کا دروازہ کھولنے والا تو ہی ہے ہمیں کفر وشرک منافقت، بدکاری اور گمراہی کی اندھیریوں سے نجات عطا فرما کر صحیح مومنانہ انداز میں کامیاب زندگی کی صبح عطا فرما دے کہ تو ہی رات کے بعد صبح نکالتا ہے۔ اے صبح نکالنے والے رب! اے کامیابی کا دروازہ کھولنے والے رب! ہمیں بھی ظاہری و باطنی، دنیوی واخروی ہر لحاظ سے ہمارے لیے کامیابی کے دروازے کھول دے۔ ہمیں گناہوں کی دلدل سے نکلنے کی توفیق عطا فرما اور نیکیوں کی بہاروں میں حیات مستعار کے لمحات گزارنے کی توفیق عطا فرما اس سلسلے میں آمدہ مشکلات دور فرما دے اور صبح وشام یعنی ہمہ وقت ہوا چلانے والے ہم پہ خصوصی کرم نوازی فرما اور اپنی عنایات سے نواز۔ آمین

(۷)
وَ يَا مُرْسِيَ الرَّوَاسِخْ — اَوْ تَادُهَا الشَّوَامِخْ
فِيْ اَرْضِهَا السَّوَانِخْ — اَطْوَادِهَا الْبَوَاذِخْ
مِنْ صُنْعِهِ الْقَدِيْمِ

☆رواسخ: پہاڑ۔☆اوتاد: میخیں۔☆شوامخ: بلند۔☆مُرْسِيَ الرَّوَاسِخ: پہاڑوں کو مضبوط گاڑنے والا۔☆اطواد: ٹیلے۔☆صنعه: اس کی صنعت۔

اے مضبوط پہاڑ گاڑنے والے، ایسے پہاڑ کہ جن کی میخیں بڑی بلند و بالا ہیں، میں اس کی پہاڑوں جیسی مضبوط زمین میں جس کے ٹیلے بھی نہایت بلند و بالا ہیں جیسے پہاڑ ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وحدہٗ لاشریک کی قدیمی صنعت کا ایک کرشمہ ہے۔

(۸)
وَيَا هَادِيَ الرَّشَادِ — وَ يَا مُلْهِمَ السَّدَادِ
وَ يَا رَازِقَ الْعِبَادِ — وَ يَا مُحْيِيَ الْبِلَادِ
وَ يَا فَارِجَ الْغُمُوْمِ

(۹)
وَ يَا مَنْ بِهٖ اَعُوْذُ — وَ يَا مَنْ بِهٖ اَلُوْذُ
وَ مَنْ حُكْمُهُ النُّفُوْذُ — فَمَا عَنْهُ لِيْ شُذُوْذُ
تَبَارَكْتَ مِنْ حَلِيْمٍ

☆هَادِیَ الرشاد: رشد وہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والا۔☆ملهم السداد: نیکی اوردرست عمل کی طرف الہام کرنے والا۔☆محی: زندگی عطا کرنے والا۔☆بلاد: ملکوں۔☆غموم: غم کی جمع،غموں۔☆اعوذ: میں پناہ لیتا ہوں۔☆نفوذ: نافذ ہوتا ہے۔☆تبارکت: تو بڑی برکت والا ہے۔

اے رشد وہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والے رب کائنات! اے راست امور کی طرف الہام کرنے والے مالک! اے بندوں کو رزق عطا فرمانے والے! اے ملکوں کو زندگی عطا فرمانے والے (سب قدرتوں کے مالک) اور اے غم دور کرنے والے۔

اے وہ ذات کہ میں جس کے پاس پناہ حاصل کرتا ہوں جسے اپنا ملجاو ماویٰ بناتا ہوں جس کا حکم جاری ہوتا ہے پس میں اس ذات سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اے حلیم! خالق و مالک تو بڑی برکت والا ہے۔ (اس لیے اس عاجز پہ بھی رحم وکرم فرما)

(۱۰) وَ یَـا مُـطْـلِقَ الْاَسِیْرِ وَیَـا جَـابِـرَ الْـکَسِیْرِ
وَ یَـا مُـغْـنِـیَ الْفَقِیْـرِ وَ یَـا غَـاذِیَ الصَّـغِیْرِ
وَیَا شَافِیَ السَّقِیْمِ

(۱۱) وَ یَـا مَـنْ بِـهٖ اِعْتِـزَازِیْ وَ یَـا مَـنْ بِـهٖ احْتِـرَازِیْ
مِـنَ الـذُّلِّ وَالْـمَخَـازِیْ وَالْاٰفَـاتِ وَالْـمَـرَازِیْ
اَعِذْنِیْ مِنَ الْهُمُوْمِ

☆اَسِیْر: قیدی۔☆جَبَرَ: (باب نَصَرَ سے) جبرًا و جُبُوْرًا وَجَبَارَةً وَجَبَّرًا: گویا۔جَبَرَ: کامعنی ہوا کرنا، اسی طرح۔جَبَرَ: (ن یعنی باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے) جبوراً و جَبْرًا وانْجَبَرَ واتَّجَبَّرَ واجتبر: شکستہ ہڈی کا درست کرنا۔ (ملخصا المنجد) گویا اس کا معنی ہوا درست کرنا، اسی سے جابر ہے یعنی جوڑنے والا، درست کرنے والا۔☆غازی الصغیر: بچے کی پرورش کرنے والا۔☆سقیم: بیمار

مطلب:

اے قیدی کو آزادی عطا فرمانے والے، اے ٹوٹا ہوا جوڑ دینے والے رب! اے فقیر کو غنی بخشنے والے، اے چھوٹی عمر کے بچے کی پرورش کرنے والے رب اور بیماروں کو شفائے کاملہ بخشنے والے (شافی مطلق)۔

اے وہ ذات جس کی وجہ سے میری عزت قائم ہے۔ اے وہ ذات کہ جس کی وجہ سے ذلت ورسوائی، آفتوں اور مصیبتوں سے میری حفاظت ہے۔ مجھے تمام غموں سے پناہ عطا فرما۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے مختلف معاملات کا ذکر فرما کر دعا مانگتے ہوئے خالق کائنات کے

حضور عرض کیا ہے کہ یا اللہ! جب پوری دنیا کسی قیدی کی دشمن بن جائے تو ایسی حالت میں تو ہی اس کی دستگیری فرماتا ہے اور اسے قید سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اے قیدی کو قید خانہ سے نجات عطا فرمانے والے رب! ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والے قادر مطلق، اے فقر و فاقہ کے مارے ہوئے فقیر و نادار کو غنی کر دینے والے رب اور اے چھوٹی عمر کے بچے کی پرورش کرنے والے رب، ہر بیماری کی حالت میں شفا بخشنے والے رب ہمیں بھی ہر قسم کے رنج و غم، مصائب و آلام، ظاہری و باطنی ہمہ قسم کے معاملات اور قید سے نجات عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں کسی کا محتاج نہ رہنے دے۔ ہمہ قسم کے فقر و فاقہ میں گھرے ہوئے فقیر کو بھی تو غنی کرنے والا ہے۔ ہمارے حال پہ خصوصی کرم نوازی فرمادے۔ بچے کی حالت میں اس کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کے دل میں تو ہی محبت ڈالتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس کی پرورش کا سبب بنتے ہیں۔ یہ تیری ہی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے اے بیماروں کو شفا عطا فرمانے والے رب تو شافی مطلق ہے ہمیں بھی ہر قسم کی تکلیف اور بیماری سے نجات عطا فرما۔

اے وہ ذات کہ جس کی وجہ سے میری عزت آج تک قائم ہے۔ اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو میری یہ عزت قائم نہ رہتی اور اے وہ ذات کہ جس کی وجہ سے ذلت و رسوائی، آفتوں اور مصائب و آلام سے آج تک میری حفاظت ہے۔ یا اللہ! تو ہی مہربانی فرماتے ہوئے مجھے ہر قسم کی ذلت و رسوائی، ہمہ قسم کی آفتوں اور مصائب و آلام سے اور ہر قسم کے غموں سے مجھے اپنی پناہ میں رکھ۔

(۱۲) وَمِنْ جِنَّةٍ وَّاِنْسٍ — لِذِكْرِ الْمَعَادِ مُنْسٍ
لِلْقَلْبِ عَنْهُ مُقْسٍ — وَمِنْ شَرِّ غَيِّ نَفْسٍ
وَشَيْطَانِهَا الرَّجِيْمِ

☆ جِنَّةٍ: جن۔ ☆ اِنْسٍ: انسان۔ ☆ معاد: آخرت۔ ☆ مُنْسٍ: بھولنے کی وجہ سے۔ ☆ غَيِّ: گمراہی۔ ☆ الرجیم: راندہ ہوا۔

یا اللہ مجھے تمام جنوں اور انسانوں سے پناہ عطا فرما کیونکہ یہ آخرت بھولنے کا سبب بنتے ہیں کیونکہ یہ اس جہان فانی سے واپسی جانے والے مقام قیامت سے غفلت میں مبتلا کر دیتے ہیں دل کو سخت کر دیتے ہیں۔ نفس کی گمراہی سے پناہ عطا فرما اور راندے ہوئے شیطان سے پناہ عطا فرما۔

فائدہ:

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ جنوں اور (گمراہ) انسانوں کے شر سے پناہ کے سلسلے میں معروضات بارگاہ رب کائنات میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ یا اللہ! جن وانس سے پناہ عطا فرما۔ رب کائنات نے اپنے لافانی کلام میں اسی لیے سورۃ فلق اور والناس نازل فرمائی ہے کہ جنوں اور انسانوں کا شر معمولی شر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

(پ۳۰ سورۃ والناس)

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب، سب لوگوں کا بادشاہ، سب لوگوں کا خدا، اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

سورۃ الفلق:

اسی طرح سورۃ فلق میں یوں بیان فرمایا کہ:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِۙ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَۙ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَۙ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِۙ۝ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝ (سورۃ الفلق پ۳۰)

تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

بھولنے کا سبب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ یا اللہ! تو مجھے جنوں اور انسانوں سے پناہ عطا فرما۔ اس لیے پناہ عطا فرما کہ جن اور انسان بندے کو غافل کر دیتے ہیں۔ غفلت شعاری میں مبتلا ہونے کا سبب بنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے تخلیق فرمایا مگر جن اور انسان دنیا میں محویت کا سبب بن جاتے ہیں گمراہ انسان اور گمراہ جن انسان کو اپنے خالق و مالک سے غافل کر دیتے ہیں انسان کو دنیا و مافیہا میں اس طرح مستغرق کر دیتے ہیں کہ ان کے شر میں مبتلا ہونے والا انسان دنیا و مافیہا میں اتنا محو رت اختیار کر جاتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے احکام بھی بھول جاتا ہے اور یہ بھی بھول جاتا ہے کہ ایک نہ ایک دن یہاں سے چلتے بنتا ہے کل نفسٍ ذائقة الموت

فرمان رب کائنات حق ہے ہر انسان نے موت کا شکار ہو کر یہاں سے چلتے بننا ہے۔ اس کے بغیر کسی طرح بھی گزارا ممکن نہیں۔ جب یہاں سے انسان نے موت کا شکار ہو کر یہاں سے چلتے بننا ہے اس کے بغیر کسی طرح بھی گزارا ممکن نہیں۔ جب یہاں سے انسان رخصت ہو جائے گا تو آخرت کا دن ہوگا۔ تمام جن اور انسان بارگاہ حق میں حاضر ہو جائیں گے۔ تمام زندگی جو اس دنیا میں گزاری تھی اس کا حساب کتاب ہوگا۔ صالحین کو ان کے صالح اعمال کی جزا سے نوازا جائے گا اور کفار و منافقین اور بدکرداروں کو ان کے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ یہ حقیقت بھولنے کا سبب کفار و منافقین اور بدکردار جن اور انسان بنتے ہیں۔ انسان کو اس جہان فانی سے واپسی والے مقام قیامت کے دن سے غافل کر دیتے ہیں، دل کو سخت کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بندہ مزید گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ اس لیے یا اللہ! نفس کی گمراہی سے بھی پناہ عطا فرما اور راندے ہوئے شیطان کے شر سے بھی پناہ عطا فرما۔ آمین

(۱۳) وَ یَا مُنْزِلَ الْمَعَاشِ ... عَلَی النَّاسِ وَالْمَوَاشِیْ

وَالْاَفْرَاخِ فِی الْعَشَاشِ ... مِنَ الطُّعْمِ وَالرِّیَاشِ

تَقَدَّسْتَ مِنْ عَلِیْمٍ

☆منزل اطعاش: روزی بھیجنے والے۔☆مواشی: مویشیوں، جانوروں۔☆عشاش: گھونسلے۔☆افراخ: چڑیوں کے بچے۔مرغ کے بچے۔☆تَقَدَّسْتَ: تو پاک ہے۔☆علیم: سب کچھ جاننے والا۔

اے انسانوں اور جانوروں کے پاس ان کی روزی بھیجنے والے رب کائنات! اور چڑیوں کے ننھے منے بچوں کے پاس ان کے گھونسلوں میں روزی پہنچانے والے۔ چڑیوں کے ننھے منھے بچوں کی ضروریات سے خواہ کھانا ہو یا پَر ہوں یا لباس نقص سے (سب کھ معنی) پر اور لباس عطا فرمانے والے خالق کائنات، اے علیم! تو پاک ہے۔

فائدہ:

یہاں رب کائنات کی صفت ربوبیت کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ اے انسانوں اور جانوروں پہ روزی بھیجنے والے رب کائنات! یا اللہ! تو علیٰ کل شیءٍ علیم ہے۔ تو سب کچھ جانتا ہے اور تو علیٰ کل شیءٍ قدیر بھی ہے کہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا کرتا ہے۔ تجھے سب کچھ علم ہے کہ کسے روزی کتنی پہنچانی ہے اور کہاں پہنچانی ہے؟ کس انداز میں روزی پہنچانی ہے؟ کس مقدار میں روزی پہنچانی ہے؟ کس حالت میں روزی پہنچانی ہے؟ کس عمر میں کتنی روزی پہنچانی ہے؟ اس روزی کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور پھر وہ روزی تو پہنچاتا بھی ہے۔ جسے روزی تو نے پہنچانی ہوتی ہے اسے ہر حال میں روزی پہنچ جاتی ہے خواہ ظاہری حالات کیسے بھی خلاف واقعہ ہوں ہر حال میں مطلوبہ روزی پہنچ جاتی ہے۔ پتھروں میں کیڑوں کو بھی تو ہی رزق پہنچاتا ہے۔ اے انسانوں اور جانوروں کے پاس ان کا رزق بھیجنے والے! چڑیوں کے ننھے منھے بچے جو خود بخود رزق کی تلاش کرنے سے قاصر ہوتے ہیں ان کے پاس ان کے گھونسلوں میں رزق بھیجنے والے رب! تو خوب جانتا ہے کہ اس حال میں انہیں روزی کیسے عطا کرنی ہے۔ آئندہ جب بڑے ہوں گے تو پھر انہوں نے اڑنا ہے رزق کی تلاش کے سلسلے میں انہوں نے اپنے دیگر ساتھی پرندوں کے ساتھ محو پرواز ہونا ہے اس سلسلے میں انہیں پر اور لباس عطا فرمانے والے خالق کائنات، اے علیم تو سب کچھ جانتا ہے تو پاک ہے۔

اللہ علیم ہے:

اللہ تعالیٰ علیم ہے سب کچھ جانتا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ○ (پ۲۸ سورۃ الممتحنہ ۱۰)

اور اللہ علم و حکمت ہے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ (پ۳ سورۃ البقرہ ۲۵۶)

اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

(۱۴) وَيَا مَالِكَ النَّوَاصِيْ — لِلْمُطِيْعَاتِ وَالْعَوَاصِيْ

فَمَا عَنْهُ مِنْ مَّنَاصٍ — لِعَبْدٍ وَّ لَا خَلَاصٍ

لِمَاضٍ وَّ لَا مُقِيْمٍ

(۱۵) وَ یَـا خَیْـرَ مُسْتَعَـاضٍ لِـمَـحْـضِ الْیَـقِیْـنِ رَاضٍ
بِـمَـا هُوَ عَـلَیْـهِ قَـاضٍ مِنْ اَحْـکَـامِـهِ الْمَوَاضِیْ
تَعَالَیْتَ مِنْ حَکِیْمٍ

☆نواصی: پیشانیوں۔☆للمطیعات: مطیع وفرمانبرداروں۔☆عواصی: نافرمانوں۔☆مَاضٍ: گزرے ہوئے۔☆راضٍ: راضی ہونے والا۔☆تعالیت: تو برتر ہے۔☆حکیم: دانا، عقل مند، ہوشیار، فلسفی، طبیب وغیرہ۔☆ مستعاض: جس سے عوض چاہا جائے۔

مطلب:

اے فرمانبرداراور نافرمان پیشانیوں کے مالک، گزشتہ اور باقی رہنے والے کسی بندے کو تجھ سے رہائی اور خلاصی نہیں۔ (سبھی تیری قدرت کاملہ کے ماتحت ہے کوئی بھی تیری قدرت کاملہ سے باہر نہیں)

اے بدلہ تلاش کرنے کے بہترین جائے پناہ، صرف یقین کی بنا پر راضی ہو جانے والے اپنے جاری احکام میں سے ضروری کا اجراء فرمانے والے اے حکیم مطلق تو سب سے اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق:

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کی قدرت کاملہ تمام جہانوں کو محیط ہے کائنات کے ذرے ذرے سے کوئی ذرہ ایسا نہیں جو خالق کائنات کی قدرت کاملہ سے باہر ہو۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ بیان کرتے ہوئے دعا کر رہے ہیں کہ اے پیشانیوں کے مالک یعنی یا اللہ! تو تمام پیشانیوں کا مالک ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو تیری مِلک سے باہر ہو۔ تو سب کا مالک ہے۔ اگر کوئی مطیع وفرمانبردار ہے کہ جو تیرا مطیع وفرمانبردار ہے تو اس کا تو خالق و مالک ہو اور جو کوئی تیرا فرمانبردار نہیں بلکہ نافرمان ہے تو اس کا مالک نہ ہے ایسا ہرگز نہیں تو نافرمان کا بھی مالک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں تو نافرمان ہوں شاید اس طرح رب کی پکڑ سے بچ جائے گا۔ ایسا ممکن ہی نہیں کوئی بندہ بھی تجھ سے تیری رحمت، عنایت اور اذن کے بغیر نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

یا اللہ! تو قادر مطلق ہے۔ جو لوگ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے ہیں اور جو لوگ ابھی زندہ ہیں وہ بھی اور جو تا قیامت ہوں گے سبھی تیری قدرت کے ماتحت ہیں کوئی بھی تیری قدرت کاملہ سے باہر نہیں رہا اور نجات تیری قدرت سے ہی ممکن ہے۔ (اس لیے یا اللہ ہمیں نجات عطا فرما)

بہترین مرجع:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں کہ یا اللہ بہترین مرجع تو ہی ہے۔ جو کوئی نیک اعمال اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے نجات بھی حاصل ہوگی اور نیک اعمال کا اجر بھی بہترین عطا ہوگا۔ اس امید پہ جو کوئی اپنی زندگی گزارتا ہے تیری رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے تو بہترین اجر سے نوازتا ہے۔ محض یقین پہ

راضی ہو جانے والے اور احکام جاریہ کو جاری کرنے والے رب تو برتر ہے۔ تو حکیم مطلق ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن المجیدو الفرقان الحمید

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (پ۲۸ سورۃ الممتحنہ۱۰)

اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ (سورۃ البقرہ۲۲۰ پ۲)

بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ○ (پ۲۵ سورۃ الجاثیہ۲)

کتاب کا اتارنا ہے اللہ عزت و حکمت والے کی طرف ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (پ۲۵ سورۃ الجاثیہ ۳۷)

اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(۱۶) وَ يَا مَنْ بِنَا يُحِيْطُ — وَ عَنَّا الْاَذٰى يُمِيْطُ

وَ مَنْ مُّلْكُهُ الْبَسِيْطُ — وَ مَنْ عَدْلُهُ الْقَسِيْطُ

عَلَى الْبِرِّ وَالْاَثِيْمِ

(۱۷) وَ يَا رَائِيَ الْمَلْحُوْظِ — وَ يَا سَامِعَ اللَّفُوْظِ

وَيَا قَاسِمُ الْحُظُوْظِ — بِاِحْصَآئِهِ الْحَفِيْظِ

بِعَدْلٍ مِّنَ الْقُسُوْمِ

☆یحیط: جو احاطہ کیے ہوئے ہے۔☆الاذیٰ: تکلیفیں۔☆بسیط: لمبا، چوڑا، بڑا وسیع و عریض۔☆اثیم: بد نیک۔☆لفوظ: لفظوں۔☆قاسم: تقسیم کرنے والے۔☆حظوظ: حصوں۔

مطلب:

اے وہ ذات جو ہمیں محیط ہے اور ہم سے تکلیف دہ اُمور کو دور کرتا ہے۔ جس ذات کا ملک بڑا وسیع و عریض ہے جس کا انصاف نیک اور بد ہر قسم کے لوگوں پر بالکل ٹھیک ہے۔

اے نظر کو ملاحظہ فرمانے والے، الفاظ کو صحیح معنوں میں ٹھیک ٹھیک کو سننے والے۔ عادلانہ تقسیم کے ساتھ اپنے محفوظ گنتی کے ساتھ حصے تقسیم کرنے والے مالک۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے کوئی چیز بھی اس کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں قرآن مجید میں کفار کے لیے خصوصیت سے بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو محیط ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو محیط نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مومن تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ مومن تو جانتا ہے بلکہ مومنوں کا تو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر اس سلسلے میں کفار کو انکار تھا وہ تسلیم نہیں کرتے تھے نہ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے اور نہ ہی رازق تسلیم کرتے نہ ہی آخرت کے دن کو تسلیم کرتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ ان کفار کہ جنہیں دنیا میں آسائش کی زندگی عطا کی ہے۔ ان میں سے کچھ تو اپنے آپ کو رب کہلانے لگے ہیں مومنوں کو تکالیف پہنچاتے ہیں میری قدرت کاملہ کا انکار کرتے ہیں انہیں خصوصیت سے فرمایا ہے کہ خبردار تم میری قدرت سے باہر نہیں جب حساب کتاب ہوگا تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا ملے گی اس سزا سے تم بچ نہ سکو گے اس لیے کفار کے سلسلے میں خصوصیت سے فرمایا:

(۱۸) وَ يَا مَنْ هُوَ السَّمِيْعُ ۔۔۔ وَ مَنْ عَرْشُهُ الرَّفِيْعُ
وَ مَنْ خَلْقُهُ الْبَدِيْعُ ۔۔۔ وَ مَنْ جَارُهُ الْمَنِيْعُ
مِنَ الظَّالِمِ الْغُشُوْمِ

(۱۹) يَا مَنْ حَبَا فَاَسْبَغْ ۔۔۔ مَا قَدْ حَبَا وَسَوَّغْ
وَ يَا مَنْ كَفٰى وَبَلَّغْ ۔۔۔ مَا قَدْ كَفٰى وَ اَفْرَغْ
مِنْ مَنِّهِ الْعَظِيْمِ

مطلب:

اے وہ ذات جو آہستہ اور بلند، ہر قسم کی آواز اور دعا سننے والی ہے۔ جس کا عرش بڑا رفیع الشان ہے۔ جس کی خلقت بڑی ہی عجیب و غریب ہے جس کا ہمسایہ بے حد ظالم کے ظلم سے بھی محفوظ ہے۔

اے وہ ذات جس نے عطا فرمایا تو بڑی وسعت کے ساتھ عطا فرمایا اور تحقیق جو کچھ عطا فرمایا، بہترین مناسب انداز سے عطا فرمایا کفایت کی اور اپنے عظیم احسان کے ساتھ کفایت کے انداز سے پہنچایا اور عطا فرمایا۔

(۲۰) وَ مَلْجَاءَ الضَّعِيْفِ ۔۔۔ وَ يَا مَفْزَعَ لِلَّهِيْفِ
تَبَارَكْتَ مِنْ لَطِيْفٍ ۔۔۔ رَحِيْمٍ بِنَا رَؤُفٍ
خَبِيْرٍ بِنَا كَرِيْمٍ

(۲۱) وَ یَا مَنْ قَضٰی بِحَقٍّ عَلٰی نَفْسِ کُلِّ خَلْقٍ
وَفَاۃً بِکُلِّ اُفْقٍ فَمَا یَنْفَعُ التَّوَقِّی
مِنَ الْمَوْتِ وَالْحَتُوْمِ

مطلب:

اے کمزور کے جائے پناہ، اے مصیبت کے مارے کی پناہ کی جگہ اے بہت بڑے مہربان تو بڑا برکت والا، تو ہم پہ رحیم اور رؤف ہے۔ ہماری خبر رکھنے والا کریم ہے۔

اے وہ ذات کہ جس نے تمام مخلوق کی جان کے بارے میں موت کے سلسلے میں حق فیصلہ فرمایا پس موت اور قضا سے ڈرنا نفع بخش نہیں۔ (کیونکہ اگر موت سے ڈریں تو پھر بھی مرنا ہے اگر نہ ڈریں تو پھر بھی مرنا ہے یعنی ہر حال میں موت کا شکار ہونا پڑے گا۔ اس لیے موت سے ڈر کر بیٹھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ فائدہ اس میں ہے کہ موت کے بعد آنے والے وقت کے فائدے کے سلسلے میں اعمال صالح اختیار کریں تا کہ موت کا ڈر نہ رہے)

فائدہ:

یعنی موت نے ہر حال میں آنا ہے اور ضرور آنا ہے اس سے ڈرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلکان کیے رکھنا نہ نیکی کی طرف توجہ کرنا اور نہ ہی گناہوں سے دوری اختیار کرنا یہ قطعاً مناسب نہیں بہ ایں معنی ڈرنا کسی کام کا نہیں ہاں موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اس لیے گناہوں سے توبہ کرنا، آئندہ زندگی کے لیل ونہار قرآن وسنت کے مطابق گزارنا۔ موت سے ڈرتے ہوئے کہ ایک نہ ایک دن مرنا ہے اس لیے کسی کو دکھ اور تکلیف نہ پہنچانا بلکہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کے سلسلے میں خوب ہوشیار رہنا ایسا ڈرنا مفید ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار میں پہلے والا ڈرنا مراد ہے نا کہ موت کا سنتے ہی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا، کسی کی طرف توجہ ہی نہ کرنا کہ مر تو جانا ہے جب مرنا ہی ہے تو اساتذہ کرام کے ڈنڈے اور علوم اسلامیہ کے سلسلے میں تکالیف اٹھانے کا کیا فائدہ، مر تو جانا ہے نماز، روزہ حج وغیرہ کے سلسلے میں اپنا جسم کیوں کھپاتے پھریں، مر تو جانا ہے۔ تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کر کے اپنی زندگی تکالیف میں گزارنے کا کیا فائدہ وغیرہ۔ موت کے سلسلے میں ایسا ڈر اور خوف مفید نہیں بلکہ انتہائی نقصان دہ ہے۔

(۲۲) تَـرَانِـیْ وَلَآ اَرَاکَ وَ لَا رَبَّ لِـیْ سِـوَاکَ
فَـقُـدْنِـیْ اِلٰـی هُـدَاکَ وَ لَا تَـغْشِـیْ رِدَاکَ
بِتَوْفِیْقِکَ الْعُصُوْمِ

(۲۳) وَ یَـا مَـعْـدَنَ الْجَلَالِ وَذَا الْعِزِّ وَ الْجَمَالِ
وَذَا الْکَیْدِ وَالْمِحَالِ وَذَا الْمَجْدِ وَالْفَعَالِ

تَعَالَيْتَ مِنْ رَّحِيْمٍ

☆ترانی: تو مجھے دیکھتا ہے۔☆عصوم: نگاہ رکھنے والی، بچانے والی۔☆معدن: مخزن، سرچشمہ۔☆کید: تدبیر، خفیہ تدبیر کرنا مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں ہوں گے بلکہ کفار اور گمراہوں کو حیلے اور بہانوں کی سزا دینے والے رب معنی ہوں گا۔ اسی طرح کید کا معنی بھی اسی طرح ہوگا ورنہ حق تعالیٰ کو کید (حیلے) بہانے کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ کوئی عاجز ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کی عجز سے پاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر ہے۔☆ذالمجد: صاحب بزرگی۔☆تعالَیت: تو برتر و اعلیٰ ہے۔☆غشی: ڈھانک لینا۔

مطلب:

یا اللہ! تو مجھے ملاحظہ فرماتا ہے (جبکہ) میں تجھے دیکھنے سے قاصر ہوں۔ یا اللہ تیرے سوا میرا کوئی پروردگار نہیں (یعنی میرا صرف تو ہی پروردگار ہے۔) پس تحقیق مجھے اپنی ہدایت کی طرف لے جا۔ اپنی حفاظت کرنے والی توفیق سے تحقیق مجھے اپنی ہدایت کی طرف لے چل اور اپنی تباہی سے مجھے نہ گھیر۔

اے معدنِ جلال عزت و جلال اور جمال کے مالک، تدبیر اور حیلہ والے بزرگی و احسان کے مالک اے رحیم تو بڑا بزرگ و برتر ہے۔

(۲۴) اَجِرْنِیْ مِنَ الْجَحِیْمِ وَ مِنْ هَوْلِهَا الْعَظِیْمِ
وَ مِنْ عَیْشِهَا الذَّمِیْمِ وَ مِنْ حَرِّهَا الْمُقِیْمِ
وَ مِنْ مَّآءِ هَا الْحَمِیْمِ

(۲۵) وَ اَصْحِبْنِیَ الْقُرْاٰنَ وَاَسْکِنِّیْ الْجِنَانَ
وَ زَوِّجْنِیْ الْحِسَانَ وَ نَاوِلْنِیَ الْاَمَانَ
اِلٰی جَنَّةِ النَّعِیْمِ

☆اجرنی: مجھے پناہ عطا فرما۔☆جحیم: جہنم۔☆ذمیم: ذلیل۔☆حَرٌّ: آگ۔☆حمیم: گرما۔☆اصبحنی: میرا ساتھی بنا۔☆اَسْکِنِّیْ: میرا ٹھکانہ بنا۔☆جنان: جنتوں۔

مطلب:

یا اللہ! مجھے جہنم سے پناہ عطا فرما، اس کی عظیم ہیبت سے مجھے نجات عطا فرما، جہنم کی ذلیل زندگی اور اس کی ہمیشہ والی آگ سے (ہماری) حفاظت فرما اور یا اللہ! اس کے گرم پانی والے عذاب سے بھی مجھے نجات عطا فرما۔

یا اللہ! تو قرآن مجید کو میرا ساتھی بنا دے۔ (یعنی قرآن مجید کے مطابق مجھے زندگی گزارنے والا بنا دے کہ ہر عمل میں قرآن مجید میرا ساتھی ہو یعنی میں ہر عمل میں قرآن مجید کے مطابق زندگی گزاروں) میرا مقام جنتوں میں بنا دے میرا نکاح جنتی

حسین وجمیل حوروں کے ساتھ کرا اور مجھے جنت نعیم میں امن وسکون عطا فرما۔

جہنم کے مناظر:

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہنم سے پناہ طلب کی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند جہنم کے مناظر پیش کر دیئے جائیں تا کہ ممکن ہے جہنم کے مناظر مطالعہ کر کے ہی کسی کی غفلت کا پردہ چاک ہو جائے۔

انہتر درجہ زیادہ تیز آگ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّیْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، باب صفۃ النار واہلہا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری آگ دوزخ کی آگ کا ستر واں جزو ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ ہی آگ کافی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ آگ دنیا کی تمام آگ سے انہتر درجہ زیادہ تیز رکھی گئی ہے ہر درجہ اس آگ کی مثل ہے۔

فائدہ:

دوزخ کی آگ کی تیزی دنیا کی آگ سے ستر گنا ہے جیسے دنیا کی تمام آگ مختلف قسم کی گرم ہوتی ہیں گھاس پھوس کی آگ ہلکی ہوتی ہے کیکر وغیرہ کی لکڑی کی آگ تیز ہوتی ہے ویلڈنگ کی آگ بہت ہی سخت تیز ہوتی ہے جو لوہے تانبہ کو بھی گلا دیتی ہے یونہی وہ آگ یہاں کی اعلیٰ سے اعلیٰ آگ سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۵۳۱)

سب سے ہلکے عذاب والے دوزخی کے انجام کا منظر:

وَعَنِ النعمانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَّهٗ نَعْلاً وَ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ یَغْلِیْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا یَغْلِیْ الْمِرْجَلُ مَایُرٰی اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَاَنَّهٗ لَا هُوَ نَهُمْ عَذَابًا

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، باب صفۃ النار واہلہا)

حضرت نعمان ابن بشیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہوگا جس کے لیے آگ کا جوتا اور دو تسمے ہوں گے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے جیسے ہانڈی کھولتی ہے وہ نہ سمجھے گا کہ کوئی بھی اس سے سخت تر عذاب والا ہے حالانکہ وہ ان سب میں ہلکے عذاب والا ہوگا۔

فائدہ:

دوزخ کے مختلف طبقے ہیں ہر طبقہ کا عذاب مختلف ہے اونچے طبقے کا عذاب نیچے سے ہلکا ہوگا اونچے طبقے کے دوزخیوں میں بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کا ذکر یہاں ہے۔ خیال رہے کہ اگر کالا دانہ پاؤں کی انگلی میں نکل آوے تو اس سے سر چکراتا ہے مریض کہتا ہے میری کھوپڑی پھٹی جارہی ہے اس کا نمونہ دنیا میں ہی قائم ہے لہٰذا اس حدیث پر اعتراض نہ کرو کہ سر کا پاؤں سے کیا تعلق ہے آگ کی جوتی یا تو انگاروں سے بنی ہوئی جوتی ہوگی یا آگ سے تپائی ہوئی جوتی پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی اس کے صرف پاؤں میں آگ ہوگی باقی جسم میں نہیں۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۵۴۳)

جہنمیوں کے پانی پینے کا منظر:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی رب کے اس قول کے متعلق کہ یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ پلایا جائے پیپ کے پانی سے جسے بمشکل نگلے گا فرمایا یہ اس کے منہ کے قریب کیا جائے گا وہ اسے ناپسند کرے گا جب اس سے قریب کیا جائے گا تو اس کا چہرہ بھون دے گا اور اس کے چہرے کی کھال گر جائے گی پھر جب اسے پیئے گا تو اس کی آنتیں کاٹ دے گا حتیٰ کہ اس کی دبر سے نکل جائے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاسْقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ

وہ گرم پانی پلائے جائیں گے وہ آنتیں کاٹ دے گا۔

اور فرماتا ہے۔

وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ

اگر پانی مانگے گا تو تلچھٹ جیسا پانی دیئے جائیں گے جو چہرہ بھون دے گا یہ برا پانی ہے۔

(راوی الترمذی، مشکوٰۃ شریف باب صفۃ النار واہلہا)

فائدہ:

عربی میں صدید کہتے ہیں کچے لہو کو یعنی پیپ جس میں خون کی سرخی نمودار ہو یہ دوزخیوں کے پینے کا پانی ہوگا خیال رہے کہ ان کو کبھی یہ کچے لہو پلایا جائے گا حالانکہ کبھی کھولتا پانی لہٰذا حمیم والی آیت بھی درست ہے اور صدید والی آیت بھی صحیح ہے ان میں تعارض نہیں۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۵۴۴)

دوزخیوں کا کھانا:

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قُطِرَتْ فِی الدُّنْیَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَایِشَهُمْ فَكَیْفَ بِمَنْ یَّكُوْنُ طَعَامَهٗ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف، باب صفۃ النار واہلہا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی کہ:

اِتَّقُوْا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَo

اللہ سے ڈرو۔ اس کے ڈرنے جیسا حق اور نہ مرو مگر اسی حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں پر ان کی روزیاں خراب کر دے تو اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہو۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ کے متعلق حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف)

اور امام ترمذی نے بیان فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی ہے۔

زقوم:

زقوم تھوڑ کو کہتے ہیں وہاں دوزخیوں کی یہ غذا ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زقوم (ناگ پھن) نچوڑی جائے اس کی ایک بوند زمین پر ٹپکا دی جائے لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ زقوم کسی پانی کا نام نہیں پھر اس کا قطرہ کیسا اور ٹپکانا۔ کیا سیب پھل ہے مگر اس میں عرق ہے جو نچوڑنے سے ٹپکتا ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۵۴۴)

دوزخ میں دوزخیوں کے ہونٹوں کی کیفیت:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَھُمْ فِیْھَا کَالِحُوْنَ قَالَ تَشْوِیْہِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُہُ الْعُلْیَا حَتّٰی تَبْلُغَ رَاْسَہٗ وَیَسْتَرْخِیْ شَفَتُہُ السُّفْلٰی حَتّٰی تَضْرِبَ سُرَّتَہٗ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف باب صفۃ النار واہلہا)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا وہ دوزخی دوزخ میں منہ سکوڑے ہوں گے فرمایا اسے آگ بھون دے گی تو اس کا اوپری (اوپر والا) ہونٹ سکڑ جائے گا حتیٰ کہ سر تک پہنچ جائے گا اور اس کا نچلا ہونٹ لٹک جائے گا حتیٰ کہ اس کی ناف پر پڑے گا۔

فائدہ:

دوزخ کی کیفیت جاننے کے لیے قرآن مجید، کتب احادیث خصوصاً حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ کتاب۔ (البدور السافرہ فی احوال الاخرہ) جو عربی پڑھنا نہیں جانتے صرف اردو جانتے ہیں وہ البدور السافرہ کا اردو ترجمہ احوال آخرت کا مطالعہ فرمائیں البدور السافرہ کا ترجمہ احوال آخرت کے نام سے مجدد دور حاضر فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر مفتی ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین انداز میں کیا ہے اس کی خوبیاں اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوں گی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو اس کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیے۔

(۲۶) اِلٰی نِعْمَةٍ وَّ لَهْوٍ — بِغَيْرِ اسْتِمَاعِ لَغْوٍ
وَلَا بِاذِّكَارِ شَجْوٍ — وَلَا بِاعْتِدَادِ شَكْوٍ
سَقِيْمٍ وَّ لَا كَلِيْمٍ

(۲۷) اِلَى الْمَنْظَرِ النَّزِيْهِ — الَّذِيْ لَا لُغُوْبَ فِيْهِ
هَنِيْئًا لِّسَاكِنِيْهِ — فَطُوْبٰى لِعَامِرِيْهِ
ذَوِي الْمَدْخَلِ الْكَرِيْمِ

☆لَهْوٍ: کھیل کود۔☆استماع: سنوں۔☆اعتدادِ شکو: شکوہ شکایت گنوں۔☆لِعَامِرِيْهِ: اس کے آباد کرنے والوں کو۔☆ذَوِي المدخل الكريم: بزرگ ومقدس مقام کے رہنے والے۔

مطلب:

نعمت اور کھیل کے بغیر کوئی لغو بات سنوں۔اس کے بغیر کسی رنج اور غم کو یاد کروں، اس کے بغیر کوئی شکوہ شکایت کروں، مجھے بیماری بھی لاحق نہ ہو اور نہ ہی زخمی ہوں۔یعنی مجھے ہر حال میں امن وسکون عطا فرما۔

یا اللہ مجھے ایسے صاف ستھرے منظر والے مقام پر امان عطا فرما جہاں تھکاوٹ اور کسی بھی قسم کی بیماری نہ ہو۔ایسے مقام پر رہنے والوں کو محض بشارت ہی بشارت ہو اور ایسی بہترین جگہ آباد کرنے والوں کو مبارک ہو۔انہیں مبارک ہو جو ایسے بزرگ مقام پہ رہنے والے ہیں۔

جنتی مناظر:

الفقیر ابو احمد اویسی چند جنتی مناظر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تاکہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کی رضا والے مقام کے حصول کے لیے نیک اعمال کی طرف متوجہ ہوں۔

ایک جنتی درخت کا سایہ:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، باب صفۃ الجنۃ واہلہا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے گا اور وہ طے نہ کر سکے گا اور تم میں سے ایک کے کمان کی جگہ جنت میں اس

سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہو۔

فائدہ:

یہ درخت شجرہ طوبیٰ ہے جس کے ہر پتہ پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے۔ یا تجلی الٰہی اور وہاں کی نورانیت، اس کا سایہ ہوگا یا خود اس درخت کا نور ہوگا ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے ہیں غرضیکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن اور رات مہینے و سال ہوتے تو سو سال لگتے۔
(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷ ص ۴۷۸)

جنتی بازار:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاتُوْنَهَا كُلَّ جُمْعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْشُوْهُ وَفِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَ جَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَ جَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا جَمَالًا (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الجنۃ واہلہا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو آئیں گے تو شمال کی طرف سے ہوا چلے گی ان کے چہروں ان کے کپڑوں میں بھر جائے گی جس سے ان کا حُسن و جمال اور بڑھ جائے گا پھر یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے جو حُسن میں و جمال میں بڑھ چکے ہوں گے ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم! تم تو ہمارے پیچھے حُسن و جمال میں بڑھ گئے تو یہ کہیں گے رب کی قسم! تم لوگ بھی ہمارے پیچھے حُسن و جمال میں بہت بڑھ گئے۔

جنتیوں کے حُسن و جمال کا منظر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا۔ وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوگا جوان سے متصل ہوں گے آسمان کے تیز چمکدار تارے کی روشنی میں ہوں گے ان سب کے دل ایک دوسرے کے دل کے موافق ہوں گے کہ نہ ان میں مخالفت نہ بغض۔ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے جن کی پنڈلیوں کی مینگ حُسن کی وجہ سے ہڈی و گوشت کے اوپر سے دیکھی جائے گی۔ صبح و شام اللہ کی تسبیح پڑھیں گے نہ کبھی بیمار ہوں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن لوبان اور ان کا پسینہ مشک ہوگا۔ ایک آدمی کے عادت پر اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے شکل پر ساٹھ گز بلند۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، بخاری شریف)

جنت میں جوانی ختم نہ ہوگی:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو جنت میں جائے گا خوش رہے گا کبھی غمگین نہ ہوگا نہ اس کے کپڑے گلیں نہ اس کی جوانی ختم ہو۔

فائدہ:

جنت میں ہر چیز کو قرار ہے تبدیلی کسی چیز میں نہیں فنا کسی کو نہیں، جوانی، لباس، خوشی، عیش، ہر چیز ہمیشہ کی ہے کوئی فنا نہ ہوگا حتیٰ کہ وہاں کے پھل کھا لینے کے بعد بھی فنا نہیں وہ ہی پھل جو کھایا ویسا ہی باقی اکھا دائم جیسے ہوا۔ دھوپ استعمال کرنے کے بعد بھی ویسے ہی باقی رہتی ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۷ ص ۴۸۶)

جنت کا میٹیریل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ:
میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے؟
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ: پانی سے
ہم نے عرض کیا: جنت کا میٹریل کیا ہے؟
فرمایا: ایک اینٹ سونے کی، ایک اینٹ چاندی کی اور اس کا گارا خالص مشک کا ہے اور اس کی بجری موتی اور یاقوت ہے اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو وہاں داخل ہوگا خوش رہے گا غمگین نہ ہوگا ہمیشہ رہے گا کبھی نہ مرے گا۔ ان کے کپڑے گلیں گے نہیں۔ اس کی جوانی فنا نہ ہوگی۔ (رواہ احمد والترمذی والدارمی، مشکوۃ شریف)

جنتی درخت:

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ (ترمذی شریف، مشکوۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوئی درخت نہیں مگر اس کا تنا سونے کا ہے۔

جنتی دروازے میں سے گزرتے ہوئے ہجوم:

وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِیْ

فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَانَّ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَابَيْنَ مِصْرَا عَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَاتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ (مسلم شریف، مشکوۃ شریف)

حضرت عتبہ ابن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ دوزخ کے کنارہ سے پتھر ڈالا جائے گا تو اس میں ستر سال گرے گا اس کی تہہ نہ پائے گا۔ رب کی قسم! وہ بھری جائے گی اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ جنت کی چوکھٹوں میں سے دو چوکھٹوں کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہے اور اس پر ایک ایسا دن آئے گا جب وہ بھیڑ کی وجہ سے ٹھسا ہوگا۔

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

یعنی جنت کے ہر دروازہ کی چوڑائی چالیس سال کی راہ ہے اس قدر وسعت کے بعد جب جنتی اس میں داخل ہوں گے تو ان کے کھوے سے چھلتے ہوں گے ازدحام اور بھیڑ کا یہ حال ہوگا خیال رہے کہ یہ ٹھسا جب ہوگا جبکہ عام جنتی داخل ہوں گے سب سے پہلے ہمارے حضور داخل ہوں گے دروازہ کھلے گا انہیں کے لیے پھر دوسرے انبیاء اکرام پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ترتیب وار پھر دوسری امتیں جس جماعت کے داخلہ کی باری آوے گی دروازہ ٹھس جاوے گا اللہ ہم کو بھی نصیب کرے۔
(مراۃ شرح مشکوۃ ج ۷ ص ۴۹۱)

بابا فرید کا جنتی دروازہ:

بابا فریدالدین گنج شکر کے دربار شریف پہ ہر سال محرم شریف کے مخصوص ایام میں ایک دروازہ کھلتا ہے جسے بہشتی دروازہ کہا جاتا ہے۔ اس بہشتی دروازے کی حقیقت کے متعلق اگر قدرے تفصیلی مطالعہ مطلوب ہو تو مجدد دور حاضرہ فیض ملت، شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ مولانا ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا رسالہ (بابا فرید کا بہشتی دروازہ) مطالعہ کیجیے۔ بعض لوگ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کے بہشتی دروازہ سے گزرتے ہوئے بڑا ہجوم ہوتا ہے۔
جبکہ بہشتی دروازے تو اتنے کھلے ہوں گے کہ اتنی وسعت بے انتہا بیان کی گئی ہے یہ کیسا دروازہ ہے کہ اتنے ہجوم میں گزرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اس گزرتے ہوئے ہجوم کو دیکھ کر محض ہجوم کو سبب ٹھہرایا جاتا ہے کہ دیکھیں جی ایسا دروازہ بہشتی دروازہ نہیں ہوسکتا۔

دیکھیئے یہ حدیث مبارکہ مسلم شریف میں بھی ہے مشکوۃ شریف میں بھی ہے اور اس جیسی مزید احادیث دیگر کتب احادیث میں بھی مل جائیں گی کہ جس سے واضح ہوگا کہ ایسا ہجوم تو ان شاء اللہ بہشت میں جاتے ہوئے اس سے بھی زیادہ ہجوم ہوگا ایسے ہجوم کو بنیاد بناتے ہوئے ناجائز کہنا تو کوئی بات نہ ہوئی حق تعالیٰ حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ اور بہشتی دروازہ کے متعلق قدرے تفصیلات الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (حیات

الفرید) اور زیر ترتیب کتاب (تجلیات الفرید) اور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب کلام اور اس کی شرح کے سلسلے میں ہماری تصنیف لطیف (فیضان الفرید) کا مطالعہ کیجیے۔ فیضان الفرید میں خصوصاً وہ موتیٰ نتھا موت تھیں پہ بڑی نفیس بحث لکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مطالعہ کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ الفقیر کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین ثم آمین

جنتی دروازوں میں هجوم کا منظر:

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے دوسرے پٹ کی درمیانی مسافت چالیس سال ہے اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ ہجوم سے پُر ہوگا۔

(البدور السافرہ فی احوال الآخرہ ص ۶۳۲ فی مسلم، احمد طبرانی فی الکبیر، بیہقی)

جنتی دروازوں میں سے گزرنے کا ایک منظر:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے اس دروازے کا عرض جس سے میری امت داخل ہوگی تیز رفتار گھوڑے پر سوار تین دن کی مسافت طے کرنے کی مقدار کے برابر ہے پھر وہ ایک دوسرے کو ہجوم کی وجہ سے بھینچیں گے یہاں تک کہ قریب ہے کہ ان کے کاندھے اتر جائیں۔ (البدور السافرہ ص ۶۳۲ بحوالہ ترمذی، بیہقی)

جنت میں داخلے کا ایک منظر:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ (راوی کو شک ہے) جنت میں داخل ہوں گے تو ہجوم سے ایک دوسرے پر گرتے ہوں گے ان کا پہلا جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک آخری داخل نہ ہوا یک دوسرے کو پکڑتے ہوئے ہجوم سے گرتے نظر آئیں گے ان کے چہرے چودھویں شب کے چاند کی طرح ہوں گے۔ (البدور السافرہ فی احوال الآخرہ ص ۶۳۳ بحوالہ بخاری، مسلم، طبرانی فی الکبیر)

(۲۸) اِلٰی مَنْزِلٍ تَعَالٰی — بِالْحُسْنِ قَدْ تَلَالَا
بِالنُّوْرِ قَدْ تَوَالَا — تَلْقٰی بِهِ الْجَلَالَا
قَدْ حُفَّ بِالنَّسِيْمِ

(۲۹) اِلَی الْمَفْرَشِ الْوَطِیِّ — اِلَی الْمَلْبَسِ الْبَهِیِّ
اِلَی الْمَطْعَمَ الشَّهِیِّ — اِلَی الْمَشْرَبِ الْهَنِیِّ
مِنَ السَّلْسَلِ الْخَتِيْمِ

☆منزلِ تعالیٰ: بلند مقام۔ ☆تلقی: ملاقات کروگے، پاؤگے۔ ☆حُفَّ: گھرا ہوا۔ ☆نسیم: بادصبا۔ ☆مَفْرَشِ الْوَطِیُّ: نرم بستر۔ ☆الملبس البھی: خوبصورت لباس۔ ☆مطعم الشھی: مرغوب کھانا۔ ☆مشرب الھنی: خوشگوار مشروب۔ ☆ ختیم: مہر لگی ہوئی۔

مطلب:

ایسا بلند و بالا مقام، جو خوبصورتی کی وجہ سے چمکتا ہوا اس پہ مسلسل انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہو۔ تم ایسے مقام میں رعب و دبدبہ اور جلال پاؤ گے تحقیق وہ عظیم مقام بادِ صبا سے گھرا ہوا ہے۔

یا اللہ اس مقام میں نرم نرم بستر، خوبصورت کپڑے، پسندیدہ کھانے، دل پسند خوشگوار مشروب، مہر لگا ہوا آسانی کے ساتھ گلے سے اترنے والا پانی عطا فرما۔

جنتی بستر و لباس اور کھانا پینا:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جنت کا ایک شخص جنت میں ستر مسندوں پر تکیہ لگائے ہوگا اس کے کروٹ لینے سے پہلے پھر اس کے پاس ایک عورت آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے گی یہ شخص اس کے رخسار میں اپنا منہ دیکھے گا (اس کا چہرہ آئینہ سے زیادہ صاف ہوگا یعنی اس کا چہرہ دنیوی آئینہ سے بھی زیادہ صاف ہو گا) اس پر ادنیٰ موتی پورب پچھم کے درمیان کو چمکا دے گا۔

فائدہ:

یہ حدیث مبارکہ مشکوٰۃ شریف میں ہے یہ ایک حدیث مبارکہ کا ایک حصہ بیان کیا ہے اس سے آگے بھی حدیث مبارکہ ہے۔

بہشت کے کھانے خوب ہیں:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالْكَوْثَرُ قَالَ ذَاكَ نَهْرٌ اَعْطَانِيَّةِ اللّٰهُ يَعْنِىْ فِى الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ فِيْهُ طَيْرٌ اَعْنَا قُهَا كَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عِمْرَانُ هٰذِهٖ لَنَا عِمَّةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْلَتُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ الجنۃ واہلہا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک نہر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی۔ یعنی جنت میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا۔ اس میں پرندے جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں۔ عمران بولے یہ تو خوب ہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہاں کے کھانے ان سے بھی زیادہ خوب ہیں۔

رنگا رنگ جنتی کھانے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وَ مَسَاكِنُ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: وہ محلات جنت میں موتیوں کے ہوں گے ایک محل میں ستر دار ہوں گے سرخ یاقوت کے اور ہر دار میں ستر

زمرد سبز کے گھر ہوں گے اور ہر گھر میں ستر تخت ہوں گے۔ ہر تخت پر ستر رنگا رنگ بستر ہوں گے ہر بستر پر جنتی کی زوجہ حورعین ہوں گی۔ ہر گھر میں ستر دستر خوان ہوں گے اور ہر دستر خوان کے ستر کھانے رنگا رنگ ہوں گے ہر صبح کو اسے اس طرح کے طعام ملیں گے۔
(البدور السافرہ ص ۶۳۹ بحوالہ طبرانی فی الاوسط، ابن المبارک)

جنت کے ثمرات:

جنت میں کھانے کے لیے بے شمار پھل ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ ثَمَرٰتِ" (پ۲۶ سورۃ محمد ۱۰)
اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں۔
فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ (پ۲۷ سورۃ الرحمٰن ۲۸)
ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ (کنز الایمان شریف)

فائدہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ایک انار کے دانے کھائے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا مجھے حدیث پہنچی ہے کہ دنیا میں جو انار ہیں ان کا ایک دانہ جنت سے لایا گیا ممکن ہے تو یہی وہ دانہ ہو۔
(البدور السافرہ ص ۶۵۷)

جنت میں بھنا ہوا پرندہ:

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جنتی پرندے کی خواہش کرے گا تو اس پر بڑے بڑے اونٹ جیسا اس کے دستر خوان پر گرے گا جسے دھواں نہ پہنچا ہوگا اور نہ آگ نے مس کیا ہوگا وہ اس سے سیر ہو کر کھائے گا پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا۔

جنتیوں کے لیے پہلا کھانا:

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر مہمان کے لیے مہمانی ہوتی ہے میں آج تمہیں مچھلی اور بیل کی مہمانی کھلاتا ہوں۔ اس پر اہل جنت کو مہمانی پیش کی جائے گی۔
(البدور السافرہ ص ۶۶۱ بحوالہ ابن المبارک)

جنتی جنت میں سب سے پہلے کیا کھائیں گے:

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہودی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہمیں خبر دیجیے کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے کیا کھائیں گے؟
آپ نے فرمایا: مچھلی کا جگر (البدور السافرہ ص ۶۶۱ بحوالہ طبرانی فی الکبیر)

فائدہ:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کے ایک عالم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے جب یہ زمین تبدیل ہو جائے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے پل صراط پر عبور کرنے والے فقراء مہاجرین، عرض کی یا رسول اللہ! اہل جنت کا تحفہ کیا ہوگا جب وہ جنت میں داخل ہوں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مچھلی کے جگر کا حصہ۔

عرض کی گئی۔ اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کے لیے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جس کے اطراف گوشت کو کھائیں گے۔

عرض کی گئی: ان کا پینا کیا ہوگا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہشت کے ایک چشمے سے جس کا نام سلسبیل ہے۔

اس نے عرض کی: آپ نے سچ فرمایا۔ (مسلم شریف، البدور السافرہ ص ٦٦١)

اہل جنت کے پینے کی اشیاء:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ (پ٢٣، سورۃ ص ٥١)

ان میں تکیہ لگائے ان میں بہت سے میوے اور شراب مانگتے ہیں۔

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (پ٢٩ سورۃ الدھر ٢١)

اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُاللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا (پ٢٩ سورۃ الدھر ٦-٥)

بے شک نیک پئیں گے اس جام میں جس کی ملونی کافور ہے وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جاتے ہیں۔

فائدہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل جنت میں سے ایک شخص جنت کی شراب چاہے گا تو شراب کا کوزہ خود بخود اس کے ہاتھ میں آجائے گا اسے وہ پیئے گا جب وہ پی لے گا تو وہ کوزہ اپنی جگہ پر چلا جائے گا۔

(البدور السافرہ ص ٦٦٨ بحوالہ ابن المبارک، ابن ابی الدنیا)

☆......☆......☆

ثابت قدمی کی دعا

(۱) یَـا رَبِّ ثَبِّتْ قَـدَمِـیْ وَقَلْبِـیْ ۔۔۔ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسْبِیْ

☆ثَبِّتْ قَدَمِیْ: مجھے ثابت قدم رکھ۔☆سُبْحَانَكَ: تو پاک ہے۔☆اَنْتَ حَسْبِیْ: تو مجھے کافی ہے۔

مطلب:

یارب! مجھے ثابت قدم رکھ اور میرے دل کو بھی مضبوطی عطا فرما یا اللہ تو (ہر عیب سے) پاک ہے اور تو میرے لیے کافی ہے۔

فائدہ:

اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام اور اسلامی احکام پہ ثابت قدم رہنے کی دعا مانگی ہے اور اپنے دل کی مضبوطی کے لیے دعا مانگی ہے کہ یا اللہ تو میرے دل کو مضوطی عطا فرما۔

☆......☆......☆

دافع سر درد اور دافع کدورت کا مجرب عمل

(۱) ثُلٰثُ عَصِیٍّ صُفِّفَتْ بَعْدَ خَاتَمٍ ۔۔۔ عَلٰے رَأْسِهَا مِثْلَ السِّنَانِ الْمُقَوَّمِ

(۲) وَمِیْمٌ طَمِیْسٌ اَبْتَرُ ثُمَّ سُلَّمٌ ۔۔۔ اِلٰی كُلِّ مَامُوْلٍ وَّ لَیْسَ بِسُلَّمِ

(۳) وَاَرْبَعَةٌ مِّثْلَ الْاَصَابِعِ صُفِّفَتْ ۔۔۔ تُشِیْرُ اِلَی الْخَیْرَاتِ مِنْ غَیْرِ مِعْصَمِ

(۴) وَهَـآءٌ شَقِیْقٌ ثُمَّ وَا وٌ مُّقَوَّسٌ ۔۔۔ عَلَیْهَا اِذَا یَبْدُو كَاُنْبُوْبِ مِحْجَمِ

(۵) فَیَاحَامِلَ الْاِسْمِ الَّذِیْ لَیْسَ مِثْلُهٗ ۔۔۔ تَوَقَّ مِنَ الْاَسْوَآءِ تَنْجُ وَتَسْلَمِ

(۶) فَذَالِكَ اسْمُ اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهٗ ۔۔۔ اِلٰی كُلِّ مَخْلُوْقٍ فَصِیْحٍ وَّ اَعْجَمِ

☆صُفِّفَتْ: صف بصف کرنا۔☆سنان: نوک، نیزہ۔☆مُقَوَّسٌ: تقویس سے بمعنی کج کرنا، ٹیڑھا کرنا، ترچھا کرنا ہی مقوس کا معنی ہوا، ٹیڑھا ہو، ترچھا ہو۔☆خاتم: انگوٹھی، انگشتری، چھاپ، مہرہ۔☆سنان المقوم: سیدھا نیزہ۔☆ابتر: کٹی ہوئی۔☆مامول: امید۔☆الاصابع: انگلیاں۔☆خیرات: نیکیاں، خیر کی جمع۔☆معصم: کلائی۔☆حامل الاسم: نام کو اٹھانے والا مراد، نام لینے والے، نام یاد کرنے والے، مراد ذکر کرنے والے۔☆اسوآء: برائیوں۔☆تَنْجُ: تو نجات حاصل کر۔☆طَمِیْس: مٹی ہوئی

مطلب:

(۱) انگوٹھی کی گولائی یعنی انگوٹھی کا دائرہ گول ہا (حرف۔ ہ) تین الف کے برابر ہو اس دائرے کا سرا سیدھے نیزے کی طرح ہونا چاہیے۔

(۲) اور میم مٹائی ہوئی اور کاٹی ہوئی ہو پھر ہر امید کا کوئی ایک زینہ ہونا چاہیے۔ جو کہ حقیقتاً زینہ ہوتا ہی نہیں۔

(۳۔۴) اور الف چار انگلیوں کے برابر ہوں۔ ان میں کلائی نہیں ہونی چاہیے یہ نیکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (ھ) اور ھا (حرف۔ ہ) درمیان سے گول شگاف والی ہونی چاہیے پھر واؤ (حرف۔ و) ٹیڑھی ہو اور وہ واؤ (حرف۔ و) حرف ھا پچھنہ کے آلے کی گرہ کی طرح معلوم ہونی چاہیے۔

(۵) پس اے اسی وحدہٗ لاشریک اللہ کا اسم گرامی پکارنے والے جس جیسا کوئی نہیں۔ برائیوں سے بچنے کی کوشش کر کے نجات حاصل کر اور تو سلامتی حاصل کر۔

(۶) پس اسم اللہ جل جلالہ اس وحدہٗ لاشریک کا اسم گرامی ہے کہ جو بڑی عظمت اور شان والا ہے۔ وہ ہر مخلوق کے نزدیک وہ مخلوق خواہ زبان والی ہو یا بغیر زبان کے۔

رسم عبودیت کے لیے عقل ہے

(۸) كَيْفِيَّةُ الْمِرْءِ لَيْسَ الْمَرْءُ يُدْرِكُهَا ۔ مَكَيْفَ كَيْفِيَّةُ الْجَبَّارِ فِي الْقِدَمِ

(۹) هُوَالَّذِيْ اَنْشَا الْاَشْيَآءَ مُبْتَدِعًا ۔ فَكَيْفَ يُدْرِكُهٗ مُسْتَحْدِثُ النَّسَمِ

☆مبتدعا: نئے سرے سے پیدا کیا۔ ☆کیفیة: حالت، احوال، حقیقت، رنگ ڈھنگ، جوبن، رونق، مزہ، لطف وغیرہ۔ ☆یدرکھا: اسے معلوم کرسکتا۔ ☆الجبار: زبردست، اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام۔ ☆قدم: قدیم۔ ☆انشا الاشیاء: چیزوں کو پیدا کیا۔

مطلب:

(۱) جب انسان کی کیفیت کا ادراک ایک انسان نہیں کرسکتا تو جبار حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی کیفیت کیسے معلوم کرسکتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جس نے اشیاء نئے سرے سے بنائی ہیں تو اس اللہ تعالیٰ کی حقیقت ایک انسان کیسے معلوم کرسکتا ہے جو کہ مخلوق ہے۔

فائدہ:

جب انسان کی کیفیت اور حقیقت ایک انسان معلوم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ خود بھی تو انسان ہے گویا انسان اپنی حقیقت سے بھی کماحقہ واقف نہیں اور کماحقہ ابھی انسان حقیقت بھی معلوم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کی سمجھ میں آ بھی نہیں سکتی۔ انسان روح اور جسم کے اکٹھ کا نام ہے اکیلے جسم کو یعنی روح کے بغیر جسم کو بھی کوئی انسان نہیں کہتا اور نہ ہی جسم کے بغیر محض روح کو کوئی انسان نہیں کہتا ہے

گویا نہ تو محض جسم کو کوئی انسان کہتا ہے اور نہ ہی محض ظاہری جسم کو کوئی انسان کہتا ہے۔ حالانکہ اگر حقیقت پہ غور کیا جائے تو محض ظاہری انسانی جسم کیسے بنا یہ بھی محض رب کائنات کی قدرت کاملہ ہے کہ کہاں مٹی، آگ، پانی اور ہوا سے اس انسان کا ظاہر ڈھانچہ بنا۔ انسانی عقول اسے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ محض ان چیزوں سے یہ انسان کیسے بنا، اس میں اتنی خوبصورتی کیسے آئی اور پھر اس میں روح کیسے پھونکی گئی ہوگی کہ یہ زندہ انسان بن گیا۔

روح:

روح کے متعلق خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

الروح من امر ربی

انسان کا ظاہری جسم ہی کسی کے سمجھنے میں نہیں آ رہا۔ اس ظاہری جسم میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے روح پھونکی۔ روح کی حقیقت کون سمجھ سکے گا۔ جب یہ حادث کا حال ہے کہ اس کی حقیقت انسان نہیں سمجھ سکتا تو رب کائنات کی حقیقت کون سمجھ سکتا ہے۔ انسان ظاہری امور ہی نہیں سمجھ سکتا تو قدیم ذات کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔

رب کائنات نے تمام کائنات کو تخلیق کیا ہے جو انسان مخلوق کی حقیقت بھی سمجھنے سے قاصر ہے خالق کی حقیقت تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ نہیں پہنچ سکتا یقیناً خالق و مالک کی حقیقت تک پہنچنا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ رب کائنات کی حقیقت تک پہنچنا تو دور کی بات ہے انسان خالق و مالک کی مخلوق کی حقیقت بھی نہیں سمجھ سکتا۔

اللہ نے نئے سرے سے چیزوں کو بنایا:

اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مقدس کو تخلیق فرمایا امام عبدالرزاق نے المصنف میں اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ:

یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بابی انت و ابی اخبر نی عن اول شیء خلقه اللّٰہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل ذالك النوریدور بالقدرة حیث شاء اللّٰہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجیے کہ تمام چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز کو پیدا کیا؟

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اسی نور مقدس سے پوری کائنات کو تخلیق کیا اس کائنات میں نور مصطفیٰ کا ہی فیضان ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ قُلْ

سِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پیدائش عالم کو کس طرح شروع کرتا ہے پھر اسے بار بار لوٹا تا چلا جاتا ہے یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان ہے (اے نبی) فرما دیجیے کہ زمین میں سیر کرو اور پس نظر دوڑاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش کس طرح شروع کی تھی پھر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ (جل جلالہ) ہر چیز پر قادر ہے۔

زمین و آسمان کی تخلیق:

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (پ۲۵ سورۃ الجاثیہ ۲۲)

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔ (کنز الایمان)

زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ نے بنایا:

(۱) حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ط (پ۲۶ سورۃ الاحقاف ۱ تا ۳)

یہ کتاب اتارنا ہے اللہ عزت والے حکمت والے کی طرف سے۔ ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک مقرر میعاد پر۔

(۲) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پ۲۶ سورۃ الاحقاف ۳۳)

کیا انہوں نے نہ جانا کہ وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا قادر کہ مردے جلائے کیوں نہیں بے شک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

(۳) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ص وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۱ سورۃ البقرہ ۲۱۔۲۲)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

(۴) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ جس نے تمہارے لیے زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب پیدا کیا پھر توجہ فرمائی اوپر اور ٹھیک بنا دیا انہیں سات آسمان اور وہ سب کچھ خوب جانتا ہے۔

(۵) اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (پ۲۱ سورۃ سجدہ ۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو چھ ایام میں پیدا فرمایا اور پھر مضبوطی سے (یعنی پورے جاہ و جلال کے ساتھ) عرش پر قائم ہو گیا تمہارے لیے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ (پ۲۴ سورۃ حٰم السجدہ ۹-۱۲)

تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو۔ جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہم سر ٹھہراتے ہو وہ ہے سب جہان کا رب اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن ہیں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو۔ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو۔ خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کی ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لیے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝ (پ۲۶ سورۃ ق ۱۶)

اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کے دل کی رگ سے بھی اس

سے زیادہ نزدیک ہیں۔(ترجمہ کنز الایمان شریف)

(۶) وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ٥ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ٥ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ٥ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ٥ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ٥ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ٥ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ٥ (پ۲۷ سورۃ الرحمٰن ۷ تا ۱۴)

اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ اور زمین رکھی مخلوق کے لیے اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے ساتھ پھول تو اے جن وانس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔ اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔(ترجمہ کنز الایمان شریف)

(۷) هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥ (پ۱ سورۃ البقرہ ۲۹)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔(کنز الایمان شریف)

فائدہ:

بے شمار آیات اس مضمون کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نئے سرے سے مخلوق کو پیدا فرمایا اس وحدہٗ لاشریک کی حقیقت انسان کیسے معلوم کرسکتا ہے وہ انسان جو کہ مخلوق ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق ہے۔ مخلوق خالق کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتی اس لیے انسان بھی چونکہ مخلوق ہے اس لیے خالق کی حقیقت نہیں معلوم کر سکتا۔ جبکہ انسان کا حال تو یہ ہے کہ انسان خود اپنی حقیقت سے بھی کما حقہ واقف نہیں جب اس کی معلومات کا اپنے متعلق یہ حال ہے تو پھر خالق کی خالق کیسے معلوم کرسکتا ہے۔ یقیناً انسان اللہ تعالیٰ کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتا۔

☆......☆......☆

تقدیر پر ایمان

(۱)
كَمْ مِّنْ اَدِيْبٍ فِطِنٍ عَالِمٍ — مُسْتَكْمِلِ الْعَقْلِ مُقِلٍّ عَدِيْمٍ
وَمِنْ جَهُوْلٍ مُّكْثِرٍ مَّا لُهٗ — ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

☆ادیب: سمجھدار۔ ☆فطن: ذہین، فطین۔ ☆مستکمل العقل: کامل عقل والے۔ ☆مقل: قلیل، نادار۔ ☆عدیم: بے بس، نیست، ناپید، کم، نایاب، معدوم۔ ☆جھول: جاہل۔ ☆مکثر: بہت سے۔ ☆علیم: جاننے والا، اللہ تعالیٰ کا

صفاتی نام۔ ☆عـزیـز: پیارا، محبوب، دل پسند، لائق، عمدہ، کمیاب، قابل عزت، صاحب مرتبہ، رشتہ دار، قریبی، یار، دوست، اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام یہی آخری معنی یہاں مراد ہے۔

مطلب:

(۱) بے شمار ذہین فطین عالم اور کامل عقل و دانش کے مالک انسان دولت کے لحاظ سے قلت کے شکار اور بے بس ہیں۔

(۲) بے شمار جہلاء بے شمار مال و دولت کے مالک ہیں۔ عزیز اور علم و حکمت۔ والے خالق و مالک وحدہٗ لاشریک کی تقدیر یہی ہے۔

فائدہ:

جو دولت مقدر میں ہوتی ہے وہی ملتی ہے اس سے زیادہ نہیں مل سکتی مقدر سے زیادہ دولت نہ علم کی وجہ سے مل سکتی ہے اور نہ ہی عقل کی وجہ سے کیونکہ اگر دولت علم کی وجہ سے حاصل ہوتی تو علم سے ناواقف لوگ دولت سے محروم رہ جاتے اکثر دیکھا گیا ہے اہل علم بعض اوقات ایک ایک روپے کے محتاج ہوتے ہیں جبکہ ان پڑھ لاکھوں کروروں روپوں سے کھیل رہے ہوتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے منسوب ان اشعار میں ہے کہ بہت سے سمجھدار ذہین فطین، کامل عقل والے دولت کے اعتبار سے غریب ہوتے ہیں۔ بہت سے جہلا مالدار ہوتے ہیں۔ دولت محض سمجھداری، ذہانت، عقلمندی اور علم کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ ہر انسان کی مقدر میں جتنی دولت حاصل ہونی ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دیتا ہے۔ وہی کچھ ملنا ہے جو کچھ مقدر میں لکھا ہے مقدر سے زیادہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ تقدیر کے متعلق تفصیلاً پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

☆......☆......☆

مقام رضا

(۱) قَضَى اللّٰهُ اَمْرًا وَّجَفَّتِ الْقَلَمْ — وَفِيْمَا قَضٰى رَبُّنَا مَاظَلَمْ

(۲) فَفِي الْاَمْرِ مَا خَانَ لَمَّا قَضٰى — وَ فِي الْحُكْمِ مَاجَارَ لَمَّا حَكَمْ

(۳) بَدَا اَوَّلًا خَلْقَ اَرْزَاقِنَا — وَقَدْ كَانَ اَرْوَا حُنَا فِي الْعَدَمْ

☆جفّ: خشک ہو گیا، خشک ہو گئی۔ ☆قضٰی: فیصلہ۔ ☆جار: ظلم، زیادتی۔ ☆عدم: نیستی، نہ ہونا، ناپیدی وغیرہ۔ ☆ماظلم: کسی نے زیادتی نہیں کی، معلوم ہوا کہ ہر مقام پر ظلم بمعنی ظلم استعمال نہیں ہوتا ایک ہی لاٹھی سے ہر کسی کو ہانکنا دانشمندی نہیں ہے۔ اسی لیے ربنا ظلمنا نفسنا والی دعا کے معنی بیان کرتے ہوئے خصوصی طور پر سوچ بچار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا (جو کہ اٹل ہے وہ ہرگز نہیں بدل سکتا) اور تقدیریں لکھنے والا قلم خشک ہو گیا۔ ہمارے رب کے فیصلے میں کسی نے (کمی بیشی یا) اضافہ نہیں کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جب فیصلہ فرمایا تو فیصلہ کرتے ہوئے خیانت نہیں کی اسی طرح جب حکم دیا تو حکم دیتے ہوئے بھی زیادتی نہیں کی اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے ہمارا رزق پیدا فرمایا۔ اس حقیقت کو نہ جان سکنے کے باعث بڑے بڑے صراط مستقیم سے بڑھ کر گمراہی کی دلدل میں دور جا پڑے حق تعالیٰ حقائق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳) پہلے ہمارا رزق پیدا کیا (حالانکہ تحقیق ہماری ارواح (ابھی تک) عالم عدم میں تھیں۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں لکھیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرِ الْخَلَآئِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (رواہ المسلم، مشکوۃ شریف، کتاب الایمان حدیث نمبر ۷۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں لکھ دیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

فائدہ:

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ قرآن حکیم اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ علم کی نفی کی آیات و احادیث ذاتی علم کی نفی پر محمول ہیں خوب سمجھو۔ (حاشیہ اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج اول ص ۳۲۲)

علم غیب اور علم ما کان و ما یکون کے متعلق شیخ محقق حضرت علامہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے اس سلسلے میں حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

حدیث پاک فَعَلِمْتُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح فرماتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں۔

پس دانستہ ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطۂ آں۔

ترجمہ: یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزی کلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرمایا۔

فائدہ:

اسی حدیث کی شرح کے اخیر میں فرمایا:

پس ازاں دانست عالم را و حقائق آں را (ص ۳۳۳ نولکشوری)

تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اور عالم کے تمام حقائق کو جانا۔

اشعۃ اللمعات میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

یعنی احوال مبدا و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۴۴)
یعنی ابتدائے آفرینش اور آخرت کے حالات سے آخر تک تمام بیان کر دیئے۔
حدیث حذیفہ فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ کی شرح میں فرماتے ہیں۔
پس خبر دار مارا ہر چیز یکہ پیدا شوندہ است از حوادث و وقائع و عجائب و غرائب تا روز قیامت (اشعۃ اللمعات ج ر ص ۵۹۰)
تو حضور نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دی جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے حوادث و واقعات، عجائب و غریب سب بتا دیئے۔

مدارج النبوۃ شریف:

مدارج النبوۃ شریف جلد اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وھو بکل شیءٍ علیم و صلی اللّٰہ علیہ وسلم و انا است برھمہ چیز از شیونات الٰھی و احکام و صفات حقؔ و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاھر و باطن و مصداق و فوق کل ذی علم علیم شدہ، عَلَیْهِ مِنَ الصَّلَوٰاتِ فَضْلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں انہوں نے خدائے پاک کی شان میں اس کے احکام، حق تعالیٰ کے صفات اور افعال سارے ظاہری و باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے اور وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ کے مصداق ہو گئے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دوسرا حوالہ:

اسی مدارج النبوۃ باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت میں ارقام فرماتے ہیں۔
وہر چہ در دنیا است از زمانِ آدم (علیہ السلام) تا نفخۂ اولیٰ بروئے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردد، و یارانِ خود را از بعضے احوال خبر داد۔
زمانہ آدم سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں ہے سب حضور علیہ السلام پر ظاہر فرما دیئے تا کہ اول سے آخر تک تمام حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

فائدہ:

ان تمام عبارتوں سے عیاں ہے کہ علم غیب رسول التحیۃ والثناء کے بارے میں شیخ کا یہی مسلک تھا کہ تمام علوم اولین و اخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور از ابتدا تا قیام قیامت سارے جزئیات و کلیات کا علم حضور کو عطا فرمایا گیا۔
ہم اسی کو جمیع ما کان و ما یکون کے علم سے تعبیر کرتے ہیں۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۱۰۴ تا ۱۰۶)

قلم کو تقدیریں لکھنے کا حکم:

عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِت قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهٗ اُكْتُبْ قَالَ مَا اُكْتُبُ قَالَ اُكْتُبِ الْقَدْرَ فَكَتَبَ مَاهُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ

(سورۃ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب اسناد، مشکوۃ شریف کتاب الایمان باب القدر حدیث نمبر ۸۷)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور کہا: لکھ۔

قلم نے عرض کیا: کیا لکھوں؟

رب کائنات نے ارشاد فرمایا: تقدیر لکھ۔

تو قلم نے لکھ دیا: وہ سب کچھ جو ہو چکا اور جو ابد تک ہوگا۔

فائدہ:

اس پہلے شعر میں تقدیر کے متعلق ہی بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا (اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے) (اور تقدیر جس قلم سے لکھی گئیں) وہ قلم خشک ہو گیا ہے ہمارے رب کا فیصلہ حق ہے اس میں چونکہ چنانچہ کی گنجائش نہیں، نہ تو کوئی اس فیصلے میں اضافہ کر سکا اور نہ ہی اضافہ کر سکے گا۔

یاد رکھیے:

تقدیر اور تقدیر سے متعلقہ امور کے متعلق چونکہ چنانچہ کا راگ الاپنا قطعاً مناسب نہیں ہے خدارا! اگر مومن ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف غلامی کے دعویدار ہو تو تقدیر کو مت جھٹلانا کیونکہ تقدیر کا انکار دنیا و آخرت میں خسارے کا سبب ہے۔

حدیث نمبر ۱:

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدْرِ وَلَا تُفَاتحو هم .

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا منکرین تقدیر کے ساتھ نہ تو مجلس کرو اور نہ ہی ان کو اپنا حاکم بناؤ۔ (مشکوۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۰۰)

حدیث نمبر ۲:

وَعَنْهُ (وعن ابن عمر) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدْرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْا هُمْ وَاِنْ مَّا تُوْا فَلَا تَشْهَدُوْا هُمْ

(مشکوۃ شریف کتاب الایمان باب القدر فصل ۲ حدیث نمبر ۹۹)

اور انہیں (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قدریہ فرقہ کے لوگ اس امت کے مجوسی ہیں جب وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو اور جب وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

فائدہ:

یعنی ان کی زندگی اور موت کی کسی حالت میں ان کے بارے میں حقوق اسلامی کی رعایت اور لحاظ نہ کرو۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج اول ص ۳۶۸)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ میری امت میں زمین میں دھنسنا اور شکلوں کا بگڑنا واقع ہوگا اور یہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوگا۔

(رواہ ابوداؤد رواہ الترمذی ومشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۹۸)

فائدہ:

اس طرح بے شمار احادیث مبارکہ میں تقدیر کے منکرین کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ جو فیصلہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھنے کے متعلق کیا وہ فیصلہ غلط نہیں کیا بالکل صحیح فیصلہ فرمایا۔ اس فیصلے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے خیانت نہیں کی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی برائیوں سے پاک ہے اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ تو بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں۔ اگر اس قسم کی بحث چھیڑ دی جائے تو کوئی بھی برائی ایسی نہ رہے گی کہ یہ برائی اللہ تعالیٰ کر تو سکتا ہے مگر کرتا نہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کرتے ہوئے نہ تو خیانت سے کام لیا اور نہ ہی حکم میں زیادتی کی۔

تیسرے شعر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر الرازقین ہے۔ اس نے ہمارا رزق ہماری ارواح پیدا کرنے سے بھی پہلے لکھ دیا ہے۔ گویا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! ہمارا رزق تو ہماری پیدائش سے بھی پہلے لکھ دیا گیا ہے اس لیے ہمیں رزق کی فکر نہیں کرنی چاہیے محض رزق کے خوف سے منصوبہ بندی کے چکروں میں مبتلا ہو کر اپنی صحت برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے منصوبہ بندی کی مذمت کے سلسلے میں تفصیلات (دروس کا مونکی) میں ملاحظہ فرمایئے جو کہ قبلہ فیض ملت مجدد ملت حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی کے دروس پہ مبنی ہے۔ اس کو ترتیب دینے کی سعادت الحمد للہ الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کے حصے میں آئی اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ ہاں اگر فکر کرنی ہے تو اس کام کے سلسلے میں فکر کرو جس کے لیے ہمیں تخلیق کیا گیا ہے۔

اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابل اپنی رضا اور خواہش کو اہمیت نہیں دینی چاہیے کیونکہ ہمیں اپنی خواہش رضا کے پیچھے دوڑنے سے ہمارے نصیب سے زیادہ ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے سلسلے میں کام کرنا چاہیے۔

☆......☆......☆

منکرین حشر کی مذمت

(۱) قَالَ الْمُنَجِّمُ وَالطَّبِیْبُ کِلَاهُمَا ۔۔۔ لَنْ یُّحْشَرَ الْاَمْوَاتُ قُلْتُ اِلَیْکُمَا

(۲) اِنْ صَحَّ قَوْلُکُمَا فَلَسْتُ بِخَاسِرٍ ۔۔۔ وَاِنْ صَحَّ قَوْلِیْ فَالْخَسَارُ عَلَیْکُمَا

☆منجم: نجومی۔☆طبیب: معالج، حکیم، علاج کرنے والا، ڈاکٹر وغیرہ۔☆لَنْ یحشر الاموات: مردے اٹھائے نہیں جائیں گے۔☆فالخسارُ علیکما: پس تم دونوں نقصان میں رہو گے۔

مطلب:

(۱) (دہریہ قسم کے غیر مسلم) نجومی اور طبیب دونوں نے بتایا کہ مردے ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے میں نے ان دونوں کو کہا۔ ہٹ جاؤ۔ (یعنی یہ حقیقت نہیں اے لوگوان کے گمان پہ کان نہ دھرو۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ

(۲) اگر دونوں کی بات درست ہوئی تو اس میں میرا کوئی خسارا نہیں اور اگر میری بات درست ہوئی تو پھر تم دونوں خسارے میں رہو گے۔ یعنی پھر خسارہ صورت میں بھی نہیں جبکہ ایک حال کے مطابق تم نقصان میں رہو گے۔

منکرین حشر کی مذمت:

ان اشعار میں منکرین حشر کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ (دہریہ اور دیگر غیر مسلم قسم کے) نجومی اور طبیب دونوں نے مجھے بتایا کہ مردے ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے میں نے ان دونوں قسم کے لوگوں کو بتایا کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ تمہارا یہ قول اللہ تعالیٰ کے پاک ومقدس اور لافانی کلام کے بھی خلاف ہے یہ کفار جیسا عقیدہ ہے مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ایسا عقیدہ رکھنے والے کافر ہیں اگر تم پھر نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔ میرا پھر بھی نقصان نہیں پھر بھی تم ہی نقصان میں ہو اور نقصان میں ہی رہو گے۔ کیونکہ بالفرض محال جو کچھ تم کہتے ہو اگر تمہارا قول سچا بھی ہے تو میرا پھر بھی نقصان نہیں۔ کیونکہ حشر کا عقیدہ رکھنے والا گناہوں سے پرہیز کرتا ہے اور نیکیاں جمع کرتا رہتا ہے۔ اس لیے میں گناہوں کی دلدل سے دور رہتا ہوں اور نیکیاں اختیار کرتا ہوں نیکیاں اختیار کرنے سے انسان کا نہ صرف آخرت کے لحاظ سے بھلا ہے بلکہ دنیوی ظاہری اور جسمانی لحاظ سے بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں اس لیے میرا تو ہر حال میں فائدہ ہی فائدہ ہے نقصان نہیں جبکہ اگر میری بات سچی ہوئی تو پھر تم دونوں قسم کے لوگ یعنی علم نجوم کا سہارا لینے والے اور علم طب سے شغل رکھنے والے حشر کے متعلق عقیدہ نہ رکھنے والے خسارے میں رہو گے کیونکہ حشر کے خلاف عقیدے کی بنا پر تم ہمہ وقت گناہوں کی دنیا میں مستغرق رہو گے اور آخرت میں عذاب میں پھینکے جاؤ گے۔

☆......☆......☆

تنبیہ کی دنیا فانی ہے

(۱) مَا الدَّهْرُ اِلَّا يَقْظَةٌ وَّ نَوْمٌ — وَلَيْلَةٌ بَيْنَهُمَا وَيَوْمٌ

(۲) يَعِيْشُ قَوْمٌ وَّ يَمُوْتُ قَوْمٌ — وَالدَّهْرُ قَاضٍ مَا عَلَيْهِ لَوْمٌ

☆یقظة: بیداری۔☆نوم: نیند۔☆لیلة: رات۔☆یعیش: زندگی حاصل ہوتی ہے۔☆قاض: فیصلہ کرتا ہے۔
☆لَوم: ملامت۔

مطلب:

(۱) صرف جاگنے اور سونے کا نام زمانہ ہے۔سونے اور جاگنے دونوں کے درمیان میں رات دن ہیں۔

(۲) ایک قوم کی زندگی ملتی ہے تو دوسری موت کا شکار ہوتی ہے۔زمانے پہ کوئی ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا نہیں کہتا جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ دنیا فانی ہے اور اس میں جو کچھ ہے سب کچھ فانی ہے اس لیے نہ اس میں دل لگا اور نہ ہی اس کی کسی چیز کے ساتھ دل لگا بلکہ ان سے مکھ موڑ کر وحدہٗ لاشریک کے قرب کے حصول کے لیے کوشش کر۔کیونکہ زمانہ صرف سونے اور جاگنے کو کہتے ہیں اور سونے اور جاگنے کے درمیان رات دن ہیں۔ایک قوم کو زندگی حاصل ہوتی ہے تو دوسری قوم کو موت۔کچھ لوگ جاگتے ہیں تو کچھ لوگ سوتے ہیں جاگنے والوں کی مثال پیدا ہونا اور سونے والوں کی مثال مرنا اسی طرح ظاہری طور پر بھی اس دنیا میں کہیں دن ہوتا تو کہیں رات کئی لوگوں کے سونے کا وقت یعنی دن ہوتا ہے اور کئی لوگوں کے سونے کا وقت یعنی رات۔اسی طرح کئی لوگ اپنی زندگی مکمل کر کے اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتے ہیں اور کئی لوگ عدم سے اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں یہ سلسلہ قیامت سے پہلے تک چلتا رہے گا۔زمانہ کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔اس سلسلے میں تفصیلات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

جہانِ فانی:

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

در جہاں فانی دانی کہ باشد معتبر — آب کہ او را باک نبود از خطر

تو جانتا ہے کہ جہاں میں با اعتبار کون شخص ہوتا ہے جس کو خطرات سے کوئی خوف نہ ہو۔

کم کند باکس وفا ایں روزگار — جور دارد پنتش با مہر کار

یہ زمانہ کسی سے وفا کم ہی کرتا ہے ظلم تو رکھتا ہے پر اسے محبت سے کوئی سروکار نہیں۔

آنکہ با تو روز غم بودست یار — روز شادی ہم پرسش زینہار

جو شخص غم کے دن تیرا یار رہا ہے خوشی کے دن بھی اسے لازمی پوچھ۔

روز نعمت گر تو پردازی بہ کس روز محنت باشدت فریاد رس

مالداری کے دن اگر تو کسی پر نوازش کرے گا تو مصیبت کے دن وہ تیری فریاد کو پہنچنے والا ثابت ہوگا۔

چوں بیابی دولتے از مستعان اندر آں دولت پرس از دوستاں

جب مدد کرنے والے (خدا) سے تو کوئی دولت پائے تو اس دولت میں دوستوں کو بھی شریک کر۔

مر ترا ہر کس کہ یار غم بود چوں رسد شادی ہماں ہمدم بود

جو تیرا غم کا یار ہو جب خوشی پہنچے تو بھی وہی دوست ہونا چاہیے۔

☆......☆......☆

دکھ اور سکھ ساتھ ساتھ

(۱) اَنَا بِالدَّهْرِ عَلِيْمٌ وَّ اَبُوالدَّهْرُ اُمُّهٗ لَيْسَ يَاتِي الدَّهْرُ يَوْمًا بِسُرُوْرٍ فِتْمَهٗ

وَاِذَا سَرَّكَ يَوْمًا فَغَدًا اَتَاكَ هَمُّهٗ

☆علیم: دانا، خوب واقف، خوب جاننے والا، عالم، علم والا، صاحب، صاحب علم۔ ☆ابو: باپ۔ ☆بُسُرُوْرٍ فِتْمَهٗ: پوری خوشی، مکمل خوشی۔

مطلب:

میں زمانے کو اچھی طرح جاننے والا ہوں (بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ میں) زمانے کا ماں باپ ہوں۔ یعنی جیسے والدین اولاد کی حالات وواقعات سے بخوبی واقف ہوتے۔ ہیں اسی طرح میں بھی زمانے کے احوال سے بخوبی واقف ہوں۔ زمانہ مکمل خوشی اور دن بھی نہیں لاتا اور جب تمہیں ایک دن خوشیوں سے نہال کرے گا تو دوسرے روز رنج وغم سے بھی دوچار کر دے۔

اس لیے سب کچھ یہ دنیا نہیں بلکہ دنیا میں تو اس طرح زندگی گزار کہ یہاں سے تیاری پوزیشن میں رہو کہ کسی بھی وقت اس جہان فانی سے چلے جانا ہے۔ دکھ بھی آتے رہیں گے خوشیاں بھی نصیب ہوتی رہیں گی۔ نہ دکھوں کے آنے سے گھبرا اور نہ ہی خوشیوں میں اتنا محو ہو کہ اپنے آپ کو بھی بھول بیٹھے کہ میں نے ایک دن یہاں سے جانا بھی ہے۔ خوشیوں پہ اتنا نہ پھول جا کہ حقیقت کو بھی بھلا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جائے۔

☆......☆......☆

مذمت دنیا

(۱) فَمَنْ يَّحْمَدِ الدُّنْيَا بِعَيْشٍ يَّسُرُّهٗ فَسَوْفَ لَعَمْرِیْ عَنْ قَلِيْلٍ يَّلُوْمُهَا

اِذَآ اَقْبَلَتْ كَانَتْ عَلَى الْمَرْءِ فِتْنَةً　　وَاِنْ اَدْبَرَتْ كَانَتْ كَثِيْرًا هُمُوْمُهَا

☆یحمد الدنیا: دنیا کی تعریف کرتا ہے۔☆بعیش یَسُرُّهٗ: اسے مسرت کی زندگی حاصل ہے۔☆لعمری: میری جان۔☆یلومها: وہ اس کی مذمت کرے گا۔☆هُمُوْمُهَا: تو اس کی یہ خوشی و مسرت چند لمحوں کی مہمان ہے۔

مطلب:

(۱) پس جو شخص دنیوی زندگی کی تعریف محض اس لیے کرتا ہے کہ اسی دنیا کی وجہ سے اسے خوشی و مسرت کی زندگی حاصل ہے پس مجھے میری جان کی قسم! وہ بہت جلد اس کی برائی بیان کرے گا۔ کیونکہ خوشی و مسرت ہمیشہ نہیں رہے گی بلکہ چند لمحوں کی بات ہے کہ خوشی و مسرت چند لمحوں کا کھیل ہے چند ہی لمحوں کے بعد خوشیاں ختم ہو جائیں گی اور مسرت کی کوئی چیز نہ رہے گی۔

چار دناں دی چاننی ہوندی فیر ہنھیریاں راتاں　　کہنا میاں محمد والا ہر دم سوچ وچاراں
سدا نہ باگیں بلبل بولے سدا نہ باغ بہاراں

آپ نے بیان فرمایا کہ پس میری جان کی قسم! جلد ہی اس کی برائی بیان کرے گا کیونکہ خوشی و مسرت کے لمحات تھوڑے ہی ہوتے ہیں جونہی دکھوں کی بارات نے آنا ہے تو نے واویلا مچانا ہے۔ پھر تو روئے گا پیٹے گا شور مچائے گا۔

(۲) جب دنیا حاصل ہوتی ہے تو انسان دنیا کا حاصل ہونا فتنہ اور آزمائش ہوتی اگر چھوڑے تو بہت زیادہ غم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ فرید الدین عطا رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

دنیا کی مذمت کے سلسلے میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان فرمایا ہے۔

باچہ ماند ایں جہاں گویم جواب　　آنکہ بیند آدمی چیزے بخواب

یہ جہاں کس چیز کے مشابہہ ہے جواب دیتا ہوں وہ چیز جسے آدمی خواب میں دیکھتا ہے۔

چوں شوی بیدار از خواب اے عزیز　　حاصلے نبود ز خوابت ہیچ چیز

پیارے جب تو خواب سے بیدار ہوگا تو خواب سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

ہم چنیں چوں زندہ افتاد و مُرد　　ہیچ چیزے از جہاں باخود نبرد

ایسے ہی جب کوئی زندہ پڑے مرجائے جہاں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہ لے جائے۔

ہر کرا بودست کردار نکو　　در رہِ عقبیٰ بود ہمراہِ او

جس کسی کا کردار نیک رہا ہو آخرت کی راہ میں اس کے ہمراہ ہوگا۔

ایں جہاں را چوں زنے داں خوبروی　　خویش را آراید اندر چشم شوی

اس جہان کو خوبصورت عورت کی طرح جان جو اپنے آپ کو شوہر کی نگاہوں میں آراستہ کرتی ہے۔

مرد رامی پرورد اندر کنار　　مکر و شوی می نماید بے شمار

مرد کو بغل میں پالتی ہے بے شمار فریب اور ناز دکھاتی ہے۔

چوں بیا بد خفتہ شورا ناگہاں — بیگماں سازد ہلاکش آں زماں

جب اچانک شوہر کو سویا ہوا پاتی ہے اسے بے جھجک فی الفور ہلاک کر دیتی ہے۔

بر تو باید اے عزیز پرہیز — کز چنیں مکارہ باش پُر حذر

اے ہنرمند عزیز تجھے چاہیے کہ ایسی مکار عورت سے تو محتاط رہے۔ (پند نامہ)

☆......☆......☆

دنیا کے ہر کمال کو زوال ہے

(۱) اِذَا كُنْتَ فِي نِعْمَةٍ فَارْعَهَا — فَإِنَّ الْمَعَاصِيَ تُزِيْلُ النِّعَمْ

(۲) وَحَافِظْ عَلَيْهَا بِشُكْرِ الْإِلٰهِ — فَإِنَّ الْإِلٰهَ شَدِيْدُ النِّقَمْ

(۳) فَأَيْنَ الْقُرُوْنُ وَمَنْ حَوْلَهُمْ — تَفَانَوْا جَمِيْعًا وَّ رَبِّي الْحَكَمْ

(۴) وَكُنْ مُوْسِرًا شِئْتَ أَوْمُعْسِرًا — فَمَا تَقْطَعُ الْعَيْشَ إِلَّا بِهَمْ

☆معاصی: گناہ۔ ☆تزیل: زائل کر دیتے ہیں۔ ☆النعم: نعمتوں۔ ☆الٰہ: معبود۔ ☆النقم: انتقام۔

مطلب:

(۱) جب تجھے نعمت حاصل ہو تو اس کی نگرانی کیجیے۔ کیونکہ بے شک گناہ نعمتیں ختم کر دیتے ہیں۔ (اس لیے اگر نعمتیں مطلوب ہوں تو گناہ ترک کر دیجیے)

(۲) نعمتوں کی حفاظت کرنا چاہتے ہو تو نعمتوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے کیجیے پس بے شک اللہ تعالیٰ کا بدلہ لینا نہایت شدید ہوتا ہے۔

(۳) پس سابقہ گزری ہوئی اقوام عالم اور ان کے اردگرد رہنے والے کہاں ہیں؟ فیصلہ کرنے والے میرے رب کی قسم! وہ سبھی فنا ہو گئے۔ (جو اپنے آپ کو نہ جانے کیا کچھ سمجھتے تھے حتیٰ کہ اپنے آپ مخلوق خدا کا خدا بن بیٹھے اور حکم چلانے لگے بھی فناہ ہو گئے)

(۴) تم امیر ہو یا غریب کوئی بھی ہو رنج وغم کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتے۔ (کیونکہ زندگی میں رنج اور غم ضروری ہیں رنج اور غم کے بغیر خوشی و مسرت کا احساس بھی نہیں ہوتا)

گناہوں کی نحوست:

پہلے شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر تجھے نعمت حاصل ہو تو اس کی حفاظت کیجیے۔ اگر اس نعمت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو رب کائنات کا شکر ادا کیجیے کیونکہ شکر کرنے سے اللہ تعالیٰ مزید نعمت میں اضافہ فرماتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہ کرے تو وہ نعمت زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ نیز گناہوں کی بھرمار نعمتوں کے زوال کا باعث ہے۔ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے کو ملاحظہ کیجیے گناہوں کی بھرمار ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا زوال ہو رہا ہے امن وسکون برباد ہو چکا ہر

طرف بم دھماکوں کی گھن گرج یہاں تک پہنچی کہ مساجد میں بم دھماکوں سے نمازیوں پہ حملے ہو رہے ہیں داتا صاحب حملہ میں بے گناہ لوگ شہید ہوئے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف پہ دھماکہ ہوا تو کئی بے گناہوں کی زندگیاں ختم ہوئیں۔ انہیں کس گناہ کی پاداش میں بارود سے اڑایا گیا۔ باپ بیٹے کی نہیں بنتی۔ اولاد والدین سے باغی ہوئی جا رہی ہے بلکہ پچھلے دنوں ایک خبر سننے میں آئی کہ دو بیٹوں نے باپ کو اس لیے قتل کر دیا کہ جائیداد ہمیں دو۔ جھوٹ فریب اور مکاری کا عروج ہے۔ قتل و غارت گری کا ہر طرف بازار گرم ہے ڈش انٹینا اور کیبل نے وہ بے حیائی پھیلائی ہے کہ بچے قبل از وقت ہی جوانی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

فائدہ:

بہرحال اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی نعمتوں کا شکر ادا کیجیے۔ کیونکہ شکر ادا کرنے سے ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

خدا کی لاٹھی بے آواز اور سخت:

گناہوں سے توبہ کیجیے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کیجیے۔ کیونکہ گناہوں کا بدلہ یعنی اللہ تعالیٰ کا انتقام نہایت سخت ہے اس کی سہار کسی میں نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچنے کی کوشش کیجیے۔ ورنہ خدا کی لاٹھی بے آواز اور سخت ہے جونہی گناہوں کی سزا شروع ہوگی دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ نہایت سخت اور شدید ہوگی اسے برداشت نہیں کیا جاسکے گا اس لیے وہ وقت آنے سے پہلے سنبھل جائیے۔ خدا کے قہر و غضب سے بچنے کے لیے کیے ہوئے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے۔

گزشتہ قومیں کہاں ہیں؟:

اس جہان فانی میں بڑی بڑی طاقتور اور جابر قسم کی قومیں گزری ہیں فرعون اور نمرود تو خدا ہونے کے دعویدار تھے مگر ملاحظہ تو فرمائیے وہ کدھر گئے۔ جتنی بھی ظالم و جابر اور سخت قسم کی قومیں ہوئی ہیں وہ کہاں گئیں وہ ختم ہوگئیں اپنے انجام کو پہنچ چکی ہیں پوری دنیا پہ بادشاہت کرنے والے اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے کوئی نہیں بچا کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے کہ:

وڈے وڈے راجیاں نوں موت نے نئیں چھوڑیا — جیہڑے اُتے دل آیا اوہو پھل توڑیا
ہرے بھرے باغ کئی ہو گئے ویران اوئے — سدا نہیوں رہنا ایتھے کسی انسان اوئے
اجڑے نیں محل تے سنجیاں نے گلیاں — جدوں دیاں مالکاں نے قبراں جا ملیاں
رہنا تیری یاد وچہ قبر دا نشان اوئے — سدا نہیوں رہنا ایتھے کسے انسان اوئے

رنج و غم اور زندگی:

چوتھے شعر میں یہ بیان ہوا ہے کہ کوئی غریب ہو یا امیر ہر قسم کے انسان کی زندگی میں رنج اور غم آتے ہیں تم چاہو جیسے چاہو تمہارا چاہنا ہر لحاظ سے پورا نہیں ہوسکتا۔ رنج و غم اور زندگی کے مابین چولی دامن کا کھیل ہے۔ ہزار بار چاہنے کے باوجود رنج و غم سے بچنا انتہائی مشکل ہے کیونکہ دکھوں اور سکھوں کا امتزاج ہی زندگی کے رنگوں میں حُسن پیدا کرتا ہے جو زندگی میں رنج و غم لکھے ہیں مقدر کا لکھا پورا ہونا ہی ہوتا ہے اس لیے تم زندگی رنج و غم دیکھے بغیر زندگی گزار ہی نہیں سکتے۔

(۵) حَلَاوَةُ دُنْيَاكَ مَسْمُوْمَةٌ فَلَا تَاكُلِ الشَّهْدَ اِلَّا بِسَمْ

(۶) مَحَامِدُ دُنْيَاكَ مَذْمُوْمَةٌ فَلَا تَكْسِبِ الْحَمْدَ اِلَّا بِذْ

(۷) اِذَا تَمَّ اَمْرٌ دَنَا نَقْصُهٗ تَوَقَّعْ زَوَالًا اِذَا قِيْلَ تَمْ

(۸) وَكَمْ قَدَرٍ دَبَّ فِيْ غَفْلَةٍ فَلَمْ يُشْعِرِ النَّاسُ حَتّٰى هَجَمْ

☆حلاوة: مٹھاس، شیرنی، پکے پھل کی مٹھاس، لذت، ذائقہ، مزہ، راحت، آرام، سکھ۔☆دنیاك: تیری دنیا۔☆ مسمومة: زہریلی۔☆تاکل: تم کھاؤ۔☆سم: زہر۔☆محامد: مُحمدت کی جمع، اچھائیاں، عمدہ اوصاف، نیک خصلتیں۔☆ تَمَّ: مکمل ہو جاتا ہے، انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔☆دَنا: قریب۔☆زوالی: زوال عروج کی ضد، کمی، گھاٹا، اتار، تنزل، نقصان، ناکامیاں، ترقی اور عروج جاتا رہنا، مصیبت، سورج کا نصف النہار سے نیچے اترنا۔ مگر یہاں عروج کی ضد مراد ہے۔

مطلب:

(۱) تیری دنیا کی (بظاہر) مٹھاس اور شیرینی حقیقت میں انتہائی زہریلی ہے۔ پس زہر کے بغیر شہد نہیں کھا سکتے۔ اگر تم شہد کھانے کے متمنی ہو تو تمہیں زہر بھی کھانا پڑے گا کیونکہ زہر کے بغیر شہد نہیں کھا سکو گے۔

(۲) تیری دنیا کی بظاہر اچھائیاں بھی برائی بیان کرنے کے لائق ہیں پس تو برائی سے خالی تعریف حاصل نہیں کر سکے گا۔ یعنی اس تعریف کے کرنے والوں کے ساتھ ساتھ اسی سبب سے کئی لوگ تیری برائی بھی بیان کر رہے ہوں گے۔

(۳) جب کوئی معاملہ اپنی آخر کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا زوال شروع ہونے کا وقت نزدیک ہو جاتا ہے جب کسی کام کے مکمل ہو جانے کے متعلق کہا جائے تو اس کے زوال کی توقع کر۔ یعنی اب یہ کام مکمل ہو گیا ہے اب کسی وقت بھی اس کا زوال شروع ہو جائے گا جیسے مقولہ ہے کہ ہر کمال را زوال است یعنی ہر کمال کو زوال ہوتا ہے۔

(۴) کتنی بار زمانہ غافلانہ روش میں آہستہ آہستہ گزرتا رہا مگر جب ٹوٹ پڑا تو لوگوں کو اس کے خاتمے کا علم ہوا یعنی ٹوٹنے سے قبل وہ اس سے غافل ہی رہے۔

فائدہ:

ان اشعار میں دنیا و مافیہا کی بے ثباتی اور دنیا کی حقیقت بہترین انداز میں بیان کی گئی ہے۔ تفصیلات گزر چکی ہیں۔

☆......☆......☆

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نصیحت

(۱) تَنَزَّهْ عَنْ مُصَادِقَةِ اللِّئَامِ وَالْمِمْ بِالْكِرَامِ بَنِي الْكِرَامِ

(۲) وَلَا تَكُ وَاثِقًا بِالدَّهْرِ يَوْمًا فَاِنَّ الدَّهْرَ مُنْحَلُّ النِّظَامِ

(۳) وَلَا تَحْسُدْ عَلَى الْمَعْرُوْفِ قَوْمًا	وَكُنْ مِّنْهُمْ تَنَلْ دَارَ السَّلَامِ
(۴) وَثِقْ بِاللّٰهِ رَبِّكَ ذِي الْمَعَالِيْ	وَذِي الْآءِ وَالنِّعَمِ الْجِسَامِ
(۵) وَكُنْ لِّلْعِلْمِ ذَاطَلَبٍ وَ بَحْثٍ	وَنَاقِشْ فِي الْحَلَالِ وَفِي الْحَرَامِ
(۶) وَ بِالْعَوْرَآءِ لَا تَنْطِقْ وَلٰكِنْ	بِمَا يُرْضِي الْإِلٰهَ مِنَ الْكَلَامِ
(۷) وَإِنْ خَانَ الصَّدِيْقُ فَلَا تَخُنْهُ	وَدُمْ بِالْحِفْظِ مِنْكَ وَبِالذِّمَامِ
(۸) وَلَا تَحْمِلْ عَلَى الْإِخْوَانِ ضِغْنًا	وَعُدْ بِالصَّفْحِ تَنْجُ مِنَ الْآثَامِ

☆تنزّہ: پرہیز کر، بچ۔☆مصادقة اللیام: کمینوں کی دوستی۔☆کرام: معززین،شرفاء۔☆بنی الکرام: شرفاء کی اولاد۔☆منحلّ النظام: نظام درہم برہم ہونے والا ہے۔☆لاتحسد: حسد نہ کر۔☆علی المعروف: نعمت پر۔☆تنل دار السلام: تو سلامتی والا گھر یعنی جنت پالے گا۔☆ذی المعالی: تمام بلند مراتب۔☆صَدیق: دوست۔☆لاتخنہ: تو ان سے خیانت نہ کر۔☆اخوان: بھائیوں،دوستوں۔☆اثام: گناہوں۔☆للیام: کمینوں۔☆بالعوراء برائی کے ساتھ۔☆لاتنطق: نہ کلام کر،نہ گفتگو کر۔

مطلب:

(۱) کمینے لوگوں کی دوستی سے بچ، شرفاء کی شریف اولاد کے پاس آنا جانا رکھ۔
(۲) زمانے پہ کبھی بھی بھروسہ نہ کر پس بے شک زمانے کا سارا نظام تباہ و برباد ہونے والا ہے۔
(۳) کسی قوم پہ نعمت ہو تو اس پہ حسد نہ کر اور اگر انہیں (جن پہ اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا جیسے علمائے ربانی اور اولیائے کرام) میں سے ہو جائے گا تو دارالسلام یعنی جنت حاصل ہوگی۔
(۴) اپنے بلند مرتبہ پروردگار پہ مکمل طور پر بھروسہ رکھ جو بڑی بڑی نعمتوں والا اور احسانات والا ہے۔
(۵) علم کی طلب رکھ اور علم میں (کچھ سیکھنے، سمجھنے اور سمجھانے کے لیے) علم میں بحث و مباحثہ کیا۔حلال اور حرام کی تحقیق کر۔
(۶) زبان پہ بیہودہ قسم کی باتیں نہ لا (زبان کو بیہودہ باتوں سے محفوظ رکھ) اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والی بات زبان سے کہہ۔
(۷) جب تیرے ساتھ تیرے دوست خیانت کریں تو اس وقت بھی تو ان کے ساتھ خیانت نہ کر۔ بلکہ برداشت سے کام لے اور تو اپنے وعدے پہ قائم رہ اور دوستی کی حفاظت کر۔
(۸) دوستوں کے ساتھ حسد، بغض اور دشمنی نہ رکھ اگر تو بار بار برداشت سے کام لے گا تو تجھے گناہوں سے نجات حاصل ہوگی۔

☆......☆......☆

کمینے کے ساتھ احسان کرنا اچھا نہیں

(۱) اَرَی الْاِحْسَانَ عِنْدَ الْحُرِّ دِیْنًا ۔۔۔ وَعِنْدَ الْقِنِّ مَنْقَصَۃً وَّذَمًّا

(۲) کَقَطْرٍ صَارَفِی الْاَصْدَافِ دُرًّا ۔۔۔ وَفِیْ شِدْقِ الْاَفَاعِیْ صَارَسَمًّا

☆صدف: سیپ، ایک قسم کا سمندری گھونگا جس سے موتی نکلتا ہے۔☆الحر: آزاد۔☆ذمًّا: برائی۔☆کَقَطْرٍ صَار: جس طرح کہ بارش کا قطرہ۔☆دُرًّا: موتی۔

مطلب:

(۱) شرفاء سے احسان کرنے کو میں دین سمجھتا ہوں (بعینہٖ اسی طرح) غلام کے ساتھ احسان کرنا (بعض وجوہ سے) نقص اور برائی ہے۔ (کیونکہ غلاموں میں سے عظیم انسان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ کے طریقہ پہ بھی ہوتے ہیں مگر وہ قلیل ہوتے ہیں زیادہ تر بدفطرت ہی ہوتے ہیں۔)

(۲) جس طرح کہ سیپوں میں بارش کا ایک قطرہ پڑ جائے تو موتی بن جاتا ہے اور اگر (وہی بارش کا پانی) سانپ کے منہ میں چلا جائے تو زہر بن جاتا ہے۔

فائدہ:

یہاں شرفاء کی مدد کرنے کے متعلق فضیلت بیان کی گئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب شعر لکھا ہے کہ:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ۔۔۔ خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

جبکہ غلام کے ساتھ احسان کرنے کے متعلق بیان کیا ہے کہ غلام کے ساتھ احسان نقصان اور برائی ہے کیونکہ انہیں اکثر احسان اور بھلائی کا احساس نہیں ہوتا بلکہ غلام کے ساتھ بار بار کا احسان اسے اپنی اوقات سے باہر کر دے گا جیسے سیپی میں بارش کا قطرہ پڑ جائے تو موتی بن جاتا ہے اور وہی بارش کا قطرہ اگر سانپ کے منہ میں چلا جائے تو زہر بن جاتا ہے۔ جو کہ مخلوق کے لیے نقصان دہ بن جاتا ہے اسی طرح تندرست آدمی اگر دودھ پیا کرے تو اسے طاقت وتوانائی کا سبب بنتا ہے اور بعض مریضوں کے لیے نقصان وتکلیف کا باعث بنتا ہے۔ نیز سیپی میں اگر بارش کا ایک قطرہ گرے تو موتی بن جاتا ہے مگر متعدد پانی کے قطرے گر جائیں تو نتیجہ الٹ نکلتا ہے۔

☆......☆......☆

اہل کرم سے سوال کرنے کی اجازت

(۱) وَاِذَا طَلَبْتَ كَرِيْمٍ حَاجَةً ... فَلِقَاؤُهُ يَكْفِيْكَ وَالتَّسْلِيْمُ

(۲) وَاِذَا رَاكَ مُسَلِّمًا ذَكَرَ الَّذِیْ ... حَمَّلْتَهُ فَكَأَنَّهُ مَلْزُوْمٌ

☆طَلَبْتَ: تو طلب کر۔☆حاجۃً: ضرورت۔☆والتسلیم: اور تیرا اسلام کرنا۔☆ملزومٌ: ذمے لیا گیا کام۔

مطلب:

(۱) جب تم کسی شریف انسان کے پاس کوئی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاؤ تو تمہارا اس سے ملاقات کرنا اور سلام کرنا ہی کافی ہے۔(بار بار یاد دلانے کی ضرورت نہیں نیز اس کے لیے سفارشیں وغیرہ ڈھونڈتے پھرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ سمجھ جاتا ہے کہ تم کس لیے آئے ہو۔)

(۲) جب وہ تمہیں سلام کرتا ہوا ملاحظہ کرے گا تو فوراً وہ معاملہ سمجھ جائے گا جو کام تم نے اس کے ذمے لگایا جس کام اس نے اپنے ذمے لے لیا۔(تم اس کے لیے آئے ہو)

☆......☆......☆

راز کی حفاظت ضروری

(۱) لَا تُوْدِعِ السِّرَّ اِلَّا عِنْدَ ذِیْ كَرَمٍ ... وَالسِّرُّ عِنْدَ كِرَامِ النَّاسِ مَكْتُوْمٌ

(۲) وَالسِّرُّ عِنْدِیَ فِیْ بَيْتٍ لَّهٗ غَلَقٌ ... قَدْ ضَاعَ مِفْتَاحُهٗ وَالْبَابُ مَخْتُوْمٌ

☆سِرٌّ: راز۔☆ذی کرم: شریف۔☆مکتوم: پوشیدہ۔☆غلقٌ: بند۔☆مفتاح: چابی۔☆باب مختوم: دروازے پر مہر لگی ہوئی ہے یعنی دروازہ سیل بند ہے۔

مطلب:

(۱) کسی شریف انسان کے بغیر کسی کے سامنے اپنا راز نہ بیان کرو کیونکہ راز کسی شریف انسان کے پاس ہی چھپا رہ سکتا ہے۔(معلوم ہوا کہ جس کے سامنے راز بیان کیا جائے اسے چاہیے کہ کسی اور کے سامنے بیان نہ کرے)

(۲) میرے خیال کے مطابق تو شریف آدمی کے پاس پہنچ جانے والا راز ایسے بند گھر میں ہے کہ جس کی چابی گم ہوگئی اور اس کا دروازہ سیل بند کر دیا گیا۔یعنی وہ راز ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا اس کے ظاہر ہونے کا خطرہ ختم ہو گیا۔

فائدہ:

کسی شریف انسان کے بغیر کسی کے سامنے اپنا راز بیان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شریف آدمی کسی کا بیان کردہ راز کسی کے

سامنے بیان نہیں کرتا بلکہ کسی کے راز کو اپنے راز کی طرح چھپاتا ہے۔ کیونکہ راز بھی امانت کی مانند ہوتا ہے جیسے شریف آدمی کسی کی امانت میں خیانت نہیں کرتا اسی طرح شریف آدمی کسی کا راز کسی کے سامنے بیان نہیں کرتا بلکہ پوشیدہ رکھتا ہے۔ شریف آدمی کا سینہ راز کے سلسلے میں اسی طرح ہوتا ہے جیسے ایک ایسا بند کمرہ ہو کہ جو نہ تو توڑا جا سکے اور نہ ہی دروازہ کھولا جا سکے ایسا مکان کہ جس کے دروازے پہ مضبوط تالا لگا دیا گیا اور چابی اس مکان کے اندر رہ گئی ہو اب اس مکان سے نہ تو چابی نکالی جا سکتی ہے نہ ہی تالا توڑا جا سکتا ہے اور نہ ہی دروازہ توڑا جا سکتا ہے۔ ایسے مکان سے کوئی چیز نکالی نہیں جا سکتی اسی طرح شریف آدمی کی زبان سے کسی کے راز کی بات نکلوائی نہیں جا سکتی اس لیے کسی شریف آدمی کے بغیر کسی کے سامنے اپنا راز بیان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ راز راز نہیں رہے گا بلکہ جونہی کسی ایرے غیرے کے ہتھے چڑھے گا وہ ظاہر ہو جائے گا پھر پچھتانا پڑے گا۔

☆......☆......☆

اقتدار کے وقت ظلم سے بچو

(۱) لَا تَظْلِمَنَّ إِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا ... فَالظُّلْمُ مَرْتَعُهُ يُفْضِيْ إِلَى النَّدَمِ

(۲) فَاحْذَرْ بُنَيَّ مِنَ الْمَظْلُوْمِ دَعْوَتَهُ ... كَيْلَا يُصِبْكَ سِهَامُ اللَّيْلِ فِي الظُّلَمِ

(۳) تَنَامُ عَيْنُكَ وَالْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٌ ... يَدْعُوْا عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَمِ

☆لا تَظْلِمَنَّ: ظلم وزیادتی نہ کرو۔☆کنت مقتدرا: اقتدار حاصل ہو۔☆ندم: ندامت، شرمندگی، پشیمانی، خجالت، پچھتاوا، تاسف، خفت۔☆فاحذر: پس ڈر، پس بچ جا۔☆یصیبک: تجھ تک پہنچے، تجھے پہنچے مراد تجھے لگ جائے۔☆سِهَام: تیر۔☆تنام: نیند۔☆لم تنم: نہیں سوتی۔

مطلب:

(۱) جب تجھے اقتدار حاصل ہو تو ظلم نہ کرنا کیونکہ ظلم کی چراگاہ یعنی ظلم میں مبتلا ہونا شرمندگی تک نوبت پہنچاتی ہے۔

(۲) اے میرے لخت جگر! مظلوم کی بددعا سے ڈر کہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں رات کے اندھیرے میں تجھے کسی مظلوم کی بددعا لگ جائے۔

(۳) تمہاری آنکھ سو جاتی ہے مگر مظلوم جاگتے ہوئے بددعا دیتا رہتا ہے اور اللہ جل جلالہ کی آنکھ نہیں سوتی ہے (آنکھ اللہ تعالیٰ کے لیے متشابہات میں سے ہے اس سے یہ دلیل نہیں پکڑی جا سکتی کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہماری آنکھ جیسی ہے معاذ اللہ) یعنی اللہ تعالیٰ نہیں سوتا۔ اللہ تعالیٰ سونے سے پاک ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید۔

سنة ولا نوم۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی آہ و پکار سنتا ہے تم تو غافل ہو سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ کسی حال میں بھی غافل نہیں رہتا۔

☆......☆......☆

فتنے پہ مبنی مذاق کی مذمت

(۱) لَا تَمْزَحَنَّ الرِّجَالَ اِنْ مَزَحُوْا — لَمْ اَرَقَوْمًا تَمَازَحُوْا اَسْلِمُوْا

(۲) فَالْجَرْحُ جَرْحُ اللِّسَانِ تَعْلَمُهُ — وَرُبَّ قَوْلٍ يَّسِيْلُ مِنْهُ دَمٌ

☆لا تمزحن: مذاق ہرگز نہ کرو۔☆الرجال: لوگ۔☆جرح: زخم۔☆لسان: زبان۔☆رُبَّ قول: بہت سی باتیں۔☆دَمٌ: خون۔☆مزاح: مذاق کرنا۔

مطلب:

(۱) اگر دوسرے لوگ تجھے مذاق کریں تو ان کے ساتھ (پھر بھی) مذاق نہ کر۔ کیونکہ میں نے کوئی ایسی قوم نہیں دیکھی کہ اس نے مذاق کیا ہو اور وہ محفوظ رہی ہو۔ یعنی ٹھٹھا مخول اور مذاق کرنے والی قوم محفوظ نہیں رہتی۔

(۲) پس تم جانتے ہو کہ اصل زخم زبان کا زخم ہے۔ بے شمار ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ ان سے خون جاری ہوتا ہے۔ یعنی جو قتل و غارت اور خونخریزی کا باعث بن جاتی ہیں۔

ٹھٹھا مخول اور مذاق کی ممانعت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں زبان کی حفاظت کے سلسلے میں بیان فرمایا ہے کہ اگر لوگ مذاق تجھے کریں تو تجھے چاہیے کہ تو ان کی روش کا راہی نہ بن بلکہ ان کی روش چھوڑ۔ کسی کو مذاق نہ کر۔ میں نے کوئی ایسی قوم نہیں دیکھی تو مذاق کی بیماری میں مبتلا ہو اور وہ محفوظ رہی ہو۔ بلکہ ایسی قوم کئی قسم کے مصائب و آلام کا شکار ہو جاتی، گناہوں کی دلدل میں دھنسنے لگتی ہے۔ اگر حفاظت مطلوب ہو تو ٹھٹھا مخول اور مذاق سے بچنا چاہیے۔ ٹھٹھا مخول کرنا تو منافقین کا طریقہ ہے کما قال اللہ تعالٰی فی القرآن المجید فرقان الحمید۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ٥ (سورۃ البقرہ شریف ۱۴)

اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے تھے۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

مگر اللہ تعالٰی ان کے مذاق کرنے کی سزا بھی دیتا ہے اسی لیے اللہ والوں سے ٹھٹھا مخول کرنے کا انجام برا ہوتا ہے۔ رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ٥ (سورۃ البقرہ ۱۵)

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

(ترجمہ کنز الایمان شریف)

فائدہ:

یعنی اس مذاق اڑانے کی سزا دیتا ہے۔ سزائے جرم کو جرم کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا فصاحت و بلاغت کے طور پر۔

(تفسیر نور العرفان)

لہٰذا فتنے پر مبنی مذاق نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ:

ہنسی مذاق میں اگر بیہودہ باتیں گالی گلوچ اور کسی مسلمان کی ایذاء رسانی نہ ہو تو محض پُر لطف اور دل خوش کن باتیں ہوں جن سے اہل مجلس کو ہنسی آئے اور خوش ہوں اس میں ہرج نہیں۔ (سنی بہشتی زیور کامل حصہ اول حصہ ۵ ص ۵۴۹ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری)

فائدہ ۱:

یہ مسئلہ اسی طرح بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۶ الہو ولعب کے آخر میں ص ۱۳۲ پر بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ ۲:

یاد رکھیے مصنفین اور مولفین اپنی اپنی تصانیف میں حوالہ جات بیان کرتے ہوئے اکثر صفحہ نمبر بھی بیان کر دیتے ہیں۔ وہ اس وقت اس کتاب کا صفحہ بیان کرتے ہیں جو ان کے سامنے ہوتی ہے۔ بعد میں وہی کتب شائع ہوتی رہتی ہیں صفحات کے سائز میں فرق ہونے کی وجہ سے اور بعض اوقات دیگر ناشرین کے اپنے طور پر اپنے ڈھنگ سے کتب چھپوانے کی وجہ سے بھی صفحات میں فرق آ جاتا ہے اس طرح جب کسی کو وہ حوالہ لکھے ہوئے صفحہ کے مطابق نہیں ملتا تو اپنی کم ہمتی پہ غور کرنے کی بجائے مولفین و مصنفین کو کوسنے لگتے ہیں کہ اس نے حوالہ غلط دیا ہے۔ حالانکہ مولفین و مصنفین اپنی اپنی تصانیف میں اکثر حوالہ جات دیکھ کر لکھتے ہیں درست ہی لکھتے ہیں۔ ان میں تبدیلی کئی وجوہات سے پیدا ہوتی ایک تو وہی جو اوپر عرض کر دی ہے اور ایک وجہ کمپوزرز حضرات کی غلطی سے کمپوزنگ میں مولفین یا مصنف کے کھاتے میں ڈال دی جاتی ہے۔ اس لیے اس سلسلے میں ذرا ہمت سے کام لیتے ہوئے چند پہلے صفحات دیکھ لینے سے یا چند صفحات بعد کے ملاحظہ فرمانے کے لیے تکلیف فرمالیں گے تو مطلوبہ حوالہ عموماً مل جائے گا۔

مذاق نہ کرنا:

مذاق کرنے والوں کے ساتھ بھی مذاق نہیں کرنا چاہیے اس طرح بندہ آہستہ آہستہ گندی گفتگو بھی زبان سے کرنے لگتا ہے جو سراسر زیاں کا سبب ہے۔ کیونکہ طنز و مذاق کرنے والی قوم تباہی کا شکار ہوتی ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ تلوار کے زخموں کا مٹنا آسان ہے مگر زبان کے زخم نہیں مٹتے اس لیے ممکن حد تک کوشش کرنی چاہیے کہ زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

بھانڈ قسم کے لوگوں کو دعوت فکر:

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جن لوگوں نے ٹھٹھا مخول کرنے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہوتا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کو جن لوگوں نے پیشہ ہی یہی بنایا ہوا ہوتا ہے کہ مختلف محافل میں جا کر مختلف جھوٹے سچے لطیفے لوگوں کو سناتے ہیں اور پھر انعام کے خواستگار ہوتے ہیں۔ خصوصاً جب بارات کہیں جاتی ہے تو وہاں اپنی زبان دانی کے جوہر دکھا کر پیسے حاصل کرتے

ہیں اور اگر انعام ان کی حسب منشاء نہ ملے تو وہ طوفان بدتمیزی برپا کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ بارات والے شریف آدمیوں کی خوب پگڑیاں اچھالتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے خصوصی طور پر دعوت فکر ہے کہ دوستو! اس دنیا میں ہمیشہ کسی نے بھی نہیں رہنا۔ اور نہ ہی اس دنیا میں موجود کسی چیز نے رہنا ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ۔ اس لیے اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنی زبان کے استعمال کی خوب سمجھ بوجھ کر لیجیے تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابیاں بھی ملیں۔ ناکامیوں سے نجات بھی حاصل ہو۔ محض روپوں پیسوں کی خاطر کسی کو ذلیل کرنا قطعاً اچھا کام نہیں۔

☆......☆......☆

بھائی وہ ہے جو برے وقت میں ساتھ دے

(۱) اَخُوْكَ الَّذِیْ اِنْ اَجْهَضَتْكَ مُلِمَّةٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ یَبْرَحْ لَهَا الدَّهْرُ وَاجِمًا

(۲) وَلَیْسَ اَخُوْكَ بِالَّذِیْ اِنْ تَشَعَّبَتْ عَلَیْكَ اُمُوْرٌ ظَلَّ یَلْحَاكَ لَائِمًا

☆اجھاض: بمعنی غالب آنا ہے۔☆واجما: ایسا شخص جسے مصیبت نازل ہونے کی وجہ سے سکتہ ہو جائے۔☆لائم: ملامت کرنے لگے۔☆مُلِمَّةٌ: مصیبت۔☆تشعب پراگندہ ہونا، پریشان ہونا۔

مطلب:

(۱) حقیقتاً تمہارا بھائی یا دوست وہ ہے کہ اگر تم پہ مصیبت آجائے تو وہ غمگین رہے۔ یعنی اسے بھی پریشانی لاحق ہو جائے۔

(۲) وہ تمہارا بھائی نہیں کہ اگر تمہارا کاروبار انتشار کا شکار ہو جائے تو وہ تجھے برا بھلا کہنے لگے۔ (بلکہ تمہارا خیر خواہ وہ ہے جو ایسے حالات میں تمہاری دلجمعی کی کوشش کرے)

فائدہ:

آپ بیان فرماتے ہیں کہ حقیقتاً تمہارا بھائی اور سچا دوست وہ ہے جو ہر حال میں تیرا ساتھ دے مشکل کے وقت بھی تمہارے ساتھ ہو۔ ہر حال میں تیری اصلاح کی کوشش کرتا رہے تیری خوشی اسے خوش کر دے اور تیری تکلیف اسے رنجیدہ کر دے حقیقتاً تمہارا بھائی وہ ہے کہ اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو وہ بھی غمگین ہو جائے اور ایسا راستہ تلاش کرنے میں تیرے ساتھ مل جائے کہ جس سے تو اپنی مصیبت بھول کر اپنے حالات سنوارنے میں کامیاب ہو جائے۔

وہ تیرا بھائی نہیں کہ اگر تیرا کاروبار منتشر ہو جائے یا تجھے نقصان ہو جائے یا تو غلطی کرے کہ جس سے کاروبار خراب ہو جائے تو وہ تجھے برا بھلا کہنے لگے وہ تیرا بھائی اس لیے نہیں کہ اس سے تو مزید الجھنوں کا شکار ہو گا۔ تیرا فائدہ اس کے برا بھلا کہنے میں نہیں تیرا بھلا اس میں تھا کہ وہ تجھے پریشان ہونے سے بچاتا اس نے تو تجھے مزید پریشان کر دیا تجھے مزید الجھا دیا ایسا شخص تیرا دوست یا بھائی نہیں ہاں ایسا شخص تیرا دوست یا بھائی ہو سکتا ہے جو تیرے کاروبار کو سنبھالنے میں تیرا مددگار ہو۔ تجھے مزید پریشان کرنے کی بجائے تجھے پریشانیوں سے نکالنے کی کوشش کرے صبر و تحمل اور ٹھنڈے مزاج سے کاروبار سنبھالنے کی تلقین کرے کیونکہ

خراب ہونے والا معاملہ تو خراب ہو گیا اب پہلے والی حالت ممکن نہیں ہاں اسے مزید خراب ہونے سے صحیح حکمت عملی کے ذریعے سنبھالا جا سکتا ہے تیرا صحیح دوست یا بھائی وہ ہے کاروبار میں مزید انتشار پیدا کر کے کلی کاروبار تباہ و برباد کرنے کا سبب نہ بنے بلکہ اسے سنبھالنے کا سبب بنے۔

☆......☆......☆

ارکان اسلام منہدم ہونے پر اظہار افسوس

(۱) لِیَبْکِ عَلَی الْإِسْلَامِ مَنْ کَانَ بَاکِیًا — فَقَدْ تُرِکَتْ اَرْکَانُہٗ وَمَعَالِمُہٗ

(۲) لَقَدْ ذَھَبَ الْإِسْلَامُ اِلَّا بَقِیَّۃً — قَلِیْلٌ مِّنَ النَّاسِ الَّذِیْ ھُوَ لَازِمُہٗ

☆باکیًا: رونا۔☆تُرِکت: متروک ہوگئے۔☆معالم: نشانیاں، علامتیں، یہ جمع ہے اس کا واحد مُعْلَم ہے۔مُعْلَم کا معنی ہے علامت، نشانی (مجازاً) دنیا جہان۔☆ذھب: گیا، چلا گیا، جا چکا۔

مطلب:

(۱) جو رونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اسلام پہ روئے کیونکہ ارکان اسلام اور معالم چھوڑ دیئے گئے۔ (حالانکہ ارکان اسلام کو اپنانا چاہیے تھا اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے تھی)

(۲) تحقیق اسلام چلا گیا ہے قلیل ہی رہ گیا ہے چند لوگ ہی رہ گئے ہیں جن کے پاس موجود ہے۔ (ورنہ اکثریت بے راہروی کا شکار ہوتی جا رہی ہے)

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ آج کل عجیب حالات بن گئے ہیں کوئی دنیاوی دکھوں اور مصیبتوں کا رونا رو رہا ہے کوئی رنج والم کا رونا رو رہا ہے۔کوئی دھن دولت کا پجاری بنا ہوا ہے۔مختصر یہ کہ اگر کوئی روتا ہے تو محض ظاہری دنیوی معاملات کی وجہ سے روتا ہے حالانکہ آج کل نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک جیسے حالات نہیں رہے کہاں آپ کا دور مبارک تھا تو تمام مسلمان آپس میں ایک جان کی طرح تھے اگر کسی ایک مسلمان کو تکلیف ہوتی تو سبھی اس کی تکلیف محسوس کرتے۔ایک آج کا دور ہے کہ مسلمان مختلف گروہوں میں مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر برسرِ پیکار ہو گئے ہیں۔اسلامی احکام سے روگردانی کی جا رہی ہے۔نماز کی طرف وہ رجحان نہیں رہا جو پہلے کبھی ہوا کرتا تھا۔آج اگر کوئی رونا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسلام کو ماننے والوں کے احوال کو دیکھ دیکھ کر روئے کہ اسلام کے نام لیوا کس طرح اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ارکان اسلام سے دوری اختیار کی جا رہی ہے۔اسلام کی اصل روح کا زیادہ اصل ہم سے رخصت ہو گیا تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے بس چیدہ چیدہ لوگ ہی ایسے رہ گئے ہیں جو اسلام کی حقیقت سے واقف ہیں اور اس کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں مگر اکثریت کا حال بہت پتلا ہے۔

تنبیہ:

خبردار! ہوشیار! ارے مسلمانو! غور فرمائیے کہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ مبارک اور کہاں آج کا دور؟

اس وقت کے مسلمان اگر آج کے مسلمان ممالک میں نوجوان عورتوں کا گیمز میں حصہ لینا، ٹی وی پہ ان کی خبریں اور تصاویر اور اخبارات میں ان کی تشہیر دیکھتے تو آج کل کے مسلمانوں کو کیا سمجھتے؟ آج ہم ہیں کہ خوشی میں پھولے نہیں سماتے۔ آج ہمارے ہی ملک میں ہماری تعلیم کا حال دیکھیے کہ آج ہم اپنی صحیح اسلامی تعلیم سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ آج ہم انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب وتمدن اپناتے جا رہے ہیں۔ اپنی تعلیم اور تہذیب سے کوسوں دور بھاگے جا رہے ہیں۔ آج کل ہمارے ہی ملک میں آزادی کے نام پر اسلامی تعلیمات کے خلاف زہر اگلا جا رہا ہے مگر کوئی ان کی زبان میں لگام دینے والا نظر نہیں آتا۔ مسلمان ہر لحاظ سے انتشار کا شکار ہیں۔ ثقافت کے نام پر ڈانس پارٹیوں کا اودھم مچانا اور آج کل انگریزوں نے ہماری آنے والی نسلوں کو خراب کرنے کے لیے انٹرنیٹ، ڈش انٹینا وی سی آر، سی ڈی اور ڈی وی ڈی وغیرہ ایسی مصیبتیں ہم میں پھیلانی شروع کی ہیں کہ ہماری نوجوان نسل بھی خراب ہو رہی ہے۔ ہماری آنے والی نسلیں بھی تباہی کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ خصوصاً بچوں پہ کمپیوٹرز گیمز کے ذریعے بچوں کے اخلاق تباہ کیے جا رہے ہیں۔ بچوں کے ذہنوں میں زہر بھرا جا رہا ہے بچے تشدد، مار دھاڑ، بندوق، پستول کا استعمال ٹینک کے ذریعے تباہی، چوری، ڈکیتی بے ایمانی، قتل وغارت خصوصاً معمولی معمولی سی بات پہ قتل کرنا محض پیسے کی خاطر قتل وغارت گری کا بازار گرم کرنا۔ مردوں کے لباس پورے مگر جو عورتیں دکھائی جاتی ہیں وہ لباس سے بالکل ہی بے نیاز عریانیت اور فحاشی ان گیمز میں خوب پھیلائی جاتی ہے۔ بچوں کے اخلاق تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ خدارا! بچوں کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ فرمائیے۔ کوشش کیجیے کہ انگریزوں کی بنائی ہوئی گیمز سے بچوں کو بچایا جائے۔

بہرحال آج ہمیں اپنی آنکھیں کھولنے کا وقت ہے۔ ذرا سوچیے ہم کو کیا کرنا چاہیے کہ ہم اپنا مقام بحال کر سکیں۔ خدارا! چھوٹے سے پیمانے پر اپنے گھر سے اصلاح کی کوشش کیجیے پھر محلہ کی حد تک اسی طرح پوری مسلمان برادری میں یہ شعور بیدار کرنے کی سعی کیجیے کہ انگریزوں کی درآمد کردہ گیمز سے بچوں کو ہر ممکن طریقہ سے بچایا جائے خصوصاً (وائس سٹی) نامی گیمز بچوں کے اخلاق تباہ کرنے کے سلسلے میں زہر سے کم نہیں۔

حکایت:

ان گیموں کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ عورتوں کے لباس بالکل ہی نہ ہونے کے برابر جبکہ مردوں کے لباس مکمل ہوتے ہیں نیز ان گیموں میں مار دھاڑ، خوب ہوتی ہے اس سلسلے میں آہستہ آہستہ بچوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا۔ مثلاً پیسے جمع کرنا۔ پیسے جمع کرنے کے لیے ہیرو صاحب کو بازار میں لایا جاتا ہے وہ ڈنڈے کے ساتھ یا بندوق یا کسی اور آتشیں اسلحہ کے ذریعے مردوں عورتوں کو قتل کرتا ہے اور ان سے رقم حاصل کرتا ہے اس طرح جمع کرتا رہتا ہے ان رقوم سے مزید اسلحہ خریدتا ہے اور مختلف بلڈنگیں خریدتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ زیادہ سے زیادہ مردوں اور عورتوں کو مارتا ہے اس طرح مار کٹائی پہ مبنی گیمیں بچوں کے اخلاق پر نہایت برا اثر ڈالتی ہے۔

ارے مسلمان! حقائق سمجھنے کی کوشش کر اور عمل کے میدان میں نکل۔ خود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کر اور حتیٰ الامکان کوشش کر کہ تمام مسلمان اصلاح پذیر ہوں اس سلسلے میں دعوت اسلامی اور

جماعت اہلسنت کے ساتھ منسلک ہو کر اصلاح کی کوشش کر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

☆......☆......☆

ایک دکھیاری خاتون کا رجز

(۱) زَوْجِیْ کَرِیْمٌ یُبْغِضُ الْمَحَارِمَا　　یَقْطَعُ لَیلاً قَاعِدًا وَّقَآئِمًا

(۲) وَ یُصْبِحُ الدَّهْرَ لَدَیْنَا صَآئِمًا　　وَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اٰثِمًا

لِاَنَّهٗ یُصْبِحُ لِیْ مُرَاغِمًا

☆محارم: محرم کی جمع، حرام، ایسا قریبی رشتہ دار جس کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو، وہ شخص جس سے پردہ ضروری نہ ہو، راز دار، ہمراز، واقف وغیرہ۔ ☆مراغمًا: مراغمہ سے ہے بمعنی آپس میں ایک دوسرے سے خوش نہ ہونا، ناخوش ہونا۔ ☆کریم: شریف۔ ☆یقطع لیلاً: رات کاٹتا ہے، رات گزارتا ہے۔ ☆قائما: کھڑے ہو کر قیام کی حالت میں یعنی نوافل ادا کرتے ہوئے رات گزارتا ہے۔ ☆قاعدا: بیٹھ کر یعنی قعدے کی حالت میں یا ویسے ہی بیٹھ کر ذکر اللہ میں ساری رات گزار دیتا ہے۔
☆خشیتُ: مجھے خوف، مجھے ڈر ہے۔ ☆اثمًا: گناہ۔

مطلب:

ایک دکھیاری عورت کے دکھیار جز بیان ہوئے ہیں کہ وہ کہتی تھی۔

(۱) میرا خاوند نہایت شریف انسان ہے کہ جن امور سے اسلام میں منع کیا گیا ہے وہ ان سے دشمنی رکھتا ہے یعنی ان میں ملوث ہونے کو نہایت برا خیال کرتا ہے۔ ساری رات بیٹھے بیٹھے اور قیام کی حالت میں نماز ادا کرتے ہوئے گزار دیتا ہے۔

(۲) میرے پاس ہمیشہ روزے کی حالت میں رہتا ہے۔ تحقیق میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ گناہوں کی گندگی میں ملوث نہ ہو جائے۔ کیونکہ جب اپنی زوجہ کے حقوق کی ادا نہ کرے گا تو ممکن ہے کہ وہ غلط روی کا شکار ہو جائے۔

(۳) کیونکہ (اتنی عبادت کرنے کے باوجود) وہ میرے ساتھ ناراضگی کی حالت میں صبح کرتا ہے (یہ بھی تو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اسی بنا پر کہیں وہ حرام کاری میں مبتلا نہ ہو جائے)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ اپنے گھر میں خوش اخلاقی سے پیش آنا بھی عبادت ہے۔ بہترین اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے گھر میں بھی کسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیے خود بھی خوش خوش رہے اور اپنے گھریلو افراد کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ نیز حقوق اللہ کی پاسداری بھی ضروری ہے مگر حقوق العباد کا لحاظ رکھنا بھی اسلام میں لازمی قرار دیا گیا ہے حقوق العباد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

☆......☆......☆

جواب شوہر

(۱) لَآ اُصْبِحُ الدَّهْرَ بِهِنَّ هَائِمًا وَلَآ اَكُوْنُ بِالنِّسَآءِ نَاعِمًا

(۲) لَابَلْ اُصَلِّىْ قَاعِدًا وَّ قَائِمًا فَقَدْ اَكُوْنُ لِلذُّنُوْبِ لَازِمًا

يَالَيْتَنِىْ نَجَوْتُ مِنْهَا سَالِمًا

☆ھَآئِمًا: ھیمٌ سے، شیفتہ ہونا، عاشق ہونا، متحیر ہونا، پریشان ہونا، یہاں آخری معنی مراد ہیں۔☆ناعمًا: لطف اندوز ہونا۔☆اُصلی: میں نماز ادا کروں گا، میں نماز پڑھوں گا۔☆قائمًا: کھڑے ہوکر۔☆ذنوب: گناہوں۔☆نَجَوْتُ: میں نجات حاصل کر کے۔☆سالمًا: محفوظ، سلامت۔

مطلب:

(۱) اس کے خاوند نے اس عورت کے رجزیہ اشعار کا جواب یوں دیا کہ:
ایسے امور کی بنا پر میں دائمی طور پر پریشانیوں میں مبتلا نہیں رہوں گا کیونکہ میں نے عورتوں سے لطف اندوز ہونا ہی نہیں یعنی جب میں عورتوں سے لطف اندوزی حاصل کروں گا ہی نہیں تو پھر میں ایسے امور میں کیسے مبتلا ہو جاؤں گا۔

(۲) بلکہ میں تو بیٹھے بیٹھے اور قیام کی حالت میں (ہمہ وقت) نماز میں مشغول رہوں گا۔ پس تحقیق میں تو گناہوں کی گندگی سے ناپاک ہوں۔ اے کاش کہ میں گناہوں کی ناپاکی سے نجات حاصل کر کے سلامت رہا ہوتا۔

☆......☆......☆

شیر خدا رضی اللہ عنہ کا شریعت مطہرہ کے مطابق حکم کرنا

(۱) مَهْلًا فَقَدْ اَصْبَحْتَ فِيْهَا اٰثِمًا لَكَ الصَّلٰوةُ قَاعِدًا وَّقَآئِمًا

(۲) ثَلٰثَةً تُصْبِحُ فِيْهَا صَآئِمًا وَرَابِعٌ تُصْبِحُ فِيْهَا طَاعِمًا

(۳) وَلَيْلَةً تَخْلُوْا لَدَيْهَا نَاعِمًا مَالَكَ اَنْ تُمْسِكْهَا مُرَاغِمًا

☆صَآئمًا: روزے سے رہو۔☆رابع: چار، چوتھا۔☆طاعما: کھاؤ۔☆لیلۃ: ایک رات۔☆تخلو الدیھا ناعماً: عورت کے ساتھ لطف سے خلوت میں گزار۔☆تمسکھا: تم اسے روکے رکھو۔☆مراغما: ناخوشی کی حالت میں۔

مطلب:

تم دونوں ٹھہرو یعنی ذرا خاموش ہو کر حقیقت سمجھنے کی کوشش کرو۔

ان دونوں میاں بیوی کی باتیں سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

(۱) پس تحقیق تم نے اس عورت (اپنی بیوی) کے متعلق (جو وطیرہ اپنا لیا ہے) گناہ میں مبتلا ہو چکے ہو۔ کیونکہ تم نے حقوق العباد سے منہ پھیر رکھا ہے جو کہ لازم ہیں۔ (اس میں کوئی شک نہیں کہ) تم نماز بیٹھے بیٹھے اور قیام کی حالت میں ادا کر سکتے ہو۔

(۲) تین دن روزے کی حالت میں گزارو اور چوتھے دن روزہ افطار کرو اور کھاؤ پیو۔ (تاکہ تمہارے وجود میں دیگر فرائض کی ادائیگی کے لیے طاقت بھی پیدا ہو)

(۳) اور کبھی کبھی رات کا وقت عورت کے ساتھ تخلیے میں لطف اندوزی کی حالت میں بھی گزارو تمہارا یہ رویہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ ناراض رہتے ہوئے تم اسے روکے رکھو۔ (کیونکہ اس طرح حقوق العباد میں غفلت برتی گئی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حقوق العباد نہایت ضروری ہیں ان کی اہمیت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا)

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ ہمہ وقت نماز اور ذکر اذکار میں مصروفیت اختیار کرنا بڑا اچھا کام ہے۔ نفلی روزے رکھنا بڑا اچھا کام ہے مگر روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے جسم کے حقوق کا خیال بھی کرے اس لیے تین دن روزے رکھے تو کم از کم چوتھے دن تو روزہ افطار کرے اور خوب کھائے پیئے۔ تاکہ جسمانی حقوق کی ادائیگی بھی ہوتی رہے۔ علاوہ ازیں دیگر حقوق العباد کا خیال کرے خصوصاً بیوی کے حقوق کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ قطعاً مناسب نہیں کہ عورتوں سے یکسر ہی جدا ہو جاؤ۔ اگر مرد کے عورت پہ حقوق ہیں تو عورت کے بھی مرد پر حقوق میں ایک وہ حق بھی ہے جس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔

☆......☆......☆

بہادری کی ترغیب

(۱) اَتَصْبِرُ لِلْبَلْوٰی عَزَآءً وَّحِسْبَةً ۔۔۔ فَتُوْجَرُ اَمْ تَسْلُوْ سُلُوَّ الْبَهَآئِمِ

(۲) خُلِقْنَا رِجَالاً لِلتَّجَدُّ وَالْاَسٰی ۔۔۔ وَتِلْكَ الْغَوَانِیْ لِلْبُكٰی وَالْمَاتِمِ

☆اتصبر: کیا تم صبر کرو گے۔ ☆بلوی: بلاء، مصیبت۔ ☆فتوجر: پس تم اجر دیئے جاؤ گے۔ ☆بھائم: جانوروں۔ ☆خلقنا: ہم پیدا کیے گئے۔ ☆للبکی: رونے کے لیے۔

مطلب:

(۱) اگر تم مصیبت نازل ہونے کی وجہ سے صبر اختیار کرو گے اور برداشت سے کام لو گے اگر صبر اختیار کرو گے تو پھر تجھے اجر عظیم سے نوازا جائے گا یا جانوروں کی مانند سکون حاصل کرو گے۔

(۲) ہمیں بہادری اور ہمدردی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جبکہ یہ غفلت شعار اور بے پرواہ عورتیں رونے پیٹنے اور گناہوں کے

لیے پیدا کی گئی ہیں۔

فائدہ:

دوسرے شعر میں عام عورتوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ عام عورتیں مردوں کی نسبت بے صبری، باتونی اور بات بات پہ رونے پیٹنے کی عادی ہوتی ہیں ان کی یہ روش قطعاً اچھی نہیں۔ ان کا یہ طریقہ غفلت شعاری کا نتیجہ ہے۔ معصوم ہوا کہ جو عورتیں غفلت کا شکار نہیں ہوتیں۔ ان پہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے اور انہیں مقامات علیا سے نوازا جاتا ہے اور جو عورتیں غفلت شعاری میں ہی مبتلا رہتی ہیں وہ گناہوں کی دلدل میں پھنسی رہتی ہیں جب تک کہ غفلت شعاری سے اجتناب نہ کریں۔

☆......☆......☆

مرثیہ حضرت ابوطالب

(۱) اَبَا طَالِبٍ عِصْمَةَ الْمُسْتَجِيْرِ وَغَيْثَ الْمَحُوْلِ وَنُوْرَ الظُّلَمِ

(۲) لَقَدْ هَدَّ فَقْدُكَ اَهْلَ الْحِفَاظِ وَقَدْ كُنْتَ لِلْمُصْطَفٰى خَيْرَ عَمِّ

☆نور: روشنی، تجلی، چمک، رونق، روپ، اللہ کا ایک صفاتی نام وغیرہ۔ ☆ظلم: تاریکی۔ ☆هَدَّ: شکستہ دل کر دیا، توڑ پھوڑ کا شکار کر دیا۔ ☆هَدَّ: (نصر ینصر باب سے ہے)۔ ☆هَدًّا و هُدُوْدًا: ابناء میں عمارت کو دھڑام سے گرا دنیا (المنجد) گویا غیرت مندوں کو موت نے اس طرح گرا دیا جیسے عمارت دھڑام سے گرا دی جاتی ہے، اسی طرح هَدَّ (باب سمع یسمع اور خوب یضرب)۔ هَدًّا: ارجل یعنی آدمی کا بوڑھا ہونا (المنجد) یعنی موت نے غیرت مندوں کو اس طرح کر دیا ہے جیسے بوڑھا انسان اپنی عمر کے آخری لمحات میں ہو جاتا ہے۔ ☆هَدَّ: یعنی توڑا۔ ☆خیر عَمّ: بہترین چچا۔

مطلب:

(۱) اے ابوطالب! پناہ چاہنے والے کے لیے پناہ کا مقام، خشک سالی کے دور میں پانی اور اندھیرے وقت کے نور۔

(۲) تحقیق تیری موت نے غیرت مندوں کے دل کو پارہ پارہ کر دیا۔ تحقیق آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ان اشعار میں حضرت ابوطالب کا مرثیہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ اے ابوطالب! سارے دنیا دار اور بڑے بڑے سرداران مکہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا۔ کوئی بھی آپ جیسی پناہ دینے کو تیار نہ تھا جب بھی آپ کے مشکل وقت آتا آپ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پناہ کا مقام تھے۔ آپ ہی حضور کو پناہ دیتے رہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آپ نے بھی بہت تکالیف اٹھائیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسی طرح جیسے خشک سالی میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے پانی کی وجہ سے خشک سالی دور

ہو جاتی ہے اسی طرح نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ تھے آپ کو جب بھی کوئی مشکل گھڑی کا سامنا ہوتا آپ ہی اسے مشکل کو دور کرنے کی کوشش کرتے اور آپ کی مدد سے وہ تکلیف اور مشکل ختم ہو جاتی۔ آپ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے تھے جیسے اندھیرے کے وقت نور کام دیتا ہے اسی طرح آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مددگار ثابت ہوئے۔ موت کا وقت تو مقرر ہے ہر کسی نے اس جہان فانی سے رخصت ہونا ہے تمہاری موت غیرت مندوں یعنی مسلمانوں کے دل کو پارہ پارہ کر دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

☆......☆......☆

ھل اتی کا ایک سبب نزول

(۱) فَاطِمُ بِنْتُ السَّیِّدِ الْکَرِیْمِ ۔ بِنْتُ نَبِیٍّ لَّیْسَ بِالزَّنِیْمِ

(۲) قَدْ جَآءَ نَا اللّٰہُ بِذَا الْیَتِیْمِ ۔ مَنْ یَّرْحَمِ الْیَوْمَ فَھُوَ رَحِیْمِ

(۳) مَوْعِدُہٗ فِیْ جَنَّۃِ النَّعِیْمِ ۔ حَرَّمَھَا اللّٰہُ عَلَی اللَّئِیْمِ

(۴) مَنْ یَسْلَمُ الْبُخْلَ یَعِیْشُ سَلِیْمٌ ۔ وَصَاحِبُ الْبُخْلِ یَقِفُ ذَمِیْمٌ

(۵) یَھْوِیْ اللّٰہ فِیْ وَسْطِ الْجَحِیْمِ ۔ شَرَابُہُ الصَّدِیْدُ وَالْحَمِیْمُ

ھٰذَا صِرَاطُ اللّٰہِ مُسْتَقِیْمٌ

☆سید: سردار۔☆الیوم: دن، آج۔☆موعدہٗ: اس کے لیے وعدہ ہے۔☆حَرَّمَھَا اللّٰہ: اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا۔☆اللئیم: کمینے۔☆یُسلم: جو سلامت رہے گا، بچا رہے گا، محفوظ رہے گا۔☆یَعِیْش سَلِیْمٌ: سلامتی کے ساتھ زندگی گزارے گا۔☆سلیم: ٹھیک، درست، کامل، پورا، سادہ دل، صاف دل، تندرست، حلیم، بردبار، خاموش، صلح پسند وغیرہ۔☆صاحب البخل: بخل والا، بخیل۔☆جحیم: جہنم، دوزخ۔☆حمیم: دوست، رشتے دار، موسم گرما کا درمیانی حصہ، گرمیوں کی بارش، وہ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا، اس شعر میں یہی مراد ہے۔☆شرابُہُ الصّدید: اس کا شربت پیپ کا ہوگا۔☆صراطُ اللّٰہ: اللہ تعالیٰ کا راستہ۔☆مستقیم: سیدھا، راست، درست، مضبوط۔

مطلب:

(۱) اے سرور کائنات فخر موجودات مدنی تاجدار، احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر! تو اس نبی کی لخت جگر ہے جو برے ہرگز نہیں ہیں۔ (جیسے کفار کہتے ہیں بلکہ ان میں تو برائی کا نام و نشان تک نہ تھا بلکہ برائی ختم کرنے کے لیے تشریف لائے)

(۲) تحقیق آج اللہ تعالیٰ جل شانہٗ آج (ہمارے گھر) اس یتیم کو لایا ہے آج جو اس یتیم پہ رحم کرے گا پس وہی رحیم اور مہربان

ہوگا۔

(۳) جنت النعیم کا اس کے لیے وعدہ ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کمینوں پر حرام کر دیا ہے۔

(۴) جو بخل سے بچے گا وہی ساری زندگی سلامتی سے گزارے گا اور بخل والا ذلیل وخوار ہو کر پڑا رہے گا۔

(۵) بلکہ وہ بخیل جہنم کے درمیانی حصہ میں پھینکا جائے گا پیپ اور شدید گرم پانی جس کا مشروب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ صراط مستقیم ہے۔

☆......☆......☆

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما کا بہترین جواب

(۱) اِنِّیْ اُعْطِیْهِ وَلَآ اُبَالِیْ ‏ وَاُوْثِرُ اللّٰهَ عَلٰی عِیَالِیْ

(۲) اَمْسُوْا جِیَاعًا وَّهُمْ اَشْبَالِیْ ‏ اَصْغَرُهُمْ یُقْتَلُ بِاغْتِیَالِیْ

لِلْقَاتِلِ الْوَیْلُ مَعَ الْوَبَالِیْ

☆ شبال: شیر کا بچہ۔ ☆ لا ابالی: میں کچھ پرواہ نہیں کروں گی۔ ☆ عیالی: میرے اہل وعیال، میرے بچے۔ ☆ اصغر: چھوٹا۔ ☆ یُقتل: وہ شہید کیا جائے گا۔ ☆ ویل: تباہی۔ ☆ وبال: بوجھ، بار، مصیبت، آفت، عذاب، اس شعر میں یہی آخری معنی مراد ہے۔

مطلب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب میں حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بہترین جواب دیا کہ:

(۱) میں اسے (جو کچھ میسر آیا) ضرور عطا کروں گی۔ اس سلسلے میں کوئی پرواہ نہیں کروں گی مگر اپنی اولاد کے مدمقابل فرمان ربانی کو زیادہ ترجیح دوں گی۔

(۲) مگر میرے ان بچوں نے بھوکے رہتے ہوئے شام کی۔ ان میں چھوٹا لڑکا تو قتل کرنے کے مترادف ہے وہ شہید کیا جائے گا اور قاتل کے لیے تباہی اور عذاب آئے گا۔

فائدہ:

اہل بیت کے گھرانہ کی سخاوت ملاحظہ فرمایئے قدرے تفصیلی واقعہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔

☆......☆......☆

اپنی ہمت پانا

(۱) اَصْبَحْتُ بَیْنَ الْهُمُوْمِ وَالْهِمَمِ　　　هُمُوْمِ عَجْزٍ وَّهِمَّةِ الْكَرَمِ

(۲) طُوْبٰى لِمَنْ نَّالَ قَدْرَهِمَّتِهٖ　　　اَوْنَالَ عِزَّ الْقُنُوْعِ بِالْقَسَمِ

☆اصبحت: میں نے صبح کی۔☆هموم: غموں، غمگینیوں۔☆همم: ہمتوں۔☆نال: پالیا۔☆عزّ القنوع: قناعت کی عزت۔

مطلب:

(۱) آج میں نے رنج وغم اور ہمتوں کے درمیان صبح کی ہے۔یعنی مجھے مجبوری کا غم ہے مجبوری کا اور ہمت کرم کی۔

(۲) ہمت کی مقدار حاصل کرنے والے کو مبارک ہو۔یا قناعت کی عزت حاصل کرنے والے کو مبارک۔

فائدہ:

یہاں آپ نے رنج وغم اور ہمت کی اہمیت بیان کی ہے کہ آج میں نے رنج وغم اور ہمتوں کے درمیان صبح کی ہے۔رنج اور غم مجبوری کا جبکہ ہمت اور حوصلہ کرم کا۔اس لیے کہ جیسے بھی حالات سے انسان دوچار ہو جائے اس رنج اور غم میں مبتلا ہو کر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنے لگے کیونکہ بے صبری اختیار کرنا نقصان دہ ہے۔انسان مزید اپنا نقصان کرتا چلا جاتا ہے۔ہاں ایسے حالات میں اگر انسان رنج وغم میں ڈوب کر مجبور ہو کر بیٹھ جائے تو انسان ہمت ہار جاتا ہے جو کہ انتہائی نقصان دہ امر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے شعر میں بیان فرمایا ہے کہ رنج اور غم نے تو مجھے بہت ستایا مگر اس کا مقابلہ میں نے ہمت سے کیا ہار نہ مانی۔اس لیے ہر حال میں ہمت سے کام لینا چاہیے۔ہمت سے کام لینے والا ہر حال میں فائدے میں رہتا ہے۔

اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے شعر میں بیان فرمایا ہے کہ ہمت کی مقدار حاصل کرنے والے کو مبارک ہو کہ ہمت اختیار کرنا بڑا اچھا کام ہے اس سے انسان کئی امور کے سلسلے میں فائدہ میں رہتا ہے دکھوں اور تکلیفوں سے نجات کا راستہ نکل آتا۔مایوس ہونے کی بجائے بندہ ہمت کی برکات سے فائدے اٹھا کر غموں سے نجات حاصل کرتا ہے۔یا قناعت کی عزت حاصل کرنے والے کو بھی مبارک ہو۔قناعت کے متعلق تفصیلات الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) میں ملاحظہ فرمایئے۔

☆......☆......☆

قرابت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم باعث فخر

(۱) لَقَدْ عَلِمَ الْاُنَاسُ بِاَنَّ سَهْمِیْ　　　مِنَ الْاِسْلَامِ يَفْضُلُ كُلَّ سَهْمٍ

(۲) وَاَحْمَدُ النَّبِیُّ اَخِیْ وَ صِهْرِیْ — عَلَیْهِ اللّٰهُ صَلّٰی وَابْنُ عَمِّیْ

(۳) وَاِنِّیْ قَـآئِـدٌ لِّـلنَّـاسِ طُـرًّا — اِلَی الْاِسْلَامِ مِنْ عُرْبٍ وَّ عُجْمٍ

(۴) وَقَـاتِـلُ کُـلِّ صِنْدِیْدٍ رَئِیْـسٍ — وَجَبَّـارٍ مِّنَ الْکُفَّـارِ ضِخْـمٍ

☆کل سھم: تمام حصے۔☆صھری: میرا خسر۔☆صَلّٰی: رحمت نازل کرے، رحمت اتارے، درود بھیجے۔☆ابن عمی: میرے چچا کا بیٹا۔☆قَآئِدٌ: فوج کا سردار، حاکم، اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا، رہنما، لیڈر۔☆رئیس: سردار، فرماں روا، دولت مند۔☆جبارٍ: جبر کرنے والا، ظالم، جابر، زبردست (ال کے سابقے کے ساتھ ہو تو) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا صفاتی نام۔☆ناس: لوگوں۔

مطلب:

(۱) تحقیق عام لوگوں پہ یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ دوسرے لوگوں کے حصوں میں سے میرا اسلامی سب سے زیادہ حصہ افضل و اعلیٰ ہے۔

(۲) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی بھی ہیں اور میرے خسر بھی ہیں۔ میرے چچا زاد بھی ہیں اللہ تعالیٰ ان پہ رحمت نازل فرمائے۔

(۳) بے شک میں تمام اہل عرب اور اہل عجم کو اسلام کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے لے جاؤں گا۔ یعنی ان کی رہنمائی کروں گا۔

(۴) کافروں کے ہر سردار، رئیس اور جابر کو تہ تیغ کروں گا۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے فضائل بیان کیے ہیں۔ تفصیلات آپ کی حیات مبارکہ کے حصہ میں درج کی جائیں گی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اختلافات کے متعلق چند معروضات عرض کی جا چکی ہیں وہاں سے دوبارہ مطالعہ کر لیا جائے۔

(۵) وَفِی الْقُرْاٰنِ اَلْزَمَهُمْ وَلَآئِیْ — وَ اَوْجَبَ طَاعَتِیْ فَرْضًا بِعَزْمٍ

(۶) کَمَا هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اَخُوْهُ — کَذَاكَ اَنَا اَخُوْهُ وَذَاكَ اِسْمِیْ

(۷) لِـذَاكَ اَقَـامَنِـیْ لَهُـمْ اِمَـامًـا — وَ اَخْبَـرَهُـمْ بِـهٖ بِغَدِیْرِ خُمٍّ

(۸) فَمَنْ مِّنْکُمْ یُعَادِلُنِیْ بِسَهْمِیْ — وَاِسْلَامِیْ وَسَابِقَتِیْ وَرُحْمِیْ

(۹) فَـوَیْـلٌ ثُـمَّ وَیْـلٌ ثُـمَّ وَیْـلٌ — لِمَنْ یَّلْقَی الْاِلٰهَ غَدًا بِظُلْمِیْ

(۱۰) وَ وَيْـلٌ ثُـمَّ وَيْـلٌ ثُـمَّ وَيْـلٌ لِجَاحِدِ طَاعَتِيْ وَمُرِيْدِ هَضْمِيْ

(۱۱) وَ وَيْـلٌ لِّلَّذِيْ يَشْقٰى سِفَاهًا يُرِيْدُ عَدَاوَتِيْ مِنْ غَيْرِ جُرْمِيْ

☆هضمي: ہضم بمعنی ظلم زیادتی۔☆اَلْزَمَهُمْ: ان پرلازم ہے۔☆ولآئي: میرے ولایت۔☆اوجب: واجب ہے،لازم ہے۔☆طاعتي: میری اطاعت،میری فرمانبرداری،میری تابعداری،میرے حکم کی تعمیل۔☆اماما: امام،پیشوا،ہادی، نماز پڑھانے والاوغیرہ۔☆سابقتي: میرے آگے۔☆ويل: افسوس،ہلاکت۔☆يلقي: ملاقات کرے گا،مراد سامنے ہوگا۔ ☆غدًا: کل(آئندہ دن)۔☆يشقي سفاهًا: بے وقوفی سے بدبخت ہوتا ہے۔☆عداوتي: میری دشمنی۔☆غير جرم: ناحق۔

مطلب:

(۵) قرآن مجید میں ان پہ لازم ہے کہ وہ میری ولایت کو تسلیم کریں۔عزم کے ساتھ میری اطاعت کرنے کو بھی لازم کیا ہے۔ (تمام صحابہ کرام کو عادل کہا گیا ہے اس لیے ان کی اطاعت ضروری ہے)

(۶) جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام تھے اسی طرح میں بھی آپ کا بھائی ہوں اور میرا نام علی ہے۔

(۷) مجھے اسی لیے ان کا امام بنایا گیا ہے خُم غدیر میں اس بات کی خبرانہیں کردی گئی ہے۔

(۸) پس تم میں سے میرا مقابل کون ہوسکتا ہے(یعنی میرا مقابل تم میں سے کوئی نہیں)اسلام قبول کرنے میں میری اولیت (موجودہ لوگوں میں)اسلام قبول کرنے کے لحاظ سے میری سبقت اور رشتے داری کے لحاظ سے میرا اقرب۔

(۹) پس اس شخص پہ افسوس صد افسوس کہ جوکل اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سامنے مجھ پہ ظلم کرنے والے کی مانند حاضر ہوگا۔

(۱۰) اور ہلاکت صد ہلاکت اس شخص پہ جو میری اطاعت کا انکار کرتا ہے اور مجھ پہ زیادتی کرنا چاہتا ہے۔

(۱۱) اس پہ ہلاکت جو اپنی بے وقوفی کی وجہ سے بدبخت بنتا ہے۔ناحق میرے ساتھ دشمنی کرنا چاہتا ہے۔

فائدہ:

صحابہ کرام کے اختلافات کے بارے میں تفصیلی مضمون اسی کتاب میں بیان کردیا گیا ہے وضاحت وہاں سے مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

مناقب پہ فخر

(۱) اَللّٰهُ اَكْرَمَنَا بِنَصْرِ نَبِيِّهٖ وَبِنَآ اَقَامَ دَعَائِمَ الْإِسْلَامِ

(۲) وَبِنَا اَعَزَّ نَبِيَّهٗ وَكِتَابَهٗ وَاَعَزَّنَا بِالنَّصْرِ وَالْإِقْدَامِ

(۳) وَ يَزُوْرُنَا جِبْرِيْلُ فِيْ أَبْيَاتِنَا ۔۔۔ بِفَرَائِضِ الْإِسْلَامِ وَالْأَحْكَامِ

(۴) فَنَكُوْنَ أَوَّلَ مُسْتَحِلٍّ حِلَّهُ ۔۔۔ وَ مُحَرِّمٍ لِلّٰهِ كُلَّ حَرَامِ

☆دَعَائِم: دعامہ واحد،ستون۔☆نصر: مدد۔☆نبیہ: اپنے نبی کی۔☆اقام: قائم کیا۔☆اَعَزَّنَا: عزت دی۔☆ اَبْيَاتِنَا: ہمارے گھروں۔☆مُسْتَحِلَّ حِلَّهُ: اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال سمجھتے ہیں۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیں مدد کرنے کی عزت سے نوازا اور اسلام کا ستون ہمارے ذریعے قائم کیا۔

(۲) اور ہمارے ذریعے ہی اپنے نبی اور اپنی کتاب کو غلبہ عطا فرمایا اور ہمیں مدد اور پیش قدمی کرنے کی عزت اور سعادت کے شرف عظیم سے نوازا۔

(۳) حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمارے گھروں میں اسلام کے فرائض واحکام لے کر آئے۔

(۴) پس ہم ہی پہلے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہر حرام کو حرام خیال کرتے ہیں۔

فائدہ:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم پہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا کہ ہمیں اپنے محبوب مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور یہ ہمیں بڑی عزت عطا فرمائی۔ اسلام کا ستون ہمارے ذریعے قائم فرمایا ہمارے لیے یہ بڑی عظیم سعادت ہے اس سعادت کے حصول کے سلسلے میں ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ یعنی یہ ایک بڑی عظیم سعادت ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور انعامات کا تذکرہ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارکہ ہے خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے۔

الحمد للہ! رب کائنات کا احسان عظیم ہے اہلسنت و جماعت پر کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پہ عمل پیرا ہونے کی سعادت ہمارے جماعت اہلسنت کے حصے میں آئی کہ ہم بھی رب کائنات کا احسان مانتے ہوئے شکر ادا کرتے ہوئے رب کائنات کے محبوبوں کا تذکرہ بڑے شوق اور محبت سے سنتے اور سناتے رہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی توصیف میں صفحات قرطاس پہ اکثر لکھتے رہتے ہیں۔ ہمارا جشن عید میلاد النبی منانا، محافل نعت منعقد کرنا اور کروانا، عرس بزرگان دین کے انعقاد کے سلسلے میں کوششیں کرنا۔ اسی طرح کی مختلف تقاریب میں شرکت کرنا محبوبان بارگاہ حق کے تذکرے لکھنا، پڑھنا، سننا سنانا اور انہیں اچھا سمجھنا یہ سب کچھ اسی نیت سے ہوتا ہے۔ الحمد للہ یہ طریقہ اہلسنت کا الحمد للہ رب العالمین آیت مبارکہ کے خلاف نہیں کیونکہ بزرگان دین کی شان اور فضیلت بیان کرنا اگر قرآن کی اس آیت مبارکہ اور اس جیسی دیگر آیات کے خلاف ہوتا تو قرآن مجید میں انبیاء کرام اور اولیائے کرام کی عظمتیں بیان نہ کی جاتیں بلکہ قرآن مجید میں بزرگان دین کی عظمتوں کو بیان کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے ایسے تذکرے سننا سنانا لکھنا لکھانا اور انہیں محبوب سمجھنا قرآن مجید کے خلاف نہیں بلکہ ایسے تذکرے تو محبوب کریم مدنی تاجدار

احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارک میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں اور جو اس سلسلے میں مخالفت کرتے ہیں انہیں خود غور کرنا چاہیے کہ وہ کس سمت جا رہے ہیں اور اولیاء اللہ کے متعلق ناک بھوں چڑھانے کا کیا انجام ہوگا عمل کرنا یا نہ کرنا مخالفین کی مرضی دعوت فکر ضروری ہے کاش کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

(۱) نَحْنُ الْخِيَارُ مِنَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا — وَنِظَامُهَا وَزِمَامُ كُلِّ زِمَامِ

(۲) اَلْخَائِضُوْا غَمَرَاتِ كُلِّ كَرِيْهَةٍ — وَالضَّامِنُوْنَ حَوَادِثَ الْاَيَّامِ

(۳) وَالْمُبْرِمُوْنَ قُوَى الْاُمُوْرِ بِعِزَّةٍ — وَالنَّاقِضُوْنَ مَرَائِرَ الْاِبْرَامِ

(۴) فِيْ كُلِّ مَعْرِكَةٍ تَطِيْرُ سُيُوْفُنَا — فِيْهَا الْجَمَاجِمَ عَنْ فَرَاخِ الْهَامِ

(۵) اِنَّا لَنَمْنَعُ مَنْ اَرَدْنَا مَنْعَهٗ — وَنَجُوْدُ بِالْمَعْرُوْفِ لِلْمُعْتَامِ

(۶) وَتَرُدُّ غَاوِيَةَ الْخَمِيْسِ سُيُوْفُنَا — وَتُقِيْمُ رَاسَ الْاَصْيَدِ الْقَمْقَامِ

☆زمام: مہار۔☆غمرات: مصیبتیں۔☆الضامنون: ضامن کی جمع، ذمہ دار، جو شخص کسی کی ضمانت دے، کفیل وغیرہ۔☆معرکۃ: لڑائیاں۔☆تردُّ: پھردیتی ہے۔☆یقیم: سیدھا کر دیتی ہے۔☆مرائد الابرام: بٹی ہوئی رسیوں۔☆ ناقضون: کھولنے والے۔

مطلب:

(۱) ہم تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ بہتر یعنی افضل ہیں، اس کے سارے نظام اور تمام مخلوق کے مہار ہم ہیں۔

(۲) اور تمام مصیبتوں اور سختیوں میں گھس جانے والے اور ہم ہی حوادث زمانہ کے ضامن ہیں۔

(۳) ہم تمام امور کے قویٰ کو عزت کے ساتھ مضبوط کرنے والے ہیں۔ نیز بٹی ہوئی رسیوں کو کھول دینے والے ہیں۔ یعنی ہم تمام عقدوں کو کھولنے والے ہیں۔

(۴) جنگوں میں ہماری تلواروں کے چلنے سے چڑیوں کے بچوں کی مانند بڑے بڑے سورموں کی کھوپڑیاں اڑتی ہیں۔

(۵) ہم جسے کچھ بھی نہیں دینا چاہتے اسے کچھ بھی عطا نہیں کرتے (اور ہاں) ہم اچھے لوگوں کے ساتھ بخشش وعنایت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

(۶) فوج کے سردار کو ہماری تلواریں پھیر دیتی ہیں اور تکبر کرنے والے سردار کا سر سیدھا کر دیتی ہیں۔ یعنی فخر وتکبر اور غرور سب جاتا رہتا ہے بلکہ فخر وغرور اور تکبر ہماری تلواروں کے سامنے اسے بھول جاتا ہے بلکہ سیدھا ہو جاتا ہے۔ تکبرانہ روش اس کی ختم ہو جاتی ہے۔

☆......☆......☆

مخالفین کی شکایت

(۱) اَطْلُبُ الْعُذْرَ مِنْ قَوْمِیْ وَقَدْ جَھِلُوْا | فَرْضَ الْکِتَابِ وَنَالُوْا کُلَّ مَاحَرُمَا

(۲) حَبْلُ الْاِمَامَةِ لِیْ مِنْ بَعْدِ اَحْمَدِنَا | کَالدَّلْوِ عُلِّقَتِ التَّکْرِیْبَ وَالْوَذَمَا

(۳) لَا فِیْ نُبُوَّتِہٖ کَانُوْا ذَوِیْ وَرَعٍ | وَلَا رَعَوْ بَعْدَہٗ اِلًّا وَّ لَا ذِمَمَا

(۴) لَوْکَانَ لِیْ جَائِزًا سَرْحَانُ اَمْرِھِمْ | خَلَفْتُ قَوْمِیْ وَکَانُوْا اُمَّةً اُمَمَا

☆اَطْلُبُ الْعُذْرَ: میں عذر کرتا ہوں، میں عذر خواہ ہوں، میں معذرت کرتا ہوں، میں عذر بیان کرنا چاہتا ہوں۔☆ جَھِلُوْا: جاہل ہیں، ان پڑھ، ناخواندہ، وحشی، اجڈ، بداخلاق، بےادب، گستاخ، نادان، اناڑی، ناواقف، بےخبر، انجان۔☆ فرض الکتاب: کتاب کے فرائض یعنی وہ فرائض جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔ ☆کَالدَّلْوِ: جیسے ڈول۔☆ذَوِیْ وَرَعٍ: پرہیزگار۔☆جائزاً: صحیح، درست، بجا، برحق، روا، مطابق شرع، قانون کے حدود میں مباح، حسب ضابطہ، قابل قبول وغیرہ۔

مطلب:

(۱) اپنی قوم سے میں عذر خواہ ہوں اس کے باوجود کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کی کتاب مبین قرآن مجید کے فرائض سے جہالت اختیار کی اور حرام کا ارتکاب کیا۔

(۲) ہمارے احمد یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت کا تعلق میرے ساتھ ہے جس طرح کہ لکڑی اور رسی کے ساتھ ڈول کا تعلق ہوتا ہے۔

(۳) دورِ نبوت میں بھی وہ پرہیزگار نہیں تھے اور دورِ نبوت کے بعد بھی انہوں نے اپنے عہد کا پاس اور لحاظ نہیں رکھا۔

(۴) اگر ان کے معاملے کو چھوڑ دینا میرے لیے جائز ہوتا تو پھر میں اپنی قوم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا اور میری قوم بھی دوسری قوموں کی طرح (گمراہ) ہو جاتی۔

فائدہ:

یہ اشعار بھی تحقیق طلب ہیں کہ ان کا انتساب کہاں تک درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب مگر اس کے باوجود ان اشعار سے بھی یہ بات واضح ہے کہ آپ کے دور میں بھی جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ موجود تھے وہ گمراہی کی حد تک نہ پہنچے تھے باقی رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان معاملے اس کے سلسلے میں اسی کتاب میں بڑی وضاحت تحریر ہے۔

فائدہ:

آخری شعر سے واضح ہو رہا ہے کہ جو معاملہ چھوڑنا جائز نہیں تھا وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں خوب بہادری کا

مظاہرہ کیا اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے سامنے جس طرح بہادری کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ کے سنہری حروف میں لکھا ہوا ملتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں ایسے احوال ملاحظہ نہ فرمائے تھے ان ادوار کو درست اور صحیح سمجھا اس لیے ان ادوار میں ایسا طریقہ نہ اپنایا اس سے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے خلافت کے دور کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ کہ ان کی خلافت کے متعلق چونکہ چنانچہ کی ہیر پھیر قطعاً درست نہیں۔

☆......☆......☆

حارث بن صمہ انصاری کی محبت و وفاداری کی تعریف

(۱) لَا هَمَّ اِنَّ الْحَارِثَ بْنَ صِمَّةٍ ... كَانَ وَفِيًّا وَّ بِنَا ذَا ذِمَّةٍ

(۲) اَقْبَلَ فِيْ مَهَامِهٍ مُهِمَّةٍ ... فِيْ لَيْلَةٍ لَيْلَاءَ مُدْلَهِمَّةٍ

(۳) بَيْنَ رِمَاحٍ وَّ سُيُوْفٍ جَمَّةٍ ... تَبْغِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْهَا ثَمَّةٍ

لَا بُدَّ مِنْ بَلِيَّةٍ مُّلِمَّةٍ

☆مهمه: میدان، جمع مہامہ۔ ☆لَيْلَاءُ لهمة: سخت تاریک رات۔ ☆مهامه مهمة: اندوہناک میدان۔ ☆لَا بُدَّ: ضروری ہے۔ ☆بلية: مصیبت۔

مطلب:

(۱) بے شک حارث بن صمہ وفادار ہے اور ہم سے اس نے عہد کر رکھا ہے اس لیے مجھے (اس کی طرف سے) کوئی پرواہ نہیں۔

(۲) وہ شدید اندھیری اور خوفناک میدان میں آئے ہیں۔

(۳) اس رات بے شمار تلواروں اور نیزوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے آئے تھے یہ ایسا وقت تھا کہ مصیبت کا اترنا ضروری تھا۔ یعنی آپ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو سکتے تھے مگر انہوں نے اس سلسلے میں کوئی پرواہ نہ کی۔

تذکرہ حضرت حارث بن صمہ:

حضرت حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر ان کی ملاقات مبذول بن مالک بن نجار خزرجی بخاری سے ہوئی ان کی کنیت ابوسعد ہے، وہ سعد کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صہیب بن سنان اور ان کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی اور بدر کی طرف آپ کے ساتھ چلے تھے اور مقام روحاء سے واپس ہوئے تھے مال غنیمت میں آپ نے ان کے لیے اجر

اور حصہ مقرر فرمایا تھا اور احد میں آپ کے ساتھ شریک تھے اور احد میں نہایت ثابت قدم رہے اور عثمان بن مغیرہ کو قتل کیا اور اس کا سامان اتار کر رسول اللہ کے حضور میں پیش کیا ان کے علاوہ اور کسی نے سامان حضور کے حضور پیش نہ کیا۔ انہوں نے حضور سے موت پر بیعت کی تھی بعر معونہ میں شریک ہوئے وہ اور عمرو بن امیہ مقام سرح میں تھے کہ ان دونوں نے ایک منزل پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا دیکھا تو وہاں پہنچے تو اس جگہ ان کے شہید ساتھی موجود تھے پس حارث نے عمرو سے کہا، آپ کی کیا رائے ہے؟

عمرو نے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا جائے۔

حارث نے کہا: میں تو مقتول ساتھیوں کے پاس رہنے کو ترجیح دوں گا اور وہ آگے بڑھے قاتل قوم سے جنگ ہوئی اور شہید ہوئے۔

عبداللہ بن ابی بکر نے کہا کہ انہوں نے ان کو قتل (شہید) نہیں کیا مگر وہ (دشمن) ان کی طرف مسلسل نیزے پھینکتے رہے جو ان کے جسم میں پیوست ہوتے گئے اور وہ شہید ہو گئے۔ عمر بن امیہ قید ہو گئے پھر وہ آزاد ہو گئے۔ حارث کے بارے میں شاعر نے بدر والے دن یہ کہا۔

یا رب ان الحارث بن صمہ	اهل وفاء صادق و ذمة
اقبل فی مهامنہ ملمہ	فی لیلة ظلماء لهمہ
یسوق بالنبی هادی الامہ	یلتمس الجنة فیما ثمہ

اے رب! حارث بن صمہ، سچا وفادار اور ذمہ داروں میں سے ہے۔

سخت اندھیری رات یعنی گھمسان کی جنگ میں بھی آگے بڑھنے والا ہے جنت کی تلاش میں ہادی الامۃ نبی کے ساتھ ساتھ چلنے والا ہے۔

فائدہ:

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ اشعار حضرت علی بن ابی طالب نے احد کے دن کہے تھے۔

زہری، موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے یہ کہا ہے کہ یہ بدر میں شریک ہوئے تھے مقام روحاء سے واپس ہوئے تھے، عروہ اور زہری نے کہا ہے کہ بعر معونہ میں شہید ہوئے۔

محمود بن لبید روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حارث بن صمہ کہتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ نے مجھ سے سوال کیا جبکہ وہ ایک گھاٹی میں تھے پس آپ نے فرمایا کہ تو نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے میں نے عرض کی ہاں میں نے اسے دیکھا کہ وہ پہاڑی۔ کے پہلو میں تھے اس پر مشرکین کا لشکر حملہ آور ہوا تھا میں اس کی طرف متوجہ ہوا تا کہ میں اس کو روکوں۔ پس میں نے آپ کو دیکھا۔ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا پس آپ نے فرمایا: فرشتے اس کو روک رہے ہیں۔ پس میں حارث کی طرف لوٹا تو حارث کے سامنے سات آدمی مقتول پڑے تھے میں نے کہا: آپ تو کامیاب ہو گئے۔ کیا آپ نے ان سب کو قتل کیا پس عبدالرحمٰن نے کہا ارطاہ بن شرجیل اور یہ دونوں ان کو میں نے قتل کیا ہے مگر ان کے قاتل کو میں نہیں جانتا۔ حارث کہتے ہیں۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۴۶۴۔۴۶۳)

☆......☆......☆

غزوۂ احد سے واپسی پر کارناموں پہ فخر

(۱) أَفَاطِمُ هَاكِ السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيْمٍ ... فَلَسْتُ بِرِعْدِيْدٍ وَّ لَا بِلَئِيْمٍ

(۲) أَفَاطِمُ قَدْ أَبْلَيْتُ فِيْ نَصْرِ أَحْمَدَ ... وَمَرْضَاتِ رَبٍّ بِالْعِبَادِ رَحِيْمٍ

(۳) أُرِيْدُ ثَوَابَ اللّٰهِ لَا شَيْءَ غَيْرُهٗ ... وَرِضْوَانَهٗ فِيْ جَنَّةٍ وَّ نَعِيْمٍ

(۴) وَكُنْتُ امْرَءًا أَسْمُوْ إِذَا الْحَرْبُ شُمِّرَتْ ... وَقَامَتْ عَلٰى سَاقٍ بِغَيْرِ مُلِيْمٍ

(۵) أَمَمْتُ ابْنَ عَبْدِ الدَّارِ حَتّٰى ضَرَبْتُهٗ ... بِذِيْ رَوْنَقٍ يَّفْرِي الْعِظَامَ صَمِيْمٍ

(۶) فَغَادَرْتُهٗ بِالْقَاعِ فَارْفَضَّ جَمْعُهٗ ... عَبَادِيْدَ مِنْ ذِيْ قَانِطٍ وَّ كَلِيْمٍ

(۷) وَسَيْفِيْ بِكَفِّيْ كَالشِّهَابِ أَهُزُّهٗ ... أَجُزُّ بِهٖ مِنْ عَاتِقٍ وَّ صَمِيْمٍ

(۸) فَمَا زِلْتُ حَتّٰى فَضَّ رَبِّيْ جُمُوْعَهُمْ ... وَأَشْفَيْتُ مِنْهُمْ صَدْرَ كُلِّ حَلِيْمٍ

☆أفاطم: اے فاطمہ۔☆غیر ذمیم: مذمت کے قابل نہیں۔☆لئیم: کمینہ۔☆أبلیتُ: میں نے زور آزمائی کی۔ ☆نصر: مدد۔☆احمد: بہت تعریف اور حمد وثنا کرنے والا، مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔☆مرضات: خوشنودی۔☆عباد: بندے، عبد کی جمع عباد۔☆رحیم: مہربان، مہربانی فرمانے والا، اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے۔☆اُرِیدُ: میں چاہتا ہوں۔☆رضوانہ: اس کی رضامندی۔☆امرءً: شخص، انسان۔☆ اذاالحرب شُمِّرَتْ: جب جنگ یا لڑائی تیار ہوتی ہے۔☆ملیم: الامۃ سے بمعنی قابل ملامت ہونا۔☆صمم: وہ ہڈی جس پر عضو کا دارومدار ہے۔☆فَضَّ: پراگندہ کرنا، منتشر کرنا۔☆عظام: ہڈیاں، استخوان۔☆جمعہ: اس کی جماعت۔ ☆کالشھاب: جیسے شعلہ۔☆جموعھم: ان کی جماعت۔☆اَشْفَیْتُ: میں نے شفا دی۔☆صدر: سینہ۔☆کل حلیم: ہر حلم والا تمام حلم والے۔

مطلب:

(۱) اے فاطمہ! جو تلوار مذمت کے لائق نہیں وہ لے آ۔ میں جھکنے والا اور کمینہ شخص ہرگز نہیں ہوں۔

(۲) اے فاطمہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہوئے بہادری کا خوب مظاہرہ کیا نیز بندوں پہ مہربان رب کی رضا کے لیے طاقت کے بڑے بڑے مظاہرے کیے ہیں۔

(۳) میں اللہ تعالیٰ سے اس کے ثواب کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ مجھے صرف جنت اور نعمت حاصل ہونے میں اس کی رضا مطلوب ہے۔

(۴) میں ایسا انسان ہوں کہ میں بلند ہونا چاہتا ہوں بلندی چاہتا ہوں جبکہ لڑائی میرے سامنے دامن چڑھانے سے ہی تیار ہو

جاتی ہے۔اس امر کے بغیر کہ مجھے ملامت کی جائے۔

(۵) میں نے ابن عبدالدار کو قتل کرنے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ میں نے اسے چمکیلی تلوار سے مارا۔ایسی تلوار سے جو اس کی ہڈی کو کاٹنے والی ہے جس پہ تمام اعضائے جسمانی کا انحصار ہے۔

(۶) پس اسے میں نے چٹیل میدان میں پھینک دیا اس کے ساتھی بکھر گئے۔اس کے ساتھیوں کا گروہ مایوس اور زخمی لوگوں کا گروہ تھا۔

(۷) میرے ہاتھ میں میری تلوار ہے میں اسے شعلے کی مانند متحرک کرتا ہوں اور اسی کے ذریعے ہی (دشمنوں کی) ریڑھ کی ہڈی کاٹا کرتا ہوں۔

(۸) یہ سلسلہ میں نے اس وقت تک جاری رکھا یہاں تک کہ میرے پروردگار نے اس کے گروہ کو منتشر کر دیا اور ان سے ہر کینہ رکھنے والے کو میں نے شفا دی۔

☆......☆......☆

غطریف بن جشم کا رجز

(۱) اِنِّیْ غِطْرِیْفٌ نَعَمْ وَابْنُ جَشَمْ — اُنَازِلُ الْمَوْتَ اِذَا الْمَوْتُ جَثَمْ

(۲) اَنَا صَافِیُ الشَّفْرَۃِ مَحْمُوْدُ النَّسَمْ — وَفِی الْوَغَا اَوَّلُ لَیْثٍ مُّقْتَحِمْ

اُثْبُتْ لَحَاکَ اللّٰہُ لِلَّیْثِ قِطَمْ

☆محمود: تعریف کیا گیا، سراہا گیا وغیرہ۔☆الوغا: جنگ۔☆مقتحم: گھسنے والا۔☆لیث: شیر۔☆اُثْبُتْ: تو ثابت قدم رہ۔☆قِطَم: گوشت خور۔☆جثم جثوم سے بمعنی زمین پر سینہ رکھ کر بیٹھنا۔

مطلب:

غطریف نے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے کہا کہ:

(۱) ہاں ہاں میں غطریف ہوں، ابن جشم، جب موت سینے پہ ٹیک لگا کے بیٹھتی ہے تو میں موت کا مقابلہ کرتا ہوں۔

(۲) میں تیز تلوار والا ایک اچھا انسان ہوں جنگ میں سب سے پہلے چھلانگ لگا دینے والا شیر ہوں۔اللہ تجھے ہلاک کرے کہ تو گوشت کھانے والے شیر کے مدمقابل بھی ثابت قدم رہ۔(یعنی ایسا کس طرح ہو سکتا ہے یعنی تو میرے سامنے ٹھہر نہیں سکتا)

☆......☆......☆

جوابِ حیدری

(۱) اَنَا عَلِیٌّ الْمُرْتَجِی دُوْنَ الْعَلَمْ مُرْتَهِنٌ لِلْحِیْنِ مُوْفٍ بِالذِّمَمْ

(۲) اَنْصُرُ خَیْرَ النَّاسِ مَجْدًا وَّ كَرَمًا نَبِیَّ صِدْقٍ رَاحِمًا وَّ قَدْ عَلِمْ

(۳) اِنِّیْ سَاَشْفِیْ صَدْرَهٗ وَ انْتَقِمْ فَهُوَ بِدِیْنِ اللّٰهِ وَالْحَقِّ مُعْتَصِمْ

(۴) فَاثْبُتْ لَحَاكَ اللّٰهُ یَا شَرَّ قَدِمْ فَسَوْفَ تَلْقٰی حَرَّ نَارٍ تَضْطَرِمْ

تَحُلُّ فِیْهَا ثُمَّ تَهْوِیْ كَالْحُمَمْ

☆النصر: میں اس کی مدد کرتا ہوں۔☆خیر الناس: تمام لوگوں سے بہترین۔☆مجدًا: بزرگی۔ ☆کرمًا: شرافت۔☆صدقٍ: سچا۔☆راحمًا: مہربان۔☆سَاَشْفِی: عنقریب میں شفا بخشوں گا۔☆صدر: سینہ۔☆ثبت: ثابت قدم ہو جا۔☆یَاشَرَّ قدمی: اے بدترین پیش قدمی کرنے والے۔☆تَلْقٰی: تو ملے گا، تو ملاقات کرے گا۔☆نار: آگ۔☆ تھوی: تو ہو جائے گا۔☆ کالحمم: کوئلے کی مانند، کوئلے جیسا۔

غطریف بن جشم کے رجز کا جواب دیتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

مطلب:

(۱) میں علی المرتضیٰ (شیر خدا) ہوں مجھے جھنڈے کے سامنے دیکھنے کا تو ہر انسان ہی آرزو رکھتا ہے میں موت کی خاطر آنے والے گروہوں اور وعدے کو پورا کرنے والا ہوں۔

(۲) میں تمام انسانوں سے سب سے بہتر جو کہ بزرگی اور شرافت میں (یعنی ہر حال میں) سب سے بہتر ہے۔ یعنی نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم جو نہایت سچا اور مہربان ہے۔ میں ان کی مدد کرتا ہوں تحقیق وہ اسے جانتا ہے۔

(۳) بے شک میں ان کے سینہ مبارک کو شفایاب کروں گا اور انتقام لوں گا۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے دین متین اور حق کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

(۴) پس ذرا ٹھہر جا اے آگے بڑھنے والے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاکت میں ڈالے۔ پس بہت جلد تو ہمارے شعلے اگلتی تلوار سے ملاقات حاصل کرے گا۔ (وہ وقت تجھے بڑا مہنگا پڑے گا)
تو اس آگ میں گر کر کوئلے کی مانند جل جائے گا۔

☆......☆......☆

عمرو بن عبدود کو غزوہ خندق کے موقع پہ خطاب

(۱)	یَا عَمْرُو قَدْلاَ قَیْتَ فَارِسَ بُھْمَۃٍ	عِنْدَ اللِّقَآءِ مُعَاوِدَالْاَقْدَامِ
(۲)	مِنْ الِ ھَاشِمٍ مِّنْ سَنَآءٍ بَاھِرٍ	وَ مُھَذَّبِیْنَ مُتَوَّجِیْنَ کِرَامٍ
(۳)	یَدْعُوْآ اِلٰی دِیْنِ الْاِلٰہِ وَنَصْرِہٖ	وَاِلَی الْھُدٰی وَشَرَآئِعَ الْاِسْلَامِ
(۴)	بِمُھَنَّدٍ عَضَبٍ رَقِیْقٍ حَدُّہٗ	ذِیْ رَوْنَقٍ یَفْرِی الْفِقَارَ حُسَامٍ
(۵)	وَ مُحَمَّدٌ فِیْنَا کَاَنَّ جَبِیْنَہٗ	شَمْسٌ تَجَلَّتْ مِنْ خَلَالِ غَمَامٍ
(۶)	وَاللّٰہُ نَاصِرُ دِیْنِہٖ وَنَبِیِّہٖ	وَ مُعِیْنُ کُلِّ مُوَحِّدٍ مِّقْدَامٍ
(۷)	شَھِدَتْ قُرَیْشٌ وَالْقَبَائِلُ کُلُّھَا	اَنْ لَّیْسَ فِیْھَا مَنْ یَّقُوْمُ مَقَامِیْ

☆عند اللقآء: ملاقات کے وقت، مراد جنگ میں آمنے سامنے مدمقابل سے ملتے وقت۔☆مھذبین: مہذب کی جمع تہذیب دیئے گئے، تہذیب یافتہ، شائستہ، خلیق، نیک خصلتوں والے عیبوں سے پاک۔☆متوجین: تاجوں والے۔☆کرام: شریف۔☆یَدْعُوْا: بلاتے ہیں، پکارتے ہیں، دعوت دیتے ہیں۔☆نصر: مدد۔☆ھُدٰی: ہدایت۔☆شرائع: شریعت کی جمع، شریعتیں۔☆بِمُھَنَّدٍ: ہندی، تلوار کے ذریعے۔☆رقیق حدہٗ: جس کی دھار باریک ہے۔☆شمس: سورج۔☆ناصر: مددگار۔☆معین: اعانت کرنے والا، معاون مددگار، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ایک اسم صفاتی۔☆موحد: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے والا پکا اور سچا مسلمان۔☆مقدام: پیش قدمی کرنے والے۔☆شَھِدَتْ: گواہی دیتے ہیں، شاہد ہیں۔

مطلب:

(۱) تحقیق اے عمرو! تو نے جنگ میں بار بار پیش قدمی کرنے والے سوار سے ملاقات کی ہے۔ (یعنی کسی معمولی شخص سے تیرا آمنا سامنا نہیں)

(۲) جو ہاشم کی آل و اولاد سے ہے اس کی روشنی غالب اور عالمگیر ہے جو تہذیب یافتہ، تاج والا شریف انسان ہے۔

(۳) وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتا ہے اور اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے ہدایت اور شرائع اسلام کی دعوت دیتا ہے۔

(۴) اس تیز دھار ہندی تلوار کے ذریعے سے جس کی دھار نہایت باریک ہے وہ تلوار پیٹھ کی ہڈیاں کاٹنے والی شمشیر آبدار ہے۔

(۵) ہم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس کا حال یوں ہے جیسے آپ کی پیشانی مبارک یوں روشن ہوتی ہے جیسے بادل کے درمیان سورج چمکتا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کا مدد کرنے والا ہے اور (میدان جنگ میں) آگے بڑھنے والے مومن کا بھی اللہ تعالیٰ

ہی مددگار ہے۔

(۷) قبیلہ قریش اور باقی تمام قبیلے اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ ان (تمہارے قبائل) میں میری شان جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔

فائدہ:

تفصیلی واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

☆......☆......☆

شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا بہترین جواب

(۱) اُثْبُتْ لَحَاكَ اللّٰهُ اِنْ لَّمْ تُسْلِمْ — لِوَقْعِ سَيْفٍ عَجْرَفِيٍّ خِضْرَمِ

(۲) تَحْمِلُهٗ مِنِّیْ بَنَانُ الْمِعْصَمِ — اَحْمِیْ بِهٖ كَتَائِبِیْ وَاَحْتَمِیْ

(۳) اِنِّیْ وَرَبِّ الْحَجَرِ الْمُكَرَّمِ — قَدْ جُدْتُّ لِلّٰهِ بِلَحْمِیْ وَدَمِیْ

☆اُثْبُتْ: ٹھہر جا، رک جا، مراد چپ کر۔☆لَمْ تُسْلِم: تو نے اسلام قبول نہ کیا۔☆اَحتمی: میں خود بھی بچتا ہوں۔☆حجر المکرم: محترم، پتھر حجر اسود۔☆لحمی: میں نے اپنا گوشت۔☆دمی: میں نے اپنا خون۔

مطلب:

(۱) رک جا! اللہ تعالیٰ تجھے ہلاکت میں ڈالے۔ اس تلوار کے حملے سے جو مصیبت برپا ہوگی یہ تلوار بڑی تیز ہے۔ اگر تو اسلام قبول نہ کرے۔ (تو بہتر یہی ہے کہ رک جا اور یہاں سے دور ہو جا)

(۲) اسے میرے ہاتھ کی انگلیاں مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں میں اس کے ذریعے اپنی فوجوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ اور میں خود بھی بچتا ہوں۔

(۳) احترام والے حجر اسود کے رب کی قسم! تحقیق میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا گوشت اور خون سب کچھ قربان کر دیا ہے۔

☆......☆......☆

خیبر کے یہودیوں کو خطاب

(۱) هٰذَا لَكُمْ مِّنَ الْغُلَامِ الْهَاشِمِیْ — مِنْ ضَرْبِ صِدْقٍ فِیْ ذَوِی الْكَمَائِمِ

(۲) ضَرْبٍ يَّقُوْدُ شَعْرَ الْجَمَاجِمِ — بِصَارِمٍ اَبْيَضَ اَیِّ صَارِمِ

(۳) اَحْمِیْ بِهٖ كَتَائِبَ الْقَمَاقِمِ — عِنْدَ مَجَالِ الْخَيْلِ بِالْاَقَادِمِ

☆غلام: لڑکا۔☆ضرب: مار۔☆صدقٍ: سچی مراد سخت۔☆کمآئم: گول ٹوپیاں مراد سر کا اوپر والا حصہ جو شکل ٹوپی کے معلوم ہوتا ہے۔☆جماجم: کھوپڑیاں۔☆شعر: بال۔☆صارم: تلوار۔☆اقادم: پیش قدمی کرتے ہوئے، پیش قدمی کرنے والے۔☆خیل: گھوڑے۔☆اَحْمِیْ: میں حمایت کرتا ہوں۔

مطلب:

خیبر کے یہودیوں کو آپ نے للکارتے ہوئے فرمایا:

(۱) ہاشمی لڑکے کی جانب سے یہ تمہارے لیے یعنی سر کے اوپر والے حصے پہ سخت مار (ایک تحفہ ہے)

(۲) آبدار تیز ترین کاٹنے والی تلوار کی ضرب جو کھوپڑیوں کے بال کھینچنے والی ہے۔ (یہ) تلوار کاٹنے والی کیسی ہے۔ (یعنی کیسی زبردست اور تر ہے اور اس کی مار کیسی ہے)

(۳) جب پیش قدمی کرنے والے گھوڑے جولانیاں کرتے ہوئے پیش قدمی کرتے ہیں تو میں اسی کی ضرب سے اپنی فوج کے سرداروں کی حمایت کرتا ہوں۔

☆......☆......☆

صحیح خیبری کو مارتے وقت بہادری کا اظہار

(۱) اَنَـا عَـلِـیٌّ وَلَـدَتْـنِـیْ هَـاشِـمْ — لَیْثُ حُرُوْبِ لِلرِّجَالِ قَاصِمْ

(۲) مَعْصُوْصِبٌ فِیْ نَقْعِهَا مُقَادِمْ — مَنْ یَّلْقَنِیْ یَلْقَاهُ مَوْتٌ هَاجِمْ

☆وَلَدَتْنِی: مجھے پیدا کیا۔☆لیث: شیر۔☆حروب: لڑائیوں۔☆للرجال: مردوں کی۔☆قاصم: کمر توڑنے والا۔☆مقادم: پیش قدمی کرنے والا۔☆نقعھا: اس کی غبار میں گھسنے والا یعنی جنگ کی غبار میں گھسنے والا۔☆یلقنی: مجھ سے ملاقات کرے گا، مجھ سے ملے گا۔☆یلقاہ: وہ ملے گا، وہ ملاقات کرے گا۔☆ھاجِمْ: ٹوٹ پڑتی ہے۔

مطلب:

(۱) میں علی (المرتضیٰ شیر خدا) ہوں بنی ہاشم نے مجھے پیدا کیا یعنی میں بنی ہاشم کے گھر پیدا ہونے والا فرزند ارجمند علی ہوں میں دین اسلام کے خلاف جنگ کرنے کی خاطر آنے والے مردوں کی کمر توڑنے والا جنگوں کا شیر ہوں۔

(۲) جنگ کی اڑتی ہوئی زبردست گرد و غبار میں گھس کر پیش قدمی کرنے والا علی ہوں مجھ سے (مقابلے کے رنگ میں) ملاقات کرنے والے پر موت اچانک حملہ کر دیتی ہے۔

☆......☆......☆

جنگ جمل میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو خطاب

(۱) لَا تَعْجَلَنَّ وَاسْمَعَنَّ كَلَامِيْ — اِنِّيْ وَرَبِّ الرُّكَّعِ الصِّيَامِ

(۲) اِذَا الْمَنَايَا اَقْبَلَتْ خِيَامِيْ — حَمَلْتُ حَمْلَ الْاَسَدِ الضَّرْغَامِ

(۳) بِبَاتِرٍ مُّؤَلَّلٍ حُسَامِ — عَوَّدَقَطْعَ اللَّحْمِ وَالْعِظَامِ

☆لَا تَعْجَلَنَّ: جلد بازی سے کام نہ لیں، عجلت کام نہ لیں، جلدی نہ کریں۔☆اسمعنّ: غور سے سنیں۔☆رکع: رکوع کرنے والے مراد نمازی۔☆الصیام: روزے مراد روزے رکھنے والے، روزے دار۔☆المنایا: موتیں، مراد زیادہ انسانوں کو موت۔☆خیامی: میرے خیمے۔☆اَقْبَلَتْ: قریب آتی ہے۔☆حَمَلْتُ: میں حملہ کرتا ہوں۔☆حَمْلَ الْاَسَدِ: شیر کی طرح حملہ کرتا ہوں۔☆الضَّرْغَام: چیرنے پھاڑنے والا۔☆حسام: تلوار قاطع۔☆للحم: گوشت۔☆عظام: ہڈیاں۔

مطلب:

(۱) زیادہ جلدی نہ کیجیے پہلے میری بات غور سے سنو مجھ نمازیوں اور روزے داروں کے رب کی قسم!

(۲) جب میرے خیموں کے قریب موت آتی ہے تو میں چیر پھاڑ دینے والے شیر کی مانند (نڈر ہو کر خوب بہادرانہ انداز میں) حملہ کرتا ہوں۔

(۳) میں اس تلوار کے ذریعے حملہ کرتا ہوں جو تیز کاٹنے والی ہمیشہ گوشت اور ہڈیاں کاٹ دیا کرتی ہے۔

فائدہ:

جنگ جمل شہادت حضرت عثمان کے بعد لڑی گئی۔ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۱۸ ذی الحجہ شریف ۳۵ھ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے۔ ۳۶ھ کو جنگ جمل ہوئی۔ جنگ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا جو ان اشعار میں ہے کہ اے زبیر جلد بازی سے کام نہ لو۔ کیونکہ اس سلسلے میں جلد بازی میں آکر جنگ بھڑکا دینا اچھا کام نہیں مجھے نمازیوں اور روزے داروں کے رب کی قسم! جب موت میرے خیموں کے نزدیک آتی ہے تو میں چیر پھاڑ دینے والے شیر کی مانند حملہ کرتا ہوں۔ میں تیز کاٹنے والی تلوار کے ذریعے حملہ کرتا ہوں جو مدمقابل دشمنوں کا گوشت بھی کاٹ دیتی ہے اور ہڈیاں بھی یعنی مدمقابل کو قتل کر دیتی۔

جبکہ تاریخی روایات میں ایسے سخت کلمات میری نظر میں نہیں گزرے مثلاً شیعہ مکتبہ فکر کی مشہور و معروف کتاب چودہ ستارے معہ اضافہ جو کہ امامیہ کی کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور نمبر ۸ کی شائع کردہ ہے۔ اس کتاب کے ص ۱۶۰ پر لکھا ہے کہ حضرت علی رسول اللہ کے گھوڑے (دُلدل) پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور زبیر کو بلا کر کہا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو۔ اب بھی سوچو اور اس پر غور کرو کہ رسول اللہ نے تم سے کیا کہا تھا اے زبیر کیا تمہیں جنگ کرنے کے لیے منع

نہیں کیا گیا تھا یہ سن کر زبیر شرمندہ ہوئے اور واپس چلے آئے۔

فائدہ:

بعد کا واقعہ الگ بحث ہے۔ اب دیکھیے اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں ایسی شدت نہیں ملتی کہ جس سے واضح ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایسا شدید کلام فرمایا ہوگا۔ مزید تاریخی حوالہ جات ملاحظہ فرمایا

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ:

عظیم مورخ عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

ہشام بن عروہ نے بیان کیا ہے کہ سات آدمیوں نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت زبیر کو وصی بنایا تھا جن میں حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت مقداد اور حضرت ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم تھے حضرت زبیر نے ان صحابہ کے مال کو ان کے لیے محفوظ رکھا اور اپنے مال سے ان کے مصارف پورے کرتے رہے۔ حضرت زبیر حضرت علی سے لڑنے کے لیے جنگ جمل میں شریک ہوئے تھے پھر حضرت علی نے ان کو آواز دی اور ان کو علیحدہ بلا کر لے گئے کہا کہ کیا تم کو یاد ہے کہ ہم اور تم رسول اللہ کے ہمراہ تھے حضرت میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور میں بھی مسکرایا تو تم نے کہا کہ ابن ابی طالب اپنا مذاق نہ چھوڑیں گے حضرت نے فرمایا: وہ مذاق نہیں کرتے بلکہ تم ان سے جنگ کرو گے اور تم اس پر ظلم کر رہے ہو گے۔

حضرت زبیر کو یہ حدیث یاد آ گئی اور وہ جنگ سے واپس ہو گئے۔ (اثنائے راہ میں مقام) وادی لباع میں اترے اور نماز پڑھنے لگے پس ابن جرموز آیا اور ان کو قتل کر دیا اور ان کی تلوار حضرت علی کے پاس لے آیا حضرت علی نے فرمایا کہ بے شک یہ وہ تلوار ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مصائب کو دفع کیا ہے پھر فرمایا کہ ابن صفیہ یعنی حضرت زبیر کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو حضرت زبیر کی شہادت بروز پنجشنبہ ۱۰ جمادی الاولی ۳۶ھ میں ہوئی۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابن جرموز نے حضرت علی کے سامنے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرائی مگر انہوں نے اس کو اجازت نہیں دی اور اجازت طلب کرنے والے سے فرمایا کہ اسے دوزخ کی بشارت دو۔ ابن جرموز نے اس وقت یہ اشعار کہے۔

اتیت علیا برأس الزبیر ... ار جو لدیه به الزلفة

فشر بالنار اذ جئته ... فبئس ابشارة و التحفه

و سیان عندی قتل الزبیر ... و ضرطة عنز بذی الحجة

''میں علی کے پاس زبیر کا سر لے گیا مجھے اس کے ذریعے ان کے یہاں تقرب کی امید تھی مگر جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے آگ کی بشارت دی کیسی بری بشارت ہے اور کیسا برا تحفہ ہے میرے نزدیک قتل زبیر اور مقام ذوالجحہ میں گوزشتر برابر ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج اول حصہ سوم ص ۷۹۳۔۷۹۲)

تاریخ ابن خلدون:

رئیس المورخین علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون نے یہی واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ:

زبیر وادی السباع کی جانب چلے گئے کیونکہ امیر المومنین علی نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی تھی۔

راستہ میں احنف کا لشکر مل گیا۔ عمر بن الجرموز نے لشکر سے نکل کر تعاقب کیا قریب پہنچ کر مسئلہ پوچھنے لگا جب نماز کا وقت آیا اور زبیر نماز پڑھنے تو عمرو بن الجرموز نے ان کو شہید کر ڈالا اور گھوڑا، ہتھیار، انگوٹھی لے کر احنف کے پاس آیا احنف نے کہا: واللہ میں نہیں جانتا کہ تو نے یہ کام اچھا کیا یا برا؟

ابن جرموز یہ سن کر امیر المومنین کے خیمے کی طرف آیا دربان سے کہا۔ ''امیر المومنین سے کہہ دو کہ قاتل زبیر حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے آپ نے فرمایا اجازت دے دو اور جہنم کی بشارت دے دو۔''

(تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ حصہ اول ص ۳۹۷)

البدایہ و النھایہ:

حافظ ابوالفدا اعماد الدین ابن کثیر دمشقی نے اس روایت کو قدرے تفصیلاً لکھا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جب یوم الجمل کو جنگ سخت ہو گئی اور حضرت علی نے سروں کو گرتے دیکھا تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا پھر فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ! اے حسن! اس کے بعد کس بھلائی کی امید کی جا سکتی ہے؟ اور جب دونوں فوجیں آ گئیں اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو حضرت علی نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو گفتگو کرنے کے لیے بلایا پس وہ اکٹھے ہوئے حتیٰ کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں نے فرمایا: میں نے تم دونوں کو دیکھا ہے کہ تم نے سواروں، پیادوں اور فوجوں کو جمع کر لیا ہے پس کیا تم دونوں نے قیامت کے روز کے لیے کوئی عذر بھی تیار کر لیا ہے؟ اللہ سے ڈرو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے سوت کو مضبوط بٹنے کے بعد توڑ دیا تھا، کیا میں تم دونوں کے خون کے بارے میں حاکم نہیں، تم دونوں میرے خون کو حرام قرار دیتے ہو اور میں تم دونوں کے خون کو حرام قرار دیتا ہوں کیا کوئی حدیث ہے جس نے میرے خون کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے؟

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عداوت پر متحد کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: (اس روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کی صحیح جزا دے گا) پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت فرمائے۔ پھر فرمایا: اے طلحہ! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی (زوجہ محترمہ ام المؤمنین) کو لڑنے کے لیے لے آیا ہے اور تو نے اپنی بیوی کو گھر میں چھپا دیا ہے؟ کیا تو نے میری بیعت نہیں کی حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے آپ کی بیعت کی ہے جبکہ تلوار میری گردن پر تھی۔ اور آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: آپ کو کس نے گھر سے نکالا؟ انہوں نے کہا: آپ نے اور میں آپ کو اپنے آپ سے اس کام کا زیادہ حقدار نہیں سمجھتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنی غنم میں گزرے تو آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور میں بھی آپ کے ساتھ مسکرایا تو تم نے کہا: ابن ابی طالب! اپنے تکبر کو نہیں چھوڑے گا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: کہ وہ متمرد نہیں ہے اور تو ضرور اس کے ساتھ جنگ کرے گا حالانکہ تو اس پر ظلم کرنے والا ہوگا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اور اگر مجھے یہ بات یاد ہوتی تو میں یہ سفر نہ کرتا اور قسم بخدا میں آپ سے جنگ نہیں کروں گا۔ اور یہ تمام عبارت محل نظر ہے اور صرف حدیث ہی محفوظ ہے۔

فائدہ:

حافظ ابو یعلی موصلی نے اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الدوری نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عاصم نے عن عبداللہ بن محمد بن عبدالملک بن مسلم الرقاشی عن جدہ عبدالملک عن ابی الحازم المازنی نے ہم سے بیان کیا کہ جب حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہوئے تو میں نے ان دونوں کو دیکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے زبیر! میں آپ سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تحقیق آپ مجھ سے جنگ کریں گے اور آپ ظالم ہوں گے۔

انہوں نے کہا: ہاں مگر مجھے یہ حدیث اسی جگہ پر یاد آئی ہے پھر وہ واپس چلے گئے۔

اور بیہقی نے اسے عن الحاکم عن ابی الولید الفقیہ عن الحسن بن سفیان عن قطن عن بشیر عن جعفر بن سلیمان عن عبداللہ بن محمد بن عبدالملک بن مسلم الرقاشی عن جدہ عن ابی الحازم المازنی عند علی والزبیر روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ معمر نے بحوالہ قتادہ ہمیں بتایا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یوم الجمل کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے تو حضرت علی رض اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا اگر ابن صفیہ کو معلوم ہوتا کہ وہ حق پر ہے تو وہ واپس نہ جاتا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ شقیفہ بنی ساعدہ میں رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے ملے اور فرمایا: اے زبیر (رضی اللہ عنہ) کیا تو اس سے محبت رکھتا ہے؟

انہوں نے کہا: مجھے کون سی بات مانع ہے؟

آپ نے فرمایا: تیرا کیا حال ہوگا جب تو اس سے جنگ کرے گا اور تو اس سے ظلم کرنے والا ہوگا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ لوگوں کی رائے ہے کہ آپ اسی وجہ سے واپس چلے گئے تھے۔

فائدہ:

بیہقی نے اس حدیث کو مرسل قرار دیا ہے اور ایک دوسرے طریق سے اسے موصول بھی روایت کیا ہے۔

(البدیہ والنہایہ اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر جلد ہفتم ص ۳۱۸۔۳۱۷)

اسی طرح اس سلسلے میں کئی روایات بیان کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی واپسی کی وجہ:

حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ:

میرے نزدیک ہم نے جس حدیث کو بیان کیا ہے کہ اگر وہ آپ سے صحیح ہے تو وہی آپ کی واپسی کی وجہ ہے اور یہ بعید ہے کہ آپ اپنی قسم کا کفارہ دیں اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے حاضر ہوں واللہ اعلم۔ (البدایہ والنہایہ)

مختصر طور پر اس ساری بحث اور حوالہ جات پیش کرنے کے سلسلے میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان اشعار سے ملتا جلتا مفہوم میری نظر سے نہیں گزرا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ایسا کلام کیا ہوگا۔ تاریخ میں جس انداز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں نظر آتے ہیں یہ اشعار آپ کے انداز کے خلاف محسوس ہوتے ہیں۔ بہر حال ان اشعار کا مفہوم تو واضح ہے۔ یہ اشعار اور اس نوعیت کے متعدد اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ اس دیوان شریف میں کچھ اشعار آپ سے غلط منسوب ہیں۔

☆......☆......☆

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو خطاب

(۱) اَمَا وَاللّٰہِ اِنَّ الظُّلْمَ شُوْمٌ ۔۔۔ وَ لَا زَالَ الْمُسِیْءُ هُوَ الظَّلُوْمُ

(۲) اِلَی الدَّیَّانِ یَوْمَ الدِّیْنِ تَمْضِیْ ۔۔۔ وَ عِنْدَ اللّٰہِ یَجْتَمِعُ الْخُصُوْمُ

(۳) سَتَعْلَمُ فِی الْحِسَابِ اِذَا الْتَقَیْنَا ۔۔۔ غَدًا عِنْدَ الْمَلِیْكِ مَنِ الغَشُوْمُ

(۴) سَتَنْقَطِعُ اللَّذَاذَۃُ عَنْ اُنَاسٍ ۔۔۔ مِنَ الدُّنْیَا وَیَنْقَطِعُ الْهُمُوْمُ

(۵) لِاَمْرٍ مَّا تَصَرَّفَتِ اللَّیَالِیْ ۔۔۔ لِاَمْرٍ مَّا تَحَرَّکَتِ النُّجُوْمُ

(۶) سَلِ الْاَیَّامَ عَنْ اُمَمٍ تَقَضَّتْ ۔۔۔ سَتُخْبِرُكَ الْمَعَالِمُ وَالرُّسُوْمُ

(۷) تَرُوْمُ الْخُلْدَ فِیْ دَارِ الْمَنَایَا ۔۔۔ فَکَمْ قَدْرَامَ مِثْلُكَ مَاتَرُوْمُ

(۸) تَنَامُ وَلَمْ تَنَمْ عَنْكَ الْمَنَایَا ۔۔۔ تَنَبَّهْ لِلْمَنِیَّۃِ یَانَؤُوْمُ

(۹) لَهَوْتَ عَنِ الْفَنَآءِ وَاَنْتَ تَفْنٰی ۔۔۔ فَمَاشَیْءٌ مِّنَ الدُّنْیَا یَدُوْمُ

(۱۰) تَمُوْتُ غَدًا وَّ اَنْتَ قَرِیْرُ عَیْنٍ ۔۔۔ مِنَ الْعَضَلَاتِ فِیْ بُحَجٍ تَعُوْمُ

☆تُقَضَّتْ: تقضی بمعنی گزرنا سے، گزر گئی ہیں۔☆شوم: کنجوس، بخیل، منحوس، بدبخت، بدبختی۔☆لازال: ہمیشہ جسے زوال نہیں۔☆المسی: برائی کرتا ہے۔☆الظّلوم: ظالم، زیادتی کرنے والا☆تمضی: تجھے جانا پڑے گا۔☆یوم الدین: بدلے کا دن، جزا کا دن، یعنی قیامت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔☆یجتمع: اکٹھے ہوں گے، جمع ہوں گے۔☆الخصوم: جھگڑنے والے۔☆ستعلم: عنقریب علم حاصل ہو جائے گا، عنقریب پتہ چل جائے گا، عنقریب معلوم ہو جائے گا۔☆غدًا: کل۔ ☆عندالملیك: مالک کے پاس۔☆ستنقطع: عنقریب ختم ہو جائیں گی۔☆لذاۃ: لذتیں۔☆اناس: لوگوں۔☆هموم: رنج وغم۔☆امر: معاملہ، وجہ، کام۔☆تصرف اللیالی: دن رات کے بدلنے میں، دن رات کے پھرنے میں۔☆تحرکت: حرکات۔☆نجوم: ستاروں، ستارے۔☆سل: پوچھیئے، سوال کیجیے۔☆امم: قوموں۔☆تقضت: گزر گئیں، گلی گئیں۔☆ستخبرك: عنقریب تجھے بتادیں گے، تجھے بتادیں گے۔☆دار: گھر۔☆دار المنایا: فانی مکان، فنا ہونے والا گھر۔☆مثلك: تیری مثل، تیرے جیسے۔☆تَنَامُ: تم سوتے ہو۔☆لَمْ تنم: نہیں سوتی، مراد غافل نہیں ہوتی۔☆منایا: موت۔☆تنبه: متنبہ ہو جا، خبردار ہو جا، آگاہ ہوگا، ہوشیار ہو جا۔☆للمنیه: موت کے لیے۔☆عن الفنآء: فنا سے۔☆انت تفنٰی: تم نے فنا ہونا ہے۔ ☆تموت غدًا: کل تم نے مرنا ہے۔☆عین: آنکھ۔

مطلب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ وجدال کے وقت خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

(۱) ہاں...... اللہ کی قسم! بے شک ظلم وزیادتی بدبختی ہے اور ہمیشہ ظالم ہی برائی کرتا ہے۔ (یعنی ظالم کے سوا کوئی بھی برائی کا مرتکب نہیں ہوتا۔)

(۲) تمہیں قیامت کے دن بدلہ دینے والے مالک کے حضور حاضر ہونا پڑے گا تمام جھگڑنے والے اللہ کے پاس اکٹھے ہوں گے۔

(۳) تمہیں بہت جلد قیامت کے دن حساب کے وقت معلوم ہو جائے گا کہ زیادتی کس کی ہے کل جب قیامت کے دن مالک وخالق کے حضور ملاقات ہوگی۔

(۴) عنقریب دنیوی لذتیں اور رنج وغم سب کچھ لوگوں سے ختم ہو جائیں گے۔

(۵) دن رات کی گردش (بلاوجہ نہیں) بلکہ اس کی کوئی بڑی وجہ ہے یہ ستاروں کا چلنا کسی وجہ کی بنا پر ہے یعنی ان کا چلنا بلاوجہ نہیں ہے (اس میں ہزارہا حکمتیں پوشیدہ ہیں) کوئی سمجھے نہ سمجھے الگ بحث ہے۔

(۶) گزری ہوئی قوموں کے متعلق زمانہ سے پوچھیے ان کی نشانیاں اور مٹے ہوئے آثار زمانہ تجھے بتا دے گا کہ یہ بھی بڑے بڑے تھے مگر آج کچھ نہیں ان کے نشانات بھی مٹ گئے۔ (اسی طرح ایک وقت آئے گا تم بھی یہاں سے چلے جاؤ گے)

(۷) (بڑی تعجب کی بات ہے کہ) تو فنا ہونے والے مکان (دنیا) میں ہمیشگی چاہتا ہے تیرے جیسے بے شمار لوگوں کی یہی آرزو تھی۔

(۸) تم (موت سے غافل ہو) سو جاتے ہو مگر (یاد رکھیے) تجھ سے تیری موت غفلت کا شکار نہیں ہوتی۔ اے (غفلت کی نیند) سونے والے تو موت کے لیے آگاہ اور ہوشیار ہو جا۔

(۹) موت اور فنا سے منہ پھیرتے ہو اس کے باوجود کہ تجھے فنا ہے دنیا کی کوئی چیز ہمیشہ نہیں رہے گی۔

(۱۰) تو نے کل مرنا ہے ان سختیوں کی گہرائیوں میں تیرتے ہوئے تجھے آنکھوں کی ٹھنڈک میسر آئے گی۔

فائدہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں جو شکر رنجیاں پیدا ہوئیں ان کے متعلق اہلسنت وجماعت کا موقف نے تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

☆......☆......☆

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطابِ حیدری

(۱) مُحَمَّدٌ النَّبِیُّ اَخِیْ وَصِھْرِیْ — وَحَمْزَۃُ سَیِّدُ الشُّھَدَآءِ عَمِّیْ

(۲) وَجَعْفَرُ الَّذِیْ یَضْحٰے وَ یُمْسِیْ — یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَۃِ ابْنُ اُمِّیْ

(۳) وَبِنْتُ مُحَمَّدٍ سَکَنِیْ وَعِرْسِیْ — مَشُوْبٌ لَحْمُھَا بِدَمِیْ وَلَحْمِیْ

(۴) وَسِبْطَا اَحْمَدٍ وَّلَدَایَا مِنْھَا — فَمَنْ مِّنْکُمْ لَہٗ سَھْمٌ کَسَھْمِیْ

(۵) سَبَقْتُکُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ طُرًّا — غُلَامًا مَّا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلْمِیْ

(۶) وَاَوْجَبَ لِیْ وَلَایَتَہٗ عَلَیْکُمْ — رَسُوْلُ اللّٰہِ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمِّ

(۷) وَاَوْصَانِی النَّبِیُّ عَلٰے اخْتِیَارٍ — لِاُمَّتِہٖ رَضِیً مِّنْکُمْ بِحُکْمِیْ

(۸) اَلَا مَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ بِھٰذَا — وَ اِلَّا فَلْیَمُتْ کَمِدًا بِغَمِّ

(۹) اَنَا الْبَطَلُ الَّذِیْ لَمْ تُنْکِرُوْہُ — لِیَوْمِ کَرِیْھَۃٍ وَّلِیَوْمِ سِلْمِ

☆صِھْرِی: میرے خسر۔☆عَمِّیْ: میرے چچا۔☆یضحے و یمسی: صبح وشام۔☆ابن اُمِّیْ: میری ماں کے بیٹے، مراد میرے بھائی۔☆سکنی: میری راحت۔☆عرسی: میری اہلیہ۔☆دمی: میرا خون۔☆سبطاً: دونوں نواسے۔☆سھم: حصہ۔☆مَا بلغت: میں بلوغ کے وقت کو بھی نہیں پہنچا تھا۔☆اوجب: ضروری، لازمی، واجب۔☆اوصانی النبی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی۔☆رضی: رضا مندی سے۔☆بحکمی: میری حکومت۔☆فلیؤمن: پس ایمان لائے۔☆انا البطل: میں بہادر ہوں۔☆لم تنکروہ: تم انکار نہیں کر سکتے۔☆لیوم کریھۃ: جنگ کے دن، لڑائی کے دن۔

مطلب:

(۱) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی اور خسر ہیں اور شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں۔

(۲) فرشتوں کے ساتھ صبح وشام پرواز کرنے والے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میرے برادر مکرم ہیں۔

(۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر میری سکون اور زوجہ محترمہ ہیں ان کا خون میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسے جو کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہیں میرے صاحبزادے ہیں میرے جیسا حصہ تم میں سے کس کے پاس ہے۔ مطلب یہ کہ ایسی فضیلتیں تم میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہیں اگر کسی کو حاصل ہیں تو بتایئے۔

(۵) میں تم تمام سے بچپن میں ہی اسلام قبول کر کے برتری حاصل کر لی ابھی تک میں بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔

(۶) میری ولایت غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پہ لازم کر دی تھی۔

(۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری حکومت اپنی امت کے لیے پسند کر کے تمہارے راضی ہونے کے ساتھ ساتھ مجھے وصیت کی تھی۔ (اس شعر میں غور فرمایئے کچھ نہ کچھ حقائق واضح ہو جائیں گے)

(۸) خبردار جو ایمان لانا چاہتا ہے وہ تسلیم کر لے اگر نہیں مانتا تو رنج وغم میں مبتلا ہو کر مرے (مجھے اس سے کیا کام مجھے اس سے کوئی غرض نہیں)

(۹) میں وہ بہادر ہوں کہ جس سے تم لڑائی کے دن بھی انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہی صلح کے دن انکار کر سکتے ہو۔

پہلے چار اشعار کا مفہوم:

ان اشعار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان خصوصیات کا تذکرہ بیان فرمایا ہے کہ جن خصوصیات کے لحاظ سے آپ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ تمام خصوصیات یکجا طور پر کسی کو بھی حاصل نہیں ہیں اور آپ نے ان خصوصیات کا تذکرہ بڑی محبت سے بیان فرمایا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے خصوصیات قابل فخر ہوتی ہیں۔

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو سادات کرام کے خلاف اپنی زبان وقلم استعمال کرتے رہنے کو ایمان کی جان تصور کرتے ہیں۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ونسبت ہونے پہ دیگر اکثر صحابہ کرام پہ فضیلت حاصل ہے اسی بنا پر سادات کرام کو بھی مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے کی وجہ سے دیگر اقوام پہ فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔ جیسے ان کی ان نسبتوں کی بنا پر کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ یہ نسبتیں قابل احترام نہیں ہیں تو اب کوئی اعتراض کرے کہ اس نسبت کا کوئی فائدہ نہیں یہ اس کے بد باطن ہونے کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ قلبی وروحانی لحاظ سے بیمار ہے۔ اس کی گفتگو سننے کے لائق نہیں اور نہ ہی توجہ طلب ہے۔ اس کی چیں چیں کی طرف توجہ ہی نہیں دینی چاہیے۔ کئی دفعہ ایسے پمفلٹ دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا اور چھوٹی چھوٹی اشتہاری قسم کی پوسٹریاں جگہ جگہ چسپاں کی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان کی حقیقت کچھ نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس حقیقت کو آج کون جانتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس نسبت کو فخریہ طور پر بیان کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ نبی کریم رؤف الرحیم سے تعلق و نسبت ایک پر بہار نسبت ہے ان شاء اللہ اس کی وجہ سے دنیا میں بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی رب کائنات کا فضل وکرم ہوگا۔ مومن گنہگار کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اس کو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے کیونکہ وہ مدنی تاجدار کا امتی ہے۔ امتی ہونے کے تعلق کے سوا نبی کریم سے اس کا کوئی تعلق نہیں محض اسی تعلق کی بنا پر اسے بخشش سے نوازا جائے گا۔ محض نسبت کے باعث ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے تو سارے ہی ہیں ان میں مسلمان بھی ہے کافر بھی ہیں منافق بھی ہیں یہودی اور نصاریٰ بھی، آتش پرست بھی ہیں مظاہر پرست بھی ہیں مشرک بھی ہیں مگر ان میں سے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناہوں کو بخشا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کافر ومنافق ومشرک وغیرہ کی شفاعت کر کے نہیں بخشوائیں گے صرف اپنے امتیوں کے لیے بخشش کے لیے بارگاہ رب العزت میں عرض کریں۔ تو رب کائنات آپ کی شفاعت آپ کے امتیوں کے حق میں شرف قبولیت سے نوازے گا نبی کریم کے اور گنہگار امتیوں کو معاف کر کے دوزخ سے نجات عطا فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل فرمائے گا۔ یہ محض آپ کی نسبت ہی کی بہار کا نتیجہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی نسبت کے بے شمار فوائد ہیں اس لیے سادات کرام کا احترام کرنا ہم پہ لازم ہے۔ تفصیلات کے لیے مجدد ملت، فیض مجسم، شیخ القرآن والتفسیر، محدث اعظم بہاولپوری حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف (شرف سادات) کا مطالعہ کیجیے جو کہ بحمدہٖ تعالیٰ مرتب کرنے کی سعادت الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کو حاصل ہوئی۔ بہر حال شرف سادات سے مطلقاً انکار کرنا قطعاً غلط ہے۔ ہاں جو عقیدہ کے لحاظ سے صراط مستقیم سے بھٹک جائے وہ

اس نسبت کی بہاروں سے محروم رہے گا۔

شعر ۵:

بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ نے تصدیق کی اور اسلام قبول کیا اس طرح آپ اس حیثیت سے کہ بچوں میں سے سب سے پہلے آپ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے عورتوں میں سے سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر کے ساری زندگی تو آپ کی خدمت کرنے میں گزار دی اور بڑے آدمیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے یہ دولت ہاتھ آئی۔

غدیر خم کا موقعہ:

چھٹے شعر میں غدیر خم کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے کہ میری ولایت غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر لازم کر دی تھی۔

فائدہ:

پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ان اشعار کے متعلق سو فیصد تمام اشعار کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی یہ تمام اشعار آپ کے ہیں غدیر خم کے موقع کے متعلق پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ضیاء النبی ج ۴ میں تفصیلات بیان کی ہیں اور اگر تفصیلی مطالعہ اور اس واقعہ کی حقیقت کے متعلق مطالعہ کرنے کی تمنا ہو تو محقق اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق (شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ جلد اول) سے استفادہ کیجیے۔ کیونکہ تفصیلات اس واقعہ کے متعلق اعتراضات و جوابات وغیرہ بڑا طویل معاملہ ہے مختصراً ملاحظہ فرمائیے۔

غدیر خم:

حجۃ الوداع کے موقع پر ارکان حج ادا کرنے کے بعد نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ واپسی کے لیے روانہ ہوئے جب یہ قافلہ غدیر خم کے مقام پہ پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں رقمطراز ہیں۔

غَدِيرُ خُمٍّ بَيْنَ مَكَّةَ وَمَدِينَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُحْفَةِ مِيلَانِ

کہ غدیر خم ایک موضع کا نام ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان میں واقع ہے اور جحفہ کے گاؤں سے اس کی مسافت صرف دو میل ہے۔ (حاشیہ معجم البلدان ج ۴ ص ۱۱۸)

حجۃ الوداع میں اپنے محبوب کریم کی معیت میں حج ادا کرنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے جزیرہ عرب کے گوشہ گوشہ سے لوگ یہاں کھنچے چلے آئے تھے حج سے فراغت کے بعد ہر ایک نے اپنے اپنے علاقہ کی طرف واپس جانا تھا غدیر خم وہ مرکزی مقام تھا جہاں سے جزیرۂ عرب کے تمام اطراف و اکناف کی طرف راستے جاتے تھے رحمت عالم نے مناسب سمجھا کہ اس سے پیشتر کہ تمام قبائل یہاں سے منتشر ہو کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں ان لوگوں کے دلوں میں حضرت سیدنا علی کی بے

داغ سیرت وکردار کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کا قطعی طور پر ازالہ کر دیا جائے تا کہ آج کے بعد کسی کلمہ گو کے دل میں علی مرتضیٰ کی ذات والاصفات کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

اعلان:

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی اہم خطاب فرمانا چاہتے تھے تو موذن الصلوٰۃ جامعۃ اعلان کرتا تھا اور یہ آواز سن کر جہاں کہیں بھی کوئی کلمہ گو ہوتا وہ بھاگا چلا آتا تھا چنانچہ اس روز بھی موذن نے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کے مانوس کلمات سے اعلان کیا۔ تمام قبائل جہاں تھے وہاں رک گئے تا کہ اپنے آقا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے ہادی ومرشد کے ان آخری کلمات کو بھی سن لیں اور انہیں حرزِ جان بھی بنالیں۔

علامہ ابن کثیر اپنی تصنیف (السیرۃ النبویہ) میں اس کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

ذی الحجہ کا مہینہ تھا۔ اس ماہ کی اٹھارہ تاریخ تھی اتوار کا دن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضل وکمالِ امانت و دیانت، عدل و انصاف کے بارے میں اپنی زبان حقیقت بیان سے شہادت دی۔ اس شہادت کے بعد اگر کسی غلط فہمی کے باعث کسی کے دل میں سیدنا علی مرتضیٰ کے بارے میں کوئی وسوسہ تھا تو وہ ہمیشہ کے لیے محو ہو گیا حضرت بریدہ بن حصیب کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں سے تھا جن کے دلوں میں سیدنا علی کی ذات والاصفات کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کو سن کر میرے دل میں سیدنا علی مرتضیٰ کی اتنی محبت پیدا ہوگئی کہ آپ میرے سب سے محبوب بن گئے۔

(ابن کثیر السیرۃ النبویہ ج۴ ص۳۳۳)

مشہور ومعروف مورخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:

قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ عَلِيٍّ الْيَمَنَ فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ عَلِيًّا فَتَنَقَّصْتُهُ فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ قَالَ يَا بُرَيْدَةُ أَلَسْتُ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ وَكَذَا رَوَاهُ النِّسَائِيُّ عَنْ أَبِيْ دَاوُدَ عَنْ أَبِيْ نُعَيْمٍ فَضْلِ بْنِ دُكَيْنٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِيْ غَنِيَّةَ بِإِسْنَادِهِ نَحْوِهِ وَهٰذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ قَوِيٌّ رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ (ابن کثیر السیرۃ النبویہ ص۴۱۶-۴۱۵)

امام احمد فرماتے ہیں کہ فضل بن دکین نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ ابن ابی غنیہ نے انہی حکم سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے بریدہ سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں سیدنا علی مرتضیٰ کی معیت میں جہاد کرنے کے لیے یمن گیا۔ میں نے آپ سے سختی اور درشتی کا مشاہدہ کیا۔ جب میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو میں نے

حضرت علی مرتضٰی کے بارے میں شکایت کی جسے سن کر حضور کے رخ انور کی رنگت متغیر ہوگئی اور حضور نے فرمایا: اے بریدہ! کیا میں تم اہل ایمان سے ان کے نفسوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کی بے شک، یارسول اللہ! آپ تمام مسلمانوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

میں جس کا دوست اور محبوب ہوں، علی بھی اس کا دوست اور محبوب ہے۔

فائدہ:

اس روایت کی سند کے بارے میں علامہ ابن کثیر کی بے لاگ رائے ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں کہ یہ سند جید اور قوی ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اصحاب سنن نے جو شرائط کسی حدیث کی صحت کے لیے رقم کی ہیں، وہ ساری شرائط اس روایت میں پائی جاتی ہیں۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث:

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جگہ اترے۔ یہ وادی خم کے نام سے موسوم تھی۔ پس اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ کا اعلان کیا گیا۔ لوگ جمع ہو گئے حضور نے پہلے نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ پھر حضور نے ہمیں خطاب فرمایا: میں اپنی چادر کے ذریعہ اس درخت پر سایہ کیے ہوئے تھا جس کے نیچے حضور تشریف فرماتھے تا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ کا تارا بھی نہ پڑے۔ حضور نے فرمایا:

أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ؟ أَوَلَسْتُمْ تَشْهَدُوْنَ؟ أَنِّيْ أَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰى قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔ هٰذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ عَلٰى شَرْطِ السُّنَنِ وَقَدْ صَحَّحَ التِّرْمِذِيُّ بِهٰذَا السَّنَدِ۔ (السیرة النبویہ ج۴ص۴۲۲)

ترجمہ: کیا تم اس بات کو نہیں جانتے؟ کیا تم اس کی شہادت نہیں دیتے؟ کہ میں ہر مومن سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ سب نے عرض کی، حضور نے بجا فرمایا: اور جب سب نے ارشاد نبوت کی تائید کر دی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِمَنْ عَادَاهُ

کہ "جس کا میں مددگار اور دوست ہوں علی مرتضٰی بھی اس کے مددگار اور دوست ہیں۔ اے اللہ! جو ان کو دوست بناتا ہے اس کو تو بھی اپنا دوست بنا اور جو ان سے عداوت کرتا ہے ان سے تو بھی عداوت کر۔"

فائدہ:

علامہ ابن کثیر اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کہ یہ سند جید ہے۔اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور کتب سنن کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔امام ترمذی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

یہ دو ایسی روایتیں ہیں جن کی صحت کے بارے میں علماء حدیث میں کوئی اختلاف نہیں۔

جس کا میں مولا ہوں:

حج سے فراغت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں مقام ''غدیر خم'' پر جو ایک تالاب ہے تمام ہمراہیوں کو جمع فرما کر ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

حمد و ثناء کے بعد اے لوگو! میں بھی ایک آدمی ہوں ممکن ہے کہ اللہ کا فرشتہ (ملک الموت) جلد آ جائے اور مجھے اس کا پیغام قبول کرنا پڑے، میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدائیت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔(مسلم ج ا ص ۲۷۹ باب من فضائل علی)

اسی خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ كُنتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ٥

''جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا، اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔''

حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی وجہ:

بخاری شریف کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اختیار سے کوئی ایسا کام کر ڈالا تھا جس کو ان کے یمن سے آنے والے ہمراہیوں نے پسند نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے بارگاہِ رسالت میں اس کی شکایت بھی کر دی جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس سے زیادہ کا حق ہے۔

(بخاری باب لبث علی الی الیمن ج ۲ ص ۲۲۳ و ترمذی مناقب علی)

اس ضمن میں ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ نے یزید بن طلحہ بن یزید بن رکانتہ کی روایت بیان کی جب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے اس قصد کے ساتھ واپس ہوئے کہ مکہ مکرمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملیں تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے میں عجلت سے کام لیا اور جو لشکر ساتھ تھا اس پر انہیں لوگوں میں سے ایک کو اپنا قائم مقام بنا دیا اس شخص نے ہر فرد کو یمن کے بَر کا ایک ایک حلہ پہنا دیا۔ پھر جب علیؓ (واپس ہو کر) اپنے لشکر کے قریب آئے اور لوگوں سے ملنے کے لیے نکلے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ان سب نے حلے پہن رکھے ہیں چنانچہ فرمایا تمہارا بُرا ہو یہ کیا ہے؟

قائم مقام نے جواب دیا کہ یہ حلہ (لباس) میں نے پہنایا ہے تاکہ جب یہ لوگ دوسرے لوگوں کے پاس پہنچیں تو نظروں میں جچیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، تیرا بُرا ہو۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے پہلے یہ لباس اُتار دو۔ راوی نے کہا کہ آخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے یہ لباس اُتروا لیا اور ان کپڑوں کو واپس لے کر مال غنیمت میں

رکھ لیا۔ لشکریوں نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا اور اس کی شکایت حضور ﷺ سے کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، پھر مجھ سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر بن حزم نے سلیمان بن محمد بن کعب بن عجرہ اور ان کی پھوپھی زینب بنت کعب نے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حرم میں تھیں، دو علی الترتیب واسطوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر تقریر کی۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔

''اے لوگو! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شکایت مت کرو کیونکہ اللہ کی قسم! وہ اللہ کی ذات کے سلسلے میں یا اللہ کی راہ میں اس چیز سے کہیں زیادہ محتاط ہے کہ اس کی شکایت کی جائے۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۷۴۲)

علماء کرام کی تحقیق:

علماء کرام کہتے ہیں کہ معلوم ہوا یہاں اگر کوئی مسئلہ زیر بحث تھا تو وہ سیدنا علی کی ذات کے بارے میں وہ شکایات تھیں جو بعض لوگوں نے بارگاہ رسالت میں پیش کیں کہ انہوں نے مجاہدین کے ساتھ بڑا درست سلوک روا رکھا۔ بیت المال میں نئے کپڑوں کے کئی تھان موجود تھے۔ مجاہدین کا لباس طویل سفر کے باعث بوسیدہ اور میلا ہو چکا تھا انہوں نے درخواست کی کہ انہیں ان گانٹھوں سے دو چادروں کا کپڑا دیا جائے تا کہ وہ احرام باندھ سکیں لیکن آپ نے ان کی اس درخواست کو مسترد کر دیا۔ اس قسم کی چند دیگر شکایات تھیں جو بارگاہ رسالت میں شیر خدا کے بارے میں عرض کی گئیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی شکایات کا ازالہ کرنے کے لیے اور علی مرتضیٰ کی امانت و دیانت کو ہر شک وشبہ سے بالاتر ثابت کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا تا کہ اب جبکہ لوگ یہاں سے اپنے اپنے علاقوں کو جا رہے ہیں، کسی کے دل میں اللہ اور اس کے دین کے شیر کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ ان ارشادات سے جملہ حاضرین کو خطاب فرمایا۔ یہاں خلافت کے موضوع پر نہ کوئی گفتگو ہوئی، نہ اس موضوع کے بارے میں کسی نے اختلاف کیا اور نہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے موضوع کو زیر بحث لا کر یہ ارشاد فرمایا:

صاحب تاج العروس نے لفظ ''مولیٰ'' کے متعدد معانی لکھے ہیں جو پیش خدمت ہیں:

اَلْمَوْلٰی: اَلْمَالِكُ۔ اَلْعَبْدُ۔ اَلْمُعْتِقُ۔ اَلْمُعْتَقُ۔ اَلصَّاحِبُ۔ اَلْقَرِیْبُ۔ اَلْجَارُ۔ اَلْحَلِیْفُ۔ اِبْنُ الْعَمِّ۔ اَلنَّزِیْلُ۔ اَلشَّرِیْكُ۔ اِبْنُ الْاُخْتِ۔ اَلْوَلِیُّ۔ اَلرَّبُّ۔ اَلنَّاصِرُ۔ اَلْمُنْعِمُ۔ اَلْمُحِبُّ۔ اَلتَّابِعُ۔ اَلصِّهْرُ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۸۹)

شیخ محقق کا حوالہ:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

تعیین معانی مشترک بے دلیل اعتبار ندارد و ما و ایشاں متقدیم بر صحت ارادت محبوب و ناصر۔ و علی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ سیدنا و ناصرنا و حبیب ما است و سیاق حدیث نیز دری معنی ناظر است (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۲)

ترجمہ: لفظ مشترک کے متعدد معانی سے کسی ایک معنی کی تخصیص یا تعیین کے لیے دلیل درکار ہے اور بغیر دلیل کے اس کے متعدد معانی سے ایک معنی کی تعیین درست نہیں۔ ہم اہلسنت اور اہل تشیع اس بات پر متفق ہیں کہ

سیدنا علی ہمارے محبوب، ہمارے مددگار اور ہمارے سردار ہیں اور حدیث کا سیاق بھی انہیں معانی کی تائید کرتا ہے کہ ان لوگوں نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پر جو اعتراض کیے ہیں، وہ بے معنی اور لغو ہیں۔ بلکہ آپ تو تمام مسلمانوں کے محبوب، مددگار اور سردار ہیں۔"

لفظ مولا:

نیز حدیث میں لفظ مولا مذکور ہے اور مولا کا لفظ امام کے معنی میں نہ از روئے لغت اور نہ از روئے شریعت مستعمل ہوتا ہے۔ جب لغت اور شریعت دونوں مولیٰ کو امام کے معنی میں استعمال نہیں کرتیں تو اس سے پتا چلتا ہے کہ اس ارشاد گرامی کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی کے دل میں شیر خدا کے بارے میں بغض اور ناراضگی کا کوئی شائبہ تک بھی ہو تو وہ اس سے اجتناب کرے اور دستبرداری کا اعلان کر دے۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ ہم ایک لحہ کے لیے اگر تسلیم کر لیں کہ یہاں مولا، اولیٰ کے معنی میں ہے، لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیٰ سے امامت مراد ہے بلکہ اولویت از روئے تقرب اتباع ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیمَ لَلَّذِینَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِینَ اٰمَنُوْا

(سورۃ آل عمران:٦٨)

ترجمہ: بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم علیہ السلام سے وہ تھے جنھوں نے ان کی پیروی کی، نیز یہ نبی کریم اور جو اس نبی پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ مددگار ہے مومنوں کا۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا شیر خدا کو مشورہ:

جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات طیبہ کے آخری ایام گزار رہے تھے تو جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم نے وصال فرمایا اُس روز حضرت علی بن ابی طالب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر باہر نکلے تو لوگوں نے ان سے دریافت کیا۔

اے ابوحسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، الحمدللہ ٹھیک ہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا،

علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! خدا کی قسم! تین روز بعد تم غلام ہو جاؤ گے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر موت کے آثار دیکھ لیے ہیں جیسا کہ میں بنو عبدالمطلب کے چہروں پر موت کے آثار پہچان جاتا ہوں اس لیے تم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو، اگر یہ معاملہ (یعنی امارت وخلافت کا معاملہ) ہم لوگوں کے حق میں ہے تو ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے گی اور اگر ہمارے سوا دوسرے لوگوں کے حق میں ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں ہمیں حکم دیں گے اور ہمارے متعلق لوگوں کو وصیت فرمائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، خدا کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا، خدا کی قسم! اگر اس سے (امارت وخلافت سے) ہمیں منع کر دیا گیا تو پھر آپ کے بعد کوئی بھی ہمیں امارت نہ دے گا۔ (سیرت ابن ہشام جلد۲ ص ۸۰۲ تا ۸۰۳)

حضرت حسن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

خاندانِ نبوت کی جلیل القدر اور عظیم الشان شخصیت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت حسن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ کیا یہ ارشادِ نبوی مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی امامت وخلافت کے لیے نص ہے۔ آپ نے فرمایا، اگر یہ نص ہوتی اور اس سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی امامت وخلافت کو ثابت کرنا مقصود ہوتا تو حضور وضاحت وفصاحت سے یوں فرماتے۔

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا وَالٍ بَعْدِيْ وَالْقَائِمُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ

اے لوگو! میرے بعد یہ (علی مرتضیٰ) تمہارے والی ہوں گے اور میرے بعد یہ تمہارے امور کے ناظم ہوں گے۔ ان کا حکم سننا اور ان کی اطاعت بجالانا۔"

بخدا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا ہوتا اور آپ نے اس کا مطالبہ کرنے سے اجتناب کیا ہوتا تو یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی غلطی ہوتی۔ (السیرۃ الحلبیہ ج۲ ص۳۹۸)

شعر نمبر ۷:

ساتویں شعر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حکومت اپنی امت کے لیے پسند فرمائی میرے حکومت کے متعلق تمہیں راضی ہونے کے لیے کیا جبکہ مجھے بھی وصیت کی۔

فائدہ:

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے علاوہ جو خلفاء ہوں گے ان کی حکومت پسند نہیں یا ان کا خلاف کرنا یا غلط ہو گیا۔ تفصیلات کے لیے اہلسنّت وجماعت کی تصانیف کا مطالعہ کیجیے۔

☆......☆......☆

کمینوں کی مذمت

(۱) فَلَوْ اَنِّیْ اُطِعْتُ عَصَیْتُ قَوْمِیْ ۔۔۔ اِلٰی رُکْنِ الْیَمَامَةِ اَوْ بِشَامِ

(۲) وَلٰكِنِّیْ اِذَآ اَبْرَمْتُ اَمْرًا ۔۔۔ تُخَالِفُنِیْ اَقَاوِیْلُ الطَّغَامِ

☆اُطِعْتُ: میری اطاعت کی جاتی۔ ☆اَمْرًا: کسی بات کا، کسی معاملے کا۔ ☆تخالفنی: مخالفت کرنے لگتی ہے، مخالفت کرتی ہیں۔

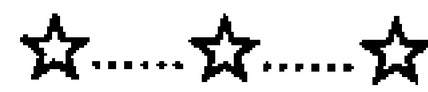
مطلب:

(۱) پس اگر میری بات کو تسلیم کر لیا جاتا تو میں اپنی قوم کے خلاف لڑتے لڑتے یمامہ اور شام تک پہنچتا۔ (یعنی سارا علاقہ زیرنگیں ہو جاتا)

(۲) جب میں کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیتا ہوں تو کمینے لوگوں کی باتیں میرے خلاف ہو جاتی ہیں یعنی کمینے قسم کے لوگ میرے خلاف باتیں کرنے لگتے ہیں۔

فائدہ:

آپ بڑے افسوس سے یہ حقیقت بیان فرما رہے ہیں کہ مسلمانو! ہمیں آپس کی خلفشاری نے نقصان پہنچایا ہے۔ ہمیں دشمنوں نے نقصان نہیں پہنچایا۔ ہم نے تو اپنے پاؤں پہ خود ہی کلہاڑی ماری ہے۔ اگر میری بات کو مان لیا جاتا تو ہم نقصانات سے بچ جاتے مگر افسوس کہ میری بات نہیں مانی گئی اور نہ ہی اب میری بات کو تسلیم کیا جاتا ہے اگر میری بات کو تسلیم کر لیا جاتا تو میں یمامہ اور شام کی طرف جاتا۔ جب میں اس بات کا پکا ارادہ کرتا ہوں تو کمینے قسم کے لوگ مجھ سے اختلاف کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح مجھے یمامہ اور شام کی طرف جانے ہی نہیں دیتے۔ معلوم ہوا کہ آپ یہاں کیسے قسم کے ان لوگوں کو فرما رہے ہیں جو آپ کے ساتھ تھے۔ آپ کی خلافت کو حق زبانی کلامی تسلیم کیا مگر باطنی طور پر آپ کے ساتھ نہ تھے بلکہ آپ کے مخالف تھے محض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ سے ڈرتے تھے کہ کہیں شہادت عثمان کی پاداش میں دھر ہی نہ لیے جائیں۔ اسی طرح یہودیوں کے سازشی بھی مسلمانوں میں شامل ہو کر منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اور خارجی ٹولہ بھی آپ کی مخالفت کرنے لگتا۔ جنہیں آپ نے کمینے کہا ہے۔



جنگ صفین میں ارباب حق کی فتح

(۱) لَنَا الرَّايَةُ السَّوْدَاءُ تَخْفِقُ ظِلُّهَا ... اِذَا قِيْلَ قَدِّمْهَا حُصَيْنُ تَقَدَّمَا

(۲) فَيُوْرِدُهَا فِى الصَّفِّ حَتّٰى يُزِيْرَهَا ... حَيَاضَ الْمَنَايَا يَقْطُرُ الْمَوْتَ وَالدَّمَا

(۳) تَرَاهُ اِذَا مَا كَانَ يَوْمَ كَرِيْهَةٍ ... اَبٰى فِيْهِ اِلَّا عِزَّةً وَّتَكَرُّمَا

(۴) وَاَجْمَلَ صَبْرًا حِيْنَ يُدْعٰى اِلَى الْوَغَا ... اِذْ كَانَ اَصْوَاتُ الرِّجَالِ تَغَمْغَمَا

(۵) وَقَدْ صَبَرَتْ عَكٌّ وَّلَخْمٌ وَّحِمْيَرٌ ... لِمَذْحَجَ حَتّٰى اَوْرَثُوْهَا تَنَدُّمَا

(۶) وَنَادَتْ جُذَامٌ بِالْمَذْحَجِ وَيْحَكُمْ ... جَزَى اللّٰهُ شَرًّا اَيَّنَا كَانَ اَظْلَمَا

(۷) اَمَا تَتَّقُوْنَ اللّٰهَ فِى حُرُمَاتِنَا ... وَمَا قَرَّبَ الرَّحْمٰنُ مِنَّا وَعَظَّمَا

☆تغمغم: دراصل صاف بات نہ کہنے کو کہتے ہیں، اور جب کوئی اعلیٰ افسر یا بزرگ قسم کا آدمی کچھ پوچھے تو جن لوگوں نے صاف بات نہیں کرنی ہوتی وہ آہستہ آہستہ بڑبڑاہٹ کی شکل میں بات کرتے ہیں، اسی طرح کوئی زبردست قسم کا آدمی بات کر رہا

ہوتو کمزور منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگتے ہیں یہاں یہی کیفیت مراد ہے یعنی صاف بات نہ کہنا۔ ☆الرایة السوداءُ: سیاہ جھنڈا۔ ☆قَدِم: آگے بڑھ۔ ☆یُزِیرھا: اسے زیارت کراتے ہیں۔ ☆حیاض المنایا: موت کے حوض کی۔ ☆یَقطُرُ الموت: موت قطرہ قطرہ بن کر ٹپکتی ہے۔ ☆یوم کریھة: لڑائی کا دن۔ ☆اجمل صبراً: صبر جمیل۔ ☆یدعیٰ: وہ بلائے جاتے ہیں۔ ☆الی الوغا: لڑائی کی طرف، لڑائی کے لیے۔ ☆اصوات: آوازیں۔ ☆علك: لخم، جمیر، مدحج، نام ہیں۔ ☆تندما: پشیمان کردیا۔ ☆نادت: ندا کی، پکارا۔ ☆و یحکم: تم پر افسوس۔ ☆قرب الرحمن: رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ نے مقرب بنایا۔

مطلب:

(۱) ہمارے پاس سیاہ رنگ کا جھنڈا ہے جس کا سایہ متحرک رہتا ہے۔ اے حصین آگے بڑھا جب کہا جاتا ہے تو وہ فوراً آگے بڑھاتے ہیں۔

(۲) پس اسے صف میں لے جاتے ہیں حتیٰ کہ اسے موت کے حوض کی زیارت کراتے ہیں اسی حال میں دکھایا جاتا ہے کہ موت اور خون ٹپکتا ہے۔

(۳) لڑائی کے دن کے وقت تم دیکھتے ہو کہ عزت، غیرت اور شرافت کے علاوہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرتے۔

(۴) لڑائی میں بلائے جانے کے وقت صبر جمیل اختیار کرتے ہیں جب دوسرے لوگوں کی آوازیں دھیمی پڑ جاتی ہیں۔ (تو میرے ساتھی اس وقت بھی حوصلے میں ہوتے ہیں)

(۵) عک، لخم اور حمیر نے مدحج کے مقابلہ کے وقت بھی صبر اختیار کیا حتیٰ کہ مدحج کے مقابلہ نے انہیں شرمندہ کردیا۔

(۶) مدحج کو جذام نے ندا دی کہ تم پہ افسوس کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ظالم کو برا بدلہ عطا فرمائے۔

(۷) کیا تم ہمارے متعلق جو محرمات ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں کرتے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت والا بنادیا۔

(۱) جَزَی اللّٰهُ قَوْمًا قَاتَلُوْا فِی لِقَآئِهِمْ ... لَدَی الْمَوْتِ قِدْمًا مَّا اَعَزَّ وَاَكْرَمَا

(۲) رَبِیْعَةِ اَعْنِیْ اَنَّهُمْ اَهْلُ نَجْدَةٍ ... وَبَاْسٍ اِذَا لَاقُوْا خَمِیْسًا عَرَمْرَمَا

(۳) اَذَقْنَا ابْنَ هِنْدٍ طَعْنَنَا وَضِرَابَنَا ... بِاَسْیَافِنَا حَتّٰی تَوَلّٰی وَاَحْجَمَا

(۴) وَوَلّٰی یُنَادِیْ زِبْرِقَانَ بْنَ ظَالِمٍ ... وَذَا كَلَعٍ یَدْعُوْا كُرَیْبًا وَّ اَنْعَمَا

(۵) وَعَمْرًا وَّ نُعْمَانًا وَّ یُسْرًا وَّمَا لِكًا ... وَحَوْشَبَ وَالدَّاعِیْ مُعَاوِیْ وَاَظْلَمَا

(۶) وَكُرْزَبْنَ نَبْهَانَ وَّ ابْنَیْ مُحَرِّقٍ ... وَحَرْثًا وَّقَیْنِیًّا عُبَیْدًاوَّ سُلَّمًا

☆عرمرم: بہت بڑا لشکر، لشکر عظیم۔ ☆قدمًا: آگے بڑھ کر۔ ☆خمیسا: پانچ۔ ☆تولّی: منہ پھیر کر مڑا۔ ☆

ینادی: ندا کرتا پکارتا ہوا۔☆انعما: انعام دیا۔☆والداعی: اور پکارنے والا۔☆ربیعہ: ابن ہند، زبرکان بند ظالم، کریب، عمرو، نعمان، یسر، مالک، جوشب، کرز بن نبہان، محرق، حرث، قنی۔ سلم: سب ہی نام ہیں۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ اس قوم کو بہترین بدلہ عطا فرمائے جس نے موت سے ملاقات کر کے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا وہ کتنی عزت کے لائق شریف قوم ہے۔

(۲) ربیعہ یعنی وہ دلیر اور بہادر ہیں جب وہ بہت زیادہ پنج رکنی فوج سے بہادری سے مقابلہ کرتے ہیں۔ (تو خوب بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں)

(۳) ہم نے اپنا اور اپنی تلوار کا مزہ ابن ہند کو چکھایا حتیٰ کہ وہ منہ پھیر کر پیچھے واپس چلا گیا۔ یعنی بھاگ گیا۔

(۴) وہ زبرقان بن ظالم اور ذالکلع کو پکارتے ہوئے واپس مڑا اور کریب کو پکارتے ہوئے انعام سے نوازا۔

(۵) عمرو، نعمان، یسر، مالک اور خوشب کو معاویہ پکارنے والا ہے جو کہ بڑا ہی زیادتی کرنے والا ہے۔

(۶) کرز بن نبہان، محرق کے دونوں بیٹوں، حرف، عبید اور سُلم کو بھی۔

☆......☆......☆

جنگ صفین کے موقع پر قبائل ہمدان کی مدح

(۱) وَلَمَّا رَاَیْتُ الْخَیْلَ تَقْرَعُ بِالْقَنَا ۔۔۔ فَوَارِسُھَا حُمْرُ الْعُیُوْنِ دَوَامِیْ

(۲) وَ اَقْبَلَ رَھْجٌ فِی السَّمَآءِ کَاَنَّہٗ ۔۔۔ غَمَامَۃٌ وَجُنُ مُلْبَسٌ بِقَتَامِ

(۳) وَنَادَی ابْنُ ھِنْدٍ ذَالْکُلَاعِ وَ مُحْصِبًا ۔۔۔ وَکِنْدَۃَ فِیْ لَخْمٍ وَحِیِّ جُذَامِ

(۴) تَیَمَّمْتُ ھَمْدَانَ الَّذِیْنَ ھُمْ ھُوَ ۔۔۔ اِذَا نَابَ اَمْرٌ جُنَّتِیْ وَسِھَامِ

(۵) وَنَادَیْتُ فِیْھِمْ دَعْوَۃً فَاَجَابَنِیْ ۔۔۔ فَوَارِسُ مِنْ ھَمْدَانَ غَیْرُ لِئَامِ

(۶) فَوَارِسُ مِنْ ھَمْدَانَ لَیْسُوْا بِعُزَّلٍ ۔۔۔ غَدَاۃَ الْوَغَا مِنْ یَّشْکُرٍ وَّ شِبَامِ

(۷) وَمِنْ اَرْحَبِ الشُّمِّ الْمُطَاعِیْنَ بِالْقَنَا ۔۔۔ وَرُھْمٍ وَّ اَحْیَآءِ السَّبِیْعِ وَیَامِ

(۸) وَمِنْ کُلِّ حَیٍّ قَدْ اَتَتْنِیْ فَوَارِسٌ ۔۔۔ ذَوُمْ بَحْدَاتٍ فِی اللِّقَآءِ کِرَامِ

(۹) بِکُلِّ رُدَیْنِیٍّ وَ عَضْبٍ تَخَالُہٗ ۔۔۔ اِذَا اخْتَلَفَ الْاَقْوَامُ شَعْلَ ضِرَامِ

☆رھج: گردوغبار۔☆خیل: گھوڑے۔☆فوارس: سواروں۔☆حُمْرُ الْعیون: آنکھیں سرخ۔☆غمامہ: بادل کاٹکڑا۔☆ملبسٌ بقتام: تاریک غبار سے چھپا ہوا۔☆ناب: مصیبت۔☆جُنَّۃٌ: سپر، ڈھال۔☆سہام: تیر۔☆ نادیت: میں نے پکارا۔☆غیر لِئَام: کمینے نہیں۔☆غَدَاۃ: صبح۔☆الوغا: لڑائی۔☆ذا الکلاع: ایک یمنی بادشاہ کا نام۔☆ قطام: سیاہ گرد

مطلب:

(۱) (جنگ کے دوران) میں نے جب گھوڑوں کو نیزوں کی وجہ سے چور چور دیکھا تو اس وقت سواروں کی آنکھیں سرخ اور خون آلود ہو گئی تھیں۔ یعنی اس وقت سواروں کا مخالفین کے خلاف غصہ انتہا کو پہنچ چکا تھا۔

(۲) آسمان پہ گردوغبار یوں چھایا کہ وہ سیاہ رنگ کا تاریک چھپا ہوا بادل معلوم ہوتا تھا۔

(۳) ابن ہند نے ذوکلاع، یحصب، کندہ، قبیلہ لخم اور جذام کو پکارا۔

(۴) اس وقت میں نے ہمدانیوں کا ارادہ کیا ہمدانی ایسے ہیں کہ مصیبت پڑنے پر وہ میرے لیے ڈھال اور تیر ہوں گے۔

(۵) میں نے انہیں ایک بار بلایا تو جو کمینے نہیں تھے ان ہمدانیوں نے میرا جواب (بڑے مثبت انداز میں) دیا۔

(۶) وہ ہمدانی سوار جو غیر مسلح نہیں یعنی وہ ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں لڑائی کی صبح کے وقت جن کا تعلق قبیلہ یشکر اور شبام سے ہے۔

(۷) قبیلے ارحب کے بلند اور نیزہ باز سواروں نے جواب دیا علاوہ ازیں قبیلہ زُھم، سبیع اور یام نے بھی جواب دیا۔

(۸) ہر قبیلے کے بہادر اور شریف سردار میرے پاس حاضر ہوئے۔

(۹) لڑائی میں شعلہ معلوم ہونے والے ہر قسم کے نیزے اور بہت تیز کاٹنے والی تلواریں لے کر آئے۔

(۱) يَقُوْدُهُمْ حَامِي الْحَقِيْقَةِ مِنْهُمْ ... سَعِيْدُبْنُ قَيْسٍ وَالْكَرِيْمُ يُحَامِيْ

(۲) فَخَاضُوْا لَظَاهَا وَاصْطَلَوْا لِشَرَارِهَا ... وَكَانُوْا لَدَى الْهَيْجَا كَشَرْبِ مُدَامٍ

(۳) جَزَى اللّٰهُ هَمْدَانَ الْجِنَانَ فَاِنَّهُمْ ... سِمَامُ الْعِدٰى فِيْ كُلِّ يَوْمِ خِصَامٍ

(۴) لِهَمْدَانَ اَخْلَاقٌ وَّ دِيْنٌ يَزِيْنُهُمْ ... وَلِيْنٌ اِذَا لَاقُوْا وَحُسْنُ كَلَامٍ

(۵) مَتٰى تَاتِهِمْ فِيْ دَارِهِمْ لِضِيَافَةٍ ... تَبِتْ عِنْدَهُمْ فِيْ غِبْطَةٍ وَّ طَعَامٍ

(۶) اَلَا اِنَّ هَمْدَانَ الْكِرَامَ اَعِزَّةٌ ... كَمَا عَزَّرُكْنُ الْبَيْتِ عِنْدَ مَقَامٍ

(۷) اُنَاسٌ يُحِبُّوْنَ النَّبِيَّ وَرَهْطَهٗ ... سِرَاعٌ اِلَى الْهَيْجَاءِ غَيْرِ كَهَامٍ

(۸) اِذَا كُنْتُ بَوَّابًا عَلٰى بَابِ جَنَّةٍ ... اَقُوْلُ لِهَمْدَانَ ادْخُلُوْا بِسَلَامٍ

☆کھام: ست۔☆حامی: حمایت کرنے والا، محافظ۔☆کریم: شریف۔☆یحامی: حمایت کرتا ہے۔☆شرار: شرارے، چنگاریاں۔☆کشراب مدام: جیسے شرابی معلوم ہوتے تھے۔☆عدای: دشمنوں۔☆یوم خصام: لڑائی کا دن۔☆یزینھم: انہیں زیب وزینت دیتا ہے، خوبصورتی اور سجاوٹ دیتا ہے۔☆لِین: نرمی۔☆حسن کلام: خوبی بیان۔☆دارھم: ان کے گھر۔☆اناسٌ: لوگ۔☆یحبون: محبت کرتے ہیں۔☆غیر کھام: ست نہیں، کاہل نہیں۔☆اُدْخُلوْا: داخل ہوجاؤ۔☆بِسَلَامٍ: سلامتی کے ساتھ۔☆سمام: زہر۔

مطلب:

(۱) عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والا ان کا سردار سعید بن قیس ہے حق وصداقت کی حمایت شریف انسان ہی کرتا ہے۔ (دوسرے کو یہ توفیق ہی نہیں ملتی)

(۲) پس وہ جنگ کے شعلوں میں شامل ہوگئے اور جنگ کے شعلوں میں گرم ہوگئے جیسے وہ جنگ میں اس طرح معلوم ہوتے تھے جیسے شراب نوشی کے شراب کی طرف لپکتے ہیں۔ وہ اس طرح معلوم ہوتے تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ہمدانیوں کو جزا کے طور پر جنت عطا فرمائے کہ وہ ہر جنگ میں دشمنوں کے لیے زہر کی مانند تھے۔

(۴) ہمدان قبیلہ کے لوگوں کے پاس اخلاق بھی ہے اور دین بھی ہے اخلاق اور دین ہی انہیں مزین کرتے ہیں ملاقات کے وقت دھیما پن، مہربانی اور بیان کی خوبی ان میں خوب پائی جاتی ہے۔

(۵) ان کے گھر جب تو مہمان کی حیثیت سے آئے گا تو ان کے پاس تیری ساری رات قابل رشک اور کھانے پینے میں بیتے گی۔ (یعنی وہ خوب مہمان نواز ہیں اس لیے وہ تیری خوب مہمان نوازیں کریں گے)

(۶) یادرکھ بے شک قبیلہ ہمدان کے شرفاء اسی طرح معزز ہیں جیسے خانہ کعبہ کے پاس رکن مقام ابراہیم معزز ومکرم ہے۔

(۷) وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے محبت کرنے والے ہیں جنگ میں پیش قدمی کرنے والے ہیں ست روی کا شکار ہونے والے نہیں ہیں۔

(۸) میں جب جنتی دروازے پہ کھڑا ہوں گا تو قبیلہ ہمدان کے افراد کو کہوں گا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجایئے۔

☆......☆......☆

ایک مفسد کا قتل

(۱) ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ وَسْطَ الْهَامَةْ ... بِشَفْرَةٍ صَارِمَةٍ هَدَّامَهْ

(۲) فَتَبَلَّتْ مِنْ جِسْمِهِ عِظَامَهْ ... وَبَيَّنَتْ مِنْ اَنْفِهِ اَرْغَامَهْ

(۳) اَنَا عَلِيٌّ صَاحِبُ الصَّمْصَامَهْ ... وَصَاحِبُ الْحَوْضِ لَدَى الْقِيمَهْ

(۴) اَخُوْنَبِیِّ اللّٰہِ ذِیْ الْعَلَامَۃْ قَدْ قَالَ اِذْ عَمَّمَنِی الْعَمَامَۃْ

(۵) اَنْتَ اَخِیْ وَمَعْدَنُ الْکَرَامَۃْ وَمَنْ لَّہٗ مِنْ بَعْدِیَ الْاِمَامَۃْ

☆ ھامۃ: کھوپڑی۔ ☆ بالسیف: تلوار کے ساتھ۔ ☆ وسط: بیچ، درمیان۔ ☆ صارمۃ: کاٹنے والی۔ ☆ شفرۃ: تلوار کی دھار۔ ☆ عظامہ: اس کی ہڈیاں۔ ☆ انفہ: اس کی ناک۔ ☆ صاحب الصمامہ: قاطع تلوار والا، قاطع تلوار کا مالک۔ ☆ عَمَّمَنِیْ العمامہ: مجھے عمامہ باندھتے وقت۔ ☆ مَعْدِن: کان، کھان، وہ جگہ جہاں زمین کھود کر دھاتیں نکالی جاتی ہیں، مرکز، یہاں آخری معنی مراد ہے۔

مطلب:

(۱) میں نے اسے تیز دھار کاٹنے والی تلوار سے کھوپڑی کے درمیان حملہ کر دیا۔

(۲) پس اس میری تلوار نے اس مفسد کے جسم کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اس کی ناک خاک میں ملا دی۔ یعنی اسے خوب ذلیل وخوار کر دیا۔

(۳) میں صمصام تلوار کا مالک علی ہوں اور قیامت کے دن حوض کوثر والا ہوں گا۔ (یعنی حوض کوثر پہ بھر بھر کر جام پلاؤں گا۔

(۴) معجزات کے حامل اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں جس پیغمبر نے مجھے سر پہ عمامہ باندھتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

(۵) تو میرا بھائی ہے اور کرامت کا محور ومرکز ہے میرے بعد جس کے لیے امامت ہے تو وہ شخص ہے۔

فائدہ:

تکبر وغرور کے طور پر ڈینگیں مارنا اچھا کام نہیں بلکہ طریقہ کفار ہے جبکہ تحدیث نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرنے کی غرض سے اپنے پہ رب کائنات کے احسانات وانعامات کو یاد کرنا گناہ نہیں اور نہ ہی برا کام ہے بلکہ یہ اکثر بزرگان دین کا طریقہ مقدس ہے۔ یہ کلام آپ نے اپنی خلافت کے دور مبارک میں بیان فرمایا۔

☆......☆......☆

جنگ صفین میں شہادت پانے والوں کا مرثیہ

(۱) جَزَی اللّٰہُ خَیْرًا عُصْبَۃً اَیَّ عُصْبَۃٍ حِسَانُ وُجُوْہٍ صُرِّعُوْا حَوْلَ ھَاشِم

(۲) شَقِیْقٌ وَّ عَبْدُ اللّٰہِ مِنْھُمْ وَمَعْبَدٌ وَنَبْھَانُ وَابْنُ ھَاشِمٍ ذِی الْمَکَارِمْ

(۳) وَعُرْوَۃُ لَایَنَاءُ فَقَدْ کَانَ فَارِسًا اِذَالْحَرْبُ ھَاجَتْ بِالْقَنَا وَالصَّوَارِم

(۴) إِذَا اخْتَلَفَ الْأَبْطَالُ وَشْتَبَكَ الْقَنَا وَكَانَ حَدِيْثُ الْقَوْمِ ضَرْبَ الْجَمَاجِمِ

☆عصبہ: جسم کا پٹھا، باپ کی طرف سے، خویش اور فرزند نرینہ، ورثہ کا باقی حصہ اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں سارا حصہ لینے والے لوگ، یہاں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے ساتھی جو جنگ صفین میں شہید ہوئے مراد ہیں۔☆وجوہ: چہرے۔☆حول: گرد۔☆ذی المکارم: بزرگی والے۔☆فارسًا: سوار۔☆حرب: لڑائی۔☆حدیث: گفتگو۔☆ضرب المجاجم: کھوپڑیوں پر مارنا۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے خوبصورت چہروں والے جو ہاشم کے اردگرد شہید ہوئے پڑے ہیں وہ کیسے لوگ ہیں۔

(۲) وہ شقیق، عبداللہ، معبد، نبہان صاحب مکارم ہاشم کے دونوں صاحبزادے ہیں۔

(۳) اور عروہ تھا جو اس وقت ہٹا نہیں تھا تحقیق وہ اس وقت سوار تھا جب نیزوں اور تلواروں سے جنگ جوبن پہ آئی۔

(۴) جب بہادر آ جا رہے تھے اور نیزے نیزوں سے ٹکرا رہے تھے۔ کھوپڑیوں پہ مارنا قوم کی بات چیت تھی۔ (یعنی یہ ان کے لیے معمولی کام تھا)

☆......☆......☆

جنگ صفین کے متعلق تحریک

(۱) مَا عِلَّتِیْ وَاَنَا جَلْدٌ حَازِمٌ وَفِیْ یَمِیْنِیْ ذُوْغِرَارٍ صَارِمٍ

(۲) وَعَنْ یَمِیْنِیْ مَذْحَجُ الْقَمَاقِمِ وَعَنْ یَسَارِیْ وَائِلُ الْخَضَارِمِ

(۳) اَلْقَلْبُ حَوْلِیْ مُضَرُ الْجَمَاجِمِ وَاَقْبَلَتْ هَمْدَانُ وَالْاَكَارِمُ

(۴) وَالْاَزْدُ مِنْ بَعْدُ لَنَا دَعَآئِمُ وَالْحَقُّ فِی النَّاسِ قَدِیْمٌ دَائِمٌ

☆ما علّتی: مجھ میں کیا نقص ہے یعنی مجھ میں کوئی بھی نقص نہیں ہے۔☆ذو غرارٍ صارم: تیز کاٹنے والی تلوار۔☆یمینی: میرا داہنا ہاتھ میرا دایاں ہاتھ۔☆یساری: بائیں طرف۔☆القلب: دل مگر یہاں قلب بمعنی درمیان۔☆حولی: میرے گرد۔☆اکارم: دوسرے شرفاء۔☆دآئم: ستون۔☆قدیم: ہمیشہ سے ہے ازل سے ہے۔☆دائم: ہمیشہ رہے گا۔

مطلب:

(۱) میری ذات میں کیا عیب ہے حالانکہ میں بہادر بھی ہوں اور عقلمند بھی اور میرے ہاتھ تیز کاٹنے والی شمشیر بھی ہے۔

(۲) میرے دائیں طرف مدحج قبیلہ کے سردار ہیں اور میری بائیں طرف نخی قبیلہ وائل کے سوار ہیں۔

(۳) ان دونوں قبیلوں کے درمیان والے میرے ارد گرد مضر قبیلہ کے بڑے بڑے عرب سردار ہیں قبیلہ ہمدان کے شرفاء اور دوسرے قبائل کے شرفاء بھی ہمارے ساتھ شامل ہیں۔

(۴) بعدازیں قبیلہ ازد بھی ہمارے لیے اہم رکن ہیں۔ لوگوں میں حق قدیمی طور پر موجود ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

☆......☆......☆

قبیلہ شبام والوں کے قتل پہ غم کا اظہار

(۱)
وَصِحْتُ عَلٰی شِبَامٍ فَلَمْ تُجِبْنِیْ ۔۔۔ یَعِزُّ عَلَیَّ مَا لَقِیَتْ شِبَامُ

☆صحت: تندرستی۔☆تصحیح: درستی، آرام، شفا، املا کی درستی، مولوی سعید احمد اعظم گڑھی صاحب نے صحت کا معنی چیخ کر پکارا بیان کیا (دیوان حضرت علی مترجم اردو) یہی آخری معنی یہاں مراد ہے۔☆لم تجبنی: اس نے جواب نہ دیا۔☆ لَقِیَتْ: پیش آئی۔

مفہوم:

شبام کو میں نے زور سے پکارا مگر اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا شبام کو پیش آنے والی بات مجھے بے حد ناگوار گزری۔ یہاں آپ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

☆......☆......☆

بعض عرب قبائل کی مذمت

(۱)
وَاَبْعَدُ مِنْ حِلْمٍ وَّاَقْرَبُ مِنْ خَنَا ۔۔۔ وَاَخْمَدُ نِیْرَانًا وَّ اَخْمَلُ اَنْجُمًا

(۲)
مَوَالِیْ اِیَادٍ شَرٌّ مَنْ وَّطِئَ الْحَصَا ۔۔۔ مَوَالِیْ قَیْسٍ لَّا اُنُوْفَ وَلَا فَمَا

(۳)
وَمَا سَبَقُوْا یَوْمًا بِوَتْرٍ وَّ لَا دَمٍ ۔۔۔ وَلَا نَقَضُوْا وَتْرًا وَّ لَا اَدْرَکُوْا دَمًا

(۴)
وَلَا قَامَ مِنْهُمْ قَآئِمٌ جَمَاعَةٍ ۔۔۔ لِیَحْمِلَ ضَیْمًا اَوْلِیَدْفَعَ مَغْرَمًا

☆ابعد: زیادہ دور۔☆حلم: بردباری، نرم دلی۔☆اقرب: زیادہ قریب۔☆انجما: ستارے۔☆اخمد

نیرانًا: بجھی ہوئی آگ رکھنے والے (بخیل)۔☆موالی: مولیٰ کی جمع، غلام، نوکر چاکر، دوست، یہاں آزاد کردہ غلام مراد ہے۔
☆انُوف: ناک۔☆لاَفَمَا: نہ منہ۔☆دم: خون۔☆لاَقام: نہ کھڑا ہوا۔☆یحمل: اٹھالے۔

مطلب:

(۱) بعض عرب قبائل بردباری اور نرم مزاجی سے دور (یعنی یہ صفات ان میں بالکل ہی نہیں پائی جاتیں) اور بدکاری سے قریب ہیں بجھی ہوئی آگ سنبھال کرر کھنے والے یعنی بخیل اور بجھے ہوئے ستارے یعنی انہیں جانتا ہی کوئی نہیں وہ مشہور نہیں ہیں۔

(۲) مزید غور طلب امر یہ ہے کہ ایاد قبیلہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان تمام لوگوں سے زیادہ برے کنکریاں روندنے والے ہیں۔ قیس کے آزاد کیے ہوئے غلام ہیں کہ جن کی نہ ناک ہے اور نہ ہی منہ۔

(۳) ان لوگوں نے دشمنی کے اظہار کے لیے خون بہانے کے سلسلے میں کسی سے پہل نہیں کی۔ نہ دشمنی نکالی اور نہ ہی خون کا انتقام لیا۔

(۴) جماعت میں ان میں سے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا کہ سختی اٹھائے اور تاوان دور کرے۔

☆......☆......☆

قناعت کی تلقین

(۱) لَا تَكُنْ لِّلْعَيْشِ مَجْرُوْحَ الْفُؤَادِ — اِنَّمَا الرِّزْقُ عَلَى اللّٰهِ الْكَرِيْمِ

(۲) كُنْ غَنِيَّ الْقَلْبِ اقْنَعْ بِالْقَلِيْلِ — مُتْ وَلَا تَطْلُبْ مَعِيْشًا مِّنْ لَئِيْمِ

☆لِلْعَيْش: زندگی کے لیے۔☆مجروح: زخمی۔☆غنی القلب: دل سے غنی۔☆اقنع: قناعت کر۔☆مُتْ: مر جا۔☆لاتطلب: طلب نہ کر، نہ مانگ۔☆معیشاً: روزگار، زندگی، روزی، سامان زندگی۔☆لئیم: کمینہ۔

مطلب:

(۱) زندگی کے ساز و سامان کے لیے اپنے دل کو زخمی نہ کیجیے! کیونکہ رزق عطا کرنا اللہ کریم کے ذمہ کرم پر ہے۔

(۲) قلب سے غنٰی اختیار کر، قلیل پہ قناعت اختیار کر۔ موت قبول کر لے لیکن کسی کمینے سے سامان زیست مانگ کر نہ لے۔

فائدہ:

ان اشعار میں قناعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ زندگی کے ساز و سامان کے لیے اپنا دل زخمی نہ کرو کیونکہ رزق دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ نے ہی عطا کرنا ہے کم رزق عطا کرے یا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ کا خلاف کر کے کوئی بھی رزق میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ [illegible] ''اس لیے اس سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ شب و روز رزق [illegible]

حصول کے لیے ہلکان ہوتے پھرنا مناسب نہیں۔غنی اختیار کر جتنی بھی دولت حاصل ہے اسی پہ قناعت اختیار کر اس سلسلے میں رشوت خوری، چوری چکاری، ڈاکہ زنی اور دیگر گناہ پہ مبنی امور میں مشغولیت اختیار نہ کر اور نہ ہی کسی کمینہ صفت انسان سے زندگی کا سامان یعنی مال وسباب طلب نہ کر کیونکہ چونکہ جو کچھ بھی طلب کرے گا جتنی بھی کوشش کرے گا قسمت میں جو کچھ ہے وہی ملے گا اس سے زیادہ کچھ نہیں ملے گا۔قناعت کے متعلق تفصیلات ہماری تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی میں ملاحظہ فرمایئے)۔

☆......☆......☆

مناجات

(۱) اِلٰهِیْ اَنْتَ ذُوْفَضْلٍ وَّ مَنٍّ وَاِنِّیْ ذُوْ خَطَایَا فَاعْفُ عَنِّیْ

(۲) وَظَنِّیْ فِیْكَ یَارَبِّیْ جَمِیْلٌ فَحَقِّقْ یَا اِلٰهِیْ حُسْنَ ظَنِّیْ

☆اِلٰهِی: یااللہ۔☆ذو فضل: فضل وکرم والا۔☆مَنّ: احسان۔☆ذُوْ خَطَایَا: خطا کار، گنہگار۔☆فاعْفُ: پس معاف فرمادے۔☆ظَنّی: میرا گمان۔☆جمیل: حسین، خوبصورت۔☆حُسن ظنی: میرا حسن ظن۔

مطلب:

(۱) یااللہ! تو فضل وکرم اور احسان والا خالق ہے اور میں خطا کار ہوں پس مجھے معاف فرمادے۔

(۲) اے میرے رب تیرے متعلق میرا گمان اچھا ہے۔پس یااللہ تو میرا گمان حق ثابت کردے۔

فائدہ:

یعنی یااللہ جیسا تیرے متعلق میرا گمان ہے تو اسی طرح کردے یعنی یااللہ! میں تجھے بخشنہار تصور کرتا ہوں تو میرے گناہ بخش دے اور میری خطائیں معاف کردے۔یااللہ میں تجھے رحیم گمان کرتا ہوں تو مجھ پہ رحم فرما۔یااللہ تو غفور الرحیم ہے۔یااللہ تو رحیم بھی فرما اور مغفرت بھی فرمادے۔یااللہ تو قادر مطلق ہے۔علیٰ کل شیءٍ قدیر اپنی قدرت کاملہ سے مجھے اپنی عنایات سے نواز دے۔ مجھے دنیا میں بھی بخشش اور عنایات سے نواز اور آخرت میں بھی خصوصی عنایات سے نواز دے۔یااللہ تیرے متعلق میرا گمان اچھا ہے۔یااللہ! جیسا میرا گمان ہے تو وہ میرا گمان حق ثابت کردے۔سچا ثابت کردے۔

☆......☆......☆

اللہ تعالیٰ کے سامنے زاری

(۱) اِلٰهِیْ لَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنِّیْ مُقِرٌّ بِالَّذِیْ قَدْ کَانَ مِنِّیْ

(۲) وَمَا لِیْ حِیْلَۃٌ اِلَّا رَجَآئِیْ بِعَفْوِکَ اِنْ عَفَوْتَ وَحُسْنَ ظَنِّیْ

(۳) فَکَمْ مِّنْ زَلَّۃٍ لِّیْ فِی الْخَطَایَا عَضَضْتُ اَنَا مِلِیْ وَقَرَعْتُ سِنِّیْ

(۴) یُظُنُّ النَّاسُ لِیْ خَیْرًا وَّ اِنِّیْ لَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَّمْ تَعْفُ عَنِّیْ

(۵) وَبَیْنَ یَدَیَّ مُحْتَبَسٌ طَوِیْلٌ کَاَنِّیْ قَدْ دُعِیْتُ لَہٗ کَاَنِّیْ

(۶) اُجَنُّ بِزَھْرَۃِ الدُّنْیَا جُنُوْنًا وَیَفْنِیْ الْعُمْرُ مِنْھَا بِالتَّمَنِّیْ

(۷) فَلَوْ اَنِّیْ صَدَقْتُ الزُّھْدَ فِیْھَا قَلَبْتُ لِاَھْلِھَا ظَھْرَ الْمِجَنْ

☆**لاتعذبنی**: توعذاب نہ دے۔☆**مُقِرٌّ**: اقرار کرتا ہوں۔☆**مالی حیلۃ**: میرے پاس کوئی تدبیر نہیں۔☆**رجا**: امید۔☆**عَفَوْتَ**: تونے معاف فرمادیا۔☆**زَلَّۃ**: گناہ۔☆**خطایا**: خطائیں، لغزشیں۔☆**یُظُنُّ الناس**: لوگ خیال کرتے ہیں۔☆**اِنْ لَّمْ تَعْفُ عَنِّیْ**: اگر مجھے معاف نہ کیا۔☆**بَیْنَ یَدَیَّ**: میرے سامنے۔☆**دُعِیْتُ**: میں بلایا گیا ہوں۔☆**زھرۃ الدنیا**: دنیا کی نمائش۔☆**جنونًا**: مبہوت ہوجاتا ہوں۔☆**یفنی العمر**: عمر فنا ہورہی ہے، عمر ختم ہورہی ہے۔☆**صدقتُ الزُّھد**: میں خالص زہد اختیار کرتا۔

مطلب:

(۱) یا اللہ! تو مجھے عذاب میں مبتلا نہ کر کیونکہ مجھ سے جو کچھ ہوا میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ (آئندہ ایسے امور میں مبتلا ہونے سے توبہ کرتا ہوں)

(۲) میرے پاس تیری بخشش کی امید کے سوا کوئی حلیہ نہیں اگر تو نے مجھے معاف کردیا اور میرا حسن ظن ہے۔ تو مجھے معاف کر دے گا یعنی مجھ پر تیرا عفو ہوگا معافی ہوگی تیرا انعام ہوگا میرا بھا ہے۔

(۳) میرے بے شمار گناہوں میں سے ایسی خطائیں بھی ہیں جن کی وجہ سے شرمندگی میں میں نے اپنی انگلیاں بھی کاٹیں اور دانت بھی پیس ڈالے۔

(۴) مجھے لوگ اچھا سمجھتے ہیں حالانکہ میں...... اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تمام لوگوں سے برا ہوں گا۔ (اس لیے یا اللہ! مجھے معاف فرمادے تاکہ میں وہی ثابت ہوجاؤں جیسا لوگ گمان کرتے ہیں۔)

(۵) اور میرے سامنے (دنیا کی ایک) لمبی رکاوٹ ہے جیسے تحقیق مجھے صرف اسی کی خاطر بلایا گیا ہے۔

(۶) میں دنیا کی نمود و نمائش سے ہکا بکا رہ جاتا ہوں میری عمر صرف امیدوں کے سہارے ختم ہوتی جارہی ہے۔

(۷) پس اگر میں زندگی میں سچا زہد اپناتا تو دنیا والوں کے لیے ڈھال کی پیٹھ پھیر دیتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نصیحت

(۱) وَمَنْ كَرُمَتْ طَبَايِعُهٗ تَحَلّٰى — بِـآدَابٍ مُّـفَـضَّـلَةٍ حِسَـانٍ
(۲) وَمَنْ قَلَّتْ مَطَامِعُهٗ تَغَطّٰى — مِـنَ الـدُّنْيَا بِـاَثْوَابِ الْاَمَـانِ
(۳) وَمَا يَدْرِى الْفَتٰى مَاذَا يُلَاقِىْ — اِذَا مَا عَاشَ مِنْ حَدَثِ الزَّمَانِ
(۴) فَاِنْ غَدَرَتْ بِكَ الْاَيَّامُ فَاصْبِرْ — وَكُنْ بِاللّٰهِ مَحْمُوْدَ الْمَعَانِىْ
(۵) وَلَا تَكُ سَـاكِـنًـا فِىْ دَارِ ذُلٍّ — فَـاِنَّ الـذُّلَّ يَـقْـرِنُ بِـالْـهَـوَانِ
(۶) وَاِنْ اَوْلَاكَ ذُوْكَـرَامٍ جَـمِـيْلًا — فَكُنْ بِالشُّكْرِ مُنْطَلِقَ اللِّسَانِ

☆كَرُمَتْ طبايعه: شریف الطبع۔☆حسان: عمدہ۔☆اثواب: کپڑے، لباس۔☆مایدری: معلوم نہیں۔☆عاش: زندہ رہا۔☆حدثِ الزّمانِ: حوادثِ زمانہ۔☆غَدَرَتْ: غدر کرے، بے وفائی، غداری کرے۔☆دار: گھر۔☆ذُلٍّ: ذلت۔☆ذو کرم: فضل وکرم والا، صاحب فضل کرم۔☆قَلَّتْ: کم ہوتی ہے۔

مطلب:

(۱) شریف الطبع انسان بہترین اور اعلیٰ آداب سے آراستہ وپیراستہ ہوتے ہیں۔
(۲) کم خواہشات نفسانی اور حرص وہوس والا انسان دنیا میں امن کا لباس پہنتا ہے۔(اس لیے نفسانی خواہشات اور حرص و ہوس سے بچنا چاہیے۔)
(۳) انسان نہیں جانتا کہ اسے آئندہ زمانہ میں اس کے سامنے کیسے حالات پیش ہونے والے ہیں اگر حادثات زمانہ سے زندہ رہا۔
(۴) اگر تیرے ساتھ زمانہ بے وفائی اختیار کرے تو تو صبر اختیار کر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محمود خیال رکھ۔
(۵) تو ذلت والے گھر میں نہ رہ کیونکہ ذلت تجھے ہمیشہ ذلیل وخوار کرے گی۔
(۶) اگر کوئی فضل وکرم والا تجھے کوئی اچھی چیز عطا فرمائے تو زبان سے اس کا شکریہ ادا کر۔

شرح:

شریف الطبع انسان بہترین اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ وپیراستہ ہوتے ہیں۔اعلیٰ اخلاق وہ نہیں جن کو غیر مسلم اعلیٰ کہتے نظر آتے ہیں کہ خود تو دوسروں پہ ظلم جاری رکھنا روا خیال کرتے ہیں اور اگر کوئی مسلمان اپنے تحفظ کی خاطر کوئی کام کرے تو ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے جانوروں کے تحفظ کے لیے تو پیام امن کی تشہیر کرتے نظر آتے ہیں۔امن کی فاختہ دکھاتے نظر آتے ہیں مگر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔کشمیریوں پہ ظلم ہوتے انہیں نظر نہیں آتے۔فلسطینیوں کی آہ و

بکا کسی کو بھی نہیں سنائی دیتی۔عراقیوں پہ مظالم ڈھانا ان کے نزدیک انصاف ہے مختصر یہ کہ جہاں بھی مسلمانوں کے تحفظ کا معاملہ آتا ہے تمام امن معاہدے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔اس میں خود مسلمانوں کا اپنا بھی قصور ہے کہ وہ کیوں نہیں ایک پلیٹ فارم پہ اکٹھے ہوتے۔ مسلمان ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ مسلمان آپس میں دست بگریبان ہونے کا وطیرہ کیوں نہیں چھوڑتے۔آپس میں سر پھٹول چھوڑ کر اتفاق واتحاد کیوں نہیں کرتے۔اختلافات والے امور الگ بحث ہے کم از کم جن امور پہ بھی کا اتفاق ہے۔

اس سلسلے میں تو ایکا کیا جاسکتا ہے مل بیٹھ کر کوئی امن کا راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے یہ مسلمانوں کی اپنی کمزوری ہے جس کی وجہ سے انگریز یہودی اور عیسائی ہمارے سروں پہ حکمرانی کررہے ہیں۔

بہر حال مسلمانوں کو چاہیے کہ بھی اچھے اخلاق اپنائیں۔اقدار کو اپنائیں تاکہ ہم ترقی کی راہ پہ گامزن ہوسکیں۔یہی تعلیم اور نصیحت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کی کہ شریف الطبع انسان بہترین اور عمدہ اخلاق وآداب کے مطابق اپنی زندگی کی بہاریں گزارتا ہے زندگی میں اونچ نیچ کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے مگر شریف طبع انسان کسی حال میں بھی اچھے آداب کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

ہوا و حرص کی کمی کی فضیلت:

دوسرے شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ جسے ہوا اور حرص کی بیماری نہیں لگتی یعنی جو شخص خواہشات نفسانی اور حرص کا شکار نہیں ہوتا وہ اس جہان فانی میں امن وامان کے لباس میں ملبوس رہتا ہے اسے نقصان نہیں ہوتا۔اس کی زندگی نہایت آرام وسکون سے گزرتی ہے۔اس سلسلے میں اولیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ اولیائے کرام کی زندگیاں نہایت سادہ خواہشات نفسانی اور حرص سے محفوظ ہوتی ہیں انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ امن وامان سے رہتے ہیں رب کائنات نے بھی ارشاد فرمایا ہے" الا ان اولیاء لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" ٥ یعنی رب کائنات کے ارشاد گرامی کی رو سے اولیاء اللہ دنیا میں بھی امن وامان سے زندگی گزارتے ہیں اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی خوش خوش ہوں گے۔

بقیہ اشعار کے متعلق مضامین بار ہا اس شرح میں بیان ہو چکے ہیں۔

☆......☆......☆

صبر تمام مقاصد کی چابی ہے

(۱)	اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ مَا يُرَجّٰى	وَكُلُّ خَيْرٍ بِهٖ يَكُوْنُ
(۲)	فَاصْبِرْ وَاِنْ طَالَتِ اللَّيَالِيْ	فَرُبَّمَا طَاوَعَ الْحَزُوْنُ
(۳)	وَرُبَّمَا نِيْلَ بِاصْطِبَارٍ	مَاقِيْلَ هَيْهَاتَ لَا يَكُوْنُ

☆مفتاح: کنجی، چابی۔☆یکون: ہوسکتی ہے۔☆طالت اللیالی: رات جتنی بھی لمبی ہوجائے۔☆ماقیل: جس

کے متعلق کہا جاتا ہے۔

مطلب:

(۱) ہر امید کی چابی صبر ہے۔اسی کے ذریعے ہی ہر بھلائی ہوسکتی ہے۔(یعنی صبر کے بغیر کوئی بھی بھلائی حاصل نہیں ہوسکتی۔)

(۲) تکلیفوں پہ مبنی رات جتنی بھی لمبی ہو جائے تو ہر حال میں صبر اختیار کر کیونکہ کبھی نہ کبھی اڑنے والا گھوڑا بھی زیر کنٹرول آ جاتا ہے۔

(۳) کبھی کبھار صبر کے ذریعے وہ چیز بھی حاصل ہو جایا کرتی ہے جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بہت دور ہے یعنی وہ بالکل ہی حاصل نہیں ہوسکتی۔

فائدہ:

انسان دنیوی مسائل و مصائب کا شکار ہو کر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے کیونکہ بندے کو چاہیے کہ دکھ آئیں یا مصیبتیں گھبرانے لگیں ہر معاملے میں صبر سے کام لے۔صبر و تحمل کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے۔کسی حال میں بھی بے صبری اختیار نہ کرے تو صبر کے ثمرات سے بہرہ ور ہوگا۔

صبر ہر امید کے برآنے کے لیے چابی ہے۔یعنی صبر ایک ایسی چابی ہے کہ جس کے ذریعے ہر قسم کی امید پوری ہوسکتی ہے۔کوئی ایسی مشکل نہیں جو صبر کے ذریعے ٹل نہ جائے۔کوئی ایسا کام نہیں جو صبر کے ذریعے پورا نہ ہو۔کوئی ایسی تکلیف نہیں جو صبر کے ذریعے کم نہ ہوسکے۔صبر کے ذریعے ہر بھلائی حاصل ہوسکتی ہے۔

دوسرا شعر:

تکلیفوں پہ مبنی رات جتنی بھی لمبی ہو جائے صبر اختیار کرنے سے ہر حال میں بیت جائے گی۔ظلم کے بادل جتنے بھی چھا جائیں صبر سے ہار کر چھٹ جائیں گے۔ہر قسم کے حالات میں صبر اختیار کر کیونکہ واللّٰہ مع الصابرین یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں پہ خصوصی کرم اور مہربانی فرماتا ہے۔صبر اختیار کرنے کے باعث کبھی نہ کبھی اڑنے والا گھوڑا بھی مطیع و فرمانبردار بن جاتا ہے۔یعنی ہر مشکل کام حل ہو جاتا ہے۔

تیسرا شعر:

کبھی کبھی صبر کے ذریعے وہ چیز بھی حاصل ہو جایا کرتی ہے کہ جس کے متعلق انسان سوچتا ہے کہ فلاں چیز مجھے کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔مجھ سے بہت دور ہے۔وہ چیز تو مجھے کبھی حاصل نہیں ہوسکتی مگر صبر کرنے والا صبر اختیار کرتا ہے تو رب کائنات کی خصوصی معیت اسے حاصل ہو جاتی ہے۔جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ وہ کچھ اسے عطا فرماتا ہے جس کے متعلق اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

مصیبت حکمتوں اور مصالح کے باعث آتی ہے

(۱) لَا تَكْرَهِ الْمَكْرُوْهَ عِنْدَ نُزُوْلِهٖ — اِنَّ الْحَوَادِثَ لَمْ تَزَلْ مُتَبَايِنَه

(۲) كَمْ نِعْمَةٍ لَّمْ تَسْتَقِلَّ بِشُكْرِهَا — لِلّٰهِ فِيْ طَيِّ الْمَكَارِهِ كَايِنَهْ

☆لا تکره المکروه: مکروہ نہ سمجھ، ناگوار نہ سمجھ۔☆لم تسقل بشکرھا: جن کا شکر نہیں کیا کرتے۔☆طی المکارہ کاینه: مصیبتوں کی تہ میں ہوتی ہیں۔

مطلب:

(۱) اگر مصیبت پہنچے تو اسے برا نہ سمجھنا بے شک حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔(جب کبھی مصیبت آئے گی تو پھر اس کے بعد مصیبت نے ختم بھی ہونا ہے اس لیے مصیبت کو برا بھلا کہنے کا کیا فائدہ۔یعنی مصیبت کو برا بھلا کہا جائے کہ وہ اپنے آپ آئے۔کوئی بھی مصیبت، دکھ یا سکھ خود بخود تو نہیں آتا۔اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے تو آیا ہے یعنی مصیبت بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجنے کی وجہ ہی آئی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی حالت کو برا سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ بلکہ اس لیے بھی مصیبت کو برا نہیں سمجھنا چاہیے کہ مصیبت کو اس لیے برداشت کرنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے باعث اجر ہے، گناہوں سے دوری کا باعث ہے اور اجر کا سبب ہے۔

(۲) بے شمار ایسی نعمتیں ہوتی ہیں جن کا شکر ادا نہیں کیا جاتا وہ مصیبتوں کے اندر میں ہوتی ہیں۔

فائدہ:

مصیبت پہنچے تو اسے برا نہ سمجھ کیونکہ کوئی بھی آنے والی مصیبت خود بخود نہیں آتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آتی ہے۔جب اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آتی ہے تو اسے برا سمجھنے کا کیا فائدہ۔آنے والی مصیبت نے تو ہر حال میں آنا ہے۔اگر تو صبر اختیار کرے گا تو تیری توجہ، فکر اور سوچ حق تعالیٰ کی طرف منعطف ہو جائے گی۔تیری سوچ یا فکر یا توجہ جب حق تعالیٰ کی طرف منعطف ہوگی تو تجھے سوچ پیدا ہوگی کہ اللہ علیٰ کل شیء قدیر۔اللہ تعالیٰ تو سب کچھ کر سکتا ہے میں اپنی یہ مصیبت دور نہیں کر سکتا اس میں کوئی شک نہیں مگر اللہ تعالیٰ تو علیٰ کل شیء قدیر ہے۔اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کی تکلیف و مصیبت دور کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ مصیبت اور تکلیف دور کر دے گا۔

حالات بدلتے رہتے ہیں کبھی دکھوں کی بارات ہوتی ہے تو کبھی سکھوں کی بہار، کبھی دن ہوتا ہے کبھی رات، کبھی اندھیرا چھا جاتا ہے تو کبھی اجالا آتا ہے۔حالات بدلتے رہتے ہیں جب دکھ یا مصیبت آتی ہے تو صاف ظاہر ہے اس نے بھی ہمیشہ نہیں رہنا اس نے بھی چلتے بننا ہے۔

حکایت:

اکثر بزرگوں سے یہ حکایت سننے میں آتی رہی ہے خصوصاً الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کے نانا جان پہلوان موما نرگانہ سے یہ حکایت اکثر سننے میں آئی الفقیر کے والد گرامی جناب نوشیر احمد نرگانہ مرحوم سے بھی یہ حکایت سننے میں آئی کہ ایک اللہ کا

بندہ تندرست وتوانا تھا اس سے جب پوچھا جاتا کہ سناؤ کیا حال ہے؟ تو وہ فرماتے: بڑا اچھا حال ہے اگر پہلے دن نہیں رہے تو رہیں گے یہ بھی نہیں۔ چند دن گزرے حالات میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ تندرستی بیماری میں بدل گئی بیماریوں کا شکار ہوا۔ اب اگر کوئی حال چال پوچھتا تو وہ بیان کرتے الحمدللہ ٹھیک ہوں مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پہلے حالات نہیں رہے تو اب یہ بھی نہیں رہیں گے۔ لوگ کہتے کہ حضرت اس سے زیادہ خراب حالت کب ہوگی؟ مگر وہ یہی کہتے کہ پہلے دن نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔

کئی دن گزرے مزید صحت خراب ہوئی پاؤں چلنے پھرنے سے رک گئے ہاتھ بھی جواب دے گئے۔ آنکھیں بھی بے نور ہو گئیں، دنیا میں آخری سانسیں لے رہا تھا کسی نے پوچھا حضرت کیا حال ہے؟ اس نے یہی جواب دیا کہ رہے پہلے حال نہیں تو یہ احوال بھی نہیں رہیں گے۔ کسی نے پوچھا کہ جناب آج کل تو آپ کے حالات کیا ہیں بس موت کا ہی انتظار ہے اس کے سوا کچھ نہیں مگر پھر بھی یہی جواب دیا کہ رہے پہلے حالات نہیں تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔ ہاں میری ایک نصیحت یاد رکھیے کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر پہ یہی کتبہ لکھ کر لگا دینا کہ پہلے حالات نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔

وقت موت آیا۔ اس جہان فانی سے رخصتی ہوئی۔ قبر میں دفن کر کے ان کی قبر پہ کتبہ لگا دیا گیا کہ پہلے حالات نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے کوئی جاننے والا کافی عرصے بعد ادھر آیا اس بزرگ کے متعلق پوچھا تو کسی بتانے والے نے بتایا کہ وہ تو فوت ہو گئے تھے اسے قبرستان میں دفن کر دیا گیا ہے۔ وہ جب قبر پہ پہنچا تو یہ کتبہ پڑھا حیران ہوا کہ یہ کیا ہوا۔ اب ان کے لیے اور کون سے دن بدل کے آنے ہیں۔ یہ سوچا وہاں فاتحہ پڑھی گھر کو روانہ ہوا۔ کچھ عرصے بعد وہ شخص پھر دوبارہ ادھر سے گزرا۔ قبر کے پاس سے گزرا تو قبرستان کا نشان نہ تھا صرف وہی لکھا ہوا کتبہ پڑا تھا کہ جس پہ لکھا ہوا تھا کہ یہ حالات نہیں رہے تو رہیں گے یہ بھی نہیں اس بندے نے سوچا کہ اللہ کے بندے کا کہنا بالکل سچ ہے۔ دیکھیے سیلاب آیا اس نے قبر کا نشان بھی مٹا دیا۔ کچھ عرصے بعد یہ کتبہ بھی مٹ جائے گا کیونکہ کل نفس ذائقۃ الموت ہر ایک شے نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کل من علیھا فان، یعنی ہر شے فانی ہے بہر حال حالات بدلتے رہتے ہیں۔

مصائب پہ صبر باعث اجر:

دوسرے شعر میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ کئی ایسی نعمتیں ہوتی ہیں کہ جن کا ہم شکر یہ ادا نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے ہم زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو گھبرانا نہیں چاہیے کئی مصیبتیں انسان کے لیے نعمتوں کے حصول کا باعث بنتی ہیں۔ کئی نعمتیں مصائب کی تہ میں ہوتی ہیں۔ مثلاً بزرگان دین کے احوال کا مطالعہ کریں تو بندہ حیران رہ جاتا ہے۔

مجدد ملت، فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ کی مثال:

ایک دن الفقیر القادری قبلہ فیض ملت کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ آپ اپنی زندگی کے ابتدائی حالات بیان کرنے لگے کہ جب یہ فقیر خورشید ملت حضرت علامہ خورشید احمد رحمۃ اللہ علیہ آف ظاہر پیر کے پاس پڑھتا تھا۔ کھانے کے لیے روکھے سوکھے ٹکڑے جو کچھ بھی مل جاتا ہم طالب علم کھا کر گزارا کر لیتے اور کبھی کبھی فاقہ سے بھی دوچار ہونا پڑتا۔ گرمیوں کے موسم میں جب ہم سوتے تو ہمارے پاس چارپائیاں نہیں ہوتی تھیں صف پہ ہی سو جاتے مچھر کاٹتا۔ ہمارے جسم پہ مچھروں کے کاٹنے کی وجہ سے دھپڑ بن جاتے کھجلی کرتے کرتے ہم اپنے جسموں سے خون نکال لیتے مگر پھر بھی صبر نہ ہوتا۔ رات پڑھنے کے لیے ہمارے پاس دیا ہوتا تھا۔ اس طرح بڑی مشکلات سے ہم نے علم حاصل کیا ایک آج کل کے طلبہ ہیں بہترین رہائشی سہولیات میسر ہیں کھانے کے لیے

بہترین کھانا رہائش کے لیے بہترین مقام اور ہر قسم کی سہولیات میسر ہونے کے باوجود نہیں پڑھتے۔ (ملفوظات فیض ملت)

فائدہ:

الحمد للہ الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی نے مجدد ملت، فیض مجسم شیخ القرآن والتفسیر حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات پہ کام کیا ہے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے نیز (جدید مسائل کے شرعی احکام) پہ مبنی کتاب افادات فیض ملت پہ مبنی ہے اس میں جدید مسائل کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ (دروس کاموںکی) فیض ملت نے تین روزہ تربیتی کورس پڑھایا اس میں آپ نے جو بیانات بیان کیے انہیں کتابی شکل میں مرتب کرنے کی سعادت بھی الفقیر کے حصے میں آئی اللہ کرے یہ تصانیف چھپ جائیں کوئی اللہ کا بندہ اس طرف توجہ فرمائے تو یہ خزانہ مخلوق خدا کے لیے رہنمائی کے کام آئے۔

بہر حال قبلہ فیض ملت نے کن کن حالات میں علم دین حاصل کیا اور پھر بہاولپور میں کیسے حالات سے گزرنا پڑا اس سلسلے میں بڑے حوصلہ شکن حالات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری صبر و حوصلہ سے کام کیا آج الحمد للہ رب کائنات نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ آج تک کی تاریخ شاہد ہے کہ جتنے کتب و رسائل آپ کے قلم سے تحریر ہوئے کسی نے نہیں لکھے۔ تقریباً چار ہزار سے زائد کتب و رسائل آپ نے تصنیف فرمائے۔ آج پوری دنیا میں آپ کی کتب کی شہرت ہے۔

فائدہ:

بہر حال جو مصائب و آلام کے آنے پہ بے صبری اختیار نہیں کرتا بلکہ بڑے حوصلے سے صبر و استقامت اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے خصوصی انعامات سے نوازتا ہے۔

☆......☆......☆

غصے کی مذمت

(۱) هَوِّنِ الْاَمْرِ تَعِشْ فِیْ رَاحَةٍ ... قَلَّ مَاهَوَّنْتَ اِلَّا سَیَهُوْنُ

(۲) لَیْسَ اَمْرُ الْمَرْءِ سَهْلًا کُلُّهٗ ... اِنَّمَا الْاَمْرُ سُهُوْلٌ وَّ حُزُوْنُ

(۳) تَطْلُبُ الرَّاحَةَ فِیْ دَارِ الْعَنَا ... خَابَ مَنْ یَّطْلُبُ شَیْئًا لَّا یَکُوْنُ

☆هَوِّنِ الامر: کام کو آسان کرو۔ ☆تَعِشْ فی راحةٍ: آرام سے زندگی بسر کرو۔ ☆المرء: انسان۔ ☆سهلاً: آسان۔ ☆حزون: بہت سخت۔ ☆راحة: آرام۔

مطلب:

(۱) کام کو سہل کرو (اور سختیوں میں نہ پھنسو) زندگی آرام و سکون سے بسر کیجیے۔ (یعنی خواہ مخواہ مشکل راستہ اختیار نہ کر) جب کام (مشکل انداز میں کرنے کی بجائے) آسان کرو گے تو کام (خود بخود) ہو جائے گا۔

(۲) (کام مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں) انسان کا ہر کام تو سہل نہیں ہوتا بلکہ کچھ کام سہل ہوتے ہیں اور بعض کام سخت مشکل

ہوتے ہیں۔

(۳) آرام مصیبت کے گھر میں طلب کرتے ہو (حالانکہ مصیبت کے گھر میں تو آرام حاصل نہیں ہوتا) جو نہ ہونے والی چیزوں کو چاہتا ہے۔ وہی انسان خسارے میں رہتا ہے۔

☆......☆......☆

ہر حرکت کا انجام سکون ہے

(۱) اِذَا هَبَّتْ رِيَاحُكَ فَاغْتَنِمْهَا ۔۔۔ فَعُقْبٰى كُلِّ خَافِقَةٍ سُكُوْنٌ

(۲) وَلَا تَغْفَلْ عَنِ الْاِحْسَانِ فِيْهَا ۔۔۔ فَلَا تَدْرِ السُّكُوْنَ مَتٰى يَكُوْنُ

☆ ریاحك: تمہاری ہوا۔ ☆ فاغتنمها: پس اسے غنیمت سمجھو۔ ☆ فعقبی: پس انجام۔ ☆ لاتغفل: غافل نہ رہ۔

مطلب:

(۱) جب تمہاری مرضی کے مطابق عمل کیا جائے تو اسے غنیمت جانیے کیونکہ ہر حرکت کا اختتام سکون ہے۔ ہر حرکت نے بالآخر ختم ہونا ہوتا ہے۔

(۲) احسان سے غفلت اختیار نہ کر کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کب سکون ہوگا۔ (اس سلسلے میں خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے)

فائدہ:

جب تمہاری مرضی کے مطابق عمل کیا جائے تو اسے غنیمت جانیے کیونکہ ہر حرکت کا اختتام سکون ہے اور اگر تمہاری مرضی کے مطابق عمل نہ کیا جائے تو پھر راہ حق سے تجاوز نہ کرنا ہر حال میں احسان کو مدنظر رکھنا۔ احسان سے غفلت نہ اختیار کرنا۔ کیونکہ احسان سے غفلت اختیار کرنا اچھا کام نہیں۔ غافلانہ روش ترک کر دے۔ کیونکہ غفلت کا انجام برا ہے۔ اس لیے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ کب سکون ہوگا۔

☆......☆......☆

برداشت اور صبر

(۱) تَنَكَّرَلِیْ دَهْرٌ وَّلَمْ يَدْرِ اَنَّنِیْ ۔۔۔ اَعِزُّ وَرَوْعَاتِ الْخُطُوْبِ تَهُوْنُ

(۲) فَظَلَّ يُرِيْنِی الْخَطْبَ كَيْفَ اِعْتِدَاؤُهٗ ۔۔۔ وَبِتُّ اُرِيْهِ الصَّبْرَ كَيْفَ يَكُوْنُ

☆ اَعِزُّ: میں غالب ہو جاؤں گا۔ ☆ روعات الخطوب: زمانہ کے خطرات و مصائب خوف۔ ☆ تهون: آسان ہو

جائیں گے۔☆یرینی: وہ دکھلا رہا ہے۔☆کیف اعتداء ہ: اس کی زیادتی کیسی ہوتی ہے۔

مطلب:

(۱) میرے سامنے زمانہ مختلف شکلوں میں آیا وہ نہ جان سکا کہ غالب ہو جاؤں گا یعنی میں کامیاب ہو جاؤں گا۔اس طرح خطرے اور مصیبتیں سہل ہو جائیں گی۔

(۲) پس زمانہ مجھے اپنی زیادتی دکھاتا رہا ہے کہ اس کی زیادتی کس طرح کی ہوتی ہے (کیسے حالات بگڑ جایا کرتے ہیں) اور میں اسے ہر بار یہی دکھاتا رہا کہ صبر کیسے ہوتا ہے۔یعنی ہر بار میں صبر اختیار کرتا۔

فائدہ:

ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ اس جہان فانی میں رہتے ہوئے مجھے مختلف مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا۔میں نے ہر حال میں صبر سے کام کیا۔اس زمانہ میں بسنے والوں نے مجھ پہ کئی مختلف طریقوں سے آزمائش میں ڈالا مگر الحمدللہ زمانے والے یہ جاننے میں کامیاب نہ ہو سکے کہ میرے لیے بڑی سے بڑی ہر مصیبت کیسے آسان ہو گئی۔میرے لیے ہر خطرہ کیسے ٹل گیا۔میں مصائب وآلام سے کیسے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔زمانے والوں نے ہر طرح سے مجھے دکھایا، مگر الحمدللہ میں نے بھی زمانہ میں بسنے والوں کو ہر بار یہی دکھاتا رہا کہ صبر کیسے ہوتا ہے۔ہر حال میں میں نے صبر اختیار کیا۔صبر اختیار کرنے کی وجہ سے میرے لیے ہر مشکل کا حل نکل آیا۔ہر آنے والی مصیبت دور ہو گئی۔تمام خطرات ٹل گئے۔صبر کے بے شمار فوائد ہیں۔اس لیے ہر حال میں صبر اختیار کرنا چاہیے صبر کرنے سے سب سے بڑھ کر یہ فائدہ ہے جسے رب کائنات کے کلام میں یوں بیان کیا گیا کہ واللّٰہ مع الصبرینo

☆......☆......☆

تجربے مضبوطی کا سبب

(۱) اَلدَّهْرُ اَدَّبَنِيْ وَالْيَاسُ اَغْنَانِيْ   وَالْقُوْتُ اَقْنَعَنِيْ وَالصَّبْرُ رَبَّانِيْ

(۲) وَاَحْكَمَتْنِيْ مِنَ الْاَيَّامِ تَجْرِبَةٌ   حَتّٰى نَهَيْتُ الَّذِيْ قَدْ كَانَ يَنْهَانِيْ

☆اَدَّبَنِي: مجھے ادب سکھایا۔☆والیاس: اور ناامیدی۔☆اغنانی: مجھے غنی کر دیا۔☆اقنعی: مجھے جو مل جائے اس پہ راضی رہنے والا بنا دیا۔☆والصبر ربانی: صبر نے میری پرورش کی۔☆نَهَيْتُ الَّذِيْ: جو مجھے منع کرتا تھا۔☆قد کان نیھانی: میں نے اسے منع کیا۔

مطلب:

(۱) مجھے زمانے نے ادب سکھایا اور مایوسی نے مجھے (چیزوں کے نہ ہونے سے مجھے) غنی کر دیا۔قوت نے مجھے قناعت پسند بنا دیا اور میری پرورش صبر نے کی۔

(۲) تجربات زمانہ نے مجھے مضبوط بنادیا ہے حتیٰ کہ جو مجھے روکتا تھا میں نے اسے روک دیا۔

فائدہ:

تفصیلات مختلف مقامات پر اسی شرح میں بیان کردی گئی ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشعار میں بیان فرمارہے ہیں کہ مجھے زمانے نے ادب سکھایا۔جس سے دنیا میں زندگی گزارنے کے متعلق امور مجھے سمجھ آ گئے۔مجھے اچھے اور برے کی پہچان آ گئی۔اپنے بیگانے کو میں پہچان گیا۔مایوسی گناہ ہے۔مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ہاں دنیوی امور کی طرف اور نقصان دہ امور کی طرف میں توجہ ہی نہیں کرتا۔ایسے امور سے میں بے نیاز ہو گیا ہوں۔قوت نے مجھے قناعت پسند بنادیا ہے۔جو کچھ میرے نصیبوں میں ہے وہ مجھے مل ہی جاتا ہے۔صبر نے میری پرورش کی کہ جب بھی کوئی دکھ تکلیف یا مصیبت آتی ہے۔میں صبر سے کام لیتا ہوں۔زمانہ کے اونچ نیچ،دکھوں سکھوں کے آنے جانے کے تجربات نے مجھے بنادیا ہے حتیٰ کہ جو مجھے روکتا تھا میں نے اسے روک دیا۔

☆......☆......☆

کمینوں سے عاجزی ممنوع ہے

(۱) لَا تَخْضَعَنَّ لِمَخْلُوْقٍ عَلٰی طَمَعٍ ۔۔۔ فَاِنَّ ذَالِكَ وَهْنٌ مِّنْكَ فِی الدِّیْنِ

(۲) وَاسْتَرْزِقِ اللّٰهَ مِمَّا فِیْ خَزَآئِنِهٖ ۔۔۔ فَاِنَّمَا الْاَمْرُ بَیْنَ الْكَافِ وَالنُّوْنِ

(۳) اِنَّ الَّذِیْ اَنْتَ تَرْجُوْهُ وَتَامُلُهٗ ۔۔۔ مِنَ الْبَرِیَّةِ مِسْكِیْنُ ابْنُ مِسْكِیْنٍ

(۴) وَمَآ اَحْسَنَ الْجُوْدَ فِی الدُّنْیَا وَ فِی الدِّیْنِ ۔۔۔ وَاَقْبَحَ الْبُخْلِ فِیْمَنْ صِیْغَ مِنْ طِیْنٍ

(۵) مَآ اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا اِذَا اجْتَمَعَا ۔۔۔ لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا بِلَادِیْنٍ

(۶) لَوْكَانَ بِاللُّبِّ یَزْدَادُ اللَّبِیْبُ غِنًی ۔۔۔ لَكَانَ كُلُّ لَبِیْبٍ مِّثْلَ قَارُوْنٍ

(۷) لٰكِنَّمَا الرِّزْقُ بِالْمِیْزَانِ مِنْ حُكُمٍ ۔۔۔ یُعْطِی اللَّبِیْبَ وَیُعْطِیْ كُلَّ مَافُوْنٍ

☆لَاتَخْضَعَنَّ: عاجزی نہ کرو۔☆وهْنٌ: کمزوری۔☆فی خزائنه: اس کے خزانہ میں۔☆واسْتَرْزِقِ اللّٰهَ: اور اللہ تعالیٰ سے رزق مانگ۔☆کاف والنون: مرادکن۔☆ترجوا: تم امید رکھتے ہو۔☆من البریة: مخلوق میں سے۔☆ابن مسکین: مسکین کا بیٹا۔☆مسکین: غریب،مفلس،کنگال،نادار،عاجز،ناتواں،بے چارا،حلیم،بردبار،اصطلاح،فقہ میں وہ شخص جس کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ زکوٰۃ واجب آئے۔☆جود: سخاوت۔☆قبح: قبیح،عیب،برائی۔☆طین: مٹی۔☆اجتمعا: تثنیہ کا صیغہ ہے،دونوں اکٹھے ہو جائیں،دونوں جمع ہو جائیں۔☆لابرك الله: اللہ تعالیٰ برکت نہ دے۔

مطلب:

(۱) مخلوق خدا کے سامنے لالچ کی وجہ سے کبھی بھی عاجزی اختیار نہ کر کیونکہ یہ تیری ایک قسم کی دین میں کمزوری ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے اس کے خزانوں میں سے رزق مانگ کیونکہ کاف اور نون (یعنی کُن) کے درمیان معاملہ ہے۔
(۳) مخلوق میں سے تم جس سے بھی توقع رکھتے ہو وہ تو خود ہی فقیر ہے اور (یعنی فقر کے بیٹے سے کیا توقع رکھی اور تو خود) فقیر کا بیٹا ہے۔
(۴) دنیا اور دین میں سخاوت کتنی (بڑی) بہترین چیز ہے مٹی سے بنائے گئے (انسانوں) کے لیے کتنی سخت بری چیز ہے۔
(۵) دین اور دنیا دونوں ایک ہی وقت میں اکٹھے ہو جائیں تو کتنا بہتر ہے اللہ تعالیٰ دین کے اس بغیر دنیا میں برکت نہ عطا فرمائے۔
(۶) عقلمند کی دولت میں اگر عقل کی بنا پر اضافہ ہوتا تو ہر عقلمند قارون کی مانند ہوتا (یعنی بے شمار دولت کا مالک ہوتا)
(۷) بلکہ رزق اللہ تعالیٰ کے خاص اندازے اور حکم سے ملتا ہے عقلمند کو بھی اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے اور اسے بھی عطا فرماتا ہے جس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہوتی۔ یعنی بے وقوف کو بھی اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے۔

شرح:

مخلوق کے سامنے لالچ کی وجہ سے کبھی بھی عاجزی اختیار نہ کر کیونکہ یہی تیری ایک قسم کی دینی کمزوری ہے کیونکہ لالچ کی وجہ سے اگر کسی متکبر قسم کے بندے کے سامنے عاجزی اختیار کرے گا تو وہ تجھے نقصان پہنچائے گا۔ اسی طرح کسی بھی متکبر اور مغرور شخص کے سامنے عاجزی اختیار کرنا کہ جس سے اس کے تکبر اور غرور میں مزید اضافہ ہو جائے تیرے لیے نقصان دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کر:

رزق کی کمی بیشی ہو جائے تو اپنے جیسے انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا قطعاً مناسب نہیں ہے خصوصاً متکبرین اور مغرور دنیا داروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا انتہائی قبیح فعل ہے دنیا میں بھی نقصان باعث ہوتا ہے۔ اور آخرت میں بھی نقصان کا باعث ہوگا اگر روزی کی ضرورت ہو تو رب کائنات سے مانگ۔ کیونکہ وحدہٗ لاشریک رب العلمین ہے۔ جو تمام جہان والوں کو رزق بہم پہنچا رہا ہے وہی تجھے بھی رزق عطا فرمائے گا۔ اس کے ہاں کسی قسم کی کمی نہیں وہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کے ہاں تو کاف اور نون کا معاملہ ہے یعنی کُن کا معاملہ ہے وہ کہتا ہے ہو جا تو وہی سب کچھ ہو جاتا ہے۔ وہاں دیر ہی نہیں لگتی نہ ہی کسی قسم کی عاجزی ہے۔ وہ سب قدرتوں کا مالک ہے۔ اسی سے مانگ وہ تجھے عطا فرمائے گا۔

بے شک جس مخلوق سے تمہیں امید ہوتی ہے۔ تم جس سے امید رکھتے ہو وہ بھی فقیر ہوتا ہے اور فقیر کا بیٹا ہوتا ہے وہ بھی رب کائنات کے حضور عرض کرتا ہے تو رب کائنات اسے عطا فرماتا ہے۔ اس لیے جب بھی ضرورت ہو اسی سے طلب کر وہ تجھے اپنی عطاؤں سے نوازتا ہے۔

دین اور دنیا میں سخاوت بڑی بہترین چیز ہے اس لیے سخاوت کو اپنا اور کنجوسی کو ترک کر دے کیونکہ بخل و کنجوسی نہایت بڑی شے ہے۔

سخاوت کے بے شمار فوائد ہیں حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا:

از سخاوت مرد یابد سروری شکر نعمت را دید افزوں تری

ترجمہ: مرد سخاوت سے سرداری پاتا ہے شکر نعمت کو زیادتی بخشتا ہے۔

ہر کرا عادت شود جود و کرم | درمیان خلق گردد محترم

سخاوت اور بخشش جس کی عادت ہو جائے وہ مخلوق میں قابل احترام ہو جائے۔

اے برادر بندۂ معبود باش | ناتوانی با سخاؤ جود باش

اے بھائی معبود حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا غلام بن جا جب تک ممکن ہو صاحب سخاوت و بخشش ہو۔

باش از بخلِ بخیلاں پر حذر | تانہ سوزد مر ترا نار سقر

بخیلوں کے بخل سے محتاط رہ تا کہ تجھے جہنم کی آگ نہ جلائے۔ (پندنامہ عطار ص ۳۸)

سخاوت کے مزید فوائد اور بخل کے نقصانات

در سخا کوش اے برادر در سخا | تا بیابی از پس شدت رخا

سخاوت میں کوشش کر اے بھائی سخاوت میں۔ تا کہ پا سکے تو سختی کے بعد نرمی

باش پیوستہ جوانمرد اے اخی | زانکہ نبود دوزخی مرد سخی

اے بھائی! ہمیشہ سخاوت کرنے والا بن۔ اس لیے کہ سخی مرد دوزخی نہیں ہو سکتا۔

در رخِ مرد سخی نور و صفاست | زانکہ در جنت قرین مصطفاست

سخی مرد کے چہرے میں نور اور صفائی ہے اس لیے کہ وہ جنت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہے۔

حق تعالیٰ بر در جنت نوشت | اینکہ جائے اسخیا باشد بہشت

حق تعالیٰ نے جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے کہ سخیوں کی جگہ بہشت ہے۔

اسخیا را با جہنم کار نیست | جائے ممسک جز درون نار نیست

سخیوں کو جہنم کے ساتھ کام نہیں ہے بخیل کی جگہ سوائے جہنم کے نہیں ہے۔

کار اہل بخل را تلبیس داں | در جہنم ہمدم ابلیس داں

بخیلوں کے کام کو فریب سمجھ، جہنم میں شیطان کا ساتھی جان۔

ہیچ ممسک نگزرد سوئے بہشت | بلکہ با او کے رسد بوئے بہشت

کوئی بخیل بہشت کی طرف گزر نہیں سکتا، بلکہ اسے بہشت کی خوشبو بھی کہاں پہنچے۔

آنکہ می خوانند مرا وراسقر | اہل کبر و بخل را باشد مقر

جس جگہ کو خصوصاً سقر کہتے ہیں متکبروں اور بخیلوں کا ٹھکانہ ہوگا۔

اے پسر در مردمی مشہور باش | از بخیلی وز تکبر دور باش

اے لڑکے سخاوت میں مشہور ہو جا، کنجوسی اور تکبر سے دور ہو جا۔

باسخا باش و تواضع پیشہ گیر — تا شود روئے دلت بدر منیر

سخاوت والا ہو جا اور تواضع پیشہ کر لے۔ تاکہ تیرے دل کا چہرہ بدر منیر ہو جائے۔

(پند نامہ از حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ)

☆......☆......☆

تقدیر اور تدبیر

(۱) مَا لَا یَكُونُ فَلَا یَكُونُ بِحِیلَةٍ — اَبَدًا وَّمَا هُوَ كَآئِنٌ سَیَكُونُ

(۲) سَیَكُونُ مَا هُوَ كَآئِنٌ فِیْ وَقْتِهٖ — وَاَخُو الْجَهَالَةِ مُتْعَبٌ مَّحْزُوْنٌ

(۳) یَسْعَی الْقَوِیُّ فَلَا یَنَالُ بِسَعْیِهٖ — حَظًّا وَّ یُحْظٰی عَاجِزٌ وَّ مَهِیْنٌ

☆حیلہ: تدبیر۔☆اخو الجهالة: جہالت کا بھائی یعنی جاہل۔☆متعب محزون: پریشان رنجیدہ اور پریشان ہوتا ہے۔☆یسعی: وہ کوشش کرتا ہے۔☆لاینال: حاصل نہیں کر پاتا۔☆حظًّا: حصہ۔☆مهین: ذلیل۔

مطلب:

(۱) جو تقدیر میں لکھا ہوتا ہے کہ یہ کام نہیں ہو سکتا وہ نہ ہونے والا کام کسی بھی حیلے اور تدبیر سے نہیں ہو سکتا۔ جو ہونا ہے ہر حال میں ہو جائے گا۔

(۲) جو ہونا ہے وہ کام یا معاملہ اپنے مقررہ وقت پر ہو جائے گا جہالت کا بھائی یعنی جاہل ناحق پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے اور غمگین ہوتا ہے۔

(۳) طاقتور سعی کرتا ہے اپنی سعی سے اپنا حصہ حاصل نہیں کر سکتا۔ جبکہ عاجز اور ذلیل اپنا حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ (کیونکہ جو کچھ مقدر میں لکھا ہے وہ ہر حال میں حاصل ہو جاتا ہے۔)

شرح:

اللہ تعالیٰ نے تقدیر کے متعلق تمام امور پہلے ہی مکمل کر لیے ہیں جس کسی کا کوئی کام ہونے والا ہے وہ پہلے ہی لکھ دیا گیا ہے اور وہ ہو کر رہے گا اور جو معاملہ درپیش آنے والا نہیں ہے وہ ہرگز نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں انسان کا کام ہے کوشش کرنا اسے چاہیے کہ کوشش ضرور کرے یہ نہیں کہ انسان کوشش ہی نہ کرے۔ انسان کا کام ہے کوشش کرے۔ ہر اچھے کام کے کرنے کی کوشش کرنا اور ہر برے کام سے رکنے کی کوشش کرنا انسان کا کام ہے وہ ضرور کرے۔ اس کا مکمل ہونا یا نہ مکمل ہونا، اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اس کے نتیجے کے متعلق پریشانی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ جو کچھ ہونا ہے وہ ہر حال میں ہو جائے گا اور جو کام نہیں ہونا اس کے سلسلے میں جتنے بھی حیلے اور بہانے کیے جائیں وہ کام کسی حال میں بھی نہیں ہوگا۔ مسئلہ تقدیر کے متعلق اسی شرح میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔

حکایت:

الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کے قریبی رشتہ دار تھے کافی دنوں کی بات ہے کہ انہوں نے زمین ٹھیکے پہ حاصل کر لی۔اس میں مکئی بیج دی۔الفقیر نے عرض کیا۔یہی مکئی چند دن پہلے بیج دیتے تو اس میں فائدہ تھا فصل بہتر ہوتی۔بے وقت فصل بیجنے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے جو حاصل ہونے چاہئیں۔

جن سے گفتگو ہو رہی تھی وہ کہنے لگے کہ بس چھوڑو جی ان باتوں کو۔بس مکئی کے پودوں کو ذرا زمین سے نکل لینے دو۔پھر دیکھو یہ فصل کیسی ہوتی ہے؟

الفقیر نے عرض کیا: صحیح وقت پر بیجی ہوئی فصلوں سے تو پیچھے رہے گی کیونکہ یہ پچھیتی ہوگئی ہے۔وہ کہنے لگے۔چھوڑو جی ان باتوں کو۔فصل کے پودے زمین سے نکل لینے دو۔میں تجھے دکھاؤں گا کہ فصل کیسے ہوتی ہے؟

عرض کیا: جناب کیا تم پودوں کو کھینچ کر بڑے کر لو گے۔

اس نے کہا: ہاں......ہم اتنی بوری کھاد ڈالیں گے۔یونہی سمجھ لو کہ ہم پودوں کو کھینچ کر اوپر کر لیں۔

الفقیر نے عرض کیا: ایسا نہ کہو۔اللہ پہ نظر رکھو۔ٹھیک ہے یہ چیزیں تدبیر سے متعلق ہیں مگر تقدیر کا لکھا بھی پورا ہوتا ہے۔

بہرحال چند دنوں میں وہ مکئی کے پودے زمین سے خوب نکلے مگر چند ہی دنوں میں مکئی کے پودوں کو کیڑی لگی اور ساری فصل ہی خراب ہوگئی اور وہ پچھتانے لگا۔

محنت کرنا انسان کا کام ہے خوب ڈٹ کر محنت کرے مگر اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے کیا خوب کسی پنجابی شاعر نے کہا ہے کہ:

مالی دا کم پانی لانا تے بھر بھر مشکاں پاوے ۔۔۔ مالک دا کم پھل پھُل لانا لاوے یا نہ لاوے

ہونے والے کام کا ایک وقت مقرر:

جو کچھ ہونا ہے اس کا ایک خاص وقت مقرر ہے جب وہ وقت ہو گیا تو وہ کام ہو جائے گا۔اس لیے بندہ اپنے ذمے کا کام کرے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔اللہ تعالیٰ فضل و کرم کرے گا۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ کام اپنے وقت پر ہو جائے گا۔اس سلسلے میں پریشانی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔سمجھدار انسان تو ان امور کو سمجھتا ہے کہ انسان کا کام ہے محنت کرنا، محنت ضرور کرے اس میں کمی بیشی نہ کرے محنت کرے اور خوب کرے اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔جب وہ کام ہونا ہے ضرور ہو جائے گا اس سلسلے میں اسے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔اگر نہیں ہونا تو کسی حیلے بہانے اور ترکیب سے نہیں ہونا۔اگر کام نہ ہو تو پھر بھی پریشان نہ ہو۔یہ سوچ کر کہ شاید یہ کام اللہ کو منظور نہیں اس لیے نہیں ہوا۔اس سلسلے میں پریشانی میں مبتلا ہونا قطعاً مناسب نہیں، مگر جاہل ناحق پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔رنج اور دکھ اٹھاتا ہے۔حالانکہ اس سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جو کام ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو کام تقدیر میں ہے کہ نہیں ہونا اس کے سلسلے میں پریشانی میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔وہ کام تو کسی طرح بھی نہیں ہونا۔اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تو میرے پاس اختیار نہیں۔جب وحدہٗ شریک سے بڑھ کر مجھ میں قوت، طاقت اختیار نہیں تو پھر اس کام کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی میں ہونے کی وجہ سے تو مزید خراب ہوگا۔سلجھنے کی بجائے مزید الجھاؤ پیدا ہو کر پریشانی میں اضافہ ہوگا۔اس لیے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

طاقت ور انسان اپنی کوشش کرتا ہے اس سلسلے میں ہر قسم کے داؤ پیچ لڑاتا ہے۔ اپنی پوری قوت صرف کرتا ہے۔ اپنے رعب ودبدبہ کا بھی سہارا لیتا ہے۔ اپنی دولت کا زور بھی آزماتا ہے۔ اپنی سیاسی، مذہبی اور دیگر اثر ورسوخ بھی استعمال کرتا ہے مگر جو مقدر میں نہیں وہ حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کا وہ کام نہیں ہوسکتا۔ اس کی کوشش بارآور ثابت نہیں ہوتی۔ جبکہ اس کے مد مقابل ایک آدمی عاجز ہوتا ہے۔ اس کے پاس زرودولت بھی نہیں ہوتی۔ اس کے مدمقابل اس کا رعب ودبدبہ سے بھی کسی طرح کام نہیں چلتا۔ وہ عاجز ہوتا ہے لوگوں کے نزدیک اس کا کوئی مقام اور شان بھی نہیں، نہ۔ قوت واقتدار کے لحاظ سے بھی اس کے مد مقابل زیرو ہوتا ہے اس کے باوجود جو اس کا نصیب ہوتا ہے وہ پالیتا ہے۔

☆......☆......☆

خود پسندی منع ہے

(۱) اِذَا الْمَرْءُ لَمْ یَرْضَ مَآ اَمْکَنَهٗ ۔۔۔ وَلَمْ یَاْتِ مِنْ اَمْرِهٖ اَزْیَنَه

(۲) وَاَعْجَبَ بِالْعُجْبِ فَاِقْتَادَهٗ ۔۔۔ وَتَاهَ بِهِ التِّیْهُ فَاسْتَحْسَنَه

(۳) فَدَعْهُ فَقَدْ سَآءَ تَدْبِیْرُهٗ ۔۔۔ سَیَضْحَكُ یَوْمًا وَّ یَبْکِیْ سَنَه

☆اَزْیَنه: جو آراستہ تر ہے۔☆اعجب: خوش ہو۔☆فاستحسنه: پس اچھا خیال کرے۔☆فدعهُ: پس اسے چھوڑ دے۔☆سَآء: بری۔☆یضحك: ہنسے گا۔☆یبکی: روئے گا۔☆سنه: سال۔☆عُجب: خود پسندی۔

مطلب:

(۱) جب انسان سے جو کچھ ممکن ہو جب وہ اس پہ راضی نہ ہو اور وہ کام پورا نہ کرسکے جو زیادہ سنوارا ہوا ہے۔

(۲) اپنے تکبر پہ خوش ہو اور ممکن ہے اسی کی طرف کھنچتا چلا جائے اور تکبر میں حیران وپریشان ہو کر اسے اچھا سمجھے۔

(۳) پس اسے چھوڑ دو کیونکہ تحقیق اس نے بری تدبیر اپنائی ہے اگر ایک دن ہنسا تو ایک سال تک روتا رہے گا۔

فائدہ:

جو کچھ انسان کرسکتا ہے اس پہ تو راضی نہ ہو اور جو کام نہ کرسکے اسے لوگوں کے سامنے خوب بنا سنوار کر پیش کرے۔ اس کی اہمیت لوگوں کے سامنے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرے اور ڈینگیں مارتا پھرے جتنا کچھ میں نے کرلیا ہے اتنا تو کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ یہ میرا ہی کام ہے کہ میں نے تن تنہا یہ اتنا کام کرلیا۔ ورنہ کوئی ہے تو اس کام کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ میرا یہ تجربہ ہے کہ یہ کام کرنا تو کجا اس طرف ہاتھ بڑھانے کی بھی کسی میں ہمت نہیں۔

اپنی ڈینگوں پہ خوش ہے۔ اصل حقائق سے آنکھیں چرائے اور محض بناوٹ کی طرف جھکتا چلا جائے اپنے تکبر پہ خوش ہے۔ تکبر میں حیران وپریشان ہو کر اسے اچھا سمجھے کیونکہ اس سے اسے لوگوں میں اپنی اہمیت محسوس کرتا ہے۔

تکبر کی مذمت:

حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمتہ اللہ علیہ نزہتہ المجالس میں بیان فرماتے ہیں کہ:

حضرت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا یعنی جنت میں کبر اپنے صاحب کے ساتھ داخل نہ ہوگا۔ بلکہ میدان قیامت میں ہی ان ہولناک اموراور توبیخ کی وجہ سے جو بندہ کو اس روز پیش آئیں گے سارا غرور و تکبر نکل جائے گا جبکہ متکبرین اور متحرین جہنم کے سزاوار ہوں گے۔

متکبر و متحیر:

متکبر اسے کہتے ہیں جو وصف کسی میں نہ ہو اس پر اپنے کو بڑا سمجھے اور متحیر وہ ہے جس کے پاس تک رسائی نہ ہو سکے اور جنت کے بچارے کمزور اور ضعیف لوگ سزاوار ہیں اور وہ لوگ ہیں جو اپنے حول وقوت سے بری ہو کر خداوندی حول وقوت کا سہارا ڈھونڈیں۔ (نزہتہ المجالس اردو ترجمہ ج اول ص ۲۸۷ کبر کی مذمت)

حکایت:

کسی مرد صالح کا بیان ہے کہ میں نے طواف میں ایک شخص کو دیکھا اور اس کے ہمراہی میں نوکر چاکر تھے جو اس کی وجہ سے لوگوں کو طواف کرنے سے روکتے تھے پھر اس کے بعد میں نے اس کو بغداد کے پل پر لوگوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسی جگہ تکبر کیا تھا جہاں لوگ تواضع کیا کرتے ہیں پس خدا نے مجھ کو ایسی جگہ ذلیل کیا ہے جہاں لوگ تکبر کیا کرتے ہیں۔ (نزہتہ المجالس اردو ترجمہ جلد اول کبر کی مذمت)

تیسرا شعر:

ایسے شخص کو چھوڑ دیجیے جو متکبرانہ چال چلتا ہو۔ کیونکہ متکبرانہ چال اچھی نہیں تکبر کا نتیجہ نہایت ہی برا ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے شخص سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔ ورنہ کہیں اس کی نحوست تجھے بھی نہ لے ڈوبے۔ اگر متکبر شخص ایک دن ہنسے گا تو اس کی سزا اسے بہت زیادہ ملے گی۔ اس کی سزا کے طور پر وہ ایک سال تک روتا رہے گا تکبر کی سزا نہایت بھیانک ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور تکبر جیسی گندی فطرت اور عادت سے اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

☆......☆......☆

تقویٰ اختیار کرنا

(۱) عُدَّ عَنْ نَّفْسِكَ الْحَيَاءَ وَصُنْهَا ۔۔۔ وَتَوَقَّ الدُّنْيَا وَلَا تَامَنْهَا

(۲) اِنَّمَا جِئْتَهَا لِتَسْتَقْبِلَ الْمَوْتَ ۔۔۔ وَاُدْخِلْتَهَا لِتُخْرَجَ عَنْهَا

(۳) سَوْفَ يَبْقَى الْحَدِيْثُ بَعْدَكَ فَانْظُرْ ۔۔۔ اَيَّ اُحْدُوْثَةٍ تُحِبُّ فَكُنْهَا

☆صُنْهَا: اس کی حفاظت کر۔ ☆تَوَقَّ: تو بچ۔ ☆لاتامنھا: اس سے بے خوف نہ رہ۔ ☆جِئْتَ: تم آئے۔

☆تستقبل الموت: تم موت کا استقبال کرو۔☆اُدْخِلْتَ: داخل کیے گئے۔☆تُخْرَجَ: تم نکالے جاؤ۔☆سوف: عنقریب۔

مطلب:

(۱) اپنے نفس کے بارے میں حیاء کا خیال کر اور اس کی حفاظت بھی کر۔ دنیا سے بے خوف نہ ہو جا۔ (بلکہ اس سے پرہیز کر۔)

(۲) بے شک تم دنیا میں موت کا استقبال کرنے کے لیے آئے ہو اور دنیا میں نکالے جانے کے لیے داخل کیے گئے ہو۔ (یعنی تجھے ہر حال میں یہاں سے چلے جانا ہے)

(۳) عنقریب تمہارے (جب تم اس جہانِ فانی سے چلتے بنو گے تو مرنے کے) بعد بھی تمہارا تذکرہ باقی رہے گا۔ پس پہلے ہی غور وفکر کر لیجیے کہ تمہیں کون سی بات پسند اور محبوب ہے کہ لوگ تجھے اس طرح یاد کریں پس ویسے بن جاؤ۔

☆......☆......☆

انقلاب زمانہ

(۱) دُنْیَا تَحُوْلُ بِاَهْلِهَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مَّرَّتَیْنِ

(۲) فَغُدُوُّهَا لِتَجَمُّعٍ وَرَوَاحُهَا لِشَتَاتٍ بَیِّنِ

☆تحول: گردش کرتی ہے۔☆مرتین: دوبار۔☆فَغُدُوُّهَا: پس اس کی صبح۔☆لِتَجَمُّعٍ: اجتماع کے لیے۔☆ بَیِّنِ: کھلی۔

مطلب:

(۱) دنیا (صبح اور شام) دن میں دوبار دنیا والوں کو اپنے ساتھ لے کر گردش کرتی ہے۔

(۲) پس اس کا صبح کا آنا اکٹھ کے لیے ہے اور اس کا شام کے وقت کا آنا انتشار کے لیے ہے۔

☆......☆......☆

منافقین کی حالت

(۱) هٰذَا زَمَانٌ لَیْسَ اِخْوَانُهٗ یَا اَیُّهَا الْمَرْءُ بِاِخْوَانٍ

(۲) اِخْوَانُهٗ کُلُّهُمْ ظَالِمٌ لَهُمْ لِسَانَانِ وَوَجْهَانِ

(۳) یَلْقَاكَ بِالْبِشْرِ وَفِیْ قَلْبِهٖ دَآءٌ یُوَرِیْهِ بِکِتْمَانِ

(۴) حَتّٰی اِذَا مَا غِبْتَ عَنْ عَیْنِهٖ رَمَاكَ بِالزُّوْرِ وَالْبُهْتَانِ

(۵) هٰذَا زَمَانٌ هٰکَذَآ اَهْلُهٗ بِالْوُدِّ لَا یَصْدُقُكَ اثْنَانِ

(۵) یَآ اَیُّهَا الْمَرْءُ کُنْ مُفْرَدًا دَهْرَكَ لَا تَانَسْ بِاِنْسَانِ

☆اَلْمَرْءُ: انسان۔☆لِسَانَانِ: دوزبانیں۔☆وجهان: دورُخ۔☆یلقاك: تم سے ملاقات کرے گا۔☆دَآءٌ: بیماری۔☆کتمان: چھپائے ہوئے۔☆عین: آنکھ۔☆زُوْر: دغا، فریب، مکر، جھوٹ وغیرہ۔☆وُد: محبت۔☆لاتانس: کسی سے محبت نہ کرنا۔

مطلب:

(۱) اے انسان یہ (آج کل) ایسا زمانہ (آ گیا ہے کہ) اس میں بھائی بھائی کے نہیں ہے۔ یعنی حالات ایسے عجیب ہو گئے ہیں کہ بھائی بھائی کے نہیں رہے کسی اور کی کیا بات کریں۔

(۲) اس کے تمام دنیادار بھائی ظالم ہیں ان کی دوزبانیں اور دورخ ہیں۔

(۳) جو تیرے ساتھ خوش مزاجی سے ملے گا (خوب جان لے کہ) اس کے دل میں (بیماری یعنی ان پہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا) ہے اس بیماری کو اس نے چھپا رکھا ہے۔ (تاکہ تجھے اس کی حقیقت نہ معلوم ہو سکے)

(۴) یہاں تک کہ جب تم اس کی آنکھ سے اوجھل ہو جاؤ گے تو وہ تم پہ جھوٹ بکے گا اور بہتان باندھے گا۔ یہی اکثر دنیاداروں کا حال ہے ذرا حقائق سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

(۵) آج ایسا عجیب وغریب دور آ گیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں) اور اس دور والے لوگوں کی حالت ہے۔ یعنی زمانے اور زمانے والے لوگوں کی حقیقت یہ ہے۔ (یہاں تک کہ) محبت میں دو انسان بھی سچے نہیں۔

(۶) اے بھائی تنہائی اختیار کیجیے۔ ساری زندگی کسی دنیادار انسان سے محبت نہ کرنا۔ (ورنہ نقصان اٹھاؤ گے)

شرح:

ارے انسان! آج کل بڑا عجیب وغریب دور آ گیا ہے۔ آج کل لوگوں کی عجیب حالت ہو گئی ہے سچی بات تو یہ ہے کہ بھائی کا بھائی نہیں رہا یعنی یہ ایسا دور آ گیا ہے کہ بھائیوں کے آپس کے تعلقات بھی پہلے جیسے نہیں رہے۔ ایک وقت تھا جب بھائی بھائی کا سہارا ہوتے تھے مگر آج ان کی حالت وہ نہیں رہی۔ ایک وہ وقت تھا کہ لوگ بھائی کا تحفظ کیا کرتے تھے آج کل بھائیوں کی ترجیحات بھی بدل گئی ہیں۔

دوسرا شعر:

اس کے تمام بھائی ظالم ہیں یعنی جیسے ظالم ظلم سے بعض نہیں آتے بلکہ ظلم کرنے کی بنا پر ہی ظالم کو ظالم کہا جاتا ہے آج کل حالات کچھ ایسے بدلے ہیں کہ بھائی اپنے بھائیوں پر بھی ظلم کرنے سے بعض نہیں آتے۔

حکایت:

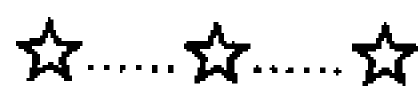
بھائی تو رہے بھائی آج کل یعنی نومبر ۲۰۱۰ میں پچھلے دنوں انڈین ٹی وی پہ ایک خبر نشر ہوئی کہ دو بیٹوں نے جائیداد کے جھگڑے میں باپ کو قتل کر کے سر اپنے ساتھ لے گئے اور بقیہ دھڑ فصلوں میں پھینک کر بھاگ گئے آج کل دولت کے لالچ نے انسانوں کو انسان نہیں رہنے دیا۔ دولت کی چکا چوند روشنی نے لوگوں کی آنکھیں چندھیا دی ہیں۔ بھائی بھائی کا نہیں رہا بلکہ زن، زر اور زمین کی خاطر بھائیوں کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ ان کی زبانیں دو ہوگئی ہیں اور ان کے چہرے بھی دو ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی منافع کی امید ہے فائدے کی توقع ہے تو ان کی زبان میں مٹھاس ہوگی اور چہرے پہ بشارت اور پیار و محبت کے تاثرات ہوں گے جونہی مطلب نکلا پھر پہچانتے ہی نہیں کہ تو کون ہے؟ اور میں کون؟ بلکہ معمولی معمولی بات سے زبان ایسے زہر اگلنے لگتی ہے کہ اللہ کی پناہ، معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ ایک بھائی کی زبان سے زہریلے الفاظ نکل رہے ہیں یا کسی جانی دشمن کی زبان سے۔

بظاہر جو شخص خوش مزاجی سے مل رہا ہو۔ تیرے سامنے بچھا بچھا جا رہا ہو۔ تیرے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کیے ہو۔ اس کی حقیقت ہی ایسی نہ سمجھنا۔ کہیں اس کا ظاہری رویہ تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس کا تیرے سامنے بچھ بچھ جانا مبنی بر حقیقت نہیں۔ اس کے پیچھے کوئی معاملہ ضرور ہوگا۔ تجھے حقیقت معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس کے دل میں بیماری ہے۔ اس کا دل روگ سے معمور ہے۔ وہ کسی غرض اور مقصد کی وجہ سے ایسا رویہ اپنائے ہوئے اس غرض، مقصود اور بیماری کو اس نے چھپا رکھا ہے کہ کہیں تو ہوشیار نہ ہو جائے اور اس طرح اس کی غرض پوری ہونے سے رہ نہ جائے۔ تمہارے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس جیسا مودب ہی شاید کوئی نہ ہو جیسے وہ تیرا غلام بے دام ہو۔

یہ کیفیت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک تو سامنے رہتا ہے جونہی تو آنکھوں سے اوجھل ہوا اس کے اطوار ہی بدل جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل تیری پیٹھ کے پیچھے وہ بدل جائے گا تیری پیٹھ پیچھے تیرے متعلق وہ جھوٹ بکے گا۔ تجھ پہ ہزار ہا قسم کے بہتان باندھے گا۔

یہ ہے آج کل کا دور اور آج کل کے دور کے لوگ مختصر یہ کہ وہ شخص بھی سچا محب نہیں آج کل اکثر لوگوں کا رویہ ایسا ہی ہے اکثر غرض کے غلام بے دام ہے۔ غرض ہے تو بڑا کچھ ہے ورنہ کون جانتا ہے کسی کو اور کیا ضرورت ہے کسی کو جاننے کی۔ حالانکہ ایسی بے رخی اور بے پرواہی آج سے کچھ عرصہ پہلے بڑے بڑے شہروں میں بسنے والوں کی ہوا کرتی تھی لوگ کہا کرتے تھے کہ شہروں میں پڑوس والا اپنے پڑوسی کو نہیں جانتا مگر آج تو حالات بہت دور جا چکے ہیں۔ حالانکہ یہ حالت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور مبارک کے بیان فرمائے ہیں جبکہ آج کے دور سے ہزار ہا کروڑ ہا درجے بہتر تھا۔

اس لیے اے بھائی تیری بہتری اس میں ہے کہ تنہائی اختیار کیجیے۔ تنہا رہنے میں ہی فائدہ ہے تنہا رہنے کی وجہ سے لوگوں کے دھوکہ سے تو محفوظ رہے گا آج کل اکثر عام لوگوں میں سے سچی محبت کوئی نہیں کرتا اس لیے ساری زندگی کسی سے محبت نہ کرنا۔



خواتین کی حفاظت

(۱)	لَا یَاْمَنَنَّ عَلَی النِّسَآءِ اَخٌ اَخًا	مَا فِی الرِّجَالِ عَلَی النِّسَآءِ اَمِیْنٌ
(۲)	کُلُّ الرِّجَالِ وَاِنْ تَعَفَّفَ جُهْدَهٗ	لَا بُدَّ اَنَّ بِنَظْرَةٍ سَیَخُوْنُ
(۳)	وَالْقَبْرُ اَوْفٰی مَنْ وَّ ثِقْتَ بِعَهْدِهٖ	مَا لِلنِّسَآءِ سِوَی الْقُبُوْرِ حُصُوْنُ

☆لَا یَاْمَنَّ: مطمئن نہ رہے۔☆علی النسآء: عورتوں کے متعلق۔☆اَخٌ: بھائی۔☆فی الرجال: مردوں میں۔ ☆تعفّف: پاک صاف۔☆جُهدهٗ: اس کی کوشش۔☆یخون: خیانت کرے گا۔☆للنساء: عورتوں کے لیے۔☆حصون: قلعہ۔☆عهد: وعدہ۔

مطلب:

(۱) عورتوں کے بارے میں بھائی اپنے بھائی سے بھی بے فکری اختیار نہ کرے کیونکہ مردوں میں سے عورتوں کے (متعلق) امانتدار نہیں ہیں۔یعنی حالات خراب ہوتے دیر نہیں لگتی۔

(۲) ہر آدمی اس کے باوجود کہ اس کی کوشش پاک صاف ہو مگر پھر بھی اور کچھ نہیں تو کم از کم نظر ہی نظر میں وہ خیانت کا مرتکب ضرور ہو جائے گا۔اس شعر میں عام لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی محبوب بندوں کو ان امور سے کیا کام۔

(۳) جن کے وعدے پہ تمہیں مکمل بھروسہ اور اعتماد ہے ان میں سے سب سے زیادہ وعدہ نبھانے والی قبر ہے۔قبر کے علاوہ عورتوں کے لیے (حفاظت کا) کوئی محفوظ حصار نہیں۔

شرح:

عورتوں کے متعلق بھائی اپنے بھائی سے بھی مطمئن نہ ہو کیونکہ عورتوں کے متعلق مردوں میں سے امانتدار ہونا بڑا مشکل کام ہے اس لیے اس معیار پہ بہت ہی قلیل لوگ پورا اترتے ہیں۔عورتیں مردوں کے لیے آزمائش ہوتی ہیں کوشش کی جائے کہ ہر ممکن حد تک عورتوں سے دوری اختیار کی جائے۔دیگر ہر قسم کے امور کے متعلق سنبھلنا آسان ہے مگر عورتوں سے محفوظ رہنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔عورتوں کے متعلق شیطان بندے پہ بہت زیادہ غالب آجاتا ہے۔ایسی شیطانی امر سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔عورتوں سے بچنے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار فرمان ذیشان کتب احادیث میں ملتے ہیں۔

چند گناہوں سے بچنے کے متعلق بیعت:

روایت ہے عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ آپ کے پاس صحابہ کی جماعت تھی کہ مجھ سے اس پر بیعت کرو، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نہ چوری کرنا اور نہ زنا کرنا، نہ اپنی اولاد کو قتل کرنا، نہ اپنے سامنے گھڑا ہوا بہتان لگانا اور کسی اچھی بات میں نافرمانی نہ کرنا۔تم میں سے جو وفائے عہد کرے گا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور جو ان

میں سے کچھ کر بیٹھے اور دنیا میں سزا پالے تو وہ سزا کفارہ ہے۔ اور جو ان میں سے کچھ کر لے پھر اب اس کی پردہ پوشی کرے گا تو وہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے معافی دے دے چاہے سزا دے لہٰذا ہم نے اس پر آپ سے بیعت کی۔
(مسلم شریف، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۶)

بزرگان دین کی بیعت کی اصل:

یہ بیعت تقویٰ ہے یعنی آئندہ چوری، زنا وغیرہ نہ کرنا ورنہ یہ جماعت صحابہ بیعت اسلام تو پہلے ہی کر چکی تھی آج کل جو مشائخ کے ہاتھ پر تقویٰ کی بیعت جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضور نے صحابہ سے جہاد پر بھی بیعت کی ہے۔ چونکہ عرب میں یہ گناہ زیادہ مروج تھے بلکہ زنا اور لڑکیوں کے زندہ دابنے پر فخر کیا کرتے تھے اس لیے حضور نے ان کی تاکید ممانعت فرمائی۔
(مراۃ شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۵۵)

چند گناھوں سے حضور نے منع فرمایا:

روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال فرماتے ہیں کہ یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چل۔ ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر وہ سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ نہ چوری کرنا نہ زنا کرو، نہ ناحق کسی محرم جان کو قتل کرو نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تاکہ اسے قتل کر دے اور نہ جادو کرو۔ نہ سود کھاؤ۔ نہ پاکدامن کو زنا کا بہتان لگاؤ نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لیے پیٹھ پھیرو اور اے یہودیو! تم پر خصوصاً یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو۔

راوی فرماتے ہیں کہ تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے اور بولے ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کون سی چیز روکتی ہے وہ بولے کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں نبوت رہے ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو ہم کو یہودی مار ہی ڈالیں گے۔
(ترمذی شریف، ابوداؤد والنسائی والمشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الکبائر وعلامات انفاق فصل اول حدیث نمبر ۵۱)

دست بوسی و پا بوسی کا ثبوت:

ظاہر یہ ہے کہ پاؤں شریف پر بھی منہ لگا کر بوسہ دیا معلوم ہوا کہ بزرگوں نے قدم چومنا جائز ہیں اور پابوسی کے لیے جھکنا، نہ سجدہ ہے نہ ممنوع ورنہ حضور علیہ السلام انہیں منع فرما دیتے۔

خیال رہے کہ قرآن کریم، سنگ اسود، بزرگوں کے ہاتھ پاؤں، والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا بھی ثواب ہے اور باعث برکت بھی۔

بعض بزرگ تو اپنے مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں حضرت ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر چومتے تھے بوسہ کی بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب (حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) جاء الحق وزھق الباطل میں دیکھو۔
(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج اول ص ۸۳)

غیر محرم عورتوں سے بچنا چاہیے:

غیر محرم عورتوں سے ممکن حد تک اکیلے میں ملاقات کرنے سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ جب بندہ کسی غیر محرم عورت سے زنا میں مرتکب ہوتا ہے تو اس وقت نور ایمان نکل جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَازَنَی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ وَکَانَ فَوْقَ رَأْسِهٖ کَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ (رواہ الترمذی وابوداؤد مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان ۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ زنا کے فعل میں مصروف ہوتا ہے تو اس وقت اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سائبان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے جب بندہ اس فعل زنا سے نکل آتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

شرح حدیث:

جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس کے اندر سے نکل آتا ہے (فکان فوق راسه کالظلة) تو وہ اس کے سر پر سائبان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے ظلۃ بظا معجم ہر وہ چیز جو تیرے سر پر سائے کی طرح قائم اور موجود ہو جیسے بادل یا خیمہ یا چھت وغیرہ دراصل یہ ایمان کی صورت مثالی ہے اور ہر شے کی اس جہاں میں ایک مثال ہے چنانچہ اجسام میں دودھ علم کی مثال ہے اور بکری دنبہ موت کی مانند ہیں اور سائبان ایمان کی مثال ہے۔

ایمان کو سائبان سے مثال دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے اگر چہ بندہ کمال ایمان اور اس کی نورانیت سے خالی ہو جاتا ہے تاہم اب بھی اس کی پناہ اور اس کی حمایت کے سائے تلے ہوتا ہے اور بالکل اسی طرح اس سے الگ نہیں ہو جاتا کہ پھر واپسی ہی نہ آئے۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۹۷)

غیر محرم عورتوں سے بچنے کا حکم:

غیر محرم عورتوں سے ہر ممکن حد تک بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم عورتوں کی دید بازی سے منع کیا ہے مگر یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو عورتوں اور حکومتوں کے احوال بھی عجیب ہیں اب مادر پدر آزادی کا ڈھول ہر طرف پیٹا جا رہا ہے اس کی آواز کی خوش نمائی سے ہماری مسلم خواتین بھی متاثر ہوتی جا رہی ہیں عورتوں اور مردوں کے حکومت کی طرف سے محکمہ تعلیم میں اکٹھے ہی ریفریشر کورسز کا اہتمام، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اکٹھے تعلیمی اداروں کا قیام، لڑکوں اور لڑکیوں کا ساتھ ساتھ مل بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنا یعنی مخلوط تعلیم حاصل کرنا بے شمار خرابیوں کا باعث ہے۔

یہ سب کچھ اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ حالانکہ شیطان انسان کے خون میں گردش کرتا ہے جس وجہ سے اگر عورتیں اور مرد بہک جاتے ہیں۔ آج ہمیں شریعت مطہرہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی اشد ضرورت ہے۔ شیطان انسان کے خون میں گردش کرتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ذیشان سے ماخوذ جملہ ہے ملاحظہ فرمائیے حدیث شریف۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرِی الدَّمُ (بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۶۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون اس کی رگوں میں دوڑتا ہے۔

فائدہ:

اس ارشاد سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ شیطانی وسوسے انسان میں چلتے اور گھومتے ہیں نیز اس سے شیطان کے انسان کو حد درجہ گمراہ اور بدراہ کرنے کے تصرف و تسلط کا بیان مقصود ہے اور اگر حدیث کے الفاظ ظاہری معنی پر محمول کیے جائیں کہ شیطان بذات خود آدمی کے اندر گھس جاتا ہے تو یہ بھی بعید نہیں کہ شیطان اجسام لطیفہ میں سے ہے اس لیے اجسام کثیفہ میں اس کا گھس جانا اوران میں چلنا ممکن ہے جس طرح آگ اور ہوا اور خون کے ساتھ دوڑنے کے ساتھ تشبیہ دینے کا ظاہر معنی بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم
(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج اول ص ۳۰۶)

عورتوں کا فتنہ:

وَعَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَرَکْتُ بَعْدِی فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ
(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۹۵۱)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے بعد عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کو تکلیف دہ ہو۔

دنیا میں مردوں کے لیے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت لڑائی جھگڑے بلکہ خونریزی بہت ہوگی عورت ہی حُب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے مِنْ بَعْدِی فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں عورتوں کے فتنہ کا ظہور صحابہ کرام پر نہ ہوا کہ وہ حضرات نور مصطفوی سے بہت منور تھے بعد میں اس کا ظہور ہوا۔ آج بھی عورتوں کی وجہ سے فساد و قتل وخون بہت ہو رہے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اقلیما عورت کی وجہ سے مارا۔

شعر ۔

جھگڑے کی بنیادیں تین زن زر اور زمین

عورتوں کے جھگڑے سے بچنے کا واحد حل) شریعت اسلامیہ کی مضبوطی سے پیروی ہے۔
(مراۃ شرح مشکوۃ شریف جلد ۵ ص ۵)

عورتوں سے بچنے کا حکم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم:

وَعَنْ اَبُوْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّ اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْلَمُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوْا النِّسَآءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ كَانَتْ فِى النِّسَآءِ

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح حدیث نمبر۲۹۵۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میٹھی سبز ہے اور اللہ تم کو اس دنیا میں خلیفہ بنانے اور دیکھتا ہے کہ تم اس میں کیونکہ عمل کرتے ہو۔ دنیا سے بچو۔ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو واقع ہوا وہ عورتوں کے سبب سے تھا۔

اچانک نظر پھیرنے کا حکم:

وَعَنْ جُرَيْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَّظَرِ الْفُجَآئَةِ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِىْ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، کتاب النکاح حدیث نمبر۲۹۷۰)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: نظر پھیرلو۔

فائدہ:

اس اچانک نظر پڑ جانے میں تو گناہ نہیں مگر فوراً نگاہ اٹھالو اگر دوبارہ دیکھ لیا یا اسے دیکھتے رہے تو گنہگار ہوں گے۔ کہ اس میں گناہ کا ارادہ پالیا گیا۔

اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ عورت پر منہ چھپانا واجب نہیں بلکہ مرد پر نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے کیونکہ سرکار نے مرد کو نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔ (مرقات)

مگر یہ استدلال ضعیف ہے اگلی حدیث میں آئے گا کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اگر چہ مرد نابینا ہو۔ یہاں وہ صورت مراد ہے کہ عورت بے پردہ نہ تھی پھر مرد کی نظر پڑ گئی۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ش ج۵ص۱۵۔۱۴)

عورت چھپانے کے لائق:

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْءَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبۃ حدیث نمبر۲۹۷۵)

ترجمہ: اور انہیں (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عورت ستر ہے جب بازار میں نکلتی ہے تو شیطان اس کو گھورتا ہے۔

عورت کا معنی:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورت کے معنی مَایُعَارُفِیْ اَظْھَارِہٖ

جس کا ظاہر ہونا قابل عار و شرم ہو۔

عورت کا بے پردہ رہنا میکے والوں کے لیے بھی ننگ و شرم کا باعث ہے اور سسرال والوں کے لیے بھی۔

عورت کو شیطان کا جھانکنا:

استشراف کا معنی ہیں کسی چیز کو بغور دیکھنا یا اس کے معنی ہیں لوگوں کی نگاہ میں اچھا کر دینا۔ تاکہ لوگ اسے بغور دیکھیں۔ (مرقات واشعہ) یعنی عورت جب بے پردہ ہوتی ہے تو شیطان لوگوں کی نگاہ میں اسے بھلا کر دیتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ اسے تکتے ہیں مثل مشہور ہے کہ پرائی عورت اور اپنی اولاد اچھی معلوم ہوتی ہے اور پرایا مال اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوتے ہیں سرکار کا یہ فرمان بالکل دیکھنے میں آ رہا ہے بعض لوگ اپنی خوبصورت بیویوں سے متنفر ہوتے ہیں اور دوسری بدصورت عورتوں پر فریفتہ۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۱۷)

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ بے پردہ عورتوں کو بغور دیکھنا کہ گھور گھور کر دیکھنا شیطان کا کام ہے شیطانی طریقہ و دستور اور لوگوں کا عورتوں کو دیکھنا شیطان صفت انسان کا کام ہے اور یہ معاملہ شیطان کی پیروی ہے گناہ ہے انتہائی خسارے کا کام ہے۔ لہٰذا خدارا! مسلمانوں کو چاہیے کہ اس شیطانی کام سے بچنے کی کوشش کریں۔

حسین عورت سے نظر پھیرنے کا فائدہ:

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَنْظُرُ اِلٰی مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ یَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً یَّجِدُ حَلَاوَتَهَا (رواہ احمد و مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر الی المخلوبۃ حدیث نمبر ۲۹۹۰)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کی حسین عورت پر ایک نظر پڑ جائے تو وہ اپنی نظر کو اس سے پھیر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک عبادت پیدا کرے گا وہ اس کا مزہ پائے گا۔ (۱ اس صبر اور دل کو روکنے کی برکت سے خدا تعالیٰ اسے کسی عبادت کی لذت نصیب فرمائے گا یا نماز کی یا روزے کی یا حج و زیارت کی۔ خیال رہے کہ کھانے وغیرہ کی طرح عبادات میں بھی مختلف لذتیں ہیں جسے محسوس کرنے کے لیے باطنی حواس درست چاہئیں یہ عمل اس درستی حواس کے لیے بہت ہی مفید ہے رب تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو رب تعالیٰ اسے انہی عبادتوں میں لذت بخشے گا یا کسی اور نئی عبادت کی توفیق دے گا جیسے جہاد وغیرہ اور پھر اس کی لذت بھی نصیب فرمائے گا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۲۴)

فائدہ:

یعنی اگر کسی مرد کی نظر اجنبی عورت کے حُسن و جمال یونہی لباس پر اچانک پڑ جائے۔اس کا دل چاہے کہ دیکھتا رہے مگر خوف خدا سے دل کے مارے نگاہ نیچی کرے۔

عورت کو دیکھنے اور دکھانے والی دونوں پر لعنت:

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسِلاً قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبۃ حدیث نمبر ۲۹۹۱)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ارسال کے طریقے سے مجھ کو یہ حدیث بیان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا گیا دونوں پر لعنت کی۔

مطلب حدیث:

حدیث میں کسی قدر اجمال ہے مطلب یہ ہے کہ جو مرد اجنبی عورت کو قصداً بلاضرورت دیکھے اس پر بھی لعنت ہے اور جو عورت قصداً بلاضرورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھائے اس پر بھی لعنت ہے غرضکہ اس میں تین قیدیں لگانی پڑیں گی۔

(۱) اجنبی عورت کو دیکھنا (۲) بلاضرورت دیکھنا (۳) قصداً دیکھنا (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج۵ ص۲۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو نابینا سے پردہ کروایا:

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّھَا کَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَیْمُوْنَۃَ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْتَجِبَا مِنْہُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ ھُوَ اَعْمٰی لَا یُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْیَا وَاِنْ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد ومشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبہ حدیث نمبر ۲۹۸۲)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ ابن مکتوم آئے آپ نے اپنی دونوں ازواج مطہرات کو ام مکتوم سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا (ام سلمہ کہتی ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ اندھا ہے اور وہ ہم کو دیکھ نہیں سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دونوں اندھی نہیں ہو کیا تم دونوں اس کو نہیں دیکھتیں۔

غیر محرم عزیز و اقارب سے پردہ کا حکم:

ہمارے ہاں بے عملی عروج کو پہنچی ہوئی ہے ہمارے حالات بڑی عجیب صورت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں اولا

تو پردہ ہے ہی نہیں اور اگر کہیں کہیں پردہ ہے تو اردگرد کے غیر عزیز واقارب سے پردہ ہوتا ہے جبکہ عزیز واقارب میں سے کسی سے پردہ نہیں برادری کے تمام لوگوں سے پردہ نہیں ہوتا برادری کے تمام لوگوں سے پردہ نہیں کیا جاتا خصوصاً ماموں زاد، چچا زاد یا تایا زاد اور اسی طرح سسرالی رشتہ داروں سے بھی پردہ نہیں کیا جاتا خصوصاً دیور وغیرہ سے۔ حالانکہ دیور سے بھی پردہ ضروری ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَقَالَ الْحَمْوُالْمَوْتُ.

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبہ..... حدیث نمبر ۲۹۶۸)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں پر داخل ہونے سے بچو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! دیور کا کیا حکم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیور موت ہے۔

فائدہ:

یہاں بے پردہ آمنے سامنے آنے کا ذکر ہے یعنی غیر محرم عورت کے پاس بے پردہ نہ جاؤ اگر چہ ذی رحم ہی ہے جیسے چچا زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، بھائی بہن کہ ان سے پردہ چاہیے کہ اگر چہ ذی رحم تو ہیں مگر محترم نہیں ان سے نکاح درست ہے۔

(مراۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ ص ۱۴)

دیور سے بے پردہ ہونا موت ہے:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا، ماموں، پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن، سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادۃً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کس قدر فتنہ کا باعث ہے اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۵ ص ۱۴)

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کا مفہوم بھی یہی ہے کہ عورت کے متعلق بھائی کو بھی اپنی بیویوں کے متعلق بے فکری اختیار نہیں کرنی چاہیے حتیٰ کہ اپنے بھائی سے بھی بے فکری نہ کرے کیونکہ مردوں میں سے اکثر مرد عورتوں کے متعلق امانتدار نہیں ہیں نقصان کا باعث ہوسکتا ہے۔ اگر بھائی میں اچھائی کا مادہ زیادہ بھی ہے تو شیطان کی اتنی چالیں ہیں کہ اچھے بھلے شخص کے پھسلنے میں دیر نہیں لگتی.. اچھا بھلا آدمی منٹوں میں پھسل جاتا ہے۔ اگر پھسلنے سے بچ جائے اپنے آپ کو مضبوط کر بھی لے تو عورتوں کی طرف سے ایسے ایسے مسئلے سامنے آجاتے ہیں کہ بندے کا اپنے آپ کو بچالینا بھی نہایت مشکل ہو جاتا ہے بلکہ بندے کو بعض اوقات مجبور کر دیا

جاتا ہے مجبوراً بھی وہ اس سلسلے میں اوندھا گر جاتا ہے اپنی دنیا و آخرت کو محفوظ کرنے کی بجائے تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔

نظر کی خیانت:

دوسرے شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر حالات انتہائی خراب نہ بھی ہوئے۔ حالات کی مجبوری کے باعث بچ بھی گیا کہ اسے کسی طرح شیطان بہکانے میں کامیاب نہ بھی ہو سکا کہ ظاہری طور پر لوگوں کا دیکھنا گھریلو سطح پر دیکھے جانے کا خوف وغیرہ۔ تو پھر بھی کم از کم بدنظری کا شکار ہونے میں تو کوئی رکاوٹ نہیں رہتی۔ نظر کے لحاظ سے تو خیانت کا مرتکب ہو ہی جائے گا۔ ان سب کا بہترین حل اور علاج یہی ہے کہ گھر میں صحیح پردے کا نفاذ کیا جائے۔

حکایت:

غالباً ۱۹۸۹ء میں الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی حضرت علامہ مولانا ابو محمد عبدالرشید رضوی رحمۃ اللہ علیہ آپ ایک محقق عالم دین ہو گزرے ہیں الحمدللہ۔ الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کو بھی آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے آپ عاشق رسول تھے آپ کو حضرت علامہ مولانا سردار احمد رضوی محدث فیصل آباد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت کا مزار پر انوار آپ کے مدرسہ میں ہی سمندری شریف ضلع فیصل آباد میں ہے۔ تفصیلات کے لیے کتاب (حیات رشید) اور زیر ترتیب کتاب (جہان نائب محدث اعظم) میں ملاحظہ کیجیے الحمدللہ موخر الذکر کتاب میں دو موضوع الفقیر القادری کے بھی شائع ہونے کی توقع ہے۔ کی خدمت اقدس میں موسم گرما کی چھٹیوں میں دورہ تجوید قرأت کے سلسلے میں سمندری شریف حاضر ہوا تقریباً ۴۰ دن کا دورہ تجوید و قرأت تھا مگر اس سال ہمیں ۴۵ دن نصیب ہوئے۔ اس دوران الفقیر نے ملاحظہ کیا کہ حضرت صاحب کے ہاں بہترین اور صحیح شرعی پردے کا نفاذ تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ صاحب جناب حضرت علامہ پیر محمد غوث رضوی قادری اور صاحبزادہ جناب محمد نعیم صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی اس وقت شادی شدہ تھا۔ ان دونوں صاحبزادگان کو اپنے بھائی کے گھر جانے کی اجازت نہ تھی اسی طرح حضرت علامہ قاری محمد افضال صاحب ان صاحبزادگان کے بہنوئی تھے مگر انہیں بھی ان صاحبزادگان کے گھر بے حجاب جانے کی اجازت نہ تھی اسی طرح دیگر عزیز و اقارب مرد حضرات تشریف لاتے تو وہ حضرت صاحب کے حجرہ مبارک تک ہی رسائی پا سکتے۔ جو غیر محرم ہوتے وہ صاحبزادگان کے گھر نہ جا سکتے بلکہ مدرسہ میں طلبہ کے ساتھ ہی وقت گزارتے۔

یہ ہے پردے کا صحیح تصور۔ اس سے وہ عورتیں بھی عبرت حاصل کریں جو حج اور عمرہ کے شوق میں سفر کرتی ہیں تو نامحرموں کے ساتھ سفر کر کے شریعت مطہرہ کے خلاف ورزی کرتی ہیں اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆......☆......☆

گمراہ عورتوں کی مذمت

(۱) لَئِنْ خَلَفْتُ لَا يَنْقُضَ النَّاىُ عَهْدَهَا فَلَيْسَ لِمَخْضُوْبِ الْبَنَانِ يَمِيْنُ

(۲) وَاِنْ هِيَ اَعْطَتْكَ اللَّيَانَ فَاِنَّهَا لِغَيْرِكَ مِنْ خُلَّانِهَا سَتَلِيْنُ

(۳) تَمَتَّعْ بِهَا مَا سَاعَفَتْكَ وَلَا تَكُنْ عَلَيْكَ شَجٌ فِي الصَّدْرِ حِيْنَ تَبِيْنُ

☆حَلَفْتْ: قسم کھائیں۔☆لا ینقض: نہیں توڑسکتا۔☆یمین: قسم۔☆نِهَا ستلین: دوسرے دوستوں سے بھی نرمی کریں گی۔☆اعطتك اللیان: تجھ سے نرمی کریں۔☆تمتَّعْ: فائدہ اٹھاؤ۔☆صدر: سینہ۔

مطلب:

(۱) اگر وہ عورتیں گمراہی کے سلسلے میں قسم کھالیں کہ ان کا وعدہ پہنچنے والے مقام سے دور ہونا نہیں توڑسکتا۔ پس ان کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ رنگیلی انگلیوں والی (شوقین اور فیشن زدہ) عورت کی کوئی قسم نہیں۔

(۲) اور اگر وہ تمہارے ساتھ نرم رویہ اختیار کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب وہ صرف تمہاری ہیں بلکہ وہ تیرے علاوہ اپنے دوسرے یاروں کے ساتھ بھی ایسا ہی نرم رویہ اختیار کریں گی۔

(۳) جب تک وہ تمہارے ساتھ دوستی رکھیں دینی احکام کے دائرہ میں رہتے ہوئے یعنی جہاں تک شریعت مطہرہ اجازت دے ان سے فائدہ حاصل کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ جدا ہوتے ہی تمہارے لیے سینے کے غم کا سبب بن جائیں۔

فائدہ:

یہ گمراہ عورتوں کی نفسیات بیان کی گئی ہے کہ گمراہ عورتیں اگر جانا چاہیں تو انہیں روکنا بڑا ہی مشکل ہو جاتا خصوصاً اگر وہ قسم کھالیں تو انہیں پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔ نزدیکی یا دوری انہیں ان کا وعدہ نبھانے سے روک نہیں سکتی۔ انہیں قسم پورا کرنے سے نزدیکی یا دوری آڑے نہیں آسکتی جتنی بھی دوری ہو وہ دوری کو نہیں دیکھتیں اور نہ ہی کسی قسم کی مجبوری کو دیکھتی ہیں دوریاں اور مجبوریاں بھی ان کا راستہ نہیں روک سکتیں بلکہ جیسے بھی ممکن ہو سکے وہ اپنی قسم پورا کر کے ہی رہتی ہیں۔ وہ اپنا وعدہ توڑتی نہیں۔ بہر حال ان کی قسم کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ رنگیلی انگلیوں والی (شوقین اور فیشن زدہ) عورتوں کی کوئی قسم نہیں ہوتی۔

اگر وہ تمہارے ساتھ نرم رویہ اختیار کریں تو یہ ان کی وفاداری نہ سمجھ بیٹھنا اور نہ ہی یہ سمجھنا کہ شاید انہیں تجھ سے محبت ہوگئی ہے۔ ایسا رویہ تو وہ شکار پھانسنے کے لیے اختیار کرتی ہیں۔ خبردار ان کے بہلاوے میں آکر ان کی زلفوں کا اسیر نہ بن جانا۔ جیسے وہ تیرے ساتھ رویہ اختیار کیے رہتی ہیں اسی طرح اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ بھی ویسا ہی رویہ اپناتی ہیں جیسے تمہیں وہ اپنی زلف کا اسیر بناتی ہے یا بنا رہی ہے یا بنائی گئی اسی جیسا دوسروں کے ساتھ بھی رویہ اختیار کریں گی۔ ان کا رویہ سچائی کی دلیل نہیں اور نہ ہی سچائی کی دلیل سمجھنا۔

جب تک وہ تمہارے اچھے تعلقات رکھیں شریعت مطہرہ کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ شریعت مطہرہ کے خلاف تعلقات قائم کر کے اپنی دنیا و آخرت برباد نہ کر بیٹھنا ایسا نہ ہو کہ تم ان کے جھانسے میں آکر اپنی دنیا تباہ کر بیٹھو اور آخرت بھی برباد کرلو۔ علاوہ ازیں جب ان سے علیحدگی اختیار کرو تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے لیے عذاب بن جائیں۔ کہ تم سے انہیں دل سے بھلانا بھی مشکل ہو جائے اور مستقل طور پر تمہارے سینے میں غم کا روگ لگ جائے اور اس روگ سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

☆......☆......☆

بوقت وصال محرومی

(۱) قَالُوْا حَبِيْبُكَ دَانٍ مِّنْكَ مُقْتَرِبٌ هَا اَنْتَ ذُوْوَلَهٍ فِي الْحُبِّ حَيْرَانٌ

(۲) قُلْتُ قَدْ يُحْمَلُ الْمَآءُ الطُّهُوْرُ عَلٰى ظَهْرِ الْبَعِيْرِ وَيَسْرِيْ وَهُوَ ظَمَانٌ

☆حبيبك: تیرا دوست، تیرا محبوب۔☆دان: جاننے والا، نذرانہ، خیرات، تحفہ، عطیہ وغیرہ۔☆مقترب: قریب ہونے والا۔☆حُب: محبت۔☆ماء: پانی۔☆يحمل: اٹھا ہوتا ہے، لدا ہوا ہوتا ہے۔☆الطهور: پاک۔☆ظهر: پیٹھ۔☆ ظهر البعير: اونٹ کی پیٹھ۔

مطلب:

(۱) لوگوں نے بتایا کہ تیرا دوست تیرے نزدیک ہونے والا ہے اور تو ہے کہ محبت میں از خود رفتہ اور حیران ہو رہا ہے۔یعنی اپنے آپ کو بھی بھول بیٹھا ہے۔

(۲) میں نے جواب دیا کہ کبھی کبھی (ایسا بھی ہوتا ہے کہ) اونٹ کی پیٹھ پر پاک پانی لدا ہوا ہوتا ہے اس کے باوجود وہ پیاس میں مبتلا ہوتا ہے۔

فائدہ:

لوگوں نے مجھے بتایا کہ تو حیرانی اور پریشانی چھوڑ دے، گھبرا نہیں اور نہ ہی بے خود ہو کیونکہ تجھ سے تیرا دوست ملاقات کرنے والا ہے تجھے تیرے دوست سے شرف ملاقات حاصل ہونے والا ہے اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں اتنا حیران و پریشان نہ ہو بلکہ سکون میں ہو جا۔محبت میں بے خود اور حیران و پریشان نہ ہو۔

تو میں نے ان کو کہا کہ تمہارا کہنا بالکل بجا ہے درست ہے کہ میں اتنا بے خود نہ ہوں حیران و پریشان ہونا چھوڑ دوں کہ مجھے میرے دوست سے شرف ملاقات حاصل ہونے والا ہے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اونٹ کی پیٹھ پہ پاک پانی لدا ہوا ہوتا ہے جو کہ پینے کے کام آتا ہے مگر اس کے باوجود وہ پیاس میں مبتلا رہتا ہے وہ پانی پینے سے قاصر رہتا۔اس کی پیاس نہیں بجھتی کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی معاملہ نہ ہو جائے اسی لیے میں پریشانی میں مبتلا ہوں یہ بات مجھے حیران و پریشان کیے ہوئے ہے کہ نہ جانے کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑے۔

☆......☆......☆

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فاروق اعظم سے خطاب

(۱) اِنَّا نُعَزِّيْكَ لَا اَنَّا عَلٰى ثِقَةٍ مِنَ الْحَيٰوةِ وَلٰكِنْ سُنَّةُ الدِّيْنِ

(۲) فَلَا الْمُعَزّٰی بِبَاقٍ بَعْدَ مَيِّتِهٖ وَلَا الْمُعَزِّیْ وَلَوْ عَاشَا اِلٰی حِيْنٍ

☆ثِقَةٍ: معتبر، معتمد (آدمی)۔☆سُنَّةٌ: (فقہ اسلام) وہ طریقہ مقدس جس پر نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عمل کیا ہو، راہ، روش دستور وغیرہ۔☆دین: مذہب، ایمان، مسلک۔☆فَلَا الْمُعَزّٰی: پس جسے صبر نہیں دلایا جاتا۔☆لَوْ عَاشَا: اگرچہ زندہ رہیں۔

مطلب:

(۱) بے شک میں تجھے صبر کی تلقین کرتا ہوں یہ نہیں ہے کہ مجھے زندگی پہ اعتماد ہے بلکہ یہ دین کا مقدس طریقہ ہے۔

(۲) پس جسے صبر نہیں دلایا جاتا وہ بعد از مرگ بھی باقی رہے گا خواہ صبر کی تلقین کرنے والا چند دن ہی زندہ رہے۔مگر جسے صبر کی تلقین کر کے صبر دلایا گیا وہ اپنی زندگی سے محفوظ ضرور ہوگا۔

فائدہ:

ان اشعار میں بھی صبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبر کی اہمیت بیان کی ہے کہ میں تجھے صبر دلاتا ہوں صبر دلانا دین کا مقدس طریقہ ہے۔صبر کرنے والوں کا صبر کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔

☆......☆......☆

تفرقے اور مصیبت کا سبب بننے والے سفر کی ممانعت

(۱) يَا قَوْمِ لَا تَرْغَبُوْا فِیْ غُرْبَةٍ اَحَدًا اِنَّ الْغَرِيْبَ غَرِيْبٌ حَيْثُ مَا كَانَا

☆لاترغب: ترغیب نہ دو۔☆غربة: سفر۔☆غریب: مسافر۔

اے قوم کسی کو بھی سفر کی طرف رغبت نہ دلاؤ کیونکہ مسافر مسافر ہی ہوتا ہے جہاں بھی ہو۔یعنی سفر میں بے شمار مسائل اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

فائدہ:

یہاں بلاوجہ سفر کرنے کے متعلق بیان کیا جارہا ہے کہ بلا سبب، بلاوجہ، بغیر کسی اشد ضرورت کے خواہ مخواہ محض دل لگی کے لیے سفر اختیار کرنا اچھا کام نہیں ہے ہاں عبادت کے لیے سفر کرنا بھی عبادت ہے۔نیکی کے لیے سفر اختیار کرنا بھی نیکی ہے مثلاً حج کے لیے سفر کرنا صاحب استطاعت پر حج کے لیے سفر کرنا ضروری ہے۔اسی طرح جہاد کے لیے سفر اختیار کرنا بھی ضروری ہے اسی طرح علم کے حصول کے لیے سفر کرنے کے بڑے فضائل بیان ہوئے ہیں کتب احادیث کا مطالعہ اس سلسلے میں مفید رہے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کے لیے سفر کرنا قرآن مجید میں سے ثابت ہے اسی طرح قرآن واحادیث سے بے شمار دلائل مل جائیں گے مثلاً قرآن مجید میں یہ ہے کہ قل سیروا فی الارض خود حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا کہ جو اویس قرنی سے مل سکے ضرور ملے اور اسے کہا کہ میری امت

کی بخشش کے لیے دعا کرے۔اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ دونوں نے بڑا لمبا اور کٹھن سفر طے کر کے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملاقات کے سلسلے میں الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی کی تصنیف لطیف (فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ کیجیے۔

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تفرقے اور مصیبت کا باعث بننے والے سفر سے ممانعت کی ہے جس کا کوئی صحیح مقصد یہ ہو ایسے سفر سے آپ نے روکا ہے۔ غالباً سلطان العارفین نے بھی بیان فرمایا ہے کہ:

شالا کوئی مسافر نہ تھیوے ککھ جنہاں تھیں بھارے ہو

☆......☆......☆

فاسقین کے فسق کی مذمت

(۱) لَوْلَا الَّذِیْنَ لَهُمْ وِرْدٌ یَقُوْمُوْنَا   وَاٰخَرُوْنَ لَهُمْ سُرْدٌ یَّصُوْمُوْنَا

(۲) تَدَكْدَكَتْ اَرْضُكُمْ مِّنْ تَحْتِكُمْ سَحَرًا   لِاَنَّكُمْ قَوْمُ سُوْءٍ مَّا تُطِیْعُوْنَا

☆تصومونا: روزے رکھتے ہیں۔☆اخرون: دوسرے۔☆یقومونا: قائم ہوتے ہیں، مسلسل ادا کرتے ہیں۔☆ تَدَكْدَكَتْ: ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔☆ارضکم: تمہاری زمین۔☆تَحْتِكُمْ: تمہارے نیچے۔☆سُوْءٍ: بری۔

مطلب:

(۱) اگر نماز کے کچھ اوراد و وظائف ادا کرنے والے نہ ہوتے جنہیں وہ ادا کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو مسلسل (نفلی) روزے رکھتے ہیں نہ ہوتے۔

(۲) تمہاری زمین صبح کے وقت تمہارے نیچے سے ریزہ ریزہ ہو جاتی یعنی ٹوٹ پھوٹ جاتی کیونکہ تم برے ہو میری اطاعت نہیں کرتے۔

فائدہ:

ان اشعار میں فاسقین کی مذمت بیان کی گئی ہے اور اللہ والوں کی عظمت بیان کی گئی ہے کہ یہ دنیا اللہ والوں کے دم سے قائم ہے ورنہ تمہارے جیسے گنہگاروں کے علاوہ اس دنیا میں اللہ والے محبوبان بارگاہ حق حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کرام، متقی پرہیز گار بندے نہ ہوتے تو زمین تمہارے قدموں کے نیچے سے سرک جاتی۔ کیونکہ تم برے ہو اور تمہاری برائی کا اثر تو یہ ہے کہ کچھ نہ بچے مگر اللہ والوں کی برکت سے یہ دنیا قائم ہے۔

☆......☆......☆

نجوم کی تاثیر

(۱) اَتَانِیْ یُهَدِّدُنِیْ بِالنُّجُوْمِ وَمَاهُوَ مِنْ شَرِّهَا كَآئِنْ

(۲) ذُنُوْبِیْ اَخَافُ فَاَمَّا النُّجُوْمُ فَـاِنَّنِیْ شَرِّهَا اٰمِنْ

☆نجوم: ستارے۔☆شر: برائی، جھگڑا، فساد، خرابی۔☆ذنوبی: میرے گناہ۔☆اخافُ: میں ڈرتا ہوں۔☆

امن: اطمینان۔

مطلب:

(۱) نجومی نے مجھے ستاروں (کے برے اثرات) سے ڈرایا دھمکایا اور اس شر سے ڈرایا جو ان ستاروں کے باعث ہونے والا ہے۔

(۲) میں تو صرف اپنے گناہوں (کی نحوست) سے خوف کرتا ہوں رہی یہ بات جو نجومی نے کی یعنی ستاروں کے بداثرات تو ان سے مجھے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یعنی ان سے مجھے کوئی خوف نہیں بلکہ مجھے اطمینان ہے کہ ان کا شر کچھ نہیں۔ (کیونکہ جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا اس وجہ سے پریشانیوں میں مبتلا ہونے کا کوئی فائدہ نہیں)۔

فائدہ:

مجھے نجومی نے بڑا ستایا، بڑا ڈرایا، بڑا دھمکایا ستاروں سے کہ ان ستاروں کی وجہ سے جو شر پیدا ہونے والا ہے۔ کہ تیرے ستارے گردش کا شکار ہیں۔ اس لیے فلاں فلاں ستاروں کی نحوست کی وجہ سے تجھے بڑا نقصان ہوگا نجومی نے مجھے ستاروں کی گردش کے اثرات سے بڑا ڈرایا کہ اس کی وجہ سے فلاں فلاں قسم کے مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔ حالانکہ میں گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ گناہوں کی نحوست بہت ہوتی ہے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے بندے کی دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے اور آخرت بھی برباد اس لیے میں گناہوں کے بداثرات سے ڈرتا ہوں کیونکہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔ باقی رہا ستاروں کا شر؟

اللہ کی مرضی کے بغیر ان کے تاثیرات دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اسی لیے مجھے ان کے شر کا کوئی خوف نہیں بلکہ اس سلسلے میں مجھے اطمینان حاصل ہے کیونکہ جو ایک اللہ سے ڈر گیا اسے دنیا جہان کے تمام امور کے ڈر سے نجات حاصل ہوگئی اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس کا سر دنیا کی ہر قسم کی شے کے سامنے خم ہوتا رہتا ہے وہ ہر چیز کے خوف سے ڈرتا رہتا ہے اسے کسی قسم کا امن اور سکون میسر نہیں ہوتا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاتا ہے رب تعالیٰ اسے امن سے نوازتا ہے یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کو کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہوتا کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فرقان الحمید۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

☆......☆......☆

نیک فال

(۱) تَفَاءَلْ بِمَا تَهْوٰى يَكُنْ قَلَّ قَلَّمَا ۔ يُقَالُ لِشَيْءٍ كَانَ اِلَّا تَكَوَّنَا

☆یُقال: کہا جائے۔☆شیء: چیز، معاملہ، واقعہ۔☆تفاءل: نیک فال۔

اپنے نیک مقاصد کے لیے نیک فال لیجیے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ مقصد حاصل ہوگا ایسا معاملہ بہت ہی کم ہوتا ہے کہ کسی امر کے متعلق کہا جائے کہ ہو جا اور وہ نہ ہوا ہو۔

☆......☆......☆

شرف نسب کا اظہار

(۱) نَحْنُ الْكِرَامُ بَنُوا الْكِرَامِ ۔ وَطِفْلُنَا فِي الْمَهْدِ يُكَنّٰى

(۲) اِنَّا اِذَا قَعَدَ اللِّئَامُ ۔ عَلٰى بِسَاطِ الْعِزِّ قُمْنَا

☆کرام: شریف۔☆بنوا الکرام: شریفوں کے بیٹے۔☆طِفْلُنَا: ہمارے بچے۔☆مھد: پنگھوڑا، گہوارہ، گود۔
☆یُکَنّٰی: کنیت رکھی جاتی ہے۔☆قَعَدَ: بیٹھتے ہیں۔☆لئام: کمینے۔☆بساط العز: عزت کی جگہ پر۔☆قمنا: ہم کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مطلب:

(۱) ہم شریف ہیں اور شرفاء کی اولاد ہیں۔ ہمارے بچے (ابھی) پنگھوڑے میں ہی ہوتے ہیں کہ ان کی کنیت رکھ دی جاتی ہے۔

(۲) (بڑے افسوس کی بات ہے ہمارا یہ وطیرہ بن چکا ہے کہ) جب کمینے معززانہ مقام پہ بیٹھتے ہیں تو ہم کھڑے ہو جاتے ہیں۔
اسی شعر کا ایک مطلب یہ بھی بن سکتا ہے کہ:
ہم عزت واحترام کے مقام پہ بیٹھے ہوتے ہیں جب کمینے عزت کے بستر پہ بیٹھتے ہیں تو ہم کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ابجد کے حساب سے معمہ

(۱) اَلَا خُذْ وَعُدْمُوْسٰى مَرَّتَيْنِ ۔ وَضَعْ اَصْلَ الطَّبَايِعْ تَحْتَ ذَيْنِ

(۲) وَسِكَّةَ خَانِ شَطْرَنْجٍ فَخُذْهَا ۔ وَاَدْرِجْ بَيْنَ ذَيْنِ الْمَدْرَجَيْنِ

(۳) فَذٰلِكَ اسْمُ مَنْ يَّهْوَاهُ قَلْبِي وَقَلْبُ جَمِيْعِ مَنْ فِي الْخَافِقِيْنِ

☆اَلَا: خبردار، سنو۔☆فُذَّ: لو۔☆مَرَّتَيْنِ: دومرتبہ، دوبار۔☆تَحْتَ: نیچے۔☆اُدْرِجْ: درج کرو۔

مطلب:

(۱) سنئے (اور غور فرمائیے) موسیٰ کے وعدے کو دو بار لیجیے اور اس کے نیچے اصل طبائع کو رکھ دیجیے۔اس کے بعد شطرنج سکہ خان کو لیجیے اور ان دونوں مدارج میں انہیں درج کر دیجیے۔اب جو آپ کے سامنے اعداد نکلیں گے اس محبوب ہستی کے نام کے اعداد نکلیں گے جس محبوب ہستی کو میرا دل کا دل چاہتا ہے۔اور مشرق ومغرب کے تمام لوگ بھی اسے چاہتے ہیں۔

فائدہ:

اس سلسلے میں گرونانک کا شعر بڑا مشہور ہے حضرت علامہ ابو اسامہ شفقت رسول سیالوی مدظلہ العالی سے رابطہ کیا تو انہوں نے درج ذیل شعر لکھ بھیجا۔

جس اچھ نام کو لیجیے چوگنا اسے بنا ۔ فر دو ملا فر اسے پانچ گنا کیجیے
بیسوں سے دے اڑا ، جو بچے ، وگنا کیجیے پھر اس میں دو ملا بدنام سے محمد لو بنا
تب معنی لولاک کے سمجھے جا

مثلاً محمد فیض احمد اویسی اسم کے اعداد محمد کے اعداد ۹۲، فیض ۸۹۰، احمد ۵۳، اویسی ۸۷، کل محمد ۹۲+ ۸۹۰+ ۵۳+ ۸۷+ ۱۱۲۲

۱۱۲۰ عدد کو چار گنا کیا یعنی چار سے ضرب کیا۔پھر دو ملا یعنی دو جمع کیجیے۔پھر اسے پانچ گنا کیجیے یعنی ۵ سے ضرب۔ بیسوں سے دے اڑا یعنی حاصل شدہ عدد کو ۲۰ سے تقسیم کر دیجیے۔اس طرح باقی عدد ۱۰ بچ گا۔بیس سے تقسیم کرنے کے بعد جو عدد بچ جائے اسے ۹ گنا کیجیے یعنی اسے ۹ سے ضرب دیجیے۔چونکہ باقی ۱۰ بچا رہے اس لیے اسے ۹ سے ضرب کیا۔تو حاصل ضرب = ۹۰ اصل ہوا۔

پھر اس میں ۲ ملا۔یعنی پھر اس میں دو جمع کر دیجیے۔۹۲ = ۲+ ۹۰

جواب حاصل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد بھی ۹۲ ہیں۔

دوسری مثال:

احمد رضا نام کے اعداد۔احمد = ۵۳، رضا ۱۰۰۱، اویسی ۸۷، اعداد = ۵۳+۱۰۰۱+۸۷=۱۱۴۱

۱۱۴۱ کو چوگنا یعنی ۴ سے ضرب کیا=۱۱۴۱x ۴ = ۴۵۶۴

پھر دو ملا یعنی ۲ جمع کیجیے۔۴۵۶۴ + ۲=۴۵۶۶

پھر اسے پانچ گنا کیجیے یعنی پانچ سے ضرب دیجیے۔۴۵۶۶x۵=۲۲۸۳۰

پھر بیسوں سے دے اڑا یعنی تقسیم کر ۲۲۸۳ کو ۲۰ تقسیم کیا تو باقی عدد ۱۰ بچے جو بچے ۹ گنا کیجیے یعنی ۹ سے ضرب دیجیے۔

۹۰=۹x۱۰

بقیہ بچنے والے عدد کو ۹ سے ضرب کیا تو حاصل ضرب ۹۰ آیا۔

پھر اس میں دو ملا=۹۰+۲=۹۲

پس ۹۲ کا عدد حاصل ہوا اسی طرح جس چیز کے نام کے بھی عدد نکالے جائیں گے تو انشاء اللہ ہر نام کے عدد اس عمل کے بعد عدد ۹۲ ہی حاصل ہوگا اسی طرح آپ جس چیز کے نام کے اعداد بھی نکالیں گے اسی کے اعداد کو اس کلیہ کے مطابق جمع تفریق، ضرب اور تقسیم کے مطابق جمع تفریق، ضرب تقسیم وغیرہ کریں گے تو آخر میں عدد اسی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک (محمد) کے اعداد (۹۲) کے موافق عدد ہی حاصل ہوگا اس محبوب ہستی کے نام کے عدد حاصل ہوں گے جو رب کائنات کا بھی محبوب ہے اور مشرق و مغرب کے تمام لوگوں کا دل بھی اسی محبوب کو چاہتا ہے۔

☆......☆......☆

سورۃ ھل اتی کا شانِ نزول

(۱) فَاطِمَةُ ذَاتَ الْمَجْدِ وَالْيَقِيْنِ — يَا بِنْتَ خَيْرِ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

(۲) اَمَا تَرَيْنَ الْبَآئِسَ الْمِسْكِيْنَ — قَدْ قَامَ بِالْبَابِ لَهٗ حَنِيْنٌ

(۳) يَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَكِيْنُ — يَشْكُوْا اِلَيْنَا جَآئِعٌ حَزِيْنٌ

(۴) كُلُّ امْرِءٍ بِكَسْبِهٖ رَهِيْنٌ — وَفَاعِلُ الْخَيْرَاتِ مَنْ يَّدِيْنُ

(۵) مَوْعِدُهٗ فِىْ جَنَّةٍ عِلِّيّيْنَ — حَرَّمَهَا اللّٰهُ عَلَے الضَّنِيْنِ

(۶) وَالِلْبَخِيْلِ مَوْقِفٌ حَزِيْنٌ — تَهْوِىْ بِهِ النَّارُ اِلٰى سِجِّيْنِ

(۷) شَرَابُهُ الْحَمِيْمُ وَالْغِسْلِيْنُ — يَمْكُثُ فِيهِ الدَّهْرَ وَالسِّنِيْنِ

☆غسلین: پیپ۔☆مجد: بڑائی، بزرگی، شرف، عظمت۔☆یقین: اعتبار، اعتماد، بھروسہ، اطمینان وغیرہ۔☆بنت: بیٹی، صاحبزادی۔☆خیر الناس: لوگوں سے بہتر۔☆اجمعین: سب، تمام۔☆باب: دروازہ۔☆حزین: غمگین۔☆البآئس: بیکس۔☆قد: تحقیق۔☆قام: کھڑا ہوا۔☆یدعوا: وہ بلاتے ہیں، وہ پکارتے ہیں، وہ دعا کرتے ہیں یہاں یہی آخری معنی مراد ہے۔☆یشکوا: شکایت کرتے ہیں۔☆جائع: بھوک۔☆فاعلی الخیرات: نیکی اور بھلائی کرنے والا۔☆موعدہ: اس کا وعدہ۔☆حرمھا اللّٰہ: اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حرام کر دیا۔☆علے الضنین: بخیلوں پر۔☆موقف: ٹھکانہ۔☆تھوی: گرائے گا۔☆النار: آگ مراد جہنم۔☆شرابہ: اس کا شربت۔☆حمیم: گرم گرم پانی، سخت گرم پانی۔☆الدھر: زمانہ، کافی عرصہ۔☆والسنین: اور کئی سال۔

مطلب:

(۱) اے بزرگ یقین کرنے والی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اے تمام انسانوں سے افضل واعلیٰ بزرگ شخصیت کی لخت جگر۔
(۲) کیا تو بے سہارا مسکین کو ملاحظہ نہیں کر رہی تحقیق جو دروازے پہ کھڑا ہوا رو رہا ہے۔
(۳) نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر رہا ہے غمگین حالت میں ہم سے بھوک کی شکایت کر رہا ہے۔
(۴) ہر ایک اپنے کیے ہوئے کا جواب دہ ہے۔ نیکیاں کرنے والا وہی شخص ہوتا ہے جو (مجبوروں اور بے کسوں کو) قرض دیا کرتا ہے۔
(۵) ایسے انسان کو جنت علیین میں مقام حاصل ہونے کا وعدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کنجوسوں پہ جنت حرام کر دی ہے۔
(۶) واسطے کنجوس کے رنج وملال والا میں مبتلا کر دینے والا ٹھکانہ ہے انہیں تحجین جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔
(۷) اس کا مشروب گرما گرم پانی اور پیپ ہے اس میں عرصہ دراز اور کئی سال رہنا پڑے گا۔

فائدہ:

تفصیلی واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

☆......☆......☆

سیدہ خاتون جنت کا جواب

(۱) اَمْرُكَ سَمْعٌ يَا ابْنَ عَمٍّ وَطَاعَةٌ — اُطْعِمُهٗ وَلَآ اُبَالِي السَّاعَةَ
(۲) اَرْجُوْٓا اِذَا اَشْبَعْتُ ذَاالْمَجَاعَةِ — اَنْ اَدْخُلَ الْخُلْدَ وَلِيْ شَفَاعَةٌ



☆امرك: تیرا حکم۔ ☆سمعٌ: سنا۔ ☆ابن عم: اے چچا کے بیٹے۔ ☆طاعة: اطاعت کی، مانا، تسلیم کیا۔ ☆اطعمه: اسے کھلاتی ہوں۔ ☆لا ابالی: کچھ پرواہ نہیں۔ ☆اَرْجُوْا: مجھے امید ہے۔ ☆ادخل الخلد: میں جنت خلد میں داخل ہوں گی۔ ☆لی شفاعةٌ: مجھے شفاعت حاصل ہوگی۔

مطلب:

(۱) اے چچا زاد! میں نے تیرا فرمان ذیشان سن لیا اور اطاعت کی میں ابھی اس مسکین کو کھانا کھلاتی ہوں اس سلسلے میں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ (کو اپنے لیے کچھ نہیں بچے گا)
(۲) بھوکے مسکین کو کھانا کھلاؤں گی تو مجھے بے حد امید ہے کہ ہمیشگی والی جنت خلد میں مجھے داخل ہونا نصیب ہوگا اور مجھے (نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت حاصل ہوگی۔

فائدہ:

تفصیلی واقعہ تو بیان ہو چکا ہے۔ دوسرے شعر میں مسکین کو کھانا کھلانے کے فضائل بیان کیے گئے خصوصا کہ جنت خلد میں

داخلہ نصیب ہوگا اور یہ بھی واضح ہوا کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی حاصل ہوگی شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ رکھنا حق ہے یہی عقیدہ حضرت بی بی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہ کا بھی ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے عقائد آل پاک اور صحابہ کرام جیسے ہیں۔

حقانیت اہلسنت کی ایک اہم دلیل:

الحمد للہ اہلسنت و جماعت کے حق ہونے کی ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گنہگار امت کی شفاعت فرمائیں گے جس وجہ سے بے شمار مسلمان جہنم سے نجات حاصل کریں۔ یہ اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی بڑی اہم دلیل ہے کیونکہ مدنی تاجدار کی شفاعت کے متعلق اہلسنت و جماعت کا عقیدہ حق ہے۔ اس لیے ہمیں جماعت اہلسنت سے پیار ہے۔

شفاعت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت:

حدیث شریف

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین حدیث نمبر ۵۴۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار میں ہوں۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت منظور ہو گی۔

جنت میں پہلا شفیع:

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ مَا صُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ نَبِيًّا مَّا صَدَّقَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ (مسلم شریف مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین حدیث نمبر ۵۴۹۶)

اور انہیں (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جنت میں پہلا شفیع ہوں گا جتنی میری تصدیق کی گئی اس قدر کسی نبی کی تصدیق نہیں کی گئی بعض نبی ایسے بھی ہوں گے جن کی تصدیق صرف ایک شخص نے کی ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی:

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ

وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ مُشَفَّعٍ وَّ لَا فَخْرَ

(رواہ الدارمی، فضائل سید المرسلین حدیث نمبر ۵۵۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں مگر فخر نہیں کرتا۔ میں تمام انبیاء کرام کا خاتم ہوں مگر فخر نہیں کرتا۔ میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کی جانے والا ہوں مگر فخر نہیں۔

صاحب شفاعت نبی:

وَعَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیّٖنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ غَیْرَ فَخْرٍ (راوی الترمذی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روز قیامت میں تمام انبیاء کرام کا امام ہوں اور خطیب ہوں گا اور صاحب شفاعت ہوں گا مگر فخر نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عزت اور کنجیاں:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُھُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُھُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُھُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُھُمْ اِذَا اَیِسُوْا الْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ یَطُوْفُ عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ کَاَنَّھُمْ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ اَوْلُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ (مشکوۃ شریف فضائل سید المرسلین حدیث نمبر ۵۵۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمام لوگوں سے پہلے تشریف لانے والا ہوں جب وہ اٹھائے جائیں گے میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ پیش کیے جائیں گے میں ان کی طرف سے عرض کروں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے تو میں ان کے لیے شفاعت طلب کروں گا۔ جب انہیں روک لیا جائے گا اور میں انہیں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ مایوس ہو جائیں گے عزت اور کنجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لواء حمد اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کے نزدیک ساری اولاد آدم سے عزت والا ہوں۔ ایک ہزار خادم میرے اردگرد پھرتے ہوں گے گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

حقانیت اہلسنت:

الحمدللہ! شفاعت کے متعلق ہمارا عقیدہ بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ جیسا عقیدہ ہے اسی طرح ہی تمام صحابہ کرام کا عقیدہ تھا اور یہی عقیدہ اولیائے کرام اور علمائے کرام کا ہمیشہ سے چلا آیا ہے الحمدللہ اہلسنت و

جماعت کا عقیدہ بھی شفاعت کے متعلق وہی ہے۔ الحمد للہ! ان اشعار سے بھی عقیدہ اہلسنت کی حقانیت کے متعلق وضاحت ہوگئی۔ کہ الحمد للہ اہلسنت و جماعت کے عقائد و معمولات صحابہ کرام کے عقائد کو معمولات کے مطابق ہیں۔

عثمان بن مظعون کو تکلیف دینے والوں کی شکایت

(۱) اَمِنْ تُذَكُّرِ قَوْمٍ غَيْرَ مَلْعُوْنٍ — اَصْبَحْتَ مُكْتَئِبًا تَبْكِيْ لِمَحْزُوْنٍ

(۲) اَمِنْ تَذَكُّرِ اَقْوَامٍ ذَوِيْ سَفَهٍ — يَغْشَوْنَ بِالظُّلْمِ مَنْ يَّدْعُوْا اِلَى الدِّيْنِ

(۳) لَا يَنْتَهُوْنَ عَنِ الْفَحْشَآءِ مَآ اُمِرُوْا — وَالْغَدْرُ فِيْهِمْ سَبِيْلٌ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ

(۴) اَلَا يَرَوْنَ اَقَدَّ اللّٰهُ خَيْرَهُمْ — اِنَّا غَضِبْنَا لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ

(۵) اِنْ يَّلْطِمُوْنَ وَلَا يَخْشَوْنَ مُقْلَتَهٗ — طَعْنًا دِرَاكًا وَّ ضَرْبًا غَيْرَ مَرْهُوْنٍ

(۶) فَسَوْفَ نُجْزِيْهِمْ اِنْ لَّمْ نُمِتْ عَجَلًا — كَيْلًا بِكَيْلٍ جَزَآءً غَيْرَ مَغْبُوْنٍ

(۷) اَوْيَنْتَهُوْنَ عَنِ الْاَمْرِ الَّذِيْ وَقَفُوْا — فِيْهِ وَيَرْضَوْنَ مِنَّا بَعْدُ بِالدُّوْنِ

(۸) وَنَمْنَعُ الضَّيْمَ مَنْ يَّرْجُوْا هَزِيْمَتَنَا — بِكُلِّ مُطَّرِدٍ فِي الْكَفِّ مَسْنُوْنٍ

(۹) وَمُرْهِفَاتٍ كَاَنَّ الْمِلْحَ خَالَطَهَا — نَشْفِيْ بِهِ الدَّآءَ مِنْ هَامِ الْمَجَانِيْنِ

(۱۰) حَتّٰى يُقِرَّ رِجَالٌ لَّا حُلُوْمَ لَهُمْ — بَعْدَ الصُّعُوْبَةِ بِالْاِسْمَاحِ وَاللِّيْنِ

(۱۱) اَوْيُؤْمِنُوْا بِكِتَابٍ مُّنْزَلٍ عَجَبٍ — عَلٰى نَبِيٍّ كَمُوْسٰى اَوْكَذِي النُّوْنِ

(۱۲) يَاْتِيْ بِاَمْرٍ جَلِيٍّ غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ — كَمَا تَبَيَّنَ فِيْ اٰيَاتِ يَاسِيْنِ

☆تُذَكِّر: تو یاد کرے۔ ☆غیر ملعون: لعنتی نہیں ہے، مردود نہیں ہے۔ ☆لمحزون: مصیبت زدہ کے لیے۔ ☆ ذوی سَفَہٍ: بے وقوفی والی، بے وقوف۔ ☆یدعوا: دعوت دیتے ہیں بلاتے ہیں۔ ☆لاینتھون: نہیں رکتے۔ ☆فحشآء: برائیوں۔ ☆اُمروا: حکم دے گئے۔ ☆غدر: دھوکا، بغاوت، ہنگامہ۔ ☆سبیل: راستہ، طریقہ۔ ☆غیر مامون: غیر محفوظ۔ ☆ اَلَا یرون: کیا وہ دیکھتے نہیں۔ ☆اَقَدَّ: کم کردے۔ ☆لایخشون: نہ ڈرے۔ ☆نُجزیھم: ہم انہیں بدلہ دیں گے۔ ☆ ینتھون: رک جائیں گے۔ ☆یرضون: وہ راضی ہوجائیں گے۔ ☆نمنع: ہم روکیں گے۔ ☆ملح: نمک۔ ☆خالطھا: ملا ہوا۔ ☆نشفی: ہم شفا دیتے ہیں۔ ☆ھام المجانین: مجنونوں کی کھوپڑیاں، پاگلوں کی کھوپڑیاں۔ ☆الصعوبۃ: سختی۔ ☆ منزلٍ: نازل ہوئی۔ ☆غیر ذی عوج: ٹیڑھاپن کے بغیر۔ ☆تبین: واضح۔

مطلب:

(۱) کیا تو ایسی قوم کو یاد کر کے غمزدہ ہو گیا ہے۔ جو ملعون نہیں کیا ایک مصیبت میں مبتلا ہونے والے کی وجہ سے رو دیا ہے۔

(۲) یا بے وقوف اقوام کو یاد کر کے رویا ہے جو دین کی دعوت دینے والوں پہ ظلم کرتے ہیں۔

(۳) جن برائیوں سے انہیں رکنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ ان برائیوں سے نہیں رکتے جس دھوکے میں وہ مبتلا ہیں وہ غیر مامون راستہ ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کی بھلائی گھٹا دے وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم عثمان بن مظعون کے سبب غصے میں ہیں۔

(۵) اگر انہوں نے مسلسل نیزے اور تلوار سے مارا اور اس کی آنکھ سے خوف میں مبتلا نہ ہوئے۔

(۶) پس عنقریب اگر ہم شہید نہ کر دیئے گئے تو کسی قسم کی کمی کے بغیر ان کے کیے کا انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔

(۷) یا وہ اس امر سے ٹھہر جائیں جو وہ کرنا چاہتے ہیں بعد ازاں اس سے کم بات پہ وہ ہم سے راضی ہو جائیں گے۔

(۸) ہمیں شکست سے دوچار کرنے والے شخص کا ظلم ہر تیز اور رواں تلوار کے ذریعے روک دیں گے۔

(۹) ایسی تیز تلواریں جیسے ان پر نمک بھی لگا دیا گیا ہے۔ ہم ایسی تلواروں کے ذریعے پاگلوں کی کھوپڑیوں کی بیماری کا علاج کرتے ہیں۔

(۱۰) حتیٰ کہ سختی کے بعد وہ بے وقوف فرمانبردار اور نرم مزاجی اختیار کر کے تسلیم کر لیں۔

(۱۱) یا حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کی مانند نبی پہ نازل ہونے والی عجیب و غریب کتاب مبین یعنی قرآن مجید پہ ایمان لے آئیں۔

(۱۲) جو ایسے واضح حقائق بیان کرتی ہے کہ جن میں ذرہ بھر بھی ٹیڑھا پن نہیں جیسے سورۃ یٰسین شریف کی آیات مقدسہ سے واضح ہے۔

☆……☆……☆

کفار کو تہدید

(۱) قَدْ عَرَفَ الْحَرْبُ الْعَوَانُ اَنِّیْ ۔۔۔ بَازِلٌ عَامَیْنِ حَدِیْثٌ سِنِّیْ

(۲) سَنَحْمَحُ اللَّیْلَ کَاَنِّیْ جِنِّیْ ۔۔۔ اَسْتَقْبِلُ الْحَرْبَ بِکُلِّ فَنِّ

(۳) مَعِیْ سِلَاحِیْ وَ مَعِیْ مَجَنِّیْ ۔۔۔ وَصَارِمٌ یُذْهِبُ کُلَّ ضِغْنِ

(۴) اُقْصِیْ بِهٖ کُلَّ عَدُوٍّ عَنِّیْ ۔۔۔ لِمِثْلِ هٰذَا وَلَدَتْنِیْ اُمِّیْ

☆عرف: پہچان لیا۔☆بازلٌ عامین: عامین، تثنیہ کا صیغہ ہے دو سالہ جوان اونٹ۔☆اللیل: رات۔☆کاَنّی

جِنِّیْ: جیسے میں جن ہوں۔☆استقبلُ: میں استقبال کرتا ہوں، پیش قدمی کرتا ہوں۔☆مَعِیْ سِلَاحِی: میرے پاس میرے ہتھیار ہیں۔☆صَارِمْ: کاٹنے والی تلوار۔☆یذھب: لے جاتی ہے زائل کر دیتی ہے۔☆اُقْصِیْ: میں دور کرتا ہوں۔☆ وَلَدَنِیْ: مجھے پیدا کیا۔☆حرب: جنگ۔

مطلب:

(۱) تحقیق مسلسل جنگ نے معلوم کر لیا کہ (میں ایسی جنگوں سے نہ ڈرنے والا ہوں اور نہ ہی کمزور بلکہ مجھ میں تمام قوتیں پورے عروج پر ہیں) میں اسی طرح تھوڑی عمر والا جوان ہوں جیسے دو سالہ جوان اونٹ کم سن ہوتا ہے۔ اسی طرح میں بھی کم سن جوان ہوں یعنی گھبرو جوان ہوں۔ (یعنی مجھ پہ بڑھاپے کے ایسے اثرات قطعاً نہیں جن کی وجہ سے بند چہ جنگوں سے خوف کھانے لگتا ہے۔)

(۲) رات کے وقت اگر (جنگی حالت میں کفار کے) سامنے چلا جاؤں تو انہیں انسان نہیں معلوم ہوں گا بلکہ وہ مجھے جن سمجھ بیٹھیں گے (اور میرے سائے سے بھی بدکیں گے) اور جنگ میں ہر جنگی فن کے لحاظ سے میں پیش قدمی کرتا ہوں (جس وجہ سے وہ حیران و پریشان ہو جاتے ہیں)

(۳) میرے پاس (جنگ کے ہر قسم کے ہتھیار ہیں مثلاً میرے پاس نیزہ بھی ہے اور کاٹنے والی تلوار بھی جو کہ ہر قسم کا کینہ ختم کر دیتی ہے۔

(۴) میں اسی کے ذریعے اپنے دشمن کا وار روکتا ہے اور اپنے دشمن کو اپنے سے دفع کرتا ہوں اسی کے لیے میری والدہ ماجدہ نے مجھے جنا کہ میں دشمنی کو دور کروں۔

☆......☆......☆

شمشیر حیدری سے ایک کافر کو ڈرانا

(۱) سَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْ یَمِیْنِیْ — وَفِیْ یَسَارِیْ قَاطِعُ الْوَتِیْنِ

(۲) وَکُلُّ مَنْ بَارَزَنِیْ یَجِیْنِیْ — اَضْرِبُہٗ بِالسَّیْفِ عَنْ قَرِیْنِیْ

(۳) مُحَمَّدٍ وَّ عَنْ سَبِیْلِ الدِّیْنِ — ھٰذَا قَلِیْلٌ عَنْ طِلَابِ الْعِیْنِ

☆سیف رسول اللّٰہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار۔☆فی یمینی: میرے دائیں ہاتھ میں۔☆یساری: میرا بایاں ہاتھ۔☆قاطع الوتین: گردن کی رگ کاٹنے والی۔☆اضربہٗ: میں اسے ماروں گا۔☆قرینی: میں اپنے ساتھی۔☆ طلاب العین: بڑی آنکھ والی حوروں کے طالبوں۔

مطلب:

(۱) میرے دائیں ہاتھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ تلوار مبارک رکھا ہے اور (میرا بایاں ہاتھ بھی خالی نہیں بلکہ)

میرے بائیں ہاتھ میں بھی گردن کی رگ کاٹنے والی تلوار ہے یعنی میرے دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہیں۔

(۲) میرے ساتھ مقابلے کا متمنی میرے سامنے تو آئے میں اپنے ساتھی کی حمایت میں مقابلہ کرتے ہوئے اس پہ تلوار کا وار کروں گا۔

(۳) یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کی حمایت میں یہ حملہ بڑی بڑی آنکھ والی حوروں کے طالبین کی طرف سے ہے۔ محض دین کی خاطر ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ یعنی ہم دین کی خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ (حالانکہ یہ جذبہ لالچیوں میں بہت ہی کم دیکھنے میں آتا ہے۔)

☆......☆......☆

حضرت علیؓ کا ایک کافر کو دھمکانا

(۱) اَلْیَوْمَ اَبْلُوْ حَسَبِیْ وَدِیْنِیْ — بِصَارِمٍ تَحْمِلُهٗ یَمِیْنِیْ

عِنْدَ اللِّقَآءِ اَحْمِیْ بِهٖ عَرِیْنِیْ

☆تحمله: اسے اٹھائے گا، اسے آزمائے گا۔ ☆عند اللقآء: ملاقات کے وقت، مراد مقابلہ کے وقت۔ ☆احمی: میں حمایت کروں گا۔ ☆عرینی: میں اپنی جھاڑی یعنی میں اپنے میدان جنگ کی۔

مفہوم:

آج میں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی کاٹنے والی تیز تلوار کے ذریعے اپنے حسب نسب کی آزمائش کروں گا۔
اس سے میں اپنی جھاڑی (یعنی میدان جنگ) میں اس سے مقابلہ کرتے وقت اپنے میدان جنگ کی محافظت کروں گا۔

☆......☆......☆

شمشیر حیدری

(۱) اَسَدٌ عَلٰی اَسَدٍ یَصُوْلُ بِصَارِمٍ — عَضْبٍ یَّمَانٍ فِیْ یَمِیْنِ یُمَانٍ

☆اسد: شیر۔ ☆بصارم: کاٹنے والی تلوار کے ساتھ۔ ☆عضب یمان: یمنی تلوار تیز کاٹنے والی تلوار ہاتھ میں پکڑ کر ایک دوسرے شیر پہ حملہ آور ہوتا ہے۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حملہ کے وقت مدمقابل کو للکارتے ہوئے گویا ارشاد فرمایا اے اپنے آپ کو شیر کہلانے والے ہوشیار ہو جا تو بھی اپنے آپ کو بہادر اور شیر کہلاتا ہے آ ذرا دیکھ کہ ایک شیر کا حملہ کیسے ہوتا ہے۔ تیز کاٹنے والی تلوار ہاتھ میں پکڑ کر ایک

شیر حملہ آور ہوتا ہے۔ (گویا تو اپنے آپ کو شیر کہلاتا ہے آ (دیکھ کہ) شیر کہلانے والے پہ شیر کاٹنے والی تیز اور یمنی شمشیر ہاتھ میں پکڑ کر حملہ کرتا ہے ذرا دیکھ تو سہی شیر یوں حملہ کرتے ہیں۔)

جنگ جمل کے موقع پر محمد بن حنفیہ کو خطاب

(۱) اَقْحِمْ فَلَنْ تَنَا لَكَ الْاَسِنَّهْ — وَاِنَّ لِلْمَوْتِ عَلَيْكَ جُنَّهْ

☆اقحم: گھس جا۔☆فلن تنالك: پس تجھے نہیں لگ سکتا۔☆اَسِنَّه: نیزہ۔☆جُنَّهْ: ڈھال۔

جنگ میں گھس جا کیونکہ تجھے (اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر) کوئی بھی نیزہ نہیں لگ سکتا۔ بے شک تیرے پاس موت سے حفاظت کے لیے (اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی) ڈھال ہے۔

☆......☆......☆

جنگ صفین کے موقع پر عمرو بن عاص کا کوفہ والوں اور لشکر حیدری کو خطاب

(۱) يَا قَادَةَ الْكُوْفَةِ مِنْ اَهْلِ الْفِتَنْ — يَا قَاتِلِيْ عُثْمَانَ ذَاكَ الْمُؤْتَمَنْ

(۲) كَفٰى بِهٰذَا حَزَنًا مِّنَ الْحَزَنْ — اَضْرِبُكُمْ وَلَآ اَرٰى اَبَا الْحَسَنْ

☆اهل الفتن: فتنہ فساد برپا کرنے والو۔☆موتمن: معتمد علیہ، جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، بھروسے والا آدمی۔☆ اَحْزَنًا مِنَّ الْحزن: غم پر غم۔☆لَولَآ اَرٰی: اور نہ دیکھوں گا۔

مطلب:

(۱) اے فتنے پیدا کرنے والے کوفی سردارو! اے قابل اعتماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والو!

(۲) تمہیں غم پہ غم پہنچنے کے لیے یہی کافی ہے میں تجھ پر ضرب لگاتا رہوں گا ابوالحسن کنیت ابوالحسن کی طرف توجہ ہی نہیں کروں گا۔ یعنی ابوالحسن حضرت علی کا بھی خیال نہ کروں گا۔

☆......☆......☆

جواب حیدری

(۱) اَنَا الْاِمَامُ الْقَرَشِيُّ الْمُؤْتَمَنْ — اَلْمَاجِدُ الْاَبْلَجُ لَيْثٌ كَالْقَطَنْ

(۲) يَرْضٰى بِهِ السَّادَةُ اَهْلُ الْيَمَنْ — مِنْ سُكْنٰى نَجْدٍ وَّ مِنْ اَهْلِ عَدَنْ

اَبُوْ حُسَیْنٍ فَاعْلَمَنْ وَاَبُوْحَسَنْ

☆ماجد: بزرگ، قابل احترام شخص، معزز۔☆اَلْاَبْلَجُ: خندہ پیشانی والا خوش مزاج۔☆لیث: شیر۔☆کَالْقَطَنْ: قطن پہاڑ کی طرح مستقل۔

مطلب:

(۱) میں قریشی ہوں معتمد امام ہوں، شریف، خوش مزاج والا شیر اور کوہ قطن پہاڑ کی مانند مستقل مزاج ہوں۔

(۲) سادات، یمن والے، نجد اور عدن کے علاقوں میں رہنے والے بھی اس سے راضی ہیں۔ پس جان لیجیے کہ میں حسین اور حسن کا والد گرامی ہوں۔

☆......☆......☆

جنگ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلام کے قتل کے بعد دھمکی

(۱) اَلَا اِحْذَرُوْا فِیْ حَرْبِکُمْ اَبَا لْحَسَنْ ... وَلَا تَـرُوْمُـوْهُ فَـذَامِـنَ الْـغَبَـنْ

(۲) فَـاِنَّـهٗ یُدُقُّـکُـمْ دَقَّ الـطَّـحَنْ ... وَلَا یَخَافُ فِی الْهَیَاجِ مِنْ وَّهَنْ

وَقَدْ غُـذِیَ فِـی الْبَـاسِ فِـیْ وَقْـتِ اللَّبَنْ

☆اَلَا: خبردار۔☆اِحْذَرُا: ڈرو۔☆حـربـکـم: اپنی جنگ۔☆غبن: امانت میں خیانت، خرد برد، دغابازی۔☆یَدُقُّکُمْ: وہ تمہیں پیس دے گا۔☆هیاج: لڑائی۔

مطلب:

(۱) خبردار! ابوالحسن سے اپنی جنگ میں ڈریئے اس کا ارادہ نہ کیجیے کیونکہ یہ ایک حیثیت سے تمہارے لیے انتہائی نقصان ہے۔

(۲) پس بے شک وہ لڑائی میں سستی ہرگز نہیں اختیار کرے گا بلکہ تمہیں آٹے کی مانند پیس دے گا۔ رضاعت کے دنوں میں ہی اسے جنگ کی غذا حاصل ہوئی ہے۔

☆......☆......☆

حضرت علیؓ کے لشکر عبداللہ بن راسی کا نہروان میں خطاب

(۱) اَضْرِبُکُمْ وَلَآ اَرٰی اَبَا الْحَسَنْ ... ذَاكَ الَّذِیْ ظَلَّ اِلَی الدُّنْیَا رَکَنْ

☆اَضْرِبُکُمْ: میں تمہیں ماروں گا۔☆اَرٰی: میں دیکھوں گا۔

مطلب:

(۱) میں یہ دیکھے بغیر یعنی لحاظ رکھے بغیر ہی تلوار کا حملہ کر دوں گا کہ یہ ابوالحسن ہے کیونکہ یہ شخص تو وہ ہے جو محض دنیوی امور کی طرف مائل ہو چکا ہے۔

☆......☆......☆

حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کا جواب

(۱) یَا اَیُّھَا الْمُشْرِکُ یَا مَنِ افْتَتَنْ وَالْمُتَمَنِّیْ اَنْ یَّرٰی اَبَا الْحَسَنْ
اِلَیَّ فَانْظُرْ اَیُّنَا یَلْقٰی الْغَبَنْ

☆یَا مَنِ افْتَتَنَّ: وہ فتنے میں مبتلا ہو گیا۔ ☆یرٰی: وہ دیکھے۔ ☆فانْظُرْ: پس دیکھ۔

مطلب:

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ان کی لاف زنی کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے فتنے میں مبتلا مشرک تو ابوالحسن کو دیکھنے کی تمنا رکھتا ہے۔ (حالانکہ جب آمنا سامنا ہوا تو انتہائی نقصان میں رہے گا۔)

پس اب تو میری طرف دیکھ کہ ہم میں سے کون نقصان میں مبتلا ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

ترقی گمراہاں اور آزمائش کا ملال

(۱) اَرٰی حُمُرًا تَرْعٰی وَتَعْلَفُ مَاتَھْوٰی وَاُسْدًا جِیَاعًا تَظْمَا الدَّھْرَ مَاتَرْوٰ

(۲) وَاَشْرَفُ قَوْمٍ مَّا یَنَالُوْنَ قُوْتَھُمْ وَقَوْمًا لِّیَامًا یَاْکُلُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی

(۳) قَضَآءٌ لِخَلَّاقِ الْخَلَآئِقِ سَابِقٌ وَلَیْسَ عَلٰی رَدِّ الْقَضَآءِ اَحَدٌ یَقْوٰی

(۴) وَمَنْ عَرَفَ الدَّھْرَ الْخَوْنَ وَصَرْفَهٗ تُصِیْرُ لِلْبَلْوٰی وَلَمْ یُظْھِرِ الشَّکْوٰی

☆حمرًا: گدھے۔ ☆اُسْدًا: شیر۔ ☆اشراف: شریف لوگ۔ ☆ماینالون: روزی نہیں پاتے۔ ☆قضآءٌ: فیصلہ۔ ☆خلّاق: خالق، تخلیق کرنے والا بنانے والا۔ ☆خلائق: مخلوقات۔ ☆ردّالقضآء: فیصلہ رد کرنے کی۔ ☆عرف: پہچان لیا۔ ☆لم یطھر الشّکوٰی: شکوہ ظاہر نہ کرے گا، شکوے کا اظہار نہیں کرے گا، یعنی شکوہ نہ کرے گا۔

مطلب:

(۱) میں چرتے ہوئے گدھے دیکھ رہا ہوں وہ جو کچھ چاہتے ہیں وہی کچھ کھاتے ہیں جبکہ شیر (اکثر) بھوکے پیاسے رہتے ہیں وہ کبھی بھی آرام کرنے والے نہیں ہوتے۔ یعنی آرام وسکون کے طالب نہیں ہوتے۔

(۲) اشراف ضرورت کے موافق اکثر روزی حاصل نہیں کر سکتے جبکہ کمینے قسم کے لوگ من وسلویٰ کھاتے ہیں۔

(۳) مخلوقات کے پیدا کرنے والے خالق و مالک کا یہ فیصلہ ہے جو پہلے ہی ہو چکا ہے خالق کائنات کا فیصلہ رد کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں۔

(۴) زمانے اور اس کی گردش کو جس نے پہچان لیا وہ مصیبت برداشت کرنے کے لیے تیاری بھی کر لے گا اور گلہ شکوہ بھی نہیں کرے گا۔

شرح:

(۱) آپ اس شعر میں بیان فرمارہے ہیں کہ دنیوی مال واسباب حقیقتاً کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی محض ظاہری ٹیپ ٹاپ کی کوئی حیثیت نہیں کھانے پینے والے امور میں کمی بیشی سے بھی انسان کا کمال نہیں دیکھا جا سکتا کہ فلاں شخص کو تو عام روزی مہیا ہے۔ وہ تو ہر وقت کھاتا رہتا ہے اس لیے وہ بڑا صاحب مقام ہے جبکہ فلاں شخص تو اکثر بھوکا رہتا ہے لہٰذا اس کا تو کوئی حال نہیں۔ یہ سوچ اور فہم قطعاً غلط ہے۔ کھانے پینے کے امور سب تقدیر کے متعلقہ امور ہیں اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے جتنی روزی لکھی ہے اسے اتنی ہی ملتی ہے مگر روزی کی کمی بیشی کسی انسان کے مقام اور عزت کو گھٹا بڑھا نہیں سکتی۔ دیکھیے گدھے اکثر چرتے رہتے ہیں، کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں یہ میں بھی دیکھتا ہوں جبکہ شیر (اکثر) بھوکے ہوتے ہیں۔ شیر کبھی بھی آرام طلب نہیں ہوتے۔

(۲) شریف لوگوں کو اکثر بقدر ضرورت بھی روزی نہیں ملتی کیونکہ نہ تو انہوں نے بے ایمانی سے کام لینا ہے نہ ہی ڈاکہ زنی کرنی ہوتی ہے نہ چوری چکاری سے کام لینا ہوتا ہے، رشوت ستانی سے بھی وہ کوسوں دور رہتے ہیں ہمہ وقت انہوں نے رزق حلال ہی تلاش کرنا ہوتا ہے اس لیے وہ اگر بقدر کفایت بھی روزی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہوتی ہے کہ غلط راہوں کے راہی جب ان کے سامنے گلچھرے اڑاتے ہیں تو وہ ثابت قدم رہتے ہیں یا پھسل جاتے ہیں جبکہ کمینے قسم کے لوگ بہترین سے بہترین غذائیں کھاتے ہیں۔

(۳) یہ قادر مطلق کا فیصلہ ہے اسے کوئی بھی بدل نہیں سکتا۔

(۴) جس نے حالات حاضرہ میں بسنے والوں کی خیانتوں اور گردش زمانہ کو پہچان لیا وہ ہر قسم کی مصیبت سے نبرد آزما ہو لے گا۔ برداشت کر لے گا مگر شکوہ بھی نہیں کرے گا کیونکہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ مجھے جو تکلیف یا مصیبت پہنچی ہے وہ ہر حال میں مجھے پہنچنی ہے کسی طرح بھی ٹل نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام سمجھ کر برداشت کر جاتا ہے گلہ شکوہ نہیں کرتا۔ یہ اولیائے کرام کا طریقہ ہے۔

☆......☆......☆

صبر کے متعلق حکیمانہ ارشاد

(۱) كُنْ لِلْمَكَارِهِ بِالْعَزَاءِ مُقَطِّعًا ۔۔۔ فَلَعَلَّ يَوْمًا لَّا تَرٰى مَاتَكْرَهُ

(۲) فَلَرُبَّمَا اسْتَتَرَ الْفَتٰى فَتَنَافَسَتْ ۔۔۔ فِيْهِ الْعُيُوْنُ وَاِنَّهٗ لَمُمَوَّهٗ

(۳) وَلَرُبَّمَا اخْتَزَنَ الْكَرِيْمُ لِسَانَهٗ ۔۔۔ حَذَرَ الْجَوَابِ وَاِنَّهٗ كَمُفَوَّهٗ

(۴) وَلَرُبَّمَا ابْتَسَمَ الْوَقُوْرُ مِنَ الْاَذٰى ۔۔۔ وَفُؤَادُهٗ مِنْ حَرِّهٖ يَتَاَوَّهٗ

☆مقطعا: کاٹ، گزار۔☆لعل: شاید۔☆لا تری ماتکرہ: ناگوار چیز تجھے نہ دیکھنی پڑے۔☆استتر: چھپ جاتا ہے۔☆فتی: جوان۔☆عیون: آنکھیں۔☆حذر: خوف۔☆مُمَوَّہٗ: تمویہ، یعنی ملمع کرنا، دھوکہ۔☆اذیٰ: تکلیف، دکھ، مصیبت۔☆ابتسم الوقور: صاحب وقار مسکراتا ہے۔☆حرہ: گرمی، سوزش۔

مطلب:

(۱) صبر کے ذریعے تکالیف کاٹنا، ممکن ہے ایک دن ایسا بھی آجائے کہ بری محسوس ہونے والی چیز تجھے نہ دیکھنی پڑے۔

(۲) بعض اوقات جوان نظروں کے سامنے نہیں ہوتا بلکہ چھپ جاتا ہے مگر اس کے متعلق آنکھیں اس سے بڑھنے کی کوشش کرتی ہیں اور بے شک یہ ایک دھوکہ ہے۔

(۳) کبھی کبھی شریف آدمی کسی کے جواب در جواب کے جھنجھٹ سے بچنے کے لیے بہترین سخنور ہونے کے باوجود اپنی زبان محفوظ رکھتا ہے۔ یعنی اپنی زبان سے خاموشی اختیار کر لیتا۔

(۴) کبھی کبھی سنجیدہ انسان تکلیف ہوتی ہے مگر وہ مسکراتا ہے اس کے باوجود کہ اس کا دل تکلیف کی جلن کی وجہ سے ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

آثار عاجزی و تحمل

(۱) اَصُمُّ عَنِ الْكَلِمِ الْمُحْفِظَاتِ ۔۔۔ وَاَحْلُمُ وَالْحِلْمُ بِيْ اَشْبَهُ

(۲) وَاِنِّيْ لَاَتْرُكُ جُلَّ الْمَقَالِ ۔۔۔ لِاَنْ لَا اُجَابَ بِمَا اَكْرَهُ

(۳) اِذَا مَا اجْتَرَرْتُ سَفَاهَ السَّفِيْهِ ۔۔۔ عَلَيَّ فَاِنِّيْ اَنَا الْاَسْفَهُ

(۴) فَلَا تَغْتَرِرْ بِرُوَاءِ الرِّجَالِ ۔۔۔ وَاِنْ زَخْرَفُوْا لَكَ اَوْ مَوَّهُوْا

(۵) فَکَمْ مِّنْ فَتی یُّعْجِبُ النَّاظِرِیْنَ   لَـہٗ اَلْسُنٌ وَّلَـہٗ اَوْجُـہٗ

(۶) یَنَـامُ اِذا حَضَرَالْمُکْرَمَاتِ   وَعِـنْـدَ الـدَّنَـآءَ ةِ یَسْتَنْبِـہٗ

☆صم: بہرا۔☆الکلم المحفظات: غصہ دلانے والی باتیں۔☆مقال: بات۔☆لااُجاب: مجھ سے جواب نہ دیا جائے۔☆اکرہ: ناگوار۔☆اسفہ: احمق۔☆سفاہ السفیہ: احمق کی حماقت۔☆الرجال: لوگوں۔☆زخرفوا: چکنی چپڑی باتیں کرے۔☆ناظرین: دیکھنے والے۔☆یُعجب: تعجب میں ڈال رہے ہیں۔☆اَلْسُنٌ: زبانیں۔☆ینام: وہ سوتے ہیں۔☆حَضَرَ المکرمات: اچھے کاموں کے وقت۔

مطلب:

(۱) غصہ پیدا کرنے والی باتیں سننے سے میں بہرا بن جاتا ہوں یعنی ایسی باتیں سنی ان سنی کر دیتا ہوں میں نرمی اختیار کرتا ہوں حلم اختیار کرنا ہی میرے لیے زیادہ مناسب ہے۔

(۲) اور میں اکثر باتیں کرنا چھوڑ دیتا ہوں تاکہ اس انداز سے مجھے جواب نہ ملے جو مجھے برا محسوس ہو۔

(۳) بے وقوف کی بے وقوفی میں اپنی طرف کھینچوں یعنی جس طرح بے وقوف مجھے کھینچنا چاہتا ہے۔اسی طرح میں بھی تو پھر میں خود بھی بے وقوف ہوں۔یعنی بے وقوف اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

(۴) پس لوگوں کی ظاہری شکل وشباہت سے دھوکہ نہ کھا بیٹھنا خواہ وہ تمہارے ساتھ جتنی بھی چکنی چپڑی باتیں کریں اور ظاہری طور پر جتنی بھی ملمع سازی اختیار کریں۔

(۵) بظاہر بے شمار ایسے جوان ہیں جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتے ہیں۔کیونکہ ان کے پاس خوبصورت باتیں کرنے والی زبان ہوتی ہے اور ان کے منہ ہوتے ہیں۔

(۶) اچھے امور کے وقت سوئے رہتے ہیں اور کمینگی اختیار کرنے کے وقت نہایت ہوشیار رہتے ہیں۔

☆......☆......☆

محبین سے رعایت کی ہدایت

(۱) لَیْسَ الْکَرِیْمُ الَّذِیْ اِنْ نَّالَ مَنْزِلَةً   اَوْنَـالَ مَـالاً عَـلٰے اِخْوَانِہٖ بَاھٰی

(۲) اَلْحُـرُّ یَـزْدَادُلِلْاِخْـوَانِ تَـکْـرِمَةً   اِنْ نَّالَ فَضْلاً مِّنَ السُّلْطَانِ اَوْجَاھًا

☆الکریم: شریف۔☆اِنْ نَّالَ: اگر حاصل ہو۔☆اخوانہ: اپنے بھائیوں۔☆اَلْحُرُّ: آزاد، مراد شریف۔☆یَزداد: وہ دے یعنی بادشاہ دے، بادشاہ عطا کرے۔☆تکرمہ: عزت، مقام، شان، جاہ ومرتبہ۔

مطلب:

(۱) وہ آدمی شریف نہیں کہ اگر اسے کوئی مقام ومرتبہ اور مال حاصل ہو جائے تو دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں فخر کرنے لگے۔

(۲) بلکہ شریف انسان تو وہ ہوتا ہے کہ اگر اسے سلطان کی طرف سے کوئی مرتبہ یا عزت حاصل ہو جائے تو وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی پہلے سے بھی زیادہ عزت واحترام کرتا ہے۔یعنی اس کے تکبر میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں نرم مزاجی اور عاجزی وانکساری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ:

یہاں کریم شخصیت کی ایک ایسی کسوٹی بیان کی گئی ہے کہ انجان سے انجان شخص بھی کسی شخص کی حقیقت معلوم کرسکتا ہے کہ فلاں شخص کریم ہے یا لئیم ہے۔کریم شخص ہمہ تن، ہمہ وقت کریم ہی کریم ہوگا اس میں لئیمیت کے جراثیم بالکل ختم ہو چکے ہوں گے کریم شخصیت کو جیسے بھی حالات سے دوچار ہونا پڑے ہر حال میں کریم ہی رہتا ہے۔لوگ اس سے کرم ہی کرم پاتے ہیں۔کمینہ پن اس میں بالکل ہی نہیں ہوتا۔دیکھیے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سے بڑھ کر کریم ہیں۔آپ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اس امر کا گواہ ہے کہ آپ سراپا کریم ہی کریم ہیں۔اپنوں کے لیے بھی کریم ہیں اور بیگانوں کے لیے بھی کریم۔ محبوب کے لیے بھی کریم ہیں دشمنوں کے لیے بھی کریم ہیں حتیٰ کہ رب کائنات نے آپ کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رحمة للعلمين

اول تا آخر دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کیجیے ایسی رؤف اور رحیم ہستی کہیں دنیا والوں کو نظر نہیں آئے گی۔الفقیر القادری ابواحمد اویسی نے عرض کیا ہے کہ:

محبوب کوئی بھی ایسا نہ دیکھا نہ کہیں ہے — تاریخ شاہد ہے کہ کوئی ایسا ہوا نہیں ہے
محبوب کی حقانیت تو کافر بھی مانتے تھے — محبوب جیسا امین کوئی کبھی ہوا نہیں ہے
سچے ہوں گے کروڑوں، میرے نبی کا مقام جدا — کوئی بھی صادق ایسا ہوا نہ کہیں ہے

بہرحال کریم اور شریف آدمی کو جب کوئی مقام حاصل ہوتا ہے تو اس کے کرم اور اس کی شرافت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے وہ مزید اپنے مقام کے لحاظ سے جھک جاتا ہے مزید مخلوق خدا پہ زیادہ انعام واکرام کرتا ہے۔وہ مزید اخلاق کریمانہ سے مخلوق خدا اور دوستوں پہ مہربانیاں زیادہ کرنے لگتا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس پہ مزید انعامات ہوئے ہیں۔

یاد رکھیے جس شخص کو کہیں سے کوئی انعام حاصل ہو جائے، کوئی مقام مل جائے اسی لحاظ سے اس کے مرتبہ وشان میں مزید اضافہ ہو جائے۔اسے مزید بادشاہ وقت یا کسی اور سے مزید مال ودولت حاصل ہو جائے تو وہ اگر دوسرے بھائیوں اور دوستوں میں فخر وغرور کرنے لگے دوسرے کسی شخص کو پلے بھی نہ باندھیں بلکہ الٹا فخر وغرور اور تکبر کے باعث کسی کو قریب بھی نہ پھٹکنے دے۔سمجھ لینا کہ وہ کریم اور شریف نہیں ہے اگر ایسا شخص کریم اور شریف ہوتا تو اس کی کرامت وشرافت میں مزید اضافہ ہو جاتا اس کی طبیعت میں

مزید حلم پیدا ہو جاتا۔ اس کی صورت وسیرت کو دیکھ کر لوگوں کے چہرے مسکرا اٹھتے کہ ان کے حلم، بردباری اور مخلوق خدا سے پیار و محبت مزید زیادہ ہو جاتا۔ ایسا شخص شریف اور کریم ہو سکتا ہے اس کے مدمقابل اکڑ جانے والا شریف اور کریم نہیں ہوتا۔ شریف اور کریم آدمی کی طبیعت میں تو مزید نکھار پیدا ہوتا ہے۔ اس پہ جب کوئی مزید انعام واکرام ہوتا ہے تو اس کی طبیعت میں مزید حلم و وقار پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے بھائیوں اور دوستوں کے مدمقابل فخر وغرور اور تکبر اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے دوست واحباب اور ملنے جلنے والوں کی عزت پہلے سے بھی زیادہ کرتا ہے۔

☆......☆......☆

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار اخلاص

(۱) يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ عَلَى اللّٰهِ ۔۔۔ وَالْمُصْطَفٰى بِالشَّرَفِ الْبَاهِيْ
(۲) مُحَمَّدٌ الْمُخْتَارُ مَهْمَا اَتٰى ۔۔۔ مِنْ مُحْدَثٍ مُسْتَقْطِعٍ نَّاهِيْ
(۳) فَانْدُبْ لَهٗ حَيْدَرًا لَا غَيْرَهٗ ۔۔۔ فَلَيْسَ بِالْغُمْرِ وَلَا اللَّاهِيْ
(۴) تَرٰى عِمَادَ الْكُفْرِ مِنْ سَيْفِهٖ ۔۔۔ مُنَكَّسًا بَاطِلُهٗ وَاهِيْ
(۵) هَلِ الْعِدٰى اِلَّا ذِئَابٌ عَوَتْ ۔۔۔ مَعَ كُلِّ نَاسٍ نَفْسُهٗ سَاهِيْ
(۶) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ عَلٰى عَقْبِهٖ ۔۔۔ بِحَيْدَرٍ وَّ النَّصْرُ لِلّٰهِ

☆اکرم: شریف انسان، بہت کریم، بہت مہربان، بہت سخی، بہت بخشنے والا۔ ☆خلق: مخلوق۔ ☆بالشرف الباھی: اعلیٰ شرف کے ساتھ۔ ☆مصطفی: چنا ہوا، برگزیدہ۔ ☆مھما: مہم، معاملہ۔ ☆مُحدثٍ: نیا۔ ☆فَانْدُب: پس ندا کرو، پکارو۔ ☆لا غیرہٗ: اس کے علاوہ کسی کو نہیں۔ ☆عِمادُالکفر: کفر کے ستون۔ ☆مُنَکَّسًا: سرنگوں۔ ☆عِدیٰ: دشمن۔ ☆ذئابٌ: بھیڑیئے۔ ☆النصرُ اللّٰہِ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح ونصرت ہوگی۔

مطلب:

(۱) اے وہ انسان! جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب انسانوں سے زیادہ اعلیٰ شرف ومقام سے برگزیدہ چنا ہوا ہے۔

(۲) اے برگزیدہ نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی پریشانیوں میں مبتلا کر دینے والے کام سے منع کر دینے والے معاملے پیش آ جائیں۔

(۳) پس ایسے وقت میں حیدر کرار کو پکاریئے۔ ان کے سوا کسی دوسرے کو نہ بلایئے۔ کیونکہ علی بے وقوف اور کھیل کود میں مصروف بچہ نہیں ہے۔

اس دوسرے مصرعے کا ایک یہ مطلب بھی ہے کہ علی بے وقوف اور دودھ چھڑانے کے نزدیک پہنچنے والا بچہ نہیں ہے۔ یا

غافل ہونے والا نہیں ہے یا علی بے وقوف اور منہ پھیر جانے والا نہیں۔ یا علی بے وقوف مذاق کرنے والا نہیں۔ یعنی علی ابھی نادان نہیں ہے۔

(۴) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی تلوار سے کفر کا ستون گرتا دیکھیں گے اور باطل کمزور دیکھیں گے۔

(۵) دشمن غافل نفس آدمیوں کی طرف غرانے والے بھیڑیئے ہیں۔ اور وہ ایسے بھیڑیئے ہیں جو ہر اس آدمی کو دیکھ کر غرانا شروع کر دیتے ہیں جن کا نفس غافل ہوتا ہے۔

(۶) حیدر کرار (رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے عنقریب کافروں کی فوج شکست سے دوچار ہو کر پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے گی (اس طرح) اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح حاصل ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے وہ عظیم شخصیت کے مالک معزز و بزرگ شخصیت جو رب کائنات کے ہاں ساری دنیا سے معزز و مکرم ہے کہ جس جیسا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ جن کی عظمت کے سامنے تمام تارے ماند ہیں۔ جس جیسا کسی ماں نے جنا ہی نہیں اور جن سکتی ہی نہیں۔ آپ اعلیٰ شرف کے ساتھ برگزیدہ ہیں۔ آپ کے مقابل شرف و بزرگی کے لحاظ سے کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری دنیا سے افضل و اعلیٰ مقام اور شان سے نوازا ہے۔

وَعَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر ۵۴۹۲)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی اشم کو اور مجھے بنی ہاشم سے چنا۔

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمَذِيِّ

اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل علیہ السلام کو اور اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا۔

ذات اور خاندان کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل:

وَعَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمنبرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہٖ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتاً فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتاً فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْساً وَخَیْرُھُمْ بَیْتاً (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف، فضائل سید المرسلین فصل ۲ حدیث نمبر ۵۵۰۸)

حضرت عباس رضی اللہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی تو حضور نے منبر شریف پر تشریف فرما ہو کر فرمایا: میں کون ہوں؟

عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے ان میں سے مجھے بہتر کر دیا۔ پھر انہیں دو گروہوں میں کیا تو مجھے ان میں سے بہترین کر دیا۔ پھر ان کے قبائل بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ عطا فرمایا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر بیت میں کر دیا تو میں ان سے ذات اور خاندان کے اعتبار سے افضل ہوں۔

فائدہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی طرف سے طعن ہوا کہ عرب کے دیگر بڑے بڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مستحق تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنا مقام خصوصاً نسب شریف کا اعلیٰ، اولیٰ اور برحق ہونا بیان فرمایا۔
(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۱۴۷)

قیامت کے دن مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار:

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے مجھے جنتی جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور اس مقام پر مخلوق کا کوئی فرد میرے سوا کھڑا نہ ہو گا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب فضائل سید المرسلین فصل ۲ حدیث نمبر ۵۵۱۶)

وَفِیْ رِوَایَۃِ جَامِعِ الْاُصُوْلِ عَنْہُ

اور جامع الاصول کی روایت مبارکہ میں ہے کہ:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ فَاُکْسٰی

سب سے پہلے زمین سے میں اٹھوں گا اور حلہ پہنایا جاؤں گا۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے امام و خطیب:

وَ عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیّٖنَ وَ خَطِیْبَہُمْ وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِہِمْ غَیْرَ فَخْرٍ

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف، باب فضائل سید المرسلین حدیث نمبر ۵۵۱۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روز قیامت میں تمام انبیاء کا امام اور خطیب ہوں گا اور صاحب شفاعت ہوں گا۔ مگر فخر نہیں۔

تفصیلات فیضان حیدری شرح دیوان حضرت علی کے اوائل میں ملاحظہ فرمایئے۔

☆......☆......☆

پسندیدہ اخلاق وصفات

(۱) اِنَّ الْمَکَارِمِ اَخْلَاقٌ مُطَھَّرَۃٌ ۔۔۔ فَالدِّیْنُ اَوَّلُھَا وَالْعَقْلُ ثَانِیْھَا

(۲) وَالْعِلْمُ ثَالِثُھَا وَالْحِلْمُ رَابِعُھَا ۔۔۔ وَالْجُوْدُ خَامِسُھَا وَالْفَضْلُ سَادِسُھَا

(۳) وَالْبِرُّ سَابِعُھَا وَالصَّبْرُ ثَامِنُھَا ۔۔۔ وَالشُّکْرُ تَاسِعُھَا وَاللِّیْنُ عَاشِرُھَا

(۴) وَالنَّفْسُ تَعْلَمُ اِنِّیْ لَا اُصَادِقُھَا ۔۔۔ وَلَسْتُ اَرْشَدُ اِلَّا حِیْنَ اَعْصِیْھَا

☆مطھرۃ: پاکیزہ۔ ☆ثانیھا: دوسرا۔ ☆جود: سخاوت۔ ☆بر: نیکی۔ ☆سابع: ساتواں۔ ☆ثامن: آٹھواں۔ ☆تاسع: نانواں۔ ☆عاشر: دسواں۔ ☆والین: اورنرمی۔ ☆لستُ اَرْشَدُ: میں ہدایت یاب نہیں ہوسکتا۔ ☆اعصیھا: اس کی نافرمانی کروں۔

مطلب:

(۱) بے شک شرافت و بزرگی نام ہے پاکیزہ اخلاق کا پس پہلا خلق دین ہے اور جبکہ عقل دوسرا خلق ہے۔

(۲) علم تیسرا خلق اور چوتھا خلق حلم ہے۔ پانچواں سخاوت اور احسان چھٹا خلق ہے۔

(۳) ساتواں خلق نیکی اور آٹھواں خلق صبر ہے نواں خلق شکر اور دسواں خلق نرم مزاجی ہے۔

(۴) نفس جانتا ہے کہ میں اس کے ساتھ دوستی نہیں کرسکتا۔ اور اگر محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو ہدایت حاصل نہیں ہوسکتی۔

فائدہ:

یہاں پسندیدہ اخلاق وصفات کو بیان کیا گیا ہے کہ شرافت اور بزرگی کا نام ہی پاکیزہ اخلاق ہے۔ مگر آج کل تو اکثر

معاملات ہی الٹ گئے ہیں آج کل اخلاق کو کوئی جانتا ہی نہیں۔ پس روپے پیسے، جائیدادوں اور کوٹھیوں، بنگلوں، بنک بیلنس رکھنے والوں ہی کی عادات کو اخلاق سمجھا جاتا ہے وہ دروازے سے دھکے دیں، قتل و غارت میں اپنے ہاتھوں کو رنگیں کریں بنک بیلنس کے سوا ان کی کوئی ترجیح نہ ہو۔ ان کے معاملات کو ہی اخلاق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دیکھیے غریب جتنے بھی بہترین سے بہترین اخلاق سے مزین ہوا سے اجڈ اور اخلاق سے کوسوں دور سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ ظاہری طور پر باحیثیت ہوا خلاق اس کے جتنے بھی بگڑے ہوئے ہوں بس اسی کو با اخلاق بلکہ پاکیزہ اخلاق کا منبع سمجھا جاتا ہے۔ بہر حال اخلاق کی حقیقت وہ نہیں جسے آج کل عوام اخلاق سمجھ بیٹھے ہیں پاکیزہ اخلاق وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزہ اخلاق بیان فرمایا: دین کے لحاظ سے جو اخلاق بہتر ہوں وہی پاکیزہ اخلاق ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

(۱) بے شک شرافت و بزرگی کا نام ہی اخلاق ہے۔ شرافت و بزرگی ہے تو سمجھ لیجیے کہ یہ شخص پاکیزہ اخلاق سے متصف انسان ہے اور اگر شرافت و بزرگی نہیں بلکہ غنڈوں کا سرغنہ ہو اس کے ہاں پاکیز اخلاق کا کیا کام۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ شرافت و بزرگی اپنایئے پاکیزہ اخلاق شرافت و بزرگی کا نام ہے۔ پس پہلا پاکیزہ اخلاق دین جبکہ دوسرا اخلاق عقل ہے۔

فائدہ:

اس لیے اپنی زندگی کو دین کے مطابق ڈھالیے۔ اگر اپنی زندگی کے لیل و نہار کو مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع کر لیا تو سمجھ لیجیے کہ پاکیزہ اخلاق کی طرف توجہ کر لی ہے اور پاکیزہ اخلاق پہ عمل پیرا ہونا شروع کر دیا ہے۔ اور اگر دین متین سے ابھی تک دور دور ہی بھاگتے پھر رہے ہیں بلکہ لوگوں کی سنی سنائی باتوں پہ کان دھر کر دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ پاکیزہ اخلاق سے دوری اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ پاکیزہ اخلاق میں سے پہلا پاکیزہ خلق دین ہے لہٰذا دین متین کے مطابق زندگی گزارنے کی سعی کیجیے۔ پاکیزہ اخلاق کی بہار حاصل ہو جائے گی۔

پاکیزہ اخلاق میں سے دوسرا خلق عقل ہے۔ مگر اس سلسلے میں بھی ہم میں سے اکثر حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔ جسے چھیڑ کر دیکھیے وہی عقل کا کہ بنا نظر آتا ہے۔ عقل و خرد کے سلسلے میں وہ سب مخلوق سے اعلیٰ عقل کا مالک ہوتا ہے۔ بڑے بڑے سائنسٹ ہوئے، بڑے بڑے دانا ہوئے مگر جو دین متین سے متضاد ہیں ایک وحدہٗ لاشریک سے جن کی عقل انہیں دور کیے ہوئے ہے ان کی عقل کو کیا کہیں کہ جن کی عقل انہیں اس حقیقت سے بھی آشنا نہ کر سکی کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اس نے ساری کائنات کو تخلیق کیا وہی تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ ایسے شخص کو پاکیزہ اخلاق کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ عقل سے مراد یہاں وہ عقل سلیم ہے کہ جس کے باعث انسان حق و باطل کے مابین امتیاز کر سکے۔ حق و باطل کو پہچان سکے۔ یہاں عقل مطلق مراد نہیں۔

تیسرا اخلاق علم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ تیسرا پاکیزہ اخلاق علم ہے جسے صحیح علم حاصل ہو گیا سمجھے اسے پاکیزہ اخلاق میں حصہ میسر آ گیا مگر محض ظاہری طور پر لفظوں کو پڑھ لینے یا لکھ لینے کا نام علم نہیں۔ علم سے مراد حقائق کو جان لینے کا نام ہے۔ ابوجہل کا نام ابوجہل نہیں تھا اسے ابوالحکم یعنی داناؤں کا باپ کہا جاتا تھا۔ اپنے دور کے لحاظ سے بڑا پڑھا لکھا تھا مگر دینی علوم سے دوری اور دینی علوم کی مخالفت شدید کے باعث اسے آج ابوجہل کہا جاتا ہے معلوم ہوا کہ علم سے مراد وہ علم ہے جو مبنی بر حقائق ہو۔ دینی تعلیم سے

آراستہ ہو۔محض ظاہری دنیوی ایسے علوم جو انسان کو اللہ و رسول اور حقائق سے آشنا کرنے کی بجائے دوری کا سبب ہوا سے حقیقت میں علم کے نام سے موسوم کرنا بھی غلط ہے۔

چوتھا، پانچواں اور چھٹا اخلاق:

چوتھا اخلاق حلم ہے پانچواں سخاوت اور چھٹا اخلاق احسان ہے۔اس لیے ان صفات کو اپنانا انسان کے لیے بے شمار فوائد کے حصول کا باعث ہے ان صفات کے بغیر اچھے اخلاق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

چند مزید اچھے اخلاق:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساتواں اخلاق نیکی کرنا ہے۔ جو بھی نیکی کرنے کا موقع ملے اسے اولین فرصت میں اپنایئے۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے ہر نیکی اہمیت کی حامل ہوتی ہے قیامت کے دن تمام نیکیاں حاضر ہوں گی۔

حساب کتاب ہوگا۔ ہر نیکی کی اہمیت معلوم ہوگی۔ کیونکہ جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی اسے اللہ تعالیٰ کی رضا والے مقام جنت میں جگہ عطا ہوگی اور جس کی نیکیاں کم اور گناہ زیادہ ہوں گے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا ہاں اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر کرم ہو جائے تو الگ معاملہ۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ؕ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَاهِیَهْ ؕ نَارٌ حَامِیَةٌ ۠ (پ۳۰ سورۃ القارعہ ۶ تا ۱۱)

ترجمہ کنز الایمان شریف: تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔ اور تو نے کیا جانا۔ کیا نیچا دکھانے والی ایک آگ شعلے مارتی۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۠ (پ۳۰ سورۃ زلزال ۶ تا ۸)

ترجمہ کنز الایمان شریف: اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

فائدہ:

اس لیے ہمہ وقت نیکیوں میں مشغول رہنا چاہیے۔ ہمہ وقت نیکیوں میں مصروف رہنے والا انسان ہی کامیاب ہوتا ہے اور ہمہ قسم کے نقصان سے محفوظ رہتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۠ (پ۳۰ سورۃ العصر)

ترجمہ کنزالایمان شریف: اس زمانہ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ (پ۳۰ سورۃ البینہ)

ترجمہ کنز الایمان شریف:

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں۔ نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔ بے شک جتنے کافر ہیں۔ کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔ ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

فائدہ:

یاد رکھیے جتنے بھی اچھے اخلاق ہیں۔ اگر انسان ایمان کی دولت سے مالا مال ہے تو اس کے اچھے اخلاق اور اچھے اعمال اسے فائدہ پہنچائیں گے اور اگر ایمان کی دولت سے محروم ہے تو ایسے شخص کو نہ اچھے اخلاق کا فائدہ ہوگا اور نہ ہی اس کی نیکیاں اس کے کام آئیں گی۔

☆......☆......☆

جلیل القدر اصحاب کے اوصاف کا تذکرہ

(۱) وَمُحْتَرِسٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ خَوْفَ زَلَّةٍ ... تَكُوْنُ عَلَيْهِ حُجَّةٌ هِيَ مَاهِيَا

(۲) فَقَلَّسَ بُرْدَيْهِ وَاَفْضٰى بِقَلْبِهٖ ... اِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى فَنَالَ الْاَمَانِيَا

(۳) وَجَانَبَ اَسْبَابَ السَّفَاهَةِ وَالْخَنَا ... عَفَافًا وَّ تَنْزِيْهًا فَاَصْبَحَ مَالِيَا

(۴) وَصَانَ عَنِ الْفَحْشَآءِ نَفْسًا كَرِيْمَةً — اَبَتْ هِمَّةً اِلَّا الْعُلٰى وَالْمَعَالِيَا

(۵) تَرَاهُ اِذَا مَا طَاشَ ذُوالْجَهْلِ وَالصبا — حَلِيْمًا وَّ قُوْرًا صَآئِنَ النَّفْسِ هَادِيًا

(۶) لَهٗ حِلْمٌ هَلْ فِيْ صَرَامَةِ حَازِمٍ — وَفِى الْعَيْنِ اِنْ اَبْصَرْتَ اَبْصَرْتَ سَاهِيًا

(۷) يَرُوْقُ صَفَآءُ الْمَآءِ مِنْهُ بِوَجْهِهٖ — فَاَصْبَحَ مِنْهُ الْمَآءُ فِى الْوَجْهِ صَافِيًا

(۸) صَبُوْرًا عَلٰى رَيْبِ الزَّمَانِ وَصَرْفِهٖ — كَتُوْمًا لِاَسْرَارِ الضَّمِيْرِ مُدَارِيًا

(۹) لَهٗ هِمَّةٌ تَعْلُوْا عَلٰى كُلِّ هِمَّةٍ — كَمَا قَدْ عَلَا الْبَدْرُ النُّجُوْمَ الدَّرَارِيَا

(۱۰) وَمِنْ فَضْلِهٖ يَرْعٰى ذِمَامًا لِّجَارِهٖ — وَيَحْفَظُ مِنْهُ الْعَهْدَ اِذْ ظَلَّ رَاعِيًا

☆محترس: بچانے والے۔☆زِلّۃ: لغزش۔☆حُجَّۃٌ: حجت، دلیل، برھان، بحث، تکرار، جھگڑا۔☆بُردَیہ: دونوں لباس۔☆بِر: نیکی۔☆السفاھۃ: حماقت، بےوقوفی، کمینہ پن، رذالت۔☆عفا: عفت، پرہیزگاری، عصمت، پارسائی، پاک دامنی۔☆صَانَ: بچایا۔☆فحشاء: بےحیائی۔☆نفساً کریمۃ: شریف نفس۔☆العلٰے: بلند۔☆المعالیا: اعلیٰ بلندیاں، اونچائیاں۔☆طَاشَ: غصے میں آجاتا ہے۔☆الصبا: بچہ۔☆حلیماً: بردبار، متحمل مزاج، نرم، ملائم۔☆وقوراً: صاحب وقار، وقاروالا، قدرومنزلت والا، صاحب جل وجلال۔☆صائن النفس: نفس کی حفاظت کرنے والا۔☆ھادیا: ھادی، رہنما، رہبر۔☆عین: نظر، آنکھ۔☆سَاھیاً: غافل۔☆ریب الزمان: زمانے کے شکوک وشبہات۔☆صرفہ: اس کی گردشوں۔☆کتولاً لاسرار: رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا، راز چھپانے والا۔☆البدر: چودھویں رات کا چاند۔☆نجوم: ستارے۔☆فضلہ: اس کی فضیلت، اس کی بزرگی۔☆یَرعٰی: رعایت کرتا ہے، پاس کرتا ہے خیال کرتا ہے لحاظ رکھتا ہے۔☆جارہٖ: اپنے پڑوسی۔☆یحفظ: حفاظت کرتا ہے۔☆ولَغَنا: بیہودہ بکواس کیا۔

مطلب:

(۱) بےشمار نفس کو بچانے والے لغزش کے خوف سے جو کہ ان پہ دلیل بنی رہتی ہے جب تک وہ لغزش میں ملوث ہے۔

(۲) دونوں لباس پہن کر اور اپنا دل نیکی اور پرہیزگاری تک پہنچا کر کامیاب ہو گئے۔

(۳) گندی گفتگو اور بےوقوفی کے اسباب سے بچا عفت و پاکیزگی کے خیال سے مطمئن ہو گیا۔

(۴) اپنا شریف نفس بےحیائی کے امور سے حفاظت میں رکھا ہمت کے باعث صرف اور صرف بلند اور اعلیٰ بہترین اور اچھے اچھے امور اپنائے۔

(۵) جب کوئی جاہل اور بچہ غصے میں بپھر جائے تو تم انہیں حلیم، صاحب وقار، نفس کی حفاظت کرنے والا اور ہادی پاتے ہو۔

(۶) واسطے اس کے ادھیڑ عمروں جیسا حلم اور عقلمند جیسی بہادری کے ساتھ۔ بظاہر ظاہری آنکھوں سے اگر انہیں دیکھو گے تو وہ غافل معلوم ہوں گے۔

(۷) اس کے چہرے کی صفائی اور رونق پسندیدہ معلوم ہوتی ہے۔ جس کا چہرہ پر رونق ہے۔
(۸) زمانے کی گردشوں اور حادثات پر صبر کرنے والا، دل کے راز پوشیدہ رکھنے والا اور خاطر تواضع کرنے والا ہے۔
(۹) تمام کی ہمتوں سے سب سے اعلیٰ ہمت اس میں ہے۔ جیسے تحقیق چودھویں رات کا چاند تمام چمکتے ستاروں سے اعلیٰ ہوتا ہے۔
(۱۰) اس کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ ہمسایوں سے کیے ہوئے وعدے کا خیال رکھتا ہے اور جب وہ محافظ ہوتا ہے اس کے عہد کی محافظت کرتا ہے۔



فقر کی فضیلت

(۱) اَلنَّفْسُ تَجْزَعُ اَنْ تَكُوْنَ فَقِيْرَةً ... وَالْفَقْرُ خَيْرٌ مِّنْ غَنًى يُّطْغِيْهَا
(۲) وَغِنَى النُّفُوْسِ هُوَ الْكَفَافُ وَاِنْ اَبَتْ ... فَجَمِيْعُ مَافِي الْاَرْضِ لَا يَكْفِيْهَا

☆تجزع: گھبراتا ہے۔ ☆فقیر: فقیر محتاج۔ ☆الکفافُ: مالداری بقدر ضرورت۔ ☆لا یکفیھا: اس کے لیے کافی نہیں۔

مطلب:

(۱) نفس محتاجی سے گھبراتا ہے اس کے باوجود کہ سرکشی پیدا کرنے والے غنیٰ سے فقر بہتر ہے۔
(۲) ضرورت کے مطابق مال کا حاصل ہونا نفس کا غنیٰ ہے (ورنہ) زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ جمع ہو جائے تو پھر بھی نفس کے لیے کافی نہیں۔

فائدہ:

ان اشعار میں نفس کی ایک ایسی برائی کو بیان کیا گیا ہے کہ جس سے بچنا اکثر مشکل ہوتا ہے آپ بیان فرماتے ہیں کہ نفس محتاجی سے گھبراتا ہے کیونکہ محتاجی کے باعث نفس کو بے شمار قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنی برائی لوگوں کے سامنے بیان نہیں کر سکتا بلکہ لوگوں کا محتاج ہونے کی وجہ سے اسے وہ عزت، مقام اور شان نہیں ملتی جس کے لیے نفس متلاشی ہوتا ہے۔ حالانکہ فقر اس غنیٰ سے بہتر ہے کیونکہ اکثر نفس پرست لوگوں کا نفس ان پہ غالب ہوتا ہے جس کی وجہ سے غنیٰ حاصل ہوتا ہے وہ اکثر سرکشی میں ملوث ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی ناشکری بھی کرتے ہیں اور سرکشی بھی۔ اس لیے ایسے غنیٰ سے محتاجی اور فقر بہتر ہے کہ جس فقر اور محتاجی کے باعث رب یاد رہتا ہے۔ نفس کی مالداری یہ ہے کہ اسے ضرورت کے موافق روزی حاصل ہو جائے اور نفس کی حالت تو یہ ہو جاتی ہے کہ اگر اسے ساری دنیا کا ساز و سامان بھی دے دیا جائے تو وہ پھر بھی راضی نہ ہو بلکہ مزید کی طلب میں کوشاں ہو جائے۔



قناعت کی فضیلت

(۱) اَلْغِنٰى فِي النُّفُوْسِ وَالْفَقْرُ فِيْهَا ۔ اِنْ تَجَزَّتْ فَقَلَّ مَا يُجْزِيْهَا
(۲) عَلِّلِ النَّفْسَ بِالْقُنُوْعِ وَاِلَّا ۔ طَلَبَتْ مِنْكَ فَوْقَ مَا يَكْفِيْهَا
(۳) لَيْسَ فِيْمَا مَضٰى وَلَا فِي الَّذِيْ ۔ لَمْ يَاتِ مِنْ لَّذَّةٍ لِّمُسْتَحِلِّيْهَا
(۴) اِنَّمَا اَنْتَ طُوْلَ عُمْرِكَ مَا عُمِّرْتَ ۔ بِالسَّاعَةِ الَّتِيْ اَنْتَ فِيْهَا

☆الغنی: بے نیازی۔☆قَلَّ: تھوڑی مقدار، تھوڑی سی قلیل۔☆قنوع: قناعت، تھوڑی سی چیز کے حاصل ہونے پر بھی راضی رہنا، جو میسر آجائے اسی پہ راضی رہنا۔☆لَذَّةٍ لِّمُسْتَحِلِّيْهَا: لذت کو شیریں سمجھنے والا۔☆عُمِّرْتَ: تو جتنی بھی عمر پائے۔☆ساعة: گھڑی۔

مطلب:

(۱) نفس میں غنیٰ ہوتا ہے اور نفس میں ہی فقر۔ اگر نفس کافی سمجھ لے تو قلیل چیز بھی اس کے لیے کافی ہوتی ہے۔
(۲) قناعت کے ذریعے نفس کو خوش کیجیے۔ نہیں تو جو کچھ اس کے لیے کفایت کرنے والا ہے اس سے زیادہ مانگے گا۔
(۳) لذت شیریں سمجھنے والے کے لیے گزری ہوئی کسی چیز میں لذت نہیں اور نہ ہی اس چیز میں لذت ہے جو ابھی تک میسر نہیں آئی۔
(۴) تمہیں جتنی بھی عمر حاصل ہو جائے تم ساری زندگی جو کچھ بھی حاصل کرو گے اسی گھڑی میں یعنی اسی حال مین رہو گے جس حال میں تم ہو۔

فائدہ:

(۱) نفس میں غنیٰ بھی ہوتا ہے اور فقر بھی ہوتا ہے۔ اگر نفس غنیٰ حاصل کر لے تو اس کے لیے جو کچھ بھی میسر آجائے وہی غنیمت سمجھتا ہے۔ اسے مزید کی طلب نہیں رہتی۔ تھوڑی چیز بھی میسر آجائے تو وہ بھی اس کے لیے کافی ہوتی ہے۔ مزید کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

(۲) قناعت اختیار کرنی چاہیے اور اپنے نفس کو قناعت کی دولت سے مالا مال کیجیے۔ تاکہ نفس خوش رہے۔ قناعت سے مالا مال انسان کا نفس خوش رہتا ہے۔ اس لیے قناعت کے ذریعے اپنے نفس کو راضی کیجیے۔ اگر اسی طرح نفس خوش ہو گیا تو ٹھیک ہے۔ خوش ہو سکتا ہے ورنہ جو چیز اسے کفایت کرنے والی ہوتی ہے وہ اس سے بھی راضی نہیں ہوتا مزید اپنے کی طلب کرتا ہے مزید مانگتا ہے اس کی مزید طلب کسی مرحلہ میں بھی نہیں رکتی یہ شیطان کی آنت کی طرح بڑھتی جاتی ہے۔

(۳) جو شخص لذتوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے گزری ہوئی زندگی جتنی بھی اچھی گزری ہو اس کے لیے اس میں لذت نہیں رہتی اور نہ ہی اس چیز میں لذت رہتی ہے۔ جو چیز ابھی تک اسے حاصل نہیں ہوئی۔ وہ تو اسی چیز میں ہی لذت محسوس کرتا ہے جو حاضر

ہو جس سے فائدہ حاصل کر رہا ہو۔

(۴) تم ساری زندگی جو کچھ بھی حاصل کر لو گے اور جتنی بھی زندگی گزار لو۔ اسی گھڑی میں ہی رہو گے جس میں تم ہو۔ یعنی اسی حال میں رہو گے جس حال میں تم زندگی گزار رہے ہو۔

☆......☆......☆

بری صفات سے نفس کو بچانا

(۱) اِذَا مَاشِئْتَ اَنْ تَحْیٰی حَیٰوۃً حُلْوَۃَ الْمَحْیَا ۔۔۔ فَلَا تَحْسُدْ وَلَا تَبْخَلْ وَلَا تَحْرِصْ عَلَی الدُّنْیَا

☆مَاشِئْتَ: جو کچھ تم چاہتے ہو۔ ☆تَحْیٰی: تم زندہ رہو۔ ☆حیاہ حُلْوَۃِ: شیریں زندگی، میٹھی زندگی۔ ☆ فلاتحسد: پس تم حسد نہ کرو۔ ☆لاتبخل: بخل نہ کرو، کنجوسی نہ کرو۔ ☆لاتَحْرِص: حرص نہ کرو۔

مطلب:

(۱) اگر تم میٹھی (بہترین) زندگی گزارنا چاہتے ہو تو حسد نہ کیجیے، نہ ہی بخل اختیار کیجیے اور نہ ہی دنیا میں حرص کیجیے۔ (اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری زندگی بہترین گزرے گی)

فائدہ:

اس شعر میں حسد، بخل اور حرص کی مذمت بیان کی گئی ہے اور ان بری صفات سے بچنے کے فوائد بھی بیان کیے گئے ہیں۔ حسد، بخل اور حرص کے متعلق تفصیلات تو بیان ہو چکی ہیں۔ یہاں صرف یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں کہ ان بری صفات سے بچنے کی کوشش کیجیے۔ ان بری صفتوں سے بچنے کے لیے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ تمہاری زندگی بہترین انداز میں گزرے گی تمہیں کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ خود بھی خوش رہے گا اور دوسرے لوگ بھی تجھ سے امن میں رہنے کی وجہ سے لوگ تیرے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آئیں گے۔ تیرے آس پاس خوشیوں کی بہاریں لگی رہیں گی۔

☆......☆......☆

حرص کی مذمت

(۱) اِذَا اَظْلَمَاتُکَ اَکُفُّ الرِّجَالِ ۔۔۔ کَفَتْکَ الْقَنَاعَۃُ شِبْعًا وَّ رِیًّا

(۲) فَکُنْ رَّجُلًا رِجْلُہٗ فِی الثَّرٰی ۔۔۔ وَھَامَۃُ ھِمَّتِہٖ فِی الثُّرَیَّا

(۳) اَبِیًّا لِّنَائِلِ ذِیْ ثَرْوَۃٍ ۔۔۔ تَرَاہُ لِمَا فِیْ یَدَیْہِ اَبِیًّا

(۴) فَـاِنَّ اِرَاقَةَ مَـآءِ الْـحَيٰـوةِ دُوْنَ اِرَاقَةِ مَـآءِ الْـمَحَيَّـا

☆اَكُفُّ الرِّجَال: لوگوں کی ہتھیلیاں۔☆رِجل: پاؤں۔☆فی الثَّرٰی: تحت الثری میں زمین کے سب سے نچلے طبقے میں، پاتال میں زمین کی سب سے نچلی مٹی میں۔☆ثریا: جھمکا، سات ستارے جو پاس پاس رہتے ہیں، اس سے مطلب اخذ ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ہمت کرنے سے انسان انتہائی عروج حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، ثریا سے مراد انتہائی بلندی۔☆ ذی ثروۃ: دولت مند، مالدار۔☆مَآءِ الْحَیٰوۃ: آبِ حیات۔

مطلب:

(۱) جب تمہیں لوگوں کی ہتھیلیاں پیاس میں مبتلا کر دیں اس وقت یعنی ایسی حالت میں قناعت ہی تمہاری آسودگی اور سیرابی کے لیے کافی ہے۔

(۲) پس تمہیں ایسا انسان ہونا چاہیے کہ جس کے پاؤں تحت الثریٰ میں اور اس کی ہمت ثریا میں ہو۔ یعنی عہدے کے لحاظ سے خواہ جتنا بھی نیچے ہو مگر انسان کو بلند ہمت ہونا چاہیے؟

(۳) مالدار کے عطیے سے انکار کرنے والے کو تم دیکھتے ہو کہ ہاتھ والی چیز بھی دینے سے انکار کر دیتا ہے۔

(۴) کیونکہ عزت و آبرو ضائع کرنے سے آبِ حیات بہانا کم درجہ رکھتا ہے۔ عزت و آبرو ضائع کرنا آبِ حیات کے ضائع کرنے سے بھی زیادہ نقصان کا باعث ہے۔

شرح:

(۱) پہلے شعر میں قناعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جب لوگوں کے ہاتھوں میں موجود اشیاء دیکھ دیکھ کر ایسی چیزیں حاصل کرنے کی خواہش محسوس کرنے لگو تو تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ لوگوں کے پاس اشیاء کی وجہ سے انہیں حاصل کرنے کی تمنا نہ کرو بلکہ قناعت سے کام لیتے ہوئے ان سے توجہ ہٹا لو۔ قناعت اپنا لیجیے تمہیں بے شمار پریشانیوں، تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل ہوگی۔

(۲) پس تمہیں ایسا انسان ہونا چاہیے کہ محنت و مشقت کرنے کے لحاظ سے اپنے آپ کو سہل پسندی کا شکار نہ ہونے دے اور نہ ہی کسی صحیح اور جائز کام کو برا سمجھ، اچھا اور بہترین کام اپنا۔ کسی جائز اور شریعت مطہرہ کے مطابق کام اور محنت سے جی نہ چرا اور نہ ہی اس میں اپنی بے عزتی محسوس کر کہ میں تو کرسی پہ بیٹھے بٹھائے کام کرنے والا ہوں، لوگوں پہ حکم چلا کر روزی حاصل کرتا ہوں۔ اب محنت کرنا میری بے عزتی کا کام ہے۔ بھیڑ بکریاں اور جانوروں کے ریوڑ چرانے کو معیوب نہ سمجھ کہ انبیاء کرام کا مسنون طریقہ ہے۔ اسی طرح دیگر صحیح پیشوں کا حال تصور کر لیجیے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہوں۔

(۳) جائز ذرائع سے حاصل کردہ دولت بری نہیں بلکہ جائز ذرائع اپناتے ہوئے دولت کا حاصل ہونا برا نہیں اس لیے اس سلسلے میں ناک بھوں چڑھانا قطعاً مناسب نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللهِ

کسی ضرورت مند کو اگر کوئی دولت بطور عطیہ دے تو اس عطیہ کے لینے کو برا نہ سمجھ کیونکہ کئی ایسے لوگوں کو دیکھتے ہو کہ دیسے تو

دولت کی برائی بیان کرتے کرتے نہیں تھکتے۔ اگر دولت ایسی ہی بری چیز ہے تو جو کچھ اس کے پاس ہے وہ دینے سے کیوں انکار کرتا ہے۔ واضح ہوا کہ مطلقاً دولت بری چیز نہیں کیونکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غنی ہونے کا لقب اسی لیے ملا کہ آپ نے اسلام کی خاطر مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہمیشہ اپنی دولت خرچ کرتے رہے۔ ہاں وہ دولت بری ہے جو نہ تو دین کے مطابق کمائی جائے اور نہ ہی شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق خرچ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسی دولت سے محفوظ رکھے۔

(۴) آب حیات کی اہمیت سے کسی کو بھی انکار نہیں مگر جب موازنہ ہوئے کہ ایک طرف عزت واحترام اور آبرو ہو اور دوسری طرف آب حیات۔ یعنی آدمی یا تو اپنی عزت واحترام اور آبرو کی حفاظت کر سکے یا عزت وآبرو کو داؤ پہ لگا کر آب حیات محفوظ کر لے۔ یا آب حیات سے ہاتھ دھو بیٹھے مگر عزت وآبرو کی حفاظت کر لے جب بھی ایسے حالات سے دوچار ہو جائیں تو عزت و احترام اور آبرو ضائع کرنے سے آب حیات کم درجہ رکھتا ہے اس لیے آپ آب حیات سے درگزر کیجیے اور اپنی عزت واحترام اور آبرو کو محفوظ کر لیجیے عزت وآبرو کی حفاظت کی خاطر دھن دولت سے گریز نہ کیجیے۔ اپنی عزت وآبرو محفوظ کر لیجیے اور دھن دولت کو جانے دیجیے۔

فائدہ:

اسی سے یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اگر اپنی عزت وآبرو کے لیے پیسہ خرچ کرنا پڑے تو ناجائز ہرگز نہیں اس سلسلے میں اگر رشوت بھی دینی پڑے تو اس رشوت کا بھی اتنا گناہ نہیں ہوگا جو کسی کا حق دبانے کے سلسلے میں دی جانے والی رشوت کا ہوگا۔

رشوت کا حکم:

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفتاء کیا تو آپ نے رشوت کے سلسلے میں کیا جواب دیا ملاحظہ فرمائیے۔

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) رشوت کی تعریف کیا ہے؟

(۲) اگر کسی جائز کام میں رکاوٹ ہو اور رشوت دے کر وہ کام کروایا جائے تو کیا اس صورت میں بھی مسلمان گناہ گار ہوگا؟

(۳) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مجبوراً رشوت دیتے ہیں تو مجبوری کی کیا تعریف ہے اور کن صورتوں میں رشوت دینے والا گناہ گار نہ ہوگا؟

فائدہ:

اس سے آگے موضوع سے غیر متعلقہ سوالات ہیں لہٰذا وہ سوالات چھوڑ دیئے ہیں۔

الجواب:

(۱) رشوت کے معنی اپنے مفاد کے لیے یا کسی حق کی تلفی کے لیے رقم دے کر وہ کام کرنا ہے۔ کتاب التعریفات، باب الراء میں رشوت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

الرشوۃ مایعطی لابطال حق اولاحقاق باطل

یعنی رشوت وہ رقم ہے جو اپنے ناجائز فائدے یا دوسرے کا حق مارنے کے لیے دی جائے۔

(۲) ایک اور صورت یہ ہے کہ کسی کا حق مارا جا رہا ہے اور ظلم ہو رہا ہے رشوت کے بغیر حق ملنے کی کوئی صورت نہیں تو رشوت دینا جائز ہے یہ رشوت نہیں ہے بلکہ ظلم سے بچنے کے لیے پیسہ خرچ کرنا ہے۔ (وقار الفتاویٰ ج۳ ص۳۱۴۔۳۱۳)

رشوت کے متعلق دوسرا فتویٰ:

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

آج کل کے دور میں رشوت کی وباء عام ہو چکی ہے اور کوئی شعبہ بھی اس وباء سے پاک نہیں ہے یہاں تک کہ نوکری حاصل کرنے کے لیے بغیر رشوت کے کوئی چارہ نہیں۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص نوکری حاصل کرنے کی غرض سے بامر مجبوری رشوت دے تو اس صورت میں اس کا رشوت دینا کس حد تک درست ہے؟

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

سائل: حیات نور۔

الجواب:

ظلم سے بچنے کے لیے اگر رشوت دے دے تو رشوت دینے والا گناہگار نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا پڑتی ہے تو بھی رشوت دینے والا گناہگار نہیں مگر لینے والا بہر حال گناہگار ہے مگر ناجائز فائدہ حاصل کرنے اور دوسرے کا حق مارنے کے لیے رشوت دینا حرام ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اس ملازمت کا اہل ہے جس کے لیے کوشش کر رہا ہے اور بغیر رشوت کے وہ ملازمت نہیں ملتی تو رشوت دینے والا گنہگار نہیں۔ (وقار الفتاویٰ ج۳ ص۳۱۶۔۳۱۵)

تیسرا فتویٰ:

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

جو شخص ملازمت کا مستحق ہے اور اس عہدے کی قابلیت بھی رکھتا ہے لیکن بغیر رشوت ملازمت نہیں ملتی تو ایسی صورت میں رشوت دے کر ملازمت حاصل کرنا اور اس ملازمت سے ملنے والی تنخواہ کے جواز وعدم جواز کا کیا حکم ہے۔

(مسائل: غلام نبی قادری لانڈھی کراچی)

الجواب:

اگر واقعی یہ ملازمین اپنی ذاتی قابلیت کی بناء پر اس ادارے کی ملازمت کے اہل تھے اور اس وقت ان سے زیادہ اور کوئی قابل نہ تھے۔ اس کے باوجود ان کو اس ادارے کی ملازمت بغیر کچھ دیئے ملازمت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ تو ان کا کچھ دے کر ملازمت حاصل کرنا درست ہے اور ان کی تنخواہ بھی جائز ہوگی۔ (وقار المفتاویٰ ج۳ ص۳۱۸)

☆......☆......☆

رضا کی ہدایت

(۱) لَا تَعْتَبَنَّ عَلَى الْعِبَادِ فَإِنَّمَا — يَأْتِيكَ رِزْقُكَ حِينَ يُؤْذَنُ فِيهِ

(۲) سَبَقَ الْقَضَاءُ لِوَقْتِهِ فَكَأَنَّهُ — يَأْتِيكَ غَيْرَ الْوَقْتِ أَوْ تَأْتِيهِ

(۳) فَثِقَنْ بِمَوْلَاكَ الْكَرِيمِ فَإِنَّهُ — لِلْعَبْدِ أَرْءَفُ مِنْ أَبٍ بِبَنِيهِ

(۴) وَاشِعْ غِنَاكَ وَكُنْ لِفَقْرِكَ صَائِنًا — يُضْنِي حَشَاكَ وَأَنْتَ لَا تُبْدِيهِ

(۵) وَالْحُرُّ يَنْحَلُّ جِسْمُهُ إِعْدَامَهُ — فَكَأَنَّهُ مِنْ نَفْسِهِ يُخْفِيهِ

☆لَا تَعْتَبَنَّ: تو عتاب نہ کر۔☆يُؤْذَنُ: اسے اجازت مل جائے گی۔☆سَبَقَ الْقَضَاءُ: پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ ☆تَأْتِيهِ: تم اس کے پاس پہنچو گے۔☆فَثِقَنْ: اعتماد کر، بھروسہ کر۔☆أَرْءَفُ: زیادہ مہربان ہے۔☆صَائِنًا: حفاظت کر۔☆ حَشَاكَ: تیرے پیٹ کو۔☆يُضْنِي: لاغر کردے یہ اضناء سے بمعنی لاغر کرنا سے ہے۔

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے بندوں پہ غصہ نہ کر کیونکہ جب تیرے رزق کو اجازت مل جائے گی تو تیرا رزق خود بخود ہی تیرے پاس پہنچ جائے گا۔

(۲) تیرے رزق کے پہنچنے کے وقت کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ وہ بہترین وقت تیرے پاس پہنچے گا یا تو اس کے پاس پہنچے گا۔

(۳) پس اپنے کریم مولا رب کائنات پہ بھروسہ کر کیونکہ جتنا باپ اپنے بیٹے پہ مہربان ہوتا ہے اللہ اس سے بھی زیادہ بندے پر مہربان ہے۔

(۴) اپنا غنیٰ ظاہر کر اور اپنے فقر کی اس طرح حفاظت کر کہ فقر تیرا پیٹ کمزور کر دے مگر تو اسے ظاہر نہ کر۔ بلکہ چھپا ظاہر نہ کر۔

(۵) غربت غریب شریف انسان کا جسم کمزور کر دیتی ہے پس وہ اپنے نفس سے بھی غربت پوشیدہ رکھتا ہے۔

شرح:

(۱) اگر رزق کی کمی بیشی ہو جائے تو اوروں پہ غصے کا اظہار نہ کر۔ تیرا رزق بندوں نے تو نہیں روکا ہوا۔ رزق اللہ تعالیٰ کے فرمان کا پابند ہے۔ جب تک رزق کی کمی اللہ چاہے گا اس وقت تک رزق کی کمی رہے گی۔ اس لیے اپنے آپ پہ اور مخلوق خدا پہ رزق کی کمی کی وجہ سے غصے نہ ہوں۔ بلکہ صبر اختیار کر۔ صبر باعث اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر کے باعث خصوصی انعامات سے نوازے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کو اجازت مل جائے گی تو رزق تیرے پاس خود بخود ہی پہنچ جائے گا۔

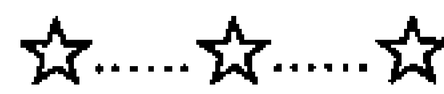
(۲) تیرے پاس کب رزق آئے گا۔ کب تیرے پاس رزق کی کمی لاحق ہوگی، کب رزق میں وسعت پیدا ہوگی۔ اس کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ انسان ابھی اس جہان فانی میں نہیں آتا کہ اس کے رزق کے متعلق فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جب رزق پہنچنے کا

وقت ہو گیا اس وقت تجھے رزق طلب کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ رزق خود بخود ہی تیرے پاس پہنچ جائے گا۔ اس لیے رزق پہنچنے کے بہترین وقت کا انتظار کر بے صبری کا مظاہرہ نہ کر۔

(۳) پس اپنے رب پہ اعتماد کر۔ مولا کریم پہ اعتماد کرنے سے ایمان کو قوت نصیب ہوگی اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پہ اتنا مہربان ہے جتنا کہ اس کا کوئی بھی قریبی مہربان نہ ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ والدین سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

(۴) لوگوں کے سامنے اپنا فقر بیان نہ کرتا پھر بلکہ اپنے فقر اور تنگدستی کو لوگوں سے بچا۔ اپنا فقر اور تنگدستی لوگوں پہ ظاہر نہ ہونے دے کیونکہ اگر لوگوں پہ تنگدستی ظاہر ہو جائے تو بندے کی عزت اور وقار نہیں رہتا۔ بندے کے وقار میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لیے لوگوں کو اپنے فقر کا علم نہ ہونے دے۔ بلکہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بجائے غناء اختیار کر۔ اس طرح تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے محفوظ رہے گا۔ اپنا فقر کسی پہ ظاہر نہ ہونے دے حتیٰ کہ فقر تیرے پیٹ کو لاغر کر دے۔ اس وقت تک غنا اختیار کیے رکھ۔ جب تک ممکن ہو سکے اپنا فقر پوشیدہ رکھ۔

(۵) شریف آدمی کے جسم کو غربت کمزور اور لاغر کر دیتی ہے۔ کیونکہ شریف آدمی اپنی ناداری لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتا بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح وہ آہستہ آہستہ کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ گویا کہ شریف آدمی اور کسی کے سامنے ناداری کیا ظاہر کرے گا وہ تو اپنے نفس سے بھی ناداری کو چھپاتا ہے۔



فانی دنیا سے نفس کو نفرت دلانے کا بیان

(۱) اَلنَّفْسُ تَبْكِىْ عَلَى الدُّنْيَا وَقَدْ عَلِمَتْ ۔۔۔ اَنَّ السَّلَامَةَ مِنْهَا تَرْكُ مَا فِيْهَا

(۲) لَا دَارَ لِلْمَرْءِ بَعْدَ الْمَوْتِ يَسْكُنُهَا ۔۔۔ اِلَّا الَّتِىْ كَانَ قَبْلَ الْمَوْتِ بَانِيْهَا

(۳) فَاِنْ بَنَاهَا بِخَيْرٍ طَابَ مَسْكَنُهَا ۔۔۔ وَاِنْ بَنَاهَا بَشَرٍّ خَابَ ثَاوِيْهَا

(۴) اَيْنَ الْمُلُوْكُ الَّتِىْ كَانَتْ مُسَلَّطَةً ۔۔۔ حَتّٰى سَقَاهَا بِكَاسِ الْمَوْتِ سَاقِيْهَا

(۵) لِكُلِّ نَفْسٍ وَّاِنْ كَانَتْ عَلٰى وَجَلٍ ۔۔۔ مِنَ الْمَنِيَّةِ اٰمَالٌ يُّقَوِّيْهَا

(۶) فَالْمَرْءُ يَبْسُطُهَا وَالدَّهْرُ يَقْبِضُهَا ۔۔۔ وَالنَّفْسُ تَنْشُرُهَا وَالْمَوْتُ يَطْوِيْهَا

(۷) اَمْوَالُنَا لِذَوِى الْمِيْرَاثِ نَجْمَعُهَا ۔۔۔ وَدُوْرُنَا لِخَرَابِ الدَّهْرِ نَبْنِيْهَا

(۸) كَمْ مِنْ مَّدَآئِنَ فِى الْاٰفَاقِ قَدْ بُنِيَتْ ۔۔۔ اَمْسَتْ خَرَابًا وَّ دَانَ الْمَوْتُ اَهْلِيْهَا

☆تبکی: روتا ہے۔ ☆لسلامة: سلامتی۔ ☆بناھا بشر: بری طرح بنایا یعنی اچھا نہیں بنایا۔ ☆خاب ثاویھا:

اس میں رہنے والا نقصان میں ہوگا۔☆ملوك: بادشاہ۔☆كانت مسلطَه: مسلط کیے گئے۔☆كَاْسِ الموت: موت کا پیالہ۔ ☆ساقي: پلانے والا۔☆منية: موت۔☆يقبض: سمیٹتا ہے۔☆تنشر: کھولتا ہے۔☆لِذَاوِي الميراث: وارثوں کے لیے۔☆تجمع: جمع کرتے ہیں، اکٹھا کرتے ہیں۔☆اَمْسَتْ خَرَاباً: خراب ہوگئے ہیں ویران ہوگئے ہیں۔

مطلب:

(۱) دنیا کی خاطر نفس روتا ہے۔حالانکہ نفس اس حقیقت سے باخبر ہے کہ دنیا ترک کرنے میں ہی اس کی سلامتی ہے۔

(۲) موت کے بعد انسان کے رہنے کے لیے کوئی گھر نہیں سوائے اس کے کہ جس کی بنیاد مرنے سے پہلے وہ قائم کر چکا۔

(۳) پس اگر اسے (دنیا میں رہتے ہوئے اعمال صالح کر کے) بہترین طریقے سے بنایا تو اس میں رہائش بہترین ہوگی او گندے طریقے سے بنایا تو اس میں رہنے والا نقصان اٹھائے گا یعنی ہمہ وقت عذاب میں مبتلا رہے گا۔

(۴) لوگوں پہ مسلط کیے گئے بادشاہ (دیکھو آج) کہاں ہیں؟ حتیٰ کہ موت کا جام پلانے والے نے انہیں موت کا جام پلا دیا۔

(۵) موت کا جام ہر ایک کے لیے ہے (کما قال اللہ تعالیٰ کل نفس ذائقة الموت) خواہ وہ اس سے ڈرے یا موت سے امیدیں وابستہ ہیں جنہیں وہ مضبوط کرتا ہے۔

(۶) پس انسان انہیں پھیلاتا ہے جبکہ زمانہ انہیں سمیٹ دیتا ہے۔نفس کھولتا ہے مگر (اس کے باوجود پھر) موت لپیٹ دیتی ہے۔

(۷) ہم اپنے مال و دولت کے لیے اکٹھے کرتے ہیں اور اپنے گھر ویرانی کے لیے نئے تعمیر کرتے ہیں۔

(۸) بے شمار شہر ملک کے مختلف اطراف میں تعمیر کیے گئے ہیں جو اجڑ گئے اور موت شہروں میں آباد لوگوں کے پاس پہنچ گئی۔

فائدہ:

دنیا و مافیہا سب کچھ فانی ہے۔یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔اس لیے فانی پہ دل نہ لگا کیونکہ فانی کسی بھی لمحے فنا ہو جائے گی اس لیے محبت کرنی ہے یا چاہت کرنی ہے تو فانی سے کیا محبت کرنی، محبت کرنی ہے اس ذات سے محبت کیجیے کہ جس کو بقاء حاصل ہے اس سے محبت کر۔اس کی محبت تجھے ساری کائنات سے بے نیاز کر دے گی۔تفصیلات کے لیے الفقیر القادری کی تصانیف (فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی) کا مطالعہ فرمائیے۔

نفس چونکہ فانی ہے اس کی محبت بھی فانی ہے۔اور جس چیز سے بھی اکثر یہ محبت کرتا ہے وہ دنیوی تمام اشیاء بھی فانی ہیں ایک نہ ایک دن فنا ہو جائیں گی۔نفس دنیا کے لیے روتا ہے حالانکہ دنیا کو بغور ملاحظہ کریں تو حقیقت آشکارا ہوتے دیر نہیں لگتی کہ دنیا کے حصول میں فائدہ نہیں بلکہ نقصان کا باعث ہے۔سلامتی دنیا کو چھوڑنے میں ہی ہے۔

نفس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے سلطان العارفین نے بیان فرمایا ہے کہ:

نفس امارہ کتڑا جانے ناز نیاز نہ دھردا ہُو　　　کیا پرواہ تنہانوں باہو جنہاں گھاڑ ولدھا گھردا ہو

مطلب:

(ایسا عارف کامل نفس امارہ کو ذلیل) کتا سمجھتا ہے (اور اس کے خواہشات کے) ناز و نیاز کو تسلیم نہیں کرتا۔اے باہو (ان

خوش نصیبوں کو) کیا پرواہ جنہوں نے اپنے گھر میں کارساز (مرشد کامل) پالیا۔

دل بازار تے منہ دروازہ سینہ شہر ڈسیندا ہُو — روح سوداگر نفس ہے راہزن جہڑا حق دا راہ مریندا ہُو
جاں توڑی ایہ نفس نہ ماریں تاں ایہہ وقت کھڑیندا ہُو — کردا ہے زایا ویلا باہو جان نوں تاک مریندا ہُو

(۱) (اے درویش) دل (بمصداق) بازار ہے (جس میں مختلف متاع معہ عرفان کے موتیوں کے موجود ہیں) (اور اس بازار کے دروازوں سے) منہ (ایک) دروازہ ہے (جس سے درخشانی ہوتی ہے اور سینہ ایک وسیع شہر ہے جس میں ایک کائنات) دکھائی دیتی ہے۔

(۲) روح اس سینہ کے شہر اور دل کے بازار میں عرفان کے موتیوں کا سوداگر ہے (لیکن اسی جسم کے اندر کا حریف) نفس (ہے جو کہ) راہزن ہے (اور اسے) راہ حق سے باز رکھتا ہے۔

(۳) (اے درویش جب تک اس نفس (راہزن) کو نہ مارا جائے اتنے تک یہ (نفس) (غفلت میں مبتلا رکھ کر) وقت کو ضائع کراتا رہتا ہے۔

(۴) اے باہو (یہ نفس بیش قیمت زندگی کا) وقت ضائع کرتا ہے اور (اسی غفلت میں) زندگی کے دروازے بند کر دیتا ہے۔(بیات ص ۳۳۸)

ضروری نفس کتے نوں قیما قیم کچیوے ہُو — نال محبت ذکر اللہ دا دم دم پیا پڑھیوے ہُو

اے درویش راہ سلوک میں یہ امر ضروری ہے کہ سگ نفس کو مکمل تہ و بالا کر کے ایسا فنا کیا اس کی تمام بدصفات کو ریزہ ریزہ (کر کے تباہ) کریں۔

(نیز) محبت (وخلوص دل) سے دائمی ذکر اسم (اللہ ایسا کیا جاوے) جو کہ ہر سانس کے ساتھ (خود بخود) پڑھا جاوے۔

ترک دنیا:

دنیا ترک کرنے میں ہی اس کی سلامتی ہے اس لیے دنیا کو ترک کر دینا چاہیے سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

مال تے جان سب خرچ کراہاں کریئے خرید فقیری ہُو — فقر کنوں رب حاصل ہووے کیوں کیجے دلگیری ہُو
دنیا کارن دین ونجاون کوڑی شیخی پیری ہو — ترک دنیاں تھیں قادری کیتی باہو شاہ میراں دی میری ہُو

(۱) (اے درویش! راہ معرفت میں) مال اور جان سے سب (کچھ) صرف کر کے (بھی) فقیری خرید کرنا چاہیے۔

(۲) (یہ سودا باعث نقصان نہیں) فقر (کے حصول سے) تو رب (تعالیٰ) کا دیدار حاصل ہوتا ہے اس لیے غم واندوہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۳) (جو نام نہاد مرشدان ناقص) حصول دنیا کے لیے (متاع) دین ضائع کر دیتے ہیں (وہ کذاب ہیں اور ان کی) جھوٹی شیخی اور پیری ہے۔

(۴) اے باہو! ترک دنیا تو (سیدنا غوث الاعظم شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ) قادری نے حاصل کی ہے (اسی لیے اقلیم معرفت میں) شاہ میراں (قدس سرہ) کی بادشاہی ہے۔

نت اساڈے کھلے کھاندی ایہا دنیا زشتی ہُو　　دنیا کارن بہہ بہہ رووِن شیخ مشائخ چشتی ہُو
جیندے اندر حب دنیاں دی بڈی انہاں دی کشتی ہُو　　ترک دنیا تھیں قادری کیتی باہو خاصا راہ بہشتی ہُو

(۱) یہی دنیائے زشت تو روزانہ ہمارے جوتے (کی مار) کھاتی ہے (اور ہماری نظروں میں ذلیل وخوار ہے)
(۲) (اسی) دنیا (کے حصول) کے لیے شیخ ومشائخ چست بیٹھ بیٹھ کر روتے ہیں۔
(۳) (اے درویش) جن (مدعیان فقر) کے اندر دنیا کی محبت ہوان کی (ایمان وایقان کی کشتی تو ڈوب گئی)
(۴) اے باہو (صرف) قادری کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے محبت ذات حاصل کر کے اور غیر اللہ سے متنفر ہو کر) دنیا کی ترک کر لی ہے جو کہ خالص راہ بہشت ہے۔

دوسرا شعر:

موت کے بعد انسان کے لیے کوئی گھر نہیں سوائے اس کے کہ جس کی بنیاد مرنے سے پہلے قائم کر چکا حدیث مبارکہ میں ہے دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی جو کچھ اس جہان فانی میں اعمال اختیار کرے گا اس کے مطابق آخرت میں جزا حاصل ہوگی یا سزا ملے گی۔ اگر اچھے اعمال اختیار کیے تو اس کی جزا ملے گی اور اگر ساری زندگی گناہوں کی دلدل میں دھنسا رہا اس کی سزا ملے گی۔ حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے کہ موت کے بعد انسان کے لیے کوئی گھر نہیں سوائے اس کے جس کی بنیاد مرنے سے پہلے قائم کر چکا یعنی جیسے اعمال کیے ویسا ہی بدلہ پائے گا۔

تیسرا شعر:

پس دنیا میں رہتے ہوئے اگر اچھے اعمال اختیار کیے تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آخرت میں رہائش بہترین حاصل ہوگی جنت حاصل ہوگی۔ بس ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل ہوتے رہیں گے اور اگر زندگی گندے طریقے سے گزاری یعنی ساری زندگی گناہوں میں مبتلا رہ کر زندگی گزاری تو ہمیشہ نقصان میں رہے گا۔ ہمہ وقت عذاب میں مبتلا رہے گا۔ قبر اور جہنم کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔ قوت برداشت سے باہر یہ عذاب انتہائی تکلیف دہ ہوگا۔

چوتھا، پانچواں شعر:

ان اشعار میں موت کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بڑے بڑے جاہ وجلال والے وہ دنیوی بادشاہ کہاں گئے کہ جن کے نام سے ہی لوگ تھرا جایا کرتے تھے۔ جو لوگوں پہ زبردستی مسلط ہوئے یا مسلط کیے گئے۔ جواب یہی ملے گا کہ وہ سبھی موت کا شکار ہو گئے۔ موت کا جام پلانے والے نے انہیں موت کا جام پلا دیا۔ اب ان کا جاہ وجلال ختم ہو گیا۔ وہ اس جہان فانی میں نہیں رہے۔ یہ موت کا جام ہر ایک کے لیے ہے۔ موت سے کسی مخلوق نے نہیں بچنا کیونکہ کل نفس ذائقۃ الموت۔ رب کائنات کا فرمان ذیشان اٹل ہے۔ جس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ موت کا جام ہر ایک کو پینا پڑے گا خواہ کوئی اس سے ڈرے یا نہ ڈرے۔ موت سے اسے امیدیں وابستہ ہوں جنہیں وہ مضبوط کرتا ہے۔ ہر ایک نے اس جہان فانی سے رخصت ضرور ہونا ہے۔

چھٹا شعر:

پس انسان اس جہان فانی میں جتنی بھی امیدیں پھیلاتا ہے کہ میں یہ کروں گا، میں وہ کروں گا۔اس طرح کروں گا۔اس طرح نہیں کروں گا۔مگر سب کچھ دھرے کا دھرارہ جاتا ہے۔جب موت آتی ہے تو سب کچھ سمیٹ کر رکھ دیتی ہے۔نفس تو کھولتا ہے قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے مگر موت سب بساط لپیٹ دیتی ہے۔

ساتواں، آٹھواں شعر:

اپنے مال وارثوں کے لیے جمع کرتے ہو۔اس میں سے تمہارے لیے وہی حصہ ہے جس سے فائدہ اٹھا کر ختم کر جاؤ گے یا اللہ کے راہ میں صرف کر جاؤ گے باقی جو کچھ بچ گیا وہ تمہارا نہیں تمہارے پچھلے ان کے حصے کر جائیں گے۔اسی طرح جو اس دنیا میں گھر بناتے ہو سب ویران ہو جائیں گے۔

اجڑے نیں محل تے سنجیاں نے گلیاں   جدوں دیاں مالکاں نے قبراں جا ملیاں
رہنا تیری یاد وچ قبر دا نشان اوئے   سدا نہیوں رہنا ایتھے کسے انساں اوئے

☆......☆......☆

حشر و نشر

(۱) وَلَوْ اِنَّـآ اِذَامِتْنَـا تُـرِكْنَـا   لَكَانَ الْمَوْتُ رَاحَةَ كُلِّ حَيٍّ
(۲) وَلٰكِنَّـآ اِذَا مِتْنَـا بُعِثْنَـا   وَنُسْاَلُ بَعْدَهٗ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ

☆مِتْنَا: ہم مرجائیں گے۔☆حی: زندہ۔☆بُعِثْنَا: ہم اٹھائے جائیں گے۔☆نُسْاَلُ: ہم سے سوال ہوگا،ہم سے پوچھا جائے گا۔

مطلب:

(۱) اگر یہ بات حقیقت ہوتی کہ فوت ہوتے ہی ہم چھوڑ دیئے جائیں گے تو ہر زندہ کے لیے موت مسرت وخوشی (کا باعث) ہوتی۔

(۲) مگر جب فوت ہوں گے تو پھر زندہ کیے جائیں گے بعد ازاں ہر شے کے متعلق ہم سے سوال پوچھا جائے گا۔(اور ہمیں ہر شے کے متعلق کیے گئے سوال کا جواب دینا پڑے گا)

فائدہ:

اگر یہ حقیقت ہوتی کہ مرنے کے بعد بندہ آزاد ہوتا اور اسے چھوڑ دیا جاتا تو مرنے کی بڑی خوشی ہوتی مگر یہاں تو معاملہ ہی علیحدہ ہے۔اس جہانی فانی سے موت کا جام پی کر چلتے بنے تو قبر کا سامنا کرنا پڑے گا۔پھر میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری، پل صراط سے گزرنا وغیرہ مختلف مراحل سے گزرنا بڑا مشکل کام ہے۔

مرنے کے بعد پھر زندگی حاصل ہوگی۔ بعدازاں ہر شے کے متعلق ہم سے پوچھا جائے گا۔ تفصیلات بیان ہو چکی ہیں۔

☆......☆......☆

آرزوئے عدم

(۱) لَيْتَ اُمِّيْ لَمْ تَلِدْنِيْ لَيْتَنِيْ كُنْتُ صَبِيًّا ۔۔۔ لَيْتَنِيْ كُنْتُ حَشِيْشًا اَكَلَتْنِي الْبُهْمُ نِيًّا

☆اُمِّيْ: میری ماں۔☆لَمْ تَلِدْنِيْ: مجھے نہ جنا ہوتا۔☆لَيْتَنِيْ: کاش میں۔☆كُنْتُ صَبِيًّا: میں بچہ ہوتا ہے۔☆حَشِيْشًا: گھاس۔☆اَكَلَتْنِيْ: مجھے کھالیتے۔☆بُهْمُ: بھائم، جانور۔

مفہوم:

کاش مجھے میری ماں نے پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ کاش میں بچہ ہوتا۔ اے کاش کہ میں گھاس ہوتا کہ جانور مجھے کچا ہی کھا جاتے۔

فائدہ:

اس شعر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خوف خدا کے متعلق بیان فرما رہے ہیں خوف خدا کے متعلق تفصیلات احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کر دی ہیں اور عربی سے ناآشنا لوگوں کو چاہیے کہ بہترین اردو ترجمہ کے سلسلے میں (انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم) کے نام سے قبلہ مجدد ملت، فیض ملت، شیخ القرآن والتفسیر، محدث بہاولپور حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ لکھا اور اسے شبیر برادرز لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا۔ احیاء العلوم شریف کا یہ ترجمہ دیگر تراجم سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں فوائد کے طور پر قبلہ فیض ملت رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ احناف کے مطابق مسائل بھی بیان کر دیئے ہیں۔ قدرے تفصیلات الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی نے اپنی تصنیف فیضان حضرت اویس قرنی نے بھی بیان کی ہیں (فیضان حضرت اویس قرنی) مشتاق بک کارنر لاہور کی طرف سے شاندار انداز میں شائع ہوئی ہے۔

خوف خدا کے متعلق صدیق اکبرؓ کا قول مبارک:

اس سلسلے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ جو شخص رو سکتا ہے اسے چاہیے کہ وہ روئے اور جو رو نہ سکے اسے رونی سی صورت ضرور بنا لینی چاہیے۔ (احیاء العلوم شریف جلد ۴ اردو ترجمہ انطاق المفہوم ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ گریہ زاری کیا کرو اور اگر گریہ زاری نہ کر سکو تو پھر رونے جیسی صورت ضرور بنا لو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اس امر کی حقیقت سمجھ لے تو اتنا چیخے، اتنا چیخ چلائے کہ اس کا دم ہی بند ہو جائے اور نماز اتنی پڑھے کہ کمر ٹوٹ جائے۔ (انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۰۷)

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک:

آپ نے فرمایا کہ: آنسوؤں سے جس کی آنکھ بھر جائے قیامت کے دن اس کے چہرے پہ غبار اور ذلت نہیں آئے گی اور اگر آنسو اس کے بہہ نکلیں تو پھر پہلے ہی قطرے سے کئی آگ کے سمندر ٹھنڈے ہو جائیں گے اگر کوئی کسی جماعت میں روئے گا تو اس سارے مجمع کو عذاب نہیں ہوگا۔ (انطاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم ج ۴)

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا قول مبارک:

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں مینڈھا ہوں اور میرے گھر والے مجھے ذبح کریں اور کھالیں اور میرا شوربا پی لیں۔ (انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۷)

حضرت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ کا قول مبارک:

حضرت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اچھا سمجھتا ہوں کہ راکھ ہو جاؤں اور میرے اجزاء ہوا میں آندھی کے دن میں متفرق کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک اور قول مبارک:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی آیت قرآن مجید سنتے تو خوف سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور پھر چند روز ان کی عیادت ہوا کرتی۔ ایک دن آپ نے ایک تنکا زمین سے اٹھا کر کہا کہ کیا خوب ہوتا جو میں ایک تنکا ہوتا۔ کاش! میں کوئی چیز مذکور نہ ہوتا کاش میں نسیاً منسیاً ہوتا، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔

آپ کے منہ پر آنسوؤں کے دو کالے خط تھے اور فرماتے تھے کہ جو کوئی اللہ (عزوجل) سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو کوئی اس سے تقویٰ کرتا ہے وہ اپنی چاہتی بات نہیں کرتا۔ اگر قیامت نہ ہوتی تو کچھ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپ نے سورۃ التکوثر پڑھی اور اس آیت پر پہنچے واذ الصحف نشرت۔ (پ ۳۰، التکویر ۱۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مبارک:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں نسیاً منسیاً ہو جاؤں۔

حضرت ذوالنورینؓ کا کا قول مبارک:

حضرت طلحہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاؤں۔

حضرت ابو ذرؓ کا قول مبارک:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ کاش! میں درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا۔

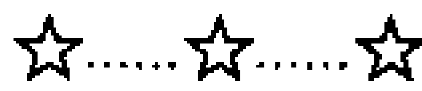
سیدنا صدیق اکبرؓ کا قول مبارک:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک پرندے کو دیکھ کر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں تجھ جیسا ہوتا اور آدمی نہ ہوتا۔

فائدہ:

یہ تمام اقوال مبارک انطاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم شریف سے نقل کیے ہیں۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم خوف خدا سے لرز جایا کریں یہ ضروری نہیں کہ بہت گناہ ہوں تو پھر خوف میں مبتلا ہوں بلکہ قلب صاف اور معرفت کامل ہوتو پھر بھی خوف چاہیے ورنہ کثرت طاعت اور گناہوں کی کمی بے خوف ہو جانے کے مقتضی نہیں بلکہ بے خوف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات کے مطیع ہوں اور بدبختی غالب اور سخت دل کی وجہ سے اپنے احوال دیکھ نہ سکتے ہوں، نہ موت کے پاس آنے سے جاگیں اور نہ کثرت گناہوں سے خوف زدہ ہوں۔ نہ خائفین کا احوال دیکھ کر عبرت پکڑیں، نہ اندیشہ خاتمہ کو دل میں جگہ دیں۔ اس صورت میں اگر خدا اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تدارک فرمادے تو اصلاح ممکن ہے اس لیے اسی بات کی اصلاح کے لیے دعا مانگتے رہنا چاہیے۔



تنگی سینہ مستحبات کا گنجینہ

(۱) وَفِی النَّفْسِ لُبَانَاتٌ   اِذَا ضَاقَ لَهَا صَدْرِیْ

(۲) نَكَتُّ الْاَرْضَ بِالْكَفِّ   وَاَبْدَیْتُ لَهَا سِرِّیْ

(۳) فَمَهْمَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ   فَذَاكَ النَّبْتُ مِنْ بَذْرِیْ

☆لبانات: ضروریات۔☆ضَاقَ: تنگ ہو جاتا ہے۔☆صدری: میرا سینہ۔☆نَكَتُّ: میں کھودتا ہوں۔☆ بالكفِّ: ہاتھ سے۔☆تنبت الارض: زمین اگائے۔☆نبت: گھاس۔

مطلب:

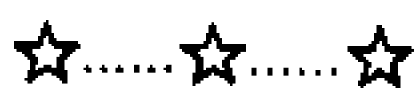
(۱) بے شمار ضروریات نفس کو لاحق ہوتی ہیں ان کی وجہ سے جب میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔ یعنی میں تنگدل ہو جاتا ہوں پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔

(۲) میں اپنے ہاتھ سے زمین کھود کر اپنا راز ظاہر کرتا ہوں۔ یعنی محنت کر کے آسانی پیدا کر لیتا ہوں۔

(۳) پس زمین جس جگہ بھی پیدا کرے سمجھ لیجیے کہ وہ گھاس میرے ہی بیج سے ہے۔

فائدہ:

نفس کو بے شمار ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں ان ضرورتوں کی وجہ سے میرا سینہ تنگی کا شکار رہتا ہے۔ کسی طرح بھی وہ ضروریات پوری ہوتی نظر نہیں آتیں تو میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔ میں اپنے ہاتھ سے زمین کھود کر یعنی محنت کر کے اپنا راز ظاہر کرتا ہوں پس زمین جہاں بھی پیدا کرے سمجھ لو کہ وہ گھاس میرے ہی بیج سے ہے۔ یعنی میرے لیے ہے۔



شکایت زمانہ

(۱) عَجَبًا لِلزَّمَانِ فِیْ حَالَتَیْہِ وَ بَلَاءٍ دُفِعْتُ مِنْہُ اِلَیْہِ

(۲) رُبَّ یَوْمٍ بَکَیْتُ مِنْہُ فَلَمَّا صِرْتُ فِیْ غَیْرِہٖ بَکَیْتُ عَلَیْہِ

☆حَالتیه: تثنیہ کا صیغہ ہے، یعنی دونوں حالتوں۔☆بَلَاء: مصیبت۔☆بَکَیْتُ: میں رویا۔☆صِرْتُ فی غیرہ: دوسرے دن میں بھی۔

مطلب:

(۱) مجھے زمانے کی دونوں حالتوں اوراس مصیبت پہ حیرت ہے زمانے کی طرف سے جس میں مبتلا کر دیا گیا ہوں۔

(۲) بے شمار ایسے دن ہیں کہ میں ان میں رویا اور جب دوسرا دن ہوا تو اس دن پر بھی رویا۔ (یعنی دوسرے دن پہلے دن سے بھی زیادہ رویا کیونکہ دوسرا دن پہلے دن سے بھی زیادہ سخت تھا)

فائدہ:

یہاں پیش آنے والے حالات کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ کہ جب تک انسان اس جہان فانی میں ہے مصیبتوں کا شکار ہوتا رہتا ہے۔

☆......☆......☆

نفس کو عبادت کے لیے تیار کرنا

(۱) یَا نَفْسُ قُوْمِیْ فَقَدْ قَامَ الْوَرٰی اِنْ یَّنَمِ النَّاسُ فَذُوالْعَرْشِ یرٰی

(۲) وَاَنْتَ یَاعَیْنُ دَعِیْ عَنِّی الْکُرٰی عِنْدَ الصَّبَاحِ یَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرٰی

☆قام الورٰی: تمام لوگ اٹھ بیٹھے ہیں۔☆اِنْ یَّنَمِ النَّاس: اگر تمام لوگ سوتے ہیں۔☆فذو العرش: پس عرش والا یعنی اللہ تعالیٰ۔☆دَعی عَنّی الْکُرٰی: خواب غفلت دور کر۔☆عِنْدَالصَّبَاح: صبح کے وقت۔☆السُّرٰی: رات بسر ہو جانے پر، رات گزر جانے پر۔

مطلب:

(۱) اے نفس اب سونے سے اٹھ پس تحقیق سبھی لوگ اٹھ بیٹھے ہیں اس لیے اب تو بھی اٹھ کھڑا ہو یعنی بیدار ہو جا۔ اگر سبھی لوگ سو جاتے ہیں تو عرش والا رب کائنات تو دیکھتا ہے۔ یعنی وہ تو نہیں سوتا۔

(۲) اے آنکھ تو خواب غفلت مجھ سے دور کر دے صبح قوم سلامتی کے ساتھ رات گزرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان

کرتی ہے اور شکر ادا کرتی ہے۔ اس لیے اے آنکھ تو بھی غفلت چھوڑ کر بیدار ہو جا۔

فائدہ:

ان اشعار میں آپ نے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اے نفس! اب تو جاگ۔ تیرا ہر وقت کا سوتے رہنا اچھا کام نہیں ہے بلکہ اب تو جاگ، جاگنے کا وقت ہے اب تو جاگ ارد گرد دیکھ بھی لوگ جاگ اٹھے ہیں۔ اس کے باوجود تو سو رہا ہے حالانکہ اگر سبھی لوگ سو جاتے ہیں تو پھر بھی تجھے بیدار ہونا چاہیے۔ کیونکہ کیا ہوا کہ لوگ تجھے نہیں دیکھیں گے۔ لوگوں کا دیکھنا کوئی ضروری تو نہیں ہے۔ کہ لوگ دیکھیں تو جاگنا ہے اور اگر لوگ نہ جاگیں تو جاگنا نہیں۔ اب جاگنے کا وقت ہو چکا ہے جاگ۔ اگر لوگ نہیں جاگے تو کیا ہوا۔ لوگوں کے دیکھنے یا نہ دیکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تیرے جاگنے کو عرش والا رب تو دیکھتا ہے۔ یہی تیرے لیے بڑا انعام ہے۔

یہاں تہجد کے لیے بیدار ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے اور تہجد پڑھ کر دوسرے اذکار میں مشغولیت بھی مراد ہو سکتی ہے۔

آپ اپنی آنکھ مبارک کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرما رہے ہیں کہ آنکھ! تو مجھ سے غفلت کا سونا دور کر دے اس کے بعد کا شعر عام سادہ سے مفہوم والا ہے۔

☆......☆......☆

آدمی کی شرافت کا ایک سبب گفتگو

(۱) مَنْ لَّمْ یَکُنْ عُنْصُرُہٗ طَیِّبًا لَمْ یَخْرُجِ الطَّیِّبُ مِنْ فِیْهِ

(۲) اَصْلُ الْفَتٰی وَلٰکِنَّہٗ مِنْ فِعْلِہٖ یُعْرَفُ مَافِیْهِ

☆عنصر: اصل، بنیاد، اصل جزو، دو چیزیں جو مرکب نہ ہوں، مفرد چیز، یہاں اصل یا اصلیت مراد ہے۔ ☆طیبا: پاک۔ ☆یخفے: مخفی، پوشیدہ۔ ☆یُعْرِفُ: پہچان ہو جاتی ہے، معلوم ہو جاتا ہے۔

مطلب:

(۱) جس کی اصلیت طیب نہیں ہو گی اس کی زبان سے طیب بات نہیں نکلتی۔ (بلکہ اس کی زبان گندی گفتگو میں شامل رہتی ہے)

(۲) انسان کی اصلیت چھپی ہوئی ہوتی ہے مگر اس کے کام سے اس کے اندر کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

فائدہ:

جس کی اصلیت طیب نہیں ہو گی اس کی زبان سے طیب بات نہیں نکلتی بلکہ گندی گفتگو اس کی زبان سے نکلتی رہتی ہے۔ دیکھیے کنویں میں جیسا پانی ہو گا وہی باہر نکلے گا۔ اندر جو کچھ ہو گا وہی زبان پہ جاری ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اندر گندہ ہو اور زبان پہ اچھی اچھی گفتگو جاری ہو جائے۔ جتنی بھی کوشش کر لے آخر کار زبان سے سچ باہر نکل ہی آتا ہے اسی طرح جس کا ضمیر بہترین ہو گا اس کی

زبان پہ ہمہ وقت اچھی گفتگو ہی جاری ہوگی۔ جس زبان سے ہمہ وقت گالی گلوچ جاری ہوا سے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اس کا وجود سراسر نقصان میں مبتلا ہے۔ انسان کی اصلیت چھپی ہوئی ہے مگر اس کی گفتار لوگوں کے سامنے واضح کر دیتی ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کردار سے لوگ اس کی حقیقت جان جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

حرص زندگی کے تابع

(۱) وَفِیْ قَبْضِ کَفِّ الطِّفْلِ عِنْدَ وَلُوْدِہٖ ‏ دَلِیْلٌ عَلٰی الْحِرْصِ الْمُرَکَّبِ فِی الْحَیِّ

(۲) وَفِیْ بَسْطِهَا عِنْدَ الْمَمَاتِ مَوَاعِظٌ ‏ اَلَا فَانْظُرُوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ بِلَاشَیْءٍ

☆قبض: بند۔☆کف الطفل: بچے کی مٹھی۔☆عندولوده: اس کی پیدائش کے وقت۔☆حرص: خواہش، تمنا، رغبت، ہوس، لالچ، طمع، یہاں پہلے معانی مراد ہیں۔☆دلیل: حجت، وجہ، ثبوت، شہادت۔☆بسطها: کھلا رہنا اس کا۔☆عندالممات: موت کے وقت۔☆افنظرونی: پس مجھے دیکھو۔☆خَرَجْتُ: میں نکل رہا ہوں، یعنی میں اس دنیا سے نکل کر جا رہا ہے، میں مر رہا ہوں۔☆خَرَجْتُ بلا شَیْءٍ: میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔

مطلب:

(۱) بچے کی مٹھی کا بند ہونا پیدا ہوتے وقت بچے کی مٹھی بند ہونی اس امر کی دلیل ہے کہ زندہ کے لیے حرص لازم ہے۔

(۲) مرتے ہوئے مٹھی کا کھلا رہنا مقام عبرت ہے کہ خبردار تم تمام مجھے دیکھ لو میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔

فائدہ:

اس شعر میں ایک ایسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جو عام پائی جاتی ہے۔ اس کا تعلق کسی خاص علاقے یا مذہب سے نہیں بلکہ ہر مذہب والے لوگ کے ہاں جب اولاد پیدا ہوتی ہے تو ہر بچے کی پیدائش کی کیفیت ایسے ہی ہوتی ہے۔ ہر علاقے اور ہر مذہب کا بچہ اس جہان فانی میں آتا ہے۔ تو اس کے آنے کی یہی کیفیت ہوتی ہے گویا وہ اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ حرص زندہ انسان کے لیے ضروری شے ہے اور موت کے وقت مٹھی کا کھلا رہنا اس حقیقت کو واضح کر رہا ہوتا ہے کہ خبردار یاد رکھیے مجھے دیکھیے جب تک میں زندہ رہا۔ دولت کی دیوی کس طرح میرے کنٹرول میں رہی۔ جونہی میری آنکھ بند ہوئی اس نے مجھ سے چہرہ پھیر لیا اب دیکھیے اس جہانِ فانی سے میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔

☆......☆......☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ

(۱) اَلَا طَرَقَ النَّاعِیْ بِلَیْلٍ فَرَاعَنِیْ ‏ وَاَرَّقَنِیْ لَمَّا اسْتَهَلَّ مُنَادِیَا

(۲) فَقُلْتُ لَهٗ لَمَّا رَاَيْتُ الَّذِىْ اَتٰى	اَغَيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَصْبَحْتَ نَاعِيًا
(۳) فَحَقَّقَ مَآ اَشْفَقْتُ مِنْهُ وَلَمْ يُبَلْ	وَكَانَ خَلِيْلِىْ عُدَّتِىْ وَجَمَالِيَا
(۴) فَوَاللّٰهِ مَآ اَنْسَاكَ اَحْمَدُ مَامَشَتْ	بِىْ الْعِيْسَ يَوْمًا وَجَاوَزْتُ وَادِيًا
(۵) وَكُنْتُ مَتٰى اَهْبِطُ مِنَ الْاَرْضِ تَلْعَةً	اَرٰى اَثَرًا قَبْلِىْ حَدِيْثًا وَّعَافِيًا
(۶) جَوَادًا تَشَظّٰى الْخَيْلُ عَنْهُ كَاَنَّمَا	يَرَوْنَ بِهٖ لَيْثًا عَلَيْهِنَّ ضَارِيًا
(۷) مِنَ الْاُسْدِ قَدْ اَحْمَى الْعَرِيْنَ مَهَابَةً	تُفَادِىْ سِبَاعُ الْاَرْضِ مِنْهُ تُفَادِيًا
(۸) شَدِيْدٌ جَرِىُّ الصَّدْرِ نَهْدٌ مُّصَدَّرٌ	هُوَاللَّيْثُ مَعْدِيًّا عَلَيْهِ وَعَادِيًا
(۹) لِيَبْكِ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَيْلٌ مُّغِيْرَةٌ	تُثِيْرُ غُبَارًا كَالضَّبَابَةِ كَابِيًا
(۱۰) لِيَبْكِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَفٌّ مُّقَدَّمٌ	اِذَا كَانَ ضَرْبُ الْهَامِ نَقْفًا تَفَالِيًا

☆النّاعی: موت کی خبر دینے والا۔☆استھدّ: زور سے پکار از ور سے آواز دی۔☆منادیًا: بلانے والا، نداد ینے والا۔☆رَاَیْتُ: میں نے دیکھ لیا مراد میں سمجھ گیا۔☆ناعیًا: خبر مرگ، خبر وصال۔☆فَحَقَّقَ: پس اس نے محقق کر دیا۔☆مَا اَنْسَاكَ: میں تجھے نہیں بھولوں گا۔☆عَافیًا: عافی، عفو سے بمعنی مٹنا، بوسیدہ ہونا، پرانے ہو جانا، یعنی پرانے نشانات۔☆الخیل: سوار۔☆مُصَدَّرٌ: سخت سینے والا مرد، سخت سینے والا آدمی۔☆معدیًا: حملہ کیا جائے۔☆عادیًا: خود حملہ کریں۔☆مغیرہ: اغارۃ سے ہے بمعنی زور سے دوڑنا۔☆کالضبابة: جیسے بادل۔☆یرون: دیکھتے مراد خیال کرتے۔☆لیثًا: شیر۔☆اسد: شیر۔☆مُقَدَّمٌ: اگلی صف والے۔

مطلب:

(۱) خبردار! موت کی خبر دینے والا رات کو میرے پاس آیا اور اس نے مجھے موت کی خبر دے کر مجھے ڈرایا بلانے والے نے جب مجھے بلایا تو مجھے جگا دیا۔

(۲) پس وہ جو خبر لایا میں نے اس حب کی حقیقت سمجھ لی اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے علاوہ کسی دوسرے کی موت کی بھی خبر لایا ہے۔

(۳) پس جب بات کا مجھے خوف لاحق تھا اسے متحقق کر دیا اور کوئی پرواہ نہ کی۔ حالانکہ آپ میرے خلیل، میرا ساز و سامان اور جمال تھے۔

(۴) پس جس تک اونٹ مجھے لے کر سفر طے کریں اور میں وادی میں سے گزرتے ہوئے گزر جاؤں گا تو پھر بھی اس وقت تک اللہ کی قسم! میں مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھول سکوں گا یعنی جب تک میں زندہ رہوں گا اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھول سکوں گا۔

(۵) جب میں کسی زمین کے ٹیلے سے اتروں گا تو میں پہلے نئے اور پرانے نشانات دیکھوں گا۔ یعنی نئے حالات اور پرانی یادوں میں کھو جایا کروں گا۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کے تصور میں کھو جانا برا کام نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا طریقہ مقدس ہے۔

(۶) آپ ایسے بہادر تھے کہ جن سے سوار دور بھاگ جاتے۔ جسے گویا کہ عام لوگ شکاری شیر سمجھتے۔

(۷) آپ اپنی ہیبت کے باعث جھاڑی کی حفاظت کرنے والے شیروں کی مانند بہادر تھے۔ زمین کے درندے بھی ان سے رہائی ڈھونڈتے تھے۔ یہاں استعارہ کے طور پر بیان فرمایا ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کون ہے محض لوگوں کو آپ کی بہادری بتانے کے لیے معلوم ہوا کہ استعارہ یا تشبیہ کا استعمال غلط نہیں اور محض اپنی ذہنی اختراع لوگوں میں رائج کرنا قطعاً مناسب نہیں۔ گدائے مدینہ یا سگِ مدینہ لکھنے لکھانے میں کوئی ہرج نہیں۔ سگِ مدینہ اکثر بزرگ علمائے کرام اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں۔ یہاں بھی محض استعارہ کی غرض سے یہ لفظ ہوتا ہے۔

(۸) آپ مضبوط دل والے، معزز اور وسیع سینہ والے وہ شیر تھے کہ ان پر حملہ کیا جائے یا وہ خود کسی پر حملہ کریں۔

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیز دوڑنے والے گھوڑے سواروں کو رونا چاہیے جو غبار بادل کی طرح بلند کرنے والے ہیں۔

(۱۰) اگلی صف میں لڑنے والوں کو آپ پہ رونا چاہیے کہ جب سر توڑنے کے لیے ایک دوسرے کے سر پہ حملہ کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

بدر و حنین کی شجاعت پہ فخر

(۱) اَنَا لِلْفَخْرِ اِلَيْهَا وَبِنَفْسِيْ اَتَّقِيْهَا ... نِعْمَةٌ مِّنْ سَامِكَ السَّبْعِ بِمَا قَدْ خَصَّنِيْهَا

(۲) لَنْ تَرٰى فِيْ حَوْمَةِ الْهَيْجَاءِ لِيْ فِيْهَا شَبِيْهًا ... وَلِيَ السَّبْقَةُ الْاِسْلَامِ طِفْلًا وَّ وَجِيْهًا

(۳) وَلِيَ الْقُرْبَةُ اِنْ قَامَ شَرِيْفٌ يَنْتَمِيْهَا ... زَقَّنِيْ بِالْعِلْمِ زَقًّا فِيْهِ صِرْتُ فَقِيْهًا

(۴) وَلِيَ الْفَخْرُ عَلَى النَّاسِ بِعِرْسِيْ وَبَنِيْهَا ... ثُمَّ فِخْرِيْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ اِذْ زَوَّجَنِيْهَا

(۵) لِيْ مَقَامَاتٌ بِبَدْرٍ حِيْنَ خَارَ النَّاسُ فِيْهَا ... وَبِاُحُدٍ وَّحُنَيْنٍ لِيْ صَوْلَاتٌ تَلِيْهَا

(۶) وَاَنَا الْحَامِلُ اللِّوَاءِ حَقًّا اَحْتَوِيْهَا ... وَاَنَا الْقَاتِلُ عَمْرًا يَوْمَ حَارَ النَّاسُ فِيْهَا

(۷) اِذَا اَضْرَمَ حَرْبًا اَحْمَدُ قَدَّمَنِيْهَا ... وَاِذَا نَادٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ نَحْوِيْ قُلْتُ اِيْهَا

(۸) وَاَنَا الْمُسْتَقِيْ كَاسًا لَذَّةُ الْاَنْفُسِ فِيْهَا ... هِبَةُ اللّٰهِ فَمَنْ مِّثْلِيْ فِي الدُّنْيَا شَبِيْهَا

☆بنفسی اَتَّقِیْھَا: میں خود اس کی حفاظت کرتا ہوں۔☆نعمة: احسان۔☆خَصَّنِیْھَا: مجھے خاص کیا گیا ہے۔☆سَامِکَ السَّبع: ساتوں آسمان بلند کرنے والا۔☆فی حومَۃِ الھجآء: میدان جنگ میں۔☆شبیھا: اس جیسا۔☆طفلاً: بچپن۔☆قربة: قرابتداری۔☆صِرْتُ فقیھًا: میں فقیہ ہوگیا۔☆عِرْسِیْ: میری اہلیہ۔☆زَوَّجَنِیْھَا: ان سے میرا نکاح کر دیا۔☆مقامات: مراد کارنامے☆حامِلُ الرَّایة: جھنڈا اٹھانے والا۔☆اضرمَ حربًا: جنگ کی آگ بھڑکائی۔☆مُسْتَقِی: میں پینا چاہتا ہوں۔☆کَاْسًا: پیالہ۔☆الذّۃُ الانفس: نفس کو لذت حاصل ہوتی ہے۔☆ھِبَۃُ اللّٰہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا عطیہ ہے، اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے۔

مطلب:

(۱) ان کے پاس پہنچنے کا مجھے فخر حاصل ہے میں خود ان کی حفاظت کرتا ہوں یہ سات آسمان بلند کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پہ ایک احسان عظیم ہے تحقیق جس کے لیے مجھے خاص کیا گیا۔

(۲) میدان جنگ میں تم میرے جیسا نہیں پاؤ گے مجھے اسلام قبول کرنے میں شرف اولیت حاصل ہے بچپن میں اور بڑی عمر میں جب انسان کی طبیعت میں رعب و دبدبہ پیدا ہو جاتا ہے دونوں حالتوں میں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں اسلام لائے تھے بچوں میں سب سے پہلے آپ کلمہ توحید پڑھا۔

(۳) اگر کوئی شریف آدمی اپنے کسی قرب کی طرف نسبت کرے تو مجھے آپ سے ایک خاص مقام قرب حاصل ہے۔ مجھے بچپن سے ہی تھوڑا تھوڑا علم سکھایا یہاں تک کہ میں بہترین فقیہ بن گیا۔

(۴) دوسرے لوگوں پہ مجھے دو بنا پر فخر حاصل ہے۔(۱) میری زوجہ محترمہ اور (۲) ان کے صاحبزادوں کی وجہ سے پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بھی فخر حاصل ہے کہ آپ نے ان (حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا) سے میرا نکاح کر دیا۔

(۵) جنگ بدر کے موقع پر جب لوگ حیران و پریشان تھے اس وقت بھی میرے بہت سے کارنامے ہیں۔ غزوہ احد اور جنگ حنین میں بے شمار حملے ہیں جو ان کے بعد میں ہوئے۔

(۶) جھنڈا اٹھانے کا زیادہ حق مجھے حاصل ہے یہ حق مجھے اس لیے بھی حاصل ہے کہ جب لوگ عمرو کے متعلق حیرانی میں مبتلا تھے اس دن میں نے ہی اسے قتل یعنی واصل جہنم کیا۔

(۷) جب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ نے جنگ کی آگ بھڑکائی تو اس میں سب سے پہلے مجھے روانہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری طرف توجہ فرماتے ہوئے مجھے پکارا تو میں نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیے۔

(۸) میں ایسا جام پینے کی تمنا رکھتا ہوں کہ جس میں دل و جان کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ عطیہ ربانی ہے کہ (اے کافرو) بتائیے (تم میں) میرے جیسا دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔

فقاہت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ایک مشہور روایت مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیثٌ غریبٌ)

میں حکمت کا محل ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

فائدہ:

یہ بھی فرمایا کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو شریک سے روایت کیا اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ صنابحی سے مروی ہے ہمیں شریک کے علاوہ کسی ثقہ راوی سے یہ معلوم نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف مناقب علی رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۵۸۳۵)

فائدہ:

یہ الفاظ مشہور ہیں۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دوسرے صحابہ کرام سے بھی آیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے یہ تخصیص کسی خاص وجہ کی بناء پر ہوگی کہ ان کے ذریعے وسیع اور علم عظیم لوگوں تک پہنچے گا جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ

تم میں سے سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔

اصل میں یہ حدیث ابوالصلت عبدالسلام ابن صالح ہروی سے مروی ہے وہ اگرچہ شیعہ ہیں لیکن سچے ہیں اور صحابہ کرام کی تعظیم میں کوتاہی نہیں کرتے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۴۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیْطَانُھَا وَعُثْمَانُ سُقُفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا...... لَا تَقُوْلُوْا فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَعَلِیٍّ اِلَّا خَیْرًا

میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی دیواریں ہیں، عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں، تم ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کے بارے میں سوائے خیر (اچھی بات) کے کچھ نہ کہو۔ (حاشیہ اشعۃ اللمعات اردو ج ۷ ص ۴۵۸)

فائدہ:

بہرحال آپ علم وفہم کے بے کراں سمندر تھے آپ عدل وانصاف کا منبع تھے۔

روایت میں ہے کہ ایک دفعہ کچھ لوگ ایک مجنون حاملہ عورت کو جناب عمر (فاروق رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں لائے اور کہا کہ اس نے زنا کیا ہے اور یہ حاملہ ہے۔

اس وقت دربار خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے پس انہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ تین شخصوں پر سے حکم اٹھالیا گیا ہے مجنوں سے جب تک کہ تندرست نہ ہوجاء، لڑکے پر سے جب تک بالغ نہ ہوجائے اور سوئے ہوئے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو۔ پس جناب عمر نے فوراً اس عورت کو چھوڑ دیا۔

(ماہنامہ لاثانی انقلاب، فیصل آباد ص ۳ ماہ ستمبر ۲۰۰۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت علیؓ کا فیصلہ فرمانا:

حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے فصول مہمہ فی معرفتہ الائمہ میں دیکھا ہے کہ دو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ایک ان میں سے کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا ہے۔ وہ شخص جھپٹا اور کہنے لگا کہ بہائم پر ضمان نہیں۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ان دونوں میں فیصلہ کردو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: دونوں بندھے ہوئے تھے یا کھلے ہوئے تھے یا ایک کھلا تھا اور دوسرا بندھا تھا۔ اس نے کہا گدھا بندھا تھا اور گائے چھٹی (ہوئی) تھی اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا: گائے والے گدھے کا ضمان ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا فیصلہ جاری رکھا۔ (نزہتہ المجالس اردو ترجمہ ج ۲ ص ۴۱۶)

عجیب و غریب بہترین فیصلہ:

حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں نے محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوالقربیٰ میں دیکھا ہے کہ دو شخص بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین تھیں پھر ان کے پاس ایک تیسرے شخص کا گزر ہوا اور اس نے دونوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور دونوں کو آٹھ درہم دے کر چلا گیا۔ پانچ روٹی والے نے کہا کہ پانچ میرے ہیں اور تین تیرے۔

اس نے کہا: نہیں بلکہ چار تیرے ہیں اور چار میرے ہیں دونوں میں اختلاف ہوا وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ لائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین روٹی والے سے فرمایا: کہ اپنے ساتھی سے لے لے۔

اس نے کہا: میں سوائے تلخ حق کے اور کچھ نہیں چاہتا۔

آپ نے ارشاد فرمایا: تیرا صرف ایک درہم اور اس کے سات کیونکہ آٹھ کے چوبیس ثلث (روٹی کے تین تین ٹکڑے تو آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوئے) جس کی پانچ روٹیاں تھیں اس کے پندرہ ثلث ہوئے اور تیرے تین روٹیوں کے نو ثلث ہوئے۔ کیونکہ تم تینوں نے برابر کھایا پس تو نے اپنے نو ثلث میں سے آٹھ ثلث کھائے اور تیرا ایک ثلث بچ رہا اور تیرے ساتھی نے اپنے پندرہ ثلث (ٹکڑوں) میں سے آٹھ ثلث کھالیے تب بھی اس کے سات ثلث بچ رہے لہٰذا مہمان نے سات ثلث تیرے ساتھی کے اور ایک ثلث تیرا کھایا۔ (نزہتہ المجالس اردو ترجمہ ج ۲ ص ۴۱۷)

ایک بچے کے متعلق جھگڑے کا فیصلہ:

آپ کے زمانہ میں ایک شخص نے دو عورتوں سے نکاح کیا اور دونوں کے ہاں تاریک رات میں بچے پیدا ہوئے۔ ایک کے ہاں لڑکا اور دوسری کے ہاں لڑکی۔ لڑکے کے لیے دونوں جھگڑا کرنے لگیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ لائیں۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنا تھوڑا تھوڑا دودھ دھوئے پھر دونوں کے دودھ کو تولا۔ جس کا دودھ بھارا نکلا اسی کو لڑکا دے دیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ آپ نے کہاں سے دریافت کیا؟

آپ نے فرمایا: خدا کے قول للذکر مثل الانثیین سے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہر شے میں حتیٰ کہ غذا میں بھی مرد کو فضیلت دی ہے۔ (نزہۃ المجالس اردو ترجمہ ج ۲ ص ۴۱۷)

☆......☆......☆

آثار شجاعت کا بیان

(۱) اَنَـا مُذْ كُنْـتُ صَبِيًّـا ثَـابِـتَ الْقَلْبِ جَرِيًّـا

(۲) اَبْـطَـلُ الْاَبْـطَـالَ قَهْرًا ثُـمَّ لَا اَفْـزَعُ شَيْـئًـا

(۳) يَـا سِبَـاعَ الْبَرِّ رِيْفِـيْ وَكُلِـىْ ذَا اللَّحْمِ نِيًّـا

☆صَبِيًّا: بچپن۔☆جَرِيًّا: بہادر، نڈر، شیر دل، دلاور، شیر مرد۔☆ابطال: بہادروں۔☆قهرًا: خفگی، غضب، غصہ، جوش، جذبہ، ولولہ، عذاب، روگ، ظلم، غضب کا، وغیرہ، مگر یہاں غلبہ مراد ہے۔☆لَا اَفْزَعُ: نہیں ڈرتا۔☆اللحم: گوشت۔

مطلب:

(۱) بچپن سے ہی میں بہادر اور ثابت قدم ہوں۔ (اس لیے میری بہادری کے متعلق شک وشبے کا شکار نہ ہو جانا)

(۲) غلبہ حاصل کر کے مدمقابل تمام بہادروں کو بیکار کر دیتا ہوں پھر میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ یعنی میرے سامنے بڑے بڑوں کی بہادریاں جواب دے جاتی ہیں۔

(۳) اے خشکی والے درندو خوب چرو، اس انسان کا کچا گوشت کھاؤ۔

☆......☆......☆

جواب حیدری

(۱) يَـآ اَيُّهَـا الْـمُبْتَغِـىْ عَلِيًّـا اِنِّـىْ اَرَاكَ جَـاهِلًا غَبِيًّـا

(۲) قَدْ كُنْتَ عَنْ لِّقَآئِهٖ غَنِيًّا هَـلُـمَّ فَـادْنُ هٰهُـنَـا اِلَـىَّ

☆مبتغی: تلاش کرنے والا۔☆اَرَاكَ: میں تجھے دیکھتا ہوں یعنی میں تجھے خیال کرتا ہوں۔☆غَبِیًّا: کند ذہن، کم عقل، کمزور حافظے والا، بے وقوف۔☆غنیًّا: بے پرواہ۔☆فَاَدْنُ: پس قریب۔

مطلب:

(۱) اے تلاش کرنے والے علی کے میں تجھے جاہل اور کند ذہن تصور کرتا ہوں۔(یعنی تو بے وقوف ہے بلکہ جاہل ہے)

(۲) تحقیق تو اس کے مقابلے سے بے فکر تھا تو اِدھر آجا اس طرف میرے نزدیک آ۔

☆......☆......☆

ایک مخالف کی تقریر

(۱) اَضْرِ بُكُمْ وَلَا اَرٰی عَلِيًّا ... اَلْبَسُدُ اَبْيَضَ مَشْرِقِيًّا

☆اَضْرِبُكُمْ: میں تم پر ضرب لگاؤں گا۔☆لَا اَرٰی: نہ دیکھو یعنی خیال نہ کرنا۔☆اَبْیَض: چمکتی ہوئی سفید۔

مطلب:

میں تجھے ضرب لگاؤں گا اور علی کو بالکل نہیں دیکھوں گا یعنی علی کا لحاظ نہیں رکھوں گا۔ان کو چمکتی مشرقی شمشیر سے ماروں گا۔

☆......☆......☆

توکلت علی اللہ کی ہدایت

(۱) وَكَمْ لِلّٰهِ مِنْ لُطْفٍ خَفِيٍّ ... يَدُقُّ خَفَاهُ عَنْ فَهْمِ الذَّكِيِّ

(۲) وَكَمْ يُسْرٍ اَتٰى مِنْ بَعْدِ عُسْرٍ ... وَفَرَّجَ كُرْبَةَ الْقَلْبِ الشَّجِيِّ

(۳) وَكَمْ اَمْرٍ تُسَاءُ بِهٖ صَبَاحًا ... وَتَاْتِيْكَ الْمَسَرَّةُ بِالْعَشِيِّ

(۴) اِذَا ضَاقَتْ بِكَ الْاَحْوَالُ يَوْمًا ... وَثِقْ بِالْوَاحِدِ الْفَرْدِ الْعَلِيِّ

(۵) تَوَسَّلْ بِالنَّبِيِّ فَكُلُّ خَطْبٍ ... يَهُوْنُ اِذَا تُوُسِّلَ بِالنَّبِيِّ

(۶) وَلَا تَجْزَعْ اِلٰى مَانَابَ خَطْبٌ ... فَكَمْ لِلّٰهِ مِنْ لُطْفٍ خَفِيٍّ

(۷) وَبِالْمَوْلَى الْعَلِيِّ اَبِیْ تُرَابٍ ... وَبِالنُّوْرِ الْبَهِيِّ الْفَاطِمِيِّ

(۸) وَبِالْاَطْهَارِ اَهْلِ الذِّكْرِ حَقًّا ... سُلَالَةَ اَحْمَدٍ وَلَدُ الْوَصِيِّ

(۹) جَرٰی قَلَمَ الْقَضَآءِ بِمَا یَکُوْنُ — فَسِیَّانِ التَّحَرُّكُ وَالسُّکُوْنُ

(۱۰) جُنُوْنٌ مِّنْكَ اِنْ تَسْعٰی لِرِزْقٍ — وَ تُرْزَقُ فِیْ عَشَاوَتِهِ الْجَنِیْنُ

☆لطف: مہربانی۔☆خفیّ: پوشیدہ۔☆قلب الشَّجِیّ: غمگین دل۔☆کربة: تکلیف۔☆فرّج: دور کیا۔☆عُسْر: سختی۔☆صَبَاحًا: صبح۔☆تُسَاءُ: تکلیف ہوتی ہے۔☆تَاْتِیْكَ: تجھے حاصل ہوتی ہے۔☆اَلْمُسَرَّۃ: خوشی۔☆عَشِیّ: شام۔☆ضَاقَتْ: تنگ کریں۔☆احوال: حالات۔☆فَثِقْ: پس تو اعتماد کر، پس تو بھروسہ کر۔☆تَوَسَّلْ: وسیلہ۔☆یَھُوْن: آسان ہوجاتا ہے۔☆تُوُسِّلَ: وسیلہ ٹھہرایا جاتا ہے۔☆لا تَجْزَعْ: نہ گھبرا۔☆خفاة: پوشیدگی۔☆لطفِ خَفِیّ: پوشیدہ مہربانیاں، چھپی ہوئی عنایات۔☆مولٰی: دوست، مالک، آقا، مولا، والی، سردار، مددگار، معاون وغیرہ۔☆ابی تراب: مراد حضرت علی، کیونکہ یہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔☆سُلَالَة: خلاصہ۔☆ولد: اولاد۔☆جرٰی: جاری ہوا۔☆فَسِیَّان: پس دونوں (حالتیں) مقرر ہوگئیں۔☆جنون: پاگل پن، سودا، ضبط، غصہ، طیش، کسی چیز کی دھن یہاں یہی آخری معنی مراد ہے۔☆تسعٰی: تو سعی کرے، تو کوشش کرے۔☆تُرْزَق: رزق دیا جاتا ہے۔☆کُرْبَة: الکرب: ج کروبٌ والکربة ج کروبٌ: رنج و مشقت (المنجد)

مطلب:

(۱) اللہ تعالیٰ کی کتنی خفیہ عنایات ہیں کہ ان کا خفیہ ہونا ان کا چھپا ہوا ہونا ذہین انسان کی فہم و فراست سے بھی زیادہ باریک ہے۔

(۲) سختی کے بعد کتنی ہی آسانیاں آئیں اور دل کے رنج و غم اور مشقت کو دور کر دیا۔ غمگینی ختم کر دی۔

(۳) بے شمار ایسے امور ہوتے ہیں جن کے باعث صبح تمہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شام کے وقت تمہیں خوشی و مسرت ہوتی ہے۔

(۴) جب کسی روز احوال تمہیں تنگی میں مبتلا کر دیں (تو یاد رکھ کہ) اللہ تعالیٰ جو یکتا اور بلند و اعلیٰ شان والا ہے اس پہ بھروسہ کر۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑ۔ اس طرح ہر مشکل معاملہ آسان ہو جائے گا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ٹھہرایا جاتا ہے تو ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔

(۶) اور جب کبھی مصیبت کے شکار ہو جاؤ تو گھبراؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بے شمار خفیہ عنایات ہیں۔

(۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ ٹھہراؤ۔ اور مولا علی جن کی کنیت ابوتراب ہے اور بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پر رونق نور کو وسیلہ ٹھہراؤ۔

(۸) اہل بیت اطہار حقیقتاً پاک و مطہر ہونا اور اہل ذکر ہونا حق ہے جو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاصہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اس لیے اہل بیت اطہار کو وسیلہ بنا۔

(۹) جو کچھ ہوتا ہے اس پہ قضا و قدر کا قلم جاری ہو گیا یعنی وہ لکھا جا چکا ہے۔ اس لیے اس جہان فانی میں جو کچھ حرکت ہوتی ہے یا جہاں کہیں جس موقع پر جس رنگ ڈھنگ یا انداز میں جیسے بھی سکون کی ہر کیفیت مقرر ہو گئی ہے۔

(۱۰) اگر تجھے یہ جنون لاحق ہو جائے گا کہ رزق حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کروں۔ (یہ تیرا جنون جنونی کیفیت ہی ہے کیونکہ) ماں کے پیٹ میں بچے کو پیٹ کی جھلی میں ہی سارا رزق دے دیا جاتا ہے۔ (اسی رزق سے ہی دنیا میں ملتا رہتا ہے) .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ:

شعر نمبر (۱) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کی بے شمار عنایات ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے شمار عنایات انتہائی خفیہ ہیں عام حالت میں ان کا ادراک نہیں ہوتا۔ بندہ پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو سمجھنے لگ جاتا ہے کہ شاید اب ان پریشانیوں سے نجات کا کوئی راستہ نہیں مگر رب کائنات جو کہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے۔ وہ مہربانی فرماتا ہے جو انتہائی مشکل کام ہوتا ہے آناً فاناً ہو جاتا ہے کیونکہ اس وحدہ لاشریک کی قدرت کاملہ کے سامنے کوئی کام مشکل نہیں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار خفیہ عنایات اور مہربانیاں ہوتی ہیں۔ جنہیں سمجھنا اور جن کی حقیقت تک پہنچنا ذہین ترین انسان کے بھی بس کا روگ نہیں رہتا۔ کوئی بھی انسان ان کی حقیقت پا نہیں سکتا۔

(۲) جب انسان سختیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو انتہائی پریشان حال بڑی کوشش کرتا ہے ان پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کی مگر ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر رب کائنات بے شمار سختیوں کے بعد آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ پریشانیاں، تکلیفیں اور مصیبتیں خود بخود ہی ٹل جاتی ہیں۔ مشکلات اور سختیوں کے بعد آسانیاں آ جاتی ہیں۔ دل کے رنج و غم سب دور ہو جاتے ہیں۔ دل کی مشقت بھی کافور ہو جاتی ہے۔ غمگینی کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ وحدہٗ لاشریک کی قدرت کاملہ کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

(۳) بے شمار ایسے امور ہوتے ہیں۔ بندہ سمجھتا ہے کہ یہ میرے لیے انتہائی مفید ہیں مگر بندہ ان کی حقیقت سے آشنا نہ ہونے کے باعث تکلیف اٹھاتا ہے۔ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شعر میں بیان فرما رہے ہیں کہ بہت سے ایسے امور ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے تمہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کچھ ہی وقت بعد شام کے وقت تمہیں خوشی و مسرت ہوتی ہے۔

(۴) جب کسی دن حالات تنگیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیں تو ایسے حالات میں بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ حالات کی تنگی میں مبتلا ہو کر وحدہٗ لاشریک کو یاد رکھ۔ کہ وہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے اس کی قدرت کاملہ سے سب تنگیاں اور مصیبتیں ختم ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عظیم ہے اس کی تمام صفات عظیم ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہر چیز اس کی محتاج ہے اللہ تعالیٰ یکتا ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں قرآن مجید میں ہے کہ:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (پ ۳۰ سورۃ الاخلاص)

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ۔ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

بہر حال اللہ تعالیٰ ہے بلند و بالا اور اعلیٰ شان والا ہے اس پہ بھروسہ کر کہ تیرے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے تیرے بگڑے کام بھی اللہ تعالیٰ بنا دے گا۔ تیری تکلیفیں اور مصیبتیں بھی اللہ تعالیٰ ٹال دے گا۔ اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کرنے والے ہمیشہ خوشحال رہتے ہیں۔

(۵) اگر حالات نہایت سخت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کر کہ وہ تمام مصیبتیں ٹال سکتا ہے نیز وحدہٗ لاشریک کے محبوب مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ بارگاہ حق میں پیش کر ان شاء اللہ تعالیٰ تیری تمام مشکلات اور مصیبتیں ٹل جائیں گی۔

بس آپ کے وسیلہ جلیلہ پیش کرنے کی دیر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب کسی دن احوال تجھے نہایت تنگیوں میں مبتلا کر دیں تو اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کرنا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑ۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے سے ہر مشکل معاملہ آسان ہو جائے گا، ہر مصیبت ٹل جائے گی۔ ہر تکلیف دور ہو جائے گی، ہر بیماری سے شفا حاصل ہو گی۔ مختصر یہ کہ تیرے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں رہے گی کیونکہ جب نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے تو ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ ہر مشکل آسانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

دیکھیے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ مبارک معلوم نہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے بارگاہ حق میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔

دیکھیے جب حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ حق میں دعا کی۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ:

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

ترجمہ کنز الایمان شریف: پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے سب سے پہلے یہی روایت نقل بیان فرمائی ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ؟

اے اللہ! میں تجھ سے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیا تو مجھے معاف نہیں فرمائے گا؟

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اور پوچھا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہے؟

آدم علیہ السلام نے عرض کی: تیرا اسم بڑا بابرکت ہے جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں نے اپنا سر عرش کی طرف اٹھایا تو اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا پس مجھے معلوم ہو گیا کہ اس ذات سے معزز تیری بارگاہ میں اور کوئی نہیں ہے۔ جس کا نام تو

نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے آدم تیری اولاد سے آخری نبی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (تفسیر درمنثور اردو ترجمہ جلد اول ص ۱۶۰)

فائدہ:

جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کو حضور کے وسیلہ سے شرف قبولیت سے نوازا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ محبوب کے امتیوں کی دعاؤں کو بھی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ مبارک سے شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔ محبوب کے وسیلہ سے تکلیفوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔ گناہوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کی حقیقت:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے دیوبند مکتبہ فکر کے مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ زلّۃ کے معنی عربی زبان میں لغزش کے ہیں ازلال کے معنی کسی کو لغزش دینا معنی یہ ہیں کہ شیطان نے آدم وحواء کو لغزش دے دی قرآن کے یہ الفاظ صاف اس کا اظہار کر رہے ہیں کہ حضرت آدم وحوا کی یہ خلاف ورزی اس طرح کی نہ تھی جو عام گنہگاروں کی طرف سے ہوا کرتی ہے بلکہ شیطانی تلبیس سے کسی دھوکہ فریب میں مبتلا ہو کر ایسے اقدام کی نوبت آ گئی کہ جب اقدام کو ممنوع قرار دیا تھا اس کا پھل وغیرہ کھا بیٹھے عَنْكَ میں لفظ عن بمعنی سبب ہے یعنی اس درخت کے سبب و ذریعہ سے شیطان نے آدم وحواء کو لغزش میں مبتلا کر دیا۔

شیطان نے قسمیں کھا کر متاثر کیا:

یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ جب شیطان کو سجدے سے انکار کی بناء پر پہلے ہی مردود کر کے جنت سے نکال دیا گیا تھا تو یہ آدم وحواء کو بہکانے کے لیے جنت میں کیسے پہنچا؟

جواب:

اس کا بے غبار جواب یہ ہے کہ شیطان کے بہکانے اور وہاں تک پہنچنے کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر ملاقات کے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور یہ بھی ممکن ہے کہ شیطان جنات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنات کو بہت ایسے تصرفات پر قدرت دی ہے جو عام طور پر انسان نہیں کر سکتے۔ ان کو مختلف شکلوں میں متشکل ہو جانے کی بھی قدرت دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اپنی قوت جنیہ کے ذریعہ مسمریزم کی صورت میں آدم وحواء کے ذہن کو متاثر کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی دوسری شکل میں مثلاً سانپ وغیرہ کی شکل میں متشکل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا ہو اور شاید یہی سبب ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اس کی دشمنی کی طرف دھیان نہ رہا۔ قرآن مجید کی آیت فَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (۲۱:۷) سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے صرف وسوسہ اور ذہنی اثر ڈالنے سے کام نہ لیا بلکہ آدم وحواء سے زبانی گفتگو کر کے اور قسمیں کھا کر متاثر کیا۔

(تفسیر معارف القرآن ج اول ص ۱۹۳۔۱۹۲)

عصمت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کسی خاص درخت کے کھانے سے منع فرمایا گیا تھا اور اس پر متنبہ کر دیا گیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گناہ میں مبتلا کر دے۔ اس کے باوجود آدم علیہ السلام نے اس درخت سے کھا لیا جو بظاہر گناہ ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

تحقیق:

تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت تمام گناہوں سے عقلاً اور نقلاً ثابت ہے آئمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں۔

اور بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ صغیرہ گناہ ان سے بھی سرزد ہو سکتے ہیں جمہور امت کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ (قرطبی)

انبیاء علیہم السلام مقتداء:

وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو لوگوں کا مقتدا بنا کر بھیجا جاتا ہے اگر ان سے بھی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ صادر ہو سکے تو انبیاء کے اقوال و افعال سے امن اٹھ جائے گا اور وہ قابل اعتماد نہیں رہیں گے جب انبیاء ہی پر اعتماد نہ رہے تو دین کا کہاں ٹھکانہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے بعض واقعات کی حقیقت:

البتہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں متعدد انبیاء کے متعلق ایسے واقعات مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب بھی ہوا حضرت آدم علیہ السلام کا یہ قصہ بھی اسی میں داخل ہے۔

ایسے واقعات کا حاصل باتفاق امت یہ ہے کہ کسی غلط فہمی یا خطا و نسیان کی وجہ سے ان کا صدور ہو جاتا ہے کوئی پیغمبر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے خلاف عمل نہیں کرتا غلطی اجتہادی ہوتی ہے یا خطاء و نسیان کے سبب قابل معافی ہوتی ہے جس کو اصطلاح شرع میں گناہ نہیں کہا جا سکتا اور یہ سہو و نسیان کی غلطی ان سے ایسے کاموں میں نہیں ہو سکتی جن کا تعلق تبلیغ و تعلیم اور تشریع سے ہو بلکہ ان سے ذاتی افعال اور انبیاء میں ایسا سہو و نسیان ہو سکتا ہے۔ (تفسیر بحر المحیط تفسیر معارف القرآن ج اول ص ۱۹۲۔۱۹۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ:

بہر حال حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بعض روایات کے تحت حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ جلیلہ پیش کرنے کے باعث قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا وسیلہ پیش کرنے سے اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے گناہوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔ خصوصی انعامات سے نوازتا ہے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ جلیلہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کے باعث ہر مشکل معاملہ آسان فرما دے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ جب بھی بارگاہ حق میں پیش کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام مشکلات آسان فرما دیتا ہے۔

مصیبت میں مبتلا ہونے پر گھبراؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار خفیہ عنایات ہیں کوئی نہ کوئی خفیہ عنایت فرمائے گا اور تمہاری مصیبت دور کر دے گا۔

وَبِالْمَوْلَى الْعَلِيِّ اَبِيْ تُرَابٍ وَبِالنُّوْرِ الْبَهِيِّ الْفَاطِمِيِّ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست یعنی مولیٰ علی کا وسیلہ بارگاہ حق میں پیش کر۔ وہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کہ جن کی کنیت ابوتراب ہے اور بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وسیلہ جلیلہ بارگاہ حق میں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان بزرگوں کا وسیلہ کرو۔ ان بزرگوں کے وسیلہ کے باعث اللہ تعالیٰ تمام مشکلات کو آسان فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مصیبتوں اور دکھوں سے نجات عطا پیش فرمائے گا۔

فائدہ:

اس شعر کے طرز تکلم سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ شعر بذات خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں آخری اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہیں بعد میں کسی کے شامل کیے ہیں اسی طرح آپ کے کلام میں کئی اشعار ایسے محسوس ہوتے ہیں کہ یہ آپ کے اشعار نہیں ہیں۔

اہل بیت اطہار کا حقیقتاً پاک و مطہر ہونا اور اہل ذکر ہونا حق جو مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاصہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد مبارک ہیں جو کہ وصی ہیں۔

فائدہ:

یہ شعر بھی شامل کیے گئے اشعار میں سے ہے۔
شعر نمبر ۹ اور ۱۰ کا مطلب واضح ہے۔ تقدیر کے متعلق تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

☆......☆......☆

حلیہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد الله رب العلمين والصلوٰة والسلام علی سيد الانبياء والمرسلين و
علی اله و اصحابه اجمعين امابعد
فاعوذ باللّٰہ من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

رب کائنات کا احسان عظیم ہے کہ ہمیں مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف عظیم سے نوازا۔ علاوہ ازیں حق تعالیٰ کا یہ بھی احسان ہے کہ الحمدللہ الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کو اولیائے کرام کی تعلیمات کو عام کرنے کے سلسلے میں حیات الفرید، فیضان الفرید، ملفوظات حضرت اویس قرنی فیضان حضرت اویس قرنی، حدیث مبارکہ کے متعلق مختصر اربعین، مسائل کے متعلق ناخن پالش لگانے کی مذمت کتب ورسائل لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مزید کافی عنوانات کے متعلق کام ہوا پڑا ہے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے اور قبولیت عامہ عطا فرمائے تاکہ الفقیر القادری ابواحمد اویسی کے لیے سامایہ دارین ثابت ہو۔

الحمدللہ رب العلمین کہ الفقیر القادری نے فیضان حیدری شرح دیوان حضرت علی مکمل ہوئی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کی شائع کردہ کتاب دیوان حضرت علی مترجم نظر سے گزری۔ اس کے آخر میں حلیہ شریف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا۔ جو کہ عربی میں ہے اس کے متعلق وضاحت نہیں کہ یہ کس بزرگ کا لکھا ہوا ہے اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند ملفوظات بھی بیان کیے گئے ہیں آخر میں متفرقات کے عنوان کے تحت ۱۱۱ اشعار بیان کیے گئے جس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سب کلام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہوگا اسی لیے دیوان کے آخر میں بغیر کسی قسم کی وضاحت کے درج کر دیے ہیں۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہ بھی ہوں تو پھر بھی سوچا کہ تبرکاً آخر میں درج کر دیے جائیں۔ پہلے حلیہ شریف معہ فوائد ملاحظہ فرمائیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حسن و جمال:

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حسن و جمال کو محدثین کرام، مفسرین کرام اور علمائے کرام نے اپنے اپنے دور مبارک میں تقاریر اور تحریروں میں بڑی محبت سے بیان کیا ہے حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے ضیاء النبی میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

نور مجسم، فخر آدم و بنی آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء ورسل کی طرح کسی ایک قبیلہ کی طرف اور وہ بھی محدود وقت کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے تا قیام قیامت حضور صلی اللہ علی ذات اقدس وہ آفتاب عالمتاب تھی جس کی روشنی ظاہر و باطن کو اپنے انوار سے منور کرنے والی تھی اس لیے ضروری تھا کہ حضور کی ظاہری جسمانی محاسن بھی

تمام انبیاء سابقین سے اعلیٰ و برتر ہوں کیونکہ یہ مظاہر جسم باطن کی عظمت کے گواہ ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تمام بنی نوع انسان کے لیے ہادی و مرشد بنا کر بھیجا تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باطن کو اتنی عظمتیں اور وسعتیں دی ہوں گی کہ کوئی اس کی ہمسری کا گمان نہ کر سکے۔ اسی حقیقت کو عاشق صادق حضرت شرف الدین بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں یوں بیان کیا ہے۔

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

وہی ذات ہے جو معنوی وصوری لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے پھر تمام ارواح کو پیدا کرنے والے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنانے کے لیے چن لیا۔

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محاسن اور کمالات میں شریک سے پاک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و کمال کا جوہر منقسم نہیں یعنی حسن کی تمام ادائیں حضور کی ذات میں مجتمع ہیں جہاں کہیں بھی حسن و کمال پایا جاتا ہے وہ ذات پاک مصطفوی کا فیضان ہے۔

صاحب المواہب اللدنیہ علامہ قرطبی سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَآءِ اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَجْزِنَا عَنْ ذٰلِكَ (زینی دحلان السیرۃ النبویہ جلد ۳ ص ۱۹۵)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حُسن ہمارے لیے ظاہر نہیں کیا گیا کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام حسن کے ساتھ جلوہ فرماتے تو ہماری آنکھیں اس کی دید کی طاقت نہ رکھتیں کیونکہ ہم اس بات سے عاجز ہیں کہ آفتاب محمدی کی جلوہ سامانیوں کا صحیح ادراک اور احاطہ کر سکیں۔

علامہ قرطبی رحمت عالم کے خداداد جمال و کمال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا آفتاب پوری طرح ہمارے سامنے نمایاں نہیں ہوا۔ اگر وہ پوری طرح نمایاں ہوتا تو کوئی ہستی اس کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکتی۔ آنکھیں چندھیا جاتیں، دل ہیبت زدہ ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

اس لیے مولا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکمت بالغہ سے اپنے محبوب کے حسن و جمال کو صرف اتنا ظاہر ہونے دیا جس کی لوگ تاب لا سکیں اور چشمہ فیض کے قریب پہنچ کر اپنی پیاس بجھا سکیں۔

اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ اللہ کے محبوب کے حسن و جمال کی ساری اداؤں کا احاطہ کرلے تو یہ ممکن نہیں۔

امام بوصیری فرماتے ہیں:

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ کَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَآءُ

انہوں نے صفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس طرح ہے جس طرح پانی میں ستاروں کا عکس ہے، جو ستاروں کی حقیقت کو ظاہر کرنے سے عاجز ہے۔ (ضیاء النبی جلد ۵ ص ۴۴۰-۴۳۹)

فائدہ:

دیو بند مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب۔ بھی آپ کے حلیہ مبارک کو بیان کرتے ہوئے خلاصے کی شکل میں نتیجہ یہی نکالا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے۔ نور مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے لیکن اپنی ہمت و وسعت کے موافق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا جس کا کچھ بیان یہ ہے کہ قرطبی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر نہایت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی علوم معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حُسن و جمال کی بھی امت تک تبلیغ فرمائی کہ یہ منم وخیال یار کے لیے معین و مددگار ہوتا ہے۔ نامراد عاشق جب وصال سے محروم ہوتا ہے تو محبوب کے گھر بار اور خط و خال کو یاد کر کے اپنے کو تسلی دیا کرتا ہے اور عادات و حالات ہی سے دل بہلایا کرتا ہے۔ (شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی ص ۱۱۔۱۰)

حلیہ مبارک محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) قَرَنَ الْمَلَاحَةُ طِيْنَـهُ وَالْحُسْنُ صَارَقَرِيْنُهُ

صَلَّى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆مَلَاحَة: نمکینی، سانولا پن۔ ☆طِیْنَۃُ: آپ کی سرشت مبارک، آپ کی طبیعت مبارکہ۔ ☆خُو: عادت، خلقت، پیدائش، اصل، خصلت مبارکہ، عادت مبارکہ، مزاج مبارک، خاصیت مبارکہ، خلقت مبارکہ مگر یہاں آپ کی سرشت مبارکہ مراد ہے۔ ☆حُسن: عمدگی، بھلائی، خوش نمائی، دلربائی، خوبصورتی، خوبی، جمال، رونق، جوبن، بہار وغیرہ۔ ☆صَلّٰی: رحمت ہو۔ ☆اِلٰهُنَا: ہمارے معبود کی۔

مطلب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرشت مبارکہ میں ملاحت مبارکہ ملی ہوئی ہے اور آپ میں حسن وخوبی پیوست ہے۔

(۲) صَادَ الْقُلُوْبَ جَمَالُهُ شَاعَ الْاٰفَاقَ جَلَالُهُ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆صَادَ: شکار کرلیا ہے۔ ☆قُلُوْب: قلب کی جمع بمعنی دلوں۔ ☆جَمَالُهُ: آپ کے حسن و جمال۔ ☆شَاعَ: شائع ہو گیا، مشہور ہو گیا۔ ☆آفاق: تمام عالم، تمام جہان۔ ☆جلَال: بزرگی۔

مطلب:

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و جمال نے تمام دلوں کو شکار کر لیا ہے۔ آپ کی بزرگی سارے جہان میں مشہور و معروف ہے۔ ان پہ ہمارے معبود برحق کی رحمت ہو۔

(۳) وَلْبَدْرُ يَقْصُرُ نُوْرَهٗ ۔۔۔ اِذْ مَا اسْتَبَانَ ظُهُوْرُهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

اور بدر یعنی چودھویں رات کا چاند اپنے نور میں کمی کرتا تھا یعنی چاند کا نور ماند پڑ جاتا تھا جب مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کا جلوہ جہاں آرا ظاہر ہوتا۔ ہمارے معبود برحق کی آپ پہ رحمت ہو۔

حضرت انسؓ کا بیان:

قَالَ كَانَ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ اَرَ بَعْدَهٗ وَلَا قَبْلَهٗ وَمِثْلَهٗ وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ وَفِي اُخْرٰى (مشکوٰۃ شریف باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ حدیث نمبر ۵۵۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور بھاری سر اور بھاری قدم والے تھے۔ میں نے آپ جیسا حسین نہ آپ کے بعد دیکھا اور نہ آپ سے پہلے کبھی دیکھا۔ آپ کشادہ ہتھیلی ہے۔

کیا خوب کسی شاعر نے بیان فرمایا ہے کہ:

ہرچہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا ۔۔۔ ہمہ بروجہ کمال ست کمالا مخفی

یعنی جو بھی اسباب جمال ہیں تیرا رخ انور اس سے خوب ہے تمام اعضاء کمال پر ہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

وفی روایۃ:

غالباً حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ مَارَاَيْتُ مِنْ ذِىْ لِمَّةٍ اَحْسَنَ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ شَعْرُهٗ بِالْقَصِيْرِ (مشکوٰۃ شریف باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ بحوالہ مسلم شریف)

اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے زلفوں والا سرخ جوڑا پہنے کوئی ایسا حسین نہ دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حُسن والا ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کا قول مبارک:

حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔

صِفِىْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حلیہ مبارک بیان فرمایئے۔

قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ اَرَایْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً

(دارمی شریف ومشکوٰۃ المصابیح باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاۃ حدیث نمبر ۵۵۴۳)

آپ نے بیان فرمایا کہ اے بیٹے! اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو گویا طلوع ہوتا ہوا سورج دیکھتے۔

شرح حدیث:

اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ:
یعنی اس طرح جلال ونورانیت اور حُسن وجمال کہ گویا آفتاب طلوع ہو گیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۴ص ۱۷۵)

نبی مکریم صلی اللہ علیہ وسلم چن توں وی زیادہ سوھنیے:

وَعَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ لَیْلَۃٍ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَآءُ فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ (دارمی شریف، ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۵۵۴۴)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور چاند کو دیکھنے لگا۔ آپ پر سرخ جوڑا تھا میری نظر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ حسین تھے۔

فائدہ:

اِضْحِیَا ہمزہ کے نیچے زیر، ضاد ساکن، حاء مکسور، ایسی رات جس میں چاند ہو اور بادل وگرد وغبار نہ ہو۔

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ص ۱۷۵)

یہ لذت وذوق کا اظہار ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقع میں اور تمام اہل بیت کے ہاں چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(حوالہ مذکور)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ (مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہ دیکھی گویا سورج آپ کے چہرے انور میں گردش کررہا ہے۔

آپ کے حُسن وجمال کی ایک مثال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاف شفاف حسین وخوبصورت تھے گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے آپ کے بال مبارک خمدار گھونگریالے تھے۔

(شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی ص ۲۵)

سب سے آخری صحابی رسول کا قول مبارک:

امام مسلم نے ابی طفیل عامر بن واثلہ سے روایت کیا ہے یہ عامر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے آخری صحابی تھے جنہوں نے وفات پائی آپ کی عمر مبارک سو سال تھی زندگی کے آخری دنوں میں آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آج میرے ساتھ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا موجود نہیں جس نے رخ انور کی زیارت کی ہو۔ لوگوں نے کہا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرمائیں۔

آپ نے دو لفظوں میں سمو دیا۔

كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحَ الْوَجْهِ

چہرہ مبارک روشن تھا لیکن اس میں ملاحت کی ملاوٹ تھی۔

فائدہ:

پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

جو لوگ صاحب بصیرت اور صاحب قلب سلیم تھے انہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے تاباں دیکھ کر یقین ہو جاتا تھا کہ حضور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اسی کی طرف سے یہ دنیا حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے انہوں نے رخ انور دیکھنے کے بعد نہ دلیل طلب کی اور نہ کسی معجزہ کا مطالبہ کیا۔ بہت سے ایسے واقعات بھی ہوئے کہ جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور دیکھا تو بغیر کوئی دلیل طلب کیے اور بغیر کسی معجزے کی فرمائش کیے، ان کے دل میں یقین پیدا ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں وہ اللہ کا دین ہے۔

(ضیاء النبی شریف ج ۵ ص ۴۴۴۔۴۴۳)

فائدہ:

اسی لیے مقبول عرب و عجم، خطیب ذیشان حضرت علامہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر اپنے بیانات میں بیان فرمایا کرتے تھے۔

ساڈا حج اکبری تیری دید ہو گئی — ملاقات حبیب ساڈی عید ہو گئی
تیریاں تک کے اداواں میں مرید ہو گئی — تیرا اچا اے ناواں نالے تکیں پرچھاواں
ملاقات حبیب ساڈی عید ہو گئی

(۴) مَرْبُوْعٌ قَدٍّ كَانَهٗ — وَاللّٰهُ اَعْظَمَ شَانَهٗ
صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆ مَرْبُوْعٌ: درمیانہ۔ ☆ قَدٌّ: قد مبارک۔ ☆ اَعْظَمَ: نہایت بلند۔

مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا یعنی نہ تو زیادہ لمبا اور نہ ہی حد اعتدال سے چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقام مبارک بلند کر دیا۔

(۵) لٰكِنْ يُّطَاوِلُ جَارَهٗ وَهُوَ الْمُفِيْضُ بِحَارَهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆لٰكِنْ: لیکن۔☆يُطَاوِلُ: دراز قد مبارک معلوم ہوتا۔☆جَارَهٗ: پڑوسی پاس والا۔

لیکن (اس کے باوجود) آپ اپنے قریبی (خواہ اس کا قد جتنا بھی لمبا ہوتا پھر بھی) اس سے لمبے معلوم ہوتے اور مدنی تاجدار سخاوت کا دریا جاری کرنے والے تھے۔

(۶) اِذْ مَا يُمَاشِيْهِ اَحَدْ قَدْ كَانَ يُعْلِيْهِ الصَّمَدْ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆اَحَدْ: کوئی ایک فرد۔☆قَدْ: یقیناً۔☆يُعْلِيْهِ الصَّمَد: اللہ تعالیٰ آپ کے قد مبارک کو بلند فرما دیتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب کوئی چلتا تو بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے قد مبارک کو ہمراہی کے قد سے بڑھا دیتا۔ ہمارے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت نازل ہو۔

آپ کا قد مبارک:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان مبارک کا ترجمہ کرتے ہوئے مجدد ملت، فیض ملت شیخ القرآن والتفسیر مفسر اعظم پاکستان، محدث بہاولپوری حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ انطاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم ج ۲ ص ۶۵۶ پر لکھا ہے کہ:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد رعنا نہ بہت طویل اور نہ کوتاہ تھا بلکہ جب جتنا چلتے تو لوگ میانہ قد کہتے اور باوجود اس کے اگر کوئی طویل القامت آپ کے ساتھ چلتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک اس سے اونچا معلوم ہوتا تھا اور طویل القامۃ خود کہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد ہیں۔ (انطاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم ج ۲ ص ۶۵۶)

فائدہ:

احیاء العلوم شریف کا بہترین ترجمہ فیض ملت نے کیا ہے جسے شبیر برادرز لاہور کی طرف سے شایان شان طریقہ سے شائع کیا گیا ہے اس ترجمہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہلسنّت و جماعت کی ترجمانی کا بھی حق ادا کر دیا ہے۔ اگر احیاء العلوم کا ترجمہ پڑھنا چاہیں تو یہی ترجمہ بہترین ہے۔

آپ کے قد مبارک کے متعلق حضرت علیؓ کا قول مبارک:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۵۵۴۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ ہی پست قد تھے۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے۔

دوسری حدیث مبارکہ:

وَعَنْهُ (وَعَنْ عَلِيّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ) كَانَ اِذَا وَصَفَ النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ (رواہ الترمذی ومشکوۃ شریف حدیث نمبر ۵۵۴۱)

اور انہی سے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہی کے متعلق ہے کہ جب وہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا مبارک بیان کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ آپ نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ زیادہ پست قد آپ میانہ قد تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مبارکہ:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ

(مشکوۃ شریف)

فائدہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ بالکل پست قد تھے۔
عارف باللہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے اس حصے کی شرح بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ:

اتنی درازی کہ اعتدال سے باہر ہو، اس میں قد انور کے دراز ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن اس میں یاوہ درازی نہ تھی۔
آپ کا قد انور میانہ تھا پستی کی نسبت درازی کی طرف مائل تھا اور اس میں کمال حُسن و جمال ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔
بعض روایات میں جو آیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوتے تو تمام سے بلند دکھائی دیتے اگر چہ ان میں دراز قد والے بھی ہوتے تو یہ طول قامت کی وجہ سے نہیں بلکہ عزت، رفعت عظمت اور حُسن کی وجہ سے تھا اور آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج ۷ ص ۱۲۶)

(۷) وَالْعَظْمُ كَانَ لِهَامَتِهٖ . وَالْحُسْنُ كَانَ لِقَامَتِهٖ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆وَالْعَظْمُ: اور عظمت و بزرگی۔ ☆قَامَتِهٖ: آپ کی قامت مبارکہ۔

اور آپ کے چہرہ مبارکہ سے عظمت اور بزرگی واضح طور پر ظاہر ہوتی تھی۔ آپ کی قامت مبارکہ پہ حُسن ختم تھا یعنی آپ کے وجود مبارک کے حُسن سے بڑھ کر کسی کا حُسن نہ تھا آپ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ ہمارے خدا کی آپ پر رحمت ہو۔

(۸) كَـالـلَّيْلِ سُوْدٌ شَعْرُهٗ فَـاضَ الْـعَـجَـآئِبَ بَحْرُهٗ

صَـلّـٰى عَـلَيْـهِ اِلٰهُـنَـا

☆كَـالـلَّيْلِ: رات کی مانند۔☆سُوْدٌ: سیاہ۔☆شَعْرُهٗ: آپ کے بال مبارک، آپ کے موئے مبارک۔☆فَاضَ الْعَجَائِبِ: عجیب وغریب اضافہ کیے ہوئے۔☆بَحْرُهٗ: ان کے سمندر سے بڑھ کر دریا دلی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک (موئے مبارک) سیاہ رات کی مانند سیاہ تھے۔آپ کی فیاضی اور سخاوت نے عجیب وغریب بے شمار کاموں کا اضافہ فرمایا۔ہمارے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت مبارکہ ہو۔

(۹) شَعْرُ الْمَحَبِيْبِ تَكَثَّرَ رَجُلًا مَّلِيْحًا فِي الْوَرٰى

صَـلّـٰى عَـلَيْـهِ اِلٰهُـنَّـا

☆حَبِيْـــب: یار دوست، محبوب مراد، اللہ تعالیٰ کے محبوب مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆فِي الْوَرٰى: تمام مخلوق میں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بہت زیادہ تھے خمدار اور تمام مخلوق کے بالوں سے زیادہ خوبصورت آپ کے بال مبارک تھے۔ہمارے مولا کی آپ پر رحمت مبارکہ ہو۔

(۱۰) شَعْرٌ مُّشِيْطٌ لَّا قَطَطْ سُـــوْدٌ وَّ دُوْدٌ لَّا سَبِـــطْ

صَـلّـٰى عَـلَيْـهِ اِلٰهُـنَّـا

☆قَطَطْ: پیچیدہ۔☆سُوْدٌ: سیاہ۔☆وَدُوْدٌ: دوست، محبوب، چاہنے والا، اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام مگر یہاں محبوب کریم مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے پیارے موئے مبارک مراد ہیں۔

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کاندھے مبارک سے کٹے ہوئے تھے ایک دوسرے میں الجھے ہوئے نہیں تھے۔آپ کے موئے مبارک دلوں کے لیے محبوب یعنی دلوں کو کھینچنے والے سیاہ گھونگریالے اور لمبے تھے۔ہمارے اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۱۱) اِذْمَـا يُـوَفِّـرُ جُـمَّـتَـهٗ لَيْسَـتْ تُـجَـاوِزُ شَـحْـمَـتَـهٗ

صَـلّـٰى عَـلَيْـهِ اِلٰهُـنَـا

☆اِذْ: جب، جس وقت۔☆شَحْمَتَه: نرمہ گوش مبارک۔☆جُمَّتَه: لٹکے ہوئے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (نرمہ گوش مبارک تک) لٹکے ہوئے موئے اپنے موئے مبارک کو چھوڑتے تو وہ کان کی لَو مبارک سے نیچے نہیں بڑھتے تھے۔ہمارے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

آپ کے موئے مبارک:

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے موئے (بال) مبارک عمدہ مڑے ہوئے تھے۔ نہ بالکل لٹکے ہوئے نہ بہت گھنگریالے تھے۔ جب آپ ان میں کنگھا کرتے تو جیسے ریت میں ہوا سے لہریں پڑ جاتی ہیں ویسی ہی معلوم ہوتیں۔ (سبحان اللہ)

حدیث:

مروی ہے کہ آپ کے بال شانوں سے لگتے تھے اور اکثر روایات میں ہے کہ کانوں کی لَو تک تھے اور کبھی آپ ان کو لچھے دار کر دیتے تھے ہر گوش مبارک دو لچھوں کے بیچ میں نکلا رہتا اور کبھی آپ بالوں کو کانوں کے اوپر کر دیتے تو آپ کی گردن کا کنارا چھلکتا محسوس ہوتا اور آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہیں ہوئے۔
(انطاق المفہوم اردو ترجمہ ترجمہ احیاء العلوم شریف جلد دوم ص ۶۵۶)

مسلم شریف کی روایت کرد حدیث مبارکہ:-

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ
وَكَانَ اِذَا دَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ وَاِذَا شَعِثَ رَاْسِهٖ تَبَيَّنَ وَكَانَ كَثِيْرُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ
(مسلم شریف، مشکوۃ شریف)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے اگلے حصے اور ریش مبارک کے کچھ بال سفید تھے جب آپ تیل لگاتے تو محسوس نہ ہوتا لیکن گیسو مبارک بکھر جاتے تو ظاہر ہو جاتے۔ آپ کی ریش مبارک کے بال کثیر تھے۔

فائدہ:

تیل لگانے کے بعد بال مبارک آپس میں جمع اور اکٹھے ہو جاتے تو سفید بال کم ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتے مگر جب الگ الگ ہوتے پھر سفید نظر آتے یا تیل لگانے کی وجہ سے بال مبارک چمکدار ہونے کی وجہ سے الگ دکھائی نہ دیتے آخری عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اور سر اقدس میں بیس سے زیادہ بال سفید نہ تھے بعض روایات میں اس سے بھی تعداد کم ہے۔
(اشعۃ اللمعات شریف ج ۷ ص ۱۶۲)

شیخ محقق نے حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی مقدار کیا تھی؟ اس بارے میں کچھ نہیں ملتا۔ صحابہ کرام سے داڑھی کا طویل رکھنا منقول ہے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کی ریش مبارک ان کے تمام سینہ کو ڈھانپ لیتی تھی۔

اس بارے میں سلف کا معمول مختلف ہے۔ غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ الجیلانی کے حلیہ میں ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک طویل و عریض تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ وہ مشت سے زائد نہ رکھتے

تھے۔ الغرض قبضہ سے کم جائز نہیں اور اس سے زائد کے بارے میں روایات وآثار مختلف ہیں۔
(اشعۃ اللمعات شریف اردو ترجمہ ج ۷ ص ۱۶۲)

(۱۲) قَدْ كَانَ اَزْهَرَلَوْنَهٗ وَهُوَ الْمُبَارِكُ كَوْنُهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆قَدْ: تحقیق، بے شک۔ ☆لَوْنَهٗ: آپ کا رنگ مبارک۔

تحقیق آپ کا رنگ مبارک نہایت چمکیلا، روشن اور خوبصورت تھا علاوہ ازیں آپ کا وجود مبارک سارے کا سارا ہی خیر و برکت تھا۔ ہمارے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

آپ کا رنگ مبارک:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ کا رنگ مبارک از ہر یعنی گورا چٹا تھا اور نہ آپ گندم گوں تھے اور نہ سخت سفید اور از ہر وہ سفید خالص ہے جس میں زردی اور سرخی اور کسی دوسرے کی آمیزش نہ ہو۔

اور نہ آپ کے وصف میں آپ کے چچا ابوطالب نے اس مضمون کا شعر ہے۔

وابیض یستقی الضمام لوجهه تمال لعیتامیٰ فی عصمة الارامل

ترجمہ: وہ نورانی بدن جس کے چہرہ کے صدقے بادل سیراب ہوں۔ آپ یتیموں اور بیوگان کے ماویٰ وملجا ہیں۔

فائدہ

بعض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کیا ہے کہ آپ سرخی مائل تھے۔

تطبیق:

اور اس کی تطبیق میں کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ اور ہوا میں کھلے رہتے تھے چہرہ اور گردن وہ سرخی آمیز تھے اور جو اعضاء کپڑے سے چھپے رہتے تھے وہ از ہر بے سرخی تھے۔ (انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم ج ۲ ص ۶۵۶)

شیخ عبدالحق محدث دھلوی کا قول مبارک:

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض گندمی رنگ والے نہ تھے بلکہ سرخی سفید گندمی رنگ والے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ بہت سفید تھے وہاں بھی مراد یہی ہے کہ اس میں سرخی کی آمیزش تھی عرب ایسے رنگ کو سمرہ کہتے ہیں بعض نے کہا بدن مبارک کا وہ حصہ جو لباس سے باہر رہتا مثلاً چہرۂ اقدس، گردن اور ہاتھ یہ سرخی مائل تھے اور جو لباس کے اندر رہتا وہ خالص سفید تھا لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ منقول یہ ہے کہ سورج، بارش یا دیگر اشیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر نہیں کرتیں اور آپ کا بدن اقدس جیسا کہ احادیث میں ہے روشن اور نورانی تھا۔ (اشعۃ اللمعات شریف جلد ۷ ص ۱۶۶)

(۱۳) عَظُمَتْ رُءُوْسُ عِظَامِهٖ كَبُرَتْ وُجُوْهُ مَرَامِهٖ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆عَظْمَت: بزرگ۔☆رُءُ وْ سُ: سر۔☆عِظَام: عظم کی جمع، بزرگ عظم کی بلعنی ہڈیاں، استخوان۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمبارک کی ہڈی مبارک بڑی بزرگ تھی آپ کا چہرۂ انور نہایت عظمت و بزرگی والا تھا ہمارے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا سر انور:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

قَالَ كَانَ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَالْقَدَمَیْنِ

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم بھاری سر اور بھاری قدم والے تھے۔(مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر۵۵۳۲)

فائدہ:

یہ حدیث مبارکہ بڑی طویل ہے۔بہر حال شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:
بعض روایات میں عظیم الراس ہے اس کا معنی بھی یہی ہے سر کا چھوٹا ہونا عیب اور قلت عقل کی علامت ہے لیکن سب سے بڑا ہونا بھی پسندیدہ نہیں ہر جگہ اعتدال معتبر ہے۔آپ کے اعضاء شریفہ اور فراخ مبارک نہایت ہی حسین وجمیل اور اس قدر معتدل کہ اس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں۔حسن و جمال آپ کا مثیل اور شریک ہو ہی نہیں سکتا۔

ہر چہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا   ہمہ بروجہ کمال ست لا یخفی

ترجمہ: جو بھی اسباب جمال میں تیرا رخ انور اس سے خوب ہے، تمام اعضاء کمال پر ہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔
(اشعۃ اللمعات شریف اردو ترجمہ ج ۷ ص ۱۶۷)

(۱۴) كَالْخَطِّ تَجْرِیْ شَعْرُهٗ   اَعْلٰی حُدُوْدِهٖ نَحْرُهٗ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆كَالْخَطِّ: خط مستقیم کی طرح۔☆حُدُوْدِهٖ: ان کی حد مبارکہ، ان کی حدود۔☆نَحْرُهٗ: آپ کا سینہ مبارک۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک خط مستقیم کی طرح جاری تھے اوپر کی طرف سے ان کی حد مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے سامنے تک تھی۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۱۵) اَسْفَلُ حُدُوْدِهٖ سُرَّةٌ   لِلنَّاظِرِیْنَ مَسَرَّةٌ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆اَسْفَل: نچلی طرف۔☆سُرَّةٌ: ناف مبارکہ۔☆لِلنَّاظِرِیْنَ: دیکھنے والوں کے لیے۔☆مُسَرَّةٌ: خوشی و مسرت۔
موئے مبارک کی نچلی طرف سے حد ناف مبارکہ تھی دیکھنے والوں کے لیے انہیں دیکھنا مسرت و شادمانی کا سبب تھا۔اللہ

تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مبارکہ مروی ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ آپ نہ بالکل گول چہرے والے، چہرے میں قدرے گولائی تھی رنگ سرخی کی طرح مائل تھا سیاہ آنکھوں دراز پلکوں، بھاری بھوؤں اور سینے سے ناف تک لمبی لکیر والے تھے۔

یہ حدیث مبارکہ: ترمذی شریف میں بھی ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ اس کی شرح بیان کرتے ہیں۔

(۱۶) اَلْمَنْکَبَانِ وَصَدْرُہٗ عُرِضَتْ وَرُفِعَتْ قَدْرُہٗ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆المنکبان: دونوں دوش مبارک۔☆صَدْر: سینہ، چھاتی۔☆رفعت: بلند، بلندی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دوش مبارک اور سینہ مبارک وسیع تھے اور ہر ایک کی شان اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت بلند و بالا تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۱۷) بِالشَّفْرِ زُیِّنَ صَدْرُہٗ لَا کُلُّہٗ بَلْ صَدْرُہٗ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆شَعْر: بال مبارک، موئے مبارک۔☆زُیِّن: زیب و زینت، خوبصورتی سجاوٹ۔☆صَدْر: سینہ، چھاتی۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے (بال) مبارک کے سبب سینہ مبارک سجا ہوا تھا۔ پورا سینہ مبارک نہیں بلکہ سینے مبارک کا درمیانی حصہ موئے مبارک سے سجا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۱۸) اَیْضًا ذِرَاعَاہُ بِہٖ وَالْمَنْکَبَانِ بِسِرْبِہٖ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆اَیْضًا: ویسا ہی، اسی جیسا۔☆ذِرَاعَاہُ: آپ کے دونوں بازو مبارک۔☆مَنْکَبَان: دونوں کان مبارک۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بازو مبارک بھی آپ کے موئے مبارک (بال مبارک) کی وجہ سے سجے ہوئے تھے۔ اسی طرح آپ کے دونوں کان مبارک بھی موئے مبارک سے بہترین مناسب انداز سے سجے ہوئے تھے۔ آپ پہ ہمارے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

تیری دو آنکھیں جو سیاہ ہیں اور ان میں سرمہ نہیں لگا بہت سے ایسے لوگوں کا گھر (سہارا) ہیں جو سیاہ کار ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

حضرت سماک بن حرب، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ضَلِیْعُ الْفَمِ اَشْکَلَ الْعَیْنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ دہن تھے آنکھیں سرخ ڈوروں والی۔

فائدہ:

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں کشادہ اور حسین اور ان کی سیاہی خوب گہری اور آپ کی آنکھوں میں گویا سرخی کا اختلاط تھا۔ پلکیں طویل اور کثرت سے تھی کہ قریب ملنے کے ہوگئی تھیں۔

(انطاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم شریف ج ۲ ص ۶۵۶)

چشمانِ مازاغ کی شان کا بیان قرآن میں:

رب کائنات نے مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارکہ کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (سورۃ النجم: ۱۷ پ ۲۷)

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ (ترجمہ کنز الایمان شریف)

فائدہ:

چشمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ طاقت مصطفیٰ طاقت حضرت موسیٰ سے زیادہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تجلی صفات دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور حضور نے رب کی ذات کو دیکھا نہ آنکھ جھپکی نہ دل گھبرایا یعنی محبوب رب کے دیدار کے طالب رہے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۴۱)

تفسیر حسینی:

تفسیر حسینی میں ہے کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ نہ پھری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ یعنی داہنے بائیں نہیں دیکھا وَمَا طَغٰی ۝ اور نہ بڑھی اس حد سے جن کو دیکھنا مقرر تھا اس آیت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ادب اور علو ہمت کی تعریف ہے کہ اس رات تمام کائنات میں سے کسی کی طرف آپ نے التفات نہیں فرمائی اور دل کی آنکھ مشاہدہ جمال الٰہی کے سوا اور کسی پر نہیں کھولی۔

(ترجمہ اردو تفسیر حسینی مسمی تفسیر قادری ج ۲ ص ۴۵۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بھی دن کی طرح دیکھتے:

ابن عدی، ابن عساکر اور دیگر محدثین ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرٰى فِي اللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے اجالے میں۔

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا، فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا سُجُوْدُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ

وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ

تم نہیں دیکھتے کہ میرا قبلہ تو ادھر ہے جس طرف میرا منہ ہوتا ہے لیکن خدا کی قسم تمہارا رکوع کرنا، سجدہ کرنا مجھ پر چھپا نہیں رہتا۔ میں تم کو پیچھے کی طرف سے دیکھتا ہوں۔ (ضیاء النبی شریف ج ۵ ص ۴۴۷ بوالہ زینی دحلان السیر ۃ النبویہ ج ۳ ص ۲۰)

مزید تفصیلات کے لیے تصانیف اہلسنت کا مطالعہ کیجیے خصوصاً ضیاء النبی شریف کا مطالعہ اس سلسلے میں نہایت مفید رہے گا۔

(۱۹) عَيْنَاهُ صَادَ قُلُوْبَنَا اَللَّحْظُ صَارَ طُلُوْبَنَا

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۲۰) كَمُلَ السَّوَادُ سَوَادُهَا لِلْحَاسِدِيْنَ حِسَادُهَا

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۲۱) اَلْعَيْنُ عَيْنٌ فِي النَّظَرْ بَلْ كَانَ عَيْنًا ذَاالْقَدَرْ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۲۲) عَيْنٌ مُّضِيٌّ مُّرْتَفِعْ عَيْنٌ مَّلِيٌّ مُّشَفِعْ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆عَيْنَاهُ: آپ کی دونوں آنکھوں۔☆صَادَ: شکار کرلیا۔☆قُلُوْبَنَا: ہمارے دلوں کو۔☆لِلْحَاسِدِيْنَ: حاسدوں کے لیے۔☆اَلْعَيْنُ: چشم مبارک۔☆فِي النَّظَرْ: دیکھنے میں۔☆ذَاالْقَدَرْ: مرتبہ ومقام والی چیز۔☆مُرْتَفِعْ: وسیع۔☆مَلِيٌّ: حسن وجمال سے بھرپور۔

مطلب:

(۱) آپ کی مبارک آنکھوں نے ہمارے قلوب کو قابو میں کرلیا ہے۔ ہماری مراد ہے آپ کا گوشہ مبارک سے ملاحظہ فرمانا۔ اللہ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۲) آپ کی مبارک آنکھوں کی مبارک پتلیوں کی سیاہی نہایت کمال درجہ کی من موہنی ہے۔ حاسدین کے لیے ان کا حسد کرنا کامل ہے۔ اللہ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۳) آپ کی مبارک آنکھیں دیکھنے کے لحاظ سے چشمہ نظر آتی ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی وہ مبارک آنکھیں بڑے

ہی بلند مقام وشان والی تھیں۔ اللہ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۴) مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک بڑی وسیع اور گزر جانے والی تھی۔ آپ کی چشم مبارک حُسن و جمال سے بھرپور اور یکساں تھی۔ اللہ کی آپ پر رحمت ہو۔

چشمان مبارک سرمگیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں میں کچھ باریکی تھی اور آپ نہ ہنستے تھے مگر مسکراہٹ سے اور جب حضور کو دیکھتا تو کہتا اَکْحَلُ الْعَیْنَیْنِ وَلَیْسَ بِاَکْحَلَ (واہ الترمذی ومشکوۃ شریف حدیث ۵۵۴۶)

فائدہ:

بلکہ قدرتی طور پر آپ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔

دو چشم تو کہ سیا ہند سرمہ نہ کردہ   بسان سرمہ سید کردہ خانہ مردم

(۲۳) اَلْعَیْنُ تَنْفَعُ فِی الثَّرٰی   عَیْنَاہُ حَسَّنَتِ الْوَرٰی
صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

(۲۴) اَلْعَیْنُ تَنْفَعُ فِی التَّمَرْ   عَیْنَاہُ یُحْیِیْ ذَا النَّظَرْ
صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

(۲۵) اَیْضًا بَیَاضُہٗ قَدْ کَمُلْ   وَالْحُسْنُ فِیْہِ مُشْتَمِلْ
صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

(۲۶) قَدْ شَاعَ فِیْھَا حُمْرَۃٌ   لِلنَّاظِرِیْنَ مَسَرَّۃٌ
صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆تَنْفَعُ: نافع۔ ☆حَسَّنَتِ الْوَرٰی: مخلوق کو خوبی عطا فرمائی۔ ☆تَمَرْ: کھجور یہاں تمر کی بجائے ثمر بھی ہوسکتا ہے، ثمر کے معنی ہیں پھل، میوہ، یہاں میوہ جات ہی مراد ہیں۔ ☆عَیْنَاہُ: آپ کی دونوں آنکھیں ☆یُحْیِیْ: زندہ کر دیتی ہے۔ ☆بَیَاضُہٗ: ان کی سفیدی۔ ☆کَمُلْ: کامل تھی۔ ☆مُشْتَمِلْ: شامل ہونے والا، شامل، شریک۔ ☆لِلنَّاظِرِیْنَ: دیکھنے والوں کے لیے۔ ☆مُسَرَّۃٌ: خوشی۔

مطلب:

(۱) پانی کا چشمہ زمین میں نفع دینے والا ہے مگر مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں نے مخلوق خدا کو خوبیوں سے

نوازا ہے۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت نازل ہو۔

(۲) پانی کا چشمہ میوہ جات کے لیے عموماً اور کھجور کے لیے خصوصاً نہایت مفید ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک عقل مندوں کو حیات جاودانی سے نواز دیتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۳) بے شک ان کی سفیدی مبارک بھی درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی اور اس میں بھی حسن و جمال شامل تھا۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۴) تحقیق اس سفیدی میں گلابی پن تھا۔جو زیارت کرنے والوں کے لیے خوشی و مسرت کا سبب تھا۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۲۷) لِلْجُوْدِ وَسَّعَ كَفُّهُ عَنْ كُلِّ بُخْلٍ كَفَّهُ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆لِلْجُوْدِ: بخشش کے لیے۔☆وَسَّعَ: کھلا، وسیع، کشادہ۔☆كَفُّهُ: آپ کا ہاتھ مبارک، مراد دایاں ہاتھ کہ جس سے آپ سخاوت فرمایا کرتے تھے۔☆بخل: لالچ، طمع، حرص، کنجوسی، تنگ دلی۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ بخشش و عطا کے سبب بڑا کشادہ تھا آپ نے اسے ہر بخل سے محفوظ رکھا۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۲۸) قَدَمَاهُ اَيْضًا وُسِّعَا فِي الْعَرْشِ لَيْلًا رُفِّعَا

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۲۹) مِنْ تَحْتِ كَانَتْ رِفْعَةٌ وَلِعَيْنِ ذَاتِهٖ رِفْعَةٌ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۳۰) اِنْ كَانَ يَمْشِيْ يَبْتَدِرْ فَكَاَنَّ صَبَبًا لَّيَحْدِرْ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆تَحْتِ: نیچے۔☆رِفْعَةٌ: بزرگی، بلندی، اعلیٰ مقام کا حصول۔☆صَبَبًا لَّيَحْدِرْ: جیسے نچلی طرف اترتے۔☆قَدَمَاهُ: آپ کے دونوں قدم مبارک۔☆وُسِّعَا: فراخی، وسعت۔☆لَيْلًا: رات، مراد عظمتوں اور فضیلتوں والی رات۔

مطلب:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک ہی فراخی وسعت دیئے ہوئے تھے۔(ان کی شان مبارک کا یہ حال ہے کہ) ایک رات (یعنی شب معراج کی رات) عرش پر بلند کیے گئے۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۲) بزرگی اور فضیلت کا حاصل کرنا محض آپ کے مبارک قدموں کے نیچے تھا یعنی آپ کی اتباع و فرمانبرداری میں ہی ہر

فضیلت شان اور بزرگی حاصل ہوتی ہے آپ اپنی ذات مقدسہ کے لحاظ سے سراپا بزرگی وفضیلت تھے۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر طے کرتے ہوئے (پیدل) چلتے تو آپ جلدی سے سفر طے کرتے۔(یوں محسوس ہوتا تھا) جیسے آپ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

قَدْ كَانَ اَبْيَضَ مُشْرَبًا وَلِعَاشِقِيْهِ مُطْرَبَا

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆لِعَاشِقِيْهِ: اپنے عشاق کے لیے۔☆مُطْرَبًا: مسرت بخش۔

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (رنگ کے لحاظ سے) سرخ وسفید تھے۔(محض سفیدی ہی سفیدی نہیں جو بھدی معلوم ہو بلکہ) عشاق کے لیے خوشی ومسرت بخشنے والا آپ کا رنگ مبارک تھا۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

بِالْوُسْعِ كَانَ جَبِيْنُهٗ فِى الْعِشْقِ كَانَ جَنِيْنُهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک وسیع تھی اور آپ کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ کے عشق میں مشغول تھا۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ لفظ عشق کا مفہوم اور لفظ عربی شعراء میں عموماً رائج تھا ضروری نہیں ہے کہ جو لفظ قرآن واحادیث میں بیان نہیں ہوا اسے استعمال نہیں کیا جا سکتا تفصیلات کے لیے ہماری تصانیف فیضان الفرید اور فیضان حضرت اویس قرنی کا مطالعہ کیجیے۔

(۳۱) كَالْقَوْسِ كَانَ حَوَاجِبُهٗ قَدْ كَانَ يَفْرَحُ خَاطِبُهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۳۲) كَانَتْ سَوَابِغَ تَنْفَصِلُ لَيْسَتْ تُقَارِنُ تَتَّصِلُ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۳۳) عِرْقٌ تَبَارَكَ شَانُهٗ فِى الْبَيْنِ كَانَ مَكَانُهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۳۴) كَانَتْ تَدِرُّ بِغَيْظِهٖ لَا فِىْ مَلَاحَةِ فَيْضِهٖ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆قَوْس: کمان۔☆یَفْرُحُ: خوش ہوجاتا۔☆خَاطِبُہٗ: آپ کا مخاطب، یعنی آپ سے کلام کرنے والا۔☆تَتَّصِلُ: ملی ہوئی، ملی جلی۔☆عِرْقٌ: رگ۔☆مَکَانُہٗ: اس کی جگہ، اس کا مقام۔☆بِغَیْظِہٖ: آپ کی غصے میں یا آپ کے غصے کے وقت۔

مطلب:

(۱) آپ کی آبرو مبارک چھوٹا پن، ترچھا پن، خمیدگی اور لمبائی کے لحاظ سے کمان کی مانند تھیں۔ آپ سے گفتگو کرنے والا مخاطب (آپ سے کلام کرکے) خوش ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۲) دونوں آبرو مبارک ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ تھیں۔ وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۳) آپ کی ایک رگ مبارک کہ جس کا مقام اور شان اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے وہ (ان) دونوں ابروؤں کے درمیان تھی اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۴) وہ رگ مبارک جب آپ کو غصہ مبارک آتا تو نہایت جنبش میں آجایا کرتی تھیں۔ جبکہ آپ کے فیض ملیح یعنی جس وقت آپ خوش وخرم ہوتے مخلوق خدا کو نوازنا چاہتے یعنی عام حالت میں وہ رگ مبارکہ نہیں تڑپتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۳۵) وَالْاَنْفَ حَسُنَتْ ذَاتُھَا ۔۔۔ اَقْنٰی اَشَمُّ صِفَاتُھَا

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

(۳۶) عِرْنِیْنُھَا قَدِارْتَفَعْ ۔۔۔ وَالسَّمْعُ مِثْلُہٗ مَاسُمِعْ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

(۳۷) یَعْلُوْہُ نُوْرٌ بِالْیَقِیْنِ ۔۔۔ لَسَبٰی قُلُوْبَ الْعَاشِقِیْنَ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆اَنْف: ناک۔☆حَسُنَتْ: خوبصورت، حُسن وخوبی۔☆صِفَتُھَا: اس کی صفتیں۔☆اِرْتَفَعْ: بلند۔☆وَالسَّمْعُ: کان۔☆مِثْلُہٗ: اس کی مثل، اس کی مانند۔☆مَاسُمِعْ: نہیں سنا گیا۔☆یَعْلُوْہُ: اس سے بلند ہوتا ہے۔☆بِالْیَقِیْنَ: یقیناً۔

مطلب:

(۱) ناک مبارک اپنی ذات کے لحاظ سے حُسن وخوبی کا شاہکار تھی۔ ناک مبارک کا باریک دراز، بلند اور ہموار ہونا اس کی صفتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۲) آپ کی ناک مبارک کی دیواریں بلند تھیں اور آپ کے مبارک کانوں جیسے (کسی کے کان) سنے نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ کی

آپ پر رحمت ہو۔

(۳) اس مبارک ناک سے یقیناً نور بلند ہوا کرتا تھا۔ البتہ وہ ناک مبارک عشاق کے قلوب کو گرفتار کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۳۸) قَدْ فَاقَ لِحَيَتُهُ اللُّحٰى   اَلْوَانُهَا نُوْرُ الدُّجٰى

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۳۹) كَثٌّ الْمُحَاسِنِ نِعْمَةٌ   وَلِكُلِّ نَفْسٍ رَّحْمَةٌ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆فَاق: فوقیت رکھتی تھی۔ ☆لِحَيَتُهُ: آپ کی داڑھی مبارک۔ ☆اَلْوَانُهَا: اس کا رنگ۔ ☆نُوْرُ الدُّجٰى: اندھیریوں اور تاریکیوں کا نور۔ ☆كَثٌّ: گاڑھا اور گھنا ہوتا۔

مطلب:

(۱) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک تمام (لوگوں کی) داڑھیوں سے زیادہ بزرگی، شان اور قدر والی ہے۔ آپ کا رنگ مبارک تمام اندھیریوں اور تاریکیوں کے لیے نور تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۲) گاڑھی اور زیادہ بالوں والی داڑھی مبارک بے شمار خوبیوں والی نعمت عظمیٰ ہے اور ہر شخص کے حق میں یہ داڑھی مبارک رحمت ہی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۴۰) قَدْ كَانَ خَدَّاهُ السَّهْلُ   وَالنُّوْرُ بِهِمَا قَدْ نَزَلْ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆قَدْ: تحقیق، یقیناً، بے شک۔ ☆خَدَّاهُ: ان کے رخسار۔ ☆السَّهْل: نرم ونازک۔ ☆نُوْر: روشنی، تجلی، اجالا، چمک، رونق، روپ، کلام پاک کی ایک صورت کا نام، صوفیوں کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام۔ ☆نَزَلْ: اترتی تھی۔

تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رخسار مبارک نرم تھے ان سے نور ظاہر ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۴۱) كَمَلُ الْمَحَاسِنُ فِيْ فِمِهْ   مَلَاءَ الْوَرٰى بِمَكَارِمِهْ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

(۴۲) فِيْ فِيْهِ كَانَتْ وُسْعَةٌ   فِيْ كُلِّ لَفْظِهٖ نِعْمَةٌ

صَلّٰى عَلَيْهِ اِلٰهُنَا

☆كَمَلُ الْمَحَاسِنُ: تمام خوبیاں کامل تھیں۔ ☆مَلَاءَ الْوَرٰى: مخلوق کو پُر کر دیا۔ ☆بِمَكَارِمِ: اچھے اوصاف و اخلاق، بزرگیاں، خوبیاں، محاسن، قابل تعریف کام، نوازشیں، مہربانیاں۔ ☆كُلِّ لَفْظِهٖ: آپ کا ہر سخن، ہر گفتگو، ہر کلام

مطلب:

(۱) آپ کے دہان (منہ) مبارک میں تمام خوبیاں حد کمال تک پہنچی ہوئی تھیں اپنے بہترین اور باکمال اخلاق اور خوبیوں سے مخلوق خدا کو بھر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہان (منہ) مبارک میں اعتدال کے ساتھ فراخی تھی یعنی نہ حد اعتدال سے کم اور نہ ہی حد اعتدال سے زیادہ وسعت۔ ہر بات میں آپ کا دہان مبارک سبحان اللہ عظیم نعمت تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۴۳) اَسْنَانُهٗ قَدِ انْفَرَجْ وَالنُّوْرُ فِيْهَا امْتَزَجْ

صَلّٰى عَلَيْهِ الْهُنَا

☆اَسنان: دانت مبارک (جمع)۔ ☆اِنْفَرَجْ: کشادہ۔ ☆اِمْتَزَجْ: بھرا ہوا تھا۔

تحقیق آپ کے دندان مبارک کشادہ اور فراخ تھے اور ان مبارک دانتوں میں نور بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۴۴) فَاقَ الْخَلَآئِقَ جِيْدُهٗ فِي الْحُسْنِ كَانَ مَزِيْدُهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ الْهُنَا

(۴۵) كَانَتْ صَفَآءً كَفِضَّةٍ فِيْهَا قَلَآئِدُ عِزَّةٍ

صَلّٰى عَلَيْهِ الْهُنَا

☆خَلَآئِقِ: خلق کی جمع مخلوقات۔ ☆صَفَآءَ: صفائی۔ ☆كَفِضَّةٍ: نقرہ یعنی چاندی کی مانند۔ ☆قَلَآئِدُ: گلوبند، گلے کا پٹا۔

مطلب:

(۱) لوگوں کی گردنوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک بلند و بالا تھی ان سے حُسن سے بھی آپ کی گردن مبارک بہت عمدہ و اعلیٰ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۲) صفائی ستھرائی کے لحاظ سے آپ کی گردن مبارکہ چاندی کی مانند تھی اس گردن مبارکہ میں عزت و حرمت کے گلوبند (قلادے مبارک) تھے آپ پر ہمارے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔

(۴۶) قَدْ اُحْكِمَتْ اَعْضَآءُهٗ قَدْ اُتْلِفَتْ اَعْدَآءُهٗ

صَلّٰى عَلَيْهِ الْهُنَا

☆اُحْكِمَتْ: محکم کیے گئے، مضبوط کیے گئے۔ ☆اَعْضَآءُ: عضو کی جمع، جسم کے حصے، بدن کے اعضاء، ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ ☆اُتْلِفَتْ: ہلاک کیے گئے۔ ☆اَعْدَآء: عدو کی جمع دشمن، مخالف۔

تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارک مضبوط اور مستحکم بنائے گئے تھے نیز تحقیق آپ کے دشمن تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۴۷) اَلْمَآءُ یَنْبَعُ عَنْهُمَا قَدْ کَانَ وَطْئُهٗ مَرْحَمَا

صَلّٰی عَلَیْهِ اِلٰهُنَا

(۴۸) وَالْمَشْیُ کَانَ تَکَفِّیًا لِلْحُسْنِ کَانَ مَوَفِّیًا

صَلّٰی عَلَیْهِ اِلٰهُنَا

☆اَلْمَآء: پانی۔☆یَنْبَعُ: جاری ہوتا ہے۔☆مرحما: مہربان۔☆مُوَفِّیًا: پورا کرنے والی۔

مطلب:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں سے پانی چشمے کی طرح جاری ہوتا تھا اور آپ کی رفتار مبارکہ بالکل ہی مہربانی ہی مہربانی تھی۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک تیزی اور پھرتی سے تھی وہ رفتار مبارک حُسن وخوبی (کے تمام تقاضے) پورے کرنے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت ہو۔

(۴۹) قَدْ طَالَ زَنْدُ حَبِیْبِنَا مِنْهُ صَلَاحُ قُلُوْبِنَا

صَلّٰی عَلَیْهِ اِلٰهُنَا

☆طَالَ: دراز، لمبے۔☆حَبِیْبُنَا: ہمارا دوست، ہمارا پیارا محبوب۔☆صَلَاح: اصلاح درستی۔☆قُلُوْب: قلب کی جمع یعنی دل۔

بے شک ہمارے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بند وبست بڑے بہترین اور لمبے چوڑے تھے ہمارے قلوب کی اصلاح اور درستی انہیں کے ساتھ ہی متعلق ہے۔

(۵۰) قَدْ کَانَ خَلْقَهٗ یَعْتَدِلْ وَالْحُسْنُ فِیْهِ مُشْتَمِلْ

صَلّٰی عَلَیْهِ اِلٰهُنَا

☆یَعْتَدِلُ: اعتدالی حالت۔☆مشتمل: شامل، شریک، شامل ہونے والا۔

تحقیق مخلوق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معتدل حالت رکھتے تھے اور حسن و جمال آپ میں شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۵۱) لَیْسَ الْهَزَالُ ابِوَضْعِهٖ لَا شَحْمَ فِیْهِمْ بِوَضْفِهٖ

صَلّٰی عَلَیْهِ اِلٰهُنَا

☆ھُزَال: لاغری، کمزوری۔ ☆وضع: شکل وصورت، ظاہری حالت، طور طریق، رنگ ڈھنگ، چال ڈھال، بناوٹ، ساخت وغیرہ۔ ☆شَحْمَ: فربہی مٹاپا۔

مخلوق میں آپ کی وضع مبارک کہ لاغری، کمزوری اور ناتوانی نہیں تھی اور نہ ہی مٹاپا (ایسی صفت) کہ مٹاپا آپ کی صفت میں شمار ہوتا۔

(۵۲) وَالْھَا شِمِیْ مُتَکَلِّمٌ — مِنْ ھِجْرِہٖ مُتَاَلِّمٌ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆مُتَکَلِّمٌ: کلام کرنے والا، اوصاف وکمالات بیان کرنے والا۔ ☆ھجر: جدائی۔ ☆مُتَاَلِّمٌ: دردناک ہے۔

اور آپ کے اوصاف کمالات لفظوں کے رنگ میں بیان کرنے والا ہاشمی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ آپ کی جدائی کے صدمے میں دردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

فائدہ:

اس شعر سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ حلیہ مبارک بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی لکھا ہوا ہے۔ اس لیے تبرکاً اس شرح کے آخر میں یہ حلیہ مبارک بھی شامل کردیا ہے۔

(۵۳) عَنْ دَرْکِ وَصْفِہٖ جَاھِلٌ — وَبِقَصْرِ فَھْمِہٖ قَآئِلٌ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆دَرْکِ: دریافت کرنے۔ ☆وَصْفِہٖ: ان کے اوصاف، ان کی صفتیں اور خوبیاں۔ ☆جَاھِلٌ: ان پڑھ، ناخواندہ، وحشی، اجڈ، بداخلاق، بےادب، گستاخ نادان، اناڑی، ناواقف، بےخبر، انجان یہاں ناواقف اور بےخبر کے معنی مراد ہیں۔ مگر یاد رکھیے جاہل لفظ جہالت سے، اکثر یہ لفظ محض بےخبری اور ناواقف کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ اسی سے ہی لفظ جاہلیت ہے جس کے معنی ہیں جہالت، زمانہ قبل الاسلام جب لوگ بت پرستی کرتے تھے۔ ویسی ہی عادات واطوار کے قائم رہنے کی وجہ سے اور سب سے پیش پیش ہونے کی وجہ سے ابوجہل جو کہ اس دور کے لحاظ سے لوگ اسے ابوالحکم کے نام سے یاد کرتے تھے مگر جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے ابوجہل کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ ☆قَصْر: قصور۔ ☆فھم: اپنی سمجھ۔ ☆قائل: اپنا قصور یا غلطی ماننے والا، ہار ماننے والا۔

ان کے اوصاف وکمالات معلوم کرنے سے بےخبر ہے۔ یعنی ان کے اوصاف وکمالات دریافت کرنا میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ کیونکہ میں اپنے فہم وادراک کے قصور کو تسلیم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

(۵۴) اَللّٰہُ یَعْلَمُ شَانَہٗ — وَھُوَالْعَلِیْمُ بَیَانَہٗ

صَلّٰی عَلَیْہِ اِلٰھُنَا

☆یَعْلَمُ: جانتا ہے۔ ☆شَانَہٗ: ان کی شان۔ ☆عَلِیْم: بہت زیادہ جاننے والا۔

ان کی عظمت اور شان اللہ تعالیٰ ہی کما حقہ جانتا ہے اور اسے بیان کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ ہی خوب بیان کرنا جانتا ہے۔

(۵۵) یَارَبِّ صَحِّحْ سُقْمَهٗ بِالْفَضْلِ دَمِّرْ جُرْمَهٗ

صَلّٰی عَلَیْهِ اِلٰهُنَا

☆صَحِّحْ: صحت عطا فرما۔ ☆سُقُمْ: خرابی، عیب، نقص، دکھ، بیماری یہاں یہی آخری معنی مراد ہے۔ ☆بِالْفَضْل: اپنے فضل سے۔ ☆دَمِّرْ جُرْمَهٗ: اس کے جرم کو ختم کر دے، اس کی خطا معاف کر دے۔

اے میرے رب! اس کی بیماری ختم کر کے صحت کاملہ عطا فرما دے اور اپنے فضل و کرم سے اس کی خطا یا غلطی معاف فرما کر ختم فرما دے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔

الحمدللہ رب کائنات نے حلیہ مبارک پہ کام کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔

فائدہ:

آخر میں تفرقات کے عنوان کے تحت چند اشعار بیان کیے گئے ہیں۔ وہ بھی پیش خدمت ہیں۔ آپ کے چند اقوال مبارک شعر میں بھی دیوان علی کے آخر میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ بھی آپ کے ملفوظات میں درج کر دیئے ہیں حق تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین بجاہ النبی الکریم الامین)

☆......☆......☆

متفرقات

(۱) خِذِ الْفَرَّا رَوالطَّلْقٰی وَشَیْءٌ یَّشْبَهُ الْبَرْقٰی

(۲) فَادْرِجْهَا یَکُنْ مَّلِگَا لِلْغَرْبِ وَالشَّرْقٰی

☆خُذ: لے۔ ☆فَرّا: پارہ۔ ☆طَلْقٰی: ابرک۔ ☆یشبہ: مشابہ ہے، مانند ہے، ملتا جلتا ہے۔ ☆برق: بجلی۔ ☆فَادْرِجْهَا: پس اسے ملا۔ ☆یَکُنْ: ہوگا۔ ☆مَلِگَا: بادشاہ۔ ☆غرب: مغرب۔ ☆شَرْقٰی: مشرق۔

پارہ اور ابرک حاصل کیجیے اور جو چیز بجلی سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی لیجیے اور ان کو آپس میں ملا لیجیے اس طرح کرنے سے تو مغرب و مشرق کا بادشاہ بن جائے گا یعنی بہت امیر ہو جائے گا۔

بزرگی کوشش سے حاصل ہوتی ہے

(۱) جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِیَامُ وَلَا یَلْتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَانُ

(۲) بِجِدٍّ لَّا بِجَدٍّ کُلُّ مَجْدٍ وَمَا جَدٌّ بِلَا مَجْدٍ بِجِدٍّ

☆جراحات: زخم۔☆سنان: نیزے۔☆لسان: زبان۔☆مَجْدِ: بزرگی۔☆کُلُّ: ہر۔

(۱) نیزے کے زخم بھر (کر ٹھیک ہو) جاتے ہیں مگر زبان کے زخم ٹھیک نہیں ہوتے۔

(۲) ہر بزرگی کوشش سے حاصل ہوتی ہے محض عطا سے حاصل نہیں ہوتی اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی عطا بزرگی کے بغیر عطا نہیں ہوتی۔

جوانی کو غنیمت جان

(۱) بِقَدْرِ الْكَدِّ يُعْطٰى مَاتَرُوْمُ ۔ فَمَنْ دَامَ الْمُلَا لَيْلاً يَّقُوْمُ

(۲) وَاَيَّامَ الْحَدَاثَةِ فَاغْتَنِمْهَا ۔ اَلَآ اِنَّ الْعَدَاثَةَ لَا تَدُوْمُ

☆قَدر: مقدار۔☆يُعطى: عطا ہو، مل جاتی ہے۔☆مَاتَرُوْمُ: جو کچھ تو تلاش کرتا ہے۔☆دَامَ: ہمیشہ۔☆لَيلاً: رات۔☆يَقُوْمُ: قیام کیا، قیام کرے، قیام کرتا ہے۔☆ايَّام: دن۔☆حَدَثَةِ: جوانی۔☆اَلَآ: خبردار۔☆لَاتَدُوْم: ہمیشہ نہیں رہتی۔

جس چیز کی تجھے تلاش ہے اور تو تلاش کرتا پھر رہا ہے وہ محنت کے مطابق ملتی ہے جتنی محنت کرے گا اتنی ہی وہ چیز تجھے حاصل ہوگی۔ پس جس نے ہمیشہ رات کو بارگاہ حق کی عبادت کے سلسلے میں قیام کیا۔ اسی حساب سے حق تعالیٰ سے اسے انعامات سے نوازا جائے گا۔ جوانی کے دنوں کو غنیمت جان (اس دور کو بے پرواہی سے نہ گزار) ہوشیار رہ کیونکہ یہ جوانی ہمیشہ نہیں رہتی (اس نے ساتھ چھوڑ جانا ہے پھر پچھتانے کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا)

بزرگی کے لیے کوشش کا نتیجہ

(۱) بِقَدْرِ الْكَرِّ تَنْقَسِمُ الْمَعَالِيْ ۔ فَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰے سَهَرَ اللَّيَالِيْ

(۲) تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلاً ۔ يَغُوْصُ الْبَحْرَ طَلَبَ اللَّاٰلِيْ

(۳) وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰے مِنْ غَيْرِ كَدٍّ ۔ اَضَآءَ الْعُمْرَ فِيْ طَلَبِ الْمُحَالِ

☆تَنقَسِمُ: تقسیم ہوتی ہے۔☆الْعُلٰے: بزرگی۔☆الليالی: راتوں کو۔☆عِزّ: عزت۔☆تَنَام: سوتا ہے۔☆يَغُوْص: غوطہ لگاتا ہے۔☆بحر: سمندر۔☆اللَّاٰلِيْ: موتی۔☆اَضَآءَ: ضائع کی۔

جتنی کوشش کی جاتی ہے اتنی ہی بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ پس جس نے بھی بزرگی طلب کی ہے وہ راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر جاگتا رہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ تو عزت کو تلاش کرتا ہے اور پھر بھی رات کا وقت میٹھی میٹھی نیند کی آغوش میں سو جاتا ہے۔ موتیوں کو ڈھونڈنے والا دریا (سمندروں) میں غوطہ لگاتا ہے۔ بہرحال ہے جس نے بغیر محنت و مشقت کے اعلیٰ مقام

حاصل کرنے میں عمر گزار دی ہے وہ محال چیز کے حصول کی طلب میں ہے اس نے اپنی ساری عمر ضائع کر دی ہے۔

سستی کی مذمت

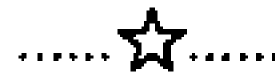
(۱) دَعِیْ نَفْسِی التَّکَاسُلَ وَالتَّوَانِیْ — وَاِلَّا فَـاثْبُتِیْ فِیْ ذَا الْهَوَانَ

(۲) فَلَمْ اَرَ لِلْکُسَالٰی الْحَظِّ تُحْظٰی — سِوٰی نَدَمٍ وَّ حِرْمَانِ الْاَمَانِ

☆فَلَمْ اَرَ: پس میں نہیں دیکھتا۔☆لِلْکُسَالٰی: کسلمندوں کے لیے۔☆نَدَمٍ: نادم ہونے۔☆حِرْمَانِ الْاَمَانِ: نا امیدی کی امان، مایوسی کی امان۔

اے نفس! کسلمندی اور سستی و کاہلی کو ترک کر دے (اگر کسلمندی اور سستی چھوڑ دے گا تو ٹھیک ہے) ورنہ رسوائی اور ذلت کی دلدل میں پڑا رہ۔

اس لیے کسلمندوں کے لیے میں لذت وسرور، عیش و آرام کا دور نہیں دیکھتا سوائے پشیمان ہونے اور شرمسار ہونے کے سوا میں ان کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ ناامیدی اور مایوسی گناہ ہے اس کے باوجود ایسے افراد کے لیے مایوسی اور ناامیدی کی امان کے سوا کچھ نہیں۔



اختتامیہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین رب کائنات کا احسان عظیم ہے کہ جس نے الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی کو فیضان حیدری شرح دیوان حضرت علی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الفقیر القادری نے کافی حد تک کوشش کی ہے کہ معانی کے سلسلے میں اکثر شعر میں بیان کردہ مضمون کو مدنظر رکھ کر لکھے ہیں نیز تفہیم اشعار کے سلسلے میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ اشعار کی وضاحت کی جائے۔ اس سلسلے میں وضاحت اس لیے نہیں کی کہ کسی کی دل آزاری ہو۔ الفقیر نے کوشش کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام کی وضاحت کے سلسلے میں محبت کا پیغام عام کیا جائے۔ اگر کہیں کوئی ایسا کلمہ لکھنے میں آ گیا ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی آپس میں جو محبت تھی اسے واضح کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ ان کے اختلافات کی حقیقت سمجھ آ سکے۔ کہ ان کے اختلافات ہمارے اختلافات جیسے نہ تھے کہ دنیا و مافیہا کی خاطر سب کچھ داؤ پہ لگا دیا۔ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ تھے۔ ہماری سطح تک ان کا اترنا ان کے شایان شان نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اختلافات کے باوجود ہمارے جیسے نہ تھے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ۔ اس لیے ان کے تعلقات ہماری طرح محض نفسانیت کی خاطر نہ تھے بلکہ ان کے آپس کے تعلقات اچھے تھے۔ وہ بزرگ ہیں ان کے اختلافات کی وجہ سے ہمیں ان کی عظمت اور شان میں گندے اور بازاری جملے ادا نہیں کرنے چاہئیں۔ ہمیں اپنی زبان اور قلم کے الفاظ ان کی شان کے لائق ہی ادا کرنے چاہئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات اجتہادی نوعیت کے تھے۔ اس لیے ان کے اختلافات کے باعث ہمیں کسی صحابی کے بارے میں کچھ کہنے کے متعلق پہلے ہزار بار سوچ لینا چاہیے۔ کہ ہم کس صحابی کے خلاف بول رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں اور کیا بول رہے ہیں یا کیا لکھ رہے ہیں کہ جن کے فضائل مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں کہیں ہماری زبان یا قلم سے نکلے ہوئے الفاظ مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ فضائل کی تکذیب تو نہیں کر رہے۔ اگر ہمارے کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ فضائل کو جھٹلا رہے ہیں تو ایسے ہمارے کلمات کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہمیں غور و فکر سے کام لینا چاہیے کہ اس کا انجام کیا ہے؟

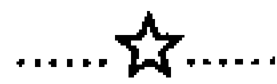
حق تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

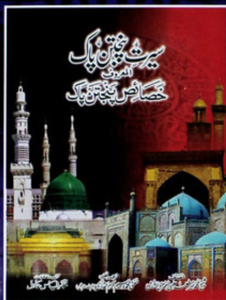
اس کتاب میں جو خوبی نظر آئے اسے رب کائنات کا فضل و کرم، مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان اور حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضور غوث اعظم، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور فیض ملت حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اولیائے کرام کا فیضان سمجھئے اور جو کمی یا خامی نظر آئے اسے الفقیر القادری ابواحمد اویسی کی کم مائیگی پہ محمول کیا جائے۔ خصوصی شفقت و مہربانی فرماتے ہوئے درستی فرمائی جائے۔ ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی شعر اور اس کی شرح لکھنے سے رہ گئی ہو۔ اس سلسلے میں معذرت خواہ ہوں۔

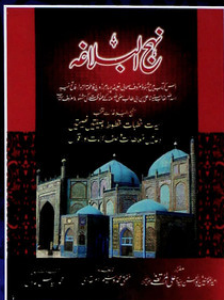
اللہ تعالیٰ الفقیر القادری ابواحمد اویسی کی اس سلسلے میں کی ہوئی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ نیز دروس کا موتی، جدید مسائل کے شرعی احکام جو مکمل ہو چکے ہیں۔ اللہ کرے کوئی اللہ کا بندہ ان کی اشاعت کا بندوبست بھی کر دے۔

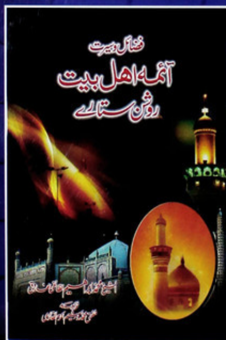
علاوہ ازیں حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اسی طرح تجلیات الفرید، فیضان العرفان دورہ تفسیر القرآن، فیضان منصور حلاج، فیضان لقمان حکیم، میلاد حبیب کبریا، فیضان بردہ شریف وغیرہ بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فقیر ابواحمد اویسی کی دین کی خدمت کے سلسلے میں کی گئی سعی کو شرف قبولیت سے نوازے اور الفقیر ،فقیر کے والدین، اساتذہ کرام عزیز و اقارب، دوست احباب اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت مرحومہ کے لیے خصوصاً جناب فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش اور درجات کی بلندی کا باعث بنائے اور جناب مشتاق بٹ جناب خالد بٹ صاحب اور محمد زبیر صاحب وغیرہ کو دین کی خدمت کے سلسلے میں مزید مستعد فرمائے۔ نیز حضرت علامہ محمد ارشد قادری مدظلہ العالیٰ خادم مکتبہ بابا فرید پاکپتن شریف کی خدمات کو خصوصی طور پر شرف قبولیت سے نوازے اور دین کی خاطر مخالفین کی طرف سے آنے والی ہر بلا کو اپنی قدرت کاملہ سے دور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ النبی الکریم الامین۔

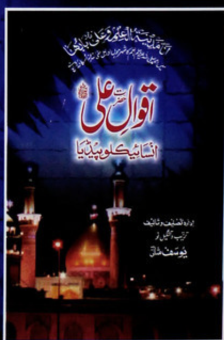
فقط طالب دعا
الفقیر القادری ابواحمد غلام حسن اویسی قادری
مدرسہ فیض اویسیہ چک نمبر ۱۱ کے بی ڈاک خانہ کلیانہ
تحصیل ضلع پاک پتن شریف
بعد نماز فجر ۵/۶ بجے
بروز پیر ۱۵ ذوالحجہ شریف ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۲ نومبر ۲۰۱۰ء




سیرت پنجتن پاک
المعروف
خصائص پنجتن پاک


نہج البلاغہ


فضائل و سیرت
آئمہ اہل بیت
روشن ستارے


اقوالِ علی
انسائیکلوپیڈیا